جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲ جنوری ۱۹۷۴ء | نمبر ۱

جنوبی امریکہ کے معزز مہمانوں کی واپسی

۲۷ دسمبر کی شام کو جنوبی امریکہ کے مہمانوں کی واپسی کی تقریب عمل میں آئی اس موقعہ پر دارالسلام لاہور میں ایک الوداعی جلسہ زیر صدارت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب منعقد ہوا، جس میں مرزا مسعود بیگ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن اور دوسرے احباب نے معزز مہمانوں کو ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہوئے رقت بھرے جذبات کے ساتھ الوداع کہا، اور دعا کی کہ جس خلوص کے ساتھ انہوں نے اتنا لمبا سفر اختیار کرنے کی صعوبت اٹھائی ہے، اللہ تعالے اسے قبول فرمائے اور جماعت احمدیہ کو اسکے بہترین نتائج سے متمتع فرمائے۔

اس موقعہ پر معزز مہمانوں نے بھی جن میں جناب عبدالرحیم جیگو از سرینام، جناب رجب صاحب از ہالینڈ، جناب عبدالرحمٰن صاحب از گیانا، جناب ایم اے عزیز صاحب از ٹرینیڈاد اور بعض دیگر اصحاب کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، مختصر تقاریر کے ذریعہ اس عزت افزائی اور آرام و آسائش کا ذکر کرتے ہوئے جو پاکستانی احباب سے انہیں حاصل ہوئی رقت بھرے جذبات کے ساتھ واپسی کی اجازت حاصل کی۔ اس تقریب میں ہمارے معزز بھائی صلاح الدین ناصر نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا کئے اور آخر میں محترم ڈاکٹر سعید خاں صاحب نے چند دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔ اس موقعہ پر معزز مہمانوں کے اعزاز میں انجمن کی طرف سے پرتکلف عشائیہ دیا گیا جس کے بعد تمام مہمانوں نے ایک ایک کر کے اپنے پاکستانی احباب سے بغلگیر ہو ہو کر دلی محبت کا اظہار کیا اور قریباً سات بجے شب بعزم حج کعبۃ اللہ تشریف لے گئے۔ چونکہ لاہور میں فضا کہر آلود ہونے کی وجہ سے طیاروں کی آمد و رفت معطل ہو چکی تھی اس لئے معزز مہمانوں کو کراچی بذریعہ ریل جانا پڑا، دعا ہے اللہ تعالے انہیں بخیر و عافیت حج بیت اللہ سے متمتع فرمائے اور صحت و سلامتی کے ساتھ اپنے وطن مالوف پہنچائے، اور خدمات دینیہ کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے، ان کا یہاں آنا فی الحقیقت حضرت مسیح موعودؑ کا بہت بڑا معجزہ ہے، جنہیں ایک صدی پہلے جب آپ کو کوئی جانتا بھی نہ تھا، یاتون من کل فج عمیق۔ کا الہام ہوا اور یہ خوشخبری دی گئی کہ اللہ تعالے آپکی نصرت کے لئے لوگوں کے دلوں میں وحی کرے گا اور وہ دور دراز مقامات سے آپ کے (مشن اشاعت اسلام) کی امداد کے لئے آئیں گے، ہمیں خوشی ہے کہ اللہ تعالے کے یہ وعدے آج ہم نے اپنی آنکھوں سے پورے ہوتے ہوئے دیکھے جو مسیح موعودؑ کی صداقت اور اللہ تعالے کی ہستی پر ازدیاد ایمان کا موجب ہیں، فالحمد للہ علی ذالک۔

یاد رکھو تمہاری فتح تقوےٰ سے ہے

اسوقت ہمارے قلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے برابر ہیں

حضرت مسیح موعودؑ کا جماعت احمدیہ سے خطاب

جو جلسہ سالانہ میں پڑھکر سنایا گیا

میں اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ ضرورت ہے اعمال صالحہ کی، خدا تعالٰی کے حضور اگر کوئی چیز جا سکتی ہے تو وہ یہی اعمال صالحہ ہیں یصعد الیہ الکلم الطیب خود خدا تعالے فرماتا ہے۔ اس وقت ہمارے قلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے برابر ہیں۔ لیکن فتح و نصرت اسی کو ملتی ہے جو متقی ہو۔ خدا تعالے نے یہ وعدہ فرمایا ہے کان حقاً علینا نصر المؤمنین۔ مومنوں کی نصرت ہمارے ذمہ ہے اور لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا اللہ مومنوں پر کافروں کو راہ نہیں دیتا اس لئے یاد رکھو تمہاری فتح تقوےٰ سے ہے ورنہ عرب تو نرے لیکچرار اور خطیب اور شاعر ہی تھے، انہوں نے تقوےٰ اختیار کیا تو خدا تعالے نے اپنے فرشتے ان کی امداد کے لئے نازل کئے۔ تاریخ کو انسان اگر غور سے پڑھے تو اسے نظر آ جائے گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس قدر فتوحات کیں وہ انسانی طاقت اور سعی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک بیس سال کے اندر ہی اندر اسلامی سلطنت عالمگیر ہو گئی۔ اب ہم کو کوئی بتاوے کیا انسان ایسا کر سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالے بار بار فرماتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون متقی کے معنے ہیں ڈرنے والا۔ ایک ترک شر ہوتا ہے۔ اور ایک افاضۂ خیر۔ متقی ترکِ شر کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور محسن افاضۂ خیر کو چاہتا ہے۔ میں نے اس کے متعلق ایک حکایت پڑھی ہے کہ ایک بزرگ نے کسی کی دعوت کی۔ اور اپنی طرف سے مہمان نوازی کا پورا اہتمام کیا اور حق ادا کیا۔ جب وہ کھانا کھا چکا، تو بزرگ نے بڑے انکسار سے کہا کہ میں آپ کے لائق خدمت نہیں کر سکا۔ مہمان نے کہا آپ نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ میں نے احسان کیا ہے۔ کیونکہ جس وقت تم مصروف تھے میں تمہاری املاک کو آگ لگا دیتا تو کیا ہوتا؟ غرض متقی کا کام یہ ہے کہ برائیوں سے باز آوے۔ اس سے آگے دوسرا درجہ افاضۂ خیر

(باقی بر صفحہ ۹)

جلسہ سالانہ کی روزانہ کارروائی کا خلاصہ

حسب اعلان سابق ہمارا جلسہ سالانہ ۲۳ دسمبر سے ۲۶ دسمبر ۱۹۸۳ء تک انجمن کی نئی بستی دارالسلام لاہور میں منعقد ہوا، ۲۳ دسمبر کو خواتین کا جلسہ تھا، جس کی روئداد آئندہ پرچہ میں درج ہوگی، ۲۴ دسمبر کو ۹½ بجے مردانہ جلسہ زیر صدارت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب شروع ہوا۔ سب سے پہلے چند نظمیں پڑھی گئیں اور پھر مولوی عبدالرحمٰن صاحب امام مسجد مری نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ جس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کا کلام پڑھ کر سنایا گیا۔ بعد ازاں محترم میاں ظہور احمد صاحب نے جنوبی امریکہ کے مہمانوں اور دیگر احباب کو خطبہ استقبالیہ دیتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی حمایت اور سربلندی کے لئے اس وقت آواز بلند کی جب عام طور پر مسلمانوں میں مایوسی چھائی ہوئی تھی اور صرف آواز ہی بلند نہیں کی بلکہ اپنی بلند پایہ تصانیف کے ذریعہ اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب سے بڑھ کر بہترین مذہب ثابت کیا، محترم میاں صاحب نے اس ضمن میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے احباب جنوبی امریکہ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور انہیں مبارکباد دی کہ انہوں نے محض اسلام کی سربلندی کے لئے اس قدر صعوبت اٹھائی ہے کہ ہزارہا میل کا سفر اختیار کر کے اس جلسہ میں شامل ہوئے ہیں اس کے ساتھ ہی اس توقع کا اظہار کیا کہ وہ اس مشن کو جو مسیح موعودؑ نے اسلام کی تبلیغ کے لئے قائم کیا تقویت پہنچانے کے لئے ہر ممکن قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

میاں صاحب کا یہ خطبہ استقبالیہ آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگا۔

اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ سے خطبہ افتتاحیہ کے لئے عرض کیا گیا۔ آپ نے آیات کریمہ للّٰہ مافی السمٰوات ومافی الارض .... والیک المصیر، تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ ان آیات میں یہ ذکر ہے، کہ کائنات کا انتظام ایک خدا کے ہاتھ میں ہے جو دنیا پر اپنی برکات نازل فرماتا ہے اس میں توحید کا سبق دیتے ہوئے بتایا ہے کہ و ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ اللہ تعالےٰ تمہارے سینوں کے اندر تک کی بات کو جانتا ہے، تم چھپاؤ یا ظاہر کرو۔ وہ ہر بات سے واقف اور آگاہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس ایمان سے کردار پیدا ہوتا ہے۔ اسلام صرف رسومات کا مذہب نہیں ہے بلکہ کردار پیدا کرنے والا مذہب ہے۔ اعلیٰ کردار کے ذریعہ انسان فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ یہ ایمان انسان کو بدی سے دور رکھتا ہے، گھر میں صحرا میں یہ علم کہ خدا دیکھتا ہے کردار کی بلندی کا موجب ہے، اور انسان ہر وہ کام کرتا ہے جس سے خدا خوش ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ایک مقصد کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں، یہ مقصد دنیا میں اسلام کی اشاعت کرنا ہے۔ یہ بڑا عظیم مقصد ہے۔ اس مقصد کے حصول کی کوشش کے علاوہ ہمیں اپنا کردار بھی بلند کرنا ہے۔ رسول کریم صلعم کے صحابہ تو اپنے کردار کے لحاظ سے دنیا کے لئے ایک نمونہ بن گئے تھے۔ ہم پر بھی اس زمانہ میں ایک حجت قائم ہوئی ہے کہ خدا کا ایک مامور ہم میں آیا اور اس نے اسی نیک کردار کی تعلیم دی جو رسول کریم صلعم نے صحابہؓ میں پیدا کیا ہم نے اس مامور کو مانا اور خدا کے فضل سے اس جماعت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کی بلندیٔ کردار نے اسلام کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں انگریز ہمارے حاکم تھے۔ اس حاکم کو مسلمان بنانے کے لئے آپ کی جماعت کے آدمی انگلستان پہنچ گئے اور قرآن کریم کو وہاں پیش کیا، اور حضرت مسیح موعودؑ کے کشف کی تعبیر میں وہاں کے سفید پرندے اسلام کے گرویدہ ہو گئے۔ لارڈ ہیڈلے مسٹر مارماڈیوک پکتھال اور کئی دوسرے معزز انگریز مسلمان ہوئے۔ یہ کوئی معمولی آدمی نہ تھے بڑے فاضل لوگ تھے۔ یہ سب حضرت مسیح زمان کی برکت سے ہوا۔ ورنہ ایک حاکم اور علم رکھنے والی قوم کے ممتاز افراد کو اسلام و قرآن کی حقانیت کا قائل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ ہمارے سامنے ایک بہت اہم کام ہے۔ اس کام کو جماعت احمدیہ نے سرانجام دینا ہے۔ اور تاریخ اسلام و اشاعت قرآن کریم کے متعلق نئی تجاویز سوچنی ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے جنوبی امریکہ ٹرینیڈاد اور سرینام سے آئے ہوئے مہمان سٹیج پر موجود ہیں اور ان کی آمد حضرت مسیح موعودؑ کے الہام یاتون من کل فج عمیق کی عملی تصدیق ہے جو ہمارے ازدیاد ایمان کا موجب ہے [illegible]

پروفیسر غلام محمد صاحب کی تقریر

حضرت امیر ایدہ اللہ کے بعد پروفیسر غلام محمد صاحب نے قیامت کا "قرآنی تصور اور سائنسی نظریہ" کے عنوان سے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ قیامت کی تین اقسام ہیں۔ قیامت صغریٰ۔ جب ایک انسان مرتا ہے، قیامت وسطیٰ جب ایک قوم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے فنا ہو جاتی ہے، اور قیامت کبریٰ جب ساری دنیا فنا ہو جائے گی، اور اس جہان کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ آپ نے اس ضمن میں اس سائنسی نظریہ کا بھی ذکر کیا کہ ایک دن آئے گا کہ جب تمام دنیا تصادم کا شکار ہو کر فنا ہو جائے گی، اس کے بعد کیا ہوگا سائنس اس بارہ میں خاموش ہے اور یہ قرآن ہی ہے جس نے فنا کے بعد قیامت کی خبر دی ہے جب دنیا اپنے اعمال کی جزا و سزا پا کر بقا کی زندگی حاصل کرے گی۔

پروفیسر صاحب امید ہے کہ اپنے مقالانہ مضمون سے قارئین پیغام صلح کو متمتع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

محمد اسلام عبداللہ صاحب کی تقریر

پروفیسر غلام محمد صاحب کے بعد سرینام کے محمد اسلام عبداللہ صاحب نے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم الخ تلاوت فرما کر ایک پرجوش تقریر کی جس میں حضرت امیر قوم، اکابرین مجلس معتمدین، خواتین و حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ محفل دیکھ کر مجھے از حد خوشی ہوئی ہے۔ جس کے لئے میں خدا تعالیٰ کا شکر گذار ہوں۔ مدت سے میری تمنا تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے جلسہ میں شمولیت اور لاہور کے پاک ممبروں کی زیارت کی توفیق حاصل ہو اب میں اپنے سب دوستوں کی طرف سے یہ توفیق الٰہی پانے پر اظہار تشکر کرتا ہوں۔ الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جلسہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے۔ کہ ہر طرف سے سب احمدی آئیں اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں اور اکٹھے ہو کر دیکھیں کہ دنیا کے کس حصہ میں اسلام کے متعلق کس شئے کی ضرورت ہے، ترجمہ قرآن کریم کی، حضرت امیرؒ کی کتابوں کی، حدیث کی، غرضیکہ ہر جگہ کی الگ الگ ضرورتوں کے مطابق ان کا مطالبہ پورا کرنا ہے۔ تاکہ اشاعت اسلام و قرآن کا کام چلتا رہے۔ میرے پاس کوئی ڈگری نہیں ہے۔ میں صرف اسلام و احمدیت کے جوش کی ایک ڈگری رکھتا ہوں، دعا ہے اللہ تعالےٰ اسے قبول کرے۔

میں نے سورۃ بقرہ کے رکوع ۳ سے چند آیات تلاوت کی ہیں، یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے تمہیں اور تمہارے اجداد کو عبادت اور تقوی کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہی مضمون دوسری جگہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

عبادت اور تقوےٰ کا مطلب وضاحت طلب ہے۔ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی اعلےٰ درجہ ہے مگر عبادت کا مطلب قرآنی اصولوں کے مطابق عمل کرنا ہے اور یہی تقوےٰ ہے جو ان الصلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین میں بھی بیان ہوا ہے۔ ہمارا سونا جاگنا، سب کچھ اللہ کے لئے ہو۔ اس صدی کے مجدد نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اکل حلال اور صدق مقال تقوےٰ کا نچوڑ ہے، آپ ہر جگہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھیں، خیرکم خیرکم لاھلہ تم میں نیک وہ ہے جو اپنے اہل کیلئے بھی نیک ہے۔ جس چیز کو ہم بھول گئے تھے۔ مجدد صد چہاردہم نے اسے ہمیں یاد دلایا ہے، یعنی جماعت کا ہر فرد اسلام کا نمونہ بنے، خاص طور پر ہمارے مبلغ اسلام و احمدیت کا نمونہ ہونے چاہئیں کیونکہ یہ ہر جگہ جماعت احمدیہ کے نمائندے

(باقی پر صفحہ ۹)

جلسہ سالانہ ـــ تحریکِ احمدیت کی کامیابی کا نشان

امسال جلسہ سالانہ میں جو کیفیت دیکھنے میں آئی، اس کو اگر تحریک احمدیت کی کامیابی کا نشان قرار دیا جائے تو خلاف حقیقت نہیں، نہ صرف اس لحاظ سے کہ سردی کی اس شدید لہر کے باوجود جو آج کل پاکستان میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، فدائیانِ احمدیت کے قافلے در قافلے اپنے اس دینی اجتماع میں شرکت کے لئے ملک کے تمام اطراف سے بیوی بچوں سمیت دیوانہ وار آتے چلے گئے، اور اس نئی بستی میں جو شہر سے بہت دور نیو یونیورسٹی کیمپس کے قریب دارالسلام کے نام سے قائم کی گئی ہے جوق در جوق جمع ہو گئے، نہ صرف اس لحاظ سے کہ قوم کے سربرآوردہ علماء کی تقاریر ایسے بلند پایہ علمی و روحانی حقائق پر مشتمل تھیں جو حاضرین کے علم کے ازدیاد علم اور روحانی تسکین کا موجب ہوئیں بلکہ یہ امر خاص طور پر اس جلسہ کی کامیابی اور تحریک احمدیت کے فروغ کا نشان ہے، کہ جنوبی امریکہ جیسے دُور دراز مقامات سے تیس اصحاب کا ایک قافلہ ہزارہا روپیہ خرچ کر کے اس جلسہ میں آ شامل ہوا جس سے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام یاتون من کل فج عمیق کا عملی نظارہ دیکھنے میں آیا، اور ان سے یہ سن کر کہ جن علاقوں (ٹرینیڈاڈ، سُرینام اور گیانا وغیرہ) سے وہ آئے ہیں وہاں بیس بائیس ہزار مسلمان جماعت احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں، مسیح موعودؑ کے الہام کا عملی نقشہ سامنے آگیا ہے کہ "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔ اگرچہ یہ تمام امور فی الحقیقت تحریک کی کامیابی کا کھلا ثبوت ہیں تاہم اس سے بھی بڑھ کر اس چھوٹی سی جماعت کی مالی قربانی اور اس عظیم الشان کام کی تکمیل کے لئے جو حضرت مرزا صاحب نے اس جماعت کے سپرد کر رکھا ہے۔ جلسہ سالانہ میں حاضرین کی طرف سے بیشقرار رقوم پیش ہونا تحریک احمدیت کی . . . . زندگی اور کامیابی اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان ہے۔ جلسہ کے دوران دو مرتبہ چندوں کی تحریک ہوئی، ایک تو انجمن کے تمام اخراجات کے لئے بجٹ کی تحریک جو ہمیشہ ہر سال ہوتی ہے اور حاضرین بخوشی اس میں حصہ لیتے ہیں، اور دوسری خاص طور پر لندن یا ووکنگ میں مسجد کی تعمیر اور مشن کے اجراء کے لئے چندہ کی اپیل تھی جو جلسہ کے آخری دن کی گئی۔ ان دونوں موقعوں پر حاضرین نے جس دریا دلی کے ساتھ مال و زر کی قربانیاں ...... دیں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

چنانچہ دونوں تحریکات پر جو نقد رقوم وصول ہوئیں ان کی میزان ۱۱۳۸۶ روپے ـــ ۲۷ پیسے ہے اور ۴۵۰۹۲ روپے کے وعدے ہیں۔

کیا یہ حالات و واقعات اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ یہ ایک زندہ اور پائندہ تحریک ہے جو ہر قسم کی مخالفتوں کے باوجود قائم و دائم اور دن بدن رُو بہ ترقی ہے۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ جس دن سے تحریک احمدیت کا ظہور ہوا، اسلامی دنیا کے مختلف حلقوں سے اس کو مٹانے اور تباہ و برباد کرنے کے لئے ہر قسم کے ہتھیار استعمال کئے گئے، علماء کی طرف سے کفر کے فتوے لگائے گئے۔ تحریکِ احرار اور دیگر انجمنوں کی طرف سے لیکچروں اور اشتہارات اور کتابوں کے ذریعہ بانیٔ سلسلہ کے خلاف غلط بیانیوں اور ناپاک الزامات کا طومار کھڑا کیا گیا۔ مولوی ظفر علی خان جیسے فصیح البیان اور عطاء اللہ بخاری جیسے فصیح اللسان لوگوں نے اپنی فصیح تحریرات و تقاریر کے ذریعہ ایسا ماحول پیدا کیا جو بقول ان کے "احمدیت کے تابوت میں آخری میخ" بن سکتا تھا، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان سب مساعی کے باوجود احمدیت کا تو کوئی تابوت بن نہ سکا، خود ان لوگوں کے اپنے تابوت بن کر مٹی میں دفن ہو گئے، اور یہ تحریک خدا کے فضل سے زندہ اور قائم و دائم دن بدن رُو بہ ترقی ہی آ رہی ہے۔

احمدیت کے مخالف آج پھر زوروں پر ہیں، طرح طرح کی غلط بیانیوں کے ذریعہ اس تحریک کو خلافِ اسلام قرار دینے اور اس جماعت کو جو اسلام کی واحد نمائندہ جماعت ہے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، ایسی حالت میں جلسہ سالانہ میں احمدیت کے پروانوں نے اپنی عزتِ امتیاز کا جو نظارہ پیش کیا وہ اس بات کا نشان ہے کہ یہ مخالفتیں بھی مٹ کر رہ جائیں گی اور یہ تحریک جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کے ذریعہ اسلام کی حمایت و اشاعت کے لئے کھڑی کی ہے، کامیاب ہو کر رہے گی۔

یہ امر غور طلب ہے کہ کیا وجہ ہے کہ تمام مخالفتوں کے باوجود یہ تحریک دن بدن بڑھتی اور کامیاب ہوتی جا رہی ہے، اگر یہ خلافِ اسلام تحریک ہے اگر مرزا صاحب معاذ اللہ کاذب اور دجال تھے تو یہ کیا بات ہے کہ ان کو مٹانے کی تمام کوششیں تو ناکام چلی جا رہی ہیں اور مرزا صاحب کا نام دن بدن روشن ہوتا جا رہا ہے یہاں تک کہ ان کی تبلیغ دنیا کے دوسرے کناروں تک جا پہنچی ہے۔ اگر یاتون من کل فج عمیق کے الہامات جن میں دور دراز کے لوگوں کی اس تحریک میں شمولیت اور مرزا صاحب کے آستانہ پر حاضری کی خبر دی گئی ہے، خدا کی طرف سے نہیں بلکہ مرزا صاحب کی اپنی بناوٹ ہے تو کیا وجہ ہے کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے ان کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، چاہیئے تھا کہ (معاذ اللہ) ایسے افترا پرداز کو اللہ تعالیٰ کبھی کا نابود کر دیتا یہاں تک کہ اس کا نام بھی لینے والا کوئی نہ ہوتا، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جس کو مفتری سمجھا جاتا ہے وہ تو کامیاب ہے اور اس کی تحریک دن بدن رُو بہ ترقی ہے لیکن مخالفین اپنی تمام مساعی کے باوجود ناکام و نامراد ہیں؟ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

بہرحال امسال کا جلسہ سالانہ تحریکِ احمدیت کی کامیابی اور آئندہ ترقیات کا ایک بیّن ثبوت ہے، احمدیت کی کامیابی سے کیا مراد ہے؟ کیا اس میں اسلام کے خلاف کوئی بات ہے؟ آخر یہ تحریک کیا ہے اور کس غرض سے چلائی گئی ہے، جن لوگوں نے جلسہ سالانہ میں علمائے احمدیت کے لیکچروں کو سنا (کئی ایک غیر از جماعت لوگ بھی جلسہ میں شامل تھے) وہ اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ ان میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت اور بلندیٔ شان کے ذکر کے سوائے اور کچھ بھی سننے میں نہیں آیا، مرزا صاحب کا ذکر تو محض ایک خادمِ اسلام اور غلام دینِ احمد کی حیثیت سے کیا گیا، جس سے ثابت ہے کہ تحریکِ احمدیت دراصل اسلام ہی کا دوسرا نام ہے، اور اسی غرض سے یہ تحریک اٹھائی گئی ہے کہ دنیا میں اسلام کو پھیلایا جائے، محمد رسول اللہ صلعم کا نام بلند کیا جائے، قرآن کا حکم ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔ اسی حکم کی تعمیل میں یہ تحریک چلائی گئی ہے، اور اسی آیت میں اولٰئک ھم المفلحون کی جو بشارت اس کام کے کرنے والوں کے متعلق دی گئی ہے اس میں جماعت احمدیہ ہی کی فلاح و بہبود کی خوشخبری ہے، کاش ہمارے مخالفین اس پر غور کریں اور مرزا صاحب اور ان کی قائم کردہ تحریک کی کامیابیوں اور اپنی مخالفانہ کوششوں کی ناکامیوں کو دیکھتے ہوئے حق کی راہ اختیار کریں اور اس جماعت کے ساتھ شامل ہو کر تبلیغ اسلام کے کام میں ممد و معاون ہوں کہ اسی میں ان کی کامیابی اور فلاح مضمر ہے۔

جنوبی امریکہ سے احمدی احباب کی کراچی میں آمد

ان کے قیام اور ان کی مصروفیات کی رپورٹ

(از مرزا محمد لطیف صاحب مبلغ اسلام کراچی)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قریباً ایک ماہ پیشتر مکرم خاں صاحب میاں رحیم بخش صاحب صدر جماعت احمدیہ کو اطلاع دی کہ آپ کو باہر سے آنے والے مہمانوں کے قیام کراچی میں لیڈر مقرر کیا گیا ہے۔ محترم میاں صاحب نے فوراً ایک کمیٹی بمشورہ مقامی جماعت تشکیل کی۔ اور سارے کارکن اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ جن امور کے متعلق خاص طور پر کام کرنا پڑا۔ اس میں ان کا استقبال و الوداع۔ قیام و طعام، اور دن بھر کے پروگرام شامل تھے۔ اور مندرجہ ذیل کارکن تو ایک رنگ میں اس پروگرام کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے وقف ہو گئے۔ مکرم محمد حسن خان صاحب، مرزا محمد لطیف۔ مکرم عارف صدیقی صاحب۔ مکرم محمد بیدار صاحب مکرم محمد بشیر بٹ صاحب۔ کراچی کے دوستوں کو ان کی آمد سے آگاہ کرنے کے لئے اُردو، انگریزی میں پروگرام طبع کیا گیا۔ جس کو بذریعہ ڈاک۔ دستی۔ گھروں میں انفرادی طور پہنچ کر، اور خطبات و اعلانات کے ذریعہ پہنچایا گیا۔

۱- ۵/۱۲/۷۳:—

۴/۱۲/۷۳ و ۵/۱۲/۷۳ کی رات کو سرینام کے بائیس احباب ۴ منٹ ۲ بجکر بذریعہ ہوائی جہاز کراچی پہنچے۔ دوست استقبال کے لئے رات ایک بجے اپنے اپنے گھروں سے روانہ ہوئے۔ اور اپنے معزز بھائیوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ کارکن اپنے اپنے رنگ میں سوچ رہے تھے کہ اللہ تعالےٰ ان کو توفیق دے کہ وہ اپنے بھائیوں کو ایسا آرام اور ماحول دے سکیں جس سے ان کو قلبی راحت ہو۔ اور جس مقصد عظیم کے لئے وہ تشریف لائے ہیں۔ اس میں کماحقہٗ اپنا فریضہ ادا کر سکیں۔ اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس انکے چہروں سے عیاں تھا۔ عین وقت پر K.L.M کا دیوہیکل جہاز ایرپورٹ پر اُترا۔ جب ہمارے بھائی اور بہنیں ملے تو وہ اس طرح ہم سے لپٹے اور اپنی خوشی و محبت کا اظہار کیا کہ دیکھنے والے بھی حیران رہ گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ جن بھائیوں کو باہر سے آنے کا تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ ایرپورٹ سے باہر آنے کا مرحلہ بھی عجیب صبر آزما ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ جزائے خیر دے ہمارے بھائی عارف صدیقی کو۔ کہ ان کی مدد سے ہم چند منٹوں میں فارغ ہو گئے۔

مہمانوں کی رہائش کا انتظام ہوٹل نیشنل سٹی میں کیا گیا تھا۔ نماز فجر سے پہلے ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ ان کی خدمت میں عرض کی گئی کہ آپ نماز ادا کر کے سو جائیں لمبے سفر۔ رات جاگنے کی وجہ سے سخت تھکے ہوئے تھے۔ مہمان سو گئے اور کارکن اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ نو بجے کے قریب بیدار ہوئے۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد تعارف ہوا۔ اور ان کو کراچی میں انکی مصروفیات کی تفصیل بتائی گئی۔ دن کا پہلا حصہ آرام کے لئے تھا۔ لیکن دوست آتے رہے۔ ملتے رہے اور چند گھنٹوں کے اندر اخوت کا ایسا رنگ پیدا ہو گیا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اگر مشرق و مغرب ایک سطح پر لانا ہے تو اس تعلیم کو اپنا لو جس پر ہم سب عمل پیرا ہیں۔ ہماری گفتگو بے تکلفی اور دینی مصروفیات کو دیکھ کر لوگ رشک کرتے تھے اور محسوس کرتے تھے کہ اگر واقعی دنیا کی اقوام کان الناس امۃ واحدۃ کا رنگ پیدا کرنا چاہتی ہیں تو اس جماعت سے رہنمائی حاصل کریں۔

۲- قرآن مجید کا درس و عصرانہ

مکرم محمد حسن خان صاحب نے تمام مہمانوں اور کراچی کے بیشتر دوستوں کو اپنے گھر واقع ناردرن ناظم آباد میں عصرانہ و درس پر مدعو کیا ہوا تھا۔ کراچی کے دوست تین بجے ہوٹل نیشنل سٹی پہنچ گئے اور مہمانوں کو لے کر یہ قافلہ ناردرن ناظم آباد روانہ ہوا۔ نماز عصر چار بجے ادا کی گئی۔ قرآن مجید کا درس مبلغ مقامی مرزا محمد لطیف نے دیا۔ ازاں بعد مہمانوں میں سے بعض بھائیوں اور بہنوں نے نثر و نظم میں اپنے پاکیزہ جذبات کا اُردو میں اظہار فرمایا۔ اس موقع پر مہمانوں کے فوٹو لئے گئے۔ محترم خاں صاحب نے نہایت ہی پُر تکلف عصرانہ ترتیب دیا تھا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔ مغرب و عشاء کی نمازیں یہاں پر ادا کی گئیں اور عشائیہ ہوٹل میں مہمانوں کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

۶/۱۲/۷۳:—

(ا) دن کا پہلا حصہ خالی رکھا گیا تھا۔ تاکہ جو ضروری امور ادا کرنے ہیں وہ کر لیں۔ یہ وقت بڑا مصروف گذرا۔ بعض بھائی اور بہنیں اپنی ضروریات کے لئے اِدھر اُدھر تشریف لے گئے اور ان کی روانگی اور واپسی کے سلسلے میں بہت سارے امور سرانجام دیئے گئے۔ جن میں کافی وقت ہمارے بھائیوں کا صرف ہوا۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے اور ہمارے فاضل بھائی مولانا عبدالرحیم بنگو صاحب مبلغ اسلام سرینام کی انتھک محنت۔ کوشش۔ محبت۔ خلوص۔ کام کے لئے ترتیب [illegible] ہمارے شامل حال رہی۔ اور یہ سارے مراحل آسانی سے طے ہو گئے۔ الحمد للہ!

(ب) درس حدیث و کتب

حضرت مسیح موعودؑ (عربی حصہ) ۱۲ بجے دن سب مہمان ہوٹل سے قافلہ کی صورت میں روانہ ہو کر دہلی مسجد میں تشریف لائے مسجد کے دروازہ پر موٹے حروف میں WEL COME TO OUR SISTERS & BROTHERS FROM ABROAD یہ پڑھ کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، برانچ کراچی بہت خوش ہوئے اور فوٹو لینے شروع کر دیئے۔ مسجد میں کراچی کے احباب نے ان کا استقبال کیا۔ اندر آ کر مہمان بہت خوش ہوئے۔ عجب سماں تھا۔ بھائی بھائیوں سے اور بہنیں بہنوں سے گلے مل رہے تھے۔ حدیث و کتب حضرت مسیح کا درس، مرزا محمد لطیف مبلغ اسلام کراچی نے دیا۔ سرینام کے بھائیوں نے قرآن مجید و حدیث اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کا درس ٹیپ ریکارڈ کر لیا۔ بعض بھائیوں نے اپنے جذبات محبت کا مختصر تقاریر کے ذریعہ اظہار فرمایا۔

عصرانہ: مقامی جماعت کی طرف سے سب کی خدمت میں ایک نہایت ہی پُر تکلف عصرانہ پیش کیا گیا۔

مغرب و عشاء کی نمازیں مسجد میں ادا کرنے کے بعد ہمارے بھائی ہوٹل میں تشریف لے گئے اور عشائیہ ہوٹل ہی میں تناول فرمایا۔

۳- ہوٹل میں دوستوں اور بہنوں کی آمد و رفت

دن کو بھی اور اکثر رات کو ۸½ بجے سے لے کر ۱۱½ بجے تک عموماً خواتین اور بھائی ملنے کے لئے آتے رہے۔ تبادلہ خیالات۔ سوال و جواب۔ نہایت بے تکلفی سے ہوتا رہا۔ اور اکثر مہمان دینی سوالات دریافت کرتے رہتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا کہ مہمانوں سے آرام کی خاطر عرض کیا جاتا کہ اب یہ دور ختم کیا جاوے اور آپ آرام کر لیں۔ تو ان کی طرف سے اصرار ہوتا کہ یہ دن پھر کب آویں گے۔ سو لیں گے۔ آپ دینی باتیں کرتے رہیں۔ ہوٹل میں اکثر بہنیں ان کی مدد و خدمت کے لئے آتی رہیں۔ اور باہر SHOPING اور دوسرے امور میں مدد کے لئے ان کے ساتھ باہر جاتی رہیں۔ ان میں بیگم شریف۔ بیگم عارف صدیقی۔ عزیزہ ثریا اصغر۔ روبینہ صدیقی مسعود۔ تابندہ سہیل رحمان۔ ظفر صاحب کی بچیاں کوثر۔ قمر۔ ناصرہ۔ عفت بٹ اور دوسری بہت سی بہنیں اور چوہدری آفتاب! ملک اکبر علی! بشیر بٹ اور دوسرے دوست یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔

۷/۱۲/۷۳:—

۱- دوسرے قافلہ کی کراچی میں آمد

صبح چار بجے محترم میاں رحیم بخش صاحب اور دوسرے دوست ایرپورٹ پر تشریف لے گئے تاکہ ٹرینیڈاڈ سے آنے والے مہمانوں کا استقبال کیا جائے۔

جہاز ۵۲ منٹ ۵ بجکر علی الصبح آ گیا۔ محترم ڈاکٹر ایم اے عزیز جنرل پریذیڈنٹ اور ان کے ساتھ ہماری معزز بہنیں تشریف لائیں۔ یہاں کچھ دیر ان کو رکنا پڑا۔ کیونکہ ایک بہن کا سامان نہیں مل رہا تھا۔ آخر سات بجے کے قریب سامان شناخت کر لیا گیا۔ اور چند منٹ میں محترم عارف صدیقی صاحب کی مدد سے فارغ ہو کر ہوٹل آ گئے۔ صبح کے ناشتہ پر دوسرے قافلہ میں آنے والے پہلے آنے والوں سے ملے اور دیر تک محبت، و مودت کی باتیں کرتے رہے۔ آج جمعہ ہے۔ اس لئے دوسرے دن کے پہلے حصہ میں مہمانوں کے لئے ہلکی SHOPING کا پروگرام تھا۔ مقامی لوگ مہمانوں کی مدد کے لئے موجود تھے۔ دوپہر تک ہمارے بھائی فارغ ہو گئے۔

دوپہر کا کھانا تناول فرما کر مسجد میں جمعہ کے لئے تشریف لائے۔

۲- خطبہ جمعہ :-

مکرم شیخ محمد طفیل صاحب نے نہایت موزوں رنگ میں اُردو اور انگریزی میں خطبہ دیا۔ نماز کے بعد مکرم ڈاکٹر ایم اے عزیز جنرل پریزیڈنٹ جماعتہائے جنوبی امریکہ نے ایک نہایت فکر انگیز تقریر فرمائی جس کا لب لباب یہ تھا کہ ہم اپنے اندر وہ ایمان پیدا کریں جو حضرت مجدد زمان پیدا کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اور بتایا کہ مغرب میں تبلیغ اسلام کے لئے ہمارے فرائض کیا ہیں۔ خاکسار نے دوستوں کو اگلے پروگراموں سے اطلاع دی۔

۳- قائداعظم کا مزار :-

تین بجے مسجد سے فارغ ہوکر ان کو قائد اعظم کے مزار پر لے جایا گیا وہاں پر سینکڑوں ملکی و غیر ملکی لوگ موجود تھے۔ جب مزار پر کھڑے ہوکر ہمارے بھائی رحیب شیخ نجیب نے خوش الحانی سے سورۃ الرحمان کی تلاوت اور دعائیں مانگنی شروع کیں۔ اور سب مہمانوں نے ان کی اقتداء میں دوہرانا شروع کیا۔ ایک تو ان کی آواز سریلی۔ دوسرا خلوص۔ تیسرا گنبد کی وجہ سے آواز کا گونجنا ایک عجیب سماں پیدا ہوگیا۔ جس سے سارے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ایک دوست مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جب میں نے ان کو اختصار سے ان کی آمد کا مقصد بتایا۔ کہنے لگے الحمد للہ! میں نے اپنی زندگی میں سچے مسلمانوں کو دیکھ لیا اور میری مایوسی دُور ہوگئی ہے۔

۴- انفرادی عشائیہ :-

کراچی کی جماعت نے فیصلہ کیا تھا کہ اجتماعی پروگراموں کے علاوہ مختلف گھروں میں بھی معزز مہمانوں کو لے جایا جائے تاکہ اخوت کا رشتہ پختہ ہو اور بے تکلفی کے ساتھ آپس میں میل جول ہو۔ جمعہ کی رات کا کھانا اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ ہمارے یہ بھائی مندرجہ ذیل گھروں میں عشائیہ تناول فرمانے کے لئے تشریف لے گئے :-

۱- خان صاحب میاں رحیم بخش صاحب
۲- محترم خواجہ امین احمد صاحب
۳- محترم ملک ناصر احمد صاحب
۴- محترم خواجہ اسکندر کمال صاحب
۵- محترم شیخ آفتاب اعجاز صاحب
۶- محترم شیخ کرامت اللہ صاحب۔
۷- محترم عطاء اللہ سلیم صاحب۔
۸- محترم میاں غلام عباس صاحب۔

۸ ۱۲/۷۳ :—

۱- معزز مہمانوں نے اپنے اگلے سفر کے لئے گرم کپڑے۔ احرام اور دوسری چیزیں خریدنی تھیں۔ اس واسطے ناشتہ کے بعد بعض بھائی اور بہنیں ان کی امداد کے لئے مقرر کی گئیں تاکہ آسانی سے وہ یہ چیزیں خرید سکیں۔ اور جو جلدی سے فارغ ہو گئے ان کو بعض قابلِ دید مقامات کی سیر کروائی گئی

۲- تیسرا قافلہ :—

چونکہ اردن ایر لائنز کے جہاز سے لندن سے دو بجے کراچی پہنچ رہا تھا وہ کچھ لیٹ ہوگیا۔ ادھر رات کراچی میں بارش ہوگئی۔ اور جب یہاں ایسی صورت ہو تو آمدورفت کچھ عرصہ کے لئے معطل ہو جاتی ہے۔ اور وقتی طور پر بڑی مشکل پیدا ہو جاتی ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت اس وقت ہوئی۔ بہرحال ہمارے بھائی شیخ محمد طفیل صاحب نے ان آنے والی چار بہنوں کا استقبال کیا اور ان میں سے بعض کو مکرم ڈاکٹر محمد حسین صاحب ڈینٹسٹ کے ہاں جو کہ ان کے عزیز ہیں ٹھہرایا گیا۔

۳- جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے جلسہ اور پُرتکلف عصرانہ

دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر سے فراغت کے بعد مہمان قافلہ کی صورت میں مسجد میں تشریف لائے۔ کثرت سے مقامی خواتین اور احباب موجود تھے۔ مہمانوں کا گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ غیر از جماعت دوستوں کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ ۱/۲ ۳ بجے مکرم مولوی عبد اللطیف صاحب کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مرزا محمد لطیف نے ادا کئے۔ مقامی حالات کے تحت فیصلہ کیا گیا کہ پروگرام میں تبدیلی کی جاوے اور سوائے خطبہ استقبالیہ کے باہر سے آنے والوں کو تقاریر کا موقعہ دیا جاوے تلاوت و نعت کے بعد مکرم خان صاحب میاں رحیم بخش صاحب کنوینر نے خطبۂ استقبالیہ پڑھا اور مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ پھر سرینام۔ گیانا۔ ٹرینیڈاڈ کے بہت سارے دوستوں نے خطاب فرمایا۔ خاص طور پر محترم عبدالرحیم صاحب جنگو۔ محترم اسلام عبداللہ صاحب محترم ڈاکٹر ایم اے عزیز صاحب۔ محترم عبدالصمد صاحب آف گیانا نے بڑی روح پرور تقاریر کیں۔ بہنوں میں سے بھی بعض بہنوں نے تقریریں فرمائیں۔ لوگ ان تقریروں سے بڑے متاثر تھے۔ وقت کی تنگی کی وجہ سے کارکنوں کو اس پروگرام کو مختصر کرنا پڑا۔ ورنہ سننے والوں کا شوق اور مہمانوں کا عزم و حوصلہ جلسہ کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔

ازاں بعد جماعت کراچی کی طرف سے نہایت وسیع پیمانہ پر سب احباب کی خدمت میں نہایت پُرتکلف عصرانہ پیش کیا گیا۔ ایک نہایت ہی معزز سیاسی معروف شخصیت جو کہ نوابزادہ ہیں جلسہ میں تشریف فرما تھے۔ جلسہ کے بعد فرمانے لگے کہ اب میں سمجھا کہ یہ کتنی عظیم الشان جماعت ہے اور یہ کام کر رہی ہے جو عالمِ اسلام میں کسی کو نصیب نہیں ہوا اور اتنا خوش ہوا ہوں کہ میں اپنے اندر ایک خاص جوش و فرحت محسوس کرتا ہوں، میں آپ لوگوں سے معلومات حاصل کروں گا اور آپ کے لٹریچر کا بھی مطالعہ کروں گا۔ نمازِ مغرب و عشاء ادا کرنے کے بعد یہ بابرکت مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

۴- عشائیہ HOTEL JABEES

رات ۱/۲ ۸ بجے معزز مہمانوں کی خدمت میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی کی طرف سے کھانا پیش کیا گیا۔ جس میں مقامی جماعت کے دوست بھی شامل ہوئے۔ اور یہ نشست کوئی دو گھنٹے تک جاری رہی۔ رات ۱/۲ ۱۰ بجے مہمان آرام کے لئے ہوٹل نیشنل سٹی تشریف لے گئے۔

۹ ۱۲/۷۳ :—

۱- آج کراچی سے باہر ٹھٹھہ بھمبور اور دوسرے تاریخی مقامات کی سیر کا پروگرام تھا۔ ۹ بجے یہ قافلہ راجی برادر کے زیر انتظام روانہ ہوا۔ مقامی جماعت کے دوست بھی اپنے اپنے انتظامات کے تحت روانہ ہوئے۔ جن میں نوجوان لڑکے اور بچیاں بھی شامل تھے۔ یہ قافلہ کراچی سے چل کر ٹھٹھہ پہنچا۔ شاہ جہان کی تعمیر کردہ عظیم تاریخی مسجد کو دیکھا۔ یہاں مہمانوں نے کثرت سے فوٹو لئے۔ راستہ میں ایک تاریخی مقبرہ۔ مکلی قبرستان کے بعض حصوں کو دیکھا۔ وہاں سے چل کر بھمبور کے ریسٹ ہاؤس میں دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔ بھمبور میں میوزیم دیکھا۔ پانچویں صدی سے لے کر تیرھویں صدی تک کے نوادرات دیکھے گئے۔ اور ہر شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق گذرے ہوئے واقعات پر غور کرکے درسِ عبرت حاصل کر رہا تھا۔ کہ یہ کتنی عظمتوں کے مالک تھے اور آج ان کی کیا حالت ہے۔ وہاں وہ مقامات بھی دیکھے گئے جن کی کھدائی ہو رہی ہے۔ ایک عظیم مسجد۔ ایک پرانا گرجا کنواں۔ اور ایک گرا ہوا مکان جس کی چاردیواری بنا کر محفوظ کر لیا گیا ہے اس کی گری ہوئی دیواریں چشم بینا کو ایک عجیب سبق دے رہی تھیں اور دُنیا کی بے ثباتی کی ایک کھلی تصویر تھیں۔ چار بجے بھمبور سے روانہ ہوئے بعض اور مقامات بھی تھے لیکن کمی وقت کی وجہ سے ان کو نظر انداز کر دیا گیا۔

۲- خواتین کی ایک عصرانہ میں شمولیت

محترمہ نعیمہ صدیقی صاحبہ بیگم برادرم عارف صدیقی نے خواتین کو عصرانہ میں مدعو کیا ہوا تھا۔ نہایت ہی پُرتکلف عصرانہ دیا گیا۔ اور اپنی محبت کا اظہار تحفوں سے کیا۔ ان کا دائرہ تعارف بڑا وسیع ہے۔ بہت ساری مستورات جمع ہوگئیں۔ آپ جانتے ہیں خواتین کی ملاقاتوں کا سلسلہ لمبا ہوتا ہے اور ہمارا اگلا پروگرام ہمیں مجبور کر رہا تھا کہ یہ مختصر ہو۔ بہرحال ہماری درخواست بہنوں نے قبول کی۔ اور وہاں سے روانہ ہوکر ہوٹل آگئے۔ غیر از جماعت بہنیں اس ماحول۔ عصرانہ سے بہت متاثر ہوئیں اور اس کا انہوں نے اظہار کیا۔ کہ آپ ہم سمجھے کہ آپ اسلام کی کتنی خدمت کر رہے ہیں۔ اور کاش خدا تعالےٰ ہم کو بھی توفیق دے۔

۳- الوداعی عشائیہ۔ HOTEL BEACH LUXURY

میں رات ۱/۲ ۸ بجے الوداعی عشائیہ کے لئے مقرر تھا۔ کاروں میں سب مہمان ہوٹل پہنچے اور نہایت ہی پُرتکلف کھانا ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد ڈاکٹر ایم اے عزیز جنرل پریزیڈنٹ جماعت ہائے احمدیہ جنوبی امریکہ کی صدارت میں الوداعی جلسہ ہوا۔ خاکسار مرزا محمد لطیف نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔

محترم جناب میاں غلام عباس صاحب ریٹائرڈ اڈیٹر جنرل حکومت پاکستان نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور نہایت عمدہ اور مؤثر رنگ میں اپنے جذبات کا اظہار فرمایا۔ بعدہٗ محترم مولوی عبدالرحیم جنگو۔ محترم اسلام عبداللہ۔ محترمہ زرینہ یوسف محمد

جنرل سیکرٹری ٹرینیڈاڈ ۔ محترم شیخ محمد طفیل صاحب اور دوسری بہت سی بہنوں نے اپنے اپنے جذباتِ محبت کا نہایت عمدہ رنگ میں اظہار فرمایا۔ اور خاص طور پر جماعت کراچی کی مہمان نوازی ۔ خلوص محبت کا شکریہ ادا فرمایا۔ محترم صدر جلسہ جناب ایم اے عزیز صاحب نے نہایت قیمتی خیالات و جذبات کا اظہار فرمایا ۔ اور جماعت کراچی کا شکریہ ادا فرمایا۔

آخر میں خاکسار نے جماعت احمدیہ کراچی کے جملہ افراد ۔ کارکنوں اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس وقت میرے جذبات و خیالات منتشر ہو گئے ۔ کہ اب ہمارے یہ پیارے بھائی چند گھنٹوں کے بعد ہم سے جدا ہو جائیں گے ۔ بہرحال مجروح دل ۔ اکھڑے الفاظ کے ساتھ شکریہ ادا کیا گیا ۔ اور عاجز نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ۔

الوداعی معانقوں کا عجیب روح پرور نظارہ

جب دوستوں نے آپس میں ملنا جلنا شروع کیا وہ ایک عجیب ساعت تھی ۔ ہر ایک آبدیدہ تھا ۔ اور اس طرح ایک دوسرے سے گلے ملتے تھے ۔ اور اس خلوص و محبت، کا اظہار کرتے تھے کہ ہم آپ کی جدائی کو کس طرح برداشت کریں گے ۔ اور بعض کی تو آواز رندھ گئی ۔ اور بعض نے تو واقعی رونا شروع کر دیا ۔ اور کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ ہم آپ کے بھائی بن گئے ہیں ۔ ہم کو نہ بھولنا ۔ آپ کب ہمارے پاس تشریف لاویں گے ۔ جدھر دیکھو سب ایک ہی رنگ میں رنگین نظر آتے تھے ۔ باہر ایک اجنبی کھڑے تھے ۔ پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے یہ کیوں رو رہے ہیں اور یہ کیسی تقریب ہے، جب ان کو تفصیل بتائی گئی تو وہ بڑے متاثر ہوئے ۔ اور انہوں نے مشن ہاؤس کا پتہ لے لیا کہ میں ایسے لوگوں سے ملنے کے لئے آؤں گا ۔ بہرحال بوجھل قدموں بریاں دل کے ساتھ ہم ہوٹل آئے دوستوں کو تاکید کر دی گئی کہ آپ تیاری کر لیں اور چند گھنٹے سو لیں ۔ اس وقت عجیب سماں تھا ۔ جس سے ماوِ گہری محبت کا اظہار کر رہا ہے ۔ جب ان کو سونے کے لئے کہتے کہ کراچی کے دوستوں کی محبت آپ ہم کو تڑپا رہی ہے ۔ نیند اڑ گئی ہے ۔ ہم کس طرح سو سکتے ہیں ۔

درخواستِ دعا برائے احباب کراچی

جملہ افراد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور برانچ کراچی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے ان ایام میں نہایت ہی محبت، خلوص ۔ فرمانبرداری اور اطاعت کا مظاہرہ فرمایا ہے ۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء ۔ اور ان کو آگے سے بڑھ کر خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔

کارکنوں میں سے محترم میاں رحیم بخش صاحب ایم اے ۔ صدر جماعت کراچی نے جس جانفشانی ۔ محنت شاقہ سے ان دنوں کام کیا ہے اس کو دیکھ کر ان پر رشک آتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ انکو جزائے خیر دے اور اپنی دائمی نعمتوں سے نوازے اسی طرح محترم محمد حسن خان صاحب سکرٹری جماعت کراچی جو خود بمعہ اپنی کار ان دنوں مہمانوں کے لئے وقف تھے ۔ خدا تعالےٰ ہر آن انہیں اپنی حفاظت میں رکھے اور ترقیات سے نوازے ۔ میرے اپنے خیال میں اس ماہ سینکڑوں میل ہم نے ان کی کار پر سفر کیا ۔ اور سارے اخراجات اپنی جیب سے انہوں نے برداشت کئے جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء محترم محمد بشیر بٹ ۔ ان کی بچی عفت ۔ ان کی بیگم ۔ چوبیس گھنٹے ہمہ تن مستعد رہے اور اپنے فرائض کو نہایت عمدہ رنگ میں بجا لاتے رہے ۔ عزیزہ عفت بٹ نے اپنی محبت کے تحفے الیس اللہ بکافٍ عبدہ پتھر میں کندہ کروا کے بہنوں اور بھائیوں کو دیئے ۔ اسی طرح اور دوست اور بہنیں محترمہ نسیم یوسف صاحبہ ! محترمہ رشیدہ عطاء اللہ صاحبہ نے خوب حق خدمت ادا فرمایا ۔ اللہ تعالےٰ سب کی اس خدمت کو قبول فرمائے ۔ آمین

جلسہ سالانہ پر بیعت کرنے والے اصحاب کے اسمائے گرامی اور اعلانات آئندہ اشاعت میں درج کئے جائیں گے ۔

فخر الدین احمد صاحب

احباب ٹرینیڈاڈ سرینام اور ہالینڈ کی آمد راولپنڈی میں

۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۷۳ء بروز پیر صبح ۹ ½ بجے پی آئی اے کی پرواز سے جماعت ہائے ٹرینیڈاڈ سرینام اور ہالینڈ سے بتیس احمدی احباب و خواتین راولپنڈی پہنچے ۔ اسلام آباد کے ہوائی اڈے پر محترم میاں فاروق احمد شیخ میاں اقبال احمد شیخ ۔ جناب مصطفےٰ کمال اور محترمہ صفورہ بیگم ، مقامی مجلس استقبالیہ کے اراکین اور احباب جماعت معزز مہمانوں کے استقبال کے لئے موجود تھے ۔ جونہی معزز مہمان باہر تشریف لائے انہیں پھولوں کے ہار پہنائے گئے اور بڑی گرمجوشی سے ان کو خوش آمدید کہا گیا ۔ الحاج شیخ محمد طفیل ایم اے مبلغ انگلستان بھی ان احباب کے ہمراہ تھے ۔

ہوائی اڈے سے مہمانوں کو ان کی قیام گاہوں تک پہنچانے کے لئے گاڑیاں موجود تھیں ۔ مقامی احباب سے مصافحہ اور معانقہ کے بعد میزبان حضرات اپنے اپنے مہمانوں کو لے کر اپنے گھروں کو روانہ ہوئے ۔ میاں فاروق احمد صاحب کی تجویز یہ تھی کہ بجائے ہوٹلوں کے مہمانوں کو احمدی گھروں پر اتارا جائے ۔ تاکہ ان کے آرام و آسائش کے علاوہ انہیں احمدی ماحول میں رہنے کا موقعہ ملے ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ میاں صاحب محترم کی یہ تجویز مبارک اور مفید تھی ۔ اس تجویز سے مہمانوں کو بھی آرام رہا اور میزبانوں کو بھی ۔ سب سے بڑھ کر فریقین ایک دوسرے کے میل ملاپ سے بڑے لطف اندوز ہوئے ۔

۱۰ دسمبر کی دوپہر کو محترم میاں اقبال احمد شیخ ہل اوتر کے ہاں دعوت تھی معزز مہمانوں کے علاوہ مقامی احباب بھی وہاں جمع ہوئے ۔ مرکز سے محترم مولینا عبدالمنان عمر بھی تشریف لائے ہوئے تھے اس موقعہ پر محترم میاں فاروق احمد شیخ صاحب نے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور اپنی تقریر میں ان کی جماعتوں کی سرگرمیوں ۔ ایثار ۔ اخلاص اور جذبۂ اسلامی کو سراہا ۔ جواب میں ڈاکٹر ایم اے عزیز صاحب نے میاں صاحب اور احباب جماعت کا شکریہ ادا کیا اور سلسلہ احمدیہ کی افادیت بیان کی ۔ ڈاکٹر صاحب محترم نے فرمایا کہ ہوائی جہاز سے نکلتے ہی سرد ہواؤں نے خنکی کا احساس دلایا تھا مگر جس محبت اور گرمجوشی سے احباب نے ہمیں خوش آمدید کہا اس سے ہم محسوس کرتے لگے کہ ہم تو اپنے وطن اور اپنے دوستوں میں ہی ہیں ۔

نمازِ ظہر و عصر مولینا عبدالمنان صاحب نے پڑھائیں ۔ اور کھانے سے فارغ ہو کر معزز مہمان سیر و تفریح کے لئے چلے گئے رات کا کھانا ان کی اپنی اپنی قیام گاہوں پر ہی تھا ۔

۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۷۳ء کی صبح کو ناشتہ سے فارغ ہو کر معزز مہمان میاں فاروق احمد صاحب کی کوٹھی پر جمع ہوئے ۔ یہاں سے ٹورسٹ کاروں میں سوار ہو کر یہ قافلہ ایبٹ آباد کے لئے روانہ ہوا ۔ میاں صاحب کی ہدایات کے مطابق شیخ نسیم حیات اور ان کی بیگم صاحبہ معزز مہمان حضرات اور خواتین کی دیکھ بھال اور رہنمائی کے لئے قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے ۔

ایبٹ آباد میں محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور احباب جماعت نے معزز مہمانوں کا صوبہ سرحد کی روایات کے مطابق بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا اور ان کے اعزاز میں پُر تکلف دعوت کا انتظام کیا ۔ اپنے روحانی بھائیوں اور بہنوں سے مل کر معزز مہمان بڑے محظوظ ہوئے ۔ کھانے سے فارغ ہو کر سیر کا پروگرام تھا ۔ چنانچہ ایبٹ آباد کے قابلِ دید مقامات کی سیر کے بعد یہ قافلہ واپسی کے لئے روانہ ہوا ۔

ایبٹ آباد ہمارے سلسلہ کی تاریخ میں بڑا اہم مقام ہے ۔ حضرت امیر مرحوم اُردو ترجمہ و تفسیر کی تیاری کے دوران موسم گرما یہاں گذارا کرتے تھے ان کی تشریف آوری پر بزرگان سلسلہ بھی یہاں آجاتے تھے ۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم ۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کا اور پشاور کی جماعت کے احباب حضرت امیر مرحوم کی صحبت میں کچھ دن گذارنے کے لئے ایبٹ آباد آجاتے ۔ بعد میں جماعت کے تین ملہمین

جماعت ہائے مغربی نصف کرہ کے وفد کا

ایبٹ آباد میں ورود مسعود

یعنی حضرت مولینا محمد یحییٰ - حضرت سید اسداللہ شاہ اور حضرت سید عبدالجبار بادشاہ - بھی مدتوں یہاں قیام فرمایا کرتے تھے - اسلام کی فتح و نصرت کے لئے ان بزرگوں کی دعائیں آج بھی ان فضاؤں میں گونج

ہوئی تو یہ قافلہ دل میں ایبٹ آباد - فاروقیہ اور واہ کے احباب کے پُرخلوص اور والہانہ محبت کے جذبات لئے راولپنڈی واپس آیا۔

۱۴ر دسمبر قبل از دوپہر سیر و تفریح کا پروگرام تھا اور دوپہر کے کھانے کا بعد مبارک میں انتظام کیا گیا تھا۔ ساڑھے بارہ بجے دوپہر مہمان آنے شروع ہوئے۔ کھانا شروع کرنے سے قبل مہمانوں کو تحفے پیش کئے گئے جو انہوں نے بڑی خوشی اور محبت سے سینوں سے لگائے - کھانے کے بعد نماز ظہرین ادا کی گئیں - نمازوں کے بعد محترم میاں بشیر احمد منتو مبلغ اسلام نے ایک مختصر سی تقریر کی اور جماعتہائے غرب الہند اور جنوبی امریکہ کے وجود میں آنے کی تاریخ بیان کی۔ ان علاقوں میں احمدیت کا پیغام سب سے پہلے منتو صاحب نے ہی پہنچایا تھا۔ محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے اس تخم ریزی کی آبیاری کی اور الحاج مولینا عبدالرحیم جگو صاحب نے بڑی جانفشانی سے اس پودے کو سینچا۔

محترم منتو صاحب نے وہاں کے احباب کے خلوص اور جذبہ کی تعریف کی - ان کے بعد محترم عبدالنجیب رجب صاحب نے احباب ہالینڈ کا پیغام محبت پڑھ کر سنایا اور ہالینڈ میں مستقل مشن کے قیام پر زور دیا۔ ان کے بعد الحاج عبدالرحیم جگو مبلغ اسلام

پھر معزز مہمان میاں فاروق احمد صاحب کی کوٹھی کے لئے روانہ ہوئے - جہاں دعوت چائے کا انتظام موجود تھا۔ معزز مہمانوں - میزبانوں اور مقامی جماعت کے

احباب بھی مدعو تھے - محترم میاں صاحب نے اپنی روایت کے مطابق پُرتکلف دعوت کا انتظام کر رکھا تھا - اللہ تعالیٰ و تبارک نے اس مردِ مومن کو نہ صرف دنیوی بلکہ دینی لحاظ سے بھی اپنی بے شمار عنایتوں سے

امیر ایدہ اللہ کی معیت میں دو سال ہوئے وہاں کی احمدیہ کنونشن میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے تھے اور اپنے حسن اخلاق اور محبت آمیز برتاؤ سے وہاں کے احباب و خواتین کے دلوں پر انمٹ نقش چھوڑے تھے - گویا میاں صاحب نے مصرع طرح دیا تھا جس پر نصف کرۂ جنوبی امریکہ کی جماعتوں نے گرہ لگائی ہے - اب خدا کو منظور ہوا تو پوری غزل ہو جائے گی۔

چائے نوشی کے دوران مہمان اور میزبان جماعت کے احباب کو باہم بات چیت کا موقعہ ملا - اس کے بعد کارروائی ایک اجلاس کا رنگ اختیار کر گئی - الحاج شیخ محمد طفیل صاحب - محترم میاں فاروق احمد صاحب - مسز زرینہ یوسف (ٹرینیڈاڈ) بیگم علی بخش صاحب (سرینام) والدہ محترم ڈاکٹر جمال الدین (سرینام) مس رحمن (ٹرینیڈاڈ) مولوی عبدالرحمٰن صاحب (سرینام) اور مسز اکرام - ڈاکٹر مس جہاں آراء ملک (راولپنڈی) کی تقاریر ہوئیں - مس نادر عزیز صاحبہ نے حضرت امام الزمان کا نعتیہ کلام پیش کیا - ڈاکٹر ایم اے عزیز صاحب (ٹرینیڈاڈ) نے بھی حاضرین و حاضرات سے خطاب کیا - فاضل مقررین نے تبلیغ اسلام کی اہمیت پر زور دیا - اور اپنے اپنے علاقوں کے احباب اور

شیخ کی دینی خدمات اور خلوص کی بڑی تعریف کی اور بتایا کہ ان کا ورود سرینام اور ٹرینیڈاڈ ہمارے لئے ایک مشعلِ راہ ثابت ہوا اور کنونشن کے

(باقی بر صفحہ ۳۲ کالم ۲)

ہو سکتا - جی چاہتا تھا یہ لمحے بڑھتے ہی رہیں - وہ چاہت - وہ اپنائیت وہ وفور شوق اس مسیح نے سینوں میں کیا آگ لگا دی ہے - کیا تڑپ پیدا کر دی ہے ، کیا تڑا نے لگا رہے ہیں - کسی کی آنکھ ہوتی تو اس دن دیکھ لیتا قافلے میں بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی بیمار بھی تھے اور تندرست بھی خواتین بھی اور مرد بھی - لیکن چہروں پر اتنی طویل مسافت کی تھکن کا کوئی نشان نہیں تھا - بشاشت ہی بشاشت ہے - سب اپنے ہیں کوئی بیگانہ نہیں

ان خوشگوار لمحات کی یادوں کو ہمیشہ کے لئے اپنے پاس محفوظ اور تازہ رکھنے کے لئے چھوٹے چھوٹے گروپس کے فوٹو اتارے

پکنک کی لنچ - ساتھ ساتھ بات چیت بھی ہوتی رہی جانے کے بعد مہمانوں کو گورنر ہاؤس لے جایا گیا جو ایبٹ آباد کا سب سے زیادہ اونچا مقام ہے - وہاں سے وادیٔ ایبٹ آباد کا نظارہ بہت دلکش ہوتا ہے - وہاں مہمانوں کے کچھ فوٹو بھی اتارے گئے

کوئی پندرہ بیس منٹ وہاں ٹھہرنے کے بعد پی - ایم - اے کاکول کے لئے روانہ ہو گئے گیٹ پر میجر نصیر صاحب استقبال کے لئے کھڑے تھے - وہ گیسٹ ہاؤس لے گئے اور وہاں پی - ایم - اے کے متعلق انگریزی اور اردو میں معلومات بہم پہنچائیں - تقریباً

انتظامات بریگیڈیر عبداللہ سعید صاحب کے لطف -

محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب اور بیگم صاحبہ عبداللہ سعید صاحب نے اپنے ذمے لے لئے تھے - جس احساس محبت - تندہی اور

کیا (جس کا اردو ترجمہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا - ایڈیٹر)

جناب عبدالرحیم جگو صاحب کی فرمائش پر پروفیسر خلیل الرحمن نے اس کا آزاد اردو ترجمہ بھی پیش کیا - وفد کے اراکین ...... ان جذبات سے جن کا اظہار جناب ڈاکٹر صاحب نے اس خطبہ استقبالیہ میں کیا تھا بے حد متاثر ہوئے -

خطبہ استقبالیہ کے بعد وفد کے قائد جناب ایم اے عزیز صاحب نے انگریزی میں اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کیا - ان کے ارشادات کا لب لباب یہ تھا کہ اس جماعت کے نوجوانوں کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے

اسلام اور جماعتِ احمدیہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے -

ڈاکٹر عزیز صاحب کے بعد جناب عبدالرحیم جگو صاحب نے اردو میں حاضرین کو خطاب کیا اور جماعت احمدیہ لاہور کے کارناموں پر روشنی ڈالی -

جگو صاحب کے بعد ایک خاتون نے بھی انگریزی میں اپنے خیالات پیش کئے - اور اس شوق کے محرکات پر روشنی ڈالی جو باوجود بہت سی مشکلات کے ان کو پاکستان کھینچ لایا ہے - اگر یہ کہا جائے کہ مغرب سے طلوع ہونے والے سورج نے مشرق کی آنکھیں چکا چوند کر دی ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا - مختصر الفاظ میں مغربی نصف کرہ میں جماعت کی کارکردگی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا اور فرمایا کہ چاہے دنیا زبان سے قبول کرے یا نہ کرے اس کے

باقی بر صفحہ ۸ کالم ۲

شیخ محمد طفیل صاحب

ایران میں علم دوست احباب سے ملاقات

اس بار پاکستان آتے ہوئے میں چند روز کے لئے تہران رُک گیا۔ جہاز آٹھ گھنٹے کے لئے لیٹ تھا جمعہ ۲۳ دسمبر کو ساڑھے نو بجے پہنچا۔ ساری رات بے زاری سے گذری تھی اس لئے اس دن کہیں نہ جا سکا۔ تہران ٹھہرنے کا مقصد فارسی تفسیر قرآن اور بعض دیگر کتب کا حصول تھا۔ دوسرے روز ان کی تلاش شروع کی جناب زین العابدین رہنما نے فارسی زبان میں تفسیر قرآن لکھی ہے جو تین جلدوں میں شائع ہوگی۔ دو جلدیں چھپ چکی ہیں۔ تیسری جلد عنقریب منظرِ عام پر آجائے گی۔ تینوں جلدوں کی تعداد اشاعت کوئی ایک لاکھ ہوگی۔ پہلی جلد ختم ہو گئی تھی اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔

جناب مرزا مسعود بیگ صاحب کا ارشاد تھا کہ ایران سے یہ کتب ضرور ساتھ لاؤں۔ جب یہ تفسیر مل گئی تو پھر خیال آیا کہ صاحب تفسیر سے بھی ملاقات کا موقعہ نکالنا چاہیئے۔ عزیزی مسعود اختر نے یہ مشکل بھی آسان کر دی۔ اتوار کو ان سے ملاقات کا وقت مقرر کر لیا۔ جناب زین العابدین رہنما بڑے تپاک سے ملے اور میرے کام اور تبلیغی مساعی کے متعلق پوچھتے رہے جب انہیں معلوم ہوا کہ میں حضرت مولینا محمد علی صاحب کے ماتحت کام کرتا رہا ہوں تو زیادہ اشتیاق سے باتیں شروع کیں۔ جناب رہنما نے جو قرآن کی تفسیر لکھی ہے اس میں حضرت امیر مرحوم کی تفسیر سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اور بہت سے مقامات پر ہمارے خیالات کو اپنایا ہے۔ شیعہ سُنی مسائل میں جو خلیج حائل ہے اس کو بھی کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ فارسی زبان میں ایک شیعہ عالم کے قلم سے اس قسم کی تفسیر کا نکلنا ایک مستحسن کوشش ہے۔ ملکۂ ایران نے اس کا مقدمہ لکھا ہے۔

جناب رہنما کی مجلس میں ایک خاتون سے ملاقات ہوئی جب انہیں علم ہوا کہ میں نے انگریزی زبان میں قرآن کی ڈکشنری تیار کی ہے تو انہوں نے پروفیسر عباس مہرین شستری سے ملاقات کے لئے کہا اور بتایا کہ ان کی طرف سے فارسی زبان میں الفاظ قرآن کی ڈکشنری شائع ہونے والی ہے۔ دوسرے روز تہران سے ذرا باہر ان کی رہائش گاہ پر گئے۔ پروفیسر صاحب اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل رہ چکے ہیں اس وقت ۹۰ سال کی عمر ہے۔ لیکن ہوش و حواس قائم ہیں۔ بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور اپنی لغات القرآن کے مطبوعہ اوراق دکھاتے رہے۔ ہفتہ عشرہ تک یہ کتاب شائع ہو جائے گی کہنے لگے مجھے لوگوں کی شکلیں مشکل سے نظر آتی ہیں لیکن کتب کے حروف عینک لگا کر دیکھ لیتا ہوں۔ آہ بھر کر فرمانے لگے کاش میں نے اپنی نئی کتابیں اُردو انگریزی میں چھپائی ہوتیں تاکہ لوگ ان سے فائدہ اُٹھاتے۔ یہاں تو لوگوں کو دینی کتابیں پڑھنے کا شوق ہی جاتا رہا ہے۔

قیام ایران میں ایک علم دوست پاکستانی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں نغماتِ احمدیت کا ایک نسخہ دیا۔ کہنے لگے انہوں نے ہمیشہ ہمارے خلاف باتیں سنی ہیں لیکن کبھی ہمارے لٹریچر کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ حضرت مرزا صاحب کے بعض شعر پڑھ کر بہت محظوظ ہوئے

منگل ۲۷ر نومبر رات کو مجھے کراچی کے لئے روانہ ہونا تھا۔ اس شام جناب زین العابدین رہنما اپنے چند دوستوں کے ساتھ گھر پر ملنے آئے۔ دو تین گھنٹے قیام فرمایا۔ کہنے لگے آپ بہت کم وقت لے کر تہران آئے۔ آئندہ اپنے پروگرام میں یہاں ٹھہرنے کی زیادہ گنجائش رکھیں ان سے رخصت ہوتے وقت محسوس ہوا کہ:—

کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

نئی نسل میں تو اسلام کا ذوق ہی شاذ ہے۔ جن میں مذہبی جذبہ ہے ان میں فرقہ وارانہ عصبیت کا غلبہ ہے۔ گھر میں جو ملازمہ تھی اس کی دینی معلومات تو محدود تھیں لیکن اس کو اتنا علم (اور شاید یقین بھی) تھا کہ غیر شیعی لوگ ملحد و بے دین ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں اپنے علماء کو ہم سے اتنے تپاک سے ملتے دیکھ کر اس نے کیا سوچا ہوگا!

رپورٹ راولپنڈی

(بقیہ از صفحہ)

دوران ان کی تقاریر کے ٹیپ ریکارڈ ہمارے پاس محفوظ ہیں اور جب بھی ہمیں ان کی یاد ستاتی ہے تو ہم ان ٹیپ کو سن کر محظوظ ہوتے ہیں۔ یہ محفل ۱/۲ ۷ رات تک جاری رہی اور پھر احباب اپنی اپنی قیام گاہوں کو روانہ ہوئے۔ ۱۳ر دسمبر کی صبح کو مہمانوں کا یہ قافلہ صبح ۹ بجے میاں فاروق احمد شیخ صاحب کی کوٹھی سے پشاور کے لئے روانہ ہوا۔

ہزارہا میل دور سے آنے والے ان احمدی احباب و خواتین نے اپنی گفتگو اور تقریروں میں اس بے پناہ جذبۂ اخوت اور ولولۂ تبلیغ اسلام اور خدمت دین کو آشکارا کیا ہے جو مسیح موعودؑ کی جماعت کی خصوصیت ہے۔ یہ جذبہ ہم میں کسی قدر سرد پڑ چکا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس عزم سے قدرت کو یہ منظور تھا کہ ہم اس خواب گراں سے بیدار ہوں جس میں ہم مدہوش ہو کر پڑے ہیں ہمارے اسلاف کی مساعی جمیلہ سے جو تھوڑی بہت کامیابی ہمیں حاصل ہوئی اس کے سرور نے ہمیں گہری نیند سلا دیا۔ ان مجاہدوں اور خواتین نے ہمیں بار بار کہا۔

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

ٹرینیڈاڈ، ہالینڈ اور سرینام میں زمین تیار ہے۔ وہاں بہت بڑی جماعت پیدا ہو چکی ہے۔ اب وہاں ضرورت ایسے مبلغوں کی ہے جو خلوص و ایثار کا پیکر ہوں اور وہاں کے پُرجوش اور بلند ہمت احباب کی رہنمائی اور اعانت کریں۔ امید ہے مرکزی انجمن ان مسائل کا جائزہ لے گی اور اپنی سرگرمیوں کو زندہ اور فعال بنانے کے لئے ان تجاویز پر پوری توجہ سے غور کرے گی جو یہ احباب لے کر آئے ہیں۔

جماعت راولپنڈی کی خوش قسمتی ہے کہ میاں فاروق احمد شیخ کی قیادت اور رہنمائی میں میزبانی کے فرائض بطریق احسن سر انجام پائے۔ باوجود انتہائی مصروف ہونے کے محترم میاں صاحب نے اس قومی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے رکھا۔ آپ نے پچھلے تین

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

ایبٹ آباد میں ورود مسعود

(بسلسلہ صفحہ)

دل احمدیت کے نظریات کو قبول کر چکے ہیں۔ انہوں نے RELIGION OF ISLAM دکھاتے ہوئے فرمایا یہ کتاب مصر میں چھپی ہے۔ حضرت امیر مولینا محمد علی صاحب مرحوم کا نام تو اس پر موجود ہے۔ لیکن انجمن کا نام نہیں۔ اس سے آپ اپنے لٹریچر کی افادیت اور مقبولیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

تقریباً پونے پانچ بج چکے تھے۔ سردی بڑھ رہی تھی۔ دیر بھی ہو رہی تھی۔ جلدی جلدی میں مہمانوں کی خدمت میں چائے کی ایک ایک پیالی پیش کی گئی۔ جامع احمدیہ میں خواتین و حضرات کی کل تعداد تقریباً ۱۲۰ تھی۔ چائے کا انتظام جناب اصغر علی صاحب صدر مقامی جماعت اور احمد صادق سیکرٹری مقامی جماعت اور قاضی عبدالاحد صاحب کے سپرد تھا۔ کچھ چھوٹے بچے اور نوجوان ان کے معاون تھے۔ سب نے نہایت احسن طریق سے اپنے اپنے فرائض سر انجام دیئے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

کوئی ۵ بجے ہمارے مہمان راولپنڈی کے لئے ہم سے رخصت ہوئے۔ یہ وقت پلک جھپکنے میں گزر گیا۔ جماعت ایبٹ آباد کی یہ فعالیت۔ رونق اور تربیت جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی روحانی شخصیت کی مرہونِ منت ہے۔ خدا انہیں اسلام اور احمدیت کی خدمت کے لئے ایک باصحت عمر طویل عطا فرمائے۔ آمین۔

(بقیہ از کالم ۳)

ہفتوں سے باقاعدگی کے ساتھ کئی کئی گھنٹے ان انتظامات پر غور کرنے اور انہیں آخری شکل دینے میں صرف کئے اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ ان کی ذاتی دلچسپی اور توجہ کے بغیر یہ انتظامات مکمل نہ ہو سکتے تھے۔ اب انشاء اللہ ہمارے معزز مہمان ان سہ روزہ تقریبات کی یاد اپنے ساتھ لیکر جائیں گے۔

جماعت ہائے پشاور، سیالکوٹ اور ڈلہوزی کی رپورٹیں وصول ہونے پر آئندہ اشاعت میں درج ہوں گی۔

کارروائی جلسہ سالانہ - از صفحہ ۲

سمجھے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام میں جمہوریت کا جو نمونہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دیکھنے میں آیا اور حضرت ابو بکر صدیق رض کو مسندِ خلافت سپرد کی گئی تو ان کے والد ابو قحافہ کو جا کر کسی نے خبر دی کہ ابوبکر رض خلیفہ بن گیا۔ اس نے پوچھا کون ابوبکر رض؟ کہنے والے نے کہا ابن ابی قحافہ، اس نے کہا این قریش، قریش کہاں ہیں، جواب ملا انہوں نے بیعت کر لی، اس نے کہا این بنو ھاشم؟ بنو ہاشم کہاں ہیں جواب ملا انہوں نے بھی بیعت کر لی، یہ سُن کر بے اختیار اس کے منہ سے نکلا الاسلام حق، اسلام حق ہے، اسی طرح حضرت عُمر لاکھوں اشخاص کے ہمراہ ایک بار حج کو گئے راستہ میں ایک ٹنڈ منڈ درخت کو شدت کی گرمی میں کھڑے دیر تک دیکھتے رہے۔ پوچھنے پر بتایا کہ اسلام لانے سے قبل یہاں میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور یہاں پر ہی آج میں اسلام کی برکت سے خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے کھڑا ہوں۔ یہ انعام محض اسلام کی وجہ سے مجھ پر ہوا ہے۔

معزز مقرر نے قرآن کریم کے چیلنج فاتوا بسورۃ من مثلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا عرب میں شاعروں کا عام رواج تھا۔ بڑے بڑے ادیب اور شاعر جمع ہوتے اور اکابرین مکہ سے انعام پاتے تھے ایک مشاعرہ کے موقعہ پر کعبۃ اللہ کے دروازہ پر یہ سورۃ لکھ کر آویزاں کر دی گئی انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔ ایک مشہور شاعر نے جب اس سورت کو پڑھا تو پکار اُٹھا ما ھذا قول البشر یعنی یہ انسان کا کلام نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ عرب کے سارے ادیب اور شاعر مل کر بھی قرآن کریم جیسی کوئی ایک سورۃ نہ بنا سکے۔

اسی واقعہ کا ذکر اس زمانہ میں بھی حضرت مجدد صد چہاردہم نے اس شعر میں کیا ہے:

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

حضرت مسیح موعودؑ نے غیر مذاہب کے مقابلہ میں بہت بڑا جہاد کیا ہے اور اسی کو اپنے مریدوں کا وظیفہ قرار دیا چنانچہ حضرت مولانا نورالدین صاحب نے بیعت کے بعد وظیفہ پوچھا تو حضورؑ نے فرمایا۔ عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب میں کتاب لکھو چنانچہ انہوں نے فصل الخطاب لکھی اور پھر آریوں کے جواب میں تصدیق براہین احمدیہ تصنیف کی۔ ایسا ہی حضرت مولانا محمد علی رح حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم نے اپنے اپنے رنگ میں خدمتِ اسلام کے شاندار نمونے قائم کئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں اور ان کی اولادوں کو دین و دنیا کی ہر نعمت سے نوازا ہے اور اسلام و احمدیت کی رُوح ان کی اولادوں میں بھی زندہ ہے۔ حضرت امیر مرحوم کے خطوط پڑھ کر رقت طاری ہوتی ہے۔ آپ سب لوگ اچھے اخلاق کے مالک ہیں، میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ ع

نمونہ ہیں خُلقِ رسولِ امیں کے

آپ میں اسلام و احمدیت کا عشق بھرا ہوا ہے، وہ لوگ جو خدمتِ اسلام بجا لا کر وفات پا گئے ان کا نمونہ ہم سب کے لئے چراغِ راہ ہے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

قاضی عبدالرشید صاحب کی تقریر

محمد اسلام عبداللہ کے بعد محترم قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ پشاور نے "تحریکِ احمدیت کی بین الملی اور بین الاقوامی ضرورت" کے عنوان سے عیسائیت کے عقیدہ کفارہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ایسا عقیدہ رکھنے والوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ انہیں گناہوں کی سزا سے چھٹی حاصل ہو گئی، دنیا کو خوب لوٹا اور سرمایہ داری کے ذریعہ مخلوق خدا کا استحصال کیا، اس پر کمیونزم پیدا ہوئی اور اس نے سرمایہ داری کو حکومت کے ہاتھ میں دے کر استحصال کے طریق کو جاری رکھا اور یہ عقیدہ پیدا کیا کہ خُدا مر گیا ہے اس کا کوئی اثر دنیا پر نہیں، حضرت مسیح موعودؑ نے ان دونوں قوموں کو دجّال قرار دیا اور یہ ثابت کیا کہ خدا زندہ ہے اور اس کو پانے کا ایک ہی ذریعہ قرآن کریم ہے۔ لیکن قرآن کے ماننے والوں نے بھی شریعت اور طریقت کے نام سے اسلام کے دو حصّے کر کے اس کی شکل کو بگاڑ دیا، جس سے مسلمانوں کی عملی زندگی پر بہت بُرا اثر پڑا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان حالات میں اسلام کی صحیح شکل پیش کرتے ہوئے اسے دُنیا میں پھیلانے کی تلقین کی۔

قاضی صاحب کا لیکچر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت فاضلانہ اور ایک نئے زاویہ نگاہ کو پیش کرتا ہے، جس سے قارئین پیغامِ صلح کو متمتع ہونے کا موقعہ انشاء اللہ تعالیٰ ملے گا۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر

اس اجلاس کی آخری تقریر مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے "سات اعلیٰ درجہ کی نیکیاں" کے عنوان سے کی، جو پیغامِ صلح کی کسی آئندہ اشاعت میں درج ہو گی۔

اس کے بعد آج کا اجلاس ختم ہوا باقی دو دنوں کی کارروائی آئندہ پرچہ میں درج ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

بقیہ خطاب حضرت مسیح موعود - سلسلہ

کا ہے جس کو یہاں محسنون کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے۔ کہ نیکیاں [illegible] انسان تب ہوتا ہے جب بدیوں سے پرہیز کر کے یہ مطالعہ کرے کہ نیکی کونسی کی [illegible]

کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نوکر چاء کی پیالی لایا۔ جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپ کے سر پر گر پڑی، آپ نے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا۔ غلام نے آہستہ سے پڑھا الکاظمین الغیظ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کظمت۔ غلام نے پھر کہا والعافین عن الناس کظم میں انسان غصہ دبا لیتا ہے اور اظہار نہیں کرتا ہے۔ مگر اندر سے پوری [illegible] صفائی نہیں ہوتی۔ اس لئے عفو کی شرط لگا دی ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے عفو [illegible] پھر پڑھا واللہ یحب المحسنین۔ محبوب الٰہی وہی ہوتے ہیں جو کظم اور عفو کے بعد بھی نیکی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جا آزاد بھی کیا۔ راستبازوں کے نمونے ایسے ہیں کہ اگر چاء کی پیالی گرا کر آزاد ہوا۔ اب دیکھو کہ یہ نمونہ اصول کی پابندی ہی سے پیدا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاستقم کما امرت یعنے سیدھا ہو جا کہ کسی قسم کی بد اعمالی کی کجی نہ رہے۔ پھر راضی ہو گا۔ آپ بھی سیدھا ہو جا اور دوسروں کو بھی۔ کہ عرب کے لئے سیدھا کرنا کس قدر مشکل تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا کہ مجھے سُورۃ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ کیونکہ اس حکم کے رُو سے بڑی بھاری ذمہ داری میرے سپرد کی ہے۔ اپنے آپ کو سیدھا کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری فرمانبرداری جہاں تک انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے کہ وہ اس کو پورا کرے لیکن دوسروں کو ویسا ہی بنانا آسان نہیں ہے۔ اس سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان اور قوتِ قدسی کا پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس حکم کی کیسی تعمیل کی صحابہ کرام کی پاک جماعت طیار کی کہ ان کو کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کہا گیا۔ اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی آواز ان کو آ گئی۔ آپؐ کی زندگی میں کوئی بھی منافق مدینہ طیبہ میں [illegible] غرض ایسی کامیابی آپ کو ہوئی کہ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے واقعات زندگی میں نہیں [illegible] اس سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ تھی کہ قیل و قال ہی تک بات نہ رکھنی چاہیئے کیونکہ اگر نری قیل و قال اور ریاکاری تک ہی بات ہو تو دوسرے لوگوں اور ہم میں پھر امتیاز کیا ہو گا اور دوسروں پر کیا شرف! تم صرف اپنا عملی نمونہ دکھاؤ، اور اس میں ایسی چمک ہو کہ دوسرے اس کو دیکھ کر کھینچے چلے آویں۔ کیا کوئی انسان میلی چیز پسند کر سکتا ہے؟ جب تک کپڑے میں داغ بھی ہو وہ اچھا نہیں لگتا۔ اسی طرح جب تک تمہاری اندرونی حالت میں صفائی اور چمک نہ ہو گی کوئی خریدار نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص عمدہ چیز کو پسند کرتا ہے۔ اسی طرح جب تک تمہارے [illegible]

روانگی حج بیت اللہ اور درخواست دُعا

جناب والدہ صاحبہ ارشد جاوید [illegible] رحیم یار خان صاحب مورخہ ۱۲ [illegible] کو مکہ معظمہ تشریف لے گئی ہیں۔ احباب [illegible] اور حضرت امیر ایدہ اللہ سے درخواست [illegible] کہ اہم فریضہ حج بخیر و خوبی انجام [illegible] محترمہ کی بخیر و عافیت واپسی کے لئے [illegible] فرمائیں۔ والدہ صاحبہ ارشد جاوید [illegible] محمد جان صاحب مرحوم وزیر آباد کی [illegible]

والسلام - محمد عبداللہ ولد شیخ محمد [illegible] صاحب وزیر آباد - برادر والدہ ارشد جاوید
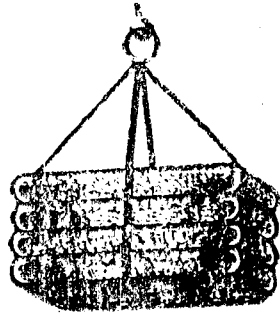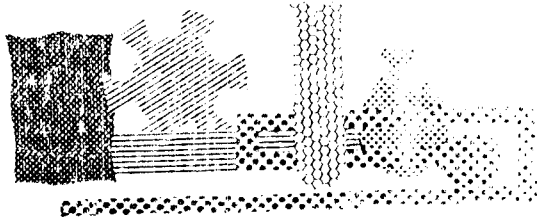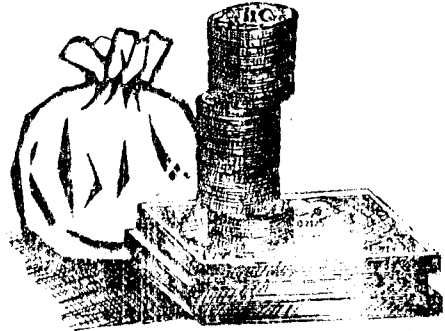
ہفت روزہ پیغام صلح ۔ مؤرخہ ۱۲ جنوری ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل ۸۴۳۸ ۔ شمارہ نمبر ۱

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

احباب جماعت احمدیہ کا ضروری فرض ہے، کہ اس قرض کی ادائیگی کی طرف توجہ کریں اور اخبار کی خریداری بڑھا کر اس کی اشاعت کا حق ادا کریں۔

ایور گرین پریس بیمبر لین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ ۔ مطابق ۹ جنوری ۱۹۷۴ء | نمبر ۲

انسانی زندگی کی اصل غرض کھانا پینا اور سو رہنا نہیں

بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا اور اسکی عبادت بجا لانا ہے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب۔ مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ

سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور مومنوں کی زندگی کے نمونے بتائے ہیں۔ کفار کی زندگی بالکل چارپایوں کی سی زندگی ہوتی ہے۔ جن کو کھانے اور پینے اور شہوانی جذبات کے سوا اور کوئی کام نہیں ہوتا یاکلون کما تاکل الانعام مگر دیکھو اگر ایک بیل چارہ تو کھالے۔ لیکن ہل چلانے کے وقت بیٹھ جائے اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی ہوگا۔ کہ زمیندار اسے بوچڑ خانہ میں جا کر بیچ دے گا۔ اسی طرح ان لوگوں کی نسبت (جو خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی یا پروا نہیں کرتے۔ اور اپنی زندگی فسق و فجور میں گذارتے ہیں) فرماتا ہے قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم یعنی میرا رب تمہاری کیا پروا کرتا ہے۔ اگر تم اس کی عبادت نہ کرو۔ یہ امر بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے محبت کی ضرورت ہے۔ اور محبت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک محبت تو ذاتی ہوتی ہے۔ اور ایک اغراض سے وابستہ ہوتی ہے۔ یعنی اس کا باعث صرف چند عارضی باتیں ہوتی ہیں۔ جن کے دور ہوتے ہی وہ محبت سرد ہو کر رنج اور غم کا باعث ہو جاتی ہے۔ مگر ذاتی محبت سچی راحت پیدا کرتی ہے۔ چونکہ انسان فطرتاً خدا ہی کے لئے پیدا ہوا جیسا کہ فرمایا ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت ہی میں اپنے لئے کچھ نہ کچھ رکھا ہوا ہے۔ اور مخفی در مخفی اسباب سے اسے اپنے لئے بنایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے تمہاری پیدائش کی اصلی غرض یہ رکھی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ مگر جو لوگ اپنی اس اصلی غرض کو چھوڑ کر حیوانوں کی طرح زندگی کی غرض صرف کھانا پینا اور سو رہنا ہو جاتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دور جا پڑتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ان کے لئے نہیں رہتی وہ زندگی جو ذمہ داری کی ہے یہی ہے کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون پر ایمان لا کر زندگی کا پہلو بدل لے موت کا اعتبار نہیں ہے۔ سعدی کا شعر سچا ہے ؎

مکن تکیہ بر عمر ناپائدار ؛ مباش ایمن از بازیٔ روزگار

عمر ناپائدار پر بھروسا کرنا دانشمند کا کام نہیں ہے۔ موت یونہی آ کر لتاڑ جاتی ہے اور انسان کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ جبکہ انسان اس طرح پر موت کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ پھر اس کی زندگی کا خدا تعالیٰ کے سوا کون ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ اگر زندگی خدا کے لئے ہو تو وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ (ملفوظات احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۳۴۸-۳۴۹)

بحر حکمت کے موتی

میت کیساتھ اسکا عمل رہ جاتا ہے

مال اور رشتہ دار واپس آجاتے ہیں

عن انس بن مالکؓ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتبع المیت ثلاثۃ فیرجع اثنان ویبقیٰ معہ واحد یتبعہ اھلہ ومالہ وعملہ فیرجع اھلہ ومالہ ویبقیٰ عملہ۔

ترجمہ: انس بن مالک سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں تو دو واپس آجاتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے اس کے پیچھے اس کے رشتہ دار اور اس کا مال اس کا عمل جاتے ہیں تو اس کے رشتہ دار اور اس کا مال واپس آجاتے ہیں اور اسکا عمل رہ جاتا ہے۔ (فضل الباری)

شکریہ احباب جماعت لاہور

گذشتہ دنوں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جماعت ٹرینیڈاڈ سے بتیس (۳۲) افراد پر مشتمل جو مہمان لاہور میں تشریف فرما ہوئے تھے ان کی دیکھ بھال اور آؤ بھگت کے لئے مرکزی انجمن نے میاں فضل احمد صاحب کو چیف آرگنائزر مقرر کیا تھا۔ اور لاہور میں قیام کے لئے مہمانوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری زیر دستخطی کے سپرد تھی۔ چنانچہ ہم نے مہمانوں کو گھریلو ماحول مہیا... کرنے اور ... جماعت لاہور کے احباب سے زیادہ میل جول پیدا کرنے کی خاطر بعض احباب سے درخواست کی تھی کہ وہ دو دو چار چار مہمانوں کو اپنے گھروں پر ٹھہرائیں۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ ان احباب نے نہایت فراخ دلی اور چاہت کا اظہار کرتے ہوئے مہمانوں کو اپنے ہاں ٹھہرایا۔ اس طرح نہ صرف مہمانوں کو گھریلو آسائش میسر آئی بلکہ ان کے خورد و نوش کا بھی خاطر خواہ اہتمام ہوا۔ اس طرح مرکزی انجمن کے ساتھ مالی طور پر بھی ممد و معاون ہوئے ہم ان کے اس جذبہ کے لئے بیحد مشکور ہیں اور زیر دستخطی اپنی طرف سے اور آفیسر انچارج میاں فضل احمد صاحب کی طرف سے درج ذیل احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ فرداً فرداً ان کے گھروں پر بھی شکریہ ادا کرنے جائیں گے۔

۱۔ میاں خالد گل ملوک صاحب گلبرگ
۲۔ میاں فضل کریم صاحب احمد پارک
۳۔ ڈاکٹر وحید احمد صاحب۔ گلبرگ
۴۔ کرنل سعید احمد صاحب۔ گلبرگ
۵۔ رشید احمد صاحب۔ گلبرگ
۶۔ چوہدری مسعود اختر صاحب ماڈل ٹاؤن
۷۔ نسرین گل صاحبہ۔ احمد پارک
۸۔ بیگم اعجاز الٰہی ملک
۹۔ ناظم دار السلام۔

اس سلسلہ میں محترم کرنل سعید احمد صاحب و ڈاکٹر وحید احمد صاحب اور ناظم دار السلام کی مساعی اور خدمات قابل داد ہیں۔ (خاکسار ڈاکٹر مبارک احمد کنوینر استقبالیہ کمیٹی)

گذشتہ صدی میں اسلام کے متعلق مسلمانوں کی مایوسی اور مجدد زمان کا امید افزا نعرۂ حق۔

مغربی کرۂ ارض سے آنے والے اصحاب سے تبلیغ اسلام میں استعانت۔

جلسہ سالانہ میں محترم میاں ظہور احمد صاحب کا خطبۂ استقبالیہ

صاحب صدر۔ ٹرینیڈاڈ۔ سرینام اور گیانا کی معزز بہنوں اور بھائیو

پاکستان کے مختلف مقامات سے آنے والے دوستو۔ خواتین و حضرات

اس جلسہ سالانہ کی بنیاد مجدد صدی چہاردہم نے رکھی۔ اور یہ اجتماع عظیم الشان مقاصد کا حامل ہے۔ بیعت کی شرائط آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ پابندی وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کی توجہ صرف ایک شق کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ ہے "دین کو دنیا پر مقدم کرنا"۔ مجدد وقت کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے اہم ترین معاہدہ یہی تھا۔ جس کا عہد ان مقدس ہاتھوں پر کیا گیا۔ گویا اس گروہ میں شمولیت حاصل کرکے ایک ذمہ داری قبول کر لی گئی۔ کہ زندگی کی دنیاوی مصروفیات میں اس اعلے اور ارفع مقصد کو پیش نظر رکھا جاوے گا۔ میری بہنوں اور بھائیو۔

احمدیہ موومنٹ یا احمدیہ تحریک کی غرض و غایت اسی منشور میں مضمر ہے ورنہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ کوئی طاقت اسے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتی۔

ایسی کڑی شرط کا بیعت میں رکھنا کیوں ضروری سمجھا گیا؟ یہ امر وضاحت طلب ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ چودھویں صدی میں علم اور سائنس کا چرچا تھا۔ نئی نئی ایجادات اور جدید سامان آرام و آرائش نے روحانیت کو خیر باد کہہ رکھا تھا اہل اسلام میں مایوسی۔ احساس کمتری۔ لاعلمی اور بے علمی کے آثار تھے اس زبوں حالی اور ابتری کا نقشہ اگر دیکھنا ہو۔ تو مسدس حالی کی ورق گردانی کیجئے یا علامہ اقبال کے اشعار کا مطالعہ کیجئے جو شکوہ کے نام سے مشہور ہیں۔ مسدس کے آغاز میں ایک رباعی درج ہے۔

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جذر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

دوسری جگہ مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے
فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے
چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے
کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

ان واقعات کا مشاہدہ مجدد زمان نے بھی کیا۔ اور فرمایا:

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

آپ نے اس بیماری کا تجزیہ کیا اور ایسی بدحالی کی وجہ بھی بیان کی اور فرمایا کہ ؎

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم قرآن کو بھلایا
رسول حق کو مٹی میں سلایا
مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا
یہ توہین کرکے پھل ویسا ہی پایا
اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا

لیکن چونکہ تجدید دین کا کام جناب کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس لئے آپ مایوس اور نا امید نہ ہوئے۔ بلکہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں اور رسول خدا سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے تجاویز اور تدابیر کے ذریعہ اشاعت اسلام اور تبلیغ قرآن کے لئے قلم اٹھائی جس سے اسلامی دنیا میں مایوسی مسرت میں، نا امیدی امید میں اور ناکامی کامیابی میں بدل گئی۔ آپ نے حقیقت اسلام۔ معارف قرآن اور عظمت رسول پر ایک مبسوط کتاب لکھی جس کی پہلی جلد ۱۸۸۵ء میں شائع کی گئی۔ اس علم کلام سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھے۔ اور اعدائے اسلام نے اسلام کی برتری کا لوہا مانا۔ دیگر مفکرین اور شعراء نے حالات کے پیش نظر شکوہ شکایت اور آہ و زاری ضرور کی مگر علاج پیش کرنے سے قاصر تھے۔ قومی بیماری کا علاج مسیحائے وقت کے پاس تھا اس کے مثبت پروگرام نے دنیائے اسلام کی ذہنی کشمکش اور احساس کمتری کو خواب بنا دیا۔ اسلام کی صداقت اور خدا کی ہستی پر ایمان پیدا ہوا۔ سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کے ایمان مضبوط ہو گئے دنیا نے دیکھ لیا کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اور انہی اصولوں پر چل کر دنیا میں امن اور آشتی قائم ہو سکتی ہے۔

یہ کام حضرت صاحب کے لئے کچھ مشکل بھی نہ تھا۔ مجدد کے ساتھ تائید خدا ہوتی ہے وہ غیب سے علم پا کر غلط عقائد کو دور کرتا ہے۔ پھر وہ مکمل آئین موجود تھا جس پر رسول خدا عمل پیرا رہے۔ قرآن اور سنت رسول کو مشعل راہ بنا کر مجدد اعظم نے اسلامی اصول کی فلاسفی بیان فرمائی اور بجھی ہوئی قندیلوں کو شمع محمدی کے نور سے منور کیا مختصر یہ کہ دنیائے اسلام میں اضطراب دیکھ کر مالک ارض و سما نے مداوا کے لئے ایک مرد مجاہد کو چن لیا۔ جو علوم دین محمدیہ سے مرصع اور دیگر مذاہب سے کما حقہٗ باخبر تھا۔ اسی مرد خدا نے جہاں اسلام کی مدافعت کی وہاں دیگر مذاہب کی محرف شدہ تعلیمات کا فرسودہ ( ) ہونا ثابت کیا

یہاں تک کہ اسلامی دنیا پھر اپنے پاؤں پر مضبوط کھڑی ہو گئی۔ جلسہ اعظم مذاہب میں حضرت صاحب کا لیکچر جو اسلامی اصول کی فلاسفی کے عنوان کے نام سے پڑھا گیا سب سے اول رہا۔ مسلمانوں کے ڈگمگاتے ہوئے قدم پھر سنبھلے۔ جب توحید خدا۔ رسول اکرم کا خاتم الانبیاء ہونا اور قرآنی تعلیمات کی صداقت امر واقع بن گئی تو اعلان ہوا۔

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں بر منار بلند تر
محکم افتاد"

معزز حاضرین مجلس! اعلائے کلمۃ اللہ اور تبلیغ اسلام کے منصوبہ کی اشاعت اور توسیع کے مقاصد پر غور و خوض کے لئے ہم انجمن کے اُنسٹھویں اجلاس میں شریک ہیں۔ یہ مجمع بوجہ بین الاقوامی نمائندگی ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک سے احباب تشریف لائے ہیں۔ پاکستان کے ہر حصہ سے نمائندگی موجود ہے۔ دور دراز سے مرد اور مستورات شامل ہیں۔ جنوبی امریکہ کا مکمل ڈیلیگیشن موجود ہے۔ جس میں ٹرینیڈاد سرینام، اور گیانا کی جماعتیں شامل ہیں ہم ان کے اس جذبہ اور ایثار کی قدر کرتے ہیں۔ اسلام کی تڑپ اور محبت ان کو کشاں کشاں کھینچ لائی ہے۔ آپ اس سالانہ کانفرنس میں تبادلۂ خیالات کریں گے۔ اور مفید مشورہ دیں گے۔ میں اپنی اور جلسہ کی انتظامیہ کی طرف سے اور تمام پاکستانی احباب کی جانب سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ ہم اسی دن کے منتظر تھے۔ کہ آپ آئیں اور ہم آپ کا خیر مقدم کریں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت صاحب کو یہ دن دکھلایا گیا تھا۔ اسی لئے آپ فرماتے ہیں:

احباب سارے آئے تو نے یہ دن دکھائے
تیرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بلائے
یہ دن چڑھا مبارک مقصود جس میں پائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
مہمان جو کرکے اُلفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت

میرے دوستو! آپ کا یہ خیر سگالی مشن یقین دلاتا ہے کہ آپ انجمن کے مقاصد کو ویسٹرن ہیمسفیئر (مغربی کرۂ ارض) کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیں گے۔ اس ضمن میں حضرت اقدس کی عبارت پیش کرتا ہوں۔ جو حضور نے براہین احمدیہ میں بعنوان "عرض ضروری بحالت مجبوری" لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"انسان کی کمزوریاں جو ہمیشہ اس کی فطرت کے ساتھ لگی ہوئی ہیں ہمیشہ اس کو تمدن اور تعاون کا محتاج رکھتی ہیں۔ اور یہ حاجت تمدن اور تعاون کی ایک ایسا بدیہی امر ہے۔ کہ جس میں کسی عاقل

(باقی برصفحہ کالم ۲-۳)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۹ جنوری ۱۹۷۳ء

اتحادِ اسلام اور فرقہ بازی کا انسداد

ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینٰت
ان لوگوں کی مانند نہ ہو جنہوں نے باہم تفرقہ اور اختلاف کیا حالانکہ ان کے پاس خدا کی جانب سے علم و ہدایت آگئی تھی۔ (آل عمران ۳۔ آیت ۱۰۴)

مسلمان ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس کا اجلاس پاکستان میں منعقد ہونے کا اعلان ہو چکا ہے۔ اتحادِ عالم اسلام کی جانب یہ ایک مُبارک و اہم اقدام ہے۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری کا باعث ان کی باہم خانہ جنگی و تفرقہ بازی ہے۔ گذشتہ صدی میں مختلف مسلم اقوام و ممالک کے اختلافات کو بھی دشمن نے ہوا دی اور خود مسلمانوں میں بھی بجائے دینی رشتۂ اخوت کو زیادہ مضبوط و مربوط بنانے کے مغربی نظریہ قومیت و وطنیت کو اپنایا گیا۔ اب نازک حالات نے مسلمانوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک قوم و ملک اپنی سالمیت و بقاء کے لئے دیگر مسلم اقوام و ممالک کے تعاون و امداد کا محتاج ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ الکفر ملۃ واحدۃ کے مقولہ کے بموجب سب غیر مسلم اقوام اسلام اور مسلمانوں کے برخلاف متحد ہیں، بالخصوص ہنود اور یہود اس معاملہ میں سب اقوام کی پیشرو اور اسلام و مسلمانوں کے شدید ترین دشمن ہیں لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا۔ یقیناً تو مؤمنوں کے خلاف سب سے زیادہ سخت یہودیوں اور مشرکین کو پائے گا۔ ...ت مغربی اقوام کی اسلام دشمنی میں یہودی ان کی پشت پناہ ہیں جنہوں نے از راہِ ظلم و تعصّب فلسطین کے عربوں کو جلا وطن کر کے ان کے ملک میں اپنی حکومت قائم کر رکھی ہے اور اب اس یہودی حکومت کو وسیع سے وسیع تر کرتے چلے جانے کے منصوبے ہیں۔

مسلم ممالک کے سربراہوں کی یہ اتحاد کانفرنس آئندہ فروری میں پاکستان میں منعقد کئے جانے کے انتظامات ہو رہے ہیں اس لئے لازم آتا ہے کہ خود پاکستان کے مسلمان متحد و متفق ہوں تاکہ دوسروں کے لئے ایک نیک نمونہ پیش کرنے کے قابل ہوں۔ اس ضمن میں جماعت احمدیہ ربوہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد صاحب نے جن خیالات کا اظہار پریس کانفرنس میں کیا ہے وہ قابلِ غور ہیں۔ ان کا اس بارہ میں جو بیان چھپا ہے وہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کوئی سیاسی جماعت نہیں اس کا کام محض تبلیغ ہے، اور ہم دوسرے فرقوں سے اختلافات ختم کرنے کی کوششوں کا خیر مقدم کریں گے۔ نیز یہ بھی کہا ہے کہ احمدی عقیدۃً قرآن حکیم کو مکمل کتاب اور رسولِ اکرمؐ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ البتہ مرزا صاحب موصوف نے یہ کہا ہے کہ اگر تمام فرقے ایسے پلیٹ فارم پر آنے کے لئے تیار ہوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ تمام فرقے بغیر سرکاری مداخلت کے خود ایسا متفقہ لائحہ عمل تیار کریں بجائے اس کے کہ حکومت تمام فرقوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرے۔

ہماری رائے یہ ہے کہ تفرقہ بازی کو ختم یا کم کرنے کے لئے جو کوشش بھی کی جائے وہ چاہے سرکاری مداخلت سے ہو یا اس کے بغیر بہر حال وہ قابلِ قدر اور مُبارک کوشش ہوگی، بظاہر ہمیں سرکاری مداخلت کے بغیر ایسی کسی کوشش کی کامیابی کا کوئی یقین نہیں، لہذا ضروری معلوم دیتا ہے کہ حکومتِ وقت اس نازک گتھی کو سُلجھانے میں مداخلت کرے، نہ صرف صلح و اتفاق کا ایسا اقدام از رُوئے دین مُبارک اور ضروری ہے بلکہ اس مُلک میں آئندہ کے لئے صلح و امن قائم رکھنے کے لئے از حد لازم پڑا ہے۔

اس ضمن میں ہم جماعتِ ربوہ کی اطّلاع کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ خود حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کی زندگی کا ایک اسی قسم کا واقعہ بطور نمونہ پیش کریں۔ اس واقعہ کا ذکر حضرت اقدسؑ نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں کیا ہے، جب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء میں مولوی محمد حسین صاحب سے اس اقرار نامہ پر دستخط کرائے کہ وہ آئندہ کے لئے آپ کو دجّال اور کافر و کاذب نہیں کہے گا تو اس نوٹس پر حضرت اقدسؑ نے بھی دستخط کئے کیونکہ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا تو جب اس نے مجھے کافر کہنا چھوڑ دیا تو وہ بھی میرے نزدیک کافر نہ رہا۔"

اب یہ ایک امر واقعہ ہے کہ نقصِ امن کے خطرہ کے پیش نظر حکومت نے فریقین سے ایسا اقرار لیا جس سے باہمی منافرت و دشمنی کا سدّباب ہو سکے۔ حضرت اقدسؑ نے نہ صرف اقرار نامہ پر دستخط فرمائے بلکہ بعد میں بطور اُصول اپنا یہ عقیدہ بھی تحریر فرما دیا کہ میرا ایسا کوئی دعوےٰ نہیں جس کے انکار سے کوئی شخص کافر یا دجّال ہو جاتا ہو۔ اس کی مزید تشریح آپ نے یوں کی ہے:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوےٰ کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ما سوا جس قدر مُلہم و محدّث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

اسی طرح حضرت اقدسؑ سے جب پادری سکاٹ نے سٹیشن وزیر آباد پر ۳ نومبر ۱۹۰۴ء کو دریافت کیا کہ:۔

پادری سکاٹ۔ "آپ لوگوں میں تو بہت فرقے موجود ہیں۔" تو اس کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

"مجھے تعجب ہے کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور وہ اصولوں میں بھی متفق نہیں۔ مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ فروعات اور جزئیات میں ہے۔ اُصول سب کے ایک ہیں"

حضرت اقدسؑ کے اس موقف سے واضح ہو گیا کہ آپ کے نزدیک تمام مسلمان اُصولوں میں متحد و متفق ہیں، چاہے وہ خود حضرت اقدسؑ پر نہ بھی ایمان لانے والے ہوں اور ان کے باہمی مسائل میں اختلاف محض جزئی و فروعی ہیں اور اصولی اور جزئی اختلاف باعث کفر نہیں ہو سکتے۔

حضرت مولینا محمد علیؒ کی عظمت اور علمی فراست

نہ صرف حضرت بانیٔ سلسلہؑ نے اپنے نہ ماننے والوں کو مسلمان سمجھا بلکہ آپ نے وحدتِ ملتِ اسلامیہ کے اس اُصول کو زندہ کیا کہ اگر کسی میں ننانوے وجوہ بھی کفر کے ہوں مگر صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو بھی اسے مسلمان سمجھو۔ اور حضرت اقدسؑ کے اسی عقیدہ اصلاح و اتحاد امتِ اسلامیہ کے مطابق حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاءِ کار نے جماعتِ قادیان سے علیحدگی کو گوارا کیا جب میاں محمود احمد صاحب مرحوم نے جملہ غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اور اسی لئے جماعتِ احمدیہ لاہور کا قیام ۱۹۱۴ء میں لاہور میں ہوا چنانچہ حضرت مولانا ممدوح رح نے اپنی کتاب "ردّ تکفیر اہلِ قبلہ" میں اس موضوع پر مفصل تحریر فرمایا ہے جیسے مندرجہ ذیل اقتباسات سے عیاں ہو جاتا ہے:۔

"کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تو خاتم النبیین کے ذریعہ سے یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ دنیا کی کُل قوموں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرے اور مسلمانوں میں ایک وحدت قائم کرے اور یہ لوگ اسی وحدت کو توڑ رہے ہیں۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جب دوسروں نے انہیں کافر کہا تو نتیجہ کیا ہوا؟ ایک خطرناک تفرقہ پیدا ہوئی اور مسلمان مسلمانوں کے دشمن بن گئے۔ اور کیا ان کو یہ سمجھ نہیں آتا کہ ان کے دوسروں کو کافر کہنے کا نتیجہ وہی خطرناک تفرقہ ہے اور وہ تکفیر جس کو دوسرے لوگ اب چھوڑ رہے ہیں وہ انہوں نے اختیار کی۔ اور نتیجہ اس کا پھر وہی ہوگا جو پہلے ہوا

تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے سلسلہ احمدیہ کی وہ محبت دور ہو جائے گی۔ جو آہستہ آہستہ پیدا ہو رہی تھی۔ اور پھر وہ ان کے دشمن اور یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور ہمدردی کے تعلقات کٹ جائیں گے۔ ہاں پہلی دفعہ اس کا گناہ مکفر مولویوں کے سر پر تھا۔ اب اس مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے فرقہ کے سر پر ہوگا۔"

"شریعت اسلامی کی اصطلاح میں اسلام اور کفر میں حدِ فاصل آنحضرت صلعم پر ایمان ہے یعنی جب اللہ تعالےٰ نے تمام انسانوں کو ایک ہی نبی کے ماتحت لاکر قومیت کے امتیازوں اور مذہبی تفریقوں کے مٹانے کا ارادہ کیا تو جو لوگ اس جھنڈے کے نیچے آ گئے وہ مسلم کہلائے اور جو ابھی اس جھنڈے کے نیچے نہیں آئے وہ کافر کہلائے۔ خواہ ان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی اطلاع پہنچی ہے یا نہیں پہنچی۔ یہ وہ امر ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسی کو قبول کیا ہے۔ خاتم النبیین کے ظہور کے ساتھ یہ امر وابستہ تھا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اب کسی اور کو یہ مرتبہ دینا کہ جو لوگ اس کے جھنڈے تلے آ جائیں وہ مسلم اور جو نہ آئیں وہ کافر عملاً آنحضرت صلعم کو اس مقام سے جواب دینا ہے گو لفظی مغالطوں سے چند سادہ لوح لوگوں کو یہ یقین بھی دلا دیا جائے کہ ایسا نہیں۔ جب تک خاتم النبیین کو اپنے مقام سے جواب دے کر دوسرے کو اس مقام پر کھڑا نہ کیا جائے گا اس وقت تک اسلام و کفر کی وہ حدِ فاصل جو شریعت اسلامی نے قرار دی ہے بدل نہیں سکتی۔ اور جس دن وہ بدلی اس کے ساتھ ہی دین تبدیل ہو گیا۔ کیونکہ دینِ اسلام کی جو بنیاد ہے وہ جب باقی نہ رہی تو پھر وہ دین کہاں باقی رہا۔ خوب سوچ لو کہ اسلام اور کفر کی حد فاصل شریعت محمدیہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے جس نے مان لیا وہ مسلم جس نے ابھی نہیں مانا یا اس کے جھنڈے کے نیچے نہیں آیا وہ کافر۔ اب اگر تم حضرت مرزا غلام احمد کو اس مقام پر کھڑا کرتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ جو شخص مرزا غلام احمد پر ایمان لایا۔ ان کے جھنڈے کے نیچے آیا وہ مسلم جو ابھی نہیں آیا وہ کافر۔ تو تم نے محمد رسول اللہ صلعم کے جھنڈے کو گرا دیا۔ آپ کے دائرہ نبوت کو ختم کر دیا اور ان کی جگہ پر مرزا صاحب کو کھڑا کر دیا اور اس سے بڑھ کر اسلام کے ساتھ اور کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی۔ پچھلے نبیوں کی اگر مثال دو تو بھی نتیجہ یہی ہوگا۔ کیونکہ وہاں بھی قانون یہی تھا کہ جب نیا نبی آتا تو پچھلے نبی کا دائرہ نبوت ختم ہو جاتا تھا۔ علاوہ ازیں وہ قومی انبیاء تھے۔ اور جس طرح ان کی نبوتوں کا دائرہ قوم تک محدود ہوتا تھا اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے بھی محدود ہوتا تھا۔ یعنے پہلے نبی کے دائرہ نبوت کے ختم ہونے پر دوسرے کی نبوت شروع ہوتی تھی۔ وہ سب نبوتیں مختص القوم اور مختص الزمان تھیں۔ نبی کریم صلعم کی نبوت نہ مختص القوم ہے نہ مختص الزمان۔ اسے اس قاعدہ کے ماتحت لانا اس کو بھی مختص الزمان نبوت قرار دینا ہے گویا اس نبوت کا دائرہ بھی انبیائے بنی اسرائیل کی نبوتوں کی طرح ایک زمانہ پر محدود قرار دیا گیا۔ بالفاظ دیگر محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت زمانہ کے لحاظ سے محدود ہو گئی تو انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ للعالمین نذیرا۔ کافۃ للناس۔ اور اس قسم کی سینکڑوں آیات بھی منسوخ کرنی پڑیں گی۔ غرض اسلام اور کفر کی حدِ فاصل مرزا صاحب پر ایمان کو قرار دینا صاف طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے مقام سے جواب دینا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے کبھی وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آئی تھی کہ ان کے نام سے بے خبر مسلمان بھی کافر ہیں۔"

نہ صرف خود حضرت اقدسؑ اور حضرت مولٰنا محمد علی رح کے مندرجہ بالا اقتباسات سے ثابت ہے کہ بعد خاتم النبیینؐ کسی شخص پر ایمان لانا دائرہ اسلام میں آنے کے لئے ضروری نہیں بلکہ منیر ٹریبونل میں بھی میاں محمود احمد صاحب مرحوم نے یہی موقف اختیار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ایک فتوے حضرت اقدسؑ کا ملا ہے جس سے غیر از جماعت کی نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے ہم موجودہ سربراہ جماعت احمدیہ ربوہ سے عموماً یہ اپیل کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ عقیدہ تکفیر اہل کلمہ قبلہ کے بارہ میں پوری وضاحت سے پبلک کو یہ یقین دلایا جائے کہ ہر شخص جو کلمہ طیبہ کا اقراری اور قبلہ مکہ معظمہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتا ہے وہ مسلمان اور دائرہ اسلام کے اندر ہے۔ وقت کی ندا یہی ہے کہ جملہ کلمہ گوؤں کے اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کی جائے۔ تکفیر بازی سے بیزاری اور اس کا سدِ باب کیا جائے۔ اسی اصول کے احیاء کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے عمر بھر کوشش کی اور اسی سے احیاء ثانیہ اسلام وابستہ ہے اور جس غرض کے لئے سلسلہ احمدیہ کو خدا تعالےٰ نے قائم کیا ہے۔

(ا ب)

(خطبہ استقبالیہ - بسلسلہ ص ۲)

کی کلام نہیں۔ خود ہمارے وجود کی ہی ترکیب ایسی ہے۔ کہ جو تعاون کی ضرورت پر اول ثبوت ہے۔ ہمارے ہاتھ اور پاؤں اور کان اور ناک اور آنکھ وغیرہ اعضاء اور ہماری سب اندرونی اور بیرونی طاقتیں ایسی طرز پر واقع ہیں کہ جب تک وہ باہم مل کر ایک دوسرے کی مدد نہ کریں تب تک افعال ہمارے وجود کے علی مجری الصحت ہرگز جاری نہیں ہو سکتے۔ اور انسانیت کی کل ہی معطل پڑی رہتی ہے۔ جو کام دو ہاتھ کے ملنے سے ہوتا چاہیئے وہ محض ایک ہی ہاتھ سے سرانجام نہیں ہو سکتا اور جس راہ کو دونو پاؤں مل کر طے کرتے ہیں، وہ فقط ایک ہی پاؤں سے طے نہیں ہو سکتا اسی طرح تمام کامیابی ہماری معاشرت اور آخرت کے تعاون پر ہی موقوف ہو رہی ہے کیا کوئی اکیلا انسان کسی کام دین یا دنیا کو انجام دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کوئی کام دینی ہو یا دنیوی بغیر معاونت باہمی کے چل ہی نہیں سکتا۔ ہر ایک گروہ کہ جس کا مدعا اور مقصد ایک ہی مثل اعضاء بلدیگر ہے۔ اور ممکن نہیں جو کوئی فعل جو متعلق غرض مشترک اس گروہ کے ہے بغیر معاونت باہمی انکے بخوبی و خوش اسلوبی سے ہو سکے۔ بالخصوص جس قدر جلیل القدر کام ہیں۔ اور جن کی علت غائی کوئی فائدہ عظیمہ جمہوری ہے۔ وہ تو بجز جمہوری اعانت کے کسی طور پر انجام پذیر ہی نہیں ہو سکتے اور صرف ایک ہی شخص ان کا متحمل ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۴۰)

معزز بھائیو اور بہنو! جب میری نظر آپ پر پڑتی ہے، تو سورت والضحیٰ کی تیسری اور ساتویں آیت سامنے آ جاتی ہے ما ودعک ربک وما قلی۔ تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہیں اور نہ وہ ناراض ہوا۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ۔ اس نے تجھے طالب پایا۔ اور ہدایت دی۔

ہم مضطرب تھے۔ کہ بیرونی ممالک میں اشاعتِ اسلام کا تسلی بخش انتظام ہو اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا تھا۔ کہ اسی زمین اور اسی خطہ کے لوگ کمربستہ ہو جائیں۔ ان ممالک کی تہذیب اور تمدن سے آپ زیادہ واقف ہیں۔ ان کے مطالبے جستجو اور ان کی ضمیر آپ پر زیادہ روشن ہے۔ وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر آپ اس دنیا کے بھولے بھٹکے انسانوں کی صحیح خدمت کر سکتے ہیں۔ آپ کی توجہ اور تعاون سے وہ پڑھی لکھی دنیا پیغام اسلام سے مستفید ہو سکتی ہے۔ آیئے عہد کریں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے آپ اس جانب انجمن کا ہاتھ بٹائیں گے۔

اے مغربی کرہ ارض سے آنے والے دوستو! مجھے اجازت دیجئے۔ کہ دوبارہ آپ کو خوش آمدید کہوں۔ آپ سب احباب باوجود گوناگوں مصروفیات۔ سفر کی تکالیف برداشت کر کے اس دینی اجتماع میں شامل ہوئے ہیں خدا آپ میں سے ہر فرد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آپ کے جان و مال پر برکات نازل ہوں۔ خدا زندگی اور توفیق دے کہ آئندہ برس پھر اسی جذبہ اخوت سے سرشار ہو کر ساٹھویں جلسہ سالانہ میں شریک ہوں۔

ٹرینیڈاڈ۔ سرینام اور گیانا سے احباب حج کو جانے والے ہیں۔ ان سے درخواست ہے کہ جب دیارِ حبیب میں حاضر ہوں تو دربارِ عالی وقار میں ہمارا محبت بھرا اسلام پیش کریں۔ بیت اللہ کی زیارت نصیب ہونے پر جماعت کی ترقی اور توسیع کے لئے

اِنسان کو نہایت اعلیٰ شکل و صُورت میں پیدا کیا گیا اور اسکی ربُوبیت کے سامان فراہم کئے گئے۔

قرآن کریم اِنسان کی رُوحانی اور اخلاقی تربیّت کا ذریعہ ہے اور اسکے منجانب اللہ ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں

خُطبہ جُمعہ، مؤرخہ ۷ دسمبر ۱۹۷۳ء - فرمُودہ حضرت امیر ایدہ اللہ - بمقام جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشاً والسماء بناءً وانزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم فلا تجعلوا للّٰہ انداداً وانتم تعلمون ○ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللّٰہ ان کنتم صٰدقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اُعدت للکٰفرین ——— (سورۃ البقرہ - رکوع ۳)

قرآن کریم کا یہ پہلا حکم ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی جانب سے انسانوں کو دیا گیا۔ ان آیات میں انسانوں کو مخاطب کرکے حکم دیا گیا ہے۔ کہ اپنے قویٰ کو میری فرمانبرداری اور عبادت میں لگا دو۔ اعبدوا ربکم اس ربّ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ انسان کو ہم نے نہایت بہترین شکل و صورت عطا فرمائی۔ اعلیٰ درجہ کے قویٰ عنایت کئے۔ ان کو مخاطب کرکے فرمایا یٰایھا النّاس۔ اے انسانوں کے گروہ، زمین و آسمان کا بادشاہ تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ اس نے تمہیں پیدا کیا۔ اور تمہاری ربوبیّت کے سامان تمہاری پیدائش سے پہلے فراہم کئے ہیں۔ یہ سب سے بڑا انعام ہے۔ زندگی عطا کرنا بھی انعام ہے اور اس کے قیام کے اسباب مہیا کرنا بھی بہت بڑا انعام ہے۔ انسان میں اُنس کا مادہ رکھا گیا ہے۔ وہ خالق سے اُنس کے علاوہ اپنے ہمجنسوں سے بھی محبت رکھتا ہے، انسانی فطرت میں اسی مادۂ اُنس کے پیش نظر اس سے اپیل کی گئی ہے کہ اپنے خالق کے آگے جُھکو، اس کی عبادت اور اطاعت کرو۔ اس کے احکام کی پیروی کرو اپنے محسن کے آگے جُھک جانا تمہاری فطرت میں ہے جبلت القلوب الیٰ من احسن الیھا۔ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ احسان کرنے والے کے آگے جھکتا ہے خدا تعالےٰ سب سے بڑھ کر احسان کرنے والا ہے اس نے زندگی بھی بخشی اور زندگی کے قیام کا سامان بھی عطا کیا۔ ھو الذی جعل لکم الارض فراشاً۔ وہ وہی ذات ہے جس نے تمہاری رہائش کے لئے زمین کو فرش بنایا۔ والسماء بناءً اور آسمان کو چھت۔ وانزل من السماء ماءً۔ تمہارے فائدے کے لئے، تمہاری ضروریات مہیا کرنے کے لئے۔ تمہارا رزق پیدا کرنے کے لئے اُوپر سے پانی اتارا تاکہ ہر قسم کا پھل پھول۔ میوہ جات اور غلّہ پیدا ہو۔ سبزی اور ترکاریاں پیدا ہوں۔ پس اے انسان جس کی فطرت میں احسان کرنے والے کے سامنے جُھکنا اور شکر گذار ہونا رکھا گیا ہے۔ وہ ہستی جس کے بے انداز احسانات تجھ پر ہیں۔ تمہاری عبادت کی حق دار ہے، یہ خطاب ساری انسانیت سے ہے، جو ماضی۔ حال اور مستقبل کے سب انسانوں پر حاوی ہے۔ اور عبادت کی غرض یہ بتائی لعلکم تتقون۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

تمہیں علم ہونا چاہیئے، کہ کس نے تمہیں پیدا کیا، کائنات کی چیزوں سے فائدہ اُٹھانے اور نت نئی نئی ایجادات کرنے کے قویٰ کس نے عطا فرمائے۔ پس تم اصل موجد اور خالق اور مربّی کے احکام کی فرمانبرداری کرو، اور اس کی عبادت بجا لاؤ۔ دوسری جگہ فرمایا والسماء ذات الرجع، اس بادل پر غور کرو۔ جو بار بار برستا ہے، اور اس کے برسنے سے ساری مخلوق کے لئے رزق پیدا ہوتا ہے۔ والارض ذات الصدع۔ اور پھر زمین کو دیکھو جو بارش کے پانی سے پھٹ کر اپنے اندر سے خزانے نکالتی ہے۔ انسان فطرۃً اپنے محسن کے آگے جُھکتا ہے، اس لئے اس کی فطرت سے ہی اپیل کی ہے کہ میں تمہارا خالق ہوں اور تمہاری زندگی کے سامان بھی میں نے ہی پیدا کئے ہیں۔ اس لئے میری عبادت تمہارا فطری تقاضا ہونا چاہیئے۔

غور تو کرو، انسان کی پیدائش سے پہلے اس کی خدمت کے لئے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ انسان ایک اعلےٰ درجہ کی تخلیق ہے۔ خدا وہ ہے جس نے تمہاری زندگی کو اعلےٰ اور عمدہ رنگ دیا۔ الذی خلقک فسوٰک۔ تمہیں پیدا کیا۔ پھر کمال بخشا۔ زمین و آسمان کو تمہاری خدمت میں لگا دیا۔ یہ کتنا جامع بیان ہے۔ خدا تعالےٰ نے سُورج اور قمر اور آسمان کسی ایک قوم کے لئے نہیں بنائے بلکہ ساری دنیا اور تمام قوموں کو ان سے یکساں فائدہ پہنچتا ہے۔ ساری دنیا خدا کے احسان سے مستفید ہو رہی ہے، فرمایا الذی خلقکم والذین من قبلکم۔ وہ ذات جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور تمہارے آباؤ اجداد کو بھی اسی نے پیدا کیا، اس کی عبادت کرنا تمہارا فرض ہے۔ لعلکم تتقون۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ فلا تجعلوا للّٰہ انداداً وانتم تعلمون۔ پس اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کے سامنے مت جھکو۔ تم جانتے ہو۔ کہ دوسری چیزیں خود مخلوق ہیں۔ ان کو خدا کا ہمسر نہ بناؤ۔ خدائے واحد و یگانہ کو چھوڑ کر دیوی۔ دیوتاؤں اور پیروں فقیروں کے پیچھے مت پڑو۔ اور اپنے آپ کو ذلیل نہ کرو۔ جبلت القلوب الیٰ من احسن الیھا۔ انسان محسن کے آگے جھکتا ہے۔ محسن حقیقی اللہ تعالےٰ ہے۔ اس کے آگے جھکو۔ اللہ تعالےٰ حکم بھی دے سکتا تھا۔ مگر اس نے انسانی فطرت سے اپیل کی ہے۔ اس نے تمہارے لئے زمین و آسمان پیدا کیا۔ ان دونوں میں شعور و فہم نہیں ہے، مگر دونوں کتنے تعاون اور باہمی موافقت سے انسانوں کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع۔ آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین اس سے پھٹ کر روئیدگی پیدا کرتی ہے۔ بارش سے تمام قسم کا رزق پیدا ہوتا ہے۔

زمین و آسمان میں کیسا تعاون و رابطہ پیدا کیا۔ اس سے دنیا جہان کی رونق ہے۔ خدا نے اس زمین کو بسایا۔ انسان، حیوان، چرند، پرند، اس میں پیدا کئے۔ پہلے ان کی قابلِ رہائش جگہ بنانے کے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو قُبّہ بنایا، جس میں دن کو سُورج چمکتا ہے اور رات کیلئے چاند کا خوشنما چراغ روشنی بخشتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کرکے زمین و آسمان کو اس کی خدمت میں لگا دیا۔ دونوں بے جان چیزوں کے درمیان رابطہ ہے۔ زمین انسان کی خاطر اپنے خزانے اُگل رہی ہے جنگل میں ہاتھی اور شیر بھی رہتے ہیں، حیوانات اور درندے بھی رہتے ہیں۔ ان سب کو خوراک مل رہی ہے۔ متضاد اور الگ الگ خلقت رکھنے کے باوجود سب ایک جنگل میں گذارا کرتے ہیں، یہ قدرت کی نشانیاں ہیں۔

ہر مشین کا موجد مشین کے ساتھ کچھ ہدایات بھی لکھ کر بھیجتا ہے۔ انسان بھی اللہ کی ایک مشین ہے۔ اس کے لئے بھی دنیا میں رہنے کے لئے ہدایات ہیں، جو قرآن کریم کی شکل میں مکمل طور پر ہمارے سامنے ہیں۔ تمام احسانات اور عنایات کے ذکر کے بعد فرمایا۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا۔ یعنی جسمانی پیدائش اور ربوبیت کے بعد ہم نے تمہاری روحانی پرورش کے لئے بھی ہدایت نامہ یعنی قرآن کریم نازل کیا ہے۔ یہ رُوح کی پرورش کے لئے ہے۔ اور اگر تمہیں اس کے کلام الٰہی ہونے میں کچھ شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ تو اس جیسی ایک سورۃ یا آیت ہی بنا کر لے آؤ۔ وادعوا شھداءکم من دون اللّٰہ ان کنتم صٰدقین۔ اور اگر تم سچے ہو تو اللہ کے سوائے دنیا جہان کے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے بلا لاؤ۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا۔ اگر تم ایسا نہ کر سکے اور ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو فاتقوا النار التی وقودھا الناس

والحجارۃ ۔ قرآن کریم کی سچائی پر ایمان لا کر اس آگ سے اپنا بچاؤ کر لو ۔ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں ۔ کیسا یقین افروز اور زندگی بخش کلام ہے ۔ یہ وہ دعوٰی ہے جسے آج تک جھٹلایا نہ جا سکا ۔ یہ چیلنج اس قوم کو براہ راست دیا گیا تھا ۔ جس میں بڑے بڑے فصیح و بلیغ اور اپنی زبان پر فخر کرنے والے شاعر موجود تھے ۔ یہ ساری دنیا کو بھی چیلنج ہے ۔ جہاں جہاں بھی عربی زبان پر قدرت رکھنے والے محمد رسول اللہ صلعم کے دشمن موجود ہیں ، وہ اس چیلنج کے مخاطب ہیں ، لیکن یہ حقیقت ہے کہ نہ اس کے اولین مخاطب کو اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت ہوئی اور نہ کسی دوسرے مخالف کو ہی اس چیلنج کو قبول کرنے کا آج تک حوصلہ ہوا اور نہ آئندہ ہوگا ۔

محمد رسول اللہ کے سامنے مشکلات پڑی ہیں ، زندگی کا قائم رکھنا محال ہو رہا ہے ۔ اپنا شہر مکہ آپؐ کو چھوڑنا پڑا ۔ محمد رسول اللہ کا کام آسان نہ تھا ۔ آپؐ کو جتنی تکالیف پہنچیں ، کسی نبی کو نہیں پہنچیں ۔ مگر یہ مصائب نہ آتے تو حضورؐ کے جوہر ظاہر نہ ہوتے ۔ حضورؐ نے ابتلا و مصائب میں رضا بالقضاء کا اعلیٰ درجہ کا نمونہ قائم کیا ۔ آپؐ نے ایک ایسی قوم پیدا کی جو جان دینے پر تیار ہو گئی اور وہ اللہ کی راہ میں شہادت کے طلبگار ہوئے تا کہ ابدی زندگی مل جائے ۔ حضورؐ کے فیض نظر سے ایک بلند پایہ قوم پیدا ہو گئی ۔ ان لوگوں نے بھی راہ حق میں بڑے بڑے دکھ اٹھائے ۔ مصائب و ابتلاء کے مقابلے میں وہ استقلال و استقامت کا ایک پہاڑ تھے ۔ اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ابتلاؤں کے وقت اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھلایا اور شاندار مثالیں قائم کیں ۔ حضور صلعم اور آپ کے صحابہؓ نے مصائب کے ساتھ فقر و فاقہ بھی دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلطنت بھی عطا کی ۔ مگر دونوں موقعوں پر اخلاق میں ذرہ بھر کمزوری نظر نہیں آتی ۔ دونوں حالتوں میں تہجد گذار تھے ۔ تہجد میں کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے ۔ آپؐ کو مصیبت میں بھی آزمایا گیا ۔ اور بادشاہت دے کر بھی آزمایا گیا ۔ مگر آپؐ نے صاحب اقتدار ہو کر بھی ظالموں اور مخالفوں سے انتقام نہ لیا آپؐ سرچشمۂ رحمت تھے ، سرچشمۂ اخلاق تھے آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں ۔ اللہ کی مخلوق

پر رحم کرنے والے ہیں ، یہ بہت بڑا سارٹیفکیٹ ہے ، اور قرآن کریم ابد الآباد تک کے لئے ..... ایک معجزہ ہے ۔ فاتقوا النار التی ..... اعدت للکافرین ۔ پس تم اس آگ سے ڈر جاؤ ۔ جو خدا تعالیٰ جیسے محسن کا انکار کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے ۔ وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحٰت ۔ اور ان لوگوں کے لئے خوش خبری ہے جو اچھے عمل کرتے ہیں ۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے افضال نازل ہوتے ہیں ۔ اللہ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں ان پر ہوں جن کے پاک نمونے قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کرتے رہیں گے ۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

اس کے بعد بعض بیماروں ..... کے لئے دعا کی گئی ۔

پیغام مولینا محمد علی صاحب مرحوم

امیر جماعت لاہور

" ہمارے سامنے بہت بڑا مقصد اور نہایت عظیم الشان اور مشکل کام ہے ۔ ساری دنیا میں خدا کے نام اور اس کے آخری پیغام یعنی قرآن کریم کو پہنچانا ۔ ساری دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ کرنا ، خدا کے بندوں کو خدا کے آگے جھکانا ۔ بہر حال آپ اس راستہ پر پڑ چکے ہیں اور کچھ منزلیں بھی اس کی طے ہو چکی ہیں اس سے آپ لوگوں کی ہمت بندھنی چاہیئے کہ آئندہ ہم لوگ اس کام کو کر لیں گے ۔ "

(خطبہ جمعہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء)

عطیہ جات برائے تراجم قرآن فنڈ

نمبر شمار	نام	رقم	تاریخ
۱	والدہ صاحبہ ڈاکٹر مبارک احمد صاحب - -	25 - 00	1/12/73
۲	بیگم صاحبہ " " " " - -	5 - 00	"
۳	بیگم صاحبہ شیخ صالح محمد صاحب - -	15 - 00	"
۴	بیگم صاحبہ چوہدری احمد جاوید صاحب - -	50 - 00	"
۵	بیگم صاحبہ ڈاکٹر وحید احمد صاحب - -	50 - 00	"
۶	بیگم صاحبہ میاں فضل کریم صاحب - -	25 - 00	"
۷	بیگم صاحبہ حضرت مولینا محمد علی صاحب مرحوم -	50 - 00	"
۸	مقامی جماعت احمدیہ لاہور - -	10 - 00	"
۹	عبد العزیز صاحب ۔ لاہور چھاؤنی - - -	100 - 00	26/12/72
	میزان	330 - 00	

عطیہ جات برائے مسجد دار السلام

نمبر شمار	نام	رقوم	تاریخ
۱	ڈاکٹر غلام مجتبےٰ صاحب کراچی - - -	200 - 00	25/12/72
۲	والدہ ڈاکٹر مبارک احمد صاحب	25 - 00	22/10/73
۳	بیگم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب - - -	20 - 00	"
۴	بیگم شیخ صالح محمد صاحب - - -	5 - 00	"
۵	بیگم ملک نذیر احمد صاحب کراچی - - -	25 - 00	"
۶	بیگم چوہدری احمد جاوید صاحب - - -	100 - 00	"
۷	بیگم ڈاکٹر وحید احمد صاحب - - -	50 - 00	"
۸	بیگم میاں فضل کریم صاحب - - -	25 - 00	"
۹	بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم - - -	50 - 00	"
	میزان	500 - 00	

پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

" اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں ، ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں نہ قبول کر لیں ۔

اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے ؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا ۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی ، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے "

(فتح اسلام)

ہفت روزہ پیغام صلح
خود مطالعہ فرمائیں اور دیگر احباب تک پہنچائیں

حضرت مسیح موعودؑ کے عظیم ورثہ (جماعت احمدیہ) کو مضبوط بنانے کیلئے احمدی نوجوانوں کی جدوجہد

جلسہ سالانہ پر شبان الاحمدیہ لاہور کی سرگرمیاں

نوجوانان قوم کا ایک قیمتی متاع ہوتے ہیں ان کی صحیح تربیت ہی قوم کے درخشاں مستقبل کی ضمانت ہوتی ہے۔ دراصل قوم کے نوجوان قوم کے مستقبل کو بنانے یا بگاڑنے میں ایک معمار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں کو مشعلِ راہ بنا کر قوم کے مستقبل کو درخشندہ بنائیں۔ نیز ان کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کے لگائے ہوئے پودے کی حفاظت اور آبیاری کر کے بار آور بنائیں۔

شبان الاحمدیہ کی تنظیم

ہمارے نوجوانوں کے اندر جماعتی دلچسپی کی طرف کمی کے بڑھتے ہوئے رجحان کو دُور کرنے کے لئے چند دُور رس تبدیلیوں کی ضرورت تھی۔ اسی لئے نوجوانوں کو زیادہ منظم کرنے اور ان کے اندر احمدیت کی رُوح بیدار کرنے کے لئے گذشتہ سال احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کا نام بدل کر شبان الاحمدیہ رکھا گیا۔ تاکہ نوجوان نئے جذبہ، نئے ولولہ کے ساتھ جماعت کو مستحکم کرنے کے لئے میدان میں آئیں اور مستقبل میں جماعتی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔

اس تنظیم کا اوّلین مقصد یہ تھا کہ نوجوانوں کے اندر بانئ احمدیت کے ساتھ کئے ہوئے اس عہد "ہم دین کو دُنیا پر مقدم رکھیں گے" کو پُورا کرنے کی تڑپ پیدا کی جائے۔

جلسہ سالانہ کا استقبالیہ اور دیگر انتظامات

ہماری تاریخ میں شاید یہ پہلا موقع ہے کہ نوجوانوں کو جلسۂ سالانہ پر وسیع فرائض و اختیارات سونپے گئے۔ استقبالیہ کا سارا انتظام جس کے مہتمم اعلیٰ کرنل سعید احمد صاحب تھے شبان الاحمدیہ لاہور کے سپرد کر دیا گیا۔ کرنل صاحب نے جو مقامی جماعت کے صدر بھی ہیں جس طرح نوجوانوں کا حوصلہ بڑھایا اور عزت افزائی کی اس کی مثال پہلے کبھی نہیں ملتی۔

اس کے علاوہ تقسیمِ طعام انچارج کے معاون بھی شبان الاحمدیہ کے عہدیدار تھے۔

جلسہ سالانہ پر آرائش و زیبائش

شبان الاحمدیہ لاہور نے جلسہ گاہ کو خوبصورت اور دیدہ زیب بنانے کی طرف خاص توجہ دی۔ مین گیٹ اور استقبالیہ کیمپ کو شاندار طریق سے سجایا گیا تھا۔ اس کے اندر مہمانوں کے بیٹھنے کے لئے اور پڑھنے کے لئے اخبارات اور مفت لٹریچر کا انتظام کیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ استقبالیہ کیمپ میں ایک دفتر رجسٹریشن اور ایک انکوائری دفتر قائم کیا گیا، جہاں شبان الاحمدیہ کے دو عہدیدار اپنے مہمانوں کی خدمت کی بجا آوری کے لئے چوبیس گھنٹے چاق و چوبند رہتے۔

مین گیٹ سے جلسہ گاہ تک جا بجا بینر لگائے گئے تھے۔ اسی طرح طعام گاہ اور جلسہ گاہ کے اندر مختلف قسم کے خوبصورت بینر چسپاں کئے گئے جس سے جلسہ گاہ کی خوبصورتی میں خاصہ اضافہ ہوا۔

. . . .

کار پارک، سائیکل و سکوٹر سٹینڈ

جلسہ گاہ کے اندر ٹریفک کی دشواریوں کے پیشِ نظر شبان الاحمدیہ لاہور نے مین گیٹ کے باہر کار پارک اور سائیکل و سکوٹر سٹینڈ کا انتظام کر رکھا تھا، تاکہ مہمانوں کو آمد و رفت میں تکلیف نہ ہو۔

جلسہ پر سٹال

جلسہ سالانہ کے موقع پر حسب معمول چائے اور تکہ کباب کے سٹال لگائے گئے مجلسِ شبان الاحمدیہ کی مصروفیات کی وجہ سے ٹی سٹال کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا کیونکہ تنظیم کی زیادہ توجہ دُور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کی خدمت اور سہولتیں فراہم کرنے کی طرف رہی۔

الوداعی ٹی پارٹی

شبان الاحمدیہ لاہور نے غیر ملکی مہمانوں کو ایک شاندار الوداعی ٹی پارٹی دینے کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن مہمانوں کی گوناگوں مصروفیتوں اور وقت کی قلت کی وجہ سے یہ پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔

انعامی تقریری مقابلہ

۲۵ر دسمبر ۱۹۸۳ء کو ساڑھے پانچ بجے شام شبان الاحمدیہ لاہور کے زیر اہتمام ایک تقریری مقابلہ زیر صدارت مس زرینہ یوسف صاحبہ آف ٹرینیڈاڈ منعقد ہوا۔ جلسہ کا آغاز مسیح الملک صاحب نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ اس کے بعد تقریری مقابلہ شروع ہوا۔ اس میں کُل پانچ لڑکوں اور تین لڑکیوں نے حصّہ لیا۔ تمام مقررین نے سیرت حضرت مسیح موعود پر نہایت عمدہ تقاریر کیں۔ اس کے علاوہ مس صفورہ حمید صاحبہ آف ٹرینیڈاڈ اور مسیح الملک صاحب نے خوش الحانی سے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام سنایا جس سے سامعین بے حد محظوظ ہوئے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ نوجوانوں کے جلسہ میں حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

نوجوانوں کا یہ جلسہ نمایاں خصوصیات کا حامل تھا۔ اگر اسے جلسہ سالانہ کا سب سے عظیم حصّہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اس جلسہ میں لڑکیوں نے لڑکوں کے شانہ بشانہ سٹیج پر آکر تقریریں کیں اور تقریروں کے بعد تو نظارہ عجیب تھا جس نے جلسہ کی شان کو دوبالا کر دیا۔ کیونکہ سیکرٹری مرزا رشید صاحب نے جج صاحبان کو فیصلہ کی دعوت دی اس وقت مکرمی میاں اللہ بخش صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور دو لڑکیوں مس نصرت عطیہ اور یاسمین مجید کو عمدہ تقریریں کرنے پر مُبارک باد دی اور سو سو روپے کے انعام کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد ججوں کا فیصلہ سنایا گیا تو اوّل انعام زاہد جاوید کو ملا اور دوسرا تیسرا اور چوتھا انعام علی الترتیب نصرت عطیہ، یاسمین مجید اور فرحت شاہین کو ملا۔ اس کے ساتھ تمام جلسہ گاہ تالیوں سے گونج اُٹھا۔

بعد ازاں جنرل سیکرٹری انجمن جناب مرزا مسعود بیگ سٹیج پر تشریف لائے انہوں نے لڑکیوں کو عمدہ تقریریں کرنے پر مُبارک باد دی اور بعد میں تعارف بھی کرایا۔

اس کے بعد عبداللطیف صاحب نے جو مقابلہ کے جج بھی تھے اپنی طرف سے فرحت شاہین کو ایک سو روپے کا نقد انعام دیا۔ یہاں یہ بات بھی بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ باقی دو لڑکیوں کے لئے میاں اللہ بخش صاحب ایک سو روپے کا اعلان کر چکے تھے۔

اس کے بعد ایکٹنگ صدر شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے نے مقابلہ میں حصہ لینے والوں میں انعامات تقسیم کئے۔ کیونکہ جلسہ کی صدر محترمہ اپنی ناسازی طبع کے باعث تشریف لے گئیں اور ان کی جگہ شیخ محمد طفیل صاحب نے صدر کے فرائض سرانجام دئیے۔

آخر میں شبان الاحمدیہ کے صدر جناب صادق نور صاحب نے تمام مہمانوں اور سامعین کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ اس طرح یہ اجلاس شام کے سات بجے کامیابی سے اختتام پذیر ہوا جس کے بعد شام کے کھانے کا اعلان کیا گیا۔ (ایم۔ ایس۔ چوہدری۔ ایم اے۔ نائب صدر)

خواتین احمدیہ کا سالانہ اجلاس

خواتین احمدیہ کا سالانہ اجلاس ۲۳ دسمبر ۱۹۷۳ء کو دارالسلام میں منعقد ہوا الحمد للہ۔ جلسہ سالانہ بے حد کامیاب رہا۔ تمام تقاریر مختصر مگر مدلّل تھیں۔ تقاریر کے درمیان نعتیں اور مذہبی نظمیں بھی شامل تھیں۔ بیٹھنے کی جگہ کشادہ اور آرام دہ تھی۔ مائک کا انتظام عمدہ تھا۔ خواتین نے بڑے اطمینان اور دلچسپی سے شروع سے لے کر آخر تک ایک ایک بات سُنی اور سمجھی۔ ایک ایک فرد تعریف کر رہا تھا کہ ایسا پروگرام پہلے کبھی پیش نہیں کیا گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترمہ مسز خانزادہ نے انجام دیئے۔ یہ خاتون اس لحاظ سے قابل تعریف ہیں کہ جب بھی ان کی ضرورت ہو بلا تکلف آ جاتی ہیں۔ مذہبی تقاریب میں ہر ایک پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ بلا تعصّب ہر ایک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ الحمد للہ احمدی خواتین میں یہ جذبہ موجود ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کچھ ایسے لوگ ابھی باقی ہیں جو نام کی پرواہ کئے بغیر چپ چاپ ہر ایک کا فرض ادا کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں اس سلسلے میں مقامی جماعت خواتین لاہور کی صدر، نائب صدر اور سیکرٹری کا کام قابلِ تعریف ہے۔ ان کی سُوجھ بوجھ اور صدر کی وجہ سے ہر کام بطریق احسن انجام پذیر ہوا۔ اس سے پہلے کہ ہم آپ کو جلسے کی کارروائی سنائیں۔ ہم مسز نسرین گل احمد سیکرٹری مقامی جماعت خواتین لاہور۔ مسز سلطے ناصر احمد۔ مسز ڈاکٹر وحید احمد مسز فضل احمد، مسز جسارت بیگم مسز فریدہ رحمان، مسز خانزادہ اور صاحبزادی محمودہ بیگم کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے مختلف شعبوں سے متعلق اپنے فرائض اس قدر جانفشانی سے انجام دیئے کہ کسی کو کسی قسم کی شکایت کا موقعہ نہ مل سکا۔

اس اجلاس کی خاص خصوصیت ان معزز خواتین کی وجہ سے دو چند ہو گئی جو جزائر غرب الہند، سرینام اور گیانا سے تشریف لائی تھیں۔ ان کا دینی جذبہ قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔ ان میں سے بعض خواتین اُردو نہیں جانتی تھیں تاہم انہوں نے تمام تقاریر بڑے تحمل سے سُنیں اور اطمینان کے ساتھ بیٹھی رہیں۔ اسی طرح ان کی انگریزی کی تقاریر ہماری انگریزی نہ جاننے والی خواتین نے بہت اطمینان سے سُنیں۔

مہمانوں کے لئے انگریزی ترجمے اور ہماری خواتین کے لئے اُردو ترجمے کا بھی انتظام موجود تھا۔

پروگرام کا آغاز بیگم خورشید راجہ انور کی قرآن خوانی سے ہوا۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔ گلا عمدہ پایا ہے۔ تلفظ قابل تعریف ہے۔ پھر مس فضل رحمان نے تلاوت کی۔ ان کے بعد یکے بعد دیگرے طاہرہ افضل، آمنہ بی بی سکنہ بدوملہی اور چند بچیوں نے تلاوت قرآن پاک کی۔

تلاوت قرآن پاک کے بعد مس صفورہ نے نعت سنائی اور مسز علی بخش سنتو نے بھی نعت پڑھی۔ پھر امتہ السبحان نے دُرِ ثمین سے نظم خوانی کر کے وجد طاری کر دیا۔

اس کے بعد باہر سے آنے والی سب خواتین کو باری باری سٹیج پر بُلا کر ان کا تعارف کروایا گیا۔ اور مس صفورہ نے اپنے پاکستان آنے کا مقصد اور دِلی جذبہ بیان کیا۔

اس دوران حضرت امیر ایدہ اللہ تشریف لے آئے۔ آپ ایسی گرجدار آواز اور بارُعب انداز میں تقریر فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ۔ آپ کی تقریر بڑی مؤثر تھی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے بعد مس رینا رحمان نے تقریر کی۔ اور پھر مسز جسارت خانم نے احمدیت کے بارے میں بڑے ہی عُمدہ پیرائے میں اپنے عقائد سُنائے اور غیر احمدیوں سے سوال کیا کہ ان میں کونسی ایسی بات ہے جس کے تحت احمدیوں کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے بیعت کی شرائط سُنا کر اس کی یاد تازہ کر دی۔

بیگم چوہدری ظہور احمد بزرگ احمدی خواتین میں سے سب سے زیادہ باہمت ہیں۔ ان کی تقریر بھی احمدیت سے ہی متعلق تھی جو شوق سے سُنی گئی۔

مسز فریدہ رحمان ہمیشہ اپنی لکھی ہوئی احمدیت پر نظم پڑھا کرتی ہیں۔ اس دفعہ بھی ان کی نظم "میں کون ہوں" تمام احمدیوں کے لئے دعوتِ فکر تھی۔

مس نینسی حمیدہ بخش جزائر غرب الہند کے اسکولوں میں پڑھاتی ہیں۔ انہوں نے استادوں کے انداز میں انگریزی میں اپنے سفر پر مفصل روشنی ڈالی۔

بیگم محمد احمد کی تقریر حالاتِ حاضرہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اس دفعہ انہوں نے خواتین کو جھوٹی شان و شوکت سے باز رہنے کی تلقین کی۔

پھر بیگم جمن بخش نے انگریزی میں تقریر کی۔ انگریزی کی اس تقریر کے بعد بیگم خانزادہ نے اپنی تقریر سنائی ان کے بعد مہمان خواتین سے بیگم جمال الدین نے تقریر کی اور پھر وہ بچے جو کہ بڑی دیر سے باری کے منتظر تھے سٹیج پر آئے اور انہوں نے باری باری نظمیں اور نعتیں پڑھیں۔ چند بچوں نے بڑی خوش الحانی سے قرآن پاک کی تلاوت بھی کی۔

سب سے آخر ٹرینیڈاد کی بیگم زرینہ یوسف صدر جلسہ نے تقریر کی۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا، جنہوں نے مہمانوں کی خاطر تواضع میں کسی قسم کا دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا تھا اور اپنے گھروں اور دلوں کے دروازے آنے والوں کے لئے کھول دیئے تھے۔ اور پھر اپنے ملک کی آب و ہوا کا ذکر کیا۔ ان کے ملک کی آب و ہوا پاکستان سے مختلف ہے۔ دن گرم مگر راتیں خوشگوار ہوتی ہیں۔ ڈچ گیانا اور ٹرینیڈاد میں عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے ۱۸۴۴ء میں ان علاقوں میں انڈیا سے کچھ لوگ ان علاقوں میں کام کے لئے بلائے گئے۔ یہ تجربہ کامیاب رہا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے وہیں آباد ہو گئے۔ اس لحاظ سے ہمارے مہمانوں کے آباؤ اجداد ہمارے ہی ملک کے رہنے والے تھے ان کے علاوہ بھی بہت سی قومیں وہاں آباد ہیں۔

عیسائیوں کی زیادتی کے باوجود . . مسلمان متحد ہو کر رہتے اور مل جل کر کام کرتے ہیں۔ مسلمان ڈاکٹری اور تعلیم کے شعبوں کے علاوہ بھی اکثر شعبوں میں کام کرتے ہیں۔ ان کی خواتین اکثر پڑھی لکھی ہیں۔ یہ گھریلو ذمہ داریوں کے باوجود مذہب کے لئے وقت نکال لیتی ہیں۔ ان کے ملک میں ڈرامے اور کلچرل پروگرام تو ہوتا ہے مگر پاکستانی فلموں ایسا کوئی سلسلہ نہیں۔ ان مسلمانوں میں نہ تو پاک و ہند جیسا مشرقی رواج باقی ہے اور نہ ہی یورپ کی بے راہ روی ہے۔ ان کی لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ ڈانس پر تو نہیں جاتیں مگر سیر و سیاحت یا نوکری کے سلسلے میں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ یہ خواتین مذہبی کاموں میں بڑی دلچسپی لیتی ہیں۔ خدا کے فضل سے خواتین کی پہلی مذہبی جماعت ویسٹ انڈیز میں بنائی گئی۔ اس تنظیم کی عمر اب ۲۵ برس کے قریب ہے۔

یہ خواتین سکولوں میں پڑھاتی ہیں اور فلاحِ عام کے کام بڑے شوق سے انجام دیتی ہیں۔ انہوں نے اپنی مذہبی سرگرمیوں پر مبنی لمبے لمبے ریکارڈ بھی تیار کر رکھے ہیں۔ اور ان خواتین کا مذہبی جذبہ شوق ہی انہیں ہزاروں میل دُور کشاں کشاں لایا ہے۔

مسز یوسف نے بچوں کی نظموں کی بہت تعریف کی اور کہا کہ انہوں نے بڑے نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کے فوراً بعد مسز فریدہ رحمان نے ان کی تقریر کا اُردو ترجمہ سب کو سنایا۔ اس کے ساتھ ہی یہ طویل مگر دلچسپ اور پُر مغز جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

جلسے کے بعد سلائی اور مختلف چیزوں کی نمائش دیکھی گئی جو جو خواتین جلسہ سالانہ میں انجمن کے لئے بطور چندہ لے آتی ہیں اور خواتین وہ چیزیں شوق سے خریدیں۔ جس کے بعد کھانا کھایا گیا اور لوگ رخصت ہوئے۔ تقاریر کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ پیش خدمت کی جائے گی۔

(نامہ نگار)

کتاب کی ضرورت

مجھے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی کتاب "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" کی ضرورت ہے اگر کوئی صاحب قیمتاً دینا چاہیں تو ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کریں۔

ڈاکٹر فیض اللہ۔ گودام روڈ۔ لالہ موسےٰ۔

جلسہ سالانہ کی روزانہ کارروائی کا خلاصہ

دوسرے دن کی کارروائی

دوسرے دن مؤرخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۳ء کو ڈاکٹر ایم اے عزیز آف ٹرینیڈاڈ کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا تلاوت قرآن کریم اور نظموں وغیرہ کے بعد مرزا محمد لطیف صاحب نے "بعثت مجددین" کے عنوان سے ایک عالمانہ لیکچر دیا، جس میں حدیث نبوی ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کو پیش کرتے ہوئے اس کی تائید میں گذشتہ تیرہ سو سال میں ہر صدی کے سر پر مجددین کا آنا ثابت کیا اور بزرگان اُمت نے مجدد کی شان اور اس کے کام کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس کو بالتفصیل بیان کیا اور اسی سلسلہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ کے عظیم الشان تجدیدی کاموں کا ذکر کیا۔

تقریر نہایت عالمانہ اور معلومات افزا تھی۔ جس کے اختتام پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے بہت تعریف کی اور سب حاضرین سمیت ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی، مکمل تقریر بہت جلد پیغام صلح میں درج ہوگی۔

اس کے بعد محترم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی نے "آنحضرت صلعم کی دعائیں" کے عنوان سے نہایت ایمان افروز لیکچر دیا اور بتایا کہ چونکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ بننا تھا اس لئے آپؐ کی زندگی میں تمام وہ واقعات پیدا کر دیئے جو کسی انسان کو پیش آ سکتے ہیں، اور آپؐ کے عمل نے بتایا کہ ایسے واقعات میں زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ حضور صلعم نے ہر حرکت و سکون میں مناسب حال دعائیں کیں جو حضورؐ کی ازواج مطہرات سے ہمیں ملی ہیں۔ محترم فاروقی صاحب نے اسی سلسلہ میں آنحضرت صلعم کی وہ دعائیں پڑھ کر سنائیں جو حضور نے اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے تمام مختلف حالات زندگی میں اللہ تعالےٰ سے کیں، یہ دعائیں جو نہایت ایمان افروز ہیں، حاضرین کے تقاضا پر فاروقی صاحب نے علیحدہ چھپوا کر شائع کرنے کا وعدہ فرمایا اور اُمید ہے کہ پیغام صلح کو ان کی اشاعت کا شرف حاصل ہوگا۔

بعد ازاں مرزا مسعود بیگ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن نے انجمن کی سالانہ رپورٹ پیش کی اور تمہیداً جنوبی امریکہ کے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان کے وجود کو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان قرار دیا اور بتایا کہ اس وقت جب حضرت مسیح موعودؑ کو کوئی جانتا بھی نہ تھا اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع ملی کہ مَیں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا اور آپ کو الہام ہوا ینصرك رجالٌ نوحی الیھم من السماء۔ ایسے آدمی تیری نصرت کے لئے آئیں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے، اور یہ بھی آپ کو بتایا گیا کہ یاتون من کل فجٍ عمیق، دنیا کے کناروں سے لوگ تیرے پاس آئیں گے، چنانچہ آج ہم ان الہامات کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد محترم سیکرٹری صاحب نے انجمن کی مطبوعہ سالانہ رپورٹ از نومبر ۱۹۴۲ء تا اکتوبر ۱۹۴۳ء پیش کی، جس سے انجمن کے دینی کاموں کی وسعت اور کامیابی کا پتہ لگتا ہے، اس رپورٹ کی متعدد کاپیاں حاضرین میں تقسیم کی گئیں۔

اس کے بعد محترم عبدالرحیم جگو آف سرینام نے نہایت گرجدار آواز میں جنوبی امریکہ میں احمدیت کی تاریخ بیان کی اور بتایا کہ سن انیس سو تیس کی بات ہے کہ لاہور کی انجمن حمایت اسلام کو ہم نے لکھا کہ جنوبی امریکہ میں اسلام کی تبلیغ کے لئے کوئی مبلغ بھیجیں، اس کے جواب میں انہوں نے اطلاع دی کہ ہم تبلیغ اسلام کا کام نہیں کرتے نہ ہمارے پاس مبلغ ہیں۔ یہ کام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے جس کو آپ کا مطالبہ بھیج دیا گیا ہے، اس کے بعد بابو منظور الٰہی صاحب مرحوم نے احمدیہ جماعت کا شائع کردہ لٹریچر ارسال کیا جس میں لوگوں نے کافی دلچسپی لی اور اس جماعت کے کاموں کا پتہ لگا، جگو صاحب نے بتایا کہ جنوبی امریکہ کے تمام علاقوں میں آٹھ نو لاکھ مسلمان ہیں جن میں سے ہماری جماعت کی تعداد بیس بائیس ہزار ہے۔ باقی مسلمان بھی خواجہ کمال الدین صاحب کی کتابیں پڑھتے اور انجمن کے لٹریچر کی تعریف کرتے ہیں لیکن احمدیت کا نام نہیں لیتے آپ نے بتایا کہ جن اصحاب نے وہاں جاکر احمدیت کی حقیقت بیان کی اور جماعت کو تقویت پہنچائی، ان میں مولوی امیر علی صاحب۔ میاں بشیر احمد صاحب منٹو، ڈاکٹر قریشی صاحب۔ مولنٰنا حبیب الحق ودیارتھی صاحب اور مولنٰنا محمد طفیل صاحب کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، آپ نے بزرگان جماعت کے کاموں کی تعریف کرتے ہوئے نوجوانوں کو بالخصوص مخاطب کیا اور کہا کہ وہ بزرگوں کی جگہ لینے کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں تاکہ وہ عظیم الشان کام جو ان بزرگوں نے شروع کر رکھا ہے، جاری رہے اور اسلام کی تبلیغ دنیا کے تمام ممالک میں کی جائے۔

اس اجلاس کی آخری تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ نے کی، آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر بتایا کہ قرآن کریم اللہ تعالےٰ نے تمام مرد وزن، عالموں، جاہلوں اور مشرق و مغرب کے تمام لوگوں کی رُوحانی تربیت کے لئے بھیجا ہے۔ اور شروع ہی میں بتایا ہے کہ وہ سب کا پالنے والا اور تربیت کرنے والا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے آسمان سے بارش کے نزول اور زمین سے غلہ کی پیدائش کا ذکر کیا اور بتایا کہ اللہ تعالےٰ کی اس رحمت اور فضل سے تمام مخلوق فائدہ اُٹھاتی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم بھی تمام مخلوق کے لئے ہے اور حضرت نبی کریم صلعم تمام جہان کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر آئے ہیں۔ آپ کا نمونہ دنیا کے لئے فائدہ کا موجب ہے حضور صلعم نے ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی اور بادشاہ ہو کر بھی سادگی ہی اختیار کئے رکھی، تبلیغ حق کے سلسلہ میں آپ کو تمام انبیاء سے بڑھ کر تکالیف اُٹھانی پڑیں، تاہم آپ نے حق کو نہ چھوڑا اور جب دشمنوں پر آپؐ کو فتح حاصل ہوئی تو کوئی بدلہ ان سے نہیں لیا بلکہ فرمایا کہ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں، آپ دنیا کے لئے رحمت بن کر آئے اور خدا تعالےٰ کی رحمانیت و ربوبیت کا پورا نمونہ اپنے وجود اور عمل سے دکھایا، آپ کے وجود سے بُت پرستی عرب سے مٹ گئی، بدکاری ختم ہوگئی اور اس کی جگہ توحید الٰہی اور اللہ تعالےٰ کی پرستش نے لے لی۔

حضرت امیر نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا دین زندہ ہے، اور ہر زمانہ میں اس کو نئی زندگی دینے والے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں، ہمارے اس زمانہ میں بھی ایک امام اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوا جس کا وجود آنحضرت صلعم کے دین کو تازہ کرنے اور فروغ دینے کا موجب ہے، آپ نے فرمایا کہ مَیں حضرت امام کے فرمودہ کے مطابق انگلستان میں تبلیغ کے لئے گیا اور وہاں خدا کے فضل سے بہت سے انگریز مسلمان ہوئے جن میں لارڈ ہیڈلے جیسے امیر الامراء اور مسٹر مارمڈیوک جیسے فاضل انسان خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ایسا ہی برلین میں ایک نہایت خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی جو اسلام کی عظمت کا نشان اور جرمنی میں اشاعت اسلام کا اہم ذریعہ ہے، جس کے ذریعہ کئی جرمن مسلمان ہو چکے ہیں، آخر میں آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالےٰ اس جماعت کا حامی ناصر ہو اور سب افراد جماعت کے گھروں پر رحمت نازل فرمائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر کے بعد اشاعت اسلام کے لئے چندہ کی تحریک ہوئی جس پر تمام حاضرین نے لبیک کہتے ہوئے سیم وزر کے ڈھیر لگا دیئے، جو اس جماعت کی محبت اسلام اور دینی جذبہ کا کھلا ثبوت ہے۔

آخر میں اس اجلاس کے صدر ڈاکٹر ایم اے عزیز صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ حضرت مجدد زمان نے ہمیں انقلابی تعلیمات دی ہیں جو اسلام کی زندگی اور فروغ کا موجب ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں ایسی

زندگی بسر کرنی چاہیئے، جس میں ہمارے عمل سے صفاتِ الٰہی کا ظہور ہو، یہ وقت ہے کہ ہم اپنے آپ کو بدلیں اور اور زمانہ کی ضروریات کے پیشِ نظر اسلام کو دنیا میں پہنچائیں، اور خود اپنی زندگیاں اس کے مطابق بنائیں، اللہ تعالےٰ نے ہمیں فی احسن تقویم پیدا کیا ہے ہمیں اپنے نیک اعمال سے اپنے آپ کو اس کے مطابق بنانا چاہیئے، آپ نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے بالخصوص انہیں تلقین کی کہ وہ اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ کل کو کارکنان انجمن کی جگہ لینے کے لئے اہل ثابت ہوں،

اس کے بعد دوسرے روز کا پہلا اجلاس ختم ہوا اور حاضرین کو تناول طعام اور ادائگی نماز کے لئے وقفہ دیا گیا۔

دوسرا اجلاس اڑھائی بجے بعد دوپہر زیر صدارت خان غلام ربانی خانصاحب شروع ہوا جس میں محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے اپنی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے جنوبی امریکہ میں جماعت کے فروغ کی تفصیلات بیان کیں۔

ان کے بعد ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "اللہ تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت" میں وہ حالات بیان کئے جن کا حضرت مجدد زمان نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے علم پاکر اس وقت ذکر کیا جب دنیا کے علوم اور سائنس اسکے خلاف تھی، لیکن بعد میں علم و سائنس نے انہی باتوں کی تائید کی ڈاکٹر صاحب کا لیکچر ایک مبسوط مضمون کی صورت میں ۱۹؍ دسمبر کے پیغام صلح میں چھپ چکا ہے اور بعد میں ایک نقشہ کی صورت میں آپ نے چھپوا کر شائع کر دیا جس کے مطالعہ سے ہستی باری تعالےٰ پر زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے۔

اس کے بعد دوبارہ تبلیغ اسلام کے لئے چندہ کی تحریک ہوئی، جو لندن میں تعمیر مسجد اور تبلیغی سلسلہ کو فروغ دینے کے لئے تھی۔ اس تحریک پر بھی حاضرین نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا اور ایک بہت بڑی رقم نقد اور وعدوں کی صورت میں جمع ہو گئی۔

فالحمد للہ ربّ العالمین

(باقی آئندہ)

ٹرینیڈاڈ، سرینام اور گیانا سے آنے والوں سے معذرت

بعض وجوہات کی وجہ سے میں آپ کو بدوملہی میں نہیں بلا سکا۔ جس کا مجھے سخت افسوس ہے۔ سنہ ۱۹۵۹-۶۰ء میں شیخ غلام قادر ڈار مرحوم کے ذریعے ہمیں آپ کی جماعتوں اور کچھ صاحبان کا علم ہوا تھا اور اس کے بعد شیخ محمد طفیل صاحب سے زرینہ یوسف سیکرٹری جماعت احمدیہ ٹرینیڈاڈ کا علم ہوا تھا۔ سنہ ۱۹۵۹ء میں میں نے ایک تحریر حضرت مسیح علیہ السلام کی دیکھی جس میں لکھا تھا کہ اگر آدمی کسی بھائی کے لئے دعا کرے تو اس کی دعا نہ بھی منظور ہو تو فرشتہ اس کے لئے دعا کرتا ہے اے اللہ اس کے لئے ایسا ہی کر تو فرشتے کی دُعا قبول ہو جاتی ہے۔

میں نے سنہ ۱۹۵۹ء سے ہر اس شخص کے لئے جو دین کا کام کر رہا تھا دعائیں شروع کیں، ان میں جناب عزیز احمد صاحب ڈاکٹر عزیز صاحب، عبدالرحیم جگو صاحب، بلین صاحب، عبدالرشید صاحب اور محمد گیانا صاحب وغیرہ شامل ہیں۔ یا اللّٰہ ان کی مدد فرما اور انکے ساتھیوں کی مدد فرما اور جہاں جہاں میری جماعت ہے یا کوئی فرد ہے اس کی مدد فرما اور ان کی اولاد کی بھی مدد کر اور ان سب پر رحمتیں نازل کر اور دنیا میں آرام دے اور آخرت میں بھلا کر۔

اور اب میں ٹرینیڈاڈ، سرینام اور گیانا سے جو صاحبان یہاں آئے ہوئے تھے ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ ٹرینیڈاد سے ڈاکٹر عزیز، زرینہ یوسف اور اس کے ساتھ جو خواتین و حضرات۔ عبدالرحیم جگو صاحب اور ان کے ساتھ جو خواتین و حضرات ہیں اور عبدالرحمٰن صاحب ہالینڈ کے لئے میں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے جب تک میری زندگی ہوگی میں ان کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔ تہجد ہو یا اشراق وغیرہ۔ اے اللہ ان کی مدد فرما اور ان کی اولاد کی مدد فرما، اور ان سب پر رحمت نازل فرما اور ان کی اولادوں پر رحمتیں نازل کر اور ان سب کو اپنا بنا لے اور ان سب سے خدمتِ اسلام کا کام لے اور ان کو تمام دنیا کے لئے نمونہ بنا دے۔ خاکسار

شیخ اللہ بخش، بدوملہی

ضلع سیالکوٹ تحصیل نارووال

جماعت احمدیہ لاہور سے وابستگی اور جماعت ربوہ سے علیحدگی

راقم الحروف منیر احمد باجوہ ابن چوہدری نصیر احمد صاحب باجوہ حال مقیم ربوہ ضلع جھنگ مندرجہ ذیل اظہار بذریعہ اخبار پیغام صلح کرتا ہے۔

میرے دادا چوہدری فضل احمد صاحب باجوہ مرحوم سابق امیر جماعت سیالکوٹ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص عشاق میں سے تھے۔ میرے والد چوہدری نصیر احمد صاحب باجوہ واقفِ زندگی جماعت ربوہ سے منسلک ہیں میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی خواہ وہ نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا۔

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کے فرستادہ اور مجدّد صد چہاردہم تھے آپ نے کبھی بھی نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی آپ نبی تھے۔

۳۔ ہر کلمہ گو مسلمان ہے

چونکہ جماعت احمدیہ لاہور ان عقائد کی حامل ہے اس لئے میں انشراحِ صدر کے ساتھ اس جماعت سے اپنی وابستگی کا اعلان کرتا ہوں۔ والسلام

منیر احمد باجوہ۔ سدوکی۔ ضلع گجرات

۲۸-۱۲-۷۳

میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب کا پیغام

محترم میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی نے راولپنڈی سے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"میں اب بفضلہٖ تعالےٰ ہسپتال سے گھر آگیا ہوں اور رُو بصحت ہوں۔ میں احباب کے خطوط عیادت کا الگ الگ جواب نہیں دے سکتا اس لئے اخبار کے ذریعہ سے آپکی عیادت اور دعاوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آئندہ بھی اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھیں۔"

ممتاز احمد فاروقی

جلسہ سالانہ پر بیعت کرنیوالے

جلسہ سالانہ میں ذیل کے اصحاب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت کی:۔

(۱) ہدایت الرحمٰن ولد سید عمر صاحب۔ مشیر تمنڈ ڈاک خانہ نواکلی تحصیل صوابی ضلع مردان (صوبہ سرحد)

(۲) عبدالعزیز صاحب ولد ڈاکٹر محمد دین صاحب فار فرسٹ ایر میڈیکل سٹوڈنٹ گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد۔

(۳) کلثوم اختر صاحبہ زوجہ ممتاز احمد باجوہ۔ سکنہ بدوملہی۔ تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ

(۴) منیر احمد صاحب باجوہ سکنہ سدوکی ضلع گجرات۔ جن کا اعلان اُوپر درج ہے۔

الیکٹرک پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۷۴ء | نمبر ۳

وہ انسان جو اللہ کا ولی کہلاتا ہے

وہ اپنی ہر بات اور ارادہ پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتا اور اس سے مشورہ لیتا ہے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجددِ زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاداتِ گرامی

بخاری میں ایک حدیث ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ سے محبت کا رابطہ پیدا کر لیتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس کے اعضاء ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے۔ کہ میں اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتیٰ کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب انسان جذباتِ نفس سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے۔ اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ایک فعل خدا کے منشاء کے موافق ہوتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خدا تعالےٰ اسے اپنا فعل ہی قرار دیتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے قربِ الٰہی کا۔ جہاں پہنچ کر سلوک کی منزلوں کو پورے طور پر طے نہ کرنے والوں نے یا تو ٹھوکر کھائی ہے۔ یا الٰہیات سے ناواقف اور قربِ الٰہی کے مفہوم کو نہ سمجھنے والوں نے غلط فہمی سے کام لیا ہے۔ اور وحدتِ وجود کا مسئلہ گھڑ لیا ہے۔ اس بات کو بھی ہرگز بھولنا نہ چاہیئے کہ جہاں انسان ابتلاء میں پڑتا ہے۔ وہ فعل خدا کے ارادہ سے موافق نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ کی رضا اس کے خلاف ہوتی ہے۔ ایسا شخص اپنے جذبات کے نیچے ہوتا ہے۔ نہ کہ منشاء الٰہی کے تحت۔ لیکن وہ انسان جو اللہ کا ولی کہلاتا ہے اور خدا جس کی زندگی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ وہ وہ ہوتا ہے۔ جس کی کوئی حرکت و سکون بلا استصواب کتابِ الٰہی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی ہر بات اور ارادہ پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے مشورہ لیتا ہے۔

پھر آگے کہا ہے کہ اس کی جان نکالنے میں اللہ تعالےٰ کو بڑا تردّد ہوتا ہے اللہ تعالےٰ تردّد سے پاک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مصلحت کے لئے اس کو موت دی جاتی ہے۔ اور ایک عظیم مصلحت کے لئے اس کو دوسرے جہان میں لے جایا جاتا ہے۔ نہیں تو اس کی بقا خدا کو بڑی پیاری لگتی ہے۔ پس اگر انسان کی ایسی

(باقی برصفحہ ۴ کالم ۳)

بحرِ حکمت کے موتی

اہلِ جنّت کی سب سے بڑی نعمت

رضائے الٰہی

عن ابی سعید ن الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یقول لاھل الجنّۃ یا اھل الجنّۃ یقولون لبّیک ربّنا وسعدیک فیقول ھل رضیتم فیقولون مالنا لانرضی وقد اعطیتنا ما لم تعط احداً من خلقک فیقول انا اعطیکم افضل من ذالک قالوا یا ربّ وای شئ افضل من ذالک فیقول احلّ علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابداً۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جنّت والوں سے فرمائے گا اے جنّت والو وہ کہیں گے ہمارے ربّ ہم قبول کرنے اور فرمانبرداری کے لئے حاضر ہیں اللہ فرمائے گا کیا تم خوش ہو، وہ کہیں گے ہم کیوں خوش نہ ہوں اور تو نے ہمیں وہ دیا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ فرمائے گا میں تم کو اس سے بہتر چیز دوں گا، انہوں نے کہا اے ہمارے ربّ اس سے زیادہ

(باقی برصفحہ ۴ کالم ۲)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعتِ احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددینِ اُمت کو ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔
۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحادِ ملّت میں فتنہ پیدا کرتا ہے ؛

مکتوبِ امریکہ

از جناب محمد عبداللہ صاحب

مکرمی مولینا دوست محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خاکسار کا دلی ارادہ اس سال کے سالانہ اجتماع میں شمولیت کا ہو گیا تھا۔ ٹکٹ بھی لگوا لئے تھے۔ لیکن چند ایک امور مانع کی وجہ سے جماعت کے اس اجتماع میں شامل نہیں ہو سکا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دعا فرماویں کہ خداوند کریم اگلے سال کی ابتدا میں مجھے آپ لوگوں کی ملاقات کا شرف عنایت فرمادے۔

ایک دردناک حادثہ

خاکسار کے ایک نہایت مخلص دوست جن کا اسم گرامی محمد اریکات ہے۔ فلسطین کے مہاجر ہیں۔ قرآن کریم نہایت خوش الحانی سے تلاوت کرتے ہیں۔ دینی معاملات پر ان کو کافی عبور ہے۔ اور مذہبی امور کی سر انجام دہی کے لئے خاکسار کے معاون اور مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے داماد کی اشیائے خوردنی کی دکان شہر فرانسسکو میں گورنمنٹ بلڈنگ کے سامنے واقع ہے اتوار بتاریخ ۲۵ نومبر دن کے ساڑھے نو بجے جونہی مسٹر محمد اریکات کے داماد مسٹر سلیم حسن اریکات نے دوکان کھولی۔ تین نیگرو بھی سودا لینے کے بہانے سے دوکان کے اندر داخل ہو گئے۔ سلیم اریکات کو رسّی سے باندھ دیا۔ اور اس کے سر کو گولی کا نشانہ بنا کر جان سے مار ڈالا۔ اس کے ہاتھ کی گھڑی اور 1300 ڈالر کیش بکس سے نکال کر بھاگ گئے۔ جب آدھ گھنٹہ کے بعد اس حادثہ کی خبر پولیس اور مرحوم سلیم اریکات کے اہل و عیال کو پہنچی، تو دوکان کے سامنے ایک بھاری اجتماع ہو گیا اور اس صدمہ کا جو مظاہرہ انہوں نے کیا الفاظ بیان نہیں کر سکتے۔

تین روز کے بعد مرحوم کا جنازہ اسلامک سنٹر میں لایا گیا۔ نماز جنازہ سے پہلے خاکسار نے قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی تلاوت کے بعد جنازہ میں شریک ہونے والوں کو حسب ذیل الفاظ میں مخاطب کیا:۔

أحبائی أسرۃ الفقید۔ وأصدقاءہ ومحبیہ!

لقد اجتمعنا الیوم لتشییع جنازۃ المرحوم سلیم حسن اریکات۔ ألذی أغتیل بدونہ رحمۃ۔ فی محل عملہ صباح یوم الاحد الماضی۔ انّ مأساۃ فقدان صدیقنا المرحوم سلیم حسن اریکات۔ قد ترکت قلوبنا ملیۃ بالاحزان والأسی والأسف۔ ان سلیم حسن اریکات من الشخصیات ألتی لا تعوض ولکن ما یصبّرنا ھو أننا سنتقابل جمیعاً بین ایادی اللہ عزّ و جلّ۔ ان اسرۃ الفقید لفی حالۃ صدمۃ کبیرہ من المصیبۃ الألیمہ وھذا امر طبیعی۔ لفظاعۃ الجریمہ ألتی قضت علیٰ حیاۃ المرحوم سلیم اریکات۔ ولکن ما یصبّرنا فی ذالک قول اللہ عزّ و جلّ فی تنزیل آیاتہ الکریمہ۔

"ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

فللفقید الرحمۃ ولأسرتہ وأٰلہ الصبر والسلوان۔

یہ میری عربی زبان میں پہلی تقریر تھی۔ جو میں نے موقعہ اور محل کے مناسب ادا کی۔ اس کے بعد جنازہ کو مقامی قبرستان میں لے گئے۔ جس کے پیچھے ۵۹ موٹر کاروں کا قافلہ تھا۔ یہ دردناک منظر عربوں جیسی صابر قوم کے کسی جنازہ میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ خداوند کریم مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اتوار کی تین تقریبات

گذشتہ اتوار میری سخت مصروفیت کا دن تھا۔ سب سے پہلے یہاں سے سان فرانسسکو کے ایک سیرین چرچ میں جانا تھا۔ جہاں عربوں نے ان مصری اور سیرین کیلئے میموریل سروس کا وقت مقرر کر دیا تھا۔ جو عرب اسرائیل کی اس لڑائی میں شہید ہوئے۔ اس چرچ میں تقریباً دو سو عیسائی اور پچاس کے قریب مسلم عرب موجود تھے۔ سب سے پہلے چرچ کے عرب پادری نے شہداء کے لئے عربی اور انگریزی میں دعائیں مانگیں اور بتایا کہ عرب قوم جنگ و جدال سے نا واقف ہے۔ اس امن پسند قوم کو مجبوراً لڑنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ ان کے بعد ڈاکٹر حمدی تیمی پریذیڈنٹ اسلامک سنٹر اور مسٹر سید حسین داس پریذیڈنٹ اسلامک سنٹر کی مختصر تقریریں ہوئیں۔ مسٹر احمد مرزا نے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی۔ خاکسار نے قرآن مجید کی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ اسلام صرف دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے اور اپنے مقبوضہ گھروں کو جن سے وہ نکالے جائیں انہیں واپس لینے کی خاطر لڑائی کی اجازت دیتا ہے۔ ان حالات میں گذشتہ اکتوبر کی لڑائی میں عربوں کو کسی صورت میں ظالم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وہ اپنے مقبوضات کو حاصل کرنے کے لئے جس قدر جد و جہد کریں کم ہے۔ اس کے بعد خاکسار نے شہداء کے لئے دعا مانگی۔

سریلی آواز سے تقریر

اس عربی کرسچن چرچ میں مجھے پادری صاحب سے انگریزی اور عربی زبان میں سریلی آواز سے تقریر سننے کا موقعہ ملا۔ جب کہ وہ میموریل سروس سے پیشتر اپنے چرچ کے پروگرام کے مطابق کر رہے تھے۔ عربی تو درکنار انگریزی الفاظ کو بھی سریلی طرز میں ڈھال دیتے تھے۔ اس نظارے کو دیکھ کر مجھے ہندو پاکستان کے ان واعظین اور علماء کا نقشہ سامنے آگیا جو سریلی آواز سے وعظ کرتے ہیں۔ اور نثر کو بھی نظم کی طرح ادا کرتے ہیں۔

دوسری تقریب۔ قبولیت اسلام

اسی اتوار کو ایک بجے مجھے سان فرانسسکو سے ۸۰ میل دور سینٹا کروز (SANTA CRUZ) جانا تھا۔ یہ شہر سمندر کے کنارے پر واقع ہے اور ...... REDWOOD جنگلات کے مرکز میں ہونے کی وجہ سے ٹورسٹس کا مرکز بنا ہوا ہے۔ موسم گرما کے دوران سینکڑوں لوگ امریکہ کے مختلف مقامات سے یہاں آتے ہیں۔ بعض درخت ایسے ہیں۔ کہ ان کے تنے میں سے موٹر کاریں گذر سکتی ہیں۔ اور بعض درختوں کے تنوں میں کمرے بنے ہوتے ہیں۔ اس سے آپ ان درختوں کے تنوں کے محور کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جو سینکڑوں برس پرانے لیکن ہرے بھرے اور بلند ہیں۔ اس شہر میں سبُود گروپ کے ممبران نے حال ہی میں ایک سکول کی وسیع عمارت خرید لی ہے۔ اور ان کے لیڈر ایک چینی مسلمان مسٹر حسین چنگ ہیں۔

اسی جماعت کے مسٹر احمد مارٹن کافی عرصہ سے مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن ان کی بیوی نے تا حال اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ مسٹر مارٹن کی تمنا یہ تھی کہ ان کی بیوی بھی اسلام قبول کر لے۔ میں نے ان کو اسلامی لٹریچر ایک ماہ قبل بھیج دیا تھا۔ آخر ان کی بیوی نے اس روز اپنے مرکز کی اتوار کی میٹنگ کے بعد اسلام قبول کرنے اور اسلامی نکاح پڑھانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور مجھے سیرین چرچ سے سینٹا کروز لے جانے کے لئے اپنی جماعت کے ایک ممبر کو بھیج دیا۔ تا کہ وہ وقت مقررہ پر اپنی موٹر کے ذریعہ وہاں پہنچا دیں۔

دو گھنٹہ کے سفر کے بعد خاکسار سبُود گروپ کے مرکز پر پہنچا۔ وہاں تقریباً پچاس زن و مرد خاکسار کی انتظار کر رہے۔ سب سے پہلے خاکسار نے اسلام کے فضائل بیان کئے اور مسز مارٹن نے اپنے گروپ کی موجودگی میں جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ تھے۔ اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد میں نے خطبہ نکاح پڑھا اور اسلامی رواج کے مطابق ان دونوں کو سلسلہ ازدواج میں انکی ذاتی خواہش کے مطابق منسلک کر دیا۔

مجلس میں قہقہہ

اب مبارک بادی کا وقت تھا۔ پیشتر اس کے کہ دولہا دلہن کو مبارک بادی کے لئے مہمان قدم اٹھاتے، مسٹر حسین چنگ دولہا دلہن کے دو بچوں کو اٹھا کر لے آئے جن کی عمریں دو سال اور چھ ماہ

(باقی بر صفحہ ۔ کالم ۔)

زندہ و فعال جماعت اور قدرتِ ثانیہ کا اظہار

لندن اور ہالینڈ مشنز کا قیام

فانظر الی اثر رحمۃ اللہ کیف یحی الارض بعد موتہا، ان ذالک لمحی الموتی وھو علی کل شیٔ قدیر۔ (الروم: ۵۰)

ترجمہ: تو خدا کی رحمت کی نشانیوں کو دیکھ! کیسے وہ مُردہ زمین کو زندہ کرتا ہے پس اسی طرح خدا مُردوں کو زندہ کیا کرتا ہے اور وہ ذات بابرکات ہر بات کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔

کم من فئۃ قلیلۃ غلبۃ فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصّٰبرین۔ (البقرۃ: ۲۴۹)

ترجمہ: کتنی مرتبہ ایک قلیل گروہ خدا کے اذن سے کثیر جماعت پر غالب آ گیا، بے شک خدا صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔

جن اصحاب نے جماعت احمدیہ لاہور کے گذشتہ سالانہ جلسہ میں شرکت کی، ان سب نے بلا استثناء کس طرح برملا اس امر کا شدت سے احساس کیا کہ یہ ایک زندہ و فعال جماعت ہے چنانچہ اس مرتبہ ٹرینیڈاڈ، گیانا، سرینام اور ہالینڈ کی احمدیہ جماعتوں کے نمائندگان کے علاوہ یو۔ایس۔اے (U.S.A) اور انگلستان کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ ان تمام احباب کی تعداد تیس افراد پر مشتمل تھی۔ یہ ممالک یہاں سے بارہ ہزار میل کی مسافت پر واقع ہیں، فی کس کرایہ آمد و رفت قریباً دس ہزار روپیہ بن جاتا ہے،

اپنے اپنے کار و بار کے ہرج اور سخت موسم کی شدت اور سفر کی صعوبتیں علاوہ ہیں، مگر یہ سب کچھ ان اصحاب کے نزدیک بخوشی قبول خاطر ہوا کیونکہ بجز خدمتِ دین اور اشاعتِ دینِ اسلام اور کوئی غرض ان کے مدِ نظر نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود ایسی کٹھن مصائب و مالی مشکلات کے ان اصحاب کا جوشِ صداقت اور ولولۂ خدمتِ دین ٹھنڈا پڑنے کی بجائے مزید حرکت میں آیا۔ چنانچہ اپیل چندہ پر ان نمائندگان کی طرف سے مزید رقوم دی گئیں، یہ مسٹر عزیز احمد صاحب آف سدرن سیل ٹرینیڈاڈ کی خطیر رقم ستر ہزار روپیہ اور قیمت خرید زمین برائے لندن مشن کے علاوہ ہیں۔ اسی طرح ہالینڈ میں سے شرکت کرنے والے احبابِ سلسلہ نے ہالینڈ مشن کھولنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ان اصحاب کی ایسی بے مثل قربانیوں کے بارہ میں یہ آیت قرآنی صادق آتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے:۔

فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصّٰبرین۔

جو مصائب و مشکلات خدا کی راہ میں ان لوگوں کو پیش آئیں ان سے ان کے قدم نہ تو سست پڑے اور نہ ہی کمزور، نیز نہ وہ خود جھکے، خُدا صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب نائب امیر کی پُر زور اپیل پر احباب پاکستان کی طرف سے قریباً ایک لاکھ کی رقوم جمع ہو جانے کی توقع ہے۔ کیا ان عالی اقدامات سے یہ امر ایک مرتبہ پھر سے روزِ روشن کی مانند واضح نہیں ہو گیا کہ واقعات کی رُو سے **جماعت احمدیہ لاہور** کی نسبت یہ کہنا نہایت درست ہے کہ **یہ ایک زندہ و فعال جماعت ہے جو خُدا کے دین کی تبلیغ و اشاعت پر کمربستہ اور قائم و دائم ہے۔**

جماعت احمدیہ لاہور کی بنیاد ۱۹۱۴ء میں کن انتہائی نامساعد حالات میں پڑی؟ حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکیلے تن تنہا قادیان سے لاہور تشریف لائے جب آپ کے اس معقول مطالبہ وحدتِ جماعت کو ماننے سے انکار کر دیا گیا کہ جبکہ آپ عقیدۂ تکفیر کلمہ گویاں میں سربراہِ جماعت قادیان میاں محمود احمد صاحب سے متفق نہیں تو کیسے ان کے ہاتھ پر بیعت کر سکتے ہیں، البتہ انہیں جماعت احمدیہ کا امیر مان کر ان کے ماتحت کام کرنے کو تیار ہیں؟ لاہور میں چلے آنے کے بعد حضرت مولینا رح اور آپ کے چند رفقاءِ لاہور نے ازسرِ نو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد ڈالی۔ اس وقت یہ برملا کہا گیا تھا کہ لاہور میں کوئی جماعت نہیں بن سکتی۔ چند روز میں یہ لوگ منتشر ہو جائیں گے۔ بلکہ لیمسر قنھم کی پیشگوئی بھی کی گئی تھی۔ لیکن جب یہاں جماعت فی الواقع وجود میں آ گئی تو پھر کہا جانے لگا کہ اب اگلی نسل تک یہ جماعت قائم نہ رہے گی۔ اگر مسلمانوں کی عام حالت کو دیکھا جائے تو اس کے پیش نظر کسی اعلیٰ دینی جماعت کا قیام ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان ناسازگار حالات کے باوجود جماعت احمدیہ لاہور نے قائم ہو کر کس قدر ٹھوس کام گذشتہ نصف صدی سے زائد عرصہ میں اشاعت اسلام اور ترویجِ علمِ قرآن کا کیا، اس کے متعلق جملہ مسلم اکابرین کی آراء ہم کسی گذشتہ قریبی اشاعت میں شائع کر چکے ہیں۔

خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اب جماعت احمدیہ لاہور کی شاخیں بیرونی ممالک میں بھی ایسی مضبوطی سے قائم ہو چکی ہیں کہ ان کی تعداد پچیس تیس ہزار افراد کے لگ بھگ ہو چکی ہے۔ دنیا کا کوئی ملک نہیں **جہاں اس جماعت کا شائع کردہ لٹریچر قبولیت عامہ کی سند حاصل نہ کر چکا ہو۔** انگریزی، ڈچ، جرمن تراجم پہلے سے ہی غیر ممالک میں رائج ہیں۔ "دی ریلیجن آف اسلام" مصر میں اس وقت طبع ہو کر شائع کی جا چکی ہے۔ ترکی اور فارسی زبانوں میں اس جماعت کے علم کلام کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ غرضیکہ جماعت احمدیہ لاہور کے معتقدات اور اس کا لٹریچر دنیا بھر میں قبولیتِ عامہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، اگر دینِ اسلام کی کوئی تصویر اس وقت قابلِ قبول ہے تو وہ وہی ہے جو اس جماعت کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ اگر قرآن کریم کی کوئی تفسیر مسلم و غیر مسلم دنیا میں عزت کے ساتھ دیکھی جاتی ہے تو یقیناً وہ وہی ہے جسے حضرت مولانا محمد علی رح نے بیان کیا ہے۔ اس قدر عظیم و عالمگیر علمی و روحانی انقلاب کیا بغیر تائیدِ ربّی و نصرتِ خداوندی ہو سکتا ہے؟ اس جماعت کی تو بیرونی شاخوں نے بھی اب غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کے مراکز قائم کرنے کا عزم کر لیا ہے، کیا یہی امر قدرتِ ثانیہ کا اظہار نہیں ہے؟ اس قلیل تعداد جماعت کا ساٹھ برس سے زائد عرصہ تک قیام اور اس کا اپنے مقاصد عالیہ اشاعتِ دین و ترویجِ قرآن پر دوام، کیا ایک معجزہ ربّی سے کچھ کم بات ہے؟

اللہ تعالےٰ کی نصرت و تائید جو اس جماعت کو حاصل ہوئی اور حاصل ہو رہی ہے اس وجہ سے ہے کہ اس جماعت کا قدم صحیح اسلامی معتقدات پر قائم اور اس کے مقاصد و عزائم خالصتاً دینِ اسلام کی خدمات کے حامل ہیں چنانچہ قارئین کرام کے غور کے لئے اس جماعت کی مفصلہ ذیل پانچ منفرد خصوصیات قابلِ غور ہیں:۔

۱۔ تکمیلِ دینِ اسلام و حفاظتِ فرقانِ حمید۔ کمالِ نبوت و ختمِ رسالت بہ ذاتِ عالی مقام حضرت سرورِ کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ اتحادِ کلمہ گویاں اور وحدتِ ملتِ اسلامیہ۔ ہر کلمہ گو دائرہ اخوتِ اسلامیہ کا فرد ہے جسے کوئی شخص اس دائرہ سے خارج کرنیکا قطعاً مجاز نہیں۔

۳۔ اصلاح المسلمین۔ اُمّتِ مسلمہ کی سچّی اصلاح ان افراد کے دامن سے وابستہ ہے جنہیں خدا تعالےٰ ہر صدی کے سر پر مجدّد مبعوث کیا کرتا ہے۔ اس سنّتِ جاریہ کے مطابق چودھویں صدی میں ایک عظیم مجدّد احیاءِ دینِ اسلام و اصلاحِ اُمت کے لئے خدا نے حضرت مرزا غلام احمدؒ کی عالی شخصیت میں مبعوث فرمایا۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو حضرت مجددِ زمان کے دامن سے وابستہ کر کے اسلامی نشأۃ ثانیہ کا دَور لانے میں ممد و معاون ہوں۔

۴ - دینِ اسلام کی ترقی کا راز محاسنِ تعلیم فرقان کے اُجاگر کرنے میں مضمر ہے اس لئے اس زمانہ کا عالی جہاد، تبلیغ و اشاعتِ دینِ متین ہے - چنانچہ اس بارہ میں جماعت احمدیہ لاہور نے مسلمان قوم کی عملی رہنمائی کا حق ادا کیا ہے - ۱۹۱۷ء میں انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن شائع ہوا، ۱۹۲۲ء میں اُردو بیان القرآن ۔ ۱۹۳۵ء میں ڈچ ترجمہ اور ۱۹۴۰ء میں جرمن ترجمہ - اسی طرح اشاعت اسلام کے میدان میں ۱۹۱۲ء میں پہلا تبلیغی مشن انگلستان میں قائم ہوا اور پہلی مسجد ۱۹۲۴ء [illegible]

کہ نہ صرف مذکورہ بالا پانچ خصوصیات، جماعتِ احمدیہ لاہور ایسی ہیں جن کے صحیح اور راست ہونے میں کسی بھی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ تمام خصوصیات جمیع مسلمانوں میں مشترک طور پر مسلّم ہیں، بلکہ یہ وہ خصوصیات ہیں جن کے ماسوا ان کے برخلاف کوئی دیگر معتقدات مقبول و مسلّم ہو ہی نہیں سکتے جس جس جگہ بھی اِنکے مخالف ضد و تعصّب اور فرقہ بازی کا اظہار کسی جماعت نے کیا ہے، اسے آخرکار جماعتِ احمدیہ لاہور کی خصوصیات مشترکہ اسلامیہ کی طرف ہی رجوع کرنا پڑا ہے - پس نہ صرف تائیدِ ایزدی کے لحاظ سے بلکہ اعتقادی صحت و قبولیت کے لحاظ سے بھی جماعتِ لاہور کا غلبہ مقدّر ہے ⁂

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو

" مسئلہ کشمیر اور قادیانی امت"

کے نام سے جولائی ۱۹۷۳ء میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے، جس میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حق میں پیغام صلح مجریہ ۷ر جون ۱۹۳۴ء کے ایک مضمون سے ایک حوالہ اس کے سیاق و سباق سے الگ کرکے درج کرنے کے بعد اسے بطور دلیل پیش کیا گیا ہے - یہ عجیب سنگدلانہ جرأت اور خدا تعالےٰ کے خوف سے بے نیازی کا ثبوت ہے کہ جس مضمون میں ختم نبوّت کے عقیدہ کو بدلائل ثابت کیا گیا ہے اور اس کا عنوان ہی اجرائے وحی نبوّت کا فتنہ ہے - اور مضمون کے اصل مخاطبین کو ان کے خطرناک عقائد کے منطقی نتیجہ سے خبردار کرنے کے لئے جو الفاظ تحریر کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں - کہ اس طرح تو لازم آئے گا کہ (لو کان محمد حیاً لما وسعہ الا اتباع المسیح الموعود) ان مفروضہ الفاظ کو اس جماعت کا عقیدہ قرار دے کر مسلم عوام کو مغالطہ میں ڈالنا اور خدمتِ اسلام اور عقیدہ ختم نبوّت کی صحیح معنوں میں داعی جماعت کو کچلنے کے لئے ناواقف لوگوں کو اُبھارنا کہاں کی دیانت داری اور کونسی اسلام کی خدمت ہے - جس مضمون سے یہ حوالہ دیا گیا ہے وہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کا ہے - جنہوں نے زندگی کے آخری لمحہ تک عقیدہ ختم نبوّت کی تائید میں اور اجرائے وحی نبوّت کے خلاف نیز ردّ تکفیر اہلِ قبلہ پر بے شمار مضامین لکھے ہیں جو اکثر طبع شدہ موجود ہیں - مگر انہیں دیکھنے کی تکلیف کون کرے - مخالفین کو تو محض اپنے سیاسی مصالح کی خاطر ایک مظلوم جماعت کے خلاف اشتعال پھیلانا مقصود ہے، جو ان کی ناپاک طبع کا کھلا ثبوت ہے -

(عبدالرؤف کھوکھر)

پیغام صلح خود مطالعہ کرنیکے بعد دیگر احباب تک پہنچائیے

احمدیہ چارٹ

جس کا

[illegible]

کو اپنی رُوحانی آنکھ سے ملاحظہ کر لیا، خُدا تعالےٰ کی جانب سے حضرت اقدسؑ کو ایسے وقتوں میں کیسی عظیم الشّان و عالمگیر پیشگوئیوں کا علم دیا گیا جو فتحِ اسلام، تبلیغِ اسلام اور ترویجِ علُومِ فرقان پر مشتمل ہیں!

کیونکر بیسویں صدی سائنس نے اُنیسویں صدی کی سائنس کے اُن نظریات کو جو خلافِ تعلیم قرآن تھے غلط ثابت کیا - کیونکر آج کے مغربی مفکّرین اور غیر مُسلم مصنّفین اس امر پر متفق ہیں کہ جس تباہی پر دجّالی تہذیب نے انسان کو لا کھڑا کیا ہے اگر اس سے کوئی محفوظیت کی جائے پناہ ہے تو صرف تعلیم اسلام و قرآن ہی ہے - یہ سب کچھ **احمدیہ چارٹ** میں نہایت دیدہ زیب پیرایہ میں دکھلایا گیا ہے - **حضرت اقدس مسیح موعودؑ** کا فوٹو بمعہ آپ کی پیشگوئیوں کے بھی دیا گیا ہے -

دفتر اخبار پیغامِ صلح سے صرف ایک روپیہ میں خرید فرمائیں

ایک غلطی کی تصحیح

محترمی و مکرمی جناب مولانا دوست محمدؐ صاحب ایڈیٹر پیغامِ صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

پیغامِ صلح مورخہ ۳۱ - اکتوبر ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں بندہ کا ایک مضمون بعنوان:

"مسئلہ ختم نبوّت"

ص۹ پر شائع ہوا تھا - اس کے نیچے ملا کی ایزادی آپ نے نہایت حق و حکمت سے فرمائی، جو مجھ سے در اصل رہ گئی تھی، نہایت موزوں اور اعلےٰ تکمیل فرمائی گئی تھی مگر جو آیت جناب والا نے لکھی وہ سہواً غلط درج ہوگئی ہے یعنی وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین کی بجائے انا ارسلنٰک رحمۃ للعٰلمین - جس سے مطلب آیت کا درست نہیں رہتا اور پھر آج کل تو "تحریفِ قرآن" کے الزامات لگانے والے ڈنڈے لئے احمدیوں کے گرد ہو رہے ہیں جیسا کہ آپ کے اداریہ "پیغامِ صلح" مورخہ ۵ر دسمبر سے واضح ہے لہٰذا تصحیح شائع فرما دیں - عین نوازش ہوگی -

بندۂ ناچیز - انور حسین - ۱-۱۲-۷۳ء
فرید ٹاؤن

شفیق مرزا (تقریر بموقعہ جلسہ سالانہ)

ایمان باللہ اور حضرت مسیح موعودؑ

قرآن مجید اور احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ ایمان باللہ کے درخت کو اگر تازہ نشانات کا پانی نہ ملے تو اس کی نشو و نما رُک جاتی ہے اور شکوک و شبہات کی زہریلی ہوائیں اسے خشک کر کے جڑ سے اُکھاڑ پھینکتی ہیں۔ اسی شجرِ ایمان کی آبیاری کے لئے ماموین کا ظہور ہوتا ہے تا خدا کی ہستی واہمہ و قیاس نہ رہے بلکہ محسوس و مشہود ہو جائے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ ہماری زندگی کے لئے امامِ زمانؑ کی وہی قدر و قیمت ہے جو طوفانی سمندر میں سفر کرنے والوں کے لئے لائٹ ہاؤس یا منارۂ نور کی ہوتی ہے اور یہ ایک بڑی عجیب بات ہے کہ مجدد صد چہاردہم کے لئے احادیث میں بھی بسنزل عند المنارۃ البیضاء کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور خود آپ کو بھی یہ الہام ہوتا ہے۔

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں بر منار بلند تر
محکم افتاد۔"

یہ استعارہ اس حقیقت کی طرف نہایت کھلا اشارہ ہے کہ دہالیت کی اس دبیز ظلمت اور بے یقینی کی اس عالمگیر تاریکی میں اللہ تعالے روشنی کا ایسا مینار کھڑا کرے گا جو ظلمت کدہ عالم میں رہنمائی کا واحد ذریعہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ؎

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

موجودہ دَور اس وقت تک کسی چیز کو تسلیم نہیں کرتا جب تک تجربہ اور مشاہدہ اس کی تصدیق نہ کرے۔ مختلف علوم کے ماہرین اس جستجو میں لگے ہوئے ہیں کہ عالمِ رُوحانی سے براہِ راست رابطہ قائم کریں، رؤیا کشف اور غیبی آوازیں سُننا یہ اب باقاعدہ موضوع بن گئے ہیں جن پر چوٹی کے سائنسدان کتابیں لکھ رہے ہیں۔

تذبذب اور تشکیک کے اس دَور میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت زمانے کی اسی پکار کا جواب ہے۔

مکالمہ الٰہیہ کے منکرین کے لئے یہ موقعہ ہے کہ وہ آپ کے مشاہدات و واردات کو SCIENTIFIC OBJECTIVITY سے پرکھیں جس طرح یہ ناممکن ہے کہ ATOMIC ENERGY کے جدید انکشافات کے بارہ میں اس سائنس کے ماہرین کے تجربات کو ردّ کر دیا جائے اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ عالمِ روحانی سے رابطہ کے بارہ میں اولیاء اللہ کے مشاہدات کو مسترد کر دیا جائے، کیونکہ ہر ایک فن میں اسی شخص کی شہادت معتبر سمجھی جاتی ہے جو اس فن کا محقق ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ابتداء ہی سے یہ مقدر تھا کہ وہ خدا کی ہستی پر لوگوں کا زندہ ایمان قائم کریں، یہی آپ کا مشن اور یہی آپ کی بعثت کا مقصد تھا۔ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کس طرح لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں، فرماتے ہیں:-

"میں نے سونے کی ایک کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے، اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی قدر و قیمت یہ ہے کہ اگر میں اپنے بنی نوع بھائیوں میں تقسیم کر دوں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے زیادہ سونا اور چاندی ہے، وہ ہیرا کیا ہے سچا خدا اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا، پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں۔"

(اربعین ۲)

پھر لکھتے ہیں:-

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلےٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا ہے اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی ہے۔ یہ دولت لینے کے قابل ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو وہ تمہیں سیراب کر دے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دل میں بٹھا دوں اور کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں۔"

آیئے اب آپ کی زندگی پر ایک چھچھلتی ہوئی نگاہ ڈالیں کہ آپ نے خدا کی ہستی پر لوگوں کا ایمان قائم کرنے کے لئے کیا جدّ و جہد فرمائی۔

کہیں آنے والے واقعات کی خبر دینے والے پُر شوکت الہام شائع کئے جا رہے ہیں تا خدا کی ہستی ایک امر واقع بن جائے، کہیں منکرین کو مباہلہ کے لئے للکارا جا رہا ہے۔

ایک طرف "براہینِ احمدیہ" میں باریک سے باریک فلسفیانہ دلائل کے انبار لگ رہے ہیں تا کہ فلاسفر کے جدید عقلی اعتراضات کا تیا پانچا کیا جا سکے دوسری طرف آریوں کے آشوبِ چشم کے لئے "سرمہ چشم آریہ" تیار کیا جا رہا ہے۔

ادھر عیسائیوں سے مناظرات کی "جنگِ مقدس" جاری ہے تو ادھر باوا نانک کا چولا تلاش کر کے سکھوں کو فردوسِ گم گشتہ کا رستہ دکھایا جا رہا ہے۔

غرض ساری زندگی ایک ایسا نقشہ پیش کرتی ہے جیسے ایک سپاہی میدانِ جنگ میں ہر طرف تلوار چلاتا ہے تا بے یقینی کے گھٹا ٹوپ بادل چھٹ جائیں۔ اس تاریخی جنگ میں خدا کی ہستی کا چمکتا ہوا چہرہ اس طرح نظر آتا ہے کہ اس کی چشمک زنی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں:-

سر سید احمد خاں ہمارے ایک معروف قومی رہنما ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو پستی سے نکالنے کے لئے اس وقت جد و جہد شروع کی جب وہ ٹوٹی ہوئی شاخوں، گرے ہوئے پتوں اور بکھرے ہوئے پھولوں کی طرح تھے دشمنانِ دین کی ستم ظریفیوں سے ان کے دل کٹے ہوئے اور کلیجے پھٹے ہوئے تھے اور وہ اس قدر مایوس اور ناامید تھے کہ یوں محسوس ہوتا تھا گویا شوپن ہاور کی نامرادیوں سے سرشت میں دیوارِ گریہ کی مٹی کو میر تقی میر کے آنسوؤں میں تر کر کے گوندھا گیا ہو اور اس سے مسلمانوں کی آزردہ صورت تراش لی گئی ہو۔

ان حالات میں سر سید نے بہت کام کیا لیکن اپنی گراں بہا خدمات کے باوجود مادیت کے بپھرے ہوئے سمندر اور فلسفہ کی طوفانی لہروں کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور انہوں نے اپنے رسالہ "الدعا والاستجابۃ" اور "التحریر فی اصول التفسیر" میں دعا کو ایک بے بس کی آہ و زاری قرار دے کر معجزات و کرامات کی اس رنگ میں تعبیر کی کہ خود مذہب کا ڈھانچہ متزلزل ہو کر رہ گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی پریشان خیالیوں کے ردّ میں "برکات الدعا" کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس میں آپ نے سید صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:-

"یہ کہنا کہ اب وحی ولایت کی راہ مسدود ہو گئی ہے اور نشان ظاہر نہیں ہو سکتے اور دعائیں قبول نہیں ہوتیں یہ ہلاکت کی راہ ہے نہ سلامتی کی۔ خدا کے فضل کو ردّ مت کرو۔ اُٹھو، آزماؤ اور پرکھو۔ پھر اگر پاؤ کہ معمولی سمجھ اور معمولی باتوں کا انسان ہے تو قبول نہ کرو۔ لیکن اگر کرشمہ قدرت دیکھو اور اسی طاقت کی چمک پاؤ جو مویدانِ حق اور مکلمانِ الٰہی میں ظاہر ہوتا ہے تو قبول کر لو۔"

آپ نے یہ رسالہ سر سید مرحوم کو ارسال فرمایا اور لیکھرام کے بارہ میں اپنی پیشگوئی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ آپ اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک اس پیشگوئی کو اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے نہ دیکھ لیں۔

بڑی قبولیت دُعا کا نشان ہوگا اور آپ کے نظریات کے بطلان پر خدا کی فعلی شہادت! ؎

اے کہ گوئی گر دُعا ہا را اثر بودے کجاست
سُوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرت ہائے حق
قصہ کوتاہ کُن ببیں از ما دعائے مستجاب

تاریخ شاہد ہے کہ سر سید لیکھرام کے قتل کے بعد تک زندہ رہے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھا، یہ ہے خدا کی ہستی کا درخشندہ ثبوت! اس دنیا میں کوئی انسان اپنی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتا چہ جائیکہ کسی دوسرے کو کوئی گارنٹی دی جائے۔

اس نظریاتی ونکری جنگ کے بارہ میں ملک کے مشہور صحافی عبداللہ ملک اپنی کتاب "پنجاب کی سیاسی تحریکیں" میں لکھتے ہیں:۔

"سرسید نے عقل کی بنیاد پر قرآنی تعلیمات اور عبادات کی جتنی توجیہات اور تاویلات کی تھیں، مرزا غلام احمد نے ان کے پرخچے اڑا دیئے سرسید نے رسولِ خدا کے معجزات کو رؤیا کا فعل بتا کر تاویل کرنے کی کوشش کی لیکن مرزا غلام احمد نے ان معجزات کو عقلی دلائل کی بنیاد پر درست ثابت کیا"

پھر لکھتے ہیں:۔

"اب مرزا غلام احمد کی ان تعلیمات نے ان کے حق میں فضا پیدا کی اور ان کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت نے مل کر ان کا حلقہ قائم کر دیا ان کے حلقے کی توسیع میں دوسرا سب سے بڑا عمل ان کا آریہ سماج کے حملوں کا منہ توڑ جواب ہے کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب ایک طرف عیسائی پادریوں کی یورش ہو رہی تھی تو دوسری طرف ہندوؤں کی تحریک بھی حملہ آور ہو رہی تھی"

یہ معرکہ تو مغربیت کے علمبرداروں سے تھا اب عبادت گذاروں سے تصادم کا حال بھی دیکھیں

مسٹر حسین کامی کراچی میں ترکی کے قونصل تھے وہ لاہور آتے ہوئے قادیان گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میں کشفی نگاہ میں ترکی کے اعیان و ارکان سلطنت کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور ان حالات میں انجام اچھا نہیں ہوا کرتا۔

حسین کامی کو یہ بات ناگوار گذری اور انہوں نے واپس آ کر اخبار "ناظم الہند" لاہور میں ایک اشتعال انگیز مضمون لکھا اور "خلیفۃ المسلمین" کا واسطہ دے کر لوگوں کو خوب بھڑکایا، نیز اخبارات نے اسے ایک مسلمان حکومت کے نمائندہ کا خط سمجھ کر اچھالا اور پھیلایا، راولپنڈی کے ایک اخبار "چودھویں صدی" نے لکھا کہ مرزا صاحب کے الفاظ جب ایک بزرگ کے سامنے پڑھے گئے تو انہوں نے بے اختیار کہا:

؎ چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے یہ دُعا اشتہار کی شکل میں شائع فرمائی۔

"یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں کذاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں تو جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے ملعون اور مردود اور کاذب ہوں۔ تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو میں تیری جناب میں عاجزانہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے ہلاک کر ڈال اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں تو اس شخص کے پردے پھاڑ دے جو بزرگ کے نام سے اخبار میں لکھا گیا ہے لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آ کر مجمع عام میں توبہ کرلے تو معاف فرما تو رحیم و کریم ہے۔"

ابھی چند ماہ اس اعلان پر نہ گذرے تھے کہ اسی بزرگ کا خط حضور کی خدمت میں پہنچا اس کا عنوان ہے

"اخبار چودھویں صدی کا مجرم"

وہ لکھتے ہیں:۔

"اس وقت ایک مجرم گنہگار کی طرح آپ کے حضور کھڑا ہوتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں مجھ کو حاضر ہونے میں بھی کچھ عذر نہیں مگر بعض حالات میں معاف کئے جانے کا مستحق ہوں شاید جولائی ۱۸۹۸ء سے پہلے حاضر ہو جاؤں اُمید ہے کہ بارگاہ قدس سے کبھی آپ کو راضی نامہ دینے کی تحریک فرمائی جائے کہ نسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ قانون کا بھی یہ اقتضا ہے، جو مجرم عمداً اور جان بوجھ کر نہ کیا جائے وہ قابل راضی نامہ ہوتا ہے۔"

میں ہوں حضور کا مجرم
راجہ جہان داد خاں۔ راولپنڈی

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بذریعہ اشتہار اعلان فرمایا:

"خدا تعالیٰ اس بزرگ کی خطا معاف کرے میں اس سے راضی ہوں اور اس کو معافی دیتا ہوں چاہیئے کہ ہماری جماعت کا ہر شخص اس کے حق میں دعائے خیر کرے"

اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ کیا یہ خدا کا فعل ہے یا انسان کی خود تراشیدہ باتیں؟

سنئے ایک اور عجیب و غریب واقعہ سنئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب آریوں کے لایعنی عقائد کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے تو انہوں نے مقابلہ کے لئے پینترا بدلا اور تین افراد سومراج، اچھر چند اور بھگت رام نے مل کر قادیان سے ایک اخبار "شبھ چنتک" کے نام سے جاری کیا جس کے ہر ایشوع میں انہوں نے بڑی ڈھٹائی سے یہ لکھنا شروع کیا کہ ہم پندرہ سال سے قادیان میں رہ رہے ہیں ہم نے تو مرزا صاحب سے کسی نشان کو ظاہر ہوتے نہیں دیکھا مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان کے گھر کی چار دیواری میں رہنے والے کسی فرد کو طاعون نہیں ہوگی، ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمیں بھی طاعون نہیں ہوگی۔ ان دشمنان اسلام کا یہ پروپاگنڈا جب سچائی قبول کرنے کے رستہ میں روک بننے لگا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ یا الٰہی ان لوگوں کے شر سے نجات دلا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ تینوں طاعون سے ہلاک ہونگے۔ ابھی چند دن گزرنے نہ پائے تھے کہ اچانک طاعون نے چھاپا مارا اور ان تینوں افراد میں سے دو کو چھین کر لے گئی اور قادیان کے ہندو اور آریہ حیران ہو کر رہ گئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد تیسرا بھی بیمار پڑ گیا تو اس کے لواحقین اسے اُٹھا کر حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس علاج کے لئے لے آئے تو آپ کچھ متذبذب ہوئے کہ اس کی تو ہلاکت کے بارہ میں پیشگوئی کی گئی ہے علاج کروں یا نہ کروں یہی سوچتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا:۔

انسانیت کا تقاضا ہے کہ ان کے ساتھ پوری ہمدردی کی جائے آپ پوری توجہ اور محنت سے ان کا علاج کریں لیکن میں یہ آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ یہ شخص بچے گا نہیں۔

یہی ہوا اور حضرت مولانا نورالدین رح کی انتہائی کوشش کے باوجود یہ شخص جانبر نہ ہو سکا تو حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو اس اخبار کو جاری کرکے اپنا انجام دیکھ لے، مگر کسی کو اس کی ہمت نہ پڑی۔

خدا کی ہستی کا یہی سب سے بڑا ثبوت ہے کہ وہ جس بات کے متعلق کہہ دے کہ یہ ہو کر رہے گی دنیا کی کوئی طاقت اسے ٹال نہیں سکتی۔ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

ان خدا نما واقعات کے نتیجے میں ایمان کی چنگاری جب جنابؓ کے دل میں بھڑک اُٹھتی ہے تو مقتل میں بھی ان کی زبان سے

ولست اُبالی حین اُقتل مسلماً
علی ای جنب کان للہ مصرعی

کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

یہی سُوتا جب بلالؓ کے قلب میں پھوٹتا ہے تو چلچلاتی دھوپ میں گھسیٹے اور جلتے ہوئے کوئلوں پر لیٹے ہوئے بھی وہ اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه کے علاوہ کچھ نہیں کہتے۔

اور یہی چشمہ جب شہزادہ عبداللطیف کے سینہ میں اُبلتا ہے تو ڈیڑھ من وزنی بیڑیوں میں بھی انہیں کوئی اذیت محسوس نہیں ہوتی اور کمر تک زمین میں زندہ دفن ہو کر بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی اور امام وقت ان کی قوت ایمانی کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں ؎

صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار
دشت پُر خار و بلائش صد ہزار
بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم
ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

جزائر فیجی میں جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیاں

حافظ شیر محمد صاحب مبلغ فیجی کا مکتوب

محترم حافظ شیر محمد صاحب اپنے مکتوب مؤرخہ ۹/۱۱/۷۳ میں رقمطراز ہیں:

حسبِ معمول ماہ اکتوبر میں خدا تعالیٰ نے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اس مہینہ میں چار دفعہ ریڈیو پر اسلام کا پیغام پہنچانے کا خدا نے موقعہ دیا۔ ہر اتوار مرکز میں عورتوں میں قرآن مجید کا درس ہوتا رہا۔ اسی طرح نوسوری میں بھی بروز اتوار سکول میں قرآن مجید کا درس دیا گیا۔ مرکز میں تمام رمضان شریف کے مہینہ میں بعد از نماز تراویح آدھ گھنٹہ قرآن مجید کا درس ہوتا رہا۔ لیکن ڈانگیری میں رمضان شریف کی وجہ سے درس نہ ہو سکا۔ رمضان شریف عشا کی نماز میں بہت حاضری رہی۔ اور درس قرآن مجید میں احباب جماعت نے کافی دلچسپی لی۔ ابتداء سے آخر تک حاضری رہی۔ ستائیسویں رمضان شریف کو اپنے مرکز میں جلسہ کیا گیا۔ اخبارات اور ریڈیو پر بھی جلسہ کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ مرکز کا ہال کچھا کھچ بھر گیا۔ تمام احباب جماعت اور غیر از جماعت کے لئے جماعت کی طرف سے افطاری کا انتظام کیا گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد محترم جی این ڈین صاحب کی زیرِ صدارت جلسہ ہوا۔ برادرم عبدالواحد خاں صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ بعد ازاں خاکسار نے ایک گھنٹہ قرآن مجید کے علمی انکشافات کے موضوع پر تقریر کی۔ اور صاحب صدر نے بھی مختصر سی تقریر کی اور جلسہ دُعا پر برخواست ہوا۔

مؤرخہ ۲۶/۱۰/۷۳ بروز جمعہ رات کے پونے دس بجے ریڈیو پر خاکسار کی تقریر عیدالفطر کے متعلق نشر کی گئی۔ اور مؤرخہ ۲۷/۱۰/۷۳ صبح دس بجے عیدالفطر کی نماز اور خطبہ ہوا۔ اس دفعہ بہت زیادہ لوگ عید کی نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے ہال بھر گیا۔ ساتھ والے سکول کے کمرہ میں بھی دو صفیں بن گئیں۔

عیدالفطر پر اس دفعہ جو فطرانہ اکٹھا ہوا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ مبلغ -/۳۵۱ ڈالر صدقۃ الفطر بنا۔ بعد ازاں محترم نبی دین صاحب، نعظیم صاحب۔ داد خاں صاحب کی معیت میں مختلف احباب جماعت کے گھروں میں عید مبارک کے لئے گئے۔ مختلف احباب اپنی اپنی کاروں میں آٹھ آٹھ دس دس افراد مل کر گھروں میں مبارک باد دینے کے لئے گئے۔ ایک دوست نے اپنی بس ایک دن کے لئے وقف کر دی۔ اس میں تیس چالیس عورتوں کا گروپ بن کر لوگوں کے گھروں میں مبارک دینے کے لئے گئیں۔ سارا دن مبارکباد میں ہی گذرا۔ عید کی نماز میں پانچسو کے قریب دوست شامل ہوئے۔

جب سے خاکسار فیجی میں آیا جماعتوں میں دورہ نہیں کیا تھا۔ مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۷۳ء کو شوکت صاحب کی معیت میں بذریعہ کار ناندی گیا۔ رات ایئرپورٹ پر شوکت صاحب کے مکان پر قیام کیا۔ احباب جماعت اور غیر از جماعت دوست ملنے کے لئے آئے۔ مختلف احباب نے سوالات کئے جن کو تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔ گیارہ بجے رات تک دوستوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ اور دن کو کئی احباب جماعت کے گھروں میں ملنے کے لئے بھی گیا۔

مورخہ ۲/۱۱/۷۳ کو مختلف احباب سے ملاقات کی۔ رات کو آٹھ بجے بعد از نماز عشاء برادرم عزیز خان صاحب کے مکان پر شہر ناندی میں قرآن مجید کا درس ہوا۔ جس میں اپنی جماعت کے سب دوست اور غیر از جماعت لوگ بھی شامل تھے۔ اور لٹوکا سے محترم خان شفیق خان صاحب مع اہل و عیال درس میں شامل ہوئے۔

مورخہ ۳/۱۱/۷۳ بوقت بارہ بجے دن چوہدری عبدالحکیم صاحب نے کھانا پکایا جس میں محترم عزیز خان صاحب اور شوکت صاحب میرے ہمراہ مدعو تھے۔ برادرم ماسٹر افتخار احمد صاحب بھی مدعو تھے کوئی چار بجے سہ پہر تک وہیں رہے۔ انہوں نے مختلف سوالات کئے جو بہترین ماحول میں تھے۔ ان کے جوابات دیئے گئے۔ اور رات کو برادرم شوکت صاحب کے مکان پر ایئرپورٹ پر قرآن مجید کا درس ہوا جس میں جماعت کے علاوہ غیر از جماعت بھی شامل تھے۔ کافی رونق رہی۔ لٹوکا سے محترم شفیق خاں صاحب بمعہ اہل و عیال تشریف لائے ہوئے تھے۔

مؤرخہ ۴/۱۱/۷۳۔ شوکت صاحب کی معیت میں بذریعہ کار لٹوکا گئے۔ دن میں مختلف احباب جماعت اور غیر از جماعت لوگوں سے ملاقات کی۔ جن میں قابل ذکر احباب یہ ہیں:

ماسٹر شمیم صاحب۔ (غیر احمدی)
مسٹر اسحاق صاحب ماسٹر رحمت علی صاحب۔ محمد حنیف صاحب پرنسپل ظفر اللہ صاحب۔ ڈاکٹر محمد یوسف صاحب۔ شام کا کھانا تمام احباب کا شفیق خاں صاحب نے دیا ہوا تھا۔ چونکہ انہوں نے دو دن پہلے حدیث مجدد پر لیکچر دینے کو کہا تھا۔ اس لئے خاکسار نے اس موضوع پر لیکچر دیا۔ بعد ازاں نادیانی حضرات نے کچھ سوالات کئے۔ جن کا انہیں نہایت تسلی بخش جواب دیا گیا۔ رات کے بارہ بجے مجلس برخواست ہوئی۔

مؤرخہ ۵/۱۱/۷۳ کو ناندی میں مختلف احباب سے ملاقات کی رات کو ایئرپورٹ پر برادرم فیروز صاحب جن کا جماعت سے تعلق نہیں ان کے گھر میں رات آٹھ بجے کلمہ طیبہ کے احترام کے موضوع پر ایک گھنٹہ لیکچر ہوا۔ بعد ازاں سوال و جواب ہوئے۔

مورخہ ۶/۱۱/۷۳۔ بعد از دوپہر برادرم شوکت صاحب کی معیت میں لٹوکا آئے اور محترم خان شفیق خاں صاحب کے ہاں رہے۔ اور شام کو شفیق خاں صاحب اور ان کے بیٹے اور شوکت صاحب کی معیت میں بذریعہ کار لٹوکا سے (دباء) آئے۔ شام کا کھانا محترم حسین ساہو خاں صاحب۔ ایڈووکیٹ کے ہاں تھا اور بعد نماز عشا حسین ساہو خاں صاحب ایڈووکیٹ کے مکان پر ختم نبوت کے موضوع پر خاکسار نے تقریر کی جس میں اکثر غیر از جماعت دوست تھے۔ ناندی ایئرپورٹ سے بھی غیر از جماعت دوست درس سننے کے لئے آ گئے تھے۔ کافی رونق تھی۔ لیکچر کے بعد کافی سوال و جواب ہوئے۔ رات کے بارہ بج چکے تھے۔ لوگ تو چاہتے تھے کہ گفتگو جاری رہے۔ لیکن میں نے کہا کہ میرے تو کوئی بات نہیں جن لوگوں نے صبح کام پر جانا ہے ..... انہیں تکلیف ہوگی۔

مورخہ ۷/۱۱/۷۳ ناندی سے ایک بجے لٹوکا آئے اور وہاں سے شفیق خاں صاحب کی معیت میں بذریعہ کار مارد گئے۔ وہاں برادرم حفیظ خاں صاحب نے کافی دوست بلائے ہوئے تھے۔ رات اتحاد و اتفاق کے موضوع پر ایک گھنٹہ لیکچر ہوا اور رات کے دس بجے واپس ناندی آئے۔

یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل ہے اس میں میری کوئی خوبی نہیں۔ یہ دورہ اتنا کامیاب رہا کہ میں رات کو اُٹھ کر خدا کے حضور سجداتِ شکر بجا لاتا۔ کہ مجھ میں تو کوئی خوبی نہیں تو نے ہی میری زبان میں تاثیر پیدا کر دی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

سب احباب کی خدمت میں السلام علیکم عرض کر دیں۔

آپ کا خلوص آگیں
حافظ شیر محمد
۹ر نومبر ۱۹۷۳ء

مسجد کیلئے امداد کی ضرورت

بخدمت جناب والاشان ایڈیٹر صاحب پیغامِ صلح لاہور۔

مسجد احمدیہ جماعت سر داخلی کچھی ضلع ہزارہ نامکمل ہے جس کا برآمدہ تعمیر کرنا اشد ضروری ہے جس پر تقریباً چار ہزار روپیہ لاگت آئے گی۔ انجمن سے بھی امداد کی درخواست کی گئی ہے۔ انجمن کے مقتدر صاحب استطاعت اکابرین کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ مسجد کی تکمیل کے لئے جس قدر مدد فرما سکتے ہیں وہ فی سبیل اللہ کام کی سرانجام دہی کے لئے عطا فرما کر ثواب دارین حاصل کریں، رقومات ذیل کے پتہ پر منی آرڈر فرمائی جائیں۔

والسلام
خاکسار: محمد عالم
سیکرٹری احمدیہ جماعت سر داخلی کچھی
پوسٹ آفس کچھی تحصیل ایبٹ آباد
ضلع ہزارہ

جلسہ سالانہ کی روزانہ کارروائی کا خلاصہ

تیسرا دن

۲۸ دسمبر ۱۹۶۳ء کو جو جلسہ کا تیسرا اور آخری دن تھا تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد سب سے پہلی تقریر مرزا محمد شفیق انور صاحب بی اے نے لئے درج ہے۔

دوسری تقریر مولانا عبدالمنان عمر صاحب ایم-اے نے کی جس میں قرآن کے زندہ کتاب ہونے کے مثبت دلائل پیش کئے اور بتایا کہ یہ ایک مکمل سوشل سسٹم اور معاشی طریق عمل کی راہ بتانے والی کتاب ہے اس جہان اور آخرت میں انسانیت کو متعین کرنے کا واحد پیمانہ ہے، فلسفہ، سائنس، معاشی سب پر قرآن کریم کی تعلیم حاوی ہے، قرآن کی روح پوری انسانیت پر اثر انداز ہوتی رہی ہے۔

آپ نے بتایا کہ اس وقت دنیا کو امن کی تلاش ہے۔ تاہم دن بدن امن اور جنگ ترقی پر ہے۔ لیکن اگر قرآن پر عمل کیا جائے تو امن پیدا ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ قرآن وہ کتاب ہے جس کی تعلیم کے اثر سے قیصر و کسریٰ کی حکومتیں، عرب شتربانوں کے پاؤں پر گر گئیں۔ یہ کتاب زندوں کے لئے تھی، مگر آج اسے مردوں کے لئے ختم پڑھنے اور عدالتوں میں قسمیں کھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اہل فقہ نے قرآن کو فقہ کے اور اہل حدیث نے حدیث کے تابع کر دیا حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد ہے کہ قرآن سب پر مقدم ہے اور اس کے ذریعہ دنیا کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کے رستہ پر لایا جا سکتا ہے جاھدھم بہ جھادًا کبیرًا، اسی نقطہ نظر کے ماتحت جماعت احمدیہ نے دنیا کے کونے کونے میں مبلغ بھیجے، جنہوں نے بڑے بڑے سوالات کا جواب قرآن کریم سے دیا۔

آپ نے فرمایا کہ قرآن ان معنوں میں کلام اللہ نہیں جو عیسائی اور یہودی بیان کرتے ہیں۔ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ ہے حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ جو کتاب خود دعوے نہیں کرتی اور خود اپنے دعوے کی دلیل نہیں دیتی ہے وہ کا کوئی مسئلہ میرے سامنے رکھو میں بھی قرآن کریم سے اس کا جواب دوں گا۔ اسی بناء پر یہ خدمت جماعت احمدیہ کے سپرد کی ہے کہ قرآن کو دنیا میں پھیلایا جائے، آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن ہی آخرکار دنیا میں غالب آئے گا اور دنیا اسی سے نور حاصل کرے گی۔

اس اجلاس کی تیسری تقریر مرزا مسعود بیگ صاحب ایم-اے نے کی انہوں نے سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھ کر بتایا کہ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نماز تہجد میں ان آیات کو پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ ان آیات میں دل اور دماغ کی دو قوتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اور فی الحقیقت انہی دو قوتوں پر دین اور دنیا کی ترقی کا انحصار ہے، بشرطیکہ ان میں اعتدال قائم رہے اس اعتدال کو پیدا کرنے کے لئے بھی خدائی امداد کی ضرورت ہے جو منجانب اللہ رسولوں اور الہامی کتابوں کے ذریعہ انسانوں کو دی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ محض عقل کے پیچھے لگ کر یونانیوں نے خدا کو زندگی سے خارج کر دیا اور دوسری طرف عیسائیوں نے مذہب کے [illegible] کے زمانہ میں رہبانیت کو فروغ دیا اس طرح دونوں اعتدال کی راہ سے ہٹ گئے۔

آپ نے فرمایا کہ قوت فکر (جس کا ذکر یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض میں ہے۔) وہ علوم کی طرف لے جاتی ہے اور ذکر جس کو الذین یذکرون اللہ قیامًا و قعودًا کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اس کا تعلق دل سے ہے۔ عقل یا فکر کی غذا علم ہے اور قلب کی غذا ذکر ہے۔ ان دونو کی نشوونما کے لئے اللہ تعالیٰ نے سامان پیدا کئے ہیں اور دونو کی طرف یکساں توجہ کی ضرورت ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے زور دیا ہے کہ کائنات کی مخفی طاقتوں کا علم حاصل کر کے انہیں مسخر کرو۔ جیسا کہ فرمایا سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض [illegible] اس سے زمین و آسمان کے علوم میں ترقی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، نیز یہ خدا تعالیٰ کی جانب سے کائنات میں موجودات پر غور و فکر کرنے کی ایک دعوت ہے اور انسان کی فکری قوتوں کو اجاگر کرنے اور انہیں ابھارنے کی تحریص ہے یہ تو دنیا میں ترقی کرنے اور علم میں آگے بڑھنے کی بات ہے، دوسری طرف انسان کی روحانی تربیت اور ہدایت کا بھی اپنے مرسلین و مامورین کے ذریعہ بندوبست فرما دیا ہے۔ اس کے لئے ایمان باللہ اور عمل صالح کی ضرورت ہے

اس ضمن میں آپ نے عقل اور عشق کا فرق بیان کرتے ہوئے بتایا کہ عقل دلیل ہے چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

آپ نے فرمایا:۔

یہ عشق تھا جس کے زیر اثر صاحبزادہ عبداللطیف شہید نے سنگسار ہونا قبول کیا، یہی کامیابی کا راستہ ہے اس راہ میں ذکر و فکر سے انسان ترقی کر سکتا اور عشق کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

(بقیہ روئداد آئندہ)

اخبار احمدیہ

(بسلسلہ صفحہ ۵)

(۳) پروفیسر خلیل اللہ خانصاحب تسنیم عرفانی ایم اے ولد ڈاکٹر مولوی عصمت اللہ مرحوم مبلغ اسلام کی چھوٹی بچی گل پروین چھوٹی گڑیا چند روز سے بعارضہ خسرہ علیل ہے۔ اس بچی کی صحت کے لئے احباب جماعت دعا کریں۔

—— جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و اندوہ سے پڑھی جائے گی کہ جماعت احمدیہ چک ۸۱ جنوبی کے سرگرم ممبر چوہدری فضل داد صاحب تحصیل ۱۲ر جنوری ۱۹۶۴ء کو بوقت ۱ بجے حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں مرحوم کے لواحقین و پسماندگان اور تمام جماعت چک ۸۱ سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ مرحوم کا جنازہ غائبانہ جمعہ مورخہ ۱۱ر جنوری کو بعد نماز جمعہ پڑھایا گیا۔ تمام دیگر جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ولادت اور عطیہ

—— مولوی محمد علی صاحب مبلغ ملتان لکھتے ہیں:۔

عزیزم مکرم ریاض محمود صاحب کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نو مولود کو عمر دراز عطا فرمائے اور والدین اور جملہ خاندان کے لئے قرۃ العین کا موجب بنائے آمین۔ اس خوشی میں نو مولود کے دادا جان محترم شیخ رحمت اللہ سلیم صاحب نے انجمن کو مبلغ دس روپے بمد عطیہ اشاعت اسلام عنایت فرمائے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

بیعت ۔ جلسہ سالانہ کے اختتام پر حضرت امیر ایدہ اللہ کے دست مبارک پر ذیل کی بچیوں نے بیعت کی:

۱۔ صاحبزادی سیدہ یاسمین ولد صاحبزادہ محمد احمد صاحب۔
۲۔ صاحبزادی سیدہ زکیہ بیگم ولد صاحبزادہ

(بقیہ از کالم ۴)

عبدالقدوس صاحب۔
۳۔ صاحبزادی سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ ولد صاحبزادہ عبدالرب صاحب۔
پتہ: صاحبزادہ محمد احمد۔ بنوں شوگر ملز سرائے نورنگ ضلع بنوں

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ - مؤرخہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ - مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۷۳ء | نمبر ۴

پیغام صلح کے خاص نمبر کی مبارک باد

بخدمت مکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔

السلام علیکم۔ جنوبی امریکہ سے مہمانانِ گرامی کی آمد پر جو پیغام صلح کا خاص نمبر شائع کیا گیا اس پر ہدیۂ مبارکباد پیش کرتا ہوں جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے جو اداریہ لکھا وہ ایک بہت ہی بیش قیمت مضمون تھا اور نہایت ایمان افروز۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جو CALENDER چارٹ فراہم کیا ہے وہ ان کی کاوشوں کی عکاسی کرتا ہے۔

اس خاص نمبر میں جو پیغامات آپ نے درج کئے ان کو پڑھ کر ایک وجد طاری ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام تو ایک غیر معمولی کلام ہے ہی۔ اکابرین سلسلہ کے پیغامات میں بھی بڑی جاذبیت ہے۔ آپکی کوششوں پر اللہ تعالیٰ اجر مترتب فرمائے حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مختصر سے جملہ میں کتنی بڑی تبلیغ ہے "تمہاری موت فرمانبرداری کی موت ہو" - یہ قرآنی آیت ولا تموتن الا وانتم مسلمون کی کیا عمدہ تفسیر ہے - اسلام ہمیں یہی سکھانے کے لئے آیا تھا اور ان بزرگوں کی زندگیاں ایک دنیا کے لئے جیتی جاگتی تصویریں اور انکی باتیں دلوں میں تیر کی طرح اتر جانے والے ارشادات ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم ان

سے فائدہ اٹھائیں اور راہِ حق میں مداومت اختیار کریں۔ آمین

نثار احمد - سیالکوٹ چھاؤنی

بحرِ حکمت کے موتی

عالم عقبیٰ میں کافر اور متکبر کا حشر

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بین منکبی الکافر مسیرۃ ثلاثۃ ایام للراکب المسرع۔

ترجمہ:—

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کافر کے دونوں کندھوں کے درمیان تیز رفتار سوار کے تین دن کا سفر ہے۔

نوٹ - از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ - جس طرح نعمائے جنت کے ذکر میں اس دنیا کی چیزیں مراد نہیں۔ یہی حال جہنم کے عذاب کا ہے۔ یہاں ہے کہ کافر اتنا موٹا ہو جائے گا کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیانی فاصلہ کو تیز رفتار سوار تین دن میں طے کر سکے گا۔ اور احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ دوزخ والے دوزخ میں اتنے بڑے کئے جائیں گے کہ ان میں سے ایک کان کے سو اور کندھے کے درمیان سات سو سال کے سفر کا

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

خدا تعالیٰ متقی کی زندگی کی پروا کرتا ہے

انسان کی پیدائش کی اصل غرض عبادت الٰہی ہے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

اگر انسان کی زندگی کا مدعا یہ ہو جائے کہ وہ صرف تنعم کی زندگی بسر کرے اور اس کی ساری کامیابیوں کی انتہا خورد و نوش اور لباس و خواب ہی ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے لئے کوئی خانہ اس کے دل میں باقی نہ رہے۔ تو یاد رکھو ایسا شخص فطرۃ اللہ کا مقلب ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے قویٰ کو بیکار کر لے گا۔ یہ صاف بات ہے کہ جس مطلب کے لئے کوئی چیز ہم لیتے ہیں۔ اگر وہ وہی کام نہ دے تو اسے بیکار قرار دیتے ہیں۔ مثلاً ایک لکڑی کرسی یا میز بنانے کے واسطے لیں اور اس کام کے ناقابل ثابت ہو۔ تو ہم اسے ایندھن ہی بنا لیں گے۔ اسی طرح پر انسان کی پیدائش کی اصل غرض تو عبادت الٰہی ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی فطرت کو خارجی اسباب اور بیرونی تعلقات سے تبدیل کرکے بیکار کر لیتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کی پروا نہیں کرتا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم میں نے ایک بار پہلے بھی بیان کیا تھا۔ کہ میں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں کھڑا ہوں۔ شرقاً غرباً اس میں ایک بڑی نالی چلی گئی ہے۔ اس نالی پر بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک قصاب کے جو ہر ایک بھیڑ پر مسلط ہے۔ ہاتھ میں چھری ہے جو انہوں نے ان کی گردن پر رکھی ہوئی ہے۔ اور آسمان کی طرف منہ کیا ہوا ہے۔ میں ان کے پاس ٹہل رہا ہوں۔ میں نے یہ نظارہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ آسمانی حکم کے منتظر ہیں۔ تو میں نے یہی آیت پڑھی قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم یہ سنتے ہی ان قصابوں نے فی الفور چھریاں چلا دیں۔ اور یہ کہا کہ تم ہو کیا آخر گُوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔

غرض خدا تعالیٰ متقی کی زندگی کی پروا کرتا ہے اور اس کی بقا کو عزیز رکھتا ہے اور جو اس کی مرضی کے برخلاف چلے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اس کو جہنم میں ڈالتا ہے اس لئے ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو شیطان کی غلامی سے باہر کرے۔ جیسے کلورا فارم نیند لاتا ہے۔ اسی طرح پر شیطان انسان کو تباہ کرتا ہے اور اسے غفلت کی نیند سلاتا ہے۔

محمود احمد عزیز صاحب نمائندہ خصوصی پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن

سعی و عمل اور دُعا کی اہمیت و ہم آہنگی

اِنسانی زندگی میں روز مرّہ کا یہ عام مشاہدہ و تجربہ ہے کہ معمولی اور ادنیٰ کام بھی کچھ نہ کچھ کوشش کے ذریعہ ہی انجام پاتے ہیں اور یونہی بیٹھے بٹھائے نہیں ہو جاتے۔ یہ بات بھی محتاجِ وضاحت نہیں کہ معمولی کام کی انجام دہی کے لئے تھوڑی سی کوشش اور کسی عظیم الشان کام کے لئے اتنی ہی زبردست کوشش اور جد و جہد کی ضرورت پڑتی ہے۔ دراصل سعی و عمل کسی مقصد یا نصب العین کے حصول کی خاطر ظاہری اسباب کو بروئے کار لانے کا نام ہے۔ بھوک مٹانا مقصود ہو تو انسان کھانے کی جستجو کرتا اور شکم پُری کر کے مقصد کو پاتا ہے۔ بیماری کی صورت میں طبیب یا ڈاکٹر کی طرف دوڑتا ہے اور ایک جگہ حصول مراد میں ناکامی ہو تو شفایابی کی خاطر بقدرِ ہمت بھاگ دَوڑ جاری رکھتا ہے۔

یہی صورت دُعا کی ہے۔ دُعا کا مطلب ہے اللہ تبارک و تعالیٰ سے بزبانِ حال یا قال درخواست کرنا کہ جو مقصد انسان کے سامنے ہے وہ حاصل ہو جائے، اسے بھی بالکل بجا طور پر سعی و عمل ہی کا ایک حِصّہ گردانا جائے گا۔ یہ ایک باطنی اور رُوحانی عمل ہے جس کا مقصد اس ذات سے اِستمداد ہے جس کا ظاہری اور مادی اسباب و حالات پر کلّی تسلّط و اختیار ہے۔ چونکہ عام انسانوں کو دُعا براہ راست نصب العین کی طرف لیجاتی ہوئی صاف صاف اور محسوس طور پر نظر نہیں آتی اس لئے اس کی ضرورت و تاثیر کے متعلق دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ شکوک اس وقت اور بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ جب یہ بات زیادہ مشاہدے میں آتی ہے کہ مشرک اور دہریہ حضرات جو دُعا سے کوئی غرض نہیں رکھتے وہ دنیادی علوم اور سائنسی ترقیات کے میدان میں منزلوں پر منزلیں مارتے نظر آتے ہیں، حتّٰی کہ چاند تک رسائی حاصل کرلی ہے اور خلا میں دندناتے پھرتے ہیں۔ اب یہ بات مدِنظر رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سُنّت ہے کہ وہ کسی انسان کی سعی و عمل کو خواہ دنیا میں ترقی کے لئے ہو یا دنیا و آخرت دونوں میں فلاح کے لئے ہو ضائع نہیں فرماتا اور اس سے مؤمن و غیر مؤمن دونوں ہی اپنے اپنے مقررہ نصب العین کی حد تک مستفید ہو سکتے ہیں۔ حضرتِ انسان نے اپنے فطری جذبۂ تجسّس کے تحت دِلی لگن کے ساتھ خلا اور قمر کو مسخر کرنے کے لئے کوشش کی انتہاء کر دی یہاں تک کہ مختلف مرحلوں میں جان کی بازی تک لگانے سے دریغ نہ کیا تو اس کا منطقی نتیجہ وہی نکلنا چاہیئے تھا جو آج ہمارے سامنے ہے۔ سائنسی ترقیات کا بازار گرم ہے اور شب و روز کی تحقیق کے نتیجے میں نت نئی ایجادات و انکشافات ہو رہے ہیں۔ یہاں اس امر پر بحث کا موقعہ نہیں ہے کہ ان سب کا حتمی انجام انسانیت کی بہتری اور خوش حالی ہے یا تخریب و تباہی۔

دنیا بھر میں مسلمانوں کے عام انحطاط کے سبب ایک اور شبہ دعا کی افادیت کے بارے میں پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ یہ اُمّتِ مرحومہ جس کے پاس دُعا کا اضافی ہتھیار موجود ہے ترقی کے میدان میں بیشتر اقوامِ عالم سے پیچھے ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دُعا یا تو بذاتِ خود کوئی کار آمد چیز نہیں یا یہ کہ بجائے فائدہ مند ہونے کے مضر ہے کیونکہ بالعموم دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ہر چیز پر قادر ہونے پر اپنے ایمان کا عملی اظہار اس طرح کرتا ہے کہ سعی و عمل سے اپنے تئیں فارغ سمجھتا ہے اور ایک کونے میں بیٹھ کر اس انتظار میں لگ جاتا ہے کہ سب کچھ پردۂ غیب سے ہی ظہور میں آ جائے گا۔ حقیقت یہ ہے، کہ یہ طرزِ فکر و عمل قرآنی تعلیم اور قانونِ الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اِلّا ماشاء اللہ آج کل مسلمان دُعا سے کام لینے میں سستی برت رہے ہیں، دوسرے یہ کہ دعا سعی و عمل کی ضرورت کو ختم نہیں کرتی بلکہ اس کے بہترین نتائج اور جلد بار آور ہونے کے لئے مہمیز کا کام دیتی ہے، چنانچہ سعی و عمل اور دُعا ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ سعی و عمل کے بغیر دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے تین چار قدم پر شربت کا گلاس پڑا ہو اور دُعا کی جائے کہ شربت خود بخود غٹا غٹ منہ سے حلق میں اترنا شروع ہو جائے، اس کے لئے تھوڑی سی حرکت تو ناگزیر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُعا کی قبولیت یہی ہے کہ وہ عمل کو ضائع ہونے نہیں دیتا جیسا کہ سورۃ آلعمران آیت ۱۹۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ ج

پس ان کے ربّ نے ان کی دُعا قبول کی یہ کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت۔

اس آیت سے پیشتر کی آیات مبارکہ سے صاف نظر آتا ہے کہ ان کے جذبۂ دل عمل سے سرشار ہیں اور وہ اپنے جذبۂ صادق کے تحت اپنے پروردگار اور مالک حقیقی سے اُس عظیم الشان مقصد کے حصول کی التجا بھی کرتے ہیں جو کائنات اور بنی نوعِ اِنسان کی پیدائش میں رکھا گیا ہے۔ پس عمل کے ساتھ دعا مل جانے سے سفرِ حیات کی کٹھن منزلیں آسان ہو جاتی ہیں اور فلاح و کامرانی مقدر بن جاتی ہے۔

دُعا کی اہمیت و افادیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ جب ظاہری طور پر حالات مایوس کُن اور بد دل کرنے والے ہوں تو یہ آڑے آتی ہے اور ہمّت بندھاتی اور اُمیّد کی کرن پیدا کرتی ہے۔ دنیا میں بعض دفعہ انسان پر ایسے وقت بھی آ جاتے ہیں جب سارے مادی سہارے ٹوٹ جاتے ہیں اور ناسازگار حالات کے برعکس ان تمام اسباب کا ہولناک اجتماع نظر آتا ہے جو ہمارے کسی مقصد کو نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ ایسے میں طبعی طور پر سعی کو لا حاصل سمجھ کر انسان حالات کے آگے ہتھیار ڈال دینے کو ہی واحد راستہ تصوّر کرتا ہے۔ لیکن قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد ہے کہ میری رحمت سے کبھی مایوس مت ہو (سورۃ الزمر آیت ۵۳) اور یہ کہ میں دعا کرنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں (سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۸۶)۔ انسانی قلب میں ایک نیا ولولہ اور عزم پیدا کرتی ہیں اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانے کی بجائے انسان جو کچھ بھی ممکن ہو کر گزرتا ہے۔ دُعا سے یہ کوشش سرخرو بھی ہو جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں سارے مادی اسباب ہیں اور اس کا تصرّف تام آنِ واحد میں حالات کا رُخ کسی بھی طرف موڑ سکتا ہے۔ رحیم و کریم ہونے کے لحاظ سے وہ تھوڑی سعی کا بہت بڑا نتیجہ پیدا کر سکتا ہے اور اہل ایمان و معرفت کا مشاہدہ ہے کہ ایسا کرتا بھی ہے۔ وہ دس گنا سے سات سو گنا بلکہ اپنے بے پایاں لُطف و کرم سے اس سے بھی زیادہ بدلہ انسان کو عطا فرماتا ہے۔

اب ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ آیا جو چیزیں معمولی اور عین ہماری دسترس میں ہوتی ہیں، ان کے لئے بھی دُعا کرنی چاہیئے یا نہیں، مثلاً ایک حدیث نبوی کے مطابق اگر تمہارے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا سے مانگو۔ ایک لکھ پتی آدمی تو غالباً اسے سمجھ ہی نہیں سکے گا۔ مگر صحیح اور صحت مند اندازِ فکر یہی ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو اللہ تعالےٰ کی دین اور عطیہ سمجھا جائے۔ کیونکہ نہ کوئی انسان اس دنیا میں کچھ لے کر آتا ہے اور نہ ہی ذرّہ بھر کوئی بھی چیز پیدا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ چونکہ حضرت اِنسان سمیت زمین و آسمان کی تمام اشیاء اللہ تعالےٰ کی پیدا کردہ ہیں، اس لئے جب ایک لکھ پتی نیا تسمہ بنتا ہے تو وہ بھی خدا کی ایک چھوٹی سی عطا ہوتی ہے، ہاں عارف کی آنکھ ہی اسے بخوبی دیکھ سکتی ہے جو دُنیا دار انسان سے پوشیدہ رہتی ہے۔

دُعا ایک اور اعتبار سے بھی بے بہا اہمیّت کی حامل ہے۔ گناہ میں ملوّث ہونے اور شیطان کے شر سے نجات اور پھر نیکی کی راہ پر گامزن رہنے کے لئے جہاں کوشش اور عمل کی ضرورت

(باقی بر صفحہ کالم ۴)

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۲۳ر جنوری ۱۹۶۳ء

تحریفِ قرآن اور حضرت مسیح موعودؑ

پرویز صاحب مدیرِ طلوعِ اسلام کے سوالات کا جواب

(دوست محمدؐ)

ماہنامہ "طلوعِ اسلام" (ماہ جنوری ۱۹۶۳ء) میں محترم پرویز صاحب نے "قرآن مجید میں تحریف" کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا ہے اور عنوان ہی میں "احمدی حضرات کی خصوصی توجہ کے لئے" کا جملہ لکھ کر جماعت احمدیہ لاہور کو خاص طور پر مخاطب کیا ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جماعت احمدیہ کو خصوصی توجہ دلانے کے باوجود "طلوعِ اسلام" کا زیرِ نظر پرچہ پرویز صاحب نے "پیغامِ صلح" یا جماعت احمدیہ کے کسی ذمہ دار فرد کو بھیجنا گوارا نہیں کیا، بلکہ پیغامِ صلح کے تبادلہ میں بھی "طلوعِ اسلام" ایک مدت سے آنا بند ہے، ان حالات میں اگر "طلوعِ اسلام" کا زیرِ نظر پرچہ کسی دوست کی عنایت سے ہمیں نہ ملتا، تو ہمیں اس کا علم بھی نہ ہوتا اور نہ ہی پرویز صاحب کی دلائی ہوئی "خصوصی توجہ" کی طرف ہم توجہ کر سکتے،

بہرحال زیرِ نظر مضمون میں انہوں نے "تحریفِ قرآن" کے جس پہلو پر بحث کا آغاز کیا ہے وہ اختلافِ قرأت سے تعلق رکھتا ہے اور ان کے نزدیک:—

"قرآن مجید کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے جس قدر سازشیں ہوئی ہیں ان میں اختلافِ قرأت ایک اہم کڑی ہے"

اس نقطۂ نگاہ کو واضح کرنے کے لئے انہوں نے سب سے پہلے قرآن کریم کی کاملیت و حفاظت کے خدائی وعدوں کا ذکر کرتے ہوئے اسے ختمِ نبوت کا موجب قرار دیا ہے، جو بالکل صحیح ہے، اور اس سے بھی ہمیں اتفاق ہے کہ:—

"حضور کو جو قرآن خدا کی طرف سے عطا ہوا، آپؐ نے اسے نہایت احتیاط اور ... حفاظت سے اُمت کو دے دیا، لکھوا کر بھی اور حفظ کرا کر بھی، چنانچہ جو قرآن اُمت میں مروج ہے حضورؐ نے اسے اسی ترتیب اور شکل میں اُمت کو دیا تھا، یہی قرآن مکمل غیر متبدل اور محفوظ ہے"

یہ بالکل صحیح ہے بلکہ اس سے بڑھ کر جماعت احمدیہ کا تو یہ اعتقاد ہے، کہ آنحضرت صلعم نے بھی اپنی رائے سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت اس کو ترتیب دیا تھا، جیسا کہ جماعت احمدیہ کے سابق امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں آیہ کریمہ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:—

"چونکہ جو حصہ نازل ہوتا تھا وہ بلحاظ ضروریات وقتی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوتا تھا اس لئے اس کو ایک ترتیب میں لانا بھی ایک عظیم الشان کام تھا اس کے متعلق فرمایا کہ اس کا جمع کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترتیب قرآن نہ آنحضرت صلعم نے اپنی رائے سے کی اور نہ کوئی اسے تبدیل کرنے کا مجاز تھا بلکہ یہ ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی، اسی لئے آنحضرت ہر ایک آیت اور سورۃ کے متعلق خود حکم دیتے تھے کہ اسے فلاں موقعہ پر رکھو اور آیت میں جمع کو پڑھنے پر اس لئے مقدم کیا کہ اصل قرآن جو ہمیشہ دنیا میں رہنا تھا وہ جمع شدہ قرآن تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قرآن میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوئی کیونکہ جس کی جمع کا کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس میں کوئی انسان کمی بیشی کر دے"

اور خود جماعتِ احمدیہ کے مقتداء حضرت مرزا صاحب نے بھی موجودہ قرآن کو ہی جو اُمت میں مروّج ہے غیر متبدل قرار دیتے ہوئے اس پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے، ملاحظہ ہوں الفاظ ذیل:—

"ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کُتبِ سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکامِ فرقانی کی ترمیم و تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعتِ مؤمنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے"

(ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۳۸ طبع اوّل)

غرض جہاں تک قرآن کریم کی حفاظت اور مروجہ قرآن کے غیر متبدل ہونے کا تعلق ہے جماعت احمدیہ اور اس کے مقتدا پرویز صاحب کے خیال سے بڑھ کر اسے نہ صرف آنحضرت کا بلکہ خود اللہ تعالیٰ کا ترتیب دیا ہوا یقین کرتے اور اس کے غیر متبدل ہونے پر ایمان لانا ضروری

قرآن کریم کی حفاظت کا ذکر کرنے کے بعد پرویز صاحب نے "اختلافِ قرأت" پر بڑی طویل بحث کی ہے اور اسے ایسی "سازش" قرار دیا ہے۔ جس کی غرض قرآن مجید میں ردّ و بدل کرنا تھا، چنانچہ ان روایات کا ذکر کرتے ہوئے جن میں بتایا گیا ہے کہ "رسول اللہ صلعم نے قرآن مجید کو مرتب شکل میں نہیں دیا تھا یہ مختلف اور متفرق کاغذ کے پرزوں، پتھر کے ٹکڑوں، کھجور کے پتوں اور اونٹ کی ہڈیوں پر منتشر تھا، بعد میں (حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انہیں موجودہ قرآن کی شکل میں۔ ناقل) جمع اور مرتب کیا گیا"۔ اسی وجہ سے اسے "مصحف عثمانی" کا نام دیا گیا ہے پرویز صاحب لکھتے ہیں:—

"یہ بات یہاں تک بھی رہتی تو کسی حد تک غنیمت تھا لیکن سازش اس سے بھی آگے بڑھی کہا یہ گیا کہ خود حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مختلف صحابہؓ کے پاس قرآن مجید کے ایسے نسخے تھے جن میں متعدد آیات ایسی تھیں جو مصحف عثمانی سے مختلف تھیں، اسے "اختلافِ قرأت" کہا جاتا ہے۔ یعنی جب مثلاً یہ کہا جائے گا کہ حضرت عبداللہ کی قرأت میں یوں آیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مصحف عثمانی میں تو یہ آیت یوں درج ہے لیکن قرآن کا جو نسخہ حضرت ابن عباس کے پاس تھا۔ اس میں یہ آیت یوں تھی، اس قسم کے اختلافات دو چار دس آیات تک محدود نہیں ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے"

اسی ضمن میں پرویز صاحب نے حافظ عبداللہ سجستانی کی کتاب المصاحف اور ایک مستشرق کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے صرف صحابہ رضؓ کی طرف منسوب مصاحف اور ان آیات کی تعداد درج کی ہے جو مصحف عثمانی سے مختلف ہیں،

اس کے بعد پرویز صاحب لکھتے ہیں:—

"آپ سوچیے کہ جب قرآن کریم کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ صحابہ رضؓ کے زمانے میں بھی مختلف صحابہ رضؓ کے نسخوں میں اختلاف تھا تو قرآن کے دعویٰ اکملیت محکمیت (غیر متبدل) اور محفوظ ہونے کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے؟"

اس میں شک نہیں کہ اگر ان نسخوں میں مندرج آیات کو آیاتِ قرآنی قرار دیا گیا ہو تو اس سے قرآن کریم کی اکملیت پر بہت بڑا اعتراض پیدا ہوتا ہے، لیکن پرویز صاحب نے انہی نسخوں اور ان کی آیات کا ذکر کرتے ہوئے خود ہی لکھا ہے کہ:—

"خود حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں مختلف صحابہ کے پاس قرآن مجید کے ایسے نسخے تھے جن میں متعدد آیات ایسی تھیں جو مصحف عثمانی سے مختلف تھیں اسے "اختلافِ قرأت" کہا جاتا ہے"

اس سے ظاہر ہے کہ ان نسخوں میں مندرج آیات کو آیاتِ قرآنی قرار نہیں دیا گیا بلکہ "اختلافِ قرأت" کہا گیا ہے، اور یہ اختلافِ قرأت کیا ہے؟ اسکو آیاتِ قرآنی کی تعبیر و تفسیر ہی کہا جا سکتا ہے۔ اگر ان نسخوں میں مندرج آیات کو اصل قرآنی آیات سمجھا جاتا تو ان نسخوں کے حامل یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ بھی قرآن کی آیات ہیں۔ ان کو قرآن میں درج کیا جائے یا کم از کم اس مصحف عثمانی میں جو ان کے اپنے پاس تھا وہ ان آیات کو بھی لکھ دیتے، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم اور انکے بعد تابعین یا تبع تابعین میں بھی کوئی ایک مثال ایسی نہیں پائی جاتی جس میں کسی نے مصحف عثمانی یا مروجہ قرآن سے اختلاف کرتے ہوئے ان نسخوں کی آیات کو بھی قرآن میں درج کرنے کا مطالبہ کیا ہو یا اس بارہ میں کوئی آواز بھی اٹھائی ہو، اس سے صاف ظاہر ہے کہ پرویز صاحب

کا یہ خیال صحیح نہیں کہ ان نسخوں کی آیات کو آیاتِ قرآنی سمجھا جاتا تھا جو اکملیت قرآن کے منافی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کو تفسیر آیاتِ قرآنی سمجھا جاتا تھا۔ اور اسی مفہوم کو "قرأت ثانی" کے الفاظ میں بیان کیا جاتا تھا جس سے قرآن کی اکملیت حفاظت پر کوئی حرف نہیں آ سکتا۔

ان تمہیدی بیانات کے بعد پرویز صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب براہینِ احمدیہ میں (جو غالباً ان کی سب سے پہلی تصنیف ہے) کہا ہے کہ انہوں نے رسالت یا نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا انہوں نے محدث ہونے کا دعوےٰ کیا ہے اور اس کی سند میں کہا ہے کہ محدثین کا ذکر خود قرآن مجید میں موجود ہے (معترضین نے کہا کہ) مرزا صاحب نے اپنے اس دعوےٰ کے ثبوت میں قرآن مجید کی ...... آیت کو اس طرح پیش کیا ہے وما ارسلنا من قبلك من رسولٍ ولا نبي ولا محدّثٍ الّا .... یعنے مرزا صاحب نے قرآن کریم کی آیت میں لفظ محدّث کا اضافہ اپنی طرف سے کر دیا ہے یہ قرآن میں تحریف ہے اور جس دعوےٰ کی بنیاد تحریف قرآنی پر ہو اس کے باطل ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کہاں لکھا ہے کہ "محدثین کا ذکر خود قرآن مجید میں موجود ہے" اور محولہ بالا آیہ کریمہ میں "ولا محدّث" کے الفاظ کو کس جگہ قرآن کے الفاظ قرار دیا ہے، پرویز صاحب نے آگے چل کر براہین احمدیہ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۱۹۷۰ء آفسٹ ایڈیشن صفحہ ۳۴۸ حاشیہ در حاشیہ کے حوالہ سے حضرت مرزا صاحب کے جو اصل الفاظ نقل کئے ہیں ان میں تو ولا محدّث کو قرآن کے لفظ قرار نہیں دیا گیا بلکہ لکھا ہے:۔

"کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے لئے بشارت دے چکے ہیں کہ اس امّت میں بھی پہلی اُمتوں کی طرح محدّث پیدا ہوں گے اور محدّث بفتح دال وہ لوگ ہوں گے جن سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباس کی قرأت میں آیا ہے وما ارسلنا من قبلك من رسولٍ و لا نبيٍ وّلا محدّثٍ الّا اذا تمنّٰى القى الشيطان فى امنيته فينسخ الله ما يلقى الشيطان ثم يحكم الله اٰيٰته - پس اس آیت کے رُو سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے محدّث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے جس میں دخل شیطان کا قائم نہیں رہ سکتا۔"

کیا ہم پرویز صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ اس عبارت میں کہاں لکھا ہے کہ محدث کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ حضرت مرزا صاحب تو آیت مندرجہ بالا کو بخاری کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور لکھا ہے کہ "صحیحین سے ثابت ہے" پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مندرجہ بالا آیت کو قرآن کریم کی آیت کہہ کر یہ بات ثابت کی ہے کہ محدثین کا ذکر خود قرآن مجید میں موجود ہے،

پرویز صاحب نے جس لفظ سے یہ نتیجہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ

"مرزا صاحب قرأت ابن عباس کی ...... آیت کو آیت کہہ کر پکارتے ہیں جس کے معنے لامحالہ آیت قرآنی ہیں"

پرویز صاحب اپنے ان الفاظ کو غور سے پڑھیں انہوں نے خود بھی ابنِ عباس کی قرأت کو "ابنِ عباس کی آیت" کہہ کر پکارا ہے، اگر آیت کے معنے لامحالہ آیت قرآنی ہیں" تو پرویز صاحب کی عبارت میں "آیت" کے یہی معنے کیوں نہ سمجھے جائیں اور اس صورت میں حضرت مرزا صاحب پر کیا الزام باقی رہ جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ "آیت" کا لفظ حضرت مرزا صاحب نے اس جگہ قرآنی آیت کے معنوں میں نہیں لکھا بلکہ محض انہی معنوں میں لکھا ہے، جن معنوں میں پرویز صاحب کے بیان کردہ نسخوں کے حاملین ان نسخوں میں مندرج قرأت ثانیہ پر آیات کا لفظ بولتے رہے ہیں، اور خود پرویز صاحب نے بھی ابنِ عباس کی قرأت کے متعلق "آیت" ہی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب "ولا محدّث" کے الفاظ کو شامل کر کے اسے آیت قرآنی سمجھتے تو چاہیئے تھا کہ اصل قرآن مجید میں بھی وہ ان الفاظ کو لکھ دیتے

لیکن جماعت احمدیہ کے کسی شائع کردہ قرآن میں آپ آیت مذکورہ کے ساتھ ولا محدّث کے الفاظ لکھے ہوئے نہیں پائیں گے، پس پرویز صاحب کا یہ بیان صحیح نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا ابنِ عباس کی قرأت کے متعلق "آیت" کا لفظ لکھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ لامحالہ اس کو آیت قرآنی سمجھتے تھے۔

اسی ضمن میں پرویز صاحب نے "احمدی حضرات سے" چند متعین سوالات کئے ہیں جن کو ہم ذیل میں ایک ایک کر کے نقل کرتے اور ساتھ کے ساتھ ان کے جواب عرض کرتے ہیں:۔

"(۱) کیا ان کے عقیدے کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے جو آیت بذریعہ وحی رسول اللہؐ پر نازل کی تھی وہ اس طرح تھی جس طرح ہمارے مروجہ قرآنی نسخوں میں درج ہے.... یا اس طرح جیسے قرأت ابن عباس میں بتائی جاتی ہے...... لفظ محدّث کے اضافہ کے ساتھ"

الجواب:۔ رسول اللہ صلعم پر بذریعہ وحی نازل شدہ آیت اس طرح تھی جس طرح ہمارے مروّجہ قرآنی نسخوں میں درج ہے، قرأت ابن عباس کے مطابق محدث کے لفظ کے اضافہ کے ساتھ نازل نہیں ہوئی۔

"(۲) اگر وہ آیت اس طرح تھی جس طرح مروّجہ قرآنی نسخوں میں درج ہے (لفظ محدّث کے بغیر) تو جس آیت میں لفظ محدث کا اضافہ ہو اسے آپ کیا قرار دیں گے کیا آپ اسے قرآن میں تحریف قرار دیں گے یا نہیں؟ کیونکہ اضافہ بھی تو تحریف ہوتا ہے"۔

الجواب: اسے تحریف اس صورت میں قرار دیا جائے گا کہ قرآن میں لفظ محدث کے اضافہ کے ساتھ اسے لکھا یا پڑھا جائے۔ لیکن جس صورت میں اسے قرأت ابن عباس کہا جائے اس مفہوم کے ساتھ کہ اس قرأت کے مطابق محدث کے معنے بھی اس آیت سے نکل سکتے ہیں، اسے اضافہ نہیں کہا جا سکتا اور نہ اسے قرآن میں تحریف قرار دیا جا سکتا ہے۔

"(۳) اگر آپ اسے قرآن میں تحریف قرار دیں گے تو جو شخص اپنے کسی دعوےٰ کی تائید میں اس قسم کی محرف آیت کو پیش کرے اس کے متعلق آپ کہیں گے"،

الجواب:۔ دوسرے سوال کے جواب میں بتایا جا چکا ہے کہ چونکہ "محدّث" کا اضافہ قرآن میں نہیں کیا گیا بلکہ اسے "قرأتِ ابنِ عباسؓ کہکر آیت قرآنی کے مفہوم کے طور پر بیان کیا گیا ہے اس لئے اسے قرآن میں تحریف نہیں کہا جا سکتا، اور نہ ایسے شخص کو جس نے اپنے دعوےٰ محدثیت کی تائید میں اسے قرآن کی آیت کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ صرف آیت قرآنی کا مفہوم قرار دیا ہے غلط کہا جا سکتا ہے۔

"(۴) اور اگر آپ کہیں کہ آپ دونوں آیتوں کو منزل من اللہ مانتے ہیں تو پھر قرآن کے اس دعوے کے متعلق آپ کیا کہیں گے کہ اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں،

الجواب:۔ ہم دونوں آیات کو منزل من اللہ نہیں مانتے، بلکہ صرف ایک کو بذریعہ وحی نازل شدہ سمجھتے ہیں اور دوسری کو اس کا مفہوم یا معنے، اس لئے اس سے قرآن میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی یہ دلیل بالکل صحیح ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

"(۵) آپ دنیا کے سامنے منزل من اللہ قرآن شریف کونسا پیش کرتے ہیں وہی جو مسلمانوں میں مروّج ہے یا دیگر قرأتوں والا، اگر وہی پیش کرتے ہیں تو دیگر قرأتوں والے مصاحف کی آپ کے نزدیک کیا حیثیت ہے؟"

الجواب: ہم دنیا کے سامنے (اور اپنے گھر میں بھی) اسی قرآن کو منزل من اللہ سمجھتے اور پیش کرتے ہیں جو مسلمانوں میں مروّج ہے، دیگر قرأتوں والے مصاحف کے متعلق ہم اُوپر بتا چکے ہیں کہ ان کی حیثیت قرآن کے معانی یا تفسیر کے سوائے اور کچھ نہیں۔

ان جوابات میں ہم نے پرویز صاحب کے اس مطالبہ کو پورا کر دیا ہے کہ "ان سوالات کے دو ٹوک اور متعین جوابات مرحمت فرمائیں اور جمہور مسلمانوں کا عقیدہ پیش نہ کریں" کیونکہ بقول ان کے "بات ہمارے مقتداء سے تعلق رکھتی ہے" انہوں نے لکھا ہے کہ آپ کا جواب موصول ہونے پر بات آگے چل سکے گی۔ امید ہے کہ وہ

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۱)

شفیق مرزا

شذرات

اے صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

روزنامہ مساوات مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۳ء رقمطراز ہے :-

"امریکہ کی ریاست کیلی فورنیا میں لیبیا کے سربراہ کرنل معمر قذافی کے پرستاروں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے جو کرنل قذافی کو خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر سمجھتا ہے اور ان کی آواز کو خدا کی آواز قرار دیتا ہے۔ یہ انکشافات ربوہ میں تحریک احمدیہ کے سربراہ مسٹر رشید احمد نے پریس کانفرنس میں کیا انہوں نے بتایا کہ یہ گروہ زیادہ تر یونیورسٹیوں کے طالبعلموں اور طالبات پر مشتمل ہے اور وہ عجیب و غریب عقائد کے مالک ہیں، وہ قذافی کو خدا کا آخری پیغمبر اور انسانیت کا نجات دہندہ سمجھتے ہیں اور انہوں نے اپنے عقائد کے پروپیگنڈے کے لئے بہت سے پمفلٹ بھی شائع کئے ہیں جو امریکہ بھر میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس تحریک کا سرگرم رکن ایک امریکی یہودی "موشے داؤد" ہے۔"

ربوہ بھی خبروں کا ایک عجائب گھر ہے۔ انبیاء سازی کی جملہ اختیار یہیں سے رواج پکڑتی ہیں، محبت و عداوت بسا اوقات ایک ہی نقطہ پر آکر اکٹھی ہو جاتی ہے اور غالی مرید اور دشمن پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے ہیں اور یوں حقیقت غلو اور عناد کے دبیز پردوں میں چھپ جاتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے ایک برگزیدہ رسول تھے مگر عیسائیوں نے انہیں خدا بنا ڈالا ایسے ہی مجدد صد چہاردہم ایک برگزیدہ مجدد تھے، ربوائیوں نے انہیں "نبی" بنا ڈالا اور ان کا ایک مشن بھی اسرائیل میں موجود ہے۔ اب یہ علم نہیں کہ اس مشن کے سرگرم رکن "موشے داؤد" تھے یا "موشے دایان"۔

نعمائے جنّت اور مفسّرین

مولانا مودودی صاحب نعمائے جنّت کی توضیح و تفسیر کرتے ہوئے کسی عالم جذب میں لکھ بیٹھے کہ "حور و غلمان" کفار کی اولاد میں سے ہیں اور اہل جنّت کی خدمت کے لئے مقرر کئے جائیں گے۔ بس پھر کیا تھا سوالات کی بوچھاڑ شروع ہوگئی جو اب تک تھمنے میں نہیں آتی۔

حیدر آباد سے نکلنے والے مشہور مجلّے "الوعی" نے اپنی دسمبر ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں پھر اس موضوع کو چھیڑا ہے اور مولانا کوثر نیازی کے نو استفسارات کا تذکرہ کرتے ہوئے اس تفسیر پر ذیل کا تبصرہ فرمایا ہے :-

"یہ ہیں "حور و غلمان" جن کا ذکر جنّت کی نعمتوں میں بار بار کیا گیا ہے روایتی ذخیرہ میں حوروں کے حسن و جمال کا ذکر ہے اور غلمان کی اطاعت شعاری اور خدمت کا بیان موجود ہے، خدا بھلا کرے مودودی صاحب کا کہ جن کے ارشادات سے پتہ چلا ہے کہ حور و غلمان کفار کی اولاد میں سے ہیں گویا مومنین دشمنان دین متین سے اگر جیت نہ سکے اور اس عالم آب و گل میں شکست کھا گئے تو کیا ہوا؟ جنت میں وہ سب حساب کتاب ان کی اولاد سے صاف کریں گے!

کیا؟ یہ ہے جنّت؟ اور اس کا ماحول؟

سچ کہا غالب نے ؎

ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

اقبال شیدائی مرحوم

جناب اقبال شیدائی صاحب مشہور انقلابی لیڈر کی وفات کی خبر احباب نے اخبارات میں پڑھی ہوگی۔ آپ کی وفات دل کی بیماری سے ہوئی۔ آپ کی عمر ۷۴ سال تھی۔

آپ نے حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیحؓ کی بیعت کی تھی۔ آپ بیان کیا کرتے تھے کہ آپ ایک دفعہ مولانا

(باقی کالم نمبر ۲ کے نیچے)

جنوبی امریکہ سے آنے والے مہمانوں کا لائلپور میں ورود مسعود

مورخہ ۲۱/۱۲/۷۳ بروز جمعرات ساڑھے گیارہ بجے دن معزز مہمانوں کا قافلہ لائل پور پہنچا، ان کے استقبال کے لئے مکرم میاں ظہور احمد صاحب مکرّم میاں اللہ بخش صاحب، مکرّم میاں مسعود احمد صاحب، مکرم میاں ناصر محمود صاحب اور مکرم عبدالرّب بیگم صاحب میاں محمد ٹرسٹ ہسپتال پہنچے ہوئے تھے وہاں انہیں استقبالیہ دیا گیا جس میں مکرّم میاں اللہ بخش صاحب نے ایک پُرمغز تقریر کی۔ جنوبی امریکہ سے آنے والے مہمانوں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ معزز مہمانوں کو ہسپتال کے مختلف شعبہ جات دکھلائے گئے اور عملہ سے تعارف کرایا گیا، جس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔

ازاں بعد یہ قافلہ مسجد احمدیہ میں پہنچا جہاں احباب جماعت ان کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ پنڈال کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے رنگین قطعوں سے سجایا گیا تھا۔ سب سے پہلے مرزا محمد سلیم اختر نے تلاوت قرآن پاک کی۔ مکرم مرزا مسیح الملک بیگ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا نعتیہ کلام سنایا، اس کے بعد مرزا محمد سلیم اختر مبلغ اسلام نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر تقریر کی اور آنے والے مہمانوں کو آپؑ کی صداقت کا نشان قرار دیا۔

اس کے بعد مکرّم میاں ظہور احمد صاحب نے استقبالیہ تقریر کی اور سورہ التین کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا کہ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آ سکتا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات کو پھیلانا اور ان پر عمل کرنا ہمارا کام ہونا چاہیئے۔ مکرم میاں صاحب کے بعد مکرم میاں مسعود احمد صاحب نے علم کے تین مدارج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ دوستوں کی آمد سے ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر حق الیقین ہوگیا ہے۔

آپ کے بعد مکرّم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے باوجود علالت طبع کے ایک پُرجوش خطاب فرمایا اور چند اشعار بھی سُنائے۔ ان محبّت بھرے خیالات کے جواب میں مکرّم اسلام عبداللہ صاحب اور مکرم ایم۔ اے عزیز احمد نے بھی تقاریر فرمائیں۔

اس کے بعد احباب جماعت اور مہمانانِ کرام نے کھانا کھایا اور نمازیں ادا کیں۔ ادائیگی نماز کے بعد مرحوم میاں محمد صاحب کی قبر پر دعائے مغفرت کی گئی۔

اس کے بعد پریمئیر کلاتھ ملز میں مکرم میاں اللہ بخش صاحب اور مکرّم میاں ظہور احمد صاحب کی طرف سے عصرانہ کا انتظام ..... تھا۔ چنانچہ احباب وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں پر مکرم میاں حمید احمد ذوالفقار نے استقبالیہ ایڈریس دیا جس کے جواب میں مکرم عبدالرّحیم جگلو صاحب اور ایک دوسرے دوست نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ فراغت کے بعد مہمانانِ کرام عازم لاہور ہوئے۔

اس جگہ پر مکرم میاں ناصر محمود صاحب مکرم شمس الرحمان صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے اس تقریب کو کامیاب بنانے کے لئے انتھک محنت و کوشش کی، اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ مرزا محمد سلیم اختر۔ مبلغ اسلام

(اقبال شیدائی بقیہ کالم ۲)

میر حسن (علامہ اقبال کے استاد) سے ملنے کے لئے گئے تو وہ رو رہے تھے۔ شیدائی صاحب نے رونے کی وجہ دریافت کی، انہوں نے جواب دیا کہ نورالدین مرگیا۔ اب کوئی نورالدین پیدا نہیں ہوگا۔ ایسے لوگ صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

شیدائی صاحب کی زندگی کا ایک حصّہ پیرس میں گذرا۔ آپ کا گھر ہندو اور مسلمان لیڈروں کا مہمان خانہ تھا۔

سر ظفر اللہ خاں نے اپنے حالات زندگی میں شیدائی صاحب کا ذکر بہت اچھے الفاظ میں سا

سپاسنامہ

بخدمت مہمانانِ گرامی از سرینام۔ ٹرینیڈاڈ، گیانا و ہالینڈ۔

یہ سپاسنامہ مہمانانِ گرامی کے دورۂ سیالکوٹ کے موقعہ پر پیش کیا گیا ـــــ

صاحب صدر، معزز مہمانان، خواتین و حضرات!

آپ کی آمد ہمارے لئے خوشی اور فخر کا موجب ہے، اور ہماری یہ دُعا ہے کہ آپ کا یہ سفر اور وطن کو مراجعت برکات کا باعث ہو۔ آپ کا ہمارے درمیان ہونا ہمارے ایمانوں کی تقویت کا باعث ہوا ہے۔ ہم نے اس صدی کے امام کی پیشگوئی کو پُورا ہوتے دیکھا ہے جو انہوں نے اس وقت کی جب بہت تھوڑے لوگ ان کے ساتھ تھے اور وہ یہ ہے :ـــ

"میں تیری تبلیغ کو دُنیا
کے کناروں تک پہنچا
دُوں گا"

آپ فی الواقعہ دنیا کے ایک دُور دراز کنارے سے آئے ہیں۔ ہمارے ایمان تازہ ہوئے ہیں اور یہ آپ کے لئے بھی شرف کا باعث ہے کہ آپ اس پیشگوئی کے مصداق ثابت ہوئے ہیں، میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

یہ اس امام کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ہمیں رشتۂ اخوت میں منسلک کیا اور اس سے اسلام ہی کا بول بالا ہوا ہے۔ سب مؤمن بھائی بھائی ہیں۔ اسلام کا سب سے پہلا معجزہ یہی تھا اور اسی میں بنی نوع اِنسان کی کامیابی اور بقاء کا راز مضمر ہے۔ آپ نے اس راز کو پا لیا ہے کہ قلّتِ تعداد سے ہم مایوس نہ ہوں قرآن کریم کا فتوےٰ ہمارے حق میں ہے

وقلیلٌ من عبادی الشکور یعنی

شکر کرنے والے تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ نہ ہمیں اس بات سے مایوس ہونا چاہیئے کہ جس مجدّدِ اعظم کا دامن ہم نے پکڑا ہے ان کی مخالفت ہوئی ہے اور اکثریت نے انہیں قبول نہیں کیا۔ اس بارے میں بھی قرآن کریم نے ایک حقیقت بیان فرمائی ہے ما یاتیھم من رسولٍ الا کانوا بہ یستھزءون خدا کی طرف سے جو بھی اس کا فرستادہ آیا ہے اس کے ساتھ استہزا کیا گیا ہے۔ حتےٰ کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو کہا گیا تھا انّک لمجنون تو تو دیوانہ ہے۔ لیکن دیوانے ایسے کام نہیں کرتے۔ وہ دانشمندی کی ایسی باتیں نہیں کرتے۔

اس صدی کے مجدّد نے بھی اسلام اور رسولِ کریم صلعم کی عزّت کے لئے کام کیا ہے۔ کشتیٔ نُوح میں آپ نے لکھا ہے :ـ

عقیدہ کی رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمّدؐ اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں۔

اور آپ نے فرمایا :ـ

"قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اِسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔ نوعِ اِنسان کیلئے روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسُول اور شفیع نہیں مگر محمد مُصطفےٰ، سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو کسی نوع کی بڑائی مت دو۔"

معزز خواتین و حضرات!

خدا را انصاف کریں اور بتائیں کہ کیا یہ تعلیم قابلِ اعتراض ہے یا عین اسلام ہے جو زمانہ کے اس امام نے پیش کی۔ ہم اس کی عملی زندگی کو بھی اتقاء کا نمونہ پاتے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس رجلِ عظیم نے ہمیں اچھی راہ پر لگایا ہے۔ اس چھوٹی سی جماعت نے وہ کام کیا ہے جو حکومتوں اور بادشاہتوں کے کرنے کے تھے، اس کے خادموں نے مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے۔ اسلام پر بیش بہا قیمتی لٹریچر پیدا کیا اور پھیلایا۔ مغربی ممالک میں بھی مساجد تعمیر کیں جن میں خدا کا نام بلند ہوتا ہے۔ ان میں زائرین سے تبادلۂ خیالات کرنے سے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے اور آج اسلام کے متعلق ان لوگوں کے خیالات اور نظریات بدل چکے ہیں کیا یہ معمولی کام ہے۔ غیر مسلم مفکرین نے ان کوششوں کو بہت سراہا ہے۔ مشہور مصنف برنارڈشا نے لکھا کہ ۱۰۰ سال کے عرصہ میں دنیا کا غالب مذہب اسلام ہوگا۔

ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اس پیغام کو وسیع تر حلقے میں پہنچاتے چلے جائیں۔ اور آپ کے ساتھ اِتحاد۔ دوستی اور تعاون کے نیک جذبہ سے یہ پودا بھرپور شاخوں والا تن آور درخت بن جائے، جس سے ساری دنیا فیض یاب ہو۔ آج کی فساد زدہ اور مضطرب دنیا میں ایک ہیجان ضرور ہے اور ایک جستجو اور تلاش ہے، سکون کے لئے۔ اسلام ہی اس کا مداوا ہے۔ یہ ایک ہی کیمیا ہے اس بیمار دنیا میں امن اور انسان دوستی کو بحال کرنے کا۔ غفلت کا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ مسلمان نے قبول اسلام کا عہد کرکے اس ذمّہ داری کو قبول کر لیا ہوا ہے اب آپ پر دوہری ذمّہ داری آتی ہے کہ آپ نے اس صدی کے مجدّد کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس عہد کی تجدید کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے۔

حضرت امام الزمانؑ نے کیا عمدہ نصیحت کی ہے ـــ

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

نثار احمد

صدر جماعت احمدیہ سیالکوٹ چھاؤنی

۹۵ عزیز شہید روڈ

سعی و عمل اور دُعا

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ہے۔ وہاں دُعا کا حربہ بھی اشد ضروری ہے۔ دنیا و آخرت کی فلاح کا دار و مدار ظاہری اور بالخصوص باطنی پاکیزگی اور کمالات کے حصول پر ہے اور یہ چیزیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے توفیق پائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں، اور توفیق اس وقت ملتی ہے جب بندہ اپنے پروردگار کو ہمہ وقت یاد کرتا رہتا ہے اور اسی سے اعانت و امداد کا طلبگار ہوتا ہے تب اس میں تمام تر مشکلات اور کٹھن منزلیں طے کرنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر مقصدِ پیدائش کو پا لیتا ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیوی امور ہمارے سامنے ہوں یا اُخروی بھلائی اور نجات، دُعا گوہرِ مراد کے حصول کا نہ صرف ایک مؤثر ذریعہ ہے بلکہ بعض صورتوں میں تو یہی واحد ہتھیار ہوتا ہے جو حوصلہ شکن صورت میں انسان کو سنبھالا دے کر حالات کا پانسہ پلٹ کر اسے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر دیتا ہے اور ساتھ ہی ازدیادِ ایمان کا باعث ہو کر معرفتِ الٰہی کے اعلےٰ مقام کی طرف رہنمائی کا موجب ہوتا ہے۔

بحرِ حکمت کے موتی

بسلسلہ صفحۂ اوّل

فاصلہ ہوگا۔ اور ترمذی اور نسائی کی ایک حدیث میں ہے کہ متکبّروں کا حشر قیامت کے دن اس حالت میں ہوگا کہ

وہ انسانوں کی شکل میں چیونٹیوں کی طرح ہوں گے یوں اگر روحانی رنگ میں دیکھا جائے تو آج یورپ کا عیسائی اتنا بڑا بننے کا خواہشمند ہے کہ اسی سے ساری دنیا بھری ہوئی ہو۔ حالانکہ فی الحقیقت ان کی حیثیت چیونٹیوں سے زیادہ نہیں۔ روحانی حقائق کو جسمانی رنگ میں ظاہر کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ حدیث زیرِ بحث میں ممکن ہے کہ صرف کافر کا روحانی نقشہ کھینچا گیا ہو کیونکہ یہاں جہنّم کا ذکر نہیں۔

(فضل الباری۔ کتاب الرقاق)

محمد صالح نور - لاہور

عُلمائے ربوہ کی ناجائز حاشیہ برداریاں

محترم قاضی محمد نذیر صاحب کا عُذر گناہ

سُورۂ یُوسف کی آیت سورۂ نساء کے حاشیہ میں لکھدی

پیغام صلح کے ۲۶ - اپریل کے شمارہ میں راقم الحروف نے اس حقیقت کا انکشاف کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے جو مجموعے قادیان اور ربوہ سے تذکرہ کے نام سے شائع ہوئے ہیں ان میں حضورؑ کا ایک الہام "تو اس صدی کا مجدّد ہے" جس کا ذکر حضورؑ نے اپنی تصنیف..... "کتاب البریہ" کے صفحہ ۱۶۸ پر فرمایا ہے عمداً شائع نہیں کیا گیا۔

رسالہ "الفرقان" کے شمارہ بابت ماہ جون ۱۹۷۳ء میں استاذی المکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری نے بطور ناظر اشاعت و تصنیف لٹریچر "غیر مبائعین کی بدگمانی کی انتہاء" کے عنوان سے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ ہمارا کب دعوٰے ہے کہ تذکرہ میں کوئی الہام درج ہونے سے رہ نہیں گیا ہے۔ میرے اس نوٹ کے جواب میں عذر گناہ بد تر از گناہ کا مظاہرہ بھی کیا ہے، محترم قاضی صاحب کے مضمون کا شق وار اختصار سے جواب ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

کیا حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپکے ساتھی غیر مبائعین تھے؟

سب سے اوّل تو عنوان کے متعلق یہ عرض ہے کہ قاضی صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور کو "غیر مبائعین" کہہ کر مخاطب کیا ہے جبکہ قرآن کریم میں "لاتنابزوا بالالقاب" کے الفاظ میں ایسا نہ کرنے کا حکم موجود ہے۔ پھر قاضی صاحب کو بخوبی علم ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کا ہر فرد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہونے کو باعث فخر سمجھتا ہے تو وہ غیر مبائع کیسے ہوا؟ اور ہاں اگر کسی ایک خلیفہ کی بیعت میں شامل نہ ہو کر کوئی غیر مبائع کہلا سکتا ہے تو قاضی صاحب محترم کا حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کے متعلق کیا فتوٰے ہے؟

جواب شکوہ

محترم قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ:-

" معزز قارئین! محمد صالح نور کے اس مضمون کے پڑھنے کے بعد جب آپ تذکرہ کے تینوں ایڈیشن ملاحظہ کریں گے تو ان کے مطالعہ سے آپ پر یہ ثابت ہو جائے گا کہ محمد صالح صاحب کا یہ شکوہ سراسر بے جا ہے اور اس پر اعتراض کی جو عمارت انہوں نے کھڑی کی ہے وہ سراسر ان کا وہم ہے۔"

اس کے بعد آپ نے بتلایا ہے کہ زیر بحث الہام تذکرہ کے صہ۲ یا صہ۴ کے حاشیہ میں درج ہے۔ مجھے قاضی صاحب محترم سے اس قسم کی دھوکہ دہی کی قطعاً امید نہ تھی جبکہ تذکرہ کا صہ۲ میری نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ کسی الہام کا درج ہونے سے رہ جانا سہواً بھی ہو سکتا ہے مگر بجائے اس کے کہ اس سہو کا اقرار کر لیا جائے اور آئندہ سے احتیاط کرنے کا عہد کیا جاوے جماعت کے افراد کو دھوکہ دے کر غلط بات کرنا وقت بیری میں.....

ایک پرہیزگار کو قطعاً زیب نہیں دیتا

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھُلا

—— معزز قارئین! ذرا توجہ فرمائیں میں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کا مجموعہ کتاب وار اور سن وار شائع ہوا ہے۔ حضورؑ کا زیر بحث الہام صرف "کتاب البریہ" میں جو ۱۸۹۷ء کی تصنیف ہے مرقوم ہے مگر تذکرہ میں جب "کتاب البریہ" کے الہامات ۱۸۹۷ء کے مقام پر درج کئے گئے تو اس الہام کو عمداً درج نہیں کیا گیا۔ یہی اعتراض جب مرتب تذکرہ مولوی جلال الدین شمس صاحب مرحوم پر کیا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ عبارت الہام نہیں ہے بلکہ الہام "اوّل المومنین" کا مفہوم ہے لہٰذا اسے الہامات میں شامل نہیں کیا گیا۔ اب قاضی محمد نذیر صاحب نے جماعتی طور پر ہمارے اس موقف کو تسلیم کرکے یہ اقرار تو فرما لیا ہے کہ اسے الہام کا درجہ حاصل ہے۔ مگر آپ فرماتے ہیں کہ یہ الہام ۱۸۸۲ء کے براہین احمدیہ کے الہامات کے حاشیہ میں درج کر دیا گیا ہے۔ قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارا اعتراض اس طرح بھی قائم رہتا ہے اور ہم اب بھی یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ جناب من اس الہام کو حاشیہ کی ٹوکری میں پھینکنے سے کیا مقصد ہے؟

قبلہ محترم! الہام تو ۱۸۹۷ء کی کتاب میں درج ہے اور آپ بجائے اس کے کہ اس الہام کو تصنیف کے اعتبار سے "کتاب البریہ" کے مقام پر اور سن کے لحاظ سے ۱۸۹۷ء کے مقام پر، اور حاشیہ کی بجائے متن میں درج کرتے۔ اسے آپ نے ۱۸۸۲ء کے براہین احمدیہ کے الہامات کے حاشیہ میں کیوں درج کر دیا۔ نیز محترم قاضی صاحب کی غلط بیانی (جو شاید عمداً نہ ہو) ملاحظہ ہو کہ ۱۸۸۲ء کے مقام پر بھی حاشیہ میں اسے بطور الہام درج نہیں کیا گیا ہے بلکہ براہین احمدیہ کے الہام:-

"الرحمان علم القرآن (تا) قل انی امرت وانا اوّل المومنین" پر حاشیہ دیکر یہ دکھلایا گیا ہے کہ "انا اوّل المومنین" کا الہام مزید چار مقامات پر بھی حضرت مسیح موعودؑ نے درج فرمایا ہے اور تیسرے نمبر پر کتاب البریہ صہ۱۶۸ سے مندرجہ ذیل عبارت درج کی گئی ہے:-

(ح) "جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالےٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدّد ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ الرحمان علم القرآن (تا) وانا اوّل المومنین"

قارئین کرام اندازہ لگائیں کہ کیا "تو اس صدی کا مجدّد ہے" کے الہام کی عبارت کو ۱۸۸۲ء کے الہام کے حاشیہ میں انا اوّل المومنین کی ذیل میں درج کرنے سے ہمارا یہ مطالبہ کہ اس الہام کو ۱۸۹۷ء کے مقام پر متن میں بطور الہام درج کیا جاوے پورا ہو جاتا ہے؟ کیا قاضی صاحب حلفاً یہ بیان کر سکتے ہیں کہ اس جگہ (حاشیہ میں) اس عبارت کو بطور الہام درج کیا گیا ہے؟

سُورۂ یُوسف کی آیت سُورۂ نساء کے حاشیہ میں۔

قاضی صاحب کے عذر گناہ پر ایک پرانا واقعہ یاد آگیا ہے، ایک مرتبہ ایک ادارہ نے سورۂ یوسف کی آیت "وغلّقت الابواب وقالت هيت لك" عمداً قرآن شریف میں شائع نہ کی جب ایک معترض نے اس کی طرف ان کو توجہ دلائی کہ آیت قرآنی کو اس کے اصل مقام سے کیوں حذف کیا گیا تو اس ادارہ نے معترض کو خدا کا خوف دلاتے ہوئے لکھا کہ یہ سب بد گمانی ہے ذرا غور سے دیکھیں ہم نے سورۂ یوسف کی یہی آیت سورۂ نساء کی آیت "والّتی یاتین الفاحشة من نسائكم" کے حاشیہ میں درج کر دی ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض فضول اور بد گمانی پر مبنی ہے کہ یہ آیت قرآن کریم میں موجود نہیں ہے اور یاد رکھو کہ "ہم پر تلاش کرکے بھی سچے اعتراض کرنے والا خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکتا"۔

تحریف کرنے والوں کا شیوہ

قارئین کرام خوب یاد رکھیں کہ جو لوگ تحریف سے کام لیتے ہیں ان کا سب سے پہلا حربہ یہ ہوتا ہے کہ متن کی عبارت کو حاشیہ میں درج کر دیتے ہیں اور یہی بات قرآن کریم نے فرمائی ہے کہ "یحرّفون الکلم عن مواضعه"۔ محرّفین کا یہ شیوہ ہوتا ہے کہ وہ کلمات کو ان کے اصل مقام سے ہٹا دیتے ہیں۔ ہم

پوچھتے ہیں کہ کلامِ الٰہی یا وحی الٰہی کو اس کے اصل مقام اور محل سے ہٹا کر کسی اور مقام پر حاشیہ میں درج کر دینا کہاں کی دیانت و امانت ہے۔ ایک لطیفہ یاد آ گیا، ایک شخص نے اپنی سوانح حیات خود تصنیف کی اور متن میں لکھا کہ میں نے زندگی میں دو شادیاں کیں اور دونوں بیویوں کی اولاد کے ناموں کا متن میں ذکر کیا اور اس پر نشان لگا کر حاشیہ میں یہ لکھ دیا کہ ایک بچہ میرے ہاں اور بھی پیدا ہوا تھا جو نہ حرمِ اوّل سے تھا اور نہ حرمِ ثانی سے اور اس کا نام تھا "حاشیہ خاں"۔

حضورؑ کے مزار کے کتبہ پر سے مجدّد کا لفظ کہاں گیا؟

قارئین خوب جانتے ہوں گے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے جہاں جہاں مجدّد کا لفظ استعمال ہوا ہے، جماعت ربوہ نے اسے حذف کرنے میں بڑی ڈھٹائی سے کام لیا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں حضرت صاحب کی وفات پر آپ کے مزار مبارک پر جو کتبہ حضرت مولینا نورالدینؓ کے حکم سے لگایا گیا تھا اس میں "**مجدّد صد چہاردہم**" کے الفاظ درج تھے۔ مگر سالہا سال اس کتبہ کے لگے رہنے کے بعد اسے ہٹا کر ایک اور نیا کتبہ لگوایا گیا جس میں سے خدا جانے یہ الفاظ کہاں غائب ہو گئے کیا میرے استاد محترم قاضی صاحب بتلا سکیں گے کہ یہ الفاظ کتبہ میں سے حذف کر کے کس "حاشیہ" میں درج کئے گئے ہیں۔ مذکورہ کتبہ کے حاشیہ میں یا اس کے عقب میں تو موجود نہیں ہیں۔ ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ

. . . .

تبائنِ جزئی بصورت عموم خصوص مطلق

کسی حقیقت کے چہرے کو مسخ کرنے کی کوشش کرنا اور اصل امر کو گڈمڈ کر دینا بھی "علماءِھم" کو ہی زیب دیتا ہے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں:۔

"محمد صالح نور کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ مجدّد اور نبی میں منافاتِ کلّی نہیں ہے بلکہ ان دونوں میں محض تبائنِ جزئی بصورت عموم خصوص مطلق پایا جاتا ہے یعنی ہر نبی مجدّد ہے مگر ہر مجدّد نبی نہیں۔ پس ان دونوں میں تبائنِ کلّی موجود نہیں"

ہمارا یہ دعوےٰ کہ حضرت صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آپ کے اس ارشاد کے موجب جو حدیث مجدّد میں آپ کی طرف منسوب ہے چودھویں صدی میں مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا اور آپ کے سمیت اب تک چودہ مجددین ظاہر ہو چکے ہیں اب محترم قاضی صاحب بتلائیں کہ ان میں سے کتنے "مجدّد نبی" ظہور فرما چکے ہیں۔ اور آپ نے حجۃ اللہ البالغۃ کے حوالہ سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ انبیاءِ بنی اسرائیل مجدّدین دینِ موسوی تھے۔ کیا وہ اس حدیث کے مطابق اسی مفہوم و معنی کے اعتبار سے مجدّدین تھے جس اعتبار سے اُمتِ محمدیّہ میں ہر صدی کے سر پر تجدید دین کے لئے مجدّدین کا آنا بیان کیا گیا ہے۔ زیر بحث مسئلہ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود خود اپنے ارشاد کے مطابق چودھویں صدی میں مجدّد بنا کر مبعوث کئے گئے۔ مگر آپ لوگ ہیں کہ حضور کے نام کے ساتھ اس منصب کا ذکر حذف کرنے کے درپے ہیں۔

محترم قاضی صاحب کو خوب یاد ہوگا کہ جب منیر انکوائری کورٹ میں خلیفہ صاحب مرحوم سے یہ سوال کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کتنے سچے نبی آ چکے ہیں تو خلیفہ صاحب نے فرمایا تھا کہ میں کسی کو نہیں جانتا۔ کہیں قاضی صاحب بھی یہی جواب نہ دے دیں کہ میں کسی ایسے مجدّد کو نہیں جانتا جو نبی بھی ہو، اور قاضی صاحب تو بقول مرزا ناصر احمد صاحب ماشاء اللہ مبلغین میں ہونے کی وجہ سے خود مجدّد بھی ہیں۔

دوسری قرأت وحی الٰہی نہیں ہوتی

محترم قاضی صاحب باوجود اساتذہ میں سے ہونے کے عجیب بودی سی بات فرما گئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

" اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا اس کی دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا"

قارئین کرام بخوبی جانتے ہیں کہ **دوسری قرأت وحی الٰہی نہیں ہوتی** قرآن کریم کی بعض آیات کی دوسری قرأت کا احادیث میں ذکر آتا ہے مگر کیا اس قرأت کو وحی الٰہی تصوّر کیا جاتا ہے۔ چونکہ عام لوگ دوسری قرأت کے معنوں سے نا آشنا ہیں لہذا علمائے ربوہ اسے پیش کر کے سادہ لوح احمدیوں کو حضرت صاحب کی نبوّت کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے رہتے ہیں ان سادہ مزاجوں سے کوئی پوچھے کہ کہیں وحی الٰہی میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب کو نبی اللہ فرمایا ہے۔ اور کہیں حضور نے فرمایا ہے کہ:۔

"میں خدا تعالےٰ کے حکم سے نبوّت کا دعوےٰ کرتا ہوں"

جبکہ محدثیت اور مجددیت کے دعووں کی بنیاد حضور نے الہام الٰہی اور حکم الٰہی پر بیان فرمائی ہے۔

عذرِ گناہ . . . . .

میں نہایت ادب و احترام سے عرض کروں گا کہ "الہام" تو اس صدی کا مجدّد ہے" کو "کتاب البریہ" ص۱۶۸ کے حوالہ سے اس کے اصل مقام پر ۱۸۹۷ء کے الہامات کے ساتھ متن میں شائع کر کے ہی اس گناہ کا ازالہ ہو سکتا ہے جو تذکرہ کے مرتب کرنے والوں سے سرزد ہو چکا ہے ایک تو الہام کو حذف کرنے کا گناہ اور پھر یہ عذرِ گناہ کہ "انا اوّل المؤمنین" کے ۱۸۸۲ء کے الہام کے حاشیہ میں اس الہام کا غیر ارادی طور پر ذکر آ چکا ہے۔ ۴

بقیہ مقالہ

(بسلسلہ صفحہ ۴)

بات کو آگے چلاتے ہوئے ہمارے دو ٹوک جوابات اور دیگر قرأتوں والے مصاحف کے متعلق ہمارے خیالات کو ملحوظ رکھیں گے۔

آخر میں پرویز صاحب نے ایک "ضروری وضاحت" بھی کی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی تازہ تصنیف "شاہکار رسالت" میں مرزا صاحب کے دعوےٰ محدثیت کا ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو ص۵۲۶) اس وقت براہین احمدیہ کا نسخہ میرے پیشِ نظر نہیں تھا اس لئے میں نے حوالہ پر اکتفا کیا تھا"

یہ پرویز کی کم ظرفی کا ایک اور ثبوت ہے کہ وہ اپنی کوئی تصنیف جس میں حضرت مرزا صاحب یا جماعت احمدیہ کا ذکر ہو ہمیں بھیجنا یا کم از کم اس سے مطلع کرنا گوارا نہیں کرتے، جس سے جماعت احمدیہ کے دلائل سے انکا مرعوب ہونا ثابت ہے، فالحمد للہ علیٰ ذالک

---

۴ کسی عالمِ دین کو عالمِ پیری میں بالخصوص (جو پرہیزگاری کا دَور ہوتا ہے) زیب نہیں دیتا مگر پھر بھی میرا خیال یہی ہے کہ شاید قاضی صاحب نے متذکرہ مضمون میں عمداً ایسا نہ کیا ہو اور یہ گناہ ان سے اتفاقاً سرزد ہو گیا ہو اور وہ بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ؎

میں ازل سے ہوں پاکباز مگر
اتفاقاً گناہ کرتا ہوں

جماعتِ ربوہ کے عُلماء کو انعام کی پیشکش۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض اوہام کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

" خدا تعالےٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس اُمّت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسرِ شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرائیل کا آنا ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی اُلٹا دیوے حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا۔"

جماعتِ ربوہ کے تمام علماء سے عموماً اور استاذی المکرم مولینا ابوالعطاء صاحب خالد اور قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری سے خصوصاً استدعا ہے کہ اگر وہ خدا تعالےٰ کے اس فرمان کی نشاندہی کر دیں جہاں خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا اعلان اخبار الفضل میں کرا دیں تو انہیں مبلغ یکصد روپیہ بطور انعام پیش کیا جائے گا۔"

محمد صالح نورؔ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۲۔ لاہور

محترمہ بشارت خانم صاحبہ

احمدیت کیا ہے؟ جماعت احمدیہ لاہور کا پس منظر

ہم کون ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے

محترمہ بشارت خانم صاحبہ نے ذیل کا مضمون خواتین احمدیہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۷۳ء میں پڑھا:—

صدر گرامی و معزز سامعین! دنیا میں جو کوئی تحریک اُٹھی خاص اغراض و مقاصد لے کر اُٹھی اور جنہوں نے اس تحریک کا ساتھ دیا۔ انہوں نے اس کے مقاصد کو پُورا کرنیکا عہد کیا۔ احمدیت بھی ایک تحریک ہے جس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی تھے۔ مرزا صاحب نے چودھویں صدی کا مجدّد ہونے کا دعوےٰ کیا۔ وہ مامور من اللہ تھے۔ انہوں نے جو تحریک چلائی اس کا نام احمدیت رکھا اور اس تحریک میں شامل ہونے والے احمدی کہلائے۔

مرزا صاحب کی زندگی کے بعد احمدی دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ وہ تھا جس نے مرزا صاحب کو منصبِ نبوت پر فائز کر دیا اور ان کے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ کسی بھی...... غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جس نے حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مجدّد مانا ہے (جو ان کا صحیح مقام تھا) اور کہا کہ چودھویں صدی کے سر پر ان کا ظہور ہوا ہے۔ وہ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے۔ بلکہ حضرت محمدؐ کی شریعت کو تازہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ دونوں گروہ جب ایک بات پر اتفاق نہ کر سکے تو دوسرا گروہ جو حضرت مرزا صاحب کو مجدّد مانتا ہے، قادیان سے الگ ہو گیا۔ اس گروہ میں گنتی کے چند لوگ تھے۔ جن میں مولانا محمد علی مرحوم ڈاکٹر بشارت احمد، مرزا یعقوب بیگ، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، مولٰنا صدرالدین شیخ نیاز احمد صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب شامل تھے یہ لوگ بڑی بے سرو سامانی کی حالت میں قادیان سے نکلے۔ لیکن چونکہ دل میں ایمان تھا، مسیح موعودؑ کی محبت اور اسلام کی خدمات کا جذبہ تھا اس لئے گھبرائے نہیں۔ اپنے مشن کو جاری رکھنے کے لئے لاہور۔ برانڈرتھ روڈ پر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی بنیاد ڈالی۔ یہ گروہ لاہوری احمدی کہلانے لگا۔

۱۹۵۳ء کے فسادات میں جب میاں محمود احمد خلیفہ جماعت ربوہ نے عدالت میں بیان دیا کہ حضرت مرزا صاحب کو نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج نہیں اور نہ ہی کافر ہیں تو جماعتِ لاہور نے افہام و تفہیم کی خاطر ہاتھ بڑھایا تاکہ دونوں جماعتیں یکجا ہو کر تبلیغ کا کام بہتر طریق سے کر سکیں مگر ربوہ جماعت نے لاہور والوں کی ان کوششوں اور درخواستوں کو کلی طور پر نظر انداز کر دیا اور میاں محمود کے بیان کو مصلحتِ وقت قرار دیا۔ بہرحال لاہوری جماعت کے بانی مولانا محمد علی مرحوم اور ان کے دیگر رفقاء بڑی محنت اور تندہی سے جماعت کی ترقی میں لگے رہے مولانا موصوف جن کو دنیا کے بڑے بڑے عالموں نے اونچے درجے کا عالم مانا انہوں نے انگریزی میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا اور بہت سی قیمتی کتب لکھیں جن میں سے ریلیجن آف اسلام تقریباً دنیا کی ہر لائبریری میں مل سکتی ہے۔ مولانا مرحوم نے جماعت کی ترقی کا راز حسب ذیل چند باتوں میں بتایا:—

(۱)— ایمانی جوش جو حضرت مسیح موعودؑ کے انفاسِ قدسی نے پیدا کیا۔ ہمیشہ ترقی کی حالت میں رہے۔

(۲) باہم میل جول رہو۔ لاہور میں آمد و رفت اور جلسہ سالانہ میں شمولیت ضروری ہے۔ اپنے شہروں میں علاوہ جمعہ کے اکٹھے ہوں اور کسی مضمون پر تبادلۂ خیال کرنے کے لئے وقت مقرر کیا جائے۔

(۳) قرآن کریم کے درس کا سلسلہ جاری ہو۔

(۴) غرباء، مساکین، یتامیٰ اور بیوگان کی خبر گیری کی جائے۔

(۵) آپس میں رشتہ داریاں ہوں

(۶) جماعت کو بڑھانے کی فکر کی جائے اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں میں سلسلہ کی تبلیغ ہو، بیوی بچوں کو داخلِ بیعت کیا جائے۔

(۷) سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ جاری رہے۔

مولانا محمد علی مرحوم، مولانا صدرالدین صاحب اور ان کے دیگر رفقاء کار میں علمی قابلیت اس قدر تھی کہ وہ بڑی آسانی سے کسی اعلےٰ دنیاوی عہدہ پر فائز ہو سکتے تھے لیکن انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ ان کے سامنے صرف ایک ہی مقصد تھا کہ دین اسلام کی خدمت ہو۔ انہوں نے جماعت کو بڑی محنت سے پروان چڑھایا۔ لیکن اب ہمیں اپنے ان بزرگانِ دین کے کاموں پر صرف فخر کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ اب وہی ذمہ داریاں ہماری ہیں۔ ہمیں بھی اسی طرح تندہی اور جوش و خروش سے وہ کام سنبھالنے ہوں گے جو ہمارے بزرگ ہمارے سپرد کر گئے ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو ان شرائط کا تابع کرنا ہے جن کا ہم نے بیعت کرتے ہوئے عہد کیا۔

(۱) شرک سے اجتناب۔

(۲) جھوٹ، زنا اور بدنظری سے پرہیز۔

(۳) پنج وقت نماز کی پابندی سے ادائیگی۔

(۴) زبان یا ہاتھ سے کسی کو ناجائز تکلیف نہ دینا۔

(۵) خدا سے وفاداری اور اس کے رسُول سے محبّت۔

(۶) احکامِ الٰہی اور فرمان رسُول کے مطابق اپنے آپ ڈھالنا۔

یہ شرائط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقرر کردہ ہیں۔ ان کو ذرا غور سے سُن لیں اور اگر یہاں ہماری کوئی غیر احمدی بہن ہوں تو انصاف سے بتائیں کہ احمدیت کی کونسی شرط غیر اسلامی اور شریعت کے منافی ہے۔

یہ شرائط بنیاد ہیں ہماری تحریک کی اور خلاصہ ہیں ہماری تعلیم کا۔ آیئے آج ہم از سرِ نو یہ عہد کریں کہ ہم اپنی زندگی کو ان شرائط کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گی۔

خصُوصیاتِ تحریکِ احمدیہ لاہور کا خُوبصورت چارٹ

جس میں

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تین عظیم و عالمگیر پیشگوئیاں یعنی سائنسی علُوم پر اُصولِ اسلام کی فتح، ترویجِ علُومِ قرقان اور مغرب میں اشاعتِ اسلام درج کی گئی ہیں۔

یہ چارٹ جو امسال کے جلسہ سالانہ پر شائع کیا گیا ہے اس قابل ہے کہ احباب اسے اپنے گھروں اور جماعتیں مساجد و لائبریریوں میں آویزاں کریں۔ کچھ کاپیاں ابھی موجود ہیں جو دفتر پیغامِ صلح سے ایک روپیہ فی کاپی کے حساب سے مل سکتی ہیں۔

شیخ نثار احمد صاحب ۔ سیالکوٹ

معزز مہمانوں کی وطن کو مراجعت اور اس کے روح پرور نظارے

وداع و وصل جداگانہ لذتے دارد
ہزار بار برو صد ہزار بار بیا

یہ امر باعثِ مسرّت ہوا ... کہ میں اس تقریب میں شامل تھا جو معزز مہمانوں کی واپسی کے موقعہ پر منعقد ہوئی ۔ اس کی یادیں دیر تک دلوں کو گرماتی رہیں گی ۔ کس خلوص کے جذبات کا اظہار ہو رہا تھا، کوئی آنکھ نہ تھی جو نمناک نہ ہوئی ہو ۔ بعض احباب کی تو یہ حالت تھی کہ فرطِ جذبات سے منہ سے بات نہ نکلتی تھی اور چشم گریاں ہی زبان کا کام دیتی تھی ۔ ہم کسی غم کی محفل میں تو نہیں بیٹھے ہوئے تھے ۔ ہرگز نہیں ، پھر یہ آنسو کیوں؟ ۔ یہ خوشی کے آنسو تھے ۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنے ایمان تازہ کر رہے تھے ۔ امامِ زمانہ کے نشان کو پورا ہوتے دیکھ رہے تھے ۔ حضرت موصوف نے لکھا ہے :۔

”حق کی معرفت اور آسمانی نوروں کو دیکھنے کی وجہ سے تو ان کی آنکھوں کو آنسوؤں سے لبریز دیکھے گا“

عجیب کیف تھا ۔ میزبان کہتے تھے کہ ہمارے مہمان حضرت مجدّد کی پیشگوئی کے مصداق ہیں، اور مہمان کہتے تھے کہ انہوں نے میزبانوں میں یہ نشان دیکھا ہے کہ وہ امام زمانؑ کے مشن تبلیغ اسلام اور اشاعتِ قرآن کے کام کو قائم رکھے ہوئے ہیں اور اخوت کا سبق جو اس عظیم مصلح نے یاد دلایا تھا، بچشم خود اس کا مظاہرہ دیکھ لیا ہے یہ صداقت کا ایک بیّن نشان ہے ۔ میں نے اوپر ایک جملہ حضرت موصوف کی عربی تصنیف استفتاء کے اردو ترجمہ سے دیا ہے ، ازدیاد ایمان کی خاطر چند سطور اور پیش ہیں :۔

” اللہ تعالیٰ نے ان کے دل اس کی طرف کھینچے ہیں اسے دیکھ کر دل نرم پڑ جائیں گے اور کمال صدق و صفا اور اخلاص کے ساتھ اس کی پیروی میں جلدی کریں گے اور اس کی خاطر گوناگوں مصائب کو ترجیح دیں گے ان کی خواہشات پگھل جائیں گی اور دل پانی کی طرح بہہ نکلیں گے ۔ حق کی معرفت اور آسمانی نوروں کو دیکھنے کی وجہ سے تو اُن کی آنکھوں کو آنسوؤں سے لبریز دیکھے گا وہ کہیں گے،اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کو ایمان کے لئے پکارتے ہوئے سُنا ، وہ لذت اور جذب و مستی کی وجہ سے عارفوں کی طرح آبدیدہ ہوں گے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مقصود سے ہمکنار کیا ہے وہ شکر کریں گے اور ان کی روحیں حضرت کبریا کے آستانے پر گر جائیں گی اور اس کا رب اسے بڑی برکت سے غالب آنے والا نفس اور شدید قوتِ جاذبہ عطا کرے گا ۔ لوگ اس کے دروازے کی طرف تیزی سے آئیں گے اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے کئے ہوئے وعدہ اور دشمنوں کو دی گئی وعید کی کھلی خلاف ورزی نہیں کرتا یہ وہ اخبارِ الٰہیہ ہیں جو وقوع سے پیشتر اس بندہ کی طرف وحی کی گئیں اور اس وقت ان کے نتائج تک کا نشان نہ تھا ہر آدمی ان کے وقوع کو مستبعد خیال کرتا اور ان پر ٹھٹھا کرتا یہ پیشگوئیاں کثرت سے ہیں اور متقیوں کے لئے جو خدا سے ڈرتے ہیں اور حق کو پا لینے کے بعد ان کے دل خوف محسوس کرتے ہیں اور وہ اس پر بدبختوں کی طرح نہیں گذر جاتے یہی مقدار کافی ہے۔“

اس ترجمے پر میں مرزا شفیق احمد کو جنہوں نے اس کام میں محنتِ شاقہ کی ہے داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ یہ کام اب جاری رہنا چاہیئے اور حضرت صاحب کی تمام عربی کتابوں کا ترجمہ دستیاب ہونا چاہیئے ۔

اب اس تقریب کے حالات کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ الوداع کی تقریب ضرور تھی غم کی تقریب نہ تھی گو آنسوؤں سے خالی نہ تھی لیکن ان آنسوؤں نے ان کو چار چاند لگا دیئے ۔ ہم ان آنسوؤں کو نیک فال سمجھتے ہیں، کیونکہ رخصت ہونے والے ایک نئے عزم کے ساتھ رخصت ہوئے اور ساری جماعت پر ایک اثر چھوڑ گئے کہ ہم اس کام کو نئی لگن اور نئے جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھائیں گے ۔ ہماری دعا ہے کہ ہمارے مہمان خوش و خرم وطن واپس پہنچیں اور مختلف جماعتوں میں یہ آمد و رفت کا تبادلہ ۔ رابطہ اور سلسلہ ایک مستقل صورت اختیار کرے جو دین کی تقویت کا باعث ہو ۔ آمین ۔

شیخ محمد طفیل اور میزبانوں اور منتظمین کا شکریہ

اس موقعہ پر شیخ محمد طفیل صاحب کو بھی مبارکباد کہتا ہوں جن کی تحریک سے یہ موقعہ پیدا ہوا اور ان کی تجویز کے مطابق مہمانوں کو ہوٹل کی بجائے گھروں میں ٹھہرانے سے بہت فائدہ پہنچا، خوش نصیب میزبانوں کو دوہرا ثواب ہوا، مہمان بھی افرادِ خانہ کی طرح ان میں رہے اور اس امر کا انہوں نے اظہار بھی نہایت پُرخلوص جذبات سے کیا جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے میزبانوں سے کس طرح رخصت ہوئے ۔

نا انصافی ہوگی اگر میں جناب میاں شیخ فضل احمد صاحب کی خدماتِ جلیلہ کا ذکر نہ کروں جو سارے انتظام کے منتظم اعلیٰ تھے ۔ انہوں نے ان معزز مہمانوں کی آمد کے سلسلہ میں گرانقدر کام کیا اور ان کے پروگراموں میں دلچسپی کے پہلوؤں کو بھی ملحوظ رکھا اور ان کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے ان کا یہ دورہ نہایت کامیاب رہا اور بے جا نہ ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ نصف ثواب تو ہمارے یہ محترم بھائی لے گئے ہیں ۔ اور اپنی گوناگون مصروفیتوں کے باوجود اپنے معاونین کو فرداً فرداً شکریہ کے خطوط لکھ کر ان کی قدر افزائی کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان بے لوث خدمات کا بیش بہا صلہ عطا کرے ۔

میں ان سطور کو نامکمل سمجھوں گا اگر میں جناب ڈاکٹر مبارک احمد صاحب کا ذکر نہ کروں جن کی انتھک کوششوں سے یہ تقریب بقعہ نور بنی ہوئی تھی ۔ ان کی انتظامیہ اہلیت اور اعلیٰ معیار سے میں بہت متاثر ہوا ہوں ۔ اور اتنی شدت کی سردی کے باوجود انہوں نے اپنے حسن انتظام سے کھلی فضا میں آرام دہ اور گرم ڈرائنگ روم کا ماحول پیدا کر دیا ۔ اپنا نہایت قیمتی وقت خرچ کرکے انہوں نے ذاتی نگرانی میں یہ سب کچھ کیا ۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور سب کو جنہوں نے ان مہمانوں کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جزائے خیر دے ۔

اسی سلسلہ میں ڈاکٹر وحید احمد صاحب کا اسم گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جو سخت سردی کے باوجود علی الصبح مہمانوں کے ناشتہ کے انتظام کے لئے دارالسلام میں پہنچتے رہے ۔

اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو اس بے لوث خدمت کی جزائے خیر دے ۔ آمین ۔ ان مہمانوں کی آمد ہمیشہ یاد رہے گی اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ یہ آئندہ باہمی دوروں کا پیش خیمہ ثابت ہوگی ۔

بیان القرآن اوّل ایڈیشن کی ضرورت

حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شائع کردہ تفسیر بیان القرآن اوّل ایڈیشن اگر کسی صاحب کے پاس اچھی حالت میں ہو اور وہ قیمتاً دینا چاہیں تو ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کریں :۔ د ۔ معرفت ایڈیٹر پیغام صلح لاہور

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام افضال الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا ۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ - مؤرخہ ۶ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ - مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۷۴ء | نمبر ۵

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعود)

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددین اُمت کو ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔
۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحاد ملت میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

بحرِ حکمت کے موتی

جنت کی وسعت

عن سھل بن سعدٍ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انّ فی الجنۃ لشجرۃ یسیر الراکب فی ظلّھا مائۃ عامٍ لا یقطعھا قال ابو حازم فحدّثتُ بہ النعمان بن ابی عیّاشٍ فقال حدّثنی ابو سعیدٍ عن النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم قال انّ فی الجنۃ لشجرۃً یسیر الرّاکب الجواد المضمّر السّریع مائۃ عامٍ مّا یقطعھا۔

ترجمہ: سہل بن سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سوار ایک سو سال چلے اور اسے پورا نہ کر سکے گا۔ ابو حازم نے کہا کہ میں نے یہ حدیث نعمان بن عیاش سے بیان کی تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سعید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے کہ اصیل تیار کئے ہوئے تیز رو گھوڑے پر سوار سو سال چلے تو اسے تمام نہ کر سکے گا۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ
اس حدیث میں یہ ظاہر کیا گیا ہے

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

سورۃ العصر میں ۲ دو سلسلوں کا ذکر

متقی نماز کو کھڑا کرتے ہیں۔ مال فی سبیل اللہ خرچ کرنے والا اسکو پھر پاتا ہے

سورۃ والعصر میں دو سلسلوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک ابرار و اخیار کا سلسلہ ہے اور دوسرا فجّار کا۔ کفار اور فجّار کے سلسلہ کا ذکر یوں فرمایا ان الانسان لفی خسرٍ۔ اور دوسرے سلسلہ کو اس طرح پر الگ کیا الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت۔ یعنی ایک وہ ہیں جو خسران میں ہیں۔ مگر خسران میں مومن اور عملِ صالح کرنے والے نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خسران میں وہ ہیں جو مومن اور عمل صالح کرنے والے نہیں ہیں۔ یاد رکھو کہ صلاح کا لفظ وہاں آتا ہے جہاں فساد کا بالکل نام و نشان نہ رہے۔ انسان کبھی بھی صالح نہیں کہلا سکتا۔ جب تک وہ عقائد ردیہ اور فاسدہ سے خالی نہ ہو۔ اور پھر اعمال بھی فساد سے خالی ہو جائیں۔ متقی کا لفظ باب افتعال سے آتا ہے۔ اور یہ باب تصنع کے لئے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ متقی کو بڑا مجاہدہ اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اور اس حالت میں وہ نفس لوامہ کے نیچے ہوتا ہے۔ اور جب حیوانی زندگی بسر کرتا ہے اس وقت امارہ کے نیچے ہوتا ہے۔ اور مجاہدہ کی حالت سے نکل کر جب غالب آجاتا ہے تو مطمئنہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ متقی نفس امارہ کی حالت سے نکل کر آتا ہے۔ اور لوامہ کے نیچے ہوتا ہے۔ اسی لئے متقی کی شان میں آیا ہے۔ کہ وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں۔ گویا اس میں بھی ایک قسم کی لڑائی ہی کی حالت ہوتی ہے۔ وساوس اور اوہام آ آکر حیران کرتے ہیں۔ مگر وہ گھبراتا نہیں۔ اور یہ وساوس اس کو درماندہ نہیں کر سکتے وہ بار بار خدا تعالیٰ کی استعانت چاہتا ہے اور خدا کے حضور چلاتا اور روتا ہے یہاں تک کہ غالب آجاتا ہے۔ ایسا ہی مال کے خرچ کرنے میں بھی شیطان اس کو روکتا ہے۔ اور اسراف اور انفاق فی سبیل اللہ کو یکساں دکھاتا ہے حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسراف کرنے والا اپنے مال کو ضائع کرتا ہے۔ مگر فی سبیل اللہ خرچ کرنے والا اس کو پھر پاتا ہے۔ اور خرچ سے زیادہ پاتا ہے۔ اس لئے مِمّا رزقنٰھم ینفقون فرمایا ہے۔

ملفوظات احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۲۵۱-۲۵۲

قرآن کریم کا مضمون ابتدا اور آخر میں ایک ہی ہے

توحید الٰہی، اللہ تعالیٰ کی کامل ربوبیت اور یہودیت و عیسائیت کا ذکر

محمد رسول اللہ صلعم کا باغ ہمیشہ مثمر ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۷۴ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ۔
بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

سورۃ فاتحہ اور اخلاص پڑھ کر فرمایا:
اس وقت میں نے دو سورتیں تلاوت کی ہیں۔ ان میں سے ایک سب سے پہلی اور دوسری سب سے آخری سورۃ ہے۔ سورۃ اخلاص کے بعد کی دو سورتیں معوذتین کہلاتی ہیں، یعنی جس طرح قرآن شریف شروع کرتے ہوئے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کے خاتمہ پر دو سورتیں قل اعوذ برب الفلق ....الخ اور قل اعوذ برب الناس الخ پڑھی جاتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور قرآن شریف کی تلاوت سے دلوں میں تکبر پیدا نہ ہو۔ ویسے قرآن شریف مضمون کے لحاظ سے سورۃ اخلاص پر ہی ختم ہو جاتا ہے، اور سب سے پہلی سورۃ کا اور آخری سورۃ اخلاص کا مضمون بھی ایک ہی ہے۔ گویا جس مضمون سے شروع کیا تھا اسی پر قرآن کریم کو ختم کیا ہے الحمد للہ رب العٰلمین میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں، وہی آخری سورۃ قل ھو اللہ احد میں بیان کی ہیں۔ الحمد للہ رب العٰلمین میں فرمایا ہے کہ تمام صفات اور تعریفات کا حق دار رب العٰلمین ہے۔ جو ساری کائنات کی پرورش کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ یہی مطلب قل ھو اللہ احد اللہ الصمد کا ہے۔ قل ھو اللہ احد میں فرمایا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو سب کی ربوبیت کرتا اور ان کی ترقی اور بار آوری کے سامان مہیا فرماتا ہے۔ اللہ الصمد وہ ذات ہے جس کے آگے ساری مخلوق اپنی ضرورتیں اور حوائج پیش کرے یہی مضمون الرحمٰن الرحیم کا ہے۔

آخری دو سورتیں معوذتین میں جو دعا سکھائی ہے اس کی غرض یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت سے تکبر پیدا نہ ہو۔ محمد رسول اللہ صلعم کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ عرفان بخشا ہے کہ تکبر شیطان کا فعل ہے، اس سے بچنا چاہیئے۔ استغفار کے بھی یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ گناہوں سے محفوظ فرمائے ہم میں تکبر پیدا نہ ہو۔ یہ کیسا قیمتی سبق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلعم کے ذریعہ ہمیں دیا ہے۔

حضور نبی کریم صلعم نے ۲۳ برس میں بڑی مشقت اٹھائی۔ تبلیغ اسلام اور انسانوں کی اصلاح کے راستہ میں ایک طویل عرصہ تک اذیتیں برداشت کیں، ایک وقت گھر چھوڑ کر غار میں پناہ لینی پڑی، اور غیر وطن میں ہجرت کی، وہاں بھی دشمنوں سے دکھ اٹھانے پڑے پھر وہ وقت بھی آیا کہ خدا تعالیٰ نے بادشاہت عطا کی۔ مگر دونوں حالتوں میں بڑے بلند اخلاق آپ سے صادر ہوئے۔ یہ کمال ہے حضور کا کہ نہ فقر و فاقہ اور تکالیف میں کسی قسم کی کمزوری دکھائی اور نہ ہی بادشاہت حاصل ہو جانے کے بعد دل میں کوئی تکبر پیدا ہوا۔ بلکہ بادشاہت ملنے کے بعد ایذائیں پہنچانے والے دشمنوں کے لئے لا تثریب علیکم الیوم کا فراخدلانہ اعلان فرمایا۔

۲۳ برس تک دکھ دینے والوں کو اختیار پا کر یوں معاف کر دینا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ یہ بڑے دل گردہ کا کام ہے، دکھ اٹھانے کے زمانہ اور بادشاہت کے زمانہ میں ۲۳ برس کے لمبے عرصہ میں کردار کی وہ بلندی دکھائی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے بھی دی ہے۔ وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں قل ھو اللہ احد میں بتلائی والی بات بھی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ واحد ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ناقابل معافی گناہ ہے۔ الصمد وہ ہے جو سب کی ضروریات پوری کرتا ہے یہی مضمون سورۃ فاتحہ میں الرحمٰن الرحیم کا ہے۔ آخر میں تین گروہوں کا ذکر فرمایا (۱) انعام یافتہ (۲) مغضوب علیہم (۳) ضالین۔ انعام یافتہ وہ ہیں جو انبیائے کرام پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی تعلیم پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اور مغضوب علیہم یہودی ہیں۔ جنہوں نے انبیائے کرام، حضرت عیسےٰ اور حضرت نبی کریم صلعم کو جھٹلایا اور مخالفت کی۔ ضالین، عیسائی ہیں جو اپنے غالیانہ اعتقادات کی وجہ سے نہ صرف خود گمراہ ہیں بلکہ اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ مگر آخری سورۃ اخلاص میں صرف ضالین کا ذکر ہے۔ مغضوب علیہم کا ذکر نہیں۔ لم یلد و لم یولد میں عیسائیت کی تردید کی ہے۔ چونکہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو خدا منوانے کے لئے ہر رنگ میں بڑے زور کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر کر دیا۔ کہ یہ ضالین گمراہ کرنے والی قوم ہے۔ مگر مغضوب علیہم یہودیوں کا کوئی مبلغ دنیا میں موجود نہیں کیونکہ یہودی تبلیغ نہیں کرتے۔ اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا۔

ہر انسان کو بیٹے کی خواہش ہوتی ہے سلطنت ہو، تو بھی بیٹے کی شدید خواہش ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا لم یلد و لم یولد۔ اس کا نہ کوئی بیٹا ہے۔ نہ اس کو کسی نے جنا ہے کیونکہ اس پر فنا نہیں وہ بے نیاز ہے۔ اس میں توحید کا بیش قیمت سبق ہے۔ وہ الرحمٰن ہے مخلوق کی حاجات پوری کرتا ہے۔ وہ الرحیم ہے اگر زمین میں ایک دانہ ڈالو تو وہ ستر واپس کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب کوئی ایک قدم چل کر جائے۔ تو وہ دس قدم آگے آتا ہے۔ وہ مالک یوم الدین ہے۔ فیصلہ کے دن کا اور جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ اس دن انسان کے اعمال پر پھل لگنے کا وقت ہوگا۔ یہاں اس دنیا میں بھی گنہ گار اور بد اعمال انسان کبھی جیل میں رہتے ہیں اور کبھی آتشک و سوزاک جیسی موذی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ سزا و جزا کا قانون اس دنیا میں بھی توازن قائم رکھتا ہے، ہر اچھے کام سے راحت ملتی ہے اور بُرے کام سے دل جلتا ہے۔ یہی دوزخ ہے۔ بد اعمال شخص کے قلب کے اندر دوزخ پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ہر دل پر حکومت ہے اس کی حکومت سے کوئی نفس باہر نہیں ہے۔ امریکہ ہو یا برطانیہ۔ ہر جگہ اس کی حکومت ہے، اور ہر جگہ اچھے کام سے راحت اور بُرے کام سے دوزخ پیدا ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ دعا سکھائی ایاک نعبد ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں وایاک نستعین اور تیری ہی مدد چاہتے ہیں۔ اے زمین و آسمان کے بادشاہ اھدنا الصراط المستقیم۔ ہم تجھ سے سیدھے راستہ کی جانب رہنمائی چاہتے ہیں۔ ہم کو انعمت علیھم گروہ میں شامل فرما۔ اپنا تقرب عطا فرما اور ہمیں روحانی و دنیاوی بلندیاں بخش۔

اس مذہب اور تعلیم پر عمل کرنے سے مسلمانوں میں اولیاء اور مجدد پیدا ہوتے رہے ہیں۔ ایک مجدد کو ہم نے بھی دیکھا ہے، جس کی روح کی گرمی اور دل کے سوز نے مردہ قوم میں زندگی پیدا کر دی۔ اس مجدد کے پیرو اسلام اور قرآن کریم کی روشنی کو لے کر یورپ چلے گئے۔ وہاں کئی انگریز مسلمان ہوئے جن میں بڑے بڑے لارڈ اور مصنف شامل تھے۔ ہند و پاکستان کے لوگ گواہ ہیں کہ انہوں نے لارڈ ہیڈلے اور سر عمر ابرتقلن ایسے لوگوں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ محمد رسول اللہ صلعم کا یہ باغ مثمر ہے، جو ہمیشہ پھل دیتا ہے۔ ہم نے مجدد کا عہد پایا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انعام پانے والوں میں سے بنائے ۔

شیخ محمد طفیل صاحب کا لیکچر

محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔ اے مبلغ اسلام انگلستان، جنوبی امریکہ اور ہالینڈ ہماری درخواست پر بلاد غیر میں تبلیغ اسلام کے موضوع پر مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۷۴ء کو ایجوکیشنل آڈیٹوریم عجائب گھر لاہور میں ایک

ہفت روزہ پیغام صلح ______ لاہور ______ مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۷۴ء

لیبیا اور تونس کا ادغام اور کانفرنس سربراہان کے لئے عمل کا پیغام

مُسلم اقوام کا رجوع بر دینِ متین اِسلام

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ (آل عمران ۱۰۹)

ترجمہ: تم بہترین ملت ہو جو لوگوں (کی بہبود) کے لئے قائم کی گئی ہے کیونکہ تم امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہو اور خدا پر (فی الواقع) تمہارا ایمان ہے۔

وکذالک جعلنٰکم امة وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ (البقرہ ۱۴۳)

ترجمہ: اس طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل ملت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے لئے نمونہ بنو جیسے رسولؐ تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔

؎ از رہِ دیں پروری آمد عروج ازر نخست
باز چوں آید بہ آید ہم ازیں رہ بالیقیں (حضرت مسیح موعودؑ)

حالیہ جنگ مشرقِ وسطیٰ سے قبل لیبیا اور مصر کے اِدغام و اِتحاد کی اطلاع عام تھی لیکن اس جنگ میں بعض ایسے واقعات رُونما ہوئے جس سے وہ مبارک اقدام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اب اس کی بجائے لیبیا اور تونس کے باہمی اتفاق و اتحاد کے تحت ایک اسلامی عرب جمہوریہ کی مملکت کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہ غالب رُجحانات ظاہر کرتے ہیں کہ اُنیسویں صدی کی ملکی و وطنی تحریکوں کی بجائے اب مسلمان ممالک باہمی اِتحاد و اتفاق کی برکات کے عملاً قائل ہوتے جا رہے ہیں۔ مغربی قومی اور وطنی نظریات کی رَو میں بہہ کر گذشتہ صدی کے مسلمان ممالک و اقوام نے اپنے اس اعلیٰ رشتۂ رُوحانیت و اخوت کو خیر باد کہہ دیا تھا جس کے ذریعہ وہ باہم منسلک و متحد تھے اور جس رشتۂ اخلاق کے باعث دینِ اسلام دنیا کے لئے رحمت و برکت کا موجب ثابت ہوا تھا۔ تجربہ اور تلخ حقائق نے اب ان کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ مسلمان اقوام و ممالک یہ محسوس کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر وہ اسلام کے رشتۂ دین سے باہم منسلک و متحد ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے تو دنیا میں کبھی انصاف و آزادی اور امن و آشتی قائم نہ ہو سکے گی، اس لئے دنیا میں ایک ایسے تیسرے اِسلامی بلاک کی ضرورت لاحق ہے جس کے ذریعہ انسانیت کو حق و انصاف اور آزادی و مساوات کے قیام میں مدد مل سکے۔ اب وہ اسلام کا نام لینے میں جھجک و شرم محسوس نہیں کرتے، نہ ہی اسلامی جمہوریت کے اُصولوں کو پس پُشت پھینکنے میں اپنی ترقی و فلاح کی راہیں تلاش کرتے ہیں بلکہ انہی دینی و عوامی رشتوں کے ذریعہ اپنے اتفاق و اِتحاد کے راستے تلاش و استوار کرتے ہیں۔ یہ میلانات صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ مُسلمانوں کا قدم اپنے دین کے زندگی کے اعلیٰ اُصولوں کی طرف عملاً بڑھ رہا ہے۔ ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

خود پاکستان کی مملکت کے وجود میں آنے کے محرکات بھی خالصتاً دینی و اسلامی ہیں، اس نئی سلطنت اور نئے ملک کی بناء دینِ اسلام کی جانب رُجوع کرنے کے باعث ہی پڑی۔ جب اس برّصغیر کے مسلمانوں نے اپنے اس ایمان و عزم کا اظہار برملا کیا کہ نسلی، لسانی اور علاقائی رشتوں سے بالاتر و اعلیٰ ایک اور اخلاقی و ایمانی رشتہ ان کے اندر موجود ہے جس کی بناء پر وہ اس برّصغیر میں اپنی علیحدہ مملکت کے مدعی و طالب ہیں تو ان کے اس خالص جذبۂ دینی و ملّی کو خداتعالےٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل ہو گیا اور پاکستان وجود میں آ گیا۔ لیکن اس نئی مملکت کے وجود میں آ جانے کے بعد جب پاکستان کے مسلمانوں نے عملی طور پر ہوسِ زر و اقتدار کے سامنے سربسجود ہونا شروع کر دیا جس سے انکے دعوئ قیام آزاد پاکستان کی نفی ہو گئی تو ان کے اپنے دعوے کے عملاً انکار کے باعث پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یہ امر تو اب ہر ایک فرد پر روشن ہو چکا ہے کہ اگر پاکستان بننے کے بعد مسلمانوں میں باہمی رشتۂ اسلامی اخوت، اخلاق و رُوحانیت کو ترقی دے کر انصاف، اخوت، مساوات، جمہوریت اور آزادی کے انسانی اُصولوں کو ترجیح دی گئی ہوتی تو آج پاکستان کا یہ حشر کبھی نہ دیکھنے میں آتا۔ خداتعالےٰ کی نگاہ میں چونکہ برّصغیر کے مسلمانوں نے اپنے ہی کئے دعوے کا انکار اپنے عمل سے کر دیا اس لئے خدا نے ان کی تنبیہہ و تادیب کے لئے انہیں یہ سزا دی۔ اس کا لازم نتیجہ یہی ہو کر رہیگا کہ وہ جلد یا بدیر اپنے ایسے رویہ سے تائب ہوں گے۔ ربّ اصلح امّة محمّدؐ۔

جو کچھ چھوٹے پیمانہ پر پاکستان میں کیا گیا ہے وہی عالمگیر سطح پر دنیا میں رُونما ہو رہا ہے۔ دجالی تہذیب اِنسانی فلاح و بہبود کو اس کے بیرونی نظاموں کی اصلاح و ترقی سے وابستہ کر رہی ہے۔ اس نظریہ کے ماتحت ہر فرد اور ہر قوم ہوسِ زر و اقتدار کی مسابقت میں ہمہ تن کوشاں ہے، مادیت کی اسی دوڑ سے امن و انصاف اور آزادی و جمہوریت، محبت و مساوات کی اعلیٰ اِنسانی اقدار پامال کی جا رہی ہیں، انسان کے باطنی نظام قلب میں فساد و بے امنی راہ پا گئی ہے لیکن انسان اپنی غلط و کوتاہ نگاہی سے فساد کے ان منبعوں کو کبھی حب الوطنی، کبھی قوم پرستی، کبھی بیرونی جنت کے مسحور کن ناموں سے یاد کرتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انہی جذبات سے باہمی عناد کی آگ بھڑکائی جا کر انسانیت کے خرمنِ امن کو نذرِ آتش کیا جا رہا ہے۔ انہی سے اقتصاد کا قلبی اطمینان جاتا رہا ہے، انہی سے اقوام کو ایک دوسرے کے برخلاف آمادۂ پیکار کیا جا رہا ہے۔ دجالی تہذیب کے اس تباہ کن نظریۂ زندگی سے آگاہ کرنے کے لئے ہی خدا تعالےٰ نے اسلام کے اس صدی کے مجدّدِ اعظمؑ پر یہ حقیقت منکشف کی کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ دینِ اسلام کی حقیقت سے باخبر ہو کر اس کی رُوح کو قائم کریں تا نشاۃِ اسلامیہ ثانیہ کا اصلی معنوں میں آغاز ہو کر دنیا پھر سے اِسلام اور پیغمبر اسلام کے بابرکت و رحمت بھرے اُصولوں سے فلاح و نجات پا سکے۔ اسلامی ممالک کے سربراہان کی مجوزہ کانفرنس جو عنقریب پاکستان میں منعقد کی جا رہی ہے کے موقعہ پر لیبیا اور تونس کے حالیہ انضمام کی عالی مثال کو پیشِ نظر رکھا جانا از حد ضروری ہے، اسلام نے نہ صرف مُلکوں اور قوموں کے اِتحاد و اتفاق میں برکات کو مضمر سمجھا بلکہ حقیقتاً اصل و کامل اِتحاد نظریات اور رُوحوں کی یکجہتی سے ہی حاصل ہوتا ہے جس کی بنیادیں انسانی و اخلاقی صفاتِ حسنہ کی نشوونما و ترقی سے وابستہ ہیں وہ نہ صرف وقتی مصلحتوں، سیاسی مفادات اور ذاتی منفعتوں کی مرہونِ منّت ہوتی ہیں بلکہ ان کا قیام و ارتقاء ابدی صداقتوں اور دائمی اُصولوں پر ہوتا ہے۔

مسلمان ایک ایسی ملت کے افراد ہیں جن کا سب سے بڑا رشتۂ اخوت و اتحاد ان کا مذہب و دین ہے، جب اس بنیادی رشتہ کو وہ مضبوط سے مضبوط تر بنانے میں ہمہ تن کوشاں ہوں گے تبھی ان کی قومی و دینی ترقی کے سامان بھی وجود میں آئیں گے۔ ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوّتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہُوئی رخصت، تو ملت بھی گئی

ہمارا یقین ہے کہ یہ دَور نشأة ثانیہ اسلامیہ کا دَور ہے جب دینِ اسلام کی اعلیٰ و ابدی صداقتوں کا احیاء مقدر ہو چکا ہے لہٰذا ہم اسے اپنا حق و فرض سمجھتے ہیں کہ سربراہانِ اسلامی ممالک کو دینِ اسلام کے دو تین بنیادی اصولوں کی جانب توجہ دلائیں۔

ا۔ وحدتِ ملّتِ اسلامیہ کا راز اس امر میں مضمر ہے کہ مُسلمانوں کے جملہ فرقوں میں تکفیر و منافرت کا سلسلہ قطعی ختم کیا جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ کلمہ و کعبہ کی وحدت و حرمت کی بناء پر ہر کلمہ گو کی تکفیر

قابلِ تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

۲- ہر مسلمان ملک اور قوم اس نظریہ اسلامی کو اپنا مرکزی و محوری نقطۂ عمل بنائے کہ اسلام کی اصل قوت و طاقت کا راز ایمانی و اخلاقی اقدار کے قیام و ترجیح سے وابستہ ہے جس کا خلاصہ اس مختصر جملہ میں آجاتا ہے۔

"میں دین کو دُنیا پر مقدم کروں گا"

۳- دین اسلام کے عالی و خوبصورت چہرہ پر جو بدنما دھبے دشمنوں اور بعض نادان دوستوں نے لگائے ہیں، انہیں دُور کرکے اس جاذب و فطرتی دین کے حُسن کو دوبالا کرکے عالم میں اس حقیقت و صدق کو عام کرنے کے جملہ ذرائع اختیار کئے جائیں۔

ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ متذکرہ بالا ہر سہ نظریات ایسے ہیں جن سے کسی مسلمان فرد، فرقہ یا قوم کو ادنیٰ اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ جملہ مسلمانانِ عالم ان کو بلا حیل وحجت درست وصحیح اور مفید و باعثِ رحمت و برکت تسلیم کرتے ہیں مگر ان کی طرف سے سخت بے توجہی و کامل بے پروائی و غفلت برتی جا رہی ہے اس طرح اس دینِ عظیم اور مسلمانانِ عالم کی ترقی و فلاح تیز ہونے میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ ہماری قلبی دُعا اور دلی تمنّا ہے کہ مجوزہ کانفرنس دنیا کے لئے عموماً اور عالمِ اسلام کے خصوصًا با برکت و باعث رحمت ثابت ہو۔ آمین۔ (ا۔ب)

تبلیغی کلاس کی تنظیمِ نو

(۱) احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے سالانہ اجتماع میں تبلیغی کلاس کی تنظیم نو کے سلسلہ میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ مبلّغین کے طور پر کام کرنے کے لئے میٹرک پاس نوجوانوں کو تیار کیا جائے۔ تاکہ وہ حصولِ تعلیم کے بعد اندرون و بیرون مُلک میں اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ طلباء کی مُفت رہائش، خوراک اور کتب کا انتظام انجمن کی طرف سے ہوگا، اس کے علاوہ انہیں متفرق ضروریات کے لئے ۳۰ روپے ماہوار جیب خرچ دیا جائے گا۔ کورس دو سالہ ہوگا۔ سال میں ایک بار گھر سے آمد و رفت کا کرایہ بھی ادا کیا جائے گا۔ تکمیل کے بعد بہترین طلباء کو مبلّغ مقرر کیا جائے گا۔ موزوں طلباء کو جماعتوں میں بطور اِمام مقرر کیا جائے گا۔ اور بقیہ کو انجمن کے دفاتر میں خدمت تفویض کی جائے گی۔ احباب اس طرف کماحقہٗ توجّہ فرمائیں، جو سعید الفطرت نوجوان شرکت کے متمنّی ہوں، وہ مجھے اِطلاع دیں، تاکہ یکم اپریل سے شروع ہونے والی کلاس میں انہیں شامل کیا جاسکے۔

۲- جماعت کو حفاظ کی ضرورت ہے، جو والدین اپنے بچّوں کو قرآن حکیم حفظ کرانا چاہیں، وہ مرکز کو اِطلاع دیں۔ مرکز ان کے لئے سہولت مہیّا کرنے میں تعاون کرے گا۔

(میاں) فضل احمد

پوسٹ بکس ۱۲۹۸ لاہور

احمدیہ چارٹ

جس کا

ہر احمدی گھرانہ میں لٹکایا جانا ضروری ہے

حضرت اقدس مسیح موعُود اور آپ کی جماعت احمدیہ لاہور کی حقیقی غرض اس زمانہ میں مادیت اور دجالیّت کے بر خلاف جہاد کرنا ہے چنانچہ اس کے مطابق حضرت اقدسؑ کی بعض پیشگوئیاں اور رؤیاء صالح، جماعت احمدیہ لاہور کے ذریعہ پُوری ہوئیں۔ اور یہ سلسلہ طلوع الشّمس من مغربہا کا جاری ہے۔

جب انیسویں صدی میں تمام عالم سائنسی علُوم سے مرعوب و مسحُور ہو رہا تھا اور ان کو وحی اِلٰہی کا درجہ دے کر علُومِ فرقان کو ان کے ماتحت کر رہا تھا ایسے نازک وقتوں میں، گاؤں کے ایک رہنے والے نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ موجودہ سائنس جن اُمور میں فرقانی اصُولوں کی مخالف واقع ہوئی ہے عنقریب، اس میں سائنس کی جہالتیں ثابت ہو کر رہیں گی اور اسلام فتح پائے گا۔ اسلام کی فتح واقبال کے دِن اَب نزدیک ہیں۔

یہ عظیم پیشگوئی کس طرح صادق ثابت ہوئی؟ نیز قرآن کے انگریزی ترجمہ تفسیر اور لندن میں کامیاب تبلیغِ اسلام کی پیشگوئیاں کیونکر واقعات میں پُوری ہوئیں۔ آج کیونکہ خود سائنسدان اور یورپ کے مفکرین بالاتفاق ان امور کے معترف ہیں کہ نہ صرف انیسویں صدی سائنس نے نظریہ تخلیق کائنات کے بارہ میں بنیادی غلطیاں کیں بلکہ نظریۂ حیات انسانی کے متعلق بھی اُنیسویں صدی کے مفکرین کے خیالات غلط تھے اور اگر نسلِ انسانی کو سائنس کی تباہ کاریوں سے بچنا منظور ہے تو اسے بجز قبولِ اسلام اور کوئی راہ نہیں۔ یہ سب عظیم و عالی اصُول اس چارٹ میں حوالہ جات کے ساتھ دیدہ زیب صورت میں بمعہ فوٹو حضرت اقدسؑ دیئے گئے ہیں۔ ہر احمدی گھرانے اور احمدی ادارہ میں یہ **احمدیہ چارٹ** فریم کرکے لگوانے کے قابل ہے، تاکہ نئی نسل اور احمدی نوجوانوں کو ایک نظر میں جماعتِ احمدیہ لاہور کے مقاصد و مسلک سے پُوری طرح آگاہی حاصل ہو سکے۔ دفتر اخبار پیغام صلح سے **ایک روپیہ** میں وصول کریں۔

بحریہ کمہتے موتی- بسلسلہ صفحہ اوّل- کہ ہر انسان کی جنّت کی وسعت کس قدر ہوگی- قرآن کریم میں ہے جنة عرضها كعرض السماء والارض وہاں کے درخت کیسے ہوں گے یہ علم اللہ کو ہے ظل سے مراد آسائش اور نعمت بھی ہے۔ (فضل الباری کتاب الرقاق)

ھفت روزہ پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

الاحمدیہ

سیّد ابوالحسن علی ندوی کی جماعتِ احمدیہ لاہور اور مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر پر اعتراضات کا جائزہ

از: شیخ محمد طفیل۔ (ترجمہ از انگریزی۔ فخرالدین احمد)

مولینا سیّد ابوالحسن ندوی صاحب نے اپنی تالیف "قادیانیت" کے ایک باب میں تمام تر جماعت احمدیہ لاہور کا ذکر کیا ہے۔ اس باب کی ابتدائی سطور میں جناب ندوی صاحب فریق ربوہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس شاخ نے ایک واضح اور قطعی موقف اختیار کیا ہے۔ اور اپنی اخلاقی جرأت کا ثبوت دیا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ مرزا صاحب کی منشاء کی صحیح ترجمانی و نمائندگی اور ان کی تعلیمات و تصریحات کی محض صدائے بازگشت ہے" [1]

(الفاظ کے نیچے خطوط میرے لگائے ہوئے ہیں۔ ناقل)

آگے چل کر مولینا حضرت مرزا صاحب کے متعلق اپنے طور پر فرماتے ہیں:۔

"وہ اپنی کتابوں میں پکار پکار کر کہہ رہے ہیں:۔

(۱) میں نبی ہوں
(۲) صاحب وحی ہوں
(۳) صاحبِ امر و نہی اور
(۴) صاحب شریعت ہوں
(۵) میرا منکر کافر اور جہنمی ہے۔" [2]

(نمبر شماری میری طرف سے کی گئی ہے۔ ناقل)

اب اگر "بلاشبہ" اہلِ ربوہ دیانت داری سے حضرت بانیٔ سلسلہ کی تعلیم کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں تو ندوی صاحب کا یہ محاکمہ کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ اہلِ ربوہ حضرت بانیٔ سلسلہ کو نہ تو صاحب امر و نہی مانتے ہیں (۳) نہ صاحب شریعت تسلیم کرتے ہیں (۴) اور نہ ہی انکے منکر کو جہنمی قرار دیتے ہیں (۵) اس لئے یا تو ندوی صاحب خود حضرت مرزا صاحب کے صحیح مقام کو سمجھتے ہیں یا اہلِ ربوہ۔ اس لئے کہ دونوں اس معاملہ میں حق بجانب نہیں ہو سکتے۔ ندوی صاحب کی پراگندہ خیالی کی یہ ایک اور مثال ہے۔ [3]

جہاں تک جماعت لاہور کے عقائد کا تعلق ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ حاصل تھا۔ اسی لئے آپ صاحبِ وحی تھے البتہ یہ وحی "وحی نبوت" نہیں تھی جو انبیاء کرام سے مخصوص ہے، بلکہ وحی ولایت تھی جس کا اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے اولیا سے وعدہ کیا ہے۔ قرآن کریم میں غیر انبیا پر وحی نازل ہونے کا صاف ذکر موجود ہے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:۔

(۱) واوحینآ الیٰ امّ موسیٰ۔ اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو وحی کی۔ [4]
(۲) واذ اوحیت الی الحواریّن۔ اور جب میں نے (حضرت عیسیٰ کے) حواریوں کو وحی کی۔ [5]

حالانکہ نہ تو حضرت موسیٰؑ کی والدہ نبیہ تھیں اور نہ ہی حضرت عیسیٰ کے حواری نبی تھے۔

بعض لوگ لفظ وحی سے چونک جاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اولیائے اُمت کو الہام ہوتا ہے "وحی" نہیں ہوتی۔ یہ امتیاز اور تخصیص ان کی اپنی ہی اختراع ہے ورنہ قرآن کریم نے تو غیر انبیاء کے لئے صاف طور پر لفظ "وحی" استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں سے واضح ہے۔

ندوی صاحب نے جن دوسرے امور کا ذکر کیا ہے۔ ان پر پہلے بحث ہو چکی ہے۔ ان کے بعض ارشادات پر تبصرہ بہرحال ضروری ہے وہ فرماتے ہیں:۔

"مولوی محمد علیؒ صاحب مرزا صاحب کے خود ان کی ذات اور ان کی اولاد سے زیادہ ہمدرد ہیں .... وہ ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے کہیں اصطلاحی نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں جہاں جہاں نبوت وحی۔ کفر۔ وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں وہ محض صوفیانہ اصطلاحات اور مجازات اور استعارات ہیں"۔ [6]

نبوت اور کفر و اسلام پر تفصیلی بحث پہلے گذر چکی ہے۔ یہاں میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے خود (نہ کہ مولینا محمد علیؒ صاحب نے جیسا کہ ندوی صاحب کا خیال ہے) اصطلاحی معنوں میں دعوےٰ نبوت سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ صوفیاء کرام کے ہاں یہ روز مرّہ کا عام محاورہ ہے اور یہ کہ انہوں نے یہ لفظ مجازی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ مزید براں انہوں نے کبھی اپنے دعوے کے انکار کرنے والوں کو کافر نہیں ٹھہرایا۔ لیکن ندوی صاحب اس کوشش میں ہیں کہ اپنے مزعومات کو زبردستی حضرت بانیٔ سلسلہ اور ان کے متبعین کے سر تھوپیں۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ کی تحریروں کی تشریح کرتے وقت بھی ان کی کوشش یہی ہے کہ ان کی اپنی مفروضہ تعبیر و تشریح قبول کر لی جائے۔ انہوں نے مولانا محمد علیؒ صاحب پر جو الزامات لگائے ہیں اُن کی تردید خود بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ذیل کے اقتباسات سے ہوتی ہے:۔

استعارہ اور مجاز کے رنگ میں لفظ نبی کا استعمال

"اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت اور رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں"۔ [7]

"محدثیت کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے تو کیا اس سے دعویٰ نبوت

---

[1] قادیانیت۔ مطالعہ و جائزہ اُردو ایڈیشن۔ صفحہ ۲۰۰ بار دوم۔ مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ بھارت۔

[2] ایضاً صفحہ ۲۰۱

[3] جناب ندوی صاحب کے مفروضہ کے خلاف ایک شیعہ عالم کی رائے یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کے ہرگز قائل نہیں تھے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"لفظ خاتم النبیّین، خاتم الانبیاء، اور لانبی بعدی، کے حقیقی اور درست معنی آخری نبی کے ہی ہیں اور یہی جملہ اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے۔ اس کی تائید قرآن مجید، احادیث نبویؐ اور احمدی کتب سے کی گئی ہے، مرزا صاحب نے ان معنوں پر اچھی طرح روشنی ڈالی ہے اور آنے والے مسیح موعود کو جن معنوں میں نبی کے نام سے پکارا گیا ہے۔ ان کے نزدیک اس نبوت سے مراد محدثیت ہے۔" (سید امیر حسین شاہ بخاری۔ قاطع البرہان۔ بجواب رسالہ البرہان صفحہ ج (پبلشر منظور حسین خان۔ مکان $\frac{4}{874}$ محلہ امر پورہ مسکین روڈ۔ راولپنڈی۔)

"غیر جماعت احمدیہ (ربوہ۔ ناقل) مرزا صاحب کو جو کچھ چاہے مانتے ہم نے بہرحال یہ بتا دیا ہے کہ مرزا صاحب بھی اہلِ اسلام کی طرح خاتم النبیّین اور ختم نبوت ۴۴ کے وہی معنی کرتے ہیں جو ان کے نزدیک مسلّم اور درست ہیں، مرزا صاحب بھی آنحضرت کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کے ہرگز قائل نہ تھے" (ایضاً صفحہ د)

[4] سورۃ القصص ۲۸۔ ۷

[5] سورۃ المائدہ ۵ ۔ ۱۱۱

[6] قادیانیت۔ صفحہ ۲۰۱

[7] ازالہ اوہام۔ صفحہ ۲۷۔ مطبوعہ ستمبر ۱۸۹۱ء

للازم آگیا ؟" ۸ے

"اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے میرا نام نبی رکھا گیا ہے - مجاز کے طور پر نہ حقیقت کے طور پر" ۹ے

"میں نے نبوّت کا دعوےٰ نہیں کیا اور نہ ہی میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں - لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی - میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدّث ہوں اور اللہ تعالےٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدّثین سے کلام کرتا رہا ہے" ۱۰ے

"ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوّت کا مُدّعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں اور نہ اس کا کوئی اصل ہے اور بخدائے ذوالجلال میں اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس امر پر بھی میرا ایمان ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں - ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدّث میں تمام اجزائے نبوّت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوّۃ نہ بالفعل پس محدّث بالقوۃ نبی ہے - اور اگر نبوّت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا" ۱۱ے

صوفیانہ اصطلاح

"لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے بعض اوقات خدا تعالےٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے - سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصّب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں - آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس نبویؐ سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رُو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلّم اور ایک معمولی محاورہ مکالماتِ الٰہیہ کا ہے - ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟" (انجام آتھم حاشیہ ص۲۸)

پس یہ موقف صرف مولینا محمد علیؒ صاحب کا ہی نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے دعوےٰ نبوّت اصطلاحی معنوں کی رُو سے نہیں کیا اور دوسرے صوفیائے کرام کی طرح نبی کا لفظ استعارہ اور مجازی معنوں میں استعمال کیا ہے بلکہ خود بانیٔ سلسلہ بھی پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اصطلاحی معنوں کی رُو سے ہرگز نبوّت کا دعوےٰ نہیں کیا بلکہ اس لفظ کو لغوی اعتبار سے استعمال کیا ہے - مقام افسوس ہے کہ مخالفوں اور نادان دوستوں نے ان توضیحات کو نظر انداز کر کے حضرت مرزا صاحب کے اقوال کو سمجھنے میں غلطی کی - حضرت بانیٔ سلسلہ کے مقام اور دعوےٰ کے بارے میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اجماع اس کتبہ کی عبارت سے عیاں ہے جو حضرت مرزا صاحب کی وفات پر آپ کی لحد پر ۱۹۰۸ء میں نصب کیا گیا تھا - اس کتبہ میں آپ کو مسیح موعود - مجدّد صدی چہاردہم بیان کیا گیا تھا۔[۱۲] مگر مولینا حکیم نورالدین صاحب اور دیگر اکابرین جماعت کی وفات کے بعد قادیان میں برسر اقتدار گروہ (اہلِ ربوہ) نے اس کتبہ کو ۱۹۳۱ء کے قریب ہٹا دیا اور اس کی جگہ جو نیا کتبہ لگایا اس میں لفظ "مجدّد صدی چہاردہم" کے الفاظ کو حذف کر دیا گیا۔[۱۳] یہ ایک قوی شہادت ہے کہ عقیدۂ نبوّت مرزا صاحب کی وفات کے بعد گھڑا گیا - اس امر کا بطور مثال اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ ندوی صاحب کو اہلِ ربوہ صحیح عقیدہ پر کاربند نظر آتے ہیں -

کسی مامور کو مسیح موعود تسلیم کر لینے سے اسلام کے بنیادی عقائد میں فرق نہیں پڑتا

ندوی صاحب نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ مولینا محمد علی صاحبؒ حضرت بانیٔ سلسلہ کو مجدّد صدی چہاردہم کے علاوہ مسیح موعود بھی تسلیم کرتے ہیں - ۱۴ے

درحقیقت بانیٔ سلسلہ کا دعوےٰ مجدّد ہونے کا تھا - جیسا کہ آپ فرماتے ہیں :-

"بجز اس عاجز کے اور کسی فرد نے چودھویں صدی کا مجدّد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ مُلہم من اللہ اور مجدّد من اللہ کے دعوےٰ سے کچھ بڑا نہیں" ۱۵ے

اور اپنی ایک آخری کتاب میں آپ فرماتے ہیں :-

"یہ قوی دلیل اس بات پر ہے کہ یہی وقت مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعوےٰ پر پچیس سال گذر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعوےٰ کیا" ۱۶ے

اب غور طلب سوال یہ ہے کہ کیا بانیٔ سلسلہ کو مسیح موعود تسلیم کر لینے سے دین کے بنیادی عقائد میں کوئی رخنہ پڑ جاتا ہے -

مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو حضرت مسیح ناصری کے آسمان پر بجسد عنصری زندہ موجود ہونے کا قائل ہے وہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح آخری زمانہ میں نازل ہوں گے - یہ عقیدہ در اصل حضرت نبی کریم صلعم پر نبوّت کے ختم ہونے کے نقیض ہے - چنانچہ اہل ربوہ اور ندوی صاحب کے ہم خیال مسلمان اس معاملہ میں متفق الرائے ہیں - اگر غور سے دیکھا جائے تو خواہ کسی نئے نبی کی آمد کو تسلیم کیا جائے یا کسی پرانے نبی کے نزول پر اعتقاد رکھا جائے نبوّت کی مُہر دونوں صورتوں میں ٹوٹ جاتی ہے اور رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم حقیقی معنوں میں خاتم النبیین نہیں رہتے -

اُمت مسلمہ میں ایک اور طبقہ اس بات کا قائل ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم طبعی وفات پا چکے ہیں - علامہ محمد شلتوت مرحوم علامہ المراغی - مفتی محمد عبدہٗ علامہ رشید رضا وغیرہم ان کے نزدیک نزولِ مسیح ابنِ مریم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کچھ اور علماء (جیسے مولینا ابوالکلام آزاد مرحوم) حضرت مسیح کو وفات یافتہ تسلیم کرتے ہیں اور ساتھ ہی نزولِ ابن مریم کی حدیث کی صحت سے بھی انکار نہیں کرتے - البتہ وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ نزول کیسے ہوگا -

ایک تیسرا مکتبِ خیال بھی ہے - اس کا موقف یہ ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں - البتہ ان کی آمد ثانی سے مراد یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے ایک مجدّد کو مسیح کا نام مجازی طور پر دیا جائے گا - گویا آنے والا مسیح امتِ مسلمہ کا ہی ایک فرد ہوگا - میں یہاں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ لاہور کا یہی مسلک ہے - چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ کو مسیح موعود تسلیم کر لینے سے اسلامی عقائد میں کوئی رخنہ نہیں پڑتا - البتہ حدیث نبویؐ کی صداقت اور پیشگوئی کے پورا ہو جانے کا ثبوت مل جاتا ہے - اگر ندوی صاحب یہ کہنے پر مصر ہیں کہ اس پیشگوئی کی تاویل کی

کی ہے تو ہم بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ندوی صاحب

کو قبول نہ کر کے ٹھوکر کھائی ہے - البتہ یہ ایک مسلّمہ حق

کی جو تاویل ہماری جماعت نے پیش کی ہے اس

کوئی حرج واقعہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ارکانِ اسلام

یہی وہ توجیہہ ہے جس کو قبول کرنے سے

۸ے ازالہ اوہام ص۳۴ مطبوعہ ۳ ستمبر ۱۸۹۰ء

۹ے حقیقۃ الوحی ضمیمہ استفتاء ص۶۵ مطبوعہ ۱۹۰۷ء

۱۰ے حمامة البشریٰ ص۷۹ مطبوعہ ۱۹۰۳ء

۱۱ے حمامة البشریٰ ص۸۱ مطبوعہ ایضاً

۱۲ے اس کا اعتراف جماعتِ قادیان کے اخبار الفضل ۱۲ ستمبر ۱۹۳۶ء ص۷ کالم ۲ میں موجود ہے -

۱۳ے مولوی دوست محمد صاحب شاہد - تاریخ احمدیت جلد سوم ص۵۱۲ پبلشر ادارہ المصنفین ربوہ ضلع جھنگ پاکستان

۱۴ے قادیانیت - انگریزی ایڈیشن ص۱۳۲

۱۵ے آئینہ کمالات اسلام ص۲۲ مطبوعہ ۱۸۹۳ء

۱۶ے حقیقۃ الوحی - ص۱۹۳

غلام نبی مسلم صاحب ایم اے

حادثۂ کربلا اور اس سے قبل قابلِ ذکر واقعات

سانحۂ کربلا پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے، کیونکہ اس کے نتیجہ میں اُمتِ مسلمہ میں جو افتراق کی آگ بھڑکی اس کے شعلے آج تک سرد نہیں ہوئے، اور جب تک اُمت کو انتشار کے زیرِ اثر اپنی رسوائی اور ذلت ختم کرنے کا احساس نہیں ہوگا، یہ شعلے بھڑکتے رہیں گے، ذیل میں ہم مشہور شیعہ مؤرخ جناب مُلّا باقر مجلسی کی کی اہم تصنیف جلاء العیون سے اہم واقعات پیش کرتے ہیں۔ اس کا اُردو ترجمہ شیعہ جنرل بک ایجنسی موچی گیٹ لاہور نے شائع کیا ہے۔

سیّدنا حسینؓ کا اختلاف

سیّدنا حسنؓ نے اہلِ کوفہ کی بے وفائی سے تنگ آکر خلافت کی زمام حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ میں دے دی اور اس طرح از سرِ نو عالم اسلام کے اتحاد کی بنیاد رکھی۔ لیکن سیّدنا امام حسینؓ برادر بزرگ کے اس اقدام سے مطمئن نہ تھے۔

"روایت کی ہے۔ جب امام حسن اور معاویہ میں مصالحہ ہوا۔ اس وقت معاویہ نے امام حسینؓ سے بیعت کو کہا۔ امام حسن نے معاویہ سے کہا حسین سے کچھ کام نہ رکھ کہ وہ بیعت نہ کرے گا، یہاں تک کہ شہید ہو" (جلاء العیون جلد اوّل ص۳۲۲)

البتہ سیّدنا حسنؓ نے اُن سے علیحدگی میں بات کی تو بیعت پر راضی ہو گئے۔ (ایضاً)

اہلِ کوفہ کا سیّدنا حسینؓ سے میل جول

کوفہ کے بے وفا شیعانِ علی کی غداری سے سیّدنا علیؓ کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے اور سیّدنا حسنؓ نے ان کے ہاتھوں زخمی ہو کر امیر معاویہ سے صلح کر کے حکومت سے علیحدگی اختیار کر لی، اس پر انہوں نے سیّدنا حسین کو معاویہ کے خلاف اکسانے کی مساعی شروع کر دیں۔

"شیخ کشیؒ نے روایت فرمائی ہے، کہ مروان معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا، اس نے معاویہ کو لکھا کہ مجھ سے عمر بن عثمان نے بیان ہے، کہ ایک گروہ عراقی و حجازی امام حسینؓ پاس آمد و رفت رکھتے ہیں اور ان کو طمع خلافت دلاتے ہیں مجھے خوف ہے کہ کہیں فتنہ و فساد برپا نہ ہو جائے"۔ (جلد دوم ص۴۲)

امیر معاویہ کا جواب

تمہارا خط میرے پاس آیا۔ جو کچھ اس میں مفہوم تھا، معلوم ہوا۔ تم ہرگز معترض امام حسینؓ نہ ہونا۔ اور جب تک وہ تم سے تعلق نہ رکھیں تم بھی ان سے علاقہ نہ رکھنا اور جب تک وہ میری بیعت پر وفا کریں گے میں ان کا متعرض نہ ہوں گا۔ (ایضاً)

سیّدنا حسین کے نام مکتوب

اس کے ساتھ ہی سیّدنا حسین کو ایک چٹھی میں لکھا:۔

"آپ کے کئی امور مجھے دریافت ہوئے اگر وہ درحقیقت سچ ہیں۔ لازم ہے کہ انہیں ترک کر دیجئے اس لئے کہ جس نے خدا سے عہد و پیمان کیا ہے اسے لازم ہے کہ اپنے عہد و پیمان پر وفا کرے اور جو کچھ میں نے سنا ہے باطل ہے۔ ہرگز آپ ان امور کے پابند نہ ہوں گے۔ آپ کو لازم ہے۔ کہ آپ اپنے امور کا خیال اور اپنے عہد و پیمان پر وفا کریں۔ اور جب آپ عہد شکنی کریں گے میں بھی عہد شکنی کروں گا۔ اور اگر آپ مکر کریں گے، میں بھی آپ سے مکر کروں گا۔ آپ اس اُمت کے اجتماع کو برہم نہ کیجئے۔ اور موجب حدوث فتنہ نہ ہوجئے۔ کیونکہ آپ لوگوں کو پہچانتے ہیں۔ اور امتحان کر چکے ہیں دیں اپنے اوپر رحم اور اپنے دین اور اپنے جد کی اُمت پر رحم کیجئے۔ بے خرد اور احمقوں سے دھوکا نہ کھائیے" (ایضاً ص۴۲)

سیّدنا حسن کی وفات

جب سیّدنا حسن کی وفات ہوئی تو کوفیوں کو پھر جرأت ہوئی اور انہوں نے سیّدنا حسینؓ کو خط لکھا کہ اب موقع ہے کہ آپ خلافت کی باگ ڈور سنبھالیں۔ چنانچہ جیساکہ جناب مُلّا باقر مجلسی لکھتے ہیں:۔

"شیخ مفیدؒ و سیّد ابنِ طاؤسؒ و ابنِ شہر آشوبؒ وغیرہم رضوان اللہ علیھم نے روایت کی ہے، جب امام حسنؑ نے انتقال فرمایا شیعان عراق نے متعد ہو کے ایک خط امام حسین کو لکھا کہ ہم معاویہ کو خلافت سے معزول کر کے آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ امام حسین نے اس وقت موافقت ان کی میں صلاح نہ جانی۔ اور حکم بہ صبر فرمایا۔"

حضرت معاویہ کی امیر یزید کی نصیحت

وفات سے قبل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو بلایا اور دیگر باتوں کے علاوہ سیّدنا حسین کے متعلق فرمایا:۔

"لیکن امام حسینؑ۔ پس ان کی نسبت قرابت کا حال رسولؐ خدا سے تجھے معلوم ہے کہ وہ پارہ تن حضرت رسولؐ کے ہیں، اور ان کے گوشت و خون سے پرورش ہوئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بے شک اہلِ عراق ان کو بلائیں گے، اور یاری و نصرت نہ کریں گے، بلکہ ان کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ لازم ہے اگر ان پر تو ظفر پائے۔ ان کے حق حرمت کو پہچاننا۔ اور ان کی منزلت و قرابت جو رسولِ خدا سے ہے اس کو یاد کرنا اور ان کی باتوں پر ان کا مواخذہ نہ کرنا" (ص۱۲۹)

امیر یزید کی روش

جب جناب یزید امیر بن گئے، تو مدینہ کے حاکم مروان بن حکم کو لکھا، کہ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور حسینؓ بن علیؓ سے میرے نام پر بیعت لی جائے سیّدنا حسینؓ نے پہلے تو فرمایا:۔

"میں نے اپنے جدّ بزرگوار جناب رسولِ خداؐ سے سنا ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ خلافت فرزندان ابو سفیان پر حرام ہے پھر اس گروہ سے کیونکر بیعت کروں جن کے حق میں جناب رسولِ خدا نے یہ اشارہ کیا ہے" (ص۱۳۰)

یہ الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد سیّدنا حسینؓ کی روش میں نمایاں تبدیلی آچکی تھی، اور آپ نے اس بیعت کا بھی انکار کر دیا جو آپ نے اور آپ کے برادر بزرگ سیّدنا حسنؓ نے حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ پر کی تھی۔ اس وقت مروان کے پاس ولید بیٹھا تھا، اس نے امیر یزید کا خط پڑھا تو سیّدنا حسینؓ نے فرمایا:۔

"مجھے یہ گمان نہیں ہے کہ تم مجھ سے پنہاں یزید کی بیعت کرنے پر راضی ہو جاؤ گے کہ علانیہ لوگوں کے سامنے میں یزید کی بیعت کر دوں۔ ولید نے کہا۔ ہاں یہی مقصود ہے۔ حضرت نے فرمایا کل صبح اس بارہ میں جو مناسب ہوا جواب دوں گا" (ص۱۳۲)

مکہ کی طرف روانگی

مروان اور ولید کے ساتھ آپ کی گفتگو شب یک شنبہ ۲۷ویں ماہ رجب کو ہوئی تھی، اسی شب پچھلے پہر آپ اہل و عیال سمیت عازمِ مکہ ہو گئے۔ اور بہ روایت شیخ مفیدؒ امام حسین تیسری تاریخ ماہ شعبان کو مکہ میں داخل ہو گئے۔

اہل کوفہ کی روش

معاویہ کی وفات، یزید کی تخت نشینی اور سیدنا حسین کی مکہ پہنچنے کی خبر کوفہ پہنچی تو:۔

"شیعانِ کوفہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے۔ حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے اور دربارہ فوت معاویہ و بیعت یزید گفتگو کی سلیمان نے کہا جب کہ معاویہؓ مر گیا اور امام حسینؓ بیعت یزید سے انکار کر کے مکہ معظمہ گئے ہیں۔ اور تم ان کے شیعہ اور ان کے پدر بزرگوار کے شیعہ ہو اگر جانتے ہو کہ ان کی نصرت کر سکو گے اور بجان و مال ان کی نصرت میں کوشش کر سکو گے، ایک عریضہ ان کی خدمت میں لکھ کر یہاں بلا لو، اور اگر ان کی نصرت میں سستی اور کاہلی کرو گے یہ جان لو کہ شرط نیک خواہی اور متابعت کی بجا آوری نہ کرو گے، ان کو فریب نہ دو، اور ہلاکت میں نہ ڈالو، شیعوں نے کہا جب حضرت اس شہر کو اپنے نورِ قدم سے منور کریں گے، ہم سب بقدم اخلاص ان کی خدمت

ہیں حاضر ہو کے ان سے بیعت کریں گے، اور ان کی نصرت میں جانفشانی اور دشمنوں سے حفاظت میں کوشش کریں گے۔" (صـ۱۳۸)

سیدنا حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت

اس گفت و شنید کے نتیجہ میں فیصلہ کیا گیا کہ آپ کو کوفہ تشریف لانے کو کہا جائے چنانچہ سلیمان اور دیگر رؤسائے کوفہ نے آپ کو لکھا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم .... [illegible] واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی امام پیشوا نہیں۔ پس آپ ہماری طرف توجہ کیجئے، اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیے۔ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ شاید حق تعالے حق کو آپ کی برکت سے ہم پر ظاہر کرے۔ اور نعمان بن بشیر حاکم کوفہ نہایت ذلیل و خوار دارالامارۃ میں بیٹھا ہے۔ اور ہم جمعہ کو اور عیدین میں وہاں نماز پڑھنے نہیں جاتے اور جب ..... آپ کی خبر تشریف آوری ہم کو ملے گی، ہم اسے کوفے سے نکال دیں گے، کہ اہلِ شام کے پاس چلا جائے۔" (صـ۱۳۹)

کثرت خطوط

اہل کوفہ کے قاصد یہ خط لے کر دسویں ماہ مبارک رمضان کو داخل مکہ ہوئے اور نامہ اہلِ کوفہ خدمت امام حسینؓ میں پہنچا دیا۔ ان دونوں قاصدوں کی روانگی کے بعد دو روز پھر اہلِ کوفہ نے قیس بن مسہر و عبداللہ بن شداد اور عمارہ بن عبداللہ کو ڈیڑھ سو خطوط جو اہلِ کوفہ نے لکھے تھے، دے کر بہ خدمت امام حسینؓ روانہ کیا، اور پھر دو روز کے بعد تین چار بلکہ زیادہ لوگوں نے ایک خط لکھا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عریضہ شیعوں اور فدویوں و مخلصوں کی طرف سے خدمت امام حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب سے، اما بعد۔ بہت جلد آپ اپنے دوستوں اور ہوا خواہوں پاس تشریف لایئے۔ کہ جمیع مردان ولایت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں۔ اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف رغبت نہیں، البتہ یہ تعجیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لایئے۔ والسلام اہل کوفہ" (صـ۱۳۹)

اس کے بعد کچھ کوفیوں نے بدیں الفاظ دعوت دی:۔

"بعد حمد و نعت گذارش ہے کہ تمام صحرا سبز اور میوے تیار ہیں۔ اگر آپ یہاں تشریف لائیں۔ تو آپ کے لئے یہاں لشکر مہیا و حاضر ہے ہم شب و روز آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔" (صـ۱۳۹)

سیدنا حسینؓ کا راغب ہونا

ہر چند ہر طرح کے خطوط خدمت آنحضرت میں پہنچتے تھے۔ مگر حضرتؓ ٹال دیتے تھے۔ اور جواب ان کا نہ لکھتے تھے۔ یہاں تک کہ چھ سو خطوط ان مکاروں غداروں کے امام حسین کے پاس پہنچے، اور جب مبالغہ اور اصرار از حد ہوا۔ اور متعدد قاصد حضرت کے پاس جمع ہو گئے اور بارہ ہزار خطوط کوفہ سے آ گئے۔ حضرت نے ان کے آخری خط کا جواب لکھا۔

جب بارہ ہزار خطوط سامنے موجود ہوں اور خطوط کے قاصد شب و روز سبز باغ دکھائیں تو ایک شریف اور نیک نیت انسان کا ان سے متاثر ہونا لازمی امر ہے، اور سیدنا حسین تو خود چاہتے تھے کہ جانثاروں کا گروہ ہاتھ لگے تو حکومت کا نظم و نسق سنبھالیں اور اہل کوفہ نے تحریر کے ذریعہ جانثاروں کے لشکر مہیا کر دیئے تھے۔ امتِ مسلمہ کی بدقسمتی سے سیدنا حسین نے تاریخ کے سبق کو نظر انداز کر دیا۔ ورنہ انہیں اس سلوک کا سب سے زیادہ علم تھا جو ان کوفیوں نے سیدنا علیؓ اور سیدنا حسنؓ سے کیا تھا۔ اور جس کی وجہ سے حضرت علی رضؓ کو اپنے مشن میں ناکامی ہوئی اور حضرت حسن کو خلافت سے دستبردار ہونا پڑا تھا۔ اور آپ نے خویش و اقارب کے ان مشوروں اور التجاؤں کو بھی در خورِ اعتناء نہ سمجھا، جن کا اظہار انہوں نے آپ کو روکنے کی صورت میں کیا۔

یزید کا نرم رویہ

سیدنا حسین بیعت کے بغیر مدینہ سے مکہ چلے جاتے ہیں۔ حکومت وہاں بھی یزید ہی کی تھی۔ وہاں آپ ۲۷ رجب سے ۸ ذی الحجہ تک چار ماہ سے زیادہ عرصہ ٹھہرتے ہیں۔ کوفہ کے لوگوں کا آپ کے گرد جمگھٹا ہے۔ حکومت تمام حالات سے واقف ہے۔ لیکن کوئی شخص آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ حتیٰ کہ آپ کوفیوں کے کہنے پر پہلے تو چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجتے ہیں اور پھر ان کی طرف سے کوئی اطلاع ملنے سے پہلے ہی کوفہ کا رخ کر لیتے ہیں۔ اس طرح یزید نے باپ کی وصیت کو عملی جامہ پہنایا اور سیدنا حسین کی بیعت کو بھی نظر انداز کر دیا اور عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اگر آپ کوفیوں کے خطوط کو نظر انداز کر دیتے تو ہماری تاریخ بالکل مختلف ہوتی۔

روانگی اور مخلصین کے مشوروں سے بے اعتنائی۔

۱۔ "زرارہ بن صالح سے روایت کی ہے۔ کہ میں امام حسینؓ کی خدمت میں روانگی سفرِ عراق آنحضرت سے تین روز پہلے پہنچا۔ اور عرض کیا، مردم کوفہ کے دل آپ کی طرف اور تلواریں بنی امیہ کی جانب ہیں۔" (صـ۱۵۱)

۲۔ "محمد بن حنفیہ (برادر حسین) خدمت حضرت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ اے برادر جو کچھ اہل کوفہ نے مکر و غدر آپ کے پدر و برادر کے ساتھ کیا۔ آپ جانتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ سے بھی ویسا ہی سلوک نہ کریں اگر آپ مکہ میں اقامت فرمائیں۔ عزیز و مکرم رہیئے گا .... اچھا آپ یمن کی طرف یا جنگل میں تشریف لے جایئے، کہ آپ پر کوئی ظفر یاب نہ ہو سکے۔ حضرت نے جواب دیا اس مقدمہ میں فکر کروں گا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت نے حکم دیا کہ اونٹوں پر اسباب بار کریں" (صـ۱۵۷)

۳۔ "بعد ان کے عبداللہ بن عباس خدمت امام حسینؓ میں حاضر ہوئے اور اس سفر محنت اثر کے ترک کرنے میں بہت مبالغہ کیا، حضرت نے فرمایا، رسولِ خدا نے مجھے خواب میں فرمایا ہے اور میں مخالفت جناب رسولِ خدا نہ کروں گا۔ پس ابنِ عباس روتے ہوئے اور فریاد و فغاں کرتے ہوئے رخصت ہوئے" (ایضاً صـ۱۵۷)

۴۔ "جب امام حسین بارادہ سفرِ عراق مکہ سے باہر تشریف لئے جاتے تھے۔ عبداللہ بن زبیر استقبال امام حسین کو آیا۔ اور بظاہر اس سفر سے منع کرتا تھا۔" (ایضاً)

۵۔ جب امام حسینؓ متوجہ سفر عراق ہوئے عبداللہ بن عمر سوار ہو کے بسرعت تمام سید الشہدا کے پاس آیا۔ اور پوچھا یا ابنِ رسول اللہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا بجانب عراق جاتا ہوں، ابنِ عمر نے کہا نہ جایئے۔ بلکہ اپنے جدِ بزرگوار کے حرم میں تشریف واپس لے چلیئے۔ ہر چند مبالغہ کرتا تھا۔ حضرت قبول نہ فرماتے تھے۔ پس ابنِ عمر نے .... بہ گریہ و زاری کہا میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ اس سفر میں قتل ہوں گے۔" (صـ۱۵۸)

۶۔ شیخ مفید وغیرہ نے فرزدق شاعر سے روایت کی ہے، اس نے کہا میں سنہ ۶۰ھ میں اپنی ماں کو حج کے لئے لے گیا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ امام حسینؓ معہ اسلحہ جنگ مکہ سے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین ہیں۔ ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، حق تعالےٰ آپ کے مقاصد بر لائے میرے پدر و مادر آپ پر سے فدا ہوں۔ آپ نے جلدی کیوں کی کہ قبل ادائے مناسک حج مکہ سے باہر تشریف لائے۔ امام حسینؓ نے فرمایا اگر جلدی نہ کرتا منافقین مجھے پکڑ لیتے۔ پس حضرت نے احوال اہلِ عراق مجھ سے دریافت کئے۔ میں نے عرض کیا ان کے دل آپ کی طرف اور تلواریں بجانب بنی امیہ ہیں۔" (ایضاً)

۷۔ عمرو بن سعید بن العاص نے اپنے برادر یحییٰ کو بھیجا کہ امام حسین کو سفر کرنے سے منع کرے جب وہ حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت نے قبول نہ کیا" (صـ۱۵۹)

۸۔ جب خبر روانگی آنحضرت بہ جانب عراق عبداللہ پسر جعفر طیار چچا زاد بھائی کو پہنچی ...... عمرو بن سعید

(باقی بر صہ ۹ کالم ۲)

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۷۴ء | نمبر ۶

صراطِ مستقیم کیا ہے ــــــ انسان کی روحانی اصلاح

قلبِ انسانی حجرِ اسود کی طرح ہے اور اسکا سینہ بیت اللہ کی مانند

جس طرح بیت اللہ کے بتوں کو رسول صلعم نے توڑ ڈالا تھا تم بھی میری پیروی سے ماسوی اللہ خیالات کے بتوں کو توڑ ڈالو گے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد زمان و مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ۔

بات یہ ہے کہ صلاح کی حالت میں انسان کو ضروری ہوتا ہے کہ ہر ایک قسم کے فساد سے خواہ وہ عقائد کے متعلق ہو یا اعمال کے متعلق پاک ہو۔ جیسے انسان کا بدن صلاحیت کی حالت ... اس وقت رکھتا ہے جبکہ سب اخلاط اعتدال کی حالت پر ہوں۔ اور کوئی کم زیادہ نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی خلط بھی بڑھ جائے تو جسم بیمار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر روح کی صلاحیت کا مدار بھی اعتدال پر ہے۔ اسی کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں صراطِ مستقیم ہے۔ صلاح کی حالت میں انسان خدا کا ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت تھی۔ اور رفتہ رفتہ صالح انسان ترقی کرتا ہوا مطمئنہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اور یہاں ہی اس کا انشراح صدر ہوتا ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا الم نشرح لك صدرك ہم انشراح صدر کی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے یہ بات بحضورِ دل یاد رکھو کہ جیسے بیت اللہ میں حجرِ اسود پڑا ہوا ہے۔ اسی طرح قلب سینہ میں پڑا ہوا ہے۔ بیت اللہ پر بھی ایک زمانہ آیا ہوا تھا۔ کہ کفار نے وہاں پر بت رکھ دیئے تھے۔ ممکن تھا کہ بیت اللہ پر یہ زمانہ نہ آتا۔ مگر نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک نظیر کے طور پر رکھا۔ ماسوی اللہ کے خیالات وہ بت ہیں۔ جو اس ... کعبہ میں رکھے گئے ہیں۔ مکہ معظمہ کے بتوں کا قلع قمع اس وقت ہوا تھا جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کی جماعت کے ساتھ وہاں جا پڑے تھے۔ اور مکہ فتح ہو گیا تھا۔ ان دس ہزار صحابہ کو پہلی کتابوں میں ملائکہ لکھا ہے اور حقیقت میں ان کی شان ملائکہ ہی کی سی تھی۔ انسانی قویٰ بھی ایک طرح پر ملائکہ ہی کا درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ جیسے ملائکہ کی یہ شان

(باقی بر صلا کالم مکا)

بحرِ حکمت کے موتی

اہلِ جنت کے مدارج

عن سهل عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان اهل الجنة ليتراءون الغرف في الجنة كما تتراءون الكوكب في السماء قال ابي فحدثت النعمان ابن ابي عياش فقال اشهد لسمعت ابا سعيد يحدث و يزيد فيه كما تراءون الكواكب الغارب في الافق الشرقي والغربي۔

ترجمہ: حضرت سہل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اہلِ جنت، جنت میں بالا خانوں کو دیکھیں گے جیسے تم ستاروں کو آسمان پر دیکھتے ہو۔ میرے باپ نے کہا میں نے نعمان بن عیاش سے حدیث بیان کی تو اس نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ابو سعید کو (یہ) حدیث بیان کرتے ہوئے سنا اور وہ اس میں یہ بڑھاتا تھا جیسے تم روشن ستارے کو مشرقی یا مغربی افق پر دیکھتے ہو۔

نوٹ۔ از حضرت مولٰینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:۔ اس حدیث میں اہلِ جنت کے مدارج بیان کئے گئے ہیں کہ ان کے بالا خانے

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۱)

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں

لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔

میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعتِ احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔

۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔

۴۔ سب مجددینِ امت کو ماننا ضروری ہے

۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحاد میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

مکتوب کشمیر

ایک نوجوان احمدی ڈاکٹر کی شاندار تبلیغی سرگرمیاں

سری نگر کشمیر میں ہماری جماعت کے ایک نہایت ہی مخلص اور سرگرم رکن ڈاکٹر خورشید عالم صاحب ترین ہیں جو ہمارے مرحوم عبداللہ خاں صاحب ترین عرف لکھنڈے خاں کے نواسہ ہیں۔ یہ نوجوان ڈاکٹر اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باوجود نہایت مفید تبلیغی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ کئی کتابچوں کے مصنف ہیں اور زبان اور قلم سے جہاد میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تائید فرمائے اور ان کی مساعی میں برکت دے ڈاکٹر صاحب موصوف کا تازہ خط جو براستہ نیویارک ہمیں موصول ہوا ہے۔ قارئین پیغام صلح کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ جملہ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اس سعید نوجوان کے لئے بہت دعا فرمائیں۔

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از سرینگر

9-X-73

مکرمی محترمی مرزا مسعود بیگ صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مجھے افسوس ہے کہ اپنی گونا گون مصروفیتوں کے پیش نظر یہ عاجز آپ کے حکم کی تعمیل میں سہ ماہی رپورٹ بھیج نہ سکا دراصل مجھے اپنی انگریزی تالیف ISLAM AS NON-MIISLIMS DEFINE IT کی تکمیل کا انتظار تھا بدقسمتی سے اس کی چھپائی وغیرہ میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ دن ہفتوں اور ہفتے مہینوں میں منتقل ہوتے چلے گئے۔ خدا خدا کرکے یہ رسالہ چھپ کر شائع ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بڑا مقبول ہوا ہے۔ چند ایک کاپیاں ہوائی ڈاک کے ذریعہ لاہور بھجوا دی ہیں۔ جو عنقریب مل جائیں گی۔ "احمدیت کا تعارف غیر احمدی قلم سے" زیر تکمیل ہے۔ بہت سے نئے حوالہ جات مل جانے کے باعث ساری کتاب کو RESET (دوبارہ مرتب کرنا پڑا) بہت جلد مسودہ لاہور بھیج دوں گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنا شائع کردہ لٹریچر براستہ لندن روانہ کیا جاچکا ہے جو کبھی نہ کبھی مل ہی جائے گا۔ ہوائی ڈاک پر لاگت کافی سے زیادہ آتی ہے مجبوراً بحری ڈاک سے بھیجنا پڑتا ہے اب جہاں تک میری تبلیغی سرگرمیوں کا سوال ہے سو ایک رپورٹ حاضر ہے۔

دو تین افراد کو جماعت اسلامی کے حلقہ سے نکال کر سلسلہ احمدیہ میں منسلک کر چکا ہوں۔ ایک ڈاکٹر کافی حد تک متاثر ہو چکے ہیں۔ آج کل حضرت امیر مرحوم کا انگریزی ترجمۃ القرآن پڑھ رہے ہیں۔ قادیانی جماعت کے ایک نوجوان رکن سے گفت وشنید کی۔ کافی حد تک بدل چکے ہیں۔ سارے مسئلے حل ہو گئے نبوت کے معاملہ میں اٹک گئے ہیں۔ یہ نوجوان بڑے جوشیلے اور صاحب قلم ہیں انکی شمولیت یقیناً جماعت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ مند ہوگی۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان صاحب کو حق پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

میں نے خطوط کے ذریعہ بھی تبلیغ شروع کر رکھی ہے۔ دیو بند والوں کو ایک طویل مکتوب سلسلۂ احمدیہ سے متعلق بھیجا۔۔۔ اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ ہر وہ بات جس کی وجہ سے احمدیوں اور ان کے بانی حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو کافر قرار دیا گیا تھا وہ سب باتیں اکابرین اُمت تسلیم کر چکے ہیں مثلاً (۱) وفات مسیح (۲) دجّال کا خروج (۳) یاجوج ماجوج کا غلبہ (۴) جہاد کا مسئلہ (۵) سُود کا مسئلہ (۶) قرآنی آیات میں ناسخ منسوخ کا نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ میں نے اپنا ٹریکٹ کیا احمدی مسلمان ہیں؟ بھی بھیجا۔ مکتوب میں ان کے ایک لیڈر کی ایک کذب بیانی بھی واضح کی گئی تھی وہ یہ کہ انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے شائع شدہ ایک کتاب "قرآن محکم جس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے" لکھا ہے کہ دنیائے اسلام میں پہلے شخص مولینا عبدالصمد رحمانی (مؤلف کتاب) ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے ناسخ منسوخ سے متعلق یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ میں نے ایک انگریز پادری کے ۱۹۱۸ء کے ایک حوالہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کے بانی مبانی حضرت مرزا صاحب تھے جن کا سہرہ عبدالصمد کو باندھا جا رہا ہے۔

کشمیر یونیورسٹی کے شعبۂ تواریخ کے سابق صدر ڈاکٹر یاسمین کی تالیف MYSTRIES OF KASHMIR کا حوالہ دے کر حضرت عیسٰیؑ کا مدفن کشمیر میں ثابت کیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا تھا کہ اگر احمدی غیر مسلم اور کافر ہیں تو پھر دینی امور میں سند نہیں سکتے۔ لیکن اس کے برعکس مولینا محمد علی صاحب مرحوم کو خود دیو بند والوں نے بطور سند پیش کیا ہے۔ اور آپ کی "سیرت خیر البشر" پر شاندار تبصرہ شائع کیا ہے۔ میں نے مولوی کفایت اللہ صاحب دہلوی کا وہ بیان بھی نقل کیا تھا جس میں انہوں نے اقرار کیا تھا کہ اگر حضرت عیسٰیؑ واقعی مر جائیں تو پھر حضرت مرزا صاحب کی نزول عیسٰیؑ سے متعلق تاویل درست ہے۔ میں نے سوال کیا کہ اب نزول عیسٰیؑ کی صورت کیا ہوگی؟ اس کے ایک ماہ کے بعد جواب آیا جس میں مفتی کفایت اللہ صاحب اور انور شاہ صاحب کے فتاویٰ کفر کو نقل کیا گیا تھا۔ تمام دلائل کو ہضم کرکے صرف اتنا لکھا گیا تھا کہ مرزا صاحب کی کچھ باتیں درست ثابت ہوئیں ہیں تو ایسا ہی شیطان کی وہ بات کہ وہ انسانوں کی ایک کثیر تعداد کو گمراہ کر دے گا بھی درست نکلی تو کیا شیطان کو ظلی نبی مان لیا جائے۔ محمد قاسمی والے ٹوٹے ریکارڈ کی دھن بھی بجائی گئی تھی۔ اس کا میں نے مفصّل جواب دیا۔ جناب انور شاہ صاحب دیو بندی کے بارے میں مفتیٔ اعظم اوّل (کشمیر) محمد رشیدالدین صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ جب انور شاہ صاحب نے پہلی مرتبہ کشمیر کی جامع مسجد میں احمدیوں کو کافر قرار دیا تو کشمیر کے سابق مفتی اعظم مولینا شریف الدین صاحب نے ان کے ساتھ اس معاملہ میں بڑا جھگڑا کیا۔ مفتی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ اس بحث مباحثہ میں وہ بھی شامل تھے بالآخر انور شاہ صاحب کو مان لینا پڑا کہ احمدیوں کا کفر حقیقی نہیں تحدیدی ہے۔ اب کی بار میں نے ایک اور عجیب بات لکھی وہ یہ کہ اگر ایک مسلمان کو کافر کہنا گناہ ہے جس کی زد بہر رنگ کفر مکفّر پر پڑتی ہے تو ایسے مسلمان کی سزا کیا ہوگی جو ایک کافر (یعنی دشمن دین) کو آنحضرت صلعم کا اُمتی اور دین کا خادم قرار دے۔ اس جرم کا ارتکاب اُمت کے بڑے بڑے اکابر کر چکے ہیں۔ حال ہی میں تحریک حریت کشمیر کے بانی جناب غلام نبی صاحب گلکار کا پاکستان میں انتقال ہوگیا موصوف کٹر قادیانی تھے۔ کشمیر کے تمام مسلم اخبارات نے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت شائع کی۔ حد تو یہ ہے کہ شیر کشمیر نے چار ہزار افراد کی امامت کرتے ہوئے نماز جنازہ (غائبانہ) ادا کی۔ میں نے اس کا بھی حوالہ دے کر شیر کشمیر کے کفر و اسلام کا فتویٰ مانگا ہے۔ مکتوب کی رسید آگئی ہے لیکن ڈیڑھ ماہ ہونے کو آگیا کہ جواب ندارد میں نے REMAINDER بھیج دیا ہے۔ جواب انہیں ضرور دینا پڑے گا اور جواب دیکر۔۔۔ وہ ہر قیمت پر پھنسیں گے۔

"اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی" کا ترجمہ کر چکا ہوں اس کو "اسلام ایک نظر میں" کے عنوان سے شائع کر رہا ہوں۔ کتابچہ کے شروع میں حضرت امیر مرحوم کا شاندار تعارف شائع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سری نگر کے صدر جناب شیخ عبدالصمد صاحب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ جملہ احباب جماعت کو اسلام عرض کر دیں۔ میرے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ والسلام

احقر العباد خورشید عالم ترین

اخبار احمدیہ

وفات

شیخ عبدالرحمٰن صاحب جموّں کی والدہ ماجدہ (اہلیہ شیخ حفیظ اللہ صاحب مرحوم) کا انتقال ہوگیا ہے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون

مرحومہ نہایت دیندار اور مخلص احمدی خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

ہم شیخ عبدالرحمٰن صاحب جموّی اور شیخ عبدالقیوم صاحب اور جملہ عزیزان سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ مرحومہ کا جنازہ غائبانہ یکم فروری کو بعد نماز جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اقتداء میں پڑھا گیا۔

خلیفہ صاحب ربوہ کی طرف سے اتحادِ اسلامی کی دعوت

۳۰ر دسمبر ۱۹۷۳ء کے "نوائے وقت" میں مرزا ناصر احمد صاحب خلیفہ ربوہ کی ایک پریس کانفرنس کی رپورٹ شائع ہوئی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ خلیفہ صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ :ـــ

"مسلمانوں میں بالخصوص پاکستان میں موجود مختلف فرقے اگر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں تو ان کی جماعت متنازعہ فیہ مسائل پر غور کرنے کے لئے تیار ہے، آپ نے کہا کہ متنازعہ فیہ مسائل تو بہت کم ہیں بلکہ بیشتر امور میں ان کی جماعت اور دیگر فرقوں کے خیالات ایک ہی ہیں، لہٰذا پہلے ہمیں ان خیالات کو سامنے رکھ کر باہمی اختلافات کو ختم کرنا چاہیئے۔"

یہ بڑی مبارک تجویز ہے، اس میں شک نہیں کہ اہلِ ربوہ اور دیگر اسلامی جماعتوں (جن میں جماعتِ احمدیہ لاہور بھی شامل ہے) کے مابین متنازعہ فیہ مسائل بہت کم ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان مسائل کی اہمیت دیگر بیشتر امور" سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ ایک حد تک ان میں کفر و اسلام کی حدِ فاصل پیدا ہو چکی ہے، ایسی حالت میں مرزا ناصر احمد صاحب کی یہ تجویز کہ مختلف فرقے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر تبادلۂ خیالات کریں، لائقِ توجہ ہے مگر اس بیان پر ایک ماہ گذر جانے کے باوجود دیگر مسلمانوں میں سے کسی نے اب تک اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

ایسی حالت میں یہ بہتر ہوگا کہ خلیفہ صاحب ربوہ خود ہی ان مسائل پر کھل کر روشنی ڈالیں جو ان کے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان متنازعہ فیہ ہیں، جہاں تک ہم سمجھتے ہیں ان میں سے سب سے بڑا مسئلہ ختمِ نبوت کا ہے جس کا تعلق ان کے اور دیگر مسلمانوں کے نظریات میں اختلاف سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ نوائے وقت کی رپورٹ کے مطابق اسی پریس کانفرنس میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ ان کی جماعت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیین مانتی ہے، لیکن خاتم النبیّین کے لفظ کی تشریحات اور معانی جو ۱۹۱۴ء سے اب تک ہم سنتے چلے آ رہے ہیں دیگر مسلمانوں کے معتقدات سے بالکل مختلف ہے، بہتر ہوتا اگر خلیفہ صاحب واضح طور پر بیان کرتے کہ "خاتم النبیّین سے ان کی کیا مراد ہے، کیا وہ اس امر کے قائل ہیں کہ :ـــ

(۱)۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

(۲)۔ کیا وہ حضرت مسیح موعود کو حقیقی طور پر نبی مانتے ہیں یا محدّث و مجدّد؟

(۳)۔ وہ حضرت مسیح موعود کے نہ ماننے والوں کو مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں؟

ان سوالات کے واضح جوابات جب تک نہ دیئے جائیں، یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ وہ رسولِ کریم صلعم کو فی الحقیقت "خاتم النبیّین" مانتے ہیں۔

ہم خلیفہ صاحب کی خدمت میں مخلصانہ عرض کرتے ہیں، کہ دیگر مسلمانوں سے متنازعہ فیہ مسئلہ لفظ خاتم النبیّین نہیں بلکہ اصل تنازعہ خاتم النبیّین کے ان معنوں میں ہے جو ان کے اور ان کی جماعت کے بیانات اور کتابوں میں پائے جاتے ہیں، اور جب تک وہ اس بات کو واضح طور پر بیان نہ کریں کہ حضرت مسیح موعود حقیقتاً نبی نہیں بلکہ محدّث مجدّد ہیں، اور کوئی کلمہ گو ان کے نہ ماننے کی وجہ سے کافر نہیں ہو سکتا اس وقت تک ان کا یہ بیان کہ وہ اور ان کی جماعت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین مانتی ہے صحیح نہیں ہو سکتا۔

اس سلسلہ میں ہم حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کی طرف انہیں توجہ دلانا چاہتے ہیں جس میں حضور نے نہایت صفائی کے ساتھ جماعت کو یہ نصیحت کی ہے کہ:ـــ

"چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہو گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیّین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے"۔

(مکتوب مندرجہ اخبار الحکم ۱۷ر اگست ۱۸۹۹ء)

اس سے بھی بڑھ کر حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مناظرہ میں بھی لکھ کر دے دیا کہ نبی کا لفظ اگر مسلمانوں کو شاق گذرتا ہے تو اسے کٹا ہوا سمجھا جائے، اور حقیقۃ الوحی میں خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے صفائی کے ساتھ لکھا کہ والنبوۃ قد انقطعت بعد نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم یعنے نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد منقطع ہو گئی۔"

(الاستفتاء ملحقہ حقیقۃ الوحی ص۶۴)

حضرت مسیح موعودؑ کی مندرجہ بالا وصیت اور ان واضح بیانات کے ہوتے ہوئے جماعت ربوہ کا آپ کو دن رات نبی نبی پکارنا اور معمولی بول چال میں نبی کا لفظ استعمال کرتے رہنا کوئی پسندیدہ امر نہیں، نہ ہی حضرت رسولِ کریم صلعم کو خاتم النبیّین ماننے کے مترادف ہے، خلیفہ صاحب کو چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیروی کرتے ہوئے وہ بھی صفائی کے ساتھ یہ اعلان کریں کہ :ـ

(۱)۔ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوت منقطع ہو چکی ہے اور اب کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔

(۲)۔ حضرت مرزا صاحب نبی نہیں بلکہ محدّث و مجدّد تھے۔

(۳)۔ حضرت مسیح موعود کو نہ ماننے والے کلمہ گو مسلمان ہیں۔

اور جماعت کو نصیحت کریں کہ وہ اپنی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں حضرت مسیح موعود کے متعلق نبی کا لفظ استعمال نہ کریں ورنہ بقول مسیح موعودؑ وہ شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جانے کی وجہ سے "ایک خطرناک حالت" میں ہیں اور آیت خاتم النبیّین کا استخفاف (جو وہ کر رہے ہیں) یہ درحقیقت ان کا اسلام سے علیحدہ ہونے کا موجب ہوگا۔

کیا ہم اُمید کریں کہ خلیفہ صاحب ربوہ ہماری اس مخلصانہ گذارش پر غیر متعصبانہ توجہ فرمائیں گے کہ یہی ایک ذریعہ ہے جو ان کے اور دیگر مسلمانوں کے مابین متنازعہ فیہ مسائل کو حل کرنے اور سب مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کا موجب ہو سکتا ہے۔

پیغامِ صلح کی دینی خدمات کا اعتراف

اور اشاعت اسلام و قرآن کے متعلق چند تجاویز

میرزا محمد اکبر صاحب نے نواب شاہ (سندھ) سے محترم جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی خدمت میں ایک خط لکھا ہے۔ جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ :ـــ

"پیغام صلح میں دو مضامین اداریہ کی صورت میں "نظریاتی اور اعتقادی محاذ پر جنگ عظیم" یا اسلامی نشأۃِ ثانیہ کی فتح کے کاری ہتھیار، بڑے غور سے مطالعہ کئے۔ دعوے کیا گیا ہے۔ عظیم مسائل کا عالمگیر انسانی حل دین اسلام نے اپنی تعلیمات میں پیش کیا ہے ..... یہ ایک دعوے ہے، عملاً ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر سوسائٹی میں سوشلسٹ نظاموں پر بحث ہوتی ہے ..... کئی نوجوانوں کو یہ کہتے سنا کرتے ہیں اسلامی نظامِ معیشت ہے کہاں؟ ...... گدی نشینوں سے نوجوان متنفر ہیں، ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے... ان وعدوں اور دعووں کو پورا کرنے کی خاطر ضروری ہے کہ جماعت کے اندر اہلِ علم کا ایک ایسا گروہ پیدا کیا جائے جو دنیا کے اقتصادی مسائل کو قرآن کریم کی روشنی میں مطالعہ کرے اور اپنی ریسرچ سے کتابچوں کی شکل میں دنیا کے اہلِ علم کو روشناس کرائے"

اس کے بعد آپ نے تجویز پیش کی ہے کہ :ـــ

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۳)

بلادِ غیر میں تبلیغِ اسلام کس انداز سے کی جائے

اسلام کے متعلق جماعتِ احمدیہ کی پیشکردہ تصویر کی مقبولیت اور اس کے لٹریچر کی اشاعت

محترم شیخ محمد طفیل صاحب کا لیکچر ڈویژنل آڈیٹوریم لاہور میں

۲۷ جنوری ۱۹۷۴ء کو بروز اتوار ڈویژنل آڈیٹوریم لاہور میں مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کے زیرِ اہتمام ایک اہم تقریب عمل میں آئی، جس میں شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے۔ مبلغ اسلام بلادِ غیر (انگلستان جنوبی امریکہ وغیرہ) نے "بلادِ غیر میں تبلیغ اسلام" کے موضوع پر ایک بصیرت افروز لیکچر دیا، اس موقعہ پر احباب جماعت احمدیہ لاہور کے علاوہ بعض غیراز جماعت اصحاب اور اخباری نمائندگان بھی موجود تھے۔ جلسہ زیرِ صدارت شیخ نثار احمد صاحب (سیالکوٹی) بوقت ۴ بجے سہپر شروع ہوا۔ مرزا محمد شفیق صاحب اوور بی۔ اے نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔ شروع میں کرنل سعید احمد صاحب نے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ جس کے بعد مرزا محمد سلیم اختر نے ایک نظم سنائی، اور گیانا (جنوبی امریکہ) سے آئی ہوئی ایک لڑکی صفورہ حمید نے جو دینی علوم کی تحصیل کے لئے لاہور آئی ہوئی ہے قرآن کریم کی تعریف میں حضرت مسیح موعودؑ کی نظم ؏

"شکرِ خدائے رحمان جس نے دیا ہے قرآں"

ترنم کے ساتھ پڑھی۔ ان کے بعد ٹرینیڈاد کے مسٹر مصطفےٰ کمال ہیڈل نے ٹرینیڈاڈ میں اسلام کی ترقی کے چند واقعات بیان کئے۔ بعد ازاں مسٹر صلاح الدین ناصر نے مہمان خصوصی (شیخ محمد طفیل صاحب) کا تعارف کراتے ہوئے ان کی تحصیلِ علمِ دین، اور انگلستان اور دیگر مقامات پر تبلیغی سرگرمیوں اور ان کے نوش کن نتائج تفصیل کے ساتھ بیان کئے، اور شیخ محمد طفیل صاحب سے لیکچر کی درخواست کی، شیخ صاحب ممدوح نے سٹیج پر تشریف لا کر سب سے پہلے اپنی ایک نو تالیف کتاب کا ذکر کیا جو اسی دن طبع ہو کر آئی تھی۔ اس کتاب میں جو "دی قرآن ریڈر" کے نام سے شائع ہوئی ہے، قرآن کریم کے ناظرہ پڑھنے کے متعلق حروفِ تہجی سے شروع کرکے الفاظ کی بناوٹ اور ان کے طریق تلاوت پر نہایت مشرح روشنی ڈالی گئی ہے اور ہر لفظ اور آیت کو عربی حروف میں لکھ کر اس کے سامنے اس کا تلفظ انگریزی حروف میں بھی معہ ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ ایسا ہی نماز اور اس سے متعلقہ وظائف و اوراد کے متعلق بھی مشرح ہدایات دی گئی ہیں یہ کتاب جو ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے قرآن کریم ناظرہ پڑھنے والے انگریزی دانوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی۔

شیخ صاحب نے اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کا دن میرے لئے بڑا مبارک ہے، کہ یہ کتاب آج ہی طبع ہو کر مجھے ملی ہے۔

اس کے بعد آپ نے لیکچر کے اصل موضوع کو شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ مبلغین جو یہاں سے علمِ دین حاصل کرکے بلادِ غیر میں تبلیغ کے لئے جاتے ہیں، ان کا اندازِ تبلیغ وہ نہیں ہو سکتا جو یہاں کے لوگوں کا ہے کہ صرف اپنے مذہب کی فوقیت بیان کی جائے اور دوسرے مذاہب کو غلط اور ناقابلِ عمل قرار دیا جائے۔ اس بارہ میں انہوں نے اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جب میں شروع میں انگلستان گیا تو یہاں کے سیکھے ہوئے طریقِ کار کے مطابق کام کرنے میں بڑی دقت نظر آئی اور وہاں کے حالات کے مطابق صحیح اندازِ تبلیغ کو لمبے عرصے تک نہ سمجھ سکا۔ چنانچہ کیتھولک عیسائیوں کے ایک جلسہ میں لیکچر کے دوران جب میں نے اسلام کی سب مذاہب پر فوقیت بیان کرتے ہوئے عیسائیت پر تنقید کی تو حاضرین پر اس کا اچھا اثر نہ ہوا۔ بعد میں ایک موقعہ پر ہالینڈ میں لیکچر کے اختتام پر میں نے یہ بیان کیا کہ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اپنے مذہب کو سب سے بالاتر اور اچھا سمجھے، اسی بناء پر میں اسلام کو بہترین مذہب سمجھتا ہوں، آپ کو بھی حق ہے کہ آپ اپنے مذہب کو بہترین سمجھیں اور میرے اس بیان کو بُرا نہ منائیں کہ اسلام میرے نزدیک عیسائیت سے زیادہ معقول اور بہتر ہے، تو میرے اس بیان کو حاضرین نے پسند کیا۔

اسی سلسلہ میں آپ نے بتایا کہ کیتھولک عیسائی جو پہلے اپنے مذہب کے سوائے کسی دوسرے کی بات نہ سنتے تھے اب انہوں نے اپنے دروازے کھول دیئے ہیں، اور ہمیں لیکچر کے لئے بلاتے اور اسلام کی باتیں سنتے ہیں۔ اس کے علاوہ انگلستان میں جہاں پہلے مذہب سے بے رغبتی پائی جاتی تھی، یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ سائنس جس کو بنی نوع انسان کی ترقی اور بہتری کا موجب سمجھا جاتا تھا، بجائے بہتری کے انسان کی تباہی اور اخلاقی انحطاط کا موجب ثابت ہوئی ہے اس لئے ضروری ہے کہ مذہب کیساتھ لگاؤ پیدا کیا جائے کہ اسی سے اخلاقی حالت درست ہو سکتی ہے۔ اسی خیال کے ماتحت اب انگلستان کے مدارس میں بین الاقوامی مذاہب کی تعلیمات دینا ضروری سمجھا گیا ہے اور یہ اسلام کو پیش کرنے کا اچھا موقعہ ہے۔

معزز لیکچرار نے سلسلہ تقریر میں اس امر پر بھی روشنی ڈالی کہ یورپی ممالک اور بلادِ عربیہ میں بھی اسلام کی اسی تصویر کو عام طور پر پسند کیا جاتا ہے جو احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے لٹریچر میں پائی جاتی ہے اور اس غرض سے انجمن سے پوچھے بغیر اور اس کا نام حذف کرکے اس کی کتابوں کو دوسرے ممالک میں شائع کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ حضرت مولینا محمد علی صاحب کی معرکۃ الآرا تصنیف دی ریلیجن آف اسلام کو مصر میں آپ کا نام لئے بغیر از سرِ نو چھپوا کر شائع کیا گیا ہے اسی طرح اور بھی انجمن کا لٹریچر غیر ممالک میں مقبول ہو رہا ہے۔

دوران تقریر میں معزز لیکچرار نے امریکہ کی حبشی اقوام کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ ان میں بھی اسلام کا اثر پھیلتا جا رہا ہے۔ آپ نے بتایا کہ امریکہ کے مشہور حبشی باکسر محمد علی کو مَیں خود ملا ہوں، اور میں نے اسے پوچھا کہ تم نے اپنا نام محمد علی کیوں رکھا تو اس نے بتایا کہ یہ نام میں نے اس لئے رکھا کہ قرآن کریم کے مشہور مترجم کا نام محمد علی ہے، آپ نے حبشیوں کے مشہور سربراہ عالیجاہ محمد سے بھی ملاقات کا ذکر کیا اور بتایا کہ اس کے پیرؤوں کا یہ خیال ہے کہ یہ وہی محمد ہے جس پر قرآن نازل ہوا اور قرآن میں جہاں بھی محمد صلعم نام آتا ہے وہ اس کو عالیجاہ محمد کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔ یہ لوگ سفید اقوام کو ذریّت شیطان سمجھتے ہیں، اور یقین کرتے ہیں کہ آدم کی کسی لڑکی سے شیطان نے شادی کر لی تھی، جس سے یہ سفید اقوام پیدا ہوئیں، بہر حال یہ حبشی لوگ اسلام کے حامی ہیں، اگرچہ اسلام کے متعلق ان کے خیالات قابلِ اصلاح ہیں۔ تاہم عالیجاہ محمد کی پیروی سے اس قدر فائدہ ہوا ہے کہ وہ لوگ شراب نہیں پیتے اور کسی بدی کا ارتکاب نہیں کرتے۔

یہ محترم شیخ محمد طفیل صاحب کے لیکچر کا خلاصہ ہے۔ جس کے بعد حاضرین سے سوالات کے لئے کہا گیا اور بعض اصحاب نے کچھ سوالات کئے جن کے مناسب جوابات دیئے گئے۔ آخر میں صاحب صدر شیخ نثار احمد صاحب نے صدارتی تقریر میں اسلام اور قرآن کے متعلق اہلِ مغرب کے خیالات کا ذکر کیا، ان کی تقریر اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے۔

جلسہ برخاست ہونے کے بعد آڈیٹوریم کے ایک حصہ میں پریس کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی حسب ذیل رپورٹ روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی ہے:

"لاہور، ۲۷ جنوری (چیف رپورٹر) جماعت قادیانی (لاہوری پارٹی) کے رہنما شیخ محمد طفیل امام مسجد ووکنگ لندن نے آج یہاں ایک پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ اٹھائیس ممالک میں ان کے تبلیغی مشن موجود ہیں۔

انہوں نے اسرائیل میں جماعت قادیانی کے مشن کے بارے میں بتایا کہ یہ مشن جماعت قادیانی ربوہ کے زیرِ اہتمام چل رہا ہے۔ اور ہمارا

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۱)

قرآن کریم میں تمام قوموں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی تعلیم

رسولِ کریم صلعم نے تمام انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دیا جو بین الاقوامی اتحاد کا موجب ہے

مسلمانوں کا باہمی تفرقہ ارشادِ الٰہی اور حضرت رسولِ کریم صلعم کی تعلیم کے خلاف ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۷۴ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ بلڈنگس

شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحًا والّذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب، ——— (الشوریٰ - ۴۲ - ۱۳) ———

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمام انبیاء کو ایک ہی دین عطا کیا ہے۔ اور تمہارے لئے بھی دین کا وہی راستہ ٹھہرایا ہے جس کی وصیت نوحؑ کو کی تھی۔ والّذی اوحینا الیک اور جو ہم نے تیری طرف وحی کیا ہے۔ وما وصّینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی۔ اور ابراہیمؑ و موسٰیؑ و عیسٰیؑ کو بھی یہی وصیت کی تھی کہ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا۔ اسی دین کو قائم رکھنا اور تفرقہ نہ ڈالنا۔ چونکہ زمین و آسمان کا بادشاہ ایک ہے۔ اس لئے اس کے قوانین بھی ایک ہی ہیں، اس کی بادشاہت میں ایک حصہ انسانیت کا بھی ہے جس کو روح، دل اور دماغ دیا ہے اور اس کو چند قوانین بھی بتائے ہیں جن کے تحت سب چل رہے ہیں۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے ایک ہی روحانی قوانین اس کو عطا کئے۔ اسلام چاہتا ہے کہ تمام دنیا کے انبیاء پر ایمان لایا جائے اور اس کی بنیاد پر سب قوموں میں اتحاد پیدا کیا جائے۔

فرمایا شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحًا ...... وما وصّینا بہ ابراھیم۔ وہی دین تمہارے لئے مقرر کیا ہے جو نوحؑ ابراہیمؑ موسٰیؑ اور عیسٰیؑ کو دیا گیا تھا۔ مگر لوگوں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ چنانچہ رسولِ صلعم نے فرمایا کہ خدا کا دین ایک ہے۔ اور اختلافِ مذاہب کو روکنے کے لئے فرمایا کہ جب زمین و آسمان کا بادشاہ ایک ہے اور جسمانیات و روحانیات کے قوانین بھی ایک ہیں۔ تو پھر تم تفرقہ کیوں ڈالتے ہو۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ یہ تفرقہ بناوٹی اور مصنوعی ہے۔ الہامی کتابوں میں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ رسولِ کریم صلعم خاتم النبیین ہیں۔ انہوں نے اختلافات کو دور کرنا تھا۔ چونکہ فطرت انسانی ایک ہے۔ حبشی اور انگریز کی فطرت اور جبلّت ایک ہے۔ اسلئے رنگ اور زبان کے اختلافات سے اس فطرت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ خدا تعالیٰ یہی بات انسانوں کو بتانا چاہتا ہے کہ انسانیت ایک ہے۔ خواہ رنگ سفید ہو یا کالا۔ مگر مختلف ادیان کے پیروؤں نے آپس میں اختلافات کر رکھا ہے۔ حالانکہ اگرچہ مختلف پیغمبر مختلف اقوام میں مختلف وقتوں میں آئے، مگر اخلاق کا سبق سب کا ایک ہی تھا اور ہمارے رسولِ کریم صلعم کے سامنے بھی بین الاقوامی اتحاد کا نہایت اعلیٰ مقصد ہے جس کے لئے آپ نے سب رسولوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا۔

یہ وہ تعلیم ہے جو حضرت رسولِ کریم صلعم نے دنیا کی قوموں کو متحد کرنے کے لئے پیش کی۔ فرمایا لا تتفرّقوا اختلاف نہ کرو۔ تفرقہ مٹا دو۔ اس سے دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں۔ دنیا میں بجائے امن کے فساد پیدا ہوتا ہے۔ اتحاد پیدا کرنے اور فساد و اختلاف دور کرنے کے لئے ہی فرمایا کہ سب دین اور رسول خدا کی طرف سے ہیں۔ حضور صلعم آخری نبی ہیں۔ انہوں نے ادھر توجّہ دی۔ اور دلائل کے ساتھ تفرقہ مٹانے کی کوشش کی۔ مبارک ہیں وہ انسان جو رسول اللہ صلعم کی تعلیم پر چل کر اتحاد و اتفاق قائم رکھتے ہیں۔

لیکن یہ نہایت افسوسناک امر ہے کہ جہاں رسول کریم صلعم نے تمام اقوام میں اتحاد و اتفاق کا سبق دیا، وہاں مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے معمولی فروعی باتوں پر لڑتے، جھگڑتے اور فساد پیدا کرتے ہیں حالانکہ سب کی نماز، روزہ حج، زکوٰۃ اور کلمہ ایک ہے۔ پھر مسلمان آپس میں اتحاد کیوں نہیں کرتے۔ افسوس کہ جو دین تفرقہ مٹانے کے لئے آیا تھا۔ خود اسی میں تفرقہ پیدا ہو گیا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے فرد کو اپنی مسجد میں نماز نہیں پڑھنے دیتا۔ حالانکہ پنج بنائے اسلام پر سب متفق ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحًا والّذی اوحینا الیک .... ولا تتفرّقوا۔ اسلام وہی دین ہے جس کی وصیت سب نبیوں نے کی تھی۔ ما وصّینا بہ ابراھیم۔ حضرت ابراہیم سب نبیوں اور رسولوں کے باپ ہیں۔ سو اے لوگو۔ جو ابراہیمؑ کو سب نبیوں کا باپ سمجھتے ہو۔ ایک ہو جاؤ انسانوں میں وحدت پیدا کرو۔ اختلاف پیدا کرنے والے خدا تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں۔ وہ فرماتا ہے:—

انّ اقیموا الدین ولا تتفرّقوا اس دین کو قائم کرو جو ابراہیمؑ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا وہی دین ہمارے نبی کریم صلعم کو دیا گیا۔ تمام مساجد میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھا جاتا ہے کہ لا تتفرقوا تفرقہ مت کرو۔ اور مسلمانوں میں تفرقہ کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ سب کا خدا ایک۔ رسول ایک کتاب ایک ہے پھر کیوں آپس میں جھگڑتے ہو۔ کتنے دکھ کا مقام ہے کہ پیغمبر صلعم کو ماننے والی قوم بھی متحد نہیں ہے۔ ادنیٰ ادنیٰ فروعی اختلافات کو دین کا نام دے کر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں، اور بھائی کو بھائی کا دشمن بنایا جاتا ہے۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ سب مسلمان ایک ہی کلمہ، ایک ہی رسول اور ایک ہی کتاب کو مانتے ہوئے اور ایک ہی قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہوئے مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ یہ حرکت خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والی اور قوم کے اتحاد کو پارہ پارہ کرکے اسلام کی شوکت اور طاقت کو فنا کرنے والی ہے، لہٰذا اس سے بچو۔ اتحاد رکھو۔ اتحاد رکھو۔ رسول کریم صلعم نے تو اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈال کر سمجھایا تھا کہ اگر اس طرح تم آپس میں متحد رہو گے۔ تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں نیچا نہ دکھا سکے گی جب سے مسلمانوں نے اتحاد و اتفاق کے اس سبق کو بھلا دیا ہے۔ زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی ہے۔ قرآن کریم جیسی کامل کتاب سے فائدہ اٹھاؤ اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اسی میں تمہاری نجات اور دنیا کے سارے مصائب کا حل ہے۔ اس کے مطالعہ سے تمہارے دلوں میں روشنی پیدا ہوگی۔ خدا اور اس کے رسول کا منشاء یہ ہے کہ دنیا کی ساری قومیں متحد ہو جائیں اور احکامِ الٰہی اور منشاءِ فطرت پر عمل کرکے نجات کی حقیقی راہ اختیار کریں۔ یہ تعلیم بین الاقوامی اتحاد کا ایک موثر اور یقینی ذریعہ ہے اور اس پر عمل کے نتیجہ میں مختلف قوموں میں پائیدار اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ خدا اور اس کے رسول کا یہی حکم ہے کہ ساری کی ساری قوموں کے پیغمبروں پر ایمان لایا جائے جس سے مختلف اقوام میں باہمی محبت اور یگانگت پیدا ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما وصّٰی بہ نوحًا والّذی اوحینا الیک ہم نے تمہیں وہی دین دیا ہے جس کی وصیت ہم نے نوحؑ کو کی تھی ما وصّینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی اور جس پر

پہلے کا علم ہم نے ابراہیمؑ، موسےٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا۔ منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے تو تعلیم ہر نبی کو اپنی قوم کے لئے ایک ہی ملی ہے لیکن لوگوں نے اس میں اپنی اغراض کے مطابق کمی بیشی کر دی اور اپنے منشاء کے مطابق دلیلیں گھڑ لیں۔ حضرت نبی کریم صلعم محبوب خدا ہیں اور قیامت تک کے لئے ایک مکمل اور جامع کتاب انسانوں کی راہنمائی کے لئے لائے ہیں۔ آپ اس تعلیم کے ذریعہ توحید الٰہی کی بنیاد پر اقوام عالم کو متحد کرنا چاہتے ہیں۔ حضور صلعم نے اس بارہ میں بڑے مفید، کارآمد اور ہمہ گیر اصول بیان فرمائے ہیں۔ حیرت ہے کہ دنیا میں کھلی کھلی اقوام عالم کو متحد کرنے کی انسانی کوششیں اور تجویزیں ناکام ہو جانے کے باوجود قرآن کریم کی اس پاکیزہ تعلیم کو نہیں آزمایا جاتا۔ دنیا اس وقت خطرناک اخلاقی اور سیاسی بحران سے دوچار ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس وقت اسلام کی اس مفید تعلیم کے ذریعہ اقوام عالم کی راہنمائی کا حق ادا کریں، اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے۔ حضرت مجدد وقت نے بھی اسی ارشاد باری تعالےٰ اور نبی کریم صلعم کے دیئے ہوئے سبق کے متعلق ہماری رہبری کی اور ہم نے آپ کے ہاتھ پر عہد کیا کہ ہم قرآن کریم کی اس تعلیم پر عمل کرتے ہوئے بین الاقوامی اتحاد کی طرف دنیا کو دعوت دیں گے۔ دعا کریں کہ ہم مجدد وقت سے کئے ہوئے عہد کو نبھا سکیں اور مضطرب دنیا کو اس آسمانی نسخۂ شفا سے روشناس کرائیں۔

میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی

—— ہمارے محترم دوست میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کی طبیعت کچھ دنوں سے ناساز ہے احباب سے التماس ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔

مَلفُوظات

(بسلسلۂ صفحہ اول)

ہے کہ یفعلون ما یؤمرون اسی طرح پر انسانی قویٰ کا خاصہ ہے کہ جو حکم ان کو دیا جائے۔ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ ایسا ہی تمام قوے اور جوارح حکم انسانی کے نیچے ہیں۔ پس ماسوی اللہ کے بتوں کی شکست اور استیصال کے لئے ضروری ہے کہ ان پر اسی طرح سے چڑھائی کی جاوے۔ یہ لشکر تزکیہ نفس سے تیار ہوتا ہے۔ اور اسی کو فتح دی جاتی ہے جو تزکیہ کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے قد افلح من زکّٰھا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر قلب کی اصلاح ہو جائے۔ تو کُل جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور یہ کیسی سچی بات ہے۔ آنکھ۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ زبان وغیرہ جس قدر اعضا ہیں۔ وہ دراصل قلب کے ہی فتوے پر عمل کرتے ہیں۔ ایک خیال آتا ہے۔ پھر وہ جس اعضا کے متعلق ہو وہ فوراً اس کی تعمیل کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ غرض اسی خانہ کو بتوں سے پاک و صاف کرنے کے لئے ایک جہاد کی ضرورت ہے۔ اور اس جہاد کی راہ میں تمہیں بتاتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے۔ تو اُن بتوں کو توڑ ڈالو گے۔ اور یہ راہ میں اپنی خود تراشیدہ نہیں بتاتا۔ بلکہ خدا نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں بتاؤں اور وہ راہ کیا ہے؟ میری پیروی کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔ یہ آواز نئی آواز نہیں ہے مکہ کو بتوں سے پاک کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کہا تھا۔ قُل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ اسی طرح پر اگر تم میری پیروی کرو گے۔ تو اپنے اندر کے بتوں کو توڑ ڈالنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ اور اس طرح پر سینہ کو جو طرح طرح کے بتوں سے بھرا پڑا ہے۔ پاک کرنے کے لائق ہو جاؤ گے۔

(ملفوظاتِ احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۵۱ تا ۲۵۳)

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

جزائر کیریبین کا خوبصورت ترین خانۂ خدا

سینٹ جوزف، ٹرینیڈاڈ کی جناح میموریل مسجد

جناح میموریل مسجد فن تعمیر کا حسین و نادر نمونہ ہے۔ اس دلکش عمارت کے شرق و غرب میں دو پرشوکت دبارعب مینار ہیں۔ جو روشن اور سرسبز پہرکو نیلے نیلے آسمان کے پس منظر میں عجیب نظارہ پیش کرتے ہیں ۱۹۴۸ء کی بات ہے کہ ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ نے لیگ سنٹر سینٹ جوزف میں مسجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا اس کا سنگ بنیاد اس وقت یو۔ ایس۔ اے میں پاکستانی سفیر عزت مآب ایم۔ اے۔ ایچ اصفہانی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی نے ۱۰ نومبر ۱۹۴۸ء کے دن رکھا جب کہ آپ اس کالونی کے مختصر دورے پر تشریف لائے تھے۔ اور ۲۵ اپریل ۱۹۵۴ء کو مفتیٔ لیگ مولوی امیر علی صاحب نے اس کا باقاعدہ افتتاح کیا مسجد کے ۸۰ فٹ بلند مینار سنتریوں کی مانند ۴۰ فٹ اونچے زبرفاست گنبد کی حفاظت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس گنبد کے پہلوؤں پر چار قدرے چھوٹے گنبد ہیں۔ اور چھت پر آٹھ چھوٹے مینار ہیں۔ جو اس زرنگار ہلال و ستارہ کی حفاظت کرتے نظر آتے ہیں۔ جو گنبد کی چوٹی پر نصب ہیں مسجد کا اندرونی حصہ اپنی سادگی کے لحاظ سے انتہائی جاذب نظر ہے۔ اس کے فرش کا طول ۶۰ فٹ اور عرض ۴۰ فٹ ہے جس میں ایک وقت میں چار سو اشخاص ملکر نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد کے درمیان ایک طرف سے دوسری طرف پھیلی ہوئی بیرونی محرابیں ہیں جو گنبد کو سہارا دیتی ہیں۔ اس میں عمدہ ڈیزائن اور تعمیر میں انتہائی فنی صلاحیت سے کام لیا گیا ہے جس نے مسجد کو حسن و جمال کا نادر نمونہ بنا دیا ہے اور اس مسجد کی تکمیل اہل اسلام اور بالخصوص اراکین مسلم لیگ کے لئے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ یہاں ظاہر طور پر یہ مسجد جنت نگاہ ہے۔ وہاں ایک مسلمان کے لئے روحانی حسن و تسکین کا پیکر بھی ہے اس کے ساتھ ہی ہماری نگاہوں میں اسلامی شوکت و جلال کا وہ نقشہ بھی ابھر آتا ہے جب ہلال نور، علم و معرفت اور محبت کی علامت تھا۔ یہ ہمارے ایمان کا جزو ہے، کیونکہ یہ خدا، اس کے دین اور دین کی کامیابی پر لازوال ایمان کا جیتا جاگتا نشان ہے۔

اسے جناح میموریل مسجد، کا نام، اسلامی ریاست پاکستان کے محترم بانی قائداعظم محمد علی جناح کی یاد میں دیا گیا۔ جنہوں نے اسلامی جذبۂ ایثار و محبت سے سرشار ہو کر اپنی قوم کی آزادی کے لئے انتھک جدوجہد کی، اور آپ سے بڑھکر کسی قائد نے اپنی قوم سے محبت کا اظہار نہیں کیا کہ اپنی جان شیریں بھی قوم کی خاطر قربان کر دی۔

مسجد کے اخراجات کا ابتدائی تخمینہ ۳۵ ہزار ڈالر تھا۔ جو بڑھ کر ۵۰ ہزار اور پھر ۷۵ ہزار سے ایک لاکھ ڈالر تک جا پہنچا اور عمارتی سامان کی روزافزوں گرانی کی بدولت آخرالامر یہ مسجد ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر میں تکمیل پذیر ہوئی۔ جب ۷۵ ہزار ڈالر خرچ ہو گئے تو گو مسجد کا ڈھانچہ تیار ہو چکا تھا۔ تاہم ابھی بہت سا ضروری کام ہونا باقی تھا۔ سرمایہ ختم ہو چکا تھا۔ اور مستقبل تاریک نظر آ رہا تھا۔ مگر صدر مسلم لیگ مسٹر عزیز احمد کی پرجوش اور ولولہ انگیز قیادت میں ممبران لیگ میں ایک نئی زندگی کے آثار نظر آنے لگے۔ ان میں ایک نئی تڑپ پیدا ہوئی۔ اور آہستہ آہستہ تعمیر کا کام تکمیل کو پہنچنے لگا۔

اگر مسٹر عزیز احمد ذاتی مالی ایثار سے کام نہ لیتے اور لیگ کی بے لوث خدمت نہ کرتے تو جناح میموریل مسجد شاید تا ہنوز مکمل نہ ہو سکتی۔ البتہ آپ کے کام میں مسلم لیگ کونسل اور اراکین لیگ نے کامل تعاون کیا جن میں سے لیگ کے ایک ٹرسٹی اور وائس پریذیڈنٹ مسٹر محمد رفیق بخاص کر قابل ذکر ہیں۔

جناح میموریل مسجد فن تعمیر کا عمدہ نمونہ ہے۔ جس میں مشرقی اور مغربی ہر دو فن تعمیر کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ اور یہ مسجد نہ صرف اسلام کے عظیم فرزند قائداعظم محمد علی جناح کی یاد تازہ کرتی رہے گی۔ بلکہ اس قوم کی محبت، عقیدت قوت ارادی، عزم، ایثار اور محنت کی بھی عکاسی کرتی رہے گی۔ جس نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ملک میں صدیوں تک یہ مسجد دورِ آفریں ثابت ہو گی۔

غلام نبی مُسلم صاحب ایم اے

حادثۂ کربلا اور اس سے قبل قابلِ ذکر واقعات

(۲)

ایک گروہ کی علیحدگی "مسلم کے قتل سے حالات نے پلٹا کھایا اور اصل حالت امام پر واضح ہو گئی۔ پس مقام زبالہ پر امام حسینؓ نے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطری کی شہادت کی خبر پہنچی ہے اور ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے۔ جسے منظور ہو مجھ سے جُدا ہو جائے۔ کوئی حرج نہیں پس ایک گروہ جو بہ طمع مال غنیمت و راحت و عزت دُنیا حضرت کے رفیق ہوئے تھے، ان اخبار کے استماع سے متفرق ہو گئے۔ اور اہل بیعت و خویشانِ آنحضرت اور ایک جماعت کہ از رُوئے ایمان و یقین رفیق حضرت تھے باقی رہ گئے" (ص۱۶۴)

حُر کے لشکر کی آمد پر واپسی کا ارادہ "عبیداللہ ابن زیاد حاکم کوفہ کے حکم سے حر کی قیادت میں ایک ہزار کا لشکر بھیجا۔ امام حسین نے اس کوفی لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا "ایھاالناس میں تمہاری طرف نہیں آیا۔ مگر جبکہ متواتر تمہارے خطوط اور تمہارے قاصد پے بہ پے میرے پاس پہنچے۔ تم نے لکھا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لایئے کہ ہمارا امام و پیشوا کوئی نہیں شاید ہم کو اور آپ کو حق و ہدایت پر متفق کرے۔ اگر تم اپنے عہد و گفتار پر برقرار ہو، مجھ پر پیمان و عہد تازہ کر کے میرا دل مطمئن کرو، اور اگر اپنے گفتار سے پھر گئے ہو، اور عہد و پیمان کو شکستہ کر دیا ہے اور میرے آنے سے بیزار ہو۔ میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں" (ص۱۶۵)

اب سیدنا حسینؓ کو حالات کی سنگینی کا احساس ہو چکا تھا۔ کوفیوں کے خطوط نے یقین دلا دیا تھا کہ کوفہ پہنچتے ہی خلافت کے مالک بن جائیں گے۔ اس لئے خواتین کو بھی ساتھ لے لیا اور محمد بن حنفیہ کی بات کو نظر انداز کر دیا کہ مستورات کو مدینہ میں چھوڑ جاؤ۔ جناب مسلم کی شہادت نے قدرے مایوس کیا، لیکن برادرانِ مسلم نے لوٹنا گوارا نہ کیا، اس خیال سے کہ شاید میری ذات کو دیکھ کر اہلِ کوفہ ساتھ دیں گے آگے بڑھے۔ لیکن حُر کی آمد نے تمام نقشے بگاڑ دیئے، اب اونٹوں پر سوار ہو کر پیچھے مُڑنے لگے تو حُر نے روک دیا کہ مجھے حکم ہے کہ آپ کو امیر ابنِ زیاد کے پاس لے جاؤں۔ زیادہ سے زیادہ یہ رعایت دیتا ہوں کہ آگے سیدھے چلئے اور کوفہ کی بجائے دوسرے راستے مدینہ لوٹ جایئے۔ میں کل حالت حاکم کو لکھ بھیجوں گا۔ اس پر امام حسینؓ نے "بہ ضرورت راہ قادسیہ سے بجانب چپ توجہ کی"۔

ولید حاکم مدینہ کی ہمدردی "محمد بن ابی طالب نے روایت کی ہے کہ جب ولید حاکم مدینہ نے سُنا کہ امام حسین متوجہ عراق ہوئے۔ ایک خط ابنِ زیاد کو لکھا کہ مَیں نے سُنا ہے امام حسینؓ متوجہ عراق ہوئے ہیں۔ اور وہ فرزند فاطمہ بنت رسُول ہیں۔ ان کا متعرض نہ ہونا اور کچھ صدمہ انہیں نہ پہنچانا" (ص۱۶۱)

کربلا میں نزول پس بضرورت کربلا ہی کے مقام پر اتر پڑے قناتیں اور خیمے اہلِ بیت کے نصب کئے، بقول ایک جماعت کے دوسری محرم ۶۱ھ کی تھی۔ یا روز چہارشنبہ یا پنجشنبہ تھا۔ اور بقول بعض آٹھویں محرّم کی تھی۔ پس حُر نے ایک خط ابنِ زیاد کو لکھا اور حقیقت حال اس میں درج کی۔ جب وہ خط ابنِ زیاد کے پاس پہنچا، اس شقی نے ایک خط امام حسین کو لکھا، اور اس میں تحریر کیا، میں نے سُنا ہے آپ کربلا میں اُترے ہیں۔ یزید بن معاویہ نے مجھے خط لکھا ہے، کہ آپ کو مہلت نہ دوں۔ یا آپ سے بیعت لوں اگر انکار کیجئے یزید کے پاس بھیجدوں، جب خط اس شقی کا حضرت پاس پہنچا، اور مطالعہ کیا تو اس خط کو پھینک دیا۔ اور کہا اس خط کا جواب میرے پاس نہیں" (ص۱۶۹)

بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حسین ۸ محرم کے لگ بھگ کربلا پہنچے کیونکہ گو حاکم کوفہ نے آپ کے بارے میں نرم روّیہ اختیار کر رکھا تھا۔ لیکن کوفیوں کے ہزاروں خطوط اور امام کی روانگی کی خبر عام ہونے کی صورت میں ایک دن کی تاخیر بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ اور انہیں ڈر تھا کہ کوفے کے لوگ حکومت کے باغی نہ ہو جائیں۔ اور بعد کے واقعات سے بھی یہی مترشح ہے کہ مزید دو دن کی گفتگو کے بعد دس محرّم کو کربلا کا حادثہ پیش آیا۔ اور ہماری تائید میں حضرت امام حسین کی وہ پُردرد اپیلیں ہیں۔ جو انہوں نے کوفی مخالفوں سے کیں۔ جن سے متاثر ہو کر کوئی دستے کا قائد حُر آپ کے ساتھ آملا تھا پھر آپ نے خط کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بھی سرعت عمل کا متقاضی تھا اور کوفہ وہاں سے چند میل کے فاصلے پر ہی تھا عمل درآمد آسان تھا۔

گفتگو "دوسرے دن (۹ محرم) ابن سعد نے اپنا قاصد سیّدنا حسین کے پاس بھیجا۔ آپ نے اس کوفی قاصد سے فرمایا کہ تم لوگوں نے بے شمار خط لکھے اور اصرار کر کے بلایا۔ اگر میرا آنا منظور نہیں تو مجھے واپس جانے دو، اس کے ساتھ ہی حبیب بن مظاہر نے اسے ترغیب دی کہ وہ امام کا ساتھ دے مگر وہ نہ رکا، ابن سعد نے ابنِ زیاد کو لکھا کہ امام کو جانے دیا جائے۔ ابنِ زیاد نے پہلے تو اس رائے کو پسند کیا مگر شمر کے سمجھانے پر پھر بدل گیا اور مزید لشکر بھیج کر لکھا کہ امام کو بیعت پر مجبور کرو"۔ (ص۱۷۱)

دیگر کتب تاریخ سے واضح ہے کہ امام حسین نے (۱) مدینہ کو لوٹنے (۲) یزید کے پاس جانے (۳) یا سرحد پر جا کر جہاد کرنے کی اجازت چاہی، اور یہ ہرسہ صورتیں یزید کی بیعت کے مترادف تھیں، لیکن کوفیوں کے لئے امام کا زندہ بچ نکلنا ہلاکت کا موجب تھا۔ کیونکہ اس صورت میں امام یزید کو ان کے خطوط سے آگاہ کر دیتے اور ان میں سے کوئی زندہ نہ بچتا، اس لئے اگلے دن کربلا کے میدان میں جو بے گناہ خون بہا وہ کوفیوں کی بے وفائی اور سنگدلی پر مہر تھا۔

کربلا میں پانی کی صورت حال دشمنی میں ہر فریق کی کوشش ہوتی ہے کہ مخالف فریق کی ضروریاتِ زندگی کو روک لیا جائے تاکہ وہ گھٹنے ٹیک دے، کوفی فوجوں نے بھی ایسا ہی کیا ہو گا، خاص کر جب کہ مخالفوں کی باتوں سے ظاہر ہے کہ کم از کم حکومت کے مقامی سربراہ خونِ ناحق بہانے سے ڈرتے تھے۔ لیکن واقعات کربلا کو چونکہ پروپاگنڈے کا رنگ دیا گیا، اس لئے اس بات پر زور دیا گیا کہ بچے پانی کے لئے ترستے تھے تاکہ سیدنا عثمان کو کوفیوں نے پانی سے جو محروم رکھا تھا۔ اس کی تلافی ہو سکے، اور لوگوں کی توجہ ہٹائی جا سکے۔ پانی کے سلسلہ میں جناب مُلّا باقر مجلسی کا بیان پڑھئے:—

(۱)۔ "جب تشنگی نے اصحاب وفادار امام ابرار پر غلبہ کیا، حضرت پاس آئے شکایت پیاس بیان کی، ...... حضرت نے ایک بیلچہ زمین پر مارا کہ بہ اعجاز حضرت ایک چشمہ شیریں آب وہاں ظاہر ہوا۔ اور امام حسین نے مع اصحاب وہ پانی شیریں نوش کیا۔ اور مشکیں وغیرہ بھر لیں۔ پھر وہ چشمہ غائب ہو گیا۔ (ص۱۷۲)

ایک بات یاد رہے کہ سیّدنا حسین کے پاس پانی ذخیرہ کرنے کا وافر سامان تھا۔ چنانچہ ص۱۶۵ پر مذکور ہے کہ جب حُر اس گرم موسم میں امام کے پاس پہنچا تو آپ نے ترس کھا کر اس کے ایک ہزار ساتھیوں اور ان کے جانوروں کو پانی پلایا۔ گویا جب چشمہ کے معجزہ سے امام کے ساتھیوں نے پینے پلانے کے بعد پانی بھر لیا تو وہ مشکیں بھر انسانوں کیلئے عرصہ تک کافی ہو سکتا تھا۔

(۲) دوبارہ پھر پیاس نے غلبہ کیا۔ امام حسین نے اپنے برادر عباس کو بلایا۔ اور تیس سوار، بیس پیادے ان کے ہمراہ کر کے بیس مشکیں ان کو دیں، کہ فرات سے پانی بھر لائیں۔ جب کنار فرات پہنچے، عمرو بن حجاج نے پُوچھا۔ کون ہے؟ ہلال بن نافع نے اصحاب آنحضرت میں سے کہا۔ میں تمہارا پسر عم ہوں، پانی پینے آیا ہوں۔ اس نے کہا تم پیو۔ تم کو پانی گوارا ہو۔ ہلال نے کہا تجھ پر واسطے ہو۔ مَیں کس طرح پانی پیوں۔ حالانکہ اہلِ بیت نبوّت و جگر گوشگانِ رسالت پناہ پیاسے ہیں۔ اس شقی نے کہا یہ سچ ہے، لیکن جو مجھے حکم دیا ہے، اس کی میں تعمیل کروں گا۔ یہ سُن کر ہلال نے اپنے اصحاب کو آواز دی۔ کہ جلد پانی بھر لو، حجاج نے اپنے لشکر

سے کہا پانی نہ بھرنے دو۔ قریب تھا کہ آتشِ حرب و ضرب مشتعل ہو۔ مگر اصحاب امام حسینؑ نے جلدی سے مشکیں بھر لیں اور روانہ ہوئے اور کوئی آسیب و گزند نہ پہنچا۔ اس وجہ سے حضرت عباس کو سقائے اہلِ بیت کہتے ہیں۔" (ص ۱۷۲)

(۳) ۹ اور ۱۰ محرم کی آخری شب

امام زین العابدین سے منقول ہے۔ کہ حضرت نے اس شب حکم دیا کہ خیمہ ہائے حرم محترم متصل ایک دوسرے کے برپا کئے جائیں، اور ان کے گرد خندق کھودی گئی اور لکڑیوں سے بھر دیا۔ کہ جنگ ایک طرف سے ہو۔ اور علی اکبر کو مع تیس سوار اور بیس پیادہ کے بھیجا کہ وہ چند مشک آب با نہایت خوف و اضطراب بھر لائے۔ حضرت نے اہلِ بیت اور اصحاب سے فرمایا۔ پانی پیو کہ یہ آخری توشہ تمہارا ہے، اور وضو و غسل کرو۔ اور اپنے کپڑوں میں خوشبو لگاؤ۔ کہ وہ تمہارے کفن ہوں گے" (ص ۱۷۷)

ان واقعات سے واضح ہے کہ کربلا کے میدان میں پانی کی کمی نہ تھی۔ اور نہ ہی فرات سے پانی لانے میں کوئی رکاوٹ تھی، ورنہ اگر پہلے ہی دن سے پانی پر قدغن ہوتی تو پھر حضرت عباس اور علی اکبر مختصر سی جماعت کے ساتھ ایک خراش کے بغیر پانی نہ لے آتے۔

ہم دہم محرم کے دن کے واقعات نظر انداز کرتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ کربلا کا حادثہ دُنیا کے دردناک ترین المیوں میں سے ہے، لیکن ایک گروہ نے ڈرامائی رنگ دے کر اسے حقیقت سے افسانہ بنا دیا۔ اور ایک مختصر مگر شدید جھڑپ کو تمام دن پر پھیلی ہوئی شدید جنگ میں بدل دیا جس میں امام کے گھوڑے نے بھی بیسیوں افراد کو مار ڈالا۔ اور اگر اہلِ فکر و نظر نے کبھی بہ نظرِ تعمق اوراقِ تاریخ کو کھنگالا اور واقعات کو مجموعی نظر سے دیکھا تو عیاں ہو جائے گا کہ امام حسین اس اُمید پر آخری رات کو آرام سے سوئے کہ صبح ابنِ زیاد کا مصالحانہ جواب آئے گا اور آپ کی پیش کردہ تینوں تجاویز کو منظور کر کے آپ کو دمشق میں یزید کے پاس جانے دیا جائے گا۔ اور یہ صورتِ حال کوفے کے بے وفاؤں کے لئے ہلاکت اور بربادی کی علامت تھی، اس لئے انہوں نے اپنی اور اپنے خویش و اقربا کی جانیں بچانے کے لئے آخری اقدام کیا۔ یعنی صبح کی تاریکی میں حضرت امام حسین کے خیموں پر حملہ کر دیا اور جنگِ جمل میں اپنے عیارانہ کردار کا اعادہ کیا۔ حضرت امام کے ساتھیوں نے جان اور آبرو کی خاطر افراتفری کے عالم میں ان کا مقابلہ کیا۔ اس اثنا میں طرفین کے کچھ افراد مقتول ہوئے جن میں خود امام شامل تھے، کیونکہ دراصل حضرت حسینؓ کا قتل ہی ان کا مقصود تھا۔ لڑائی کا شور سُن کر ابن سعد جلدی سے لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ دشمن وہاں سے بھاگ چُکا تھا۔ ابنِ سعد نے سب سے پہلے خیمے کا رُخ کیا، تاکہ مستورات کو دُکھ نہ پہنچے۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

"جب عمر بن سعد نزدیک خیمہ ہائے حرم محترم میں آیا۔ آواز دی کہ کوئی متعرض احوال زنان خیمہ نشین نہ ہو اور علی بن حسین کو ضرر نہ پہنچائیں۔ اور جو کچھ ان سے چھین لیا ہے، واپس دیں، اس حکم سے وہ اشقیا متعرض غارت نہ ہوئے۔"

(ایضاً ص ۳۰۷)

ایک بات بار بار سامنے آتی ہے کہ حضرت حسینؓ نے کوفیوں پر کیوں اعتماد کیا، اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے درد مندانہ مشوروں کو کیوں نظر انداز کیا اور دشمنانِ اسلام کی سازش کا کس طرح ہدف بن گئے۔ آج ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں۔ کہ قدرت کو یونہی منظور تھا۔ انہوں نے ایثار و قربانی کی ایک شمع روشن کی جو جادۂ حیات میں اہلِ دل کی رہنمائی کرتی رہے گی۔

بحرِ حکمت کے موتی

بسلسلۂ صفحۂ اوّل

اتنی اتنی بلندی پر ہوں گے جتنی بلندی پر وہ روشن ستارہ ہے جو اُفق پر نظر آتا ہے۔ اور آج یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک ایک ستارہ اتنی بلندی پر ہے کہ انسان کے واہمہ میں بھی آنا مشکل ہے۔ یہ بالا خانے جنہیں وہ روشن ستاروں کی طرح دیکھیں گے ان کے اپنے ہی بالا خانے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر مدارج جیسا کہ قرآن کریم میں٭

بقیہ پریس کانفرنس

بسلسلہ صفحہ ۲

اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ شیخ محمد اسمٰعیل نے بتایا کہ انڈونیشیا اور گیانا دو ایسے مُلک تھے جہاں جماعتِ قادیانی سے متاثر حکمران اسلامی نظام نافذ کرنے والے تھے۔ لیکن عالمی سازشوں کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ انڈونیشیا میں مرحوم سوکارنو کے کچھ ساتھی ان سے متاثر تھے۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستان میں ہماری جماعت کے ساتھی افراد کی تعداد پانچ چھ ہزار کے قریب ہے۔ سب سے بڑی جماعت ویسٹ انڈیز میں ہے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہم قادیانی پارٹی کو دائرہ اسلام سے خارج تصور نہیں کرتے لیکن مرزا صاحب کو نبی بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ انہیں مجدد مسیح موعود تسلیم کرتے ہیں۔ انہوں نے پریس کانفرنس سے قبل ڈویژنل آڈیٹوریم میں تقریر بھی کی۔"

نوائے وقت کے اس بیان کے متعلق یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ:۔

(۱) جماعتِ احمدیہ لاہور کے متعلق "قادیانی جماعت لاہوری" کی اصطلاح صحیح نہیں، اس کو جماعت احمدیہ لاہور یا وابستگانِ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔

(۲) اس جماعت کے رہنما اور سربراہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعتِ احمدیہ لاہور ہیں۔

(۳) انڈونیشیا اور گیانا میں قادیانی جماعت سے متاثر حکمرانوں کا جو ذکر کیا گیا وہ جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھتا ہے۔

پیغامِ صلح کی خدماتِ دینی کا اعتراف

(بسلسلہ ص ۳)

(۱) چینی رہنما ماوزے تنگ کی کتابوں کا قرآن مجید کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے جہاں جہاں یکسانیت پائی جاتی ہے اس کو چینی زبان میں شائع کر دیا جائے۔ اور ماوزے تنگ چینی رہنما کو دعوت دی جائے کہ جو کچھ اس نے چینی اقتصادیات اور معیشت میں انقلاب برپا کیا ہے وہ وہی ہے۔ جو قرآنی نظامِ معیشت میں ہے۔ چینی انقلابی رہنما ابھی زندہ ہے۔ ممکن ہے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دوران وہ اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دے۔ یہ کام سخت محنت طلب ہے ایسی طرح کی اور بھی ٹھوس تجاویز ہیں۔ مثلاً:

(۱) جوہری توانائی اور قرآن (۲) فزیکل سائنس اور قرآن (۳) فلکیات اور سائنس کے موضوعات، اس کے بعد جنرل سیکرٹری صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے:۔

"جنرل سیکرٹری صاحب! یقین جانئے کہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے مضامین پڑھ کر ایک راحت سی محسوس ہوتی ہے اور قرآن کریم کے الہامی کتاب ہونے کے خلاف شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔"

پیغامِ صلح کی دینی خدمات کے اس فراخدلانہ اعتراف پر ہم میرزا محمد اکبر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں، ان کے فرمودہ آخری تین موضوعات پر ماہنامہ روح اسلام مجریہ ستمبر ۱۹۷۱ء میں محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا ایک مفصل مضمون شائع ہو چکا ہے۔ ان کی دیگر تجاویز بھی زیرِ غور ہیں۔

٭ بقیہ کالم ۳

بالصراحت مذکور ہے لهم غرف من فوقها غرف مبنية۔ (الزمر۔ ۲۰) ان کے بالا خانے (بلند مقامات اور مدارج) ان کے اوپر اور بالا خانے (بلند مقامات) بنے ہوئے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے سامنے جو روحانی ترقی کا میدان قیامت کے دن ہوگا اس کی اس قدر وسعت ہے کہ جن بلند ستاروں تک آج انسان کا واہمہ بھی نہیں جا سکتا وہاں بھی وہ پہنچ کر رہے گا۔

(فضل الباری۔ کتاب الرقاق)

از محمد عبدالحق مجاہد امرتسری - گنج مغلپورہ

جو لوگ خود فتوائے کفر کے نیچے ہیں وہ دوسروں کے کفر و ایمان کا فیصلہ کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں؟

ایک شاعر کا کمال اس کے حسنِ بیان لطافت کلام اور فصاحت و بلاغت میں ہے، ایک مؤمن کا کمال جذبۂ عشقِ الٰہی اور وفور محبت و اخلاص اور تقوےٰ میں ہے ایک عالم کی خوبی اس کے وسعت مطالعہ نکتہ آفرینی اور بذلہ سنجی میں ہے - لیکن ایک مُلاں کی خوبی اس کے شوق تکفیر اور ذوق تفسیق میں ہے - اگر تکفیر کا حربہ اس کے پاس نہ ہو تو وہ بے چارہ بے دست دپا ہے وہ اپنے حریف کو ضربِ تکفیر سے چاروں شانے چت گرا سکتا ہے - اور لطف یہ ہے کہ سوائے اس فرد یا جماعت کے جس پر اس کی ضرب کا وار چل رہا ہے دیگر افراد اور جماعتیں یا تو ملاں کی معیت اختیار کرتی ہیں یا خاموش تماشائی کی حیثیت سے اس کی حوصلہ افزائی کرتی رہتی ہیں - اس ملک میں کثرت سے ایسے لوگ آباد ہیں جو ملاں کو اسلام کے لئے ایک مضر عنصر خیال کرتے ہیں مگر کسی کو یہ توفیق نہیں ملتی کہ وہ علی الاعلان ملاں کی روش پر نکتہ چینی کرے یا اسے احتساب کی گرفت میں لائے - اسی طرح جب کوئی جماعت حضرتِ مُلاں کی زیرِ عتاب آتی ہے تو دوسری جماعتیں خوشی سے بغلیں بجاتی ہیں جب جماعتِ اسلامی پر کفر کا فتوےٰ لگایا گیا تو اس جماعت کی طرف سے اس کے خلاف شدید احتجاج ایک رسالہ کی صورت میں کیا گیا اور مسلمان کی صحیح تعریف اسے بھی یاد آ گئی - اس رسالہ کے چند اقتباسات ملاحظہ فرماویں لکھا ہے :-

(۱) "آگے بڑھنے سے پہلے اچھی طرح سُن لیجئے کہ جس طرح علمارِ حق کی محبت عقیدت اسلامی زندگی کے لئے لازم اور ہم جیسے عاصیوں کے لئے سرمایۂ نازش و افتخار ہے اسی طرح علمائے سُو کی بیخکنی بھی دین کی سب سے بڑی خدمت ہے اس لئے کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ذلیل و خوار کر رکھا ہے اور وہ تعمیر و اصلاح کا کوئی کام نہیں ہونے دیتے - آیئے اب میں آپ کو یہ دکھاؤں کہ ان علمارِ سُو یا علمائے دنیا نے ہمیشہ اہل حق کو کس طرح کچلا؟" -

(رسالہ مولانا مودودی اور ان کے مخالف علمار کے مابین بے لاگ محاکمہ صفحہ ۵۰)

کُفر کے فتوؤں کی بھرمار

(۲) رسالہ مذکور میں لکھا ہے :-

"مسلمانوں کی سب سے بڑی مصیبت اور عظیم فتنہ کسی کو کافر و مرتد بنانے کا جذبہ رہا ہے - اسلام نے جس قدر سختی اور مضبوطی کے ساتھ کفر و ارتداد کا دروازہ بند کیا تھا اور مسلمانوں کو تاکید کی تھی کہ وہ اس فتنہ سے کلیتہً اجتناب کریں، اسی قدر آسانی بے خوفی اور آزادی کے ساتھ علمارِ سُو نے اس دروازہ کو کھول دیا۔ قرآن حکیم کا صاف و صریح حکم یہ ہے کہ جو تمہیں السلام علیکم کہے تم اس کو بھی مسلمان ہی جانو - احادیث نبویہ بھی اس باب میں واضح اور ناطق ہیں - حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:-

"جو ہماری طرح نماز پڑھے - ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہو اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے" (رسالہ مذکور صفحہ ۵۱)

(۳) "مگر ہائے افسوس صد ہزار افسوس کہ علمائے سُوء نے ان تمام ہدایات و احکام کو پامال کر کے اپنی زبان اور اپنی قلم سے وہ کام لیا جو تلوار بھی نہیں کر سکتی - ہمیشہ اہلِ حق کو ان ظالموں نے گمراہ بتلایا ان کو کافر بنایا - ان کے خلاف طوفان مخالفت برپا کیا لوگوں کو ان سے نفرت دلائی اور ان کی ایذا رسانی کو خدمتِ دین سمجھا ان دشمنانِ دین نے علم کے غرور - نفسانیت کے جوش، اور اپنی ذاتی اغراض کے لئے بڑے بڑے آئمہ، اولی العزم مجاہدوں — جلیل القدر رہنماؤں اور قابل قدر بزرگوں کو معاذاللہ مرتد - ملحد - گمراہ - ملعون اور کافر تک کہا - خودغرض مفتیوں کے یہ ذلیل و ملعون کارنامے ایسے مشہور ہیں کہ محتاج بیان نہیں کونسا ایسا امام ہے جس پر کفر کا فتوےٰ نہ لگا ہو"

(رسالہ مذکور صفحہ ۵۳)

(۴) "جو سب سے بڑا مکفر - مفسد - شریر اور دوسرے فرقہ والوں کا دشمن ہو اس کو سب سے بڑا محافظ دین - مبلغ و مناظرِ اسلام، مجاہد اور غازی سمجھا جاتا ہے انہی کی شان میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا

"دینِ کافر فکر و تدبیر جہاد
دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد"

(رسالہ مذکور صفحہ ۵۴)

کیا کُفر کے فتوؤں پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

اس عنوان کے ماتحت لکھا ہے :-

"اگر کفر کے فتوؤں کو رتی بھر بھی اہمیت دی جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آج دنیا میں ایک بھی مسلمان نہیں سب کے سب ہی کافر و گمراہ ہیں اور ہر مسلمان بہتر فرقوں کے کفر کے فتوؤں میں دبا پڑا ہے" (رسالہ مذکور صفحہ ۵۴)

ذِمّہ دارانِ اُمّت کا فرض

اس عنوان کے تحت لکھا ہے :-

"تکفیر کی وبائے عام نے جو ناقابلِ تلافی نقصان مسلمانوں کو پہنچایا ہے اس کو دیکھ کر جگر شق ہو جاتا ہے - اس کی روک تھام کی صورت یہ ہے کہ علمبردارانِ حق صداقت اور مستند پیشوایانِ دین عام اعلان کر دیں کہ تکفیر بازی انفرادی چیز نہیں کہ ہر عالم اُٹھ کر کسی کی ضلالت و گمراہی کا شور مچا دے اور اپنی انفرادی تحقیق و رائے سے کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ کرنے بیٹھ جائے بلکہ یہ کام اجتماعی ہے - ہر عالم کے ہاتھ میں تکفیر کی چھُری ہرگز نہ دی جائے کہ وہ تعصب اور عناد کی بناء پر کسی کا گلا کاٹ کر رکھ دے -"

(رسالہ - مولانا مودودی اور ان کے مخالف علماء کے مابین بے لاگ محاکمہ صفحہ ۵۸)

(نوٹ: یہ رسالہ ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے - مصنف کا نام نذیر الحق میرٹھی خطیب جامع مسجد جلال پور جٹاں ضلع گجرات ہے - یہ کتاب کوثر بک ایجنسی گوال منڈی لاہور سے مل سکتی ہے)

پرویز صاحب کا احتجاج

جب پرویز صاحب پر کفر کا فتویٰ لگا تو سب سے بڑھ کر فتوےٰ تکفیر کے خلاف معاصر طلوعِ اسلام نے سخت احتجاج کیا اور ایک قرارداد پاس کر کے حکومت کو توجہ دلائی - چنانچہ "ایک اہم سوال" کے عنوان کے تحت معاصر طلوعِ اسلام نے کفر و اسلام پر سیر حاصل بحث کی ہے، وہ لکھتا ہے :-

"یہاں ایک اہم سوال سامنے آتا ہے ہم دیکھ چکے ہیں کہ دیو بندی - بریلوی - اہلحدیث سُنی - شیعہ میں سے ہر ایک فرقہ پر کفر کا فتویٰ لگ چکا ہے سوال یہ ہے کہ

(۱) کہ اگر کسی شخص یا فرقہ پر کفر کا فتویٰ لگنے سے وہ واقعی کافر ہو جاتا ہے تو یہ حضرات جنہوں نے موجودہ فتوے شائع کیا ہے سب کے سب (ان فتووں کے مطابق جو ان پر لگ چکے ہیں) کافر قرار پاچکے ہیں تو جو لوگ خود کافر ٹھہرائے جاچکے ہوں وہ کسی دوسرے کے کفر و ایمان کا فیصلہ کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں وہ پہلے اپنے آپ کو تو مسلمان ثابت کریں؟ اور

(۲) "اگر فتووں کے باوجود یہ حضرات مسلمان ہیں اور ان فتووں سے ان کے ایمان اور اسلام کا کچھ نہیں بگڑا تو ان کے فتوے سے دوسرا شخص کس طرح کافر ہو سکتا ہے! جس طرح ان فتووں کے باوجود یہ حضرات مسلمان کے مسلمان ہیں اسی طرح انکے فتوے کے باوجود پرویز صاحب اور ان کے ہمخیال بدستور مسلمان ہیں" -

ایک اور سوال

اس سوال سے بڑھ کر ایک اور سوال سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان حضرات کو (یا کسی اور کو) یہ اتھارٹی کہاں سے مل جاتی ہے کہ وہ کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ کریں؟ علماء کے معنے یہ ہیں کہ ... انہوں نے کسی مذہبی مدرسہ میں کچھ کتابیں پڑھی ہیں تو کیا ان کتابوں کے پڑھ لینے سے کسی کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ جسے چاہے کافر قرار دیدے؟ باقی رہے مفتی سو اسلامی سلطنت میں یہ ایک منصب تھا جس پر کوئی شخص حکومت کی طرف سے تعینات ہوتا تھا اس کے علاوہ کوئی مفتی نہیں ہوتا تھا جس طرح آج کل ایڈووکیٹ جنرل یا اٹارنی جنرل حکومت کی طرف سے تعینات ہوتے ہیں اور ہر وکیل اپنے آپ کو نہ ایڈووکیٹ جنرل قرار دے سکتا ہے اور نہ ہی اس منصب کے فرائض سرانجام دے سکتا ہے - مفتی کی حیثیت مشیر قانونی کی ہوتی تھی اس کا کام صرف مشورہ یا رائے دینا تھا فیصلہ حکومت خود کرتی تھی یا اس کی طرف سے مقرر کردہ قاضی، اب نہ وہ حکومتیں باقی ہیں نہ ان کی طرف سے مقرر کردہ مفتی، لیکن یہ حضرات ابھی تک اپنے آپ کو انہی معنوں میں مفتی سمجھتے رہیں اور نہ صرف مفتی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں بلکہ قاضی

اسلام کی تعلیم ہی دُنیا میں قیام امن کا موجب ہو سکتی ہے

قرآن کریم کے متعلق غیر مُسلم مفکرین کی آراء

شیخ محمد طفیل صاحب کے لیکچر کے بعد شیخ نثار احمد صاحب کی صدارتی تقریر

کی حیثیت سے فیصلے بھی صادر کرتے ہیں"۔
(رسالہ "کافر گری" صفحہ ۲۳-۲۴ - شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام لاہور)

ایک آئینی سوال

لیکن اب اس سوال نے ایک آئینی حیثیت اختیار کر لی ہے آئین پاکستان میں یہ درج ہے کہ مملکت پاکستان کے صدر کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے اب ظاہر ہے کہ اس عہدہ کے لئے جو شخص بطور امیدوار کھڑا ہو۔

(۱) وہ اگر شیعہ ہے تو (ان حضرات کے فتوے کی رُو سے وہ) سُنیوں کے نزدیک مُسلمان نہیں۔

(۲) اگر سُنی ہے تو شیعہ حضرات کے نزدیک وہ مسلمان نہیں۔

(۳) اگر مقلد ہے تو غیر مقلد اسے مُسلمان تصور نہیں کریں گے۔

(۴) اگر دیو بندی عقیدہ کا ہے تو بریلوی اسے مسلمان نہیں سمجھیں گے۔

(۵) اگر بریلوی خیال کا ہے تو دیو بندی اسے مسلمان تسلیم نہیں کریں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ (اگر فتاوے کی واقعی کوئی حیثیت ہے) تو اس بات کا فیصلہ کس طرح سے ہوگا کہ وہ امیدوار مسلمان ہونے کی آئینی شرط پر پُورا اترتا ہے یا نہیں؟

ہم قوم کے اہلِ فکر طبقہ سے جنہوں نے (اور جن کی آنے والی نسلوں نے) اس ملک میں زندگی گذارنی ہے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے اور ایسی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس سے ملک اس قسم کے آئے دن کے انتشار سے محفوظ رہے .... ورنہ ان فتوے بازیوں اور دشنام طرازیوں نے تو اُمت کو تباہ کر رکھا ہے۔" (رسالہ "کافر گری" صـ ۲۷، ۲۸)

کنونشن طلوع اسلام کی قرارداد

ذیل میں اس قرارداد کا متن درج کیا جاتا ہے جو طلوع اسلام کی کنونشن نے ۱۹۶۷ء میں پاس کی تھی اس میں لکھا ہے کہ

"حکومت سے پُر زور درخواست کی جائے کہ حامیانِ فتوے کے خلاف (یہ اس فتوے کی طرف اشارہ ہے جو پرویز صاحب پر لگایا گیا - مجاہد امرتسری) مارشل لاء - ریگولیشن (۵۹) کے تحت فوری کارروائی کی جائے اور اس قسم کے

(باقی کالم ۱ کے نیچے)

معزز حضرات!

مجھے اپنی کوتاہیوں اور کم علمی کا اعتراف ہے - زعم فال بنام من دیوانہ زدند والا معاملہ ہے - بہر حال گذارش ہے کہ میری کمزوریوں کو نظر انداز کریں اور نفس مضمون کو ہی اہمیت دیں -

مجھے امید ہے کہ فاضل مقرر کے خیالات سے آپ محظوظ ہوئے ہوں گے شاید اس دَور سے زیادہ کبھی اس بات کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ہوگی کہ اسلام کے پیغام کو عام کیا جائے - آج چاردانگ عالم میں ظهر الفساد فی البر والبحر کا دَور دَورہ ہے اور اس کے آگے جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں بما کسبت ایدی الناس - انسان خود اس کے ذمہ دار ہیں - اب اس کا حل کیا ہے، اسلام اور صرف اسلام اس کا مداوا ہے - اسلام کی تعلیم اور اس پر عمل سے ہی وہ فضا پیدا ہو سکتی ہے جو امن اور روا داری کی ضمانت دے سکتی ہے - قرآن کریم نے تو اپنے نہ ماننے والوں کو بھی ایسا پیغام دیا ہے جو اپنی مثال آپ ہے - ارشاد ہوتا ہے:-

يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا اے اہل کتاب ایک ایسے کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وحدت کی بنیاد ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرنی ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا، یہ کتنا عمدہ اصول ہے کہ ایک امر جامع پر اکٹھے ہو جاؤ، اس سے تعصب اور اختلافات خود بخود دُور ہوتے چلے جائیں گے غیر مُسلم مفکرین قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے قائم کرنے کے بغیر نہیں رہ سکے کہ اس کی مثل دُنیا میں اور کوئی کتاب نہیں اور محمد رسُول اللہ

صلعم کامیاب ترین انسان ہیں -

قرآن کریم میں بڑی تاثیر ہے - حضرت مولانا محمد علیؒ مشہور مفسر قرآن نے لکھا تھا ہمارا کام ہے قرآن کو دنیا میں پہنچانا - پھر آگے یہ اپنا کام خود کرتا چلا جائے گا - غیر مسلم مفکرین نے جنہوں نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا ہے اس امر کی تصدیق کر دی ہے - گوئٹے نے لکھا:-

"However often we turn to Quran it soon attracts astounds and enforces our reverence Thus this Book will go on exercising through all ages a most potent influence."

Lamartine نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:-

"Philosopher orator apostle legislator conquerer of ideas restorer of rational dogmas of a cult without images the founder of twenty terrestrial empires and one spiritual empire. As regards all standards by which human greatness may be measured, we may well ask Is there any man greater than he."

Mr cherpls ایک اور مفکر نے لکھا ہے:-

"I hope the time is not far off when I shall be able to unite all the wise and educated men of all the countries and establish a uniform regime on the principles of the Quran which alone are true and which alone can lead men to happiness"

یہ ہے کتاب جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور یقیناً یہ اپنے دعویٰ کے مطابق لاریب ہے - اور یہی دلیل اس کی صداقت کے لئے کافی ہے - ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کریں، مختلف زبانوں میں - اگر ان تبلیغی مساعی سے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ہی ازالہ ہو جائے تو یہ بذاتہ ایک بہت بڑا کام ہے کہ اس سے ہماری آئندہ کامیابیوں کی راہ ہموار ہوگی۔

ہم اپنے آباؤ اجداد قرون اولےٰ کے مسلمانوں کے سنہری دَور کے گُن گاتے ہیں - ان کی کامیابیوں اور فتوحات قرآن پر عمل کا ہی نتیجہ تھیں یہ مقدس کتاب ہی ان کے لئے قوّتِ متحرکہ تھی اور یہی اُن کی کامیابی کا موجب تھی۔

اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی اشاعت کے لئے متحد ہو جائیں اور اس پر عمل کے لئے کمر بستہ۔ مسلمان قوم کی خوشحالی اور امنِ عالم کی بحالی اور بقا کا یہی اور صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔

بقیہ از کالم ۱

فتنہ و فساد کے سدِ باب کے لئے قانونی اور دیگر ضروری اقدامات کئے جائیں نیز فتوےٰ گروں کو متنبہ کیا جائے کہ مروجہ قانون کے رُو سے کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کے کفر و ایمان پر محاکمہ کرے، یہ انتباہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ چونکہ نئے آئین کے تحت صدر مملکت کا مسلمان ہونا ضروری ہے یہ امکان ہر وقت موجود رہے گا کہ صدر مملکت یعنی مسلمان صدر کو بھی فتوے کے ذریعہ کافر قرار دے دیا جائے گا - جس سے ملک میں نہایت مضحکہ خیز صورت پیدا ہو جائے گی"

پیغام صلح :- پرویز صاحب اور جماعت اسلامی کے یہ بیانات ہر طرح پر عمل اور واجب العمل ہیں - لیکن سوال یہ ہے کہ جن فرقوں کے زیر تکفیر آنے کا ذکر کیا گیا ہے، جماعت احمدیہ کا نام اس میں کیوں نہیں لیا گیا حالانکہ یہ جماعت جو کسی بھی کلمہ گو کی خواہ وہ کسی فرقہ و مسلک سے تعلق رکھتا ہو، تکفیر جائز نہیں سمجھتی، سب سے بڑھ کر تکفیر اور غلط فتاویٰ کی چھری سے ذبح کی جا رہی ہے - کیا پرویز صاحب اور

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا - (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۷۴ء | نمبر ۷

تزکیہ نفس کے لئے چلہ کشیوں کی ضرورت نہیں

جب تک وہ نور جو خدا کی نالی میں سے آتا ہے تمہارے قلب پر نہیں گرتا تزکیہ نفس نہیں ہو سکتا

حضرت مجددِ زمان مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ارشاداتِ عالیہ

تزکیہ نفس کے لئے چلہ کشیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے چلہ کشیاں نہیں کی تھیں۔ ارہ اور نفی و اثبات وغیرہ کے ذکر نہیں کئے تھے۔ بلکہ ان کے پاس ایک اور ہی چیز تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں محو تھے۔ جو نور آپ میں تھا۔ وہ اس اطاعت کی نالی میں سے ہو کر صحابہؓ کے قلب پر گرتا اور ماسوی اللہ کے خیالات کو پاش پاش کرتا جاتا تھا۔ تاریکی کے بجائے ان سینوں میں نور بھرا جاتا تھا۔ اس وقت بھی خوب یاد رکھو وہی حالت ہے۔ جب تک کہ وہ نور جو خدا کی نالی میں سے آتا ہے۔ تمہارے قلب پر نہیں گرتا۔ تزکیہ نفس نہیں ہو سکتا۔ انسان کا سینہ مہبط الانوار ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ بیت اللہ کہلاتا ہے۔ بڑا کام یہی ہے کہ اس میں جو بُت ہیں وہ توڑے جائیں۔ اور اللہ ہی اللہ رہ جاوے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللّٰہُ اللّٰہُ فی اصحابی۔ میرے صحابہ کے دلوں میں اللہ ہی اللہ ہے۔ دل میں اللہ ہی اللہ ہونے سے یہ مراد نہیں۔ کہ انسان وحدتِ وجود کے مسئلہ پر عمل کرے۔ اور ہر کتے اور گدھے کو معاذ اللہ خدا قرار دے بیٹھے۔ نہیں نہیں۔ اس سے اصل غرض یہ ہے کہ انسان کا جو کام ہو۔ اس میں مقصود فی الذات اللہ تعالیٰ ہی کی رضا ہو۔ اور نہ کچھ اور۔ اور یہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔

ملفوظاتِ احمدیہ حصہ اول صفحہ ۲۵۳-۲۵۴

بحرِ حکمت کے موتی

قیامت کا سب سے ہلکا عذاب

عن النعمان سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انّ اھون اھل النّار عذاباً یوم القیامۃ لرجلٌ توضع فی اخمص قدمیہ جمرۃٌ یغلی منھا دماغہٗ۔

ترجمہ: حضرت نعمان سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے قیامت کے دن دوزخ والوں میں سے سب سے ہلکے عذاب والا شخص وہ ہوگا کہ اس کے دونوں قدموں کے نیچے چنگاری رکھ دی جائے گی جس سے اس کا دماغ اُبلتا رہے گا۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:۔ دماغ کا اُبلنا سخت بیقراری اور اضطراب کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ جس طرح اعمال صالحہ والے انسان کو نفس مطمئنہ کہا ہے۔ یا اطمینانِ قلب کا ذریعہ ذکر اللہ کو بتایا ہے اسی طرح بدی بیقراری اور اضطراب کو پیدا کرنے والی ہے۔

قسطلانی البادی کتاب الرقاق

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"
(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددینِ اُمت کو ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔
۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحادِ ملت میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

ترجمۃ القرآن اُردو و انگریزی

اور سلسلہ احمدیہ کی کُتب دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب کریں

برلن مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

برلن مسجد میں عیدالاضحیٰ کی تقریب

حکومت کی طرف سے قرآن کریم کے تیس گراموفون ریکارڈز کا تحفہ

نقل از چٹھی مورخہ ۲۴ ـــ ۱ ـــ ۷۴ یحییٰ بٹ صاحب

.... ماہ رواں کی تین تاریخ کو (۳ جنوری) ہم نے یہاں خدا کے فضل سے حسب روایات عیدالاضحیٰ منائی، نماز ہوئی - خطبہ ہوا - بعد میں احباب کو چائے ڈبل روٹی پیش کی گئی - چالیس پچاس کے قریب احباب کو دوپہر کا کھانا بھی دیا گیا - الحمد للہ -

اس کے علاوہ اب تک چار گروپ مسجد میں آ چکے ہیں اور مجھ سے اسلام کے بارہ میں سُن چکے ہیں - ان میں سے ایک گروپ کیتھولک عیسائی یونیورسٹی طلباء کا تھا - ان میں سے ایک طالب علم جو اسلامیات پڑھتا ہے عیدالفطر کے اجتماع میں موجود تھا - وہ اپنے چرچ کے حلقہ سے دیگر یونیورسٹی طلباء کو لے کر آیا تھا یہ گروپ ۲۱ نوجوان مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھا، وہ تین گھنٹے میرے پاس رہے - اسلام کے متعلق مختلف موضوعات پر سوال و جواب کے رنگ میں دلچسپ گفتگو ہوتی رہی - انہیں چائے بھی پیش کی گئی -

مغربی جرمنی سے ریڈیو کا نمائندہ آیا - مسجد کے بارہ میں اور برلین میں مسلمانوں کے عام مسائل کے بارہ میں اس نے سوالات کئے اور جوابات ریکارڈ کر کے لے گیا - یہ پروگرام ریڈیو پر نشر کیا جائیگا -

جمعہ کے اجتماعات خدا کے فضل سے جاری ہیں - ہفتہ کے اجتماعات بھی خدا کے فضل سے پُر رونق رہتے ہیں - احباب اس میں خوشی سے حصہ لیتے اور محظوظ ہوتے ہیں - ہمارے سرکل کا ایک مصری نوجوان جو یہاں ڈاکٹریٹ کر رہا ہے چند دنوں کے لئے کرسمس کی چھٹیوں میں مصر گیا واپسی پر مسجد کے لئے ایک تحفہ لایا - تحفہ مصر کی وزارت اوقاف کی طرف سے ہے عبدالصمد عبدالباسط مصر کے مشہور قاری کا پڑھا ہوا ریکارڈز قرآن کریم تیس گراموفون ریکارڈ - اس نوجوان کو مصر جانے سے پہلے کہا گیا تھا کہ وہ اوقاف سے مسجد کے لئے قرآن کریم ریکارڈ کیا ہوا لائے - اس نوجوان نے بتایا کہ وہ منسٹری میں گیا - سیکرٹری نے کہا کس کے لئے تحفہ مانگتے ہو، وہ تو مسجد احمدیوں کی ہے نوجوان نے کہا ہاں ٹھیک ہے - سیکرٹری نے کہا پھر تم اس مسجد کے لئے تحفہ کیوں مانگتے ہو، وہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں - نوجوان نے کہا میں مسجد میں دو سال سے باقاعدہ جا رہا ہوں - میں مسجد کے امام کو ذاتی طور پر جانتا ہوں - میں نے انکے خطبات سنے ہیں - انہیں قرآن کریم کا درس دیتے ہوئے سُنا ہے، یہ بھی کہا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کو مانتے ہیں غلط ہے - ہاں وہ مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد ضرور مانتے ہیں -

نوجوان نے کہا کہ میں نے سیکرٹری صاحب کو جرمن زبان میں لکھا ہوا پمفلٹ "احمد کا غلام" بھی دکھلایا - اس گفتگو کوشش کو سیکرٹری صاحب اوقاف نے گراموفون کے تیس ریکارڈ مسجد کو تحفۃً بھجوا دیئے ہیں - یہ مصری نوجوان ہفتہ کے دن تمام ریکارڈ لے کر مسجد میں آ گیا - حلقہ میں دیگر احباب نے بھی اس گفتگو کو سُنا اور گراموفون ریکارڈز کو دیکھا سب بہت خوش ہوئے -

ریکارڈ تو آ گئے اب گراموفون مشین کی ضرورت تھی، حلقہ میں سے ایک نوجوان نے کہا (یہ نوجوان یوگو سلاویہ سے آتا ہے) گراموفون مشین میں خرید کر مسجد کو تحفہ دوں گا - وہ انشاء اللہ اس مہینہ کے آخر تک یہ تحفہ مسجد میں بھجوا دے گا الحمد للہ - مسلمان بھائیوں کی خوشی کا ایک اور سامان مہیا ہو گیا -

ایک جرمن مرد اور دو خواتین کا قبولِ اسلام

ماہ جنوری ۱۹۷۴ء میں ایک جرمن مرد اور دو خواتین نے نے مولینا محمد یحییٰ بٹ کے ہاتھ پر کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا -

ان کے فوٹو درج ذیل ہیں -

اخبارِ احمدیہ

مقامی جماعت لاہور کے اجلاس رابطہ مسلم ٹاؤن کی کاروائی -

ـــــ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے پروگرام اجلاس روابط کے تحت علاقہ جات مسلم ٹاؤن، احمد پارک، ماڈل ٹاؤن پر مشتمل ممبران کا ایک خصوصی اجلاس مؤرخہ یکم فروری ۱۹۷۴ء بعد از نماز جمعہ مسجد احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا - کرنل سعید احمد صاحب صدر مقامی جماعت نے حاضرین سے خطاب فرمایا اور جماعتی استحکام کی اہمیت اور باہمی بھائی چارہ کی افادیت پر زور دیا - محمد صالح نور سیکرٹری مقامی جماعت لاہور کی تجویز پر ان علاقہ جات پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی جو ضروری امور کی سر انجام دہی کے نئے کام کرے گی اور مرکز کو رپورٹ کرے گی - الاکین کمیٹی کے نام یہ ہیں :-

میاں فضل احمد، چوہدری منظور احمد ڈاکٹر وحید احمد، صلاح الدین ناصر خان، ڈاکٹر عبدالسلام، میاں عبدالقدوس -

دوسرا اجلاس رابطہ مؤرخہ ۱۰ فروری بروز اتوار کرنل سعید احمد صاحب کی رہائش گاہ واقع ۲/۱ سی گلبرگ پر بوقت ساڑھے تین بجے بعد دوپہر منعقد ہوا جس میں ممبران مقامی جماعت لاہور نے شرکت کی اور احباب حلقہ کے باہمی رابطہ کی تجاویز پر غور کیا گیا -

مسجد مُسلم ٹاؤن میں درسِ قرآن کریم

ـــــ میاں نصیر احمد فاروقی صاحب ہر پیر اور جمعرات کو ۴½ بجے شام مسجد احمدیہ مسلم ٹاؤن میں درس قرآنِ حکیم دیتے ہیں - احباب جماعت سے گذارش ہے کہ وہ اس روحانی مجلس میں بالالتزام شریک ہوں -

مسجد مُسلم ٹاؤن میں لائبریری کا قیام

ـــــ مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کے زیرِ اہتمام احمدیہ مسجد مُسلم ٹاؤن سے ملحق ایک لائبریری قائم کی جا رہی ہے - اس لائبریری کے لئے جو دوست احباب کتب بطور عطیہ دینا چاہیں وہ دفتر مقامی جماعت احمدیہ لاہور میں جمع کرا دیں تا کہ مکمل لائبریری کا قیام جلد عمل میں لایا جاوے - خاکسار - محمد صالح نور، سیکرٹری مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور

سربراہانِ ممالکِ اسلامی کی کانفرنس

اِسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس جو ۲۲؍فروری ۱۹۷۴ء سے لاہور میں منعقد ہونے والی ہے، اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس وقت جبکہ امریکہ اور اسرائیل اور بعض دیگر دولِ خارجہ ایک طرف اور بھارت دوسری طرف عرب ممالک اور پاکستان کے خلاف جوڑ توڑ میں مصروف ہیں اور نہیں چاہتے کہ اسلامی حکومتیں فروغ حاصل کر سکیں بلکہ ان کو تباہ و برباد کرنیکے منصوبے بنا رہے ہیں، سربراہاں مملکت ہائے اسلامیہ کا باہم مل کر اپنے بچاؤ کی تجاویز سوچنا ایک خوش آئند مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔

مسلمانوں کی حالت اس وقت عام طور پر ان عرب قبائل کی مانند ہے، جو آج سے چودہ سو سال پیشتر ایک دوسرے کی تباہی اور بربادی کے درپے رہتے تھے، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم نے ان کے اندر اِتحاد و اتفاق کی ایسی فضا پیدا کی کہ وہ اخوتِ اِسلامی میں داخل ہو کر بھائی بھائی بن گئے، قرآن کریم نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:—

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا، وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ اللہ تعالےٰ کی نعمت کو یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دِلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت پیدا کر دی پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اس نے تمہیں بچا لیا۔

اسی باہمی اتفاق و محبت کا نتیجہ تھا کہ وہی عرب قبائل فتوحاتِ اسلامی کا جھنڈا لہراتے ہوئے روم، شام، فلسطین، عراق، ایران اور سپین تک جا پہنچے اور ان ممالک میں ایسی شاندار سلطنتیں قائم کیں، اور علوم و حکمت کے وہ دریا بہائے جو دنیا کو محوِ حیرت کرنے کا موجب ہوئے، اہلِ عرب کے اس اقدام کا شاعر نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے،

زشیرِ شتر خوردن و سوسمار
کہ عرب را بجائے رسید است کار
کہ تختِ کیاں را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخِ دوراں تفو

آرزو ہی نہیں بلکہ انہوں نے تختِ کیاں (سلطنتِ ایران) اور دیگر مملکتوں کو زورِ بازو سے حاصل کر کے دنیا میں اپنے علم و تدبر کی دھاک بٹھا دی۔

آہ! آج انہی سلطنتوں کے حکمران نہ صرف غیر حکومتوں کے تباہ کن منصوبوں کے شکار ہو رہے ہیں بلکہ باہمی لڑائی جھگڑوں سے خود بھی اپنے آپ کو کمزور کرتے چلے جا رہے ہیں اور بعینہٖ علیٰ شفا حفرۃ من النار کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔

ایسی حالت میں اسے خدائی نصرت کہنا چاہیئے اور وزیرِ اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دانشمندانہ تدبر کا نتیجہ ... کہ تمام اِسلامی سلطنتوں کے حکمرانوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان کے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے اور باہمی تنازعات کے تصفیہ کا موقعہ پیدا کر دیا گیا اس لحاظ سے یہ کانفرنس ایک اہم تاریخی یادگار ہوگی۔ اگر اسمیں شامل ہونے والے سربراہان متفقہ طور پر بیرونی دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کا علاج سوچنے اور اپنے اندرونی اختلافی مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

اس کانفرنس میں جن سربراہانِ مملکتہائے اِسلامی کی شرکت کی توقع کی جاتی ہے ان کی تعداد تیس سے اُوپر ہے اور ان تمام مملکتوں کی کل آبادی کم و بیش ۵۰ کروڑ ہے، اگر یہ تمام سربراہ باہم مل کر ایک متحدہ محاذ بنالیں اور اس بات کا عزم کر لیں کہ ان میں سے کسی پر جب کوئی بیرونی طاقت حملہ آور ہو تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے تو یہ ایک ایسا زبردست محاذ ہوگا جس کی طرف کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ سکے گا، نہ صرف یہی بلکہ ایک دوسرے کی کمزوریوں کو باہم مل کر دُور کرنے اور ہر پہلو سے ایک دوسرے کی مدد کرنے کا اگر عہد کر لیا جائے اور غیرِ اسلامی حکومتوں کی دست نگری سے ایک دوسرے کو بچانے کا انتظام ہو جائے اور باہم مل کر ایک بین الاقوامی بنک قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا جائے تو یہ بہت بڑے استحکام کا موجب ہوگا۔ ہمیں اُمید ہے کہ کانفرنس کی کارروائی صرف نشستند و گفتند و برخاستند تک ہی محدود نہیں رہے گی بلکہ کانفرنس کے بعد تمام فیصل شدہ امور کو جلد از جلد عملی جامہ پہنانے کا انتظام کیا جائے گا جس سے یہ ایک ایسی زبردست طاقت بن جائے گی کہ اسکا مقابلہ کرنے کا مشکل ہی سے کوئی حوصلہ کر سکے گا۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کانفرنس کو ہر پہلو سے کامیاب فرمائے، اور اس میں شرکت کرنے والوں میں اُلفت و محبت کا وہ رنگ پیدا کر دے جو آج سے چودہ سو سال پہلے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفوسِ قدسیہ کی برکت سے عرب قبائل میں پیدا ہوا، یہ ایک ایسا اقدام ہوگا جس کی وجہ سے پاکستان اور اسکے صاحبِ فراست وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو کا نام تاریخ اسلام میں ہمیشہ کے لئے زندہ رہیگا۔

کانفرنس کے انعقاد اور اس میں شامل ہونے والے مہمانوں کی مہمانداری کے جو انتظامات حکومت پاکستان کی طرف سے کئے جا رہے ہیں وہ ہر لحاظ سے ... قابلِ تحسین ہیں، اس موقعہ پر پاکستان کی سیاسی اور مذہبی پارٹیوں سے ... یہ امید کرنا بیجا نہیں کہ وہ کم از کم دوران کانفرنس کسی قسم کا خلفشار پیدا نہ ہونے دیں گے۔ اور اپنے کردار سے ایک باوقار قوم کا نقشہ پیش کر کے اپنے ملک کی عزت کو بڑھانے کا موجب ہوں گے۔

نماز کی تلقین موجبِ مصیبت؟

ایک زنانہ رسالہ میں ایک طالبہ لکھتی ہیں:—

کچھ ہی دنوں کی بات ہے میں اور میری سہیلی کالج سے گھر آنے کے لئے سڑک پر کھڑی ہوئیں تاکہ رکشا لے لیں، سڑک پر کافی رش تھا اس لئے کافی دیر کھڑا رہنا پڑا، اور ہمارے ساتھ ہی کچھ فاصلے پر چار لڑکے کھڑے ہوئے تھے، اور باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ انہیں اتنی خبر نہیں تھی کہ کوئی ہماری گفتگو سن رہا ہے۔ اب ذرا ان کی گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

انہی دوستوں میں سے ایک لڑکا اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ یار آج کل تو گھر سے بہت زیادہ باہر رہنے لگا ہے کیا چکر ہے کچھ ہمیں بھی بتا دے وہ صاحبزادے فرمانے لگے یار چھوڑو اس قصے کو خواہ مخواہ موڈ خراب ہو جائے گا۔ لیکن اب تینوں دوست بضد تھے کہ یار بتانا ہی پڑے گا ہم بھی تیرے یار ہیں، تو صاحبزادے فرمانے لگے کہ آجکل گھر والے زیادہ پریشان ہیں اور پریشانی یہ ہے کہ آجکل گھر بھر کو ایک بڈھے نے تنگ کر رکھا ہے یہ بڈھا نہیں کوئی جنگلی معلوم ہوتا ہے۔ تینوں دوست حیرت سے پوچھنے لگے کہ کیسا بُڈھا کون ہے وہ کمبخت بڈھا، تب وہ کہنے لگا کہ ہمارے دادا نہ جانے وہ کونسا وقت تھا جب یہ بڈھا بنگال سے ہمارے گھر آ گھسا اور ہر وقت کمبخت کے منہ پر ایک ہی رٹ طوطے کی طرح ہوتی ہے کہ یہ نماز پڑھا کرو صبح قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو، یہی دنیا اور آخرت میں کام آئے گا اور امی کے پیچھے بھی لگا رہتا ہے کہ تم نماز پڑھا کرو اور اپنے بچوں کو بھی یہی سکھاؤ، یار ہم تو بڑے پریشان ہیں، یہ بڈھا ہر وقت سر کھاتا رہتا ہے، اس لئے میں تو ہر وقت باہر ہی رہتا ہوں۔ اب گھر میں امی کے لئے مصیبت ہے، ہر وقت پوچھتا ہے تمہارا بیٹا کہاں رہتا ہے، یار نہ جانے یہ بُڈھا کب ختم ہوگا اور ہم سکون کا سانس لیں گے۔ امی جان خود بڈھے سے نجات کا راستہ ڈھونڈھ رہی ہیں دیکھو وہ کونسی گھڑی ہوگی جب یہ کمبخت کھوسٹ فوت ہوتا ہے"

یہ سُن کر تینوں دوست ہمزبان ہو کر بولے خدا کا شکر ہے یار ہمارے گھر میں ایسا بڈھا نہیں ہے ورنہ ہمارا بھی یہی حال ہوتا جو اس بچارے کا ہے۔"

میں نے صرف اتنا ہی سنا اور مزید سننے کی تاب نہ تھی اور میں پیدل ہی گھر کی طرف روانہ ہوگئی اور سارا راستہ ذہن اُلجھا رہا کہ ماؤں کو کیا ہوگیا ہے جو کہ خود ہی اپنے سپوتوں کو خراب کر رہی ہیں اور ہماری قوم کے معماروں کو کیا ہو گیا ہے جن سے ہماری ساری

(باقی بر صـ۱۲ کالم ۳)

شذرات

محاسبۂ نفس

پاکستان کے نامور اور ممتاز ادیب
ی ایک نشست میں سقوطِ ڈھاکہ کے متعلق اپنے
تاثرات بیان کرتے ہوئے ایک پتے
کی بات کہی ہے، فرماتے ہیں:-
"مسلم قوم کو یہ دن اس لئے دیکھنا
پڑا ہے کہ اس کے افراد نے
اپنی ذات کا محاسبہ کرنے کی عادت
ترک کر دی تھی .... اور ہم
نے جب اپنا احتساب ترک کر دیا
تو قدرت نے باہر سے لاکر محاسبہ
کرنے والے ہم پر مسلّط کر دیئے۔"
مفتی صاحب کا یہ تاثر یقیناً اس ارشاد ربانی
کی تصدیق و تائید ہے:-

وان تبدوا ما فی انفسکم
او تخفوہ یحاسبکم
بہ اللہ -

اور اللہ تعالےٰ کا محاسبہ ایسے ہی ہوا کرتا
ہے۔ اب بھی موقعہ ہے کہ سقوطِ ڈھاکہ کے
المیہ سے سبق حاصل کرکے ہم خدا تعالےٰ
کے حضور گر جائیں اور اپنی غفلتوں، کوتاہیوں
اور نافرمانیوں کی گڑگڑا کر معافی چاہیں۔
حضرت مجددِ صد چہاردہم فرما
چکے ہیں کہ:-
"خدا تعالےٰ غضب میں دھیما ہے۔
توبہ کرو توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے"

قاتل اور جلاد سڑکوں پر

صوبہ سرحد کے سابق نیک نام،
وزیرِ اعظم، مشہور مردِ آہن، پاکستان کے
موجودہ وزیرِ داخلہ جناب خان عبدالقیوم خان
صاحب، جب اپنے ملک کے بارہ میں یہ
کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ:-
" سڑکوں پر قاتل اور جلاد کھلے پھر
رہے ہیں ...... سزا سے
بچنے کے لئے ان کے پاس وافر
مالی وسائل ہیں"
تو ملک کے مستقبل کی جو بھیانک تصویر
سامنے آتی ہے اس سے دل کانپ جاتا ہے
وزیرِ اعظم کا یہ بیان تو صرف انسانی زندگی کے ایک
حصہ "ٹریفک" کے متعلق ہے، ورنہ یہاں
تو انسانی جانوں اور آبرو سے ہر رنگ میں
دل لے ساختہ خدا تعالےٰ کے حضور کریں
اور اسلام کے اس آخری حصار کی اسی سے
حفاظت چاہیں، اور تڑپ کر پکاریں کہ
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا

ریڈیو پاکستان سے

گذشتہ دنوں ایک روزنامہ میں
امرتسر ٹی۔ وی سٹیشن سے دکھائی جانے والی
فحش فلموں اور انہیں دیکھنے کے شائقین پاکستانیوں
کی قومی حمیت اور ملی غیرت کو جگانے کے
لئے کچھ درد مند لوگوں کے تین خطوط شائع
ہوئے ہیں۔ ہم جہاں ان خطوط کے مندرجات
اور عوام کی اصلاح کے متعلق تجاویز سے
اتفاق کرتے ہیں، وہیں ریڈیو پاکستان لاہور
کے اربابِ بست وکشاد سے یہ بھی عرض
کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ بھی اپنے
پروگراموں میں مشرقی شرم و حیا کے تقاضوں
کو ملحوظ رکھیں۔ اور قوم کی نئی نسل کو جو پہلے
ہی اسلامی و اخلاقی حدود کے پرخچے اڑانے
کے درپے ہے مزید برانگیختہ نہ کریں۔ مثال
کے طور پر اگلے روز "دن چڑھیا بھاگیں بھریا"
کے فوراً بعد جس پنجابی گیت کا قوم کو ناشتہ
دیا گیا اس کے دہرانے کی ہم میں ہمت
نہیں۔ اسلامی اخلاق سے دوری اور احکامِ
الٰہی کی گستاخانہ بے ادبی کی سزا تو مسلمان
پہلے ہی کافی بھگت چکے ہیں۔ اب تو سلامتی
کی راہ اپنا کر اپنے آپ پر اور ساری
قوم پر رحم کرنا چاہیئے ورنہ تاریخ پھر اپنے
آپ کو دہرائے گی اور ان بد اعمال کے
قدرتی انجام سے قوم کو کوئی نہ بچا سکے گا:

بقیہ نوٹ از صفحہ ۳

امیدیں وابستہ ہیں۔ یہی ہمارے وطن
کے روشن چراغ اور عزت کے محافظ ہیں، مگر مجھے تو یہ چراغ ٹمٹماتے نظر آ رہے ہیں۔ خدا کے لئے بھائیو سیدھی راہ
اختیار کرو۔ کم از کم بات کا سلیقہ تو پیدا کرو۔ خوش کلامی ایسا پھول ہے جو مہکتا ہے اور دوسرے دلوں کو معطر
کرتا ہے۔ اور بزرگوں کا احترام بھی ہمارا مقدس فرض ہے۔ وہ جو بات بتائیں گے مفید ہوگی۔ خدا تعالےٰ ہم سب
کو نیک راہ دکھائے۔ آمین:

احمدیہ چارٹ

جس کا

ہر احمدی گھرانہ میں لٹکایا جانا ضروری ہے

کے مطابق حضرت اقدسؑ کی بعض پیشگوئیاں اور رؤیاء صالح، جماعت احمدیہ
لاہور کے ذریعہ پوری ہوئیں۔ اور یہ سلسلہ **طلوع الشمس من مغربہا** کا جاری ہے۔

جب انیسویں صدی میں تمام عالم **سائنسی علوم** سے **مرعوب و مسحور**
ہو رہا تھا اور ان کو وحی الٰہی کا درجہ دے کر **علومِ فرقان** کو ان کے ماتحت
کر رہا تھا ایسے نازک وقتوں میں، گاؤں کے ایک رہنے والے نے یہ
پیشگوئی فرمائی کہ موجودہ سائنس جن امور میں **فرقانی اصولوں کی مخالف واقع**
ہوئی ہے عنقریب ان میں **سائنس کی جہالتیں ثابت ہو کر رہیں گی اور اسلام**
فتح پائے گا۔ اسلام کی فتح و اقبال کے **دن اب نزدیک ہیں**۔

یہ عظیم پیشگوئی کس طرح صادق ثابت ہوئی؟ نیز قرآن کے **انگریزی ترجمہ**
تفسیر اور لندن میں کامیاب تبلیغِ اسلام کی پیشگوئیاں کیونکر دافعات میں **پوری**
ہوئیں۔ آج کیونکر خود سائنسدان اور یورپ کے **مفکرین** بالاتفاق ان امور کے
معترف ہیں کہ نہ صرف انیسویں صدی **سائنس نے نظریہ تخلیق کائنات** کے
بارہ میں بنیادی غلطیاں کیں بلکہ نظریۂ **حیات انسانی** کے متعلق بھی **انیسویں صدی**
کے مفکرین کے خیالات غلط تھے اور اگر **نسلِ انسانی کو سائنس کی تباہ کاریوں** سے
بچانا منظور ہے تو اسے بجز قبولِ اسلام اور **کوئی راہ نہیں**۔ یہ سب **عظیم و**
عالی اصول اس چارٹ میں حوالہ جات کے ساتھ دیدہ زیب صورت میں **بمعہ فوٹو**
حضرت اقدسؑ دیئے گئے ہیں۔ ہر احمدی **گھرانے اور احمدی ادارہ** میں یہ
احمدیہ چارٹ فریم کرکے لگوانے کے قابل ہے، تاکہ نئی نسل اور احمدی
نوجوانوں کو ایک نظر میں **جماعتِ احمدیہ لاہور کے مقاصد و مسلک** سے
پوری طرح آگاہی حاصل ہو سکے۔ دفتر اخبار **پیغام صلح** سے **ایک روپیہ**
میں وصول کریں:

مُسلمان کا وجُود اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین ہونا چاہیئے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجُود صبغۃ اللہ میں رنگین اور تخلقوا باخلاق اللہ کا نمونہ تھا

خُطبۂ جُمعہ - مؤرخہ یکم فروری ۱۹۷۴ء فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام مسجد احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ——————— (سورۃ البقرہ آیت ۱۳۸)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - کہ مسلمان قوم کو جو نبی کریم صلعم کے ذریعہ قرآن کریم کی تعلیم اور حضور صلعم کی تربیت سے فیض یافتہ ہے اپنے تمام کاروبار زندگی میں اللہ تعالےٰ کی صفات کو بھی اپنانا چاہیئے - اور تخلقوا باخلاق اللہ پر عمل پیرا ہو کر اسے خدا نما بن جانا چاہیئے - فرمایا صبغۃ اللہ الٰہی رنگ اختیار کرو - اور ومن احسن من اللہ صبغۃ - اور اللہ کے رنگ سے بہتر اور کونسا رنگ ہو سکتا ہے - مقصد یہ ہے کہ تمہارے اعمال اور تمہاری ہر حرکت اور لوگوں کے ساتھ تمہارے سلوک میں وہ رنگ نظر آئے کہ لوگ کہہ اُٹھیں کہ یہ رسول صلعم کا ماننے والا ہے - اللہ تعالےٰ اپنے نہ ماننے والوں کی بھی ربوبیت فرماتا ہے اور اپنے دشمنوں کو بھی رزق پہنچاتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کے فیض سے اس کے مخالف بھی محروم نہیں رہنے چاہئیں یہ بلند اخلاق کی انتہا ہے جس کی تعلیم اللہ تعالےٰ کے آخری نبی کی لائی ہوئی آخری آسمانی کتاب کے ذریعہ انسانوں کو دی گئی ہے - حضور صلعم نے اپنے آپ پر اللہ تعالےٰ کا رنگ چڑھایا کہ آپ کے وجود میں زندگی کے ہر مرحلہ پر خدا نظر آتا تھا - خدا نے آپ کو نبوت کا جامہ پہنا کر بھیجا، صبغۃ اللہ کی تعلیم دی - جس سے اُوپر کوئی درجہ نہیں ہے جس مقام پر اللہ کا رسول مسلمانوں کو پہنچانا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ گھر میں بازار میں ہر حرکت اور ہر معاملہ میں خدا تعالےٰ کا رنگ ان کے وجود سے ظاہر ہو - اس کی تفصیل حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی بیان فرمائی ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ

خدا کی صفات اپنے اندر پیدا کرو - خود رسول کریم صلعم کی ذات میں خدا نظر آتا تھا - آپ یتیم پیدا ہوئے - بے کس ہو کر دنیا میں آئے - نبوت ملی تو ماریں کھائیں - وطن چھوڑا - تکالیف برداشت کیں - بھوکے رہے - پیٹ پر پتھر باندھے - غرضیکہ دنیا کے راستہ میں دنیا کی ہر ایذا سہی اور تسلیم کیا دی؟ کہ خدائی صفات اور الٰہی رنگ اختیار کرو - یتیمی اور بے کسی بھی دیکھی، اور بادشاہت بھی حاصل ہوئی، دونوں حالتوں میں اپنے اعمال سے خدا ہی کا رنگ دکھایا - انسانی اخلاق کا وہ بلند نمونہ قائم کیا - کہ خدا تعالےٰ نے آپ کی بلندئی اخلاق کا اعتراف فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ - اللہ کا رسول تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے یہی صبغۃ اللہ کا مطلب ہے کہ ہم الٰہی رنگ کو اپنے اوپر چڑھا لیں اور ومن احسن من اللہ صبغۃ اللہ تعالےٰ کے رنگ سے بڑھ کر کونسا رنگ اچھا ہو سکتا ہے - انسان نعمت میں خدا تعالےٰ کو بھول جاتا ہے - مگر رسول کریم صلعم کی حیاتِ طیبہ میں دُکھ اور سُکھ، رنج اور راحت میں یکسانیت نظر آتی ہے -

نبوت کے دعوے کے بعد آپ نے اللہ کی راہ میں بے شمار اور لرزا دینے والے مصائب اور جھیلے سالہا سوشل بائیکاٹ اور حالت نظر بندی میں آپ کا اور صحابہ کرام کا قدم ذرا نہیں ڈگمگایا، اور کمال انسانیت، بلندئ اخلاق اور تخلقوا باخلاق اللہ کا رنگ یہ ہے کہ دشمنوں پر اختیار پانے کے بعد لا تثریب علیکم الیوم کا اعلان فرمایا - پھر بادشاہت ملنے کے

بعد کچھ آرام کرنے اور سستانے کی خواہش کے بجائے فرماتے ہیں کہ میری تڑپ یہ ہے کہ خدا کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں، آپ کی ساری زندگی میں تنعم اور دُنیا داری کا شائبہ تک نظر نہیں آتا - دشمنوں اور اسلام کے مخالفین نے ہر رنگ میں آزمایا مگر اللہ کے رسول نے مصائب اور بادشاہت میں ایک ہی رنگ دکھایا، دوسروں کو تخلقوا باخلاق اللہ کا حکم دیا - خود بھی اس پر عمل کر کے دکھایا، لقد کان . . . . لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی الٰہی سند یونہی نہیں مل گئی - آپ کے ہر عمل میں ایک نمونہ اور خدا نظر آتا تھا کئی جگہ تعلیم تو ہوتی ہے، مگر نمونہ ساتھ نہیں ہوتا - مگر یہاں نمونہ ساتھ ہے - اور تخلقوا باخلاق اللہ کے تحت تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے ایمان افروز نظارے ساتھ ساتھ ہیں - حضور صلعم سلطنت ملنے سے پیشتر معمولی آدمی تھے - سخت مصائب کے ذریعے آپ کی آزمائش ہوئی مگر نہ غربت اور ستم رسیدگی کی حالت میں کوئی کمزوری دکھائی، اور نہ بادشاہت ملنے پر پاؤں میں کوئی تزلزل آیا، آپ کی زندگی کے طریق میں کوئی فرق نہ آیا - وہی سادگی رہی - نہ غذا بدلی، نہ لباس بدلا - باہر سے آنے والا کوئی بھی شخص آپ میں اور آپ کے صحابہ میں امتیاز نہ کر سکتا تھا - لوگ آکر پوچھتے تھے - کہ ایکم محمد تم میں محمد کون ہے؟ ھذا محمد بتانے پر نوواردوں کو پتہ چلتا تھا کہ محمد اللہ کے نبی اور رسول اللہ صلعم وہ ہیں جو لوگوں میں مل جل کر بیٹھتے ہیں اور کوئی طغرائے امتیاز نہیں - یہ بڑا مشکل

مقام ہے - غربت اور مسکنت، پھر حکومت اور بادشاہت میں ایک ہی نمونہ دکھانا صبغۃ اللہ کی عملی تفسیر ہے - تیرہ برس تک مار یں کھانے، ساتھیوں کے ناحق قتل ہونے اور مخالفین کے ہاتھوں دنیا کا ہر دُکھ برداشت کرنے کے بعد جب بادشاہت ملتی ہے تو لا تثریب علیکم الیوم کا اعلان فرما دیتے ہیں - یہ ہے صبغۃ اللہ اور تخلقوا باخلاق اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی عملی تفسیر اور نمونہ، جس کی بنیاد لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ کا خدائی سرٹیفکیٹ حضور صلعم کو عطا ہوا - میدانِ جنگ میں، بادشاہت میں تجارت میں اور گھر میں غرضیکہ سب جگہ ہی لاجواب نمونہ بنتے - ہر آدمی آپ کے اخلاق پر خوش ہے - گھر میں اور باہر ایک ہی قسم کے اخلاق ہیں - ہر بیوی حضورؐ کے حُسنِ اخلاق پر شاہد ہے -

پس تم بھی اپنے اندر الٰہی صفات پیدا کرو - ایک قوم نے تین خدا بنائے - اور انسانوں کو پیدائشی گنہگار بتایا - انکے عقیدہ کے مطابق جب تک خدا کا بیٹا پھانسی نہ چڑھا - انسانوں کے گناہ نہ بخشے گئے - ایک قوم کا عقیدہ ہے کہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو پوجنے اور اتنی ہی جُونوں سے گذرنے کے بعد انسانوں کو نجات مل سکتی ہے -

ہمارا رسول زندہ اور ہمارا خدا زندہ ہے جن کی ہدایات پر چل کر اس اُمت میں اولیاء اللہ اور امام پیدا ہوتے ہیں - ہمارے زمانہ میں بھی ایک مجدد آیا اس پر بھی اشاعت دین حقہ اور قرآن کریم کی تعلیم کو زندہ رکھنے کی کوششوں میں بڑے بڑے مصائب آئے اور تمام مصائب کے مقابلہ میں اسی حلم، صبر اور اخلاق کا نمونہ دکھایا گیا رسول کریم صلعم کا کمال ہے اور حضرت امام زمانؑ کا اخلاق اور انسانوں سے برتاؤ ہمارے لئے حُجت ہے کہ ہمارے اندر بھی ایسے ہی حلم اور بُردباری کے اخلاق ہونے چاہئیں اور ہمیں یہ مقام حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے - یہ ہماری بڑی بھاری ذمہ داری ہے - گھر کے اندر بھی اپنے ملازموں کے ساتھ بھی اور عام انسانوں کے ساتھ لین دین میں بھی اچھا نمونہ دکھانا ہمارے لئے ضروری ہے، خدا تعالیٰ کا منشاء اور اس کے آخری رسول خاتم النبیین صلعم اور ہمارے امام کی تعلیم ہے کہ ہمارے وجود زندگی کے ہر مرحلے میں خدا نما نظر آئیں - اللہ تعالیٰ

شفیق مرزا

کیا احمدیت اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں رکاوٹ ہے

"نوائے وقت" مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۷۴ء میں ملک کے مشہور صحافی مسٹر زید اے سلہری کا ایک فکر انگیز مضمون بعنوان "اسلام کے عالمی نفوذ کا وقت آ گیا ہے" شائع ہوا ہے جس میں فاضل مضمون نگار نے عالم اسلام کو پیش آمدہ مسائل کا بڑی خوبصورتی سے تجزیہ کیا ہے مضمون کے بیشتر مندرجات سے ہمیں اتفاق ہے۔ ہم اس بات سے بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کی طرف دنیائے اسلام کو دعوت دینا وحدت اسلامی کو سبوتاژ کرنے کے مترادف ہے اور ایسے عقائد کی حامل جماعت فی الواقعہ اُمتِ مسلمہ سے بنیادی اختلافات رکھتی ہے نہ کہ فروعی اور مصاہرت و مناکحت نیز دیگر سوشل تقریبات میں ان کی علیحدگی پسندی بھی ایک نہایت ناپسندیدہ امر ہے لیکن ہم یہ واضح کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ بانی سلسلہ احمدیہ کا ان عقائد سے کوئی تعلق نہیں، یہ سب عقائد ان لوگوں کی اپنی اختراع ہیں حضرت مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد ہونے کے دعویدار ہیں اور اس منصب کی حیثیت سے انہوں نے اپنے آپ کو کبھی کسی اسلامی حکم کے منسوخ کرنے کا مجاز نہیں سمجھا اور نہ ہی انہوں نے کبھی کوئی ایسا اقدام کیا ہے۔ سلہری صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے جہاد بند کر دیا انہوں نے کہا ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

سیاق و سباق سے اس کٹے ہوئے شعر سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بانیٔ سلسلہ نے جہاد کو حرام قرار دیا ہے درست نہیں۔ دینی جنگوں کی علت غائی یہ ہے کہ دشمن دین کو مٹانے کے لئے تلوار سے حملہ کرے تو اسے تلوار سے ہی جواب دیا جائے۔ چونکہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اُمتِ محمدیہ کو پیش آنے والے واقعات سے آگاہ فرما دیا تھا اور آپؐ نے چودھویں صدی کے بارہ میں بطور پیشگوئی فرمایا تھا کہ اس زمانہ میں دین کو مٹانے کے لئے تلوار نہیں اٹھائی جائے گی۔ جیسا کہ بخاری شریف میں آپ کے الفاظ یضع الحرب موجود ہیں۔ سو حضرت مرزا صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی حکم کی طرف ان اشعار میں اشارہ کیا ہے ہیں تاکہ حسب منشا مطلب نکال سکیں بانیٔ سلسلہ فرماتے ہیں:

؎ فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دیگا التوا

حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں میں رائج بعض غلط خیالات کی اصلاح کے لئے حرام یا منسوخ کے الفاظ ضرور استعمال کئے ہیں لیکن مذکورہ بالا شعر اس امر کی وضاحت کر رہا ہے کہ یہ الفاظ التوا کے معنوں میں ہی استعمال ہوئے ہیں ایک دوسری کتاب میں آپ یوں رقمطراز ہیں:—

"ان وجوہ الجهاد معدومة في هذا الزمن وهذه البلاد"

کہ اس زمانہ میں جہاد کے اسباب موجود نہیں ہیں جس وقت یہ اسباب پیدا ہوں جہاد فرض ہوگا۔ گویا یہ فرمان نبویؐ کی وجہ سے ایک التوا ہے نہ کہ تنسیخ و تحریم نیز جہاد صرف قتال ہی کا نام نہیں بلکہ دشمن کے مقابل پر ہر قسم کی مالی، جانی، لسانی اور قلمی تیاری بھی جہاد ہی میں شمار ہوتی ہے اس وقت بیشتر علماء کا یہی فتویٰ تھا کہ انگریزی حکومت کے استحکام کے بعد ہندوستان دارالحرب نہیں رہا۔

نواب صدیق حسن خاں کی شخصیت محتاج تعارف نہیں انہی کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں:—

"علمائے اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام والا مقام فرنگ فرمانروا ہیں اس وقت سے یہ ملک دارالحرب ہے یا دارالاسلام حنفیہ جن سے یہ ملک بالکل بھرا ہوا ہے ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ ملک دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی۔ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔"

(ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۱)

سر سید احمد خاں مرحوم لکھتے ہیں:—

"جب کہ مسلمان ہماری گورنمنٹ کے مستامن تھے کسی طرح گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد نہیں کر سکتے تھے" (اسباب بغاوت ہند صفحہ ۱۰۴-۱۰۵)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں:—

"ہندوستان اس وقت بلا شبہ دارالحرب تھا جب انگریزی حکومت اسلامی سلطنت کو مٹانے کے لئے کوشش کر رہی تھی اس وقت مسلمانوں پر فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑاتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے۔ لیکن وہ مغلوب ہو گئے اور انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کر لیا تو اب یہ ملک دارالحرب نہیں۔"

(سود حصہ اول بحوالہ حاشیہ صفحہ ۷۷-۷۸)

ان تمام فتاویٰ کی موجودگی میں ایک فقہی مسئلہ میں اجتہاد پر محض مرزا صاحب پر ہی مشق ستم! ایں چہ بوالعجبیست

یورپ اور دیگر ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے ٹھوس بنیادوں پر کام کرنا ضروری ہے اور بسم اللہ کے گنبد سے نکل کر خالص اسلامی افکار کو اسرائیلی روایات کے طومار سے پاک کر کے عصر جدید کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کریم اور سیرت حضرت خاتم الانبیاء پر مشتمل کتب کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنا سب سے پہلا فرض ہے اور اس کے لئے محض تجاویز سے کام نہیں بن سکتا بلکہ اسلام کی صداقت پر ایمان اور خدا کی خاطر دنیا کو تج دینے کا جذبہ پیدا ہونا ضروری ہے یہ بھی محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر نہ صرف یہ کہ قرآن کریم بخاری شریف اور حضورؐ کی سیرت پر مشتمل کتب یورپی زبانوں میں پیش کی ہیں بلکہ اسلامی فقہ کی قسم کی اساس پر عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے والی ایک معرکۃ الآرا کتاب THE RELIGION OF ISLAM (دی ریلیجن آف اسلام) بھی شائع کی ہے اور ان کتب نے نہ صرف یورپ بلکہ اسلامی ممالک کے ممتاز علماء سے بھی خراج تحسین حاصل کیا ہے اور ان کی مقبولیت اس قدر آفاق گیر ہو گئی ہے کہ کئی ممالک میں ہماری اجازت کے بغیر ہی یہ کتب طبع کی جا رہی ہیں، یہ کتب حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب کے قلم سے ہیں جو کتب بہت عرب ممالک میں شائع ہوئی ہیں ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:—

1- THE RELIGION OF ISLAM
الدین الاسلامی۔

2- LIVING THAUGHTS
الفکر الخوالد

3- MOHAMMAD PROPHET
محمد رسول اللہ۔

4- NEW WORLD ARDER
الاسلام والنظام الجدید۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جو حضرت مرزا صاحب کے اصل عقائد کی حامل ہے فرقہ بندی سے بہت بالا ہو کر کام کر رہی ہے اور ہر مکتبہ فکر کے صاحب بصیرت افراد نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی اپنی کتاب "چند یادیں چند تاثرات" میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام کام کرنے والے ووکنگ مشن کے بارہ میں رقمطراز ہیں:—

"جس چیز نے مجھ کو زیادہ متاثر کیا وہ یہ ہے کہ ووکنگ مشن والے فرقہ بندی سے بالکل علیحدہ بلکہ بالاتر ہو کر اسلام کی خدمت کر رہے ہیں"

سو بانیٔ سلسلہ نے ہرگز علیحدگی کی تعلیم نہیں دی اگر خود کوئی علیحدگی پسند بن جائے تو اس کا احمدیت سے کوئی تعلق نہیں، اُمید ہے یہ سطور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور حضرت مرزا صاحب کی پوزیشن کو واضح کرنے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہوں گی کہ احمدیت اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کو قریب تر لانے میں ممد و معاون ہے اور مسلمانانِ عالم سے تعاون کی متمنی۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

الاحمدیہ

مولینا محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن پر ندوی صاحب کا تنقیدی جائزہ

از شیخ محمد طفیل صاحب - ترجمہ از انگریزی - فخرالدین احمد صاحب

(قسط نمبر ۲)

حضرت مولینا محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن کے سلسلے میں جناب ندوی صاحب رقمطراز ہیں کہ:-

" اس طبقہ اور گروہ کے بہترین نمائندہ ہیں جس کو اسلام کے تعلق اور عصر جدید کے سامنے قرآن پیش کرنے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اس کی اشاعت کا شوق ہے لیکن اس کی ذہنی ساخت اور اس کی گذشتہ تعلیم و تربیت غیبی حقائق اور ماورائے عقل واقعات کو قبول کرنے سے بالکل قاصر ہے......

وہ آیات قرآنی کی تفسیر اور تاویل میں ہر طرح کا تکلف اور ہر طرح کی موشگافی کرنے کے لئے تیار رہتا ہے، اور ہر کمزور سے کمزور چیز کا سہارا لینے سے بھی اس کو عذر نہیں وہ اپنی تشریحات و تاویلات میں اصول تفسیر، زبان و ادب کے قواعد عرف و استعمال - قدیم کلام کی سند و حجت - قرآن کے مخاطبین اولین اور اہل زبان کے فہم، متقدمین کی تفاسیر، غرض ہر اس چیز سے جو اس راہ میں حائل اور قرآن مجید اور فہم جدید کی تطبیق میں خلل انداز ہو دستبردار ہونے کے لئے تیار ہے"[1]

اصولِ تفسیر

تفصیل میں جانے سے پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ حضرت مولینا محمد علیؒ نے اپنی تفسیر لکھنے وقت کون سے خطوط مدِنظر رکھے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں:-

"کتاب اللہ کی تفسیر کرتے وقت میں نے جو بنیادی اصول سامنے رکھے ہیں وہ یہ ہیں:-

اوّل یہ کہ قرآن کریم کے ایک مقام کا حل دوسرے مقام سے کیا جائے اور یہ اصول خود اس پاک کتاب میں بیان کیا گیا ہے - جہاں متشابہات کے ذکر میں (آل عمران ۳ - ۶) اشارہ فرما دیا کہ ایک مقام کی تفسیر قرآن کریم کے دوسرے مقامات کے خلاف نہیں ہوتی چاہیئے (یہی اصول میرے تفسیری اور تشریحی نوٹوں کی بنیاد ہے) جہاں تک میں نے اس پاک کتاب پر غور کیا ہے - یہی معلوم ہوا ہے کہ کوئی مضمون اس میں ایک جگہ بطور اشارہ یا بزنگ اجمال ہے تو دوسری جگہ اس کی وضاحت اور اس کی تفصیل موجود ہے - اور اس بات نے مجھے بہت سے مشکل مقامات کے حل کرنے میں مدد دی ہے - یہ جانتے ہوئے کہ قرآن کریم میں استعارات تماثیل اور متشابہ عبارات بھی ہیں اور محکمات بھی، مندرجہ بالا اصول بہت سے مشکل مقامات کے حل کرنے میں ممد ثابت ہو سکتا ہے - اور جہاں کہیں معنی میں اشتباہ واقع ہو وہاں سب سے بڑھ کر خود قرآن پاک اس اشتباہ کو دور کرتا ہے -

دوم - سنتِ نبویؐ اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کا ذکر مستند و معتبر روایات میں ہے قرآن کریم کی بہترین تفسیر ہیں اس لئے میں نے ان کو بہت اہمیت دی ہے -

سوم - میں نے سلف صالحین کی تفاسیر سے بھی فائدہ اُٹھایا ہے - لیکن ایسی روایات اور تشریحات جو قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہوں انکو تسلیم نہیں کیا -

چہارم - میں نے اس اصول کو بھی مدِنظر رکھا ہے کہ قرآنی آیت کے وہ معانی قبول کئے جائیں جو متن کے سیاق و سباق کے عین مطابق ہوں اور

پنجم - اس سلسلے میں یہ پابندی برتی ہے کہ ان معانی کی تائید لغات اور عربی لٹریچر سے ہوتی ہو -

ششم - قرآن کے موجودہ تراجم سے مجھے بہت مدد پہنچی ہے - لیکن میں نے کسی تفسیر و تشریح کو قبول کرنے سے پیشتر اصل ماخذ کا مطالعہ کر کے اطمینان کر لیا ہے -

ہفتم - بہت سی کہانیاں جنہیں عام طور پر مفسرین نے قبول کر لیا ہے ان کا میری تفسیر میں قطعاً کوئی ذکر نہیں البتہ ان واقعات کا ذکر میں نے ضرور کیا ہے جن کی تائید معتبر تواریخی شواہد اور احادیث صحیحہ سے ہو جائے - میں سمجھتا ہوں کہ ایسے بہت سے قصے یہودی اور نصرانی نومسلم اپنے ساتھ لائے تھے جو ہماری دینی کتب میں راہ پا گئے ہیں -

ہشتم - میں یہاں اس امر کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ علمائے اسلام میں آج کل جو یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ تفسیر قرآن کے بارے میں از منہ وسطیٰ کے مفسرین کے اقوال حرفِ آخر کی حیثیت رکھتے ہیں بڑا نقصان دہ ہے - کیونکہ ایسا گمان ان انکشافات علمی اور روحانی خزائن تک پہنچنے کی راہیں مسدود کر دیتا ہے جن کو عصر جدید کے علمی انکشافات نے اُجاگر کیا ہے -

نہم - مفسرین سلف جن کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف نہ کرنا گناہ ہے کی کاوشوں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے کس قدر آزادی رائے سے اجتہاد کیا تھا - اگر وہ بھی آج کل کے علماء کی طرح اپنے پیشروؤں کے نظریات کو قطعی اور ان کے افکار کو حرف آخر یقین کرتے تو ہم آج ان کی گرانقدر تصانیف سے محروم ہوتے -"[3]

(نمبر شماری اور عبارات کے نیچے خطوط میرے لگائے ہوئے ہیں)

ایک ایسی تالیف جس نے ہزار ہا نفوس کو حق اور سچائی کی روشنی بخشی جناب ندوی صاحب کی ناقدانہ نگاہوں میں نہیں جچی اور وہ اسے ایک بے حقیقت تالیف اور معمولی کتاب سمجھتے ہیں - لیکن ایسے منصف مزاج اور محقق بھی موجود ہیں جنہوں نے اس تفسیر کے بارے میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے - چنانچہ ایک مشہور عالمِ دین مولینا عبدالماجد دریا بادی جنہوں نے خود بھی اُردو اور انگریزی میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی ہے - مولینا محمد علیؒ کے انگریزی ترجمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:-

" مولینا محمد علیؒ صاحب نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کر کے اسلام کی جو عظیم الشان خدمت سر انجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے - اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی بلکہ ہزارہا مسلمان بھی اسلام کے زیادہ قریب آ گئے - جہاں تک میرا تعلق ہے، میں نہایت مسرت سے اعلان کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ ان چند کتابوں میں سے ہے جو چودہ پندرہ سال پہلے جب میں ظلمتوں اور دہریت کی گہرائیوں میں بھٹک رہا تھا میرے لئے شمع ہدایت بن کر آئیں اور مجھے اسلام کا سیدھا راستہ سمجھایا - کامریڈ مولینا محمد علیؒ مرحوم بھی اس ترجمہ کے بہت شائق تھے اور وہ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے"[4]

مولینا محمد علیؒ جوہر مرحوم جنہیں جناب ندوی صاحب "فطرت ابراہیمی" کا حامل انسان اور "صاحب فکر و صاحب عمل افراد" میں سے سمجھتے ہیں[5] - حضرت مولینا محمد علیؒ صاحب کی تفسیر قرآن کے متعلق اپنی خود نوشت سوانح حیات میں اپنی نظر بندی کے ایام

---

[1] (قادیانیت صفحہ ۲۰۳ - ۲۰۴)

[2] مولینا ابوالحسن صاحب ندوی اس بات سے خفا ہیں کہ مولینا محمد علی صاحب نے کیوں ازمنہ وسطیٰ کے بعض مفسرین کے من گھڑت قصوں کو رد کر دیا ہے - کاش وہ غور کرتے کہ اس زمانے کے اکثر مفسرین نے بھی اس بارے میں حضرت مولینا کی ہی اتباع کی ہے -

[3] مقدمہ انگریزی تفسیر القرآن ص ۷)

[4] اخبار "سچ" لکھنؤ - ۲۵ جون ۱۹۴۳ء)

[5] مولینا ابوالحسن علی ندوی "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" ص ۱۴۷ ص ۱۹۸ شائع شدہ مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام ندوۃ العلماء اپریل ۱۹۶۴ء

کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" قریباً یہی وہ وقت تھا جبکہ ایک مشفق دوست نے ایک ایسا تحفہ ہمیں بھیجا جس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی - یہ قرآن کریم کا نسخہ تھا جو نہایت اعلیٰ درجہ پر چھپوایا گیا ہے اور اس کے ساتھ انگریزی زبان میں نہایت صحیح ترجمہ اور معلومات سے بھرے ہوئے نوٹ درج ہیں جو کہ قرآن کریم کی تفاسیر اور صحف یہود و نصاریٰ کے گہرے مطالعہ پر مبنی ہیں - یہ میرے فاضل ہم نام مولینا محمد علی صاحب لاہوری کا کارنامہ ہے جو ایک بہت بڑی مذہبی جماعت کے لیڈر ہیں .... یہ ترجمہ اور اس کے حواشی اس زہر کا نہایت ضروری تریاق ہیں جو سیل - راڈویل اور پامر جیسے انگریزی مترجمین کے فٹ نوٹوں میں پایا جاتا ہے - اور اس ذہنی کیفیت میں جس میں کہ میں اس وقت مبتلا تھا میں نے اس دوست کو جس نے قرآن کریم کے یہ نسخے بھیجے - لکھے یہ لکھا کہ میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز دل خوش کن نہیں ہو سکتی کہ جونہی میں ان قیود سے جو نظر بندی کی حالت میں مجھ پر عائد ہیں آزاد ہو جاؤں یورپ چلا جاؤں اور ان لوگوں کے جن کے دماغ جنگ کے اثر سے پاگل ہو چکے ہیں ہر ایک پارک سے اور ہر بازار سے اس پاک مذہب کی تلقین کروں جو ان جنگ کرنے والی قوموں کے شور و غل کو اسلام کے متحد کرنے والے امن و امان میں خاموش کرا سکتا ہے"

(الفاظ کے نیچے خط میں نے لگائے ہیں)

الحاج حافظ غلام سرور جنہوں نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ خود بھی کیا تھا - لکھتے ہیں :-

" پچھلے تیس سال سے مولینا محمد علی صاحب نے اپنے آپ کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے - ان کا انگریزی ترجمہ قرآن صرف ایک ہی کتاب نہیں ہے جو انہوں نے لکھی ہو - مگر اس کی وجہ سے ان کا نام قرآن کی خدمت کرنے والوں میں ہمیشہ زندہ رہے گا .... انگریزی زبان میں کوئی اور ترجمہ یا تفسیر قرآن ایسی نہیں جو مولانا محمد علی صاحب کی اس معرکہ آرا تصنیف کا مقابلہ کر سکے" [6]

مولوی ظفر علی خاں صاحب مرحوم جو احمدیت کے مشہور مخالفین میں سے تھے لکھتے ہیں :-

" جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے (امیر جماعت احمدیہ لاہور) ان عزیز الوجود بزرگوں میں سے ہیں جن کی عالمانہ زندگی کا کوئی لمحہ خدمتِ اسلام سے خالی نہیں رہتا - روزانہ قرآن کریم کا درس دیتے ہیں اور ہر آیت کی تفسیر میں حقائق و معارف کے دریا بہا دیتے ہیں حال ہی میں اس درس کے اہم اقتباسات انہوں نے خود ہی قلمبند کر کے شائع فرمائے ہیں - اور اس خوبی کی تفسیر کی کہ شاید اُردو زبان کا خزانہ ایسے تابناک جواہر ریزے بڑی مشکلوں سے بھی نہ نکال سکے " [7]

محمد مارماڈیوک پکتھال جنہوں نے خود بھی قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کیا ہے فرماتے ہیں :-

" کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے لاہور کے مولینا محمد علی صاحب سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں - ان کے تصنیفی کارناموں کی وجہ سے تحریکِ احمدیت ایک خاص شہرت اور امتیاز کی مالک بن گئی ہے - یہ اسلام کی تصویر ایک ایسے شخص کے قلم سے ہے جو قرآن و سنّت سے خوب واقف ہے - جس کے دل میں اس کی نشأۃ ثانیہ کے لئے ایک امید ہے - جس کے آثار اب چاروں طرف نظر آنے لگے ہیں" [8]

(مؤخرالذکر رائے مولانا کی تصنیف ریلیجن آف اسلام کے سلسلے میں ہے)

ایک غیر مسلم فاضل کی رائے بھی ملاحظہ فرمایئے :-

" مولینا محمد علی صاحب کے ترجمہ یا تفسیری نوٹوں کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ فی الواقعہ انہوں نے اپنی تفسیر لکھنے سے قبل ان عربی کتب لغات و تفاسیر کا تفصیلی مطالعہ کر لیا تھا جن کی طویل فہرست ان کی تفسیر کے ابتداء میں دی گئی ہے اور جن کے حوالے وہ جگہ جگہ دیتے ہیں - انہوں نے نہایت وسیع مطالعہ اور دقیق ریسرچ کی ہے - کئی مقامات پر انہوں نے لین کی لغت کے حوالے بھی دیئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولینا یورپین مستشرقین کی تحقیق اور تخلیقات سے بھی بے خبر نہیں تھے " [9]

---

[6] حافظ غلام سرور - انگریزی ترجمہ قرآن

[7] اخبار زمیندار لاہور مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۱۵ء

[8] رسالہ اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۳۶ء

[9] مسلم ورلڈ ص ۳۰۲ جولائی ۱۹۳۱ء

عطیات برائے تراجم قرآن فنڈ

تاریخ	نام		رقم (روپے . پیسے)
9 - 11 - 73	چوہدری محمد خان صاحب	چک نمبر ۸۱	100 . 25
" " "	چوہدری نادر علی صاحب		
15 - 11 - 73	شیخ محمد انور صاحب - کراچی		50 . 00
16 - 11 - 73	شہزاد محمود صاحب - شیخوپورہ		7 . 00
28 - 11 - 73	چوہدری نبی بخش صاحب	کالرہ سٹیٹ	40 . 00
" " "	والدین " " "	" " "	80 . 00
" " "	بیگم مرحومہ " " "	" " "	20 . 00
11 - 12 - 73	سہیل انعام صاحب - سیالکوٹ		25 . 00
13 - 12 - 73	بابو رحمت اللہ بٹ صاحب - سیالکوٹ		25 . 00
" " "	خواجہ محمد شفیع بٹ صاحب " "		3 . 00
" " "	F/LT احمد سجاد صاحب - لاہور		10 . 00
23 - 12 - 73	چوہدری عبدالغنی صاحب - بدوملہی		100 . 00
" " "	شیخ انعام اللہ صاحب	سیالکوٹ چھاؤنی	50 . 00
" " "	شیخ حمید اللہ صاحب	" " "	50 . 00
" " "	شیخ عبید اللہ صاحب	" " "	50 . 00
" " "	بیگم شیخ انعام اللہ صاحب	" " "	10 . 00
" " "	شیخ حفیظ اللہ صاحب	" " "	50 . 00
27 - 12 - 73	عبدالعزیز صاحب دُرّانی - پونچھ		27 . 00
11 - 1 - 74	مرزا عبدالرحمٰن بیگ صاحب - کراچی		500 . 00
16 - 1 - 74	بیگم ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب - گوجرانوالہ		50 . 00
" " "	شیخ محمد انور صاحب - کراچی		125 . 00
" " "	ہمشیرہ شیخ محمد انور صاحب - کراچی		100 . 00
" " "	شیخ محمد امین صاحب ودھوان - کراچی		5 . 00
25 - 1 - 74	سیّد فضل حق صاحب - پشاور		50 . 00
" " "	امۃ اللہ بیگم صاحبہ - لاہور		8 . 00
28 - 1 - 74	چوہدری احمد سجاد صاحب - لاہور		10 . 00
	کُل میزان		1545 . 25

مقامی خواتین احمدیہ کا اجلاس

مقامی جماعت احمدیہ کی خواتین کا ماہانہ اجلاس مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۷۴ء کو بروز منگل نمبر ۴ حسین سٹریٹ مسلم ٹاؤن (کوٹھی حضرت امیر مرحوم) ہونا قرار پایا ہے - ممبران سے درخواست ہے کہ شرکت فرما کر ممنون فرماویں -

نسرین گل محمد

احمد شاکر ایم۔اے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی راہِ حق میں قربانی

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید ‌ این دو قوت از حیات آید پدید

ہر بار جب ماہ محرم آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی حضرت حسین ...... رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہر شخص کی زبان پر آجاتا ہے۔ تیرہ سو سال گذر گئے جب کربلا کے میدان میں چند نفوس کو عرب کے حکمران یزید بن معاویہ کے جرنیل حُر بن یزید تمیمی اور عمرو بن سعد کی فوجوں نے گھیر رکھا تھا اور وہ ان چند گھرے ہوئے افراد میں سے صرف ایک شخص کو اس بات پر مجبور کر رہے تھے کہ یزید بن معاویہ کے حق میں اپنی رائے (بیعت) کا اظہار کرد۔

لیکن یہ چند رائے دہندگان اس پر مصر رہے کہ عرب و عجم کے مسلمانوں کی اکثریت نے اس شخص کے حق میں آزادی کے ساتھ رائے نہیں دی۔ لوگوں کی اکثریت اسے جائز حکمران تسلیم نہیں کرتی۔ اس لئے ہم اس کے حق میں رائے نہیں دے سکتے۔

تشدد کی یہ کہانی بڑی دردناک ہے۔ یہ کہانی اپنے ساتھ بہت سے واقعات لئے ہوئے ہے۔ جو ظلم و جور کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہ تھی اور اگر یہ کوئی معمولی شخصیت ہوتی تو کیا ابن زیاد گورنر کوفہ اپنی پوری قوت ان کے گرد لاکر اکٹھی کر دیتا؟

آپ مسلمانانِ عالم کے ہادی و رہبر اور خاتم کائنات کے آخری نبی کے نواسے اور حضرت علی ابن ابی طالب کے فرزند اور فاطمۃ الزہرا دختر رسول عربی کے دل بند تھے۔ یہ شخصیت اپنے زہد و تقویٰ اور علم و فضل کے لحاظ سے تمام دنیائے اسلام میں ایک محترم و مکرم شخصیت تھی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ، حسن، اور حسین کی نسبت فرمایا جو شخص ان لوگوں سے لڑے میں اس سے لڑنے والا ہوں اور جو شخص ان سے مصالحت رکھے میں اس سے صلح رکھنے والا ہوں۔ ترمذی (مشکوٰۃ شریف ص۲۷۳ مطبع سعیدی۔ قرآن محل۔ کراچی ۱)

مفکرِ اسلام جناب علامہ محمد اقبال مرحوم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان الفاظ میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں:—

آں امامِ عاشقاں پورِ بتول
سرو آزادے ز بستانِ رسول

وہ عاشقوں کے امام اور پیشوا حضرت فاطمہ کے فرزند ارجمند تھے۔ جنہیں رسول اللہ صلعم کے باغ میں سرو آزاد کی حیثیت حاصل تھی۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر

ان کے والد ماجد حضرت علی رض بسم اللہ کی ب تھے اور فرزند یعنی امام حسین رض قرآن مجید کی آیت و فدیناہ بذبح عظیم کا مطلب و مفہوم بن گئے۔

بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل
دوشِ ختم المرسلیں نعم الجمل

سب سے بہترین امت یعنی ملتِ اسلامیہ کے اس شہزادے کی شان یہ تھی کہ رسولوں کے خاتم کا دوشِ مبارک اس کے لئے اچھی سواری قرار پایا۔

سرخ رُو عشقِ غیور از خونِ او
شوخیٔ ایں مصرع از مضمونِ او

عشقِ غیور امام حسین ہی کے خون سے سرخرو ہوا، انہیں کے مضمون سے اس مصرعہ میں شوخی پیدا ہوئی۔

درمیانِ امت آں کیواں جناب
ہمچو حرفِ قل ھو اللہ در کتاب

امام حسین کا رتبہ بلندی میں آسمان کے برابر تھا۔ امت کے درمیان انکی حیثیت وہی تھی جو سورۂ اخلاص کو قرآن کے درمیان حاصل ہے۔

("اسرار و رموز" حادثہ کربلا)

اس عظیم انسان کو ڈرانے دھمکانے کا ہر حربہ استعمال کیا گیا۔ فوجوں نے گھیرا تو پہلے ہی ڈالا ہوا تھا۔ آپ پوری طرح ناکہ بندی کی گئی۔

اور جب قافلہ حریت کے نوجوانوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کی تو آمریت کے عفریت پورے وحشیانہ ساز و سامان سے ان پر پل پڑے۔

حریت انسانی کو پامال کرنے اور اپنی حکمرانی کی خدائی کو قائم کرتے میں یوں تو بے شمار فرعون پیدا ہوئے لیکن حضرت حسین رض کے مقابل نے ان سب کو مات کر دیا۔

حریت اسلامی کے اس جانباز نے ہر ممکن کوشش کی کہ کوئی صورت اصلاح کی نکلے لیکن آمریت کا دیو اپنی پوری قوت دولت اور لشکر کی وجہ سے اس قدر غرور و تکبر و نخوت کی شراب میں بدمست تھا کہ اس نے شرافت و نجابت و صلاحیت کے ہر اصول کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

تاریخ الامت حصہ سوم شائع کردہ ادارہ طلوعِ اسلام۔ کراچی کے نمبر ۵۱، ۵۲ پر علامہ اسلم جیراجپوری لکھتے ہیں:—

"ابن سعد نے قاصد بھیج کر امام حسین رض سے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے یہاں آئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ خود اہل کوفہ نے بار بار خط لکھ کر مجھ کو بلوایا ہے۔ اس لئے میں یہاں آیا ہوں۔ اب اگر میرے آنے کو لوگ پسند نہیں کرتے تو واپس چلا جاؤں گا۔

ابن سعد نے یہ کیفیت ابن زیاد کو لکھ بھیجی، اس نے کہا کہ اب ہمارے پنجے میں آجانے کے بعد رہائی ناممکن ہے۔

امام حسین یہ کہتے تھے کہ

(۱) جہاں سے ہم آئے ہیں وہاں واپس جانے دو

یا

(۲) کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو۔

لیکن

ابن زیاد نے لکھا کہ سوائے میرے حکم کی تعمیل کے اور کوئی صورت نہیں، امام حسین رض اسکو کب گوارا کر سکتے تھے"

اس بیان سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جناب حسین رض ہر صورت میں مسلمانوں کی رائے کا احترام کرتے تھے اور یہاں بھی آپ نے وہی بات کہی کہ عوام کے بلانے پر آیا ہوں اور اگر واقعی مسلمانوں نے یزید کے حق میں رائے (بیعت) دے دی ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں اور کسی سے لڑائی یا خونریزی نہیں چاہتا اور اگر حکمران یہ سمجھتے ہوں کہ میرا ملک میں رہنا خطرناک ہے تو میں کسی سرحد کی طرف نکل جاتا ہوں یعنی ملک سے باہر چلا جاتا ہوں اس طرح میں کسی کا حریف شمار نہ ہوں گا۔ یہ شرائط ایک انصاف پسند حکمران کے لئے تو قابل قبول ہو سکتی ہیں لیکن جو حکومت طاقت کے بل بوتے پر قائم ہو اور جس سے مسلمان نفرت کرتے ہوں وہ کس طرح ایسی شخصیت کو برداشت کر سکتی تھی۔ جس سے مسلمان عقیدت و محبت رکھتے ہوں۔ بنی امیہ نے اپنی طاقت کے بل پر خلافتِ اسلامیہ کے نظامِ حکومت کو ختم کرکے اپنے قبیلے کی حکومت قائم کر لی تھی۔ خلافتِ اسلامیہ کے مقابل پر قبائلی آمریت قائم ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن زیاد اور اس کے ہمراہی یہ سمجھتے تھے کہ اگر پیکرِ حریت حسین بن علی رض زندہ رہے تو پھر کسی وقت بھی حکومت ان کے قبیلے سے نکل سکتی ہے۔ حکومت کے چلے جانے کے خوف نے ان کو درندہ بنا دیا تھا جس کی وجہ سے خلافتِ اسلامیہ کی ردا تار تار ہو گئی۔

حضرت حسین کے پاس ہزاروں خطوط موجود تھے جن میں یہ کہا گیا تھا کہ وہ یعنی اہل کوفہ یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم نہیں کرتے اور اسے زبردستی ان پر مسلط کیا گیا ہے۔ یہ خطوط اس قدر تھے کہ ان سے کئی تھیلے بھرے ہوئے تھے۔

ذرا غور کیجئے کہ جس زمانے میں سفر، سقر کے مصداق تھا ہزاروں افراد نے حضرت حسین رض کو خطوط لکھے۔ اس DOCUMENTARY PROOF کے ہوتے ہوئے جناب حسین رض کس طرح یہ تسلیم کر سکتے تھے کہ لوگوں کی آزاد مرضی سے مسلمانوں کے حکمران کو چنا گیا ہے اور کہ یہ چناؤ برحق تھا۔

پس آپ نے خلافتِ اسلامیہ کے اس چناؤ کے خلاف جو زبردستی ان پر ٹھونسا گیا تھا زبردست احتجاج کرتے ہوئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سچے اصولوں کو زندہ و تابندہ کرتے ہوئے راہ حق پر چلنے والوں کے لئے ایک درخشندہ مثال چھوڑ گئے۔

شیخ اللہ بخش صاحب بدوملھی

پھر بھی کہتے ہیں کہ تم کافر ہو

(۱)۔ ہم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پڑھتے ہیں۔ جس کے پڑھنے سے ایک کافر بھی مسلمان ہو جاتا ہے مگر ہمیں کہتے ہیں کہ تم لوگ کافر ہو۔

(۲)۔ ہم قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ مسلمانوں کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۳)۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ بار بار اعلان کرتے ہیں کہ نہ کوئی نیا نبی آئے گا نہ پرانا۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۴)۔ مسلمان مجدد الف ثانی کو مجدد مانتے ہیں ہم بھی حضرت مرزا صاحب کو مجدد مانتے ہیں پھر یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۵)۔ ہم نے لندن میں مشن قائم کیا اور سینکڑوں انگریزوں کو مسلمان کیا جس میں لارڈ ہیڈلے بھی شامل تھے۔ پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۶)۔ ہم نے انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور تفسیر شائع کی۔ لاکھوں آدمیوں نے اس سے فائدہ اُٹھایا۔ لیکن پھر یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۷)۔ گورنر غلام محمد صاحب مرحوم کے عہد میں ایک مفکر ہندوستان سے یہاں آیا۔ اور اس نے ریڈیو پر اعلان کیا کہ میں دہریہ ہو چکا تھا۔ لیکن مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن نے مجھے مسلمان کیا۔ اور میں نئے سرے سے مسلمان ہوا مگر مسلمان کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۸)۔ ہم نے جرمنی کے دارالخلافہ برلن میں ایک عالی شان مسجد بنائی جس کی وجہ سے جرمن مسلمان ہوئے اور مسلمان کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۹)۔ ہم نے جرمن زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا اس کو پڑھ کر سینکڑوں جرمن مسلمان ہوئے۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۱۰)۔ ہم نے ڈچ زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا۔ لاکھوں آدمیوں نے اس سے فیض اُٹھایا۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۱۱)۔ قرآن کریم کا ترجمہ جاوی زبان میں ہم نے کیا۔ بے شمار لوگوں نے اس سے فیض اُٹھایا۔ مگر پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۱۲) امریکہ کے نیگرو جو مسلمان ہو رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مولانا محمد علی صاحب کا ترجمۂ قرآن کریم چاہیئے۔ چنانچہ ایک فرم کے ساتھ چار لاکھ کاپی چھاپنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ جس میں سے ایک لاکھ چھپ چکا ہے۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۱۳) ایران میں فارسی میں قرآن کریم کی تفسیر شائع ہوئی جس کا دیباچہ ملکہ پہلوی نے لکھا ہے۔ اور جس کے ہر تیسرے صفحہ پر لکھا ہے کہ سیدنا محمد علی پاکستانی کی تفسیر سے یہ سب کچھ لیا گیا ہے۔ پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔

(۱۴)۔ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ریلیجن آف اسلام لکھی تو پکتھال نومسلم انگریز نے لکھا:۔ کہ جتنی خدمتِ اسلام مولانا محمد علی صاحب نے کی ہے اتنی خدمت اس زمانہ میں کسی نے بھی نہیں کی۔ لیکن ہم پھر بھی کافر۔

(۱۵)۔ مصر میں ریلیجن آف اسلام چھاپی گئی۔ لیکن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا نام نہیں لکھا صرف مولانا محمد علی کا نام لکھا ہے۔ اس سے کروڑوں آدمی فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم کافر۔

(۱۶)۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے نیا نظامِ عالم کتاب لکھی۔ اور اس میں ثابت کیا کہ اسلام کا نظام ہی موجودہ مشکلات کا واحد حل ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اس کو شائع کیا ہے۔ اٹھارہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا لیکن ہم پھر بھی کافر۔

(۱۷) اسی طرح ہم نے سیرت آنحضرت صلعم لکھی ہے۔ بہت سی زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ بہت سے لوگ ان سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ لیکن ہم پھر بھی کافر۔

(۱۸) ۔ حضرت مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی نے دو دفعہ تمام دنیا کا دورہ کیا اور الہامی کتب میں سے ۳۶۲ پیشگوئیاں نکالی ہیں جن میں آنحضرت صلعم کی آمد کی بشارتیں ہیں اور ان کو شائع کیا۔ لیکن یہ ہمکو پھر بھی کافر کہتے ہیں ۔

(۱۹) دنیا کی اکثر لائبریریوں میں ہم قرآن کریم مفت بھیج رہے ہیں اور فرداً فرداً لوگوں کو بھی مفت دے رہے ہیں لیکن ہم ہیں کافر۔

(۲۰) حد تو یہ ہے کہ ہمارے ربوہ والے دوستوں نے بھی ہمیں معاف نہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ چلتی پھرتی دوزخ کی آگ جس نے دیکھنی ہو وہ ان پیغامیوں کو دیکھ لے ۔ اور یہ گلے سڑے گوبھی کے چھلکے بھی یہی پیغامی ہیں۔

اب میں تمام مسلمانوں اور ربوہی دوستوں سے کہتا ہوں کہ مسیح موعودؑ کا وہ کشف کہ میں اور محمد علی ایک گھوڑے پر سوار ہیں۔ گھوڑا سرپٹ دوڑا جا رہا ہے اور خطرہ ہے کہ کہیں کسی موڑ پر گھوڑا گر نہ جائے لیکن ہم دونوں ایک کھلے میدان میں پہنچ گئے ہیں ۔

کیا چار لاکھ قرآن کریم کا امریکہ میں چھپنا ۔ ریلیجن آف اسلام کا مصر میں چھپنا اور ایران میں تفسیر مولانا محمد علی کی اہمیت کا اقرار اور دیگر کتب کی مانگ یہ ظاہر نہیں کرتی کہ آپ کھلے میدان میں پہنچ گئے ہیں ۔ اے میرے مسلمان بھائیو اور ربوہی دوستو یہ خدا تعالیٰ کے مامور کا کشف ہے جو ضرور پورا ہوگا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔

(۲۱) ہم تو ہر روز دُعا کرتے ہیں کشمیری مسلمان ۔ ہندوستانی مسلمان ۔ جرمن مسلمان ۔ فلسطینی مسلمان ۔ پاکستانی مسلمان بہاری مسلمان ۔ مصری شامی ۔ اُردنی بنگالی مسلمان ۔ غرضکہ عربی اور عجمی مسلمان کی تکالیف و مصائب کو اللہ تعالیٰ آرام میں بدل دے۔ ان مسلمانوں کو اور کل عالم کے مسلمانوں کو دنیا اور آخرت میں آرام دے ۔ لیکن پھر بھی ہم کافر۔

(۲۲) ۔ ہم ہر روز دُعا کرتے ہیں:۔ یا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو بخش دے پھر بھی ہمیں کافر کہا جاتا ہے۔

(۲۳) قدرت نے اسلامی سربراہانِ مملکت کی کانفرنس لاہور میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس سے ہمارے اعتقاد کو کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے تقویت پہنچی ہے۔ دوسرے مسلمانوں اور ربوہی دوستوں کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

(۲۴) ہم نے بیان القرآن شائع کیا ہے اور ایک آدمی بادشاہی مسجد کے امام کے پاس گیا کہ میں دیوبند پاس کر کے آیا ہوں لیکن قرآن شریف پر میری تسلی نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ آپ مولانا محمد علی لاہوری کا بیان القرآن پڑھیں۔ آپ کی تسلی ہو جاوے گی لیکن مرزائی نہ ہو جانا۔ اس نے پڑھنے کے بعد احمدیت قبول کر لی اور اب وہ صاحب جزائر فیجی میں ہمارے مبلغ ہیں اور تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔

"اسلامی اصول کی فلاسفی" کا تحریری امتحان

حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا تحریری امتحان مورخہ ۱۰ مارچ کو احمدیہ ہال لاہور میں ہوگا۔ تمام نوجوان بچوں اور بزرگ ممبرانِ جماعت کو چاہیئے کہ وہ اس نادر تصنیف کا مطالعہ غور سے کر کے امتحان میں شامل ہوں۔

جن ممبران کے پاس یہ کتاب نہیں ہے وہ یہ کتاب ناصر احمد صاحب مینیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

ایور گرین پریس جمبر لین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ۔ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۷۴ء | نمبر ۸

احمدیہ تحریک لاہور کا مسلک

● **متحدہ اسلام**: جس میں کسی فرقہ دارانہ تخریب کی گنجائش نہیں۔

● **معقولیت پر مبنی اسلام**: جو اپنے عقائد کی تائید تجرباتی حقائق سے پیش کرتا ہے۔

● **وسیع المشرب اسلام**: جو نیکی کا احترام کرتا ہے خواہ وہ کسی جگہ ملے اور مذاہب کی تعلیمات کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جان کر اس کا احترام [illegible] ہے۔

● **ظفرمند اسلام**: جو اس بات کی تڑپ رکھتا ہے۔ کہ محبت آمیز ترغیب اور اخلاقی اثر سے تمام دنیا کو دائرہ اسلام میں لے آئے۔

● **ترقی پسند اسلام**: جو عالم انسانی میں ذہنی تبدیلی کے ہر موڑ پر قرآن و سنت سے نئی روشنی حاصل کرتا ہے۔

● **زندہ اسلام**: جس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنے صالح متبعین کو ہر دور میں [illegible] خداوندی بخشے۔

● **امن پسند اسلام**: جو ہر ایسے تشدد کی مذمت کرتا ہے۔ جس کا مقصد دوسروں کو جبراً اپنے مذہب میں داخل کرنا یا مذہب میں رہنے پر مجبور کرنا ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
ــــ لاہور ــــ

بحر حکمت کے موتی

نیک سلوک کیلئے سب سے زیادہ حقدار

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ من احق بحسن صحابتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال ثم ابوک۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ کون سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ میں نیکی سے اس کا ساتھ دوں فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون، فرمایا تیرا باپ۔

نوٹ: از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:- ماں کے حق کو باپ پر مقدم کیا ہے۔ قرآن کریم میں گو ماں باپ کا ذکر اکٹھا والدین کے لفظ میں آتا ہے مگر وہاں بھی ماں کے حق کا خصوصیت سے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا۔

(فضل الباری کتاب الادب)

میرے مخالف خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں

حضرت مجدد زمان مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ارشادات عالیہ

اب یہ صاف امر ہے کہ خدا تعالیٰ نے **مجھے مامور اور مسیح موعود** کے نام سے دنیا میں بھیجا ہے۔ جو شخص میری مخالفت کرتے والے ہیں۔ **وہ میری نہیں اللہ** تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تک میں نے دعوےٰ نہ کیا تھا۔ **بہت سے** ان میں سے مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور **اپنے ہاتھ سے لوٹا لے کر وضو** کرانے کو ثواب اور فخر جانتے تھے۔ اور بہت سے **ایسے بھی تھے۔ جو میری بیعت میں** آنے کے لئے زور دیتے تھے۔ لیکن جب **خدا تعالیٰ کے نام اور اعلام سے یہ سلسلہ** شروع ہوا تو وہی مخالفت کے لئے اٹھے۔ **اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان کی ذاتی** عداوت میرے ساتھ نہ تھی۔ بلکہ **عداوت ان کو خدا تعالیٰ سے ہی تھی۔ اگر خدا تعالیٰ** کے ساتھ ان کو سچا تعلق تھا۔ تو ان کی **دینداری اور اتقاء اور خدا ترسی کا تقاضا یہ** ہونا چاہیئے تھا۔ کہ سب سے اول وہ میرے **اس اعلان پر لبیک کہتے۔ اور سجدات** شکر کرتے ہوئے میرے ساتھ مصافحہ کرتے۔ **مگر نہیں وہ اپنے ہتھیاروں کو لے کر نکل کھڑے** ہوئے۔ اور انہوں نے مخالفت کو **یہاں تک پہنچایا کہ مجھے کافر کہا** اور بے دین کہا دجال کہا۔ افسوس ان **احمقوں کو یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ جو شخص خدا** تعالیٰ سے **قل انی امرت وانا اول المومنین اور انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی کی آوازیں سنتا ہو۔ وہ ان کی بدگوئی اور** گالیوں کی کیا پروا کر سکتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ **ان نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں** ہوا۔ کہ کفر اور ایمان کا **تعلق دنیا سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اور خدا تعالیٰ میرے مومن اور مامور ہونے کی وجہ سے تصدیق کرتا** پھر ان کی بیہودگیوں کی مجھے کیا پروا ہو سکتی ہے۔ **غرض ان باتوں سے صاف پایا جاتا** ہے۔ کہ یہ لوگ میرے مخالف نہ تھے۔ **بلکہ خدا تعالیٰ کی باتوں کی انہوں نے مخالفت کی** اور یہی وجہ ہے جس سے مامور من اللہ کے **مخالفوں کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اب** یہ صاف بات ہے کہ میرے مخالف خدا تعالیٰ سے **مخالفت کر رہے ہیں۔ میں** اگر روشنی کی طرف آتا ہوں۔ **اور یہ یقینی امر ہے کہ میں روشنی کی طرف آتا ہوں** کیونکہ خدا تعالیٰ کے بے شمار نشان **میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں**

(باقی برصفحہ ۹ کالم ۲)

غلام نبی مسلم

اسلامی سربراہی کانفرنس

پاکستان اور اہل پاکستان کو اس بات پر بجا ناز ہے کہ اس مملکت خداداد کو عالم اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے ابتدائی دور میں میزبانی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ اور اگر قدرے غور سے دیکھا جائے تو عیاں ہو جائے گا کہ پاکستان ہی اس سعادت کا مستحق تھا۔ قیام پاکستان کے محرکات کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اس ملک میں اسلام کا وجود ہی تشکیل قومیت میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور سلطان ٹیپو شہیدؒ سے قائد اعظمؒ کی تاریخی کامیابی تک اس ملک کے فرزندوں نے مسلمان اقوام عالم کے ہر دکھ کی ٹیس کو محسوس کیا، اور آج بھی جذبہ مسلمانان پاکستان کو عالم اسلام کے لئے بے قرار کئے ہوئے ہے، اور اس تڑپ نے اسے اپنے وجود کو خطرے میں ڈالنے سے نہیں روکا۔

پاکستان ہی وہ ملک ہے جس نے سب سے پہلے علامہ جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے پان اسلامزم (اتحاد عالم اسلام) کی تحریک کو اختیار کیا اور علامہ اقبال مرحوم نے اس آواز کو دنیا بھر میں اس تحریک کی شکل دی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

نے افغانیم نے ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
کہ ما آوردۂ یک نوبہاریم

پھر علامہ مرحوم سے پہلے اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاں مسلمانان ہند و پاک کو متنبہ ہو کر غلبۂ اسلام کے لئے جد و جہد کی دعوت دی وہاں تکفیر و افتراق کی دلدل میں پھنسی ہوئی قوم کو کلمہ طیبہ کے علم کے نیچے یکجا ہونے کی اپیل کی، اور لا تکفروا اھل قبلتکم (اہل قبلہ کو کافر مت کہو) کا پیغام دیا۔ چنانچہ آپ کی جماعت احمدیہ لاہور ہی وہ واحد جماعت ہے جو اس بات کی علمبردار ہے کہ کوئی کلمہ گو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ مسلمانان عالم ایک مدت سے غیر مسلموں کے جور و تشدد کی چکی میں پس رہے تھے، اور باوجود کثیر تعداد، مالی وسائل، وسیع سلطنتوں اور اعلیٰ تہذیب تمدن کے عدم یکجہتی اور خود غرضی نے انہیں دبا رکھا تھا۔ حتیٰ کہ تمام مسلمان ممالک میں بیرونی استبداد کے خلاف جد و جہد جاری ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں مراکش سے ملائیشیا اور انڈونیشیا تک ایک ایک کر کے مسلمان ممالک آزاد ہو گئے۔ مگر ہزیمت خوردہ دشمن نے اپنی سازشوں سے ان علاقوں کو اپنی معاشی اور سائنسی برتری کا شکار بنائے رکھنے کی سعی جاری رکھی، تاکہ عالم اسلام کے عین وسط میں ایک اسرائیلی سلطنت قائم کر کے عرب ممالک کو کمزور، ناتواں اور اپنا دست نگر بنائے رکھے۔

۱۹۶۷ء میں مغرب کے استعمار پرستوں نے عدل و انصاف کے تقاضوں کو روندتے ہوئے عربوں کے علاقوں پر اسرائیلیوں کو مسلط کیا، اور اقوام متحدہ میں عربوں کی چیخ و پکار کو دبا دیا۔ لیکن اللہ کی چکی چلی، اس نے پیسا اور خوب باریک پیسا۔ عربوں نے غیرت ملی کا مظاہرہ ...... کیا، اور باطل کے عزائم کے برعکس چند ہی دنوں میں ان دجالی قوتوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس چپقلش میں نہ صرف عالم اسلام کو متحدہ دشمن کے مقابل یکجا کر دیا۔ بلکہ انہیں دشمن ممالک کو تیل کی سپلائی کم کر کے اور قیمتیں بڑھا کر ایک طرف تو دشمن کو مجبور کیا کہ وہ حق کی مخالفت ترک کرے اور دوسرے عربوں کو جنگ کی وجہ سے جو مالی نقصان ہوا تھا۔ اس کی بھی بطریق احسن تلافی ہو گئی، اور جو ممالک آج تک اسرائیل کے مقابل عربوں کو اسلحہ دینے سے گریز کرتے تھے، وہ اپنی معاشی ہلاکت سے بچنے کے لئے ہر قسم کا اسلحہ مہیا کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ نیز سلامتی کونسل نے عربوں کے حق میں جو قرارداد نومبر ۱۹۶۷ء میں پاس کی تھی، اس پر عمل درآمد کے لئے اسرائیل پر دباؤ ڈالنے پر آمادہ ہو گئے ہیں، جس کے اثرات دنیا ابھی سے دیکھ رہی ہے۔

موجودہ حالات میں اسلامی کانفرنس کے انعقاد کی اشد ضرورت تھی، ایک تو اس لئے کہ ابھی تک دشمن کی افواج عرب علاقوں سے نہیں نکلیں اور عین ممکن ہے کہ اگر مسلمان ممالک مل کر دباؤ ڈالیں تو انخلاء میں تاخیر پیدا ہو جائے۔ پھر اس امر کی ضرورت بھی شدت سے محسوس ہو رہی ہے کہ عالم اسلام کو آئندہ کے خطرات سے محفوظ رکھا جائے۔ اور پسماندہ مسلمان ممالک کو اغیار کی لوٹ کھسوٹ، دباؤ اور محتاجی سے نجات دلائی جائے۔ اور دنیا کو بتایا جائے کہ سطح ارضی کے ستر کروڑ مسلمان ایک عظیم قوت ہیں، جسے نہ دبایا جا سکتا ہے نہ اس کا استیصال ممکن ہے۔

یہ کانفرنس چند دنوں میں منعقد ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں عالم اسلام کے اتحاد و ترقی کے لئے تجاویز ہوں گی۔ جہاں تک عرب علاقوں اور مقدس مقامات کی آزادی کا تعلق ہے یہ تو مسلم اکابر کی [illegible] کرنے کی بات ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اکابر ملت اسلامی غیرت، حمیت اور حریت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑے سے بڑے اقدام سے بھی گریز نہیں کریں گے، لیکن بعض امور ایسے ہیں جن پر رائے زنی ہر مسلمان کا حق اور فرض ہے۔

(۱) اس ضمن میں سب سے اہم بات مسلمان ممالک کا باہمی اتحاد و تعاون ہے جس کا مظاہرہ حالیہ عرب اسرائیل جنگ میں ہوا ہے۔ ہماری رائے میں تمام اسلامی ممالک کا فرض ہے کہ جہاں وہ دوسرے اسلامی ممالک کی تقویت کا موجب ہوں، وہاں وہ دوسرے اسلامی ممالک کے اندرونی معاملات میں تخریبی مداخلت نہ کریں، اور چھوٹے ممالک کے دلوں میں اعتماد کی فضا پیدا کریں، کیونکہ آج تک یہی دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ جن ممالک کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی انہوں نے ناچار غیر مسلم ممالک سے استمداد کی، اور اس طرح دشمنوں کو ہمارے اندرونی معاملات میں دخل دینے کی جرأت ہوئی۔ اور جہاں انہوں نے بظاہر ان ممالک کی مدد کی وہاں مختلف حیلوں سے اندرونی نظم و نسق اور سیاسی حکمت عملی پر بھی اثر انداز ہوئے۔

(۲)۔ اکثر مسلمان ممالک صنعتی زرعی و علمی میدان میں پسماندہ ہیں اور ان کی نگاہیں بار بار ترقی یافتہ ممالک کی طرف اٹھتی ہیں اور جب تک یہ صورت حالات رہے گی اس وقت تک وہ اسلام کے دشمنوں کی گرفت سے نجات نہیں پا سکیں گے۔ اس لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ تمام مسلمان ملکوں کی معاشی صنعتی زرعی، علمی، ترقی کے لئے مل کر کام کیا جائے۔ اور ایک مربوط نظام کے ذریعے ہر ملک کی فلاح و بہبود کے لئے سعی کی جائے، اس امر کے لئے ضروری ہے کہ ایک عالمی بینک میں سرمایہ اکٹھا کیا جائے اور ہر قسم کی ترقی کے لئے مالی امداد دی جائے، اور صنعت و زراعت کی ترقی میں ہاتھ بٹایا جائے۔ تاکہ وہ ملک خود کفیل ہو کر اسلام اور عالم اسلام کے لئے تقویت کا باعث ہوں۔

(۳)۔ مسلمانوں کو متحد کرنے والا اسلام ہے۔ اسلام کی تفہیم اور مسلم ممالک کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لئے ضروری ہے کہ عربی زبان کی تعلیم تمام اسلامی ممالک میں لازمی قرار دی جائے۔ اس اقدام سے چند ہی سالوں میں ایک عظیم اسلامی قوت ابھرے گی اور یہ قدم اتحاد عالم کے لئے بھی انقلاب آفریں ہوگا۔

(۴) مسلمان علماء کی تیاری اور ہم آہنگی کے لئے ہر ملک میں ایسی دینی درسگاہیں قائم کی جائیں، جو مسلمانوں کو باہم لڑانے والے مولوی تیار کرنے کی بجائے قرآن و سنت کے عالم اور حامل اہل علم پیدا کریں اور ایسے اداروں اور نصابوں کی حوصلہ شکنی کی جائے جو اسلام کے اتحاد کے لئے سم قاتل ہیں۔ اور جو اسلام کی بجائے دشمنان اسلام کے مقاصد مشئومہ کے ممد و معاون ہیں۔

(۵)۔ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے بلند پایہ تصانیف شائع کی جائیں اور ہر اسلامی ملک کے سفارت خانوں کے ذریعہ ان کی دنیا بھر میں اشاعت کی جائے۔ کیونکہ آج ہر غیر مسلم ان نظریات کو دنیا بھر میں پھیلاتا ہے جو اس ملک کے آئین و نظریات حیات کی اساس ہوتے ہیں۔ اور کمیونسٹ ملکوں کے سوا ہر ملک میں اس امر کی اجازت ہے۔ اس ضمن میں تمام مسلم سفارت خانوں کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہئے۔ اور اس تعاون سے ہر غیر مسلم ملک کے

ہفت روزہ پیغام صلح　　لاہور　　مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۸۴ء

مولوی نذیر حسین دہلوی کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے مناظرہ کی من گھڑت داستان

راولپنڈی کے ہفت روزہ "المنبر" نے اپنے یکم تا آٹھ فروری کے پرچہ میں مولوی ابوالقاسم رفیق دلاوری کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے "شیخ الکل مولانا نذیر حسین صاحب کو مرزا غلام احمد کا چیلنج اور اس کا انجام"

اس مضمون میں مولوی ابوالقاسم صاحب نے واقعات کو جس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے، اور جو غلط بیانیاں حضرت مسیح موعودؑ کے چیلنج اور اس کے انجام کے متعلق بیان کی ہیں۔ انہیں پڑھ کر افسوس ہوتا ہے کہ مولوی ہو کر خلاف حق باتیں کرنا کہاں کی دینداری ہے۔

شروع میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق لکھا ہے کہ:-

"مرزا غلام احمد نے مولانا محمد حسین کو مسئلہ حیات و ممات مسیح علیہ السلام پر بحث کرنے کا چیلنج دیا مگر مولوی صاحب ان کی علمی بے مائگی اور ان کی ترکیب مزاج سے واقف تھے انہوں نے اس چیلنج کو بصد اشتیاق لبیک کہا اور سارا مرزائی منصوبہ اس آندھی کے ایک ہی جھونکے سے خس و خاشاک کی طرح اڑ گیا۔"

یہ کونسے مباحثہ کی طرف اشارہ ہے؟ مولوی صاحب نے اس کی تفصیل بیان نہیں کی، البتہ اس سے مباحثہ لدھیانہ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جو ۲۰ر جولائی ۱۸۹۱ء سے شروع ہو کر بارہ روز تک جاری رہا۔ اس مباحثہ میں کونسی آندھی آئی جس کے ایک ہی جھونکے سے مرزا صاحب کا سارا منصوبہ خس و خاشاک کی طرح اڑ گیا؟

اس مباحثہ کی تفصیلات اس زمانہ کی کتابوں میں چھپی ہوئی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مباحثہ کا موضوع مسئلہ حیات و ممات مسیح علیہ السلام تھا، جس پر حضرت مرزا صاحب قرآن کریم سے بحث کرنا چاہتے تھے لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی قرآن کریم پر احادیث کو مقدم کر کے اپنے استدلال کی بنیاد اس موضوع احادیث پر رکھنا چاہتے تھے، اسی وجہ سے اصل موضوع سے ہٹ کر قرآن کریم اور احادیث کے مقام یا موقع ہونے پر بحث ہوتی رہی اور ہر چند مرزا صاحب نے مولوی محمد حسین کو اصل موضوع کی طرف لانا چاہا لیکن انہوں نے اس طرف نہ آنا تھا اور نہ آئے، جس سے ثابت ہو گیا کہ مولوی صاحب قرآن کریم سے حیات مسیح کو ثابت نہیں کر سکتے، اب قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ مولوی ابوالقاسم نے جس آندھی کا ذکر کیا ہے وہ کس کے مقابلہ میں آئی اور کس کا منصوبہ خس و خاشاک کی طرح اڑ گیا۔ مباحثہ تحریری تھا جس کی تفصیلات حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب "الحق مباحثہ لدھیانہ" میں چھپی ہوئی موجود ہیں۔

اس کے بعد مولوی ابوالقاسم نے لکھا ہے کہ:-

"ادھر سے مایوسی ہوئی تو مرزا صاحب کو خیال آیا کہ دہلی چل کر قسمت آزمائی کریں اور یقین ہوا کہ گئی ہوئی عزت دہلی جا کر واپس مل سکتی ہے کیونکہ وہاں محمد حسین بٹالوی کے استاد مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی معروف بہ میاں صاحب کو دعوت مناظرہ دی جائے گی تو وہ اپنی بزرگی اور مرزا صاحب کی نااہلی کے پیش نظر انہیں منہ نہ لگائیں گے اور مفت کی شہرت اور ناموری حاصل ہو جائے گی۔"

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو کسی شہرت و ناموری کی حاجت نہ تھی، بلکہ فرض تبلیغ حق ان کا مدنظر تھی، اور چونکہ مولوی سید نذیر حسین صاحب شیخ الکل کہلاتے تھے اور دیگر علمائے دہلی نے آپ کے وہاں پہنچتے ہی آپ کے خلاف طرح طرح کے اتہامات لگا کر لوگوں میں اشتعال پیدا کرنا چاہا اس لئے آپ نے سب سے پہلے ایک اشتہار کے ذریعہ ان الزامات کی تردید کرتے ہوئے اس بات کو واضح کیا کہ:-

"میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر ہوں بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے ان تمام باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلّم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت .... و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں، میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گئی۔"

اسی مضمون میں آپ نے اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا کہ:-

"ہاں حیات مسیح ابن مریم کی نسبت مجھے انکار ہے سو یہ انکار بصرف الہام الٰہی پر مبنی ہے بلکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ میرے اس الہام کے شاہد کامل ہیں اگر حضرت سید مولوی نذیر حسین صاحب یا جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب مسئلہ وفات مسیح میں مجھے غلطی پر خیال کرتے ہیں یا ملحد اور مأول قصور فرماتے ہیں اور میرے قول کو خلاف قال اللہ و قال الرسول گمان کرتے ہیں تو حضرات موصوفہ پر فرض ہے کہ عامہ خلائق کو فتنہ سے بچانے کے لئے اسی مسئلہ میں اسی شہر دہلی میں میرے ساتھ بحث کر لیں۔" (تبلیغ رسالت - مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۰ تا ۲۲)

اس اشتہار کا ایک حصہ مولوی ابوالقاسم صاحب نے بھی مضمون زیر نظر میں نقل کیا ہے غور کیجئے کہ اس میں حضرت مرزا صاحب کی شہرت طلبی اور ناموری کا کیا تعلق ہے کیا حقائق کا اظہار شہرت و ناموری کے لئے کیا جاتا ہے۔

مولوی ابوالقاسم لکھتے ہیں کہ:-

"جب مرزا صاحب کا چیلنج حضرت میاں صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے بنفس نفیس قادیانی صاحب کے شبہات کو دور کرنا چاہا، چنانچہ ۶ ربیع الاول مطابق ۱۵ر اکتوبر کو اس مضمون کا ایک خط مرزا جی کے نام لکھا کہ آپ بلا تکلف میرے مکان پر آ جائیے اور اپنے شکوک پیش کر کے اطمینان کر لیجئے، مرزا صاحب نے آنے سے انکار کیا اور زبانی کہلا بھیجا کہ جب تک یورپین افسر موجود نہ ہوگا میں آپ سے استفادہ نہ کروں گا۔"

مولوی ابوالقاسم کا یہ بیان واقعات کے بالکل خلاف ہے، حقیقت یہ ہے کہ مولوی نذیر حسین صاحب حضرت مرزا صاحب کی دعوت مناظرہ کو ابتداء میں یہ کہہ کر ٹالتے رہے کہ میرے سینکڑوں شاگرد ہیں ان میں سے کسی سے بحث کر لو، حضرت مرزا صاحب کا جواب یہ تھا کہ آپ کے ان سینکڑوں ہزاروں شاگردوں میں سے کس کس سے بحث کی جائے، ایک شکست کھائے گا تو آپ دوسرے کو کھڑا کر دیں گے پھر تیسرے کو علیٰ ہذا القیاس معاملہ کہاں تک چلے گا، اس سے بہتر ہے کہ آپ خود میدان مناظرہ میں آئیں کیونکہ آپ بطور جڑ کے ہیں، آپ کی فتح یا شکست سب شاگردوں کی فتح یا شکست ہوگی۔

حضرت مرزا صاحب کے اس پے درپے اصرار کا جواب مولوی نذیر حسین صاحب نے تو کیا دینا تھا ان کے شاگردوں نے انہیں ذلت سے بچانے کے لئے ۱۹ر اکتوبر ۱۸۹۱ء کو اشتہار دے دیا کہ کل مولوی نذیر حسین صاحب کا مرزا صاحب کے ساتھ مباحثہ ہوگا اور اہتمام یہ کیا، کہ حضرت مرزا صاحب کو اس کا پتہ تک نہ لگے چنانچہ دوسرے دن عین وقت مقررہ وقت پر حضرت مرزا صاحب کے پاس آدمی بھیج دیا کہ مولوی نذیر حسین صاحب بحث کے لئے آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور حال یہ تھا کہ ہزاروں مفسد لوگ آپ کے مکان پر آ کر گالیاں دیتے اور فساد برپا کر رہے تھے، ان حالات میں حضرت مرزا صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجھے اطلاع کئے بغیر خود بخود مباحثہ کا دن اور وقت مقرر کر دینا کہاں کی ایمانداری ہے بحالیکہ عوام الناس جن کو طرح طرح کی غلط بیانیوں سے اشتعال دلایا گیا ہے، فساد پر آمادہ ہیں، ایسی حالت میں جبکہ نہ قیام امن کا انتظام ہے نہ ہی میں اہل و عیال کی حفاظت کا بندوبست کر سکتا ہوں کس طرح گھر کو اکیلا چھوڑ کر جا سکتا ہوں، پہلے حکام کی طرف سے قیام امن کا انتظام ہو تو پھر مباحثہ کا انعقاد جائز ہوگا، حضرت مرزا صاحب کے اس جواب پر مولوی نذیر حسین کے ساتھیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ مرزا بھاگ گیا، جس سے اشتعال اور بھی بڑھ گیا، اور لوگ آپ کے مکان پر ہجوم کر کے آ گئے اور سیڑھیاں چڑھ کر زنانہ حصہ میں گھسنا چاہتے تھے تاکہ بمشکل ان کو وہاں سے ہٹایا گیا۔

اس کے بعد مولویوں نے اشتہارات کے ذریعہ لوگوں کے جوش اور اشتعال کو بڑھایا

آخر کار حضرت مرزا صاحب نے حکام کے ذریعہ حفظ امن کا انتظام کر کے ......
... ۱۷ر اکتوبر ۱۸۹۱ء کو اشتہار شائع فرمایا جس میں تمام پیش آمدہ حالات بیان کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ۲۰ر اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بوقت عصر ہم جامع مسجد میں جائیں گے۔ مولوی نذیر حسین صاحب کو بھی چاہیئے کہ وہاں مباحثہ کے لئے آ جائیں، اگر وہ حیات و ممات مسیح پر بحث نہیں کرنا چاہتے تو میں ان کے سامنے قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے مسیح علیہ السلام کی وفات اور اپنے دعوئے مسیح موعود پر تقریر کروں گا جس کے بعد مولوی نذیر حسین صاحب مجمع عام میں کھڑے ہو کر اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر یہ کہہ دیں کہ جو کچھ مرزا غلام احمد نے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے اس مسئلہ (وفات مسیح) کے متعلق استدلال کیا ہے وہ سب غلط ہے اور وفات مسیح اس سے ثابت نہیں ہوتی۔ اس کے بعد ایک سال تک انتظار کریں اگر اس عرصہ میں مولوی نذیر حسین صاحب پر عذاب الٰہی نازل نہ ہوا تو میں اپنی کتابوں کو تلف کر کے دعوئے مسیح موعود سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ اور ان پر عذاب الٰہی آنے کی صورت میں میری صداقت خود بخود آشکار ہو جائیگی اور جو اس تاریخ کو جامع مسجد میں حاضر نہ ہو اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت۔

اس اعلان پر مولوی نذیر حسین اور ان کے حامیوں کے ہوش اُڑ گئے اور اُنہوں نے کہنا شروع کیا کہ مولوی صاحب بڈھے آدمی ہیں ان کا ایک سال کے عرصہ میں مر جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اس لئے یہ کوئی معیار نہیں ہو سکتا، اس پر بعض لوگوں نے انہیں سمجھایا کہ کیا خدا پر ایمان رکھتے ہو یا نہیں کیا اللہ تعالےٰ اظہار حق کے لئے مولوی نذیر حسین کو ایک سال کے لئے موت سے بچا نہیں سکتا۔ جس پر مولوی لوگ مان گئے لیکن ساتھ ہی عوام کو مشتعل کیا کہ مرزا کو قتل کر دینا بڑا ثواب ہے، مسجد میں ہی بلوہ کر کے قتل کر دو۔ اس منصوبہ کے باوجود حضرت مرزا صاحب نے پروا نہ کی اور فرمایا کہ خدا کا میرے ساتھ وعدہ ہے واللہ یعصمک من الناس، چنانچہ تین بگھیاں کرایہ پر لی گئیں اور آپ ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے بارہ حواریوں کے ساتھ جامع مسجد کو روانہ ہو گئے۔ بگھیوں والے اسی راستہ کو چھوڑ کر جدھر مفسد لوگ آپ کو قتل کرنے کے لئے بیٹھے ہوئے تھے، کسی اور راستہ سے جامع مسجد لے گئے۔ جہاں مسجد کے اندر اور باہر اور سیڑھیوں پر لٹھیاں مارتا ہوا ہجوم جمع تھا، حضرت مرزا صاحب آنکھیں جھکائے ہوئے اس میں سے گذر کر مسجد کے اندر محراب میں جا بیٹھے، مولوی نذیر حسین کو ان کے ساتھیوں نے حضرت مرزا صاحب کے قریب لانے کے بجائے آپ سے دور ایک دالان میں بٹھا دیا استنے میں انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی آ گیا، اس مجلس کے متعلق مولوی ابوالقاسم کا بیان ہے کہ:-

"نواب سعید الدین رئیس لوہارو، مولوی عبدالمجید صاحب اور سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس قادیانی صاحب کی جگہ پر گئے سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی ساتھ ہو لیا ان لوگوں نے جا کر مرزا صاحب سے کہا کہ آپ لکھ دیجئے کہ اگر میاں صاحب میرے دلائل کو حلف اُٹھا کر مسترد کر دیں تو میں اسی مجمع میں توبہ کر لوں گا۔ قادیانی صاحب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا"

حالانکہ حضرت مرزا صاحب جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے مجلس کے انعقاد سے پہلے بذریعہ اشتہار یہ اعلان کر چکے تھے کہ اگر مولوی نذیر حسین قسم اُٹھا کر میرے پیش کردہ دلائل از قرآن و حدیث کو حلفیہ بے کلی مسترد کر دیں کہ وہ سب غلط ہیں اور وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی تو ایک سال تک انتظار کریں اس عرصہ میں ان پر عذاب الٰہی نازل نہ ہوا تو میں جھوٹا، اور میں اپنے دعوئے مسیح موعود سے دستبردار ہو جاؤں گا تا یہ مطالبہ کہ اسی جگہ توبہ کر لیں۔ اور مرزا صاحب کا کچھ جواب نہ دینا صریحاً غلط ہے۔ آپ نے صاف طور پر اپنے موقف کو دوہرایا اور حیات ممات مسیح کے متعلق بحث پر آمادگی ظاہر کی، اس کے خلاف مولوی ابوالقاسم "ان لوگوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا کہ حیات ممات مسیح کے قصہ کو چھوڑ کر صرف اپنے دعوئے مسیح موعود کا ثبوت دیں" انگریز سپرنٹنڈنٹ نے بھی اس کی تائید کی، یہ ایسی غلط بیانی ہے جس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے، حقیقت یہ ہے کہ مولوی عبدالمجید نے انگریز سپرنٹنڈنٹ کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھئے حضور مرزا غلام احمد مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے اور ہم کو اور تم کو ناحق پر جانتا ہے اور حضرت ابن مریم کو جنہیں ہم اور تم دونوں آسمان پر زندہ یقین کرتے ہیں فوت شدہ مانتا ہے یہ کہتا ہے کہ مولوی نذیر حسین مسیح کی حیات وفات پر بحث کریں ہم کہتے ہیں کہ پہلے ان کے دعوئے مسیح موعود ہونے پر بحث کریں، اس پر غلام قادر فصیح صاحب نے اسی پولیس افسر سے یہ کہا کہ دیکھئے جناب جب تک کوئی عہدہ خالی نہ ہو، اس وقت تک کوئی دوسرا اس پر بیٹھ نہیں سکتا جس مسند پر حضرت مرزا صاحب بیٹھنے کے مدعی ہیں اگر وہ خالی ہی نہیں اور حضرت عیسٰی اس پر براجمان ہیں تو حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت پر بحث کرنا فضول ہے اس لئے ضروری ہے کہ پہلے مسیح علیہ السلام کی وفات پر گفتگو ہو، یہ بات انگریز سپرنٹنڈنٹ کی سمجھ میں آ گئی اور وہ اس بات پر جم گیا، لیکن مولویوں نے شاخسانہ اور مولوی نذیر حسین کے بڑھاپے کو آڑ بنا کر قسم دلانے سے بھی انکار کر دیا جس پر یہ مجلس بلا نتیجہ ختم کر دی گئی، حضرت مرزا صاحب کو واپس گھر پہنچنے میں یہ دشواری ہوئی کہ لوگوں نے بگھیوں کو کہیں کھسکا دیا اور رستہ میں بیٹھ گئے کہ حضرت مرزا صاحب جب گذریں تو ان پر حملہ کر کے قتل کر دیا جائے لیکن انگریز سپرنٹنڈنٹ نے انہیں اپنی لینڈو گاڑی پیش کر دی، اور آپ اس میں سوار ہو کر گھر پہنچ گئے، راستہ میں لوگوں نے یہی سمجھا کہ انگریز سپرنٹنڈنٹ اس میں بیٹھا ہے، یہ ہے واللہ یعصمک من الناس کا نظارہ افسوس ہے کہ مولوی ابوالقاسم نے ان واقعات و حقائق کو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیا اور ایک من گھڑت کہانی بنا کر قارئین "المنبر" کو ..... غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے جو کسی حق پرست انسان کا کام نہیں۔

رپورٹ اجلاس رابطہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور

بمکان کرنل سعید احمد صاحب ۲/ع گلبرگ لاہور

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے پروگرام روابط کے تحت ۱۰ر فروری بروز اتوار چار بجے شام کرنل سعید احمد صاحب صدر مقامی جماعت کی رہائش گاہ ۲/ع گلبرگ لاہور پر ایک اجلاس رابطہ منعقد ہوا اس میں چالیس کے قریب ممبران نے شرکت کی۔ جن میں میاں فضل احمد صاحب چوہدری فضل حق صاحب۔ ڈاکٹر مبارک احمد ڈاکٹر وحید احمد۔ چوہدری منصور احمد مرزا فضل الدین۔ صلاح الدین ناصر خاں اور کرنل سعید احمد صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔

افتتاحی تقریر میں کرنل سعید احمد صاحب نے مقامی جماعت لاہور کے قیام کا مقصد، احمدیت کی غرض و غایت اور جماعتی زندگی کی اہمیت پر عالمانہ انداز میں روشنی ڈالی اور تمام احباب سے عملی کام کرنے کی درخواست کی تاکہ سلسلہ کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنایا جائے انہوں نے روابط باہمی کی مجالس کی اہمیت پر زور دیا اور تمام دوستوں سے اپیل کی کہ وہ ان اجلاسوں میں بالالتزام شریک ہوں۔ جو بھائی بعض معمولی یا ذاتی شکر رنجی کی وجہ سے جماعت سے الگ تھلگ ہو چکے ہیں ان سے مل کر جماعت میں دوبارہ شامل ہو کر سرگرمی سے حصہ لینے کی ترغیب دی جاوے۔ اس کے لئے باقاعدہ مہم جاری کی جاوے۔ ان کے بعد حاجی اللہ رکھا، صلاح الدین ناصر خان اور عبدالغنی بٹ صاحبان نے بھی باہم اخوت اور میل ملاپ کے مواقع بڑھانے پر زور دیا اور تجویز پیش کی کہ دو دو چار چار افراد پر مشتمل وفود ان حضرات کے گھروں پر جائیں۔ بیماروں کی مزاج پُرسی کی جاوے اور مستحقین کی خبر گیری کی جاوے۔

محمد صالح نور سیکرٹری مقامی جماعت لاہور نے علاقہ وار اجلاس رابطہ کے ساتھ ساتھ درس قرآن حکیم منعقد کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ انہوں نے کرنل سعید احمد صاحب سے درخواست کی کہ وہ ہفتہ میں دو بار مختلف علاقہ جات میں درس قرآن حکیم دیا کریں۔ کرنل صاحب نے یہ تجویز بخوشی مان لی۔

میاں فضل احمد صاحب نے مختلف احباب کی پیش کردہ تجاویز کا خیر مقدم کیا۔ لیکن انہوں نے افسوس کے ساتھ بیان کیا کہ ہم لوگ تقریریں تو کر لیتے ہیں لیکن عمل ذرا کم کرتے ہیں۔ احمدیہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں عید اور دیگر تہوار کے دن تو مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی لیکن جمعہ کے اندر حاضری بہت کم ہوتی ہے اسی طرح مسجد مسلم ٹاؤن میں ہر سوموار اور جمعرات کے دن محترم این ملے فاروقی صاحب درس قرآن حکیم دیتے ہیں لیکن مسلم ٹاؤن اور اس کے نواحی علاقوں میں رہائش پذیر ایک سو کے قریب ممبران

(باقی بر صفحہ کالم ۔۔۔)

الاحمدیہ

سید ابوالحسن علی ندوی کی جماعت احمدیہ لاہور اور مولانا محمد علیؒ صاحب کی تفسیر پر اعتراضات کا جائزہ

از شیخ محمد طفیل صاحب - (ترجمہ از انگریزی - فخر الدین احمد)

(قسط نمبر ۳)

جناب مولانا ندوی صاحب کے خیال میں مولانا محمد علی صاحبؒ نے قرآن کریم کے صحیح مفہوم کو مسخ کر دیا ہے - چیدہ چیدہ آیات کے بارے میں ان کے خیالات کا تجزیہ کرنے سے قبل یہ مناسب ہوگا کہ ندوی صاحب کے پسندیدہ اور محبوب مفسرین کے بعض افکار کا مولانا مرحوم کے افکار سے موازنہ کیا جائے - اب یہ منصف مزاج قارئین خواہ وہ عرب ہوں یا غیر عرب کا کام ہے کہ وہ دیکھیں کہ اسلام کے اس بطل جلیل کے خلاف الزامات میں ندوی صاحب کہاں تک حق بجانب ہیں - مندرجہ ذیل آیات کا تقابلی مطالعہ ملاحظہ ہو :-

۱- حضرت سلیمانؑ کے متعلق بے سر و پا قصے

سورہ ص میں مذکور ہے ولقد فتنا سلیمٰن والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب ۝

" اور تحقیق ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کے تخت پر ایک جسد (دھڑ) کو ڈالا پھر اس نے رجوع کیا -

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی جنہیں ندوی صاحب اسلام کا ایک جید عالم اور مستند مفسر قرآن مانتے ہیں اور ان کی تفسیر کو کبھی مولانا محمد علیؒ کی تفسیر کی رد میں بھی پیش کرتے ہیں - اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں :-

" حدیث میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی تمام عورتوں کے پاس جاؤں گا (جو تعداد میں ستر یا نوّے کے قریب تھیں) اور ہر ایک عورت ایک بچہ جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا - فرشتہ نے القاء کیا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے مگر (باوجود دل میں موجود ہونے کے) زبان سے نہ کہا - خدا کا کرنا کہ اس مباشرت کے نتیجے میں ایک عورت نے بھی بچہ نہ جنا - صرف ایک عورت کے ادھورا بچہ ہوا - بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دایہ نے وہی لوتھڑا ان کے تخت پر لا کر ڈال دیا کہ لو یہ تمہاری قسم کا نتیجہ ہے - اسی کو یہاں جسد (دھڑ) سے تعبیر کیا ہے - یہ دیکھ کر حضرت سلیمان ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور انشاء اللہ نہ کہنے پر استغفار کیا - نزدیکاں را بیش بود حیرانی - حدیث میں ہے کہ اگر انشاء اللہ کہہ لیتے تو بے شک اللہ ایسا ہی کر دیتا جو ان کی تمنا تھی (تنبیہ) اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر دوسری طرح کی ہے اور اس موقعہ پر بہت سے بے سروپا قصے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری اور جنوں کے نقل کئے ہیں جسے دلچسپی ہو کتب تفاسیر دیکھ لے -"

مولانا عثمانی نے اکثر مفسرین کے بے سروپا قصوں کو رد کر دیا ہے گو ان کی اپنی تشریح قابل قبول ہے، اگرچہ انہوں نے ایک روایت کا سہارا بھی لیا ہے -

قرآن کریم کے ایک مفسر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جن کا ندوی صاحب بڑا احترام کرتے ہیں عثمانی صاحب کی تفسیر اور رازی اور ابن کثیر کے نقل کردہ قصوں کو بیک جنبش قلم مردود قرار دیا ہے - بلکہ عثمانی صاحب نے جس "حدیث صحیح" کا

" باعتبار روایت اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جا سکتا - لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے - اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ بات نبی کریم صلعم نے اس طرح ہرگز نہ فرمائی ہوگی - جس طرح وہ نقل ہوئی ہے - بلکہ آپ نے غالباً یہود کی یاوہ گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے کسی موقعہ پر اسے بطور مثال بیان فرمایا ہوگا اور سامع کو غلط فہمی لاحق ہو گئی ہے ... کہ اس بات کو حضور خود بطور واقعہ بیان فرما رہے ہیں - ایسی روایات کو محض صحت سند کے زور پر لوگوں کے حلق سے اتروانے کی کوشش کرنا دین کو مضحکہ بنانا ہے - ہر شخص خود حساب لگا کر دیکھ سکتا ہے کہ جاڑے کی طویل ترین راتوں میں بھی عشاء اور فجر کے درمیان دس گیارہ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں ہوتا - اگر بیویوں کی کم سے کم تعداد ساٹھ ہی مان لی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت سلیمان اس رات بغیر دم لئے فی گھنٹہ چھ بیوی کے حساب سے مسلسل دس گیارہ گھنٹے مباشرت کرتے چلے گئے - کیا یہ عملاً ممکن بھی ہے ؟ اور کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ حضور نے یہ بات واقعے کے طور پر بیان کی ہوگی ؟ پھر حدیث میں یہ بات کہیں نہیں بیان کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں حضرت سلیمان کی کرسی پر جس جسد کے ڈالنے کا ذکر ہے اس سے مراد یہی ادھورا بچہ ہے - اس لئے یہ دعوےٰ نہیں کیا جا سکتا کہ حضورؐ نے یہ واقعہ اس آیت کی تفسیر کے طور پر بیان فرمایا تھا -" [۳]

(الفاظ کے نیچے خطوط میرے لگائے ہوئے ہیں)

جناب ندوی صاحب کے لئے یہ امر مایوس کن ہے کہ سید مودودی صاحب نے مفسرین سلف کے اقوال کو کلی طور پر رد کر دیا ہے - خواہ وہ بزرگ اہل عرب تھے یا غیر عرب - روایت کا صحیح ہونا بھی ان کے نزدیک کافی نہیں کیونکہ وہ دین کو مضحکہ نہیں بنانا چاہتے -

مولانا محمد علی صاحب اس سلسلے میں فرماتے ہیں :-

" حضرت سلیمان کے تخت پر محض جسد ڈالا جانے سے مراد یا تو رحبعام ہے جس کے عہد میں سوائے ایک کے سب اسرائیلی قبائل نے علم بغاوت بلند کیا تھا (عہد نامہ عتیق سلاطین حصہ اول باب ۱۲- آیت ۱۷) یا اس ادھورے جسم سے مراد یربعام ہے جس کے اشتعال دلانے پر بنی اسرائیل خاندان داؤد کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے - اور یوں یربعام دس اسرائیلی قبیلوں کا سردار بن گیا - اسی نے سونے کے دو بچھڑے بنوائے - ان میں سے ایک مجسمہ کو دان میں اور دوسرے کو بیت ایل میں نصب کروایا اور یہ مشہور کیا کہ یہ یہوواہ کے مجسمے ہیں (ایضاً باب ۱۲- آیت ۲۸) نیز اس نے ڈھالے ہوئے بت بھی بنوائے اور ان کی پرستش شروع کرا دی (ایضاً باب ۱۴- آیت ۹) پس انہی بد اعمالیوں کے سبب حضرت سلیمان کے بیٹوں رحبعام اور یربعام دونوں پر اس جسد (بے جان) کے الفاظ صادق آتے ہیں - جو حضرت سلیمان کے تخت پر ڈالے گئے" [۴]

۲- "ایک حاملہ اونٹنی کا پتھر کی چٹان سے پیدا ہونا!"

حضرت صالحؑ کو ایک اونٹنی بطور نشان دی گئی تھی - اس کے متعلق قرآن میں آتا ہے :-

فذروھا تاکل فی ارض اللہ ولا تمسوھا بسوء فیاخذکم عذاب الیم -

" سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین پر چرے اور اسے کوئی دکھ نہ پہنچاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا" [۵]

اس اونٹنی کے بارے میں ندوی صاحب کے مقبول مفسر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

---

[۱] قرآن مجید - ۳۸ ص ۳۴

[۲] مولانا شبیر احمد عثمانی تفسیر قرآن ص ۵۸۱ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[۳] تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۳۳۷ مطبوعہ لاہور - ایڈیشن اول ۱۹۶۶ء

[۴] مولانا محمد علی صاحب - تفسیر قرآن انگریزی ص ۸۷۲

[۵] سورۃ الاعراف ۷۳

لکھتے ہیں :—

" صالح کی قوم نے ان سے اقرار کیا کہ آپ پتھر کی ایک ٹھوس چٹان میں سے حاملہ اونٹنی نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ خدا نے حضرت صالح کی دعا سے ایسا ہی کر دیا۔ ان کو کہا جا رہا ہے کہ تمہارا فرمائشی معجزہ تو خدا نے دکھلا دیا اب ایمان لانے میں کیا تامل ہے "[6]

. . . .

آگے چل کر عثمانی صاحب فرماتے ہیں :—

" کہتے ہیں کہ وہ اونٹنی اس قدر عظیم الجثہ اور ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں چرتی دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے اور اپنی باری کے جس کنوئیں سے پانی پیتی کنواں خالی کر دیتی۔ گویا جیسے اس کی پیدائش غیر معمولی طریقہ سے ہوئی لوازم و آثار حیات بھی غیر معمولی تھے "[7]

مولینا عبدالماجد دریابادی نے اپنی اردو اور انگریزی تفسیر میں قریب قریب انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

علامہ سلیمان ندوی کو اس تفسیر سے سخت اختلاف ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :—

" عام روایات میں ہے کہ یہ اونٹنی معہ اپنے بچہ کے کفار کے حسب طلب حضرت صالح کے ایک معجزہ سے ایک پہاڑ کی چٹان سے پیدا ہوئی تھی لیکن صحیح طریق سے یہ روایتیں ثابت نہیں، قرآن مجید نے بھی اپنی تمام تفصیل میں اس خاص طریقہ پیدائش کا ذکر نہیں کیا اس بناء پر وہ غیر مسلّم ہیں — قرآن مجید کی آیتوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے یہ قوم جانوروں پر ظلم کرتی تھی۔ خدا نے ایک اونٹنی کو نشان بنایا کہ جس دن تم نے اس کو ستایا وہی عذاب کا دن ہوگا "[8]

اگر یہ الفاظ حضرت مولینا محمد علیؒ صاحب کے قلم سے نکلے ہوتے تو ندوی صاحب ان پر تفسیر بالرائے کا الزام لگاتے۔ اور یہ تاثر دیتے کہ مولینا معجزات کے منکر ہیں کیونکہ فوق الفطرت امور "دقیانوسی" اور "خلاف عقل ہیں"۔ وغیرہ۔

(جیسا کہ آگے چل کر ندوی صاحب کی تنقید سے ظاہر ہوگا)۔ لیکن اپنے رہنما اور استاد علامہ سلیمان ندوی کے ارشادات سن کر ندوی صاحب یقیناً خاموش رہیں گے حقیقت تو یہ ہے کہ علامہ سلیمان ندوی نے حضرت مولینا محمدؒ علی کے افکار کو ہی دہرایا ہے جنہوں نے برسوں پہلے اس آیت کے متعلق لکھا تھا :—

" نہ تو قرآن کریم اور نہ ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی روایت صحیح ملتی ہے جو ان بے شمار قصّوں کی تائید کرتی ہو جو اس اونٹنی کی معجزانہ پیدائش اور اس کے عجیب و غریب ڈیل ڈول کے متعلق بہت سی تفسیروں میں پائے جاتے ہیں۔ اسے ناقة اللہ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے تھی۔ یہ ایک عام اونٹنی تھی جسے لوگوں کے لئے ایک نشان قرار دیا گیا ہے۔ ان کا اس اونٹنی کو ہلاک کر دینا اس امر کی دلیل تھا کہ وہ نہ تو حق قبول کرنے والے ہیں اور نہ ہی حضرت صالحؑ اور ان کے متبعین کی ایذا رسانی سے باز آنے والے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک اونٹنی کو "ایت اللہ" قرار دینے میں کوئی تعجب یا اچنبھے کی بات نہیں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ اینٹ گارے سے سیدھا سادا تعمیر ہونے والا خانہ کعبہ بھی دنیا بھر کے لئے 'ابیت اللہ' قرار دیا گیا تھا۔ جس کو تباہ کرنے کی کوشش کرنے والے کے لئے ہلاکت اور بربادی مقدر کی گئی ہے "[9]

---

[6] تفسیر قرآن الحکیم ص ۲۷۸ زیر آیت ۷/۷۳

[7] ایضاً صفحہ ۲۷۹

[8] تاریخ ارض القرآن جلد اول ص ۱۹۵ ایڈیشن چہارم مطبع معارف اعظم گڑھ بھارت ۱۹۵۵ء

[9] تفسیر انگریزی ص ۳۳۵

یاد رہے کہ علامہ محمد رشید رضا نے بھی مفسرین کے لغو اور بے سروپا قصوں کو یکسر رد کر دیا ہے[10] البتہ علامہ عبداللہ یوسف علی نے دبی زبان میں مفسرین کے اقوال سے اختلاف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :—

" ثمود کی قوم کے لئے "آیت اللہ" قرار دی جانے والی اونٹنی کا ذکر مختلف روایتوں میں آیا ہے۔ ہمیں یہاں اس روایتی داستان کو نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں "[11]

ان دو مثالوں سے ہی ظاہر ہو گیا کہ مسلمان مفسرین (خصوصاً جن کو ندوی صاحب بڑی احترام کی نظروں سے دیکھتے ہیں) بعض اوقات بنیادی طور پر — تفسیر قرآن کے سلسلے میں اختلاف رکھتے ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ان میں سے بعض مولینا محمد علیؒ صاحب کی تفسیر سے ہی اتفاق کرتے ہیں۔ چاہے اس کا اظہار کریں یا نہ کریں۔[12]

اس سلسلے میں اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی آیات کی تفسیر میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے تھے۔ اگر کسی صحابی کی طرف منسوب شدہ معانی کی تصدیق بھی ہو جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس آیت کے کوئی اور جائز معنی ممکن نہیں۔ قرآن کریم علم کا ایک لا متناہی سمندر ہے اور جیسے جیسے وقت گذرتا ہے اس کے خوبصورت ابدی حقائق آنے والی نسلوں کے لئے ظاہر ہوتے رہیں گے۔ حضرت مولینا محمد علیؒ نے اپنی تفسیر میں ان حقائق کے ایک حصّے کی جھلک دکھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کی سعی کو ہم حرفِ آخر نہیں سمجھتے۔ لیکن جناب ندوی صاحب نے مخالفت کے جوش میں ان کی تفسیر پر جو بعجلت تمام تنقید کی ہے اس میں ان کو یہ خیال نہ رہا کہ اس تنقید کی لپیٹ میں ان کے پسندیدہ اور محبوب مفسرین بھی آ جاتے ہیں۔ (آئندہ صفحات میں قارئین کے لئے یہ موازنہ دلچسپی کا باعث ہوگا)

---

[10] تفسیر المنار جلد ہشتم ص ۵۲۰ مطبوعہ قاہرہ

[11] تفسیر قرآن انگریزی ص ۳۸۱

[12] اگر مولینا محمد علی صاحب کی تفسیر کا رائج الوقت تفاسیر سے مقابلہ کیا جائے تو ایسی سینکڑوں مثالوں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ حضرت مولینا نے تفسیر کے سلسلہ میں جن اصولوں کا ذکر کیا تھا ان کی اہتمام اور خلوص کے ساتھ پابندی کی ہے۔ جہاں جہاں انہوں نے گذشتہ مفسرین سے اختلاف کیا ہے اس کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جسے ان کے "فہرست جرائم" میں شمار کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ میری ان معروضات پر ندوی صاحب ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔

بقیہ رپورٹ مقامی جماعت۔ از صـ ۴

میں سے صرف گنتی کے دس بارہ افراد اس درس میں شریک ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ دنیاوی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ دینی ذمہ داریوں کو بھی محسوس کریں اور ایسی قیمتی اور اہم مجالس میں نہ صرف خود شریک ہوں بلکہ اپنی اولاد اور عزیز دوستوں کو بھی ہمراہ لائیں۔

آخر میں کرنل سعید احمد صاحب نے دوبارہ جماعتی زندگی کی اہمیت کو واضح کیا اور رابطہ مجالس میں شریک ہونے پر زور دیا اس طرح آپس کی شکر رنجیاں دور ہوتی ہیں اور بعض امور سے آگاہی ہوتی ہے۔ کرنل صاحب نے ممبران سے گذارش کی کہ وہ اپنے ہمدرد دوستوں کو احمدیت کا لٹریچر مطالعہ کرنے کے لئے دیں تاکہ ان پر دین کی روشنی ظاہر ہو اور وہ امام وقت کی تعلیمات کے طفیل عاقبت سنوار سکیں۔ اور امام وقت کے ظہور کی روشنی سے مستفید ہوں اجلاس کے اختتام پر حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی اور آخر میں نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد یہ بے نظیر دینی مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ چھاؤنی

اسلامی اصولوں کی فلاسفی

ہماری کیا مجال اور بساط کیا کہ عظیم ماموریِ زمانہ کے شاہکار پر قلم اُٹھائیں۔ غرض ہماری اس سے یہ ہے کہ انجمن نے جو اس کتاب کی کثیر اشاعت اور مفت تقسیم کا منصوبہ بنایا ہے اور اور جماعتوں نے بھی اس کا حوصلہ افزا خیر مقدم کیا ہے۔ احباب اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور جو ابھی تک اس کارِ خیر میں حصہ نہیں لے سکے وہ محروم نہ رہیں۔ یہ بیش بہا خزانہ مفت لٹایا جا رہا ہے۔ یہ وہ لیکچر ہے جو جلسہ مذاہب میں پڑھا گیا۔ اور پیشگوئی کے مطابق یہ مضمون سب پر بالا قرار دیا گیا۔ مسلمانوں پر اس امام کا کتنا بڑا احسان ہے۔ اس کی اہمیت اس امر سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ دوسرے نمبر پر آنے والا مضمون ایک ہندو کا تھا۔ اگر حضرت موعود مسلمانوں کی نمائندگی نہ کرتے تو مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہوتی اور کتنی خفت اُٹھانی پڑتی۔

اسلام کے اس پہلوان نے اسلام کی لاج رکھ لی۔ شعر

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

حال ہی میں سفر کے دوران ہماری ملاقات ایک صاحب سے ہوئی جو کافی عرصہ یورپ میں گذار کر آ رہے تھے۔ باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی اس کتاب کو پڑھا ہے اور انہوں نے اظہار تعجب کیا کہ اسلام پر ایسا شاندار THESIS (تھیسس) لکھنے پر اس کے مصنف کو P.H.D (پی۔ایچ۔ڈی) کیوں نہیں دی گئی۔ یہ تاثر ہے اس کتاب کے متعلق اہل علم کا۔ P.H.D کی ڈگری کیا، حضرت کو تو آسمان سے نوازا گیا۔ ایسی ڈگری جس سے

زمینی بھی آسمانی بن جاتے ہیں ؎
یہ ملک و مال ہے اک کہانی
اُٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی
(حضرت مسیح موعودؑ)

آپ نے فرمایا کہ:۔

"بہت سی باتیں ہیں جو ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جن سے خدا تعالیٰ ناراض ہے۔ اس مطلب کے واسطے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں ان سب غلطیوں کو دور کر کے اصل اسلام پھر دنیا میں قائم کر دوں۔ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالمِ آخرت ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے سو میں بھیجا گیا ہوں تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آ جائے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو سو میں ان باتوں کا مجدّد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔

پھر فرمایا:۔

"میرا دوست کون ہے اور میرا عزیز کون ہے وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ جو مجھے چھوڑتا ہے، وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔" (فتح اسلام)

ایک اور جگہ فرمایا:۔

"ایک دوائی کے جاننے سے کوئی حکیم نہیں بن سکتا اور ایک سلائی کرنے سے کوئی درزی نہیں کہلا سکتا لوگ خود کمزوری دکھلاتے ہیں پھر خدا کو طعنے دیتے ہیں مخلصین لہ الدین بننا چاہیئے۔ اگر دیانہ ہو تو بہت لوگ تھوڑے دنوں میں ولی بن جاتے رہوتے، جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے، ہر وقت لوگوں کو دنیا کا غم لگا ہوا ہے۔ اگر اس قدر غم کسی کو دین کے واسطے ہوتا تو بیڑا پار ہو جاتا۔ ملازم لوگ اپنی نوکری میں چست رہتے ہیں لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو فکر میں پڑ جاتے ہیں۔"

اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ ہمارا وہ خدا نہیں جو اپنے صادق بندوں کی مدد نہ کر سکے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر دعا بھی تعطیل ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ میں خدا کی نسبت بیان کرتا ہوں اس کی قوتیں اور طاقتیں اس سے بھی کروڑ در کروڑ ہا درجہ بڑھ کر ہیں جن کو ہم بیان نہیں کر سکتے"

(ملفوظات احمدیہ)

"اے دانشمند تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے ... ... اس ضرورت کے وقت اور اس گہری تاریکی کے اندر ایک آسمانی روشنی نازل کی تعجب تو اس بات میں ہوتا کہ وہ خدا جو حامیٔ دینِ اسلام ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیمِ قرآن کا نگہبان رہوں گا اور اسے سرد بے رونق اور بے نور نہیں ہونے دوں گا۔ اس تاریکی کو دیکھ کر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چپ رہتا۔ اگر تعجب کی جگہ تھی تو یہ تھی کہ اس پاک رسولؐ کی یہ صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ سو یہ تعجب کا مقام نہیں بلکہ ہزار ہزار شکر کا مقام ہے۔ ایمان اور یقین کے بڑھانے کا وقت ہے اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجا لاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ گذر گئے اور بے شمار روحیں اس شوق میں سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پا لیا اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اُٹھانا یا نہ اُٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔" (فتح اسلام)

"اُسکی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا میں اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو" (انوار الاسلام)

لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" سے پہلے آپ نے ایک اشتہار میں لکھا:۔

"قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں یہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ جو شخص اس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچ سوالوں کے جواب میں سُنے گا میں یقین سے کہتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اُٹھے گا۔ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن پھیلتی چلی جائے گی۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ"

اور آپ نے فرمایا:۔

"قرآن شریف کا مقصد ہے کہ حیوانوں کو انسان بنادے۔ طبعی حالتوں کو شرائط مناسبہ کے ساتھ مشروط کر کے اخلاق فاضلہ تک پہنچایا جائے۔ اخلاق کو افراط و تفریط سے بچایا جائے۔ محل اور موقعہ کا پہچاننا ایک وسط ہے۔ نیکی اور حق و حکمت سب وسط میں ہیں اور اوسط موقعہ بینی میں"

آپ نے کیا عمدہ اصول وضع فرمایا کہ:۔

"ہر ایک مقرر نمائندہ جس کتاب کا وہ پابند ہے اور اسے ربانی سمجھتا ہے وہ ہر ایک بات میں اسی کتاب کے حوالہ سے جواب دے اور اپنی وکالت کے اختیار کو ایسا وسیع نہ کرے کہ گویا وہ ایک نئی کتاب بنا رہا ہے۔"

الحمد للہ کہ حضرت امامِ زمان نے اپنی ہر بات کی تصدیق میں قرآنی آیات کو پیش کیا اور اس میانہ روی کی تعلیم کو بیان کرتے ہوئے جس کا ہم نے ابھی اُوپر ذکر کیا ہے جب یہ آیت پڑھی گئی:۔ وکذالک جعلنٰکم امۃً وسطاً تو کیا کیفیت پیدا ہوئی ہوگی۔ اور آپ نے فرمایا ہے مبارک وہ جو وسط پر چلنے والے ہیں خیر الامور اوسطھا۔ سبحان اللہ آپ نے اپنی ہر دلیل کے ساتھ قرآنی تعلیم کو پیش کیا۔

فدر فرقاں ہے جو سب داروں سے اعلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

اور آپ نے اسی مضمون میں لکھا :-

"اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ آرام پا جائے اور تمام اطمینان سرور اور لذت اس کی خدا ہی میں ہو جائے یہی حالت ہے جس کو بہشتی زندگی کہا جاتا ہے۔ تمام قوتوں کا خدا کو سجدہ کرتا ہے وہ حالت ہے جس کو اسلام کہتے ہیں اور اس راہ میں استقامت سے مراد ایک ایسی حالت صدق و وفا کی ہے جس کو کوئی امتحان ضرر نہ پہنچا سکے ایسا پیوند جس کو نہ تلوار کاٹ سکے نہ آگ جلا سکے اور نہ کوئی دوسری آفت نقصان پہنچا سکے۔ عزیزوں کی موتیں اس سے علیحدہ نہ کر سکیں۔ پیاروں کی جدائی اس میں خلل نہ ڈال سکے۔ بے آبروئی کا خوف کچھ رعب نہ ڈال سکے۔ ہولناک دکھوں سے مارا جانا ایک ذرہ دل کو نہ ڈرا سکے۔ سو یہ دروازہ تنگ ہے اور یہ راہ نہایت دشوار گذار ہے وہ تیسرا مرتبہ ہے جس میں وہ شخص با خدا بنتا ہے جو اس کے لئے ہزاروں بلائیں خریدے پس سچ تو یہ ہے کہ جب تک ہم خود نہ مریں زندہ خدا نظر نہیں آتا۔ جو لوگ خدا کو سچے دل سے نہیں ڈھونڈتے ان پر خدا کی طرف سے رجعت پڑتی ہے۔ وہ دنیا کی گرفتاری میں ایسے مبتلا ہوتے ہیں گویا پابزنجیر ہیں اور نفسانی کاموں سے ایسے نگونسار ہوتے ہیں گویا ان کی گردنوں میں ایک طوق ہے جو ان کو آسمان کی طرف سر نہیں اٹھانے دیتا۔ (انا اعتدنا للکافرین سلاسل و اغلالاً و سعیرا۔) انسان کو جو کچھ اندرونی اور بیرونی اعضا دیئے گئے ہیں یا جو قوتیں دی گئی ہیں اصل مقصد ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا تعالےٰ کی محبت ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

اسی وجہ سے انسان دنیا میں ہزاروں شغلوں کو اختیار کر کے پھر بھی بجز خدا تعالےٰ کے سچی خوشحالی کبھی نہیں پاتا۔ بڑا دولت مند ہو کر، بڑا عہدہ پا کر، بڑا تاجر بن کر، بڑی بادشاہی تک پہنچ کر، بڑا فلاسفر کہلا کر آخر ان دنیوی گرفتاریوں سے بڑی حسرتوں کے ساتھ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اس کا دنیا کے استغراقوں سے اس کو ملزم کرتا رہتا ہے اور اس کے مکروں فریبوں اور ناجائز کاموں میں اس کا کانشنس اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو ہرچہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلائیں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا نہ ہو جائے یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں، نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔ خدا تعالےٰ اپنے پیارے بندوں کے دل پر ایک نور اتارتا ہے جس سے وہ قوت پا کر نہایت اطمینان سے مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں اور حلاوت ایمانی سے ان زنجیروں کو بوسہ دیتے ہیں جو اس کی راہ میں ان کے پیروں میں پڑیں۔ اصل مقصود کے لئے راستبازوں کی صحبت اور ان کے کامل نمونوں کو دیکھنا ہے"

حضرت امام زمانہ کی قوت قدسی اور جاذبیت نے ایسے ایسے گوہر یکتا کو اپنی طرف کھینچا کہ دنیا ان کے نمونوں سے آج تک محو حیرت ہے۔

حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ آپ کے حلقہ بگوش ہوئے اور اس تعلق کو ایسا نبھایا کہ سب کو چھوڑ کر قادیان کے ہی ہو رہے۔ آپ توکل کے پیکر تھے اور حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ جس کو نصیب ہو جائے توکل سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں۔

حضرت مولانا عبداللطیف مرحوم و مغفور جو دین و دنیا کے شہرہ آفاق عالم تھے اس مقام کو بھی حاصل کر لیا جس پر حضرت صاحب نے لکھا کہ :-

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پراز نور یقیں بودے

ایک اور بزرگ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید حق کی خاطر جان پر ہی کھیل گیا۔ اس کے متعلق حضرت صاحب نے لکھا :-

"وہ ان راستبازوں میں سے تھا جو خدا کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے اپنی جان عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں"

اس مرد حق آگاہ نے قید کے دوران علی الاعلان کہا تھا کہ ہم نے اس شخص کو دیکھا ہے اس کی مانند زمین پر کوئی موجود نہیں اور بے شک وہ مسیح موعود ہے مردوں کو زندہ کر رہا ہے۔ اللہ اکبر خود اس جہان سے جا رہا ہے اور یہ حیات افزا پیغام دے رہا ہے۔ وقت آخر جب امیر کابل نے انہیں اپنی جان اور عیال پر رحم کی وجہ سے اس عقیدہ سے توبہ پر آمادہ کرنا چاہا تو اس مرد مومن نے کیا ایمان افروز جواب دیا "کہ جاہلوں سے توبہ کروں، جان و مال و عیال و اطفال کے لئے ایمان کو چھوڑ دوں، ہرگز"

زیر شمشیر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

آخر شہادت کی گھڑی آن پہنچی۔ آپ نے اپنے گھر والوں کو نصیحت کی کہ میں جاتا ہوں اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم دوسری راہ اختیار کرو، جس عقیدہ پر میں ہوں چاہیئے کہ وہی تمہارا ایمان اور عقیدہ ہو۔ گرفتاری کے بعد راہ میں چلتے وقت آپ نے کہا کہ میں اس مجمع کا نوشاہ ہوں یہ جوانمردی اور استقامت دکھانے کے باوجود یہ دعا تھی جو آپ کی ورد زبان تھی ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة۔ یہ کتنے عظیم لوگ تھے سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہو گئیں خدا تعالیٰ نے ان پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل کیں۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ماننے والوں کو اسی راہ پر لگا گئے جو راستی صدق و صفا اور وفا کی راہ ہے۔ زندگی کی راہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہے :-

"جو لوگ خدا تعالےٰ کے محب ہیں وہ موت سے نہیں مرتے کیونکہ ان کا پانی اور ان کی روٹی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہی کامل شریعت کا اثر ہے کہ اس پر قائم ہونے والا حق اللہ اور حق العباد کو کمال کے نقطہ پر پہنچا دیتا ہے اور وہ شخص ہلاک ہو گیا اور اس سے نا امید ہو گئی جس نے اپنے نفس کو خاک میں ملایا اور گندی زندگی بسر کر کے واپس گیا"

اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :-

"کہ میں اندھوں کو بینائی بخشوں۔ ڈھونڈنے والوں کو گم گشتہ کا پتہ دوں سچائی کو قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری دوں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔ میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ ضرورتوں کے ختم ہونے پر شریعتیں اور حدود ختم ہو گئیں اور تمام رسالتیں اور نبوتیں اپنے آخری نقطہ پر آ کر جو ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا کمال کو پہنچ گئیں"

اس کے بعد اب بحث کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔

"ایام الصلح" سے بھی چند سطور پیش ہیں۔ آپ فرماتے ہیں :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ میں خاتم الانبیاء کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں الا ان لعنة الله على الكاذبين والمفترين"

اور آپ نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے :-

"میرے دعوے کی بنیاد حدیث مجدد پر ہے"

ہمیں اس بات میں اپنی خوش قسمتی سمجھنی چاہیئے کہ حضرت مجدد کے مشن اور آپ کی قائم کردہ جماعت کے کاموں میں حتی المقدور دامے درمے قدمے سخنے معاون ہونے کے مواقع میسر آتے رہتے ہیں ان سے فائدہ اٹھائیں ورنہ خدا کے کام تو ہو کر رہتے ہیں کہ وہ خود کارساز ہے حضرت صاحب نے فرمایا ہے :-

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرلو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجا لائے یہ الہام آسمان سے ہے میں بار بار نہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا محتاج نہیں ہاں تم پہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے"

اور کمال اس عظیم انسان کا یہ ہے کہ دنیاداری اور بناوٹ کا نام تک نہیں خدا پر ہی بھروسہ ہے اور جو بات ہے خدا سے ہے - انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق فرماتے ہیں :-

"معین طور پر میں اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا تا تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں"

جب خوشی کا پہلو اور انشراح صدر ہو تو پھر کون پیچھے رہے گا -

اب آخر میں مامور زمانہ کی ایک تنبیہ کو پیش نظر رکھیں فرماتے ہیں :-

"پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُر خار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ عنقریب الگ کئے جائیں گے ان کا پچھلا حال ان کے پہلے حال سے بدتر ہوگا جو جدا ہونے والے ہیں وہ جدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عند اللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار عزت پاتے ہیں -"

اللہ تعالے ہمیں ثابت قدمی کی توفیق بخشے - آمین

من آنچہ شرط بلاغ است با تو مے گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

ملفوظات

سلسلہ اوّل

ہیں - بارش کی طرح یہ نشان آسمان سے اتر رہے ہیں - تو پھر یہ بھی یقینی امر ہے کہ میرے مخالف تاریکی کی طرف جاتے ہیں - روشنی اور نور روح القدس کو لاتا ہے - اور تاریکی شیطان کی قربت پیدا کرتی ہے - اور اس طرح پر ولی کی مخالفت سلب ایمان کر دیتی ہے اور بیئس القرین سے جا ملاتی ہے ؟

(ملفوظات احمدیہ حصہ اوّل)

اسلامی سربراہی کانفرنس بقیہ صفحہ ۲

(۲) سے عالم اسلام کے اتحاد کیلئے ضروری ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے ان اصولوں کا اعلان کیا جائے جو کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہیں - ہماری رائے میں جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے - وہ مسلمان ہے، اس کلمہ طیبہ کا لازمی نتیجہ ہے کہ محمدؐ رسول اللہ کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں آسکتا جس پر ایمان لانا اسی طرح ضروری ہے جس طرح خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اگر کوئی شخص ایسا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے زمانے میں نبی یقین کرتا ہے تو اسے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے تاکہ عالم اسلام کا اتحاد ہر قسم کے داخلی رخنوں سے محفوظ رہے اور دنیا آہستہ آہستہ آنحضرت صلعم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے ؟

عطیات مسجد فنڈ (دار السلام)

تاریخ	نام	رقم (روپے - پیسے)
5-11-73	شیخ عبد المجید صاحب مرحوم - خانپور - -	50 - 00
6-11-73	پروفیسر غلام محمد خادم صاحب - ملتان - -	25 - 00
9-11-73	حاجی اللہ رکھا صاحب - لاہور - - - -	2 - 00
14-11-73	ڈاکٹر عبد العزیز صاحب - - - -	100 - 00
15-11-73	محمد اقبال چغتائی صاحب - بہاول پور - -	3 - 00
" " "	محمد شریف صاحب ٹیلر ماسٹر - بہاول پور - -	12 - 00
" " "	محمد شفیع صاحب " " " " - - -	12 - 00
16-11-73	بیگم ذکی شیخ صاحبہ - لاہور - - - -	500 - 00
" " "	سعید مبارک صاحب - - - -	5 - 00
19-11-73	نگہت یاسمین صاحبہ - کالرہ اسٹیٹ - - -	10 - 00
" " "	والدین چوہدری فیض بخش صاحب - " -	20 - 00
" " "	چچا صاحب و دادی صاحبہ " " - -	20 - 00
" " "	پھوپھی صاحبہ - " - - -	10 - 00
" " "	بیگم صاحبہ مرحومہ چوہدری فیض بخش صاحبہ - -	10 - 00
" " "	چوہدری فیض بخش صاحب - - -	20 - 00
1-12-73	خان بہادر غلام ربانی خان صاحب - مانسہرہ	500 - 00
12-12-73	ڈاکٹر مختار احمد صاحب -	50 - 00
13-12-73	چوہدری احمد سجاد صاحب - - - -	5 - 00
14-12-73	چوہدری عبد الرزاق صاحب - لائل پور - -	50 - 00
19-12-73	عبد القیوم فضل احمد اینڈ کمپنی - - -	146 - 70
21-12-73	بیگم صاحبہ چوہدری خوشی محمد صاحب - کراچی -	100 - 00
23-12-73	حکیم مبارک عبد اللہ صاحب - دربند - -	20 - 00
" " "	راشدہ مبارک صاحبہ - " " - -	10 - 00
" " "	سمندر خان صاحب - " " - -	2 - 50
" " "	میاں ممتاز احمد صاحب گوجرانوالہ	10 - 00
" " "	بیگم نصیر احمد فاروقی صاحب - - -	100 - 00
2-1-74	راجہ عبد المجید صاحب - چھرکسی - -	100 - 00
" " "	بیگم " " " " - - -	50 - 00
" " "	مرحوم والدین راجہ صاحب " " - - -	100 - 00
" " "	مرحوم اللہ دتہ صاحب - بذریعہ راجہ صاحب	15 - 00
5-1-73	میاں اللہ بخش صاحب میاں ظہور احمد صاحب	20 - 00
7-1-74	چوہدری غلام باری صاحب - کوٹ باری - -	10 - 00
16-1-74	شیخ عبد الحق صاحب - ایبٹ آباد - -	50 - 00
" " "	مس اختری بانو صاحبہ - کراچی - -	200 - 00
" " "	فتح محمد صاحب ٹیلر ماسٹر - خانپور - -	2 - 00
" " "	محمد شریف صاحب - خانپور - - -	[illegible] - 00
" " "	محمد شفیع صاحب - خانپور	} 22 - 00
" " "	عبد المجید خان صاحب " " - - -	
" " "	رحمت علی خان صاحب " " - - -	
" " "	عبد الغنی صاحب " " - - -	
" " "	بیگم عبد المجید صاحب " " - - -	
" " "	عبد الرحمٰن صاحب " " - - -	
" " "	محمد اقبال صاحب چغتائی - خانپور - -	1 - 00
	کل میزان	2366 - 20

ٹرینیڈاڈ میں اسلام اور مسلمانوں کی مختصر تاریخ

سو سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ جب یہاں گنے کے کھیتوں میں حبشی اور چینی باشندے ناکام ہو گئے تو گنے کی صنعت کو تباہی سے بچانے کے لئے ہندوستانیوں کو یہاں لایا گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ ناموافق حالات میں ان نو واردوں نے اپنی انتھک محنت سے اس علاقے کو جنت میں تبدیل کر دیا آج ٹرینیڈاڈ جزائر غرب الہند میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور خوشحال جزیرہ ہونے پر بجا فخر کر سکتا ہے۔

ناموافق حالات کے باوجود یہ لوگ خدا ترس تھے اور اپنے دینی عقائد سے سختی کے ساتھ چمٹے رہے۔ اسلام کی جو چنگاری اپنے ساتھ ہندوستان سے لائے تھے اس کو روشن رکھا۔ اور ان کے سینوں میں اسلام کی محبت دوسری سب باتوں پر غالب رہی۔

اسلام کی زبردست روحانی قوت نے ان لوگوں کے قلوب کو حرارت میں ملے رکھا۔ گو انھوں نے فروعات اسلام کو گوناگوں توہمات کا جامہ پہن رکھا تھا تاہم انہوں نے بنیادی عقاید کو اصل صورت میں برقرار رکھا، وہ اپنے دین پر سختی سے قائم رہے۔ دینی محبت اور عقیدت میں فرق نہ آنے دیا۔ اور نئے حالات میں رضائے الٰہی پر کاملاً شاکر رہے۔

ابتدائی دور میں جن اہل ایمان نے اسلام کی مدھم روشنی کو جلتے رکھا اور جن کا اس دور کی مقامی اسلامی تاریخ میں نام روشن رہے گا۔ ان میں سے سید عبد العزیز کا اسم گرامی اپنی خدمات اور کردار کی بدولت سرفہرست ہے۔ ان کے متعلق بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ٹرینیڈاڈ میں اسلام کو استحکام بخشا۔ وہ تحقیقی ذوق رکھتے تھے۔ اور ان پر سر سید احمد خاں کی تحریرات کا گہرا اثر تھا۔ انہوں نے اس ملک کی پہلی اسلامی مجلس "اسلامک گارڈین ایسوسی ایشن" کے نام سے قائم کی۔

اگر ہم اس مایوسی، غربت، جہالت اور نیم غلامی کو ذہن میں رکھیں جن کا یہ فرزندان اسلام اس اجنبی ملک میں شکار تھے اور پھر ان کے کارناموں پر نظر ڈالیں۔ تو "رپ وان ونکل" بھی ان کی تعریف کرنے اور مبارک باد دینے پر مجبور ہو گا کہ انہوں نے ناموافق حالات میں ایک صدی تک اپنے دین و ایمان کو محفوظ رکھا ۱۹۱۷ء میں ایک انتہائی متقی انسان ہندوستان سے چل کر فجی اور ماریشس سے ہوتا ہوا یہاں پہنچا۔ ان کا نام نامی مولوی حاجی صوفی محمد حسن حنفی قادری تھا۔ انہوں نے بھی مقامی مسلمانوں پر اثر چھوڑا۔ سوء اتفاق سے وقت کے ساتھ ساتھ معمولی اختلافات ابھرتے رہے اور خلیج وسیع ہوتی گئی۔ کوئی دو سال بعد حاجی رکن الدین میاں عبد الغنی، رحمت، امیر بخش، امام بخش وغیرہم پر مشتمل ایک کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان سے ایک عالم کی خدمات حاصل کی جائیں۔ اس سلسلے میں اسی کمیٹی اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے درمیان خط و کتابت ہوئی اور بالآخر ۱۹۲۱ء کے اختتام پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مولانا فضل کریم خاں درانی کو بھیجا۔ آپ کو انگریزی زبان پر عبور تام حاصل تھا۔ اور آپ عیسائی مشنریوں کے حق میں بم کا گولہ ثابت ہوئے۔ اور پادری نورس کے جواب میں ان کی تحریر ایک شاہکار تھی۔ آپ نے عیسائیوں کے دلوں سے اسلام سے متعلق غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے بہت قیمتی کام کیا۔

ٹرینیڈاڈ اور ٹوباگو کے ذہین، اہل علم محبان اسلام کا احمدیت سے تعارف اس وقت ہوا جب مولانا فضل کریم خاں درانی یہاں تشریف لائے۔ بدقسمتی سے اسلام کے فرزندوں نے ان کے پیغام میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ اس زمانہ کے خیال اور علم کے لحاظ سے یہ احمدیت کے لئے نیک فال نہ تھی۔ اگر اس وقت یہاں کے اہل علم مولانا درانی کی بات پر کان دھرتے تو اس ملک میں احمدیت کی تاریخ مختلف ہوتی۔ تاہم یہاں کے لوگوں کو مسلمانوں کے اختلافات اور تحریک احمدیت کا علم ہو گیا۔

آخر جب مولوی امیر علی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مرکز سے اسلام کی تعلیمات اور احمدیہ معتقدات کا علم حاصل کر کے لوٹے تو ملک میں نئے شعور اور ذہنی بیداری نے جنم لیا۔ مسائل اور تعلیمات اسلام کو سمجھنے کے لئے آپ کا انداز فکر ایک احمدی کا تھا۔ آپ نے مصر اور نصف ایشیا کی سیاحت کی تھی واپسی پر تقویۃ الاسلام ایسوسی ایشن نے آپ کا پرجوش استقبال کیا۔ اور جلد ہی بعد ایسوسی ایشن کا مفتی مقرر کر لیا۔ جون ۱۹۳۵ء میں ایسوسی ایشن مذکور نے آپ کو لائف پریزیڈنٹ چن لیا۔

مولوی امیر علی کی سعی سے اگست ۱۹۴۷ء میں ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کے قیام سے قبل اسلامی دنیا کے حالات کا گہرا جائزہ لیا گیا۔ لیگ کی تشکیل میں عالمگیر اسلامی اخوت کو ملحوظ رکھا گیا۔ اور اعلان کیا گیا کہ جو شخص کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے وہ مسلمان ہے اور کوئی شخص اس وقت کافر ہو گا جب وہ اس کلمہ طیبہ کا انکار کرے گا۔

ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے درمیان گہرا تعاون قائم تھا۔ اپنے آغاز ہی سے لیگ نے جماعت احمدیہ لاہور کے مبلغین سے رابطہ رکھا ہے جن میں مولانا بشیر احمد منٹو، مولانا عبد الحق ودیارتھی، اور مولانا محمد طفیل شامل ہیں۔

گو لیگ کام کرتی رہی۔ لیکن آئندہ دس پندرہ سال تک کاہلی کا شکار ہو گئی اور انجام کار اپنی صفوں سے غفلت اور بے عملی دور کرنے کے لئے جدید رہنمائی کی ضرورت محسوس کی اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بدلتی ہوئی دنیا کے بدلتے ہوئے حالات میں ہم الگ تھلگ نہ رہیں بلکہ کسی عالمی ادارے سے وابستگی اختیار کر لیں جس کی غرض و غایت دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانا ہو۔ اس سلسلے میں لیگ کے پریذیڈنٹ جنرل الحاج عزیز احمد کی بے لوث انہماک و انتھک مساعی اور کونسل کے اراکین کی تائید سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ساتھ تبلیغی روابط قائم کئے گئے۔ اس رابطے کا نتیجہ ۱۹۶۶ء میں ظاہر ہوا۔ جب کہ ووکنگ مسجد انگلستان کے امام مولانا شیخ محمد طفیل کو ٹرینیڈاڈ میں تبلیغ کے لئے منتخب کیا گیا مولانا شیخ محمد طفیل نے ٹرینیڈاڈ میں اپنی شیریں کلامی، سادگی، انکساری اور محبت آمیز رویے سے لوگوں کے دلوں میں جگہ حاصل کر لی۔ اور آپ کی شخصیت ایک نیک مسلم کا نمونہ سمجھی جانے لگی۔

آپ کے قیام کی ذمہ داری مسلم لیگ کے کندھوں پر تھی۔ آپ کے کام اور لائحہ عمل کی تشکیل و تدوین کے لئے ایک بلیغ کمیٹی بنا دی گئی۔ یہ کمیٹی ان تمام جماعتوں کے نمائندوں پر مشتمل تھی۔ جو مسلم لیگ سے ملحق تھیں۔ جوں جوں لوگوں کی دینی معلومات میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور احمدیت کے متعلق وضاحت ہوتی گئی۔ جماعت میں شرکت کرنے والوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

مولانا محمد طفیل کا اس جگہ قیام تین سال سے زیادہ عرصہ رہا۔ اس اثنا میں آپ نے عربی کی تعلیم دی۔ ناظرہ قرآن پڑھایا۔ ان کلاسوں میں ہر عمر کے لوگ تھے۔ یہ کلاسیں ملک کے مختلف حصوں میں جاری کی گئیں۔ ان کے علاوہ اسلامیات، دینیات اور امامت کے کورسز جاری کئے۔ نیز ملک میں بین المذاہبی جلسوں کی ابتدا کر کے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے مابین رواداری اور مفاہمت کا راستہ کھول دیا۔ پھر آپ نے میلاد النبی اور معراج النبی کی تقریبات کے سلسلے میں ملک بھر میں جلسوں کی طرح ڈالی۔

اس دوران میں مسلم لیگ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور تبدیلی کا رخ مرکزی احمدیہ جماعت لاہور سے کلی ہم آہنگی کی طرف ہے۔ لیگ نے سرینام اور گیانا کی جماعتوں کے تعاون سے دو دفعہ سالانہ کنونشن بلائی ہے اور تب سے ویسٹرن ہمیسفیئر احمدیہ انجمن کے بانیوں میں شامل ہو چکی ہے۔

اخبار احمدیہ

محترم اے۔ آر۔ یوسف ایم اے ایڈووکیٹ کی وفات

—— احباب کرام کو یہ معلوم کر کے ازحد افسوس ہو گا کہ اے۔ آر۔ یوسف صاحب جو کچھ عرصہ سے مرض ذیابیطس کے شکار تھے۔ مورخہ ۱۲ فروری کو جہلم میں اپنی ڈاکٹر ہمشیرہ کے ہاں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم چوہدری یوسف علی خان ہیڈ ماسٹر کے فرزند اکبر تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود سے ازحد ایمانی تعلق اور جماعت سے مخلصانہ روابط رکھتے تھے۔ کچھ عرصہ مہمان خانہ احمدیہ بلڈنگس میں بھی مقیم رہے۔ جب آپ آنکھوں کا علاج کروا رہے تھے۔ آپ کی عمر ۶۰ برس کے قریب تھی۔ انگریزی زبان پر بڑی قابلیت سے قدرت رکھتے تھے۔ سلسلہ اور خدمت دین کا بڑا جذبہ و شوق دل میں موجزن تھا۔ جس کے لئے افسوس ہے انہیں موت نے مہلت نہ دی۔ اللہ تعالےٰ اپنی رحمت مغفرت کی بارشیں ان پر نازل کرے احباب کرام مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔

لاہور میں ۱۵ فروری کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے بعد نماز جمعہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھایا۔

ایور گرین پریس نمبر ۱ لٹن روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۱ | یوم چہار شنبہ ۔ مؤرخہ ۴ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ ۔ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۷۴ء | نمبر ۹

اللہ تعالےٰ سے ایک سچی صلح پیدا کرلو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ

اگر تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دیگی

حضرت مجدد زمان مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ارشادات گرامی

اللہ تعالےٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا ۔ مگر صالح بندوں کی ۔ آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو ۔ اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو ۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ ۔ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دُور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے ۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ ۔ ہر ایک اپنے آرام پر دوسرے اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے ۔ اللہ تعالےٰ سے ایک سچی صلح پیدا کرلو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ ۔ اللہ تعالےٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے ۔ اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں ۔

تم یاد رکھو ۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے ۔ تو خدا تمام رکاوٹوں کو دُور کر دے گا ۔ اور تم کامیاب ہو جاؤ گے ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اُکھاڑ کر پھینک دیتا ہے ۔ اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بار آور پودوں سے آراستہ کرتا اور ان کی حفاظت کرتا اور ہر ایک ضرر اور نقصان سے ان کو بچاتا ہے ۔ مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لاویں اور گلنے اور خشک ہونے لگ جاویں ان کی مالک پرواہ نہیں کرتا ۔ کہ کوئی مویشی آکر ان کو کھا جاوے ۔ یا کوئی لکڑ ہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دیوے ۔ سو ایسا ہی تم بھی یاد رکھو اگر تم اللہ تعالےٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی ۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالےٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالےٰ کو کسی کی پرواہ نہیں ۔ ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں ۔ پر ان پر کوئی رحم نہیں کرتا ۔ اور اگر ایک آدمی مارا جائے تو اتنی بازپرس ہوتی ہے ۔ سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کی مانند بیکار اور لاپرواہ بناؤ گے

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

بحر حکمت کے موتی

ماں باپ کو گالی دینا سب سے کبیرہ گناہ ہے

عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیہ قیل یا رسول اللہ وکیف یلعن الرجل والدیہ قال یسب الرجل ابا الرجل فیسب اباہ و یسب امہ ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کو لعنت کرے ، کہا گیا یا رسول اللہ انسان اپنے ماں باپ کو کس طرح لعنت کر سکتا ہے ۔ فرمایا ایک شخص دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے ۔ تو وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے ۔

نوٹ ۔ از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ :۔
اس طرح صرف یہی تعلیم نہیں دی کہ انسان اپنے ماں باپ کی عزت کرے بلکہ دوسرے کے ماں باپ کی بھی عزت کرے ۔ کیونکہ اگر وہ دوسرے کے ماں باپ کی عزت کرے گا تو دوسرا اس کے ماں باپ کی عزت کرے گا ۔ اخلاقِ فاضلہ کی تعلیم کا یہ بہترین طریق ہے ۔

(فضل الباری کتاب الادب ۔)

احمدیہ تحریک لاہور کا مسلک

- **متحدہ اسلام:** جس میں کسی فرقہ وارانہ تخریب کی گنجائش نہیں ۔
- **معقولیت پر مبنی اسلام:** جو اپنے عقائد کی تائید تجرباتی حقائق سے پیش کرتا ہے ۔
- **وسیع المشرب اسلام:** جو نیکی کا احترام کرتا ہے خواہ وہ کسی جگہ ملے اور مذاہب کی تعلیمات کا سرچشمہ اللہ تعالےٰ کی ذات کو جان کر اس کا احترام کرتا ہے ۔
- **ظفرمند اسلام:** جو اس بات کی تڑپ رکھتا ہے ۔ کہ محبت آمیز ترغیب اور اخلاقی اثر سے تمام دنیا کو دائرہ اسلام میں لے آئے ۔
- **ترقی پسند اسلام:** جو عالم انسانی میں ذہنی تبدیلی کے ہر موڑ پر قرآن و سنت سے نئی روشنی حاصل کرتا ہے ۔
- **زندہ اسلام:** جس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنے صالح متبعین کو ہر دور میں قرب خداوندی بخشے ۔
- **امن پسند اسلام:** جو ہر ایسے تشدد کی مذمت کرتا ہے ۔ جس کا مقصد دوسروں کو جبراً اپنے مذہب میں داخل کرنا یا مذہب میں رہنے پر مجبور کرنا ہے ۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
— لاہور —

فخر الدین احمد ۔ راولپنڈی

اسلامی ملکوں کے سربراہوں کی کانفرنس کے لئے

حضرت مجدد الوقت مہدیٔ دوران کا پیغام

گر کُنی تکفیرِ قوم خود چہ کارے کردہ
رو اگر مردی یہودے را باسلام اندر آر

۳۰ جنوری کے اخبار پیغام صلح کا مقالہ افتتاحیہ اور ۶ فروری کے شمارہ میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالے کے خطبہ جمعہ میں ردِ تکفیر اہلِ قبلہ کے بارے میں جن گرانقدر خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ مسلمانانِ عالم کی ترقی اور استحکام کے لئے بڑے مفید ہیں تکفیر اور تفسیق کا کم تر ج نسخہ اور علماء سو کا محبوب مشغلہ مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کا موجب ہے ۔ اس مہلک مرض کا علاج اس زمانے کے امام حضرت مجدد الوقت اور مہدیٔ دوران نے بڑے واضح الفاظ میں پیش کیا ہے ۔ اور فرمایا ہے کہ جب بھی دورِ خسروی کا آغاز ہوگا مسلمانوں کو پھر سے مسلمان بنایا جائے گا یعنی جن کلمہ گو اہلِ قبلہ کو کافر قرار دیا گیا تھا انہیں مسلمان سمجھا جائیگا

چو دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

اسی نسخہ پر حضرت قائدِ اعظمؒ محمد علیؒ جناح نے عمل کر کے دکھایا اور مسلم لیگ کے دروازے ہر کلمہ گو کے لئے کھول دیئے انہوں نے مسلمانانِ برصغیر کو ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جمع کر دیا اور کفر ساز ملاؤں کی کچھ پرواہ نہ کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانانِ برِ صغیر اپنے لئے "علیحدہ وطن" حاصل کرنے ... میں کامیاب ہو گئے ۔ اس جہادِ آزادی میں لڑنے والے بے تیغ تھے ۔ اور ان کی زبان اور نوکِ قلم سے اہلِ قبلہ محفوظ تھے ۔

اسلام کے عروج کے لئے حضرت امامِ زماںؑ نے "دین پروری" کو شرطِ اولین قرار دیا ہے ۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں :۔

از رہِ دیں پروری اند عروج اندر تحت
باز چوں آید بباید از ہمیں رہ بالیقیں

اسلام جب صحرائے عرب کے کناروں سے گزر کر دجلہ فرات گنگا اور اندلس کی وادیوں میں خیمہ زن ہوا تو اس کے پرستش کرنے والوں میں "دین پروری" تھی وہ بھی دین کو دنیا پر مقدم کرتے تھے ۔ آج بھی حضرت امام نے اپنے متبعین سے اسی شرط پر بیعت لی ہے ۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ دین کو دنیا پر مقدم کرتے والوں نے جو عظیم روحانی انقلاب نصف صدی میں برپا کر دیا ہے وہ یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ اگر ان مٹھی بھر مجاہدوں کی مساعی سے یورپ کے مفکروں اور ملحدوں کے نظریات بدل سکتے ہیں عیسائی مصنفین پیغمبر اسلام اور اس کے لائے ہوئے پیغام کے بارے میں نکتہ چینی کی بجائے نکتہ شناسی کرنے لگ پڑے ہیں تو اگر تمام عالمِ اسلامی میں خدمتِ دین اور اشاعت اسلام کے لئے کوششیں کی جائیں تو ان کا نتیجہ کتنا وسیع اور عالمگیر ہوگا ۔

مقامِ شکر ہے کہ پاکستان کے شہر لاہور میں اسلامی ملکوں کے سربراہوں کی کانفرنس ہو رہی ہے ۔ امید کی جاتی ہے کہ اس کانفرنس کے شرکائے اسلامی ملکوں میں اتحاد اور استحکام کے بارے میں تجاویز پر غور کرتے ہوئے ان پر عمل کرنے کے ذرائع بھی سوچ ہونگے ۔ خدا کے فضل اور کرم کے بھروسے پر ہمیں یقینِ محکم ہے کہ اس کانفرنس کا انعقاد اور اس کے فیصلے اسلام کی بقاء اور برتری کے لئے دور رس نتائج کے حامل ہونگے

لاہور اور پاکستان دنیا کے مشرق میں واقع ہیں اور رسولِ عربی صلعم نے فرمایا تھا کہ "مجھے مشرق سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے"۔ اس حدیث کا ترجمہ ڈاکٹر اقبال نے اپنی مشہور نظم میرا وطن میں یوں کیا ہے :۔

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

کچھ عجب نہیں کہ عالمِ اسلام میں اتحاد کی بنیاد جو اس کانفرنس میں پڑی ہے .... ہادیٔ اسلام صلعم کی وہ پیشگوئی پوری ہو جس کا ذکر سینکڑوں سال پیشتر احادیث میں کیا گیا تھا ۔

اس کانفرنس کے انعقاد کا سبب کافی حد تک مشرقِ وسطیٰ میں یہود کی جارحانہ پالیسی ہے ۔ اس کی اسلام دشمنی واضح طور پر عیاں ہو چکی ہے ۔ اس کے ناپاک عزائم سے اب مسلمان بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں اور اسرائیلی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے سربراہانِ مملکت ہائے اسلام ایک متحدہ محاذ اور مربوط کوششیں بروئے کار لانے کے لئے سوچ و بچار کرنے جمع ہوئے .... اس سلسلے میں سب سے پہلے ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا ہے ۔ کافر سازی کی مذموم عادات کو ترک کر کے اہلِ قبلہ کلمہ گوؤں کو کافر اور خارج از دائرہ اسلام کرنے کے فتوؤں اور مشغلوں سے اجتناب کر کے ہم جمعیت اسلام کو پارہ پارہ کرنے سے بچ سکتے ہیں ۔ جن لوگوں کا ہادیؐ ۔ جن کی شریعت حقہ ۔ عبادات اور ارکان دین ایک ہیں انہیں ایک دوسرے سے الگ کرنا امتِ مرحومہ پر ظلمِ عظیم ہے حضرت امامؑ نے اپنے زمانے کے مکفرین کو مخاطب کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا ہے

گر کُنی تکفیرِ قوم خود چہ کارے کردۂ
رو اگر مردی یہودے را باسلام اندر آر

اس شعر میں آپ نے غیر مسلموں میں سے صرف بطور مثال یہودیوں کو پیش کیا ہے عیسائیوں ۔ ہندوؤں ۔ آتش پرستوں اور مشرکوں ملحدوں میں سے کسی ایک کا بھی نام نہیں لیا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دکھایا گیا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب یہودی اسلام کے خلاف محاذ آرائی کریں گے حضرت کے زمانہ ماموریت میں یہود کی کوئی حکومت نہ تھی وہ پراگندہ اور منتشر زندگی بسر کرتے تھے ۔ اس لئے ان کو ایک طاقت نہیں خیال کیا جاتا تھا ۔ وہ تو اس صدی کے آخری نصف کے بعد ایک حکومت کی صورت اختیار کر گئے ۔ ......

حضرت امام زمان فرماتے ہیں کہ "مردِ مومن" جس کی نگاہ اور نالۂ شب سے تقدیر پلٹ جاتی ہے اپنے ہی بھائی بندوں کو کافر فاسق اور دائرۂ اسلام سے خارج نہیں بناتا بلکہ وہ دشمنانِ اسلام بالخصوص یہودی طاقت کو مطیع اور فرمانبردار بنانے کی فکر کرتا ہے ۔

خداوند قادر و توانا علیم و خبیر نے اپنے بھیجے ہوئے مامور حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ کو بشارت دی تھی کہ وہ وقت آتا ہے کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے" علم تعبیر میں کپڑوں سے مراد علم لیا جاتا ہے ۔ جیسا کہ حضرت رسولِ کریم صلعم نے حضرت عمرؓ فاروق رض کا لباس دیکھنے کے بارے میں وضاحت فرمائی کہ اس سے مراد علم دین ہے ۔ اس لئے خدائے بزرگ و برتر کا وعدہ کہ اسلامی ملکوں کے سربراہ اسی تعلیم الاسلام پر عمل پیرا ہو کر کامیاب ۔ کامگار اور برکات الٰہیہ کے مورد ہوں گے جو مجددِ زمان پیش کرے گا پورا ہو کر رہے گا ۔ زمین و آسمان بدل سکتے ہیں مگر خدا کی باتیں نہیں بدلتیں ۔ کانفرنس میں ہونے والے سربراہوں کے وفود کو بالخصوص اور مسلمانانِ عالم کو بالعموم حضرت مجددّ الوقت کی تعلیم کو اپنانا چاہیئے تاکہ اسلام پھر اسی شان سے ضوفشاں ہو جس طرح آج سے چودہ سو سال پیشتر جلوہ گر ہوا تھا ۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ

۱۔ مسلمان باہمی تکفیر اور تفسیق سے باز آ جائیں اور ان تخریبی کارروائیوں کی بجائے اپنی صفوں میں تنظیم ۔ اتحاد اور استحکام پیدا کریں ۔ اور متحد ہو کر یہود اور دشمنانِ اسلام کو اسلام کا مطیع اور فرمانبردار کر سکیں اور فرمانِ باری تعالیٰ اشداء علی الکفار رحماء بینھم پر عمل کرنے والے ہوں ۔

۲ ۔ دنیا بھر میں اسلام کا پیغامِ حریت پیش کریں ۔ اور اس غرض کے لئے تن من دھن قربان کرنے سے دریغ نہ کریں ۔ دین اور دینی ضروریات کو دنیاوی اغراض پر مقدم رکھیں ۔

ان زرّین اصولوں پر چل کر ہی مسلمان فلاح یافتہ قوم بن سکتے ہیں ۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا روح پرور نظارہ دیکھ سکتے ہیں ۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۷۴ء

رہبانیت اور اسلام

بزرگانِ اسلام پر رہبانیت کی تہمت

کچھ عرصہ سے اخبارات میں بعض بزرگانِ دین کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کیجاتی رہی ہیں جو خلافِ قرآن و سنت ہونے کے علاوہ رہبانیت کی ایسی گھنونی شکل پیش کرتی ہیں جس سے ان بزرگوں کی نیک نامی کو ایک طرف اسلام کی بھی بدنامی ہوتی ہے - چنانچہ حال ہی میں روزنامہ مشرق میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے جو حالاتِ زندگی شائع ہوئے ہیں، ان میں ذیل کے اعمال ان سے منسوب کئے گئے ہیں :-

۱- "بابا فریدالدین مسعود گنج شکر نے ایسے ایسے مجاہدے کئے جن کا تصور کرتے ہی انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے ...... مرشد پاک (حضرت بختیار کاکی) نے فرمایا طے کا روزہ رکھو اور غیب سے آئی ہوئی پاکیزہ چیز سے افطار کرو، طے کے روزہ کی صورت یہ ہے کہ صرف چند گھونٹ پانی کے ساتھ افطاری کی جاتی ہے تیسرے دن معمول کے مطابق افطار کیا جاتا ہے - روزہ رکھنے کے بعد تیسری شام کو ناواقف شخص کھانا لے آیا حضرت بابا صاحب نے اس سے روزہ افطار کر لیا لیکن جلد ہی قے ہوگئی، اور پیٹ خالی ہوگیا، اس کے بعد اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سارا ماجرا سُن کر فرمایا: مسعود! حق تعالےٰ کی نوازش شاملِ حال تھی جو یہ کھانا معدے سے نکل گیا، اسے لانے والا ایک غلط کار آدمی تھا، اب پھر طے کا روزہ رکھو اور غیب سے جو کچھ آئے اس سے افطار کر لینا، حضرت بابا صاحب نے پھر روزہ کی نیت کر لی، تیسرے دن افطار کے وقت کوئی چیز نہ آئی تو ضعف نے غلبہ کیا، عشاء کے بعد بے اختیار فرش سے چند کنکر اُٹھا کر منہ میں رکھ لئے، یہ کنکر منہ میں جاتے ہی شکر بن گئے، حضرت بابا صاحب نے یہ سوچ کر کہ کہیں شیطان کی یہ کارستانی نہ ہو تھوک دیا اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے - آدھی رات کو پھر بھوک لگی تو آپ نے دوبارہ کنکر منہ میں ڈال لئے جب ایک بار پھر شکر بن گئے تو انہیں بھی تھوک دیا - اس مرتبہ صبح کے وقت پھر بھوک نے پریشان کیا تو تیسری بار کنکر کھائے وہ اب بھی شکر بن گئے تھے، صبح کو مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا، انہوں نے فرمایا مسعود! تم نے اچھا کیا جو ان کنکروں سے روزہ افطار کیا جو کچھ غیب سے ہوتا ہے اچھا وہی ہوتا ہے، جاؤ شکر کی طرح شیریں رہو گے - اسی دن سے فریدالدین گنج شکر کہلانے لگے -"

اور سُن لیجئے :-

"بابا فریدالدین مسعود گنج شکر نے اپنے مرشد سے اور زیادہ مجاہدے کی اجازت طلب کی، حکم ہوا چلہ معکوس کرو - اس چلہ کا طریقہ یہ ہے کہ چلہ کرنے والا رات کو پاؤں میں رسی باندھ کر کنوئیں میں اُلٹا لٹک جاتا ہے اور عبادت میں مصروف رہتا ہے، تاہم احتیاط کی جاتی ہے کہ اس کی شہرت نہ ہونے پائے - حضرت بابا صاحب ایسے مقام کی تلاش میں روانہ ہوئے پہلے آبائی گاؤں کھتوال میں پہنچے اور والدہ کی خدمت میں رہنے لگے، بعد میں اُچ شریف پہنچے جہاں مسجد اُچ میں چلہ معکوس کیا، ریاضتوں کا یہ سلسلہ طویل عرصہ تک جاری رہا جس کی وجہ سے آپ بہت کمزور ہو گئے"

ایک اور مجاہدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ :-

"حضرت بابا صاحب بارہ برس تک صائم رہے - اس عرصہ میں بہت کم کھایا - گلے میں ایک کاٹھ کی روٹی لٹکا رکھی تھی، جب بھوک غلبہ کرتی تو آپ روٹی پر دانت مارتے - چنانچہ اس روٹی پر دانتوں کے نشان آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں، یہ روٹی آپ کے آستانہ پر محفوظ ہے، بارہ سال کی اس ریاضت کے بعد جب اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے چوبی روٹی کا ذکر سُنا تو فرمایا کہ یہ کیسا روزہ ہے کہ کاٹھ کی روٹی رکھتے ہو گویا ابھی تک حرص روٹی کی نہیں گئی - ابھی تم پر نفس غالب ہے - جاؤ اور بغیر چوبی روٹی کے صائم رہو، چنانچہ بابا فرید صاحب نے کاٹھ کی روٹی پھینک دی اور پھر بارہ برس تک صائم رہے -"

یہ وہ مجاہدات ہیں جو اس بزرگ ولی اللہ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جس کے متعلق اسی مضمون میں لکھا ہے، کہ :-

"حضرت بابا صاحب نے اپنی تمام زندگی قرآن اور سنت کی پیروی میں گذار دی تمام عمر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ اقدس کو مشعلِ راہ بنا لیا"

کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ کون سے قرآن اور کونسی سنت کی پیروی میں حضرت بابا صاحب نے یہ مجاہدات کئے، کیا قرآن کریم میں کہیں طے کا روزہ لکھا ہے؟ کیا بارہ بارہ برس تک صائم رہنا اور ...... بھوک کے وقت کاٹھ کی روٹی پر دانت مارنا کہیں قرآن کی کسی آیت یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں پایا جاتا ہے؟ اور کنوئیں میں اُلٹے پاؤں لٹک کر چلہ معکوس کرنیکا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ اقدس میں کہیں نظر آتا ہے؟ قرآن اور سُنت تو ایک طرف رہے کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا بھی بزرگ ہو (اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بزرگ کون ہو سکتا ہے) اس قدر لمبے عرصہ تک بھوکا رہ کر اور کنوئیں میں اُلٹے پاؤں لٹک کر زندہ بھی رہ سکتا ہے؟ افسوس ہے کہ ایسی خلافِ قرآن و سُنت اور خلافِ عقل باتیں بزرگوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگوں نے ان لوگوں کی طرزِ عبادت اختیار کر لی تھی جن کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے و رھبانیۃ ن ابتدعوھا ماکتبنٰھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا - یعنے انہوں نے ایسا راہبانہ طریقِ عبادت اختیار کر لیا ہے جو ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا - پھر وہ حد سے بڑھ گئے اور ٹھیک طور پر اسکو نبھا نہ سکے، اس ارشادِ باری سے ظاہر ہے کہ اسلام ایسے راہبانہ طریقِ عبادت کو پسند نہیں کرتا جو قرآن و سُنت سے ثابت نہیں -

افسوس ہے حضرت بابا فریدالدین گنج شکر اور ایسے ہی دوسرے بزرگوں کی طرف اسی قسم کے راہبانہ طریقِ عبادت کو منسوب کرکے جہلاء کو توخوش کر لیا جاتا ہے لیکن یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ اہلِ علم ان کے متعلق کیا کہیں گے اور وہ اسلام کو کیا سمجھیں گے -

اگر ہم نے اس زمانہ میں ایک بہت بڑے ولی اللہ (حضرت مرزا غلام احمد صاحب) ..... کو نہ دیکھا ہوتا اور ان کے ذریعہ قرآن و سُنت سے واقفیت حاصل نہ ہوتی، تو معلوم نہیں سابق بزرگانِ دین کے متعلق ایسی باتیں سُن کر ہم بھی اسلام کو کیا سمجھتے حضرت مرزا صاحب نے قرآن و سنت کے رُو سے جس مجاہدہ کا حکم اپنے مریدوں کو دیا وہ ہے اشاعتِ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قلمی و لسانی جہاد - حضرت مرزا صاحب کے بتائے ہوئے اس مجاہدہ کے پیشِ نظر ہم کہہ سکتے ہیں، کہ بابا فریدالدین گنج شکر اور دیگر بزرگانِ دین بھی اسی مجاہدہ پر عمل پیرا تھے - بعد میں لوگوں نے ایسی کہانیاں بنا کر ان کی طرف منسوب کر دیں جو صحیح نہیں، اخبارات کو چاہیئے کہ ان بے سرو پا کہانیوں کے ذریعہ ان بزرگوں کی طرف ایسے اعمال منسوب نہ کریں جو کتاب و سنت کے خلاف اور علم و عقل کے منافی ہیں -

آفتابُ الدین احمد ہومیو پیتھک فری دارالشفاء - سہ ماہی جائزہ

ا - مریضوں کی تعداد: لاہور شہر = ۸۹۰ - بیرون لاہور: ۲۶۵ - بیرون پاکستان: ۲

ب - جلسہ سالانہ پر محترمہ سلمےٰ ناصر اور عزیزہ نجم الاسلام نے معزز خواتین سے ۵۲۶ روپے کے عطیات جمع کئے ہیں - اللہ تعالےٰ معطی خواتین اور فراہم کنندگان کو جزائے خیر دے - ادارہ ان سب کا ممنون و شکر گذار ہے -

ج - محترمہ یاسمین خالد کوئٹہ سے - /۶۰۰ روپے کا گرانقدر عطیہ موصول ہوا ہے موصوفہ اور ان کے شوہر نامدار سرگودھا کے ان معزز خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں جو دارالشفاء کی سرپرستی اور معاونت میں پیش پیش ہیں - اللہ تعالےٰ ان سب پر اپنے افضال کی بارش کرے - آمین -

سیکرٹری ادارہ دارالشفاء

اخبار و افکار

پنجاب کی مذہبی تحریکیں

روزنامہ مشرق مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۷۴ء میں مسٹر عبدالسلام خورشید نے مسلم سربراہ کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں لاہور کی "خصوصی تاریخی اہمیت" کا ذکر کرتے ہوئے ان خاص سیاسی و مذہبی تحریکات کا ذکر کیا ہے جو کہ اس تاریخی شہر سے اُٹھیں۔ انہی میں سے ایک تحریک کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:-

"پنجاب ہی کی سر زمین تھی جہاں سے ایسی مذہبی تحریکیں اُٹھیں، جن کے عقائد سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن جنہوں نے قرآن حکیم کو دنیا کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ کرکے ساری دنیا میں پھیلا دیا اور دُور دراز مقامات پر تبلیغی مشن قائم کئے انگریزی زبان میں اسلام پر جتنی کتابیں لاہور میں چھپیں، اس کی مثال دنیائے اسلام کا کوئی شہر پیش نہیں کر سکتا۔"

یہ کونسی تحریک ہے، مسٹر عبدالسلام خورشید نے جن خدمات اسلام کا ذکر کیا ہے، ان کا انتساب جماعت احمدیہ لاہور کے سوائے اور کسی جماعت کی طرف نہیں ہو سکتا، ہم اس اعتراف کے لئے ان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں.....

.... اور یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس قدر شاندار خدمات اسلام کرنے والی جماعت کے کونسے ایسے عقائد ہیں جن سے "اختلاف ہو سکتا ہے" کیا اس عقیدہ سے حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ اس صدی کے مجدد ہیں؟ فی الحقیقت اسی عقیدہ اور حضرت مرزا صاحب کی تعلیم ہی نے تو اس جماعت کو ایسی خدماتِ جلیلہ کی توفیق عطا کی، پھر اس سے اختلاف کیوں؟

اخوت اسلامی لندن ٹائمز کی نظر میں

برطانیہ کی خبر رساں ایجنسی بی بی سی کی اطلاع ہے کہ لندن "ٹائمز" نے لاہور کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ "مسلمان متحد ہونا چاہتے ہیں تو انہیں وطنیت کے بتوں کو توڑنا ہوگا۔ اخبار نے ایک اداریہ میں کہا ہے کہ اگرچہ مراکش سے انڈونیشیا تک مسلمان ہی مسلمان نظر آ رہے ہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسلمان اسلام کے اس بنیادی نظریہ کو بھول چکے ہیں جس کے مطابق سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور وہ رنگ، نسل، جگہ، مقام، زبان اور جغرافیائی فاصلوں کے اثرات سے بالکل بالا تر ہیں۔

ٹائمز نے لکھا ہے کہ آج کے مسلمانوں میں وطنیت کا زہر پھیل چکا ہے وہ مسلمان ہونے کے بجائے مراکشی، بھارتی عرب اور انڈونیشی کہلانے میں زیادہ فخر محسوس کرتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کو متحد کرنا مقصود ہے تو وطنیت کا زہر ختم کرنا ضروری ہے۔"

یہ وہ حقیقت ہے جس کی طرف جماعت احمدیہ مدتوں سے توجہ دلا رہی ہے۔ لیکن مسلمانوں کے اندر وطنی و لسانی، نسلی تفریقات کے علاوہ فروعی مذہبی مسائل میں اختلاف پر بھی باہمی تکفیر کا زہر ایسا سرایت کر چکا ہے کہ اس کا ازالہ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ تعجب ہے ٹائمز جیسے غیر اسلامی اخبار کو تو اسلام کا بنیادی نظریہ اخوت نظر آ گیا لیکن مسلمان خود اس نظریہ کو بھول چکے ہیں، خدا کرے لاہور کی سربراہی کانفرنس اس نظریہ کو دوبارہ سربلند کرکے دلوں کے اندر بٹھانے میں ممد و معاون ثابت ہو۔

اسلامی زوال کا صحیح علاج

میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی پاکستان نے اسلامی سربراہ کانفرنس کے نام ایک کھلا مکتوب شائع کیا ہے جس میں اسلامی مملکتوں کے زوال اور پیش آمدہ مشکلات کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ:-

"قرن اوّل میں جو دیکھتے دیکھتے مسلمان ایک عظیم اور وقت کی سوپر پاور (SUPER PAWER) بن گئے تھے تو ان کا اپنے نظام حیات یعنی وحدہٗ لاشریک کی بے آمیز فرمانبرداری، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اور مخلصانہ اطاعت اور قرآن و سنت پر غیر متزلزل ایمان لا کر ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جانا تھا۔ چنانچہ یہ امر بھی سب کے سامنے ہے کہ جیسے جیسے مسلمان ان چیزوں کو پس پُشت ڈال کر ان سے دُور ہوتے چلے گئے ان کی اجتماعی قوت کم ہوتی چلی گئی۔"

یہ بالکل صحیح ہے اور اسی حقیقت کی طرف حضرت مجدد زمان علیہ السلام نے ذیل کے ایک ہی شعر میں واضح اشارہ کیا ہے

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر گذشت
باز چوں آید بیابد از ہمیں رہ بالیقیں

یعنے ماضی میں مسلمانوں کو جو عروج حاصل ہوا تو وہ دین کی پرورش اور متابعت کا نتیجہ تھا) دوبارہ بھی جب عروج حاصل ہوگا تو وہ یقیناً اسی راہ سے ہوگا۔

افسوس ہے مسلمانوں نے اس مامور من اللہ کی آواز کو سننا گوارا نہ کیا، اور دین کو چھوڑ کر دوسرے ایسے رستے اختیار کر لئے جو عروج کی بجائے ان کے انحطاط کا موجب ہوئے۔ اب بھی اگر دین کو اپنا رہنما بنا کر اس پر عمل پیرا ہو جائیں اور اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنا شعار بنا لیں تو اللہ تعالےٰ انہیں ویسا ہی عروج عطا فرمائے گا جو قرون اولےٰ میں انہیں حاصل ہوا تھا۔

"غیر مبائعین" کون ہیں؟

ربوائی رسالوں اور جرائد کو جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق جب کبھی کچھ لکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو انہیں "غیر مبائعین" کہنا وہ موجب ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ جن لوگوں نے مامور من اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے، وہ غیر مبائعین کیسے ہو سکتے ہیں، غیر مبائعین تو وہ ہیں، جنہوں نے مامور من اللہ کی بیعت کو فسخ کرکے غیر مامور کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اور ایسی گدّی کی پرستش کر رہے ہیں، جس کے غلط احکام کے آگے چوں و چرا نہیں کر سکتے، خواہ ادنیٰ ادنیٰ مبلغین کو مجدد قرار دے کر مامورِ الٰہی کی تضحیک کی جائے یا گھوڑ دوڑ اور سائیکل دوڑ کے مشغلوں میں انہیں اُلجھا کر مسیح موعودؑ کے مسلک سے دُور پھینک دیا جائے، شکر ہے کہ ہم اس گدّی پرستی سے علیحدہ ہو کر مسیح موعود کے مسلک پر قائم اور آپ کی بیعت کا مقصد پورا کر رہے ہیں، اس لئے مبائعین ہم ہیں نہ کہ اہل ربوہ۔

ربوہ کا فلسطینی مرکز

ربوائی ماہنامہ "الفرقان" ماہ فروری ۱۹۷۴ء نے جماعت اسلامی کے ہفت روزہ "ایشیا" کی ایک غلط رپورٹ کی بناء پر یہ شکایت کی ہے کہ مدیر "پیغام صلح" اور حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ربوہ کے فلسطینی مرکز کو اسرائیلیوں کا آلۂ کار قرار دیا ہے، حالانکہ "الفرقان" کو خوب معلوم ہے، حضرت امیر ایدہ اللہ نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہی نہ انہوں نے کبھی ربوائی جماعت کو قابلِ خطاب سمجھا یا اس کے متعلق کچھ کہا ہے۔ "الفرقان" کا "ایشیا" کے غلط بیان کو مدار ایمان ٹھہرا کر اس پر عمارت کھڑی کرنا کہاں کی ایمانداری ہے اور اس کے اس فتوے پر کہ:-

"جہاں تک قادیانی جماعت ربوہ اور لاہوری جماعت کا تعلق ہے ہم دونوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے" (ایشیا لاہور ۳ فروری ۱۹۷۴ء)

خوشی خوشی بغلیں بجانا کیونکر روا ہو سکتا ہے جبکہ "ایشیا" کے گورو مولنا مودودی کا کھلا فتوےٰ ہے کہ:-

"مرزا غلام احمد صاحب کے متبعین قادیانیوں اور احمدیوں کو میں ایک CATEGORY میں نہیں سمجھتا، قادیانی گروہ میرے نزدیک فرق اسلامیہ سے خارج ہے مگر احمدی گروہ فرق اسلامیہ میں ہی ہے۔" (مقتبس از خط[1] مولنا مودودی مورخہ ۲۳ محرم الحرام ۵۰ھ)

[1] یہ خط مولنا مودودی نے پٹھانکوٹ سے کسی شخص کے سوال کے جواب میں لکھا تھا جس کی فوٹو سٹیٹ کاپی ہمارے پاس موجود ہے۔

الاحمدیہ

حضرت مولینا محمد علیؒ صاحب کی تفسیر قرآن پر ندوی صاحب کا تنقیدی جائزہ

از شیخ محمد طفیل صاحب ۔ (ترجمہ از انگریزی فخرالدین احمد)

(قسط نمبر ۴)

ان تمہیدی امور کے بعد بہتر معلوم ہوتا ہے کہ جناب ندوی صاحب نے جن آیات کی تفسیر پر اعتراضات کئے ہیں ان کا جائزہ لیا جائے ۔

پہاڑ کی چٹان سے چشموں کا بہنا ۔

قرآن کریم کی سورۃ البقرہ میں آتا ہے کہ جب حضرت موسٰے علیہ السلام نے خدا سے پانی کے لئے دُعا کی تو حکم ہوا کہ اپنے عصا کو مار ایسا کرنے سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں نے سیر ہو کر پانی پیا ۔ قرآنی آیات یہ ہیں :۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ

ترجمہ : اور جب موسٰی نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنا عصا چٹان پر مار پس اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ۔ سب قبیلوں نے اپنا اپنا گھاٹ جان لیا ۔[1]

اب اگر ان آیات کا مطلب بیان کرتے وقت الفاظ کو ہی مدِ نظر رکھا جائے اور ان کو مجاز اور استعارہ پر محمول نہ کیا جائے تو لازماً ماننا پڑے گا کہ یہ کوئی مافوق الفطرت واقعہ تھا ۔ اور عہد رسالت سے آج تک ایسا ہی سمجھا گیا ہے ۔ البتہ ایسا وقوع میں آنا روز مرّہ کے مشاہدہ اور علم طبقات الارض کے عام قوانین کے خلاف ہے ۔ اس لئے مولوی محمد علی صاحبؒ نے ظاہری معنوں کو چھوڑ کر ضرب اور عصا کے وہ معنی بیان کئے ہیں جو کلامِ عرب میں خاص ترکیب اور خاص محاورات میں بطور مجاز و استعارہ کے مراد لئے جاتے ہیں (خلاصہ اعتراض جناب ندوی صاحب)

تفصیل میں جانے سے پیشتر مولینا محمد علی صاحب کی تفسیر کے اصلی الفاظ دیکھ لئے جائیں تو بہتر ہوگا :۔

" اضرب بعصاك الحجر کے معنی دو طرح ہو سکتے ہیں ۔ اپنا سونٹا چٹان پر مارو ۔ اپنے سونٹے سے چٹان پر چلے جاؤ ۔ اضرب کے معنی ہیں مارنا شق کرنا ۔ آگے بڑھنا ۔ ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانا ۔ تمثیل بیان کرنا ۔ اس کے اور معنی بھی آتے ہیں ۔ حقیقت میں ماسوائے چند حالتوں کے اضرب ہر فعل کے صادر ہونے پر استعمال ہوتا ہے (تاج العروس) جب اس کا مفعول ارض یا زمین ہو تو اس سے مراد اِدھر اُدھر جانا یا راستہ تلاش کرنا ہوتا ہے ۔ پس ضرب الارض کے معنی زمین میں چلنا ہوتے ہیں ۔ یہاں بھی اضرب کا مفعول الحجر ہے ۔ جس کے معنی ہیں چٹان یا دشوار گذار پہاڑ ۔ جیسا کہ ثعلبی نے وضاحت کی ہے ۔ عصا کے عام معنی سونٹا کے ہیں ۔ آئمہ لغت نے عصا کے اصل معنی اجتماع اور ائتلاف لکھے ہیں (لسان العرب) یعنی اکٹھا ہونا اس لئے عصا کے معنی جماعت اور عصوت کے معنی میں نے جمع کیا لغت میں آتے ہیں ۔ خوارج کے متعلق آتا ہے ۔ شقوا عصا المسلمین ۔ یعنی انہوں نے مسلمانوں کی جماعت میں اختلاف ڈال دیا (لسان العرب) ۔ اس لئے اضرب بعصاك الحجر کے معنی تین طرح ہو سکتے ہیں ۔ اپنا سونٹا چٹان پر مارو ، اپنے سونٹے سے چٹان پر چلے جاؤ ۔ اپنی جماعت کے ساتھ چٹان پر چلے جاؤ ۔ قرآنی الفاظ سے مراد یا تو یہ ہے کہ موسٰے کو حکم دیا گیا کہ ایک خاص چٹان پر سونٹا مارو ۔ اس عمل سے بارہ چشمے قدرت الٰہی سے اعجازی طور پر پھوٹ نکلے یا ایسے پہاڑ پر چلے جاؤ جہاں چشمے بہتے ہیں[2] "

جناب ندوی صاحب فرماتے ہیں :۔

" ان آیات کی تفسیر میں مولینا نے " اپنی جماعت کے ساتھ پہاڑ پر چلے جاؤ " کے معنی اس لئے اختیار کئے ہیں کہ اس معجزہ اور خارق عادت واقعہ کے ماننے اور اس کا ثبوت پیش کرنے سے وہ بچ جائیں اور ان کے ذہن پر ایمان بالغیب اور تصدیق معجزات کا بوجھ نہ پڑے[3] "

اگر جناب ندوی صاحب اس بیان میں کوئی خارق عادت واقعہ تلاش کر رہے ہیں تو حضرت موسٰے کے بارے میں اس قصے پر زیادہ معجزنمائی ہے کہ وہ ایک پتھر لئے پھرتے تھے اور جہاں کہیں اس کو سونٹا مارتے اس سے پانی بہہ نکلتا ۔ یہ قصہ بھی عہد رسالت سے اس وقت تک روایت کیا جاتا رہا ہے ۔ کہتے ہیں کہ یہ پتھر بیل کے سر جتنا مکعب کی شکل میں تھا اور اسے ایک بیل پر لادا جاتا تھا ۔ جب حضرت موسٰے زمین پر رکھ کر سونٹا مارتے اس سے پانی بہہ نکلتا اور جب اسے پھر سونٹا مارتے تو وہ خشک ہو جاتا ۔ ایسے بھی مفسرین ہیں جنھوں نے صرف اسی قصے کو قبول کیا ہے[4] ۔ اس لئے ندوی صاحب خود بھی ایک بڑے معجزے کو تسلیم کرنے سے پہلو تہی اختیار کرتے ہیں ۔ شاید وہ بھی " ایمان بالغیب اور تصدیق معجزہ " کا بوجھ اپنے ذہن پر برداشت نہیں کر سکے ۔ اس قصے کے متعلق حضرت مولینا مرحوم نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے جناب ندوی نے اس کے ذکر کو بالکل حذف کر دیا ہے ۔ قارئین کی واقفیت کے لئے ہم حضرت مولینا کی تفسیر کا یہ حصہ ذیل میں درج کرتے ہیں :۔

" مفسرین کے اس قصے کی بنیاد قرآن و حدیث پر نہیں کہ حضرت موسٰے کے ساتھ تین فٹ مربع کا ایک پتھر رہتا تھا ۔ جہاں اسے جنگل میں رکھکر سونٹا مارتے اس سے بارہ چشمے نکل پڑتے ۔ قرآن کریم کی عبارات بتلاتی ہے کہ یا تو حضرت موسٰے کو حکم دیا گیا کہ کسی خاص چٹان پر اپنا عصا مارو جہاں سے اعجازی طور پر پانی اُبل پڑتا یا ایک ایسے پہاڑ پر چلے جاؤ جہاں چشمے بہتے ہیں[5] "

ندوی صاحب نے حضرت مولینا مرحوم کی خط کشیدہ عبارت والی توجیہ تو مان لی ہے البتہ پہاڑ پر چلے جانے والی توجیہ قبول نہیں کی ۔

حقیقت یہ ہے کہ مولینا مرحوم نے ان دونوں تشریحوں میں معجزہ سے انکار نہیں کیا[6] ۔ بنی اسرائیل کے لئے بیابان میں پانی کی دستیابی ایک اہم ضرورت تھی ۔ قوم کا ٹھکانا سوائے پانی کے نہ ہو سکتا ۔ ان کے اضطراب کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ وہ حضرت موسٰے کو سنگسار کرنے پر تُل گئے تھے اس موقعہ پر باری تعالٰے نے حضرت موسٰے کو وحی کی اور ایسے پہاڑ کا علم دیا جہاں پانی موجود تھا ۔ دراصل یہی " الہامی علم اور اخبار غیبیہ " معجزہ ہے اور اس فوق العادت واقعہ کا ماخذ ۔ مولینا مرحوم کی اوپر بیان کی گئیں ، دونوں توجیہیں اس بنیادی صداقت کو تسلیم کرتی ہیں ۔

---

[1] سورۃ البقرۃ ۲ : ۶۰

[2] انگریزی تفسیر القرآن صہ ۲۹

[3] Qadianism ۔ صفحہ ۱۳۵ ۔ ۱۳۶

[4] تفسیر ابن کثیر

[5] انگریزی تفسیر القرآن صہ ۲۹

[6] احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ کرتے وقت (ندوی صاحب نے کم و بیش ایک ماہ میں یہ کام سرانجام دیا ہے جیسا کہ وہ انگریزی کتاب کے صہ ۱۱ پر لکھتے ہیں) ۔ انہوں نے ان باتوں کو محل اعتراض ٹھہرایا ہے جو ان کے ذہن میں تحریک احمدیت کے متعلق پہلے ہی مرتسم تھیں ۔ اس لئے وہ حقائق سے منہ موڑ کر اسی بات پر اصرار کرتے نظر آتے ہیں کہ مولینا محمد علیؒ معجزات کے منکر ہیں ۔ انہیں گوارا نہیں کہ اس موضوع پر حضرت مولینا کے اس واضح اعلان کا بھی ذکر کرتے کہ " انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا " (بیان القرآن جدید ایڈیشن ۱۹۷۴ء صہ ۲۱۲) پس حضرت مولینا مرحوم انبیاء کے معجزات سے تو انکار نہیں کرتے البتہ اسرائیلی قصوں اور بعض مفسرین کے من گھڑت افسانوں کو ضرور ردّ کرتے ہیں ۔

از پروفیسر غلام محمد خادم صاحب ۔ ملتان

ملتان میں تین بزرگانِ جماعتِ احمدیہ لاہور کا وُرُودِ مسعُود

مورخہ ۳۰/۱/۶۲ کو محترم جناب مولینا عبدالمنان عمر صاحب مبلغ اسلام اور محترم جناب مرزا مسعود بیگ صاحب جنرل سیکرٹری بذریعہ کوئٹہ ایکسپریس لاہور سے ملتان تشریف لائے ۔ ان کے استقبال کے لئے سٹیشن ملتان چھاؤنی پر محمد شریف خان صاحب صدر جماعت احمدیہ ملتان ۔ مولوی محمد علی صاحب مبلغ اسلام اور ملک دوست محمد صاحب موجود تھے ۔ حسنِ اتفاق سے خان بہادر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب پہلے سے ہی ملتان میں اپنے فرزند ارجمند محمد سعید صاحب ملٹری انجنیئر کے ہاں تشریف لائے ہوئے تھے ۔ ان تینوں بزرگوں نے ۳۱/۱/۶۲ کو بروز جمعرات ملتان میں مختلف احباب جماعت سے ملاقاتیں کیں ۔ مولوی محمد علی مبلغ اسلام ملتان بھی ان کے ہمراہ رہے ۔ یہ حضرات سب سے پہلے محترم جناب رشید احمد صاحب خلف الرشید میاں فضل احمد صاحب مرحوم مغفور کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے طویل ملاقات کی ۔ دوپہر کا کھانا بھی ان کے ہاں کھایا ۔ خدمتِ دین، اشاعت قرآن اور استحکام جماعتِ احمدیہ ملتان کے متعلق دو گھنٹے گفتگو ہوتی رہی ۔ خدا کے فضل وکرم سے یہ ملاقات نہایت خوشگوار اور نتیجہ خیز ثابت ہوئی ۔ محترم میاں رشید احمد صاحب کی پُر خلوص خدماتِ دینیہ قابلِ فخر ہیں ۔ ان سے مل کر ہر سہ بزرگوں نے قلبی راحت پائی اور اپنی انبساط کا اظہار فرمایا ۔ اللہ تعالے میاں صاحب موصوف کو کامل صحت و عافیت ۔ عمرِ دراز اور حسنات و برکات عطا فرماوے ۔ اور خدمتِ دین کی بیش از بیش توفیق اور مہلت عطا فرماوے ۔ آمین ثم آمین ۔

بعد ازاں اسی روز ان حضرات نے جماعتِ ملتان کے دیگر احباب محترم میاں ظفر سلیم ۔ محترم میاں فاروق احمد ہمایوں اور محترم میاں بشارت احمد ۔ پروفیسر غلام محمد خادم اور پروفیسر ارشاد احمد ...... صاحب سے ان کے ہاں جا کر ملاقات کی دوسرے روز نماز جمعہ سے قبل محترم بزرگ محمد حسین صاحب ٹھیکہ دار ۔ محترم میاں بشارت احمد صاحب اور محترم میاں مبارک احمد صاحب سے ملاقات کی ۔

نماز جمعہ حسب معمول میاں نثار احمد صاحب کی کوٹھی کے لان میں ادا کی گئی ۔ خطبہ جمعہ حضرت قبلہ ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے پڑھا ۔ خطبہ نہایت پُرسوز ۔ پُر تاثیر اور رقت آمیز تھا ۔ محترم میاں رشید احمد صاحب مع برادران صاحبان شریک نماز ہوئے ۔ ان کی تشریف آوری سے تمام افراد جماعت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ۔ ملتان شہر اور چھاؤنی کے علاوہ بیرونی جماعتوں سے بھی متعدد احباب تشریف لے آئے ہوئے تھے ۔ ڈیرہ غازی خاں سے مخدوم محمد اختر صاحب ایم ۔ اے ۔ پرنسپل ۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب لائبریرین مظفر گڑھ سے عبدالغنی صاحب ۔ بہاولپور سے محترم عبدالعزیز گارڈ اور رحمت اللہ صاحب چیچہ وطنی سے مولوی مراد علی صاحب اور مولینا عبدالمجید صاحب ۔ نیز اسماعیل آباد سے بھی احباب آئے ہوئے تھے ۔ ان سب کی تشریف آوری سے جماعت ملتان کے احباب کو بہت مسرت ہوئی ۔ بہرکیف خدا تعالے کے فضل وکرم سے یہ اجتماع نہایت پُر رونق اور پُر لطف رہا اور جماعت ملتان کے اندر ایک نئی روح اور بیداری پیدا کرنے کا باعث بنا ۔ الحمد للہ ۔

جمعہ نماز کے بعد محترم جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے حاضرین سے خطاب فرمایا ۔ آپ نے احباب جماعت ملتان سے ملاقات پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا ۔ اور استحکام جماعت اور تبلیغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ضرورت پر زور دیا ۔ اور باہمی اتفاق محبت اور اشتراک عمل کی تاکید کی اور میاں صاحبان ملتان و لائل پور کی بے لوث خدمات دینیہ کو بہت سراہا اور بطور نمونہ پیش کیا ۔ جماعت کو تلقین فرمائی کہ احمدیت کی شاندار روایات کو برقرار رکھا جائے ۔

اس کے بعد میاں نثار احمد صاحب نے تقریر فرمائی جس میں انہوں نے فرمایا کہ مرکز کو اور زیادہ فعال اور مستعد بن جانا چاہیئے ۔ تاکہ جماعت کو اور زیادہ استحکام اور وسعت ملے جس کی اشد ضرورت ہے ۔ دفتر انجمن کی کارکردگی کو بہتر بنایا جائے ۔ اور انتظامیہ کو زیادہ سے زیادہ .... REPRESENTATIVE بنایا جائے ۔ ایسا نہ ہو کہ کسی جماعت سے کوئی تجویز یا قرار داد جائے اور وہ مرکز میں تغافل کا شکار ہو جائے ۔ اور اس کا جواب تک بھی نہ دیا جائے ۔ کیونکہ جماعتوں میں اس سے بد دلی اور مایوسی پھیلتی ہے نیز انجمن کو ملتان میں جماعت کے لئے مسجد اور مرکز کے قیام کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے ۔

میاں نثار احمد صاحب کو میں نے یقین دلایا کہ انجمن کے کارکن اپنی طرف سے پوری تندہی اور پورے خلوص کے ساتھ کام کرتے ہیں ۔ آئندہ اس بات کا خیال رکھا جائیگا کہ کوئی ایسی کوتاہی نہ ہو جس سے بیرونی جماعتوں کے احباب کو کسی قسم کی شکایت کا موقعہ ملے ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ملتان میں مسجد اور مرکز کے قیام کی طرف بھی مناسب توجہ کی جائے گی ۔ اور اس بارے میں انجمن ضروری اقدام اُٹھائے گی ۔

چار بجے یہ پُر لطف تقریب ختم ہوئی نمازِ عصر بھی وہیں ادا کی گئی ۔ اس کے بعد سب صاحبان قریب ہی عزیز ہوٹل میں تشریف لے گئے جہاں محترم جناب محمد شریف خاں صاحب خلف الرشید عبدالعزیز خان صاحب مرحوم و مغفور کی طرف سے ٹی پارٹی کا انتظام تھا ۔ اس ضیافت کے بعد محترم جناب مولینا عبدالمنان عمر صاحب نے ایک نہایت عالمانہ اور فاضلانہ تقریر فرمائی ۔ جس سے حاضرین کو بہت ہی روحانی خوشی ہوئی آپ کے مواعظ حسنہ سے نوجوانوں پر بہت اچھا اثر ہوا اور تمام احباب جماعت کے دلوں میں احمدیت کے روشن مستقبل پر ایمان تازہ ہو گیا الحمد للہ ۔

معزز مہمانوں کے لئے شام کے کھانے کا انتظام جناب محترم میاں نثار احمد صاحب کی طرف سے تھا ۔ تحدیث نعمت کے طور پر اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ میاں نثار احمد صاحب جماعتِ ملتان کے ایک بہت بڑے رکن ہیں جو جماعتِ ملتان کے سیکرٹری بھی ہیں ۔ آپ خدا تعالے کے فضل سے نہایت مخلص ۔ دردمند ۔ روشن خیال اور بیدار مغز ہیں ۔ جماعتی استحکام کے کاموں میں گہری دلچسپی لیتے ہیں ۔ وہ اور ان کے بچے عیدین کے موقعوں پر احباب جماعت کی بے لوث خدمت کرتے ہیں اور ہر عید کی تقریب کو بہت بارونق بناتے ہیں ۔ ان کے دم قدم اور حسنِ انتظام سے ملتان میں نماز جمعہ باقاعدہ ادا ہوتی ہے ۔ الحمد للہ

اب قارئین کرام کے لئے روحانی ضیافت کے طور پر جناب خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے خطبہ جمعہ اور جناب مولینا عبدالمنان عمر صاحب کی تقریر کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے ۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے تعوذ اور تشہد کے بعد تلاوت سورۃ الحدید آیات ۱۷ ۔ ۱۸ ۔ اور تلاوت سورۃ الزمر ۳۹ آیت ۲۳ سے اپنا خطبہ شروع کیا ۔ جس میں آپ نے قرآن کریم کی عظمت بیان کی کہ اللہ تعالے نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے ۔ اس پاک کلام کی تاثیر اور عظمت سے ان کے دل کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں ۔ پھر ان کے بدن اور ان کے دل اپنے ربّ کے ذکر کے لئے نرم ہو جاتے ہیں ۔ یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہدایت ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے ۔ اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ ٹھہرائے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ۔

قرآن کریم کو احسن الحدیث کا نام دیا گیا ہے ۔ گویا اس جیسا اور کوئی کلام نہیں ۔ یہ اپنی عظمت اور اپنی تاثیر میں بے نظیر ہے اس کی تاثیرات اور برکات بے شمار ہیں یہ زندگی بخش کلام ہے ۔ یہ دلوں میں گھر کر جاتا ہے اور خشیۃ اللہ پیدا کرتا ہے اور سبق اور عبرت دلاتا ہے ۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں :۔

ولقد ضربنا للناس فی ھٰذا القرآن من کل مثل لعلھم یتذکرون ۔ اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثالیں بیان

کی ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

اعلموا ان اللّٰہ یحی الارض بعد موتھا۔ قد بیّنا لکم الایات لعلکم تعقلون۔ جان لو کہ اللہ تعالےٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے ہم نے تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ تم عقل سے کام لو۔

اس زمانے میں سب سے بڑی ضرورت ذکر الٰہی ہے۔ اور قرآن کی عظمت کے آگے اپنے آپ کو جُھکا دینا ہے۔ اسجان کی طرف اس زمانے کے مامور نے توجہ دلائی ہے۔ امام وقت نے پھر سے مسلمانوں کے دِلوں میں قرآنِ کریم کی عظمت اور اس کی محبت بٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں۔ سب سے پہلے میں اپنے آپ کو اس بات کی نصیحت کرتا ہوں۔ میں از خود نہیں چاہتا کہ دوسروں کو نصیحت کرنے کے لئے بڑا بنوں۔ میری حالت اس وقت اس طرح ہے کہ جیسے کسی کو کسی کام پر جوت دیا جائے۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ کو تو نصیحت کروں اور اپنے آپ کو بھول جاؤں۔ میں حکم کی تعمیل میں خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہو گیا ہوں۔ میں یہاں اپنے پیارے دوستوں اور بھائیوں کے ہاں آیا ہوں تا کہ انکے ساتھ ملاقات سے روحانی خوشی حاصل کروں۔ میرا اور کوئی دنیاوی مشن یا سیاسی مقصد نہیں۔ محض اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب ہے۔ مجھے اپنی جماعت کے ہر فرد سے دلی محبت ہے۔ مجھے یہاں آکر اور اپنے بھائیوں سے مل کر بے حد خوشی حاصل ہوئی ہے۔ ہم ایک چھوٹی سی جماعت ہیں۔ مگر خدمتِ دین کا بہت بڑا عظیم الشان کام ہمارے ذمہ ہے۔ ہم نے خدا کے کلام کو اپنے لئے مشعل راہ بنانا ہے۔ اور اس کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کو سنوارنا ہے۔ میں دردِ دل سے بے اختیار چشم پُرنم ہو جاتا ہوں۔ حاشا و کلّا تکلّف سے نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے میں یہ نہیں چاہتا کہ اپنی بات دوکر مناؤں میری آرزو صرف یہ ہے کہ ہم نے جو عہد خدا کے مامور کے ساتھ کیا ہے اُسے اتفاق اور یک جہتی کے ساتھ نبھایا جائے۔ خدا شاہد ہے کہ میرے دل میں کسی کے لئے کسی قسم کی رنجش نہیں ہے۔ مجھے آپ میں سے ہر ایک سے دلی محبت ہے۔ میں اس قرآن کریم کو جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے بطور جرگہ کے پیش کرتا ہوں۔ اور پُر درد التجا کرتا ہوں کہ ہم ایک ہو کر اس اعلےٰ مقصد کو پورا کرنے کے لئے آگے بڑھیں جس کی طرف مامورِ وقت نے ہمیں بلایا ہے۔ باہمی شکر رنجیوں کی پرورش نہ کریں اور ذاتی تفاخر کو باہمی اتحاد کے لئے روک نہ بنائیں۔ خدا کا یہ کلام پاک ہمیں ایک کر سکتا ہے۔ ہماری سرحد میں دستور ہے کہ جب کسی روٹھے ہوئے کو منانا مقصود ہوتا ہے تو اس کی جھولی میں قرآن شریف کو بطور جرگہ ڈال دیا جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن کی عظمت کے آگے ہر کسی کا سر جُھک جاتا ہے۔ آج میں بھی یہی دُعا کرتا ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلبگار ہیں۔ ہم اس کے شکر گذار اور فرمانبردار بندے بن جائیں اللّٰھُمّ آمین۔

خلاصہ تقریر جناب مولانا عبد المنان عمر صاحب :-

آپ نے اپنی تقریر کا آغاز سورۃ الصّف کی ان آیات سے کیا:-

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلّہٖ ولو کرہ المشرکون۔ وہی اللہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ مشرک بُرا منائیں۔

یہ ارشاد خداوندی ہے جس میں اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کی خوشخبری ہے دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا جیسے اسے پہلے غلبہ حاصل ہوا تھا اب بھی اسے غلبہ حاصل ہوگا۔ اس یقین کو لے کر ہماری جماعت اُٹھی ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود کی جماعت ہے۔ مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ خدائی جماعت ہے۔ بے شک ہم کمزور اور قلیل ہیں۔ ہم آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں مگر ہم ایک ہستی کے ساتھ وابستہ ہیں جو اس زمانے کا مامور من اللہ ہے۔ جس کے ساتھ خدا کی نصرت کا وعدہ ہے۔ اس لئے یہ جماعت کوئی معمولی جماعت نہیں ہے۔ اس جماعت کی نشاندہی قرآن کریم نے یوں کی ہے۔ سورۃ جمعہ میں آتا ہے۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین وّ اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ وہی (اللہ) ہے جس نے اُمیوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ اور وہ پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے اوروں کو بھی جو ابھی ان کو نہیں ملے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

یہ آخرین منھم کون لوگ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گو براہِ راست نبی کریم صلعم سے روحانی تعلیم نہیں پائی لیکن اس روحانی تعلیم سے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے حصّہ لیا..... اور وہ بھی کامل الایمان لوگ ہیں..... ہمارے لئے کس قدر فخر کی بات ہے کہ اس زمانے میں ہماری جماعت اسی آیت کی صحیح مصداق ہے۔ اگر ہم اپنے عمل سے اپنے آپ کو اس کا صحیح مصداق ثابت نہ کریں گے تو اللہ تعالےٰ اور ایسے لوگوں کو پیدا کر دے گا جو اس کے سچے مصداق ہوں گے۔ اور ہم اس سعادت سے محروم ہو جائیں گے۔ ہمیں اپنے مقام کو پہچاننا چاہیئے کہ اس زمانے میں یہی جماعت اس قرآنی آیت کی صحیح مصداق ہے۔ اس چھوٹی سی جماعت نے اشاعت و حفاظتِ اسلام کا جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ اس زمانے میں بے مثال ہے یقین جانئے کہ اس زمانے میں احمدیت کی فتح مقدر ہے اور یہ بات نوشتہ دیوار بن چکی ہے۔ کہ یہ جماعت جس عظیم الشان مشن کو لے کر اُٹھی ہے اس میں وہ کامیاب ہوگی۔ ہاں شرط یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس کے اہل بنائیں۔ اس سلسلہ میں میں نوجوانانِ جماعت کو قرآن کریم کے ایک چھوٹے سے حکم کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ کونوا مع الصادقین۔ ان تین لفظوں میں ایک بے نظیر نصیحت ہے۔ فرمایا تم صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ صادقوں کی صحبت میں انسان خود صادق بن جاتا ہے۔ انسان کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ اور اُن کے نمونہ پر چلنے لگتا ہے۔ یہ نفس کو پاک کرنے کا بہترین گُر ہے۔ کونوا مع الصادقین جب تم قرآن کریم کو پڑھنے بیٹھتے ہو تو گویا تم خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہو جو اصدق الصادقین ہے۔ اس کے اوامر و نواہی پڑھتے رہتے ہو۔ پھر اس کے حکم کے مطابق جب تم نماز پڑھتے ہو۔ اس کا ذکر اذکار کرتے ہو۔ اور اس کی تسبیح و تقدیس اور تحمید کرتے ہو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی معیت ہے۔ اس سے انسان شرف اور بزرگی پاتا ہے۔ کامیاب اور سرفراز ہو جاتا ہے۔ پس خدا کی ذات بابرکات کے ساتھ معیت چاہتے ہو تو قرآن کریم کو بہت پڑھو نمازیں ادا کرو۔ قرآن شریف کو سمجھنے کے لئے عربی زبان سیکھو۔ اپنی اولاد کو قرآن شریف پڑھاؤ اور سکھاؤ۔ اپنے گھروں میں قرآن کی تعلیم کو عام کرو۔ جگہ جگہ درسِ قرآن کا اہتمام کرو۔ مرد و زن۔ جوان بچے بوڑھے، سب قرآن کی تعلیم حاصل کریں۔ سب کے لئے یہی حکم ہے کونوا مع الصادقین۔

پھر اللہ تعالےٰ کے بعد سب سے بڑا سچّا انسان، انسانِ کامل حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ ان کی معیت حاصل کرو۔ ان کی معیت یہ ہے کہ حضورؐ کی احادیث پڑھو اس میں قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ حکمت اور دانائی کی باتیں ہیں۔ مرکز سے حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی کتاب احادیث العمل منگوا کر مطالعہ کرو۔ جب تم اس کا مطالعہ کرنے بیٹھو گے تو تمہیں ایسا محسوس ہوگا کہ تم آنحضرت صلعم کی صحبت سے فیضیاب ہو رہے ہو اور حضور سے مواعظ حسنہ اور زندگی بخش پیغام سن رہے ہو تمہارے دل میں حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا جائیگا اس کی سنت پر عمل کرنے کا ذوق و شوق پیدا ہوتا جائے گا۔ پس یہ نفسوں کو پاک کرنے کا آزمودہ نسخہ ہے کہ کونوا مع الصادقین۔ میرے والد بزرگوار حضرت حکیم نورالدینؓ اپنا اکثر وقت اپنی لائبریری میں کُتب دینیہ میں گذار دیتے تھے۔ ایک دفعہ گھر سے انہیں کہا گیا کہ کچھ وقت کے لئے گھر میں بھی رہا کریں تو جواب دیا کہ جب میں قرآن و حدیث اور دینی کتب پڑھ رہا ہوتا ہوں تو یوں محسوس کرتا

دوست محمد۔ ایڈیٹر

سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک روشن نشان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں کئی ایسے واقعات ہو گذرے ہیں، جن میں آپ کی صداقت کے روشن نشان پائے جاتے ہیں، ان نشانات کو یاد کرنے اور بار بار دوہرانے سے اللہ تعالےٰ کی ہستی اسلام کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کے مامور من اللہ ہونے پر ایمان تازہ ہوتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ وقتاً فوقتاً ان کو قارئین کے مطالعہ میں لایا جائے تا کہ تازگی ایمان کا موجب ہو۔

انہی نشانات میں سے ایک نہایت اہم نشان وہ ہے جو ایک آریہ سماجی لیڈر لیکھرام کے قتل کے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ واقعہ چھ مارچ ۱۸۹۷ء کو وقوع پذیر ہوا۔ اس مناسبت سے ہماری لاہور کی مقامی جماعت احمدیہ کی طرف سے اس توجہ دلائی گئی ہے کہ تمام احمدیہ جماعتوں سے درخواست کی جائے کہ وہ چھ مارچ یا اس کے بعد کسی دن اس نشان کی یاد میں اپنے ہاں خصوصی اجلاس منعقد کریں، جن میں بتایا جائے کہ لیکھرام کون تھا، اور وہ کن وجوہ کی بناء پر اس نشان کا مورد بنا، اور حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق کیا پیشگوئی کی تھی جو ہوبہو پوری ہوئی۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات جو غور طلب ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے لیکھرام کے بارہ میں (جو صوابی ضلع پشاور کا ایک ریٹائر شدہ گمنام آریہ سماجی تھا) خود بخود بلا وجہ کوئی پیشگوئی نہیں کی تھی، بلکہ اس کے مطالبہ پر کہ کوئی آسمانی نشان دکھایا جائے آپ نے وہ پیشگوئی کی جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ہوا یوں کہ لیکھرام نے جب حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب براہین احمدیہ میں ہستی باری تعالیٰ اور صداقت اسلام کے متعلق بعض ایسے نشانات پڑھے جن کے گواہ قادیان کے آریہ صاحبان اور بعض دیگر ہندو اور مسلمان تھے، تو اس کو خیال پیدا ہوا کہ اگر ان نشانات کو جھٹلایا نہ گیا تو یہ اسلام کی صداقت اور آریہ سماج کے بطلان کی ایک دلیل ٹھہر جائے گی۔ اس لئے اس نے ان آریہ صاحبان سے، جن کے نام حضرت مسیح موعود نے بطور شاہد لکھے تھے، خط و کتابت کے ذریعہ یہ کوشش کی کہ وہ ان نشانات کی صداقت سے انکار کر دیں لیکن اس کی یہ کوشش رائیگاں گئی۔ کسی نے اس کی بات نہ مانی۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود نے اس اعلان پر کہ مقتدایان مذاہب مختلفہ میں سے کوئی صاحب جو اسلام کی حقانیت اور قرآن کریم کی صداقت پر عقلی دلائل کے علاوہ آسمانی نشانوں (خوارق اور پیشگوئیوں) کی شہادت حاصل کرنا چاہیں تو طالب صادق بن کر ایک سال قادیان آکر میری کی صحبت میں رہیں

"لیکن اس شرط نیت سے جو طالب صادق کی نشانی ہے کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانیوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے"

اسی اعلان میں حضرت صاحب نے یہ بھی لکھا کہ:-

"اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔ اور دو سو روپیہ ماہوار اگر آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کر لیں گے"

حضرت مسیح موعود کے اس اعلان پر اور کسی صاحب کو تو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی لیکھرام کے منہ میں پانی بھر آیا کہ چلو اسی ذریعہ سے دو سو روپیہ ماہوار ہی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے چنانچہ اس نے قادیان آنے کے لئے دو سو روپیہ ماہوار کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے اسے لکھا کہ تم کسی قوم کے مقتدا یا پیشوا نہیں ہو نہ تمہاری حیثیت دو سو روپیہ ماہوار کی ہے اسلئے تم اس کے مستحق نہیں، لیکھرام نے اس پر بہت کچھ یاوہ گوئی اور استہزاء کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے دور از تہذیب و ادب الفاظ اور تمسخر اور ہنسی کی راہ سے دین اسلام کی نسبت توہین آمیز اور تحقیر باتوں کو اس کے طالب صادق نہ ہونے کی دلیل قرار دیتے ہوئے دوبارہ اپنے اشتہار سے الزام کیا اور یہ بھی لکھا کہ وہ آریہ سماج قادیان، امرتسر، لاہور، لدھیانہ اور پشاور کے ممبران کی حلفی تصدیق سے ایک اقرار نامہ پیش کرے جس میں وہ اس کو اپنا مقتداء تسلیم کرتے ہوں لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ آخر کار جب اس کا اصرار بڑھتا گیا تو آپ نے اسے لکھا:-

"ہم نے کوشش کی کہ ہم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ ان معزز اور ذی مرتبت لوگوں میں سے ہیں جو بوجہ حیثیت عرفی اپنی کے دو سو روپیہ ماہوار پانے کے مستحق ہیں مگر چونکہ آپ کا اصرار اپنے اس دعوے پر غایت درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ فی الحقیقت میں ایسا ہی عزت دار ہوں اور پشاور سے لیکر لاہور تک جس قدر آریہ سماج ہیں وہ سب مجھے معزز اور قوم میں سے ایک بزرگ اور سرکردہ سمجھتے ہیں، اس لئے آپ کی طرف لکھا جاتا ہے کہ آپ ایسے ہی سچ مچ عزت دار ہیں تو ہم آپ کی درخواست منظور کر لیتے ہیں جب اپنے جہاں چاہو چوبیس سو روپیہ جمع کرانے کو تیار ہیں"

اس کے ساتھ ہی حضرت صاحب نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ شخص طالب صادق نہیں یہ شرط بھی لگا دی کہ اگر نشان دیکھ کر تم مسلمان نہ ہو تو بطور تاوان چوبیس سو روپیہ ماہوار نہیں ادا کرنا پڑے گا اور اسے تم کسی جگہ جمع کرا دو، اس کے لئے آپ نے بیس یوم کی مہلت مقرر کی، لیکن لیکھرام نے اس مدت میں نہ روپیہ جمع کرایا نہ کوئی ایسا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود کے ایک مخالف رشتہ دار مرزا امام الدین کے اکسانے پر وہ قادیان پہنچ گیا اور وہاں بعض اوباش لوگوں کو ساتھ ملا کر آریہ سماج کی تجدید کی اور حضرت مسیح موعودؑ سے خود مل کر ملنے کے بجائے دستی خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا اور دو سو روپیہ ماہوار کی شرائط اڑا کر (کیونکہ اس سے خود بھی تاوان بھرنے کا اندیشہ تھا) تیس روپیہ ماہوار معاوضہ پر آ گیا۔ حضرت مسیح موعود چاہتے تھے کہ نشان دکھانے کے علاوہ کسی طرح آریہ سماج اور اسلام کے اصولوں کا بھی مقابلہ ہو جائے۔ اس لئے لیکھرام کو بار بار لکھا کہ وہ ویدوں سے آریہ سماج کے اصولوں کو نکال کر دکھائے اور جو دعویٰ کرے اس پر دلیل بھی ویدوں سے ہی دے اور ہم بھی اسلام کے اصول قرآن شریف سے پیش کریں گے اور جو دعوے کریں گے اس کے دلائل قرآن شریف ہی سے دیں گے۔ لیکن لیکھرام میں اتنی قابلیت کہاں تھی۔ وہ اس سے ہمیشہ گریز کرتا رہا اور ہنسی اور ٹھٹھے سے کام لیتا رہا آخر کار قادیان سے واپس جاتے ہوئے اس نے حضرت اقدسؑ کو ایک خط لکھا جس کا آخری فقرہ یہ تھا کہ:-

"اچھا آسمانی نشان تو دکھا دیں اگر بحث نہیں کرنا چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو"

حضرت اقدسؑ نے اس کے جواب میں ایک خط اسے لکھا جس میں اس کی بد زبانی اور گستاخانہ کلمات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے رب العرش خیر الماکرین کے معنے اسے سمجھانے کی کوشش کی اور لکھا کہ:-

"نشان خدا کے پاس ہیں وہ قادر ہے جو آپ کو دکھلا دے"۔

اسکے کچھ دیر بعد ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء تک نشان دکھلانے کا آپ نے وعدہ کیا لیکن وہ یہ لکھ کر چلتا بنا کہ "میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں میرے بارہ میں جب چاہو اور جو چاہو شائع کرو میری طرف سے اجازت ہے میں ان باتوں سے ڈرنے والا نہیں"۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس پر صبر سے کام لیا حتیٰ کہ اس کی شوخی حد سے گذر گئی اور اسلام اور رسول کریم صلعم کے بارہ میں اس کے استہزاء اور گستاخانہ کلمات کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ اور اس نے بار بار نشان نمائی کے لئے اصرار کیا، جس کے لئے حضرت اقدسؑ نے جناب باری میں بہت جلد توجہ اور دعا اور تضرع کی۔ آخر کار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ تاریخ مذکور سے چھ برس کے اندر لیکھرام پر عذاب شدید جس کا نتیجہ موت ہے نازل کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی عربی زبان میں یہ الہام ہوا

عجل جسد له خوار له نصب و عذاب - یعنی یہ گوسالہ بے جان ہے جس میں سے مہمل آواز آ رہی ہے اس کے لئے دکھ کی مار اور عذاب ہے۔

اس الہام اور پیشگوئی کو آپ نے شائع کرتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ:-

"اب میں اس کو شائع کرکے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر یہ ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ تک آج کی تاریخ سے بیجے

۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے کوئی ایسا عذاب جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت ہو اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو نازل نہ ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا نطق ہے۔ اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کھینچا جائے"

حضرت مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ کو اس الہام کے منجانب اللہ ہونے پر دلی ایمان اور یقین تھا ورنہ کون اس تحدی کے ساتھ اس کے پورا ہونے پر

عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلیست در کان محمدؐ

اس نعت کے آخری اشعار یہ ہیں :-

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را ۔ کہ ناید کس بمیدان محمدؐ
الا اے دشمن نادان و بے راہ ۔ بترس از تیغ بران محمدؐ
الا اے منکر از شان محمدؐ ۔ ہم از نور نمایان محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

ان اشعار کے نیچے آپ نے ہاتھ سے لکھ کر اپنی دیگر مندرجہ بالا پیشگوئیوں کو اس عنوان کے نیچے لکھا :-

"لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا اشعار میں "بترس از تیغ بران محمدؐ" سے لیکھرام کو ڈرانا اور اس کی موت کی نوعیت بتانا مقصود تھا۔

اسی سلسلہ میں آپ نے لیکھرام پشاوری کی نسبت "ایک اور خبر" کے عنوان سے اپنا ایک کشف شائع کیا جو آپ کی کتاب "برکات الدعا" کے ٹائٹل پیج کے آخری صفحہ پر درج ہے، وہ کشف حسب ذیل ہے :-

" آج ۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں، اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے، تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے"

اسی سلسلہ میں ایک تیسری پیشگوئی آپ نے عربی زبان میں اپنی کتاب "کرامات الصادقین" پر صفحہ ۵۴ اور صفحہ اخیر ٹائٹل پیج پر ۱۲ اگست ۱۸۹۳ء کو شائع فرمائی جو حسب ذیل ہے :-

" بشرنی ربی وقال مبشراً ستعرف یوم العید والعید اقرب ومنها وعدنی ربی واستجاب دعائی فی رجل مفسد عدو اللہ ورسولہ المسمی لیکھرام الفشاوری واخبرنی ربی انہ من الھالکین ۔ انہ کان یسب نبی اللہ ویتکلم فی شانہ بکلمات خبیثۃ فدعوت علیہ فبشرنی ربی بموتہ فی ستۃ سنۃ ان فی ذالک لاٰیۃ للطالبین ۔

ترجمہ: اور مجھے خدا نے ایک نشان کی خوشخبری دے کر کہا کہ تو عید کا دن قریب پہچان لے گا (یعنے وہ خوشی کا دن جس میں وہ نشان ظاہر ہوگا اور اس دن کی نشانی یہ ہے کہ) اس دن سے اسلامی عید اقرب یعنے بہت ہی زیادہ قریب ہوگی اور خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ اس نے خدا اور رسول کے ایک دشمن اور مفسد کے بارے میں جو لیکھرام پشاوری ہے میری دعا سنی اور مجھے خبر دی کہ وہ ہلاک ہوگا وہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا تھا اور پلید باتیں آپ کی شان میں بکتا تھا پس میں نے اس پر بددعا کی سو خدا نے میری دعا قبول کر کے مجھے خبر دی کہ وہ چھ برس کے عرصہ کے اندر مر جائے گا، اس میں طالبان حق کے لئے ایک نشان ہوگا"

اب اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا حال سنئے، لیکھرام نے آریہ سماج میں ایک نیا شاخسانہ کھڑا کیا کہ وہ لوگ جن کو مغل بادشاہوں کے زمانہ میں جبراً مسلمان کیا گیا تھا وہ اگر چاہتے ہیں آریہ دھرم میں دوبارہ داخل ہو جائیں کیونکہ ان کے آباؤ اجداد ہندو تھے، جنہیں زبردستی مسلمان کر لیا گیا تھا لیکھرام کو اس سے بہت خوشی ہوئی، اور وہ اسے آریہ مہاشوں کے مکان پر لئے لئے پھرا کہ دیکھئے ہمارا یہ شکار ہاتھ آیا ہے، آخر کار اس کو شدھ کرنے کے لئے ۶ مارچ ۱۸۹۷ء اتوار کا دن مقرر ہوا، یہ پہلی شدھی تھی، جو بڑی دھوم دھام اور خوشیوں سے کی جانی تھی، گویا لیکھرام اور آریہ سماجیوں کے لئے یہ عید کا دن تھا۔ دوسری طرف ..... مسلمانوں کی بھی عید کا دوسرا دن (۲۔ شوال) تھا، جیسا کہ الہام میں ستعرف العید والعید اقرب فرمایا گیا تھا۔

لیکھرام ان دنوں لاہور کے محلہ وچھو والی میں کسی آریہ مہاشہ کے مکان پر ایک گلی میں قیام پذیر تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو اس مکان کی بالائی منزل پر وہ پرہنہ بدن سندھیا کر رہا تھا۔ جس سے فارغ ہو کر اس نے انگڑائی لی، جس سے اس کا پیٹ آگے کو ابھر آیا وہ شدھ ہونے والا شخص پاس ہی کمبل اوڑھے بیٹھا تھا اس نے اسی وقت لیکھرام کی توند پر خنجر کا ایک پورا ہاتھ ایسا مارا کہ اس کی انتڑیاں باہر آ گئیں اور اس کے منہ سے بیل کی طرح نہایت زور کی آواز نکلی جس کو سن کر اس کی بیوی اور والدہ دوڑی ہوئی اس کے کمرہ میں آئیں، مگر قاتل جا چکا تھا۔ معلوم نہیں وہ کہاں غائب ہوا کہ آج تک اس کا پتہ نہیں لگا، حالانکہ اس گلی سے باہر نکلنے کا ایک ہی رستہ تھا۔ جس میں کسی ہندو کی شادی تھی اور لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کسی مشتبہ شخص کو وہاں گزرتے یا بھاگتے ہوئے نہ دیکھا، لیکھرام کو اسی وقت ہسپتال پہنچایا گیا۔ یہاں انگریز ڈاکٹر پیری نے اس کا اپریشن کیا اور پیٹ کو ٹانکے لگائے۔ اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی وہاں موجود تھے، جن کو ڈاکٹر پیری بار بار مرزا صاحب کہکر بلاتے تھے۔ جس پر لیکھرام آنکھیں کھول کر دیکھتا کہ ہیں مرزا یہاں بھی آگیا، بہر حال لیکھرام دوسرے دن صبح چل بسا، اور اس کا پوسٹ مارٹم ہوا اور اس کی نعش جلا کر راکھ دریا برد کر دی گئی،

اس کے بعد قاتل کی تلاش میں پولیس نے کئی جگہ چھاپے مارے یہاں تک کہ قادیان میں حضرت مسیح موعود کے مکان کو گھیرے میں لے کر انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس کی نگرانی میں ..... تلاشی لی گئی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے نام آئے ہوئے کچھ مبارکباد کے خطوط اور تاریں ملیں جو بعض دوستوں نے حضرت مسیح موعود کو بھیجی تھیں ان کے متعلق کپتان پولیس کے دریافت کرنے پر حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ اس خدائی نشان کی خوشی میں ہمارے دوستوں نے ہمیں مبارکبادیں ... لکھی ہیں کہ ہمیں خدا کے منہ کی باتیں پوری ہونے کی بے حد خوشی ہے، انہی کاغذات میں لیکھرام کے دستخطی خطوط بھی برآمد ہوئے اور وہ معاہدہ بھی جس میں آسمانی .... نشانوں کے دکھانے کے بارے میں شرائط لکھی گئی تھیں اور دونوں فریق کی رضامندی سے سچی پیشگوئی کو معیار صدق و کذب ٹھہرایا گیا تھا، حضرت مسیح موعودؑ ایک ایک کاغذ پولیس افسر کو دے کر ایک کونہ میں جا کھڑے ہوتے تھے جس پر اسے شبہ ہوا کہ شاید وہاں کوئی چیز چھپائی ہوئی ہے اس لئے اس نے وہاں جا کر دیکھا اور زمین کھدوائی لیکن کچھ نہ نکلا اور وہ مایوس ہو کر چلا گیا اور لکھ دیا کہ مرزا صاحب کی سازش یا منصوبہ کا اس میں دخل نہیں ہے

یہ ہے وہ عظیم الشان نشان جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں دیکھا گیا۔ اور جس کو آج بھی اگر چشم بصیرت کے ساتھ پڑھا جائے تو اس میں ہستی باری تعالیٰ کا زندہ ثبوت اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کا روشن نشان نظر آتا ہے۔ کاش ہمارے مخالف اس نشان کو دیکھ کر ہی مخالفت سے باز آتے اور انہیں سمجھ آجاتی کہ یہ شخص فی الواقعہ خدا کا مامور

جلد ۶۱ | یوم چہار شنبہ - مورخہ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ - مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۷۴ء | نمبر ۱۱

اہلِ قلم احباب توجہ فرمائیں

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب سعید پر پیغام صلح کا ایک خاص شمارہ اپریل میں شائع کیا جا رہا ہے - لاہور میں گذشتہ ماہ منعقدہ عالمی کانفرنس نے اس شمارہ کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے - سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اور آخری نبی ہیں جنہوں نے انسانی احترام کو بحال کیا - اقوام عالم کے بانیانِ مذاہب اور کتب سماوی کی تصدیق کی اور اخوت و مساوات کی اساس پر اُمتِ مسلمہ کی تشکیل فرما کر مقہور و مظلوم انسانوں کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا۔ اور ایک ایسی مشعل روشن کی جس کی کرنیں آج دنیا کے ہر گوشے میں کروڑوں قلوب کو منور کر رہی ہیں - جماعت احمدیہ لاہور اتحاد المسلمین اور وحدت اولادِ آدم کی واحد علمبردار ہے - اس لئے اہلِ قلم احباب سے التماس ہے کہ وہ اس شمارے کے لئے ۱۳ مارچ تک اپنے افکار تحریر کر کے بھجوا دیں۔

نوٹ: قبل ازیں لاہور کی سربراہی کانفرنس کے متعلق - مقالات لکھنے کے لئے بعض احباب کو خطوط لکھے جا چکے ہیں (ان سب دوستوں سے گذارش ہے کہ سربراہی کانفرنس اور میلاد النبی صلعم کا پرچہ اکٹھا شائع ہوگا - اس لئے اپنے مقالات میں ان دونوں موضوعات کو ملحوظ رکھا جائے ؛

(خاکسار - مدیر)

بحرِ حکمت کے موتی

رحمت الٰہی کو تنگ نہ کیا جائے

عن ابی ھریرۃ قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاۃٍ وقمنا معہ فقال اعرابیٌ وھو فی الصلاۃ اللّٰھم ارحمنی ومحمداً ولا ترحم معنا احداً فلما سلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للاعرابی لقد حجّرت واسعاً یرید رحمۃ اللہ -

ترجمہ: - حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز میں کھڑے ہوئے اور ہم (بھی) آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے تو ایک دیہاتی نے حالت نماز میں کہا یا اللہ مجھ پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر - جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو دیہاتی سے فرمایا کہ تو نے ایک وسعت والے (دروازہ) کو تنگ کیا آپ کی مراد اللہ کی رحمت تھی -

نوٹ - از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ :- اس میں انسانوں پر رحمت کی تعلیم ہے - فضل الباری کتاب الادب - صفحہ ۱۳۷۱

چار قسم کے نشانات مجھے دیئے گئے جو میری صداقت پر دلالت کرتے ہیں

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

اوّل عربی دانی کا نشان ہے اور یہ اس وقت سے مجھے ملا ہے - جب سے کہ محمد حسین (بٹالوی صاحب) نے یہ لکھا کہ یہ عاجز عربی کا ایک صیغہ بھی نہیں جانتا - حالانکہ ہم نے کبھی دعوےٰ بھی نہیں کیا تھا کہ عربی کا صیغہ آتا ہے - جو لوگ عربی املا اور انشاء میں پڑے ہیں - وہ اس کی مشکلات کا اندازہ کر سکتے ہیں - اور اس کی خوبیوں کا لحاظ رکھ سکتے ہیں - مولوی صاحب (مولوی عبدالکریم صاحب سے مراد تھی) شروع سے دیکھتے رہے ہیں - کہ کس طرح پر اللہ تعالےٰ نے اعجازی طور پر مدد دی ہے - بڑی مشکل آ کر یہ پڑتی ہے جب ٹھیٹھ زبان کا لفظ مناسب موقع پر نہیں ملتا - اس وقت خدا تعالیٰ وہ الفاظ القا کرتا ہے - نئی اور بناوٹی زبان بنا لینا آسان ہے مگر ٹھیٹھ زبان مشکل ہے - پھر ہم نے ان تصانیف کو بیش قرار انعامات کے ساتھ شائع کیا ہے - اور کہا ہے کہ تم سب سے چاہو مدد لے لو اور خواہ اہل زبان بھی ملا لو مجھے خدا تعالےٰ نے اس بات کا یقین دلا دیا ہے - کہ وہ ہرگز قادر نہیں ہو سکتے - کیونکہ یہ نشان قرآن کریم کے خوارق میں سے ظلی پر مجھے دیا گیا ہے -

دوسرے دعاؤں کا قبول ہونا ہے میں نے عربی تصانیف کے دوران میں تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے کہ کس طرح کثرت سے میری دعائیں قبول ہوئی ہیں - ایک ایک لفظ پر دعا کی ہے - اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مستثنےٰ کرتا ہوں (کیونکہ ان کی طفیل اور اقتدا سے ہی تو یہ سب کچھ ہے) اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں اس قدر قبول ہوئی ہیں - کہ کسی کی نہیں ہوئی ہوں گی - میں نہیں کہہ سکتا کہ دس ہزار یا دو لاکھ یا کتنی - اور بعض نشانات قبولیت کے تو ایسے ہیں - کہ ایک عالم ان کو جانتا ہے -

تیسرا نشان پیشگوئیوں کا ہے - یعنی اظہار علی الغیب - یوں تو نجومی اور رمّال لوگ بھی اٹکل بازیوں سے بعض باتیں ایسی کہہ دیتے ہیں - کہ ان کا کچھ نہ کچھ حصہ ٹھیک ہوتا ہے - اور ایسا ہی تاریخ ہم کو بتلاتی ہے - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(باقی برصفحہ کالم ۳)

الاحمدیہ

مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن پر مولانا ندوی صاحب کی تنقید

از شیخ محمد طفیل صاحب۔ ترجمہ از انگریزی۔ فخر الدین احمد صاحب

(قسط ششم)

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ [1]

ترجمہ: اور بے شک تم ان کو جانتے ہو جو تم میں سے سبت کے معاملہ میں حد سے نکل گئے پس ہم نے ان سے کہا کہ تم ذلیل بندر ہو جاؤ (۲: ۶۵)

مولانا شبیر احمد عثمانی کے نزدیک سبت کے معاملے میں حد سے بڑھنے والے فی الواقعہ بندر بن گئے تھے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"جو انہیں شکار کرنے سے منع کرتے۔ شکاریوں کو روکنے انہوں نے ان کے اور اپنے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی۔ ایک دن جب انہوں نے دیوار کے پار دیکھا تو انہیں ہر گھر میں بندر دکھائی دیئے۔ ان بندروں نے اپنے عزیز و اقارب کو پہچان لیا اور ان کے قدموں میں گر پڑے اور رونے لگے۔ تین دن کے بعد وہ بڑی حسرتناک موت مر گئے۔" [2]

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کی صورتیں مسخ ہو گئی تھیں اور وہ دُموں والے بندر بن گئے۔ [3]

مولانا عبدالحق حقانی جنہیں ندوی صاحب [4] ایک جید عالم دین خیال کرتے ہیں فرماتے ہیں:

"خدا نے ان پر طاعون کی شکل میں اپنی لعنت وارد کی۔ ان کے چہروں پر اس شدت سے سوج نمودار ہو گئی کہ وہ مسخ ہو کر بندر دکھائی دینے لگے۔ اور تین یوم کے اندر اندر ہزاروں افراد ہلاک ہو گئے۔" [5]

حقانی صاحب کا کہنا ہے کہ سوجن کی شدت سے ان کے چہرے بندروں کی مانند ہو گئے تھے لیکن مولانا عبدالماجد دریا بادی اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن [6] میں قریب قریب حضرت مولانا محمد علی مرحوم کے خیالات ہی پیش کرتے ہیں۔ مولانا دریا بادی لکھتے ہیں:۔

"یہاں چند ایک امور قابل غور ہیں۔ اوّل یہ کہ قرآن کریم اس بارے میں خاموش ہے کہ آیا یہ سزا فی الواقعہ دی بھی گئی تھی یا خطا کاروں کے توبہ کر لینے پر معاف کر دی گئی تھی۔ بعض مفسرین نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔ دوم صورتوں کے مسخ ہو جانے سے مراد اخلاق اور عادات کا بگڑ جانا بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ کچھ مفسرین نے لکھا ہے۔ نہ کہ صرف اشکال کا طبعی طور پر بدل جانا۔ سوم قرآن کریم یہود کو اس واقعہ کا علم ہونے اور اس کی صحت تسلیم کرنے پر ملزم گردانتا ہے لَقَدْ عَلِمْتُمْ (تم اچھی طرح جانتے ہو) اور خود ایسے حالات کے وقوع پذیر ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔" [7]

(اُوپر کی عبارت میں خط میں نے لگائے ہیں۔ طفیل)

علامہ عبداللہ یوسف علیؒ بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ اس آیت کی کونسی تفسیر صحیح ہے۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد علیؒ کی تفسیر کے سہارے بین بین راستہ اختیار کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"سبت کے معاملے میں عہد شکنی کرنے والے کسی ساحلی بستی کے ماہی گیروں سے متعلق جو بندر بنا دیئے گئے تھے یہود کی کتابوں میں ضرور کوئی روایت ہو گی یا ان دونوں مقامات (البقرۃ ۲: ۶۵، الاعراف ۷: ۱۶۳-۱۶۶) میں "بجائے بندر" کی بجائے یہ معنی کئے ہیں "جو بجائے بندروں کی مانند" مولوی محمد علیؒ نے بھی مجاہد اور ابن جریر طبری کی اسناد پر یہی معنی اختیار کئے ہیں۔" [8]

علامہ رشید رضا نے بھی اپنی عربی تفسیر المنار میں وہی معنی اختیار کئے ہیں جو مولانا محمد علیؒ صاحب نے [9] آیئے اب ہم مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر دیکھتے ہیں جس میں

"امام مجاہد سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے قال مسخت قلوبهم ولم يمسخوا قردة۔ یعنی ان کے دل مسخ ہو گئے تھے اور ان کی صورتیں مسخ ہو کر بندر نہیں بنیں۔ یہ ایک تمثیل ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے بیان کی ہے جیسا کہ انہی لوگوں کو گدھے سے مثال دی ہے (۶۲: ۵) یہاں مراد یہ ہے کہ ان کے دل مسخ ہو گئے نہ کہ ان کی صورتیں مسخ ہو کر بندر بنیں (ابن جریر) اگلی آیت سے بھی ان معنوں کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک بندر کیونکر صورتیں مسخ ہونے کے بعد آنے والی نسلوں کے لئے باعث عبرت ہو سکتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام راغب فرماتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے اخلاق بندروں جیسے کر دیئے۔ (دیکھئے سورۃ المائدہ کی آیت ۵: ۶۰) اس سے بدتر کون ہے جس پر اللہ نے پھٹکار کی اور اس پر ناراض ہوا اور ان میں سے بندر اور سُور بنائے۔ اور وہ جس نے شیطان کی پرستش کی۔ یہ مرتبہ میں بدتر اور سیدھے راستہ سے بہت دُور بھٹکے ہوئے ہیں"۔ اسی قوم کے متعلق اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو محض نقالی کے طور پر رسوم ادا کرتے ہیں اور ان کے اعمال حقیقت سے خالی ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت ۴: ۴۷ میں آتا ہے "یا ان پر (ہم) لعنت کریں جس طرح ہم نے سبت کے معاملہ میں حد سے گذرنے والوں پر لعنت کی۔ اب حضرت نبی کریم صلعم کے اعداء میں سے یہودیوں کی جن کے الفاظ "ہم ان پر لعنت کریں" میں ذکر ہے صورتیں مسخ نہیں ہوئی تھیں البتہ یہاں یہ بتایا ہے کہ ان یہودیوں پر بھی وہی لعنت وارد ہوگی جو سبت کے معاملہ میں حد سے بڑھنے والے یہودیوں پر۔ توریت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسےٰ نے اپنی قوم کو جن لعنتوں سے ڈرایا تھا ان میں انہیں مختلف دوسرے ملکوں میں منتشر اور پراگندہ کر دیا جانا بھی تھا۔ اور آنحضرت صلعم کے دشمن یہودیوں پر بھی یہ لعنت وارد ہوئی قردۃ۔ قرد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بندر۔ اور عربوں میں بندر کی مثال زنا کی کثرت کے لئے دی جاتی ہے۔ جیسا کہ آتا ہے ازنی من قرد (لسان العرب) یہودیوں میں اس بدی کی کثرت پر بائبل گواہ ہے۔ شریعت خداوندی کی خلاف ورزی کے باعث بنی اسرائیل ان تمام معنوں میں بندر بن گئے تھے جو لسانِ عرب میں پائے جاتے ہیں جیسا حزقی ایل کی مندرجہ ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:۔

"تو نے میری مقدس باتوں کی تحقیر کی۔ اور میری سبت کی بے حرمتی کی ہے ایسے لوگ بھی ہیں جو پہاڑوں پر خوراک تلاش کرتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو بدکاری کرتے ہیں۔ تم میں سے انہوں نے اپنے باپ کو بے ستر کیا اس کو پلید کیا۔ جو پاک کیا گیا تھا۔ اور ہمسایہ کی جورو سے بد سلوکی کی اور دوسرے نے اپنی بہو کی بے حرمتی کی۔ اور ایک اور نے اپنی بہن سے بُرا کیا۔ اپنے باپ کی بیٹی سے اور میں تمہیں مشرکوں میں پھیلاؤں گا اور دوسرے ملکوں میں منتشر کر دوں گا۔" [10]

---

[1] اَلْبَقَرَۃ ۲: ۶۵، الاعراف ۷: ۱۶۶
[2] اُردو تفسیر تحت آیت ۷: ۱۶۶ ۔ ص ۲۹۸
[3] ابن کثیر
[4] ہندوستان میں مسلمان ص ۹۳
[5] تفسیر حقانی تحت آیت ۲: ۶۵
[6] اُردو تفسیر میں مولانا نے عام لفظی معنوں پر اکتفا کیا ہے۔
[7] انگریزی تفسیر تحت ۲: ۶۵ ص ۲۰ (۱۹۵۷ء ایڈیشن)
[8] انگریزی تفسیر تحت ۲: ۶۵ ص ۳۴ ایک جلدی ایڈیشن ۱۹۴۶ء
[9] جلد اوّل ص ۳۴۳ جلد ششم ص ۴۴۳ جلد نہم ص ۳۷۹
[10] انگریزی تفسیر ص ۳۲

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۳ مارچ ۱۹۷۴ء

وحدتِ نسلِ انسانی، اسلامی قومیت کا سچا نصب العین اور لاہور اسلامی کانفرنس

قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا و ربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن لہ مخلصون۔ (البقرہ ۱۳۸)

ترجمہ: کہدو کیا تم ہم سے خدا کے بارہ میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ذات ہماری اور تمہاری ربوبیت کرتی ہے (اس طرح) کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال کی (جزا) ہے اور تمہارے لئے تمہارے اعمال کی۔ اور ہم اسی ذات کے مخلص ہیں۔

دینِ اسلام اس امر میں امتیازی خصوصیت کا حامل ہے کہ اس نے پہلی مرتبہ وحدتِ نسلِ انسانی کا نظریہ دُنیا میں پیش کیا۔ اسلام سے ماقبل جو دین آئے ان کا مطمحِ نظر مُلکی و قومی حدود سے آگے نہ بڑھ سکا۔ نہ ہی ایسے ابتدائی دَور میں ایسے نظریہ کی ضرورت لاحق تھی کیونکہ ملک اور قومیں الگ تھلگ پڑی تھیں رسل و رسائل کے ذرائع اور ابلاغِ عامہ کے وسائل بھی مُلک و قوم تک محدود تھے۔ مگر آخر ارتقاء کا وہ نقطہ آ پہنچا جب قوموں اور مُلکوں کی حدُود سے ترقی کرکے نسلِ انسانی نے باہم اختلاط و ارتباط کے ذریعہ ایک وحدت کی شکل اختیار کرنا تھی ایسے زمانہ میں لازم تھا کہ ایک ایسا ضابطۂ حیات خدا تعالےٰ کی طرف سے انسان کو عطا ہو جس کی حدُود قوم و ملک کی حدود سے وسیع تر ہو کر تمام نسلِ انسانی پر حاوی ہوں۔ چنانچہ ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ نے ہدایت کے لئے یہ پیغام اسلام اپنی جانب سے اپنے آخری نبیؐ پر نازل فرمایا اس میں قومی مُلکی وحدت کی بجائے انسانی وحدت کا نظریہ رکھا۔ قرآن نے پہلی مرتبہ خدا کے تصور کو ربّ العالمین کی صفت سے متصف بیان کیا، جو کسی خاص قوم و مُلک کی جسمانی اخلاقی اور رُوحانی تربیت کی بجائے جملہ اقوام و ممالک کا یکساں ربّ یا تربیت کرنے والا خدا ہے۔ جس کا مطلب عملی زندگی کے میدان میں یہ ہے کہ جس طرح اس نے ایک قوم کی تربیت کے وسائل بھی عطا کئے ہیں۔ ہر جگہ فطرتِ انسانی یکساں پیدا کی اور فطرت کے ارتقاء کے لئے یکساں قوانین مقرر فرمائے، یکساں طور پر افراد بلاتخصیص و امتیاز ان قوانینِ ربوبیت سے متمتع ہو سکتے ہیں، پھر جہاں جسمانی قوانینِ تربیت مساوی ہیں، تمام اقوام کیلئے وہاں رُوحانی قوانین بھی ایک ہی ہیں، چنانچہ خدا تعالےٰ کی جانب سے ہدایات کا نزول بھی تمام پر یکساں ہوا، ہر قوم و ملک میں انذار و تبشیر کرنے والے بھیجے گئے، ہر قوم کے لئے خدائی ہادی مبعوث کئے گئے۔ توحید باری تعالےٰ کے عقیدہ میں حقیقتاً وحدتِ نسلِ انسانی کا سبق دینا مقصود تھا قرآن نے صرف تعلیم و عقیدہ کے لحاظ سے ہی وحدت کا نظریہ نہیں دیا بلکہ اختلاف و تفرقہ پیدا ہو جانے کے بعد اپنے پیغام میں قرآن کریم نے مختلف اقوام کو متحد کرنے کے طریقِ کار بھی بخوبی واضح کر دیئے ہیں چنانچہ تین طریق کار اختلاف کو مٹانے کے لئے قرآن کریم نے بتلائے ہیں، ایک طریق کامل توحید باری تعالےٰ کے عقیدہ کو اس کے منطقی نتیجہ تک پہنچانے کا ہے جس کا بیان آیت تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم میں کیا۔ اگر نظریۂ توحید کو عملی زندگی میں اس کے کمال تک پہنچایا جائے تو قرآن کریم کے نزدیک اختلافات کا سلسلہ مٹ کر انسانوں میں یکجہتی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جس قدر اہم اختلافات و تنازعات رُونما ہوتے ہیں وہ کسی نہ کسی رنگ میں توحید پر کامل ایمان کے منافی و تضاد سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ جب انسان خدا سے ماسوا دیگر تمام اندرونی و بیرونی معبودوں سے اپنا تعلق منقطع کر لیتا ہے اور صرف ایک حقیقی معبود کی خالصتاً پرستش و عبادت میں لگ جاتا ہے، صرف اسی ذات کی رضا کو دیگر تمام رضاؤں پر مقدم کر لیتا ہے، غیر اللہ کی اطاعت و غلامی سے فی الواقع نجات و آزادی حاصل کر لیتا ہے تو اس صورت میں حقیقی اختلاف و نفاق کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے؟ دوسرا طریقِ کار وحدتِ نسلِ انسانی کے حصول کا قرآن کریم نے یہ بیان کیا ہے کہ تمام افراد جب نیکی کے عمل میں سبقت اختیار کرنے کے نظریہ پر کاربند ہو جائیں تو اس کا نتیجہ بھی وحدت یعنی نوعِ انسان کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، کیونکہ ایک خدا نے ہر فرد کی صحیح فطرت بھی ایک ہی جیسی پیدا کی ہے۔ اس کا ارشاد ان الفاظ میں قرآن کریم نے فرمایا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یاتِ بکم اللہ جمیعاً۔ ایک دوسرے سے نیکی میں سبقت کرنے کا نصب العین اگر اختیار کرو گے تو اس کا نتیجہ بھی بالآخر یہی نکلے گا کہ تم سب ایک نقطہ پر جمع ہو جاؤ گے۔ خیرات کے تقاضے یکساں ہیں جنھیں ہر فطرتِ صحیحہ مساوی طور پر تسلیم کرتی ہے، بھلائی کے جملہ تقاضوں کو عملی زندگی میں مسابقت قرار دے لینے کا منطقی نتیجہ بھی لازماً یہی نکلتا ہے کہ اختلافات کم سے کمتر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ تیسرا طریق وحدت نسلِ انسانی کے حصول کا قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اعمال کے نتائج پر ایمان کو نصب العین قرار دے لیا جائے تو اس سے بھی وحدت کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسے فرمایا قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا و ربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم .... کہدو کہ ہمیں باہمی حجت بازی و تنازعہ کی کوئی حاجت نہیں، اس لئے کہ جب سب کا ربّ ایک ذاتِ واحد ہے اور اس سے مقصود بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ہمیں اپنے اعمال کا نتیجہ مل کر رہے گا اور تمہیں تمہارے عملوں کا نتیجہ بھگتنا ہوگا، تو پھر باہم آپس میں جھگڑنے تنازعہ کرنے اور دست و گریبان ہونے کی حاجت ہی کیا پڑی ہے قل یقوم اعملوا علیٰ مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون۔ کہدو اے میری قوم تم اپنی جگہ اپنے اعمال کرتے چلے جاؤ، میں اپنے موقف پر عمل پیرا ہوں نتائج عنقریب ظاہر کر دیں گے کہ کون صادق اور کون کاذب ہے۔ حصول وحدت کے ان تمام طریقِ کاروں کا لُبِ لُباب یہ نکلتا ہے کہ اختلافات و تنازعات کو ختم کیا جا سکتا ہے، اگر بالفرض ختم نہ بھی ہو سکیں تب بھی ان کی موجودگی میں انہیں محدود رکھا جا سکتا ہے، لیکن قرآن کریم کی تعلیم وحدتِ نسلِ انسانی کا تقاضا یہی ہے کہ بہر حال کسی درجہ پر بھی انہیں بڑھنے نہ دیا جائے۔ اگر نظریہ توحید پر کامل عمل پیرائی ہو سکے یا مسابقت بالخیر کے مقصد کے حصول کو اپنایا جا سکے تو ان دونوں صورتوں میں بالآخر وحدت کا مقصد حاصل ہو سکنا ممکن ہے، لیکن اگر ان سے مکمل وحدت پیدا نہ بھی ہو تب بھی اختلافات کی خلیج کو وسیع کرتے چلے جانے کا کوئی جواز قرآن کریم کے نزدیک موجود نہیں۔

پاکستان کا مطالبہ اس اُصول پر مبنی تھا کہ برِصغیر پاک و ہند میں جن افراد کا نصب العین قرآنی نظریہ پر ایمان لانے کا ہے انہیں تمام بلاتفریق و اختلاف طبقہ و علاقہ یا نسل، رنگ و زبان کے ایک وحدت یا ایک قومیت تسلیم کرنا چاہیئے اور چونکہ اس برِصغیر میں ایسے اصحاب کی تعداد دس پندرہ کروڑ ہے اس لئے کم از کم جن علاقوں میں ان کی اکثریت ہے وہاں ان کی اپنی آزادانہ و خود مختارانہ حکومت کا ہونا قرینِ انصاف اور اصولِ خود ارادیت کے مطابق ہے۔ اس نہایت منصفانہ و جائز مطالبہ پر جب برِصغیر کے مسلمانوں نے اتحاد کا مظاہرہ کیا تو اس کے نتائج یہ نکلے کہ عظیم طاقتوں کی مخالفت کے باوجود ان کو بھی جھکنا پڑا۔ پاکستان بن جانے کے بعد جب قومی وحدت کے اس اعلےٰ نظریہ پر عمل پیرائی کا وقت آیا تو پھر یہاں مسلمان اپنا ایمان و ثباتِ قدم قائم نہ رکھ سکے۔ علاقائی نسلی، لسانی و لونی تعصّباتِ قومیت کو فائق قرار دے لیا گیا، زندگی کے عمل میں بجائے مسابقت بالخیر کے اقتدار اور زر میں سبقت اختیار کرنے کو ترجیح دی گئی۔ ان اختلافات کو ہوا دینے کا نتیجہ مغربی و مشرقی حصّوں میں علیٰحدگی کی صورت میں نمودار ہوا۔ یہ خدا تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ مطالبہ پاکستان جس نظریۂ وحدت ملّی پر منظور ہوا تھا باوجود عملی بے راہ روی کے دنیائے اسلام پر اس کا عدیم النظیر تاثر پڑا۔ جمیع مسلم اوطان و اقوام کو نظر آگیا کہ وحدت و یکجہتی اور باہمی تنازعہ و تفرقہ کے نتائج کیا نکلتے ہیں؟ ۱۹۷۳ء کی جنگ عرب و اسرائیل میں مسلم عرب ممالک نے اتفاق کا مظاہرہ کیا تو اس کا نتیجہ بھی ان کی فتح پر منتج ہوا، مسلمان اقوام نے عام طور پر اس قانونِ خداوندی کو کام کرتے ہوئے دیکھ لیا کہ جہاں اتفاق و اتحاد برکت و رحمت کا موجب اور فتح و عزت پر منتج ہوتے

ہیں وہاں نفاق و تنازع کا نتیجہ شکست و ذلت نکل کر رہتا ہے۔ دوسری طرف یہ امر بھی بکلی واضح ہو گیا کہ جملہ مخالف طاقتیں، اسلامی ممالک کے برخلاف متحد ہیں مگر یہ اتحاد انصاف و حق پر مبنی نہیں بلکہ اسلام دشمنی پر اس کی بنا ہے، اس صورت میں جب تک جملہ اسلام پسند طاقتیں اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر امر مشترک میں متحد و متفق نہیں ہو جاتیں تب تک وہ انصاف و آزادی کے مطابق کچھ حاصل نہیں کر سکتیں۔ اس طرح مطالبۂ پاکستان کے نظریہ نے جس یکجہتی و یگانگت کی بنا ڈالی تھی، اس کے نمونہ پر جمیع مسلم ممالک و اوطان نے اپنے اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متحدہ اسلامی قومیت کی از سر نو تجدید و احیاء کا نقطۂ آغاز کیا ہے۔ لاہور کانفرنس میں اقتصادی، تعلیمی، مالی و فنی وحدت و تعاون کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اسلامی قومیت کا نقطۂ آغاز تعلیم اسلام کی صداقت پر قائم ہے، مسلمانوں کے عمل و کردار پر اس کی بنا قائم ہے، دنیا میں غیر مسلموں کو پیغام اسلام کی معقولیت و افادیت سے باخبر کرنے پر اسلامی جہاد کی بنیادیں استوار ہیں، اگر مسلمان بہ حیثیت قوم مغربی نظریوں سے مرعوب نہ ہوئے ہوتے، اگر مادی و اقتصادی فروغ و ترقی ان کے نزدیک بنیادی اغراض نہ بن گئے ہوتے اگر ایمانی و اخلاقی اقدار کا احیاء جو کہ اسلامی قومیت کا حقیقی نصب العین ہے ان کے مدِ نظر ہوتا تو لاہور کانفرنس میں سب سے مقدم ان امور پر متحدہ و متفقہ عمل پیرائی کا کوئی پروگرام مرتب کیا جانا چاہیئے تھا۔ لیکن بہر حال اسلامی قومیت کا ایک دھندلا سا خاکہ اور اسلام کی وحدت و اشتراک کا ایک نامکمل نقشہ مسلمانوں کے سامنے آ گیا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ پیغام اسلام کی اصل روح اور اسلامی قومیت کا حقیقی نصب العین اس امر کے متقاضی ہیں کہ اسلام کے پیرو اس امر پر متحد و متفق ہو جائیں کہ انہوں نے قرآن و سنت کی متابعت میں اپنی عملی زندگیوں کو ڈھالنا ہے، بنی نسلِ انسانی کی فلاح و بہبود، اسلام کے عالمگیر، نفع بخش اور فطرتی اصولوں کو دنیا میں اُجاگر کر کے انہیں مقبولِ عام بنانے میں مضمر ہے۔ اور ہمیں یہ یقین ہے کہ اس عالی نصب العین وحدتِ نسلِ انسانی کی طرف مسلمان اقوام کا پہلا قدم لاہور کانفرنس ہے۔ (ا۔ ب)

جلسہ سالانہ ۱۹۷۴ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی

بتاریخ ۱۷ مارچ ۱۹۷۴ء بروز اتوار بوقت ۱۰ بجے صبح

زیرِ صدارت محترم شیخ نثار احمد صاحب رئیس وزیر آباد منعقد ہوگا۔

پروگرام حسب ذیل ہے:

مولوی عبدالرحمٰن صاحب امام مسجد مری — تلاوت قرآن کریم — ۵ منٹ
خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب، آنریری سیکرٹری — نظم — ۵ منٹ
الحاج میاں فاروق احمد صاحب — ملفوظات — ۱۰ منٹ
مرزا محمد شفیق صاحب مبلغ اسلام — تقریر — ۳۰ منٹ
محمد جلال الدین اکبر صاحب — تقریر — ۲۰ منٹ
مولینا عبدالمنان عمر صاحب — تقریر — ۳۰ منٹ
مولینا محمد سعید بھٹہ صاحب مجاہد اسلام — تقریر — ۳۰ منٹ
مرزا محمد سلیم صاحب مبلغ اسلام — تقریر — ۳۰ منٹ
میاں بشیر احمد منٹو صاحب مبلغ اسلام — تقریر — ۳۰ منٹ

نوٹ: اسی جلسہ کے ساتھ یوم نور الدین اعظمؓ بھی منایا جائے گا۔

تمام بیرونی جماعتوں کو اس جلسہ میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ والسلام

خاکسار: خواجہ محمد نصیر اللہ۔ آنریری سیکرٹری

ملفوظات

(بسلسلہ صفحۂ اوّل)

کے زمانہ میں بھی کاہن لوگ تھے۔ جو غیب کی خبریں بتلاتے تھے۔ چنانچہ سطیح بھی ایک کاہن تھا۔ مگر ان اٹکل باز نجومیوں اور کاہنوں کی غیب دانی اور ماموروں من اللہ اور ملہم کے اظہارِ غیب میں یہ فرق ہوتا ہے کہ ملہم کا اظہارِ غیب اپنے اندر الٰہی طاقت اور خدائی ہیبت رکھتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے صاف طور پر فرمایا ہے لا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ س ۲۹۔ یہاں اظہار کا لفظ ہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس کے اندر ایک شوکت اور قوت ہوتی ہے۔

چوتھا نشان قرآن کریم کے دقائق اور معارف کا ہے۔ کیونکہ معارف قرآن اس شخص کے سوا اور کسی پر نہیں کھل سکتے۔ جس کی تطہیر ہو چکی ہو۔ لا یمسہ الا المطھرون ۲۷۔ میں نے کئی مرتبہ کہا ہے۔ کہ میرے مخالف بھی ایک سورت کی تفسیر کریں۔ اور میں بھی تفسیر کرتا ہوں۔ پھر مقابلہ کر لیا جاوے مگر کسی نے جرأت نہیں کی۔ محمد حسین وغیرہ نے تو کہدیا۔ کہ ان کو عربی کا صیغہ نہیں آتا۔ اور جب کتابیں پیش کی گئیں تو بودے اور رکیک عذر کر کے ٹال دیا۔ کہ یہ عربی تو اردو کی کچالو ہے۔ مگر یہ نہ ہو سکا۔ کہ ایک صفحہ ہی بنا کر پیش کر دیتا۔ اور دکھا دیتا کہ عربی یہ ہے۔

غرض یہ چار نشان ہیں جو خاص طور پر میری صداقت کے لئے مجھے ملے ہیں۔

(ملفوظاتِ احمدیہ حصہ اوّل ص ۱۴)

فیجی سے ایک دوست کی درخواست دعائے صحت

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ پیغام صلح سلمہ اللہ تعالےٰ۔

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

ایک دوست ناندی جزائر فیجی سے اطلاع دیتے ہیں کہ جماعت کے نہایت مخلص دوست مولوی عبداللطیف خان صاحب کئی دن سے بیمار ہیں۔ ان کی ٹانگ پر زخم ہو گیا ہے۔ چونکہ انہیں شوگر کی بھی تکلیف ہے اس لئے وہ زخم اچھا نہیں ہو رہا۔ مولوی صاحب جماعت کے آنریری مبلغ و خطیب ہیں۔ نہایت نیک و مخلص احباب میں سے ہیں۔ انہوں نے جملہ احباب جماعت، بزرگانِ دین و حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ سے درخواست ہے کہ وہ ان کی شفائے کامل و عاجل کے لئے دعا فرماویں۔ اللہ تعالےٰ انہیں صحت عطا فرمائے اور خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

نیاز کیش احمد یار عفی عنہ
انچارج ادارہ تعلیم القرآن۔ لاہور

تبلیغی کلاس کی تنظیمِ نو

انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ کم از کم دس طلبہ کی کلاس وسط اپریل سے بستی دار السلام میں شروع کی جائے۔ طلباء کو بیرونی ممالک کے مشنوں کے لئے تیار کیا جائے گا اور حصول تعلیم کے بعد معقول مشاہرہ اور گریڈ دیا جائے گا۔ اسی طرح چند طلباء کو پاکستان میں تبلیغ کے لئے تیار کیا جائے گا۔ ان میں سے بعض کو قرآن مجید حفظ کرایا جائے گا اور مختلف جماعتوں میں امام اور خطیب کا منصب سنبھالنے کے قابل بنایا جائے گا اور جو طلباء پسند کریں انہیں انجمن کے مرکزی دفاتر میں بطور کارکن جگہ دی جائے گی۔ دورانِ تعلیم طلباء کو معقول وظیفہ دیا جائے گا اور نو تعمیر ہوسٹل میں رہائش کی جگہ دی جائے گی۔

فارغ التحصیل طلباء کو مناسب مشاہرہ اور گریڈ کے علاوہ مستقبل کا تحفظ بھی حاصل ہوگا۔

اُمید ہے احباب اس قومی ضرورت پر پوری توجہ دیں گے اور ۲۵ مارچ ۱۹۷۴ء تک راقم الحروف کو اُمیدوار احمدی طلباء کے ناموں سے اطلاع دیں گے۔ شکریہ

مورخہ ۲۳/۲/۷۴

والسلام۔ نیاز مند
(میاں) فضل احمد
پوسٹ بکس 1298۔ لاہور

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

تقریر ڈاکٹر سعید احمد صاحب بر موقعہ جلسہ سالانہ

جماعتِ احمدیہ کا مشن اور اس کے تقاضے

حضرت مسیح موعودؑ کا کارنامہ، جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام

احبابِ غربُ الہند کی امداد اور قربانیاں

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله و کفیٰ بالله شهیدا - محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله و رضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود ذالك مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل کزرع اخرج شطاه فازره فاستغلظ فاستویٰ علیٰ سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار وعد الله الذین آمنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة واجرا عظیما (الفتح پ ۲۶ - ۲۹)

ترجمہ:- وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ تعالےٰ گواہ بس ہے، محمد صلعم اللہ کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلہ میں قوی آپس میں رحم کرنے والے، تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے، وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ ان کا نشان ان کے موہنوں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے۔ یہ ان کی مثال توریت میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے کھیتی کی طرح جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا سو وہ موٹی ہوئی، پھر اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ کسانوں کو خوش کرتی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غضب میں لائے۔ اللہ تعالےٰ نے ان میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لاتے اور اچھا عمل کرتے ہیں حفاظت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔

ان آیات میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے گا۔ اس صدی کے مجدد حضرت مسیح موعودؑ اور مہدی معہودؑ کی بعثت اور اس جماعت کے قیام کی غرض یہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو اور دینِ اسلام سب دینوں پر غالب ہو، اس غرض سے اس زمانہ میں جو جماعت مامور الٰہی نے بنائی اس کا نام "جماعت احمدیہ" اسی حکمت کے ماتحت رکھا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا نام احمد جو آپ کے جمال کا مظہر ہے روشن کرے اور اس مقدس نام کے ساتھ نسبت رکھنے والی جماعت قرآن اور دینِ اسلام کا حسن و جمال دنیا پر ظاہر کرے۔

مامورِ الٰہی کا کارنامہ

اس مامور الٰہی نے اسلام کا پاک چہرہ ہر قسم کے داغوں سے پاک کیا اور فاسد خیالات اور غلط معتقدات کی جو مرورِ زمانہ کی وجہ سے مسلمانوں میں دخل پا گئے تھے اصلاح فرمائی اور اسلام کی حقیقی اور سچی تصویر اپنی جماعت کے ہاتھوں میں دی اور ہر قسم کے اعتراضات جو مخالفینِ اسلام کرتے تھے ان کا معقول اور شافی جواب دیا۔ جماعت کے اندر قوتِ عمل پیدا کی۔ اس انقلاب کا ذکر جو اس عظیم انسان نے پیدا کیا نہایت ہی پیارے الفاظ میں ان کے ایک شاگردِ رشید حضرت مولانا محمد علیؒ نے ان کی وفات کے بعد ایک موقعہ پر فرمایا۔ وہ الفاظ یہ ہیں:-

"حضرت صاحب کا وجود اس زمانہ میں ہمارے لئے ابرِ رحمت اور سایۂ کرم تھا۔ آپ نے ہمیں بدیوں سے ہٹا کر نیکیوں پر قائم کیا۔ ہماری دہریت اور خشک ایمان کو تازہ اور زندہ ایمان سے بدل دیا اور ہمارے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کی عزت و عظمت کو فولاد کی طرح بھر دیا۔ ہماری عملی حالتیں ناگفتہ بہ تھیں مگر اس نے کچھ ایسا شربت پلایا کہ نماز اور ذکرِ الٰہی میں لذت اور سرور آنے لگا۔ اور قرآن کریم کی محبت ہمارے دلوں میں موجزن ہوئی اور ہر ایک نفس نے اپنے مقدور کے مطابق نیکی میں ترقی کی۔ اللہ تعالےٰ نے ہماری جماعت کو دین کے پھیلانے کے لئے چن لیا ہے اور دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔ جہاں ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہو سکتا ہے وہاں اللہ کے حضور عاجزی و گریہ کا مقام بھی ہے کہ ہم ناکارہ اور نالائق لوگوں کو موقعہ دیا اور ہم اس کا حق ادا نہ کر سکے جیسا ہمیں کرنا چاہئے تھا۔ خدا سے توفیق مانگو کہ اس کسوٹی پر پورے اتریں۔"

تو یہ وہ پیغام تھا جسے لے کر حضرت مسیح موعودؑ اٹھے تھے۔ یہی وہ ایمان تھا جو اس وقت جماعت کے دلوں میں پیدا کیا تھا جبکہ لادینیت کا دور دورہ تھا اور یہ خیال کہ دینِ اسلام غالب آئے گا مسلمانوں کے دلوں سے نکل چکا تھا۔ سوائے اس کے کہ ایک خونی مہدی کے آنے کا انتظار تھا جو تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان کرے۔ یہ خیال کہ اسلام اپنی خوبیوں کی وجہ سے تلوار کی مدد کے بغیر غالب آسکتا ہے دلوں سے مٹ چکا تھا اور لوگ اسی انتظار میں تھے کہ مہدی کا ظہور اب ہوا کہ ہوا۔ اور یہ انتظار بھی عوام الناس میں تھا۔ تعلیم یافتہ طبقہ کے خیالات تو بالکل ہی پست ہو چکے تھے اور یہ بات ان کے وہم میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ اسلام پھر غالب ہو سکتا ہے۔ ایسے وقت میں حضرت صاحب نے اپنی جماعت کے ایمان کو تازہ اور زندہ کر دیا اور دین کی صداقت اور اس کے غلبہ پر ایسا زبردست ایمان پیدا کیا کہ مجاہدوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا جو اس بلند مقصد کے لئے اپنی جان و مال اور سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہنے لگے۔

دیگر مذاہب کے مقابل پر مذہب اسلام کا ایک امتیاز

ہر مذہب دنیا میں مادی طاقت کے ذریعہ غالب آیا ہے۔ مثلاً عیسائیت کو اس وقت غلبہ حاصل ہوا جب ایک بادشاہ نے اسے قبول کر لیا۔ ایسا ہی بدھ مذہب بھی ایک بادشاہ کے ذریعہ پھیلا! لیکن اسلام پر کسی بادشاہ یا حکومت کا کچھ احسان نہیں بلکہ اسلام کا احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کو دنیا میں غالب کیا اور دنیا کی حکمرانیاں عطا کیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جہاں کہیں دنیا میں آج اسلام کے نام لیوا نظر آتے ہیں وہاں ہی کسی ولی اللہ کا مدفن بھی نظر آتا ہے۔ انہی بزرگوں کی کوشش و پاک نمونہ اور روحانی قوت سے دنیا میں اسلام پھیلا ہے۔ اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

قرآن کریم کی خصوصیات

قرآن کریم زندہ کتاب ہے اور اس کے فیوض ابدی ہیں۔ ان فیوض سے کون اور کس طرح کے لوگ برکت حاصل کر سکتے ہیں؟ خود اس پاک کتاب نے بیان فرمایا ہے:-

انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسه الا المطهرون
(سورة الواقعہ پ ۲۷ - ۸۰)

ترجمہ:- یقیناً یہ قرآن نفع پہنچانے والا ہے، محفوظ کتاب میں، سوائے پاک لوگوں کے اسے کوئی چھو نہیں سکتا۔

قرآن ایک کریم کتاب ہے اس کی سخاوت و برکات اور فیوض کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ چودہ سو سال سے دنیا میں ایک محفوظ کتاب کی صورت میں موجود ہے۔ لا یاتیه الباطل من بین یدیه و من خلفه۔ باطل اس کے مقابلہ سے عاجز ہے لیکن اس کے فیوض پر اطلاع اسی وقت ہو سکتی ہے اور ان فیوض سے اسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور دوسروں کو پہنچایا جا سکتا ہے جب ہمارے دل پاک ہو جائیں اور ہمارا تعلق اللہ کے ساتھ ہو جاوے یہی لا یمسه الا المطهرون کا مفہوم ہے۔

اس زمانہ میں ایسے مطہرین کی مثالیں

حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں بیٹھنے والی چند ہستیاں ہماری آنکھوں کے سامنے گذری ہیں۔ جیسے حضرت

مولانا نورالدین، حضرت مولانا محمد علی یا خواجہ کمال الدین علیہما الرحمت ۔ ان لوگوں کو جو توفیق خدمتِ قرآن اور اشاعت اسلام کی ملی وہ محض اُنکی قابلیت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس تعلق کی وجہ سے ملی جو انہیں اللہ تعالٰے کے ساتھ تھا اور اس ایثار کی وجہ سے ملی کہ وہ دنیا پر لات مار کر اللہ کی راہ میں وقف ہو گئے ۔

خدا کی محبّت سب محبتوں سے مقدم ہے

انسان کا دل پاک اسی وقت ہوتا ہے جب خدا کی محبت کے سوا دل سے ساری محبتیں دُور ہو جائیں ۔ سب سے بڑی محبت مال کی ہے ۔ مال سب سے بڑا بُت ہے خصوصًا آج کے زمانہ میں، اس بُت کو دل سے نکال کر خدا کے تخت کو دل میں بچھا دینا وہ چیز ہے جو انسان کے دل کو پاک کرتی ہے ۔

خدا کی محبت کا بیج دل کی کیاری میں اسی وقت نشو و نما پاتا ہے جب انسان اور محبتوں کو دل سے گندی اور بیکار فالتو جڑی بوٹیوں کی طرح اس کیاری سے نکال کر باہر پھینک دیتا ہے ۔ تب خدا کی محبت کا قیمتی پودا صحیح طور پر نشو و نما پا سکتا ہے ۔ دل کی طہارت اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ۔ قرآن کریم فرماتا ہے :۔

خذ من اموالھم صدقۃً تطھرھم و تزکیھم بھا

(سورۃ توبہ پ ۱۱ ۔ ۱۰۳)

ان کے مالوں سے صدقہ لو اس سے تو ان کو پاک اور صاف کرے گا ۔

حضرت نبی کریم صلعم کی ازواج مطہرات سے اللہ تعالیٰ کا خطاب

یاایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدُّنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحًا جمیلا ۔

(سورۃ الاحزاب پ ۲۱ ۔ ۲۸)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو، تو آؤ میں تمہیں اس کے لئے سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح رخصت کر دوں ۔ وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاٰخرۃ فانّ اللہ اعدّ للمحسنٰت منکنّ اجرًا عظیمًا ۔

(سورۃ الاحزاب ۔ ۲۹)

ترجمہ:۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے ۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرّجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا ۔

(سورۃ الاحزاب ۔ ۳۳)

ترجمہ:۔ اے اہلِ بیت اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے دلوں سے مال دنیا کی محبت کو دُور کر کے تمہیں بالکل پاک و صاف کر دے ۔

نہ صرف آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات نے بلکہ اور صحابہ نے بھی اسی راز کو پا لیا اور پاک و صاف ہو گئے ۔

جماعت احمدیہ کی مالی قربانیاں

خدا کا احسان ہے کہ اس جماعت کو بھی اللہ تعالٰے نے مال کی قربانی کی توفیق بخشی ۔ بمقابلہ دیگر لوگوں کے آج بھی اللہ تعالٰے کا اس جماعت پر بڑا فضل ہے ۔ یہ بطور تحدیث بالنعمۃ عرض کر رہا ہوں ۔ سو عرض یہ ہے کہ کہ ہم اپنے دلوں کو مال کی محبت سے جب تک پاک نہ کریں گے اس وقت تک قرآن کی طاقت کو دُنیا پر ظاہر نہیں کر سکتے ۔ حقیقت یہ ہے کہ مال دنیا کی محبت کی آگ کو دل سے ٹھنڈا کئے بغیر اللہ کسی کو نہیں مل سکتا ۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دُوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

حضرت مسیح موعودؑ کی قوتِ قدسیہ اور جماعت احمدیہ کا مشن

حضرت مسیح موعودؑ کی قوت قدسیہ زندہ ہے اگرچہ آپ کو فوت ہوئے ۶۵ سال گذر گئے ہیں ۔ اسی مقصد کے لئے جس کیلئے حضرت مسیح موعودؑ مبعوث ہوئے اب بھی یہ جماعت کھڑی ہے ۔ اسلام کو غالب کرنا خدا کا کام ہے ۔ انسانوں کا اسی قدر کام ہے کہ وہ دنیا کو خدا کا پیغام پہنچا دیں ۔ حق و صداقت کی قبولیت پر کسی کو آمادہ کرنا صرف اللہ تعالٰے کا کام ہے ۔ بس یہی مشن اور مقصد ہے جو اس جماعت کی قیام کی غرض و غایت ہے ۔

غلبۂ دین کے لئے طریق کار

غلبۂ دین کے مشن کو پُورا کرنے کیلئے حضرت مسیح موعودؑ نے یہی طریق کار تجویز فرمایا ہے کہ تعلیم اسلام کو پھیلایا جائے ۔ اور قرآن کریم کے تراجم شائع کیئے جاویں اور اعلےٰ درجہ کا لٹریچر ہو جو تمام دنیا میں پھیلایا جائے ۔ اس کام کو یہ جماعت ایک حد تک پُورا کر رہی ہے ۔ لیکن وہ ضرورت کے لحاظ سے تھوڑا ہے ۔ اور زیادہ توجہ کی ضرورت ہے ۔ اسلام اور قرآن کریم کا دنیا میں پھیلانا بلند ترین مقصد ہے جو کسی مسلمان جماعت کے سامنے ہو سکتا ہے ۔ جیسا کہ خود قرآن کریم نے فرمایا ومن احسن قولًا ممن دعا الی اللہ ۔ اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے سے زیادہ اچھی بات کیا ہو سکتی ہے ۔ ہمیں شدت کے ساتھ اس مقصد کے ساتھ چمٹے رہنا چاہیئے خواہ حالات کیسے ہی نامساعد ہوں ۔ چاہیئے کہ ہم پوری کوشش، جدوجہد اور قربانی کرتے رہیں یہاں تک کہ ہم اپنے مولا کریم سے جا ملیں ۔ اسی کام میں جینا اور اسی کام میں مرنا ہمارا مقصد حیات ہونا چاہیئے ۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اشاعت اسلام کی راہ صاف کر دی ۔

حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالٰے کے فضل سے ہمیں بہت اچھی باتیں اس راہ میں کامیابی کی دے گئے ہیں ۔ مثلاً :۔

۱ ۔ خدا کے فضل سے ہماری ایسی چھوٹی سی جماعت کے عقائد اس قدر پاکیزہ اور مقبول ہیں کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ صحیح الفطرت غیر مسلموں کو بھی اپیل کرتے ہیں اور آج یہ حقیقت ہے کہ دنیائے اسلام کا بیشتر حصہ ان عقائد کو قبول کر چکا ہے ۔ اس کا ثبوت اس لٹریچر سے مل سکتا ہے جو آئے دن مختلف مقامات سے شائع ہوتا ہے ۔ سال گذشتہ مصر میں مولانا محمد علی کی کتاب "ریلیجن آف اسلام" کی طباعت و اشاعت اور علامہ زین العابدین راہنما کا ایران میں قرآن کریم کی ایسی تفسیر فارسی زبان میں شائع کرنا جس میں حضرت مولانا موصوف کی تفسیر انگریزی کے اقتباسات کثرت سے شامل کیئے گئے ہیں ۔ ترکی میں ہماری کئی کتب کے تراجم کا شائع ہونا یہ سب اس قبولیت کی نشاندہی کرتے ہیں یہی عقائد آخر دنیائے اسلام قبول کریگی ۔ اور اسی میں ان کی آئندہ بہتری کا راز ہے ۔

۲ ۔ قرآنی اُصول وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر ۔ کہ کوئی قوم نہیں جس میں کوئی نذیر نہ آیا ہو ۔ یہ آیت تو قرآن مجید میں موجود تھی، لیکن لوگ اسے بھول چکے تھے ۔ حضرت مجدد زماںؑ نے اس حقیقت کو پھر سے زندہ کیا اور پھیلایا اور اس طرح دین اسلام کی قبولیت کے لئے ایک راہ کھول دی ۔

۳ ۔ پھر ایک اور عقیدہ کو زندہ کیا جو مسلمانوں کے اندر مر چکا تھا وہ انما المؤمنون اخوۃ کا ارشاد ہے ۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تکفیر المسلمین کے خلاف بڑی جدوجہد کی اور بار بار بتایا کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے ۔ اور کسی حالت میں اسے کافر نہیں قرار دیا جا سکتا ۔ آیت قرآنی ہے ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا جو تم پر سلام کہے اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے اور حدیث نبوی ہے من صلّی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الّذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ولا تخفروا اللہ فی ذمتہ ۔

ترجمہ: (جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہی مسلمان ہے ۔ جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے، سو تم اللہ کے عہد کو مت توڑو) اس ارشاد الٰہی اور فرمان نبوی کی طرف حضرت مسیح موعود نے توجہ دلائی اور مسلمانوں کے مشغلۂ تکفیر کی بہت شکایت کی اور فرمایا ؎

ایکہ تکفیر مسلماناں کنی از بخل وکیں
شرمت آید از خدائے عادل ذی اختیار
کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی
گر تو داری نوبت حق از کہ بیخ کفر خود بلاد
گرکنی تکفیر قوم خود چہ کارے کردۂ
وَر اگر مردی بجہو دے را باسلام اندرآر
جانم گدازخت از غم ایمانت اے عزیز
دیں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم

. . . .

یہاں پر اس IRONY OF FATE بدقسمتی کا بیان موجب طوالت ہوگا کہ اس جماعت کا ایک بڑا حصہ اس بارہ میں بھٹک گیا اور خطرناک غلطی میں مبتلا ہوگیا اور ہماری فتنہ کا موجب بنا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اعلیٰ مقصد با عمل اور فعال جماعت کی ضرورت

کوئی اعلیٰ مقصد سامنے رکھ لینا آسان ہے۔ اعلیٰ عقائد اختیار کر لینا بھی آسان ہے۔ لیکن اپنے اعمال میں اس کا اثر دکھانا مشکل کام ہے۔

غلبۂ دین کے لئے ایک فعال اور باعمل جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ یہ ایک انسان کا کام نہیں۔ ایک نبی کو بھی جماعت کی ضرورت ہے۔

ہمارے مشن کی کامیابی کے لئے ایک نہایت ضروری شق اور بھی ہے جس کے بغیر کوئی بڑی کامیابی ایک خیال موہوم ہی ہوگا۔ وہ خود قرآن کریم نے اسی پیشگوئی والی آیت کے بعد بیان کر دی ہے جہاں فرمایا:۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ ذالک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجرا عظیما۔
(سورۃ الفتح پ۲۶ آیت ۲۹)

محمد رسول اللہ صلعم کی ذات ہر امر میں ہمارے لئے نمونہ ہے۔ آپ کے پاک صحابہؓ کی زندگیاں بھی ایسے ہی نمونہ ہیں اور ان کی صفات اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دی ہیں۔ وہ زندگیاں اس آیت کی تفسیر تھیں۔ اور ہمارے مشن کی کامیابی کی یہ ضروری شرط ہے کہ جماعت میں ایسی صفات موجود ہوں یا پیدا کی جائیں اور ان کو مضبوط کیا جاوے۔

اشداء علی الکفار کی صفت کے ساتھ رحماء بینھم کا رنگ بھی پیدا کرنا ضروری ہے۔ رحماء بینھم کا مطلب یہ ہے کہ اگر جماعت کے ایک فرد کو تکلیف ہو تو دوسرا بھائی اس کو محسوس کرے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا:۔

تری المومنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا منہ تداعی لہ سائر جسدہ بالسھر والحمی۔

ترجمہ:۔ تم مسلمانوں کو ایک دوسرے پر رحم کرنے اور محبت و مہربانی کرنے میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے۔ اگر اس کا ایک عضو بیمار ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے تمام جسم کے اعضاء تکلیف میں بے خوابی اور بخار کی صورت میں شریک ہو جاتے ہیں۔

پس ضروری ہے کہ ایک بھائی بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کریں۔ حاجتمند ہو تو اس کی حاجت روائی کریں۔ اگر بے روزگار ہو تو اس کے لئے روزگار مہیا کریں۔ غرضیکہ ہر قسم کی ہمدردی کے لئے تیار ہوں۔

جماعت کو ایک کنبہ کی طرح ہونا چاہیئے۔ محبت کے جوہر کو ترقی دینے کی ضرورت ہے۔ بعض لوگ کینہ حسد کپٹ۔ بغض جذبات کو دل میں پرورش دیتے ہیں۔ اس کی بجائے اگر محبت کے جوہر کو ترقی دی جائے تو یہ دنیا جنت بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقبلین
(سورۃ الحجر پ۱۴-۴۷)

ترجمہ:۔ اور جو ان کے دلوں میں کچھ کدورت ہوگی ہم اسے نکال دیں گے وہ بھائی بھائی ہو کر تختوں پر آمنے سامنے ہونگے۔

اپنے بھائی کے عیبوں اور کمزوریوں کی پردہ پوشی کرنی چاہیئے۔ انسان میں کمزوریاں ضرور ہوتی ہیں۔ دوسروں کی کمزوری کو بڑا سمجھتے وقت اپنی کمزوریوں پر نظر کرنا چاہیئے۔ اپنے بھائی کی خوبیوں کو بھول نہ جانا چاہیئے۔ ایسا تو کوئی بھی نہیں ہوتا کہ جس میں کوئی بھی خوبی نہ ہو۔ اپنے بھائیوں کی زیادتیوں کو بھول جانا چاہیئے۔ اگر کوئی بھائی زیادتی کرے یا ہمیں اس سے کچھ بھی تکلیف پہنچے تو اسے بھول جاؤ۔ اگر اس زیادتی کا اثر دل سے فوراً نہ مٹے تو کوشش کرنے سے وہ ضرور مٹ جاتا ہے اور اس میں محبت ابھرتی ہے۔

رحماء بینھم کا نقشہ تب ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ حضرت صاحب نے اس بارہ میں کثرت سے بیان فرمایا ہے۔ شاید اتنی کثرت سے اور کوئی نصیحت جماعت کو نہیں فرمائی ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک جگہ فرمایا:

"جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"۔

صحابہ کرامؓ کا تعلق باللہ

اس آیت میں آگے چل کر آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کی یہ صفت بیان فرمائی ہے تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا

ترجمہ: تو ان کو رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔

تعلق باللہ کے بغیر خدمت دین کا کام ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وہ پاک گروہ تھا جس کے ذریعہ صداقت اسلام دنیا میں پہلی بار ---- پھیلی۔ اس کی مثال آیت کے اگلے حصے میں بیان کی گئی ہے فرمایا:۔ کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار۔

مسیح موعودؑ اور آپ کے ساتھیوں کی زندگیاں۔

حضرت امام زمان اور آپ کے زمانہ کے لوگوں کی زندگیوں میں بھی یہی جھلک نظر آتی ہے۔ چنانچہ خود حضرت صاحب نے بھی فرمایا ہے:

مسیح وقت اب دنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

وہ لوگ تو اپنا فرض ادا کر کے اپنے مولا کریم سے جا ملے۔

. . . . . .

ہماری ذمہ داری

اب یہ ذمہ داری ہم ناکاروں کے کندھوں پر آ پڑی ہے۔ اگر ہم نے کمزوری یا بے ہمتی دکھائی اور اپنے عہد کو نباہ نہ سکے تو اس کا انجام ہمارے لئے خراب ہوگا اور اس کام کی توفیق کسی اور کو اللہ تعالیٰ دے دیگا۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی کچھ بھی پرواہ نہیں سوائے اس کے جو اس کے آگے عاجزی کرتا ہے۔

قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاءکم۔ (سورۃ الفرقان ۱۹-۷۷)

ترجمہ: کہدے میرا رب تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرتا اگر تمہاری دعا نہ ہو۔

اور پھر فرمایا:۔

ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم

اگر اس مشن سے جو تم نے اپنے سامنے رکھا ہے روگردانی کرو گے تو تمہاری جگہ ایک اور قوم کو کھڑا کر دے گا جو تمہاری طرح ناکارہ نہ ہوگی۔

اپنے نفس کو خطاب

گزشتہ سال کے سالانہ جلسہ میں میں نے "نیک ہو جائیں ایک ہو جائیں" کے عنوان سے تقریر کی تھی اور تقریر سے پہلے وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی آیت تلاوت کی تھی۔ اسی طرح اس دفعہ بھی اپنی تقریر کے خاتمہ سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے جو واعظانہ باتیں اس وقت عرض کی ہیں تو ان کا پہلا مخاطب میں اپنے نفس کو جانتا ہوں کیونکہ اسے ایسے وعظ کی سب سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ آپ بھی میری کمزوریوں سے چشم پوشی فرماتے ہوئے ان باتوں کو اپنے دل میں جگہ دیں جو میری زبان سے نکلی ہیں۔

لا تنظروا الی من قال وانظروا الی ما قال۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک لا تخلف المیعاد۔

غلام احمد بشیر۔ ہالینڈ

کیتھولک چرچ ہالینڈ اور اسلام

اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش

اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ اسلامی تنقید

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

آرچ بشپ اوترخت کے ہاں

انیس جون کو ساڑھے گیارہ بجے آرچ بشپ آف ہالینڈ کے ہاں وقت مقرر تھا۔ چنانچہ وقت معین پر جب میں پہنچا تو بشپ صاحب کسی کے ساتھ گفتگو میں مشغول تھے۔ اس لئے دس منٹ کے قریب مجھے انتظار کرنا پڑا۔ بشپ صاحب بڑے تپاک سے ملے۔ پھر پوچھنے لگے کہ آپ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں، جب میں نے بتلایا کہ پاکستان سے، تو فرمانے لگے کہ ۱۹۶۴ء میں میں نے راولپنڈی کے مقام پر وہاں کے بشپ کے پاس ایک ہفتہ گذارا تھا۔ اور پھر لاہور سے ہوتے ہوئے کراچی سے گذر کر بمبئی کانفرنس کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ بشپ صاحب پر پاکستان کا اچھا اثر تھا۔ عام بات چیت کے بعد میں نے عرض کی کہ میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں گذارش کروں کہ کیتھولک چرچ کی طرف سے جو کتب و رسالہ جات شائع ہوتے ہیں ان میں اسلام کے متعلق غلط فہمیاں نہ پھیلائی جائیں۔ میرے نزدیک چرچ کا مقصد تو صحیح معلومات بہم پہنچانا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اسلام پر اعتراضات اور تنقید نہ کی جائے، بلکہ یہ کہ جو اعتراض یا تنقید کی جائے وہ حقیقت پر مبنی ہو یہ نہ ہو کہ بعض باتیں غلط طور پر اسلام کی طرف منسوب کی جائیں۔ اور پھر ان باتوں کی بناء پر اسلام کی ناقدری کی جائے۔ ابھی ابھی جو درسی کتاب چرچ کی طرف سے شائع ہوئی ہے، اس میں اسی قسم کی کئی ایک باتیں درج ہیں۔ میں نے مدیر ادارہ تصنیف سے بات چیت کرنے کے لئے وقت مانگا تھا۔ مگر وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے اس طرف توجہ نہیں دے سکتے۔ شاید آپ کی طرف سے اگر بات ہو تو وہ اس طرف خاص توجہ کے لئے تیار ہو جائیں۔

بشپ صاحب نے میری اس گذارش کو بہت سراہا اور فرمایا کہ یہ واقعی غیر حقیقی باتوں کو حقیقی قرار دے کر ان پر اعتراض کرنا حق و صداقت کے منافی ہے میں مدیران ادارہ تصنیف سے بات کروں گا۔ اور انہیں آپ کی باتوں سے ضرور آگاہ کروں گا۔ پھر یا تو وہ براہِ راست آپ سے بات چیت کریں گے اور یا پھر میں آپ کو اطلاع کر دوں گا۔ میں نے اس پر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں قرآن مجید انگریزی معہ تفسیر از مولینا محمد علی صاحب مرحوم بطور تحفہ پیش کی۔ آپ نے اس تحفہ کو بخوشی قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے کبھی عربی پڑھی تھی۔ مگر اب بہت حد تک بھول چکے ہیں۔ لیکن امید ہے وہ اس قرآن کو پڑھنے میں ایک حد تک کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس کا رسم الخط بہت واضح ہے۔ اس کے بعد میں آپ سے رخصت لے کر واپس ہیگ پہنچ گیا۔

اخبارات میں تذکرہ

یہاں کی خبر رساں ایجنسی کی طرف سے میری اس ملاقات کی خبر تمام اخباروں کو اور ریڈیو کو کر دی گئی۔ ریڈیو سے خبروں کے دوران یہ خبر نشر ہوئی۔ کہ مسلمان نمائندہ نے آرچ بشپ سے ملاقات کر کے کیتھولک چرچ کی طرف سے شائع ہونے والی کتاب کے خلاف احتجاج کیا ہے اور یہ کہ بشپ صاحب نے ان غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے قدم اٹھانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یہ کہ آپ کی خدمت میں نمائندہ اسلام بشیر نے ایک قرآن مجید بطور تحفہ پیش کیا ہے۔

ہالینڈ کے مختلف اخباروں میں یہ خبر جلی حروف میں شائع ہوئی، اس وقت تک چھ سات اخباروں کے تراشے مل چکے ہیں۔

ریڈیو پر مقالہ

اس سے اگلے روز بیس جون کو ایک ریڈیو کے نمائندے نے انٹرویو لیا اور مجھ سے اس مذکورہ کتاب پر اعتراضات دریافت کئے۔ میں نے مختصراً عرض کیا کہ اس کتاب میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ مسلمان یہ مانتے ہیں کہ ہمارے خیالات اور اعمال در اصل ہمارے نہیں بلکہ ان کی بلا واسطہ خالق خدا تعالیٰ ہے۔ اور یہ کہ اسلام کے اصولوں میں خدا اور انسان کے درمیان محبت کا تعلق نہیں۔ اگر مسلمان صوفیاء خدا کی محبت میں سرشار نظر آتے ہیں تو یہ در اصل عیسائی تعلیم کا اثر ہے۔

ریڈیو والوں نے ایک اور تعلیمیافتہ کیتھولک دوست سے ان باتوں کے متعلق تنقیدی بیان حاصل کیا، جنہوں نے میری باتیں سننے کے بعد بتلایا کہ بشیر صاحب کے اعتراضات یقیناً حقیقت پر مبنی ہیں اس کتاب میں اسلام کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو وہ عمل سے روکتا ہے۔ غلط ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت کے متعلق جو بات کہی گئی ہے وہ بالکل ہی غیر معقول ہے۔ ان باتوں کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اسلام اور عیسائی نمائندگان کے آپس میں تعاون اور تبادلۂ خیالات ہونا ضروری ہے۔ موجودہ وقت یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے خیالات سے صحیح طور پر آگاہ ہوں۔

ریڈیو کی خبر سُن کر ایک کیتھولک پریس کے نمائندہ انٹرویو کے لئے آئے۔ جنہوں نے اپنے علاقہ کے اخبار میں مقالہ شائع کیا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

اسلام کے متعلق کیتھولک چرچ کی نئی درسی کتاب پر تنقید۔ آرچ بشپ کو قرآن کا تحفہ دیا گیا۔

کل آرچ بشپ کو بشیر صاحب نے قرآن کا تحفہ پیش کیا۔ آپ بیس سال سے ہالینڈ میں مقیم ہیں اور آپ پاکستان کے باشندہ ہیں اور یہ تحفہ کیتھولک چرچ کی طرف سے شائع ہونے والی درسی کتاب پر مسلمانوں کے برحق ہونے کے ثبوت کو واضح کرنے کے لئے ہے۔ بشیر صاحب جو انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز ان یورپ کے ڈائرکٹر ہیں اور عربی زبان کے اُستاد ہیں وہ گذشتہ عرصہ میں اس نئی شائع ہونے والی کتاب میں اسلام کے متعلق غلط باتیں شائع ہونے کی وجہ سے بہت ملال کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کتاب میں جس طرز پر قرآن مجید اور اسلام کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس ملال کی وجہ ... ہے۔

ابتداء میں انہوں نے مدیر ادارہ تصنیف کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے کی کوشش کی۔ مگر جب اس میں انہیں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے آرچ بشپ کو لکھا۔ جنہوں نے بشیر صاحب کو ملاقات کے لئے وقت دیا۔ بشیر صاحب نے آرچ بشپ کی خدمت میں ان غلط باتوں کا ذکر کیا جو مذکورہ کتاب میں چھپی ہیں۔ انہوں نے وعدہ فرمایا کہ مذکورہ کتاب کے لکھنے والوں سے ان امور کا ذکر کر کے یا تو خود اطلاع دیں گے اور یا اس کتاب کے مدیر۔ بشیر صاحب نے بتلایا آرچ بشپ نے قرآن کا تحفہ بڑی خوشی سے قبول کیا اور فرمایا کہ وہ عربی عبارت پڑھ سکتے ہیں۔ پتہ نہیں اب بھی پڑھ سکوں یا نہ۔ بشیر صاحب کی تنقید اس امر کے بارہ میں ہے کہ اسلام کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ یہ سکھلاتا ہے کہ سب کچھ پہلے سے ہی مقرر ہے اس لئے ہمارے اعمال در اصل ہمارے اعمال نہیں ہیں۔ آپ کی تنقید اس بات پر بھی ہے کہ مصنفین کتاب مذکورہ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں در اصل ظاہری قوانین پر عمل کو ہی اصل قرار دیا گیا ہے۔ مگر بشیر صاحب کہتے ہیں کہ کسی .... مذہب میں بھی صرف قوانین کو مقصود قرار دیا جا سکتا ظاہری اوامر و نواہی در اصل حقیقت کو پانے کے ذرائع ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس قسم کی غلط باتوں پر تنقید اسلامک انسٹی ٹیوٹ کا ڈائرکٹر ہونے کے عمل میں داخل ہے کیونکہ اس ادارہ کا مقصد اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچانا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام اللہ (اسلام کا خدائی تصور) قرآن اور مسلمانوں کے متعلق بہت سی غلط باتیں مشہور ہیں۔ (یہ بلاد

۲۰ جون ۱۹۶۲ء)

ایک سعید روح

اس خبر کے نتیجہ میں ایک بچوں کے

پرچہ کے ایڈیٹر صاحب نے فون کیا کہ وہ خاکسار سے ملنا چاہتے ہیں کیونکہ ان کے پرچہ میں جو مضمون شائع ہوا تھا۔ اس میں بعض غلط باتیں شائع ہوئی ہیں اس پرچہ کا نام TAP TOE اور اس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اب وہ صاحب اس بدھ کے روز ملاقات کے لئے آ رہے ہیں میرے نزدیک یہ ان کی بڑی سعادت ہے کہ جب انہوں نے خبر سنی کہ ان کے پرچہ میں اسلام کے متعلق ایسی باتیں شائع ہوئی ہیں جن کو مسلمان نہیں مانتے یا پسند نہیں کرتے تو انہوں نے خود فون کیا اور اپنے پرچہ میں غلط چھپی ہوئی باتوں کی اصلاح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی اور بھی سعید روحیں پیدا کرے تاکہ لوگ غلط اور لایعنی باتوں کی بجائے اسلام کی صحیح تعلیم سے روشناس ہو سکیں۔

مدیر صاحب مذکور کا لایعنی عذر

جب اخبار ([illegible] Tijd [illegible]) دی ٹائیڈ کی ۱۹ مارچ کی اشاعت میں تنقیدی مقالہ شائع ہوا اور کتاب کے مدیر صاحب کو میری آرچ بشپ سے ملاقات کا علم ہوا تو انہوں نے ایک خط اخبار کو برائے اشاعت بھیج دیا تاکہ عام لوگوں کو حقیقت سے اطلاع نہ ہو۔ چنانچہ ان کے جواب کا ترجمہ ذیل میں ذکر ہے:

"۱۹ جون کو شائع ہونے والے اخبار میں ہماری نئی درسی کتاب کے متعلق بشیر صاحب کے اعتراضات شائع ہوئے ہیں۔ اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی میرے اور معاونین کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے کی کوشش بھی رائیگاں ثابت ہوئی۔ اچانک جب میں ڈاک خانہ میں اسلام کے متعلق شائع ہونے والی باتوں کی اصلاحات پر مشتمل ایک خط ڈال کر واپس آ رہا تھا تو مندرجہ بالا اخبار میں مجھے وہ مقالہ نظر آیا۔

بشیر صاحب مجھ سے ملنے کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن میں نے ان سے عرض کی تھی کہ وہ اپنے اعتراض لکھ کر بھیج دیں۔ چنانچہ انہوں نے پھر ایسا کر بھی دیا۔ چونکہ بعض لوگ چھٹی پر اور بعض انتہائی طور پر تھکے ہوئے اور بعض امتحانات لینے میں مشغول تھے۔ اس لئے ماہرین کا اجلاس بلانا ناممکن تھا۔ میں بشیر صاحب کے اعتراضات پر کہ تبادلۂ خیالات کیا جاتا۔ لیکن اس کتاب کے تراجم ہو رہے تھے اس لئے ضروری تھا کہ جلد ہی غلط باتوں کا ازالہ کیا جائے (اس بنا پر تحریری اعتراضات مانگے گئے) اس دوران بشیر صاحب کو اپنے ۴ مئی والے خط کا جواب نہ ملا ان کا خط ۶ مئی کا مجھے ملا۔ تو میں اس دن بیرون ملک روانہ ہو رہا تھا اور پھر میں ۳ جون تک ملک سے باہر رہا۔ اس کے بعد دوسرے اتوار کے دوران ہم نے ماہرین کو جمع کرنے کی کوشش کی اور ہم نے خط کا جواب دینے میں ماہرین کے جواب کا انتظار کیا تاکہ ہمارا جواب محض ظاہریت پر مبنی نہ ہو بلکہ حقیقی جواب ہو (لیکن باوجود اس کے ابھی تک انہوں نے براہ راست میرے خط کا جواب نہیں دیا۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے چار مقامات پر اصلاحات کی ہیں۔ اور یہ اصلاحات محض لفظی تبدیلیاں ہیں مگر اس سے اصل مشکل حل نہیں ہوتی) اس کے بعد پھر وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے ماہرین نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ ہم نے تو پہلی دفعہ ہی اچھی طرح غور و خوض کے بعد مضمون لکھا تھا۔ ان اصلاحات سے یقیناً بشیر صاحب کے تمام اعتراضات دور نہیں ہو سکے ہوں گے۔ یہ سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کے متعلق بتائیں کہ ان کی اسلام میں کیا حیثیت ہے۔

بشیر صاحب کا تعلق جمہور اسلام سے نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کے ممبر ہیں جو ایک چھوٹا سا گروہ ہے اور پاکستان میں اس کا مرکز ہے۔ اس جماعت کے بانی مرزا غلام احمد ہیں۔ جماعت احمدیہ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک تو اپنے بانی کو نبی اور دوسری مجدد و مصلح کے طور پر مانتی ہے دونوں جماعتوں کے نمائندگان ہالینڈ میں مقیم ہیں۔ بشیر صاحب کا تعلق آخری جماعت سے ہے۔

حقیقتاً سارے یورپ میں ان کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے ذریعہ سے اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ ان کی قرآنی تفسیر عام مسلمانوں کے نظریہ قسمت سے کم مطابقت رکھتی ہے۔ مگر نئی درسی کتاب میں اسلام کی تعلیم کو بیان کرتے وقت جمہور مسلمانوں کے عقیدہ کو لیا گیا ہے جیسا کہ قاہرہ والے مانتے ہیں۔ لہٰذا اس کتاب میں جہاں دو تین صفحات اسلام کی تعلیم بیان کرنے کے لئے وقف ہوں وہاں چھوٹی سی جماعت کا تذکرہ متوقع نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ذکر بھی آ گیا ہے۔ مثلاً ہم نے لکھا ہے:

ایک سوال جو ہم اسلام سے کر سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کیا قرآن میں سے ایسی تعلیم نہیں مل سکتی۔ جس پر بنیاد رکھ کر ترقی کی جا سکے۔ مختلف ممالک اسلامی میں اس کی تلاش ہو رہی ہے۔ مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت تو یہی ظاہر ہوا ہے کہ اسلام کے خدائی اور سالمی تصور میں قسمت پر انحصار ہی نظر آتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس پیرے میں جماعت احمدیہ کے نظریہ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ بشیر صاحب اپنے عقائد کو در اصل قرآن کے عقائد تسلیم کر کے اپنا اطمینان حاصل کر رہے ہیں۔ اگر ہم ان باتوں کو اسلامی تعلیم کے طور پر پیش کرتے تو یہ حقائق علمی کے خلاف ہوتا۔ بشیر صاحب کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ اسلامی دنیا کو اپنے نظریہ قرآن سے متفق کروائیں اور دیکھو ہمیں۔ اس کے بعد مدیر صاحب نے اپنی کم مائیگی کا اقرار کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے کہ اس کتاب میں دوسرے مذاہب کی تعلیم کا بیان کماحقہ کرنا ناممکن تھا۔ (اس مقالہ میں انہوں نے میرے اعتراضات کا زور کم کرنے کے لئے یہ اندازہ کر دیا ہے۔ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ مصری علماء کے عقائد کی بنا پر لکھا ہے۔ مگر در اصل انہوں نے میری ساری باتوں کا جواب نہیں دیا جیسا کہ قارئین کرام ماسبق سے اندازہ لگا سکتے ہیں)

مدیر ادارہ تصنیف کیتھولک چرچ کے اس مقالہ کے جواب میں خاکسار نے ایک مضمون لکھ کر ایک کاپی اخبار کو اور ایک مدیر صاحب کو روانہ کی ہے۔ اس مقالہ میں لکھا گیا ہے۔ کہ مدیر صاحب نے جن اصلاحات کا ذکر کیا ہے۔ وہ کافی نہیں۔ لفظی تبدیلیوں سے اصولی باتوں کا جواب نہیں آ سکتا۔ چونکہ مدیر صاحب کو اس معاملہ میں پھر ان لوگوں سے مشورہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جنہیں اسلام کی تعلیم سے قدرے واقفیت ہے اس لئے میں نے شروع میں ہی زور دیا تھا کہ ان علماء کی مجلس منعقد کر کے خاکسار کو اپنے سوالات پیش کرنے کا موقع دیں تاکہ انہیں لیت و لعل کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ میں نے جو تنقید کی ہے۔ وہ ذاتی تاویلات کی بنا پر نہیں کی۔ بلکہ وہ قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے استنباط کرتے ہوئے کی گئی ہے۔

ان قرآنی آیات کی روشنی میں اور احادیث صحیحہ کی تائید میں میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے بیان سے سارے مسلمان اتفاق رکھتے ہیں۔ مسلمان فرقوں اور جماعتوں میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان کا تعلق آیات قرآنی اور احادیث سے نہیں بلکہ بعض تاویلات سے ہے۔ مگر کیتھولک علماء نے اسلام کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے فروعات سے بحث نہیں کی۔ بلکہ اسلام کے اصولوں پر حملہ کیا ہے۔ سب مسلمان مندرجہ ذیل باتیں جو کیتھولک علماء نے اسلام کے متعلق لکھی ہیں رد کریں گے۔ مثلاً یہ کہنا کہ مسلمانوں کے نزدیک نیکی اور بدی کی جڑھ انسان کے دل میں نہیں بلکہ باہر خدا کی مرضی میں پائی جاتی ہے۔ کسی ایک مسلمان فرقہ کا بھی مذہب نہیں۔ یہ کہنا بھی سب مسلمانوں کے نزدیک غلط ہے کہ مسلمان جنت کو مادی دنیا کا پرتو خیال کرتے ہیں اور یہ کہ اہل جنت خدا سے الگ تھلگ ایک دنیاوی زندگی بسر کریں گے۔ یہ بھی بالکل غلط ہے کہ مسلمان حوادثات کے سامنے بے عمل بیٹھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ تمام مسلمان ممالک میں جو ترقی ہو رہی ہے۔ وہ اس نظریہ کے غلط ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

۔ یہ خیال کرنا کہ قرآن انسانی ترقی کے راستہ میں حائل اور روک بنتا ہے تمام مسلمانوں کے نزدیک باطل ہے۔ کوئی بھی مسلمان فرقہ اس نظریہ کا حامی نہیں ہو سکتا کہ خدا اور انسان کے درمیان محبت کا تعلق نہیں ہے۔ زمین پر کوئی ایک مسلمان بھی نہیں مل سکتا جو یہ کہے کہ خدا اور انسان میں محبت کا تعلق نہیں ہو سکتا۔ علم فہم والے مسلمان جب کیتھولک علماء کا یہ دعویٰ سنیں گے تو وہ تعجب ہی تعجب کا اظہار کریں گے۔ کہ اہل علم ہوتے ہوئے کس طرح ایک جاہلانہ بات اسلام کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

پھر مصنف کا دعویٰ کہ قرآن میں اگرچہ ایک آدھ جگہ خدا کی محبت کا ذکر ہے اور اس سے محض اطاعت و فرمانبرداری والی محبت مراد ہے نہ کہ خدا سے ملنے کی۔ خدا سے ایک ہونے والی محبت اسلام کے اصولوں میں داخل نہیں کیونکہ اسلام کا خدا انسان کی پہنچ سے بالا ہے یہ ان کی اسلام اور قرآن سے عدم واقفیت پر شہادت دے رہا ہے۔ کیونکہ قرآن میں ایک آدھ جگہ میں نہیں بلکہ مختلف مقامات پر خدا کی محبت کا ذکر ہے۔ قرآن لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ تمہارا خدا قریب ہے۔ اسکی طرف آؤ نحن اقرب الیہ من حبل الورید وہ تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ پھر یہ کہنا کہ بائبل میں جو خدا کی محبت کا ذکر ہے وہ قرآن کی محبت سے جدا ہے۔ مصنف کی بائبل سے بھی عدم واقفیت پر اطلاع دیتا ہے (بائبل میں واضح طور پر بیان ہے کہ خدا کی محبت سے اس کے احکام کی تعمیل مراد ہے) دنیا میں کوئی فہم والا مسلمان نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ خدا کا قرب انسان حاصل نہیں کر سکتا۔ پھر اسے بھی کوئی مسلمان نہیں مان سکتا۔ کہ زمانہ وسطیٰ کے صوفیا اور اولیا کے لئے حضرت مسیح ہی نمونہ تھے حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلعم کا خود اپنا نمونہ انہیں خدا کی طرف کھینچ لایا تھا۔ مدیر کتاب کا یہ کہنا کہ میں عام مسلمانوں کے خیالات کی ترجمانی نہیں کر رہا ہوں بلکہ اپنی تاویلات پیش کر رہا ہوں۔ یہ غلط ہے ہم مسلمانوں کے اختلافات فروعات کے متعلق ہیں۔ اصولیات میں نہیں۔ اور آپ لوگوں نے جو اسلام کے متعلق باتیں بتلائی ہیں ان کا تعلق اصول سے ہے۔ اس لئے ان غلط فہمیوں کی تردید میں تمام مسلمان بھی متفق ہوں گے اور کوئی مسلمان گروہ آپ کے دعاوی کی تائید نہیں کرے گا۔

پھر عرض ہے کہ میرے اعتراضات کی بناء ذاتی تاویلات پر نہیں رکھی گئی۔ بلکہ واضح اور روشن دلائل قرآن اور احادیث پر ہے میرے نزدیک اب بھی مصنفین کے گروپ کے ساتھ تبادلۂ خیالات مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ جس سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔ اس قسم کی کتب کا مطلب تو لوگوں کو صحیح معلومات بہم پہنچانا ہے اور اس طرح سچائی اور حق کی خدمت کرنا۔ لہذا ایک پبلک جلسہ جس میں مل کر تبادلہ خیالات کیا جا سکے یقیناً مفید ثابت ہوگا۔

اب ہم ان کے جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ لوگ حقیقت پسند بن کر سچائی کی راہ اختیار کریں اور خواہ مخواہ دھوکہ اور تلبیس سے کام لے کر اسلام کے متعلق غلط فہمیاں نہ پھیلائیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہماری آواز کو اس ملک کے لوگوں تک پہنچایا ہے اور بہت سے لوگ اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور ہماری باتوں کی تائید کرتے ہیں۔ والسلام

اخبارِ احمدیہ

وفات حسرت آیات

(۱) سانگلہ ہل کے ایک نہایت نیک دل اور با اخلاق بزرگ میاں محمد عبداللہ صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ میں تھے اور جماعتِ احمدیہ لاہور کے عقائد کی بلا معاوضہ ہمہ وقت تبلیغ کرتے رہتے تھے، وفات پا گئے ہیں۔

(۲) حکیم شیخ تاج دین صاحب سکنہ رام گلی لاہور کچھ دیر بیمار رہ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، دونوں مرحومین کا جنازہ غائبانہ جمعہ مؤرخہ ۸ر مارچ کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے پڑھایا دعا ہے اللہ تعالیٰ ہر دو کو جنت نصیب فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

ولادت اور عطیہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ۲۲-۲۳ر فروری ۱۹۷۴ء کی درمیانی شب کو عزیز حمیدالرحمان (محمد زئی) کو فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ ان دنوں لاہور میں مسلمانانِ عالم کے سربراہوں کی کانفرنس ہو رہی تھی۔ نو مولود کے والد نے کانفرنس کی تین ممتاز شخصیتوں کے نام پر بچے کا نام "معمر فیصل السادات" تجویز کیا تھا اور مقامی اخبارات میں اسی نام سے خبر شائع کر دی گئی۔ بعد میں بچے کی نانی ...... نے اس کا نام حنیف الرحمان یا کلیم الرحمان تجویز کیا ہے۔

نومولود کے والد نے اس خوشی کے موقعہ پر مبلغ بیس (20/-) روپے عطیہ برائے اشاعت اسلام دیا ہے۔ بزرگانِ سلسلہ خصوصاً حضرت امیر قوم اور جناب خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب سے درخواست ہے کہ وہ نو مولود کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کریں اور یہ بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ اسے دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور والدین کی آنکھوں ...

دیگر درخواست ہائے دعائے صحت

(۱) چودھری محمد حسن صاحب چیمہ۔ (۲) میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی (۳) چودھری فضل داد صاحب۔ دیر سے بیمار چلے آ رہے ہیں، ان کی صحت کے لئے احباب سے خاص دعاؤں کی درخواست ہے۔

ضروری تصحیح

(۱) پیغام صلح کی ایک سابقہ اشاعت میں محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب ایبٹ آباد کے اسم گرامی کے ساتھ "نائب امیر" کا خطاب لکھا گیا تھا، اس کے بجائے "نائب صدر" پڑھا جائے۔

(۲) پیغام صلح مؤرخہ ۲۷ر فروری ۱۹۷۴ء میں صفحہ ۵ پر پروفیسر غلام محمد صاحب ملتان کا مضمون بعنوان "ملتان میں تین بزرگان جماعت احمدیہ لاہور کا ورود مسعود" شائع ہوا ہے اس کے پہلے کالم میں میاں رشید احمد صاحب کے والد مرحوم میاں فضل الرحمٰن صاحب کا اسم گرامی غلطی سے میاں فضل احمد صاحب مرحوم و مغفور لکھا گیا ہے۔ تصحیح فرمائی جائے۔

مجلس شبان الاحمدیہ کے عام انتخابات

مجلس شبان الاحمدیہ لاہور کا ایک سال بفضل خدا پورا ہو چکا ہے۔ اب نئے سال ۷۴-۱۹۷۵ء کے لئے نئے عہدیداروں کا انتخاب مؤرخہ ۱۵ر مارچ بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ جامعہ احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا۔ اس موقعہ پر مجلس کے ...

احبابِ جنوبی امریکہ حج بیت اللہ کے بعد وطن واپس پہنچ گئے

احبابِ جماعتِ لاہور کی مہمان نوازی کا شکریہ

سرینام سے جناب عبدالرحیم جگو صاحب کا خط

مکرم و محترم جناب مرزا صاحب۔ جنرل سیکرٹری۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

واضح ہو کہ ہم بفضل خدا حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ کے تمام فرائض سے فارغ ہو کر اب وطن واپس آ گئے ہیں۔ شکر الحمد للہ۔ امسال کافی بڑا ہجوم تھا جس سے لوگوں کو کچھ نہ کچھ تکان ہو گئی تھی۔ لیکن خدا کا فضل ہے ہم اپنی جماعت سے آ ملے ہیں۔

ابھی ہمارے دلوں کے اندر آپ سب احباب کی یاد اور ملاقات کے تاثرات باقی ہیں اور وہ رہ رہ کر یاد آتے رہتے ہیں۔ مقامی جماعت کے دوستوں سے ہر روز آپ کی ملاقات اور تواضع کا چرچا سنتے رہتے ہیں اور سب اچھے جذبے سے متاثر ہیں۔ اسی سلسلہ میں تمام احباب جماعت سے چند خاص احباب بھی ذکر کے لائق ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا ہے۔

جناب جنرل سیکرٹری مرزا مسعود بیگ صاحب۔ جناب کرنل سعید احمد صاحب جناب ڈاکٹر مبارک احمد صاحب۔ جناب ڈاکٹر وحید احمد صاحب۔ جناب چوہدری فضل حق صاحب۔ جناب میاں فاروق احمد صاحب (پنڈی) جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب (ایبٹ آباد) جناب میاں فضل احمد صاحب۔ میاں ظہور احمد صاحب۔ میاں اللہ بخش صاحب و برادران وغیرہ۔ جناب ناصر صاحب (مینیجر بک ڈپو) اور تمام گرامی قدر دوستوں کی بیگمات کا بھی شکریہ ہے جنہوں نے مہمانوں کی عزت افزائی میں کچھ کمی نہ چھوڑی اور اسی طرح تمام سٹاف کی جماعت کے تمام احباب کا شکریہ۔

دیگر حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد حکومت سعودی عرب کے بعض ذمہ دار افسران سے بھی ملاقات ہوئی اور بہت سی باتوں پر کافی عرصہ تک گفتگو ہوتی رہی جس میں احمدیت اور جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد پر اچھی روشنی ڈالی گئی

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ - مورخہ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ - مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۷۴ء | نمبر

اہلِ قلم احباب توجہ فرمائیں

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب سعید پر پیغام صلح کا ایک خاص شمارہ اپریل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ لاہور میں گزشتہ ماہ منعقدہ عالمی کانفرنس نے اس تقریب کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اور آخری نبی ہیں جنہوں نے انسانی احترام کو بحال کیا۔ اقوام عالم کے بانیان مذاہب اور کتب سماوی کی تصدیق کی اور اخوت و مساوات کی اساس پر اُمت مسلمہ کی تشکیل فرما کر مقہور و مظلوم انسانوں کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا۔ اور ایک ایسی مشعل روشن کی جس کی کرنیں آج دنیا کے ہر گوشے میں کروڑوں قلوب کو منور کر رہی ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور اتحاد المسلمین اور وحدت اولاد آدم کی واحد علمبردار ہے۔ اس لئے اہلِ قلم احباب سے التماس ہے کہ وہ اس شمارے کے لئے ۳۱ مارچ تک اپنے افکار تحریر کر کے بھجوا دیں۔

نوٹ: قبل ازیں لاہور کی سربراہی کانفرنس کے متعلق مقالات لکھنے کے لئے بعض احباب کو خطوط لکھے جا چکے ہیں۔ ان سب دوستوں سے گزارش ہے کہ سربراہی کانفرنس اور میلاد النبی صلعم کا پرچہ اکٹھا شائع ہو گا۔ اس لئے اپنے مقالات میں ان دونوں موضوعات کو ملحوظ رکھا جائے۔

(خاکسار - مدیر)

بحرِ حکمت کے موتی

تمام مسلمان جسدِ واحد کی حیثیت رکھتے ہیں

عن النعمان بن بشیر یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تری المؤمنین فی تراحمہم وتوادہم وتعاطفہم کمثل الجسد اذا اشتکیٰ عضواً تداعی لہ سائر جسدہ بالسھر والحمّیٰ۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مسلمانوں کو آپس میں ان کے رحم محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح دیکھے گا۔ جب ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم ایک حصہ دوسرے حصہ کو بیداری اور بخار کے ساتھ پکارتا ہے۔

نوٹ: از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:- جب تک مسلمانوں کی باہمی رحمت اور محبت کی یہ حالت تھی اس وقت تک ان کا قدم دنیا میں بھی آگے بڑھتا تھا۔ مگر آج ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کو ہی اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھ کر اس کی تباہی کے درپے ہوتا ہے۔ ایسی قوم کس طرح سرسبز ہو سکتی ہے اور اس قوم کو اس معلم سے کیا نسبت جس نے تمام مسلمانوں کو ایک جسم قرار دیا تھا۔ (فضل الباری کتاب الادب)

تقدیر معلق اور تقدیر مبرم

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک کا نام معلق اور دوسری کا [illegible] اگر کوئی تقدیر معلق ہو تو دعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتے ہیں [illegible] تعالےٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے۔ اور مبرم ہونے [illegible] میں صدقات اور دعا اس تقدیر کے متعلق کچھ فائدہ نہیں پہنچا [illegible] عبث اور فضول بھی نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی شان کے خلاف [illegible] اس دعا اور صدقات کا اثر اور نتیجہ کسی دوسرے پیرائے میں اس کو پہنچا [illegible] بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کسی تقدیر میں ایک [illegible] توقف اور تاخیر ڈال دیتا ہے۔

قضائے معلق اور مبرم کا ماخذ اور پتہ قرآن کریم سے [illegible] الفاظ کہ جو قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ ادعونی استجب لکم [illegible] مانگو میں قبول کروں گا" اب یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا قبول [illegible] دعا سے عذاب ٹل جاتا ہے۔ اور ہزارہا کیا کُل کام دعا سے نکلتے ہیں [illegible] دیکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کُل چیزوں پر قادرانہ تصرف ہے [illegible] کرتا ہے۔ اس کے پوشیدہ تصرفات کی لوگوں کو خواہ [illegible] کے وسیع تجربے اور ہزارہا دعمندوں کی دعا کے مرتبہ [illegible] ہے ایک پوشیدہ اور مخفی تصرّف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور [illegible] اثبات کرتا ہے۔ ہمارے لئے یہ امر ضروری نہیں کہ ہم اس کی تہہ تک [illegible] کی کنہ اور کیفیت معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ جبکہ اللہ تعالےٰ [illegible] شئے ہونے والی ہے۔ اس لئے ہم کو جھگڑے اور مباحثے [illegible] خدا تعالےٰ نے انسان کے قضا و قدر کو مشروط بھی کر رکھا ہے [illegible] خشوع سے ٹل سکتی ہیں۔ جب کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت انسان [illegible] تو وہ فطرتاً اور طبعاً اعمال حسنہ کی طرف رجوع کرتا ہے [illegible] کرب محسوس کرتا ہے۔ جو اسے بیدار کرتا اور نیکیوں کی طرف [illegible] ہے اور گناہ سے ہٹاتا ہے۔ جس طرح ہم ادویات [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

● میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا ● (الہام حضرت مسیح موعود)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور پاکستان

فون نمبر ۵۳۷۳۷

کیا یہی تعلیم فرقاں ہے بھلا
کچھ تو آخر چاہیئے خوف خدا
مؤمنوں پر کفر کا کرنا گماں
ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو! تمہیں خوف عقاب

سالانہ:
● پاک و ہند سے — آٹھ روپے
● بیرونی ممالک سے — ایک پونڈ

● رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
● تار کا پتہ:
● "تبلیغ" لاہور

جلد ۶۱ | یوم چہار شنبہ - مورخہ ۲ ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۷۴ء | نمبر ۱۳

احمدیہ تحریک لاہور کا مسلک

● متحدہ اسلام: جس میں کسی فرقہ دارانہ تخریب کی گنجائش نہیں۔

● معقولیت پر مبنی اسلام: جو اپنے عقائد کی تائید تجرباتی حقائق سے پیش کرتا ہے۔

● وسیع المشرب اسلام: جو نیکی کا احترام کرتا ہے خواہ وہ کسی جگہ ملے اور مذاہب کی تعلیمات کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جان کر اس کا احترام کرتا ہے۔

● ظفرمند اسلام: جو اس بات کی تڑپ رکھتا ہے۔ کہ محبت آمیز ترغیب اور اخلاقی اثر سے تمام دنیا کو دائرہ اسلام میں لے آئے۔

● ترقی پسند اسلام: جو عالم انسانی میں ذہنی تبدیلی کے ہر موڑ پر قرآن و سنت سے نئی روشنی حاصل کرتا ہے۔

● زندہ اسلام: جس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنے صالح متبعین کو ہر دور میں قرب خداوندی بخشے۔

● امن پسند اسلام: جو ہر ایسے تشدد کی مذمت کرتا ہے۔ جس کا مقصد دوسروں کو جبراً اپنے مذہب میں داخل کرنا یا مذہب میں رہنے پر مجبور کرنا ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
— لاہور —

بحر حکمت کے موتی

جو رحم نہیں کرتا

عن جریر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من لا یرحم لا یرحم۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ہمسایہ سے نیک سلوک۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مازال یوصینی جبریل بالجار حتیٰ ظننت انہ سیورثہ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ فرمایا جبریل برابر مجھ کو ہمسائے کے ساتھ (نیک سلوک کی) تاکید کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اسکو وارث بنا دے گا۔

نوٹ: از حضرت مولٰنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:- ہمسایہ مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور غیر مسلم بھی تو دونوں سے نیک سلوک کا حکم ہے۔

فضل الباری۔ کتاب الادب
صفحہ نمبر ۱۳۷۱

نماز کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں نہ اللہ تعالیٰ کے غنائے ذاتی کو اسکی حاجت ہے

جو لوگ عبادت الٰہی میں حظ اور لذت نہیں پاتے انکو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہیئے

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

نماز کیا ہے؟ یہ ایک خاص دعا ہے۔ مگر لوگ اسکو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالےٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے؟ اس کے غنائے ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان دُعا۔ تسبیح اور تہلیل میں مصروف رہے بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق پر اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آج کل عبادت اور تقوےٰ اور دینداری سے محبت نہیں ہے۔ اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے۔ اور عبادت میں جس قسم کا مزا آنا چاہیئے وہ مزا نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذت اور ایک خاص حظ اللہ تعالےٰ نے رکھا نہ ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزا نہیں اٹھا سکتا۔ اور وہ اسے تلخ یا بالکل پھیکا سمجھتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظ اور لذت نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہیئے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت میں اس کے لئے لذت اور سرور نہ ہو۔ لذت اور سرور تو ہے۔ مگر اس سے حظ اٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اب انسان جبکہ عبادت الٰہی کے لئے پیدا ہوا ہے ضروری ہے کہ عبادت میں لذت اور سرور بھی درجہ غایت کا رکھا ہو۔ اس بات کو ہم اپنے روز مرہ کے مشاہدہ اور تجربہ سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا کی ہیں تو کیا ان سے وہ ایک لذت اور حظ نہیں پاتا؟ کیا اس ذائقہ، مزے اور احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں۔ کیا وہ خوبصورت اشیاء دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات۔ حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟ کیا دل خوش کن اور سریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے پھر کیا کوئی دلیل اور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہ ہو

تمام کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے اور وہ انسان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور اس کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ہمارے لئے نمونہ کا کام دے سکتی ہیں

جنہوں نے مجددِ وقت کو دیکھا ان پر دوہری ذمہ داری ہے

خطبہ جمعہ۔ مؤرخہ ۱۵ مارچ ۱۹۷۴ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

للہ مافی السمٰوات ومافی الارض، وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علیٰ کل شئی قدیر امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احدٍ من رسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر (سورۃ البقرۃ ۲۸۴/۲۸۵)

یہ رکوع جو میں نے تلاوت کیا ہے سورۃ بقرہ کا آخری رکوع ہے۔ یہ سورت اڑھائی پاروں کے قریب ہے اس میں سب قسم کے احکام ہیں۔ ہر قسم کے احکام جاری کرنے کے بعد فرمایا للہ مافی السمٰوات ومافی الارض، اس ساری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہے۔ اس زمین پر بھی اس کی بادشاہت ہے اور آسمان پر بھی اسی کی حکومت ہے۔ جس کی وسعت کا تمہیں اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا بادشاہ ہی نہیں موجد بھی ہے۔ وہ ان کی ہر ضرورت کو جانتا اور ان کی ہر کنہہ سے واقف ہے۔ اسی لئے زمین اور آسمان کے درمیان بھی جو کچھ ہے، وہ سب اسی کے حکم اور قانون کا پابند ہے۔ ماہرینِ فلکیات کے مطابق سورج زمین سے ۹ کروڑ میل دور ہے اتنی دوری کے باعث وہ ہمیں چھوٹا سا نظر آتا ہے۔ مگر کائنات کی ہر شئے سورج کی حرارت سے زندہ ہے اور اسکی گرمی کی محتاج ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ ہر شئے کا موجد ہے۔ اس لئے انسان کو مخاطب کرکے فرمایا وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اور تمہارے سینوں کے بھید مجھ سے مخفی نہیں ہیں۔ اور میں ان کا محاسبہ کروں گا۔ میں انسانیت کی اس سلطنت میں طہارت اور پاکیزگی دیکھنا چاہتا ہوں اور طہارت اور پاکیزگی کا پیدا ہونا اسی صورت میں ممکن ہے۔ جب تمہیں یقین اور علم ہو، کہ تمہارا کوئی معاملہ، کوئی ارادہ اور کوئی منصوبہ خدا تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے اور وہ اس کا حساب لے گا۔ اس ایمان کی برکت سے انسان کے اندر طہارت اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ سینہ کی ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں اور دل منور ہوتا ہے۔ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت کے ماتحت بعض کو معاف فرما دے گا اور بعض کو سزا دے گا۔ واللہ علیٰ کل شئی قدیر اور اللہ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے۔

سورہ بقرہ کے اڑھائی پاروں میں مختلف قسم کے احکام ہیں۔ جن پر عمل کرنے کے نتیجہ میں اس امت میں لاجواب لوگ پیدا ہوئے۔

سورۃ فاتحہ کے ابتداء میں فرمایا تھا الحمد للہ رب العالمین۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہ ان کی پرورش کرتا ہے اور ان کی ہر ضرورت کو ان کی پیدائش سے پہلے ہی اس نے مہیا کر رکھا ہے۔ چیونٹی سے لے کر شیر تک کی پرورش کے سامان اس کی شانِ ربوبیت نے مہیا فرما رکھے ہیں۔

اس کے بعد سورۃ بقرہ میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق احکام صادر فرمائے اور بین الاقوامی اتحاد کا ایک بہترین ذریعہ بتایا ہے فرمایا امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون، اللہ کا رسول اپنی وحی پر جو اس پر اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے ایمان رکھتا ہے۔ اور مومن بھی اس پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احدٍ من رسلہ۔ وہ سب کے سب اللہ پر فرشتوں پر اور سب رسولوں پر اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، اس حکم میں بین الاقوامی اتحاد کا ایک قیمتی سبق ہے۔ سب رسولوں اور کتابوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مان لینے سے قوموں میں اتحاد و اتفاق قائم ہو سکتا ہے۔ اس حکم کی تعمیل کرکے انسانیت کو آج بھی امن اور سلامتی مل سکتی ہے۔ اس کے بغیر بین الاقوامی اتحاد قائم نہیں ہو سکتا۔

پھر مومنوں کے حق میں ارشاد ہوتا ہے وقالوا سمعنا واطعنا۔ ایمان لانے کے بعد ان کی عملی زندگی بتاتی ہے ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ یہ آیت پڑھتے وقت ہمیں اپنا محاسبہ خود کرنا چاہیئے کہ کیا ہم اس امت میں شمار ہونے کے لائق ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم خدا کے مامور ہیں جن کے توسط سے اللہ تعالیٰ کے احکام ہم تک پہنچے اور ان احکام پر عمل کرنے سے خدا رسیدہ لوگ پیدا ہوئے۔ ہم نے بھی ان کے نائب ایک مجدد کا زمانہ پایا ہے۔ اور ان کے ماننے کی سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخشی ہے۔ اس لحاظ سے ہم پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے ہمیں چاہیئے کہ اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکو۔ کہ کیا پیغمبر صلعم اور حضرت مجدد زمان کی نصیحتوں اور اقوال سے ہم نے فائدہ اٹھایا ہے؟

خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو اپنی مخلوق کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ فرمایا والسماء ذات الرجع۔ مینہ برسانے والے آسمان کی قسم ہے، جو بار بار برستا ہے، بارش سے زمین میں زندگی پیدا ہوتی ہے والارض ذات الصدع، اور پھٹ جانے والی زمین کی روئیدگی کا گہرا تعلق ہے۔ اگر بارش نہ ہو تو زمین خشک ہو جائے۔ خدا تعالیٰ تمام کائنات کا موجد ہونے کی وجہ سے ہر چیز کی کنہہ کو جانتا ہے الا یعلم من خلق، بھلا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا؟ وہ مخلوق کے تمام حالات و ضروریات سے واقف ہے۔ پس تم خدا تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرو۔ تاکہ اس کے محاسبہ سے بچ سکو۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس کے محاسبہ سے پاک نکلے۔ جنہوں نے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کو اپنایا۔ مبارک ہیں وہ جو صرف خدا تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں، مخلوقِ الٰہی پر احسان کرتے ہیں، جب تک قوم احکامِ الٰہی پر چلتی اور اپنے رسولوں کی فرمانبرداری کرتی رہے گی۔ اس پر برکاتِ الٰہی نازل ہوتی رہیں گی۔ ہم نے احکامِ الٰہی کو دوبارہ ایک مجدد کے ذریعہ سنا ہے۔ اس لئے ہم پر حجت تمام ہو چکی ہے۔ ہماری دوہری ذمہ داری ہے۔ ہمیں زیادہ ڈرنا چاہیئے۔ اور پاک زندگی گذارنی چاہیئے۔ تاکہ لوگ دیکھ کر کہہ سکیں کہ یہ اس صدی کے مجدد کے پیرو ہیں، ہندو، سکھ، عیسائی تمہارے اعمال کو دیکھ کر مطمئن ہوں۔ اگر غیروں کے مطالعہ میں آپ اچھے لوگ ہیں تو آپ کامیاب ہو گئے۔ جس قدر احکام محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئے آپ نے ان پر عمل کرکے دکھایا حتیٰ کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کا سرٹیفکیٹ جنابِ الٰہی سے حضور کو مل گیا۔ اس نمونہ سے ہم پر بھی حجت قائم ہو گئی۔ پس خدا تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کام کرو۔ تاکہ تم بخشے جاؤ۔

محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت، اعمال، اخلاق کا ذکر احادیث کی کتابوں میں موجود ہے اور حضور کی سیرت پر بڑی کتابیں لکھی گئیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کو دیکھ کر ایک قوم پیدا ہوئی جس نے حضور کے نمونہ کو اپنایا، اسی لئے حضور صلعم نے ارشاد فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں۔ ان سے روشنی حاصل کرو، میرے صحابہ کے اندر وہ اخلاق ہیں جن کی روشنی میں لوگ راستہ پا سکتے ہیں ان میں سے جس کسی کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے اپنے صحابہ کے متعلق یہ بڑی بھاری سند ہے، اور بڑی تعریف کی ہے۔ یہ خدائی سرٹیفکیٹ بھی ہے۔ کیونکہ گفتہ او گفتہ اللہ بود والا معاملہ ہے۔ اگرچہ تمام انبیاء خدا تعالیٰ کی جانب سے آئے مگر کوئی قوم پیدا نہ کر سکے حضرت عیسٰے بھی منجانب اللہ تھے۔ مگر وفادار اور اپنے پیغمبر پر جان فدا کرنے والے ساتھی نہ پا سکے کیونکہ جب حکومتِ وقت کے کارندے حضرت عیسٰی کو گرفتار کرنے آئے۔ تو سب ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ بلکہ ایک نے تو آپ پر لعنت بھی کی۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھی آزمائش کے میدان میں پورے اترے وہ جنگ میں آپ کے دائیں بھی لڑے اور بائیں بھی لڑے آگے بھی لڑے اور پیچھے بھی لڑے، اپنی جانیں پروانہ وار فدا کیں۔ کٹ گئے مگر حضور کی سپر بنے رہے۔ رسول کریم صلعم اور صحابہ کرام دونوں کی زندگیاں نیکی اور پارسائی کا نمونہ تھیں۔ اسی لئے فرمایا کہ میرے صحابہؓ میرے رنگ میں رنگین ہیں جس نے ان کی پیروی کی ہدایت پالی۔ ان کی عملی زندگیاں قالوا سمعنا واطعنا کی مصداق ہیں۔ اس کے باوجود بڑے اضطرار سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا سکھایا ہے غفرانک اے اللہ تیری بخشش یہ ایک اضطراری رنگ ہے۔ جیسے رات کو چور کو دیکھ کر کسی شخص کے منہ سے خوف کے مارے صرف "چو" ہی کا لفظ نکلتا ہے اسی طرح خدا کے حضور میں کھڑے ہو کر پکارتا ہے غفرانک ربنا، اے ہمارے رب ہماری کمزوریوں کو ڈھانپ لے اپنی حفاظت اور مغفرت میں لے لے۔ یہ کیسی اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہے۔ کہ تعمیل حکم اور اپنی فرمانبرداری اور حسنِ اخلاق پر فخر یا گھمنڈ یا تکبر نہیں۔ بلکہ نہایت عاجزی۔ انکسار اور اضطرار سے غفرانک کی دعا ہے، گھبراہٹ کا اظہار ہے اور اعتراف ہے کہ ہم نے تیری [illegible] الدال المصیر [illegible]

ہفت روزہ [illegible] لاہور ـــــ مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۷۴ء

عیشِ منزل ہے غریبانِ محبت پہ حرام

انسان ابتداء میں بچہ ہوتا ہے۔ پھر جوانی کو پہنچتا ہے۔ اور بعد ازاں بڑھاپے کی منزل سے گزر کر موت کی سکون بخش وادیوں میں گم ہو جاتا ہے اور دنیا کا کوئی فلسفہ اور حکمت اس ابدی عمل کو ٹال نہیں سکتی، لیکن اس جسم میں ایک عنصر رُوح بھی ہے، جو زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہے، جس کے لئے موت نہیں جسے حیات ابدی حاصل ہے۔ اور جو مرگ بدن سے نہیں مرتی۔

لیکن یہ رُوح جسم کے تقاضوں سے دب کر سقیم ہو جاتی ہے۔ اور جب جسمانی لذات اور خواہشات اس کے ماتحت ہو جاتی ہیں تو یہ پھر جوان سے جوان تر ہوتی جاتی ہے۔ اور جب منشائے الٰہی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال کر جناتِ نعیم کی ابدی فضاؤں میں بسیرا کر لیتی ہے۔ جب مردِ خدا کی روح تزکیہ و طہارت کے مراحل طے کر لیتی ہے تو تلاطمِ حیات اسے فکرمند نہیں کرتے، دنیوی بیم و رجا اس کی زندگی سے خارج ہو جاتی ہے، وہ سب کے درمیان ہوتے ہوئے بھی سب سے الگ رہتی ہے۔ یہ صاحب زمان ابو الوقت ہوتا ہے ابن الوقت نہیں، وہ زمانے کے دھارے میں نہیں بہتا بلکہ زمانے کی رَو کو تھام کر اس کا رُخ بدل دیتا ہے۔

ہمارے زمانے میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ ایسے ہی امام تھے، جنہوں نے اپنے ماحول کے عالم افکار میں زلزلہ پیدا کر دیا، جو اپنی روحانی قوت سے ہر مخالف طاقت کو بہا لے گئے۔ جنہوں نے مقناطیسی قوت سے طاقتور رُوحوں کو اپنی طرف کھینچا، اور جید علماء اور اہل اللہ آپ کی [illegible] کھینچے آئے۔ آپ نے صالح رُوحوں کو مسیحا نفسی سے حیاتِ جاوداں بخشی [illegible] آستانہ عبودیت الٰہی پر لا ڈالا، اور وہ ایسے پاک صاف ہو گئے کہ انکی راتیں یادِ الٰہی میں گزرتی تھیں، تو دن اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف تھے، جن کے دامن فرشتوں کی طرح پاک اور نگاہوں میں حُوروں کی سی پاکیزگی پیدا ہو چکی تھی۔

امامِ زمان دنیاوی خواہشات و علائق کی تکمیل کے لئے نہیں آتا، وہ دوسروں کو ان علائق سے بلند کرنے کے لئے آتا ہے۔ وہ تعمیر اسباب نہیں تعمیر انسانیت کرتا ہے۔ اور اسے قماش و نقرہ و فرزند و زن کے عالم سے کوئی رغبت نہیں ہوتی

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا — مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

ایک عام انسان کی نظر میں وہ یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق کا نمونہ ہوتا ہے، عام انسان یہی سمجھتا ہے کہ ہماری طرح کھانے پینے والے دُنیادار انسان میں خدائی رنگ کہاں ہے، البتہ جس کی فطرت سعید ہوتی ہے، وہ اسے پہچانتا بھی ہے اور اس کی نوازشات و فیوضات سے دامن بھر کر دوسروں میں بانٹتا ہے۔

ان لوگوں کا ترکہ علم، معرفت، تقوٰی، محبت الٰہی اور عشقِ رسولؐ ہوتا ہے۔ بلاشبہ ان کی دعاؤں سے دنیوی فوائد بھی ہوتے ہیں لیکن یہ عارضی اور زوال پذیر امر ہے۔ ان کا اصل مقصد رُوحوں کو آستانہ عبودیت الٰہی پر ڈالنا ہوتا ہے۔ اور وہ اپنا جانشین راسخ اور صالح علماء کو چھوڑ جاتے ہیں۔ جو ان کے انوار پھیلاتے رہیں، اور ان کی دلی تڑپ یہی ہوتی ہے کہ ان کا یہ دینی ورثہ جاری رہے اور ہم نے یہی دیکھا ہے، کہ جس جس شخص کو آپ کی صحبت میں جس قدر فیض پانے کا موقعہ ملا، وہ اسی قدر آپ کے مشن کی تکمیل میں منہمک رہا اور وہ اسی قدر کامیاب رہا جس قدر وہ دنیا سے کٹ کر تبتل الی اللہ کی فضاؤں میں پہنچ گیا۔

مردِ حق کی شناخت کرنے والے کم ہوتے ہیں، ماننے والوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن کی فطرت تو نیک ہوتی ہے لیکن جن کی وابستگی کی غرض دنیوی اغراض کا حصول ہوتا ہے۔ وہ اصلاح نفس سے زیادہ تکمیل حاجات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس بزرگ کے ماننے والوں میں طبعاً محبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے کے ممد و معاون بن جاتے ہیں۔ اس طرح دنیوی تنظیم اور دنیوی معاملات میں باہمی تعاون و تعامل اور مالی استحکام کے رستے کھل جاتے ہیں۔ لیکن روحانی رہنما کے اغراض و مقاصد پسِ پشت چلے جاتے ہیں۔ ان حالات میں اہلِ علم و معرفت اور نیک و متقی احباب پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور ان کی بجائے اہل جاہ و منصب اور اہل ثروت و دولت عوام کی نگاہوں اور توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں۔

قوتِ فکر و عمل کی کمی سے عملی انتشار اُبھرتا ہے۔ افراد میں اپنی پست ہمتی اور بے عملی دوسروں کی نکتہ چینی، عیب جوئی، بہتان تراشی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ وہ خود تو کچھ نہیں کرتے لیکن جو لوگ کسی قدر اچھا کام کرتے ہیں، ان کے ہر کام کی تحقیر ان کا دین بن جاتا ہے جس سے باہمی اعتماد کو دھکا لگتا ہے۔

بچاؤ کا طریق

جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو براہِ راست اجتماعی اصلاح ممکن نہیں رہتی۔ اجتماعی ذہن اس قدر پستی میں جا گرتی ہے کہ اسے باہر لانا محال ہو جاتا ہے۔ لیکن مقصد کی عظمت اور کامیابی کا یقین ایک ایسا چراغ ہے جو اجتماعی زندگی کے لئے ہدایت کا کام کرتا ہے۔ اس صورت میں ان احباب کی توجہ کام کر سکتی ہے، جن کے قلوب میں منزل سے دُوری کا احساس ہو، جو منزل تک پہنچنے کی تڑپ رکھتے ہوں، جو کسی حالت میں بھی مایوسی و قنوطیت کے سامنے سرنگوں نہ ہوں، جو دائیں بائیں نہ دیکھیں، جو احباب کی بے راہ روی، مایوسی، دنیا پرستی، مقصد سے دوری کو اپنے لئے نمونہ نہ بنائیں، ان کی نگاہیں اپنے اور اپنے امام ہمام کے درمیانی واسطوں کی اچھائیوں پر تو ہوں، ان کا احترام بھی ضرور دلوں میں لئے لیکن ان کی نظر میں براہِ راست امام کی تحریرات اور کارناموں پر ہوں، جو اپنے زمانے میں دینی تقاضوں کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوتے ہیں، اور جن سے دوری موجب خسرانِ مبین ہے۔

ایثارِ پیہم

پھر حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ہم تکمیل مقصد کے لئے زیادہ سے زیادہ سعی کریں، کیونکہ بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح انتہائی مشکل کام ہے اسلئے

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی — حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

بلاشبہ ہمارے سامنے میدانِ جنگ نہیں، اور ہمارا جہاد حق و حکمت پر مبنی دلائل کا ہے۔ لیکن اس میں مالی اور جانی قربانی کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ جہاد بالسیف میں ہوتی ہے۔ پھر ہم ہر وقت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور اسے راہ فرار بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ اسلاف نے مکلف ہونے کی وجہ سے حق کی خاطر گردنیں کٹوائیں۔ دار پر لٹک گئے، گھر بار، مال و دولت کو قربان کیا، زہر کا پیالہ پیا۔ اس لئے حق کی خاطر اس سے کم قربانی ناقابلِ قبول ہے۔

جب آپ نے مردِ حق کے ساتھ تجدید عہد کر لیا۔ تو پھر یہ دیکھنے کی کیا ضرورت رہتی ہے کہ دوسرا کیا کرتا اور کیا نہیں کرتا۔ آپ کے سامنے تو ہر وقت رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہیئے، اور مردانِ حق کا نمونہ ہی اس کا ضامن ہے۔

تزکیہ نفس

خدا کی خوشنودی کا حصول ہی مقصود مومن ہے۔ اور رضوان من اللہ اکبر رضائے الٰہی سے بڑی شے کیا ہے۔ پھر رضائے الٰہی کا حصول تزکیہ نفس کا تقاضا کرتا ہے۔ قد افلح من زکّٰھا، فلاح و رضائے الٰہی تزکیہ نفس کے بغیر ممکن نہیں۔ اور تزکیہ نفس اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک رضائے مولیٰ بہمہ اولیٰ نہ ہو۔ اور تزکیہ نفس نہ تو یہ چاہتا ہے کہ انسان دوسرے انسان کی خوشنودی چاہے، نہ اس بات کو گوارا کرتا ہے کہ خدا کے سوا انسان کا کوئی دوسرا بھی مقصود ہو۔

قرآن کا عشق

تزکیہ نفس تعلیمات خداوندی کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں، اور تعلیمات خداوندی کا سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ قرآن پاک کا عملی نمونہ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ قرآن کریم کے فہم اور اس پر عمل کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی سیرت کو زندگی کے ہر شعبے اور [illegible] میں پیشِ نظر رکھا جائے۔ پھر ہر زمانے میں قرآن و سنت نبوی کا کامل متبع اور عالم امام و مجدد زمان ہوتا ہے جو اپنے زمانے میں قرآن پاک کی تشریح زمانے کے امراض کے سامنے رکھ کر کرتا ہے، اس کا تزکیہ منشائے ایزدی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کے تزکیہ پر مامور ہوتا ہے۔ یہ امام اپنے زمانے میں خدا کی ہستی پر حجت اور قرآن و خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہوتا ہے اس لئے رضائے الٰہی اور تزکیہ نفس کے لئے امامِ زمان کی اتباع لابد ہے۔

پھر خدا اور رسولؐ کی شناخت کے لئے قرآن کا مطالعہ ہی واحد ذریعہ ہے، اس کے علوم سے آگاہی اس کے احکام کی پابندی اور اس پر مسلسل غور و فکر غلبہ و نصرت الٰہی کا ضامن ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم سب طرف سے متوجہ ہو کر تلاوت و مطالعہ قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں، اسی سے لذت حاصل ہو۔ اور اسی کی تلاوت اور ذکر سے اطمینان نصیب ہو۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں قرآن کریم کا چرچا ہو، ہماری چار دیواری پر انوار سماوی کی بارش ہو، تو ہمیں بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنی چاہیئے۔ اہلِ خانہ کو نرمی، پیار اور ترغیب سے تعلیم قرآن دینی چاہیئے۔ دلوں کا پھیرنا خدا کا کام ہے۔ ہمارا کام حق اور حکمت سے پیغام کا پہنچانا ہے۔ البتہ یہ یاد رکھیں کہ

تحریف قرآن اور تحریف سنت نبوی

ماہنامہ رفتار زمانہ ...

...

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ...

...

صدر محترم و معزز ...

...

میں سلام مسنون السلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

...

کی عربی تفاسیر کا درس لیا ہوتا تو آئمہ کرام کے ممنون بنتے۔ جنہیں اب تحریف قرآن کا ملزم سمجھ رہے ہیں۔

ہمارے سامنے اس وقت ان جلیل القدر محسنین اُمت [illegible] اجمعین کی شاندار [illegible] مطبوعہ مصر، التفسیر الکبیر [illegible] رُوح البیان، تفسیر شوکانی موجود ہیں۔ آپ بھی جب چاہیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں ان سب تفاسیر میں —— اور ہم نہایت وثوق اور تحدّی سے عرض کریں گے کہ متقدمین و متاخرین عربی تفاسیر کے بزرگ مفسرین اور جلیل القدر آئمہ کرام کی تمام تفاسیر میں بلا استثناء دوسری قرأتوں کا ذکر موجود ہے۔ لیکن میرے محترم مفکرِ قرآنی، آپ بھولے پن سے ان دوسری قرأتوں کو خواہ مخواہ تحریف قرآن سے تعبیر فرما رہے ہیں۔ یہ دوسری قرأتیں کیا ہیں؟ یہ اللہ تعالےٰ کے پاک کلام مجید جسے آپ نے "مصحفِ عثمانی" کے نام سے ذکر فرمایا ہے اس سے اختلاف یا اس کی تحریف ہرگز نہیں۔ اللہ تعالےٰ کا پاک کلام قرآن مجید ہر زمانہ اور ہر ملک میں شروع سے ایک ہے اور رہتی دنیا تک ایک ہی بغیر اختلاف ہے اور [illegible] کو اس میں مجال انکار نہیں۔

دوسری قرأت [illegible]

اور تحریف کا نام نہیں۔ دوسری قرأتیں مشکلات و مقفلاتِ قرآنی کے حل اشکالات سے مراد ہیں۔

کلام اللہ قرآن مجید (آپ کا مصحفِ عثمانی) ہی ہے۔ دوسری قرأت اس توضیح و تشریح کا نام ہے جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے باعلامِ الٰہی اپنے صحابہ کرام رض کے سامنے بیان فرمائی۔ وہ توضیح ما ینطق عن الھویٰ بل ھو وحی یوحیٰ اللہ تعالےٰ نے ہی حضورؐ پر واضح فرمائی۔ وہ تشریحی تفسیری اور توضیحی الفاظ

اصطلاحِ تفسیر

میں دوسری قرأت کے نام سے معروف ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہٖ قبل موتہٖ۔

اس کے متعلق لکھا ہے:—

قال (ابن عباس) ھی فی قراءۃ أبیّ قبل موتھم۔ کہ

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضرت ابن کعب صحابی رضی اللہ عنہ، جو صحابہ کرام میں اعلم القرآن سمجھے جاتے تھے فرماتے ہیں موتہٖ میں ٗ سے مراد موتھم ہے۔ اس دوسری [illegible] میں ٗ کی وضاحت ھم سے کر کے [illegible] احتمال عظیم کو دور کیا گیا ہے۔ ٗ [illegible] ھم دوسری قرأت کے نام سے [illegible] تحریف ہے نہ اختلاف۔ [illegible] سے تحریف ہرگز نہیں اور [illegible] اسے اختلاف سے بھی تعبیر نہیں کر سکتا۔

تفسیر ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۵ کھول کر دیکھ لیجئے کہیں نہیں لکھا "مصحفِ عثمانی" کی موتہٖ میں ٗ غلط ہے اور ھم اصل ہے۔ اصل تو بلاشبہ ٗ ہے۔ لیکن اس کی توضیح حامل قرآن سے براہ راست قرآن سیکھنے والے نے ھم بتائی ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ ٗ غلط ہے یا ٗ سے اختلاف ہے۔ بلکہ فرمایا ہے۔ اس کی توضیح (جسے اصطلاحِ تفسیر میں دوسری قرأت کے لفظ سے اہل علم تعبیر کرتے چلے آ رہے ہیں) ھم ہے۔

تفسیر کشاف، جلد ۱ صفحہ ۳۹۷ پر بھی یہ توضیح یعنی اصطلاحاً دوسری قرأت مذکور ہے۔ حضرت علامہ صاحب! یہ وضاحت ہے اختلاف یا تحریف ہرگز نہیں۔

حضرت ابی ابن کعب .... رضی اللہ عنہ کی روایت بالا کی حیثیت اور اہمیت صحیح بخاری کی اس روایت سے ظاہر ہے:—

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول خذوا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ بن مسعود فبدء بہٖ و سالم مولی ابی حذیفۃ و معاذ بن جبل و اُبی بن کعب۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ مصری)

یہ ہے حقیقت دوسری قرأت کے "ہوّا" کی جو نہ معلوم کیوں آپ کے سر پر سوار ہو گیا؟

آپ کے طلوع اسلام میں اشتہار شائع ہوتا رہتا ہے۔ "قرآن مجید سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن اب مفکرِ قرآن کے مفہوم القرآن سے سمجھنا سہل ہو گیا ہے۔"

کیا اس کے یہ معنے لئے جا سکتے ہیں کہ تمام اُمتِ محمدیہ کے تراجم و تفاسیر تو عبثِ محض ہیں۔ قرآن مفکرِ قرآن علامہ پرویز صاحب کا مفہوم القرآن ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

حالانکہ آپ سے پہلے شمس العلماء مولانا نذیر احمد، علامہ حیرت دہلوی۔ مولانا ابو الکلام آزاد صاحب [illegible] تراجم اللہ تعالےٰ کے فرمودہ الفاظ [illegible] بامحاورہ ادیبانہ زبان [illegible] قرآن مجید کا مفہوم بیان کر چکے [illegible] اور آپ نے تو اللہ تعالےٰ کے نازل فرمودہ "مصحف عثمانی" کے الفاظ سے مغائر [illegible] مفہوم بیان فرمایا ہے۔ سو جب سے قرآن کریم نازل ہوا آج تک کسی عالم قرآن نے اس رنگ میں پیش نہیں کیا۔ اور اس فکر قرآنی کو آپ حقیقی قرآن (مصحف عثمانی) ہی یقین کرتے ہیں۔ حالانکہ بہت سا مفہوم "مصحف عثمانی" کے الفاظ کے عین مطابق نہیں۔ کیا آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ قرآن مجید (مصحفِ عثمانی) کے الفاظ سے دور کی نسبت نہ رکھنے والا مفہوم بیان کر کے ارشاد فرمائیں کہ مفہوم القرآن سے قرآن سمجھ [illegible]۔ حالانکہ وہ مفہوم اس رنگ میں آج تک کسی نے بیان کیا ہی نہیں۔ اور نہ اکثر ذوی النظر میں علماء کو وہ مفہوم صحیح محسوس ہوتا ہے۔ لیکن آپ باین ہمہ و جسارت بزعمِ خود [illegible] مفکر قرآن ہیں لیکن جن بزرگ۔ [illegible] تربیت یافتہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ [illegible] نے خود حضورؐ سے سیکھ کر کلام اللہ "مصحف عثمانی" کے بعض اشکالات کی توضیح دوسری قرأت کی معروف اصطلاح استعمال فرما کر بیان فرمائی وہ تحریف قرآن مجید اور کلام اللہ میں اختلاف ظاہر کرنے والے اور آپ کی نظر میں معاذ اللہ سازشی بن گئے۔

آپ ایک خود ساختہ مفہوم بیان فرمائیں تو مفکرِ قرآن کہلانا پسند فرما لیں اور جن کے متعلق خود حامل وحی قرآن نے فرمایا۔ خذوا القرآن۔ ان سے قرآن سیکھو وہ اگر کسی آیت کی توضیح باعلام الٰہی حضور سے سیکھ کر بیان کریں تو

قرآن مجید میں تحریف

کی سازش کے مرتکب گردانے جائیں۔

سے لئے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتان ہیں کہ بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ جب کسی آیت کی توضیح (یا بہ اصطلاح مفسرین دوسری قرأت) کا ذکر کر کے دلیل بنائی جائے گی تو اس توضیح سے وہ آیت۔ آیت ہی رہے گی اسے منسوخ نہیں کہا جا سکتا۔ دوسری قرأت [illegible] اللہ کی توضیح تفسیر تشریح بیان کرنے کے بعد [illegible] کا یہ کہ اس آیت سے فلاں امر درست ثابت ہوا اس جگہ آیت سے مراد آیت کا بیان کردہ مفہوم ہوگا۔ نہ کہ مصحفِ عثمانی کے الفاظ۔

میرے محترم مفکرِ قرآن علامہ صاحب! آپ اگر مصحف عثمانی [illegible] عدیم النظیر مفہوم بیان کر کے [illegible] قرآن ہی سمجھتے ہیں تو جن پر قرآن نازل ہوا [illegible] سے براہ راست سیکھ کر اگر بعض بزرگ اس اعلام الٰہی سے بتاتے ہوئے نبوی مفہوم کو دوسری قرأت کی اصطلاح سے بیان کریں تو اسے تحریف کہتے ہوئے آپ کا قلم کیوں نہیں کانپتا۔ آپ کی نگارش سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ آپ اپنے مفہوم کو تو فکرِ قرآن سے تعبیر کرتے ہیں اور اس سے کہیں برتر و افضل ترین مفہوم جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سیکھ کر بیان کیا گیا وہ آپ کو تحریف کی سازش نظر آتی ہے۔

سازش کے لفظ کے [illegible] کی کتابوں میں دیکھئے اور پھر اگر [illegible] اعتقاد ہو کہ توبہ سے اور استغفار سے گناہ اور لغزشیں اللہ تعالےٰ معاف فرما دیتا ہے تو میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ توبہ اور استغفار سے کام لیں۔

غور کر کے اسے پڑھو پیارو
یہ خدا کے لئے نصیحت ہے

خاکساری سے ہم نے لکھا ہے
نہ تو سختی، نہ کوئی شدت ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

شفیق مرزا

مولانا مفتی محمد شفیع کی علمی تحقیقات کا تجزیہ

حضرت مرزا صاحبؒ اور ختم نبوت

کے موضوع پر متعدد نگارشات منظر عام پر آئی ہیں ان میں چند ایک سے متعلق مصنفین کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر بڑے علمی انداز میں روشنی ڈالی ہے لیکن ان تحریرات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے احمدیت کی بجائے محمودیت کو سامنے رکھا ہے اور پھر اسی بنیاد پر استدلال کی عمارت کھڑی کی ہے اور حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کو ان کے اپنے منشاء کے خلاف استعمال کر کے اس سے اپنے مزعومہ مقاصد حاصل کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے "سیارہ ڈائجسٹ" کے رسول نمبر کا وہ حصہ ہے جس میں مفتی صاحب کی علمی تحقیق کی تلخیص عرفان غازی کے قلم سے پیش کی گئی ہے لکھتے ہیں:۔

"حقیقت میں مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت میں ایک تدریجی ارتقا ہے"
صفحہ نمبر ۸۱

تدریجی ارتقاء کی تھیوری ربوائیت کی تخلیق ہے کہ آدمی پہلے مولوی بنتا ہے پھر صوفی پھر ولی اور پھر نبی حالانکہ نبوت ایک موہبت ہے اور سلسلہ نبوت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار کرتا ہوں کہ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

فاضل مقالہ نگار نے یہ حوالہ درج کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

"پھر ۱۸۹۹ کے بعد مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں نبی اور خاتم النبیین کی انوکھی تعریف پیش کرنا شروع کر دی۔ مثلاً

"اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی"

حقیقۃ الوحی ص ۹۷ کا یہ حوالہ مقالہ نگار نے "مباحثہ راولپنڈی" سے مولوی اللہ دتہ صاحب کے پرچہ سے نقل کیا ہے جو اپنے عیوب چھپانے کے لئے ربوہ کے آمروں کی حفاظت میں تلبیس حق کا فریضہ سر انجام دینے کے لئے مباحثہ راولپنڈی میں مناظر تھے اور مقالہ نگار نے ربوائیت کی اتباع میں یہ حوالہ اسی طرح سیاق و سباق سے کٹا ہوا نقل کر دیا ہے جس طرح ربوہ کے "خالد" نے کیا ہے۔

جو سطور ہر دو اصحاب نے غلط مقصد سمجھ کر حذف کر دی ہیں وہ یہ ہیں:۔

"اور یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے"

صاف ظاہر ہے کہ کمالات نبوت حاصل کرنے سے مراد علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت ربانی عالم ہونا ہے نہ کہ نبی بننا جیسا کہ مقالہ نگار نے اس سے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس عبارت میں انہوں نے اپنے نبی ہونے کے لئے گویا دلیل بیان کی ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

"بالآخر بیسویں صدی کے اوائل میں انہوں نے کھلے طور پر رسالت اور وحی اور نبوت کا دعویٰ کر دیا"

یہ ایک ایسا افتراء ہے جو کسی مفتی یا غازی کو ہی زیب دیتا ہے دلیل کے طور پر انہوں نے یہ عبارات پیش کی ہیں۔

"سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں رسول بھیجا"
(دافع البلاء صفحہ نمبر ۱۱)

رسالہ دافع البلاء کل ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے اس کے ۱۱ صفحے کا حوالہ دینا تحقیق کی انتہا ہے یہ حوالہ صفحہ ۱۱ پر موجود ہے ایک لفظ لغوی معانی کے لحاظ سے الگ مفہوم رکھتا ہے اور ...... اصطلاحی لحاظ سے بالکل الگ مثلاً کلمہ گرامر کی رو سے بامعنی اور معنی کا حامل ہوگا ... اور اصطلاح اسلام میں اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے حضرت مرزا صاحب نے رسول اور نبی کے الفاظ ... کو بعض جگہ لغوی معانی میں استعمال فرمایا ہے جیسے قرآن مجید کی آیت فلما جاءہ الرسول .... میں رسول کا لفظ محض فرستادہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے ... اور اس رسالہ میں بھی حضرت مرزا ..... صاحب فرماتے ہیں:۔ "قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں ہے"

اب منشائے مصنف کے خلاف کسی لفظ کو استعمال کرنا اور اس سے حسب منشاء نتائج نکالنا کیونکر درست قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح نبی کے لفظ کو محض "پیشگوئی کرنے والا" کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ اس کو حقیقت پر محمول نہ کیا جائے فرماتے ہیں:۔

"جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں اس جگہ محض لغوی معنے مراد ہیں"۔ (اربعین ۲ حاشیہ ص ۱۹)

حیرت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ہزار ہا مرتبہ وضاحت کی ہے لیکن اس کے باوجود مخالفین ان کی تحریرات کو نظر انداز کر کے غالی مریدوں کے عقائد و مکائد کو اپنے لئے حجت بنا لیتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:۔

"حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ"

یہ عبارت براہین احمدیہ میں سرے سے موجود ہی نہیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے کتنی "تحقیق" کی ہے۔ یہ عبارت "ایک غلطی کا ازالہ" کی ہے اور بلکہ ہزار دفعہ کی بجائے بلکہ صدہا دفعہ کے الفاظ ہیں اور اس عبارت کے فوراً بعد یہ الفاظ [illegible] ہیں "پھر یہ جواب کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں" یعنی رسول، مرسل اور نبی کے الفاظ تو موجود ہیں اس سے انکار کرنا درست نہیں ہاں یہ الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں فرماتے ہیں:۔

"بعض اوقات خدا تعالیٰ کے [illegible] الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں"
(انجام آتھم حاشیہ ص ۲۸)

گویا خدا تعالیٰ کی وحی میں بعض اوقات اولیاء کے لئے اس قسم کے الفاظ استعمال ہو جاتے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ایسا آدمی نبی ہونے کا دعویدار ہے دسمبر میں برف بیچنے کے مترادف ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

"اس کے بعد انہوں نے [illegible] تکلفات کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف صاحب شریعت رسول ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ [illegible] انبیاء علیہم السلام کی ہمسری [illegible] ان سے افضلیت کا [illegible] کیا ان کی توہین میں متعدد عبارتیں لکھیں، حتیٰ کہ خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آپ کو [illegible] کی جسارت سے باز نہ آئے"

یہ ایک ایسا افتراء اتہام اور دشنام [illegible] کہ اس پر بجز انا للہ وانا الیہ راجعون کے کیا کہا جا سکتا [illegible] اگر ایسا ہی تھا تو اس کے لئے کوئی [illegible] پیش کی جاتی۔

پھر نزول المسیح ص ۹۹ کے حوالہ [illegible] یہ عبارت پیش کرتے ہیں [illegible]

"محمد ہیں اور ہمارے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

فون نمبر ۵۳۷۳۷

• میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا • (الہام حضرت مسیح موعود)

اتحاد عالم اسلام

سیرت النبیؐ نمبر

لاہور پاکستان

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا (الہام حضرت مسیح موعود)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تار کا پتہ: "تبلیغ" لاہور

سالانہ
• پاک و ہند سے — آٹھ روپے
• بیرونی ممالک سے — ایک پونڈ

نمبر ۱۴ | ۱۹۷۴ء

در رہِ عشقِ محمدؐ

شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوندِ کریم ❊ آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

احمد کی شان کو سوائے خداوند کریم کے کون جان سکتا ہے — وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہو گیا کہ میم درمیان سے گر گیا

زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد ❊ پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم

وہ اپنے معشوق میں اس طرح محو ہو گیا کہ کمال اتحاد کی وجہ سے اس کی صورت بالکل رب رحیم کی صورت بن گئی

بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک ❊ ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم

محبوب حقیقی کی خوشبو اس کے چہرہ سے آ رہی ہے — اس کی حقانی ذات خدائے قدیم کی ذات کا مظہر ہے

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال ❊ چوں دلِ احمدؐ نمے بینم دگر عرشِ عظیم

خواہ مجھے کوئی الحاد اور گمراہی سے ہی منسوب کرے — مگر میں تو احمد کے دل جیسا اور کوئی عظیم الشان عرش نہیں دیکھتا

منتِ ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار ❊ صد بلا را میخرم از ذوقِ آں عین النعیم

خدا کا شکر ہے کہ میں دنیا داروں کے برخلاف اس چشمۂ نعمت کی خواہش کی وجہ سے سینکڑوں دکھ خریدتا ہوں۔

از عنایاتِ خداوند و فضلِ آں دادارِ پاک ❊ دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم

خدا کی مہربانیوں اور اس ذاتِ اقدس کے فضل و کرم سے — میں بھی اس کلیم کی محبت کی خاطر فرعونی لوگوں کا دشمن ہوں۔

آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں ❊ گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہِ سلیم

اس کا وہ خاص مقام اور مرتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا — میں اس کا ضرور ذکر کرتا اگر اس راہ میں کوئی سلیم فطرت والا پاتا۔

در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود ❊ ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

محمدؐ کے عشق کی راہ میں میرا سر اور جان قربان ہو — یہی میری خواہش ہے یہی میری دعا ہے اور یہی میرے دل میں پختہ ارادہ ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر کامیابی

دنیاوی اسباب کی بجائے آسمانی تائید اور الٰہی نصرت کے باعث ہوئی۔

اب صفحۂ دنیا میں وہ شئے کہ جس کا نام توحید ہے بجز امّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی فرقہ میں نہیں پائی جاتی اور بجز قرآن شریف کے اور کسی کتاب کا نشان نہیں ملتا کہ جو کروڑہا مخلوقات کو وحدانیت الٰہی پر قائم کرتی ہو اور کمال تعظیم سے اس سچے خدا کی طرف رہبر ہو ہر ایک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی خدا بنا لیا اور مسلمانوں کا وہی خدا ہے جو قدیم سے لازوال اور غیر مبدل اور اپنی ازلی صفتوں میں ایسا ہی ہے جو تھا۔ سو یہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ جن سے ہادیٔ اسلام کا صدقِ نبوّت اظہر من الشمس ہے کیونکہ شئے نبوّت کے اور علّت غائی رسالت اور پیغمبری کی انہیں کی ذات بابرکات میں ثابت اور متحقق ہو رہی ہے اور جیسا کہ مصنوعات سے صانع شناخت کیا جاتا ہے ویسا ہی عاقل لوگ اصلاح موجودہ سے اس مصلحِ ربّانی کی شناخت کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہزارہا ایسے اور بھی واقعات ہیں کہ جن سے آنحضرتؐ کا مؤیّد بتائید الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بیکس اُمّی یتیم تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔ اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی۔ کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آ جانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے؟ خیال کرنا چاہیئے کہ جب آنحضرتؐ نے پہلے پہل مکّہ کے لوگوں میں منادی کی کہ میں نبی ہوں اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا اور کس بادشاہ کا خزانہ ان کے قبضہ میں آ گیا تھا کہ جس پر اعتماد کر کے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی؟ یا کونسی فوج اکٹھی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں کے حملوں سے امن ہو گیا تھا؟ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اس وقت آنحضرتؐ زمین پر اکیلے اور بے کس اور بے سامان تھے صرف ان کے ساتھ خدا تھا جس نے اُن کو ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا تھا۔ پھر ذرہ اس طرف بھی غور کرنی چاہیئے کہ وہ کس مکتب میں پڑھتے تھے اور کس سکول کا پاس حاصل کیا تھا؟ اور کب انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں اور آریہ لوگوں وغیرہ دنیا کے فرقوں کی مقدس کتابیں مطالعہ کی تھیں؟ پس اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے تو کیونکہ اس میں تمام دنیا کے علومِ حقّہ الٰہیہ لکھے گئے اور وہ تمام ادلّہ کاملہ علم الٰہیات کی کہ جن کے باستیفا اور بصحت لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے اور ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے ڈوبتے مر گئے وہ کس فلاسفر بے مثل و مانند نے قرآن شریف میں میں درج کر دیں اور کیونکر وہ اعلےٰ درجہ کی مدلّل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن دلائل کو دیکھ کر مغرور حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو تو جیتے جی ہی مر جائیں ایک غریب اُمّی کے ہونٹوں سے نکلیں؟ اس قدر دلائل صدق کی پہلے نبیوں میں کہاں موجود ہیں؟ آج دنیا میں وہ کونسی کتاب ہے جو ان سب باتوں میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ کس نبی پر وہ سب واقعات جو ہم نے بیان کئے مثل آنحضرتؐ کے گذرے ہیں؟

لامثل، حیرت انگیز روحانی انقلاب کا بانی صلّی اللہ علیہ وسلّم

یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت وبرزوا للہ الواحد القہار۔ (سورۃ ابراہیم ایت ۴۸) اس روز زمین و آسمان میں انقلاب بپا ہوگا حتیٰ کہ یہ (منکرین) خدا کے حضور جھک پڑیں گے۔

وما ھو الا ذکر للعالمین۔ (القلم: ۵۲) یہ پیغام دنیا جہانوں کے انسانوں کے لئے باعث شرف و عزت ہے۔

کرد ثابت بر جہاں عجز بتاں ٭ وانمودہ زور آں یک قادرے
نے بعلمش کس رسید و نے بزور ٭ در شکستہ کبر ہر متکبرے

"فلاسفر، مقرر، پیامبر، مقنن، جرنیل، فاتح نظریات، عقلی عقیدۂ توحید کو بتوں کے بغیر قائم کر کے دکھلانے والا، بیس مملکتوں اور ایک روحانی انقلاب کا بانی اعظم! یہ ہے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) انسانی عظمت کے جتنے بھی معیار مقرر کئے جا سکتے ممکن ہیں، ان سب کی بناء پر محمدؐ سے بڑا اور کون شخص ہو سکتا ہے؟" (لیمارٹین)

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی بلکہ عام طور پر افراد اپنے ماحول کی پیداوار ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی نظریہ کی بناء پر منکرین نبوت یہ کہتے ہیں کہ انبیاء و مصلحین خدا بھی اپنے ماحول کی پیداوار ہی تھے۔ جس قسم کا تقاضا ماحول نے کیا مصلحت وقت سے اسی قسم کا مصلح اٹھ کھڑا ہوا۔ اس سے بھی آگے ترقی کر کے معترضین یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مکی زندگی میں کچھ اور نمونہ پیش کرتے ہیں مگر مدینہ جانے پر حالات کی تبدیلی سے آپ نے بھی نعوذ باللہ اپنا پہلا مقصد و مشن بدل لیا تھا۔ ان لوگوں کا یہی کہنا ہے کہ مکہ میں تو بے شک آنجناب کی زندگی ایک حقیقی مصلح و سچے ریفارمر کی دکھلائی دیتی ہے جو اصلاح کے لئے ہر قسم کے دکھ و مصائب اٹھاتے نظر آتے ہیں، مگر مدینہ پہنچکر آپ کے مسلک میں نعوذ باللہ یکسر تبدیلی آگئی اور بجائے ایک مصلح کے سچے مشن کے اب آپ نے جبر و اکراہ اور تشدد و حکومت کے حصول کے رویے اختیار کر لئے۔ دشمنوں کے مقابل طاقت و قوت کا مظاہرہ کیا، جنگوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری کر دیا۔ حکومت و طاقت کے بل بوتے پر دوسروں سے اپنا دین و عقیدہ تسلیم کرایا، محبت و رحمت کی بجائے انتقام، تشدد اور بدلہ کے جذبات سے کام لیا، کہاں مکی زندگی میں صبر و حوصلہ اور مصائب و اذیتوں کے مقابل عفو و درگذر کے عالی نمونے اور کہاں مدنی زندگی کے مشاغل شمشیر زنی اور فاتحانہ عزائم! کہاں مکی زندگی کی غربت و مسکنت اور عاجزی و بے بسی کے نظارے اور کہاں مدنی حکومت کی شان و شوکت اور رعب و داب کے مظاہرے!! غرضیکہ مکی اور مدنی زندگیوں کا ایسا عظیم اختلاف کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ آنحضورؐ نعوذ باللہ اپنے سیرت و کردار میں بکسر بدل گئے تھے؟ یہ ایک اہم و بنیادی اعتراض آنحضورؐ کی صداقت پر مخالفین پیش کرتے ہیں۔ ہمیں تاریخی واقعات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اس میں کہاں تک صدق و سچائی ہے؟

انسانی زندگی کے دو پہلو، گھریلو اور پبلک زندگی ہیں، جو شخص ماحول کی تبدیلی کے باعث اپنے کردار میں تبدیلی پیدا کرے گا۔ آؤ ہم از روئے واقعات حقہ ان دونوں پہلوؤں کے نقطۂ نگاہ سے دیکھیں آنحضرتؐ پر جو اعتراض مخالفین نے لگایا ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے؟ آنحضرت صلعم کی گھریلو زندگی کو ہم پہلے دیکھتے ہیں وہاں ہمیں کیا نظارہ نظر آتا ہے؟ کیا آنحضورؐ کی مکی زندگی اور مدنی زندگی میں کوئی فرق ہے؟ مکہ میں آنجنابؐ طاقت و زر سے کلیتہً تہیدست تھے۔ مگر مدینہ میں بادشاہ بن چکے تھے لیکن اس قدر عظیم بیرونی اختلاف کے باوجود کیا آپ کے رہن سہن اور بود و باش میں کوئی ذرہ بھر فرق پڑا؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ کئی کئی روز مسلسل ہمارے گھر چولہا نہ جلتا تھا اور آنحضرت صلعم مدینہ میں بادشاہ بن کر جو کے ستو اور کھجور پر گذارہ کیا کرتے۔ وفات پر آپؐ کے گھر میں نہ درہم تھا نہ دینار، نہ لونڈی تھی نہ غلام۔ مدینہ میں ایک موقعہ پر حضرت عمر رضؓ آنحضورؐ سے ملنے آئے تو دیکھا کہ دوپہر کی استراحت کے بعد جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات پڑ گئے ہیں، آبدیدہ ہو کر کہا کہ حضورؐ آپ کی یہ کیسی حالت ہے۔ دنیا کے بادشاہ تو محلات میں جملہ عیش و عشرت کے سامانوں سے لطف اندوز ہوں اور آپ کی یہ حالت؟ آنحضورؐ نے فرمایا عمر ان کا عیش عارضی ہے اور میرا دائمی آخرت تک ممتد ہے۔ میری حالت تو ایک مسافر کی سی ہے جو تھک کر آرام کے لئے کسی درخت کے نیچے تھوڑی سی دیر کے لئے سو لیتا ہے اور پھر اپنی منزل کی جانب چل پڑتا ہے ایک مخلص دوست کے توجہ دلانے پر آنحضرت صلعم کو مقدرت رکھنے کے باوجود دنیاوی زیبائش .... و آسائش اور آرام و عیش سے ایسی بے اعتنائی ہے کہ ان کی طرف دیکھنے بھی نہیں پاتے ..... ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ ورزق ربک خیر و ابقیٰ۔ ہم نے بطور آزمائش بعض لوگوں کو ظاہر دنیا کے سامانوں سے مال و متاع دیا ہے تو تیری آنکھ ان کی طرف لالچ سے بھی نہ دیکھنے پائے۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد۔ جانئے غور ہے کہ رہن سہن کے معاملہ میں آنحضورؐ کی مدنی زندگی میں کیا واقعی کوئی تبدیلی آئی؟ فتوحات کے سلسلہ میں مال غنیمت کی تقسیم جاری تھی کہ ازواج مطہرات نے بھی قدرتاً اپنے حصہ کا مطالبہ کیا تو اس پر فرمایا ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا۔ ہم تمہارا مطالبہ پورا کرنے کی بخوبی مقدرت رکھتے ہیں اور اسے منظور کر لیں گے لیکن اس صورت میں تمہیں ہمارے گھر سے رخصت ہونا ہوگا اور اگر اللہ و رسولؐ کا ساتھ دینا ہے تو پھر مطالبات سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ یہ تاریخی واقعہ کس قدر وضاحت سے ثابت کرتا ہے کہ آنحضورؐ اپنی گھریلو زندگی مکہ و مدینہ میں قطعی طور پر لا تبدیل رہے۔ مکہ میں بھی دشمن نے دو مرتبہ دنیا کا لالچ پیش کیا تھا۔ ایک مرتبہ جناب ابوطالب کی معرفت اور دوسری مرتبہ عتبہ کی معرفت۔ مکہ کی بے سروسامانی اور غربت و ناداری اور مصائب و اذیتوں کے عوض عرب کا تخت و تاج پیش کیا گیا لیکن آپ نے ایسے صبر آزما حالات میں بھی تبدیل ہونے اور توحید کے وعظ سے باز آنے کی کسی ادنے اسی تبدیلی کو بھی گوارا نہ کیا۔ بلکہ اسکے برعکس یہ جواب دیا کہ اگر دنیاوی نظام سورج اور چاند بھی میرے ماتحت کر دیئے جائیں تو بھی میں اس مقصد توحید سے باز نہ آؤں گا۔ لیکن اب مدینہ میں تو اپنے کسی اعتقاد کی کسی تبدیلی کا بھی کوئی مطالبہ نہ تھا بلکہ گھر میں ..... ازواج مطہرات نے ایک نہایت جائز و منصفانہ مطالبہ کیا تھا۔ لیکن استقامت و استقلال کے شہنشاہ کو یہ بھی منظور نہ ہوا۔ جب آنحضورؐ کی چہیتی بیٹی فاطمہ رضؓ نے اپنے ہاتھ دکھلائے کہ کس طرح چکی پیسنے سے متورم ہو گئے ہیں اور ایک لونڈی کی درخواست کی تو آنحضرتؐ نے اس کی بجائے چند وظائف بتلا دیئے۔ جائے غور ہے کہ دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت، عیش و عشرت کی باطنی آرزوں کو حضورؐ نے کس عظیم قوتِ ارادی سے مسخر و محکوم کر لیا تھا اور بدلتے ہوئے حالات میں کیونکر پہلی سی حالت مطمئنہ پر استقلال سے قائم و دائم رہے! کیا اس کی کوئی دوسری مثال دنیا کے کسی شخص کی زندگی سے پیش کی جا سکتی ہے؟ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد۔ خدا اور انسانوں سے جو تعلق لگایا، کیا آخر دم تک اسے پوری طرح آنحضرتؐ نے نہیں نبھایا؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ مدینہ میں شب بیداری اور عبادت گذاری کا یہ عالم تھا کہ قدم مبارک متورم ہو جاتے جب آنحضورؐ کی توجہ اس طرف منعطف کرائی گئی تو جواب ملا افلا اکون عبدا شکورا، کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ ہونے کا حق ادا نہ کروں؟ کسی دوسرے بادشاہ نے تعلق باللہ کے ایسے عظیم نمونے کہاں پیش کئے ہیں؟ مصیبت و مایوسی کے دوران تو خدا کا یاد آ جانا فطرت کا تقاضا ہے لیکن یہاں تو مقدرت و حکومت کے حصول کے بعد خدا سے وہی پہلا سا عبودیت کا عاجزانہ تعلق اور وہی پہلی سی عبادت و ریاضت جو استغراق غار حرا میں یاد الٰہی اور دعائے بہبود خلق کے لئے ظاہر فرمایا اس سے بڑھ کر بادشاہ بن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے حجرہ میں ظاہر کیا جب آنحضورؐ اجازت طلب فرماتے کہ کیا میں یہ رات عبادت میں ہی گزار دوں۔ فتح و کامیابی کے وقت یہ تعلق وفا! تاریخ عالم میں کیا کسی دوسرے شخص نے ایسا نمونہ پیش کیا ہے؟ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد۔ زندہ اشخاص سے تعلق وفا کا تو کیا ذکر، وفات شدہ دوستوں سے وفا شعاری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ پر حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں آپؐ حضرت خدیجہ رضؓ کی تعریف فرما رہے تھے تو جذبہ نسوانیت سے متاثر ہو کر حضرت عائشہؓ نے ٹوکا کہ کیا خدا نے آپ کو ایک بوڑھی عورت کے عوض ایک جوان باکرہ لڑکی عطا نہیں کی؟ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا خدا کی قسم نہیں! خدیجہ رضؓ نے میری اس وقت مدد کی جب کوئی میرا مددگار نہ تھا، اور اس وقت مجھے قبول کیا جب سب لوگ، انکار کر رہے تھے۔ ایسا ہی مرض الموت میں جب نماز پڑھاتے ہوئے حضرت ابوبکر رضؓ کو امام دیکھا تو خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔ یہ نہ فرمایا

— انسان یا تو اپنے بود و باش، رہن سہن اور گھریلو معاملات میں تبدیل ہوگا یا پھر اپنے معاملات یعنی اپنے دوستوں اور دشمنوں سے برتاؤ میں کوئی تبدیلی پیدا کرے گا۔

کہ میرے بعد تو میری نیابت کا میرے قریبیوں اور بنی ہاشم کا حق ہے۔ وہی ثانی اثنین وفادار دوست جس نے غارِ ثور میں رفاقت کا حق ادا کیا اسی کو اپنے بعد اپنی نیابت کا حقدار سمجھا اور وہی انسان آپ کے پہلو میں بھی وفات کے بعد دائمی رفیق ثابت ہوا۔ اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد۔ انصار سے وفا ایک طرف آنحضورؐ نے اس شہر سے وفا کا سلوک روا رکھا جس نے آپ کو پناہ دی چنانچہ جب ایک موقعہ پر مال غنیمت کے متعلق انصارِ مدینہ نے اعتراض کیا تو فرمایا کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تم خدا کے رسول کو لے جاؤ۔

دشمنوں سے سلوک کرنے میں کیا آنحضورؐ نے کسی تبدیلی کا اظہار فرمایا؟ جب آپ پندرہ سو قدوسیوں کی معیت میں مدینہ سے مکہ، حج کی غرض سے روانہ ہوئے مگر کفار نے حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک لیا۔ صحابہ کرامؓ نے اس وقت باوجود کسی تیاری نہ ہونے کے اس وقت تجدید بیعت کر کے مرنے مارنے کے عزم کا اظہار کیا جب دشمن صلح پر رضامند ہو گیا تو اس دب کر کئے جانے والی صلح کو جس پر آپ کے ساتھیوں کا انشراح نہ تھا بھی قبول کر کے بتلا دیا کہ آپ دشمنوں کے مقابل پر بھی غیظ و غضب اور انتقام و بدلہ کا معاملہ کرنے کے لئے آمادہ نہیں بلکہ امن و صلح کاری اور رحمت و مغفرت کے جذباتِ عالیہ سے یکسر سرشار ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر جب دس ہزار قدوسیوں کی معیت میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو کفارِ مکہ اور ابوسفیان اور اس کی بیوی ایسے ظالموں سے کیا انتقام لیا؟ کہ بلا استثنائے واحد لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر معافی عام کا اعلان فرما دیا۔ وہ شہر جہاں سے آنحضورؐ کے قتل اور سر لانے پر بھاری انعام کا اعلان ہوا تھا، وہ مکہ جہاں سے ایک ایک مومن کو ایسی ایسی عظیم اذیتوں کا تختۂ ظلم بنایا گیا تھا، وہ شہر جہاں تیرہ برس تک آنحضورؐ اور صحابہؓ کو ادنےٰ انسانی حقوق سے محروم کر کے تختۂ جور و جفا بنایا گیا تھا،

اُسی مکہ میں فاتح ہو کر کسی شخص سے ادنےٰ بدلہ بھی نہ لیا۔ سب کو بلا طلب معافی اور عام آزادی دے دی! کیا تاریخ عالم میں ایسی عظیم فتح پر کسی اور انسان نے ایسی عظیم فراخدلی و معافی کا اظہار کبھی کیا؟ اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد۔

کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ آنحضورؐ کے بیرونی حالات یکسر بدل گئے مگر آپؐ باطنی طور پر بکلّی لاتبدیل رہے۔ ماحول کی ایسی زبردست تبدیلی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں یتیمی و اُمّی ہونے کی حالت سے ترقی کر کے شہنشاہیت کے مقام کو حاصل کر لینا اور گھریلو اور پبلک زندگی میں وہی پہلا سا رویہ، مسلک، دوستوں و دشمنوں سے وہی پہلا سا سلوک! ایک انسان کے اندرونہ کا یہ عظیم استقلال و استقامت! اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد۔ اگر مسکینی و غربت اور یتیمی و بے بسی میں مال و دولت تخت و تاج کی محبت ذرہ بھر اپنے مسلک سے آپ کو ہٹا نہ سکی تو حکومت و بادشاہت کے حصول کے بعد بھی گھریلو زندگی اور اقرباء کی محبت دنیاداری کی طرف ذرہ بھر مائل نہ کر سکی۔ اگر مصائب و مشکلات میں خدا پر توکل و بھروسہ اور اُسی کی نصرت و اعانت پر اعتماد قائم رہا کبھی مایوسی و نامرادی کا شکوہ نہ کیا تو مُلک و قوم کی حکومت لے کر بھی خدا کی عبادت و شکر گذاری سے ذرہ بھر منہ نہ موڑا۔ اگر مصائب آلام میں دوستوں پر پورا اعتماد کیا تو تخت و تاج کے حصول کے بعد بھی اپنے رفیقوں و صحابیوں کے کارناموں پر خراج تحسین پیش کیا۔ کسی ایک ادنےٰ سی بات میں بھی قطعاً کوئی تبدیلی آنحضورؐ کے کردار و مزاج اور سیرت و اخلاق میں واقع نہ ہوئی۔ اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد۔

تبدیلی کردار و سیرت کے نامعقول اعتراض کا جواب تو اس عظیم انقلاب میں ہی موجود ہے جو آپؐ کی ذات سے مُلک عرب میں اور پھر کل دنیا میں ظہور پذیر ہوا جس انسان نے تاریخ انسانی کو یکسر بدل ڈالا ہو، جس نے بہ یک وقت ایک نئی تہذیب و تمدن، ایک نئے نظریہ و دین اور ایک نئی سلطنت کی بنا ڈالی ہو کیا ایسا عظیم انسان وہ ہو سکتا ہے جو اپنے عزم و ارادہ اور استقامت و استقلال کا مضبوط ترین انسان ہو یا وہ جو خود بدلنے والا ہو؟ آپ نے انسانیت کو ایسا نظریۂ توحید عطا کیا کہ ایسا زبردست انقلاب پہلے کسی نے پیدا نہ کیا تھا۔ کیا یہ کایا پلٹ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں کہ آپ اپنے کردار و سیرت میں ناقابل تسخیر و ناقابل تبدیل انسان تھے؟ بیرونی حالات یکسر بدل گئے مگر آپؐ لاتبدیل رہے۔ آنحضورؐ نے حالات کو کلیتہً تبدیل کر دیا، بلکہ آنحضورؐ صلعم نے نئے حالات پیدا کر دیئے۔ اس صورت میں یہ اعتراض کس قدر کوتاہ فہمی پر مبنی ہے کہ آنجنابؐ حالات کی پیداوار تھے یا حالات کی تبدیلی سے بدل گئے تھے۔ آنحضرتؐ کی زبردست قوتِ قدسی نے نئے حالات کو جنم دیا اور تاریخ انسانیت کے دھارے کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ ایک مشہور مغربی مصنف باسورتھ سمتھ اس بارہ میں لکھتا ہے:۔

"تعجب یہ نہیں کہ حالات کے اختلاف سے محمدؐ کس قدر بدلے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ آپ میں اتنی کم تبدیلی واقع ہوئی۔ صحرا کا چرواہا، شام کا تاجر، غارِ حرا کا تنہا، اکیلا مصلح، مدینہ کا مہاجر، مسلمہ فاتح، شاہانِ قیصر و کسریٰ کا ہم پلہ، غرضیکہ ان تمام بدلتی ہوئی حالتوں میں ہمیں ایک بنیادی شان وحدت نظر آتی ہے۔ مجھے شک ہے کہ کوئی اور انسان جس کے بیرونی حالات اس قدر زبردست تغیر پذیر ہوئے ہوں مگر وہ خود اس قدر کم تبدیل ہوا ہو کبھی ہو گذرا ہے۔ بیرونی حالات تبدیل ہوجاتے ہیں۔ مگر آپ کے اندر مجھے وہی پہلی روح کام کرتی نظر آتی ہے"

قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدا کردہ تبدیلی کو نئی زمین اور نئے آسمان سے تعبیر کیا ہے، ایک نئی خلقت وجود میں آنے کا ذکر ہے، ایک نئی انسانیت کی پیدائش سے نام دیا ہے۔ بھلا غور کر دیکھو انسانی زندگی کا شعبہ ہے جو آنحضورؐ کی مساعی مبارک سے تبدیل نہ ہوا، عرب کے عادات و اطوار بدل گئے۔ دنیا کی تہذیب و تمدن بدل دی، انسانوں کے نظریات و معتقدات میں انقلاب آ گیا۔ کل عالم کی کایا پلٹ گئی، انسانی تاریخ کا رخ تاریکی جہالت، توہم پرستی، بت پرستی، شراب خوری، زناکاری، ظلم و استحصال نفس پرستی سے ہٹا کر خدائے واحد کی حقیقی عبادت، انسانیت کی سچی خدمت، کمزور و ناتوانوں کی اعانت، انسانوں کی باہمی مواخات، مساوات و جمہوریت، علم دوستی، تسخیر کائنات اور بلا امتیاز قوم و نسل بنی نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کی طرف موڑ دیا گیا۔ اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد۔ محمدؐ حالات کی پیداوار نہ تھے، بلکہ آپؐ حالات کے خالق اور پیدا کرنے والے تھے۔ آپؐ حالات سے بدلنے والے نہ تھے بلکہ آنحضورؐ حالات کے بدلنے والے تھے۔

(ا - ب)

اخبارِ احمدیہ

جماعت بدوملہی کا سالانہ تبلیغی جلسہ

—— احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بدوملہی (ضلع سیالکوٹ) کا سالانہ تبلیغی اجتماع ۱۲ اپریل ۱۹۷۴ء بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز جمعہ منعقد ہوگا جس میں صاحبزادہ میاں عبدالمنان عمر ایم۔ اے جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب افسر اخبارات انجمن اور جناب مرزا محمد سلیم اختر صاحب شاہد فاضل عربی تقاریر فرمائیں گے۔ پہلا اجلاس ۳ بجے سہ پہر سے ۴½ بجے تک اور دوسرا اجلاس ۸ بجے سے ۱۰ بجے شب تک ہوگا۔ احباب سے شرکت کی استدعا ہے۔ لاہور سے گاڑی صبح ۸ بجے چل کر ۱۱ بجے بدوملہی پہنچتی ہے۔

(شیخ) اللہ بخش سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بدوملہی۔

درخواستہائے دعا

(۱) جناب شیخ اللہ بخش صاحب بدوملہی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی لڑکی نذیراں بیگم بیمار ہے۔

(۲) جناب ملک ناصرالدین خان کی اطلاع کے مطابق ان کے برادر نسبتی ملک عبدالرحمن خان خلف الرشید ملک غلام محمد مرحوم آف قصور اچانک شدید بیمار ہوگئے ہیں اور لیڈیز - ایچی سن میں زیرعلاج ہیں۔

(۳) جناب شیخ خلیل الرحمان صاحب سامانوی کئی دنوں سے صاحب فراش ہیں اور زیادہ کمزور ہوگئے ہیں۔

(۴) ڈاکٹر ایس تلے صدیقی سرگودھا اور حاجی اللہ رکھا صاحب بھی کمزوری اور پریشانی کا شکار ہیں۔

برادرانِ سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ ان بھائیوں کی شفائے عاجل کے لئے خلوص دل سے دعا فرمائیں۔

ولادت اور عطیہ

—— پشاور سے محترم حمید الرحمان صاحب نے اپنے بچے کی ولادت کی خوشی میں مبلغ -/20 روپے عطیہ اشاعت اسلام ارسال فرمائے ہیں۔

تقریب سعید

—— شیخ محمد طفیل صاحب کی دختر عینی طفیل کا نکاح ۲۱ مارچ ۱۹۷۴ء کو ووکنگ میں ڈاکٹر خورشید حسین ناظم نے پڑھا گیا حق مہر ایک ہزار پونڈ باندھا گیا شیخ صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ نے اس خوشی میں پچاس روپے انجمن کو چندہ بھیجا ہے۔

شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان

اسلامی کانفرنس کا تصوّر

جناب تنکو عبد الرحمٰن صاحب وزیر اعظم "ملائیشیا" نے سب سے پہلے ووکنگ مسجد میں پیش کیا۔

یہ مارچ ۱۹۶۱ء کا ذکر ہے۔ عید الفطر کی تیاریاں ہو رہی تھیں، عید کے دعوت نامے ارسال کئے گئے تو ملائیشیا کے سفارت خانے سے جواب آیا کہ ان کے سفیر اور وزیر اعظم تنکو عبد الرحمان صاحب عید منانے کے لئے شاہجہان مسجد ووکنگ میں تشریف لائیں گے میں نے اس اطلاع پر جناب سفیر کی خدمت میں لکھا کہ ہماری خوش قسمتی ہوگی کہ وزیر اعظم عید کی نماز کے بعد حاضرین سے خطاب فرمائیں۔ جسے انہوں نے قبول فرمالیا۔ اس عید کی نماز پر کوئی چار ہزار لوگوں کا مجمع تھا، جس میں عرب۔ مصر۔ ترکی۔ انڈونیشیا۔ نائیجیریا۔ ٹرینیڈاڈ گیانا۔ سائپرس۔ ہندوستان اور دوسرے بہت سے ممالک کے مسلمان شامل تھے۔ بی۔بی۔سی کی ملائی سروس کے انچارج۔ مقامی پریس کے نمائندے اور لندن سے اخبار ٹائمز ڈیلی ہیرلڈ۔ اور رائٹر سروس کے رپورٹر بھی موجود تھے۔

نو بجے کے قریب بہت سے لوگ آ گئے۔ دس بجے ہز ایکسیلنسی تنکو عبد الرحمٰن اور جناب ڈاکٹر اسماعیل سفیر ملایا اور ان کے ساتھ ان کے دفتر کا عملہ اور بہت سے ملائی دوست تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر ان سب کا استقبال کیا۔ وزیر اعظم کے پاس اس وقت ایک "پولو رائڈ" کیمرہ تھا جو چند سکنڈوں میں تیار تصویر نکال دیتا تھا۔ ان دنوں اس قسم کے کیمرے کا نیا نیا استعمال شروع ہوا تھا۔ وزیر اعظم نے ہمارے گروپ کی دو چار تصویریں نکال کر میرے حوالے کیں

لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا اور خیمے کے اندر باہر لوگ جمع ہو چکے تھے۔ میں عید کے انتظامات کے باعث ہفتہ بھر سے مصروف تھا۔ گزشتہ شب بھی بہت دیر سے سویا اور جلدی اٹھ جانا پڑا۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ کھانا پکانے کے منتظمین کے شور وغل نے سونے ہی نہیں دیا۔

جونہی نماز اور خطبے کا وقت قریب آیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جسم تھکاوٹ سے چور چور ہو رہا ہے۔ میں آنکھ بچا کر اوپر اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا کہ دس منٹ آرام کرنے سے شاید کچھ تھکاوٹ دور ہو جائے۔ اگر خطبہ نہ دینا ہوتا تو اور بات تھی۔ لیکن یہ بوجھ سب بوجھوں سے زیادہ تھا۔ ابھی چند منٹ ہی گذرے تھے کہ اہلیہ کسی کام سے کمرے میں آئیں اچھا آپ یہاں چھپے ہوئے ہیں اور لوگ نیچے تلاش کر رہے ہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے میں نے کہا بس آتا ہوں، ذرا سستانے کے لئے آ گیا تھا تاکہ کچھ سکون سے خیالات کو مجتمع کر لوں۔

خطبہ عید الفطر نماز پڑھا کر فارغ ہوا تو میں نے خطبہ شروع کیا۔ اس میں موجودہ تہذیب کے تین ناسوروں کا ذکر کیا۔ (۱) مادی زاویہ حیات (۲) قومی اور نسلی امتیاز۔ (۳) الکحل۔

پھر تفصیل سے ان تینوں امور کے سوسائٹی پر زہریلے اثرات کا ذکر کیا۔ (یہ خطبہ اسلامک ریویو کے شمارے میں چھپ چکا ہے اور مقامی اور بیرونی اخبارات میں اس کے اقتباسات بھی انہی دنوں شائع ہو گئے تھے۔)

وزیر اعظم ملایا کا تاریخی خطاب نماز اور خطبہ کے بعد میں نے جناب تنکو عبد الرحمٰن پترا الحاج وزیر اعظم ملایا کی خدمت میں سے خطاب کرنے کی درخواست کی۔ اخبار ٹائمز لندن نے مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۶۱ء کو ذیل کی سرخیوں کے ساتھ اس خبر کو شائع کیا۔

"ایک مسلم کامن ویلتھ بنانے کی دعوت"
"ایک مستقبل کا خواب"

ڈیلی ہیرالڈ لندن کے نمائندہ نے اس موقعہ پر لکھا:۔

"ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج کے نیچے بسنے والی تمام قومیں وہاں موجود تھیں افریقہ کے سیاہ فام لوگ، مشرق سے براؤن رنگ کی لڑکیاں۔ بڑی بڑی خوفناک داڑھیوں والے لوگ افغانستان سے۔ یہ سب فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے۔ ملایا کے وزیر اعظم تنکو عبد الرحمٰن نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اسلام میں خیر سے مراد یہ ہے کہ اپنے انسانی بھائیوں کی مدد کی جائے جہاں کہیں بھی وہ ہوں اور جس نسل اور قوم سے بھی ان کا تعلق ہو۔ دنیا میں ایک ہی ملک ایسا ہے جو اس بات کے خلاف ہے اور وہ ہے جنوبی افریقہ۔" (ڈیلی ہیرلڈ لندن۔ ۲۰ مارچ ۱۹۶۱ء)

وزیر اعظم کی پوری تقریر اسلامک ریویو کے اپریل ۱۹۶۱ء کے شمارے میں شائع ہو چکی ہے اس کی فوٹو کاپی علیحدہ پمفلٹ کی شکل میں بھی شائع کی گئی ہے۔ وزیر اعظم نے اپنے اس تاریخی خطاب میں مزید فرمایا:۔

"ہمارے نزدیک مسلم جہاں کہیں بھی ہوں بھائی بھائی ہیں، بدیں وجہ مسلم ممالک کو چاہیئے کہ اپنے مسائل پر بحث و تمحیص کے لئے اکٹھے ہو جایا کریں۔ درحقیقت اس امر کی ضرورت ہے کہ تمام انسان اکٹھے ہو جائیں۔ قرآن و حدیث کی رُو سے تمام انسان برابر ہیں۔ اس اجتماع میں تمام دنیا بھر کے مسلمان نظر آتے ہیں۔ ہم یہاں مسلمان ہونے کی حیثیت سے جمع ہیں۔ ہم سب برابر ہیں اور رشتہ اخوت میں منسلک ہیں۔

میں ایک مستقبل کا خواب دیکھ رہا ہوں۔ کاش وہ وقت آئے جب ہم مل کر بیٹھیں اس لئے نہیں کہ ایک بلاک بنا کر دوسرے بلاک سے لڑنے کی تیاریاں کریں، بلکہ اس لئے کہ جو امر سب کے لئے خیر کا موجب ہو اس پر تبادلہ خیالات کریں۔ میری خواہش ہے کہ مسلم کامن ویلتھ کی تشکیل کریں، برطانوی کامن ویلتھ کی طرز پر ہم اس طرح سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ اپنی حکومتوں اور ملکوں پر زور ڈال سکتے ہیں کہ وہ ایک مسلم کامن ویلتھ کی تنظیم قائم کریں تاکہ ہم ایک دوسرے سے مل سکیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ کام کر سکیں۔

میں ایک چھوٹی سی قوم کا لیڈر ہوں، جو کچھ میں کہوں اس کا اتنا اثر نہیں ہو سکتا جتنا آپ کی کوششوں کا ہو سکتا ہے اور آپ اپنے ملکوں کے سربراہوں پر اثر انداز

(باقی بر صفحہ ۱ کالم ۲)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے کامیاب ترین انسان ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۸ مارچ ۱۹۶۸ء - فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا - سب تعریف تمام جہانوں کی پرورش اور ربوبیت کرنے والے اللہ کے لئے ہے - جو الرحمٰن والرحیم ہے - اس کی صفت رحمانیت کا تقاضا ہے کہ بغیر طلب اور معاوضہ وہ تمام مخلوقات کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اس نے انسانوں اور سب مخلوقات کی پیدائش سے بھی پہلے ان کے قیامِ زندگی کے اسباب مہیا فرما رکھے ہیں اور اس کی صفت رحیمیت انسانوں کی محنت پر سوگنا زیادہ اجر عطا کرتی ہے - اس کی تیسری صفت مالک یوم الدین ہے - یعنے وہ انسانوں کے اعمال کی جزا و سزا کے دن کا مالک ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ - ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ - اس روز جس شخص نے ذرہ بھر بھی نیکی کی ہوگی - اس کا اجر پائے گا - اور جس نے کچھ بھی برائی کی ہوگی اس کی سزا سے بھی وہ نہ بچ سکے گا - اس سورۃ کو دن بھر کی پانچوں نمازوں میں پڑھا جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب - سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہو سکتی اس لئے فرض نمازوں میں بھی اور سنتوں اور نوافل میں بھی اسے بار بار دہرایا جاتا ہے - اس بار بار کے دہرائے جانے کا ایک ہی مقصد ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی صفت ربوبیت کو اپنے اندر لے - کمزوروں کی پالنا کرے - محتاجوں کو امداد دے اور بغیر امید معاوضہ کے ضرورت مندوں کی دستگیری کرے - اسی غرض کے پیشِ نظر رسول کریم صلعم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ - اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت اور رحمانیت و رحیمیت سے مزین ہونے کی کوشش کرو - جب دن میں پانچ بار انسان صدق اور اخلاص اور حضورِ قلب سے سورۃ فاتحہ کو دہراتا ہے تو اس پر مزور صفاتِ الٰہیہ کا پرتو پڑتا ہے بشرطیکہ اس کو سمجھ کر پڑھتا ہو - ایسا انسان مخلوق الٰہی کے حق میں سراپا خیر و برکت بن جاتا ہے - بادشاہوں کے دربار میں بھی انسان ایک خاص لباس اور وضع قطع کے ساتھ حاضر رہتا ہے - اسی طرح ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی نماز کی حالت میں جب حاضری دی جائے تو لباس تقویٰ پہننے کا حکم ہے اور عاجزی و انکساری اور فروتنی اختیار کی جائے - اسی سے دنیا جہان کی کامیابیاں اور کامرانیاں وابستہ ہیں - انسان میں اسی سے اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا - اللہ نے اپنی فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے، اور اسی فطرت کو انسان کے اندر اجاگر کرنے، ابھارنے اور ترقی دینے کے لئے قرآن کریم نازل ہوا ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کا عملی نمونہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں - چنانچہ فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ - اللہ کا رسول تمہارے لئے اسوہ حسنہ اور خدائی احکام کی انسانی اور بشری تعمیل کا مکمل نمونہ ہے - یہ خدائے پاک کا انسانوں پر بڑا فضل اور احسان ہے - کہ انہیں اپنی فطرت پر پیدا کیا پھر ان کی رہنمائی کے لئے رسول بھیجے - چنانچہ فرمایا ولکل قوم ھاد، ہر قوم میں ہدایت پہنچانے کے لئے ہادی اور رسول آئے - یہ اللہ تعالےٰ کے لامتناہی احسانوں کا ایک حصہ ہے - پس تم بھی ارشاد رسول صلعم تخلقوا باخلاق اللہ - الٰہی اخلاق کو اپنا کر دوسروں کے لئے فیض رساں اور نفع بخش وجود بن جاؤ - یہاں تک کہ تمہارے اس اخلاق اور فیض سے کوئی تمہارا دشمن اور مخالف بھی محروم نہ رہے - اپنی دولت، جسمانی طاقت اثر و رسوخ اور ذاتی وجاہت اور مرتبہ سے خدا کی مخلوق کی ربوبیت کرو - اور انہیں فیض پہنچاؤ - حضرت مجدد زمان نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے محروم رکھتا ہے - وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے - الحمد للہ رب العالمین کہنے کا منشاء تب ہی پورا ہوگا جب خدا کی مخلوق کے ساتھ بلا امتیاز نیکی اور فیض رسانی کا برتاؤ کیا جائے اس کی رحمانیت و رحیمیت کی صفات اپنے اندر پیدا کی جائیں - ایاک نعبد وایاک نستعین - اور اس کی عبادت کرتے ہوئے اس کے رنگ میں رنگین ہونے کے لئے اسی کی استعانت چاہو، کیونکہ زمین کا ذرہ ذرہ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے - ایک پتا بھی اس کی اجازت کے بغیر جنبش نہیں کر سکتا - پھر اھدنا الصراط المستقیم - کی دعا سکھائی ہے - یعنی اسے کامل صفتوں کے مالک خدا، ہمیں سیدھی راہ پر چلا - صراط الذین انعمت علیھم ہمیں گذشتہ راستبازوں کا وارث بنا - اور ہر وہ نعمت جو انہیں دی جاتی تھی - ہمیں بھی عطا فرما - غیر المغضوب علیھم ولا الضالین - اور ہمیں بچا تاکہ ہم نافرمان ہو کر مورد غضب نہ بن جائیں - اور ہمیں بچا - کہ ہم تیری وحدانیت اور پاک صفات کو چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں - غرضیکہ اس سورۃ فاتحہ کو ساری دنیا کے مسلمان نمازیں پڑھتے ہیں - فرائض میں بھی اور نوافل میں بھی یہی پڑھی جاتی ہے - جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ اس سورۃ کے بار بار دہرانے کا ایک ہی مقصد ہے - کہ جس بادشاہ کے دربار میں درباری جمع ہوں - وہ اس راجہ یا بادشاہ کے مزاج و منشاء کے مطابق لباس - گفتگو اور نشست و برخاست کریں - یہ دربار خداوندی ہے جس میں دن میں پانچ بار حاضر ہو کر بادشاہ کی صفات بیان کی جاتی ہیں تاکہ بیان کرنے والے درباری انہیں صفات میں رنگے جائیں - یہ بہت بڑا مقام ہے جو محمد رسول اللہ صلعم نے اپنی قوم کو حاصل کرنے کا حکم دیا ہے - جو بات بار بار دہرائی جائے - وہ ضرور دل پر نقش ہو جاتی ہے - حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ فقر سے اٹھ کر بادشاہت تک پہنچے - مگر ہر حالت میں ایک ہی قسم کے اخلاق آپ کے وجود میں نظر آتے ہیں - نہ فقر و فاقہ میں کمزوری دکھائی دی اور نہ بادشاہت و سطوت میں عیش و عشرت میں زندگی بسر کی کسی حالت میں بھی آپ کے اخلاق میں فرق نہ آیا - اگر تخلقوا باخلاق اللہ فرمایا - تو خود نمونہ بن کر بھی دکھا دیا جس کے صلہ میں لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور انک لعلیٰ خلق عظیم کے سارٹیفکیٹس خدا تعالےٰ کی جناب سے آپ کو ملے - حضورؐ کے اخلاق کی عظمت اپنوں اور غیروں دونوں نے دیکھی - آپ نے حکومت میں بھی فقیری کی - سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک سال میں جس کو عام الوفود کہا جاتا ہے آپ کی خدمت میں کئی قوموں اور مملکتوں کے وفود مذہب اسلام کی پڑتال کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے - یہ ایک تاریخی واقعہ ہے - جس کا انکار دشمن بھی نہیں کر سکتا - وفود کے سرداروں کو حضورؐ نے اسلام کی تلقین کی جو بڑی موثر ثابت ہوئی - رسول کریم صلعم اس لحاظ سے دنیا کے کامیاب ترین انسان ہیں - جو کہا - وہ کر کے بھی دکھایا - اور اسی رنگ میں اپنی پوری قوم کو رنگ دیا - مسلمان تاجر یا بادشاہ جہاں جہاں گئے - حضور کے اخلاق کے رنگ میں رنگین ہونے کی وجہ سے حسنِ اخلاق، دیانت و امانت اور پاس عہد کے کمالات ساتھ لے گئے - مسلمانوں کو حضور صلعم کے ساتھ ایک عشق تھا - اور وہ آپ کی ہر حرکت کی نقل کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے - ایک واقعہ تاریخ میں لکھا ہے کہ رسول کریم صلعم مدینہ سے کعبۃ اللہ کی زیارت کے لئے ایک دفعہ مکہ تشریف لے گئے تو رستہ کے ایک پتھر سے آپ کو ٹھوکر لگی - صحابہ کرام کے عشق کا یہ حال تھا کہ آپ کی محبت سے مجبور ہو کر مکہ جاتے وقت ہر سال دانستہ اسی پتھر سے ٹھوکر کھا کر آگے بڑھتے تھے - یہ عشق کا کمال اور محبت کا معراج ہے - اس سے آگے عشق و محبت کی معراج ہے - اس سے آگے عشق و محبت اور کوئی منزل نہیں - آج ساری دنیا کے مسلمان اپنی پنجوقتہ نمازوں میں حضور پر درود بھیجتے ہیں - اور جب خدا تعالےٰ کی طرف سے اپنے محبوب کے لئے دعا کی تلقین ہو - تو وہ کیسے قبول نہ ہوگی - یہ خصوصیت صرف محمد رسول اللہ صلعم کو حاصل ہے کہ ایک بگڑی ہوئی قوم کو فرشتے بنا دیا جو آپ کے عشق و محبت اور اخلاق فاضلہ میں دنیا کے لئے نمونہ ثابت ہوئی - اس کے مقابلہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دیکھئے، پیغمبر خدا ہیں ہم ان کی دل سے عزت کرتے ہیں لیکن اپنی ساری زندگی میں صرف چند آدمی اپنے ساتھ ملا سکے جو وہ بھی آزمائش کے موقعہ پر سب بھاگ گئے - حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بھی ایک قوم تیار کی مگر جب اسے دشمن سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تو باوجودیکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے فتح کا وعدہ تھا - انہوں نے حکم ماننے سے انکار کر دیا - اور کہا فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون تو اور تیرا رب جا کر لڑو - ہم تو یہیں بیٹھے ہیں - اس کے مقابلہ میں محمد رسول اللہ کی قوم نے اسلام لانے کی پاداش میں دردناک دکھ اٹھائے، بے پناہ مصائب جھیلے - اور جب لڑائی کا حکم ہوا تو وہ آپؐ کے آگے بھی لڑے - پیچھے بھی لڑے - دائیں اور بائیں بھی لڑے،

(باقی بر صفحہ 19 کالم اول)

نصیر احمد صاحب فاروقی

وعدۂ الٰہی: "بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم اُفتاد"

(الہام مسیح موعودؑ)

سنہ ۱۹۷۴ء [illegible] ۱۸۵۷ء [illegible]
تاکہ عیسائیت کو پھیلا کر اپنے شکنجہ کو ان ممالک پر اور بھی مضبوط کریں۔ اوّل تو حاکم وقت کے دین کی کشش ہمیشہ ہوتی ہے۔ الناس علیٰ دین ملوکھم ایک زبردست صداقت ہے۔ مگر عیسائی مملکتوں نے تو کھلم کھلا اپنے دین کے پھیلانے میں مدد کی۔ سرسید احمد خاں مرحوم جیسے انگریزوں کے دوست نے اپنی کتاب جو ۱۸۵۷ء کے غدر کے اسباب کے بارہ میں لکھی اس میں غدر کی بڑی وجہ یہ بتائی کہ برطانوی حکومت کے افسران نے ہر ضلع اور ہر صوبہ میں اس قدر کھلم کھلا لوگوں کو عیسائیت میں شامل ہونے کی ترغیب دی بلکہ دباؤ ڈالا کہ مسلمان اور ان کے ذیل میں کچھ ہندوؤں نے بھی مجبوراً ایسی حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ اگر یہ وجہ نہ ہوتی اور خود برطانوی حکومت کو اس کا احساس نہ ہوتا تو غدر کے بعد ۱۸۵۷ء کے ملکہ وکٹوریہ کے مشہور اعلان میں کیوں حکومت کی مذہب کے اندر عدم مداخلت کا وعدہ ہوتا۔

مگر اس اعلان کے باوجود درپردہ عیسائی حکام اپنے مذہب کے پھیلانے میں امداد کرتے تھے۔ نوکریاں۔ زمینیں۔ عہدے۔ عورتیں۔ غرض کونسا حربہ تھا جسے عیسائی حکام نے لوگوں کو ورغلانے اور عیسائیت کی قبولیت کی غرض سے مائل کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا۔ حکومت نے مفت زمینیں عیسائی مشنوں کو دیں۔ بہانہ یہ تھا کہ جرائم پیشہ لوگوں کو بسا کر عقلت دینے سے اور اس کے ساتھ ہی تقاوی قرضے اور ہر قسم کی لگان کی معافیاں دی گئیں۔ ہر ضلع کے پادریوں کے لئے ضلع کے حکام کا دروازہ دن رات کھلا رہتا تھا اور پادری کی سفارش پر نوکری ضرور ملتی تھی۔ مشن کے سکول و کالجوں اور ہسپتالوں، یتیم خانوں بیوہ گھروں بلکہ لاوارث عورتوں کے لئے اداروں کو حکومت کھلم کھلا مادی امداد اور ہر قسم کی امداد دیتی تھی اور وہ اس وقت پادریوں اور مشنری عورتوں کے ہاتھوں میں تھے۔ مشنری عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر کھلم کھلا عیسائیت کی تبلیغ کرتی تھیں۔ اور جس مسلمان عورت کو تکلیف میں دیکھتیں اسے ورغلا کر بھگا لے جاتیں اور حکومت ان کا پورا ساتھ دیتی۔

افسوس ہے کہ صحیح حالات کا ہمارے مغرب زدہ لوگوں کو بالکل علم نہیں۔ وہ مغرب کی دنیاوی سائنسی ٹکنالوجی کی ترقیات اور ان کی دولت اور حکومت سے ایسے متاثر ہیں کہ ان کو اگر بتایا بھی جائے کہ درپردہ یہ تمام ہتھیار استعمال کئے جاتے تھے تاکہ مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر کر عیسائی بنایا جائے یا کم سے کم مسلمان نہ رہنے دیا جائے تو وہ ماننے تک نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ عیسائی اقوام ان معاملات یعنے مذہب اور دنیاوی غلبہ کے معاملہ میں ایسی مکار اور دھوکا باز ہیں کہ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام دجّال رکھا تھا اور دجال کے فتنہ کو اپنی امت کے لئے سب سے خطرناک فتنہ بتایا تھا۔ دجل کہتے ہی ہیں دھوکا بازی کو [illegible] عیسائیوں کی حکومت ان پر نہیں رہی ان کی پیدا کردہ ذہنی غلامی سے نجات نہیں پا سکتے۔

میں نے افریقہ کے ممالک کی جہاں عیسائی اقوام کا زبردست غلبہ رہا ہے ایک سرکاری دستاویز دیکھی ہے (جس کی تائید بعض اخبارات کے مضامین سے بھی ہوئی) کہ افریقہ میں بھی بلکہ زیادہ کھلے طور پر جب تک کوئی عیسائی نہ بنے اسے نہ تو تعلیم دی جاتی تھی نہ ہسپتالوں میں طبی علاج ملتا تھا نہ حکومت کے ماتحت کوئی نوکری ملتی تھی۔ افریقہ کے غیر مسلم قبائل اور مسلم مگر جاہل قبائل میں

مروجہ نہایت کارگر رہا۔ مگر ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں جہاں کے مسلمان نہ صرف تعلیم بلکہ مذہب کی رو سے کچھ زندہ تھے ان کو اسلام سے اکھیڑنے کے لئے خود مذہب اسلام کو شکست دینے کے لئے یہ لازمی تھا۔ اس لئے عیسائی مستشرقین، مؤرخوں اور پادریوں نے خود مذہب اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر ایسا سخت حملہ کیا کہ اسلام کی تاریخ میں [illegible]

اسلام کے مٹانے کی اسی زبردست کوشش کی پیشگوئی قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے یوں کی تھی یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم (سورۃ الصف آیت ۸) یعنے یہ چاہیں گے کہ اللہ کے نور کو اپنی منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ اسلام کی تاریخ کو دیکھ لیجئے۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں جب اسلام پر زبردست یورش ہوئی تو اسلام کو تلوار کے ذریعہ سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ عرب کے مشرکوں نے جو اپنی جاہلیت پر فخر کرتے تھے انہوں نے کیا منہ کی پھونکوں یعنے اعتراضات کے ذریعہ اسلام کا مقابلہ کرنا تھا۔ بہرحال یہ تاریخی حقیقت ہے کہ انہوں نے مار پیٹ کر ہجرت پر مجبور کر کے۔ اور بالآخر تلوار کے ذریعہ سے اسلام کو مٹانا چاہا۔ اور اس زمانہ میں آ کر یہ ہوا کہ مغرب کے علماء اور پادریوں نے اعتراضات کی بوچھاڑ سے مذہب اسلام پر سخت یورش کی۔

جہاں اس زبردست خطرہ سے ۱۴۰۰ سال قبل قرآن کریم نے ہمیں متنبہ کر دیا تھا وہاں یہ بھی مذکورہ بالا تنبیہہ کے ساتھ ہی فرمایا واللہ متمّ نورہ ولو کرہ الکٰفرون یعنے اللہ تعالیٰ تو اس زمانہ میں اپنے نور کو اور بھی مکمل کرے گا چاہے کافر کتنا ہی ناپسند کریں۔ اور پھر فرمایا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق اسے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک (یعنے دوسرے مذاہب جن میں شرک پیدا ہو گیا) کتنا ہی ناپسند کریں۔ عجیب بات یہ ہے کہ پرانے مفسرین قرآن نے یہ لکھا ہے کہ اسلام کو مذھبی مقابلوں میں یہ غلبہ مسیح موعودؑ کے دے گا۔ اور یہی ہوا۔

چودھویں صدی کے آغاز میں قادیان کے گاؤں میں رہنے والے ایک شخص یعنے حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کا اس قدر درد اور فکر عطا فرمایا کہ جب انہوں نے اپنی عمر کا قریباً آدھا حصہ عبادت و ریاضت میں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اسلام اور مسلمانوں کے غم اور بیقراری میں گریہ وزاری اور الحاح سے نصرت اور غلبہ مانگنے میں گذرا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چودھویں صدی کے مجدد کے منصب پر فائز فرمایا اور ساتھ ہی مطلع کیا کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے (جو قرآن اور احادیث سے ثابت کیا گیا) اور آنے والا مسیح امامکم منکم کی صحیح حدیث کے مطابق اسی امت کا ایک امام ہوگا اور وہ تو ہی ہے اور تیرا کام نہ صرف مسیحی قوموں کے مذھبی فتنہ اور پُرزور حملوں کا منہ توڑ جواب دینا ہے بلکہ ان قوموں کو پہلے مسیح کی طرح حق کی طرف بلانا ہے۔ اسی لئے حضرت مرزا صاحب نے منجملہ اور نظموں کے ایک شعر میں یوں فرمایا ہے ؎

[illegible]

واقعات اور تاریخ کی شہادت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ آپ پچھلے ۹۰ سال کی اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کو دیکھ لیجئے۔ کیا اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے سوا اور کوئی شخصیت ہے جس نے عیسائیوں اور عیسائیت کے مذھبی فتنہ کا۔ اسلام اور قرآن اور حضور سرور کائنات صلعم کی ذات مبارک پر حملوں کا۔ اور عیسائیوں کی دیکھا دیکھی آریوں اور دوسرے مذاہب کے پیدا کردہ مذھبی خطرات کا دن رات ان تھک مقابلہ بلکہ ایسا دندان شکن جواب دیا ہو

جیساکہ عیسائی مبلغین اور آریہ پنڈتوں نے احمدیہ جماعت سے مقابلہ میں بار بار شکست کھاکر احمدیوں سے مقابلہ اور مناظروں سے راہ فرار اختیار کیا۔ پچھلے نوے سال میں بیشتر اور عیسائیوں کی پیدا کردہ مادہ پرستی اور دہریت کے جواب میں جو لٹریچر پیدا ہوا ہے اسے دیکھ لیجئے۔ کیا وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے مریدوں یعنے حضرت مولینا نورالدین صاحب۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ ان چیدہ اصحاب کا پیدا کردہ ہے۔ جنہوں نے احمدیت کے خیالات کو ہی اپنایا یا کسی اور کا؟

پھر اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے سوا سے اور کونسی مسلم جماعت ہے جس نے قرآن کریم کے مغربی زبانوں میں ترجمے کئے اور اسلام اور آنحضرت صلعم کی صداقت پر زبردست لٹریچر پیدا کیا اور عیسائی ممالک میں مشن کھول کر ہزاروں عیسائیوں (چوہڑوں چماروں اور نیچ اقوام کو ورغلا کر عیسائی کرنے کے برعکس) ادیبوں مصنفین۔ لارڈ، شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگوں، عالموں اور فاضلوں اور ان کے ساتھ متوسط اور دوسرے طبقوں کی بھی سعید روحوں کو اسلام میں داخل کیا؟

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے نہ صرف دینِ اسلام کے غلبہ کے لئے ان تھک مجاہدہ کے ساتھ رو رو کر دعائیں کیں جیسا کہ ان کی تصانیف تحریروں اور تقریروں سے ظاہر ہے جن میں سے ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

اس دیں کی شان و شوکت یارب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹا دے میری دعا یہی ہے

بلکہ حضرت نے مسلمانوں کی دنیاوی مغلوبیت اور ابتری اور عیسائیوں کے مقابل کمزوری کے لئے بھی جنابِ باری میں گریہ و زاری کی تو آپ کو الہام کے ذریعہ خوشخبری دی گئی "بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم اُفتاد"۔ یاد رہے کہ مسلمان قوم کو محمدی کہنے والے عیسائی تھے اور اس الہام میں یہ خوشخبری دی گئی تھی کہ عیسائیوں کے نزدیک مسلمانوں کا جو گرا ہوا مقام ہے یہ دور کر کے مسلمانوں کا قدم ایک بلند تر مقام پر مضبوط ہو جائے گا۔ سو ہم نے دیکھ لیا کہ اس الہام کے کچھ عرصہ کے بعد عالمگیر جنگوں۔ مالی مصائب اور عیسائی ممالک کے آپس کے اختلافات کی وجہ سے عیسائیوں کی طاقت کمزور ہونی شروع ہوئی، بلکہ آہستہ آہستہ تمام اسلامی ممالک ان کی غلامی اور زیر دستی سے نکل کر آزاد ہو گئے۔ شروع میں مسلمان قومیں غریب تھیں، مگر آج اللہ تعالےٰ کے فضل سے تیل اور دوسرے ذخائر کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ عیسائی اقوام مسلمانوں سے مالی امداد اور رعائتوں کو مانگنے لگی ہیں اور ابھی اور بھی انشاء اللہ تعالےٰ یہ توازن صحیح ہوتا چلا جائے گا۔

ابھی تک مسلمانوں کی کمزوری کی ایک وجہ ان کے آپس کے اختلافات اور جھگڑے تھے۔ کفربازی تو علماء کا مشغلہ تھا۔ مگر مسلمان حکومتیں بھی ایک دوسرے سے اتحاد و اتفاق کی بجائے آپس کے لڑائی جھگڑوں سے مسلمانوں کے قومی وقار کو کمزور کر رہی تھیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے مختلف رنگوں میں اس سے روکا تھا۔ ایک آیت ہی سن لیجئے:۔ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم (الانفال ۸ ـ ۴۶) یعنے آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہمت ہار دو گے اور تمہاری ہوا (جو خدا نے باندھی ہے) جاتی رہے گی۔ سو بحمد اللہ کہ اب مسلمانانِ عالم کو اس بات کا احساس ہو گیا ہے اور پچھلی سربراہی کانفرنس جو لاہور میں ہوئی اس کا ایک ثبوت ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا اپنا فضل ہے ورنہ مسلمانوں کی تاریخ کو دیکھو کہ انہوں نے ہمیشہ آپس میں لڑ جھگڑ کر اپنے آپ کو تباہ کیا۔ مسلمانوں کے دل ایک کرنا یہ اللہ تعالےٰ کا کام ہے نہ کسی انسان کے بس کی بات تھی۔ جب اس نے خود آنحضرت صلعم کو فرمایا:۔

لو انفقت ما فی الارض جمیعًا ما الفت بین قلوبھم و لکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم (الانفال ۸ ـ ۶۳) یعنے اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب کا سب خرچ کر دیتا تو بھی ان کے دلوں میں اُلفت نہ پیدا کر سکتا لیکن اللہ نے ان میں اُلفت ڈال دی۔ وہ غالب حکمت والا ہے۔ سو الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ اللھم زد فزد۔

اگر اسی طرح اللہ تعالےٰ کا فضل شاملِ حال رہا اور مسلمان قومیں آپس میں اتحاد اور اتفاق میں ترقی کرتی رہیں تو انشاء اللہ "بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم اُفتاد" کا نظارہ دنیا دیکھ لے گی۔ اس کے لئے اپنے ایمان کو صحیح نمونہ پر قائم کریں اور اعمال صالحہ کا بھی مسلمان خیال رکھیں تو اللہ تعالےٰ کا جو وعدہ ہے وہ کبھی ٹل نہیں سکتا اور وہ یہ ہے:۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (سورۃ النور ۲۴ ـ ایت ۵۵) یعنے "اللہ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں کہ وہ انہیں ضرور بالضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے۔"

اگر اللہ تعالےٰ نے عیسائی اقوام کو دنیاوی سلطنت بخشی تو وہ مسلمانوں کو بھی ویسی ہی سلطنت اور غلبہ بخش سکتا ہے بشرطیکہ ہم سچے مؤمن بنیں اور نیک کام کریں۔ یہ خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا۔

ہاں اس کے ساتھ ایک اور بھی وعدہ اسی آیت مبارکہ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے:۔ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا (ترجمہ: اور وہ ان کے دین کو جو اُس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کی حالت خوف کو بدل کر امن کی حالت پیدا کر دے گا۔) ہم نے اس آیت مبارکہ کی پہلی شق کو پورا ہوتے دیکھ لیا اور دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو اس زمین کی خلافت دے کر اپنے فضل سے مضبوط کر رہا ہے۔ تو انشاء اللہ القدیر اسی وعدہ کا دوسرا حصہ بھی مسلمانوں کا دین دنیا میں مضبوطی سے قائم کیا جائے گا پورا ہو کر رہے گا۔ دوسرے ادیان اپنی طبعی موت مر رہے ہیں اور لوگ انہیں چھوڑ رہے ہیں۔ مگر ساتھ ہی انہیں اس اطمینانِ قلب اور روحانی زندگی کی تلاش ہے جو صرف مذہب ہی انہیں دے سکتا ہے۔ جب اور دین ختم ہو گئے تو جو دین بموجب وعدہ الٰہی مضبوطی سے قائم کیا جائے گا وہ اسلام ہی ہے جو انشاء اللہ دنیا کا غالب دین ہوگا۔ میں پھر مجددِ زمان کی درد بھری دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

اس دیں کی شان و شوکت یارب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹا دے میری دعا یہی ہے

سو اللہ تعالےٰ نے اس بے قرار (اور اسلام اور مسلمانوں کے درد میں فنا) گریہ و زاری کرنے والے (جس نے اپنی حالت یوں بیان کی ہے ؎ کون روتا ہے کہ جس سے آسمان بھی رو پڑا) کی دعا کو قبول فرمایا ہے اور اسے "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد" کی خوشخبری مسلمانوں کی دنیاوی بہتری کے بارہ میں دی وہاں دین اسلام کی کامیابی کی خوشخبریاں بھی دیں۔ بقول ان کے ؎

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی ÷ آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا ÷ اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے ÷ اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

اور ہمیں تو خود قرآن کریم میں بے شمار خوشخبریاں ملتی ہیں مثلاً حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون ہ (یعنے یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ پھیل جائیں گے) اس آیہ کریمہ میں عیسائی اقوام کے دنیا میں ہر بلند مقام کو پاکر تیزی سے پھیل جانے کا ذکر ہے اور اس زمانہ کے امام نے بھی اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی تھی۔ جس کی بعد میں علامہ اقبال نے یوں تصدیق کی ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام ÷ چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ ینسلون

پھر اس سے اگلی آیت میں یہ خوشخبری بھی دی ہے: واقترب الوعد الحق فاذا ھی شاخصۃ ابصار الذین کفروا یٰویلنا قد کنا فی غفلۃ من ھذا بل کنا ظٰلمین ہ (الانبیاء ۲۱ ـ ۹۷) یعنے یاجوج اور ماجوج (عیسائی) کے غلبہ کے وقت ہی خدا کے سچے وعدہ کے پورا ہونے کے دن قریب آجائیں گے اور جب وہ پورا ہوگا تو ان کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے کہ افسوس ہم پر کہ ہم اس دین حق سے غفلت میں تھے بلکہ ہم نے اس پر ظلم کیا۔

یہ ایمان کہ اللہ تعالےٰ کے متعدد بار کئے ہوئے وعدوں کا یعنے دینِ اسلام کے غلبہ کا زمانہ آگیا ہے حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے مریدوں کے دلوں میں پیدا کیا

(باقی بر صفحہ ۱۹ کالم نمبر ۱)

از قلم چوہدری محمد احسن چیمہ صاحب

اِسلامی سربراہی کانفرنس

اس سال ماہ فروری کی ۲۲ تاریخ کو اس ملک میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس کی مثال گذشتہ ہزار سال میں نہیں ملتی۔ ہاں اسلام کے صدر اول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ میں حضورؐ نے عرب کے دو شہروں میں محبت اور رفاقت کا ایسا پیوند لگایا کہ اس کی تشریح انسانی الفاظ میں نہیں کی جا سکتی۔ مکہ کے مہاجرین اور مدینہ کے انصار اس طرح جوڑ دیئے گئے کہ خون کے رشتے اور طبعی تعلقات ان کے سامنے ماند پڑ گئے۔ اس کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے: واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ج وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذٰلک یبین اللہ لکم اٰیٰتہ لعلکم تھتدون ۳/۱۰۳۔ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم باہم دشمن تھے۔ پھر اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی۔ تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے تو اس نے تم کو اس سے بچا لیا تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

بعض لوگوں کو ہم نے یہ کہتے سُنا ہے کہ پاکستان میں جو مسلمان سربراہوں کی چوٹی کی کانفرنس منعقد کی گئی ہے اس پر بے بہا سرمایہ خرچ کیا گیا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ خود خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کے دلوں کے اندر اس نوع کی پیدا کی ہوئی محبت کے متعلق جو یہاں پاکستان میں فروری کے مہینہ میں ظہور پذیر ہوئی یوں فرمایا ہے کہ یہ ایک ایسی عظیم الشان گراں بہا سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ اے رسولؐ اگر تم ساری دنیا کی دولت اس پر خرچ کر ڈالتے تو ایسی محبت کہیں سے نہ خرید سکتے۔ یہ خالص خدائی انعام ہے جو اس قوم پر نچھاور کیا گیا۔ ارشادِ الٰہی کے الفاظ یہ ہیں۔ والف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم ولٰکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم ۸/۶۳ ترجمہ:- اور اس نے (اللہ تعالےٰ نے) ان کے دلوں میں اُلفت ڈال دی۔ اگر تو جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب خرچ کر دیتا تو ان کے دلوں میں اُلفت نہ پیدا کر سکتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کے مابین اُلفت پیدا کر دی۔ وہ غالب حکمت والا ہے۔

اس بلند پایہ کانفرنس میں اسلامی دنیا کے چالیس کے قریب سربراہوں نے بمع اپنے متعدد وفود کے حصہ لیا! ان کے رنگ مختلف تھے زبانیں مختلف تھیں۔ لباس مختلف تھے مگر خدا نے سب کے دل ایک کر رکھے تھے۔

اس بڑے مجمع میں پاکستان کے ہزارہا مسلمان ان سربراہوں کے استقبال کے لئے موجود تھے ان میں عوام بھی تھے اور خواص بھی۔ اکابر بھی تھے اور اصاغر بھی۔ جاہل بھی تھے اور عالم بھی۔ مگر ان سب کو اللہ تعالےٰ نے ایسی بصیرت بخشی کہ انہوں نے اس عظیم الشان اجتماع میں سے تین رفیع المنزلت اشخاص کو ڈھونڈ نکالا۔ وہ تھے (۱) لیبیا کے سربراہ قذافی (۲) فلسطین کے لیڈر یاسر عرفات، جن کے پاس کوئی دنیاوی اقتدار نہیں تھا، مگر وہ بادشاہوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر پبلک سے خراجِ تحسین حاصل کر رہے تھے۔ اور (۳) عرب کے شاہ فیصل جو مرکزِ اسلام کے محافظ بھی ہیں، وہ اس وقت عوام کی نظروں کے مرکز بنے ہوئے تھے۔ درحقیقت انہی کی ماتمندیا اخلاص اور ایثار نے اس تقریب کے انعقاد میں بہت بڑا حصہ لیا۔ اچانک سب اختلافات مٹ گئے، اور تمام عالمِ اسلامی کو ایک حبل اللہ میں جکڑ دیا گیا۔ جب قذافی۔ یاسر عرفات اور فیصل لوگوں کے کسی مجمع کے سامنے آجاتے تو فضا نعروں سے گونج اُٹھتی اور لوگ بھاگ بھاگ کر ان کے گرد آکر ان کو گھیر لیتے اور ان کے ہاتھوں کو چومتے اور اپنی فدائیت کا ثبوت دیتے۔ یہ سماں تین دن تک لوگوں کو مخمور کرتا رہا۔ خدا کی قدرت کہ یہ اجتماع ایک ایسے اسلامی ملک میں ہوا جسے تھوڑا عرصہ ہوا دشمنوں نے اپنی ریشہ دوانیوں سے سیاسی سطح پر ایسی شکست دی کہ اس کا ایک بازو ہی کاٹ کر رکھ دیا۔ اور دنیا نے سمجھ لیا کہ پاکستان اب ختم ہو گیا بلکہ اللہ تعالےٰ نے اسی کو ایسی سرفرازی بخشی کہ وہ اسلامی دنیا کے سربراہوں کا میزبان بنا دیا گیا اور وہ سب اس کی مدحت سرائی کے گیت گانے لگے۔ اس ملک کا اپنا سربراہ جو گوناگوں مشکلات میں گھرا ہوا تھا ایسا نکھر کر سامنے آیا کہ نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ تمام عالم سے اسے بہت بڑا دانشور ہونے کی سند عطا کی۔

ایک اور خصوصیت جو ہم نے اس غیر معمولی اجتماع میں دیکھی وہ یہ تھی کہ اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کی تعمیر کی ہوئی دنیا کی سب سے بڑی مسجد میں ان معزز مہمانوں نے جمعہ کی نماز ادا کی اور غریب سے غریب مسلمانوں کے شانہ بشانہ امیر سے امیر بادشاہوں نے اللہ تعالےٰ کے حضور رکوع و سجود ادا کئے، اور جب نماز ختم ہوئی تو امیر فیصل نے اس خشوع و خضوع سے دعا مانگی کہ ان کی اور سب لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جھڑی لگ گئی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ آسمان بھی اس وقت مسلمانوں کی حالتِ زار پر نوحہ کر رہے اور فرشتے بھی ادب سے اللہ تعالےٰ کے حضور اس درماندہ قوم کی سفارش کر رہے ہیں۔ اگر یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں سے نکل سکتے ہیں تو حضور رحمۃ للعالمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مسلمانوں کے اس مجمع میں شامل ہو کر اللہ تعالےٰ سے اس قوم کے لئے عفوِ عام کا حکم صادر کروا لیتے میں اللہ تعالےٰ کے حضور نوحہ خواں ہو جاتے۔ چشمِ فلک نے اس سے قبل ایسا نظارہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ ہی یہ دنیا اس واقعہ کو قیامت تک بھول سکتی ہے۔

پھر ان مہمانوں کے اس ملک سے رخصت کرنے کا سماں بھی عجیب تھا۔ لوگ جوق در جوق ہوائی اڈہ پر جمع ہو جاتے اور فوج کے دستوں کی سلامی کے بعد محبت کے فلک پیما نعرے بلند کرتے۔ دوسری قوموں کے اخباری نمائندے ان نظاروں کو دیکھ کر مبہوت ہو جاتے اور مسلمان قوم کو دنیا کی ایک منفرد قوم تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

سورۃ آلِ عمران ۳/۱۰۳ کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں اُلفت کے بیج ڈالتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے اس کو آخری مقصد قرار نہیں دیا بلکہ اس محبت کو کسی اور مقصد کا ذریعہ بنا دیا جس کا ذکر اس سے اگلی آیت یعنی ۱۰۴ میں یوں ذکر ہے: ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ کے تعلقات

صدر اول حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں جہاں مسلمان قوم حضورؐ پر ہر وقت جان نثار کرنے کے لئے تیار تھی وہاں اپنے رفقائے کار کے لئے بھی وہ اپنی جانیں قربان کرنے میں سعادت سمجھتی تھی۔ اس عظیم الشان نظام کو قائم کر کے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم میں سے ایک ایسا گروہ ہر وقت موجود ہونا چاہیئے جو دنیا کے عوام الناس کو ہدایت دیتا رہے اور معروف اقدار کو پھیلاتا رہے اور مذموم اصولوں کو نیست و نابود کرتا رہے۔ اور امتِ مسلمہ کی شان میں یوں بھی ارشاد فرمایا:- وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً (البقرہ ۲/۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک اعلےٰ درجہ کا گروہ بنایا تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔ یوں یہ میل و محبت سے مخمور اور شان و عظمت سے آراستہ قوم دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیل گئی جس نے دنیا کی اس وقت کی تمام تہذیبوں میں ایک زلزلہ برپا کر دیا۔ نہ کوئی میدانِ رزم میں ان کے سامنے ٹھہر سکا، نہ کسی محفلِ و بزم میں کوئی ان کے مقابل کھڑا رہ سکا۔ دنیا کے تمام مذاہب اور تمام انسانوں کے تمدن و معاشرت نے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور ان کے لائے ہوئے رنگ میں رنگین ہو گئے اور آج اسلام دنیا کے مذاہب میں سب سے چھوٹی عمر کا ہونے کے باوجود عددی و ثقافتی فوقیت رکھتا ہے۔ اسلام کے ہاتھ میں صرف اشاعت اسلام کا ایک ہتھیار تھا جس سے کفر کی گردنیں جھک جاتی رہیں اور اسلام نے مسلمانوں کے اخلاص سے نشو و نما پا کر ایک ایسے تن آور درخت کی شکل اختیار کر لی جس نے عالمِ اسلام کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔

موجودہ صورتِ حالات

اس وقت حالت یہ ہے کہ دنیا میں دو قسم کے مذاہب اپنے دامن سے وابستگان کی روحانی تربیت کے دعویدار ہیں ایک وہ ہیں جن کے پاس کوئی کتاب ایسی نہیں جسے لوگ سمجھ سکیں یا پڑھ سکیں۔ ان کی زبانیں معدوم ہو چکی ہیں، دنیا کے کسی خطہ میں نہ بولی جاتی ہیں نہ سمجھی جاتی ہیں۔ یہ مردہ مذاہب ہیں، جو چند رسوم اور شعائر کا مجموعہ ہیں جن کو وہ مکینیکل طور پر ادا کر لیتے ہیں۔ ان میں نہ کوئی ہدایت ہے نہ کوئی نظام نہ یہ اپنے مذہب کی نشر و اشاعت کے قائل ہیں۔ مشرک، موحد اور ہر قسم کے خیالات رکھنے والے لوگ اس میں داخل ہیں اور وہ ایک دوسرے سے تعرض نہیں کرتے۔ ان کا نہ کوئی اپنا فلسفہ ہے نہ ہی وہ انسانی زندگی کی کوئی راہنمائی کر سکتے ہیں۔ دوسری قسم کے وہ مذاہب ہیں جن کی بنیاد الہامی کتب پر ہے اور وہ کسی نہ کسی پیغمبر سے وابستہ ہیں۔ مگر ان کی کتب محرف و

مبدّل ہو چکی ہیں۔ ان میں صرف عیسائیت ایک مذہب ہے جس کے پاس انجیل ہے اور اس کے متبعین اس کی اشاعت بھی کرتے ہیں۔ مگر اس میں نہ تو کوئی قانون ہے اور نہ ہی زندگی بسر کرنے کے لئے کوئی ضابطہ۔ صرف ایک وعظ کی کتاب ہے جس میں شریعت کی کوئی تفصیلات نہیں ہیں۔ انہوں نے خدا کے ایک عاجز بندے کو خدا کہہ کر قابلِ پرستش ٹھہرایا ہوا ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم کا فتوےٰ یہ ہے: وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا۔ $\frac{16}{88}$ لقد جئتم شیئًا ادًّا۔ $\frac{16}{89}$ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًّا۔ ان دعوا للرحمٰن ولدا (سورہ مریم $\frac{19}{91}$) اور کہتے ہیں کہ رحمٰن نے بیٹا بنایا یقیناً تم ایک خطرناک بات لے آئے ہو۔ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں کہ وہ رحمٰن کے لئے بیٹے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔

ان تینوں مذاہب کے گرد جمع ہو کر انسانوں کا ایک کثیر حصّہ اپنے عقائد کی بنیاد رکھ رہا ہے دنیا کے تمام معرکے ان ہی مذاہب کے اِرد گرد گھوم کر انسانوں کو اپنا مطیع و منقاد بنا رہے ہیں یہ تین مذاہب ہیں اسلام، عیسائیت اور یہودیت۔ یہودیت تو کوئی تبلیغی مذہب نہیں۔ اس کی بنیاد تو نفرت پر ہے۔ یہودی اس وقت عیسائیوں سے پوری پوری امداد لے رہے ہیں اور عیسائی ان کو روپیہ اور اسلحہ مہیا کر رہے ہیں اور ان سے ہر قسم کا تعاون کر کے مسلمانوں سے نبرد آزمائی میں ان کے ممد ہو رہے ہیں۔ حالانکہ یہودی حضرت عیسٰی علیہ السلام پر لعنتیں بھیجتے ہیں اور انہیں کافر و کاذب جانتے ہیں۔ اور ان کی والدہ ماجدہ پر خطرناک اتہامات لگاتے ہیں۔ اور مسلمان جن کی مخالفت پر عیسائی یہودیوں کو ابھار رہے ہیں وہ عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا سچا نبی مانتے ہیں۔

موجودہ دور کے عربوں کے فرائض

اس وقت عربوں کے لئے دو کام کرنے کے ہیں۔ کہ وہ افریقہ کی تمام آبادی کو اسلام کی دعوت دیں اور انہیں حلقہ اسلام میں داخل کر لیں۔ عیسائیوں سے وہاں بڑا کام نہیں ہو سکا۔ افریقی لوگوں کو نسلِ انسانی کی سطح پر لا کر مساوی درجہ نہ دے سکے۔ یورپ کے پادری ان سے صحیح محبت نہ کر سکے بلکہ انہیں انسانیت کا درجہ بھی نہ دے سکے۔ یورپین اقوام ان کا برا حشر کرتی چلی آ رہی ہیں۔ اس کے بالمقابل مسلمان جب کسی کو حلقۂ اسلام میں داخل کر لیتا ہے تو وہ اسے بالکل اپنے برابر کا انسان سمجھ لیتا ہے۔ افریقہ والے جواب یورپین اقوام سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ اب انہیں آسانی سے اسلام میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ عرب تھوڑی سی توجہ دیں تو تمام افریقہ مکمل طور پر حلقۂ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔ دوسری کرنے کی بات یہ ہے کہ خود یہودی قوم میں سے جو عرب نہیں وہ ان کی نفسیات سے واقف نہیں۔ اگر مسلمان عرب یہودیوں میں اشاعتِ اسلام کا کام کریں تو وہاں صرف ایک ہی نکتہ حل کرنا ہے۔ اگر وہ حل ہو جائے تو دنیا کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہودیوں کا اعتقاد ہے اور ان کے ایک نبی تھے جن کا نام ملاکی نبی ہے یہ پیشگوئی کی ہوئی ہے کہ ایلیا نبی ابھی تک زندہ ہے اور آسمان پر موجود ہے وہ دوبارہ دنیا میں آئے گا اور نبوت کرے گا۔ اس کے بعد مسیح آئے گا اور مسیح کے بعد "وہ نبی" نازل ہوگا جو تمام دنیا کے انسانوں کا ہادی ہوگا۔ جب حضرت مسیح نازل ہوئے اور انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یہودیوں نے ان کا انکار کر دیا۔ اور ملاکی نبی کی پیشگوئی ان کے سامنے رکھی اور کہا کہ پہلے ایلیا نبی کا آنا ضروری ہے۔ جب تک وہ نہ آئے مسیح نہیں آ سکتا۔ مسیح نے جواب میں کہا کہ ایلیا تو آ بھی چکا۔ یحیٰی اسی کی خو بو میں نازل ہوا تھا اور اس کا آنا ایلیا کا آنا ہی تھا۔ مگر یہودی نہ مانے حضرت عیسٰی سے مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو پھانسی پر لٹکوا دیا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ یہودیوں نے ان کو بھی نہ مانا۔ حالانکہ یہودیوں نے دیکھ لیا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہر دو انبیاء دنیا میں بڑے مقبول ہوئے۔ دنیا کا بیشتر حصہ انہی کے دامن سے وابستہ ہے۔ ایلیا سے پہلے اسرائیلیوں میں یک وقت کئی کئی نبی آیا کرتے تھے۔ مگر جب سے ایلیا غائب ہوا یہودیوں کے عقیدے کے مطابق کوئی نبی نہیں آیا۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ اتنے لمبے عرصہ تک کوئی نبی نہ آئے اور جو نبی آئے انہیں یہودیوں نے مسترد کر دیا۔ حالانکہ خدا کے ہاں وہ بڑے مقبول تھے اور ان ہی کے انکار کی وجہ سے یہودی دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے اور انہیں کبھی اطمینان نصیب نہیں ہوا اگر اس وقت یہودیوں میں اشاعتِ اسلام کی تحریک چلائی جائے تو شاید اب ان کے ہوش ٹھکانے لگ چکے ہوں اور وہ اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگر وہ حضرت یحیٰی کو ایلیا کا قائم سمجھ لیں تو تمام اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ پھر انہیں مسیح کو بھی ماننا ہوگا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ کا مامور تسلیم کرنا ہوگا۔ اس سے تینوں مذاہب کے مسائل حل ہو جاتے ہیں اور اسلام ایک غالب مذہب کی حیثیت میں تمام انسانیت کی راہنمائی کر سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے اشاعت اسلام کے فریضہ کو نظر انداز کر دیا ہوا ہے اور اسی وجہ سے وہ موجودہ حالت کو پہنچے ہیں۔ اپنے مذہب کی تائید میں نہ یہودیوں کے پاس کوئی دلائل ہیں نہ عیسائیوں کے پاس۔ اگر مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد صحیح معنوں میں قائم ہو جائے اور وہ اپنے میں چند عالم و لائق مبلغین کا ایک گروہ پیدا کر لیں جو دن رات اشاعت اسلام کے کام میں لگ جائے اور وہ روزی کے فکر سے بھی آزاد ہو جائے اور باقی قوم ان مبلغین کے اخراجات کی کفیل بن جائے تو اشاعت اسلام کی یہ تحریک بڑی سرعت سے کامیاب و کامگار ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم ایک بڑی مدلل اور انسانی دماغ کو اپیل کرنے والی کتاب ہے۔ اس سے تزکیہ نفس بھی ہو جاتا ہے اور انسانی تمدن بھی ترقی کر سکتا ہے۔ اسلام کا پیغام سلامتی اور راست روی ہے۔ یہ علم کا زمانہ ہے اور اسلام سرمایۂ علم ہے اس لئے ہماری استدعا ہے کہ مسلمان دوبارہ اشاعت اسلام کے کام کو بڑی سرگرمی سے شروع کریں اور قرآن کریم میں بیان کردہ علوم دنیا کے سامنے رکھیں۔ دنیا بہت جلد انہیں قبول کر لے گی۔ یہ تحریک افریقہ سے شروع ہونی چاہیئے۔ یورپ والے تو عیسائیت چھوڑ رہے ہیں۔ اور نئی نئی تحریکیں وضع کر کے ان کا تجربہ کر رہے ہیں۔ ان کی تمام جائز خواہشات اسلام پوری کر سکتا ہے اور اسلام ہی مستقبل میں انسانوں کے تمام جھگڑے دُور کر کے دنیا میں امن و سلامتی پیدا کر سکتا ہے۔

اسلام کی جو کانفرنس لاہور میں ہوئی ہے اس سے مسلمانوں کو عملی سبق بھی لینا چاہیئے اور اشاعت اسلام کے بھولے ہوئے سبق کو از سر نو زندہ کر کے اسلام کی تعلیمات دُنیا کے سامنے پیش کر دینی چاہئیں۔ قرآن کریم خود بخود لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔ مسلمانوں کے کرنے کا کام صرف یہ ہے کہ قرآن کریم کو دنیا سے متعارف کرا دیں۔ اگر ہماری اس استدعا کو مان لیا جائے تو یہ کانفرنس اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ثابت ہوگی۔ اور دنیا ایک محیر العقول انقلاب سے متمتع ہو سکے گی۔ اس نئی تحریک اشاعتِ اسلام میں اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ عیسائیوں نے اپنے دجل و فریب سے رسول اللہ صلعم کے مقابل حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قد و قامت کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے اور خود مسلمانوں کے دلوں میں یہ نقش کر دیا کہ عیسٰی علیہ السلام ہی دنیا کے واحد نجات دہندہ ہیں۔ اور اسی لئے نبوت ختم ہو جانے کے باوجود بحیثیت نبی ابھی تک زندہ ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون سے عوامل تھے جن کی رُو سے وہ مسلمانوں میں پروپیگنڈا کے زور سے یہ باطل عقیدہ منوا سکے کہ عیسٰی علیہ السلام دو ہزار برس سے الآن کما کان آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور قریب قیامت کے وقت دنیا میں آئیں گے اور کفر کو مٹا کر اسلام کو دنیا میں غالب مذہب بنا دیں گے یہ جو ایسا کام ہے جو اس کے سوا دنیا کا کوئی دوسرا نبی نہیں کر سکتا۔ وہ بھی نہیں کر سکتا جس پر تمام روحانی کمالات ختم کر دیئے گئے اور جس کو ایسی کتاب دی گئی جو قیامت تک کے لئے انسانوں کی رہبری کرنے کے لئے ہدایت رکھتی ہے۔

ایک طرف تو مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلعم انسانوں کے لئے قیامت تک ایک کامل نمونہ کے طور پر تشریف لائے ہیں۔ اور اگر قرآن کریم ایک کامل کتاب ہے تو اس پر مکمل طور پر عمل کرنے والا کامل انسان محمد رسول اللہ ہے۔ حضور کے بعد نہ تو ایسی کامل کتاب کوئی لائے گا اور نہ کوئی ایسا کامل نمونہ دنیا میں آئے گا۔ اور دوسری طرف وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بعثت ثانی کے انتظار میں ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسا عجب کام ہے جس کو حضرت عیسٰی علیہ السلام ہی سرانجام دے سکتے ہیں اور دیگر کوئی نبی نہیں دے سکتا۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کو ہزاروں برس تک عیسٰی علیہ السلام کو بجسد عنصری اس دنیا میں زندہ رکھنا پڑا ہے۔ یہ سارا واقعہ غلط اور باطل ہے۔ حضور کی بعثت کے بعد نہ کوئی اور نبی آ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور الہامی کتاب بطور ہدایت نازل ہو سکتی ہے۔ یہ عیسائیوں کا دجل و فریب ہے کہ انہوں نے تمام عالم اسلامی پر اپنا یہ باطل عقیدہ ٹھونس رکھا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمته وھو السمیع العلیم۔ $\frac{6}{115}$ اور تیرے رب کی بات سچائی اور انصاف میں کمال کو پہنچ گئی۔ کوئی اس کی بات کو بدلنے والا نہیں ہے۔ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ گویا قرآن کریم اس حد تک صدق اور عدل میں کمال کو پہنچ گیا ہے کہ اب وہ کسی اور کتاب کا محتاج نہیں، نہ ہی اس کے مخاطبین کو کسی اور کتاب کی حاجت ہے۔ صدق

(باقی بر صفحہ ۱۷ کالم ۲)

جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

قیامِ پاکستان کے محرّکات اور انکے تقاضے

• درج ذیل مضمون ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۸ء کے پیغامِ صلح میں شائع کیا گیا تھا، اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی قسط اوّل شائع کی جا رہی ہے تاکہ قارئین کرام یہ ملاحظہ کر سکیں کہ اس وقت جو کچھ تحریر کیا گیا تھا وہ موجودہ تحریک، اتحاد اسلامی ممالک اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے واقعات میں کہاں تک درست و صحیح نکلا۔ (اللہ بخش)

مملکت پاکستان کا معرضِ وجود میں آجانا اپنے اندر ایک اعجازی رنگ رکھتا ہے اور اس عطیہ پر ہم جس قدر سجداتِ شکر بارگاہ الٰہی میں بجا لائیں کم ہونگے تاہم اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس اعجاز کی تہ میں بعض خاص عناصر نے کام کیا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آج کی دنیا میں یہ بالکل نئی بات ہے کہ کسی گروہ نے مذہبی رشتہ کی وحدت کی بناء پر اپنے سیاسی حقوق کی علیحدگی کا دعوےٰ کیا ہو اور پھر ایسی تحریک پروان بھی چڑھ گئی ہو۔ بلکہ اس کے برخلاف گذشتہ صدی کی تاریخ رہم پر یہ امر روشن کر رہی ہے کہ اسلامی ممالک میں بھی مغربی وطنیت کا نظریہ گھر کرتا چلا جا رہا تھا اور صدیوں سے متحدہ اسلامی سلطنتیں محض وطنی یا لسانی و قومی بناء پر علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں میں منقسم ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ عثمانی سلطنت کے حصے بخرے کیوں ہوئے؟ کیا مصر، مصریوں کے لئے۔ عرب عربی النسل اقوام کے لئے، ترک ترکوں کے لئے یہ آوازیں مغرب کے وطنی نظریہ کی صدائے بازگشت نہیں ہیں؟ جس سے عالم اسلام کی وحدت پاش پاش ہو رہی تھی؟ پس یہ معجزہ کہ پاکستان کی سلطنت وجود میں آگئی اس لئے رونما ہوا کہ مغربی نظریہ کے بالکل برخلاف ملک ہند میں اسلامی نظریہ مقبول عام ہوگیا۔ جہاں اور تمام لوگ اس اصول کے قائل ہو رہے تھے کہ قوموں کی بناء وحدتِ وطنی پر قائم ہے وہاں مسلمانانِ ہند نے قرآنی تعلیم کے مطابق اپنا نظریہ یہ تسلیم کیا... کہ کم از کم ان کی قوم کا شیرازہ دینی وحدت مذہبی اشتراک پر قائم ہے نہ کہ وطنی نسلی یا قومی و لسانی اشتراک پر۔ پس جب قرآن کریم کے اس بے مثل اصول پر مسلمانانِ ہندوستان نے متفقہ و متحدہ طور پر سیاسی مطالبہ کیا تو خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کے اس اقدام دینی پر نوازش فرمائی کیا یہ اس حدیث شریف کی عملی تفسیر نہیں کہ جب بندہ ایک قدم چل کر خدا کی طرف آتا ہے تو خدا تعالےٰ دس قدم سے اس کی طرف مسابقت کرتا ہے؟

اس میں شک نہیں کہ پاکستان کا قیام معجزہ سے کم نہیں، کہ ایک ایسے زمانہ میں جب اسلامی ممالک دنیاوی دجّالی نظریوں کا شکار ہو رہے ہوں ایک خطۂ ارض کے مسلمان قرآنی تعلیم کے ایک اعلےٰ اصولِ وحدت پر قائم ہو کر کفار کے مقابل متحد و منظم ہو جائیں

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم کا مطلب بھی یہی ہے نہ کچھ اور۔ کہ جب کوئی قوم خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ اصول کی طرف قدم اٹھاتی ہے تو خدا تعالےٰ بھی یقیناً اس کی خاطر خاص اعجاز دکھلاتا ہے۔

کلمہ گوؤں کی وحدت کفار کے مقابلہ میں

دوسرا عالمگیر اصول جس پر قیام کے باعث مسلمانوں کو خدا تعالےٰ نے آزاد حکومت عطا کر دی، یہ ہے کہ ہر کلمہ گو خواہ کیسا ہی کمزور و گنہگار ہو، اس عالمگیر برادری کا فرد ہے جس کی بناء دین و مذہب کے مشترکہ اصولوں پر قائم کی گئی ہے۔ اور یہ دونوں اصول باہم لازم و ملزوم ہیں۔ اگر دنیاوی رشتوں سے بالاتر روحانی و اخلاقی اصولوں کی وحدت پر کسی قوم کا شیرازہ قائم کرنا مدِنظر ہو تو پھر اس قوم کا ممبر بننے کے لئے بجز اس کے اور کونسی شرط ہو سکتی ہے کہ جو شخص ان روحانی اخلاقی اصولوں پر ایمان لانے کا اقرار کرے اسے اس قوم کا فرد سمجھنے میں تامل نہ کیا جائے۔ مثل اور امور کے اس اصول کے بارہ میں بھی افراط و تفریط کی گئی ہے۔ چنانچہ اگر بعض اصحاب نے یہ غلطی کی کہ اقرار کلمہ پر حصر کر کے عملی اصلاح کی طرف سے غفلت برتی تو دوسری طرف وہ لوگ تھے جو ایسے اقرار کے باوجود دائرہ اخوت سے نکالنے کے درپے ہو رہے تھے۔ حالانکہ بات تو نہایت واضح و سیدھی ہے کہ باہمی تعلق و معاملہ کے بارہ میں وہ تمام افراد جو مشترکہ روحانی و اخلاقی نظریہ کے قائل ہونے کے مقر ہوں یکساں حقوق رکھنے والے ہوں گے۔ کسی فرد کو اس لئے سلسلۂ اخوت سے باہر نہیں کیا جائے گا کہ اس میں عملی کمزوریاں اور خامیاں موجود ہیں۔ اس لئے کہ اگر عملی حالت پر اخوت کی بنیاد قائم کی جائے تو اوّلاً اس امر کا محاکمہ و محاسبہ انسانی اختیار سے بالاتر ہے۔ دل کی پاکیزگی اور نیّات کی طہارت کو بجز خدا تعالےٰ کے اور کون جان سکتا ہے اور دین میں قلبی طہارت ہی اصل شئے ہے اور دوئم یہ کہ اگر یہ ممکن کبھی ہو سکے تو بھی کس کس بات کو وجہ قرار دیا جائے گا؟ اور اس معیار پر کون پورا اترے گا اور یہ قومی اخوت کیسے تعمیر ہوگی؟ غرضیکہ ادنےٰ تدبّر سے یہ واضح ہے کہ ایسی قوم کی بنیادیں جو روحانی اور اخلاقی معیاروں پر قائم کی گئی ہو ایمان کے اقرار پر ہی قائم کی جا سکتی ہیں عملی حالت پر نہیں اور اس لئے کلمہ کا اقرار دائرہ امّتِ مسلمہ میں داخل ہونے کا حق ادا کرتا ہے؟ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہ سمجھ لینا چاہیئے جیسے کہ دوسری طرف کی انتہا پر جانے والے اصحاب نے عقیدہ بنا لیا ہے کہ افراد کو عملی جد و جہد و اصلاح زندگی کی ضرورت لاحق نہیں بس کلمہ کا اقرار کر لیا اور رخصت ہو گئے۔ کیونکہ گو کلمہ کا اقرار دائرہ اخوت میں تو داخل کر دے گا اور ان تمام تعلقات کا حقدار بنا دے گا جو ایسی قوم کے فرد کو حاصل ہیں مگر اصل نجات تو زندگی کی عملی اصلاح سے ہی ہے نہ کہ محض اقرار و ایمان کے دعوےٰ سے

عالمگیر اخوتِ اسلامیہ کی زندہ تحریک۔

پاکستان کے معرضِ وجود میں آجانے کا اصل سبب مسلمانانِ ہند کا متحدہ محاذ ہے جو انہوں نے اپنے دین و مذہب کی وحدت کی بناء پر کفر کے مقابل قائم کر کے دکھلایا ہے۔ لیکن یہ امر یہاں تک ہی محدود نہیں بلکہ اخوتِ اسلامی کی یہ لہر عالمگیر وسعت اختیار کرنے کو ہے اس ملک میں دینی وحدت و اشتراک کی بناء پر جو کچھ معجزانہ نتائج رونما ہوئے ہیں اس سے دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی اس کے اثرات نظر آ رہے ہیں۔ جملہ ممالک اسلامیہ میں ایک ایسی وحدت و اخوت کی لہر آج سرایت کرتی دکھلائی دے رہی ہے کہ اس سے قبل باوجود جدّ و جہد کے بھی یہ بات کبھی میسّر نہیں آئی۔ اگر یہ ایک معجزہ ہے کہ جہاں مغربی وطنیت کے نظریہ میں جملہ ممالک اسلامیہ اندھا دھند بہے چلے جا رہے تھے۔ اور اس لئے صدیوں کی متحدہ اسلامی مملکتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر وطنی و قومی دائروں میں منقسم ہوتی چلی جا رہی تھیں وہاں ملک ہند میں اس کے عین برخلاف محض دینی اشتراک دینی وحدت کی بناء پر مسلمانوں کے اتحاد نے ایک نئی اور سب سے بڑی اسلامی مملکت کی بنیاد ڈال دی تو یہ معجزہ بھی اس سے کم تر نہیں کہ جُملہ ممالک اسلامیہ اب اپنے باہمی رشتۂ اخوت کو زندہ طور پر محسوس کر کے وطنی و قومی رشتوں سے بالاتر اُٹھ رہے ہیں اور مختلف ممالک محض دینی وحدت کی بناء پر ایک دوسرے سے جذباتِ ہمدردی سے وابستہ اور ایک دوسرے کے نزدیک تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ گویا اس وقت مسلمانانِ عالم میں لادینی نظریہ کی بجائے قرآنی اصول سرایت کرتا جا رہا ہے۔ کیا یہ جائے تعجب ہوگا اگر یہ دینی وحدت و اشتراک کا جذبہ اور زیادہ شدّت پکڑ کے یہ صورت اختیار کر لے کہ جملہ عالمِ اسلام یعنی مختلف اسلامی مملکتیں بوجہ ہم مذہب ہونے کے ایک ایسے اعلےٰ درجہ کے اتحاد و اخوت میں باہم منسلک ہو جائیں کہ جب ان میں سے کسی ایک پر ظلم و تعدی ہو تو باقی تمام ممالک نہ صرف ہمدردی کے زبانی دعووں پر ہی اکتفا کرنے والے ہوں بلکہ عملاً ظلم و کفر کے مقابل سب یکجا اُٹھ کھڑے ہوں۔

. . . .

فرقانی اصولوں کی جانب رجوع

پاکستان میں کلمہ گوؤں کی وحدت محض اس لئے عمل میں نہیں آئی کہ غیروں نے انہیں اتحاد پر مجبور کر دیا گو اس میں کچھ شک نہیں کہ کفر کی یکساں مخالفت نے ان کی آنکھیں کھول دیں مگر اس کے علاوہ بھی عام طور پر مسلمان عوام میں فرقانی اصولوں کی جانب رجوع کا ایک خاص میلان پایا جاتا ہے اور ہر طرف سے یہی نارا بلند ہو رہی ہے کہ اسلامی شریعت کا نفاذ ضروری و لازم ہے یہ فرقانی تعلیم کی طرف صریح رجحان ہے جو اس ملک میں پایا جاتا ہے، برخلاف اس کے بعض دیگر اسلامی ممالک میں جب آزادی حاصل ہوئی تو وہاں ہمیں خاص طور پر فرقان کی طرف رجوع کا پتہ نہیں ملتا، بلکہ جہاں جہاں ملکی ترقی کی تحریکوں نے زور پکڑا تو ان سب کا رخ مغربی تہذیب کی پوری تقلید کی طرف تھا۔ کہیں مغربی لباس کو ایسی اہمیت اور وقعت دی گئی کہ یہ کہا گیا کہ ملکی و قومی ترقی اس کے بغیر ممکن نہیں ۔ کہیں عورتوں کی بے جا مغربی آزادی و بے قیدی کو ہی ساری ترقی کا سبب قرار دے کر اسے جبریہ رائج کرنے کے احکام نافذ کئے گئے اور کسی جگہ رائج الوقت عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط کو جاری اور سوِس کوڈ کا نفاذ کیا گیا ۔ مگر یہ خوش قسمتی صرف اس ملک کے حصہ میں آئی کہ اولاً تو آزادی کی بنیادیں دینی وحدت و اخوت کے اصول پر قائم ہوئیں دوم یہ کہ اب عوام میں اس امر کی سچی خواہش اور بیداری پائی جاتی ہے کہ فرقانی تعلیم اور شرعی احکام کا نفاذ کیا جائے ورنہ اسلامی سلطنت کے معنے کچھ نہیں ۔ تعلیم فرقان کی طرف یہ صریح رجحان و رجوع اگر عملی صورت اختیار کر لے تو اس کے صاف معنے احیاءِ اسلام کے ہوں گے ۔ اور جس طرح پاکستان کے بعد دیگر ممالک اسلامیہ عالمگیر اخوت اسلامی کے اصول سے متاثر ہوئے ہیں اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ پاکستان میں صحیح فرقانی تعلیم کے نفاذ سے دیگر ممالک اسلامیہ بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے اور جب جملہ مسلمانانِ عالم میں قرآن مجید کی تعلیم کی جانب سچا رجوع پیدا ہو گیا تو پھر یہ سمجھنا چاہیئے کہ احیاءِ اسلام کے دن نزدیک ہیں ۔

علماءِ ربّانی و مجددین کی بعثت

یہ امر ضرور غور کے قابل ہے کہ آخر اس بات کی کیا وجہ ہے کہ جس وقت خود ممالک عربیہ و مصر و شام مغربی تہذیب کی تقلید میں تیزی سے بہے چلے جا رہے ہوں اس وقت ملک ہند میں خالص اسلامی اصولوں کی طرف کیوں رجوع ہوا ؟ کیا اس کا سبب اس کے سوا کچھ اور ہے کہ جہاں دیگر اسلامی ممالک گذشتہ صدیوں میں مجددین کی بعثت سے محروم رہے ہیں وہاں اس ملک میں پے در پے تین چار صدیوں سے مصلحین امت آتے رہے جنہوں نے صحیح اسلامی تعلیم کے احیاء اور فرقانی تعلیم کی طرف رجوع کرانے کا بیڑا اٹھایا تھا ؟ آخر غور کرو کہ قرآن مجید کی تعلیم کو پھیلانے اور اسے عام کرنے میں ملک ہند میں جو غلغلہ اور پرچا گذشتہ نصف صدی سے جاری ہے ۔ یہ تحریک کہاں سے اور کس کے پاک وجود سے شروع ہوئی ؟ مسلمانوں کی باہمی کفر بازی کی مہلک مرض پر مسلسل و کاری ضرب کس جانب سے لگائی گئی ؟ جب کہ ہر ملک کے مولوی ملا قرآن کا مغربی زبانوں میں ترجمہ کرنا گناہ کبیرہ قرار دے کر مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس کلام کے اعلےٰ معانی سے محروم کر کے انہیں دہریت کی طرف دھکیل رہے تھے اس وقت وہ کونسی طاقت تھی اور اس کا منبع کہاں تھا جس نے علوم فرقانی سے مغرب زدہ مسلمانوں کو روشناس کرا کے ان کے اندر اس پر سچا ایمان پیدا کیا؟ اس قوت و زور کا مخرج کہاں تھا کہ جس نے مفتوح و مایوس مسلمانوں کو کفرستانوں میں غیروں پر فاتح کر دکھلایا؟ جبکہ مسلمان خود اپنی جگہ پر اس بات سے مایوس و ناامید ہو رہے تھے کہ وہ کفر و مغربی فلسفہ کے سیلاب کا مقابلہ کر سکنے کے قابل ہیں ۔ اس وقت وہ کیا معجز نما یقین تھا جس کے باعث مادی ذاتحین کے قلوب کو فرقانی تعلیم کے جادو اثر نے مسخر کر دکھلایا ؟ دینی احیاء اور فرقانی تعلیم کی طرف رجوع کی یہ ٹھنڈی ہوائیں کیا اسی ملک سے نہیں اٹھیں جس کی نسبت اس دور کے اسلامی شاعر کی زبان سے یہ دعویٰ جاری ہو گیا

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

کلام اللہ پر یقین کی وجہ

صرف یہی امر غور کے قابل نہیں کہ اس ملک میں فرقانی اصولوں کا احیاء کیونکر ہوا جبکہ دوسرے ممالک مادیت و دہریت کی تیز رو مغربی دھارے میں بہتے چلے جا رہے تھے بلکہ یہ امر بھی "سوچنے" کے لائق ہے کہ مادی فلسفۂ زندگی اور سائنس کے انتہائی عروج کے وقتوں میں قوم کا ایمان اس بات پر کیسے پیدا ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کی صفت مکالمہ الٰہیہ واقعی ایک حقیقت و صداقت ہے جس کے ماتحت فرقان حمید کا نزول ہوا ۔ کسی کتاب کو منجانب اللہ تسلیم کرنا تو دوسرا مرتبہ ہے پہلے تو اس عام اصول کا ماننا ضروری پڑتا ہے کہ کیا کوئی ہستی خدا تعالیٰ کی ایسی موجود ہے جس کا تعلق اپنے بندوں سے براہ راست اس کے خارجی کلام کی نزول کی صورت میں ممکن ہے ۔ بھلا خدا تعالےٰ کے وجود کے انکار کے زمانہ میں اور ایسے دور میں جبکہ کلام الٰہی کے خارجی نزول کے خود بعض مسلمان بھی فلسفہ و سائنس کی زد میں آ کر منکر ہو چکے ہوں یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے پر یقین اور اس لئے اس کی سچی تعلیم کی طرف رجوع کا خیال پیدا ہو؟ کیا مادیت و فلسفہ سائنس کے عروج کے وقت قلوب کسی روحانی صداقت کے معترف ہو سکتے ہیں بجز اس کے کہ ایسی صداقت کا کوئی زندہ شاہد و داعی آ کر کھڑا ہوا ہو اور وہ اپنے وجود سے ہی صداقت کلام الٰہی ثابت کر رہا ہو؟

اسلام بیداری کی کروٹیں لے رہا ہے

کیا ہی عجیب نظارہ ہے ۔ آج سے نصف صدی قبل اسلامی سلطنتیں مٹتی چلی جا رہی تھیں اور یا اب نئی حکومتیں وجود میں آنے لگی ہیں ۔ آج سے پچاس برس قبل قرآن کی تعلیم کو مسلمان نہ صرف بھلا چکے تھے بلکہ ان میں سے "تعلیمیافتہ ترقی پسند" طبقہ اسے موجودہ زمانہ کے لئے ناکافی یا نامناسب یقین کرتا تھا مگر اب یہ وقت ہے کہ بیقراری ہے کہ کب اور کس وقت فرقانی تعلیم کو حکومت وقت رائج کرتی ہے حکومت بھی اس زبردست دباؤ سے بے خبر نہیں اور وہ مجبور ہے کہ جلد یا بدیر اس طرف قدم اٹھائے ، یا تو آج سے نصف صدی قبل وہ وقت تھا کہ مسلمان اسلام کے دین کو ترک کر رہے تھے نہ کسی مجبوری و معذوری کے تحت بلکہ محض اس لئے کہ اصولِ حقہ سے بیزار تھے اور آج یہ انقلاب رونما ہو چکا ہے کہ ساری قوم کو تباہی و بربادی منظور ہے حتےٰ کہ جان دینا بھی گوارا ہے لیکن ایمان سے انکار نہیں ۔ یا تو وہ وقت تھا کہ مغربی نظریئے و اصولِ مادیت جاذب نظر بن چکے تھے ۔ اور ان کی کشش دلوں میں اترتی چلی جا رہی تھی اور یا اب یہ وقت آ پہنچا ہے کہ مادیت کا سنہری بت خدا تعالےٰ کے زبردست حملوں سے پاش پاش ہو چکا ہے اور ہر زبان پر یہ کلمہ جاری ہے کہ مادہ پرستی اور سائنس نے عالم کے امن و عافیت کو تباہ و برباد کر دیا ہے، کہاں وہ مغربی وطنیت و قومیت کے نظریئے کہ جن سے عالمگیر اسلامی اخوت پاش ہو رہی تھی اور کہاں اب یہ بدلا ہوا رخ کہ اسلامی حکومتیں باہم دینی اخوت کے رشتہ میں منسلک ہونے کو تیار ہیں! کیا آپ کو یہ صریح تغیر دکھلائی نہیں دیتا ؟ کیا اب بھی اس میں کوئی شک ہے کہ مسلمان اپنی نیند سے بیداری کی کروٹیں لے رہا ہے اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کا دور ہم پر وارد ہو چکا ہے ؎

سنا ہے میں نے یہ قدوسیوں سے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

یہ سب انقلاب کس چیز کے بدلے وقوع میں آ رہا ہے ؟ اس پڑھتے ہوئے ایمان کے صدقے کہ اصولِ اسلام سچے و راست ہیں ۔ اس صادق یقین کے نتیجہ میں کہ فرقانی تعلیم واقعی فلاح و نجات کا ذریعہ ہے اور نہ صرف یہ کہ وہ ہر زمانہ و ہر ملک کی ضروریات کے لئے مکتفی ہے بلکہ یہ کہ جس قدر اس کی ضرورت دنیا کو آج اس کی نجات کے واسطے لاحق پڑی ہے پہلے کبھی نہیں ہوئی ۔ عدل و انصاف اس کے بغیر قائم نہیں ہو سکتے ۔

(باقی بر صفحہ ۱۶ کالم ۲)

اِسلامی مملکتوں کے مختصر حالات

ہاشمی مملکت "اُردن"

محل وقوع ... [illegible] ... ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) — رکنیت اقوام متحدہ: ۱۴ر دسمبر ۱۹۵۵ء سربراہ مملکت: شاہ حسین۔

"جمہوریہ افغانستان"

محل وقوع: شمال میں افغانستان کی سرحدیں روس اور چین اور مشرق میں پاکستان۔ مغرب میں ایران سے ملتی ہیں۔ رقبہ: ۲ لاکھ ۵۳ ہزار آٹھ سو اکسٹھ مربع میل۔ آبادی: ایک کروڑ ۷۴ لاکھ ۸۰ ہزار (۱۹۷۱) مسلمان ۹۹ فی صد۔ دارالحکومت کابل۔ سکہ: افغانی۔ زبان: فارسی اور پشتو۔ اہم برآمدات قراقلی کھالیں۔ خشک و تر پھل۔ اُون۔ کپاس۔ کمبل۔ چمڑا۔ برآمدات: آٹھ کروڑ پچاس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: بارہ کروڑ پچاس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں)۔ رکنیت اقوام متحدہ: ۱۹ر نومبر ۱۹۴۶ء۔ سربراہ مملکت: سردار محمد داؤد خان۔

پاپولر عوامی جمہوریہ "الجزائر"

محل وقوع: شمالی افریقہ میں تونس اور مراکش کے درمیان اس کی سرحد سات سو میل لمبے بحیرۂ روم کے ساحل پر محیط ہے۔ جنوب میں وسیع و عریض صحرائے اعظم ہے۔ جس کی سرحدیں مالی موریطانیہ اور نائیجیریا کی سرحدوں سے ملتی ہیں مشرق میں جمہوریہ لیبیا واقع ہے۔ رقبہ: ۹ لاکھ ۱۹ ہزار ۵ سو ۹۱ مربع میل۔ آبادی ایک کروڑ ۴ لاکھ ۷۰ ہزار (مسلم ۹۲ فیصد) دارالحکومت: الجیئرز۔ سکہ: الجیرین فرینک (دینار)۔ زبان: عربی و فرانسیسی۔ اہم برآمدات خام لوہا۔ زیتون۔ کھجور۔ پھل اور سبزیاں شراب فاسفیٹ۔ تمباکو کی مصنوعات۔ مائع قدرتی گیس اور پیٹرولیم۔ الجزائر دنیا کے سب سے

ہزار جزیرے ہیں۔ جو بحرالکاہل اور بحر ہند میں جنوب مشرقی ایشیا اور آسٹریلیا کے شمال میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں سب سے بڑا جزیرہ جاوا ہے جو دنیا کے گنجان آباد علاقوں میں شمار ہوتا ہے جس کی فی مربع میل آبادی تقریباً ایک ہزار پانچ سو افراد پر مشتمل ہے۔ آبادی: ۱۱ کروڑ ۵۰ لاکھ (۱۹۷۱) مسلمان ۹۰ فیصد۔ رقبہ: ۷ لاکھ ۳۵ ہزار ۸ سو ۶۵ مربع میل۔ دارالحکومت: جکارتہ۔ زبان: انڈونیشی بھاشا۔ سکہ: روپیہ۔ اہم برآمدات: ربڑ اور اس کی مصنوعات۔ پیٹرولیم اور اس کی مصنوعات ٹین۔ مصالحہ جات تمباکو وغیرہ برآمدات کا ۵۰ فیصد پیٹرولیم ایک ارب تہتر کروڑ تیس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: ایک ارب تہتر کروڑ بیس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: — ۲۸ر ستمبر ۱۹۵۰ء) سربراہ مملکت: — صدر جنرل سہارتو۔

سلطنت "اومان"

محل وقوع: سعودی عرب کے مشرقی حصہ میں (سابقہ مسقط و اومان) اور حالیہ سلطنت اومان کا شمالی سرا راس الجبال تک جاتا ہے۔ جنوب میں اس کی سرحد عوامی جمہوریہ یمن اور مغرب میں سعودی عرب سے گھری ہوئی ہے مشرقی حصہ میں اومان کی ساحلی پٹی جو شمالاً جنوباً ایک ہزار میل لمبی ہے۔ شمال میں خلیج اومان اور مشرق میں عرب کے سمندر کا ساحل ہے۔ رقبہ: ۸۲ ہزار مربع میل۔ آبادی: ۶۸ لاکھ ۵ ہزار (۱۹۷۱) مسلمان ۹۵ فی صد۔ دارالحکومت مسقط۔ سکہ: ریال سعیدی۔ زبان: عربی۔ اہم برآمدات: پٹرولیم۔ کھجوریں۔ خشک مچھلی اور پھل۔ سربراہ مملکت: سلطان قابوس

ریال۔ زبان: فارسی۔ اہم برآمدات: پٹرولیم روئی۔ قالین۔ اون۔ خام معدنیات۔ کرومائیٹ تانبہ۔ لوہا۔ کوئلہ۔ چمڑا (ایران دنیا کا تیل پیدا کرنے والا تیسرا سب سے بڑا ملک ہے) برآمدات: ایک ارب ۸۷ کروڑ ۹ لاکھ ڈالر۔ (یہ ۱۹۶۸ء کے اعداد و شمار ہیں) درآمدات: ایک ارب ۳۸ کروڑ ۶۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۶۸ء کے ہیں) برآمدات: تین ارب ۹۴ کروڑ ۷۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: ۲ ارب سڑسٹھ کروڑ پچاس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ سربراہ مملکت: —

دولت "بحرین"

محل وقوع: خلیج فارس میں واقع ہے۔ جس میں "بحرین" کے بڑے جزیرے کے علاوہ چند اور جزائر شامل ہیں۔ رقبہ: ۲۳۱ مربع میل۔ آبادی: ۲ لاکھ ۲۰ ہزار مسلم سو فیصد۔ دارالحکومت: مانامہ۔ زبان: عربی۔ برآمدات تیل۔ پٹرول۔ موتی۔ جھینگا۔ پھل اور سبزیاں تیل پیدا کرنے والے اہم ممالک میں اس کا شمار ہے۔ برآمدات: سترہ کروڑ تیس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں)۔ درآمدات: ۳۳ کروڑ ۱۰ لاکھ ڈالر۔ (یہ ۱۹۷۲ء کے اعداد و شمار ہیں) بحرین پر مدت دراز سے خلیفہ خاندان کی حکومت ہے۔ بحرین نے ۱۸۶۱ء میں برطانیہ کو ایک معاہدہ کے ذریعہ امور خارجہ اور ڈیفنس یا حفاظتی اختیارات تفویض کئے تھے ۱۹۷۱ء میں جب برطانیہ نے خلیج فارس سے اپنے اڈے ختم کرنے کا اعلان کیا تو بحرین نے متحدہ عرب امارتوں کے ساتھ وفاق میں شامل ہونے کی کوشش کی جو خود بھی برطانیہ کے زیر حفاظت علاقے تھے۔ لیکن اس کوشش میں کامیابی نہیں ہو سکی۔

... [illegible] ... کا سامان اور سرجری کا سامان اور اس کے علاوہ سیمنٹ اور تیار شدہ مصنوعات سوتی دھاگہ وغیرہ بھی برآمد کیا جاتا ہے۔ برآمدات: ۶۷ کروڑ نوّے لاکھ ڈالر۔ (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: ۶۶ کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) اس سال پاکستان کی حکومت نے دسمبر ۱۹۷۳ء کے خاتمہ تک ایک ارب ڈالر کا سامان برآمد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو حکومت نے ہر قیمت پر پوری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پاکستان نے بنگلہ دیش کے قائم ہونے کے بعد پچھلے دو سال کے دوران انتہائی نامساعد حالات میں بھی اپنی برآمدات کو سابقہ برآمدات سے دو گنا مال برآمد کر کے نیا ریکارڈ قائم کیا ہے یہ سیلاب اور تباہی سے باوجود پاکستان نے دسمبر ۱۹۷۳ء تک ایک ارب ڈالر کا مال برآمد کر چکا ہے۔ جو خود ایک ریکارڈ ہے۔ رکنیت اقوام متحدہ: ۳۰ر ستمبر ۱۹۴۷ء۔ رہنمائے مملکت: وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو۔ صدر چوہدری فضل الٰہی۔

"جمہوریہ ترکیہ"

محل وقوع: ترکی کی ۹۰ فیصد آبادی اس کے ایشیائی حصہ میں جزیرہ نمائے اناطولیہ میں آباد ہے۔ باقی دس فیصد حصہ یورپ میں واقع ہے۔ جس کی سرحدیں بلغاریہ اور یونان سے ملتی ہیں۔ اس کے شمال میں بحر اسود۔ جنوب میں بحر روم اور جنوب مغرب میں بحر ایجیین ہے۔ اس کے ایشیائی ہمسایوں میں روس، ایران۔ عراق اور شام شامل ہیں۔ رقبہ: — ۲ لاکھ ۹۶ ہزار مربع میل۔ آبادی: ۳ کروڑ ۶۱ لاکھ ۶۰ ہزار (۱۹۷۱ء) مسلمان ۹۸ فیصد

دارالحکومت: انقرہ ۔ سکہ: ٹرکش پونڈ (لیرا) زبان: ترکی ۔ اہم برآمدات: ترکی میں سرمہ، اناطولیہ یورپ اور کرومیم کے عظیم ذخائر ہیں ۔ اور ترکی اس کی بڑی مقدار برآمد کرتا ہے ۔ اس کے علاوہ مینگنیز ۔ جست ۔ کوئلہ ۔ لوہا ۔ تیل ۔ پارہ ۔ گندھک اور ایسبسٹوس بھی نکالا جاتا ہے ترکی ریشمی اُونی اور سوتی دھاگہ ۔ کپڑے ۔ فولاد جوتے، سیمنٹ اور دوسری مصنوعات بھی برآمد کرتا ہے ۔ برآمدات: ۸۸ کروڑ ۶۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: ایک ارب پچاسی کروڑ اسی لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں ۔ رکنیت اقوام متحدہ: ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء ۔

جمہوریہ تونس

محل وقوع: شمالی افریقہ میں واقع ہے ۔ اس کے مشرق میں لیبیا ۔ مغرب میں الجزائر اور شمال میں بحیرہ روم کا سمندر ہے ۔ تونس اس کا نہ صرف دارالحکومت ہے ۔ بلکہ مشہور بندرگاہ بھی ہے ۔ رقبہ: ۶۳ ہزار ۳ سو ۷۸ مربع میل ۔ آبادی: ۵۱ لاکھ (۱۹۷۱ء) مسلمان ۹۳ فیصد ۔ دارالحکومت تونس ۔ سکہ: دینار زبان عربی اور فرانسیسی ۔ اہم برآمدات: زرعی اور معدنی مصنوعات ۔ جن میں زیتون ۔ شراب ۔ خام لوہا ۔ سیسہ ۔ فاسفیٹ ۔ پھل تیل اور اس کے علاوہ مچھلی اور تیار شدہ کپڑا برآمد کیا جاتا ہے ۔ برآمدات: ۲۲ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: ۴۸ کروڑ ۲۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: ۱۲ نومبر ۱۹۵۶ء ۔ سربراہ مملکت: صدر حبیب بورقیبہ ۔

جمہوریہ چاڈ

محل وقوع: وسطی افریقہ میں واقع ہے ۔ اس کے شمال میں لیبیا ۔ مغرب میں نائجیریا ۔ جنوب میں جمہوریہ وسطی افریقہ اور کیمرون اور مشرق میں سوڈان واقع ہے ۔ رقبہ: ۴ لاکھ ۹۵ ہزار سات سو ترین مربع میل ۔ آبادی: ۳۸ لاکھ (۱۹۷۱ء) مسلمان ۸۵ فیصد ۔ دارالحکومت: فورٹ لیمے ۔ سکہ: فرینک ۔ زبان: عربی اور فرانسیسی ۔ برآمدات: چھ کروڑ تیس لاکھ ڈالر یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: ۲۰ ستمبر ۱۹۶۰ء ۔ سربراہ مملکت: صدر جناب فرانکوئس ٹام بلبائے ۔

سعودی عرب

محل وقوع: مملکت سعودی عرب جزیرہ نمائے عرب کے ۵/۴ حصہ پر پھیلی ہوئی ہے ۔ اس کے مغرب میں بحرۂ قلزم ۔ شمال میں عراق اور اردن شمال مشرق میں متحدہ عرب امارات کویت اور خلیج فارس واقع ہے ۔ مشرق میں اومان اور جنوب میں عوامی جمہوریہ یمن اور یمن کی مملکتیں ہیں ۔ رقبہ: ۸ لاکھ ستر ہزار مربع میل ۔ آبادی ۷۷ لاکھ ۴۰ ہزار (۱۹۷۱ء) مسلمان سو فیصدی ۔ دارالحکومت: ریاض ۔ سکہ: سعودی ریال زبان عربی ۔ اہم برآمدات: پٹرول ۔ برآمدات پانچ ارب ۲۴ کروڑ ۔ ۱۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: ایک ارب ۲۸ کروڑ چالیس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء ۔ سربراہ مملکت: جلالۃ الملک شاہ فیصل ۔

جمہوریہ سینیگال

محل وقوع: براعظم افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ہے ۔ اس کے شمال میں موریطانیہ مشرق میں مالی اور جنوب میں گینیا (گنی) اور پرتگالی گینیا واقع ہیں ۔ جبکہ چھوٹی سی ریاست گیمبیا تین جانب سینیگال کی سرحدوں سے گھری ہوئی ہے ۔ مغرب میں اس کی سرحدیں بحر اوقیانوس سے ملتی ہیں ۔ رقبہ: ۷۵ ہزار ۷ سو پچاس مربع میل ۔ آبادی: ۴۰ لاکھ ۲۰ ہزار (۱۹۷۱ء) مسلمان ۸۵ فیصد ۔ دارالحکومت: ڈاکار سکہ: فرینک ۔ زبان: عربی ۔ فرانسیسی ۔ وولاف ۔ سینڈنکو ۔ اہم برآمدات: میں فاسفیٹ شامل ہے اس کے علاوہ تیل کے بیج سیمنٹ اور کیمیکل وغیرہ بھی برآمد کے لئے تیار کئے جاتے ہیں ۔ برآمدات: ۲۳ کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات ۳۳ کروڑ ۹۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: ۲۸ ستمبر ۱۹۶۰ء ۔ سربراہ مملکت: صدر لیوپولڈ سنگھور ۔

عوامی جمہوریہ سوڈان

محل وقوع: شمال مشرقی افریقہ میں واقع ہے اس کے شمال میں مصر اور لیبیا ۔ مغرب میں چاڈ اور جمہوریہ وسطی افریقہ ۔ جنوب میں زائری یوگنڈا اور کینیا اور مشرق میں ایتھوپیا اور بحیرہ قلزم واقع ہیں ۔ رقبہ: ۹ لاکھ ۶۷ ہزار ۵ سو مربع میل ہے ۔ آبادی: ایک کروڑ ۶ لاکھ ۔ (۱۹۷۱ء) مسلمان ۸۲ فیصد ۔ دارالحکومت خرطوم ۔ سکہ: سوڈانی پونڈ ۔ زبان: عربی انگریزی ۔ اہم برآمدات: لمبے ریشے کی روئی ۔ برآمدات میں سرفہرست ہے ۔ اس کے علاوہ عربی گوند دنیا بھر میں سب سے زیادہ سوڈان میں پیدا ہوتا ہے ۔ (۲۱) کے علاوہ مٹر، چاول کپاس، تیل کے بیج ۔ تمباکو ۔ کھجوریں، تخم اور جنگلی لکڑی اور جانوروں میں بھیڑیں، اونٹ وغیرہ بھی برآمد کئے جاتے ہیں ۔ برآمدات: ۳۹ کروڑ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: ۳۴ کروڑ ۱۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: ۱۲ نومبر ۱۹۵۶ء ۔ سربراہ مملکت: صدر جنرل جعفر النمیری ۔

عوامی جمہوریہ صومالی

محل وقوع: براعظم افریقہ کے انتہائی شمال مشرق میں واقع ہے ۔ اس کی سرحدیں خلیج عدن بحر ہند ۔ کینیا ۔ ایتھوپیا اور فرانسیسی تصرف کے علاقہ افرس اور ایساس سے ملتی ہیں ۔ رقبہ: ۲ لاکھ ۴۶ ہزار دو سو ایک مربع میل ۔ آبادی ۲۸ لاکھ ۶۰ ہزار (۱۹۷۱ء) مسلمان سو فیصد دارالحکومت: ماگادیشو ۔ سکہ: صومالی شلنگ زبان: عربی ۔ اطالوی اور انگریزی ۔ اہم برآمدات کیلے اور دوسرے پھل ۔ چمڑا ۔ کھالیں، کپاس اور تیل کے بیج جن میں مونگ پھلی شامل ہے ۔ برآمدات: ۱۰ کروڑ ۸۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں ۔ درآمدات: ۱۰ کروڑ ۸۰ لاکھ ڈالر ۔ (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: ۲۰ ستمبر ۱۹۶۰ء سربراہ مملکت: صدر میجر جنرل محمد سیاد باری ۔

جمہوریہ سیرالیون

محل وقوع: مغربی افریقہ کے انتہائی کنارے پر چھوٹی سی ریاست ہے جس کے مغرب میں اس ملک کی ۲۱۰ میل لمبی سرحدیں بحر اوقیانوس کے ساحل پر ہیں ۔ اس کے شمال میں گنیا (گنی) کی ریاست ہے اور مشرقی سرحدیں لائبیریا سے ملتی ہیں ۔ رقبہ ۲۷ ہزار ۷ سو مربع میل ۔ آبادی: ۲۶ لاکھ افراد (۱۹۷۱ء) مسلمان ۶۵ فیصد ۔ دارالحکومت: فری ٹاؤن (مغربی افریقہ کی سب سے بڑی بہترین بندرگاہ ہے) سکہ: لیونی ۔ زبان: انگریزی ۔ کرائیو ۔ عربی برآمدات: بارہ کروڑ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: چودہ کروڑ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ء ۔ سربراہ مملکت صدر سیاکا پی سٹیونز ۔

عرب جمہوریہ شام

محل وقوع: مشرق وسطیٰ میں واقع ہے اس کے شمال میں ترکی ۔ مغرب میں لبنان اور بحیرہ روم جنوب میں اس کی سرحدیں اسرائیل اور اردن سے ملتی ہیں ۔ اس کے مشرق میں عراق واقع ہے ۔ اسرائیل سے اس کی سرحد جولان کی پہاڑیوں کے قریب آتی ہے ۔ ۱۹۶۷ کی جنگ میں اسرائیل نے اس اہم فوجی علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا ۔ حالیہ جنگ میں شام نے اسے واپس لے لیا ہے ۔ رقبہ ۷۲ ہزار ۲ سو ۳۴ مربع میل ۔ آبادی ۶۴ لاکھ ۵ ہزار (۱۹۷۱) مسلمان ۸۷ فیصد ۔ دارالحکومت: دمشق سکہ: شامی پونڈ ۔ زبان: عربی ۔ برآمدات: ۔ ۲۴ کروڑ ۷۰ ستر لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: باون کروڑ دس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) علاوہ سیمنٹ ۔ تمباکو اور شکر وغیرہ بھی پیدا کی جانے لگی ہے ۔ رکنیت اقوام متحدہ: ۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء ۔ سربراہ مملکت: صدر حافظ الاسد

دولتِ قطر

محل وقوع: "قطر" کی ریاست جزیرہ نما قطر پر محیط ہے ۔ جو خلیج فارس میں واقع ہے اس کے شمال مغرب میں بحرین مشرق میں متحدہ عرب امارتیں اور جنوب میں سعودی عرب واقع ہے ۔ رقبہ: ۴ ہزار مربع میل ۔ آبادی: ایک لاکھ ۱۵ ہزار (۱۹۷۱) مسلمان سو فیصد ۔ دارالحکومت: دوحہ ۔ سکہ: قطر، دوبئی ریال ۔ زبان: عربی برآمدات: ۳۲ کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: سترہ کروڑ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: ستمبر ۱۹۷۱ء ۔ سربراہ مملکت: خلیفہ بن حامد آل عثمانی ۔

دولتِ کویت

محل وقوع: خلیج فارس میں شمال مغربی ساحل پر کویت ایک چھوٹی سی عرب مملکت ہے ۔ جو پہلے برطانیہ کے زیر حفاظت تھی لیکن ۱۹ جون ۱۹۶۱ء کو اس نے ایک آزاد اور خود مختار مملکت کی حیثیت اختیار کر لی ۔ کویت کی سرحدیں ایک طرف سعودی عرب اور دوسری جانب عراق سے ملتی ہیں ۔ شہر کویت خلیج فارس کی اہم بندرگاہوں میں شمار ہوتا ہے ۔ رقبہ: ۶ ہزار ایک سو اکہتر مربع میل ۔ آبادی ۸ لاکھ ۲۰ ہزار (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۱ء کے ہیں) مسلمان ۹۹ فیصد ۔ دارالحکومت: کویت ۔ سکہ: دینار زبان: عربی ۔ اہم برآمدات: پٹرولیم مچھلی اور موتی ۔ دنیا کے تیل برآمد کرنے والے

ممالک میں سے کویت ایک اہم ملک ہے یہاں ساری دنیا کے تقریباً ۱۵ فیصد تیل کے ذخائر موجود ہیں - برآمدات : دو ارب ۱۷ کروڑ ڈالر - یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں - درآمدات : ۷۶ کروڑ ۲۰ لاکھ یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ کے ہیں - رکنیت اقوام متحدہ : ۱۴ مئی ۱۹۶۳ء - سربراہ مملکت : امیر صباح السالم الصباح

جمہوریہ گنی

محل وقوع : مغربی افریقہ میں واقع ہے - اس کے شمال میں سینیگال، مالی اور پرتگالی گنی - مشرق ایوری کوسٹ اور جنوب میں سیرالیون اور لائبیریا ہیں - اس کا مغربی حصہ بحر اوقیانوس کا ساحلی حصہ ہے - رقبہ : ۹۴ ہزار ۹ سو پچیس مربع میل - آبادی - ۴ لاکھ دس ہزار (۱۹۷۱) مسلم ۹۵ فیصد - سکہ :- گونین فرینک - زبان : ملنکا، سوسو، فولانی فرانسیسی اور انگریزی - اہم برآمدات :- باکسائیٹ، خام لوہا، ہیرے، کافی، تمباکو اور پھل جن میں اناس اور کیلا بڑی مقدار میں درآمد کیا جاتا ہے - برآمدات : تین کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات : تین کروڑ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۱ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۸ء - سربراہ مملکت :- صدر شیخو سیکو طوری -

جمہوریہ لبنان

محل وقوع : لبنان جنوب مغربی ایشیا میں، واقع ہے اور بحیرہ روم کے ساحل پر ایک ساحلی پٹی کی شکل میں تقریباً ۱۲۰ میل لمبائی اور ۳۰ سے ۳۵ میل چوڑائی میں پھیلا ہوا ہے - اس کا جنوبی سرا اسرائیل کی سرحد سے اور شمالی اور مشرقی حصہ شام کی سرحد سے گھرا ہوا ہے - رقبہ : ۴ ہزار ۱۵ مربع میل - آبادی ۲۸ لاکھ ستر ہزار (۱۹۷۱) مسلمان ۵۷ فیصد - دارالحکومت : بیروت (لبنان کی $\frac{1}{4}$ آبادی اس شہر میں آباد ہے) سکہ :- لبنانی پونڈ - زبان : عربی - فرانسیسی اور انگریزی - اہم برآمدات : پھل - کھالیں اور سیمنٹ - برآمدات : ۴۱ کروڑ ۷۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات ایک ارب ۵ کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ - لبنان عرب لیگ کا بھی رکن ہے - سربراہ مملکت : صدر سلیمان فرنجی -

عرب جمہوریہ لیبیا

محل وقوع : لیبیا شمالی افریقہ میں واقع ہے اس کے شمال میں بحیرہ روم مشرق میں مصر مغرب میں تونس اور الجزائر کی مملکتیں اور جنوب میں جمہوریہ چاڈ اور نائیجیریا واقع ہیں - رقبہ :- ۶ لاکھ ۷۹ ہزار تین سو اٹھاون مربع میل - آبادی : ۲۰ لاکھ دس ہزار (۱۹۷۱) مسلم سو فیصد دارالحکومت : طرابلس (طرابلس) . . . . . . اور بن غازی مشہور ہوائی اڈہ ہے - سکہ :- لیبین پونڈ - زبان : عربی - اہم برآمدات :- پٹرولیم - برآمدات : ۲ ارب ۷۴ کروڑ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات ایک ارب ۲۸ کروڑ پچاس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ :- ۱۴ دسمبر ۱۹۵۵ء - سربراہ مملکت : کرنل معمر القذافی -

متحدہ عرب امارتیں

محل وقوع : متحدہ عرب امارتیں آزاد مملکت کی حیثیت سے وجود میں آنے سے قبل برطانیہ کے زیر حفاظت ریاستیں تھیں - ۲ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جب برطانیہ نے خلیج فارس سے اپنے فوجی اڈے ختم کرنے کا اعلان کیا تو دوبئی، ابو ظہبی، شارجہ، راس الخیمہ، فجائرہ، عجمان اور ام القیوان خلیج فارس کی ان سات چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے ایک وفاق میں منسلک ہونے کا فیصلہ کیا اور ابو ظہبی کو متحدہ عرب امارت کا دارالحکومت قرار دیا گیا - متحدہ عرب امارتوں کے جنوب میں سعودی عرب مشرق میں خلیج عمان اور شمال میں خلیج فارس واقع ہے - رقبہ : ۳۲ ہزار ۲ سو ۷۸ مربع میل - آبادی : ۲ لاکھ نفوس (۱۹۷۱) مسلمان سو فیصد - دارالحکومت ابو ظہبی - سکہ :- قطار دوبئی ریال اور بحرینی دینار - زبان :- عربی - برآمدات : ستاون کروڑ دس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات : ۲۹ کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) سربراہ مملکت :- شیخ زید بن سلطان النہیان ؛

مراکش

محل وقوع : افریقہ کے شمال مغربی ساحل پر واقع ہے اس کی شمال مغربی سرحدیں بحیرہ روم اور سپین کے ساحل کو چھوتی ہیں بحر اوقیانوس کے عظیم سمندر سے ملتی ہیں - اس کے مشرق میں الجزائر اور جنوب میں سپینی صحرا واقع ہے -

رقبہ : ایک لاکھ ۷۲ ہزار مربع میل - آبادی ایک کروڑ ۵۲ لاکھ ۳۰ ہزار (۱۹۷۱) مسلمان ۹۵ فیصد - دارالحکومت رباط - سکہ :- درہم - زبان عربی اور فرانسیسی - اہم برآمدات : فاسفیٹ - مینگنیز - لوہے کے ڈبے - جست - سیسہ - نمک - جپسم اور کارک تیل اور کوبالٹ - اس کے علاوہ قالین - چمڑے کی مصنوعات وغیرہ بھی برآمد کی جاتی ہیں - برآمدات :- چون کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات : ستر کروڑ ستر لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) - رکنیت اقوام متحدہ : ۱۲ نومبر ۱۹۵۶ء سربراہ مملکت : شاہ حسن دوم ؛

عرب جمہوریہ مصر

محل وقوع : عرب جمہوریہ مصر افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے - اس کے شمال میں بحیرہ روم مشرق میں بحیرہ قلزم مغرب میں لیبیا اور جنوب میں سوڈان واقع ہے اس کے شمال مشرقی علاقہ سینائی اور مصر کے درمیان دنیا کی مشہور آبی گزرگاہ نہر سویز واقع ہے - سینائی کی سرحدیں مغرب میں اسرائیل شمال میں اردن اور مشرق میں سعودی عرب سے ملتی ہیں - مصر کے اسی علاقہ پر ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران اسرائیل نے قبضہ کر لیا تھا اور نہر سویز کے شمالی کنارہ پر اپنے مورچے قائم کر لئے تھے - حالیہ جنگ میں اسی صحرائے سینائی میں مصر اور اسرائیل کے درمیان دنیا کی عظیم جنگ لڑی گئی تھی - رقبہ :- ۳ لاکھ ۸۶ ہزار ایک سو مربع میل - آبادی :- ۳ کروڑ ۴۱ لاکھ ۳۰ ہزار (۱۹۷۱) مسلمان ۹۲ فیصد - دارالحکومت : قاہرہ سکہ : مصری پونڈ - زبان : عربی - اہم برآمدات :- چاول - کپاس - سوتی دھاگا - تیل - شکر اور دوسری تیار شدہ مصنوعات - برآمدات :- ۸۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات : ۸۷ کروڑ ستر لاکھ (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ : ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء سربراہ مملکت : صدر انور السادات ؛

"ملائیشیا"

محل وقوع : ملائیشیا جنوب مشرقی ایشیا میں انڈونیشیا کے شمال میں جزائر کی شکل میں واقع ہے - جن میں سابق ملایا کی گیارہ ریاستیں اور صباح اور ساراواک شامل ہیں - رقبہ :- ایک لاکھ ۲۹ ہزار مربع میل - آبادی ایک کروڑ ۶ لاکھ ۵ ہزار (۱۹۷۱) مسلم ۵۰ فیصد دارالحکومت : کوالالمپور - سکہ : ملیشین ڈالر - زبان : ملادی - انگریزی - چینی اور تامل - اہم برآمدات : ربڑ - ٹن - لکڑی خام لوہا، ناریل - اور اس کی مصنوعات - برآمدات کا ۴۱ فیصد ربڑ اور ٹن اس کی برآمدات کا ۱۳ فیصد ہے - ملائیشیا دنیا کا سب سے بڑا ٹن پیدا کرنے والا ملک ہے - اس کی ٹن کی پیداوار ساری دنیا کا تقریباً ۲۵ فیصد ہے - برآمدات : ایک ارب ۹۲ کروڑ ۷۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات : ایک ارب ۴۹ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ : ۱۷ ستمبر ۱۹۵۷ء - سربراہ مملکت : سلطان عبدالحلیم معظم شاہ ؛

اسلامی جمہوریہ موریطانیہ

محل وقوع : موریطانیہ - اسلامی جمہوریہ موریطانیہ مغربی افریقہ میں واقع ہے - اس کے شمال میں سپینی صحرا اور الجیریا، مشرق میں مالی، جنوب میں سینیگال اور مغرب میں بحر اوقیانوس واقع ہے - رقبہ : ۴ لاکھ ۱۹ ہزار ۲ سو اکتیس مربع میل - آبادی : ۱۲ لاکھ افراد (۱۹۷۱) مسلمان سو فیصد - دارالحکومت نوواکچھوٹ - سکہ : فرانک - زبان : عربی اور فرانسیسی - اہم برآمدات : تانبہ اور خام لوہا - برآمدات : بارہ کروڑ ۲۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) - درآمدات ۸ کروڑ بیس لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۱ء - سربراہ مملکت : صدر مختار اولداداہ ؛

جمہوریہ نائیجر

محل وقوع :- مملکت نائیجر شمال مغربی افریقہ کے وسط میں واقع ہے - اس کے شمال میں لیبیا اور الجزائر - مغرب میں مالی اور اپر وولٹا - مشرق میں چاڈ اور جنوب میں نائیجیریا واقع ہے - رقبہ ۴ لاکھ ۸۹ ہزار ایک سو نواسی مربع میل - آبادی ۴۱ لاکھ ۳۰ ہزار (۱۹۷۱) مسلمان ۸۹ فیصد - دارالحکومت : نیامی - سکہ : فرینک - زبان : عربی - فرانسیسی - ہوسا اور تورگ - اہم برآمدات : نائیجر کے قدرتی وسائل محدود ہیں - یہ بنیادی طور پر زرعی ملک ہے - مٹر اور پی نٹ - مونگ پھلی، برآمدی پیداوار ہے

اس کے علاوہ بھیڑیں، اونٹ، گدھے، اور بکریاں ہمسایہ ممالک میں درآمد کی جاتی ہیں۔ کپاس پر اب توجہ دی جا رہی ہے۔ برآمدات ۴ کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر۔ (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) درآمدات: ۶ کروڑ ۶۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں) رکنیت اقوام متحدہ: ۲۰ ستمبر ۱۹۶۰ء۔ سربراہ مملکت: صدر الحاجی دیوری ہامانی۔

عوامی جمہوریہ یمن

محل وقوع: عوامی جمہوریہ یمن (پہلے جنوبی یمن) عدن کی اہم بندرگاہ اور بہت بڑے علاقے پر مشتمل ہے جس کا زیادہ تر رقبہ ریگستانی ہے ان میں شمال مغرب کی طرف حضر موت بھی شامل ہے اس کے پڑوس میں شمالی یمن۔ شمال میں سعودی عرب اور مشرق میں اومان واقع ہے۔ بحر احمر کے انتہائی جنوب میں پیرم اور کامارا ان کے علاقے جمہوریہ میں شامل ہو گئے۔ موسم سخت گرم اور خشک ہے۔ زبان عربی۔ آبادی: کثرت آبادی مسلمان قریباً ۱۵ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ رقبہ: ۱۲۸۹۸۷ مربع میل ہے۔

اقتصادی صورت حال:

نومبر ۱۹۶۹ء میں بی پی ریفائنری کے سوا جتنے بھی اہم غیر ملکی ادارے تھے قومیائے گئے۔ ملکی معیشت کا زیادہ تر انحصار زراعت اور ماہی پروری پر ہے۔ کپاس سب سے زیادہ برآمد کی جاتی ہے۔

متحدہ جمہوریہ کیمرون

محل وقوع: افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ شمال اور شمال مغرب میں نائیجیریا شمال مشرق میں چاڈ۔ مشرق میں وسطی جمہوریہ افریقہ اور جنوب میں عوامی جمہوریہ کانگو اور گیبون ہیں۔ مغرب میں خلیج گونیا۔ رقبہ: چار لاکھ ۷۶ ہزار مربع میل۔ آبادی: اٹھاون لاکھ ۴۰ ہزار۔ مسلمان ۵۵ فیصد۔ دارالحکومت یاؤندے۔ سکہ: فرینک۔ زبان: فرانسیسی اور انگریزی۔

تاریخی پس منظر:

وفاقی جمہوریہ کیمرون یکم اکتوبر ۱۹۶۱ء میں جمہوریہ کیمرون کی یونین سابقہ برطانوی جنوبی کیمرون کے ٹرسٹ علاقے سے معرض وجود میں آئی۔ مشرقی کیمرون ایک بار جمعیت اقوام کے انتداب میں شامل تھی اور آزادی کے وقت تک فرانس کی انتظامیہ میں رہا۔ جو یکم جنوری ۱۹۶۰ء میں آزاد ہو کر جمہوریہ کیمرون بن گیا۔ فروری ۱۹۶۱ء میں جنوبی کیمرون بھی اس میں شامل ہو گیا۔ صدر اہیجو مارچ ۱۹۷۰ء میں دوبارہ صدر منتخب ہو گئے۔

یہاں صدر اور نائب صدر براہ راست انتخاب سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ صدر کابینہ کے ممبر خود انتخاب کرتا ہے اور قومی اسمبلی کے ممبر براہ راست انتخاب سے چنے جاتے ہیں۔ اقتصادی صورت حال: متحدہ جمہوریہ کیمرون براعظم افریقہ میں فی کس آمدنی کے لحاظ سے سرفہرست ہے۔ آمدنی کا انحصار زیادہ تر زراعت پر ہے۔ اہم برآمدات کوکا۔ کافی۔ ناریل اور ناریل کی مصنوعات بمعہ عمارتی لکڑی۔ ربڑ۔ مونگ پھلی کا تیل، چائے کپاس۔ اس کے علاوہ بھیڑ بکریاں۔ گھوڑے وغیرہ۔ الومونیم کی تیار شدہ اشیاء۔ رکنیت اقوام متحدہ: ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء

جمہوریہ مالی

محل وقوع: مغربی افریقہ میں واقع ہے اس کی شمالی سرحدیں گنی آیوری کوسٹ اپر وولٹا اور مشرقی سرحدیں نائیجیریا سے ملتی ہیں۔ رقبہ: ۴ لاکھ ۶۴ ہزار مربع میل۔ آبادی: ۵۱ لاکھ ۴۰ ہزار (۱۹۷۱) مسلمان ۹۰ فیصدی۔ دارالحکومت: باماکو۔ سکہ: فرینک۔ زبان عربی اور فرانسیسی۔ اہم برآمدات: مالی قدرتی وسائل سے محروم ہے۔ زیادہ تر آبادی زراعت پیشہ ہے اور گلہ بانی پر گذارا کرتی ہے۔ اس لئے جانوروں کی برآمد ہوتی ہے جن میں بھیڑ بکریاں اور اونٹ شامل ہیں۔ باجرا چاول وغیرہ اہم پیداوار ہے۔ کپاس، ربڑ اور مچھلی بھی حاصل کی جاتی ہے۔ مالی زیادہ تر فرانس روس اور دوسرے کمیونسٹ ممالک سے امداد حاصل کرتا ہے۔ زیادہ تجارت ہمسایہ ممالک ہی سے ہے۔ برآمدات: دو کروڑ ۸۰ لاکھ ڈالر (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں۔ درآمدات: ۴ کروڑ ۹۰ لاکھ ڈالر۔ (یہ اعداد و شمار ۱۹۷۲ء کے ہیں۔ رکنیت اقوام متحدہ ۲۸ ستمبر ۱۹۶۰ء سربراہ مملکت: صدر ترا اورے موسیٰ۔

جمہوریہ اپر وولٹا

محل وقوع: افریقہ کے مغربی کنارے پر واقع ہے اور مالی نائیجیر۔ آیوری کوسٹ گھانا۔ ٹوگو اور ڈھومی سے گھرا ہوا ہے رقبہ: ۱۲۲۱۲۷۴ مربع میل۔ موسم: بڑا گرم اور خشک۔ آبادی ۵۴ لاکھ ۲۷ ہزار۔ مسلمان: ۵۵ فیصد۔ دارالحکومت اوگادوگان

سکہ: فرینک۔ زبان: دفتری فرانسیسی، اور تین بڑی ملی زبانیں۔ ملک کی آبادی کا ۹۰ فیصد زراعت پیشہ ہے اور یہاں کی سب سے بڑی دولت بھیڑ بکریاں اور دوسرے پالتو جانور ہیں۔ روئی۔ چاول۔ مونگ پھلی، پٹ سن، مٹر کھالیں، مرغ اور مکھن وغیرہ وغیرہ۔ دستکاریاں: گھریلو دستکاریوں تک محدود ہیں۔ معدنیات میں سونا۔ کرومیم۔ تانبا۔ لوہا۔ مینگنیز پائی جاتی ہے۔

جمہوریہ گیبون

محل وقوع: وسطی افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ہے اس کے مغرب میں بحر اوقیانوس ہے شمال میں کیمرون۔ مشرق میں جمہوریہ کانگو اور شمال میں گونیا ہیں۔ رقبہ: ۱ لاکھ ۷۶ ہزار مربع میل۔ موسم: موسم گرم ہے۔ آبادی: ۵ لاکھ ۲۵ ہزار۔ مسلمان: ۱۰ فیصد۔ دارالحکومت: لیبر ویلی۔ سکہ: فرینک۔ زبان: سرکاری زبان فرانسیسی ہے لیکن بانٹو زیادہ بولی جاتی ہے۔

اہم برآمدات: عمارتی لکڑی۔ پلائی وڈ اہم برآمدات ہیں لیکن اب منگنیز پیتل اور یورینیم کے علاوہ لوہے کے بڑے ذخائر ملے ہیں جو اب بڑی مقدار میں برآمد کئے جاتے ہیں۔

جمہوریہ گیمبیا

محل وقوع: مغربی افریقہ کا رقبہ کے لحاظ سے یہ سب سے چھوٹا ملک ہے۔ اس میں سینٹ میری کا جزیرہ بھی شامل ہے۔ یہ تین اطراف سے سینیگال سے گھرا ہوا ہے اور دریائے گیمبیا کے دونوں جانب واقع ہے۔

رقبہ: چار ہزار ۵ مربع میل۔ آبادی: تین لاکھ اسی ہزار۔ مسلمان ۸۴ فیصد۔ نصف سے زیادہ لوگ مانڈیگو قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ دارالحکومت: باتھرسٹ۔ موسم منطقہ حارہ کا سا ہے یعنی گرم خشک۔ سکہ: پونڈ۔ زبان: سرکاری زبان انگریزی۔ اس کے علاوہ اس کے علاوہ دو بڑی زبانیں میڈنکا اور وولف بولی جاتی ہیں۔ مذہب اسلام ہے۔ اہم برآمدات: مونگ پھلی اس کی سب سے اہم برآمدات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ چاول اور دوسرے اجناس بھی پیدا ہوتے ہیں۔ درآمدات: میں سب سے زیادہ ٹیکسٹائل اور متعلقہ اشیاء شامل ہیں۔ رکنیت اقوام متحدہ: ۳۰ جولائی ۱۹۶۴ء۔ سربراہ مملکت: داؤدا کے جوارا۔

قیام پاکستان بقیہ صفحہ ۱۲

ظلم و تعدی سے رہائی نہیں ہو سکتی، امن صلح کی بنیادیں استوار نہیں کی جا سکتیں جب تک اس تعلیم کی مقبولیت نہ ہو یہ ہے وہ یقین و ایمان جو مسلمانوں میں گھر کرتا چلا جا رہا ہے۔ وہ ایمان جو دل کی گہرائیوں سے شروع ہوتا ہے، وہ یقین جو ابتداء میں عوام کے لئے نتیجہ خیز دکھلائی نہیں دیتا، وہ عرفان جس کے اثر سے دنیادی آنکھ بیخبر ہوتی ہے آج مادی دنیا میں انقلاب انگیزیاں کر رہا ہے جس سے کسی کو مجال انکار نہیں کیا خوب کہا ہے:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اسکے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت پادشاہی علم اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں، فقط ایک نکتہ ایماں کی تفسیریں

یہ ثریا پر گیا ہوا ایمان جس کی بدولت اسلامی دنیا میں انقلاب رونما ہو رہا ہے کس وجود کی برکت سے آج کے زمانہ میں مسلم قلوب میں گھر کرنا شروع ہوا؟ شاعر، فلسفی، لیڈر ادیب ان میں سے کبھی کوئی یقیناً ایمان پیدا نہیں کر سکتا۔ ان کی غرض و غایت یہ ہوا کرتی ہے نہ انہیں خود اس دولت کا پتہ ہوتا ہے بلکہ یہ سب لوگ تو خود اس کے محتاج ہوا کرتے ہیں مسلمانو! کیوں تم توجہ نہیں کرتے کہ یہ تمہاری بیداری کا دور جو محض ایمان کے دوبارہ قائم ہو جانے کے باعث ہے کس صاحب بصیرت و عرفان کے نزول کا پتہ دے رہا ہے!

امام الزمانؑ

حمد باری تعالیٰ

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا
اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

اسلامی سربراہی کانفرنس ــــ (بسلسلہ صفحہ ۱)

ہیں اشارہ اس کے دعاوی کی سچائی کی طرف ہے اور عدل ہیں اس کے دلائل کے حق ہونے کی طرف۔ باالفاظ دیگر کوئی شخص اس کلام کی جگہ صدق اور عدل کے لحاظ سے بہتر کلام نہیں لا سکتا۔ اور یہ دنیا کی آخری الہامی کتاب ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم ہیں کئی مقامات پر واضح الفاظ میں عیسیٰ علیہ السلام کی صفات کی خبر دی ہے۔ اگر عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کی خبر دی ہے اگر عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں تو دوبارہ ان کی بعثت اس دنیا ہیں نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی شخص مرکر دوبارہ اس دنیا ہیں نہیں آسکتا۔ قرآن شریف ایک اور مقام پر کہتا ہے والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون ۝ امواتٌ غیر احیاءٍ ج وما یشعرون ایان یبعثون ۝ (۱۶/۲۰-۲۱) اور وہ جنہیں یہ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ مردے ہیں نہ زندے اور وہ نہیں جانتے کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔

جب ساری دنیا جانتی ہے کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھتے ہیں اور اس کو معبود کہکر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ اس آیت ہیں ذکر بھی اُن معبودوں کا ہے جو انسان ہیں، کیونکہ قیامت کے دن انسانوں ہی کو اپنی بعثت کا شعور ہوگا۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت یہ وہ انسان جس کو لوگ خدا سمجھ کر پوجتے تھے زندہ نہ تھے۔ آگے جو امواتٌ کے بعد غیر احیاءٍ کے لفظ آتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ پہلے وہ زندہ تھے، مگر نزول قرآن کے وقت وہ سب مرچکے ہوئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زبان سے بھی ان کی وفات کا اعلان کروا دیا ہوا ہے۔ قرآن شریف ہیں یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ کیا آپ نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا سمجھ کر پوجا کرو تو وہ جواب دیں گے کہ میں ایسا کیونکر کہہ سکتا تھا میں تو جب تک زندہ رہا یہی کہتا رہا کہ میں خدا کا عاجز بندہ ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میری زندگی ہیں انہوں نے مجھے کبھی خدا نہیں بنایا۔ جب آپ نے مجھے وفات دے دی تو اس کے بعد کا مجھے کوئی علم نہیں ہے، حالانکہ علماء یہ کہتے ہیں کہ آخری زمانہ ہیں وہ آئیں گے ہی اس لئے کہ لوگوں کو بتائیں کہ میں خدا نہیں ہوں بلکہ اس کا عاجز بندہ ہوں، اگر یہ بات صحیح ہے تو وہ کیونکر خدا کو کہہ سکتے ہیں کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میری زندگی ہیں لوگوں نے مجھے خدا نہیں بنایا۔ اس کے علاوہ بہت سی قرآن شریف کی ایسی آیات ہیں جن سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ اور ان آیات کو کئی دفعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر ان سب آیات کو ہم یہاں قلمبند کریں تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب مخالفوں نے یہ مطالبہ کیا کہ آپ آسمان پر چڑھ کر ہمارے لئے کوئی کتاب لائیں تو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ ان کو کہہ دو کہ میں بے شک رسول ہوں مگر آسمان پر نہیں جا سکتا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مضمون اب ایسا صاف ہو چکا ہے کہ اس پر اب مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے مسلمان بھائی اور اسلامی سلطنت کے سربراہوں کا یہ فرض ہے کہ وہ دیار عیسائیت میں مسیح کی وفات ثابت کرنے کے لئے پوری طرح ذرائع نشر و اشاعت کو کام ہیں لائیں۔ اب عیسائی دنیا تو اسی وجہ سے مذہب سے متنفر ہو رہی ہے کہ پادری ایک انسان کو خدا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ عیسائی لوگوں کو دائرہ اسلام ہیں لانا اب کوئی مشکل کام نہیں رہا۔ اگر عیسائی مسلمان ہو جائیں تو تمام دنیا ہیں اسلام کی اشاعت ہو جائے گی اور مستقبل ہیں دنیا کا واحد مذہب اسلام ہی رہ جائے گا۔ تحریک احمدیت نے یورپ میں بڑا کام کیا ہے اور سینکڑوں مساجد تعمیر کر دی ہیں جس کے میناروں پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے مؤذن اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہیں لوگوں کو محمد رسول اللہ اور ان کی لائی ہوئی کتاب قرآن کریم کی ضرورت ہے نہ کہ عیسےٰ علیہ السلام اور ان کی انجیل کی۔ اگر یہ اسلامی کانفرنس مسلمانوں کو دوبارہ اشاعت اسلام کا فریضہ ادا کرنے پر لگ جائیں تو دنیا ہیں امن و سلامتی بھی قائم ہو جائے گی اور جب اسلام کا بول بالا ہوگا تو ساری انسانیت بھی اپنی عظمت کو پالے گی۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؎

الہامات حضرت مسیح موعود } "پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار"
"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

(اسلامی کانفرنس کا تصور ـ از صفحہ ۵)

ہو سکتے ہیں ہمیں اس دن کے لئے دعا کرنی چاہیئے کہ ہماری حکومتیں ایک دوسرے سے مل کر کام کریں۔

میں آپ سب کو عید مبارک کہتا ہوں، اپنی ملائی زبان ہیں ہم کہتے ہیں :-

"سلامت ہری رایا"

وزیر اعظم کی تقریر کے دوران حاضرین تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کرتے رہے۔

اسی روز عید کی اور وزیر اعظم ملایا کے خطاب کی خبر ساری دنیا ہیں نشر ہو گئی۔ مولینا عبدالمجید صاحب ان دنوں برما ہیں تھے۔ وہاں کے اخبارات ہیں اس ذکر کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔

اسلامی کانفرنس کا پہلا قدم

مسلم کامن ویلتھ کا تصور اس سے قبل بھی لوگ پیش کر چکے ہیں۔ علامہ اقبال اور جمال الدین افغانی کے اشعار اور ارشادات ہیں اس کا ذکر موجود ہے۔ چوہدری نذیر احمد خان ۱۹۲۱ء کے قریب ایسی تجاویز اپنے مضامین ہیں پیش کر چکے ہیں لیکن وزیر اعظم ملایا جناب تنکو عبدالرحمن نے جس درد دل سے اس تصور کو ڈوکنگ کے عید کے اجتماع ہیں پیش کیا وہ چند سالوں ہیں ایک حقیقت بن کر سامنے آگیا۔ کوئی آٹھ سال بعد ۲۲-۲۴ دسمبر ۱۹۶۹ء رباط مراقش ہیں پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس کے پہلے سیکرٹری جنرل جناب تنکو عبدالرحمن صاحب ہی مقرر ہوئے۔

یہ اسلامی کانفرنس دراصل پہلا قدم تھا۔ ابھی اس کانفرنس نے وہ مراحل طے نہیں کئے کہ اسے حقیقی معنوں ہیں مسلم کامن ویلتھ کہا جا سکے۔ تو اب کا یہ حصہ ابھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوا۔

پہلی اسلامی کانفرنس میں سیکرٹری جنرل کی تقریر

جناب تنکو عبدالرحمن نے اپنی پہلی تقریر ہیں جہاں اور امور کی طرف توجہ دلائی وہاں اس کا بھی اعتراف کیا کہ اس قسم کی کانفرنس کے انعقاد کی تجویز انہوں نے ۱۹۶۱ء ہیں عیدالفطر کے موقعہ پر ووکنگ مسجد ہیں پیش کی تھی۔

اسلامی کانفرنس کے انعقاد پر ایک طائرانہ نظر

۱۹۶۹ء میں پہلی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس کے صدر مراقش کے شاہ حسن تھے۔ ایران کے شہنشاہ اعلیٰ حضرت جناب رضا شاہ پہلوی نے بھی اس کانفرنس ہیں شرکت فرمائی تھی۔ اس ہیں بہت سے ریزولیوشن پیش ہو کر پاس ہوئے جن ہیں سے بعض پر جزوی طور پر عمل ہوا اور بعض کانفرنس کی فائلوں ہیں گم ہو کر رہ گئے۔ بہرحال اتنے سارے ملکوں کے سربراہوں کا اکٹھا ہو جانا بذات خود ایک ... تاریخی واقعہ ہے جس کے دُور رس نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور ہیں فروری ۱۹۷۴ء ہیں منعقد ہوئی۔ اس قسم کا عظیم اجتماع اس سے قبل تاریخ اسلام ہیں دیکھنے ہیں نہیں آیا۔ عالم اسلام کے اتحاد کے لئے فضا تیار ہو گئی۔ اس فضا کو برقرار رکھنے کی ضرورت باقی ہے۔ ایران نے جس گرمجوشی سے پہلی کانفرنس ہیں شرکت کی تھی اس کانفرنس ہیں اس کا فقدان تھا) اس کانفرنس ہیں بھی بہت سے ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ کرنل قذافی نے کیا پتے کی بات کہی تھی۔ انہوں نے فرمایا:-

" ہمارا دشمن ایک پلان بنا کر اس کے متعلق فیصلہ کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کے بالمقابل ہم اکٹھے ہوتے ہیں، ریزولیوشن پاس کرتے ہیں اور پھر ان کے متعلق سب کچھ بھول جاتے ہیں۔"

پہلی کانفرنس کے ریزولیوشنوں کا جو حشر ہوا وہ ظاہر ہے خدا کرے اس دوسری کانفرنس کے ریزولیوشنوں کے متعلق کرنل قذافی کی بات پوری نہ ہو۔

ہمیں ایک اور امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کانفرنس کو اس قسم کا بلاک نہ سمجھ لیا جائے جس کا مقصد دنیا کے دوسرے بلاکوں سے ٹکرانا ہے۔ بعض مقررین نے جذبات ہیں بہہ کر اس قسم کی گفتگو کی ہے۔ دشمن کے خوف سے متحد ہو جانا یا متحد ہونے کی ترغیب دینا سوچنے کا ایک منفی انداز ہے۔ ہمیں اس لئے متحد ہونا چاہیئے کہ ہم دنیا ہیں خیر کو پھیلا سکیں۔ جناب تنکو عبدالرحمن کے الفاظ ایک دفعہ پھر پڑھ لیجئے :-

" میں ایک مستقبل کا خواب دیکھ رہا ہوں، کاش وہ وقت آئے جب ہم مل کر بیٹھیں۔ اس لئے نہیں کہ ایک بلاک بنا کر دوسرے بلاک سے لڑنے کی تیاریاں کریں۔ بلکہ اس لئے کہ جو

بحضور حضرت اقدس خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مغربی مؤرخین کا نذرانۂ عقیدت

حضرت اقدس رسولِ عربی صلّی اللہ علیہِ وسلّم کی تاریخ پاک اور دلنشیں سوانح حیات کا بن مغربی مؤرخین و دیگر **مستشرقین** نے از رُوئے انصاف بے لوث مطالعہ کیا ہے، ان میں سے بیشتر حضرات نے بے لاگ یہ تبصرہ کیا ہے کہ آنحضوؐر کی بے مثال و مانند عظیم کامیابی کا باعث **فوق البشر الٰہی نصرت وتائید** ہوئی تھی، آپؐ نے جو **عدیم النظیر و عالمگیر رُوحانی انقلاب** بپا کیا وہ بشری طاقتوں سے بالاتر **ربّانی صفات کا ثبوت اور خدائی قدرت و جلال**

...کا دکھا لاتیں رہی ہے۔

نپولین بونا پارٹ

روحانی و مادی انقلاب کا علمبردار

"محمدؐ نے اعلان کر دیا کہ بجز اللہ کے کوئی دوسرا معبود نہیں جس کا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا۔ چنانچہ آپ نے قرآن کے سرورق پر یہ تحریر کندہ کر دی لا الٰہ الا اللہ **محمدؐ ایک شہزادہ تھے** جس نے اپنے گرد لوگوں کو جمع کر کے مسلمانوں کے ذریعہ چند سالوں میں نصف کرّہ ارض کو فتح کر لیا .... **محمدؐ ایک عظیم انسان تھے** اور وہ خدا بنا لئے جاتے اگر **وہ انقلاب جو آپؐ لانے میں کامیاب** ہوئے اسباب و ذرائع سے رونما نہ ہوا ہوتا۔ جب آپؐ کی بعثت ہوئی تو عرب باہم خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ وہ تمام اقوام جنہوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں تب ہی کامیاب ہوئیں جب وہ ان مصائب و آلام میں سے گذریں جن کے ذریعہ **ان کی رُوحوں اور جسموں کو بہ یک وقت جلا بخشا گیا**۔"

...

معجزانہ فتح

"اسلام کی بعثت تاریخِ عالم کا سب سے حیرت انگیز واقعہ ہے۔ .... کمزور ترین انسانی امداد کے ساتھ اسلام نے اپنی یلغار قوی ترین مادی ہتھیاروں کے برخلاف کی مگر باوجود اس کے اسلام نے معجزانہ آسانی سے فتح پائی۔"

باسورتھ سمتھ (محمد اور محمڈ ازم)

یکسانیت کا مظہر اتم

"حیرت اس امر پر نہیں کہ محمدؐ کس قدر تبدیل ہونے بلکہ اس بات پر ہے کہ آپ میں کس قدر کم تبدیلی آئی!

صحرائی گڈریئے کی شکل میں ہوں یا شام کے تاجر کی صورت میں، غارِ حرا کی خلوت میں ہوں یا تنِ تنہا ایک مصلحِ قوم کی صورت میں،

ٹامس کارلائل (ہیروز اور ہیرو ورشپ)

توحید کا داعی اعظم

"(محمدؐ) ایک خاموش عظیم رُوح رکھتے تھے جو **سراسر اخلاص سے بھری تھی**۔ خالقِ کائنات نے جس غرض کے لئے آپ کو تخلیق کیا ہے (یعنی توحید) آپؐ نے ساری دنیا کو اس سے منوّر کر دیا۔ عرب کا شرک اس کے سامنے کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا، آپؐ نے خدا کے فضل سے یہ حقیقت دریافت کر لی تھی کہ **سوائے خدا کے کوئی دوسرا معبود نہیں**، خدا سب سے بڑا ہے اور اس کے سوائے اور کسی کو کبریائی مستحق نہیں۔ **وہی اصلیت و حقیقت ہے**۔ ہم اور تمام باقی مخلوق محض اس کے ظل ہیں اور دائمی عظمت کے لئے محض ایک عارضی لباس ہیں۔ .... **ہمیں خدا کے سامنے سربسجود ہونا چاہئے اور یہی اسلام ہے**۔"

مبعوث ہوتا ہے، کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ وہ قوم جسے کوئی جانتا بھی نہ تھا، کل دنیا میں مشہور ہو گئی اور جو لوگ سب سے چھوٹے تھے وہ یکدم سب سے بڑے بن گئے۔ ایک صدی کے بعد اگر مغرب میں غرناطہ تک عربوں کا سکّہ رواں ہو گیا تو مشرق میں دہلی تک انہی کے نام کا سکّہ چلنے لگا۔ جرأت اور اولوالعزمی سے متصف ہو کر ملک عرب کے لوگ صدیوں تک دنیا کے ایک حصہ پر چمکتے رہے۔"

ایچ جی ویلز (آؤٹ لائین آف ہسٹری)

صادق و مخلص انسان

"وہ شخص جو خود خوبیوں سے محروم ہو، کیا اپنے رفیقوں میں وفا پیدا کر سکتا ہے؟ ان لوگوں کا ایمان محمدؐ پر سب سے زیادہ تھا جو سب سے زیادہ آپؐ سے واقف تھے .... ابو بکرؓ آپ پر ایمان لائے، جو انسان اس وقت

علیؓ نے اپنی جان کو آپ کی خاطر خطرہ میں ڈالا۔ بہرحال محمدؐ کوئی مفتری انسان نہ تھے۔"

[illegible]

بے نظیر استقلال

"اگر کسی شخص کی بڑائی کا اندازہ اس عزت سے ہو سکتا ہے جو اس کے منہ کے الفاظ ان لوگوں میں پیدا کرتے ہیں جو ان کو الہامی مانتے ہیں تو اس لحاظ سے محمدؐ (صلعم) دنیا کے سب سے عظیم انسان ہو گذرے ہیں"

سر ولیم میور (لائف آف محمدؐ جلد دوم صفحہ ۲۲۸)

زندگی کی نئی رُوح

"محمدؐ نے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ انہیں مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ دن رات اپنی کامیابی کا انتظار تھا۔ بظاہر بالکل غیر محفوظ بلکہ یوں کہئے کہ شیر کے منہ میں رہ کر ایسی ہمت اور استقلال دکھلایا کہ اس کی نظیر اگر کہیں مل سکتی ہے تو صرف بائبل میں جہاں ایک نبی کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ایک موقعہ پر خدا سے کہا کہا صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں۔"

"محمدؐ کی تعلیم بہت مختصر اور سادہ تھی۔

([illegible])

یہ حضورؐ کی تعلیم اور تربیت کا اور آپ کے اپنے [illegible] کا اثر تھا۔ [illegible] کے وقت حضور خود صف اول میں رہتے تھے۔ [illegible] دین رسول ہے آج دنیا کے ۸۰ کروڑ مسلمان سورۃ فاتحہ کو نماز میں دہراتے اور حضورؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں محمد رسول اللہ صلعم کے ایک غلام اور مجدد زمان نے ایک قوم تیار کی جس نے صحابہ رضؓ کے نقش قدم پر چل کر دکھایا اور آپ کے حکم سے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے اشاعت اسلام کے لئے اپنی دولت اپنی اولادیں غرضیکہ سب کچھ ایثار کیا۔ کمزوروں کو اٹھایا۔ محتاجوں کا مصیبت میں ساتھ دیا۔ بھائی کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھا۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کے نوشہ کی پیروی کریں اپنی تجارتوں اپنے کاروبار میں گھر کے اندر اور باہر اپنے ملازموں اور ماتحتوں میں ایسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے [illegible] اپنی زندگیاں [illegible] میں ڈھالیں کہ ہم خدا پرست نظر آئیں اور [illegible] دوسروں کی [illegible] میں حصہ لے کر دنیا کو بتا دیں کہ رب العالمین کے ماننے والے ہیں

([illegible])

اور وہ باوجود کافر اور مرتد کہلانے کے اور اذیت پہنچائے جانے کے اس خدمت اسلام میں لگے ہوئے ہیں۔ دین اسلام کی اس کامیابی پر ایمان جو دنیاداروں اور مغرب زدہ لوگوں کو دیوانہ پن معلوم دے گا۔ ہم نے اپنے امام سے پایا ہے بقول ان کے

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ مجھ کو میں کروں گا انتظار

اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ واجعلنا منھم

(اے اللہ تو ان کی مدد فرما جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کرتے ہیں اور ہمیں ان میں سے بنا۔ آمین) اور میں تمام اہل دل مسلمانوں کو بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس کام میں ہمارا ساتھ دیں۔

یہ جان دِ جگر ہیں مرے قربانِ محمدؐ

ہے مہرِ درخشاں رُخِ تابانِ محمدؐ
ہے صبحِ بہاراں لبِ خندانِ محمدؐ

کونین پہ چھائی ہے محمدؐ کی حکومت
ہیں جنّ و بشر تابعِ فرمانِ محمدؐ

ہمسر نہیں اس کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
خالق نے بنائی ہے عجب شانِ محمدؐ

اب روضۂ رضواں کی تمنا نہیں مجھکو
ہے دل میں بسا میرے جو بستانِ محمدؐ

اللہ نے کیا رُتبۂ عالی دیا ان کو
ہیں تاجِ سرِ عرش غلامانِ محمدؐ

لاریب وہ ہیں دولتِ کونین کے مالک
شاہوں سے بھی بڑھکر ہیں گدایانِ محمدؐ

ہاں نام محمدؐ کا ہے ہر نام سے پیارا
ہر شان سے اُونچی ہے جو ہے شانِ محمدؐ

ہر ذرہ مرے تن کا محمدؐ پہ فدا ہے
یہ جان دِ جگر ہیں مرے قربانِ محمدؐ

اللہ سے یہ حشر کے دن میری دُعا ہے
سر پر ہو مرے سایۂ دامانِ محمدؐ

[illegible]	[illegible]

در عشق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اُس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اُتارے
میں جاؤں اسکے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُسکی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اُسکی دوربیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بےخطا یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے
پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

اے میرے رب رحمٰن تیری ہی ہیں یہ احساں
مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

کتبہ محمد عبداللہ خوشنویس

ایور گرین پریس ... روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء | نمبر ۱۵

حکمت قرآن

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مناظرِ قدرت سے توحید باری پر شہادت

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ..... لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔ (البقرۃ: ۱۶۵)

ترجمہ: "آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ادل بدل میں، اور کشتیوں میں جو سمندر میں چلتی ہیں۔ کہ اس کے ساتھ لوگوں کو نفع دے اور پانی میں جو اللہ بادل سے اتارتا ہے پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اور اس کے اندر ہر قسم کے جانور پھیلاتا ہے۔ اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان کام میں لگایا گیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے یقینی نشان ہیں۔ جو عقل سے کام لیتے ہیں۔"

فطرت کی شہادت

جب ہدایت کے پھیلانے کے لئے مصائب کے مقابلہ کو بھی ضروری قرار دیا تو اب بتاتا ہے کہ ہدایت کی جڑ خدا کی ہستی اور اس کی توحید ہے۔ اور یہ ایسی تائید ہے کہ اس پر اگر ایک طرف مناظرِ قدرت سے شہادت ملتی ہے تو دوسری طرف فطرتِ انسانی بھی اس پر گواہی دے اٹھتی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں مناظرِ قدرت کی شہادت کو پیش کیا ہے۔ مگر مناظر قدرت بھی وہ پیش کئے ہیں۔ جن سے دنیا کا کوئی حصہ خالی نہیں۔ پہلے خود زمین و آسمان کی پیدائش ہے۔ جو کچھ زمین و آسمان کے اندر ہے۔ وہ اس میں آ گیا۔ پھر تغیرات زمانہ ہیں۔ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات۔ مناظر قدرت تو سب اس میں آ گئے۔ پھر ان کی تفصیل بیان کی ہے اور اس تفصیل میں سب سے پہلے کشتی کا سمندر میں چلنا ہے۔ جو بتاتا ہے کہ کس قدر اللہ تعالےٰ نے انسان کو دیگر مخلوق پر حکومت عطا کی ہے۔ یہاں تک کہ وہ سمندروں پر بھی حکومت کرتا ہے۔ جب مخلوق پر حاکم ہوا تو پھر مخلوق کو معبود بنانے کے کیا معنے۔ پھر اس سمندر کو مُردہ زمین پر جگہ جگہ پانی برسانے کا ذریعہ بنایا اور اس پانی سے مُردہ زمین کو زندہ کیا۔ پانی سے سبزیاں اُگتی ہیں۔ اور یہی پانی جانوروں کی زندگی کا مدار ہے۔ پھر ان ہواؤں میں جو اس پانی کو جگہ جگہ پہنچاتی ہیں۔ اس بادل کے ذریعے جو آسمان و زمین کے درمیان کام میں لگایا گیا ہے۔ ان تمام اختلافات کے اندر ایک ہی قانون کام کرتا ہوا نظر آتا ہے، اور بتاتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک ہی مدبر بالارادہ ہستی کے تصرف میں ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ سارے عالم میں ایک ہی قانون کام کر رہا ہو، یہاں تک کہ آسمان کے ستاروں میں وہی قانون کام کرتا ہو، جو زمین کے اندر کر رہا ہے اور اس قانون کے بنانے والے دو ہوں۔"

(بیان القرآن ۔ نوٹ ۲۰۲)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ

الہامی کتاب پر تقلیدی ایمان خطرناک ہے

"الہامی کتاب کا اپنے اصولوں کی سچائی پر آپ دلائل بیان کرنا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ الہامی کتاب کا صرف یہ منصب نہیں ہے کہ اس سے کوئی شخص طوطے کی طرح چند غیر معقول اور مجہول الکیفیت باتیں سیکھ کر اپنے دل میں آ بیٹھے کہ بس اب میں نجات پا گیا بلکہ عمدہ کام الہامی کتاب کا تو یہی ہے کہ دلائل عقلیہ بتا کر اس لازوال مرتبہ یقین تک پہنچا دے جو کسی وسوسہ انداز کے وسوسہ ڈالنے سے زائل نہ ہو سکے، تا اس کامل یقین کی برکت سے سارے اعمال اور اقوال اور عقاید ایمان دار کے درست ہو جائیں اور تا راستی کو حقیقت میں راستی سمجھ کر اور کجی کو حقیقت میں کجی سمجھ کر حقیقی تقوے کی صفت سے متصف ہو جائے۔ کیونکہ جب ایک انسان جہالت کے دوزخ میں پڑا ہوا ہے، اور بجز ایمان تقلیدی کے جس پر بباعث غفلت اور لاپروائی اور غلبۂ حب دنیا کے پورا پورا اسے یقین بھی نہیں رہا۔ اور کسی طرح کی عقلی بصیرت اس کو حاصل نہیں۔ تو وہ بڑی خطرہ کی حالت میں ہے۔ اور اس کے سبب حال یہ آیت قرآن شریف کی ہے۔ مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا (سورہ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵) یعنی جو شخص اس جہان میں اندھا ہے۔ وہ اس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہے۔ بلکہ اندھوں سے بدتر۔ پس جو کتاب اپنی حقیقت اور اپنے اصولوں کی حقیقت کو ثابت کر کے نہیں دکھلاتی وہ انسان پر حقیقی سعادت کا دروازہ نہیں کھولتی، اور نہ اس کی عقل اور علم میں ترقی بخشتی ہے۔ بلکہ ترقیات سے روکتی ہے۔ اور مردے کی طرح صرف تقلید کے گڑھے میں ڈالنا چاہتی ہے۔ کہ جس میں وہ نہ دیکھے نہ سُنے نہ سمجھے، اور جو شخص ایسی کتابوں کا پیرو ہوتا ہے۔ وہ عقل اور قیاس اور نظر اور فکر سے کچھ سروکار نہیں رکھتا، بلکہ محض قصوں اور کہانیوں پر بھروسہ کر بیٹھتا ہے۔ اور حقائق امور کی تہ کو نہیں پہنچتا۔ اور تدبر اور تفکر کی قوت کو بالکل بے کار چھوڑ کر اور ان تمام استعدادوں کو جو اس کے نفس میں مخزون اور مودع ہیں، آہستہ آہستہ تلف کر کے رفتہ رفتہ حیوان لا یعقل سے بھی پرلے پار ہو جاتا ہے۔ اور بالآخر طریقِ عقل اور قیاس اور فکر اور ادراک سے کہ جس سے انسان کی تمام انسانیت وابستہ ہے بالکل بیگانہ اور ناآشنا ہو کر ایک ایسا مسلوب الحواس بن جاتا ہے۔ کہ پھر اس لائق ہی نہیں رہتا کہ اس کو انسان کہا جائے اور اس میں یہ قابلیت ہی نہیں رہتی، جو عقلی طور پر حق اور باطل میں تمیز کر سکے اور اس پر وہ تمثیل صادق آتی ہے جو فرقانِ مجید میں مذکور ہے۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

کائنات کی تخلیق انسان پر خدا کی عنایات کا ثبوت ہے۔
انسان کی روحانی ربوبیت کے لئے انبیاء کو مبعوث فرمایا گیا۔

خطبہ جمعۃ المبارک مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۷۴ء فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش یغشی الیل النھار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر - تبٰرک اللہ رب العالمین ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ - انہ لا یحب المعتدین ——— (سورۃ الاعراف آیت ۵۴-۵۵)

فرمایا! بے شک تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے زمین و آسمانوں کو چھ دن میں بنایا ثم استوٰی علے العرش - پھر وہ عرش کی جانب متوجہ ہوا - یغشی الیل النھار یطلبہ حثیثا اور وہ رات جو دن کے پیچھے جلدی جلدی آرہی ہے نیز والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ - سورج، چاند اور ستارے سب اسی خالق و مالک کے زیر فرمان اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں الا لہ الخلق والامر - خبردار رہو - سن لو - یہ ساری مخلوق اور کائنات اسی کی ہے - اور اسی کا حکم اس میں چلتا ہے تبٰرک اللہ رب العالمین - بابرکت ہے اللہ - جو سارے جہانوں کی ربوبیت فرماتا ہے، یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں - اور اُن کا ترجمہ آپ کو سنایا ہے - ان میں اللہ تعالےٰ قرآن کریم کے ذریعہ بار بار بتاتا ہے - کہ زمین و آسمان کا خالق و مالک میں ہوں جس طرح انسان ایک دوسرے کا یا کسی بڑے آدمی کا تعارف کراتے ہیں - اللہ تعالےٰ اپنا تعارف خود کراتا ہے - ربکم میں تمہارا رب - تمہارا پرورش کرنے والا - تمہارا محسن ہوں - میں نے زمین و آسمان کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے - زمین و آسمان میں ربط اور نظام پیدا کیا - آسمان سے بارش برسائی اور زمین نے بارش کی برکت سے پھٹ کر غلہ، سبزیاں، جڑی بوٹیاں اور دیگر انسانوں اور حیوانوں کا سامانِ حیات پیدا کیا، قسم قسم کے پھول اور میوہ جات زمین میں اور سمندر میں مچھلیاں اور دیگر مخلوق پیدا کی - ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض - اپنے مولیٰ کی شان تو دیکھو - اے انسانو! زمین و آسمان کو پیدا کرنے کے بعد تمہیں پیدا کیا - ثم استوٰی علے العرش پھر تمہاری ہدایت کے لئے آسمانی وحی کا بندوبست کیا اور انسانوں کی تربیت اور رہنمائی کے لئے اپنے رسول بھیجے - اور سب سے آخر میں پیغمبر خدا، احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے - اور سب سے آخری کتاب قرآن کریم آپ پر وحی ہوئی - لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ، زندگی کے ہر مرحلے میں خاتم الانبیاء کا نمونہ تمہارے لئے موجود ہے - یغشی الیل النھار یطلبہ حثیثا دن کے بعد رات آتی ہے جو تمہارے لئے سکون و آرام اور راحت کا سبب ہے - دن بھر کا تھکا ماندہ انسان جب بستر پر دراز ہوتا ہے - اور رات کی تاریکی دن کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہوتی ہے، تو رات کی نیند انسان کی راحت کا سامان مہیا کرتی ہے - دن بھر کی کوفت اور تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے، اور انسان دوسرے دن کی محنت کے لئے پھر تازہ دم اُٹھ کھڑا ہوتا ہے - تاریکی کا پردہ انسانی جسم کو سکھ دیتا ہے - ہر انسان کا یہ مشاہدہ ہے، اور مشاہدہ سے ایمان بڑھتا ہے - سبحان اللہ العظیم - یہ کیسی عظیم الشان کتاب ہے جو ہر بات کا تفصیل سے ثبوت دیتی ہے - رات سکون کے لئے بنائی، تاکہ دن بھر کی محنت میں انسان کی صرف شدہ قوتیں واپس آجائیں - والشمس والقمر - سورج دن کو اور چاند رات کو روشنی دیتا ہے - اور ستارے رہبری کا کام دیتے ہیں، صحراؤں کا سفر نجوم یعنی ستاروں کی رہبری کے بغیر کچھ ممکن نہیں ہوتا - صحرا کے مسافروں کو ستارے روشنی دینے کے علاوہ وقت بتاتے ہیں اور راستہ دکھاتے ہیں - یہ تینوں یعنی سورج، چاند اور ستارے ہمارے حکم سے چڑھتے ہیں اور ہمارے حکم سے ہی غروب ہوتے ہیں - یہ سارا فلکی نظام اللہ تعالےٰ کے حکم کے تحت ہے - ایک مربوط نظام میں بندھا ہوا ہے - تینوں میں سے کسی ایک کا بھی وقت سے پہلے طلوع و غروب نہیں ہو سکتا - زمین کا تعلق آسمان سے ہے، اور آسمان کا تعلق زمین سے ہے - شب دن کے بعد رات آتی ہے تاکہ تم نیند سے اُٹھ کر دوبارہ کام کاج کے قابل بن سکو - اللہ تعالےٰ نے ان سب چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کر رکھا ہے - اسی کا حکم چلتا ہے الا لہ الخلق والامر تبٰرک اللہ رب العالمین - پس وہ کیا ہی بابرکت اور سارے جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے - پھر انسان کو وہ یہ بھی حکم دیتا ہے (ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ - اپنے رب کو چپکے چپکے گڑگڑا کر پکارو - انہ لا یحب المعتدین کیونکہ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا - اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی ان تعلیمات اور ہدایات پر خوش دلی اور نیک نیتی کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام (بسلسلہ صفحہ اول)

اذان لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل (سورہ اعراف سیپارہ ۹) یعنی وہ لوگ جو صرف باپ دادے کی تقلید پر چلنے والے ہیں - وہ دل تو رکھتے ہیں مگر دلوں سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے - اور اُن کی آنکھیں بھی ہیں - مگر آنکھوں سے دیکھنے کو معطل چھوڑا ہوا ہے اور کان بھی رکھتے ہیں پر وہ بھی بیکار پڑے ہوتے ہیں - یہ لوگ چار پایوں کی طرح ہیں - بلکہ ان سے بھی گئے گذرے - غرض کلام الٰہی کا یہ نہایت عمدہ کام ہے - کہ جو جو طاقتیں اور قوتیں انسان کی فطرت میں ڈالی گئی ہیں، ان کو بطور راصلح اور انسب کام میں لانے کی تاکید کرے -

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۵۶)

جماعت احمدیہ کراچی کا سالانہ تبلیغی جلسہ

جماعت احمدیہ کراچی کا سالانہ جلسہ ۲۰ اور ۲۱ اپریل ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ اور اتوار، مسجد احمدیہ میں منعقد ہوگا - مرکز سے مولانا عبدالمنان عمر صاحب ایم - اے شرکت کے لئے تشریف لا رہے ہیں - آپ ۱۹ اپریل کو جمعہ کا خطبہ بھی دیں گے - ہفتہ کے روز ایک اجلاس ۴½ بجے سہ پہر سے ۶½ بجے تک ہوگا - اتوار کو پہلا اجلاس صبح ۹ بجے سے ۱۲½ بجے دوپہر تک اور دوسرا اجلاس ۲½ بجے بعد از دوپہر سے ۵ بجے شام تک ہوگا - احباب خود بھی پابندی سے شرکت کریں اور دوستوں کو بھی ہمراہ لائیں - (محمد حسن خان - سیکرٹری جماعت احمدیہ کراچی)

"استحکام خلافت"

غلبۂ دین محمدؐ ہے مقدر یارو - مقصد بعثت موعودؑ یہی ہے پیارو

تا زمانے میں "خلافت" کی ہو محکم بنیاد - گھوڑے دوڑاؤ جو ہر سمت تو چڑیاں مارو[1]

[1] "خلافت" ربوہ کی طرف سے گھوڑ دوڑ کی تحریک کے بعد اب چڑیاں مارنے کی مہم کا آغاز ہوا ہے - اور الفضل کی اطلاع کے مطابق صاحبزادگان ربوہ نے ۱۵۰ چڑیاں ہلاک کر کے "خدمت اسلام" سرانجام دی ہے۔

پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۷۴ء

انقلاب آفریں دور اور معجزۂ اشاعتِ اسلام

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البیّنٰت والھدیٰ من بعد ما بیّنٰہ للناس فی الکتٰب اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللّٰعنون - الا الذین تابوا واصلحوا وبیّنوا فاولٰئک اتوب علیھم وانا التوّاب الرّحیم - (سورۃ - آیت ۱۵۹)

جو کچھ ہم نے بینات اور ہدایت نازل کی ہیں جو لوگ اُن کا کتمان کرتے ہیں حالانکہ ہم نے انہیں وضاحت کے ساتھ کتاب پاک میں پیش کر دیا ہے - ان پر خدا اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے - سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لی - یعنی اصولِ حقہ کی اشاعت کی، تو ان لوگوں پر میں رجوع برحمت ہوں گا (کیونکہ خدا کی صفت ہے کہ) وہ سچی توبہ کرنے والوں پر رجوع برحمت ہوتا ہے -

---

جس دور سے ہم گذر رہے ہیں اس کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کی انقلاب پذیری ہے، یہ زمانہ انقلابات سے عبارت ہے - دنیا تیزی سے رو بہ انقلاب ہے - یہ انقلاب صرف سائنسی ترقی و ایجادات تک ہی محدود نہیں، بلکہ ہر شعبۂ حیات میں آئے دن سرعت سے تبدیلیاں ظہور پذیر ہیں - عام انسانی فطرت کی یہ کمزوری ہے کہ وہ گذشتہ زمانوں کے انقلابات کو تو آسانی سے دیکھ لیتا ہے لیکن جن انقلابات میں سے وہ خود گذر رہا ہوتا ہے انہیں بسا اوقات دیکھنے سے قاصر رہتا ہے - اس وقت ہم ہمہ گیر نوعیت کے انقلابات سے دوچار ہیں، ملکی و قومی نت نئے اور تعلیمی و سائنسی اور اقتصادی و فنی نظاموں میں انقلابات سے قطع نظر اعتقادی و دینی نظریات میں ہماری آنکھوں کے سامنے سرعت رفتاری سے تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں - گذشتہ نصف صدی میں جو تبدیلیاں عوام کے معتقدات تعلیمات میں ہوئیں آؤ! ان پر ہم ایک طائرانہ نظر ڈالیں -

گذشتہ نصف صدی میں معاشرتی نظریہ یعنی اقتصادی نقطۂ نگاہ کا نظریہ تھا اور یہ برملا کہا جاتا تھا کہ تمام انقلابات جو کبھی تاریخ عالم میں واقع ہوئے ان کی اساس انسانی اقتصادیات اور مالیات پر قائم ہے - پھر اس مادی نظریہ کی دو شاخیں ہوئیں یا سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظریۂ حیات - لیکن اب یہ سمجھا جا رہا ہے کہ اقتصادی نظریہ نہ صرف ترقی پذیرانہ اور نجات دہندہ نہیں بلکہ بہ حیثیت طور پر عالمگیر بربادی اور تباہی کا موجب بن رہا ہے کیونکہ اقوام و ممالک کے مابین ہوسِ زر و اقتدار ہی دراصل دنیا میں سارے فتنہ و فساد کا موجب ہے - یہ کس قدر عظیم تبدیلی ہے جو عالمگیر پیمانہ پر رونما ہونے والی ہے (مادی نظریئے کی ان دو صورتوں کے مظہر دو ممالک قرار دیئے گئے ہیں) امریکہ اور روس - لیکن اب یہ امر نظر آنے لگا ہے کہ ایک تیسرا نظریہ حیات یا تیسری دُنیا بھی ان دو نظریہ ہائے حیات کے مقابل موجود ہے اور وہ ہے اسلامی یا روحانی انسانی اقدار پر مبنی نظریۂ حیات - یہ تیسرا نظریۂ حیات جب اپنی کامل صورت میں مسلّم و مقبول ہو جائے گا جس کے زبردست و نمایاں آثار ہو رہے ہیں تو کیا یہ ایک عظیم ترین عملی انقلاب کا پیش خیمہ نہ بنے گا؟

اگر عیسائی اور مسلم دنیا کے حالات کا بغور مطالعہ کریں تو ان اقوام کے مروجہ معتقدات میں بھی گذشتہ نصف صدی میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں وہ انقلاب انگیز ہیں، خود عیسائی پادر اور عیسائی سائنسدان اس تحقیق کے بانی ہیں کہ حضرت عیسٰی اگرچہ صلیب پر لٹکائے گئے تھے مگر آپ کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ کو غشی کی حالت میں اتارا گیا تھا - اسی ضمن میں حال ہی میں "کفن" پر جس میں حضرت عیسٰی کو صلیب سے اتارنے کے بعد لپیٹا گیا تھا اور جو صدیوں سے محفوظ رکھا چلا آ رہا تھا جو دلیسرچ ہوئی ہے اس سے سائنٹیفک اور طبی طور پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس "کفن" پر جو نشانات و علامات اور خون کے دھبے پائے گئے ہیں وہ سب ایک زندہ انسان کا ثبوت دیتے ہیں - اس بارہ میں ہمارے مکرم و محترم دوست میاں ممتاز احمد فاروقی نے جو کتاب حال ہی میں اردو اور

انگریزی میں شائع فرمائی ہے یعنی "کسرِ صلیب" اور [illegible] اور جس میں نہایت محنت سے خود عیسائیوں کی دریافت کے تمام مواد مع تصاویر کے جمع کر دیا گیا ہے یہ ایک ایسا علمی و تحقیقی شاہکار ہے جس کی عظمت کا پورا اندازہ ابھی نہیں ہوا لیکن وقت گذرنے پر یہ معلوم ہو جائے گا کہ عیسائی مذہب جن اساسی معتقدات کا داعی ہے ان کے تابوت میں یہ آخری میخ ہے - اس لئے کہ جب مسیح کا صلیب پر مر جانا ہی ثابت نہیں بلکہ برعکس اس کے صلیب سے زندہ اتارے جانا ثابت شدہ حقیقت ہے تو نہ کفارہ کا بنیادی عیسائی اعتقاد باقی رہا اور نہ ہی ایسے باطل و بیہودہ اصول پر ایمان کا سوال رہا - اس طرح مروجہ عیسائی معتقدات کو لیں تو وہاں بھی نمایاں انقلاب رونما ہو چکے ہیں - حضرت عیسٰی کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کے باطل عقیدہ کو اب کون فہمیدہ و سنجیدہ مسلمان مانتا ہے؟ حالانکہ ایک صدی قبل اس عقیدہ پر ایسا مضبوط و محکم ایمان تھا کہ ہر مسجد سے برملا، جمعہ کے روز یہ ندا بلند ہوتی تھی کہ قربِ قیامت کی تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں - اس لئے عنقریب حضرت مسیح ناصری آسمان سے اترنے والے ہیں - مگر اس بارہ میں اب تمام زبانیں خاموش ہو چکی ہیں حالانکہ چودھویں صدی جو نزولِ مسیح کا زمانہ سمجھی جاتی تھی اختتام پر ہے - بلکہ اس کے برعکس خود الازہر کے علمائے مصر مثلاً علامہ شلتوت اور مفتی محمد عبدہٗ حضرت عیسٰی کی وفات کے قائل ہو چکے ہیں -

مغربی نظریہ قومیت کے مقابل اسلامی نظریۂ قومیت کا ابھرنا بھی ایک عظیم نظریاتی انقلاب ہے جو برصغیر کے مسلمانوں میں آیا اور جس کی بنیاد پر ایک نئی حکومت پاکستان کی بنا پڑی - اس ضمن میں راقم الحروف نے ۱۹۴۸ء میں ایک مضمون اس کے محرکات و عوامل پر تحریر کیا تھا اور جو دو اقساط میں اس اخبار کے کالموں میں پھر سے طبع ہو رہا ہے - اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی نظریۂ قومیت کی طرف برصغیر کے مسلمانوں کا رجوع درحقیقت ان کا قرآن و سنّت کی طرف رجوع کا ایک قدم ہے جس کا باعث یہ ہے کہ اس برصغیر میں نہ صرف گذشتہ صدیوں سے مجدّد مبعوث ہوتے رہے بلکہ یہ بھی کہ چودھویں صدی کے مجدّدِ اعظم حضرت مسیح موعودؑ کا ظہور بھی اسی ملک میں ہوا -

مسلمان قوم کا اپنے دین کی جانب ایک اور انقلابی قدم حالیہ لاہور کانفرنس میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جب جملہ سربراہانِ ممالکِ اسلامیہ نے اپنے دین کی بنیادوں پر اپنے اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کیا - پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ اتحادِ اسلام کی یہ بنیادیں بھی مسلم مشن ووکنگ میں ٹنکو عبدالرحمٰن صاحب نے ۱۹۶۱ء میں رکھیں - جیسا کہ شیخ محمد طفیل صاحب کے مضمون سے جو گذشتہ سے پیوستہ میں نکل چکا ہے اور خود ٹنکو عبدالرحمٰن صاحب کے اُس وقت کے بیان سے جو انہوں نے اس وقت ووکنگ میں دیا تھا ثابت ہے - کہاں مسلمان ممالک کا مغربی نظریۂ قومیت کے باعث گذشتہ صدی میں انتشار و تفرقہ! اور کہاں اب ان کا اپنے دین کے اشتراک پر باہمی یگانگت و اتحاد کا مظاہرہ! کیسے کیسے عظیم انقلابات زمانہ میں!! نئی اسلامی سلطنت پاکستان کا وجود میں آنا اور سربراہانِ مملکت اسلامیہ کا دینی اخوت پر اتحاد، یہ دونوں عظیم انقلابات جماعتِ احمدیہ لاہور کی گذشتہ نصف صدی کی تحریکات اشاعت اسلام اور اتحاد بین المسلمین کا نتیجہ ہیں - پس اشاعتِ اسلام کی تحریک کے نتیجہ میں یہ عالمگیر اسلامی انقلاب رونما ہو رہے ہیں -

مسئلہ جہاد کو لے لیا جائے تو یہاں بھی وہی نمایاں تبدیلی مسلمانوں کے گذشتہ خیالات میں واقع ہو چکی ہے - جہاد کا غلط مفہوم یہ سمجھا گیا تھا کہ دینِ اسلام نے جارحانہ جنگوں کو جائز قرار ... دیا ہے یا اسلامی مملکت کی توسیع و ملک گیری کے لئے دوسروں کی آزادی کو سلب کرنے کا حق دیا ہے - حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ نہ تو اسلام میں ملکی توسیع کی خاطر جارحانہ جنگ کہیں جائز ہے نہ ہی دینِ اسلام کے منوانے کی خاطر جبر و حکومت کا کہیں کوئی جواز موجود ہے - چنانچہ حالیہ سربراہانِ ممالک اسلامیہ کی کانفرنس منعقدہ لاہور میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے برملا یہ اعلان کیا ہے کہ اسلامیانِ عالم کے اس عظیم اجلاس و اتحاد کا مقصد کسی کے برخلاف جارحانہ کارروائی کا قطعاً کوئی منشاء و ارادہ نہیں، البتہ اگر کسی اسلامی ملک پر ازراہِ ظلم و تعدی قبضہ کیا جائے تو ایسی جارحیت کے مقابل پر مدافعانہ کارروائی کا حق اسے حاصل ہے - اور مسلمان سربراہوں کا یہ عظیم اجتماع و اتحاد اس امر پر متفق ہے کہ کسی مسلم ملک کے برخلاف جارحیت کا مقابلہ کرنے میں تمام عالمِ اسلام یک زبان و متحد ہے - اب قابلِ غور بات

...... ہے کہ کہاں ملاں کا وہ بیہودہ باطل عقیدہ کہ اسلام میں جارحیت اور ملک گیری کا جواز موجود ہے اور کہاں یہ بدلا ہوا صحیح موقف کہ ہر مسلم ملک کا حق ہے کہ وہ اپنی آزادی و سالمیت کو برقرار رکھنے کے لئے جارحانہ ملک کے خلاف جہاد کا اعلان کرے۔ جس میں تمام دیگر اسلامی ممالک اس کے ہمنوا ہوں گے! گزشتہ مروجہ غلط نظریۂ جہاد کے بارے میں یہ کیسی صالح تبدیلی واقع ہوئی ہے!

اگر ہم مذہبی دنیا کے حالات سے قطع نظر سائنسی نظریات کا مطالعہ کریں تو اس میدان میں بھی ہمیں انیسویں اور بیسویں صدی کے سائنسی نظریات میں انقلاب نظر آئے گا۔ انیسویں صدی میں سائنس نے مادہ کو ازلی ابدی قرار دیا تھا اور روح کی حقیقت اور خدا کی صفات سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن بیسویں صدی کے سائنسدان اب ان نظریات کو باطل قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ اب وہ اس امر کے قائل ہیں کہ تخلیق کائنات محض میکانکی نہیں جس میں کوئی روحانی محرک نہ ہو۔ صرف فزکس اور کیمسٹری کے قوانین سے حیات کا وجود ممکن نہیں بلکہ منبع حیات کسی اعلیٰ ذی شعور ہستی کے ارادہ کن فیکون کے تحت ظہور پذیر ہوئی ہے۔ نیز مادہ فانی ہے اور یہ طاقت کی ایک قسم کی انجمادی کیفیت سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ جائے غور ہے کہ گزشتہ نصف صدی میں نظریاتی مذہبی اور سائنسی دنیا میں کیسے کیسے عظیم انقلابات بپا ہو چکے ہیں۔ ہم یہ کہنے سے رک نہیں سکتے کہ دینی و لادینی نظریات میں یہ تمام عالمگیر انقلاب انگیزیاں بلاوجہ عرض وجود میں نہیں آئیں بلکہ یہ تمام انقلاب بلاشک و شبہ خدائی منشا کے ماتحت ہو رہے اور اس کا باعث مغربی دنیا میں تحریک اشاعت اسلام اور ترویج علوم قرآن ہی ہوئے ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں پہلا کامیاب اسلامی مشن خواجہ کمال الدین مرحوم نے انگلستان میں قائم کیا، اور ۱۹۱۷ء میں پہلا قابل قدر ترجمہ انگریزی میں حضرت مولانا محمد علیؒ نے لاہور سے شائع فرمایا۔ ان دو عالی اقدامات کی ایسی زبردست مقبولیت اسلامی و غیر اسلامی دنیا میں ہوئی کہ اس وقت مغرب میں درجنوں مشن اسلام کی تبلیغ کے لئے قائم ہو چکے ہیں، اسی طرح درجنوں انگریزی تراجم قرآن کریم کے شائع ہو چکے ہیں، دیگر مغربی زبانوں مثلاً ڈچ، جرمن وغیرہ میں تراجم قرآن شائع ہو رہے ہیں۔ مشہور مغربی شہروں میں مساجد تعمیر کی جا رہی ہیں اس مادی دور میں جبکہ مذہب کو بالعموم اور اسلام کی طرف سے بالخصوص بے توجہی بلکہ منافرت ہو چکی تھی کیسے اور کیونکر اسلامی روحانی انقلاب کی طرف بدلا گیا؟ مغربی مادیت و سائنسی علوم اور عیسائیت کے بظاہر پرکشش و جذب نظریات کے برخلاف مذہبی و اسلامی نظریات کی طرف بڑھتا ہوا رجوع کیا انہی دو تحریکات یعنی مغرب میں تحریک اشاعت اسلام و ترویج علوم قرآن اور اتحاد بین المسلمین کی مرہون منت نہیں؟

اگر اس بارہ میں پھر بھی کوئی شک باقی ہو تو یاد رکھو ایسے انقلابات کی پیشگوئیاں انیسویں صدی کے آخر میں حضرت مرزا غلام احمدؒ نے کر دی تھیں۔ ۱۸۹۰ء میں جب آپ نے اشاعت اسلام کی تائید و نصرت کے لئے ایک جماعت کی تشکیل کا اعلان فرمایا تو اسی وقت آپ نے اپنی کتاب فتح اسلام میں مفصلہ ذیل پیشگوئی فرمائی:

"یہ کرسچن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک ان کے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پر زور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس طلسم سحر کو پاش پاش نہ کرے تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرہ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بت توڑ دیا جائے جو سحرِ فرنگ نے تیار کیا ہے سو اے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اٹھانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے کیا ضرور نہیں تھا کہ سحر کے مقابل پر معجزہ بھی دنیا میں آتا۔ کیا تمہاری نظر میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے کہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ کے مکروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمک دکھا دے جو معجزہ کا اثر رکھتی ہو۔

اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمۂ اسلام و اشاعت نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا تعجب تو اس بات میں ہوتا کہ وہ خدا جو حامی دین اسلام ہے، جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان رہوں گا اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دوں گا وہ اس تاریکی کو دیکھ کر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چپ رہتا اور اپنے اس وعدہ کو یاد نہ کرتا جس کو اپنے پاک کلام میں مؤکد طور پر بیان کر چکا تھا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر تعجب کی جگہ تھی تو یہ تھی کہ اس پاک رسولؐ کی یہ صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا کہ جو اس کے دین کی تجدید کریگا سو یہ تعجب کا مقام نہیں بلکہ ہزار در ہزار شکر کا مقام اور ایمان اور یقین کے بڑھانے کا وقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کو پورا کر دیا اور اپنے رسول کی پیشگوئی کو پوری کر کے دکھلایا بلکہ آئندہ کے لئے بھی ہزارہا پیشگوئیوں اور خوارق کا دروازہ کھول دیا۔ اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجا لاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گذر گئے۔ اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں۔ وہ وقت تم نے پا لیا اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کیا جائے۔"

(ا - ب)

انگریزی ترجمہ قرآن کے متعلق

مولانا عبدالماجد دریابادی کی رائے

"مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کر کے اسلام کی جو عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی ہے بلکہ ہزارہا مسلمان بھی اسلام کے زیادہ قریب آ گئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نہایت مسرت سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ ان چند کتابوں میں سے ہے جو چودہ پندرہ سال پہلے جب میں ظلمتوں اور دہریت کی گہرائیوں میں بھٹک رہا تھا۔ میرے لئے شمع ہدایت بن گرائیں اور مجھے اسلام کا سیدھا راستہ سمجھایا۔ کامریڈ والے مولانا محمد علی مرحوم بھی اس ترجمہ کے بہت شائق تھے اور وہ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے۔"

(اخبار سچ ۲۵ جون ۱۹۴۱ء)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دِل سے ہیں خُدّامِ ختم المرسلیں

فیجی سے ایک دوست کی درخواست دُعائے صحت

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ پیغام صلح سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

ایک دوست ناندی بنزا فیجی سے اطلاع دیتے ہیں کہ جماعت کے نہایت مخلص دوست مولوی عبداللطیف خان صاحب کئی دن سے بیمار ہیں۔ ان کی ٹانگ پر زخم ہو گیا ہے۔ چونکہ انہیں شوگر کی بھی تکلیف ہے اس لئے وہ زخم اچھا نہیں ہو رہا۔ مولوی صاحب جماعت کے آنریری مبلغ و خطیب ہیں۔ نہایت نیک و مخلص احباب میں سے ہیں۔ انہوں نے جملہ احباب جماعت بزرگان دین و حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ ان کی شفائے کامل و عاجل کے لئے دعا فرما دیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے۔

احمد یار۔ عفی عنہ

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

غلام نبی مسلم

اتحاد و احترامِ آدم کا داعیٔ اعظم صلعم

موجودہ دور کا انسان اپنی سائنسی و صنعتی ترقی کے زعم، اعلیٰ نظریات کے اعلانات، علم و تہذیب کی برتری کے تصوّر اور وسعت نظری کے اِدعا کے باوجود اس باہمی لوٹ کھسوٹ، استیصال، نسلی امتیازات و نفرت، اور کمزور اہلِ نوع پر جور و تشدّد سے نجات نہیں حاصل کر سکا۔ جو ہزارہا سال سے شجرِ انسانیت کی جڑوں کو کھوکھلا کرتا چلا آیا ہے، اور اتحادِ عالم، باہمی عدل و انصاف، قوموں کے حق خود ارادیت، اور مظلوم مقہور پسماندہ انسانی گروہوں سے ہمدردی کے بلند بانگ دعاوی ــ کے باوجود ان زنجیروں کو نہیں توڑ سکا، جو انسان کے حال و مستقبل کو تاریک بنائے ہوئے ہیں۔

مغربی سفید فام اقوام کے بل بوتے پر جنوبی افریقہ اور روڈیشیا میں قلیل التعداد مغربی نوآردوں کے کثیر التعداد رنگ دار باشندوں کو نفرت و حقارت کی چکی میں پیس رہے ہیں۔ ان کے ساتھ درندوں کا سا سلوک کیا جا رہا ہے۔ انسان کے ہاتھوں ہوتی انسان کی قبا چاک۔ لیکن جن اقوام نے نسل اور رنگ کے امتیازات ختم کرنے کے لئے اقوامِ متحدہ کی تنظیم قائم کی تھی، وہ اقوامِ متحدہ کی آڑ میں لاکھوں پسماندہ انسانوں کو انسانیت کی اقدار و حقوق سے محروم کر کے چند ہزار انسانوں کی انسانیت سوز خواہشات کا شکار بنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اس مہذب بیسویں صدی میں بدترین نسل پرستی کا مظاہرہ کر کے پسماندہ عربوں کے عین درمیان اسرائیلی نسل پرستوں کی ایک حکومت قائم کر دی گئی ہے۔ جس کی پشت پر مہذّب اقوام کی عسکری اور مادی قوّت ہے۔ جس کی وجہ سے لاکھوں عربوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا۔ اور آج تک اس غاصبانہ تسلّط کو قائم رکھنے کے لئے اربوں روپوں کی بربادی اور ہزاروں غریب جانوں کا اتلاف کیا جا چکا ہے اور اسی ظلم کے نتیجہ میں آج تمام دنیا معاشی بحران کے بھنور میں پھنسی ہوئی ہے۔ پھر نسل پرستانہ جذبات کو اُبھار کر یو۔ این او کے بانیوں نے پاکستان کے دو ٹکڑے کرا دیئے ہیں۔ اور جس ملک نے اس ظلم میں سب سے نمایاں کردار ادا کیا . . . خود اس میں کروڑوں انسان ایسے ہیں۔ جن کے ساتھ نسلی اختلاف کی وجہ سے کتوں سے بدتر سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

ان مفاسد کے پہلو بہ پہلو دنیا کے مختلف ممالک اور اقوام میں ایسے نیک فطرت لوگ موجود ہیں جو دل سے ان امتیازات کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ لیکن موجودہ صورتِ حالات میں وہ نہیں جانتے کہ اس بُرائی کا انسداد کیسے ہو؟ بدقسمتی سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات سے بےخبر ہیں، اور اس معاشرے کی اجتماعیت سے لاعلم ہیں جو آپؐ نے ایک قلیل مدت میں قائم کیا۔ جس میں نسل، رنگ اور مناصب کے امتیازات کو ختم کر دیا گیا۔ جس میں عدل و انصاف کی نگاہ میں انسان اور انسان میں فرق ختم کر دیا گیا۔ جس میں آقا و بندہ کی تمیز اڑا دی گئی، جس میں قیادت کی اساس نسل، رنگ، ملک اور دولت کی بجائے انسان کی نیکی اور علمی و عملی صلاحیت اور انسان پروری پر رکھی گئی۔ اور اگر آج بھی مسلمان نماز اور حج میں عالمی مساوات و اخوت کے دلکش مظاہر کے ساتھ ساتھ زندگی میں آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کر لیں تو آپؐ نے وحدتِ نسلِ انسانی کی جو بنیاد رکھی تھی وہ مختصر مدّت میں تکمیل کو پہنچ جائے۔

آنحضرت صلعم کی مشکلات

جس زمانے میں آپؐ اتحادِ عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس وقت نسل، رنگ اور خون کے اختلافات اور دولت . . . . . کی کمی بیشی پر مبنی اجتماعی اقدارِ انسانی معاشرہ کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھیں، اپنا اپنے بال بچوں، خویش و اقربا، خاندان، قبیلہ کی بقا، محبت، وقار سب سے مقدم تھا۔ اسی سے اپنوں کی بےپناہ عقیدت اور دشمن سے ناقابلِ بیان عناد ہر دوسری قدر پر مقدم تھا۔ پھر اس جبلّت کو مزید تقویت اس وقت پہنچی، جب کہ مختلف اقوام میں مختلف نسل اور قومی انبیاء اور رہنما مبعوث ہوئے۔ اس طرح ہر قوم کے افراد کے قلوب میں اپنے مذہبی رہنما اور دین پر ایمان اور اپنی نسلی برتری کے احساس نے عقیدے کا رنگ اختیار کر لیا، جس سے ہر قوم نے اپنے آپ کو خدا کی ذرّیت اور چہیتی قوم سمجھ لیا۔ دوسری اقوام کو گھٹیا شمار کیا، چنانچہ حضرت موسےٰ محض بنی اسرائیل کو نجات دلانے آئے تو اسرائیلیوں نے نحن ابناء اللہ و احباؤہٗ کا نعرہ لگایا۔ حضرت مسیح محض بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کو یکجا کرنے تشریف لائے، اور غیر اسرائیلیوں کو کتوں سے تشبیہ دی، قریش عرب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہونے پر مغرور تھے۔ اور ان کی نظروں میں غیر تو الگ خود دوسرے عرب پست و خوار تھے۔ ہندوستان کے آریاؤں کی نظر میں ہندوستان کے غیر آریہ اور دیگر ممالک کے لوگ ملیچھ اور ناپاک تھے، یہی نسلی عظمت کا تصوّر چین، جاپان، یونان اور دیگر ممالک میں تھا۔ اور افریقہ کے باشندوں سے رومیوں اور یونانیوں نے جو سلوک کیا اس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ان حالات میں آنحضرت صلعم عرب کے اُشدّ ترین نسل پرستوں کے درمیان اعلان کرتے ہیں، کہ کان الناس امۃ واحدۃ، کہ اے لوگو! تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو۔ تمہاری ایک ہی نسل ہے۔ تم ایک ہی شجر کے برگ و بار، اور ایک ہی جسم کے اعضا ہو۔ اس لحاظ سے تمام علاقوں، ملکوں، قوموں، قبیلوں، رنگوں، خاندانوں کے لوگ اولادِ آدم ہونے کی وجہ سے باہم برابر اور بھائی بھائی ہیں۔ اور ولقد کرمنا بنی آدم کے ارشاد خداوندی کے مطابق ہر انسان انتہائی احترام کے لائق ہے۔ آپؐ کے اس انقلابی اعلان سے عالمِ افکار میں ایک زلزلہ آ گیا، ایک طرف وقت کے فرعونوں، کسراؤں، قیصروں، ہیکلِ سلیمانی کے فقیہوں، کعبے کے مجاوروں، آتش کدے کے مغوں، صنم کدہ کے برہمنوں کے ایوانوں میں تزلزل پیدا ہوا تو دوسری طرف مفلسوں، یتیموں، بیواؤں، مقہور و مجبور انسانوں کے قلوب میں امنگ کی لہر دوڑ گئی۔ ان کی اُجڑی ہوئی حیات میں بہار کے آثار پیدا ہوئے۔ انہیں پسی ہوئی انسانیت کے تاریک ماضی میں احترام و عظمت کا آفتاب طلوع ہوتا نظر آیا، سعود حرّیتِ ضمیر، وحدتِ آدم، مساوات و اخوت کی نسیمِ سحر نے انسانی تقدیر کو روشن صبح کا پیغام دیا۔

آپؐ پہلے اور آخری نبیؐ تھے جنہوں نے اعلان کیا کہ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ اے اولادِ آدم! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ تم میرے جھنڈے تلے ایک مرکز پر جمع ہو جاؤ اور اُمّتِ واحدہ بن جاؤ۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے بلا امتیاز اسود و احمر، عربی و عجمی، امیر و غریب کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ انا حاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی میں وہ مرکز نقل ہوں جس کے قدموں میں تمام نسلِ انسانی کو یکجا کر دیا جائے گا۔

نسلی امتیاز میں نبیوں، رشیوں، دیوتاؤں کی اولاد ہونے کا عقیدہ ایک ایسا نظریاتی بُت ہے جس کا توڑنا سب سے مشکل کام ہے۔ بالخصوص جبکہ اس کے ساتھ ساتھ سیاسی غلبہ اور مادی قوت بھی موجود ہو، آنحضرتؐ نے خدا کی خاص قوم ہونے اور نسلی فوقیت کا بُت تو قریش، یہودی اور عیسائی قوتوں کو مغلوب کر کے توڑ ڈالا اور یہ ثابت کر دیا کہ خدا ان کے ساتھ نہیں مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ جو مختلف نسلوں، رنگوں اور مناصب کے افراد پر مشتمل ہیں۔ اور ان امتیازات سے بلند تر نظریاتی وحدت کا مجمع ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے حقائق کے میدان میں ایک ایسا دین پیش کیا جس میں تمام مذاہب کی آنا کی بھی تسکین کا سامان تھا۔ اور عالمگیر اتحاد کے لئے قابلِ قبول تعلیم موجود تھی۔

خدائے واحد کا تصوّر

آپ نے ایک ایسے خدا کا تصوّر دیا جو تمام مخلوق کا خالق، ربّ اور تربیت کنندہ ہے جس کی رحمت کا دائرہ تمام انسانوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے، جو ہر انسان کو بلا امتیاز اس کے نیک اور بد اعمال کی جزا و سزا دیتا ہے جس کی رحمت نے تمام انسانوں کو یکساں قوا بخشے، ان کی زندگی اور نشوونما کے لئے کائنات میں ہر شئے ضروری مہیا کر دی، جس کی رحمانیت سے دوست و دشمن سب مستفید ہوتے ہیں جس کا قانونِ قدرت ہر کہ و مہ پر یکساں جاری ہے

ادیم زمیں سفرۂ عام اوست ✽ چہ دشمن بریں خوان یغما چہ دوست

وہ ربّ العالمین ہے، کسی خاص نسل، ملک یا قوم کے ہاتھ بکا ہوا نہیں، نہ کسی کا اس پر اجارہ داری ہے، نہ کوئی اس کی رحمت پر مسلط ہے نہ کوئی دوسرا اس کے فیض کا تقسیم کرنے والا ہے۔ وہ وحدہ لاشریک سب کے لئے یکساں فیض رساں ہے۔

بعثتِ انبیاء

اس خالق کل شئی اور ربّ العالمین نے کسی ایک قوم کی نہیں بلکہ ہر ایک قوم کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مختلف زمانوں میں

بھیجے تاکہ اپنی اپنی قوم کو خدا شناسی کی راہ دکھائیں۔ اس لحاظ سے ہر قوم اپنے انبیاء کی صداقت اور ان کی تعلیمات کے منزل من اللہ ہونے پر فخر کر سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم کی عزت و عظمت اس بات میں ہے۔ کہ جہاں کسی قوم کے انبیاء اور محبت کی ضمانت ہے۔ اور میری اتباع کے سوا یہ نعمت کہیں اور جگہ نصیب نہیں ہوگی۔

امتیازی خصوصیت آپ نے ان تمام امتیازات کو مسترد کر دیا جو انسان کو پیدائشی حادثے سے ملتے تھے۔ کیونکہ ان میں انسان کی حقیقی عظمت نہ تھی۔ کسی ملک، کسی قوم، کسی خاندان میں پیدا ہونا کسی انسان کی ذاتی خوبی نہیں۔ انسان کی خوبی تو اس بات میں ہے کہ وہ ذہنی، روحانی اور اخلاقی صلاحیتوں میں معاشرے میں کیا مقام رکھتا ہے۔ وہ خدا سے کس قدر قریب ہے۔ وہ کہاں تک اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار یا نافرمان ہے۔ اس کے وجود سے نوع انسان کو کس حد تک فائدہ پہنچتا ہے۔ حیات ارضی میں اس کا تخلیقی اضافہ کیا ہے۔ خدا کے ہاں بزرگی کا یہی معیار ہے۔ محمدی معاشرے میں بلندی کی پستی کی کسوٹی خدا کی محبت، اطاعت یا اس کی نافرمانی ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ مکرم متقی شخص ہے۔ اور تائید الٰہی متقی اور محسن کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

عملی پہلو آپ نے وحدتِ نسلِ انسانی کا صرف نظریہ پیش نہیں کیا بلکہ عملی طور پر ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جس میں ہر نسل، قوم، ملک، قبیلے کے لوگ [illegible] ایک ہی درجے پر [illegible]، انہی میں حبش کے حضرت بلال رض تھے جو مسجد نبوی کے مؤذن اور آنحضرتؐ کے خادم خاص تھے۔ اسی بلال رض کے انتقال پر سیدنا عمر رض نے فرمایا تھا

چل بسا آج زمانے سے ہمارا آقا ؛ اٹھ گیا آج نقیب حشم پیغمبر

انہی میں سے حضرت زید بن حارث حضورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے، جو جنگ موتہ میں سپہ سالار تھے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ پھر انہی زید رض کے صاحبزادے اسامہ تھے جنہیں آپ نے بچوں کی طرح گود میں پالا، اور اٹھارہ سال کی عمر میں لشکر کا سپہ سالار بنا کر اکابر صحابہ رض کو آپ کے ماتحت کر دیا۔ پھر ان غلاموں اور لونڈیوں کو کامل آزادی رائے بخشی۔ چنانچہ جب آپ نے اپنی آزاد کردہ لونڈی بریرہ سے فرمایا کہ وہ اپنے خاوند سے طلاق نہ لے اور جب آپؐ نے بریرہؓ کے پوچھنے پر فرمایا کہ یہ میرا مشورہ ہے حکم نہیں ہے تو اس نے کمال آزادی سے فرمایا کہ "مجھے آپ کا مشورہ قبول نہیں۔"

اسی طرح آپؐ کے حرم میں قریش، یہودی اور نصرانی قوم کی خواتین تھیں لیکن کسی سے امتیازی سلوک نہ تھا۔ چنانچہ ایک بار ام المومنین حضرت صفیہ کا کسی قریشی زوجہ نبیؐ سے تنازعہ ہوگیا تو انہوں نے حضرت صفیہ کو یہودن ہونے کا طعنہ دیا۔ [illegible] میرا باپ حضرت موسےٰ، میرا چچا حضرت ہارونؑ اور میرا شوہر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دامنِ رحمت کی وسعت آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ آپ نے اپنے خاندان، قبیلہ، عرب قوم یا امت مسلمہ کی بہبود کی سیاست منتہی [illegible] کو شہادۃ دی [illegible] آپ ہی کی شان میں فرمایا گیا کہ یطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً۔ اور یتیموں، مسکینوں اور اسیروں کی بلا امتیاز مذہب و ملت شکم پری کیجئے۔ آپؐ نے مسلم اور غیر مسلم ہمسایوں کی خدمت کو جزوِ ایمان ٹھہرایا اور آپ ہی کی شان میں نازل ہوا۔ یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم۔ آپ ہی نوع انسان کے بوجھوں کو ان سے دور کرتے ہیں۔ اور غلامی، غربت، ذلت، مسکنت کی جو بھاری زنجیریں انہیں دبائے ہوئے ہیں، آپ انہیں توڑ پھینکتے ہیں۔ اور کسی قوم کی دشمنی آپ کو ان کے ساتھ بے انصافی پر آمادہ نہیں کرتی۔ اور آپؐ ہر حال میں عدل و انصاف کا دامن تھامے رکھتے ہیں۔ خواہ آپ کے یا اپنے اعزہ و احباب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

آپ نے حریت ضمیر، آزادی مذہب، رواداری، اخوت اور مساوات کا جو درس چودہ سو سال قبل دیا وہ آج پھر انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑ رہا ہے اور غیر شعوری طور پر اہل علم طبقہ آپؐ کے پیغام کو قبول کر رہا ہے۔ بدقسمتی سے آج کا مسلمان آپؐ کے پیغام رحمت و اتحاد اور غیر مسلم اقوام کے درمیان دیوار بن کر حائل ہو چکا ہے۔ اور آپ کی تعلیمات قرآن و سنت کے اوراق میں بند پڑی ہیں۔ اگر آج ہم آپ کے اسوۂ عالمگیر [illegible] کی صدا پر لبیک کہے گا۔

مملکت پاکستان کیونکر وجود میں آئی (بسلسلہ [illegible])

نقشہ کو اپنی جماعتی زندگی میں پیش کیا کرتی ہیں اور ان تمام اخلاق عالیہ اور صفات محمودہ کی حامل ہوا کرتی ہیں جن کا دنیا میں پیدا کر دکھلانا ہی ساری تبلیغ و اشاعت کی غرض و غایت ہوا کرتا ہے۔ اور جس کے فقدان سے ہی دنیا میں فتنہ فساد برپا ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی ہی بلند پایہ جماعت کے اخلاقِ حسنہ اور نظام اسلامیہ کا اثر ہوا کرتا ہے کہ پھر اس سے ساری قوم متاثر ہوا کرتی ہے۔ کسی شخص کے گہرے ایمان یا دلائل و براہین قائم کرنے کا موجب تو بن سکتے ہیں مگر کسی کی زندگی عملوا الصلحت کا مصداق بنانے کے لئے ایک عمل صالحہ پر قائم گروہ کا وجود ضروری و لازمی امر ہے۔ ایمان سے ایمان اور عمل سے عمل پیدا ہوتا ہے اور قومی کردار میں تبدیلی و اصلاح کے لئے ایک تبدیل شدہ جماعتی نظام کی ضرورت ازبس لابدی ہے۔ جب تک مسلم قوم کی اخلاقی تربیت کا سامان ایک بلند پایہ جماعتی نظام۔ مرکزی اخلاقی طاقت سے نہ کیا جائے گا۔ تب تک پاکستان کا قیام حقیقی معنوں میں وجود میں نہ آئیگا اور نہ ہی غیروں میں اشاعت و تبلیغ اسلام جاری کی جا سکے گی۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی قوم کی اخلاقی و دینی تعلیم و تربیت کے لئے کسی مرکزی نظام اور جماعتی [illegible]

محترم فخرالدین احمد۔ راولپنڈی

حضرت امام الزمانؑ کے مشن کی تکمیل کی طرف ایک مزید قدم

اتحاد و دعوت اسلام کے لئے اسلامی سربراہی کانفرنس

اس کائنات کے خالق مالک۔ اور قادرِ مطلق شہنشاہ کو ہر حمد و ستائش زیبا ہے۔ ذہن و زبان جس قدر صفات اور محاسن سے آشنا ہیں۔ وہ سب اس ذات بے ہمتا میں موجود ہیں۔ اہلِ بصیرت کو صفاتِ الٰہیہ کرنوں کی طرح اس وراء الوریٰ ہستی کا پتہ دیتی ہیں جو مسند نیرانی ذی ہے۔ اس منبع جمیع صفاتِ کاملہ کی ایک صفت مکالمہ مخاطبہ بھی ہے۔ جب وہ قادرِ یگانہ اس جہان میں اپنی تخلیق کائنات کے نقش و نگار بکھیر چکا تو اس کا کلام شروع ہوا۔ اس نے زمین سے، پہاڑوں سے سیاروں اور ستاروں سے کلام کیا۔ شہد کی مکھی سے کلام کیا۔ حضرت ابوالبشر سے۔ فرشتوں سے اور جنوں سے کلام کیا۔ اس باری تعالےٰ کی باتیں اس کی ہستی کا نشان ہیں۔ اس کی باتیں ختم نہیں ہوتیں۔ یہ باتیں ازل سے ابد تک دلوں کو استقامت اور ذہنوں کو فراست عطا کرتی رہی ہیں اور رہیں گی۔ صفحۂ ہستی کے درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی میں بدل دیئے جائیں تب بھی خدا کی باتیں ختم نہ ہوں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس سے چاہتا کلام کرتا ہے۔ واللّٰہ یختص برحمتہٖ من یشاء۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

اس حسینِ کلام انسان کے آئینہ دل کو صیقل کر کے جلا بخشتا ہے۔ یہ اس رحمان اور رحیم کا بنی نوع انسان پر احسان ہے کہ ابھی کوئی آبادی نہیں۔ اور نہ کوئی قوم ایسی گذری ہے جن میں ان کے حیات آفریں کلام کے نشان نہ ملیں۔ شاعرِ مشرق نے برصغیر کی شان میں نغمہ سرائی کرتے وقت اس حقیقت کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہے:۔

بندے کلیم جس کے پربت جہاں کے سینا

برصغیر کے انہی کلیموں میں سے اس زمانے کے امام حضرت میرزا غلام احمد قادیانی تھے جو خلعت ماموریت اور عصائے مجددیت سے سرفراز کئے گئے۔ اللہ کریم و تبارک نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق آپؑ سے کلام کیا۔ اور دل کھول کر باتیں کیں۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی بات کو توجہ سے سننے والا ہو اور پھر وہ پیارا بھی ہو تو اس سے بار بار اور بے اختیار باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الوقت سے اللہ تعالیٰ نے اس کثرت سے کلام کیا کہ اولیائے اُمت اور اُمم سابقہ میں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ کثرتِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے نوازے جانے میں حضرت امامؑ ہمام فرد مخصوص کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور آپ سے پہلے جس قدر مجدد۔ محدث اور اولیاء گزرے ہیں انہیں یہ دولت ملی تو ہے مگر اس اتمام اور اکمال سے نہیں۔

مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے لئے علم و فضل۔ حسب و نسب۔ مال و دولت۔ جاہ و حشم کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ دنیا میں یہ کہنے والے بہت گذرے ہیں کہ ہم اس کے زیادہ اہل تھے کہ خدا ہم سے کلام کرتا ہم علم و فضل رکھتے ہیں۔ جاہ و حشم میں۔ مال و دولت میں منعم علیہ ملہم سے زیادہ حق رکھتے تھے۔ مگر خدا جس کو چاہتا ہے اپنے لئے چن لیتا ہے اور پھر اس کا فضل قطرے کو دریا۔ اور ثریٰ کو ثریا بنا دیتا ہے۔ ہمائے اوجِ سعادت اس کلیم پر سایہ فگن رہتا ہے۔ اور فعالٌ لما یرید اپنے خاص بندے کو شہرت عام کا تاج پہنا کر بقائے دوام کے تخت پر بٹھاتا ہے۔ یہاں تک کہ گفتہ او گفتۂ اللہ ہو جاتا ہے اور حکمران اس کے کپڑوں سے اور علماء کلام سے برکت ڈھونڈتے ہیں۔

ہمارے زمانے کے امامؑ کو ربِ قدیر نے زور آور کلام سے نوازا۔ اسے اسلام کی فتح و نصرت کی بار بار بشارتیں دیں۔ کونوا مع الصادقین پر عمل کرتے ہوئے جن خوش نصیبوں نے اس کی معیت اختیار کی اور ہادی اسلام صلعم کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں جن نیک بختوں نے اس امامؑ و ہمام کو آنحضرت صلعم کا سلام پہنچایا۔ ان کے لئے برکاتِ سماوی کے نزول کی بشارتیں دی گئیں۔ اعدائے اسلام اور حق سے منہ موڑنے والوں کو ذلت۔ ناکامی اور نامرادی سے ڈرایا گیا۔ غلبۂ اسلام کے لئے بار بار خدا کے کلام میں بشارات نازل ہوئیں۔ جن کا مشاہدہ برابر کیا جاتا رہا ہے۔ آج بھی خدائے واحد لم یزل کی ایک بات بڑی صفائی اور شان سے پوری ہوئی ہے، اور اس کی گواہی کروڑوں نفوس نے دی ہے۔

حضرت مرزا صاحبؑ کو دورِ ماموریت کے اوائل میں الہام ہوا:۔

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"

یعنی اب خوشی اور تمکنت سے چل۔ تیرا وقت اب قریب اختتام ہے (یہ خوشی اور انبساط اس وجہ سے ہے کہ) محمدیوں کا قدم ایک بلند و بالا مینار پر جم گیا ہے"

"وقت" سے مراد وہ صدی ہے جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے یعنے چودھویں صدی ہجری۔ اب اس صدی کا چورانواں برس جا رہا ہے۔ گویا صدی ختم ہونے میں چھ برس باقی رہ گئے ہیں۔ اس سال اسلامی دنیا کا ایک عظیم الشان اور تاریخ ساز واقعہ اسلامی کانفرنس کی صورت میں وقوع پذیر ہوا۔ یہ کانفرنس عین موسم بہار میں منعقد ہوئی۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ پہلے اس کانفرنس کے لئے ماہ جنوری کی تاریخیں تجویز ہوئیں تھیں مگر بعد میں ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴ فروری کی تاریخیں مقرر ہوئیں۔ تاریخہائے انعقاد کی یہ تبدیلی کسی انسان کی مرہون نہیں بلکہ یہ تصرفِ الٰہیہ ہے۔ حضرت امام الزمانؑ کا ایک الہام ہے:۔

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"

اور حضرت مرزا صاحبؑ نے خود تصریح فرما دی ہے کہ اس ملک میں موسم بہار جنوری کے اخیر سے شروع ہو کر مئی کے اخیر تک جاری رہتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ محمدیوں کے قدم مینار بلند پر جم جانے کی پیشگوئی موسم بہار میں پوری ہوتا کہ اس موعودہ موسم میں خدا کی یہ بات پھر پوری آب و تاب سے سچی نکلے۔

اسلامی کانفرنس کے سلسلے میں کچھ کہنے سے پہلے میں "خدا کی بات" اور "پھر بہار آئی" کے تعلق کے بارے میں کچھ مزید امور پیش کرنا چاہتا ہوں۔

الہام "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" پہلی مرتبہ حضرت مرزا صاحبؑ کو ۹ مئی ۱۹۰۵ء کو ہوا۔ انہی الفاظ میں یہ الہام ایک بار پھر بعد میں بھی ہوا۔ گویا یہ الہام بھی موسم بہار میں ہوا۔ اس کے پرشکوہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ موسم بہار میں بار بار نشان ظاہر ہوں گے اور خدائے قادر و توانا کی باتیں بار بار پوری ہوں گی۔ زمین و آسمان بدل سکتے ہیں مگر خدا کی باتیں نہیں بدلتیں۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اس لئے یہ کیونکر ممکن تھا کہ اسلامی کانفرنس کا انعقاد موسم بہار کی بجائے موسم سرما میں ہوتا۔ اور پھر یہ موسم بہار کسی "خدائی بات" کے پورا ہونے کے بغیر گذر جاتا۔ اور۔ ادھر صدی میں چھ برس باقی رہ گئے تھے اس لئے محمدیوں کے قدموں کا ایک بلند مینار پر جم جانا بھی ضروری تھا۔ اس منار کی بلندی میں اشارہ اول تو اس امر کی طرف ہے کہ "پلیٹ فارم" بڑا نمایاں ہوگا۔ اور دوسرے اس امر کی طرف بھی ہے کہ "محمدی" یعنے ممالک اسلامیہ عمومی سطح سے بلند ہو کر وسیع تر ملی مفاد پیش نظر رکھیں گے۔ اب اگر کانفرنس کی کارروائی کو سامنے رکھا جائے تو یہ دونوں امور حقیقت کے لباس میں نظر آتے ہیں۔ اس کانفرنس کی روئداد دنیا بھر میں ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے نشر ہوئی۔ دنیا کے مسلم اور غیر مسلم ملکوں کی نگاہیں اس کانفرنس کے فیصلوں پر مرکوز تھیں اور پھر یہ کانفرنس اس شہر میں منعقد ہوئی جس میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" پر حضرت امام الزمانؑ کا لیکچر سب تقریروں پر بالا رہا۔ اسی معمورہ میں حضرت امامؑ نے بین الملی اتحاد کے لئے اپنی زندگی کے آخری ایام میں پیغام صلح لکھا۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس کانفرنس میں فلسطینی تحریک آزادی اور اُردن۔ عراق و ایران۔ پاکستان و افغانستان کے بین المملکتی ...... مسائل زیر بحث نہیں آئے بلکہ ہر قسم کے اندرونی تنازعوں سے بلند و بالا ہو کر ملی مفاد اور حبل اللّٰہ کو اجتماعی رنگ میں مضبوطی سے پکڑنے کے عہد و پیمان کئے گئے ہیں۔

اس کانفرنس کی تاریخہائے انعقاد کی ایک اور بھی خصوصیت ہے۔ ۲۲ فروری حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یوم ولادت ہے۔ ایک روایت کے مطابق شاعر مشرق علامہ اقبال کی ولادت بھی اسی تاریخ کو ہوئی۔ امسال اسی تاریخ کو دوسری اسلامی کانفرنس

شروع ہوتی ہے۔ حضرت امامِ اعظم کی خدماتِ جلیلہ اسلامی سے کون واقف نہیں۔ اتحادِ اسلامی کے لئے آپ نے کلمہ طیبہ کی بنیاد پر زور دیا تھا۔ آپ "ننانوے وجوہ کفر کے باوجود ایک وجہ ایمان رکھنے والے" کو بھی مسلمان گردانتے تھے اس لئے عالمِ اسلام میں اتحاد کے لئے آپ کو ایک منفرد مقام حاصل رہا ہے۔ اب آپ کی تاریخِ ولادت کو اتحادِ اسلام کے لئے بھرپور کوشش کرنے کے لئے ایک بین الملی کانفرنس کا آغاز ہوتا ہے۔

لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنس دوسری کوشش ہے جو شرقِ وسطےٰ کے مسائل حل کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ پہلی کانفرنس عرب اسرائیل کے درمیان ۱۹۶۷ء میں ہونے والی جنگ کے بعد ستمبر ۱۹۶۹ء میں رباط (مراکش) میں بلائی گئی تھی۔ اس موقعہ پر ۲۴ اسلامی مملکتوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے۔ لاہور میں ہونے والی کانفرنس میں ایک بادشاہ۔ ایک سلطان تین امراء، تیرہ صدور۔ چھ وزرائے عظمےٰ اور کئی دوسرے وزراء نے ۳۷ اسلامی مملکتوں کی نمائندگی کی ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت بھی اس کانفرنس کی نمایاں حیثیت پر ایک دلیل ہے۔

اس کانفرنس کے فیصلوں اور قراردادوں کا نقل کرنا موجب طوالت ہوگا۔ البتہ یہ ذکر ناضروری ہے کہ کانفرنس نے اسلامی مملکتوں سے افلاس۔ بیماری اور ناخواندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے عزم بالجزم کا اظہار کیا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کے ہاتھوں ترقی پذیر ملکوں کے استحصال کا سلسلہ بند کئے جانے پر زور دیا ہے۔ بیت المقدس میں عرب اقتدار کی بحالی اور غصب شدہ عرب علاقوں کی بازیابی کے لئے جدوجہد میں اتحاد اور اشتراکِ عمل کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ان قراردادوں کو پڑھنے کے بعد میرا ذہن حضرت مرزا صاحبؑ کے ایک رؤیا کی طرف منتقل ہوگیا جو ۱۹۰۵ء کا ہے۔ اس رؤیا میں آپ کو یکے بعد دیگرے چار کاغذ دکھائے گئے۔ پہلے کاغذ پر لکھا ہوا تھا "آتش فشاں"۔ دوسرے کاغذ پر "مَصَالِحُ الْعَرَب۔ مَسِيرُ الْعَرَب" تحریر تھا۔ تیسرے کاغذ پر "بامراد" تحریر تھا اور چوتھے کاغذ پر "رد بلا" تحریر تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۷۳ء (رمضان المبارک) میں کس طرح عرب اسرائیل جنگ آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹی۔ اور پھر عرب ممالک کی بھلائی کے لئے ایک راستہ اسلامی کانفرنس کے انعقاد سے متعین ہوا۔ یہ راستہ منزلِ مراد تک پہنچائے گا اور انشاء اللہ بلائے ناگہانی رد ہو جائے گی۔

حضرت امام الزمان نے انیسویں صدی میں پائی جانے والی پریشان حالی سے مضطرب ہوکر خشوع و خضوع اور دردِ دل سے بارگاہِ ایزدی میں دعائیں کیں۔ آپ نے خون کے آنسو رلانے والا مرثیہ اسلام لکھا۔ دینِ اسلام آپ کو حضرت امام زین العابدین کی طرح بے یار و مددگار بےکس و تنہا نظر آیا جب کہ چاروں طرف یزیدی لشکر موج در موج امڈتے چلے آتے تھے بدباطن اور بدگہر اسلام کے معصوم چہرے پر تیر برسا رہے تھے۔ آپ کبھی تو یوں آہ و زاری کرتے ہیں :—

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج دکھا اس دیں کے چمکانے کے دن
تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دیں میت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن

کبھی فریاد کرتے ہیں :—

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
اِک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار
اس دیں کی شان و شوکت یارب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹا دے مری دعا یہی ہے

ان مضطربانہ دعاؤں کو حضرت باری تعالےٰ نے قبول کیا اور ۱۹۰۶ء کے موسمِ بہار یعنی مارچ کے مہینے میں الہاماً بتایا گیا کہ :—

"وہ دعائیں سب قبول ہوگئیں۔ ان دعاوں میں
اسلام کی قوت اور شوکت کے لئے دعا بھی تھی۔"

کانفرنس کی کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے ملکی اور غیرملکی اخباروں نے اسے شوکتِ قوت اسلام کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ ایک یورپی جریدہ نے حضرت امامؒ کے الہام منارِ بلند تر پر قدمِ محکم پڑنے کا یوں اعتراف کیا ہے :—

"Islamic Countries growing in Stature" (Rude Pravo Prague.)

اسلامی کانفرنس یا متحدہ اقوامِ اسلام کا تصور پہلی بار عزت مآب عبدالرحمٰن پترا وزیراعظم ملائیشیا نے آج سے تیرہ سال قبل اس منبر سے کیا جو حضرت امام الوقتؑ کے شاگردوں نے امام ہمام کے رؤیا کی بناء پر ووکنگ میں کھڑا کیا تھا۔ حضرت امام ہمام کو رؤیا میں دکھایا گیا کہ انہوں نے لندن میں ایک منبر پر کھڑے ہوکر سفید فام پرندے پکڑے ہیں۔ اس رؤیا کی تعبیر آپ نے یہ کی تھی کہ آپ کی جماعت کے ذریعہ انگلستان میں تبلیغی مشن قائم ہوگا۔ چنانچہ ۱۳ — ۱۹۱۲ میں حضرت امام الوقت کے ایک پاکباز شاگرد خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ووکنگ مسلم مشن کی بنیاد ڈالی جس کے ذریعے سینکڑوں انگریز حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اس مشن کی سرگرمیاں دور دور تک پھیلتی گئیں یہاں تک کہ جزائر غرب الہند و شرق الہند میں بھی تحریکِ اسلام نے کروٹ لی۔ اسی ووکنگ مشن کی مسجد سے تنکو عبدالرحمٰن صاحب نے ۱۹۶۱ء کے موسمِ بہار میں عید رمضان کے موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے

"اسلامی ملکوں کی دولتِ مشترکہ"

کے قائم ہو جانے پر زور دیا تھا۔ آپ نے فرمایا :—

"میں ایک جہانِ نو کے نمودار ہونے کا نظارہ کر رہا ہوں۔ یہ مستقبل کے افق سے ابھر رہا ہے۔ اس وقت ہم مسلمان مل بیٹھیں گے۔ مگر ہماری غرض کسی بلاک کے مقابل صف آرا ہونا نہیں ہوگی۔ بلکہ ہم بنی آدم کی مرفعۃ الحالی کی تجاویز پر سوچ و بچار کریں گے۔ میری تمنا ہے کہ دولتِ مشترکہ برطانیہ کے نمونے پر اسلامی ملکوں کی دولتِ مشترکہ قائم کی جائے۔ اس طرح ہم بہت کچھ بھلائی کی باتیں کر سکیں گے۔ آپ لوگ جو یہاں جمع ہیں اپنے اپنے ملکوں کی حکومتوں پر تحریص دباؤ یا اثر و رسوخ کے ذریعے اس دولتِ مشترکہ کی افادیت جتا سکتے ہیں۔ ہماری غرض صرف یہ ہوگی کہ ہم ایک دوسرے سے قریب آ جائیں۔ ہمارے عمل میں اشتراک اور ہم آہنگی پیدا ہو۔ اور ہم متحد اور مل جل کر رہ سکیں"۔

تنکو صاحب کی یہ آرزو جب پوری ہوئی تو انہیں اس تنظیم کا پہلا سیکرٹری جنرل مقرر کیا گیا۔ حالیہ اسلامی کانفرنس کے انعقاد سے پہلے بنگلہ دیش اور پاکستان کے مابین تعلقات استوار کرنے میں اسلامی ملکوں کے سربراہوں نے جو قابلِ تعریف کردار ادا کیا ہے۔ اس سے خدا کی ایک اور بات موسمِ بہار میں پوری ہوئی ہے ۱۹۰۶ء میں حضرت مرزا صاحب کو خدا نے بتلایا :—

"پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی"

یہ الہام ایک مرتبہ اس وقت پورا ہوا جب تقسیم بنگالہ کا حکم تاجِ برطانیہ نے منسوخ کر دیا۔ اس منسوخی کا اعلان سن کر علامہ اقبال مرحوم نے لکھا تھا

مندمل زخمِ دلِ بنگال آخر ہوگیا
وہ جو تھی پہلے تمیز کافر و مومن گئی۔ (سرودِ رفتہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۳۲)

دل کے زخم کا مندمل ہونا "دلجوئی" کی واضح تفسیر ہے۔ اور تمیز کافر و مومن کے الفاظ جتنے حالیہ واقعات پر صادق آتے ہیں اتنے شاید ۱۹۱۱ء کے واقعہ پر نہیں۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو خدا کی باتیں پوری ہوتے دیکھ کر مامورِ زمانہ کا ساتھ دیتے ہیں۔

اے سونے والو جاگو کہ وقتِ بہار ہے
اب دیکھو آکے در پہ ہمارے وہ یار ہے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن۔

آمدہ مضامین } جناب میاں رحیم بخش صاحب کراچی، جناب فخرالدین احمد صاحب راولپنڈی، جناب محمد جلال الدین اکبر صاحب راولپنڈی، جناب حکیم اللہ دتہ صاحب وزیرآباد کے مضامین وقت پر نہ مل سکے، لہٰذا انہیں آئندہ شماروں میں نذرِ قارئین کیا جائے گا۔
(مسلم - مدیر پیغام صلح)

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

مملکتِ پاکستان کیونکر وجود میں آئی؟
(قسط نمبر ۲)

مسلمانوں کے عروج کی داستان ان کے دینِ اسلام پر یقین و عمل کی داستان ہے چنانچہ اس حقیقت کو اس زمانہ میں سب سے پہلے حضرت مجددِ وقتؑ نے سمجھ کر انہیں اس طرف توجہ دلائی۔ ؎

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بہ آید ہم ازیں رہ بالیقیں

آپ کی اور آپ کے شاگردوں کی مساعی سے برصغیر میں بالخصوص مسلمانوں کا اپنے دین پر یقین دوبارہ پیدا ہوا تو یہاں کے مسلمانوں نے اس بنا پر اپنے لئے علیحدہ مملکت کا مطالبہ کیا ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان لاہور میں پاس ہوئی۔ پھر اس مسلم اتحاد کی لہر نے وسیع ہو کر جملہ اسلامی ممالک کو اپنی لپیٹ میں لیا اور اس سال اسلامی کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔ جہاں لاہور کو ان دونوں اقدامات یعنی برصغیر کے مسلمانوں کے اتحاد اور کل عالم کے مسلمانوں کے اتحاد کا شرف حاصل ہوا وہاں لاہور کے شہر سے مغربی ممالک میں اشاعت اسلام اور ترویجِ علوم قرآن کی تحریک کا آغاز ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۴ء میں ہوا۔ انہی دو اقدامات کا ذکر مجددِ صد چہاردہم کے دو الہامات میں کیا گیا تھا۔ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" .... "لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں"۔ راقم الحروف نے ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے محرکات پر جو مضمون شائع کیا تھا۔ اس کی پہلی قسط گزشتہ ایشوع میں شائع ہوئی اور اب دوسری قسط شائع کی جا رہی ہے۔ مغربی نظریہ سیاست و قومیت کی بجائے جب تک اسلامی نظریات کے مطابق مسلمانوں کی زندگیوں کو سنوارنے کی طرف کوئی پروگرام بنایا جا کر اس پر عمل پیرائی نہ ہوگی تب مسلمانوں کے عروج کا تیسرا قدم نہ اٹھ سکے گا۔ یقیناً اسلامی نظریہ قومیت اور جملہ مسلمان سربراہان ممالک کا حالیہ اتحاد قابلِ صد مبارکباد ہے لیکن اس کی ٹھوس بنیادیں محض سیاسی و اقتصادی اور دیگر نظاموں میں اتحاد پر قائم نہیں بلکہ مسلمانوں کا اپنی عملی زندگیوں میں اسلامی تہذیب و تمدن کو اختیار کرنے پر قائم ہیں۔ اس بارہ میں حضرت مجددِ وقتؑ نے بھی یہ پیشگوئی فرما دی ہے۔ ؎

چوں دورِ خسروی آغاز کردند — مسلماں را مسلماں باز کردند

(ا - ب)

صداقتِ اصولِ حقہ پر یقین

بہت سے لوگ یہ بھی اعتراض کرنے کے عادی ہیں کہ جب تک کوئی لیڈر مسلمانوں کو حکومت و سلطنت نہ دلا دے تب تک اس کی طرف کوئی انقلاب منسوب کرنا بے معنی ہے۔ اگر وہ غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ مسلمان قوم کا شیرازہ دیگر اقوام سے بکلی مختلف ہے۔ جہاں دیگر اقوام کی بنا ان کا وطنی یا نسلی اشتراک ہے وہاں مسلم قوم کی وحدت کی بنا اس امر پر منحصر ہے کہ ان کے قلوب صداقت اصولِ حقہ سے کس قدر لبریز ہیں۔ جس قدر قلوب میں یہ یقین زیادہ ہوگا اسی قدر ان کا باہمی رشتۂ اخوت مضبوط و مربوط ہوگا اور جتنا ان کا ایمان اصولِ اسلام و تعلیم فرقان پر کم ہوگا اسی نسبت سے ان میں باہمی یگانگت و اتحاد کمزور رہے گا مسلم قوم کے شیرازہ کی بنیادیں اور اس قومیت کے اتحاد کی مضبوطی یا کمزوری کا دار و مدار فرقانی تعلیم پر درجہ یقین سے وابستہ ہے۔ جبکہ اور کوئی منسلک کرنے والی شئے ہے نہیں تو انہی صداقت کے اصولوں پر ایمان اور اس کی مضبوطی پر قومیت کی بنیادیں استوار ہیں۔ پس جو شخص فرقانی صداقت کو قلوب میں گاڑنے کا موجب ہوگا وہی حقیقتاً مسلم قومیت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے والا ہوگا۔ اب جائے غور ہے کہ چودھویں صدی میں کس خادم اسلام نے تمام دنیا کو للکارا اور کس نے ببانگِ دہل فرقانی تعلیم کی فضیلت پر غیروں کو چیلنج پر چیلنج دیئے، جس سے نہ صرف اپنوں کے پست حوصلے بلند ہو گئے بلکہ قلوب میں صداقت گھر کر گئی اور اس طرح باہمی قومیت کی رسی مضبوط ہو گئی۔ ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

کسی ملک کے لوگوں کا یہ دعویٰ کہ ہم سب مسلمان ہونے کے باعث دوسروں سے علیحدہ حیثیت و قومیت رکھتے ہیں اور اس دعویٰ پر غیروں کے مقابل متحد قیام و ثبات ایمان کا ایک دعویٰ ہے جس کی بنا پر خدا تعالیٰ کی یہ معجزانہ عطا ہے کہ ایک سب سے بڑی اسلامی مملکت کا وجود عالمِ شہود میں آ گیا۔ پاکستان کا وجود میں آ جانا ایک شئے ہے لیکن اس کا مضبوط طور پر قائم و دائم ہو جانا اور صحیح و سچے معنوں میں اسلامی سلطنت بن جانا ایک دیگر امر ہے۔ جہاں خدا تعالیٰ کی اس نعمت و برکت پر ہمیں سجداتِ شکر بجا لانے کا موقعہ ہے۔ وہاں اس سے زیادہ توجہ اس امر کی طرف دینی ضروری ہے کہ یہ ایمان کا دعویٰ سچا کیونکر ثابت کر دکھلایا جائے کیونکہ سچائی کے بغیر ثبات و قیام ممکن نہیں۔ جہاں قرآن کریم نے یہ ارشاد فرمایا ہے تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء ..... و تعز من تشاء و تذل من تشاء۔ یعنی سلطنت کی عطا ایک ربانی عزت ہے وہاں قرآن نے خلافت کی یہ شرائط بھی بیان فرمائی ہیں وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض۔ یعنے ہمارا وعدہ خلافت کا ان لوگوں سے متحقق ہوا کرتا ہے جن میں صفات ایمان اور عمل صالح موجود ہوں اور دوسری جگہ اسی مضمون کو ان الفاظ طیبہ میں ادا کیا ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون۔ ہم نے زبور میں ذکر کر دیا ہے کہ زمین کی وراثت صالح بندوں کی ملکیت ہوگی۔ قابلیت و صلاحیت کسی فرائض و عہدہ کو نبھانے کے لئے ضروری و لازم فرقانی شرائط ہیں۔ جو کتاب خود یہ حکم دیتی ہو ان تؤدوا الامانات الی اہلہا کہ امانتوں و فرائض کو ایسے لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے ادا کرنے کے واقعی اہل و قابل ہوں تو کیا ایسی کتاب کے نزدیک سلطنت و حکومت کبھی ایسے ہاتھوں میں رہ سکتی ممکن ہے جو اس کے اہل نہ ہوں اور جو ایسی بھاری خدائی امانت کو دیانت سے ادا نہ کر سکتے ہوں؟ کسی فرد یا قوم کی قابلیت کا اصل پتہ اس وقت لگتا ہے جب اس پر زیادہ ذمہ داری کا بوجھ ڈالا جائے چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو مسلمان اس سے قبل حکومت کی رٹ لگا رہے تھے وہ بھی آج حکومت مل جانے پر معترف ہیں کہ ہماری قوم میں ابھی تک وہ صلاحیت موجود نہیں جس سے یہ قوم سلطنت سنبھالنے کی اہل کہلا سکے۔ کثرت ایسے اصحاب کی تھی جو اس امر سے متفق نہ ہوتے تھے کہ پہلے کسی قوم میں وہ صفات موجود ہونی چاہئیں جو سلطنت چلانے کے لئے ضروری ہیں اور پھر ایسی قوم کو حکومت عطا ہونی چاہیئے۔ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ پہلے حکومت مل جائے تو پھر اس کے بعد اعلےٰ صفات کا پیدا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن آج واقعات سے اس اصول کی صداقت بھی روزِ روشن کی مانند ظاہر ہو گئی ہے کہ اصل اور مشکل چیز تو صلاحیت پیدا کرنا ہے نہ کہ حکومت لے لینا، اگر حکومت حاصل بھی ہو جائے تو بھی اس کی وجہ سے لازماً صلاحیت کا پیدا ہو جانا ضروری نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اکثر دفعہ تو حکومت و سلطنت پیدا شدہ اوصاف کو گنوا دینے کا براہ راست موجب بن جایا کرتی ہیں۔

پاکستان میں مساوات و اخوت کا عملی رنگ

جہاں اس میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں کہ مسلمان قوم نے اپنے ایمان کے بدلے ہر شئے قربان کر دی مگر کفر پر اسلام کو ترجیح دی وہاں تصویر کا دوسرا رخ بھی موجود ہے کہ زندگی کے عملی میدان میں اور عملوا الصالحات کا نمونہ پیش کرنے سے من حیث القوم وہ عاجز رہی ہے۔ جن اصحاب نے محض اپنے ایمان کو سلامت رکھنے کے لئے ہند سے ہجرت کر کے پاکستان میں پناہ لی۔ ان کے ساتھ مجموعی طور پر یہاں کے باشندوں نے کیا سلوک کیا؟ مساوات و اخوت کے اسلامی

موسے کہاں تک دکھلائے گئے؟ ہمدردی اور ایثار سے قطع نظر اگر صرف عدل و انصاف کو ہی برقرار رکھا جاتا تو غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی املاک و اموال کا صحیح حقدار کون تھا؟ اس کو ہی دیکھا جاتا تو آج یقیناً قوم کی حالت کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ یہاں انفرادی حالت کا سوال نہیں۔ کیونکہ افراد میں سے بہتوں نے اپنی ہمت و استطاعت سے بڑھ کر خدمت ادا کی۔ بلکہ یہاں قوم کی مجموعی حالت اور کثرت کا ذکر ہے۔ بعض واقعات تو ایسے بھی ہوئے کہ وہ لوگ جو ہندوستان سے اپنے اموال و عزت لٹا کر پاکستان میں سر چھپانے آئے ان کے مالوں اور عزت پر یہاں بھی ڈاکہ ڈالا گیا۔ حکومت کی طرف سے جو اخراجات مہاجرین کی امداد کے لئے منظور کئے گئے انہیں ذاتی تصرف سے خورد برد کیا گیا۔ اور اس وقت جبکہ اپنی حکومت قائم ہو چکی ہے اپنے گھر کا کیا نقشہ ہے؟ کیا کافر اور غیر کی حکومت کی مشینری سے زیادہ تندہی کا زیادہ مستعدی اور قابلیت سے ہماری اپنی حکومت اپنے کاموں کو سرانجام دے رہی ہے؟ کیا بے ایمانی، رشوت ستانی چور بازاری، شراب خوری، تعیش پسندی غرباء و محتاجوں کی حالت سے قطعی بے پرواہی پہلے کی بہ نسبت کم ہے یا زیادہ؟ بعض لوگ کہتے ہیں ابھی ابتدا ہے مشکلات درپیش ہیں آہستہ آہستہ حکومت اور قوانین اسلامی کے نفاذ سے سب کچھ درست ہو جائے گا۔ اگر قوم میں مجموعی طور پر یہ زبردست خواہش موجود ہے کہ وہ اپنی عملی زندگی میں اسلام کو رائج کرے تب تو یہ امید کی جا سکتی ہے کہ حکومت کی امداد کا ہاتھ کچھ کام کر سکے لیکن اگر قوم میں سے اپنی عملی زندگی تبدیل کرنے کی خواہش مر چکی ہے تو حکومت اور اسکے قوانین کیا کر سکیں گے؟ حکومت کے افراد کہاں سے آتے ہیں قوم کا جزو ہی ہوتے ہیں اور اگر قوم کی کثرت نا اہل و قومی کردار سے نابلد ہے تو حکومت کہاں سے اہل و قابل بن جائے گی؟ حکومت تو قوم کے اخلاق و کردار کی آئینہ دار ہوتی ہے جب تک خود قوم میں تبدیلی و اصلاح کی تڑپ پیدا نہ ہوگی حکومت اور اسکے قوانین بے کار محض ہیں۔ آج یہ صداقت ہر کس و ناکس پر منکشف ہو چکی ہے بلکہ

بعض لوگ تو مایوس ہو رہے ہیں کہ قوم کی موجودہ حالت واقعی زبوں حالی کی ہے لیکن ایسا کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ عام طور پر قوم میں اپنی کمزوریوں کا احساس پیدا ہو چکا ہے اور وہ اپنی اصلاح و تبدیلی کی خواہاں ہے مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ صلاحیت مقدم و لازم شئے ہے اور اس کی عدم موجودگی میں حکومت بھی بے کار و بے بس ہے۔

سچے اور کامل ایمان کا لابدی نتیجہ اور عملی اصلاح کی ضرورت

آج کونسا دل یہ محسوس نہیں کرتا کہ کاش ہماری قوم اصلاح یافتہ ہوتی تو ہمیں کوئی خوف و خطر نہ تھا۔ کاش ہماری قوم اعلےٰ سیرت اور عمدہ اخلاقی کردار کے مضبوط اور ناقابل تسخیر ہتھیاروں سے مسلح ہوتی تو ہمیں غداروں اور خود غرضوں سے سامنا ہوتا نہ بیرونی دشمن سے مقابلہ کی تشویش۔ جو قوم اپنے عزم راسخ پر قائم، باہم متحد و منظم، ایثار و بے نفسی کا مجسمہ ہو، عدل و انصاف۔ ہمدردی و خیر خواہی بنی نوع انسان کی علمبردار ہو ایسے کونسی طاقت دنیا سے نیست و نابود کر سکتی ہے اور اگر ایسا ہو بھی جائے تو وہ ظالم قوت کب تک رہ سکتی ہے؟ کیا یہی قرآن کریم کی تعلیم کا بھولا ہوا سبق نہ تھا جو مسلمان قوم کو ان کے ایک حقیقی مسیح خیر خواہ نے آج سے نصف صدی قبل یاد دلایا؟ کیا اس کی یہی پکار نہ تھی کہ تمہیں غیر اقوام کی آزادی سے قبل اپنے نفسوں کی حکومت سے آزادی حاصل کرنا ضروری ہے؟ کیا اس کی مسیحائی تعلیم کا لب لباب یہی نہ تھا کہ تم شیطان کی حکومت سے اپنے نفسوں کو چھڑا لو، قبل اس کے کہ تم الٰہی حکومت کو دنیا پر قائم کر سکنے کے قابل ہو؟ اس وقت تم نے اس بات کو درخور اعتناء نہ سمجھا لیکن آج واقعات نے تمہیں یقین دلا دیا ہے کہ اسلامی سیرت و کردار سے اپنے آپ کو مزین کرنا اور اپنے باطن پر اللہ تعالےٰ کی رضا کو مقدم کر لینا ہی وہ اولین اصلاح ہے جس کے بغیر دنیا کا تخت و تاج حاصل کر لینا اور قوانین و قواعد پر قبضہ پا لینا بے سود بے کار ہے۔ ابھی عالم میں اس وقت ہر طرف امن و امان کا دور دورہ قائم تھا کہ اس نے جگانے کی کوشش کی

کہ دیکھو دنیا پرستی سے قلوب کا امن کھویا جا چکا ہے اور یہ باطنی فساد و بے امنی اپنا رنگ بیرونی دنیا میں لانے کو ہے، خبردار ہو جاؤ! ہوس و حرص کی جو آگ دلوں میں بھڑکائی جا چکی ہے قریب ہے کہ وہ مادی شکل میں منتقل ہو کر تمہیں بھسم کر دے۔ ظواہر دین پر قناعت نہ کرو۔ دنیا کی دلفریبی کوشش سے مرعوب نہ ہو جاؤ۔ اپنے باطن اور نفس کی جانب دھیان کرو کہ اگر اس میں پاکیزگی اور خیر خواہی و امن و عافیت موجود نہیں تو ظاہرا قوانین اور مادی نظام اسے کیونکر نجات دلا سکتے ہیں؟ یہ تمام باتیں اس نے تمہیں بتلائیں دنیا کو عام طور پر اور مسلمان قوم کو خاص کر اس نے بیدار کرنے کی کوشش کی۔

تم تو ہو آرام میں پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن

اس وقت ان باتوں کو شاید کسی مجذوب کی بڑ یا کسی خود غرض کی دھمکی خیال کیا گیا لیکن آج وہی امور ہمارے سامنے حقیقت کا جامہ پہن کر آ کھڑے ہیں۔ جیسے کہ اوپر واقعات کی شہادت حقہ سے عرض کیا جا چکا ہے مسلم قوم نے اس ملک میں اپنے ایمان کے قائم کرنے کی طرف جب توجہ کی اور حقہ کو تسلیم کر کے ان پر ثبات و قیام دکھلایا تو اس کے لازم نتیجہ میں خدا تعالےٰ نے انہیں ایک نئی حکومت عطا کر دی لیکن انہوں نے عمل کے میدان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور آج وہ اس کی سخت ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ پاکستان کے قیام سے جس ایک امر کو مسلمان قوم نے بشدت محسوس کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری قوم کی نجات اور ہماری حکومت کا بقا متقاضی ہے کہ ایک **اصلاح یافتہ جماعت مسلمانوں** میں کھڑی ہو جو نہ صرف اپنے وعظ و تلقین سے اور اپنے خوبصورت علم کلام سے بلکہ اپنے عمل سے اور زندگی کی روزمرہ اقتداء سے عوام میں تبدیلی و اصلاح پیدا کرنے والی ہو۔ عمل کی اصلاح عمل سے ہی ممکن ہے۔ باتوں سے ممکن نہیں اور ساری قوم کی سچی تبدیلی کے لئے ایک متحدہ و متفقہ جماعتی نظام کی حاجت درپیش ہے جن کی نہ صرف انفرادی زندگیاں اسلام کے باطنی و روحانی نظام کی آئینہ دار

ہوں بلکہ جن کا **اجتماعی اقدام** اور باہمی برتاؤ و سلوک بھی خدا پرستی کے اصولوں کے مطابق ہو جن میں باہمی اسلامی اخوت و مساوات کا رنگ دکھلائی دے اور جو آپس میں محبت و ہمدردی اور حسن ظنی اور ایثار میں قابل رشک نمونہ پیش کر رہے ہوں۔ اگر یہ سچ ہے کہ مسلمان قوم کی موجودہ اخلاقی حالت اور کردار و سیرت تبدیلی و اصلاح کی محتاج ہے جس تغیر میں ہی نہ صرف اسلام کے مذہب کا احیاء و اشاعت بلکہ خود اپنی قوم کا سنوارنا اور حکومت کا استحکام مضمر ہے تو یہ بات بھی اسی قدر سچی ہے کہ یہ اعلیٰ وارفع مقصد صرف ایک اصلاح یافتہ جماعت کے قیام اور اس کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ پر ہی منحصر ہے اور دوسری کسی طرح سے یہ ممکن العمل نہیں۔

اخلاق عالیہ پر قائم ایک جماعتی نظام اور اندرونی پاکیزگی و طہارت و صفائی باطنی کا ایک مرکز ہی مسلمان قوم کی موجودہ مصائب کے لئے تریاق کا حکم رکھتا ہے، جو ان کے روحانی احیاء و اخلاقی ترقی کے لئے ازبس ضروری و لازم ہوا ہے بجز اس کے ممکن نہیں اور مسلمان قوم کی اخلاقی تبدیلی کے باعث ہی اصول اسلام کا غیروں کی دنیا میں بول بالا جلد از جلد وقوع میں آ جانا ممکن ہے

ہم اپنا فرض ادا کر چکے اے دوستو اب
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا

اخلاقی میدان میں قومی تعلیم و تربیت کا اعلےٰ مقصد

جیسے کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے۔ زندہ عملی نمونوں سے کسی قوم میں اصلاح اور اخلاقی تربیت پیدا ہوا کرتی ہے۔ جس کے لئے یہ ضروری ہوا کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے ہاتھ سے پاک شدہ کامل لوگ اس اُمت میں اصلاح کے لئے مبعوث ہوا کرتے ہیں ورنہ تعلیم کا کمال تو قرآن مجید پر ختم ہو چکا ہے۔ پھر ایسے کامل مرتبت اشخاص کے اُٹھ جانے کے بعد ان کی جماعت من حیث القوم ان کی وارث ہوا کرتی ہے۔ جہاں مجددین کی اپنی ذاتی و انفرادی زندگیاں مذہب اسلام کی صداقت پر ایک دلیل و برہان ہوا کرتی ہیں وہاں ان کے بعد ان کی جماعتیں اپنی مجموعی حیثیت سے اسلامی نظام حیات کے

(باقی برصفحہ ۶ کالم ۳-۴)

الیکٹرک پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر غلام نبی مسلم)

جلد ۶۱ | چہار شنبہ - ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ - ۱۷ اپریل ۱۹۷۴ء | نمبر ۱۶

حکمت قرآن

حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ

قرآن حکیم میں اختلاف کا نہ ہونا اس کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل ہے

"افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً" (القرآن ۴: ۸۲)

ترجمہ: "کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے"

جو کچھ منافق ہوئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آنحضرت صلعم کی نبوت پر ایمان نہ لائے۔ بلکہ یہاں رہتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی ایسی باتیں بنا کر پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کو قرآن شریف میں تدبر کرنے کو کہا ہے اور فرمایا کہ اگر قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا۔ تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلعم کو اس قدر مختلف حالات میں زندگی میں سے گذرنا پڑا کہ ایک معمولی انسان ان مختلف حالات میں ایک بات پر نہ رہ سکتا تھا۔ بلکہ آج اگر ایک تجربہ اپنی کامیابی کی سوچتا تو کل دوسری۔ اور آج اگر ایک خیال اس کے دل میں موجزن ہوتا تو کل دوسرا۔ ایک مرتبہ پر منافقوں کو ان کی اپنی حالت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ان لوگوں کے اپنے حالات میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ اور یہ ان کی منصوبہ بازیوں کا لازمی نتیجہ ہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم کی حالت پر غور کرو کہ کس طرح ایک زمانہ آپ پر وہ گذرا ہے کہ آپ اکیلے غار حرا میں خلوق خدا کی بہتری کے لئے آہ و زاری کرتے ہیں تو دوسرا زمانہ وہ ہے کہ آپ اب مدینہ میں ایک چھوٹی سی ریاست کے بادشاہ ہیں۔ ایک زمانہ وہ ہے کہ چاروں طرف آپ کی صداقت اور راستبازی کا شہرہ ہے۔ تو دوسرا زمانہ وہ ہے کہ سب لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور کوئی بات تک نہیں سنتا۔ کبھی چاروں طرف سے دکھوں اور تکالیفوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ تو دوسرے وقت چاروں طرف جاں نثار موجود ہیں۔ کبھی دشمن آپ کو نقصان پہنچا جاتے ہیں۔ تو کبھی آپ فاتح اور غالب ہوتے ہیں۔ ایک وقت اگر امام نماز بن کر سب لوگوں کو اپنے سے اعلیٰ مسائل روحانی کی سیر کراتے ہیں۔ تو دوسرے وقت جرنیل بن کر تمام مسلمانوں کو مختلف مقامات سے اپنی فوج کو نشانہ کر کے میدان جنگ میں فاتح کے مقابلہ پر ان کو بھیجا رہے ہیں۔ کبھی عدالت کا کام آپ کے سپرد ہے۔ تو کبھی قانون سازی بھی آپ کو خود ہی کرنی پڑتی ہے۔ ابھی بادشاہ کی صورت میں اختیارات حکومت کو برت رہے ہیں۔ تو دوسرے لمحہ میں دوستوں کے اندر اس طرح

(باقی بر صفحہ ۔۔ کالم ۔۔)

(حضرت مسیح موعود و مہدی دوران مرزا غلام احمد علیہ السلام کے ارشادات عالیہ)

نجات کی امید یقین کامل پر موقوف ہے

یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل پر اس لئے موقوف ہے کہ مدار نجات اس بات پر ہے کہ انسان اپنے مولیٰ کریم کی جانب کو تمام دنیا اور اس کے عیش و عشرت اور اس کے مال و متاع اور اس کے تمام تعلقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدم سمجھے اور کوئی چیز خدا کی محبت پر غالب ہونے نہ پاوے۔ لیکن انسان پر یہ بلا وارد ہے کہ وہ بہ عادت اس طریقہ کے جس پر اس کی نجات موقوف ہے۔ ایسی چیزوں سے دل لگا رہا ہے جن سے دل لگانا خدا سے دل ہٹانے کو مستلزم ہے۔ اور دل بھی ایسا لگایا ہوا ہے۔ کہ یقینی طور پر سمجھ رہا ہے۔ کہ تمام راحت اور آرام میرا انہی تعلقات میں ہے اور نہ صرف سمجھ رہا ہے بلکہ وہ لذات بہ یقین کامل اس کے لئے مشہود اور محسوس ہیں۔ جن کے وجود میں اس کو ایک ذرا سا بھی شک نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی لذات وصال اور اس کی جزا و سزا اور اس کی آلاء و نعماء کی نسبت ایسا ہی یقین کامل نہ ہو جیسا اس کو اپنے گھر کی دولت پر، اور اپنے صندوق کے گنے ہوئے روپیوں پر، اور اپنے ہاتھ کے لگائے ہوئے باغوں پر، اور اپنی زر خرید یا موروثی جائداد پر، اور اپنی آزمودہ اور چشیدہ لذتوں پر اور اپنے دلآرام دوستوں پر حاصل ہے۔ تب تک خدا کی طرف دلی جوش سے رجوع لانا محال ہے۔ کیونکہ کمزور خیال ایک زبردست خیال پر غالب نہیں آ سکتا۔ اور بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جب ایسا آدمی جس کا یقین بہ نسبت امور آخرت کے دنیا پر زیادہ ہے۔ اس مسافر خانے سے کوچ کرنے لگے اور وہ نازک وقت جس کو جان کندن کہتے ہیں۔ یکایک اس کے سر پر نمودار ہو کر اس کو ان یقینی لذات سے دور ڈالنا چاہے جو اس کو دنیا میں حاصل ہیں اور اس کو ان پیاروں سے علیحدہ کرنا چاہے جن کو وہ یقیناً بچشم خود ہر روز دیکھتا ہے اور ان مالوں اور ملکوں اور دولتوں سے اس کو جدا کرنے لگے، جن کو وہ بلاشبہ اپنی ملکیت سمجھتا ہے۔ تو ایسی حالت میں ممکن ہے، کہ اس کا خیال خدا تعالیٰ کی طرف قائم رہے مگر صرف اس صورت میں کہ جب اس یقین کامل کے مقابل پر خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی لذت وصال اور اس کے وعدہ جزا سزا پر بھی ایسا ہی یقین کامل بلکہ اس سے زیادہ ہو۔ اور اگر آخری وقت میں اس درجہ کا یقین جو خیالات دنیوی کی مدافعت کر سکے اس کو حاصل نہ ہو تو پھر اس غالباً اس کے لئے بدخاتمہ کا موجب ہوگا۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۲۹)

تمام جماعتوں میں مجلس معتمدین کے ممبروں کا انتخاب ۲۶ اپریل ۱۹۷۴ء بعد از نماز جمعہ ہوگا اس سلسلہ میں ہدایات بھیجی جا رہی ہیں۔ کنوینر کمیٹی برائے انتخابات

محترم حکیم اللہ دتہ صاحب وزیرآباد

خاتم النبیّین اور لاثانی رسولؐ

مستشرقین یورپ کے بعض محقق اور منصف مزاج عالموں نے لکھا ہے کہ دنیا میں کامیاب ترین اگر کوئی نبی اور رسول ہوا ہے تو وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں۔ اور یہ حقیقت واقعی ہے کہ آنحضرت صلعم کا اسوۂ حسنہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں کامل رہبری اور رہنمائی کر سکتا ہے۔ کیونکہ حضور پر نور کو بچپن سے لے کر کہولت تک کے تمام حالات سے سابقہ پڑا ہے۔ آپؐ نے دور یتیمی بھی دیکھا۔ غریبی اور فقیری کے ایام کو بھی آزمایا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔ ووجدک عائلاً فاغنیٰ۔ تم کو غریب اور حاجت مند پایا اور غنی کر دیا۔ جوانی کے دنوں میں بھی حضور اس قدر عفیف اور پاک دامن تھے۔ کہ احادیث میں آپؐ کو حیا میں کنواری لڑکیوں کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے۔ اس عالم میں بھی آپ یاد الٰہی میں مشغول اور منقطع رہتے تھے۔ معاملات میں اس قدر دیانت دار اور امانت دار کہ سارے مکہ میں حضور امین کے نام سے مشہور تھے۔ اور لوگ اپنی امانتیں حضورؐ کے پاس رکھتے تھے تاجروں کے لئے بھی حضور کا عمل بہترین نمونہ ہے۔ حضورؐ کی ایمانداری اور پاک نفسی کی وجہ سے ہی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی نے حضورؐ کو نکاح کا پیغام دیا۔ خلق خدا اور ان کی خدمت کی وجہ سے وہ رحمۃ للعالمین تھے۔ مولانا حالیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

زہد۔ ریاضت اور مجاہدہ بالنفس میں اس قدر شغف اور انہماک کہ رات کا بیشتر حصہ کھڑے ہو کر نوافل پڑھنے کی وجہ سے حضورؐ کے پائے مبارک متورم ہو جاتے تھے۔ خلق خدا کے نہایت شفیق اور غمگسار۔ حضورؐ جن ایام میں غارِ حرا میں جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے عبادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور جب جبرائیل امین نے کلامِ الٰہی ان کے قلبِ مبارک پر نازل فرمایا تو اس عظیم ذمہ داری کا احساس فرماتے ہوئے کہ اس جاہل اور بگڑی ہوئی قوم کو میں کس طرح ہدایت اور رشد کی راہ دکھا سکوں گا۔ آپؐ متفکر ہوئے تو حضرت خدیجہؓ نے کن پاک الفاظ سے حضورؐ کو تسلی دی اللہ کی قسم۔ اللہ آپؐ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور جن کے پاس کچھ نہیں انہیں کما کر دیتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں حق کی مدد کرتے ہیں۔ ایسا انسان کس قدر رحیم و کریم ہے کہ ناداروں کو کما کر بھی دیتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے۔ ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ یہ ہے شفقت علی خلق اللہ۔ ؎

عبادت بجز خدمتِ خلق نیست ٭ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان ٭ کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے اکمل۔ اعلیٰ و ارفع رسول رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ خاتم النبیّین ہیں۔ یعنے تمام انبیاء سابقین کے اخلاق۔ افعال و اعمال کے جامع۔ پہلے انبیاءؑ مخصوص اقوام کی ہدایت اور رہبری کے لئے آیا کرتے تھے۔ مگر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اقوام عالم اور قیامت تک تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اسی لئے بفحوائے الیوم اکملت لکم دینکم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ۔ دین آنحضرتؐ والاصفات کامل پر کامل ہوا۔ اس لئے آپ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ جب دین کامل ہو گیا۔ شریعت مکمل ہو گئی تو پھر اس کی ضرورت ہی کیا۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ۔ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مساوات کا نمونہ حضورؐ کی زندگی میں

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ حضورؐ کی پاک زندگی میں ہر انسان کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ حضور دین و دنیا کے بادشاہ تھے، جب آپ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اپنے سخت ترین دشمنوں کو لاتثریب علیکم الیوم فرما کر معاف فرما دیا۔ اور عظیم خطبہ ارشاد فرمایا۔ کہ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کسی قسم کا تفوق اور برتری حاصل نہیں۔ اے انسانو! تم سب آدم کی نسل سے ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوا۔ یعنی سب انسان پیدائشی لحاظ سے برابر ہیں۔ اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور شجرے بنائے۔ تاکہ تم پہچانے جاؤ۔ درحقیقت اکرم اور اشرف تم میں وہی ہے۔ جس کے اعمال اعلیٰ ہوں۔ جو تم میں ۔ ۔ ۔ ۔ زیادہ متقی ہو۔ زیادہ خدا کے حکموں پر چلنے والا ہو۔ اور خدا کی سزا سے ڈرنے والا ہو۔ اسلام، مساوات نسل انسانی کا علمبردار ہے۔ حضور ہی ایسے نبی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے بادشاہی میں فقیری کی، جنہوں نے نسلی اور لونی۔ قومی اور ملکی امتیازات کو مٹا کر رکھ دیا۔ حضورؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن کا نکاح حضرت زید بن حارث سے کر دیا۔ جو پہلے غلام بھی رہ چکے تھے۔ حالانکہ اس زمانہ میں غلام کی کیا قدر اور منزلت تھی۔ آج کل مہذب کہلانے والے اہل مغرب وہ حقوق مساوات جو انہوں نے گوری اقوام کو دے رکھے ہیں وہ کالے اور حبشی نسل کے لوگوں کو نہیں دیتے۔ جن بسوں میں یہ لوگ سفر کرتے ہیں۔ وہ اسود اللون لوگوں کے سفر کرنے کے لئے مانع ہیں۔ لیکن آنحضرت صلعم نے تو چودہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت ان امتیازات کو ختم کر دیا تھا۔ حضور کے پاس حضرت بلالؓ اور سلمان پارسیؓ کا وہی احترام تھا۔ جو حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ وغیرہم قریشیان عالی کا تھا۔ کیونکہ ان سب کو انما المؤمنون اخوۃ کا سبق یاد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ سپہ سالار بنا کر بھیجا اور حضرت ابوبکرؓ نے انہیں گھوڑے پر سوار کیا اور خود ساتھ ساتھ پیدل چلتے رہے۔ حضورؐ نے مساوات اور اخوت بین المسلمین کی وہ زریں مثال قائم کی جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ آل عمران۔ ۱۰۲:۳

"اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو۔ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ جب تم باہم دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے بچا لیا۔ یعنی تم لوگ پہلے آپس میں لڑتے بھڑتے اور فساد برپا رکھتے تھے۔ لیکن رسول اکرم صلعم کی ہدایت اور اعلےٰ تعلیم اور اخلاق فاضلہ کی بدولت تم میں اتحاد پیدا کر دیا گیا۔ اور تم باہم بھائی بھائی ہو گئے حضورؐ کی بابرکت زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ہم بھی تمام کلمہ گو مسلمان باہم اتفاق سے اور متحد ہو کر رہیں۔ تو یہ بات ہماری کامیابی اور بہتری کا موجب ہے۔ اس امر کے لئے گذشتہ سربراہی کانفرنس میں جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان نے اعلےٰ کردار اور بے نظیر نمونہ دکھایا ہے وہ تمام مسلمانوں کے لئے بالعموم اور علما کے لئے بالخصوص نہایت اعلےٰ نمونہ ہے۔ دیکھئے پاکستان کے عالم وجود میں آئے ہوئے ستائیس سال ہوتے کو آئے ہیں۔ مگر ہمارے ان علمائے دین متین کی یہی کوشش رہی ہے۔ کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کیا جائے ان کو باہم لڑا کر سیاسی مفادات اور حکومت کے حصول کے لئے فسادات فی الارض اور خون خرابے سے امن برباد کیا جائے۔ الحمد للّٰہ کہ قائد اعظم مرحوم کے بعد قائد عوام کے دل میں خدا نے یہ بات ڈال دی ہے، کہ آپس کی فرقہ بندیوں اور تعصب کو چھوڑ کر عوام کی متفقہ قدرت کو تاری سب سے بڑھ کر نیکی ہے۔ اور تمام ممالک اسلام کے سربراہوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا ہے۔ تاکہ سب مل کر اپنا دفاع کریں۔ اور اتفاق سے اپنی طاقت بڑھائیں۔

احمدی جماعت لاہور کا بھی یہی مشن ہے۔ کہ مسلمانوں کو مل کر اشاعتِ اسلام کا جہاد کرنا چاہیئے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

جو ہو مفید لینا جو بد ہو اس سے بچنا ٭ عقل و خرد یہی ہے فہم و ذکا یہی ہے

اور بے جا نہ اڑاؤ - کیونکہ ان المبذرین کانو اخوان الشیٰطین اسراف کرنے والے اور بے جا مال اڑانے اور ضائع کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں - اور وکان الشیطٰن لربہ کفوراً - یقیناً شیطان اپنے رب کا نافرمان اور ناشکرا ہے -

ماں باپ کے حقوق کے بعد رشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں کے حقوق کی جانب توجہ دلائی - اور حقہٗ کہہ کر یہ بتایا کہ ہر شخص کے مال میں اس کے قریبیوں اور مسافروں کا حق ہے - غور کیجئے اگر ہر انسان اس حکم پر عمل کرنا سیکھ لے کہ اس کے مال میں دوسروں کا بھی حصہ ہے تو یہی دنیا جنت بن سکتی ہے - ہمارے کارخانہ داروں، تاجروں اور سرمایہ داروں کو خصوصیت سے اس پر غور کرنا چاہیئے - اس سے آگے میانہ روی بھی سکھائی ہے - لاتجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط - نہ ہاتھ کو زیادہ کھول دے اور نہ بالکل گردن کے ساتھ باندھ دے - یعنی خیر الامور اوسطھا - ہر کام میں میانہ روی بہتر ہے - ان ربک یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر - تیرا رب جسے چاہتا ہے فراخ رزق دیتا ہے - اور بعض کو تنگ دستی میں رکھتا ہے - انہٗ کان بعبادہ خبیراً بصیراً - اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو خوب سمجھتا اور ان کے نیک و بد کو دیکھنے والا ہے - وہ کسی کو مال و دولت سے آزماتا ہے، اور کسی پر تنگ دستی وارد کر کے اس کے صبر، تقوےٰ، پرہیزگاری اور اپنے رب پر ایمان و اعتقاد کو دیکھتا ہے - کیونکہ بعض انسانوں کے لئے دولت بھی آزمائش کا موجب بن جاتی ہے، اور دنیا پرستی، ہوس زر اور عیش و عشرت کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں - مال کے خرچ کے معاملہ میں میانہ روی اور اعتدال خدا تعالےٰ کو پسند ہے - اللہ تعالےٰ نے یہاں ایک عام اصول بیان فرمایا ہے کہ رزق میں فراخی اور تنگی اگرچہ خدا کی طرف سے ہے - مگر نہ تو دولت مندی کی حالت میں انسان کو فضول خرچ بننا چاہیئے کہ آخر کو فضول خرچی کا نتیجہ محتاجی ہے - اور نہ ہی تنگی اور بے مالی وارد ہونے کی شکل میں خدا تعالےٰ سے مایوس ہونا چاہیئے - حدیث شریف میں آتا ہے جو شخص میانہ روی سے اور اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کرتا ہے، وہ تنگدست اور محتاج نہیں ہوتا - آج مسلم معاشرہ میں پیش آمدہ مشکلات پر نگاہ ڈالیں، تو ان کا سبب تعلیم قرآن اور احکام الٰہی سے لاپرواہی اور کوتاہی ہے - اگر ہم آج خدا تعالےٰ کے اس سورۃ میں بیان کردہ احکام پر عمل کرنا شروع کر دیں، اور اپنے قریبیوں اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کریں - ہمارے آفیسر اپنے ماتحتوں کے - کارخانہ دار اپنے مزدوروں کے اور تاجر اپنے خریداروں کے حقوق کا احترام کرنا شروع کر دیں، تو ہمارے بیشتر مسائل حل ہو سکتے ہیں - آپس میں اعتماد اور باہمی شکایتیں رفع ہو سکتی ہیں - اگرچہ ان باتوں پر عمل کرنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے - مگر ایک دفعہ ہمت کر لی جائے تو انسان کو اسی دنیا میں بہشت مل سکتا ہے - ولمن خاف مقام ربہ جنتان - اللہ سے ڈرنے والوں اور احکام الٰہی کی تابعداری کرنے والوں کے لئے دو بہشتیں ہیں - ایک اسی زندگی میں اور دوسرے بعث بعد الموت کے وقت - مبارک ہیں وہ لوگ جو ان احکام الٰہی کے احترام میں مساکین کی خدمت کرتے اور کمزوروں کا سہارا بنتے ہیں اور مسافر کی خدمت کرتے ہیں، یہ بڑے ثواب کا کام ہے - آنحضرت صلعم نے جو قوم پیدا کی اس نے ان احکام پر عمل کر کے دکھایا - مسافروں نے ان کے ہاں آرام پا کر محسوس کیا کہ ہم اپنے بھائیوں کے پاس ہی آ گئے ہیں، یہ مسلمان کی اعلیٰ صفت ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے -

آج بعض لوگ صحیح مقام پر خرچ کرنے میں تو بخل دکھاتے ہیں - مگر نام و نمود کی خاطر بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں اور اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے اپنے دروازوں پر چاولوں کی درجنوں دیگیں پکا کر عوام میں تقسیم کرتے ہیں - ایسا خرچ خدا تعالےٰ کے منشا کے موافق نہیں ہے - پس روپیہ کو صحیح جگہ صرف کرو - جو غریب ہے اس کی مدد کرنا تمہارا فرض ہے - تمہاری دولت میں غرباء کا بھی حق ہے - خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کے لئے غرباء قوم پر اپنا روپیہ صرف کرو - نام و نمود کے لئے نہیں - ولا تقربوا الزنا - دولت سے انسان پھسل جاتا ہے - فرمایا بدی کے قریب تک نہ جاؤ - بدکاری سے بچو - اپنی سوسائٹی پاک رکھو - جس قوم کے مرد پاک باز [1]

[1] اور عورتیں عفیف ہوں اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں ؎

مولانا دوست محمد مدیر پیغام صلح

ایک دور ———— ایک روایت

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں — ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

"پیغام صلح" کا اجراء ۱۹۱۳ء میں ہوا، تو اس پر ایک نام (منشی) دوست محمد بھی ابھرا اور پھر "پیغام صلح" اور "منشی دوست محمد" لازم و ملزوم ہو گئے - اس نام میں کیا برکت تھی کہ موصوف نے اسوۂ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی کا خلوص پایا اور حضرت خاتم الانبیاء اور آپ کے لائے ہوئے دین کی تبلیغ و اشاعت کیلئے انشاء پردازی کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا - اور اس طرح یہ سرتاپا مخلص انسان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دوستی کا حق ادا کرنے کے لئے منشی و قلمکار بن گیا - اس سپہر بریں نے بہت رنگ بدلے تحریک احمدیت کشمکش کے کئی ایک مراحل سے گذری، جن کے نقوش پیغام صلح کے اوراق کی زینت ہیں - اور ان نقوش میں منشی دوست محمد نے وہ رنگ بھرا جس کی چمک دمک مدتوں جنت نگاہ بنی رہے گی -

یہ سلسلہ آج —— اکسٹھ سال —— تک جاری رہا ہے - اور اس طرح محترم مولانا دوست محمد ایک ہنگامہ خیز دور اور ایک درخشاں روایت بن گئے ہیں تین نسلوں پر ممتد یہ طویل عرصہ ایسی بلند روایات کا حامل ہے - جس پر مولانا دوست محمد اور جماعت احمدیہ لاہور بجا طور پر فخر کر سکتی ہے - گو اس عرصے میں آپ مختصر مدت کے لئے تبلیغی مشن پر انگلستان میں بھی تشریف لے گئے اور سلسلہ کی دیگر خدمات بھی انجام دیں - تاہم زندگی کا زیادہ حصہ قلمی جہاد میں گذارا اور مولانا اس بات میں رشک کے لائق ہیں - کہ ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں جیل بھی کاٹی اور کئی بار احتساب کی گرفت میں عدالتی کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑا - لیکن عشق نبیؐ کے اس نشے کو تعزیر کی کوئی ترشی نہ اتار سکی

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا — ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

مولانا احمدیت کے جیتے جاگتے انسائیکلو پیڈیا ہیں - حضرت امام زمان علیہ السلام سے محبت، عقیدت اور آپؑ کے لئے غیرت آپ کے خون میں متحرک رہی ہے اور جونہی کسی نے اسلام کے اس مجاہد اعظمؑ کے خلاف لب کشائی یا خامہ فرسائی کی - مولانا برق تقدیر بن کر اس پر گرے - چنانچہ ۱۹۳۱ء میں جناب سیّد حبیب مدیر روزنامہ سیاست نے "تحریک احمدیت پر ایک نظر" کے عنوان سے مضامین کا ایک سلسلہ جاری کیا - اس پر مولانا دوست محمد نے "آئینہ احمدیت" کے نام سے جوابی سلسلہ شروع کیا - اور ایسا مسکت اور مدلل جواب لکھا، کہ ایک مدت تک کسی مخالف کو مقابلے میں قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی - اور یہ کتاب آج بھی مخالفین کے اعتراضات کا منہ توڑ رہی ہے -

مولانا کی تحریر سادہ، مختصر، سلیس مگر انتہائی مدلل، پُرزور اور معتدل ہوتی ہے اور مخالف کے لئے آپ کی گرفت سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے - اس میدان میں آپ کا کوئی حریف نہیں - این سعادت بزور بازو نیست

مولانا کی زندگی ایک متقی انسان کی صفات کا مرقع ہے - آپ کی زندگی میں تصنع نمود اور نمائش کا نام تک نہیں - دینی احکام کی پابندی آپ گھڑی کی سوئیوں کی طرح کرتے ہیں - قدرت کی بے نیازی نے آپ کو اکثر مالی پریشانیوں میں الجھائے رکھا مگر ان غیر اختیاری مشکلات میں آپ نے انتہائی صبر اور تحمل سے کام لیا - اور اب

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب — خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیئے

چند سالوں سے آپؐ بیماری کے متواتر حملے ہوئے - جن سے آپ کی صحت بہت گر گئی اور باوجودیکہ دو سال قبل جماعت نے آپ کی طویل دینی خدمات کے صلہ میں آپ کی تنخواہ کو وظیفہ میں تبدیل کر کے اختیار دیا کہ آپ چاہیں تو کام کریں یا نہ کریں آپ کو زندگی بھر پوری تنخواہ ملتی رہے گی - مولانا نے خدمت کو ہی ترجیح دی، اور اب آپ نے ادارت کے فرائض سے سبکدوشی اختیار کر لی ہے - لیکن انشاء اللہ اب آپ کلیۃً

(باقی بر صفحہ کالم ۱)

محترم شیخ نثار احمد صاحب

یوم مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی تقریب میں صدارتی تقریر

[۱۷ مارچ ۱۹۷۲ء کو جماعت احمدیہ راولپنڈی نے حضرت حاجی الحرمین الشریفین مولانا نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کی یاد میں جلسہ منعقد کیا جس میں صدارت کے فرائض محترم شیخ نثار احمد صاحب نے انجام دیئے اور صاحبزادہ عبدالمنان صاحب عمر، محترم مرزا سلیم اختر فاضل عربی، محترم محمد شفیق ایم اے بی۔ اے فاضل عربی اور محترم محمد سعید بھٹہ مبلغ اسلام نے تقاریر کیں۔ ذیل میں ہم آپ کی صدارتی تقریر پیغام صلح کے قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔ جلسہ کی مفصل رپورٹ کا انتظار ہے۔ حاصل ہونے پر شائع ہوگی۔ انشاء اللہ۔ مدیر]

معزز خواتین و حضرات! منتظمین جلسہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس تقریب میں بڑے ایمان افروز واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ اس سلسلہ میں ایک منفرد مقام رکھنے والے بزرگ تھے۔ توکل کا پیکر تھے۔ اس جماعت میں کسی نمونہ کی کمی نہیں رہی، خدا کی راہ میں اموال لٹانے والے بھی ہوئے۔ اور رفاقت الامام کے مقام پر پہنچنے والے بھی کہ جان پر کھیل گئے۔ یہ حضرت مجدد زمان کی صداقت پر بیّن دلیل ہے۔

درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے ماننے والوں میں ایمان حقہ پیدا کیا۔ جب تک بیعت اس بات کی عکاسی نہ کرے کہ ہم نے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں بیچ دیا ہے اور ہمارے اعمال یقین کے مظہر ہیں ایمان کامل نہیں ہوتا۔ حضرت صاحب نے اپنی بعثت کی غرض یہ بتائی ہے کہ حق کے طالب سچی ایمانی پاکیزگی سیکھنے۔ گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ ایمان لانے والے گناہ کی زہر سے بچ جاویں اور ان کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی پیدا ہو جاوے۔

تاریکی کے اس دور میں } خدا کا چمکتا ہوا چہرہ دکھانا اور ہستی باری تعالےٰ کے وجود کو روزِ روشن کی طرح ظاہر کر دینا یہ عظیم کارنامہ ہے اس صدی کے مجدد کا۔

خدا کے مامور ضرورت کے وقت آتے ہیں۔ جب خدا کی معرفت باقی نہیں رہتی۔ تباہ کاریاں اور ہر قسم کی بدکاریاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں خدا کا خوف اُٹھ جاتا ہے اور خدا کے حقوق بندوں کو دیئے جاتے ہیں۔ خدا کے مامور پر لعن طعن تو ہوتا ہے۔ ہر طرح سے ستایا جاتا ہے اور دُکھ دیا جاتا ہے لیکن آخر کار وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

حالات گواہ ہیں } کہ عین اس وقت جبکہ اسلام پر ہر طرف سے یورش ہو رہی تھی آپ نے دعوےٰ کیا کہ خدا نے مجھے اسلام کی مدافعت کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور مکالمہ مخاطبہ کی نعمت سے نوازا ہے۔ ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

اس مادی اور سائنسی دور میں مغربی فلسفہ اور نئی تہذیب کا دلدادہ انسان یہ سمجھنے لگ گیا کہ مذہب تو زمانہ جاہلیت کے لئے تھا۔ حتےٰ کہ مسلمانوں کے پاؤں بھی متزلزل ہو گئے اور وہ عیسائیت کے دلفریب اور سوچے سمجھے منصوبے کا شکار ہونے لگے۔ اسلام کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیشہ بنی نوع انسان کی دستگیری کی۔ ایسے وجود جو ہر زمانہ میں اسلام اور نبی کریم صلعم کی صداقت ثابت کرتے رہے ہیں شجر اسلام کی ہی شاخیں ہیں۔ ان کا چشمہ فیض خدا کی عطا اور حضرت محمد مصطفیٰ کا اسوۂ حسنہ ہی ہوتا ہے اس زمانہ کے امام نے بھی فرمایا۔ ؎

ایں چشمہ رواں کہ بخلقِ خدا دہم - یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

ایک پیر صاحب سے ملاقات } اس دفعہ سفر میں ایک پیر صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ وہ وادی عرب میں رہتے ہیں جو چنیوٹ کے قریب ہے۔ گفتگو ہوئی تو پوچھنے لگے کہ میں کس سلسلہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ سلسلہ احمدیہ لاہور سے۔ فرمانے لگے ہم تو محمدؐ کے غلاموں کے غلام ہیں۔ یہ تو آپ نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔ میں نے ان کے متعلق اچھا اثر لیا کیونکہ ان میں وسعت قلبی ضرور تھی۔ لیکن الا ماشاء اللہ حضرت صاحب کے سب مخالف ہی ہوتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد کہنے لگے مرزا صاحب کا رابطہ کس سے تھا۔ ان کے مرشد اور استاد کون تھے۔ کوئی بھی نہیں تو مجدد وہ کیسے ہوئے۔ میں نے کہا ان کا رابطہ اسلام سے تھا اور ان کے استاد حضرت محمدؐ تھے۔ اور میں نے حضرت صاحب کا یہ شعر ان کو سنایا۔ ؎

دگر استاد را نامے ندانم - کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

میں نے ان سے کہا کہ مرشد تو مجدد نہیں بناتا۔ اللہ تعالےٰ بناتا ہے اور حدیث مجدد اس بارے میں کس قدر صاف اور واضح ہے ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علےٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ اور حضرت صاحب نے فرمایا۔ ؎

در سید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم - کہ او مجدد ایں دین رہنما باشد

میں نے اُن سے حیات و وفات مسیح پر بات چھیڑنا چاہی۔ لیکن وہ اس طرف نہیں آئے اور کہا کہ پھر کسی موقعہ پر آرام سے بیٹھ کر یہ باتیں کریں گے۔ زمانہ کے امام نے ہمیں نیا علم کلام دیا ہے اور دلائل قویہ سے آراستہ کیا ہے۔ خدا کے فضل سے فتح نمایاں بنامِ ما باشد۔ مقابلہ پر کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔

خدا نے اپنے دین کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہوا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ مامور زمانہ نے جہاں مسلمان قوم کو دین پر مضبوط کیا وہاں عیسائیوں، آریوں، دہریوں اور دیگر مخالفین اسلام کو خاموش کر دیا۔ قبولیت دعا اور آسمانی نشانوں کے چیلنج سے سب کو مقابلہ کی دعوت دی کہ حق و باطل میں فرق کر سکیں۔ لیکن ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند - ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے - یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

اور عجیب بات ہے کہ ان پیر صاحب نے کئی مجددین کے نام بھی لئے اور ان کی خدمات کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ لوگ نبی تو نہیں ہوتے لیکن نبیوں کی صفات ان میں ہوتی ہیں۔ میں نے کہا یہی تو ظلی نبوت ہوتی ہے۔ مشہور و معروف علامہ نیاز فتحپوری (نگار والے) سے کسی نے پوچھا کہ مرزا صاحب نے ظلی نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کیا خوب جواب دیا:۔ کہ چونکہ مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے قدم بہ قدم چلتے تھے، اس لئے یہ کوئی قابلِ اعتراض دعویٰ نہیں۔

مجددین غالب رہتے ہیں } رہا سوال مخالفت کا، تو ان عظیم لوگوں کی مخالفت تو ضرور ہوتی ہے۔ یہ تو ان کے لئے مقدر ہے۔ لیکن یہ ان کے صدق پر دلیل بھی ہے۔ دشمن ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ خدا کی تائید ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہ خدا کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔ آپؑ ایک دفعہ دہلی کے بازار سے گذر رہے تھے کہ ایک مشتعل ہجوم آ گیا، آپؑ کے ساتھی گھبرائے اور راستہ بدل لینے کے لئے کہا کہ ہجوم مشتعل زیادہ ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا مردے زندہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ کی تحریرات میں انتباہ ہے فرماتے ہیں:۔ "میں امام الزمان ہوں اور خدا میری تائید میں ہے۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو شرارت سے تیرے مقابل پر کھڑا ہوگا وہ ذلیل اور شرمندہ ہوگا۔ بیشمار واقعات ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ہمیشہ دشمن نے ہی ذک اُٹھائی ہے۔ آپ نے لکھا ہے:۔ "یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا اور تضرع کا وقت ہے نہ ٹھٹھے اور ہنسی کا۔ پچھلی راتوں کو اُٹھو اور خدا تعالےٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو۔ ناحق حقانی سلسلہ کے مٹانے کے لئے بددعائیں مت کرو، خدا تعالےٰ تمہاری غفلت اور کھیل کے ارادوں کی پیروی نہیں کرتا۔ وہ تمہارے دلوں اور دماغوں کی بے وقوفیاں تم پر ظاہر کر دیگا اور اپنے بندے کا مددگار ہوگا اور اس درخت کو کبھی نہیں کاٹے گا جس کو اپنے ہاتھ سے لگایا ہے ایک نئے انسان بن کر تقوےٰ کی راہوں پر قدم رکھو تا تم پر رحم ہو۔ آپ نے تقوےٰ پر بڑا زور دیا ہے۔ خدا پرستی کی رُوح اپنے اندر پیدا کرو۔ آپ نے طرح طرح کے پہلوؤں میں سمجھایا ہے کہ جس طرح مریض عمدہ سے عمدہ اور خوش ذائقہ چیز کو بھی تلخ اور پھیکا سمجھتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ عبادت الٰہی اور نماز میں لذت

نہیں پاتے۔ ان کو اپنی بیماری کی فکر کرنی چاہیئے کس قدر بدنصیب اور کتنا ہی محروم ہے۔ عادتاً ہم اور فانی لذتوں سے علاج کو تلاش کرتا ہے اور پا لیتا ہے۔ لیکن کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ابدی لذتوں کا سامان نہ ہو۔ ع

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

آپ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ نمازیں صرف اس لئے پڑھتے ہیں کہ متقی اور قابل عزت سمجھے جاویں اور وہ پرہیزگار کہلائیں۔ ان کی نمازیں صرف ٹکریں ہوتی ہیں، ان کی ٹکر مردہ ہوتی ہے۔ نماز بلا عجز، اور روح دعا ہے۔ اور یہ ارکان در اصل روحانی کیفیت پیدا کرنے کے لئے ہیں۔

یاد رکھا جائے کہ محض فتح قرآن سے خدا خوش نہیں ہوتا۔ [illegible] آپ نے فرمایا ہے:

"اگر تم خدا تعالیٰ سے سچا تعلق اور حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو تو نماز پر کاربند ہو جاؤ۔ ایسے کاربند کہ نہ تمہارا جسم نہ تمہاری زبان بلکہ تمہاری روح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں" اور تلاش حق میں مستقل مزاجی چاہیئے۔

آپ نے بڑا یقین پیدا کیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے در پے لئے خطرناک واقعات پیش آ رہے ہیں کہ کوئی معلوم نہیں کر سکتا کہ کل کو کیا ہونے والا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ وہ اپنے دین کی حمایت کرے گا اور [illegible] کا اتمام پورا کر کے دکھائے گا۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ مسیح اپنی جماعت کو کوہ طور پر لے جائے گا اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی جماعت کو ہدایت اور تقوے کی انتہا پر کھڑا کرے گا۔ تجلی اور ہدایت حق کی جگہ ہے جہاں انسان کے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

حق کا غلبہ } حق بڑی زبردست چیز ہے۔ حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے حق کے ایک معنے مضبوط گڑھی ہوئی چیز کے بھی ہوتے ہیں۔ جو بھی اس سے ٹکرائے گا۔ متصادم ہوگا، اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اپنا ہی سر پھوڑے گا حق کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ تو حق یہ چیز ہے۔ اس میں بڑی قوت اور تاثیر ہے۔ دنیا اپنے سارے ہتھیاروں کے ساتھ مخالفت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ اندرونی بیرونی اپنے پرائے سب اس پر ٹوٹ پڑے لیکن پھر بھی حق نے قدم آگے بڑھایا۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور مخالفت کا کوئی پہلو نہ چھوڑا لیکن ہر جگہ خدا نے مخالفین کو ناکام دکھایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام کا نشان ہے۔ خدا تعالیٰ کے فرستادوں کے فیوض اور نشان جاری رہتے ہیں۔ ہم نے آپ کا زمانہ اس لحاظ سے تو نہ پایا کہ آپ کو دیکھا ہو۔ لیکن ہم سب نے آپ کے [illegible] ہیں نشان اس زمانہ میں بھی دیکھے۔ آپ نے فرمایا میرے نشانات دور دراز ممالک تک پہنچیں گے۔ میں صادق ہوں صادق ہوں۔ عنقریب خدا میرے لئے گواہی دے گا۔ اسلام فتح پائے گا۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ خدا نے اس کام کے لئے قومیں تیار کی ہیں۔ آپ نے دور دراز سے آئے ہوئے ایک معزز گروہ آنکھوں سے دیکھ لیا۔ حضرت مجدد زمان سے ان کی والہانہ وابستگی اور اشاعت اسلام کے لئے گرانقدر جذبات سے ہمارے ایمان تازہ ہوئے۔ یہ جلسے اور تقریبات جو منائے جاتے ہیں ان کا مقصد اور نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہم ایک نئے عزم کے ساتھ اس امام اور بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر دکھائیں جنہوں نے ہمیں اس راہ پر گامزن کر دکھایا۔ یہ بہترین خراج عقیدت ہے جو ہم ان کو پیش کر سکتے ہیں۔ ہم آپ کے مشن کو پورا کرنے والے ہوں اور حق جس کو وہ لے کر چلے اس پر ثابت قدم رہیں۔ اور قرآن پاک نے ہمارے لئے کیا خوب رہنمائی کی ہے۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ⁂

(بقیہ از صفحہ ۳) پر توجہ دیں گے، اور ان آرزوؤں کی تکمیل کریں گے، جو ادارتی مصروفیتوں کی بنا پر تکمیل پذیر نہ ہو سکیں۔ اللھم ایدہ بنصرک العزیز۔

ادارہ پیغام صلح مولانا کی خدمات جلیلہ پر ان کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور الفاظ ذیل میں شاعر کی ہمنوائی کرتا ہے۔

تم سلامت رہو ہزار برس ⁂ ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار (مسلم)

اخبار احمدیہ

— خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی طبیعت خدا کے فضل سے اب ٹھیک ہے۔ آپ دعاؤں کے لئے احباب کے شکر گزار ہیں۔

ہدیہ تبریک } ادارہ "پیغام صلح" محترم حمید الرحمان کو ان کے صاحبزادے کی ولادت پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے کہ وہ نومولود کی درازی عمر، صحت اور سعادت مندی کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اشاعت اسلام کے لئے بیس روپیہ (-/۲۰ روپے) عطا کرنے پر جزائے خیر دے۔

— محترم شیخ محمد طفیل صاحب کی صاحبزادی عزیزہ عینی طفیل کی شادی کی خبر پیغام صلح میں شائع ہو چکی ہے۔ ادارہ پیغام صلح اس مبارک تقریب پر شیخ صاحب، آپ کی اہلیہ محترمہ اور دیگر اعزہ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو طرفین کے لئے مبارک کرے۔ اور اشاعت اسلام کے لئے -/50 روپے عطیہ پر انہیں جزائے خیر دے۔ احباب بھی اس مبارک باد اور دعاؤں میں ہماری ہمنوائی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

درخواست دعا } مکرم جناب اقبال جاوید صاحب سینیئر پلاننگ آفیسر ائیرپورٹ کراچی، سر میں شدید چوٹ آنے کی وجہ سے تکلیف میں ہیں۔ آپ کی بیگم محترمہ شاہدہ جاوید بی۔ اے۔ درد دل سے سب بہنوں اور بھائیوں سے اپنے رفیق حیات کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔ محترمہ شاہدہ جاوید نے انجمن کو بطور صدقہ ایک چھ ماشہ وزنی طلائی انگوٹھی مرحمت فرمائی ہے (جزاھا اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ ہمارے عزیز بھائی کو صحت عطا فرمائے۔ احباب خلوص دل سے دعائے صحت فرمائیں۔ (مرزا محمد لطیف۔ مبلغ اسلام کراچی)

بنات الاحمدیہ کے پہلے تربیتی کورس کے نتائج

۲۴ مارچ ۱۹۷۴ء کو طالبات کا امتحان لیا گیا جس میں احمدیہ بلڈنگس سے ۱۲ اور دارالسلام سے ۲ لڑکیوں نے شرکت کی۔ کامیاب لڑکیوں کے نام درج ذیل ہیں:

گروپ (ا) ۱۲ سال سے زائد عمر کی لڑکیاں:—

(۱) شاہین بٹ (۲) روبینہ نازلی (۳) صبیحہ بٹ (۴) تہمینہ بٹ (۵) نرگس آفتاب (۶) زاہدہ شاہین جنجوعہ (۷) زاہدہ رؤف (۸) نجم الاسلام (۹) یاسمین مجید (۱۰) فرحت شاہین (۱۱) طاہرہ پروین جنجوعہ (۱۲) ساجدہ رؤف۔

گروپ (ب) ۱۲ سال سے کم عمر:—

(۱) معززہ غفور ملہی (۲) شمائلہ غفور ملہی۔

اول۔ دوم اور سوم آنے والی لڑکیوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) طاہرہ پروین جنجوعہ۔ اول۔ طالبہ ایم۔ اے

(۲) ساجدہ رؤف۔ دوم۔ طالبہ ایم۔ اے

(۳) نجم الاسلام۔ دوم۔ بی۔ اے۔ بی۔ ایڈ

(۴) زاہدہ شاہین جنجوعہ۔ سوم۔ (جماعت ششم)

کامیاب ہونے والی لڑکیوں کو ۳ مئی ۱۹۷۴ء بمقام مسجد احمدیہ بلڈنگس بموقعہ انجمن خواتین احمدیہ کے ماہانہ اجلاس کے موقعہ پر اسناد تقسیم ہوں گی۔ اور اسی دن اسی موقعہ پر ایک تقریری مقابلہ ہوگا۔ جس کا موضوع ہوگا: "سیرت النبی"

اس مقابلہ میں اول۔ دوم اور سوم آنے والی لڑکیوں کو (مقامی انجمن خواتین کی طرف سے) انعامات دیئے جائیں گے۔ ہر مقرر کے لئے دس سے پندرہ منٹ تک کا وقت ہوگا۔

اسمائے گرامی جج صاحبان:—

(۱) محترمہ و مکرمہ آپا امۃ اللہ صاحبہ (بنت محترم مصری صاحب) (۲) محترمہ و مکرمہ آپا صفیہ [illegible] صاحبہ۔ (۳) محترمہ و مکرمہ آپا امۃ السلام بیگم عبد المنان صاحب۔

بنات الاحمدیہ کی ممبران اور دیگر احمدی بچیاں تقریر کے لئے پوری تیاری کے ساتھ آئیں۔ لاہور کی سب خواتین احمدیہ سے بھی شرکت کی درخواست ہے۔ یہ تقریری مقابلہ ۳ مئی بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ مرکزی مسجد احمدیہ میں منعقد ہوگا۔ شکریہ۔ (بشارت خانم پرویز)

محترم میاں رحیم بخش صاحب - کراچی

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"

اس میں کچھ شک نہیں کہ لاہور میں حالیہ اسلامی سربراہ کانفرنس کا انعقاد تاریخ اسلام کا ایک بے مثل اور اہم واقعہ ہے۔ یہ ایک طرف تمام عالم اسلام کے اتحاد کا مظہر ہے تو دوسری طرف اسلام کی دنیاوی شان و شوکت اور سربلندی کی غمازی کرتا ہے۔ انیسویں صدی کے اواخر میں مسلمانوں کا سیاسی انحطاط اور تنزل انتہا کو پہنچ چکا تھا جس کا نقشہ مصنف مجددِ اعظم نے یوں کھینچا ہے:۔

"حضرت مرزا صاحب کی بعثت سے قبل مسلمانوں کی سیاسی حالت انتہائی تنزل پر جا پہنچی تھی۔ ان کی سلطنتیں یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھوں سے نکل چکی تھیں اور نکل رہی تھیں۔ ادھر (غیر منقسم) ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ ادھر مصر انگریزوں کے ہاتھوں میں جا چکا تھا۔ سوڈان پر مہدی سوڈانی کو شہید کر کے انگریز مسلط ہو چکے تھے۔ فرانس نے شمالی افریقہ کا اکثر حصہ یعنی الجیریا اور ٹیونس اور کچھ حصہ مراکش کا اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ مراکش پر اسپین نے اور طرابلس پر اٹلی نے قبضہ کر لیا تھا۔ زنجبار کی ساری اسلامی مملکت انگریزوں اور جرمنوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ ترکستان کو روس بالکل نگل چکا تھا اور ایران اس کے ہاتھوں میں ایک مغلوب شکار کی طرح دم توڑ رہا تھا۔ افغانستان کی حیثیت ایک ریاست کی بن کر رہ گئی تھی جو انگریزوں کے زیر اثر تھی۔ عرب میں کوئی جان باقی نہ تھی۔ مسلمانوں کی مایۂ ناز ترکی کی سلطنت جسے خادم الحرمین الشریفین ہونے کا فخر حاصل تھا۔ ایک مردِ بیمار کی طرح سسک رہی تھی اور روس کے آئے دن کے حملوں اور یورپ کی ریشہ دوانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے ماہرین سیاست کا یہ فتویٰ لگ چکا تھا کہ یہ مردِ بیمار اب چند روز کا مہمان ہے۔ لے دے کے دکن میں میسور کی ایک اسلامی سلطنت باقی تھی اور سلطان ٹیپو اس نازک حالت میں انگریزوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اس کے شہید ہو جانے اور میسور کے انگریزوں اور ہندوؤں کے قبضہ میں چلے جانے نے مسلمانوں کے سیاسی تنزل پر مہر لگا دی تھی۔ یہاں تک کہ ایک انگریز نے ان الفاظ میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے:۔

"سلطان ٹیپو کی موت نے مسلمانوں کی خلافت کا عملی طور پر دنیا سے خاتمہ کر دیا"

مسلمانوں کی اس یاس انگیز حالت کو پڑھ کر آنکھیں آنسوؤں سے تر اور قلوب غم و الم اور حسرت و یاس سے بھر جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

یہ بوسیدہ گھر اب گرا کہ گرا ہے - ستون اس کا مرکزِ ثقل سے ہٹ چکا ہے

یہ جو کچھ ہوا ایک ثمرہ ہے اس کا - کہ جو وقت یاروں پہ ہے آنے والا

زمانہ نے اونچے سے جس کو گرایا - وہ آخر کو مٹی میں مل کر رہے گا

نہیں گو جسم کچھ قوم میں جان باقی - ابھی اور ہونا ہے پایاں باقی

اس دورِ انحطاط کے پیش نظر اور اس کے قریباً سو سال کے عرصہ میں عالم اسلام کی موجودہ صورتِ حالات بلاشبہ ایک نمایاں انقلاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس وقت تمام اسلامی ممالک جن کا شمار پچاس کے لگ بھگ ہے آزادی حاصل کر چکے ہیں اور خود مختار مملکتوں کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ ان سب ممالک کے سربراہوں کا ایک مقام پر اجتماعِ عظیم اور ان کا ایک متفقہ لائحہ عمل پر یکجا ہونا یقیناً اسلامی دنیا کے اتحاد اور استحکام کی علامت ہے۔ جو اسلام کی سربلندی کا مظہر ہے۔ اس سیاسی انقلاب کے اسباب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی اساس ایک مذہبی انقلاب پر مبنی ہے۔ جو انیسویں صدی کے اواخر میں اس وقت رونما ہوا جب عالم اسلام انتہائی یاس انگیز حالت میں تھا۔ یہ انقلاب ایک مامور من اللہ کے ذریعہ ظہور پذیر ہوا جس نے مذہبی دنیا میں ایک زلزلہ برپا کیا اور دینِ اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کا ڈنکا بجایا۔ اس مردِ مومن نے جہاں دینِ اسلام کا جھنڈا سربلند کیا وہاں اس نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر ان مایوس کن حالات میں مسلمانوں کی دنیاوی سربلندی کا ان الفاظ میں اعلان کیا:۔

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"

عام طور پر اس مذہبی انقلاب کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اور اس کی قدر و منزلت کو مسلمانوں نے نہیں پہچانا۔ مگر یہ امر واقعہ ہے، کہ اسلام کا عروج اس کے مذہب کی سربلندی سے وابستہ ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:۔

"اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر - خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار - قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں

اور جمعیت ہوئی رخصت، تو ملت بھی گئی"

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دو نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ دونوں نام مذکور ہیں۔ سورۃ صف میں ارشاد ہے:۔

"واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورٰۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"

یہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت میں احمد کے نام سے متصف کیا ہے۔ احمد کے معنے بہت حمد کرنے والا۔ اس لئے اس نام کا اطلاق مسلمہ طور پر آنحضرت صلعم کی مکی زندگی پر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے مکہ میں نبوت کے تیرہ سال محض تبلیغ دین میں صرف ہوئے اور یہ زمانہ نہایت کس مپرسی، مظلومیت اور گمنامی میں گزرا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کا پہلو غالب تھا۔ اسی مناسبت سے یہ نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے نکلا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا عرصہ حیات ایسے حالات میں گزرا۔ وہ زندگی بھر محض دین کی تبلیغ اور روحانیت کی تلقین کرتے رہے اور انہیں دنیاوی اقتدار اور جاہ و جلال سے کوئی حصہ نہ ملا۔ اس لحاظ سے رسالت مآب صلعم کی مکی زندگی اسم احمد کی مظہر ہے اور اسی نسبت سے اسلام کا آخری زمانہ کا دورِ انحطاط بھی احمدیت کا مظہر ہوا۔

انیسویں صدی کے اواخر میں اسلام نہ صرف سیاسی تنزل اور انحطاط کا شکار ہو چکا تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ ایک اور دل شکن اور یاس انگیز منظر پیش آ رہا تھا۔ عالم اسلام کا تمام تر انحصار دینِ اسلام کی صداقت اور اس پر کامل ایمان اور عمل پر ہے۔ اسلام کا مذہب اسی بنیاد ایمان اور ایقان پر قائم ہے۔ اس لئے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے تمام مخالف طاقتوں نے اس دین اور مذہب کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اور چاروں طرف سے اس پر حملہ آور ہوئیں۔ ان ایام میں مذہب اسلام پر ہر طرف سے ایک یورش تھی۔ ایک طرف عیسائیت اپنی تمام سیاسی قوت اور اقتدار کے ساتھ اسلام کی صداقت کے خلاف صف آرا تھی۔ دوسری طرف آریہ سماج۔ برہمو سماج اور دیگر مذہبی تحریکات نے اسلام کو بدنام کرنے اور آنحضرت کی حیات طیبہ پر رکیک اعتراضات کا گمراہ کن پروپیگنڈا بپا کر رکھا تھا۔ کہ اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلعم کی رسالت پر ایمان قائم نہ رہ سکتا تھا۔ ایسے نازک وقت میں مشیت ایزدی سے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ایک مامور مبعوث فرمایا جس نے نہ صرف اسلام کی مدافعت کا حق ایک احسن طریق پر ادا کیا۔ بلکہ قرآن کی حقانیت اور خوبیوں کو اظہر من الشمس ثابت اور ظاہر کیا۔ اس نے اسلام کی حمایت میں قلمی اور لسانی جہاد کا علم بلند کیا اور تمام ادیان عالم پر دینِ اسلام کے غلبہ کا وہ نظارہ دکھایا جس کا قرآن مجید نے ان الفاظ میں ذکر کیا کہ لیظہرہ علی الدین کلہ۔ اس طرح اسلام کا یہ دور آنحضرت صلعم کے اسم مبارک احمد کا مظہر ہوا۔ اور اسی بنا پر اس مامور نے جو جماعت تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے لئے قائم کی اس کو جماعت احمدیہ سے موسوم کیا۔ اس میں کلام نہیں کہ اس مامور اور مجددِ زمان نے اپنے علم کلام اور عمل صالح سے سچا اور والہانہ ایمان تازہ کیا جس کی نظیر قرونِ اولیٰ میں ملتی ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال بھی ایک وقت اس تحریک احمدیت سے اتنے متاثر ہوئے کہ انکی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ دیکھنا ہو تو وہ قادیان میں ملے گا۔

(باقی بر صفحہ ۱ کالم ۲)

حضرت مولانا نورالدین اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں جلسہ

۲۹ مارچ ۱۹۶۳ء کو بعد از نماز جمعہ ۸ فاقی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام حضرت حکیم الامت کی یاد میں ایک جلسہ مرکزی جامع احمدیہ لاہور میں منعقد ہوا۔ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے صدارت فرمائی۔ جلسہ کا آغاز حافظ علام نبی صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے فرمایا اور مولانا عبدالمنان عمر ایم۔ اے جناب کرنل سعید احمد صاحب اور جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے پُر مغز تقاریر سے حضرت مولانا کی یاد اور عظمت کو اجاگر کیا۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی دعا کے ساتھ یہ تقریب ختم ہوئی۔ تقاریر کا خلاصہ ہدیہ قارئین کرام ہے۔

حضرت صاحبزادہ عبدالمنان صاحب کی تقریر { آپ نے آیہ مبارکہ وآخرین منھم

لما یلحقوا بھم کی تلاوت کرکے فرمایا۔ تاریخ پر نظر کریں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کا ایک تسلسل نظر آتا ہے جو دنیا میں چار قسم کے انقلاب اور اس کے نتیجہ میں چار ہی قسم کے ثمرات پیدا کرتے ہیں۔ کلام الٰہی کے نزول کی مثال اسی طرح ہے جس طرح ایک مرکز سے ریڈیو کی نشریات ویوز (لہروں) کے ذریعہ ساری دنیا میں پھیلائی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ مامور کی آمد سے دنیا میں انتشار روحانیت ہوتا ہے۔ جس سے دنیا کا ہر فرد جو کہ جہالت تک چلے قدر مراتب اس فیض سے حصہ پاتا ہے۔ اور ذہنوں کی جلا کی یہ حالت ہوتی ہے کہ تمام علوم ترقی پاتے ہیں۔ اور دنیا میں ایک واضح تغیر پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی حقیقت سب پر عیاں ہے کہ جہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے وہاں ابوبکر بھی ہے اگر مسیح موعود ہے تو حضرت نورالدین بھی پیدا کرتا ہے۔ مامور کی شناخت میں اور لوگوں کو دقت پیش آسکتی ہے۔ مگر صدیق کو ہرگز کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ حضرت ابوبکر صدیق کو کسی نے اطلاع دی کہ تمہارے دوست محمد نے نبوت کا دعوے کر دیا ہے، آپ نے فوراً جواب دیا۔ کہ دعوے میں وہ سچے ہیں۔ اس طرح حضرت موسیٰ کا صدیق یوشعؑ اور حضور صلعم کا صدیق ابوبکرؓ اور مسیح موعودؑ کا صدیق نورالدینؓ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ۱۹۰۸ء میں وفات ہوئی تھی۔ مولانا محمد احسن صاحب امروہی نے حالتِ رقت میں اپنا ہاتھ نورالدینؓ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ انت الصدیق۔ امام کے بعد صدیق کا مقام نمایاں ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے مامور من اللہ کو مانتا ہے۔ ابوبکر صدیق نے سب سے پہلے محمد صلعم کو قبول کیا۔ اسی طرح نورالدینؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کو چٹھی لکھی کہ جب بھی بیعت لیں پہلے میری بیعت ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے سب سے پہلے مولانا نورالدینؓ سے بیعت لی۔ خود حضرتؑ کو اقرار ہے کہ نوردینؓ سے بڑا میری جماعت میں اور کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نوردیں بودے ۔ ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

تقریر کرنل سعید احمد صاحب { الٓمٓ۔ ذالک الکتٰب لا ریب فیہ .... واولئک ھم المفلحون ۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ہدایت کی راہ بتائی ہے اور پھر اس ہدایت پر عمل کرنے کے نتائج واضح فرماتے ہیں۔ اگر انسان متقی بن جائے۔ اور قرآن کریم کی تعلیم کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنالے، تو وہ مراد کو پہنچ گیا۔

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہمیں یہی کچھ نظر آتا ہے۔ وہ قرآن کریم کے عاشق، رسول کریم صلعم کے فدائی اور میدانِ عمل کے شہسوار تھے۔ بعض اوقات تبتل الی اللہ کی راہ میں دنیا کی خواہشات روک بن جاتی ہیں، اگرچہ یہ خواہشات فطری ہوتی ہیں، مگر ان کا غلبہ خدا اور بندے کے درمیان پردہ بن جاتا ہے۔ مجاہدہ، ریاضت، انفاق فی سبیل اللہ اور تقویٰ میں حضرت مولینا کا مقام بہت بلند ہے۔ ایک دفعہ آپ نے تحصیلِ علم کے شوق میں لاہور سے لکھنؤ تک پیدل سفر کیا۔ نیز آپ کو اول المبائعین ہونے کا فخر حاصل ہے۔ براہین احمدیہ پڑھنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خط لکھا کہ جب بھی بیعت کا سلسلہ شروع کریں پہلے میری بیعت لیں، آپ کی قربانیوں اور فدائیت کو دیکھ کر ہی حضرت صاحبؑ نے یہ شعر ارشاد فرمایا تھا :

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نوردیں بودے ۔ ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

جموں میں آپ جب شاہی طبیب تھے تو وہاں کے ایک دہریہ ڈاکٹر نے مذہب اسلام کی سچائی پر آپ سے نشان مانگا۔ چنانچہ آپ نے ایک جلسہ میں اعلان فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ اب بھی نشان دکھانے پر قادر ہے اور اس کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کو پیش کیا اور اپنی طرف سے عدم نشان نمائی پر ڈاکٹر مذکور کو کئی ہزار روپیہ جرمانہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور اسلام کی صداقت کا نشان دیکھ لینے کی صورت میں اس دہریہ ڈاکٹر نے مسلمان ہو جانے کا عہد مانگا۔ حضرت صاحب کی صداقت پر اس قدر یقین تھا۔ آپ کے بے مثال توکل کا ذکر مولینا اکبر خاں نجیب آبادی نے مرقاۃ الیقین میں یوں کیا ہے۔ کہ آپ پنڈدادن خاں میں مدرس تھے۔ سکول کے ملاحظہ کے لئے انسپکٹر صاحب آیا۔ آپ اس وقت پڑھانے میں مصروف تھے۔ اس لئے توجہ نہ دی۔ اس پر انسپکٹر صاحب کو بڑا غصہ آیا اور اظہار ناراضگی کے طور پر حضرت مولینا مرحوم کو کہا کہ آپ کو اپنی سند پر ناز ہوگا۔ اسی لئے میری پرواہ نہیں کی۔ آپ نے فوراً اپنا ڈپلوما منگوایا اور انسپکٹر کے سامنے اسے پھاڑ کر پرزے پرزے کر دیا۔ اور کہا کہ میں اس سند کو سند نہیں سمجھتا۔ انسپکٹر ان کی اس جرأت ایمانی اور توکل پر حیران سا ہو کر کھسیانا ہو کر چلا گیا۔ میرا مطلب یہ تو نہ تھا۔

اسی طرح بھوپال کا ایک واقعہ ہے۔ آپ کے پاس دو صدریاں تھیں۔ ایک گم ہو گئی تو آپ نے دوسری صدری اس بنا پر کسی کو بخش دی کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بہتر اجر دیا کرتا ہے ان اللہ مع الصابرین۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ نے یوں آپ کو دیا کہ ایک رئیس کا لڑکا کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ علاج دیگر طبیب کرتے رہے۔ آپ نے اپنے قیام کی جگہ ہی سے کیلے کے پتوں اور وہاں پڑے ہوئے کسی نسخہ سے اس کا علاج شروع کیا۔ اور پہلے ہی روز اسے افاقہ ہو گیا۔ مکمل صحت پر اس رئیس نے حضرت مولینا کو اتنا روپیہ انعام کے طور پر دیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے پر حج فرض ہو گیا۔ ہندو، سکھ، عیسائی بھی آپ سے پوری طرح فیضیاب ہوتے تھے۔ علم و حکمت کا ایک دریا تھا۔ جو ہر جگہ اور ہر وقت روانی میں رہتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کبھی میں اکیلا تھا۔ مگر اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے ہزاروں لوگ مجھ پر جان دیتے ہیں۔ علامہ اقبال مرحوم اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ کسی مولوی نے علامہ کو شرمایا کہ جس کے پاس تم جاتے ہو۔ وہ تو مرزائی ہے، علامہ مرحوم نے معترض مولوی کو جواب دیا کہ اگر تمہیں بھی نوردینؓ کے بے کران علم کا اندازہ ہو جائے تو تم بھی میری طرح وہاں جانا باعثِ فخر سمجھو۔

تقریر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب { من اسلم وجھہ للہ وھو محسن کی تلاوت کے بعد فرمایا: کامل مومن کی

تعریف اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی مکمل تابعداری کے ساتھ احسان کرنے والا ہو۔ یہ فقرہ ہمارے زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعد مولینا نورالدینؓ پر صادق آتا ہے۔ ایسی کامل فرمانبرداری، کامل اعتماد اور ایسا توکل علی اللہ۔ اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ آپ کی باتوں کو غلط رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خلیفہ خدا نے بنایا ہے۔ ایک خود غرض طبقہ نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یہ عقیدہ گھڑ لیا۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اس لئے اسے ہٹایا نہیں جاسکتا، حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد مولانا کی شخصیت نے اور ان کی دین کی خاطر قربانیوں نے لوگوں کو مجبور کر دیا کہ وہ مولینا کو حضرت صاحب کی نیابت کا مستحق سمجھیں۔ لیکن بعد میں بعض دنیادار لوگوں کا سازش، دھاندلی اور دھونس سے خلافت سنبھال کر یہ کہنا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اپنے آپ کو اور جماعت کو دھوکا دینا ہے، حضرت مولینا اعلان کرتے ہیں کہ تعلیم سے مسلم غیر مسلم کی کبھی تمیز نہیں کی۔ حضرت مسیح موعود سے اس قدر عشق تھا کہ ایک بار حضرت مسیح موعودؑ کا بلاوا آیا تو جس حالت میں تھے جوتا پہنے بغیر حاضر خدمت ہوگئے۔

(باقی بر صفحہ کالم ۱)

حکمتِ قرآن - بسلسلۂ صفحۂ اوّل

انکسار کا یہ نتیجہ ہوتے ہیں کہ آپ کو کوئی پہچان بھی نہیں سکتا - ابھی وعظ و نصیحت میں مصروف ہیں - تو ابھی گھر میں بیوی کو کسی کام میں مدد دے رہے ہیں - یہ ان تمام حالات متفرقہ میں قرآن کریم آپ پر نازل ہوتا رہتا ہے - مضطرب انسان کی حالت بیلئے روز اصات میں لازماً بدلتی رہتی ہے - اور اس کے خیالات میں بھی اسی طرح تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے - مگر قرآن کریم کو اوّل سے آخر تک پڑھ جاؤ - وہ سب کا سب ایک ہی رنگ میں رنگین اور ایک ہی اثر سے متاثر ہے - اس کے خیالات میں باوجود اختلاف سلسلہ کے ایک ہی رو دوڑتی ہوئی نظر آتی ہے - اس کے تاریخی بیانات میں کوئی اختلاف واقع نہیں ہوتا - اس کے نظم میں کوئی تغیر نظر نہیں آتا - اس کے احکام میں کوئی متضاد امر نہیں - اس کی فصاحت و بلاغت میں کوئی فرق نہیں آتا - " (بیان القرآن - نوٹ نمبر ...)

حضرت مولانا نور الدین اعظم کی یاد میں جلسہ

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۹)

دورانِ تقریر ڈاکٹر صاحب نے حضرت مولانا کی زندگی سے کئی ایک واقعات بیان کرتے واضح کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت زیادہ بھروسہ تھا - اور لوگوں سے مختلف مواقع پر آپ کو آزمایا مگر اللہ تعالیٰ نے ہر بار آپ کی مدد فرمائی - چنانچہ ایک بار آپ کشمیر سے لوٹ رہے تھے کہ تمام رقم ختم ہو گئی - راولپنڈی اسٹیشن پر موجود تھے کہ ایک رئیس نے علاج کے لئے بلایا - آپ نے وقت کی کمی کے پیش نظر پہلے تو انکار کیا، تاہم اس نے اصرار پر اسے دیکھا اور نسخہ لکھ دیا - اس رئیس کی اہلیہ نے اشرفیوں کا ایک تھال نذر کیا - آپ نے اس میں سے اس قدر رقم لے لی جو ریل کے کرایہ کے لئے کافی تھی، اور باقی رقم کا اسے یاد دہانی سے واپس کر دی -

مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق ایک دفعہ فرمایا کہ ہمارے میاں (محمود احمد صاحب - ناقل) نے ابھی یہ مسئلہ نہیں سمجھا - پھر حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ مسئلہ کفر و اسلام پر ایک مضمون لکھ کر اس کی وضاحت کیجئے - چنانچہ مولانا نے یہ مضمون لکھ کر حضرت حکیم الامت کو سنایا جو آپ کی تصدیق کے بعد شائع کر دیا گیا - اس امر سے تکفیر المسلمین کے متعلق آپ کے مسلک کی وضاحت ہوتی ہے -

---

پروگرام جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی

الحمد للہ جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے ۱۹ تا ۲۱ اپریل کو ایک عظیم الشان جلسہ مسجد احمدیہ کراچی ۲۹ میں منعقد ہو رہا ہے -

جلسہ کا پروگرام حسب ذیل ہے

۱ = ۱۹ اپریل: خطبہ جمعہ بوقت ۱½ بجے بمسجد احمدیہ 240/B/2 P-E-C-H-S - کراچی - از حضرت صاحبزادہ مولانا عبد المنان عمر صاحب - ایم - اے -

۲ = ۲۰ اپریل، درس قرآن مجید - از مرزا محمد لطیف - مبلغ اسلام کراچی -

عصرانہ: جملہ سامعین کی خدمت میں انجمن کی طرف سے پیش کیا جاوے گا -

۳ = ۲۱ اپریل - اجلاس: زیر صدارت محترم میاں غلام عباس صاحب ریٹائرڈ آڈیٹر جنرل حکومت پاکستان

۹ بجے - تلاوت قرآن مجید اور نعت

۹-۱۵ بجے - خطبہ افتتاحیہ: محترم محمد حسن خان صاحب جنرل سیکرٹری -

۹-۴۵ بجے - ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ: محترم شیخ میاں فاروق احمد صاحب -

۱۰-۱۵ بجے - قرآنی علوم اور جماعت احمدیہ: محترم راجہ محمد بیدار خان صاحب -

۱۰-۴۵ بجے - تقریر: .... محترم مولینا عبد الباسط صاحب -

۱۱-۱۵ بجے - حضرت مجدد زمانؒ اور ہمارے کام: مرزا محمد لطیف صاحب مبلغ اسلام کراچی -

۱۲ بجے - مقرر خصوصی: حضرت مولینا عبد المنان عمر صاحب ایم - اے - مولوی فاضل -

ظہرانہ: ایک بجے سے ۲½ بجے تک جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے تمام سامعین کی خدمت میں دوپہر کا کھانا پیش کیا جاوے گا اور نماز ادا کی جاوے گی -

۴ = ۲۱ اپریل - دوسرا اجلاس: تین بجے زیر صدارت محترم مرزا اے - آر - بیگ صاحب -

۳ بجے: تلاوت قرآن مجید ....

۳¼ بجے: تقریر: محترم عبد الصمد صاحب آف گیانا

۳¾ بجے: تقریر: محترم شیخ عبد الحق صاحب

۴¼ بجے: تقریر: محترم مرزا اے آر بیگ صاحب

۵ بجے - شکریہ - از سیکرٹری و احباب تشریف لائے

(محمد حسن خان جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی)

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید ...... بسلسلہ صفحہ ۵

اس دور میں جب الحاد اور کفر کی سموم اور تند ہوائیں چل رہی تھیں اس مرد مومن نے اسلام کی حقانیت پر دوبارہ وہ ایمان پیدا کیا کہ مسلمان جو موجودہ دور تہذیب میں اسلام کا پیرو کہلانے میں ایک عار محسوس کرتے تھے ان کا سر بلند ہو گیا - اور اسلام کا بول بالا ہونے لگا - یہ ہے وہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ جو مذہبی انقلاب کے رنگ میں رونما ہوا اور جو احمدیت کے نام سے ظہور پذیر ہوئی - اور جس کا بانی اسی موزونیت سے مسیح اسلام کہلایا - اور اسی خبر الٰہی نے اس دوسرے انقلاب کی پیشگوئی کی جس میں آنحضرت صلعم کے دوسرے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہونے والا تھا اس پیشگوئی کے الفاظ جو اس مضمون کے عنوان میں درج ہے - قابل غور ہیں - اس میں یہ الفاظ "پائے محمدیاں" اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ اسلام کی سربلندی مسلمانوں کے لئے آنحضرت صلعم کے اسم مبارک محمد کا مظہر ہونا ہے جس کا ظہور حیات مآب کی مدنی زندگی سے وابستہ ہے جس دور میں مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوئیں اور ایک عالمگیر اسلامی مملکت کی بنا پڑی - غرض جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اسلام کی سربلندی اور عظمت کی بنیاد تھی - اسی طرح یہ مقدر تھا کہ اس زمانہ میں احمدیت کا نقیب اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا پیش خیمہ ثابت ہو - اور اسلام کی محمدیت کا پہلو احمدیت کے رنگ میں اس کا آغاز ہو -

"چوں دور خسروی آغاز کردند - مسلماں را مسلماں باز کردند"

آنحضرت صلعم کا دوسرا اسم مبارک سورۃ فتح میں مذکور ہے - جہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ - وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" - یہ آیت صلح حدیبیہ کے موقعہ پر نازل ہوئی جس کے بعد دراصل اسلام کا ظاہری عروج اور استحکام شروع ہوا - اس آیت سے پہلی آیت میں ارشاد ہے - هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ - یعنے اسلام کی عظمت اور شوکت دراصل اس دین کی حقانیت اور دوسرے ادیان پر غلبہ سے وابستہ ہے اور اس حق کو صرف تحریک احمدیت نے بذریعہ تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن صحیح رنگ میں ادا کیا - اس لئے اسلام کی موجودہ سربلندی جس کا اظہار اسلامی سربراہی کانفرنس میں ہوا درحقیقت تحریک کی صحیح نمائندگی دور حاضرہ میں جماعت احمدیہ لاہور کرتی ہے - یہی وہ جماعت ہے جو کیا بلحاظ عقائد اور کیا بلحاظ کارگذاری - دینی بنیاد پر اتحاد بین المسلمین کی حامل ہے - کاش دنیائے اسلام اس حقیقت کو سمجھے اور اس کا اقرار کرے اور فریضۂ تبلیغ دین و اشاعت قرآن میں اس کی ممد و معاون ہو -

---

وفات حسرت آیات

احباب سلسلہ کو یہ خبر سن کر شدید رنج ہوگا کہ جناب ملک عبد الرحمن صاحب آف ... ضلع قصور خلف الرشید ملک غلام محمد مرحوم - چند دن کی علالت کے بعد ۸ اپریل بروز پیر ۲ بجے شب رحلت فرما گئے - حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے ان کا جنازہ پڑھا اور انہیں کثیر التعداد سوگواروں کی موجودگی میں اسی دن سہ پہر کو قبرستان میانی صاحب میں سپرد خاک کر دیا گیا - مرحوم نہایت خوش طبع، مرنجاں مرنج اور مومن صفت فرزند سلسلہ تھے - اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے - اس صدمہ عظیمہ میں ہمیں ان کی اہلیہ محترمہ، صاحبزادگان، صاحبزادیوں اور دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے - اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے - احباب سے درخواست ہے کہ وہ جنازہ غائبانہ میں مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کریں ؛

اورگون پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا - چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش - ایڈیٹر غلام نبی ...

جلد ۶۱ | چہارشنبہ یکم ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ ۲۴ اپریل ۱۹۷۴ء | نمبر ۱۷

حکمت قرآن

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ذکرِ الٰہی ترک کرنے سے سکونِ حیات چھن جاتا ہے

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمٰی ——— (طٰہٰ: ۱۲۴)

ترجمہ: — اور جو کوئی میرے ذکر سے منہ پھیرے گا۔ تو اس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

تنگی کی زندگی سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین نے اسے عذاب قرار دیا ہے بعض نے عذاب جہنم۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ اس دنیا کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آتا ہے۔ ونحشرہ یوم القیامۃ اعمٰی۔ پس لازماً وہ کوئی اور بات ہے۔ اب یہاں اللہ سے اعراض کا ذکر ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ (الرعد: ۲۸) یعنی اطمینانِ قلب انسان کو اس دنیا کی زندگی میں صرف ذکر اللہ سے ملتا ہے اور جو ذکر اللہ سے اعراض کرے گا، ظاہر ہے کہ وہ اطمینان قلب کو کبھی حاصل نہیں کر سکتا، اور فی الحقیقت زندگی میں وسعت اور تنگی کثرت و قلت سامان پر منحصر نہیں۔ بلکہ حالت قلب پر اس کا انحصار ہے۔ جسے اطمینان قلب میسر آجاتا ہے۔ تو اسے تھوڑا سامان بھی بہت ہے۔ اور جسے اطمینان قلب نہیں ملتا۔ اس کے لئے ساری دنیا بھی ہو تو بھی اور زیادہ جلن کا موجب ہی ہوتی ہے۔ اور حضرت ابن عباس سے معیشۃ ضنکا کے معنے شقاء مروی ہیں یعنی خیرات اور نیکیوں سے محرومی اور بعض کے نزدیک رزق حرام اور کسب خبیث مراد ہے۔ کیونکہ وہ باوجود فراخی کے تنگی ہے۔ پس دنیادار کی زندگی فی الواقع ایک تنگی کی زندگی ہے۔ اور وہ خود اس تنگی کو محسوس کرتا ہے۔ اور ایک اور لحاظ سے بھی یہ تنگی کی زندگی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قسم کے قوے دیئے ہیں۔ اور ان سب قوے سے کام لینے سے ہی انسان کی زندگی میں حقیقی کشائش پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جو لوگ اخلاقی اور روحانی پہلو کی طرف سے آنکھیں بند کرکے صرف دنیا کی زندگی پر ہی گرے رہتے ہیں۔ وہ خود اپنی زندگی کو ایک تنگ دائرہ میں محدود کر دیتے ہیں۔

حشر میں اندھا ہونے سے مراد اور ان کا زندگی کے حقیقی پہلو سے آنکھیں بند رکھنا ہی اس بات کا موجب ہے۔ کہ وہ قیامت کے دن اندھے اٹھیں گے۔ کیونکہ وہ یہاں اندھے رہے۔ من کان

۳۴

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

یہ عاشق کونسی بستی کے یارب رہنے والے ہیں؟

"یہ بھی یاد رہے کہ اکیلی عقل کو ماننے والے جیسے علم اور معرفت اور یقین میں ناقص ہیں۔ ویسا ہی عمل اور وفاداری اور صدق قدم میں بھی ناقص اور قاصر ہیں اور ان کی جماعت نے کوئی ایسا نمونہ قائم نہیں کیا جس سے یہ ثبوت مل سکے کہ وہ بھی ان کروڑہا مقدس لوگوں کی طرح خدا کے وفادار اور مقبول بندے ہیں کہ جن کی برکتیں ایسی دنیا میں ظاہر ہوئیں کہ ان کے وعظ اور نصیحت اور دعا اور توجہ اور تاثیر صحبت سے صدہا لوگ پاک روشن اور باخدا ہو کر ایسے اپنے مولا کی طرف جھک گئے کہ دنیا و مافیہا کی کچھ پرواہ نہ رکھ کر اور اس جہان کی لذتوں اور راحتوں اور خوشیوں اور شہرتوں اور فخروں اور مالوں اور ملکوں سے بالکل قطع نظر کر کے اس سچائی کے راستہ پر قدم مارا جس پر قدم مارنے سے ان میں سے سینکڑوں کی جانیں تلف ہوئیں۔ ہزارہا سر کاٹے گئے۔ لاکھوں مقدسوں کے خون سے زمین تر ہو گئی۔ پر باوجود ان سب آفتوں کے انہوں نے ایسا صدق دکھایا کہ عاشق دلدادہ کی طرح پابہ زنجیر ہو کر ہنستے رہے اور دکھ اٹھا کر خوش ہوتے رہے۔ اور بلاؤں میں پڑ کر شکر کرتے رہے اور اسی ایک کی محبت میں وطن سے بے وطن ہو گئے اور عزت سے ذلت اختیار کی اور آرام سے مصیبت کو سر پر لے لیا، اور تونگری سے مفلسی قبول کر لی۔ اور ہر ایک پیوند اور رابطہ اور خویشی سے غریبی اور تنہائی اور بے کسی پر قناعت کی اور اپنے خون کے بہانے سے اور اپنے سروں کے کٹانے سے اور اپنی جانوں کے دینے سے خدا کی ہستی پر مہریں لگا دیں اور کلام الٰہی کی سچی متابعت کی برکت سے وہ انوارِ خاصہ ان میں پیدا ہو گئے کہ جو ان کے غیر میں کبھی نہیں پائے گئے۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۲-۳۰۱)

فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی (بنی اسرائیل: ۷۲)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ انسان کو جنت یا سکون یا اطمینان قلب اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے سے ملتا ہے۔ اور وہ جنت جو انسان اس دنیا میں حاصل کر سکتا ہے۔ اور جس میں پہلے آدم کو رکھا گیا تھا۔ یہی اطمینانِ قلب کی جنت تھی۔"

(بیان القرآن۔ نوٹ ۲۱۱۶)

جناب ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ مبلغ جرمنی

برلن مسلم مشن کی تبلیغی رپورٹ

سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت

سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت ہم نے ۵ اپریل ۱۹۷۴ء بروز جمعہ سات بجے شام سے لے کر بارہ بجے رات تک منایا۔ جرمن احباب کے علاوہ دس دیگر ممالک سے آئے ہوئے مسلمان بھائیوں نے اس اجتماع میں شرکت کی اور آپ سے دلی محبت کا اظہار کیا۔ سات بجے شام سب مسلمان بھائیوں نے مل کر مسجد میں نماز مغرب ادا کی۔ جرمنی۔ یوگوسلاویہ۔ ترکی۔ ایران۔ پاکستان۔ مراکو۔ مصر۔ شام۔ اُردن۔ سوڈان۔ سینیگال سے آئے ہوئے مسلمان مسجد میں خدا کے حضور شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے اور کئی بار مل کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ میں نے جب حاضرین کو اس منظر کی طرف توجہ دلائی تو سب پر وجد طاری ہو گیا۔ اللہ اکبر کیا شان ہے اسلام کی۔

پروگرام قرآن کریم کی تلاوت سے شروع کیا گیا۔ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت سب احباب کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ہمہ تن گوش اور مؤدب ہو کر خدائے قدوس کے کلام کو سنا۔ تلاوت مصر سے آئے ہوئے ایک نوجوان مسٹر شاہد نے کی۔ نوجوان نے خوش الحانی سے سورۃ آل عمران کی پانچ آیات ۸۰ سے ۸۴ تک پڑھیں۔ ان آیات کا ترجمہ جرمن زبان میں ہمارے نومسلم بھائی سیف الاسلام ہوف مَن نے جرمن ترجمۃ القرآن مع تفسیر از حضرت مولینا صدر الدین صاحب سے پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد کھڑے ہونے کی حالت میں سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا۔ درود کے الفاظ کو میں نے حاضرین کے سامنے پڑھا اور تمام حاضرین میرے ساتھ درود کے الفاظ کو دھراتے رہے۔ یوں ہم نے مل کر سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود بھیجا اور یہ الفاظ دھرائے۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔

اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔

اس کے بعد احباب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور میں نے ایک گھنٹہ پندرہ منٹ تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، آپ کی مشکلات پر آپ نے کس طرح قابو پایا اور آپ کی کامیابی پر تقریر کی۔ احباب نے اپنے پیارے محبوب نبی کی حیات مقدسہ و مبارکہ سے ان واقعات کو سن کر خوشی کا اظہار کیا اور ایک بار پھر مل کر آپ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد حاضرین کو چائے پیش کی گئی۔ چائے کے ساتھ کیک و بسکٹ بھی پیش کئے گئے۔ چائے کے بعد شام سے آئے ہوئے نوجوان عبد القادر نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں عربی اشعار خوش الحانی سے پڑھے۔

ازاں بعد مصر کے مشہور قاری عبد الباسط عبد الصمد کی ریکارڈ کی گئی تلاوت قرآن کریم حاضرین کیلئے مزید خوشی کا باعث ہوئی۔ الحمد للہ یہ مبارک اجتماع بصد خوشی و بخیر و خوبی ...... سر انجام پایا۔ اللھم صل علیٰ محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

متفرق اجتماعات میں ۲۳ لیکچر

فروری اور مارچ کے مہینوں میں ہمارے جمعہ و ہفتہ کے اجتماعات خدا کے فضل سے جاری رہے اور احباب نے شوق کے ساتھ ان میں حصہ لیا۔ یوں ان دو مہینوں میں ۱۸ دفعہ احباب کو خطاب کرنے کا موقعہ ملا۔ ان خطابات اور لیکچروں کے علاوہ دو لیکچر مسجد میں دو بڑے گروپوں کے سامنے دیئے جن میں پچاس پچاس جرمن مرد و عورتیں شامل تھیں۔ ہر دو گروپ ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ مسجد میں ٹھہرے۔ لیکچر سننے کے بعد ...... انہوں نے سوالات کر کے مزید وضاحت کا موقعہ دیا۔

ایک لیکچر پبلک ہائی سکول میں دیا۔ اس کا موضوع منتظمین نے خود بخود تجویز کیا تھا۔ موضوع تھا قرآن اور اس کی تعلیمات۔ پچاس کے قریب جرمن مردوں اور عورتوں نے اس میں شرکت کی۔ ایک گھنٹہ لیکچر اور ایک گھنٹہ سوال و جواب۔

برلن کے ہائی سکولز کی دو کلاسیں (دسویں اور گیارہویں) اپنے اساتذہ کے ساتھ مسجد آئیں۔ نوجوانوں کے سامنے اسلام کی تعلیم کو مختصراً بیان کیا گیا۔ بعد میں ان کے سوالات کرنے پر مزید وضاحت کی گئی۔

شادی کی تقریب

شادی کی ایک تقریب مسجد میں منعقد ہوئی۔ دولہا ایران سے آیا ہے اور دلہن جرمن خاتون ہیں۔ دولہا میڈیکل ڈاکٹر ہے۔ دلہن کے والد ایک میڈیکل ڈاکٹر پروفیسر اور دوسرے ایک اور میڈیکل ڈاکٹر گواہی تقریب میں تھا۔ خطبہ کے الفاظ کو پروفیسر صاحب اور دوسرے حاضرین نے سراہا۔ پروفیسر صاحب اسلام کے بنیادی اصول کا ٹریکٹ خرید کر اپنے ساتھ لے گئے۔

برلن یونیورسٹی کے پروفیسر نیکولاس نے اپنے گھر پر ایک پارٹی پر دعوت دی۔ دعوت کا موقعہ یہ تھا کہ ان کی اہلیہ کو جرمنی میں ایک انعام ملا تھا۔ اس تقریب میں وزیر تعلیم اور یونیورسٹی پروفیسرز اور غیر ممالک کے جنرل کونسلر نے بھی شرکت کی۔

بنگلہ دیش سے چار ممبر آف پارلیمنٹ

دسمبر کے مہینے میں بنگلہ دیش پارلیمنٹ کے چار ممبر مسجد میں آئے۔ برلن گورنمنٹ نے انہیں اپنے ہاں دعوت دی تھی اور ان کے لئے پروگرام خود مرتب کیا تھا۔ اس پروگرام میں مسجد میں آنا بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس پروٹوکول کی کاپی گورنمنٹ نے مجھے بھیجی۔ پروٹوکول پر وقت پندرہ منٹ تھا۔ لیکن ان کا قیام مسجد میں ۴۵ منٹ تک رہا۔ چار ممبر گروپ جو تین مرد اور ایک عورت پر مشتمل تھا۔ نہایت مہذب تھا۔ اور وہ سب اعلیٰ کلچر کے مالک تھے۔ دل سے اسلام کی عزت کرتے اور پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک سے برادرانہ تعلقات قائم کرنے کے حامی تھے۔ انما المؤمنون اخوۃ کی تعلیم کے مطابق ان کے جذبات تھے۔ دوپہر کا کھانا ان کے پروٹوکول میں مندرج تھا۔ میں نے ہر قسم کا اعلیٰ درجہ کا پھل ان کو پیش کیا۔ انہوں نے نہایت خوشی سے میری دعوت کو قبول کیا۔ ان کی معرفت میں نے پارلیمنٹ کے سپیکر کو تین کتب کا تحفہ پیش کیا۔ جو انہوں نے نہایت احترام اور خوشی سے قبول کیا اور شکریہ ادا کیا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کا ترجمۃ القرآن مع تفسیر بزبان انگریزی مینول آف حدیث اور ریلیجن آف اسلام۔ ممبران صاحبان نے قرآن کریم کے ترجمہ کی بڑی تعریف کی۔

ترکی کے اخبار میں برلن مسلم مشن کا ذکر

ترکی زبان میں شائع ہونے والا روزنامہ کا ایک جرنلسٹ مع کیمرہ مسجد میں آیا۔ اس نے مشن کی تبلیغی مساعی کو بڑے شوق سے سنا۔ جرمن نومسلمہ عائشہ جو اتفاق سے مسجد میں تھیں ان کا تعارف کرایا۔ جرنلسٹ نے ان کا انٹرویو لیا۔ ان کی تصویر لی۔ اور یہ تمام رپورٹ بڑی نمایاں طور پر اپنے اخبار میں شائع کی۔ جرمن نومسلمہ کی دو تصاویر۔ ایک تصویر میرے ساتھ اور دوسری اس حالت میں کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے وقت ڈیکلریشن فارم پر دستخط کر رہی ہیں۔ محترمہ عائشہ نے اپنا لکھا ہوا مقالہ بھی دیا جس میں وضاحت تھی کہ وہ مسلمان کیوں ہوئیں۔ جرنلسٹ نے اس مقالہ کا ترجمہ کر کے اخبار میں شائع کر دیا۔ اور بڑی خوشی اور فخر سے اس کو شائع کیا۔ یہ اخبار ایسے موقعہ پر شائع کیا گیا۔ جبکہ اس اخبار کی کاپیاں تمام غیر ملکی سفارت خانوں میں بھیجی جاتی ہیں۔ اس مقالہ میں محترمہ عائشہ نے ذکر کیا ہے کہ کس طرح جرمن ترجمۃ القرآن از حضرت مولینا صدر الدین صاحب اس کے لئے سچائی کو سمجھنے کا باعث ہوا اور یہ بھی ذکر کیا کہ ہفتہ وار اجتماعات ...... جو مسجد میں منعقد ہوتے ہیں کس طرح ان کی تشفی کا موجب ہوئے۔ مسجد کی تصویر بھی اس میں شائع کی گئی اور لکھا ہے کہ یہ مسجد مرمت طلب ہے۔

ایک جرمن مرد نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مشن نے برنباس انجیل سے وہ پیشگوئی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارہ میں کی ہے شائع کی ہے۔ انگریزی زبان سے اس کا ترجمہ جرمن زبان میں کر کے اسے شائع کیا گیا ہے۔ مشن کی تبلیغی مساعی کو بڑھانے کے لئے ہم نے سائیکلو سٹائل مشین خریدنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ انشاء اللہ یہ مشین GESTETNER NO 460 ماہ رواں اپریل کے

(باقی بر صفحہ ۱۴ کالم ۱)

احمدیہ اصولوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور واقعات کی شہادت

مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا ..... و یضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون ۔ (سورۃ ابراھیم ۔ آیت ۲۳ ۔ ۲۵)

ترجمہ: پاک اصول کی مثال ایک پاک درخت کی مانند ہے، جس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوتی ہیں اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں ۔ ہر آن وہ اپنے رب کے اذن سے پھل لاتا ہے ۔ اس قسم کی مثالیں لوگوں کے لئے اسلئے بیان کی جاتی ہیں کہ وہ غور و فکر سے کام لیں ۔

اس زمانہ میں جب حضرت اقدس مسیح موعود نے فتح اسلام کی صدا بلند کر کے مسلمانوں کو اس مبارک فتح میں شمولیت کی دعوت دی تو آپ کے برخلاف، مخالفت کا طوفان بپا ہو گیا ۔ جن اصولوں پر آپ نے اس فتح کی بنیاد رکھی وہ سب کے سب قرآن و سنت کے مطابق اور زمانہ کی ضرورت کو کماحقہ پورا کرنے والے ہیں، لیکن پرانے غلط تصورات اور تعصبات کے باعث، عام طور پر ان کی شدید مخالفت کی گئی اور انہیں خلاف تعلیم اسلام و قرآن مشہور کیا گیا لیکن یہ ایک نہایت دلچسپ داستان ہے کہ کس طرح آہستہ آہستہ انہی اصولہائے احمدیہ کی جانب مسلمانوں کے قدم آتے چلے جا رہے ہیں، اس کی قدرے تفصیل اس طرح بیان کی جا سکتی ہے ۔

۱ ۔ مروجہ مغربی نظریہ قومیت کی جانب مسلمان سلطنتیں اور اقوام انیسویں صدی میں جب انتشار اور بٹنے بکھرنے ہونے کا شکار ہو رہی تھیں، لیکن اس نازک .... وقت میں دین اسلام کی صداقت اور غلبہ کے یقین کی جو لہر حضرت اقدس کے انفاس طیبہ سے اس برصغیر کے مسلمانوں میں پیدا ہوئی اس کا اثر یہ نکلا کہ برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے دین کے اشتراک و نظریہ حیات کی بنا پر اس ملک کے مسلمانوں کے لئے علیحدہ سلطنت و ملک کا مطالبہ کیا ۔ اس دینی اقدام کو اللہ تعالےٰ نے شرف قبولیت بخشا ۔ چنانچہ دین کی بنیاد پر ایک اسلامی قومیت کے نظریہ کو تسلیم کر کے اس ملک کے مسلمانوں کے لئے الگ مملکت تسلیم کر لی گئی ۔ اس زمانہ میں اس نئے نظریۂ قومیت کی قبولیت صرف اس لئے ہوئی کہ یہ اقدام دین اسلام کی جانب ایک اہم قدم ہے جس کی طرف اس دور میں حضرت مجدد وقت نے توجہ دلائی ۔

۲ ۔ دوسرا اہم اقدام جو دین اسلام پر صدق دل سے اعتقاد رکھنے کے عوض اٹھایا گیا، وہ اتحاد بین المسلمین کی عالمی تحریک ہے جو نمایاں طور پر حالیہ لاہور کانفرنس سربراہان ممالک اسلامیہ کی شکل میں نمودار ہوئی ۔

یہ امر قطعی و یقینی ہے کہ اگر احمدیہ جماعت کی طرف سے **صداقت و غلبۂ دین اسلام کی فضا پیدا نہ ہوئی ہوتی، تو نہ اسلامی قومیت کے نظریہ کی صدا بلند ہوتی اور نہ ہی اتحاد کلمہ گویاں کی تحریک کو فروغ حاصل ہوا ہوتا** ۔ کیونکہ جب تک اس دین یا اصولوں پر جن پر کسی قوم کی بنیادیں قائم ہیں کی صداقت و غلبہ کا یقین دلوں میں جاگزین نہ ہو جائے تب تک اس پر بنا کسی قومیت کا تصور اور اس کی عالمگیر مقبولیت کیسے ترقی و فروغ پا سکتے ہیں ؟

۳ ۔ حالیہ لاہور کانفرنس میں احمدیت کے ایک اور اصول کو تسلیم کر لیا گیا ہے ۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے سربراہان ممالک اسلامیہ کے اجتماع و اتحاد کی اغراض بیان کرتے ..... ہوئے یہ وضاحت فرمائی کہ یہ اجتماع و اتحاد **کسی ملک یا قوم کے خلاف جارحانہ کارروائی کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ محض ظلم و زیادتی کے برخلاف صرف مدافعانہ اقدامات پر مبنی ہے** ۔

صحیح نظریہ جہاد اسلامی کے اس اصول کا احیاء، احمدیت کی جانب کس قدر عظیم اور بڑھتا ہوا اقدام ہے ۔ آج سے نصف صدی قبل مسلمانوں نے جہاد کو عام طور پر جارحانہ و سیفی جہاد تک محدود کر دیا تھا ۔ چنانچہ جب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اسلامی جہاد کی صحیح تشریح فرمائی تو اس وقت عام طور پر علماء اسلام نے اسی امر کو آپ کے خلاف تکفیر کے لئے استعمال کیا بلکہ آج تک بھی اس حربہ کو عوام کے بھڑکانے کے لئے برتا جاتا ہے ۔ لیکن ظاہر ہے کہ زمانہ کے تقاضوں نے مسلمانوں کو مجبور کر دیا ہے کہ طاقت کے جارحانہ استعمال اور کسی ملک و قوم کی آزادی دین کے استحصال کو جہاد اسلامی کا نام نہ دیں ۔ اسی لئے اپنے ملک کی توسیع یا دین کی اشاعت کی خاطر طاقت اور فوج کا استعمال، آج ناجائز قرار دیا گیا ہے، صرف ظلم و زیادتی کے برخلاف مدافعانہ کارروائی کے حق کا مطالبہ ہے اور یہی اسلامی جہاد سیفی کا صحیح مفہوم ہے ۔ **کیا یہ صحیح احمدیہ تعبیر جہاد کی شاندار فتح نہیں ہے** ؟ حضرت اقدس نے جن جن اصول اسلام کی صحیح تشریح زمانہ کے اقتضاء کے مطابق کی ہے، **ان تمام کی قبولیت مقدر ہو چکی ہے** کیونکہ وہ تشریح کسی خاص انسانی دماغ کی نہیں بلکہ وہ منشاء الٰہی اور زمانہ کے تقاضا کے مطابق ہے ؎

آسماں بار د نشان الوقت مے گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

۳ ۔ گذشتہ مقالہ سپرد قلم کرنے کے بعد ہم نے یہ خبر پڑھی کہ اسلامک کانفرنس کی کمیٹی نے اپنے ایک حالیہ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ غیر ممالک میں اشاعت اسلام کی تحریک جاری کی جائے ۔ من حیث الجماعت مسلمانوں کا منظم رنگ میں اشاعت اسلام کا بیڑا اٹھانا نہایت مبارک قدم ہے، کیونکہ جہاں حضرت اقدس مسیح موعود نے سیفی جہاد کے غلط مفہوم کو واضح کیا وہاں ساتھ ہی یہ بھی اعلان فرمایا کہ تعلیم اسلام کے حسن و خوبی اور اس کی عظیم ضرورت و افادیت کو اس زمانہ میں اجاگر کرنا، **حقیقتاً اصل جہاد ہے** یہی وہ عظیم و عالی جہاد ہے جس پر آپ تمام عمر خود عامل رہے اور ہر جگہ و مقام پر مقابلہ کر کے دشمن اسلام کو مغلوب و مفتوح کیا ۔ یہ جہاد اگر قلمی رنگ میں براہین احمدیہ کی کتاب کی شکل میں ظاہر ہوا تو بیان کی صورت میں جلسۂ اعظم مذاہب کے دوران اور سینکڑوں دیگر کتب و لیکچروں کے ذریعے نمایاں ہوا ۔ اس میں ذرہ بھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان سے دین اسلام کی صداقت و غلبہ کا یقین اپنوں اور غیروں کے دلوں میں بیٹھ گیا جس سے متعلق حضرت اقدس کی وفات پر اخبار وکیل امرتسر کو آپ کی نسبت یہ الفاظ لکھنے کا فخر حاصل ہوا یعنی ۔

"اسلام کا فتح نصیب جرنیل"

اس فتح نصیب جرنیل کی فتوحات کا سلسلہ برستور اب بھی جاری ہے جس کی تین مثالیں ہم مندرجہ بالا سطور میں یعنی دینی نظریہ پر اسلامی قومیت پاکستان کی بناء، عالمگیر اخوت اسلامیہ اور مدافعانہ جہاد تبلیغی دے چکے ہیں ۔ اس کی مفصلہ ذیل اور مثالیں قابل غور ہیں :۔ "مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے" پر بہت سے علماء کا اتفاق تھا ۔ حالانکہ یہ امر نہ تو قرآن و حدیث سے ثابت ہے نہ ہی آنحضرت صلعم و خلفاء راشدین کی زندگیوں میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے کہ محض دین اسلام کے ترک کرنے کی وجہ سے جس میں حکومت اسلامی سے بغاوت کا عنصر شامل نہ ہو ۔ کبھی کسی کو قتل کیا گیا ہو ۔ آج اس مسئلہ میں بھی .... مسلمان صحیح موقف پر آ رہے ہیں چنانچہ گذشتہ ایام میں ایس ۔ اے رحمان صاحب سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ پاکستان نے ایک کتاب اس موضوع پر بنام Punishment of Apostasy in Islam نہایت بلند پایہ تحقیق سے تصنیف فرمائی ہے جس میں آپ نے واقعات صحیحہ نیز قرآن و سنت اور خلفائے راشدین کی حکومتوں کے حالات سے ثابت کیا ہے کہ صرف ترک دین کے باعث نہ تو قرآن و حدیث کے نزدیک قتل کا جواز ہے اور نہ ہی آنحضرت صلعم و خلفائے راشدین کی حکومتوں کے وقت محض ترک اسلام پر کبھی کوئی سزا دی گئی ۔ کیا یہی نقطۂ نظر وہ نہیں جسے بانگ دہل اس زمانہ میں حضرت اقدس اور آپ کی جماعت احمدیہ نے دنیا کے سامنے پیش کیا ؟ مسلمانوں کا یہ بھی ایک غلط خیال تھا کہ جب تک ان کی اپنی حکومت نہ ہو تب .... تک نہ تو ان کی اپنی اصلاح ممکن ہے اور نہ ہی غیروں میں اشاعت دین ہو سکتی ہے ۔ خدا تعالےٰ نے برصغیر میں بھی مسلمان حکومت قائم کر دی، لیکن کیا اس سے ان کے اعمال میں صلاحیت پیدا ہوئی ؟ یا کیا اس حکومت نے غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے کوئی مشن قائم کئے ؟ .... واقعات تو یہ ہیں کہ پاکستان بننے سے قبل ایمان و اخلاق کے جس درجہ پر یہاں کے مسلمان قائم تھے اس سے کہیں نیچے گر گئے ۔ اسی انحطاط پذیری کا نتیجہ پاکستان کے حصے بخرے

ہونے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس کے برعکس حضرت بانیٔ سلسلہؑ نے ایک ایسی جماعت کی تنظیم کی جو اگر ایک طرف مسلّمہ تحریریہ تصفیۂ اسلامی تہذیب کی آئینہ دار تھی تو دوسری طرف اشاعت کے میدان میں اس نے غیر ادیان پر بے نظیر فتوحات حاصل کر دکھلائیں۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت بانیٔ سلسلہ نے مسلم معاشرہ کی صحیح ایمانی و اخلاقی تربیت پر جماعت احمدیہ کی تنظیم کی۔

جہاں ہم اتحاد کانفرنس کے حالیہ اقدام، اشاعت دین کو ایک نیک فال سمجھتے اور احمدیہ اصولوں کی طرف مسلمانوں کا ایک اور قدم اٹھا یقین کرتے ہیں وہاں ہمیں اس اقدام کی کامیابی میں شبہات ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے، جماعت احمدیہ تو ان کے جملہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر دشمن پر حملہ آور ہوئی اس لئے اسے کامیابی ہوئی، مگر دین کے اکثر و اہم اصولوں کی نسبت غیر احمدی نقطۂ نظر نہ تو غیروں کے لئے باعث کشش ہیں نہ ہی زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ہیں۔ اس لئے تبلیغ کے میدان میں کند ہتھیاروں سے کبھی کامیابی کا منہ دیکھنا ممکن نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ احمدیت نے ایک نئی نبوت اور عالمگیر تکفیر اور ایک نئی آمریت کی بناء ڈالی ہے تو یہ کہنا درست نہیں، حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی تحریروں اور ۱۹۱۴ء تک جماعت احمدیہ کے مسلک میں کہیں یہ باتیں موجود نہ تھیں، یہ تمام اختراعات اور انحرافات اختلاف سلسلہ کے بعد قادیانی یا ربوائی جماعت نے گھڑیں جن کے پرزور دفاع کے لئے جماعت احمدیہ لاہور ہمہ تن سرگرم عمل ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی شہادت بھی جماعت لاہور کی تائید و نصرت میں کام کر رہی ہے۔ عالم اسلام میں نہ کہیں نئی نبوت کے ادعا کو اور نہ ہی کلمہ گوؤں کی تکفیر کو کوئی قبولیت حاصل ہے اور نہ ہی کسی جگہ مذہبی آمریت کے نظام کو اس زمانہ میں کامیابی مقدر ہے۔ ہمیں علی وجہ البصیرت اس امر کے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ جہاں دین اسلام کے بجز آئندہ کسی دیگر دین کو فروغ نہیں اور نہ ہی کوئی اور مذہب دنیا کے مسائل کو حل کر سکتا ہے وہاں ہمیں اس امر کا بھی حق الیقین حاصل ہے کہ اسلام کی وہی تصویر اب مقبول عام ہو رہی ہے جیسے حضرت مولانا محمد علیؒ کی تفاسیر اور تحریروں میں پیش کیا گیا ہے اس دور کے آپؒ ہی اسلام کے تصور سپہ سالار ہیں جن کا ایمانی و علمی قیادت میں فتوحات اسلامیہ کا دور مقدر ہو چکا ہے۔ چنانچہ مصر میں حضرت مولانا کی معرکتہ الآرا کتاب "دی ریلیجن آف اسلام" کو دین اسلام کی صحیح و مستند تصویر سمجھ کر طبع کروایا گیا ہے یا تو ربع صدی قبل وہ وقت تھا جب مصر میں حضرت مولانا کے انگریزی ترجمہ کو جلا دیا گیا تھا اور یا اب یہ بدلا ہوا رخ کہ حضرت مولانا کی کتاب کو خود اہل مصر طبع و شائع کر رہے ہیں۔ اسی طرح حال ہی میں قرآن کریم کی جو تفسیر فارسی زبان میں محترم زین العابدین رہنما صاحب نے شائع کی ہے اس میں بیشتر مقامات پر حضرت مولانا کی تفسیر سے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام کی کونسی تصویر اور تفسیر اب قبولیت عامہ حاصل کر رہی ہے۔ کیا ہی سچ فرمایا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ؎

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

تاریخ انعقاد انتخابات مجلس معتمدین ۲۶ اپریل بعد از نماز جمعہ

مقامی جماعتوں کے صدر اور سیکرٹری صاحبان کو رجسٹرڈ خطوط کے ذریعہ ۴-۴-۷۴ کو تاریخ اور کارروائی انعقاد جلسۂ انتخابات سے باقاعدہ اطلاع دی جا چکی ہے۔ اُمید ہے یہ خطوط بروقت پہنچ گئے ہوں گے اگر کسی جگہ ڈاک میں التوا ہو جائے تو وہاں کے سیکرٹری صاحب اپنی جماعت کے جملہ اصحاب کو ایسی اطلاع دے دیں۔

اخبارات "پیغام صلح" اور "روح اسلام" میں بھی یہ اطلاع شائع کر دی گئی ہے۔

دستخط (کرنل) سعید احمد کنوینر کمیٹی انتخابات

جلسہ سیرت النبیؐ زیر اہتمام مقامی جماعت احمدیہ لاہور

سیرت النبیؐ کی تقریب سعید کے سلسلہ میں ایک جلسہ بعد از نماز جمعہ ۱۲ اپریل ۱۹۷۴ء کو مرکزی جامع احمدیہ لاہور میں منعقد ہوا صدارت کے فرائض محترم شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب نے ادا کئے۔ مولوی غلام حسین صاحب نے تلاوت کلام پاک کی۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد محترم کرنل سعید احمد نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر ایک پُرمغز تقریر فرمائی، جس کا خلاصہ ہدیہ قارئین ہے:-

کرنل سعید احمد نے سورۃ جمعہ کی آیات (۲-۳) هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم ۔۔۔۔۔۔ وهو العزيز الحكيم کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

یہ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ ویزکیھم اور انہیں پاک و صاف بناتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ انسان نمونہ کا محتاج ہے، لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة۔ یہ حضورؐ کا نمونہ ہی تھا جس نے عرب ایسی اجڈ قوم میں معجزانہ رنگ میں تبدیلی پیدا کر دی کسی کے عقیدہ کو بدلنا بڑا مشکل کام ہے۔ حضرت حکیم الامت مولینا نورالدینؓ کے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ تبلیغ کا کام کونسا مشکل کام ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہارے گاؤں میں کتنے غیر مسلم ہیں۔ کہا ایک۔ فرمایا اسے مسلمان کر کے دکھاؤ۔ کچھ مدت کے بعد وہ شخص دوبارہ آیا۔ تو کہنے لگا حضور وہ تو مانتا ہی نہیں غرضیکہ انسان کے خیالات کو تبدیل کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ اولاد کی محبت۔ بیوی کی محبت برادری کی محبت۔ قوم کی محبت سے دستکش ہونا ایک قسم کی موت قبول کرنا ہوتا ہے۔ ویزکیھم مگر خدا کا رسُول انسانوں کے اندر کو دھو دیتا ہے۔ ان کے دلوں کو پاکیزہ بناتا ہے۔ انہیں دنیا سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ رسُولِ کریم صلعم کس بادشاہ کے گھر پیدا ہوئے جو ان کی بات مانی جاتی۔ مگر ایک طاقت تھی جس نے نبوت کے دعوے سے پہلے بھی قوم سے آپؐ کو الامین کا لقب دلوایا۔ یہی وجہ تھی، جب حضورؐ نے دعویٰ کیا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ فوراً ایمان لے آئے اور ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہ کی، یہ صدیقیت کا مقام ہے کس قدر دُکھ اور مصائب مکی زندگی میں جھیلے اور سوائے خدا تعالیٰ کی جانب سے نصرت کے وعدہ کے اور کوئی اُمید بھی سامنے نہ تھی۔ کمزور سیرت کا آدمی زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ مگر یہ رسولؐ اور صحابہؓ کا ایمان تھا کہ گرم پتھروں پر لٹائے گئے قتل کئے گئے۔ ان کے جسموں کو چیرا گیا مگر اُف تک نہ کی۔ اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وبارك وسلم عليهم۔

اس زمانہ میں حضرت مجدد زماںؑ کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ نے چند وعدے کئے۔ جن میں سے کچھ ہم نے اپنی آنکھوں سے پورے ہوتے دیکھے ہیں اور باقی بھی انشاء اللہ دیکھ لیں گے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محمد رسول صلعم، صحابہؓ اور حضرت امام زمانؑ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تقریر کے بعد صاحب صدر نے دُعا مانگی اور حاضرین کی تواضع چائے اور بسکٹ سے کی گئی۔

ڈیرہ غازی خاں میں دو روزہ تبلیغی دورہ

بہدایت جناب سیکرٹری صاحب مولوی محمد علی صاحب مبلغ جماعت احمدیہ ملتان اور خان محمد شریف صاحب مالک عزیز ہوٹل و صدر انجمن احمدیہ ملتان یہاں ڈیرہ غازی خان مورخہ ۲۲-۳-۷۴ بروز جمعہ صبح تشریف لائے۔ ہر دو احباب نے آتے ہی برادرم عبدالرحمٰن صاحب غوری کی بیمار پرسی کی جو کافی عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ پھر آپ برادر عبدالرحیم مرحوم چانڈیہ کے گھر گئے۔ مگر محترم دوست محمد صاحب چانڈیہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔

نماز جمعہ مولوی محمد علی صاحب مبلغ اسلام نے پڑھائی اور ایک پُرزور تقریر دربارہ تنظیم جماعت کی۔ تقریباً جملہ احباب جماعت شامل تھے۔ بعد از نماز جمعہ

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۱)

غلام نبی مسلم

"پیغامِ صلح"

آج سے اٹھہتر سال پہلے حضرت مجددِ زمان علیہ السلام کے چند اہلِ دل مخلصین نے احمدیہ بلڈنگس لاہور سے ہفت روزہ "پیغامِ صلح" کا اجرا کیا۔ ان کے نزدیک یہ ہفت روزہ ایک عقیدہ تھا، نظریہ تھا، تحریک تھا اور منزلِ مقصود تھا۔

باز در عالم بیار ایامِ صلح — جنگجویاں را بدہ پیغامِ صلح

اس سے چھ سال قبل ۱۹۰۸ء میں امن و سلامتی کے شہزادے، ایامُ الصلح کے مصنف، پیامِ محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے داعی و ستارۂ اعظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے، زندگی کے آخری ایام میں حیاتِ عالیہ کے مشن کی تکمیل کے لئے مدینۃ المسیح لاہور میں قیام فرمایا اور اہلِ وطن و برادرانِ نوع کو وحدت و اتحاد کی لڑی میں پرو دینے کے لئے جہاں اکابرینِ شہر سے ملاقات کا سلسلہ شروع کیا وہاں پیغامِ صلح کے عنوان سے ایک کتاب لکھنا شروع کی جس کا مقصد تمام مذاہب کو ایک پلیٹ فارم پر یکجا کرنے کے اصولوں کی وضاحت تھی۔ آپ کی عظمت کے لئے یہ کارنمایاں کافی تھا۔ آپ کا مشن ابھی تکمیل کے مراحل سے گذر رہا تھا کہ آپ نے قضائے الٰہی کے آگے گردن جھکا دی اور اپنا فریضہ اپنی جماعت کے مخلصین کے سپرد کر کے حیاتِ ابدی کی فضاؤں میں راحت گزین ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے مامورین کے لئے غیرت ہوتی ہے۔ حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جماعت احمدیہ نے حضرت امامِ زمان کے مقاصد کی تکمیل کا کام جس عزم، ہمت، ایثار اور خلوص سے جاری کیا، اس کے اثرات ممالک غیر ...... میں ظاہر ہونے لگے۔ لیکن جہاں ایک گروہ دیوانہ وار برادرانِ نوع کو صلح کا پیغام دے رہا تھا۔ وہاں ایک دنیا پسند طبقہ کی تائید حسد و رقابت سے حرام ہو گئی۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت کے وصال کے ساتھ ہی دستِ قدرت نے اپنے مسیح موعودؑ کے کام کو تیزی سے آگے بڑھانے کے لئے جماعت کو دو گروہوں میں بانٹ دیا۔ دنیا پسند طبقہ الگ ہو کر جتھہ بندی، دولت اندوزی اور سیاسی استحکام میں منہمک ہو گیا، اور دوسرا مختصر گروہ جسے امامِ وقت نے اپنی حیاتِ طیبہ ہی میں اشاعتِ اسلام کے لئے چُن لیا تھا۔ اور جس نے حضرت حکیم الامت کی رہنمائی میں اس پیغام کو قلم و لسان سے عام کیا تھا۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے نام سے اسلام کا پیغامِ اتحاد و محبت قلم و شمشیر سے پھیلانے کے لئے لگ گیا۔

"پیغامِ صلح" اس گروہ کا ترجمان تھا۔ اس کا کام اتحاد تھا۔ اتحادِ مسلمین، اتحادِ اہلِ وطن اور اتحادِ عالمِ انسان...۔ اور اس نے یہ عظیم کام جس مستعدی، مستقل مزاجی اور استقامت سے جاری رکھا اس کی عظمت پر دو آراء ممکن نہیں۔

عظمتِ انسان
رنگ، نسل، جنس، دولت، نظریات کے امتیازات میں پسی ہوئی دنیائے انسان جن تاریکیوں میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھی، وہاں سے باہر نکلنے کے لئے انہیں کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ اور گو تیرہ سو سال قبل ہادیِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امتیازات کو ختم کر کے دنیا کو اتحاد و اخوت کے پرچم کے نیچے متحد ہونے کی دعوت دی اور انسانوں کے ایک کثیر گروہ نے آپ کی آواز پر لبیک بھی کہا۔ لیکن مرورِ زمانہ سے یہ پرچم دوبارہ امتیازات کے جھگڑوں کے سامنے جھک گیا، اور مسلمان اسلام کے پیغام کو بھلا کر امتیازات اور باہمی قتل و غارت کا شکار ہو گیا۔

ان حالات میں حضرت امامِ وقتؑ نے پھر وحدتِ نسلِ انسان کا بیڑا اٹھایا اور آپؑ کی جماعت نے اس کام کو آگے بڑھایا۔ چنانچہ اس جماعت نے اعلان کیا کہ انسان فی ذاتہٖ بہ لحاظ نوع، بلا امتیاز احترام و عظمت کا مستحق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد کرمنا بنی آدم کہ نوعِ انسان کا ایک ایک فرد بزرگی اور عظمت کا حامل ہے، اور سخر لکم ما فی السموات والارض اس کی عظمت پر یہ ارشاد ہے کہ کائنات کی ہر شئے اس انسان کی خدمت، بقا اور ارتقا کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور یہ تمام انسان خدا کی نظروں میں امتِ واحدہ ہیں۔ کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا۔ اختلافات اور منافقات تو اس کے اپنے پیدا کردہ ہیں۔

اتحاد کے وسائل
"پیغامِ صلح" کی وساطت سے اس جماعت نے دنیا کو احساس دلایا کہ اسلام کی نظروں میں تمام انسان ایک کنبہ کا حکم رکھتے ہیں۔

آب و نانِ ماست از یک مائدہ — دودۂ آدم کنفسٍ واحدہ

اور انسان نے فرمانِ الٰہی کو فراموش کر کے تفرقات کی آگ بھڑکائی تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بجھانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو وحی ہدایت کا پانی دے بھیجا۔ لیکن انسانوں نے ان انبیاء علیہم السلام اور ان کی تعلیمات کو پھر قوموں کے درمیان عناد کا ذریعہ بنا لیا۔ اس لئے تفرقات کے خارزاروں سے نکل کر وحدت، اخوت اور محبت کے گلستانوں میں پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ربّ العالمین کے علمِ توحید کے نیچے جمع ہو جاؤ۔ اور دنیا بھر کے انبیاء و ادیان کی تعلیمات کا احترام جزوِ ایمان بنا لو تاکہ تم اختلافات کو ہوا نہ دے سکو۔ اور تمہارے اتحاد کی اساس باہمی احترام و عقیدت پر ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس جماعت نے حریتِ ضمیر اور آزادیٔ رائے پر زور دیا کہ لا اکراہ فی الدین۔ دین کے معاملے میں کوئی جبر اور سختی نہیں۔ من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آزادانہ مطالعہ و مشاہدہ اور غور و تدبر سے لائحۂ حیات اختیار کرے، اور جس طرح وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص جبر اور فریب سے اس کے افکار پر اثر انداز ہو۔ اسی طرح وہ جتھا بڑھانے کے لئے لوگوں کی بے علمی اور کم فہمی سے فائدہ اٹھا کر انہیں ہم خیال بنانے کی کوشش نہ کرے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ ایک ناقص اور مفسد معاشرے کا قیام ہو گا۔ اس ضمن میں حضرت مخبرِ صادق صلعم نے آخری پیغام میں اعلان کیا کہ اسلام کی رو سے ایک انسان کی جان و مال اور آبرو دوسرے انسان پر خانہ کعبہ کی طرح قابلِ احترام ہے۔

اتحادُ المُسلمین
"پیغامِ صلح" نے اتحادِ عالم کے پہلو بہ پہلو اتحادُ المسلمین کو اپنے پیغامِ صلح کا کونے کا پتھر قرار دے رکھا ہے۔ ایک خدا، ایک نبیؐ، ایک کتاب اور ایک اُمت اس کا نعرہ ہے۔ ختمِ نبوت اس اعلان کا مرکزی نکتہ ہے۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے والا کوئی مسلمان کافر نہیں ہے۔" یہ اقرار ان تمام تفریقات کی جڑ کاٹتا ہے جن میں امتِ مسلمہ جہالت کی وجہ سے گرفتار ہے۔ عالمِ اسلام کی وحدت اور نجات اسی عقیدہ میں ہے۔ الحمد للہ کہ مسلمان اب بتدریج اس حقیقت کو تسلیم کر کے متحد ہو رہے ہیں۔ اور عالمی سربراہی کانفرنس اس کی طرف ایک اہم اقدام ہے اور اقبالؒ کا یہ خواب پورا ہو رہا ہے:

آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی

محبت و اتحاد کا نقیب
ہمارا سر اس یقین سے بلند ہو جاتا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے ترجمان "پیغامِ صلح" کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے عالمِ انسان کے اتحاد اور قرب کے لئے بیش بہا لٹریچر پیدا کیا اور گراں قدر خدمات انجام دیں اور اس امر میں ہماری مساعی کم نمود نہیں کہ اس صدی میں احمدیت کے پیغام کے بعد انسانوں کے اتحاد اور قیامِ امن کے لئے کئی ایک تحریکات نے جنم لیا۔ ان تحریکات کا وجود فی نفسہٖ نیک فال ہے لیکن یہ انسانی تحریکات زیادہ تر محبت و ایثار کی بجائے نفرت و تشدد کا رجحان رکھتی ہیں۔ اور دوسروں کے قریب کو پہنچنے کی بجائے اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اتحادِ عالم کے لئے دوسرے نظریات اور ان کے نقیبوں کو کچل دو۔ کسی کمیونسٹ، کسی استعمار پرست، کسی عیسائی، کسی ہندو، کسی یہودی یا کسی مولوی سے بات کیجئے۔ اس کے پاس اتحاد کی اس سے بہتر صورت نہیں ملے گی کہ مخالفین کو کچل دو جب کہ آسمانی پیغامِ صلح یہی ہے کہ تمام انسانوں، مذاہب، ان کے بانیوں، ان کی آسمانی کتابوں کا احترام کرو، پھر

(باقی بر صفحے کالم ۲)

جنابِ شیخ محمد طفیل ایم-اے
ترجمہ: جناب فخر الدین احمد

الاحمدیہ

حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر القرآن پر ندوی صاحب کے اعتراضات کا تجزیہ

(قسط نمبر ۵)

قرآن کریم کی سورۃ آلِ عمران میں حضرت مسیحؑ کا قول یوں وارد ہے۔
انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ[1]

ترجمہ: میں تمہارے لئے کیچڑ سے پرندوں کی شکل کی مانند تخلیق کرتا ہوں۔ پھر اس کے اندر پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اُڑنے والا ہو جاتا ہے۔

سید ابوالحسن علی ندوی اس مقام پر یوں معترض ہوتے ہیں :—

"قرآن مجید نے حضرت مسیح کا یہ قول بار بار درج فرمایا ہے کہ میں بطور معجزہ اور ثبوت نبوت کے تمہارے سامنے مٹی سے جانور بناتا ہوں اور پھر ان میں پھونک مار کر ہوا میں پرندوں کی طرح اُڑاتا ہوں (اس میں بے جان چیزوں میں روح ڈالنے کے) معجزہ سے بچنے کے لئے مولوی محمد علی صاحب نے اس آیت کو تمام تر استعارات پر مشتمل بنایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"چونکہ استعارۃً یہاں طیر سے مراد ایسے لوگ ہیں جو زمین اور زمینی چیزوں سے اوپر اٹھ کر خدا کی طرف پرواز کر سکیں اور یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ کس طرح نبی کے نفخ سے انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ زمینی خیالات کو ترک کر کے عالمِ روحانیت میں پرواز کرے"[2]

ندوی صاحب نے مولینا مرحوم کی تفسیر کو تاویل کہہ کر رد کر دیا ہے۔ مگر حضرت مولینا نے اپنی تاویل میں جو دلائل دیئے ہیں۔ ان کو ندوی صاحب نے قابل التفات نہیں سمجھا حضرت مولینا کے مضمون استدلال کی بنیاد خود قرآن کریم ہے۔ انہوں نے......
...... مفسرین کے خود تراشیدہ اور موشگافیوں کو نظر انداز کر دیا ہے جن کو ندوی صاحب سینے سے لگائے پھرتے ہیں۔

حضرت مولینا مرحوم فرماتے ہیں :—

"خالق بمعنی پیدا کرنا صرف ذاتِ باری کا خاصہ قرار دیا گیا ہے۔ خواہ وہ خلق مادہ سے ہو یا بغیر مادہ کے اس کی تائید میں اوّل یہ آیت قرآنی ہے :—

کیا انہوں نے اللہ تعالےٰ کے لئے کوئی ایسے شریک بنائے ہیں۔ جنہوں نے (کچھ) پیدا کیا ہو جیسے اللہ تعالےٰ پیدا کرتا ہے۔ پھر پیدائش ان کی نظر میں مل جل گئی کہہ دے اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ (۱۲: ۱۶)

گویا معبودانِ باطل نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا جو خدا تعالےٰ کی خلق کی ہوئی چیزوں میں ایسی مل جل جائیں کہ ان میں امتیاز نہ رہے اس کے برعکس اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی بھی کسی چیز کا خالق نہیں جیسا کہ یہ واضح الفاظ بتاتے ہیں :—

"اللہ تعالےٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے" (۱۲: ۱۶)

دوسرے مقام پر قرآن کریم میں آتا ہے :—

"زمینوں اور آسمانوں کی بادشاہت اسی کی ہے اور اس نے اپنے لئے کوئی بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی حکومت میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر اس کے لئے ایک اندازہ ٹھہرایا"

اور (لوگوں نے) اس کے سوائے معبود بنا لئے ہیں۔ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اور ان کو اپنے بُرے بھلے کا بھی اختیار نہیں اور نہ موت نہ زندگی اور نہ مر کر جی اُٹھنا ان کے اختیار میں ہے" (۲۵: ۲-۳)

"ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا کی پھر اسے (اپنے کمال کی) راہ دکھائی" (۲۰: ۵۰)

یہ آیات قرآنی بالخصوص ان معبودانِ باطل کے بارے میں ہیں جنہیں انکے پرستاروں نے زبردستی مسندِ الوہیت پر بٹھایا۔ آگے چل کر آتا ہے :—

"اور جنہیں یہ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں مردے ہیں نہ کہ زندے اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے" (۱۶: ۲۰-۲۱)

ایسا ہی آتا ہے :—

"تو کیا جو پیدا کرتا ہے وہ اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا" (۱۶: ۱۷)

اب اگر حضرت مسیح کا خلق بطور مانا جائے تو وہ من یخلق ہونے کی وجہ سے انسانوں جیسا نہ ہوا خدا جیسا ہوا۔ اس صورت میں قرآن مجید میں تناقض اور اختلاف ماننا پڑے گا۔ جو کسی طرح قابلِ تسلیم نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کا دعوےٰ ہے کہ اس میں اختلاف ہے نہ تناقض۔

"اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے (۴: ۸۲)

اس لئے قرآن کریم بار بار یہ قانون بیان کرکے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی کسی چیز کا خالق نہیں، اور پھر یہ بھی بتا کر کہ جن لوگوں کو معبود بنایا گیا ہے انہوں نے ہرگز ہرگز کسی چیز کو پیدا نہیں کیا، کیونکر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسیح نے بھی کچھ پرندے پیدا کئے تھے۔ یوں تو مسیح کا سچ مچ کے پرندے بنا دینا جن پر لفظ طیر ظاہر اُلغوی معنی کی رُو سے صادق آسکے باطل ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ یہ محکمات قرآنی اور تصریحات کلام ربانی کے خلاف ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مسیح خدا کے اذن سے خلق کرتے تھے۔ تو اس میں بھی کوئی معقولیت نظر نہیں آتی کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنی صفات کے خلاف اذن نہیں دیتا۔ جب خلق کو اس نے خاص اپنی صفت بیان فرمایا ہے جس میں مخلوق سے کسی صورت میں شریک نہیں ہو سکتی تو اس کے خلاف اذن دینا گویا اپنی مسلّمہ صفت کا بطلان ہے۔

اب قارئین خود ہی بتائیں کہ کیا مولینا مرحوم نے کوئی انہونی اور خلافِ قرآن تفسیر پیش کی ہے یا ان کے دلائل کا ماخذ محکمات قرآنی اور تصریحات کلام ربانی ہیں۔ مولینا مرحوم نے قرآن کریم کے ایک مقام کی تفسیر دوسرے مقام سے کی ہے۔ اگر مولینا کا یہی جُرم ہے تو یقیناً وہ بحث مجرم ہیں۔ اسی اصول کے ماتحت انہوں نے تصریحات کلام ربانی کو ایسی روایات پر ترجیح دی ہے جن کی صحت مشکوک ہے اور جو محکمات قرآنی کے خلاف ہیں۔ حضرت مسیح کے ارشادات بیشتر تمثیلوں پر مشتمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بھی حضرت مسیحؑ کے یہ اقوال تمثیل کے رنگ میں بیان کئے ہیں۔ اپنی انگریزی تفسیر القرآن میں مولینا فرماتے ہیں :—

"ان آیات کا صحیح مفہوم پانے کے لئے اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ حضرت مسیح کے خطبات کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ تمثیلات بیان کرتے ہیں۔ ان کے اقوال و ارشادات استعارہ و مجاز کا لباس پہنے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اس امر کو ذہن نشین کر لینے سے ان آیات شریفہ کا جو دراصل حضرت مسیح کا کلام ہے مطلب آسانی سے سمجھ آ جاتا ہے۔ مٹی سے پرندوں کا بنانا اور ان میں پھونک مارنا ہے۔ اب اگر اسے حقیقت پر مبنی خیال کر لیا جائے تو یہ ناقابل فہم بات بن جاتی ہے مگر جب ہم اسے ایک تمثیل کے رنگ میں دیکھتے ہیں تو اس کا مطلب بخوبی سمجھ جاتے ہیں۔

طیر یا طائر کے لغوی معنی پرندے کے ہیں مگر جس طرح ایک بہادر انسان کو مجازی رنگ میں شیر کہا جاتا ہے بعینہ سفلی خواہشات، اور دنیوی اغراض سے بلند ہو کر عالم روحانیت کی بلند فضاؤں میں اُڑنے والے سالک کو مجازاً طیر یا طائر بھی کہا جا سکتا ہے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے بھی مرد مومن۔ مرد مجاہد کے لئے

---

[1] آلِ عمران ۳ - ۴۸ - [2] قادیانیت (انگریزی ایڈیشن صفحہ ۱۳۹)

[3] بیان القرآن (طبع جدید) صفحہ ۲۱۵ زیر عنوان آیت ۳ : ۴۸
[4] تفسیر قرآن انگریزی صفحہ ۱۴۴

"طائر" "شاہین" "عقاب" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ سورۃ الانعام میں آتا ہے :—

اور زمین میں کوئی جاندار نہیں (جو زمین پر چلتا ہے) اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر وہ بھی تمہاری طرح جماعتیں ہیں" (۶ : ۳۸)۔

دوسرے لفظوں میں ذوالعقل حیوانات میں بھی ایسے افراد ہوتے ہیں جو دنیوی اغراض سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اور ایسے بھی ہوتے ہیں جو بلند پروازیوں اور سیر روحانی کے مشتاق ہوتے ہیں۔ سورۃ الاعراف میں آتا ہے۔

"وہ جن کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں۔ ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔ وہ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ زیادہ گمراہ یہی بے خبر ہیں" (۷ : ۱۷۹)

پس آل عمران کی ان آیات سے مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح کے نفخ روحانی نے مٹی کے پتلے عام انسانوں کو زمینی پستیوں سے اٹھا کر خدا رسیدہ بنا دیا، اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم صحبت کی تاثیر سے ماہی گیر اور دھوبی (الفاظ طین میں ان کی ادنیٰ حالت کی طرف اشارہ ہے) اپنے استاد کی دعوت پر گھر بار چھوڑ کر پیغام حق سنانے کے لئے دور دراز ملکوں کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ خلق طیر حضرت مسیحؑ کے عہد طفلی (قبل بعثت) کا واقعہ ہے۔ مندرجہ توجیہ کے لئے کوئی روک نہیں۔ ممکن ہے کسی راوی نے اس تمثیلی کلام کو صحیح طور پر نہ سمجھا اور اس کی حقیقت سے قرآن مجید نے پردہ اٹھایا ہو۔

مولانا محمد اسد نے انہیں آیات کا ترجمہ یوں کیا ہے :—

"میں تمہارے لئے مٹی سے جیسا تمہیں دکھائی دیتا ہے، ایسی صورتیں بنا دوں گا جو کاتب تقدیر نے لکھ رکھی ہیں۔ پھر ان میں پھونکوں گا تا کہ خدا کے فضل سے تمہارے نصیبے سنور جائیں۔" ۵ھ

اور ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :—

"لفظ طیر طائر کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں اڑنے والا جانور یا پرندہ۔ مصدر کی صورت میں اس کے معنی پرواز کے ہیں۔ جو مشتق طار سے ہے۔ یعنی اس نے پرواز کی۔ زمانہ جاہلیت کی ادبی تخلیقات اور قرآن کریم میں بھی طائر اور طیر کا استعمال اکثر مقدر یا بخت اچھا ہو یا برا ہو کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے سورۃ الاعراف میں (۷ : ۱۳۱)۔ سورۃ مریم میں (۱۷ : ۱۳)۔ لغت عربی کی مستند کتابوں میں بھی طیر اور طائر کی محاورۃ استعمال کی مثالیں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو لسان العرب جلد پنجم ص ۱۹۰ گویا حضرت مسیح نے بنی اسرائیل کو اپنے محبوب تمثیلانہ انداز میں بتلایا کہ ان کے پیچھے چلنے والے خدا کے حکم سے خدا رسیدہ بن جائیں گے۔ اور انہیں اپنی منزل زمین کی پستیوں کی بجائے آسمانوں میں نظر آنے لگے گی۔ (جیسا کہ آیت کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے۔" ۶ھ

یہاں اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ احادیث میں شہداء کو جو اعلیٰ مقام روحانیت پر پہنچ چکے ہیں طیر یعنی پرندوں سے مشابہت دی گئی ہے۔ بعض روایتوں میں ہے شہیدوں کی روحیں سبز پرندے ہیں، اور بعض میں ہے کہ سفید پرندے ہیں (ملاحظہ ہو بیان القرآن صفحہ ۲۱۸ نیا ایڈیشن) نیز شیخ اکبر محی الدین ابن العربی نے بھی خلق طیر سے روحانی خلق مراد لیا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر محی الدین ابن العربی برحاشیہ عرائس البیان)

۵ھ THE MESSAGE OF THE QURAN جلد اول صفحہ ۹۸-۹۹ شائع کردہ ورلڈ بک مکتبہ المعظمہ (سنہ ۱۹۶۴ء)

۶ھ ایضاً " " " " " " " " " " " " " "

پیغامِ صلح کا "مسیح موعود نمبر" — پیغامِ صلح کا ۲۲ مئی کا شمارہ "مسیح موعود نمبر" ہوگا اہلِ قلم احباب سے درخواست ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنی نگارشات ۵ مئی تک مدیر پیغامِ صلح کے نام ارسال فرمائیں۔

"پیغامِ صلح" — بسلسلہ صفحہ ۵

ہر شخص کو عقیدے کی آزادی دو، دین میں جبر سے پرہیز کرو اور برادرانِ دنیا کی بھلائی، خیر خواہی، خدمت اور بے لوث عدل کو اختیار کرو۔

اس ضمن میں مسلمان کی تفرقہ پسندی اور داخلی انتشار افسوسناک ہی نہیں خطرناک بھی ہے۔ اس کی زندگی میں افسوسناک تضاد پایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کا شیدائی ہونے کا مدعی ہے۔ جن کی تعلیمات وحدت کی علمبردار ہیں۔ مگر دوسری طرف محض اختلاف علم و فہم کی بنا پر ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق نے اسے دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے اور اس داخلی دشمنی کے باوجود غیروں کی نیاد توں کا شاکی ہے۔ خود نسلی، علاقائی اور فرقہ وارانہ اختلافات کو سینہ سے چمٹائے بیٹھا ہے مگر دیگر اقوام کی ریشہ دوانیوں اور انسان دشمنی کا شکوہ سنج ہے، خود مخصوص عقائد میں آزادی چاہتا ہے۔ لیکن دوسروں کو یہ حق دینے کے لئے آمادہ نہیں حالانکہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان، بالخصوص پاکستان کا مسلمان، گذشتہ چند سالوں کے واقعات سے عبرت پکڑے۔ پاکستان کی بقا کا تقاضا یہی ہے کہ پاکستان کے مسلمان ہر قسم کے اختلافات کی زنجیروں کو توڑ دیں، اور ان سیاسی قائدین اور مذہبی رہنماؤں اور جتھوں کو ختم کر دیں جو اپنی قیادت اور سیادت کی دوکان مسلمانوں کے مابین نفرت اور دینی تفریق بڑھا کر چمکاتے ہیں۔ پھر عالم اسلام میں ان انتشار پسند عناصر اور رجحانات کے خاتمے ہی سے افقہائے عالم میں حضرت خاتم سلسلہ نبوت کی عظمت کا سورج طلوع ہوگا اور مسلمانوں کے اتحاد کی خنک ہواؤں ہی سے متاثر ہو کر مقہور و مظلوم انسان اسلام کی آغوش میں پناہ لیں گے

تجدید عہد — پیغامِ صلح کی آج پہلے سے بھی بڑھ کر ضرورت ہے۔ انسان کا انتشار افتراق اور اضطراب بہت بڑھ چکا ہے۔ اور وہ پیغامِ صلح و امن و ہدایت کے لئے بے چین ہے۔ خود عالم اسلام کو اپنی بے بسی سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہ تریاق درکار ہے۔ اور یہ تریاق موثر صورت میں وابستگان "پیغامِ صلح" کے پاس ہی ہے۔ ہمیں اس پیغام کی صحت پر تو شک ہے اور نہ پیش کرنے میں ہچکچاہٹ۔ اگر کوئی کمی ہے تو حالات کے از سرِ نو جائزہ سے احتساب اور جدید منصوبہ بندی کی اور پھر اس کے بعد تجدید عہد کی، کہ ہم اتحاد عالم اسلام اور وحدتِ نسلِ انسانی کے مقصد کے حصول کے لئے پہلے سے زیادہ عزم و ہمت، استقامت صبر اور ایثار سے قدم اٹھائیں گے۔ یہی ہمارا ایمان ہے، یہی اسلام ہے۔ یہی قرآن و حامل قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہے۔ یہی ہماری منزل مقصود ہے۔ اسی غرض کے لئے اس زمانے کے امام نے ہمیں پکارا۔ اسی کا غلبہ مقدر ہے اور اس قیادت کی شاہراہ پر امن و صلح کا علمبردار پیغامِ صلح چلتا ہی چلا جائے گا۔

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہوگا

وما توفیقی الا باللہ العظیم ؛

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے معتمدین کے انتخابات

مسجد مسلم ٹاؤن میں بعد از نماز جمعہ ۲۶ اپریل کو منعقد ہوں گے

گذشتہ شمارہ میں یہ اعلان شائع ہو چکا ہے کہ جملہ معتمدین ...... کے انتخابات کی تاریخ ۲۶ اپریل ۱۹۷۴ء (بعد از نماز جمعہ) مقرر ہوئی ہے۔ اسی کے مطابق ۱۹ اپریل کو بعد از نماز جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بھی اعلان کر دیا گیا ہے کہ گذشتہ مرتبہ کی مانند اس دفعہ بھی انتخابات مسجد مسلم ٹاؤن میں منعقد ہوں گے۔ مقامی جماعت لاہور کے ممبر صاحبان مطلع رہیں کہ ان اعلانات کے مطابق مقامی جماعت لاہور کے انتخابات ۲۶ اپریل بعد از نماز جمعہ مسجد مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہو رہے ہیں۔

(کرنل) سعید احمد صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور

محترم شیخ نثار احمد صاحب

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنے فرستادہ بھیجے۔ یہ سلسلہ رشد و ہدایت آدم کے ساتھ ہی شروع ہوا۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ کوئی امت نہیں جس میں ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ تو سب کے ساتھ یکساں رہا لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور بعض نے اپنے آپ کو اتنا برگزیدہ سمجھا کہ ان کے سوائے کوئی بہشت میں نہیں جائیگا۔ بنی اسرائیل بزعم خود یہی سمجھے اور یہود و نصاریٰ علم اور عمل کے لحاظ سے الا ماشاء اللہ سب سے پیچھے رہ گئے۔ اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے مغضوب اور ان کی پیروی کرنے والوں کو بدترین گمراہ قرار دیا گیا اور بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں وہ لوگ بھی ہوں گے کہ ان جیسے گناہوں میں مبتلا ہوں گے۔ اور یہ وہ لوگ تھے جو اپنے گناہوں اور جرائم پر فخر کرتے تھے اور عبرت انگیز واقعات کے باوجود سرکشی سے باز نہ آتے تھے۔ یہ کتنی بڑی بدبختی ہے۔ آج بھی اس قوم کی بد اعمالیاں اور سازشیں اظہر من الشمس ہیں اور دنیا گواہ ہے کہ کیا کیا منصوبے یہ قوم بناتی ہے اور کس قدر یہ حق کی دشمن ہے۔

انبیاء لوگوں کو حق پر قائم کرنے کے لئے آتے اور حق کی پیروی کرنے والوں کو خوشخبری دینے والے۔ بالآخر ان برگزیدہ لوگوں کے آنے کے بعد بھی اختلاف پیدا ہوا۔ اس اختلاف کے فیصلہ کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو مبعوث کیا گیا اور ایک عظیم الشان کام حق پر قائم کرنا ان کے سپرد کیا گیا۔ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ رات کو اٹھتے تو دعا فرماتے: اے اللہ جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل کے رب آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے غیب دیکھنے اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان باتوں کا فیصلہ کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے تو اس بارہ میں مجھے ہدایت فرما جو حق کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے بے شک جسے تو چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے"۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرتؐ کی بعثت کی غرض کیا تھی اور امت مسلمہ کا مقام کیا تھا۔

کیا مسلمان قوم کے لئے یہ فخر کا باعث نہیں وہ اس رسول کی امت ہیں جو نبیوں کا سردار ہے۔ افضل الانبیاء اور خاتم النبیین ہے اور وہ ایسی کتاب لایا جو ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ لاریب ہے اور تبیانا لکل شیء ہے۔ کوئی بات اس سے باہر نہیں۔ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کوئی گذشتہ یا آئندہ ظاہر ہونے والی صداقت ایسی نہیں جو اس میں نہیں۔ اس عظیم الشان نبی کی یہ امت ہے اور اس کا مقام بھی متعین کیا گیا اخرجت للناس۔ اور جس نمونہ پر انہوں نے چلنا تھا اس کی نشاندہی بھی فرما دی گئی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور جس تعلیم پر عمل پیرا ہو کر نمونہ بننا تھا اس کے متعلق بھی فرما دیا۔ وبالحق انزلناہ و بالحق نزل ہم نے اسے ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے۔ اگر دنیا کو کبھی ایک ہی نبی کی ضرورت تھی تو یہ اس وقت تھی جب حضرت نبی کریمؐ کا ظہور دنیا میں ہوا جب خدا کے قوانین ساری روئے زمین پر توڑے جا چکے تھے اور جبکہ ہر قوم حد اعتدال سے تجاوز کر چکی تھی۔ . . . .

. . . . . . اگر کسی ایک قوم کی حالت دگرگوں ہوتی تو اس قوم کے اندر نبی کا ظہور ہوتا رہا تو اب دنیا کی کل قومیں جہالت۔ کفر۔ بددیانتی۔ بداخلاقی اور اعمال قبیح میں گرفتار ہو چکی تھیں اور اخلاقی پہلو نہایت درجہ کمزور ہو چکا تھا اور ظہر الفساد فی البر والبحر کا دور دورہ تھا۔ سو حالات کا تقاضا تھا کہ ایک ہی انسان کامل دنیا میں ظاہر ہو کر سب ملکوں اور قوموں کی اصلاح کا بار اپنے اوپر لے اور خدا کے مذہب کو کمال کے رنگ میں پیش کرے۔ جس طرح متفرق قومی قوانین کا یہ تقاضا ہے کہ بین الاقوامی قانون بھی ہو۔ اسی طرح مختلف قومی مذاہب کے اندر ایک بین الاقوامی مذہب بھی ضروری تھا جو ان کے اختلافات دور کر کے مذہب اصول حقہ قائم کرے۔ پس یہ عالمگیر مذہب اسلام ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو دیا گیا، اور آنحضرت صلعم بجا طور پر آخری نبی ہوئے۔

نبوت کا دروازہ کیوں بند ہوا اس لئے کہ دین مکمل ہو گیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور اس پیغام میں کوئی پہلو انسانی زندگی کا، تمدنی، معاشرتی، مذہبی، رشتہ داری، برادری، ہمسائیگت، اخوت، ملکی، قومی، بین الاقوامی تعلقات کا تشنہ نہ رہا اور اس پیغام کے لانے والے نے سب سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ انا اول المسلمین۔ آج کی ترقی یافتہ اور مہذب قوموں کی طرح یہ غیر معقول نظریہ نہیں کہ "THE KING CAN DO NO WRONG" کہ بادشاہ یا سربراہ سے کوئی غلطی سرزد ہو ہی نہیں سکتی اور وہ قابل گرفت اور تعزیر نہیں۔ یہ کامل انسان سب سے پہلے فرمانبردار اور تمام احکام پر عمل کرتا ہے۔ یہ ہے دین اور یہ ہے دین پر چلنا۔ اور دشمن بھی معترف ہے کہ سب سے کامیاب ترین انسان محمدؐ ہیں۔ ENCYCLOPEDIA OF BRITANICA میں یہی لکھا ہے۔

بعض قومیں اپنے لئے قابل فخر یہ بات سمجھتی ہیں کہ ان کا پیغمبر صرف روحانیت کے لئے آیا۔ روحانیت کا یہ غلط مفہوم ہے۔ جو مذہب رہبانیت اور دنیا سے کنارہ کشی سکھاتا ہے وہ ناقص ہے اور نہ ہی اس کو اختیار کر کے کوئی اچھا انسان بن سکتا ہے وہ جو دنیوی فرائض اور ذمہ داریوں سے علیحدہ اور دور رہتا ہے وہ ایک ادھورا آدمی ہے۔ مسلمان کی دنیا دین ہے اور اس کی سیاست بھی دین کے ماتحت ہے۔ کیا ہماری جسمانی حالتیں ہماری اخلاقی اور روحانی حالتوں سے گہرا تعلق نہیں رکھتیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارا کھانا پینا بھی ہماری اخلاقی اور روحانی حالتوں پر بہت اثر ڈالتا ہے اور اس حقیقت کو بھی ہمارے نبی کریم صلعم نے ہی روشن کیا اور آپ نے فرمایا ہے جو رزق حلال نہیں کھاتا اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ اور آپ نے فرمایا: تاجر صادق اور امین آخرت میں انبیاء کے ساتھ ہوگا۔ ایک دولتمند انسان جو روحانیت میں بھی اعلیٰ مقام پر ہو وہ انسانی خوشیوں کے بڑھانے میں بہت معاون ہو سکتا ہے۔ دل کی پاکیزگی اور ایثار میں فروتنی جو روحانیت کے اہم اجزاء ہیں۔ پھر جب ان کا ظہور ایسے لوگوں میں ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے تو یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور ان کی زندگیوں میں نہایت عمدہ اخلاقی سبق ہوتا ہے اور یہ ان ہوتے بھی حضور کی زندگی میں قابل قدر نمونہ ملتا ہے اور یہ بھی روحانیت کی روشن مثال ہے۔ اگر کوئی موقعہ ہی نہ ہو تو حقیقی صلاحیت کیسے معلوم ہو کسی کو شان و شوکت، غلبہ و اقتدار حاصل ہو جائے تو پھر دیکھیں کیفیت کیا ہوتی ہے۔ اس کی نظیر بھی کوئی مثال نہیں۔ لیکن اس عظیم الشان زندگی پر غور فرمائیں۔ ایک تو یتیم پھر چاروں طرف سے تکلیفوں کا نشانہ تھے کہ وطن بھی چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور آخر جب یہ دور گذرا اور آپ نہ صرف روحانی بادشاہ ہی بنے بلکہ جسمانی حاکم بھی ہوئے۔ لیکن کیا غربت کی حالت سے نکل کر طاقتور ہو جانے کی صورت میں آپ کی طرز زندگی میں کوئی فرق آیا، کیا خدمت گذار رکھے یا اپنی حفاظت کے لئے محافظ مقرر کئے۔ نہ آپ نے دولت جمع کی نہ کوئی جائیداد بنائی۔ آپ کے اختیارات و وسائل تو ایسے تھے کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی حاصل نہیں تھے لیکن بایں ہمہ سادہ زندگی خوراک بھی وہی اور لباس بھی وہی، چٹائی بھی وہی۔ دکھاوے اور تکبر کا نام نہیں ناواقف لوگ جب ملاقات کے لئے آتے تھے تو ان کو پوچھنا پڑتا ایکم محمد تم میں محمد کون ہیں۔

لوگ فرط محبت اور عقیدت سے کہتے کہ آپ بھی اعلیٰ لباس زیب تن کریں۔ اور شان و شوکت سے رہیں لیکن سبحان اللہ کیا جواب دیا۔ فرمایا الفقر فخری مجھے اس فقر پر فخر ہے۔ بیٹی نے مطالبہ کیا کہ چکی پیس پیس کر ہاتھوں میں تکلیف ہوتی ہے خادم رکھ دیں۔ کیا کوئی کمی تھی۔ فرمایا: بیٹی۔ بہت عورتیں ایسی ہیں جو محروم

تھی - جب تک وہ خوشحال نہ ہو جاویں خادم کیسے رکھ دوں -

ایک غیر مسلم مفکر نے لکھا ہے :-

"آپؐ کے اخلاق پاک اور بے عیب ہیں، آپ کی پوشاک اور خوراک نہایت سادہ آپ پسند نہیں کرتے تھے کہ آپ کے رفقا خاص طور پر آپ کی عزت کریں - نہ دوسروں سے ایسا کام لیتے جو خود کر سکتے تھے - اپنے کپڑوں اور جوتی کی مرمت کر لیتے - بازار سے سودا لے آتے، دوسروں کے لئے بھی لے آتے - آپؐ کی کوتاہی اور نیاتی کی کوئی مد نظر نہیں آتی - باوجود بے شمار تحفے تحائف جو آپ کو ہر طرف سے آتے تھے بیت المال کا حصہ قرار دیتے - طبیعت میں کمال درجہ کا استغنا ہے - آپ نے فرمایا نبی کا ورثہ نہیں ہوتا، عفو اور درگذر کا کیا شاندار نمونہ دکھایا ہے - عرب آپؐ کے پاؤں تلے اور مکہ جو آپ کی مخالفت کا مرکز تھا - اب آپؐ کے رحم پر ہے - جو چاہتے ان کو سزا دیتے - وہ جو جان کے دشمن تھے - اور وہ جنہوں نے آپؐ کے چچا کا کلیجہ چبایا تھا - ایسے لوگوں کو سزا دینے پر کوئی اعتراض آپ پر نہ کر سکتا تھا - آپؐ نے ان سے پوچھا کہ وہ کس قسم کے سلوک کی امید رکھتے ہیں - انہوں نے بیک آواز کہا... آپؐ کریم ابن کریم ہیں ہمیں رحم کی امید ہے - اللہ اللہ کس دل گردے کا انسان ہے فرماتے ہیں لاتثریب علیکم الیوم - آج تم پر کوئی گرفت نہیں -

ایک موقعہ پر جبکہ یمن کی ایک قوم کی شکست کے بعد قیدیوں میں کچھ قبائلی عورتیں بھی آنحضرتؐ کے سامنے لائی گئیں - ان میں مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی بھی - آپؐ نے اس کے ساتھ بڑی مروت کی اور عملی رنگ میں بتایا کہ نیک انسان ہمیشہ نیکی کی قدر کرتا ہے - آپؐ نے اس کے باپ کی سخاوت اور مخلوق خدا سے ہمدردی یاد کرتے ہوئے فرمایا کہ حاتم کی بیٹی کو آزاد کر دو - بیٹی چونکہ باپ کی صفات کو لئے ہوئے تھی، اس نے نہ چاہا کہ اس فیاضی سے اکیلی فائدہ اٹھائے - اس نے کہا اگر میرے قبیلہ کے باقی لوگ قید میں رہیں تو میں بھی ان کے ساتھ قید میں رہنے کو ترجیح دوں گی - حضورؐ نے ان سب کو رہا کرنے کا حکم دیا، اور مناسب ہدایت کے ساتھ ان کے قبیلہ میں واپس پہنچا دینے کو کہا -

اس قسم کے واقعات سے آنحضرت صلعم کی زندگی کی تاریخ بھری پڑی ہے اور غور فرمائیں کہ یہ الزام کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے بالکل بے بنیاد ہے - ہزار ہا قیدی آزاد کئے گئے ایک بھی واقعہ ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا کہ کسی کو بجبر مسلمان کیا گیا ہو -

آپؐ نے قوانین جنگ بھی ایسے دیئے کہ آج کی جنگوں کے ساتھ اگر موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضورؐ کتنے عظیم مدبر تھے - یہ آپؐ کی بتائی ہوئی تعلیم ہے کہ نہ ثمردار درخت کو کاٹو، زمین کی پیداوار تباہ مت کرو - کھیتوں کو نہ اجاڑو - مکانوں کو نہ جلاؤ - شفاخانوں کو نقصان نہ پہنچاؤ - دشمن کے ذخائر سے صرف اس قدر لو کہ ضرورت سے زائد نہ ہو - قیدیوں کے ساتھ رحم کا سلوک کرو - جو عہدنامے دشمنوں کے ساتھ ہوں انہیں پورا کرو کسی قسم کا دھوکا اور فریب نہ ہو - قول و عہد کی پوری پابندی کرو -

جنیوا کا عہدنامہ اور ہیگ کانفرنس کے قوانین اور ضوابط دوسروں پر تو کیا اثر کریں گے خود ان قوموں نے ان کا کوئی احترام نہیں کیا - اور جو بے حرمتی عالم میں ان قواعد کی ہوئی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں -

قواعد و قوانین تو بڑے اچھے ہیں - لیکن ان پر عمل کرنے والے کہاں - ان کی بنیاد اسلام نے ہی ڈالی اور آنحضرتؐ نے ان پر عمل کر کے دکھایا - یہ واقعات ہیں کہ غیر بھی خراج تحسین دینے پر مجبور ہو گئے - ایک مغربی مفکر نے لکھا ہے :- "مجھے امید ہے وہ وقت دور نہیں جب تمام ملکوں کے تعلیمیافتہ اور دانشوروں کو اکٹھا کروں تا ایسا عالمگیر نظام قائم کر سکوں جو قرآن کے اصول پر قائم ہو کیونکہ صرف قرآن کے پیش کردہ اصول اور نظریات ہی صحیح ہیں اور وہ ہی نوع انسان کی رہنمائی اور خوشگوار زندگی کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں - ایک مفکر نے لکھا کہ قرآن ایک معجزہ ہے - محمدؐ نے بھی اس کو معجزہ کہا اور یقیناً یہ دائمی معجزہ ہے - اور ایک مفکر نے آنحضرت صلعم کی مدح میں لکھا کہ آپؐ فلاسفر ہیں، سحرانگیز فصاحت و بلاغت کے مالک، حالات پرکھنا جاننے والے، بت پرستی سے پاک معقول نظریات کو قائم کرنے والے - بیسیوں علاقائی

سلطنتوں لیکن ایک روحانی سلطنت کے بانی - جس معیار پر بھی آپؐ کو پرکھا جائے ہم بجا طور پر یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیا اور بھی کوئی آپ سے زیادہ عظیم الشان انسان ہے -

آپؐ کی زندگی میں ہمیں دنیا کی دولت و ثروت سے بے نیازی کا ثبوت ملتا ہے - مال غنیمت آتا ہے تو سب کا سب تقسیم کر کے اٹھتے ہیں اور خود دامن جھاڑ کر واپس آ جاتے ہیں - ایک دفعہ آپؐ کو یاد آیا کہ گھر میں سونے کا ٹکڑا ہے - اسی وقت اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اسے تقسیم کر دو، میں نے نہ چاہا کہ محمدؐ کے گھر میں یہ رہ جائے مال غنیمت تقسیم ہو رہا ہے اور اس میں سے کچھ بچ رہا فرماتے ہیں میں اس طرح گھر نہیں جاؤں گا جب تک یہ باقی بچ رہے -

آپؐ نے یہ صفات اپنے صحابیوں میں بھی پیدا کیں - عدل و انصاف، حقوق کی نگہداشت اور ذمہ داریوں کا احساس اس طرح ان کے دلوں پر نقش ہوا کہ یہ ان کا ہی حصہ تھا - عنانِ حکومت سنبھالتے وقت وہ یہ کہتے کہ اگر ہم سیدھے چلیں تو ہماری پیروی کرنا اور اگر ہم ٹیڑھا چلیں تو ہمیں سیدھا کر دینا - یہ الفاظ صرف ایک مخلص اور بے لوث خدمت کی صفت رکھنے والے کے منہ سے ہی نکل سکتے ہیں -

آج جو استحصال کا لفظ زبان زد خاص و عام ہے اس کے خلاف دنیا میں خوش کن نام اور نظام تو پیش کئے جاتے ہیں لیکن اسلام اور صرف اسلام ہی ہے جو استحصال کے خلاف سب سے پہلے صف آرا اور تجربہ آزما ہوا ہے اور ایسا معاشی انتظام پیش کیا اور ذمہ داری کا احساس پیدا کیا کہ انسان تو انسان، جانوروں کے لئے فکر دامنگیر ہے - خلافت کا بوجھ اٹھانے کے بعد حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ دریائے فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مر گیا تو عمر سے پرسش ہوگی - کیا ایسی مثال کہیں اور بھی مل سکتی ہے - جب شاگردوں کا یہ حال ہو تو استاد کا کیا مرتبہ - قیاس کن ز گلستان من بہار مرا درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے - الغرض کسی صفت کا نام لیں کسی شعبۂ زندگی کو لیں - کسی اخلاقی پہلو کا جائزہ لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ بدرجہ اتم موجود ہے

حسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پہلے انبیاء جو گذرے ان کی مثال ستاروں سے دی جا سکتی ہے - انہوں نے تھوڑی سی روشنی دی اور انسانوں کے ارتقا میں مدد ضرور دی لیکن اس کی روح ابھی تشنہ تھی - وہ اندھیرے میں بھٹک رہا تھا اور اس کی راہوں میں گڑھے درپیش تھے، لیکن اس آفتاب عالمتاب نے ان راہوں کو روشن کر دیا اور دنیاوی نعمتوں کے ساتھ ساتھ وہ اس کو روحانی سکون و اطمینان کے معراج پر بھی لے گیا -

شد عیاں اندر سے علی الوجہ الاتم ؛ جوہر انساں کہ بود آں مضمرے
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال ؛ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

اگر چند لفظوں میں آپ کی شان کو بیان کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس شعر سے بہتر مجھے الفاظ نہیں ملتے جس پر میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم ؛ کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

تبلیغی دورہ ——— بقیہ از صـ ۲

مولوی محمد علی صاحب مبلغ اور خاکسار فرداً فرداً جماعت کے دوستوں کے گھر برائے ملاقات تشریف لے گئے - جن میں محمد اکمل صاحب (افسر زراعت) اور الیکشن آفیسر صاحب اور مخدوم سعد اختر صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازی خان قابل ذکر ہیں اور رات کو معزز مہمانوں کا قیام جناب پرنسپل صاحب کی کوٹھی پر ہوا - پھر اگلی صبح کو باقی ماندہ احباب جماعت سے ملاقات کی - چند ایک غیر احمدی حضرات سے بھی ملاقات ہوئی - اس طرح یہ دورہ بخیر و خوبی سر انجام ہوا - اس رابطہ سے مقامی احباب جماعت نے اچھا اثر لیا -

(مولوی عبد الرحمٰن - ڈیرہ غازی خان)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

جلد ۶۱ | چہارشنبہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ - یکم مئی ۱۹۷۴ء | نمبر ۱۸

حکمت قرآن

حضرت مولینا محمد علی علیہ الرحمۃ

قرآن حکیم متقین کے لئے ہدایت ہے

الٓمٓ ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدًی للمتقین......
ھم المفلحون - (البقرہ: ۱—۵)

"میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں - یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لئے ہدایت ہے - جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں - اور اس سے جو ہم نے ان کو دیا خرچ کرتے ہیں - اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا - اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا، اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں - یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں - اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔"

متقی کو ضرورت ہدایت } یہ کہنا کہ جو متقی ہے اسے ہدایت کی ضرورت نہیں، لغویات ہے، متقی وہی ہے جو اپنے آپ کو حق تلفیوں سے - ضرر دینے والی چیزوں سے "گناہ سے بچاتا ہے - اس کو ضرورت ہے کہ اس کو بتایا جائے کہ یہ حقوق تمہارے ذمہ ہیں - یہ چیزیں ضرر دینے والی ہیں - حصول کمال کی یہ راہ ہے - ہدایت منجانب اللہ کے بغیر اور محض اپنی جدوجہد سے کوئی انسان کمال کو حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اس جدوجہد کے ساتھ ہدایت منجانب اللہ بھی چاہیئے تاکہ وہ اسے روشنی کا کام دے ھدًی للمتقین میں دونوں پہلوؤں کو روشن کر دیا - انسانی جدوجہد کی بھی ضرورت ہے اور وہ تقوے سے پیدا ہوتی ہے - خدا کی طرف سے روشنی کی بھی ضرورت ہے - اسی سے منزل مقصود حاصل ہوتی ہے - جس طرح الحمد للہ رب العالمین کہنے والا، ایاک نعبد کا اقرار کرنے والا اھدنا کی دعا کا محتاج ہے - اسی طرح متقی جو اللہ تعالےٰ پر ایمان لاتا اور دکھ دینے والی چیزوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اس کتاب، اس نور کا محتاج ہے تاکہ منزل مقصود پر پہنچ سکے۔

متقی کے لئے غیر متناہی ترقی } علاوہ ازیں یہ بھی بتانا مقصود ہے، کہ انسان جسقدر بھی چاہے، تقوے میں ترقی کرتا چلا جائے - ہمیشہ اپنے لئے اس کتاب میں نئے سے نئی روشنی آئندہ ترقیات کے لئے پائے گا کسی مقام پر پہنچ کر یہ کتاب عاجز نہیں ہو جاتی - کہ اس سے بڑھ کر کسی دوسرے درجہ پر پہنچانے کے

(۱۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وہ دور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دور ہیں

ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے	پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دور ہے
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا	اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں	جب مر گئے تو اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں
یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے	دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے
ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی	دیوار زہدِ خشک کی آخر کو پھٹ گئی
زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں	مقبول بن کے اس کے عزیز و حبیب ہیں
وہ دور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دور ہیں	ہر دم اسیرِ نخوت و کبر و غرور ہیں
تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو	کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو
اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو	اس یار کے لئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
لعنت کی ہے یہ راہ، سو لعنت کو چھوڑ دو	ورنہ خیال حضرتِ عزت کو چھوڑ دو
تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول	تا تم پہ ہو ملائکۂ عرش کا نزول
اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا	ترکِ رضائے خویش پئے مرضیِ خدا

جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

حکمت قرآن ————— بقیہ کالم اوّل

لئے میرے پاس کوئی سامان نہیں - جس طرح ترقی انسانی غیر متناہی ہے - اسی طرح اس کتاب کا نور بھی بڑھتا جاتا ہے - اور گو یہ سچ ہے کہ خود تقوے کے بھی مدارج ہیں، اور جو شخص تقوے کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتا ہوا اس کتاب سے ہدایت کا طالب ہوتا ہے وہ اس کی آخری منزل پر پہنچ جاتا ہے - تاہم اس آخری منزل کا نام یہاں فلاح اور کہیں صدیقیت اور کہیں شہید کا مرتبہ رکھا ہے - تقویٰ یا دکھوں سے اپنے آپ کو بچانا ہی کمالِ انسانی نہیں - بلکہ کمالِ انسانی کے حصول کی یہ پہلی سیڑھی ہے۔"

—————(بیان القرآن - نوٹ ۱۰)—

غلام نبی مسلم

اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ

سائنس وصنعت کی ترقی، زرعی پیداوار میں اضافے، نت نئی ایجادات و اختراعات ذرائع آمد و رفت میں حیرت انگیز اصلاح نے انسان کے دل و دماغ پر تسلط جما لیا ہے، وہ ان ترقیات کی چکا چوند سے مسحور ہو چکا ہے۔ عالم اسباب میں ان محیر العقول انقلابات نے اسے اس قدر گرفت میں لے لیا ہے کہ اسے اپنی پہنی ہوئی زنجیروں سے چھٹکارا کا راستہ نظر نہیں آتا۔

ہر شخص کاروبار میں مستغرق ہے۔ کاروبار کی غرض زیادہ سے زیادہ دولت کمانا ہے، اور دولت کی منزل مقصود عالی شان مکانات اور بنگلوں کی تعمیر، ان میں لامحدود سامان اکل وشرب، زینت و زیبائش کی فراہمی، وسائل آمد و رفت کی بہم رسانی سامانِ لہو ولعب — ٹیلی ویژن سینما — رقص گاہوں — کی طرف گریز و فرار اور پھر تھک کر سکون کی تلاش میں دخترِ رز کے کیف و سرور میں نرم و گداز بستر سے میں دراز ہو جانا، یہ ہے کو لھو کے اس بیل انسان کی زندگی کا مقصد و حاصل۔ اِعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعبٌ ولھوٌ وزینۃٌ وتفاخرٌ وتکاثرٌ فی الاموال والاولاد .... وجنۃ (الحدید : ۲۰) اے زمین پر بسنے والے انسانو! جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا اور زینت اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے۔ بارش کی مثال کی طرح جس کا سبزہ کسانوں کو خوش لگتا ہے۔ پھر وہ خشک ہو جاتا ہے۔ تو اسے زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ اور مغفرت اور خوشنودی خدا کی طرف سے، اور دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔ اپنے رب کی مغفرت کی طرف سبقت کرو اور اس کی جنت کی طرف"

انسان کی تمام کد و کاوش کی انتہا جسمانی آسائش ہے، وہ بھی جسے نصیب ہو اور دلوں کو ٹٹولئے کہ وہ کتنوں کو نصیب ہوتی ہے۔ بالخصوص جبکہ انسان ایک دن ان تمام چیزوں پر حسرت کی نگاہ ڈال کر انہیں چھوڑنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اور پکار اٹھتا ہے

یاحسرتیٰ علیٰ ما فرطت فی جنب اللہ

مرا اے کاشکے مادر نہ زادے

اور اس کارگاہ حیات میں امن وسکون نصیب ہو تو کیسے؟ انسان عملی زندگی میں کسب زر کے لئے رشوت لیتا ہے، ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔ سمگلنگ کے ذریعہ قوم فروشی کرتا ہے۔ ترقی کے لئے جوڑ توڑ کرتا ہے۔ انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے حسابات میں ردوبدل کرتا ہے۔ روزی کمانے کے لئے جیب تراشی، ضمیر فروشی، چوری، ڈاکہ زنی کرتا ہے یتیموں، بیواؤں، مسکینوں، مسافروں کے حقوق غصب کرتا ہے۔ بھلا ان حالات میں ایک انسان کو حقیقی چین اور اطمینان کیسے نصیب ہو سکتا ہے والاٰخرۃ خیرٌ وابقیٰ حقیقی چین تو اس سے ایک دوسری مختلف زندگی میں ہے۔

موجودہ تہذیب کی تخلیق دورِ حاضر کا انسان، قارون کا جانشین بننے کی دھن میں دیوانہ ہے۔ مگر اطمینان کی دولت سے بے نصیب۔ ایک ایک فرعون کے دل میں جھانکئے آپ کو اس کے سینے میں حسرت اور بے چینی کا ایک ملتہب دوزخ نظر آئے گا۔ اس کے برعکس ان فرعونوں، ہامانوں، نمرودوں، قارونوں، شدادوں کے مقابل دنیا ایسے عظیم انسانوں سے خالی نہیں رہی۔ جن کی ظاہری سادگی غربت، اور مسکینی کے پیچھے سکینت اطمینان، استغنا، کا پرسکون سمندر ملے گا، یہ اطمینان یقیناً مال دنیا اور جاہ و منصب کی موجودگی کا عکاس نہیں بلکہ ان اشیاء سے بے نیازی اور ذکر اللہ کی خنک فضاؤں میں بسیرے کا نتیجہ ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اور اس کے برعکس من اعرض عن ذکری فانہ معیشۃ ضنکا۔ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اور اس سے تعلق نہیں جوڑتا۔ اس کی حیات بے چینی اور اضطراب سے نجات نہیں پا سکتی۔

اطمینان کا خزانہ خود انسان کے قلب کے اندر مدفون ہے۔ جو کہ ذکر اللہ کی ضربوں سے کھودا جا سکتا ہے۔ دنیا کے کاروبار میں انہماک سے جب اطمینان نہیں ملتا تو پھر اس سے علیحدگی میں اسے تلاش کرنا ہوگا۔ اسلام نے اس کا قابل عمل اور بہترین حل بتایا ہے۔ اول تو یہ کہ انسان حیات و اسباب دنیا کو مقصود بالذات نہ بنائے بلکہ اسے اپنی، اپنے خویشوں و اقربا اور بنی نوع انسان کی بقا اور شریفانہ زندگی تک محدود رکھے اور اس مقصد کے لئے رزقِ حلال وطیب حاصل کرے، ہر کام کی غرض انسان کی اجتماعی فلاح و بہبود کو قرار دے نہ دوسروں کی دولت کو سمیٹ کر معاشرے کی بربادی پیش نظر رکھے، پھر یہ بھی ملحوظ رکھے کہ اس کے ہر فعل کا بدلہ اسے مل کر رہے گا۔ اس کے نیک و بد اعمال کی اسے جزا مل کر رہے گی، اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرکے اس کے نتائج سے نہیں بچ سکتا دنیا میں نہ آخرت میں، اپنے اور خدا کے اس تعلق کو ہر آن تازہ رکھنے کے لئے یہاں ضروری ہے کہ وہ کاروبار میں خدا کو یاد رکھے وہاں وہ دن میں وقتاً فوقتاً کاروبار چھوڑ کر دنیا سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری دے، ہر بار اس کے سامنے اقرار کرے کہ بار الٰہا! میں عہد کرتا ہوں کہ میں زندگی کے ہر لمحے تیرے احکام اور تیرے رسولؐ کی سنت پر کاربند رہوں گا۔

عزت و دولت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں۔ تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور باد بہار

ہفتہ میں ایک دن اس کام کے لئے خاص کر ایک دن مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور وہ جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ اس دن کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے: اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ۔ "اے ایمان والو! جب جمعہ کی نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ۔ اور کاروبار چھوڑ دو۔

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے سننے کے ساتھ ہی آپ کی تمام زندگی کا نقشہ آپ کے سامنے کھنچ گیا ہوگا۔ اکثر تو ایسے ہوں گے جو نماز جمعہ سے بے نیاز ہوں گے، پھر "جو یہ رسم" ادا کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ وہ اس انتظار میں ہوں گے کہ کب خطیب خطبہ مسنونہ دے اور ہم سرپٹ دوڑ کر نماز میں شریک ہو جائیں۔ اور اگر کوئی بندۂ خدا وقت پر پہنچ بھی جائے تو پھر اسے ذکر اللہ سے کیا غرض وہ مسجد کو بھی مارکیٹ سمجھ کر دنیا کے معاملات طے کرنے اور سلجھانے میں لگ جائے گا۔ گپ بازی کرے گا۔ خود ستائی ہوگی، اور بدقسمتی سے ان تمام برکات سے محروم رہے گا جو نماز جمعہ کی غایت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم واضح ہے۔ کہ جب اذان ہو جائے تو اللہ کے ذکر کے لئے مسجد کی طرف لپکو۔ اس سے یہ عیاں ہے کہ اذان سے قبل نہانے، لباس تبدیل کرنے اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جانا چاہیئے۔ اذان کے لئے گوش بر آواز رہنا چاہیئے۔ اور جونہی اللہ اکبر کی صدا کان میں گونجے دنیا کے کاروبار، گھر بار چھوڑ کر، بال بچوں اور لہو ولعب کو ترک کرکے مسجد میں پہنچ جاؤ۔ اور پھر مسجد میں جا کر باتیں نہ کرو، دنیا کے دھندے فراموش کر دو، میل ملاقات کو بھلا دو، خدا کے دربار میں پہنچ کر اس کا ادب ملحوظ رکھو، اور اس کا ذکر کرنے لگ جاؤ۔ وقت ہو تو قرآن کریم پڑھو۔ تسبیح وتہلیل کرو، درود شریف پڑھو، استغفار کرو، اور پھر فراغت ہو تو خاموش بیٹھ کر اپنی گذشتہ زندگی اور بالخصوص گذشتہ آٹھ دن کے اعمال کا محاسبہ کرو، اور آئندہ عہد و عزم کر لو کہ میں اس کے بعد اپنے مولا کی رضا سے باہر قدم نہیں رکھوں گا۔ آپ نے اگر یہ دو تین گھنٹے دنیا سے الگ تھلگ ہو کر یاد الٰہی میں بسر کر لئے تو آپ کو وہ سکینت اور اطمینان نصیب ہوگا جو آپ کہیں اور رہ کر لاکھوں روپے صرف کرکے بھی حاصل نہ کر سکیں گے۔ اس کیفیت کے بعد آپ کو نماز میں بھی لذت آئے گی، اور اگر آپ باتوں سے فارغ ہوتے ہی نماز میں کھڑے ہوں گے تو آپ کو حقیقی روحانی لذت اور کیفیت نصیب نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کاروبار اور آپ کو محنت کی برکات سے استفادہ سے کب روکتا ہے وہ تو خود آپ کو سب سے بڑی — تسکین — کی دولت بخشتا ہے آپ اس بچے کی طرح کیوں مچلتے ہیں جو آگ میں ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے اور ماں کی شفقت اسے روکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں فرمایا کہ (۱) اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ

باقی بر صفحہ کالم ۲

جماعتی مسلک کی کامیابی پر حتمی یقین۔

وانه لحق الیقین۔ فسبح باسم ربك العظیم ۔
(الحاقة ۶۹ - آیت ۵۱ - ۵۲)

ترجمہ: یہ یقینی طور پر امرِ حق ہے پس اپنے عظمت والے رب کی تسبیح کر ۔

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا

مادی نظریۂ حیات نہ صرف عارضی ہے بلکہ فتنہ و فساد کا موجب بھی ہے ۔ اس کے برعکس ایمانی و اخلاقی نظریہ نہ صرف دائمی ہے بلکہ موجب امن و عافیت بھی ہے ۔ ایمان و اخلاق کے میدان میں تعلیم قرآنی منفرد و مخصوص ہے ، کوئی دوسری آسمانی یا زمینی تعلیم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ اس زمانہ دجالیت میں قرآنی تعلیم کا غلبہ اور بول بالا مقدر ہو چکا ہے ۔ خود مغربی دنیا کو جس کے علم و سائنس کا اس وقت طوطی بول رہا ہے انسانی نجات کا راستہ اب صرف دینِ اسلام کی قبولیت کے بجز اور کہیں نظر نہیں آتا ، اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا انحصار خود مسلمان اقوام کا تعلیم قرآن پر عمل ..... ، ان کے باہم اتحاد و تنظیم اور اشاعت و تبلیغ اسلام سے ہی وابستگی پر ہے ۔ یہ ایسے حقائق ہیں جن سے آج کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ۔ گذشتہ نصف صدی سے آئے دن جو واقعات رونما ہو رہے ہیں ، ان تمام سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ صداقت اسلام کا سورج پھر سے طلوع ہو چکا ہے اور عنقریب اپنے نصف النہار پر آنے والا ہے ، یہ تمام حقائق خوش فہمی پر مبنی نہیں بلکہ ان تمام کے عظیم آثار ہویدا ہو چکے ہیں ۔ البتہ ایمانی معرفت اور علمی بصیرت ان پر حق الیقین پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

چودھویں صدی کا زمانہ مسلمانوں کے لئے کس قدر یاس و نا امیدی کا عہد تھا ؟ کس حسرت و حرمان کے جذبات سے ہمدردانِ قوم و بہی خواہانِ اسلام نے اس دور کا نقشہ اپنی نظموں و بیانات میں کھینچا !! پھر کس طرح اس صدی میں واقعاتِ حقہ نے کروٹ بدل کر اسلام اور مسلمانوں کا پانسہ یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا ، ... کیا یہ عظیم انقلاب ہماری نظروں سے ابھی اوجھل ہے ؟ کجا اسلامی سلطنتوں کا مغربی نظریۂ قومیت کو اختیار کر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے چلے جانا ، کہاں اب یہ بدلا ہوا منظر کہ جملہ سربراہانِ ممالکِ اسلامیہ باہمی اتحاد و تنظیم کی طرف کشاں کشاں کھینچے چلے آ رہے ہیں ! کہاں پہلی اسلامی سلطنتوں اور حکومتوں کا کمزور ہو کر مٹتے چلے جانا اور کہاں یہ انقلاب کہ نئی اسلامی سلطنتیں قائم ہوتی ...... اور وجود میں آتی ... جا رہی ہیں !!
کہاں مغربی دنیا کا دینِ اسلام کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنا اور کہاں یہ کایا پلٹ کہ مغرب خود اسلام کے دامن میں پناہ لینے کا خواہشمند اور بے قرار ہے !!

ان تمام امور کے آثار ، واقعات میں نمودار ہیں اس لئے ان کے حق الیقین ہونے کے متعلق ہمارے قلوب میں کوئی شک و شبہ نہیں ۔

اب سوال اس جماعت کی بابت ہے جو اس زمانہ میں ان مقاصد و اغراض کے لئے ہمہ تن وقف ہو چکی ہے ۔ ہر مقصد اپنی تکمیل کے لئے ایک جماعت کی نصرت و اعانت کا طالب ہے ۔ بغیر کسی متحد و منظم جماعت کے کوئی مقصد و مشن پروان نہیں چڑھ سکتا ۔ تو پھر جو جماعت اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف ہے جو جماعت قرآنی علوم کی ترویج کے لئے مخصوص و منفرد ہے ، جو جماعت .... اتحاد المسلمین کی حامی اور تکفیر بازی کے برخلاف ہے ، جو جماعت دینِ اسلام کے کامل دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی داعی ہے جو جماعت مجدد صد چہاردہم کے صحیح مسلک و طریق ... پر گامزن ہے ، جو جماعت سیاسی مکروں و منصوبوں سے بیزار اور پاک ہے جو جماعت آمریت کے ہتھکنڈوں سے بلند رہ کر بندگانِ خدا کو اندھی تقلید اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کی مخالف ہے جو جماعت گدی پرستی کے مشاغل اختیار کرنے سے گریز و مجتنب ہے ، کیا ایسی بے مثال جماعت کی کامیابی و کامرانی میں کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے ؟

اگر خدا تعالےٰ کے قوانین اب بھی وہی ہیں جو پہلے تھے ، اگر فطرتِ انسانیہ اب بھی وہی ہے جو پہلے تھی ، اگر خدا تعالےٰ کی صفاتِ قدرت اب بھی وہی ہیں جو پہلے تھیں تو اس امر میں ادنےٰ شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا کہ وہی جماعت جو متذکرہ بالا صفات سے متصف ہے یقینی طور پر کامیاب و کامران ہے ۔" میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالوں گا " انسان کا کلام نہیں بلکہ خدائے ربّ جلیل کا کلام ہے ، وہ خدا جو تمام قدرتوں کا مالک اور تمام طاقتوں اور قوتوں کا منبع و سرچشمہ ہے ، وہ خدا جس کے آگے کوئی بات ناممکن و انہونی نہیں ۔ اسی خدا کا اپنے اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے حتمی وعدہ ہے کہ اس کی جماعت کے جب دو گروہ ہوں گے تو قلیل گروہ جو آپ سے دلی محبت رکھتا اور آپؑ کی ذات سے جذباتِ خالص صادق سے وابستہ ہوگا اسی گروہ کے اموال و انفاس میں برکات بخشی جائیں گی ۔ جماعت احمدیہ لاہور کے اغراض و مقاصد دنیا پر روشن و ثابت ہیں ، اس جماعت کے اصول و طریقِ کار مقبول و منصور ہو رہے ہیں ، واقعات سے اس پر گواہیاں ثبت ہو چکی ہیں ، دن بدن دنیا ان اصولوں کو قبول کرتی چلی جا رہی ہے کیونکہ اس کے بغیر اور کوئی راہِ نجات نہیں ، پانچ ہزاری سپاہ کے سپہ سالار کا نام آسمان پر منصور رکھا جا چکا ہے ، اب اس الٰہی تقدیر کو کون ٹال سکتا ہے ؟ اگر ہمارے قلوب اس یقین سے معمور ...... ہیں کہ یہ سب نوشتہ تقدیرِ الٰہیہ ہے ۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں لیکن یہ خدائی قضا نہیں ٹل سکتی ۔ جب ہمارے قلوب بھی ایسے ایمان و یقین سے لبریز ہوں ، جب خود اس جماعت کے افراد ایسے حق الیقین سے متحد و منظم طور پر منسلک و مربوط ہوں جب ہر مشکل پیش آمدہ پر ہمارے قلوب سے هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله کی آواز آتی ہو ، جب ہر فرد کی روح اس یقین محکم سے لبریز ہو کر عملِ پیہم سے محبتِ عالم کی فتح کے جہادِ زندگانی میں مصروف ہو چکی ہو تو ایسی جماعت کی کامیابی میں کیا رکاوٹ حائل ہو سکتی ہے ۔ الا ان حزب الله هم الغلبون ۔

جو جماعت تہ دل سے خدائی نظامِ ایمان و عمل کے نفاذ کے لئے وقف ہو چکی ہو اسے ہی یقیناً خدائی نصرت و اعانت کا اعتماد حاصل ہوتا ہے کیونکہ جب کوئی فرد یا جماعت خدا تعالےٰ کے لئے خالصتاً وقف ہو جاتا ہے تو اس میں کونسا شک ہے کہ خدا بھی یقیناً اس کا ساتھ دیتا ہے اور اسی جماعت کو تمام دنیا کی مخالفت کے باوجود غلبہ و فتح بخشتا ہے ۔ یہ خدا کا ایسا محکم قانون ہے جس میں کوئی خطا نہیں ۔ ہمیشہ سے ایسا ہوا اور ہمیشہ یہی قانون کام کرتا رہے گا ۔ ومن اصدق من الله قیلا ۔ خدا کے قول و کلام اور اس کے قانون سے زیادہ صادق اور کوئی قول و قانون ....
.... نہیں ۔ اور یہی وہ قدرتِ ثانیہ ہے جس کے ظہور کی بشارت دی گئی اور یہی وقت اس بشارت و نصرت کے ملنے کا مقرر ہو چکا ہے ۔ ؎

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے

وفاتِ حسرت آیات

احباب جماعت کو یہ جان کر انتہائی رنج و الم ہوگا کہ جماعت احمدیہ کے عظیم رکن سید عبد الجبار شاہ صاحب مرحوم آف ستھانہ کی اہلیہ محترمہ ۱۴ر اپریل ۱۹۷۴ء کو وفات پا گئیں ۔ سید عبد الجبار شاہ صاحب نے دین کی خاطر ریاست سوات کی حکمرانی کو قربان کر دیا تھا ۔ مرحومہ شاہزادہ بخارا کی صاحبزادی تھیں ، اور نیکی ، خدا ترسی اور دینداری کا اعلےٰ نمونہ تھیں ۔ اللہ تعالےٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے ، احباب سے درخواست ہے کہ وہ مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر دُعائے مغفرت کریں ۔ ہمیں ان کے پوتے جناب سید علی مبارک شاہ صاحب آف ستھانہ سے دلی ہمدردی ہے خدا انہیں اور دیگر عزیزوں کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ (پیغام صلح)

اِسلام دینِ فطرت ہے جس کی تمام انبیاء علیہم السلام نے تعلیم دی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہی عظمتِ ملّت کی رُوح ہے

خطبہ جمعہ - ۱۹ اپریل ۱۹۷۴ء - فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

شرع لکم من الدین ما وصّی بہٖ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہٖ ابراھیم وموسٰی وعیسٰے ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ——— (الشوریٰ ۴۲ آیت ۱۳) —

ترجمہ: اللہ تعالے نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کی نوحؑ کو وصیت کی تھی اور جو تیری طرف وحی کی، اور اسی دین کی وصیت ہم نے ابراھیمؑ، موسےؑ اور عیسےؑ کو کی تھی، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو - اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو -

فرمایا اس آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دین مَیں نے تمہیں دیا ہے - یہ کوئی نیا دین نہیں - بلکہ یہ تمام رسولوں کا دین ہے، گذشتہ تمام انبیاء اپنی اپنی قوموں کو اسی دین کی وصیت کرتے رہے ہیں - سب سے پرانے نبی نوحؑ کا بھی یہی دین تھا - اور اسی پیغام کو لے کر وہ اپنی قوم کے پاس آئے تھے - حضرت ابراھیمؑ، حضرت موسےٰؑ، اور حضرت عیسےٰؑ نے بھی اسی دین کی تبلیغ کی تھی - اور فطرت کا یہی دین حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو دیا گیا ہے - دنیا پہلے چونکہ بکھری ہوئی تھی، اور ہر علاقے کا الگ الگ نبی بن کر آتا تھا - اور اس وقت کی ضروریات اور درپیش مسائل کے مطابق اپنی قوم کو دین کی تلقین کرتا تھا - مگر ہمارے سید و مولےٰ خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کامل کر دیا گیا - اور آپ ساری دنیا کی جانب قیامت تک کے لئے رسول بن کر تشریف لائے - الدین کے معنی ہیں دین اسلام - یہ فطرت انسانی کا دین ہے، فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا - خدا نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے اور اسلام کو دینِ فطرت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی تعلیم، اصول - قواعد اور ضوابط کو فطرت کے اندر رکھا گیا ہے - یہ انسانوں کے لئے قابل عمل دین ہے اور اس کی ایک ایک شق پر خود حضور صلعم نے عمل کر کے دکھا دیا - لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ خدا کا رسولؐ خود نمونہ بن کر تمہارے اندر موجود ہے - صرف اسی ایک وجہ سے اسلام کے مقابلہ میں کوئی دوسرا مذہب سچّا نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی اور پیغمبر کو اتنے واقعات میں سے نہیں گزرنا پڑا - جو قیامت تک کے لئے ممتد ہوں - اس لحاظ سے دوسرے دین فطرت انسانی کے مطابق نہیں ہیں، صرف مذہب اسلام ہی ہے، جو تاریخی دین ہونے کے علاوہ قابل عمل بھی ہے - یہ تمام کائنات کا دین ہے - سورج اور قمر، چاند اور ستارے اور ساری موجودات اسی دین کے تابع ہیں اور اسلام کے معنی ہی فرمانبرداری کے ہیں - اس کے تابع ہو کر کوئی ٹیڑھا چل ہی نہیں سکتا - فرمایا: لا تسجدوا للشمس ولا للقمر - سورج اور چاند کی پرستش نہ کرو - بلکہ اس عظیم الشان اور خالق کل کی پوجا کرو جس نے انہیں پیدا کیا - سوچنا چاہیئے کہ وہ ہستی کتنی بڑی اور مہتم بالشان قدرت و طاقت کا منبع ہوگی، جس نے ایسے ایسے عظیم وجودوں کو خلق کیا - فرمایا شرع لکم من الدین ما وصّی بہٖ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہٖ ابراھیم وموسےٰ و عیسےٰ - ہم نے وہ دین تم کو دیا - ہے جس کی نوحؑ - ابراھیمؑ - موسےٰؑ - عیسےٰؑ غرضیکہ سب نبیوں نے تلقین کی تھی - اس ذکر میں قوموں میں اتحاد کی بنیاد رکھی گئی ہے - جب سب انبیاء کا دین ایک ہے تو پھر سب انبیاء کی صداقت اور کل پیغمبروں کو سچّا مان لینے میں کیا روک ہے ؟ بین الاقوامی اتحاد کا یہ وہ قابل عمل نمونہ اور حقیقی رنگ میں اثر انگیز نسخہ ہے، جس پر عمل کرنے سے آج بھی قوموں کی بہت سی مشکلات دُور ہو سکتی ہیں - جب دنیا میں سب موجود قوموں کے پیغمبروں کو سچّا مان لیا گیا تو منافرت کی اہم وجہ درمیان سے خود ہی اُٹھ گئی - اس طرح قرآن کریم نے بین الاقوامی اتحاد کی رغبت دلائی ہے اور مختلف النسل قوموں اور انسانوں کے درمیان اتحاد کی راہ ہموار کی ہے - حضور صلعم نے کسی قوم کے پیشوا کو بُرا نہیں کہا - بلکہ سب پر ایمان لانا ضروری قرار دیا اور اعلان فرمایا: کل اٰمن باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ لا نفرق بین احد من رسلہٖ اللہ کا رسول اور مومن، فرشتوں، اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں اور سب کے سب رسولوں پر ایمان لاتے ہیں - اور کسی ایک کا بھی انکار نہیں کرتے - اس اعلان میں کتنی کشش اور جاذبیت ہے - اور یہ دنیا بھر کی مختلف اقوام کے اندر اتحاد کا کتنا بڑا اہم اور یقینی ذریعہ ہے - یہ دلیل انسانی قلوب کو اپیل کرتی ہے، اور آخر اسی زرّین اصول پر دنیا کا اتحاد قائم ہوگا -

آج کے ترقی یافتہ دَور میں بھی ایک دین ہے - جو بیسویں صدی کی آنکھوں کو چندھیا دینے والی روشنی کے سامنے بھی ڈٹ کر نہ صرف کھڑا ہے بلکہ اپنی معقولیت کو منوا رہا ہے - حضرت رسول کریم صلعم دنیا کے کامیاب ترین انسان ہیں - آپ کی زندگی ہی میں یہ دین مشرق و مغرب میں پھیلنا شروع ہو گیا تھا اور پھر جلد ہی اسلام کی سچائی کا جھنڈا نہ صرف دنیا کے بیشتر حصہ پر گڑ گیا، بلکہ اسے حیران کن عروج حاصل ہوا - آج اس بیسویں صدی میں یورپ، امریکہ اور دیگر امصار و بلاد کے غور و فکر کرنے والے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں - اور اس دین کو سچا سمجھ کر قبول کر رہے ہیں، جوں جوں عقل ترقی کرے گی اور علم پھیلے گا - قبولیت اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا - ضرورت ہے - کہ مسلمان سچے جوش و جذبہ کے ساتھ اس دین کی سچائی کو لے کر دنیا کے دُور دراز گوشوں تک پھیل جائیں، اور امن و سکون کی متلاشی اور خوفِ جنگ کے جہنم کے دہانے پر کھڑی دنیا کو امن و سلامتی کا یہ پیغام پہنچائیں - دنیا چار و ناچار ہر طرف سے مایوس و مجبور ہو کر اس دین حق کو قبول کرے گی - لیکن ہر چیز کا ایک نائم مقرر ہے - کلّ امر مرھونٌ باوقاتھا - اسلام کا زندہ ہونا اور دنیا میں اس کا دوبارہ عروج تم سے ایک فدیہ مانگتا ہے اور وہ ہے - تمہارا اسی راہ میں مرنا - یہ اسی صدی کے امام ہمام علیہ السلام کے الفاظ مقدس ہیں - آؤ - مل کر عہد کریں - کہ اسلام کی تبلیغ و ترویج اور اشاعت قرآن کریم کی راہ میں ہم ہر ممکن قربانی دیں گے اور اسلام کی اس مفید اور کامل تعلیم کے ذریعہ دنیا کی بھٹکی ہوئی اور مضطرب الحال قوموں کی رہنمائی کا حق ادا کریں گے - اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس پاک تعلیم پر خود بھی عمل کریں اور اپنے عمل سے دنیا کو اتحاد و اتفاق کا ... اور اس طرح حضرت مسیح زمان علیہ السلام سے کئے گئے عہد کو پورا کریں -

---

سیرت النبیؐ کے موضوع پر ایک تقریری مقابلہ

مندرجہ بالا موضوع پر بنات الاحمدیہ لاہور کی طرف سے ایک تقریری مقابلہ ۳ مئی ۱۹۷۴ء کی بجائے ۱۷ مئی ۱۹۷۴ء کو جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بعد از نماز جمعہ منعقد ہوگا - اس تقریری مقابلہ میں حصہ لینے والی احمدی لڑکیوں کے نام زیر دستخطی کو 93 - دار السلام - نیو گارڈن ٹاؤن کے پتہ پر ۱۴ مئی ۱۹۷۴ء تک ضرور پہنچ جانے چاہئیں اسی موقع پر پہلے تربیتی کورس میں کامیاب ہونے والی لڑکیوں میں (L/T, 1, 2) اور انعامات تقسیم ہوں گے اور آئندہ کورس کے لئے کچھ کتب مہیّا کی جائیں گی تقریری مقابلہ میں اوّل، دوم اور سوم آنے والی لڑکیوں کے لئے انعامات ہوں گے - اس مقابلہ کے جج صاحبان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: -

۱ - محترمہ و مکرمہ آپا امۃ الرحمٰن مصری صاحبہ

۲ - محترمہ و مکرمہ آپا امۃ اللہ (بیگم عبد المنان عمر صاحب) صاحبہ

۳ - محترمہ و مکرمہ آپا رضیہ مدد علی صاحبہ -

بصارت خانم - ایم - اے - 93 - دار السلام - نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور

محترم مولانا دوست محمد صاحب

حضرت مسیح موعودؑ پر

عقیدۂ تحریف قرآن کا بے بنیاد الزام

۲۳ جنوری ۱۹۷۴ء کے "پیغام صلح" میں محترم غلام احمد پرویز کے ایک مقالہ دربارہ تحریف قرآن کے جواب میں ہم نے ایک اداریہ سپرد قلم کیا تھا جس میں جناب پرویز صاحب کے اس الزام کے جواب میں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ میں آیہ کریمہ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی کے ساتھ حضرت ابن عباس کی قرأت ولا محدث کا اضافہ کر کے قرآن میں تحریف کی ہے۔ ہم نے بتایا تھا کہ پرویز صاحب کا الزام صحیح نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت ابن عباس کی اس قرأت کو آیت کا حصہ قرار نہیں دیا بلکہ ولا نبی کی تفسیر کے طور پر اسے نقل کیا ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کے غیر محرف ہونے کا تعلق ہے انہوں نے صاف لکھا ہے کہ:۔

"قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام قرآنی میں ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کو تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے" (ازالہ اوہام ص ۱۳۷ طبع اول)

اس صراحت کے باوجود پرویز صاحب کو اصرار ہے جس کا ذکر انہوں نے ماہنامہ طلوع اسلام بابت مارچ ۱۹۷۴ء میں کیا ہے کہ:۔

"خود مرزا صاحب یہ مانتے تھے کہ یہ آیت لفظ محدث کے اضافہ کے ساتھ نازل ہوئی تھی اور مروجہ نسخہ قرآن میں اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ قرآن میں تحریف کے قائل تھے، یہ کہکر ان کی مدافعت کرنا کہ اختلاف قرأت سے مراد تفسیر و تعبیر ہے خود فریبی ہے یا مغالطہ آفرینی کی ناکام کوشش"

ہم پرویز صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی کسی تحریر یا تقریر میں سے ایک ہی ایسا فقرہ پیش کریں جس سے پتہ لگتا ہو کہ وہ "یہ مانتے تھے کہ یہ آیت لفظ محدث کے اضافہ کے ساتھ نازل ہوئی تھی اور مروجہ نسخہ قرآن میں اسے حذف کر دیا گیا ہے" محض اس بات سے کہ حضرت ممدوح نے قرأت ابن عباس کو اس بات کی تائید میں نقل کیا کہ امت محمدیہ میں پہلی امتوں کی طرح محدث پیدا ہوتے ہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ لا محدث کے لفظ کو آیت قرآن کا حصہ سمجھتے تھے اور یہ مانتے تھے کہ "مروجہ نسخہ قرآن میں اسے حذف کر دیا گیا ہے" یہ پرویز صاحب کا اتنا بڑا افترا ہے، کہ اس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی جس عبارت سے پرویز صاحب نے استدلال کیا ہے اس کو پڑھ لیجئے اور بتایئے کہ انہوں نے کہاں لا محدث کے لفظ کو آیت قرآنی کا حصہ قرار دیا ہے، وہ تو لکھتے ہیں کہ:۔

"صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کیلئے بشارت دے چکے ہیں کہ اس امت میں بھی پہلی امتوں کی طرح محدث پیدا ہوں گے اور محدث بفتح دال وہ لوگ ہوں گے جن سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباس کی قرأت میں آیا ہے وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته فینسخ الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله ایته۔ پس اس آیت کے رو سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے، محدث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے جس میں دخل شیطان کا قائم نہیں رہ سکتا"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ ص ۵۴۸)

فرمایئے اس میں کہاں لکھا ہے کہ "لا محدث" کا لفظ آیت قرآن کا حصہ تھا، ہم نے اس سے پیشتر ۲۳ جنوری کے مقالہ میں بھی لکھا تھا اور اب پھر عرض کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نہ مندرجہ بالا عبارت میں لا محدث والی آیت کو بخاری کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور یہ بھی لفظ لکھے ہیں کہ "صحیحین (بخاری و مسلم) سے ثابت ہے" باوجود اس کے یہ کہنا کہ "مرزا صاحب یہ مانتے تھے کہ یہ آیت لفظ محدث کے اضافہ کے ساتھ نازل ہوئی تھی اور مروجہ نسخہ قرآن میں اسے حذف کر دیا گیا ہے" کتنا بڑا افترا ہے۔

پرویز صاحب کے اس افترا کی بنیاد اس بات پر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آیت مذکورہ میں لا نبی کے ساتھ ابن عباس کی قرأت ولا محدث شامل کر کے اسے آیت کہکر پکارا ہے، حالانکہ جیسا کہ ہم اپنے سابقہ مضمون میں لکھ چکے ہیں پرویز صاحب نے خود بھی اپنے سابقہ مضمون مندرجہ طلوع اسلام ماہ جنوری ۱۹۷۴ء) میں اسی بات کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا کہ:

"مرزا صاحب ابن عباس کی آیت کو آیت کہکر پکارتے ہیں"

غور کیجئے جب خود پرویز صاحب ابن عباس کی قرأت کے "متعلق آیت" کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب پر کیا الزام؟ یہیں تک نہیں، اسی مقالہ میں انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ:۔

"خود حضرت عثمان کے زمانہ میں مختلف صحابہ کے پاس قرآن مجید کے ایسے نسخے تھے جن میں متعدد آیات ایسی تھیں جو مصحف عثمانی سے مختلف تھیں"

اس فقرہ میں پرویز صاحب نے مصحف عثمانی سے مختلف "متعدد آیات" کو "آیات" ہی لکھا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ایسے نسخوں کو جن میں وہ آیات درج تھیں "قرآن مجید" کے نسخے کہا ہے۔ کیا اس بناء پر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مصحف عثمانی کے علاوہ دوسرے نسخوں کو بھی وہ قرآن مجید سمجھتے اور ان میں مندرج متعدد آیات کو آیات قرآن یقین کرتے ہیں اور اس لحاظ سے وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں؟ اگر یہ صحیح نہیں تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا قرأت ابن عباس والی آیت کو آیت کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ "وہ یہ مانتے تھے کہ یہ آیت لفظ محدث کے اضافہ کے ساتھ نازل ہوئی تھی اور مروجہ نسخہ قرآن میں اسے حذف کر دیا گیا ہے لہٰذا وہ قرآن میں تحریف کے قائل تھے"

پرویز صاحب کو ہم پھر چیلنج کرتے ہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی بے شمار تحریرات و تقاریر میں سے کوئی ایک ہی ایسا فقرہ پیش کریں جس سے ان کے اس بیان کی صداقت کا اشتباہ بھی پیدا ہوتا ہو، ورنہ اس افترا کو واپس لے کر حق پرستی کا ثبوت دیں،

ایک اور بات جس پر پرویز صاحب نے زور دیا ہے یہ ہے کہ پیغام صلح کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ آیہ کریمہ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی کے ساتھ حضرت ابن عباس کی قرأت ولا محدث کا استعمال آیہ مذکورہ میں اضافہ نہیں بلکہ ولا نبی کی تفسیر و تعبیر ہے وہ لکھتے ہیں کہ پیغام صلح مؤرخہ ۲۳ جنوری ۱۹۷۴ء کے مقالہ افتتاحیہ میں

"جو کچھ کہا گیا ہے اسے دیکھ کر ہمیں افسوس ہوا کہ اگر ان حضرات کا مبلغ علم اتنا ہی ہے تو پھر اس مذہب کا خدا حافظ جس کے یہ مبلغ ہیں اور اگر انہوں نے ایسا (دیدہ دانستہ) محض مرزا صاحب کی مدافعت کے لئے لکھا ہے تو یہ صورت حالات اس سے بھی زیادہ تاسف انگیز ہے"

اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے مبلغ علم کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"عربی زبان کا ایک ابجد خواں بھی اس حقیقت سے واقف ہوگا کہ قرأت کے معنے تفسیر و تعبیر نہیں اس کے معنے پڑھنا ہیں، جب "قرأت ابن عباس" کہا جائے گا تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ حضرت ابن عباس اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے اور جس طرح وہ اس آیت کو وہ پڑھا کرتے تھے اسی طرح یہ ان کے مصحف میں درج تھی، حضرت ابن عباس کی تفسیری روایات الگ ہیں اور ان کی طرف منسوب کردہ مصحف (قرآنی نسخہ) الگ، ان کی تفسیر میں نہیں بلکہ ان کی طرف منسوب کردہ مصحف میں زیر بحث لفظ محدث کے اضافہ کے ساتھ درج ہے لہٰذا اسے تفسیر کہنا دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے"

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پرویز صاحب کا مبلغ علم اس ابجد خوانی تک ہی محدود ہے کہ "قرأت" کے معنے پڑھنے کے ہیں، تفسیر و تعبیر کے نہیں، ادیب صاحب، عربی زبان اور دوسری زبانوں میں بھی بعض الفاظ کا مفہوم صرف لغوی معنوں تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ موقعہ محل کے لحاظ سے ان کے وسیع معنے لے لئے جاتے ہیں۔ قرأت کے لغوی معنے بے شک

پڑھتے تھے، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابن عباسؓ آیہ کریمہ ما ارسلنا من قبلك من رسولٍ ولا نبیٍ کے ساتھ لا محدّثٍ کو لا نبی کی تفسیر و تعبیر کے طور پر پڑھتے تھے تو کوئی صاحب علم اس مفہوم کو غلط قرار نہیں دے گا۔ لیکن پرویز صاحب جیسے ابجد خوان کا مبلغ علم اگر لغوی معنوں سے آگے نہ بڑھ سکے، تو اس مذہب کا خدا ہی حافظ ہے جس کے وہ اماماً بنے بیٹھے ہیں، ان کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے محض دیدہ دانستہ حضرت مرزا صاحب کی مدافعت کے لئے لکھا ہے، ہم تو حق کی مدافعت کے لئے لکھ رہے ہیں۔

پرویز صاحب اگر آنکھوں پر تعصب کی عینک چڑھا کر اس کو پڑھتے ہیں تو اس سے زیادہ شرمناک امر اور کیا ہوگا، اگر وہ تعصب کی عینک اتار کر صاف دل کے ساتھ اس مضمون کو مطالعہ کریں تو ہم انہیں بتائیں کہ قرأت ابن عباس میں ولا محدّثٍ کے لفظ کو حضرت مرزا صاحب نے ہی لا نبی کی تفسیر و تعبیر قرار نہیں دیا۔ بعض دوسرے جید علماء نے بھی اس لفظ سے یہی مراد لی ہے بطور مثال اس سلسلہ میں شاہ اسمٰعیل شہید کے اس بیان کو پڑھیں جو انہوں نے اپنی کتاب "منصب امامت" میں اس عنوان سے لکھا ہے کہ "وحی محدث ہم از دخل شیطان منزہ باشد" وہ لکھتے ہیں :۔

" وقال اللہ تعالیٰ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنّی القی الشیطان فی امنیته فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ اٰیته در قرأت ابن عباس این آیہ کریمہ مسطورہ باین طریق مرویست وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنّی القی الشیطان فی امنیته فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ اٰیته پس بریں تقدیر معنی عصمت کہ مفاد ایں آیہ کریمہ است چنانکہ برسل وانبیاء ثابت شد ہم چنیں بمحدثین ہم ثابت گردید" (منصب امامت صـ۳۴)

دیکھا آپ نے؟ شاہ اسمٰعیل شہید نے بھی قرأت ابن عباس ولا محدّثٍ کا ذکر آیت مذکورہ کی تفسیر کے طور پر ہی کیا ہے اور اس سے یہ مفہوم لیا ہے کہ محدث کی وحی بھی انبیاء کی وحی کی طرح دخل شیطان سے محفوظ ہوتی ہے، کیا انہیں بھی آپ تحریف قرآن کا مرتکب قرار دیں گے؟

اسی ضمن میں پرویز صاحب نے یہ بھی انکشاف فرمایا ہے کہ محدّث کا عقیدہ شیعوں کا تراشیدہ ہے جن کی تفسیر الکافی[1] میں ما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث نقل کرکے ولا محدّث کے نیچے (حاشیہ میں) لکھا ہے کہ :۔

" انما ھو قراۃ اھل البیت علیھم السلام قرأت اہل بیت میں اسی طرح درج ہے الکافی میں یہ بھی درج ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ میں اور میری صلب میں گیارہ امام محدث ہیں" (الشافی جلد اول صـ۲۸۱)

یہ حوالہ نقل کرنے کے بعد پرویز صاحب لکھتے ہیں :۔

" آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ محدّث کے عقیدہ کا سرچشمہ (ORIGIN) کیا ہے اور قرأت کا مفہوم کیا لیکن یہ روایت شیعہ حضرات کی ہے جو سُنّیوں کے نزدیک سند قرار نہیں پا سکتی تھی اس لئے سنیوں کے ہاں یہی روایت قرأت ابن عباس کے لباس میں آ گئی .... اور اسی کو مرزا صاحب اپنے دعویٰ محدثیت کی تائید میں پیش فرماتے ہیں"۔

ماشاء اللہ! کیا مبلغ علم ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا شیعوں کی الکافی پہلے لکھی گئی تھی یا صحیح بخاری پہلے مدون ہوئی تھی؟ قرأت ابن عباس کا ذکر بخاری میں ہوتے ہوئے (جس کا حوالہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے) الکافی کو عقیدہ محدثیت کا سرچشمہ قرار دینا یہ پرویز صاحب ہی کے علمی کمالات میں سے ہے حالانکہ بخاری کی (جو الکافی سے بہت پہلے مدون ہوئی) حسب ذیل حدیث سے ثابت ہے کہ عقیدہ محدثیت کا سرچشمہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے جن کا ارشاد ہے :۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یك فی امتی احد فعمر زاد زکریا ابن زائدۃ من سعد عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یك فی اُمتی منھم احد فعمر قال ابن عباس من نبی ولا محدث

ترجمہ :۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری اُمت میں کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی تھے جن سے مکالمہ (الٰہیہ) ہوا کرتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں اگر میری اُمت میں کوئی ہے تو عمرؓ ہے۔ ابن عباس نے پڑھا من نبی ولا محدث (بخاری کی کتاب فضائل اصحاب النبی صلعم)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ محدث (جس سے مکلم من اللہ مراد ہے) کا عقیدہ خود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کو ملا، نہ کہ شیعی روایات سے، پرویز صاحب احادیث کو صحیح نہیں سمجھتے تو یہ الگ امر ہے لیکن اس حدیث سے کم از کم یہ تو ثابت ہے، کہ سُنّیوں کے ہاں محدثیت کے عقیدہ کا سرچشمہ شیعی روایات نہیں بلکہ یہ عقیدہ شیعی روایات سے بہت پہلے بخاری کی احادیث میں موجود ہے۔ اور یہ بھی سن لیجئے کہ صرف احادیث ہی میں نہیں بلکہ اُمت کے اندر ایسے بزرگ پیدا ہوئے ہیں جو محدثیت کے مقام پر فائز تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا اسم گرامی تو آپ نے سُنا ہوگا، محدثیت کے متعلق ان کا حسب ذیل بیان پڑھیئے :۔

" از انجملہ صدیقیت و محدثیت ہے اور ان کی حقیقت یوں ہے کہ اُمت میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطرت ذاتی کے اعتبار سے انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے شاگرد فطین کو شیخ محقق کیسا نسبت ہوتی ہے" پھر لکھتے ہیں :۔

" اور منجملہ مقامات قلب کے دو مقام اور ہیں، یہ مقام ان نفوس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں، ان مقامات کا عکس ان نفوس پر ایسا پڑتا ہے جس طرح چاند کی روشنی کا اس آئینہ میں عکس پڑتا ہے جو ایک کھلے ہوئے سوراخ کے مقابل رکھا ہوتا ہے۔ پھر اسی آئینہ کی روشنی کا عکس دیواروں اور چھت اور زمین پر پڑتا ہے یہ دو مقام بھی بمنزلہ صدیقیت اور محدثیت کے ہیں"۔

ایسا ہی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

" اعلم ایھا الاخ الصدیق ان کلامه سبحانه مع البشر قد یکون شفاھا وذالك الافراد من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والتسلیمات وقد یکون ذالك لبعض الاکمل من متابعیھم بالتبعیة والوراثة ایضاً فاذا کثر ھذا الکلام مع واحد منھم سمی محدثاً کما کان امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنه۔

ترجمہ : یعنی اے صدیق جان لے کہ اللہ سبحانہ کا کلام بشر کے ساتھ کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا ان کے سامنے اور یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے لئے ہے اور کبھی ان کے پیروؤں میں سے بعض کے لئے جو کمال حاصل کر چکے ہوں بسبب پیروی اور وراثت کے بھی ایسا کلام ہوتا ہے اور جب یہ قسم کلام ان میں سے کسی ایک کے ساتھ کثرت سے ہو تو اس کا نام محدث رکھا جاتا ہے جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا رکھا گیا۔"

سن لیا آپ نے؟ یہ ہے محدثیت اور یہ ہیں وہ بزرگ جنہوں نے کثرت مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہونے کی وجہ سے محدثیت کا مقام حاصل کیا، لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ پرویز صاحب تو اس امت میں سرے سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے قائل ہی نہیں، پہلی امتوں میں تو اُم موسیٰؑ، حواریان موسیٰؑ، حضرت مریم اور خضر علیہم السلام جیسے بزرگ مرد اور عورتیں جو نبی نہ تھے شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اُمت محمدیہ جس کو خیر اُمت کہا گیا ہے اس شرف سے محروم ہے چہ جائیکہ اس میں محدث پیدا ہوں جن کو کثرت مکالمہ الٰہیہ کا شرف نصیب ہوتا ہے، اسی وجہ سے پرویز صاحب محدثیت کے عقیدہ کو شیعی روایات کا نتیجہ قرار دیتے اور حضرت مرزا صاحب پر قرأت ابن عباس نقل کرنے کی وجہ سے تحریف قرآن کا الزام لگاتے ہیں، ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے مندرجہ بالا کلمات کے متعلق ان کا کیا ارشاد ہے۔ کیا وہ بھی شیعی روایات سے لئے گئے ہیں؟ اس صورت میں ان کا دعویٰ

[1] شیخ محمد ابن یعقوب کلینی صاحب الکافی ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۹ھ ہجری میں وفات پائی جبکہ صاحب صحیح بخاری محمد ابن اسمٰعیل ۲۵۶ھ میں فوت ہوئے انکی ترتیب کے وقت مؤلف

محدثیت افتراء علی اللہ کے سوائے اور کیا ہوگا ؟ معاذاللہ !

دوران مضمون میں اصل بحث سے ہٹ کر پرویز صاحب نے انہی مضمون میں ان مصاحف کی بحث چھیڑ دی ہے، جو بعض صحابہ کی طرف منسوب ہیں، اور ان میں بعض آیات مروجہ قرآن سے مختلف الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ لکھی ہیں حالانکہ ہم نے ان صحائف کو کبھی مستند قرار نہیں دیا اور نہ ان کی کسی آیت کو قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر قرار دیا ہے ہم پرویز صاحب کے اس بیان سے متفق ہیں کہ :-

(۱) "قرآن کریم جس طرح خدا کی طرف سے حضورؐ پر نازل ہوا، حضورؐ نے اسے محفوظ و مرتب شکل میں اُمت کو دے دیا۔ یہ مصحف حضورؐ کی زندگی میں لکھا ہوا مرتب شکل میں بھی موجود تھا اور ہزاروں لاکھوں حفاظ کے سینے میں بھی محفوظ،

(۲) قرآن کریم کا یہی نسخہ صحابہ کرامؓ کے پاس تھا۔ اسی کی نقول عہد خلافت راشدہ میں مختلف ممالک میں بھیجی گئیں، یہی قرآن امت کے پاس محفوظ شکل میں اب تک چلا آ رہا ہے۔

(۳) کسی کے پاس نہ کوئی اور نسخہ تھا اور نہ کوئی اس بات کا مدعی یا قائل کہ اس کے پاس کچھ آیات ایسی ہیں جو مروجہ قرآن میں اور طرح درج ہیں۔"

۲ وہ روایات یا وہ مختلف مصاحف جو بعض لوگوں نے غلط فہمی سے صحابہ کی طرف منسوب کر کے مروجہ قرآن سے ان کا اختلاف ثابت کیا۔ وہ وضعی بے شک ہیں لیکن انہیں قرآن کریم کو محرف ثابت کرنے کی "سازش" کہنا یہ پرویز ہی کا کام ہے، فی الحال تو وہ خود ہی اس موضوع پر زور دے کر اور اسے بار بار معرض بحث میں لا کر تحریف قرآن کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں جو کسی طرح واجب نہیں۔

طالبات اور خواتین کا سب سے بڑا مسئلہ

ایک مشہور صحافی خاتون محترمہ نثار فاطمہ صاحبہ نے بذریعہ "مشرق" حکومت سے خواتین کے لئے علیحدہ بسیں چلانے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس سے پہلے پاکستان گرلز گائیڈ ایسوسی ایشن لاہور برانچ کی ایک عہدیدار مس سنجر رضوی بھی اپنے ایک اخباری انٹرویو میں طالبات اور مستورات کی سفری مشکلات پر حکام کو توجہ دلا چکی ہیں۔ مگر افسوس کہ ہمارے ہاں حکومت کے بہرے پن کی ایک روایت چلی آ رہی ہے۔ جو ٹوٹنے میں نہیں آتی۔ راقم الحروف کو نیو کیمپس سے شاہ عالم مارکیٹ تک بذریعہ بس روزانہ آنا پڑتا ہے۔ سماج دشمن اور طالب علم نما غنڈوں کو طالبات اور مستورات کو بسوں میں جس طرح پریشان کرتے دیکھا ہے۔ اخبار کی شائستگی اس کے بیان کی اجازت نہیں دیتی۔ ہم اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر محترمہ نثار فاطمہ کے مطالبہ کی پر زور تائید کرتے ہیں، اور مزید مجاز حکام کو یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ طالبات ... بسوں کا انتظام ہونے تک کراچی کی مانند عورتوں اور ... کے درمیان لوہے کی جالی ضرور لگا دینی چاہئے، تاکہ سکول و کالج کی طالبات اطمینان سے بسوں میں آ جا سکیں، مزید یہ عرض کرنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ سماج دشمن عناصر اور طالبات کو ہراساں کرنے والے غنڈوں کا سخت محاسبہ کرنا ضروری ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ابھی تک اس طرف عوامی حکومت کے عوامی کارندوں نے بذات خود بسوں میں سفر کر کے مسئلہ کی نزاکت کا جائزہ نہیں لیا۔ پانی سر سے گزر جانے سے پہلے بُرے عناصر کی برائی کا انسداد اور ان کے سرپرستوں کا محاسبہ کرنا نہایت ضروری ہے ہمیں یقین ہے کہ مشرق مجریہ ۲۲ اپریل میں ایک درد مند خاتون کی یہ آواز رائیگاں نہیں جائے گی۔

(عبدالرؤف کھوکھر)

فیجی میں تبلیغی سرگرمیاں ...... (بقیہ از صفحہ ۸)

کا کوہنی زبان میں مقامی جماعت نے ترجمہ کرا کر کافی تعداد میں تقسیم کیا "ختم نبوت کی حقیقت" انگریزی آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضرت مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا افتراء ہے (اردو) دو پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کئے گئے۔ پرافٹ آف اسلام مصنفہ حضرت امیر مرحوم کا کوہنی زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے ●●

اخبار احمدیہ

دعائے صحت } مولانا غلام الدین شملوی مرحوم کی بیگم صاحبہ بہت بیمار ہیں، اور احباب جماعت سے خصوصی دعاؤں کی خواہاں ہیں۔

— محترم شیخ محمد طفیل صاحب (مبلغ انگلستان) کی والدہ محترمہ زیادہ علیل ہیں اور دعاؤں کی حاجت مند ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ ان ہر دو بزرگ ہستیوں کے لئے خاص طور دل سے دعا کریں۔

فریضۂ حج کی ادائیگی اور واپسی } پشاور سے ہمارے محترم بھائی ڈاکٹر محمد الرحمان صاحب، صدر جماعت احمدیہ پشاور لکھتے ہیں کہ :- "میں مع اہلیہ صاحبہ حج بیت اللہ مکہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ سے تمام مناسک حج ادا کر کے واپس پشاور پہنچ گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم رہا، اور راستہ میں اور دوران قیام و سفر کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ آمد و رفت بذریعہ ہوائی جہاز تھی۔ میں نے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف میں آپ (محترم مرزا مسعود بیگ) کے لئے، آپ کے تمام خاندان کے لئے اور تمام احباب جماعت کے لئے خصوصی دعائیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین ...... تمام احباب جماعت کو میری طرف سے سلام علیکم و دعا"

پیغام صلح : اپنے محترم بھائی اور ان کی اہلیہ محترمہ کو اس مقدس فریضہ کی ادائیگی پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کا حج اور دعائیں قبول فرمائے اور ہم سب کو اس سعادت سے بہرہ ور ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ولادت و عطیہ } ڈی۔ ایس۔ اے سے ہمارے مخلص و محترم بھائی جناب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے صاحبزادے خالد عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کو بچی عطا فرمائی ہے۔ اس خوشی میں محترم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب نے اپنی جیب سے لاہور میں تعمیر مسجد کے لئے ایک صد (-/100 روپے) کی خطیر رقم عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

ادارہ پیغام صلح اس پہلی بچی کی پیدائش پر عزیز خالد عبداللہ، ان کی اہلیہ نیز محترمہ بیگم و ماسٹر محمد عبداللہ صاحب اور دیگر عزیزوں کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے اور خدا سے دعا گو ہے کہ وہ بچی کو طویل اور با سعادت زندگی بخشے۔ آمین۔

ایصال ثواب کے لئے عطیات } محترم شیخ مسعود اختر صاحب (ایران) نے اپنی والدہ مرحومہ کی طرف سے مبلغ -/500 روپے دارالشفاء اور مبلغ -/500 روپے تعمیر مسجد دارالسلام کے لئے مرحمت فرمائے ہیں۔ آئندہ بھی ہر ماہ ہر دو مدات میں مبلغ -/50 روپے مرحمت فرمایا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی روح کو تسکین عطا کرے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ مکرمی شیخ مسعود اختر صاحب ہر سال دارالشفاء ...... کے لئے گرانقدر عطیات ارسال فرمایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین ثم آمین۔ (سیکرٹری ادارہ دارالشفاء)

قبول اسلام } اب تک خاکسار کے ہاتھ پر دو ہندو مردوں اور ایک ہندو عورت نے اسلام قبول کیا ہے۔ خدا تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے۔

تقسیم لٹریچر } مرکز لاہور سے حضرت امیر مرحوم کی کتب کے سیٹ منگوائے گئے ابھی چار سیٹ پہنچ چکے ہیں، بڑی بڑی لائبریریوں میں دیئے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جو پمفلٹس اردو اور انگریزی مرکز لاہور سے آئے ہیں وہ کافی تعداد میں مسلم و غیر مسلم میں تقسیم کئے گئے۔

فروخت اخبارات] اخبار لائٹ۔ اردو۔ پیغام صلح کا علاوہ کا مرکز میں آرڈر بھیجا جا چکا ہے۔

مرکز کی امداد } اب تک -/242 ڈالر مختلف احباب سے چندہ لیکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مرکز میں بھجوایا جا چکا ہے۔

تنظیم جماعت } ہفتہ میں ایک دو دن احباب جماعت کے ہاں فراہمی چندہ، تربیت جماعت کے سلسلہ میں جاتا ہوں اور ساتھ ہی کئی مسائل پر گفتگو بھی ہو جاتی ہے اور غیر از جماعت لوگوں کے گھروں میں جاتا ہوں تاکہ احمدیت کے بارہ میں جو غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں انہیں دور کیا جائے۔

ایک مکتوب گرامی

جزائر فجی میں جناب حافظ شیر محمد صاحب خوشابی کی تبلیغی سرگرمیاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

بخدمت ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

بعد سلام مسنونہ کے جب سے خاکسار فجی آیا۔ مصروفیات کی وجہ سے آپ کو کوئی خط نہ لکھ سکا۔ وقت ہیں جو خطوط لکھے ان میں سے آپ نے میری کارگذاری کے متعلق شائع کیا ہے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور چند ماہ کی کارگذاری آپ کی خدمت میں براہِ راست بھیج رہا ہوں۔ امید ہے پیغام صلح میں شائع کرکے ممنون فرمادیں گے ——— جزائر فجی جیسا کہ جماعت کے بہت سے احباب کو معلوم ہے جنوبی بحرالکاہل میں واقع ہے۔ ان جزائر کا دارالخلافہ سُوا (SUVA) ہے جو سب سے بڑے جزیرہ وِٹیلیو (VITILEV) میں واقع ہے۔ کثرت باراں اور معتدل آب و ہوا کی وجہ سے یہ نہایت سرسبز علاقہ ہے۔ قدرت کی فیاضی سے ان جزائر کو وافر حصّہ ملا ہے۔ ان جزائر کے اصل باشندے کیوٹی کہلاتے ہیں جو سب کے سب عیسائی ہیں۔ ان جزائر کی کل آبادی کوئی پانچ لاکھ ہے جن میں سے تین لاکھ کے لگ بھگ متحدہ ہندوستانی ہیں جن میں سے مسلمانوں کی تعداد ساٹھ ہزار ہے۔ کچھ انگریز اور چینی وغیرہ بھی ہیں۔ یہاں کا معیار زندگی کافی اونچا ہے۔ بہت صاف ستھرا ملک ہے۔ مکان نہایت صاف ستھرے اور بہت خوبصورت بنے ہوتے ہیں۔ یہاں ہر مکان کوٹھی نما ہے۔ زمین بہت زرخیز ہے آب و ہوا معتدل ہے۔ کھیتی زیادہ تر جس علاقہ میں خاکسار رہتا ہے گنے کی ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں کئی شوگر ملیں ہیں۔ اب تو یہاں بڑے بڑے ہوٹل بن گئے ہیں اور آسٹریلیا نیوزی لینڈ، کینیڈا، امریکہ اور کئی دیگر ملکوں سے سیاح کثیر تعداد میں آتے ہیں اور بحری جہازوں کی بندرگاہ بھی ہے جس کی وجہ سے تاجروں کو کافی آمدنی ہوتی ہے۔ اور یہاں کا سکہ ڈالر ہے جو ہمارے پاکستانی 12 روپے کے برابر ہے۔ یہاں تمام مذاہب کے لوگ بڑے پیار اور محبت سے رہتے ہیں، ایک دوسرے سے قطعًا کوئی نفرت نہیں کرتا۔ حکومت بہترین لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو پبلک کے خیر خواہ ہیں۔

یہاں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد اس وقت پڑی جب سن ۱۹۳۰ء میں محترم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بحیثیت مبلغ اسلام یہاں تشریف لائے۔ بعد ازاں کافی عرصہ تک ہماری جماعت کی طرف سے کوئی مشنری نہ آیا۔ جناب ساطع صاحب کے ۳۵ سال بعد محترم قبلہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کچھ دنوں کے لئے تشریف لائے۔ ان کے بعد قبلہ استاذنا المکرم مولانا احمد یار صاحب تشریف لائے۔ اب خدا تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت کافی مضبوط ہے فالحمد للہ۔

یومیہ کارگذاری } صبح ساڑھے چار بجے فجر کی نماز سے پہلے کچھ دوست تشریف لاتے ہیں وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ پھر صبح کی نماز ۵ بجے ہوتی ہے۔ بعد از نماز سات بجے تک قرآن مجید اور اُردو پڑھاتا ہوں۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد مستورات، بچے اور بچیاں اور مرد مغرب کی نماز تک پڑھتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز کے بعد ساڑھے دس اور گیارہ بجے تک لوگ پڑھتے رہتے ہیں۔ پچھلے مہینہ میں فرید کمال الدین صاحب اور عبدالحمید خان صاحب نے قرآن مجید ختم کرلیا ہے۔ قرآن مجید اور اُردو کے علاوہ ایک آدمی کو عربی صرف اور نحو بھی پڑھاتا ہوں۔

ہفتہ وار کارگذاری } ہر سنیچر کو بعد از نماز ظہر مرکز میں نوجوانوں میں قرآن مجید اور حضرت صاحب کی کتابوں کا درس دیا جاتا ہے۔ اور ان کی تربیت کی جاتی ہے۔ ہر اتوار کو مرکز میں ۲ بجے بعد دوپہر سے تین بجے تک مستورات میں قرآن مجید کا درس ہوتا ہے۔ بعد ازاں سُوا سے کوئی پندرہ سولہ میل دُور نوسوری ایک شہر ہے وہاں مسلم سکول نوسوری کی مسجد میں ۴ بجے سے ۵ بجے تک قرآن کریم کا درس دیتا ہوں۔ سُوا سے کچھ مرد اور عورتیں میرے ساتھ نوسوری درس میں شمولیت کے لئے جاتے ہیں۔ اور وہاں ماسٹر رسول بخش صاحب میرا ہر درس ٹیپ ریکارڈ کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے کافی رونق ہو جاتی ہے[1]۔ اور ہر منگل کو سُوا سے چھ میل دُور ڈانگیری پانستینو ایک جگہ ہے وہاں عشاء کی نماز کے بعد لوگوں کے گھروں میں قرآن مجید کا درس دیتا ہوں۔ سُوا سے بھی چار پانچ آدمی میرے ساتھ جاتے ہیں۔ پہلے تین گھروں میں باری باری درس ہوتا تھا مگر اب خدا تعالےٰ کے فضل سے ۹ گھر ہو گئے ہیں۔ درس کے بعد چائے وغیرہ سے تواضع کی جاتی ہے۔ ہر جمعرات کو محترم جی این ڈین صاحب کے گھر بعد از نماز عشاء درس ہوتا ہے۔ ہر جمعۃ المبارک، جمعہ کی نماز اور خطبہ ہوتا ہے کافی دوست جمعہ کی نماز میں شریک ہوتے ہیں۔

ماہانہ کارگذاری } ہر مہینہ میں دوسرے ڈسٹرکٹس میں یعنی بمقامات مارو، ناندی، لٹوکہ، با، میں ایک ایک دن کے لئے جاتا ہوں، اور بعد از نماز عشاء درس دیتا ہوں۔ یہ درس صرف احمدیوں کے گھروں میں ہی نہیں بلکہ احباب اہل سنت والجماعت کے گھروں میں بھی ہوتا ہے جس میں اکثریت احباب اہل سنت والجماعت کی ہی ہوتی ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت۔ وفات مسیح اور دجّال اور دوسرے احمدیت کے مسائل کے متعلق کئی درس دے چکا ہوں۔ اگر کوئی نہیں شامل ہوتا تو صرف قادیانی احباب نہیں ہوتے۔

عام تقاریر } اس درس کے سلسلہ کے علاوہ وقتاً فوقتاً احباب جماعت اور لوگوں کے گھروں میں اب تک تیس سے زیادہ درس قرآن مجید کے دے چکا ہوں۔ جن میں اکثریت غیر از جماعت لوگوں کی ہے۔

ریڈیو اسٹیشن } جب سے خاکسار فجی میں آیا ہے ریڈیو پر میری ۲۵ تقاریر نشر کی جاچکی ہیں۔ ان میں جو خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں وہ شب برات ستائیسویں رمضان۔ عید الفطر۔ عید الاضحیہ۔ محرم اور میلاد النبیؐ کی ہیں۔ ان سب کے ٹیپ ریکارڈ میرے پاس موجود ہیں۔

لائبریری کا قیام } ایک مختصر سی لائبریری بھی مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فجی میں قائم کی ہے۔ مختلف افراد کتابیں پڑھنے کے لئے لے جاتے ہیں۔ اس کو وسیع کرنے کا خیال ہے۔ اسکا فوٹو بھی بھیج رہا ہوں۔

مساجد کی تحریک } جب یہاں آیا تو سُوا میں بہت بڑا ہال ہے جس میں نمازیں پڑی جاتی ہیں۔ دوسرے ڈسٹرکٹس میں کوئی خاص جگہ نہیں تھی۔ لوگوں کے گھروں میں جمعہ وغیرہ کی نماز ہوتی تھی۔ میں نے احباب جماعت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہر شہر میں ایک ایک مسجد ضرور ہونی چاہیئے۔ چنانچہ سب سے پہلے بمقام مارو ایک بہترین مسجد بنانے کا پروگرام بنا۔ چنانچہ ۲۳-۴-۷۱ کو بوقت صبح دس بجے مارو میں خاکسار نے مسجد کی فاؤنڈیشن رکھی۔ اور مختلف شہروں سے احباب جماعت نے اس مبارک تقریب میں شرکت کی۔ اور محترم حفیظ خان صاحب اینڈ برادران نے پُر تکلف دعوت دی۔ اس میں برادرم عزیز خان صاحب نے بہت کام کیا ہے۔ خدا تعالےٰ ان سب احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کا بھی فوٹو بھیج رہا ہوں۔ جب یہ مسجد مکمل ہو جائے گی، دوسرے شہروں میں بھی مساجد انشاءاللہ بنائی جائینگی۔

سہ ماہی رسالہ کا اجراء } فجی کے سب احباب نے محسوس کیا کہ ہمارا ایک اخبار ضرور ہونا چاہیئے اس کے بغیر اشاعت اسلام کا کام مشکل ہے۔ چنانچہ بنام حق انگریزی اور اردو۔ پہلا نمبر جنوری تا مارچ شائع ہوگیا ہے۔ ظاہری خوبصورتی کے علاوہ مضامین بھی بہترین ہیں۔ یہاں کے تمام لوگوں نے اسے بہت پسند کیا ہے۔ دوسرے ممالک میں بھی جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں یہ رسالہ بھیجا جا رہا ہے اور پاکستان میں بھی کافی تعداد میں مرکز میں بھیجا جا رہا ہے تاکہ کافی دوستوں تک پہنچ جائے۔

تصانیف } (۱) ماڈرن اسلام مصنفہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب

(باقی برصفحہ کالم ۱)

---

[1] نوٹ: ہر سوموار کو مرکز میں مقامی جماعت کے مردوں میں بعد از نماز عشاء قرآن مجید کا درس ہوتا ہے۔

محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے

ترجمہ: محترم فخر الدین احمد صاحب

الاحمدیہ

حضرت مولینا محمد علیؒ کی تفسیر القرآن پر سیّد ندوی کے اعتراضات کا تجزیہ

(قسط نمبر ۶)

یا یہا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء

اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہمیں ہر ایک چیز دی گئی ہے (سورۃ النمل ۲۷ - ۱۶)

چونکہ کسی انسان کا پرندوں کی بولی سمجھنا عام مشاہدات اور تجربات کے خلاف ہے اس لئے مولوی محمد علی صاحب نے اس سے نامہ بری مراد لی ہے اور لکھتے ہیں :-

"حضرت سلیمان کو منطق الطیر کا علم دیئے جانے سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پیغام رسانی کے لئے وہ پرندوں سے نامہ بری کا کام لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسے پیغام مجازاً منطق الطیر کہلائیں گے، [۲]

تجزیہ } جناب ندوی صاحب نے حضرت مولینا کی تفسیر کا پورا حوالہ نقل نہیں کیا انہوں نے وہ الفاظ چھوڑ دیئے ہیں جن میں مولینا مرحوم نے ان معانی کے اختیار کرنے کے لئے دلائل دیئے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :-

"نطق جو لفظ منطق کا مشتق ہے کے اصل معنی ہیں ایسا کلام جو بخوبی سمجھ آ جائے یا الگ الگ آوازیں جو زبان سے نکلتی ہیں اور انہیں کان محفوظ رکھتے ہیں (راغب) نطق صرف انسان کے لئے کہا جاتا ہے۔ اور دوسروں کے لئے بطور مجاز بولا جاتا ہے ایسی حالتوں پر بھی اس کا استعمال جائز ہے جہاں اگرچہ کلام نہ ہو مگر مراد اعتبار یعنی دلالت موجود ہو۔ (راغب) حضرت سلیمانؑ کے علم منطق الطیر سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پیغام رسانی کے لئے پرندوں سے نامہ بری کا کام لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسے پیغام مجازاً منطق الطیر کہلائیں گے [۱] ....

یہاں اشارہ حضرت سلیمان کی سلطنت کے ان مہتم بالشان سامانوں کی طرف ہے جو ان کے ظفر مند عساکر کو آس پاس کے دشمنوں کے خلاف میسر تھے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ یہاں حضرت سلیمان صرف اپنی ذات کے متعلق ذکر نہیں کرتے بلکہ جیسا کہ عُلِّمنا (ہمیں سکھلائی گئی ہے) سے عیاں ہے اپنی قوم کا ذکر کرتے ہیں۔ گویا یہ نعمت صرف حضرت سلیمان کو ہی نہیں بلکہ ان کے اعیانِ سلطنت کو بھی عطا کی گئی تھی۔

مولینا محمد علیؒ الفاظ کے استعمال میں خاصی احتیاط برتتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "منطق الطیر" سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ ان الفاظ نے اور دوسری ممکنہ توجیہوں کے لئے گنجائش رہنے دی ہے۔ حضرت مولینا کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت سلیمان کو پرندوں سے نامہ بری کا کام لینے کے بارے میں کما حقہٗ واقفیت حاصل تھی۔ اور وہ اپنی وسیع اور عریض قلمرو کی حکومت اور نظم و نسق کامیابی سے چلانے کے لئے ایک مقام سے دوسرے مقام تک پیغام رسانی کا کام پرندوں سے لینا جانتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پرندوں بلکہ حشرات الارض میں بھی ذریعہ ابلاغ ہوتا ہے۔ اور بعض انسان ان کی بولی کی نقل بھی اتار لیتے ہیں۔ (اب تو یہ آوازیں خاص آلات کے ذریعہ دوبارہ بھی سنی جا سکتی ہیں)

وادیٔ نمل پر اعتراض } (۴-ب) حتّیٰ اذا اتوا علی واد النمل قالت نملۃ یایہا النمل ادخلوا مساکنکم۔

یہاں تک کہ جب وادیٔ نمل میں آئے ایک نملہ نے کہا: "اے نملو اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ" [۴]

جناب ندوی صاحب فرماتے ہیں :-

مولوی محمد علی صاحب نے یہاں اپنے تخیل کی بلند پروازیاں دکھائی ہیں، کہ وادیٔ النمل سے مراد مشہور تفسیر اور متبادر معنی کے مطابق چیونٹیوں کا گاؤں نہیں بلکہ یہ ایک عرب قبیلہ بنی نملہ کی وادی تھی اور نملہ سے مراد اسی کا ایک فرد تھا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں :-

" یہ کوئی قوم تھی جس کو علم ہوا کہ حضرت سلیمان اپنی افواج کے ساتھ آ رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا ایسا نہ ہو ہم خواہ مخواہ مخالف سمجھ کے مارے جائیں ......

[illegible] اس مقام کی تفسیر کرتے وقت [illegible] کہ مولانا مرحوم اپنی تائید میں ہمیشہ اسناد پیش کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی مفسر حضرت مولینا سے اختلاف رائے کرے۔ مگر یہ کہنا سراسر ناانصافی ہے کہ یہ تفسیر محض ان کی اپنی اُپج ہے۔ قارئین کے لئے ہم حضرت مولنا کا مکمل تشریحی نوٹ نقل کرتے ہیں :-

" حضرت سلیمان کے بارے میں جتنے قصے لکھے گئے ہیں وہ لفظ نمل کی حقیقت کے بارے میں غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ نمل اسم معرفہ ہے اور جیسا کہ تاج العروس میں ذکر آتا ہے وادیٔ نمل جبرین اور عسقلان کے درمیان واقع ہے نملہ ایک قبیلے کا بھی نام ہے۔ جیسے مازن حالانکہ مازن کے لفظی معنے ہیں چیونٹی کے انڈے نملہ ایک ہوشیار آدمی کو بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ جس بچے کی پیدائش پر اس کی ہتھیلی میں چیونٹی دکھی جاتی اسے بھی نملہ کہا جاتا تھا۔ ان لوگوں کا اعتقاد تھا کہ ایسا بچہ ذہین اور عقلمند ہوتا ہے۔ قاموس میں بھی نملہ کا ایک خاص قوم ہونا مذکور ہے الابرقۃ من میاہ نملۃ دابرقہ نملہ کے پانیوں سے ہے۔ گویا نملہ ایک قوم کا نام ہے"

جیسا کہ قارئین نے محسوس کیا ہوگا محترم ندوی صاحب نے ان اسناد کا ذکر حذف کر دیا ہے۔ جن کا حوالہ حضرت مولانا نے اپنی تفسیر میں دیا ہے۔ وہ یہیں پر ہی اکتفا کرتے ہیں کہ اور مفسرین نے مختلف معانی لئے ہیں۔ اب کیا کسی مفسر سے اختلاف کرنا گناہ ہے؟ پھر ندوی صاحب ان مفسرین سلف کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جنہوں نے خود ایک دوسرے سے اختلاف کیا ہے؟

قرآن مجید میں لفظ مساکن کا استعمال } یہ بات بھی اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے کہ لفظ مساکن (گھر۔ رہائش گاہ۔ قیام گاہ) قرآن کریم میں دس دوسرے مقامات پر آیا ہے۔ (اس آیت سمیت یہ مقامات گیارہ ہو جاتے ہیں)۔ ایک مقام پر مسکنہ بطور صیغۂ واحد بھی آیا ہے (۱۴ - ۴۵)۔ ان تمام مقامات پر یہ لفظ انسانوں کی رہائش گاہوں قیام گاہوں یا عالمِ بقا کے لئے ہی استعمال ہوا ہے۔ اس لئے سورۃ النمل کی اس آیت شریفہ میں بھی ان سے مراد انسانوں کے گھر ہی لئے جائیں گے۔

---

[۱] النمل ۲۷ - ۱۶ — [۲] قادیانیت۔ انگریزی ص ۱۴۳ — [۳] تفسیر القرآن انگریزی ص ۷۴۳

[۴] النمل ۲۷ - ۱۸ — [۵] قادیانیت (انگریزی) [۶] تفسیر القرآن انگریزی ص ۷۴۳

[۷] التوبہ ۹ - ۲۴ - ۷۲ + طٰہٰ ۲۰ - ۱۲۸ + الانبیاء ۲۱ - ۱۳ + القصص ۲۸ - ۵۸ العنکبوت ۲۹ - ۳۸ + السجدۃ ۳۲ - ۲۶ + سبا ۳۴ - ۱۵ + الاحقاف ۴۶ - ۲۵ + الصف ۶۱ - ۱۲ +

درخواست دُعا } ملتان سے محترم بھائی محمد علی صاحب مبلغ اسلام لکھتے ہیں :- "میری لڑکی ایبٹ آباد میں حضرت قبلہ ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے زیرِ علاج ہے۔ بزرگان جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عزیزہ کی صحت عاجلہ کے لئے دعا کریں"۔ پیغامِ صلح احباب سلسلہ سے دردِ دل سے دُعا کا ملتجی ہے۔ اللہ تعالیٰ [illegible]

کرمبلنگ آف دی کراس" (انگریزی) پر مدیر انصاف کا تبصرہ

نام کتاب (انگریزی) CRUMBLING OF THE CROSS
مصنف: ممتاز احمد فاروقی ۔
ناشرین :۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور ۷ ۔
صفحات : 128 ۔ قیمت :۔ چار روپے
نام کتاب اُردو : کسرِ صلیب ۔ صفحات :۔ ۱۴۰
مصنف اور ناشرین وہی ہیں جو کرمبلنگ آف دی کراس کے ہیں قیمت نہیں لکھی ہے ۔

صلیب موجودہ عیسائی مذہب کا امتیازی نشان ہے عیسائیوں کا عام طور پر یہ یقین ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام صلیب پر وفات پا گئے تھے، اسی لئے انہوں نے اپنا قومی نشان صلیب کو قرار دیا ہے لیکن قرآن مجید میں لکھا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کو مصلوب نہیں کیا گیا اور نہ قتل کیا گیا ۔

عیسائیت بجائے خود کوئی مذہب نہیں تھا بلکہ حضرت موسیٰؑ کے مذہب کی ہی تجدید تھی لیکن حضرت عیسٰےؑ کے بعد جس مذہب کو عیسائیت قرار دیا گیا ہے اس نے اپنے ہی بنیادی اصول وضع کئے ۔ جس طرح اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں ۔ اسی طرح عیسائیوں نے مندرجہ ذیل اُصول وضع کئے ۔ تثلیث کا عقیدہ یعنی خدا تین میں ایک ہے اور ایک میں تین، باپ بیٹی اور رُوح القدس (۲) حضرت عیسٰےؑ کی (نعوذ باللہ) اُلوہیت ۔ (۳) حضرت عیسٰی کا ابن اللہ ہونا ۔ (۴) انسان کا موروثی اور پیدائشی طور پر گنہگار ہونا ۔ (۵) کفارہ کا اصول یعنی حضرت عیسٰےؑ مصلوب ہو گئے اور اس طرح انہوں نے باقی لوگوں (عیسائیوں) کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا ۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں جو اردو اور انگریزی میں شائع کی گئی ہے اس عقیدہ کو پاش پاش کر دیا گیا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ مصلوب ہوئے ۔ واقعات و شواہد سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عیسٰےؑ صلیب پر مرے نہیں بلکہ ان کو مرا ہوا تصور کیا گیا ہے ۔ ان کے حواریوں نے ان کو یوسف آرمیتیا کے باغ میں ایک قبر میں رکھا ۔ جہاں مرہم اور خوشبوؤں کی مدد سے آپ کی بے ہوشی ختم ہوئی اور آپ قبر سے نکل آئے ۔ اس کے بعد آپ نے لمبی عمر پائی اور دنیا کے دوسرے ملکوں میں جن میں ہندوستان اور کشمیر بھی شامل ہیں تبلیغ کی ۔ اسرائیل کے گمشدہ قبائل کو خدائے واحد کی پرستش کی تلقین کرتے رہے اور آخر کشمیر میں ہی وفات پائی ۔ زیادہ دلچسپ بات جو اس کتاب میں ہے وہ حضرت عیسٰےؑ کے اس مقدس کفن کی تصویریں ہیں جو اب تک ویٹی کن میں پوپ کی تحویل میں ہے ۔ عیسائی مصنفین کی کتب کے حوالوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ وہی کفن ہے جس میں صلیب سے بے ہوشی کے عالم میں اتار ے جانے کے بعد حضرت عیسٰےؑ کو لپیٹا گیا ۔ اس کفن پر خون کے دھبے ہیں اور دوسرے نشانات بھی ۔ کیونکہ صلیب پر چڑھانے سے قبل حضرت مسیح کو ان کے مخالفوں نے کانٹوں کا تاج پہنایا اور کوڑے لگائے جس سے وہ زخمی ہوئے اور صلیب سے اتارنے سے قبل ایک رومی سپاہی نے آپ کی پسلی میں برچھی ماری تھی ۔ اس مقدس کفن پر جسم کے نقوش ثبت ہو گئے تھے اس کے بارے میں دورِ حاضر کے عیسائی مصنفین مثلاً کورٹ برنا کیتھولک مصنف و انچارج برنس جرمن کاونٹ کا اصرار ہے کہ اس مقدس کفن پر خون کے دھبوں کا خوردبینی معائنہ کرایا جائے اور ایٹمی گھڑی کی مدد سے اس کی تاریخ مقرر کی جائے لیکن پوپ جوہنس بست۲۳ دوسوئم نے اپنے ۱۳ر جولائی ۱۹۵۹ء کے خط میں کوئی وجہ بتائے بغیر اس مطالبہ کو رد کر دیا ہے ۔

کتاب اسم بامسمیٰ ہے ۔ عیسائی دنیا کو اس سلسلہ میں پاپائے اعظم پر زور دے کر اس مقدس کفن کا معاینہ ماڈرن آلات سے کرانا چاہیئے تاکہ حقیقت طشت از بام ہو کتاب میں یہ بھی خبر ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے صدر مقام سری نگر میں جو متنازعہ قبر خانیار محلہ میں ہے اس کے بارے میں کشمیر یونیورسٹی کے ڈاکٹر ایف ۔ ایچ حسین (انچارج ہسٹری ڈیپارٹمنٹ) نے مطالبہ کر رکھا ہے کہ اسے کھودا جائے تاکہ پتہ چل سکے کہ آیا یہ واقعی حضرت عیسٰےؑ کی قبر ہے یا کیا ہے ۔ اس قبر کو کشمیر میں عام طور پر یوز آصف نبی کی قبر کہا جاتا ہے ۔ کتاب خاصی دلچسپ ہے اور اس کی تیاری میں مصنف نے بڑی محنت کی ہے ستائیس۲۷ تصویریں بھی شامل ہیں ۔ اس قسم کی کتابوں سے کئی مفرد صفے ذہن سے اکھڑ سکتے ہیں ۔ کتاب اردو میں بھی شائع کی گئی ہے ۔ جس کا نام کسرِ صلیب رکھا گیا ہے کسرِ صلیب ص۴

اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ ۔ بسلسلہ ص۲

بسلسلہ ص۲

اور (۲) کاروبار کو چھوڑ دو ۔ وہاں یہ بھی حکم دیا: "پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو ۔ اور اللہ تعالےٰ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ" (آیت: ۱۰) اللہ کا منشا پورا ہو گیا تم اس سے عملاً تجدیدِ عہد کر چکے تو جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں، میرا فضل تلاش کرو یعنی رزقِ حلال کماؤ ۔ مگر اللہ کو کثرت سے یاد کرنا ۔ کیونکہ کاروبار کی کشش سے انسان خدا کو بھلا دیتا ہے ۔ اور مسلمان کی علامت ہی یہ ہے کہ وہ کسی حالت میں اللہ تعالےٰ کو نہیں بھلاتا ۔ اس کا ہاتھ کاروبار میں ہوتا ہے تو دل یار کے آستانے پر سربسجود رہتا ہے ۔

خطیب کی ذمہ داری } نماز جمعہ کا اہم ترین حصہ خطبہ جمعہ ہے ۔ قرآن حکیم کی تعلیم اور سنتِ نبوی کا تذکرہ ذکر الٰہی کی اعلےٰ ترین صورت ہے ۔ اور نمازیوں کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی باتیں سنیں جن سے ان کی دینی معلومات میں اضافہ ہو، ان کے قلوب کے زنگ دُور ہوں، انہیں تفکراتِ حیات سے نجات ملے اور وہ اطمینان کی دولت لے کر لوٹیں، دنیا کی بے ثباتی کا ذکر انہیں حرص و ہوس کی تاریکیوں سے باہر نکالے، اس لئے خطیب کا فرض ہے کہ وہ زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھے، نمازیوں کی اُلجھنوں کو محسوس کرے اور قرآن و سنت کی روشنی میں حکمت و دانش سے، انہیں سلجھائے، نمازی تو آتے ہی اسی غرض سے ہیں ۔ اور یقیناً وہ معرفتِ خداوندی کو زندگی میں روشنی کا مینار ٹھہراتے ہیں، وہ اپنی خواہشات کو کچلتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ خواہشات پر غالب آ کر خدا کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں ۔ جو خطیب راہنمائی کے اس پہلو کو نظر انداز کر جاتا ہے، اور حالات کے مطابق لوگوں کو محبتِ الٰہی، عشقِ رسولؐ، خوفِ حقیقی اور رجوع الی اللہ کی برکات سے آگاہ نہیں کرتا وہ خدا کے دین سے مذاق کرتا ہے ۔ اس کی مسجد بے رونق ہو جاتی ہے ۔ نمازی کسل اور بے توجہی کا شکار ہو جاتے ہیں، اور اس تمام نقصان کا عذاب خطیب کی گردن پر بھی ہوتا ہے ۔

اس سورت کی ابتدا اللہ کی حمد و ثنا سے ہوتی ہے جس نے دنیا میں اپنا نبی بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو وحی الٰہی کے مطابق حکمت سکھائے، قرآن کریم کی تعلیم دے اور قرآن کریم کی روشنی میں ان کا تزکیہ نفس کرے تاکہ وہ افضال خداوندی کے مورد بنیں اور ان یہودیوں کی طرح عملاً منافق نہ ہو جائیں جن کے پاس تورات تھی مگر انہوں نے خدا کو بھلا دیا ۔ وہ رسمی طور سے تورات پر عمل پیرا تھے ۔ لیکن ان کے قلوب میں اللہ کی وہ محبت اور ان برکات کے حصول کی تڑپ نہ تھی، جو اسرائیلی انبیاء کی بعثت کی غرض تھی، اور اس جذبے کی کمی کی وجہ سے وہ اس گدھے کی مانند ہو گئے تھے جس کی پشت پر کتابوں کا بوجھ اس میں روحانیت پیدا نہیں کرتا ۔ اور وہ دنیا کی محبت میں اس قدر مستغرق تھے کہ موت کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتے تھے ۔ پس مسلمانوں کی قلبی تطہیر اور انہیں یہود کے انجام سے محفوظ رکھنے کے لئے ذکر اللہ کی دعوت دی گئی ۔ اور نماز جمعہ کی شکل میں اسے منظم کیا گیا ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات کو دیکھ جائیے ۔ آپ نے صبح، دوپہر شام ہر لمحہ لوگوں کے سامنے پند و موعظت کے چشمے بہائے ۔ مگر ان میں کیا تھا، معارفِ قرآن، بے ثباتی دنیا، یادِ الٰہی ۔ باہمی محبت و اخوت، آنکھ، زبان، کان اور قلب کے فتنوں سے آگاہی، تزکیہ نفس، تطہیر قلب اشاعت قرآن و سنت، اور جذبہ خدمتِ انسان ۔ کاش ہم ..... از سر نو امامِ وقتؑ سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی تجدید کریں اور بار بار کریں اور دین کو اپنی خواہشات کے ماتحت چلانے کی بجائے خود اس کی اطاعت کے آستانے پر اس طرح پیشانی رکھ دیں کہ پھر کبھی نہ اُٹھے ۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔

ص۲

کے بارے میں جو روایات ہیں ان کے لغوی نہیں بلکہ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ عیسائیت کے نام پر جو گورکھ دھندا تیار کیا گیا ہے اس کو ختم کر کے اسلام کا نام اونچا کیا جائے ۔
"انصاف" راولپنڈی ۔ ۱۱ر اپریل ۱۹۷۴ء)

پیغام صلح لاہور یکم مئی ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۸

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر پبلشر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا ۔ ایڈیٹر غلام نبی مسلم چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش

جلد ۶۱ | چہارشنبہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ ۸ مئی ۱۹۷۴ء | نمبر ۱۹

حکمت قرآن

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر علوم کی شہادت

نٓ والقلم ...... علیٰ خلق عظیم (القلم: ۱-۴)

ترجمہ: "دوات گواہ ہے اور قلم اور جو کچھ بھی وہ لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں، اور یقیناً تیرے لئے اجر ہے جو کبھی بھی منقطع نہ ہوگا۔ اور تو یقیناً بلند اخلاق رکھتا ہے"۔

یہاں دوات اور قلم اور تمام تحریروں کی قسم کھائی ہے۔ یعنی انہیں بطور گواہ پیش کیا ہے۔ اور جواب قسم میں فرمایا کہ پیغمبر مجنون نہیں، تو گویا تمام دنیا کے علوم اس بات پر گواہی دیں گے، کہ محمد رسول اللہ مجنون نہیں، جب کفار کو بدی کے بد نتائج سے ڈرایا جاتا تھا۔ تو کہتے تھے کہ یہ شخص مجنون ہے۔ علوم کی شہادت پیش کر کے بتایا۔ کہ مجنون کی باتیں بے جوڑ ہوتی ہیں۔ اور علم کی بات اس کے منہ سے نہیں نکل سکتی، مگر محمد رسول اللہ کا اس قدر احسان علوم پر ہوگا کہ وہ علوم ہی آخر شہادت دیں گے کہ یہ انسان مجنون نہ تھا اور اس کے ساتھ دو باتیں بیان فرمائیں، ایک یہ کہ آپ کا اجر غیر منقطع ہے اور دوسری یہ کہ آپ خلق عظیم پر ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں بھی بطور جواب قسم ہیں۔ اور ان میں ایک پیشگوئی بھی ہے۔ یہ سورت بہت ہی ابتدائی زمانہ کی ہے۔ یہاں تک کہ اکثر نے اسے نزول میں دوسرے مقام پر رکھا ہے، یعنی اقراء کے بعد اس کا نزول مانا ہے، اس وقت اجر غیر ممنون کی خبر کیسی عظیم الشان پیشگوئی تھی، اور اصل مضمون کے ساتھ اس کا یوں رابطہ ہے کہ مجنون کا فعل کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔ مگر محمد رسول اللہ نے وہ انقلاب دنیا میں پیدا کیا کہ جس کی نظیر کسی دوسرے انسان میں نہیں ملتی، ایک عظیم الشان سلطنت کے ساتھ ایک ایسا مذہب پیدا کیا کہ جب تک دنیا باقی ہے۔ یہ بھی باقی ہیں اس لئے آپ کا اجر بھی منقطع نہیں ہو سکتا۔

مگر اس سے بھی بڑھ کر تیسری بات ہے کہ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔ یہ خلق عظیم کیا تھا، مسلم ابو داؤد وغیرہ میں ہشام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ مجھے آنحضرتؐ کے اخلاق کی کچھ خبر دو، تو آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے کہا پڑھتا ہوں تو فرمایا آپ کا خلق قرآن ہی تھا یعنی جس قدر اعلیٰ درجہ کی صفات انبیاء اور مومنوں کے اندر بیان کی گئی ہیں۔ یا جن صفات عالیہ کی طرف قرآن کریم میں توجہ دلائی گئی ہے۔ وہ سب آپؐ میں موجود تھیں ......"۔ (بیان القرآن۔ نوٹ ۳۲۹۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

الٰہی! اس اُمّت پر رحم کر اور اس کو مولویوں کے شر سے بچا

افسوس کہ ان سادہ لوحوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں۔ کہ جو شخص اللہ اور رسول کے قول کے مطابق کہتا ہے۔ وہ کیونکر کافر ہو جائے گا۔ کیا کوئی شخص اس بات کو قبول کرے گا کہ وہ ہزارہا اکابر اور اہل اللہ جو تیرہ سو برس تک یعنی ان دنوں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہو جانا مانتے چلے آئے وہ سب کافر ہی ہیں۔ اور نعوذ باللہ امام مالک رضی اللہ عنہ بھی کافر ہیں جنہوں نے کروڑہا اپنے پیروؤں کو یہی تعلیم دی اور نعوذ باللہ امام بخاری بھی کافر جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی موت کے بارے میں اپنے صحیح میں ایک خاص باب باندھا۔ ابن قیم بھی کافر جنہوں نے ان کو حضرت موسیٰؑ کی طرح موتیٰ میں داخل کیا۔ اور ان بزرگوں کو مسلمان جاننے والے بھی سب کافر۔ اور معتزلہ تمام کا فرجن کا مذہب یہی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ درحقیقت فوت ہو گئے۔

اے بھلے مانس مولویو! کیا تمہیں ایک دن موت نہیں آئے گی۔ جو شوخی اور چالاکی کی راہ سے سارے جہان کو کافر بنا دیا۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے، کہ جو تمہیں السلام علیکم کہے اس کو یہ مت کہو کہ لست مؤمناً یعنی اس کو کافر مت کہو۔ وہ تو مسلمان ہے لیکن تم نے اس کو کافر ٹھہرایا جو تمام ایمانی عقائد میں تمہارے شریک ہیں۔ اہل قبلہ ہیں اور شرک سے بیزار اور مدار نجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی جانتے ہیں۔ اور پیروی سے منہ پھیرنے والے کو لعنتی اور جہنمی اور ناری سمجھتے ہیں کہ اے شریر مولویو! ذرا مرنے کے بعد دیکھنا کہ اس جلد بازی کی شرارت کا تمہیں کیا پھل ملتا ہے۔ کیا تم نے ہمارا سینہ چاک کیا اور دیکھ لیا کہ اندر کفر ہے ایمان نہیں۔ اور سینہ سیاہ ہے روشن نہیں۔ ذرا صبر کرو اس دنیا کی عمر کچھ بہت لمبی نہیں۔

تمہارے نزدیک صرف چند فتنہ انگیز مولوی تو اسلام کے لئے جائے عار ہیں مسلمان ہیں اور باقی سارا جہان کافر، افسوس ہے کہ یہ لوگ کس قدر سخت دل ہو گئے۔ کیسے پردے ان کے دلوں پر پڑ گئے۔ یا الٰہی اس اُمّت پر رحم کر اور ان کو مولویوں کے شر سے بچا لے۔ اور اگر یہ لوگ ہدایت کے لائق ہیں۔ تو ان کو ہدایت دے ورنہ ان کو زمین پر سے اٹھا لے تا زیادہ شر نہ پھیلے۔ (اتمام الحجۃ ص ۲۵)

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب ٭ کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب
(مسیح موعودؑ)

محترم محمد عبداللہ صاحب مسلم مشنری امریکہ

بچوں کی مذہبی تعلیم کا احساس اور ایک نومسلم امریکن کی قربانی ارباب سلسلہ کے لئے ایک قابل تقلید مثال

حضرت امیر مرحوم و مغفور مولانا محمد علیؒ اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی مسلمان کا کوئی ذہین لڑکا ہو، تو والدین اس کی دنیاوی تعلیم کے لئے ہر قسم کی مالی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اور بعض لوگ قرض حاصل کر کے اسکو اعلیٰ تعلیم کی غرض سے انگلستان بھیج دیتے ہیں۔ اس کے لئے مذہبی تعلیم کو وہ تضیع اوقات خیال کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی بچہ کند ذہن اور کودن ہو تو اس کو مذہبی تعلیم کے لئے مسجد میں مولوی کے سپرد کر دیتے ہیں کہ وہ اس کو دینی تعلیم دیکر ملاّ بنا دے۔

اس مکتوب میں خاکسار قارئین کرام کی خدمت میں ایک امریکن نومسلم جسکے دل و دماغ میں اپنی اولاد کی مذہبی تعلیم کے لئے دنیاوی تعلیم سے بڑھ کر احساس ہے اور اس کے لئے وہ اپنی استطاعت سے بڑھ کر قربانی کر رہا ہے کا ذکر کرتا ہے۔

سان فرانسسکو میں ایک نومسلم ...... جن کا اسم گرامی عبداللہ ہے۔ اپنے معاش کے لئے معمولی کاروبار کے مالک ہیں انکے تین بچے ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مقامی پرائمری سکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ لیکن اس سے ان کے والدین کو تسلی نہیں تھی۔ وہ اس تلاش اور جستجو میں تھے کہ کوئی ایسا شخص ان کو مل جائے جو ان کے بچوں کو عربی اور دینی تعلیم دے سکے۔ انہوں نے خاکسار سے درخواست کی اور میں ہفتہ میں دو بار اپنا وقت ان کے بچوں کو مذہبی تعلیم دینے کے لئے راضی ہو گیا۔

پہلا سبق اور ٹیوشن فیس پہلا سبق عربی حروف اور الفاظ کے علاوہ اسلامی نماز کی ضرورت اور فلاسفی پر مشتمل تھا۔ جو ایک گھنٹہ کے اندر ختم ہوا۔ سبق کے خاتمہ کے بعد خاکسار کی تواضع چائے اور فواکہات سے کی گئی۔ اس کے بعد بچوں کے باپ نے مجھ سے فیس کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے ان کو صاف صاف کہہ دیا کہ میں مذہبی تعلیم کے لئے فیس چارج کرنا مناسب خیال نہیں کرتا۔ مجھے مالی رنگ میں فائدہ حاصل ہو یا نہ ہو، میں آپ کے بچوں کو بشرطیکہ آپ کے بچوں کا شوق قائم رہے۔ تعلیم کے لئے ہفتہ میں دو بار آیا کروں گا۔ آخر انہوں نے ۱۵ ڈالر دیئے ۲۵ روپے دے کر اپنے شکریہ کے ساتھ رخصت کیا اور اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی تاکید کی۔

وقتی جوش کا اندازہ بعض اوقات ہم وقتی جوش میں آکر اگر دو چار بار مالی قربانی کر دیتے ہیں تو اس کے بعد جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اور رفتار سُست ہو جاتی ہے۔ لیکن گذشتہ تین ماہ کے دوران میں حالانکہ کاروبار کی کمی کی وجہ سے ان کی آمدنی پر بُرا اثر پڑ رہا تھا۔ اس نومسلم نے مجھے اشارۃً یا کنایۃً کبھی نہیں کہا کہ اس سلسلہ تعلیم کو میں عارضی طور پر ملتوی کر دوں گا۔ گذشتہ ہفتہ ان کا صرف ایک بچہ گھر پر تھا۔ دوسرا لڑکا کہیں باہر کام پر چلا گیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ پندرہ ڈالر لوں۔ لیکن عبداللہ صاحب نے اس رقم میں کمی نہیں کی۔

تعلیمی ترقی کی رفتار اور بچوں کی دلچسپی بچوں کی دلچسپی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ میری آمد کے لئے بے صبری سے انتظار کرتے ہیں۔ بعض اوقات گھر کے سامنے سٹریٹ پر کھڑے ہو کر میرا انتظار کرتے ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کا قاعدہ ختم کر لیا ہے۔ نماز کی تمام دعائیں یاد کر لی ہیں ۔۔۔ زبان کا پہلا ریڈر شروع کر دیا گیا ہے۔ والدین کے شوق اور مالی قربانی کا احساس سا ۔۔۔ نے رکھتے ہوئے میں نے ایک گھنٹہ کی بجائے دو گھنٹہ وقت دینا شروع کر دیا تھا تاکہ ۔۔۔ ان کی امداد سکول کے مضامین۔ انگریزی اور حساب میں بھی کر سکوں۔

والدین کی مالی حیثیت ان بچوں کے والدین کی مالی حالت متوسط درجہ کی ہے۔ کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں۔ لیکن انہوں ایک ہزار روپیہ ماہوار اپنے بچوں کی مذہبی تعلیم پر خرچ کرنے کی بے نظیر مثال قائم کر دی ہے۔ یہ رقم اس کے علاوہ ہے جو وہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے پرائیویٹ سکول پر خرچ کرتے ہیں۔

ہماری جماعت کیلئے لمحۂ فکر ہماری جماعت نے اگرچہ تبلیغ اسلام بلاد غیر کے لئے غیر معمولی قربانیاں کی ہیں لیکن ان کی رفتار اپنے بچوں کی مذہبی تعلیم کے لئے مقابلتہً سست رہی ہے۔ جماعت کی پچاس سالہ تاریخ میں مسلم ہائی سکول لاہور اور بدوملہی کے علاوہ ہم نے دوسرے اہم مقامات پر جہاں ہمارے مالدار لوگ بھی ہیں۔ حال ہی میں قدم اُٹھایا ہے۔ خدا کرے کہ سلسلہ ترقی پذیر ہو، اور ہمارے نوجوانوں میں اسلامی سپرٹ پیدا ہو، اور ان میں مذہبی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔ ہمارے صاحب مال و دولت بزرگ اس امریکن نومسلم کی مثال کو مشعل راہ بناتے ہوئے قابل مدرسین کی خدمات حاصل کریں اور انکو معقول تنخواہیں دیں تاکہ ان کی اولادیں مذہبی تعلیم و تربیت حاصل کر کے مسلمانوں کے لئے نمونہ اور والدین کی خوشنودی کا باعث ہوں۔ ان مدرسین سے غریب طلباء بھی تعلیم حاصل کر سکیں گے۔ جس کے لئے وہ جماعت کے مرہونِ منت ہوں گے۔

حافظ شبیر محمد صاحب کا سلسلۂ درس فیجی کے ایک دوست جو یہاں چند روز کے لئے امریکہ میں تشریف لائے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا حافظ شبیر محمد صاحب دن کے ۱۲ گھنٹے درس و تدریس میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے پاس مذہبی تعلیم کے لئے مسلمان طلباء اپنے اپنے وقت پر آتے رہتے ہیں۔ انکا طریقہ تعلیم اعلیٰ ہے اور کافی طالبعلم ان سے

محترم شیخ اللہ بخش صاحب بدوملہی

نیک والدہ کی تربیت کے شیریں ثمرات

ہمارے سامنے راجہ محمد افضل اور ان کی اہلیہ کی درخشاں مثال ہے۔ راجہ محمد افضل صاحب فوج میں ملازم تھے اور کبھی کبھار گھر تشریف لاتے تھے۔ ان کی اہلیہ نے اپنے ..... لڑکے اور لڑکیوں کی نہایت ہی احسن طریقہ سے تربیت کی ہے۔ بدوملہی میں زاہد جو سب سے چھوٹا لڑکا ہے آیا اور اس نے مسجد میں اسلام پر تقریر کی جس میں تین اصحاب مع صدر جلسہ چوہدری محمد شفیع صاحب، ٹھیکیدار محمد صدیق صاحب۔ منشی مشتاق احمد صاحب، تینوں اصحاب نے پانچ پانچ روپے انعام دیئے اور چوہدری محمد شفیع صاحب جو خود عربی کے فاضل ہیں کہنے لگے بہت اچھی تقریر کی ہے پھر جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء پر شبان الاحمدیہ کے اجلاس میں سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ یورپ اور امریکہ کی صدارت میں تقریر کی اور اوّل آیا تو صدر جلسہ جناب شیخ محمد طفیل صاحب نے فرمایا کہ زاہد نے مردوں کی عزت رکھ لی ہے۔ کیونکہ دوم۔ سوم اور چہارم سب نمبر لڑکیوں کے لئے تھے۔ اب جو پیغام صلح ۱۷ اپریل ۱۹۷۴ء میں بنات الاحمدیہ کے پہلے تربیتی کورس کا نتیجہ شائع ہوا ہے اس میں طاہرہ پروین مجموعہ اوّل اور شاہدہ شاہین مجموعہ سوم دختران راجہ محمد افضل صاحب ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض اصحاب جو ربوی جماعت سے آئے ہیں ان کی اہلیہ صاحبان کا ابھی تک ربوہ جماعت سے تعلق ہے اور جلسے پر ربوہ میں جاتی ہیں۔ لیکن راجہ محمد افضل صاحب کی اہلیہ صاحبہ نہایت ہی تحقیق سے جماعت لاہور میں شامل ہوئی ہیں اور جو بیعت کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کو لکھا تھا اس خط کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ میں پڑھ کر سنایا تھا اور بے حد تعریف کی تھی حالانکہ اس کے سب رشتہ دار جماعت ربوہ میں شامل ہیں۔ آپ پورے ۹ سال ربوہ میں اپنے مکان میں رہیں۔ اب راجہ محمد افضل صاحب کہتے ہیں کہ ربوہ کو خیرباد کہنے میں بھی میری اہلیہ نے پوری پوری مدد کی ہے ورنہ ہر ایک عورت کو اپنا گھر بہت ہی پیارا ہوتا ہے مگر اس خدا کی بندی نے نہ گھر کی پرواہ کی اور نہ ہی رشتہ داروں کی پرواہ کی میرے ساتھ پورا پورا اتحاد کیا اور اپنی اولاد کی تربیت کرتی رہی جس کا نتیجہ اس وقت آپ لوگوں کے سامنے ہے بچے ہی تو ایسے احمدی ہیں کہ بزرگوں کو ان پر رشک آتا ہے۔ بچیاں ہیں تو جس سکول میں جاتی ہیں احمدیت کو چھپاتی نہیں ظاہر کرتی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُرِّ ثمین سے نظمیں پڑھ کر سناتی ہیں۔ تمام جماعت کی مستورات کو اہلیہ صاحبہ راجہ محمد افضل صاحب کے نمونہ پر چلنا چاہیئے تاکہ آئندہ ہماری نسلیں احمدیت کا شاندار نمونہ دکھا سکیں ؀

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— ۸ مئی ۱۹۷۴ء

مشاورت ——— تنقید ——— تنقیص

(مدیر)

انبیاء و مامورین جس معاشرے کو قائم یا بحال کرتے ہیں۔ ان کے نظم و نسق کی اساس دو امور وحی الٰہی یا مشاورت پر ہے اگر انہیں ایک طرف یہ امر ملحوظ ہوتا ہے کہ انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم تو دوسری طرف وہ شاورھم فی الامر کے پابند ہوتے ہیں۔ جن امور کے متعلق انہیں آسمانی ہدایت ملتی ہے ان میں امت سے مشورہ نہیں لیتے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرمو انحراف نہیں کرتے جیسا کہ آپ نے غزوۂ احد کے وقت کیا اسی سنتِ نبویؐ کی اتباع ہمارے زمانے کے امام مامور من اللہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام نے کی، چنانچہ آپ نے جب انجمن بنائی تو اسے آخری تحریر میں ایک اسلامی کے سلسلہ میں جو تحریری ہدایت دی وہ ان حقیقتوں کی عکاس ہے، فرمایا: ــــ

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشادِ عالی "میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے۔ کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرتِ رائے اس میں ہو جائے۔ تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں، کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھ کو محض اطلاع دی جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی۔ لیکن صرف احتیاطاً لکھا گیا ہے، کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالےٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو، اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے۔ اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔ والسلام مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء"

قرآن حکیم کی آیت وامرھم شوریٰ بینھم (کہ امتِ مسلمہ کے اجتماعی معاملات باہم مشاورت سے انجام پائیں گے) اور حضرت مرزا صاحب کے الفاظ "اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" جمہوریت کی جان ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کسی نبی یا مامور کی جانشین اس کی امت یا جماعت ہوتی ہے جو اس کے مقاصد کے مطابق اجتماعی زندگی کو ڈھالتی اور کسی فرد واحد کو نہ اختیار دیتی ہے اور نہ دینے کی مجاز ہے کہ قوم و ملت کی تقدیر اپنے ہاتھ میں لے لے، خود قرآن پاک کی آیہ مبارکہ کذالک جعلناکم امۃً وسطًا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدًا اس بات پر شاہد ہے کہ پیغمبر کی جانشین اس کی امت ہوتی ہے، اور یہ امت کا منشاء ہے کہ وہ اجتماعی طور پر اس کے مقاصد اور تعلیمات کی تکمیل کرے اور کارکن... قوم کے کارندے، مسؤل ادارے ان کے فیصلوں کے تابع ہوتے ہیں۔

مشاورت جزوِ ایمان ہے دراصل مشاورت، جمہوریت اور اجتماعی ہیئت حاکمہ مسلم معاشرے کی جان ہے، یہ ایک عقیدہ اور جزوِ ایمان ہے۔ اور اگر کوئی مسلم معاشرہ مشاورت کو نظر انداز کرتا ہے، اسے کما حقہٗ اہمیت نہیں دیتا، اسے ایک عقیدے کے طور پر اختیار نہیں کرتا تو وہ معاشرہ تو ہوگا لیکن اسے کسی حالت میں اسلامی معاشرہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس حالت میں اس کی اساس خدا کی نافرمانی پر ہوگی، اور کوئی بڑے سے بڑے عالم و فاضل، ولی اللہ، مدبر، دولت مند، سیاستدان یہ حق نہیں رکھتا کہ مسلم معاشرہ اپنے کلی اختیارات اسے سونپ دے، یا کوئی شخص جبر و چالاکی سے معاشرے کو اس کے مقامِ اقتدار سے محروم کر دے۔

اسلامی معاشرہ کے ابتدائی چند سالوں میں نظامِ مشاورت غالب رہا۔ لیکن زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ خلافت سلطنت میں تبدیل ہو گئی، حاکم خادم ہونے کی بجائے مخدوم بن گئے، اور بجائے اس کے کہ وہ قوم کے نمائندے ہوتے وہ بزورِ شمشیر ان پر مسلط ہو گئے، اور تیرہ سو سال گذرنے پر اس... امت کی روایات نے سلطانی کو دین بنا دیا ہے اور جمہوریت کو مغرب کی چیز سمجھ کر عوام اپنے حق و اختیار سے بے خبر رہتے ہیں، اور ہر ظالم و جابر جو قوت سے ان پر مسلط ہوتا ہے..... ان کا مطاعِ کل بن جاتا ہے، لوگ اسے خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور اس کی خوشامد اور نظیر التفات کو ہی مشیت خداوندی سمجھتے ہیں۔

اس قسم کے اندازِ فکر سے قوم کی اجتماعی صلاحیت پر اعتماد اٹھ جاتا ہے، اور نہ ہی قوم کی تقدیر عظمت میں تبدیل رہتی ہے، اس لئے برسراقتدار لوگ ہمیشہ کے لئے اقتدار سے چمٹے رہنے کو مقصدِ حیات قرار دے لیتے ہیں۔ اس کے لئے سازشیں کرتے ہیں، انتخابات میں دھاندلی اور جوڑ توڑ سے کام لیتے ہیں کہ اور اگر ممکن ہو تو مختلف حیلوں سے انتخابات کو ٹالتے ہیں تاکہ ان کی اقتدار کی زندگی طویل تر ہو سکے، ایسے حالات میں معاشرے میں دھاندلی، بے انصافی، استحصال اور بے اطمینانی کو فروغ ہوتا ہے اور بعض اوقات راتے عام انقلاب سے آتی ہے جو اچھا بھی ہو سکتا ہے اور خطرناک بھی بن سکتا ہے۔

فعال تنظیمیں یہی کیفیت جماعتوں کی بھی ہے، اگر کوئی تنظیم اپنے افرادِ جماعت پر اعتماد کرتی ہے، اور انہیں موقع دیتی ہے کہ اپنے منتخب نمائندوں کا وقتِ مقررہ پر انتخاب کرے، ان کا محاسبہ کرے، اور وقتِ مقررہ پر افرادِ جماعت کو موقع دے کہ گذشتہ کام اور وقت کے جدید تقاضوں کی روشنی میں ضرورت ہو تو نئے اور بہتر کارکنوں کو آگے لائے تو یہ اس کی زندگی اور حقیقت پسندی کی علامت اور جماعت پر اعتماد کی نشانی ہے اور اگر کوئی طبقہ اقتدار سے علیحدہ نہیں ہونا چاہتا تو اس کی ایک وجہ یہ ممکن ہے، کہ اس کا ذاتی مفاد اسے برسراقتدار رہنے پر مجبور کرتا ہے، یا وہ اپنی دھاندلیوں کی وجہ سے احتساب سے ڈرتا ہے اور نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ برسراقتدار آ کر اس کی خرابیوں پر باز پرس کریں، یا اسے یہ گمان ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ برسراقتدار آ کر کام کو کما حقہ نہیں چلا سکیں گے، اور یہ تینوں اسباب شدت سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ انتخابات ازبس ہوں کیونکہ موجودہ صورتِ حالات خدا کے حکم، قومی اساس اور مقصدِ جماعت تینوں کے لئے زہر قاتل ہے۔ بالخصوص جبکہ ایک طبقہ ایک طویل عرصے سے برسراقتدار ہو اور اس کے زیرِ اثر جماعت کے مقاصد ترقی کی بجائے زوال پذیر ہوں۔

پاکستان کی روشن مثال اس روش کے بداثرات سے اس ملک کا ایک ایک بشر واقف ہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد برسراقتدار طبقے نے مختلف حیلوں سے ملک کو آئین اور انتخاب سے محروم رکھا، جس سے قوم میں شدت سے بے دلی پھیلی۔ تو اس بے دلی سے فائدہ اٹھا کر ایک شخص نے قومی امنگوں کے خلاف حکومت پر قبضہ کر لیا اور ریاست کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کر کے بدترین قسم کی آمریت مسلط کر کے قوم میں انتشار پھیلائی جس کے نتیجے میں دس سال کے بعد شدید ردِ عمل ہوا، اور اس آمر کو قوم کو شدید انتشار میں چھوڑ کر علیحدہ ہونا پڑا، مگر وہ قوم کو مزید انتشار میں چھوڑ گیا اور نتیجۃً ملک میں شدید خانہ جنگی ہوئی، بیرونی طاقتوں کو مداخلت کا موقع مل گیا،... زبردست کشت و خون اور تباہی کے بعد ملک دو حصوں میں بٹ گیا، اور دونوں حصوں کا سیاسی، اقتصادی اور مجلسی ڈھانچہ ٹوٹ پھوٹ گیا، اگر قوم پر اعتماد کیا جاتا، اور ملک میں باقاعدہ انتخابات ہوتے رہتے تو یہ روزِ بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

کاش کہ اللہ تعالےٰ کے اس حکم کو ملحوظ رکھا جاتا اور تمام معاشرتی ڈھانچے کو امرھم شوریٰ بینھم کے ماتحت چلایا جاتا، تو شاید بعض افراد تو اقتدار سے محروم رہتے لیکن قوم مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جاتی۔ اس ضمن میں ہمارے سامنے برطانیہ، امریکہ اور دیگر جمہوری ممالک کی مثالیں موجود ہیں ان ممالک کے قائدین کو اپنی قوم پر اس قدر اعتماد ہے کہ جونہی انہیں کسی مشکل کا سامنا ہوتا ہے تو وہ جھٹ قوم کی طرف رجوع کرتے ہیں، حتیٰ کہ عین لڑائی کے زمانے میں ان کے انتخابات ملتوی نہیں ہوتے اور اس طرح ہر بار ایسے افراد سامنے آ جاتے ہیں جو اپنی فراست، تدبر اور معاملہ فہمی سے قوم کو آگے لے جاتے ہیں، اور امتِ مسلمہ کے لئے یہ طریق تو عین ایمان ہے جس سے گریز کفر سے کم نہیں۔

تنقید مشاورت آزادیٔ رائے سے عبارت اور آزادانہ اظہارِ خیال کی ضامن

ہے۔ آزادی رائے قوموں میں دو صورتیں اختیار کرتی ہے، ان میں سے ایک تو تنقید ہے اور دوسری تنقیص۔

تنقید کا لفظ نقد سے مشتق ہے۔ جس کا مطلب ہے کھرا، درست، اور تنقید کے معنے ہیں، کھری، سچی، صحیح بات کہنا۔ مشاورتی نظام میں ہر فرد کو حق حاصل ہے کہ وہ حکومت پر آزادانہ تنقید کرے۔ سوسائٹی کا فرد ہونے کی وجہ سے یہ اس کا پیدائشی حق ہے۔ لیکن آزادی رائے کا (تر) چونکہ اچھا یا بُرا ہو سکتا ہے، اس لئے اظہار رائے میں غیر ذمہ دارانہ اور غیر محتاط الفاظ یا خیالات سے اجتناب لازم ہے۔ اس لئے اظہار رائے کی بہترین صورت تنقید کرنا ہے۔ کہ جماعت حاکمہ اور ملکی کابینہ پر اس طرح رائے دی جائے کہ اس کی اچھائیوں کا ذکر اور تعریف ہو۔ اور تعمیری طریق سے اس کی خامیوں اور غلط کاریوں کا جائزہ لیا جائے، اور اس طرز فکر کے لئے ضروری ہے کہ افراد کی فکر کے لئے اساسی اصول ہوں، جن کی روشنی میں کام کو پرکھا جائے اور دوسرے مشاورت کے نظام کو باقاعدگی اور خلوص نیت سے چلایا جائے۔ بصورت دیگر نفرت پھیلتی ہے اور لوگ اپنے حقوق کی پامالی اور ناانصافی کے تدارک سے مایوس ہو کر بغاوت کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔

تنقیص } تنقیص کا لفظ نقص سے نکلا ہے۔ نقص کا مطلب ہے۔ عیب، خرابی، برائی۔ تنقیص سے مراد ہے ایسی باتیں کہنا جن میں کسی ادارہ یا فرد کے محض عیوب، نری خرابیوں اور صرف برائیوں کا چرچا ہو۔ مثلاً آپ کسی بات پر رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں فلاں فلاں اچھی باتیں ہیں۔ لیکن اس میں یہ خامیاں بھی پائی جاتی ہیں، اگر انہیں بہتر طریق سے چلایا جاتا تو بہتر نتائج ممکن تھے۔ اس تنقید سے اصلاح کی صورت نکل آتی ہے اور اگر آپ کا مشورہ صائب ہو تو آئندہ خامیاں دور ہو جائیں گی۔

لیکن تنقیص اکثر کم فہمی، ناسمجھی یا مایوسی کا ثمر ہوتی ہے۔ اور جب برسر اقتدار طبقہ نشۂ اقتدار میں رائے عامہ سے کان بند کر لیتا ہے تو پھر ان کی ہر بات خرابیوں میں شمار ہوتی ہے۔ ان کی اچھائیاں بھی برائیوں کے طور پر پیش ہوتی ہیں، ان کے خلاف نفرت کا ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے، وہ بے ایمان، بددیانت، فرعون، کنبہ پرور، خود غرض، احمق اور خدا جانے کیا کیا بن جاتے ہیں، اور یہ تنقیص قوموں کو لے ڈوبتی ہے اور ہر زندہ معاشرہ اور قوم حالات کو اس حد تک بگڑنے سے پہلے اس کا تدارک کرتی ہے۔ اور اس کی تہ میں ایک ہی خرابی اکثر کارفرما نظر آتی ہے اور وہ ہے مشاورت کی رُوح کو پس پشت ڈال کر قوم کو آزادی رائے سے محروم کر دینا۔ پس جہاں ہم معاشرہ کی رُوح رواں مشاورت ہے وہاں ہر رکن معاشرہ کا فرض ہے کہ وہ اپنی رائے کا استعمال کرتے وقت خدا اور رسول ؐ کے ارشادات کے دائرے سے باہر نہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھے اور جہاں تنقیص سے دامن بچائے، وہاں تنقید کا استعمال کرے اور ضرور کرے کہ اسی میں قوم کی زندگی ہے۔ (مدیر)

سیرت النبی ؐ کے موضوع پر ایک تقریری مقابلہ

مندرجہ بالا موضوع پر بنات الاحمدیہ لاہور کی طرف سے ایک تقریری مقابلہ ۳ مئی ۱۹۷۴ء کی بجائے ۱۷ مئی ۱۹۷۴ء کو جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بعد از نماز جمعہ منعقد ہوگا۔ اس تقریری مقابلہ میں حصہ لینے والی احمدی لڑکیوں کے نام زیر دستخطی کو 93 - دارالسلام نیو گارڈن ٹاؤن کے پتہ پر ۱۴ مئی ۱۹۷۴ء تک ضرور پہنچ جانے چاہئیں۔ اسی موقع پر پہلے تربیتی کورس میں کامیاب ہونے والی لڑکیوں میں اسناد اور انعامات تقسیم ہوں گے اور آئندہ کورس کے لئے کچھ کتب مہیا کی جائیں گی۔ تقریری مقابلہ میں اوّل، دوم اور سوم آنے والی لڑکیوں کے لئے انعامات ہوں گے۔ اس مقابلہ کے جج صاحبان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:-

۱۔ محترمہ و مکرمہ آپا امۃ الرحمٰن مصر صاحبہ

۲۔ محترمہ و مکرمہ آپا امۃ اللہ (بیگم عبدالمنان عمر صاحب) صاحبہ

۳۔ محترمہ و مکرمہ آپا رضیہ مسعود علی صاحبہ۔

جسارت خانم۔ ایم۔ اے۔ 93۔ دارالسلام نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

اخبار احمدیہ

معذرت اور تصحیح } پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے "فریضہ حج کی ادائیگی اور واپسی" کے عنوان سے اپنے محترم بھائی ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کا نام محمد الرحمٰن لکھ دیا تھا، اس تساہل کے لئے ہم ان سے معذرت خواہ ہیں۔ البتہ خدا سے دُعاگو ہیں کہ وہ ہمارے بھائی محمد الرحمٰن صاحب کو بھی یہ سعادت نصیب کرے۔

درخواست دُعا } محترمہ بیگم چوہدری ظہور احمد صاحب علیل ہیں۔ اور احباب سے دعائے صحت کی درخواست کرتی ہیں۔

۔۔۔ (نیز) محترم بھائی چوہدری ریاض احمد صاحب مالک "الصحت کلنک" کو سکوٹر کا حادثہ پیش آیا ہے۔ جس سے ٹانگ میں چوٹ آئی ہے۔ ٹانگ پر پلستر لگا ہے۔ وہ احباب سے دعائے خواستگار ہیں۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ ہر دو کی صحت یابی کی درد دل سے دعا کریں۔

عطیۂ شادی اور درخواست دُعا } چوہدری غلام باری صاحب سپیشل مجسٹریٹ اوکاڑہ کی دختر نیک اختر عزیزی فریدہ نصرت کی شادی عزیزم چوہدری حبیب اللہ کے ساتھ بعوض مبلغ -/3000 روپے حق مہر مورخہ $\frac{3}{74}$ ۔۲ کو ہوئی۔ اس سلسلہ میں چوہدری صاحب موصوف نے مبلغ -/۵۰ روپیہ عطیہ برائے اشاعت اسلام مرحمت فرمائے اور بزرگان سلسلہ سے دُعا کے متمنی ہیں، کہ اللہ تعالیٰ اس نئی زوجیت کو ہمیشہ سلامت رکھے، اور ان میں اتفاق و اتحاد اور محبت ڈالے تاکہ یہ رشتہ دین اور دنیا کے لئے بہتر ثابت ہو۔

فقط والسلام۔ قاضی طارق محمود۔ رحمان کالونی۔ اوکاڑہ

ایک مُبارک تقریب } احباب جماعت میں، یہ مُبارک خبر نہایت مسرت سے سنی جائے گی، کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نہایت ہی مخلص خادم محترم میاں فضل احمد صاحب کے صاحبزادے میاں طاہر جہانگیر سلمہ اللہ تعالیٰ کی شادی ۲۸ اپریل ۱۹۷۴ء بروز اتوار جناب ملک غلام جیلانی صاحب کی دختر نیک اختر محترمہ عاصمہ جیلانی سے انجام پائی۔ اس تقریب میں اکابر سلسلہ کے علاوہ غیراز جماعت معززین شہر نے بھی شرکت فرمائی۔ ۲۹ اپریل بروز پیر محترم میاں صاحب نے ۸ بجے شب پُرتکلف دعوتِ ولیمہ دی جس میں لاہور اور بیرونجات سے بہت سے برادران سلسلہ بھی شریک ہوئے۔

عزیز طاہر جہانگیر حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے اور حضرت الحاج شیخ میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ اس مبارک شادی پر ہم محترم میاں فضل احمد صاحب، محترمہ بیگم میاں فضل احمد صاحبہ، محترمہ بیگم حضرت مولانا محمد علی صاحب) اور دیگر اعزہ کو پیغام صلح کی طرف سے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ اس رشتہ کو فریقین کے لئے موجب فرحت و انبساط بنائے، عزیزان طاہر جہانگیر اور ان کی اہلیہ کو دین و دنیا کی برکات سے نوازے (اللّٰھم الف بین قلوبھما) اور انہیں اپنے بزرگوں کی طرح سلسلہ کی بیش از بیش خدمات کی توفیق بخشے۔ (مدیر)

تنظیم خواتین احمدیہ بدوملھی کا انتخاب } خواتین احمدیہ بدوملھی کا اجلاس $\frac{۴}{۷۴}$ ۔۱۲ بروز جمعہ شریف ۵ بجے شام اقبال خانم صاحبہ اہلیہ چوہدری عبدالحق صاحب کی زیر صدارت ہوا اور مندرجہ ذیل عہدیداران کا انتخاب ہوا:۔

۱۔ اقبال خانم صاحبہ : صدر

۲۔ مجیدہ بیگم صاحبہ، اہلیہ جناب اللہ بخش صاحب ایم اے۔ سیکرٹری

۳۔ آمنہ بیگم صاحبہ، اہلیہ عبدالغنی صاحب مرحوم۔ نائب سیکرٹری

(مجیدہ بیگم۔ سیکرٹری)

برتر گمان و وہم سے احمد ؐ کی شان ہے ❊ جس کا غلام دیکھو مسیح ؑ زمان ہے

خدا تعالیٰ کی حکمت سے یہ سارا نظام کائنات چل رہا ہے

آہ! توحید کے پرستار قبر پرست اور مزار پرست بن گئے

خطبہ جمعہ ۲۶ر اپریل، فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ - جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوات والارض .... ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین (الاعراف آیت ۵۴-۵۵)

ترجمہ:- تمہارا ربّ اللہ ہے جس نے زمین و آسمان چھ وقتوں میں پیدا کئے پھر وہ عرش کی جانب متوجہ ہوا۔ جو رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ وہ اس کے پیچھے لگاتار چلا آتا ہے۔ اور سورج، چاند، ستارے سب اسی کے حکم سے کام میں لگائے گئے۔ سن لو۔ بنانا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، اللہ بابرکت ہے۔ جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ اپنے ربّ کو عاجزی سے اور چھپ کر پکارو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور زمین کے اندر اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو۔ اور خوف و اُمید کے جذبات کے ساتھ اس کو پکارو۔ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔

فرمایا:- اس جہان کا پیدا کرنے والا اور مالک تمہارا ربّ ہے، وہی رحمٰن الرحیم تمہاری پرورش اور ربوبیت کے سامان پیدا کرتا ہے، اسی مالک الملک نے تمہاری خاطر سُورج، قمر اور ستارے پیدا کئے ہیں۔ سُورج کی گرمی سے سمندر کا پانی بخارات بن کر اُوپر کو اُٹھتا اور بادل کی شکل اختیار کر کے پھر زمین پر برستا ہے اور ہوائیں بادلوں کو اِدھر سے اُدھر لئے پھرتی ہیں اور زمین کو اپنے پانی سے ہرا بھرا کرتی ہیں۔ اور پھر زمین سے تمہاری خوراک، جڑی بوٹیاں، غلہ، میوے اور پھل اور ہر قسم کی اجناس پیدا ہوتی ہیں۔ یہ سب سورج کی برکت سے ہے۔ فرماتا ہے:- ان ربکم اللہ الذی، تمہارا ربّ وہ ہے، جس نے خلق السمٰوات والارض زمین اور آسمان کو فی ستۃ ایام چھ روز میں پیدا کیا۔ ... ثم استوی علی العرش پھر وہ عرش کی جانب متوجہ ہوا، تبارک اللہ ربّ العٰلمین کیا ہی برکت والا اللہ اور جہانوں کا پالنے والا ہے۔ خدا تعالےٰ ہر بات کی دلیل دیتا ہے۔ زمین و آسمان میں رابطہ اور شمس و قمر اور ستاروں کے نظام میں باہمی تعاون ہے، سب کے سب مخلوق الٰہی کی خدمت میں ایک مربوط نظام کے تحت کام کر رہے ہیں، خدا تعالےٰ کی حکمت اور قدرت سے یہ سارا نظام چل رہا ہے۔ اس کے احسانات کا نظارہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یغشی الیل النہار یطلبہ حثیثا۔ دن کے پیچھے رات آتی ہے، جو دن پر پردہ ڈال دیتی ہے اور لوگ رات کے اندھیرے میں آرام کرتے ہیں۔ اس بات کا ہر شخص کو ذاتی تجربہ ہے کہ دن بھر کی محنت اور تھکاوٹ کو کس طرح رات کی نیند دُور کر دیتی ہے اور دوسرے دن کے لئے پھر تازہ دم بنا دیتی ہے۔ اور فرمایا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ سُورج، قمر اور ستارے اللہ تعالےٰ کے حکم سے گردش میں رہ کر اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ ان کے طلوع و غروب کا ایک وقت مقرر ہے اور اس میں ایک منٹ کا بھی فرق نہیں پڑتا۔ یہ اتنا منتظم، مربوط اور یقینی نظام ہے کہ اس کی بنیاد پر ماہر لوگ سو سو برس کی جنتریاں تیار کر لیتے ہیں۔

غرضیکہ اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کا نقشہ انسان کے سامنے رکھ کر اسے یاد دلاتا ہے کہ تمہارا ربّ وہی ہے جس کی قدرت کاملہ نے اتنے بڑے بڑے اجرام فلکی کو تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے۔ پس وہ خدا تعالےٰ جس نے تمہاری پرورش اور ربوبیت کا اتنا انتظام کر رکھا ہے، تمہاری روحانی ربوبیت کو کیسے تشنہ چھوڑ سکتا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ذکر ہے کہ تمام قوموں کی طرف رسول آئے و لکل قوم ھاد۔ اور ہمارے رسول صلعم سے پیشتر دو بڑی بڑی کتابیں توراۃ اور انجیل انسانوں کی ہدایت کے لئے آسمان سے نازل ہوئیں، وہ زمانہ کی دستبرد کا شکار ہو گئیں۔ اور انسانوں نے ان میں ردّ و بدل کر لیا۔ آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ قرآن کریم جیسی کامل و مکمل اور قیامت تک کے لئے کارآمد کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے آئی۔ اور اس کی حفاظت کا بھی خدا تعالیٰ نے خود ذمہ لیا ہے اور قیامت تک جتنے مسائل اور مشکلات نسلِ انسانی کو پیش آسکتی ہیں۔ ان سب کا اس میں حل موجود ہے الا لہ الخلق والامر تمام مخلوق کو پیدا کرنا بھی اس کے اختیار میں ہے اور اپنی پیدا کردہ کائنات پر حکومت بھی اسی بادشاہ کی ہے۔ جو خالق و مالک ہے۔ اسی لئے فرمایا:- تبارک اللہ ربّ العالمین۔ اللہ برکت والا اور جہانوں کا ربّ ہے۔ پھر حکم دیا ادعوا ربکم تضرعًا وخفیۃ۔ اپنے ربّ کو عاجزی سے اور چھپ کر پکارو۔ انہ لا یحب المعتدین۔ وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ دیکھو ہر حال میں اعتدال کی راہ سکھائی ہے، دُعائیں بھی کھُلا شور مچاتے، واویلا کرنے اور دھاڑیں مار مار کر رونے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ خدا بہرا نہیں ہے۔ وہ صرف تمہاری عاجزی اور پکاریں دھیمے پن کو پسند فرماتا ہے۔ الا لہ الخلق والامر۔ سن لو۔ بنانا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، انسان کا فرض ہے۔ کہ اس کی عبادت کرے اور اس کے احکام کو بجالائے۔ اس مشاہدے کے بعد کہ وہ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے صرف اسی مالک و خالق کی عبادت کرنی چاہیئے مگر آج جس قوم کو توحید کا سبق دیا گیا تھا۔ اس کا بیشتر حصہ شرک و قبر پرستی میں مبتلا نظر آ رہا ہے۔ یہ کتنے دُکھ کا مقام ہے کہ جو دین غیر اللہ کی عبادت کو مٹانے کے لئے آیا تھا۔ اسی کے پیرو مزاروں اور بزرگوں کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ ان کے ناموں سے نذریں نیازیں بانٹتے ہیں۔ مزاروں کی دیواروں کے ساتھ ماتھا رگڑ کر دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ آہ! وہ دین اسلام جس نے توحید کا سبق دیا تھا۔ اس کے ماننے والے قبر پرست اور مزار پرست ہو گئے۔ اس مزار پرستی کا کوئی علاج ہونا چاہیئے جس قوم کی تعلیم کے لئے قرآن کریم ایسی عظیم کتاب نازل ہوئی ہو اور جس کی تربیت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائی ہو، اس کے خلاف توحید پرستی کو چھوڑ کر قبر پرست بن جائیں۔ آہ - ثم آہ - ثم آہ - تم ایک مامور من اللہ کی جماعت ہو۔ اس صدی کے امام مجدّد صدی چہاردہم علیہ السلام کی تم نے بیعت کی ہے، تم ڈٹ جاؤ۔ اور خدا کے احکامات کی پابندی کرو۔ اس کی فرمودہ ہدایتوں کے مطابق عمل بجا لاؤ۔ خدا تعالےٰ تم پر خوش ہوگا۔ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین احسان کرنے والوں پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ کسی نے رسول صلعم سے پُوچھا:- ما الاحسان یا رسول اللہ احسان کے کیا معنی ہیں۔ حضور نے فرمایا، ان تعبد اللہ کانک تراہ، احسان یہ ہے۔ کہ جب کہ تو اللہ کی عبادت کرے، تو یہ سمجھ کر کرے۔ کہ میں اللہ تعالےٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ اور فان لم تکن اگر تم ایسا نہیں کر سکتے۔ تو پھر فانہ یراک، یہ سمجھو کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ تم کو یقین کامل ہو کہ تم خدا کے حضور کھڑے ہو۔ اسی آیت میں فرمایا۔ کہ لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔ زمین کے اندر اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو۔ اور وادعوہ خوفًا وطمعًا اور خوف کرتے ہوئے اور اُمید رکھتے ہوئے اپنے مولا کو پکارو۔ فساد خدا تعالےٰ کو سخت ناپسند ہے، اس سے دنیا کا امن تباہ ہوتا ہے۔ آپس کی تلخیاں بڑھتی ہیں۔ اور انسان ایک دوسرے سے دُور ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم کی تعلیم عرفان اور نور معرفت بخشتی ہے۔ چاہیئے۔ کہ آپ لوگ اس کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی بسر کریں۔ اور مخلوق الٰہی اور اپنے ہمجنسوں کے لئے رحمت و برکت کا موجب بنیں۔

اس کے بعد جماعت کے مشہور مرحوم بزرگ جناب سید عبد الجبار شاہ کی اہلیہ محترمہ کی فوتیدگی کا اعلان کیا گیا۔ اور مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

غلام نبی مسلم

جناب خلیفۂ ربوہ جماعت کو کدھر لے جا رہے ہیں؟

جماعت ربوہ کے سربراہ نابغۂ روزگار شخص ہیں۔ امارت کی گدی پر متمکن ہونے کے بعد آپ نے چند غیر معمولی "دینی اور تبلیغی" اقدامات کئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی اصلاح کر کے اعلان کیا کہ میرے تمام مبلغ مجدد کا مقام رکھتے ہیں۔ اور اس طرح آپ خود امام المجددین کے منصب پر فائز ہو گئے پھر آپ نے اعلائے "کلمۃ اللہ" کی خاطر حکم دیا کہ جماعت دس ہزار گھوڑے پالے چنانچہ اس پر عمل شروع ہو گیا، گذشتہ "تبلیغی گھوڑ دوڑ" میں۔ اور پیپ فی گھوڑا فیس داخلہ دے کر ایک سو سے زاید گھوڑے شامل ہوئے، خود جناب "با ملاحظہ ہوشیار ربوہ کے شہنشاہ کا اقبال بلند رہے" کی صداؤں کے درمیان، دس پستول بردار چاق و چوبند محافظوں کے حلقے میں تشریف لائے، جہاں ایک لڑکی اور دو مرد گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلے جا کر "تعمیر خلافت" میں گارے کا کام دے گئے اور حضور نے یہ کہکر گھوڑ دوڑ جاری رکھنے کا اعلان فرمایا کہ قوموں کی زندگیوں میں ایسی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ پھر جناب نے ارشاد فرمایا کہ جماعت ایک لاکھ سائیکلیں خریدے، تاکہ مسیح موعودؑ کے "مشن" کی تکمیل ہو اور کسی کا سائیکلوں کا کاروبار چمکے۔ اسی طرح غالباً حضرت امام زمانؑ کی تعلیمات کی روشنی میں "تزکیہ نفس" کے لئے ربوہ میں ہر سال کبڈی کا ٹورنامنٹ چلایا جاتا ہے۔ جس میں "ذکر الٰہی، قال اللہ و قال الرسولؐ" کی محفلیں گرم ہوتی ہیں۔ اور جماعت روحانی منازل طے کرتی ہے۔

نیا کارِ خیر اب دنیا میں "اللہ کا نام" بلند کرنے کے لئے غلیلوں سے چڑیوں کے شکار کی تحریک جاری کی گئی ہے۔ چنانچہ الفضل مورخہ ۲۳-۳-۷۴ صفحہ ۶ کی تازہ خبر پڑھیے اور سر دھنیے:

"حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خواہش کے مطابق اور مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب کنوینر مجلس صحت ربوہ کے زیرِ ہدایت اطفال کا یکم مارچ کو چڑیوں کے شکار کا مقابلہ منعقد ہوا۔ مقابلہ کیلئے تین گھنٹہ کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔ اطفال نے تین گھنٹے غلیلوں سے شکار کیا۔ دارالرحمت شرقی ب کی مجلس کے ایک طفل نعیم الدین اوّل قرار پائے انہوں نے ۱۴ چڑیوں کا شکار کیا۔ اور انہیں حضور کی طرف سے انگلش غلیل بطور انعام دی گئی۔

دوم انعام دارالرحمت غربی کے طفل محمود احمد نے حاصل کیا۔

انہوں نے ۱۱ چڑیوں کا شکار کیا۔ (سکرٹری اشاعت مجلس اطفال الاحمدیہ ربوہ)"

خدا کی اس بے ضرر حسین و معصوم مخلوق پر اس ستم کا قدرت کیا انتقام لیتی ہے۔ اسے خدا کے حوالے کرتے ہیں۔ اور اس بات سے بھی صرفِ نظر کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس فعل شنیع کی مذمت کی۔ نفسیات کا کوئی طالب علم ہی کم عمر لڑکوں کو ایسے احکامات و ترغیبات کی حقیقت سے آشنا ہو سکتا ہے۔۔ اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ جب جماعتوں کی فکری قوتیں مفلوج ہو جاتی ہیں۔ اور وہ تقلید و جہالت کی راہ اختیار کر لیتی ہیں تو پھر انہیں اپنے ممدوح کی ہر برائی میں روحانیت نظر آتی ہے اور ہر بُرے کام کی تحسین تعبیر کی جا سکتی ہے۔ پھر کونسی مذہبی گدی ہے۔ جہاں انسان ان تمام بے ہودگیوں کو گوارا نہیں کر لیتا جو اسے دوسروں میں عیب کی صورت میں نظر آتی ہیں ایسے حالات میں افراد نجات کے لئے نذرانوں کے ذریعے پیروں کی دعاؤں پر انحصار کرتے ہیں۔ انہیں بانیٔ سلسلہ کی تعلیمات سے دُور کا بھی واسطہ نہیں رہتا۔ ان کے نزدیک پیر ہی دین کا بہترین مفسر اور شارح ہوتا ہے۔ اور قرآن میں اسی کا نام موت ہے۔

قابلِ توجہ یہ سطور لکھتے ہوئے دُکھ ہوتا ہے کہ اس زمانے کے مجددِ اعظم، عالی مرتبت شارحِ قرآن اور خادمِ اسلام سے وابستگی کا دعوے کرنے والی جماعت کہاں سے ... چلی... اور کہاں پہنچ گئی ہے۔ کیا گھوڑے دوڑانے، سائیکل سواری، کبڈی اور چڑیاں مارنے کے میدان میں دوسری قومیں اور جماعتیں پہلے ہی سبقت نہیں رکھتیں۔ پھر دنیا میں ایسی بیسیوں جماعتیں ہیں۔ جو لوگوں سے چندے اور نذرانے قبول کرتی ہیں اور اس سے مساجد، منادر، گرجے، گوردوارے۔ کنیسے بناتی ہیں اس کے کارپرداز خود بھی دادِ عیش دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو لوٹنے کا نظام بھی برقرار رکھتے ہیں۔ اگر اس جماعت نے بھی ان کی راہ اختیار کر لی تو کونسا تیر مارا دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مقصد کے لئے مبعوث ہوئے تھے؟ کیا ان کے ذہن میں تجدید اسلام کی یہی صورت تھی؟ کیا **یکسر الصلیب** کا یہی مفہوم مسیح وقت کے دماغ میں تھا؟ کیا مہدی زمانؑ ایسی ہی لہو و لعب اور تفاخر و تکاثر کی شیدائی قوم کی تشکیل کرنے آئے تھے؟ کیا آپ نے اپنے رفقائے کار حضرت مولانا نورالدینؓ۔ حضرت مولینا محمد علیؒ۔ حضرت خواجہ کمال الدینؒ۔ وغیرہم سے خدمت و اشاعتِ اسلام کا یہی کام لیا تھا؟ یا قادیان کو دینی علوم، حقائق و معارف قرآن اور زہد و عبادت کا مرکز بنا دیا تھا۔ جہاں گھوڑ سوار، کبڈی باز، چڑی مار اور سائیکل نواز نہیں اہلِ علم و عرفان اور متلاشیانِ حق تسکین قلب کے لئے آتے تھے اور نورِ ایمان سے معمور ہو کر جاتے تھے۔ جماعت ربوہ میں اب بھی کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے۔ جنہیں حضرت مسیح موعودؑ کا قریبی زمانہ دیکھنے کا موقعہ ملا، اور انہوں نے ایسے لوگوں کے اعمال و کردار کا مشاہدہ کیا جو حضرت امام وقتؑ کی صحبت سے بہرہ ور ہوئے۔ اور ان میں حق بات کہنے کی جرأت بھی ہے۔ کیا وہ جماعت کو اس ہلاکت کے گڑھے سے نکالنے کی کوشش کریں گے۔؟

مشیت ایزدی جماعت ربوہ کی موجودہ حالت کوئی حادثہ نہیں، مشیتِ ایزدی کا طبعی عمل ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا نام ہی اس بات کا متقاضی ہے کہ جماعت کا کثیر گروہ حضرت مسیحؑ کی اُمت کی طرح غلو میں پھنس کر...... شیطان کو سجدہ کرتا ہوا دُنیا کی چکا چوند پر ٹوٹ پڑتا۔ جماعت کے اس بگاڑ کی طرف آپ نے الوصیت کی ابتداء ہی میں اس الہام میں اشارہ فرمایا تھا:۔

"قرب اجلك المقدر ولا نبقي لك من المخزيات ذكرا۔ تیری اجل قریب آگئی ہے۔ اور ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑیں گے۔ جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو۔"

اب غور کر کے دیکھئے کہ آیا وہ مخزیات جو جماعت احمدیہ سے منسوب ہو کر جماعت کی رسوائی کا موجب بن رہی ہیں۔ یہی طفلانہ حرکات نہیں ہیں، جو ربوہ میں کی جا رہی ہیں۔ یہ حرکات ختم ہو کر رہیں گی، کیا ہی اچھا ہو کہ اس برائی اور رسوائی کا انسداد اہل ربوہ کے سنجیدہ اور فہمیدہ حضرات کے ہاتھوں ہو۔

ماضی کا جائزہ ان مختصر مخزیات کی ابتداء اور ترقی کے لئے آپ کو ماضی پر نگاہ ڈالنا ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دور آپ سب کے سامنے ہے۔ اور دنیا نے آپکے آخری ایام میں قادیان کا جو نقشہ دیکھا وہ ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ تھا۔ حضرت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں احمدیت کے انوار سے نہ صرف ہندوستان چمک اُٹھا بلکہ اس کی روشنی انگلستان اور افریقہ کے برِّ اعظموں تک جا پہنچی، اور پھر کیا ہوا؟ مولانا نورالدینؓ کی وفات کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین انجمن کو توڑ دیا گیا۔ اور آپ کے مقرر کردہ ممبران انجمن کو سنگ باری اور زبان درازی کے ذریعہ قادیان سے نکال دیا گیا، اور تقہ پیروان مسیح موعودؑ کی جگہ زمانہ شناس دست آموزوں نے لے لی۔ اب کیا تھا۔ جن لوگوں نے بہتر ایام کی اُمید پر امام وقت کی انجمن کو توڑنے میں مدد کی تھی وہ ذلیل و رسوا ہو گئے۔ علماء کی تذلیل روزمرہ کا دستور بن گیا، انہیں جبہ و عمامہ اور مسندِ ارشاد سے علیحدہ کر کے نیکریں پہنا دی گئیں۔ ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں دی گئیں، تاکہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے خلیفہ کی پذیرائی اور سلامی کے لئے سڑکوں اور چوراہوں میں کھڑے ہوں۔ پھر نماز کے دوران ایسے رضاکار مقرر کئے جو عین نماز کے دوران مارچ کرتے ہوئے پہرہ دیتے اور نماز کی توہین کرتے تھے۔ اور ان میں سے خلافت کے اوّلین معاون میر قاسم علی، یعقوب علی تراب ظہور الدین اکمل۔ مولوی شیر علی، میر محمد اسحاق وغیرہم زیرِ عتاب آکر رسوائی کا شکار ہوئے۔

؎ جو تیری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

اہلِ اسلام سے دشمنی } اہل اسلام سے انتہائی معاندانہ رویّہ اختیار کیا گیا، مسجد کانپور کے حادثہ میں مسلمانوں کو ملعون ٹھہرایا گیا۔ بغداد پر انگریزوں کے قبضہ کی خوشی میں چراغاں کیا گیا، انگریز کی جاسوسی کو جزو ایمان بنایا گیا اور اس پر لاکھوں روپے خرچ کئے گئے۔ حتّٰی کہ جب پنجاب کے گورنر نے قادیان کے اندرونی حالات سے آگاہ ہو کر آنکھیں پھیر لیں تو خلیفہ صاحب نے انتقاماً کانگرس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لاہور میں پنڈت جواہر لال نہرو کا استقبال کیا۔ قادیان میں اندرونی ٹرسٹی کی صدارت میں مسلم لیگ کے خلاف کانگرس کے حق میں ریزولیوشن پاس کیا، اس کے بعد تحریک پاکستان کی بھرپور مخالفت کی اور الیکشن میں مسلم لیگ کو شکست دینے کے لئے انتہائی مالی اور افرادی قوت صرف کی، لیکن قدرت۔ نہ قسمت میں رسوائی لکھی تھی۔ اس لئے پہلے تو جماعت کو حکم دیا کہ کٹ مرو مگر قادیان کو نہ چھوڑو۔ لیکن جب بچنے کی کوئی صورت نہ رہی تو جماعت کو چھوڑ کر پاکستان کی راہ لی۔ لیکن یہ کڑوی گولی نگلنے سے پہلے دو سال تک واپس قادیان جانے کی کوشش اور ناکام پیشگوئیاں کیں۔

مظالم } قادیان میں علماء کی تذلیل کے پہلو بہ پہلو کمزور احمدیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ گرائے گئے۔ چنانچہ ۱۹۱۴ء میں مولانا محمد علیؒ اور آپ کے رفقاء کو وہاں سے جان بچا کر آنا پڑا، ۱۹۱۶ء میں مولانا محمد احسن امروہی کو وہاں سے علیحدہ ہونا پڑا ۱۹۲۷ء ... مستریوں پر ستم کیا گیا، انہوں نے خلیفہ قادیان پر بے راہ روی کا الزام لگایا تو ان کے مکانات کو جلا دیا گیا، ان کے ایک ساتھی کو قتل کیا گیا، قاتل کو بہشتی مقبرہ میں دفن کر کے مقبرہ کی تقدیس کو مجروح کیا گیا، اور ان بے چاروں نے جان بچانے کے لئے امرتسر میں پناہ لی، پھر وہاں ایک مبلغ محمد امین مجاہد بخارا کو روز روشن میں قتل کیا گیا اور جرم ... لا تکتموا الشہادۃ کے فرمان الٰہی کی توہین کی گئی۔ پھر ۱۹۲۷ء میں ایک مخلص حمایتی ... فخر الدین ملتانی کا قتل ہوا۔ جناب شیخ عبدالرحمٰن مصری کو جان بچا کر قادیان سے نکلنے پر مجبور کیا اور جناب حکیم عبدالعزیز پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔

یہ تمام حرکات حضرت امام زمان کی تعلیمات اور عمل کے خلاف تھیں۔ اور قدرت کو ہرگز منظور نہیں تھا کہ اس فاسد نظام سے مسیح موعودؑ کے مشن کا کام لے۔ چنانچہ مسیح موعودؑ کا تبلیغ و اشاعت کا کام تو اس جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت مولانا محمد علیؒ کی قیادت میں کیا، جو خود حضرت مامور وقت نے قائم کی تھی، اور قادیان میں نتیجہ بندی تو ہوئی مگر نتیجہ پچاس سال میں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ و تفسیر کا کام مکمل ہوا، اور نہ ہی کوئی قابل ذکر دینی تصنیف شائع کی گئی، قادیان میں صرف ... تو مولوی تیار کئے گئے جو قادیانی گدّی کی تقویت اور ان کے چندے کے وسائل کا موجب ہونے اور انہی مولویوں کے متعلق سابق خلیفہ صاحب نے فرمایا تھا کہ یہ مبلغ خنزیر کی مانند ہیں جو بے سوچے سمجھے بڑھتا جاتا ہے۔ اور سوچنے کی صلاحیت سے عاری ہوتا ہے۔ مگر

نہ خود بیں۔ نہ خدا بیں، نہ خود اندیش ٭ یہاں بیکار ہے تیرے ہنر کا

خدائی گرفت } ان حالات میں جب موصوف نے دنیوی شوکت حاصل کر لی تو ۱۹۱۴ء میں مسیح موعود کا دعوٰی کر کے خدا کی غیرت کو للکارا، کہتے ہیں کہ گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے، یہی حال جناب خلیفہ کا ہوا، جب یہ کہا کہ مجھے خدا نے الہاماً مامور کیا ہے تو لو تقوّل علینا کی صداقت ظاہر ہوئی۔ پس خلیفہ صاحب کا کانگرس سے معاشقہ ناکام ہو گیا تو آپ مذبذب ہو گئے۔ اس خیال سے کہ قادیان پاکستان میں چلا جائے گا۔ آخری وقت میں پاکستان کی تائید کر دی مگر خدا کو تو جناب کی رسوائی مطلوب تھی ریڈ کلف نے قادیان بھارت میں شامل کر دیا اور ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود جناب موصوف کو ان مسلمانوں کی پناہ لینا پڑی جنہیں زندگی بھر سکھوں اور ہندوؤں کی طرح کافر کہتے رہے، اور جن کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے کانگرس اور انگریز سے گٹھ جوڑ کر رکھا تھا۔ پھر جناب نے پاکستان کو مضبوط کرنے کی بجائے یہاں اپنی حکومت قائم کرنے کی سکیم بنائی۔ لیکن قدرت کو جناب کی ناکامی مقصود تھی اس لئے ملک میں ختم نبوت کی تحریک چلی جس سے خوفزدہ ہو کر جناب نے اپنے باطل عقیدہ کی تمام عمارت مسمار کر دی اور ۱۹۵۴ء میں اجرائے نبوت، تکفیر المسلمین اور مسلمانوں کے مجلسی مقاطعہ سے بیزاری کا اظہار کر دیا جو لا نبیّ بعدی من المعتزیات ذکرا کی طرف ایک اہم آسمانی قدم تھا، لیکن اس "مامور من اللہ" کا اعلان

نیک نیتی پر مبنی نہ تھا۔ اس لئے جماعت کو در پردہ پرانے عقیدے پر ہی رہنے دیا۔ قدرت کی طرف سے خلیفہ صاحب کو یہ آخری مہلت دی گئی تھی، جب اس سے آپ نے کوئی سبق نہ سیکھا تو پھر قطع وتین کی گھڑی آ پہنچی، اور ۱۹۵۵ء میں پہرے داروں کی موجودگی میں ایک غیرت مند نوجوان نے آپ کو زخمی کر دیا۔ زخم گہرا تھا لیکن یہ خدا کی گرفت تھی، یہ زخم مندمل ہوتا تھا نہ ہوا اور دو سال بعد اس نے "دُکھ کی مار" فالج کا روپ دھار لیا تاکہ آپ دنیا میں عبرت کا سامان مہیا کریں۔ آپ کی یہ کیفیت سات سال رہی، جماعت نے آپ کے لئے دعائیں مانگیں، صدقات دیئے، لاکھوں جانور ذبح کئے، لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ نظام خلافت چلانے کے لئے ایک کمیٹی بنا دی گئی۔ اور اس زمانے میں آپ کی صحت کے متعلق جو اطلاعات الفضل میں چھپتی تھیں، وہ اس قدر جھوٹ پر مبنی ہوتی تھیں کہ الحفیظ و الامان۔ رپورٹ دینے والوں کا مقصد تو جماعت کو حقیقت سے بے خبر رکھنا تھا۔ لیکن اثرات کا مرتب کرنا خدا کا کام ہے۔ جھوٹ بول کر اس کی گرفت سے کسی کو بچانا مشکل ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۵ء کے آخر میں انتقال کر گئے، اور آپ کی وفات کے بعد جس جلد بازی دھاندلی اور بے اصولی سے "عبقری" خلیفہ کا انتخاب ہوا اس کی زندہ شہادت وہ پابندیاں ہیں جو خلیفہ حاضر نے اپنے برادر خورد (معاش) جناب مرزا رفیع احمد کی زبان، نقل و حرکت اور میل ملاقات پر لگا رکھی ہیں اور دنیا کو ان کی خداداد صلاحیتوں سے محروم کر رکھا ہے۔

ہم نہیں کہتے کہ جماعت ربوہ موجودہ نظام کے ماتحت ترقی نہیں کرے گی، اس کے پاس دولت کے خزانے اکٹھے نہیں ہوں گے، اسے سیاسی برتری حاصل نہیں ہو گی، اور اسے "ملک لا یبلٰی" کی حکومت حاصل نہیں ہو گی۔ جو خدا دہریوں، مشرکوں، فاسقوں، فاجروں تک کو دنیا میں غلبہ عطا کرتا ہے وہ جماعت ربوہ ایسی "منظم" جماعت کو کیوں محروم رکھے گا لیکن افسوس تو اس امر کا ہے۔ کہ جس امام کے نام پر لوگوں کی عقیدت کو تاراج کیا جا رہا ہے اس کی آرزوؤں کا خون ہو رہا ہے کیونکہ آپ نے آخری ایام میں درد بھرے الفاظ میں فرمایا تھا:—

" چند دنوں سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور سے پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے .... وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے۔ کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو، اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو۔ اور اصلاح و تقوٰی کے رستے پر چلے، اور اخلاق کا اعلٰی نمونہ قائم کرے۔ تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو، پس اگر یہ غرض پوری نہ ہوئی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور پوری طرح زیر بھی کر لیا۔ تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں، کیونکہ ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی۔ تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔"

مذکورہ بالا معروضات کا مقصد جماعت ربوہ کے سنجیدہ اور فہمیدہ احباب کو حقیقت حال کی طرف توجہ دلانا ہے۔ اگر ان سطور کے مطالعہ کے بعد وہ محسوس کریں کہ موجودہ حالات حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک و مقصد کے نقیض ہیں۔ تو پھر انہیں اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے اور از سر نو اس مسلک کی طرف لوٹنا چاہیئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام وصال کے وقت بطور امانت و ہدایت چھوڑ گئے تھے۔ والعاقبۃ للمتقین۔

وفات حسرت آیات } اخبار پریس میں جا رہا تھا کہ پشاور سے برادر محترم محمد الرحمٰن سے اطلاع ملی کہ جماعت پشاور کے ایک بزرگ حاجی گل رحمان صاحب ۲۵ اپریل کو بعد از نماز فجر انتقال کر گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم نماز تہجد کے لئے اٹھے اور نماز ادا کر کے ذرا لیٹ گئے اور اسی حالت میں خدا سے جا ملے۔ مرحوم جماعت پشاور میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے اور اپنی خوبیوں میں بے نظیر تھے۔ اس صدمہ میں ہمیں مرحوم کی بیوہ، صاحبزادوں، برادر عزیز اور دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بھائی کیلئے جنازہ غائبانہ میں درد دل سے دعائے مغفرت کریں۔ محترم محمد الرحمٰن نے مرحوم کے حالات تفصیل سے

الاحمدیہ

حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن پر ندوی صاحب کے اعتراضات کا تجزیہ

(محترم شیخ محمد طفیل ایم۔ اے۔ ترجمہ: محترم فخرالدین احمد صاحب)

قسط نمبر (۷)

حضرت سلیمان کی موت } سید ندوی صاحب کا اعتراض۔

(۵) قرآن کریم کی سورۃ سبا میں حضرت سلیمانؑ کے بارے میں آتا ہے:۔

فلمّا قضینا علیه الموت ما دلّهم علیٰ موته الّا دابّة الارض تاکل منساته

ترجمہ: سو جب ہم نے اس پر (سلیمانؑ) موت کا حکم صادر کیا تو انہیں (جنات کو) اس کی موت کا پتہ کسی چیز نے نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو اس کا عصا کھاتا رہا۔ ؎۱

"مفسرین اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ جنوں کے ہاتھ سے مسجد بیت المقدس کی تجدید کرا رہے تھے۔ جب معلوم ہوا کہ میری موت آ پہنچی ہے جنوں کو نقشہ بتا کر آپ شیشہ کے مکان میں در بند کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کر لی۔ آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی۔ کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہوا۔ وفات کے بعد مدت تک جن بدستور تعمیر کرتے رہے۔ جب تعمیر پوری ہو گئی جس عصا پر ٹیک لگا رہے تھے گھن کے کھانے سے گرا۔ تب سب کو وفات کا حال معلوم ہوا، اس سے جنات کو خود اپنی غیب دانی کی حقیقت کھل گئی اور ان کے معتقد انسانوں کو بھی پتہ لگ گیا کہ اگر انہیں غیب کی خبر ہوتی تو کیا اس ذلت آمیز تکلیف میں پڑے رہتے۔"

یہ اقتباس ندوی صاحب نے مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کی تفسیر سے درج کیا ہے جناب شبیر احمد عثمانی کو ندوی صاحب اسلام کا ایک بڑا اسکالر سمجھتے ہیں جیسا کہ اس سے قبل اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ندوی صاحب فرماتے ہیں:۔

اس میں بھی چونکہ غیر معمولی واقعات اور آیاتِ قدرت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے مولوی محمد علی صاحب نے دابة الارض اور منساۃ کے بالکل الگ معنی بیان کر کے لکھا ہے۔ ؎۲

حضرت سلیمان کو کھا جانے والے دابۃ الارض میں اشارہ ان کی سلطنت کی بربادی کی طرف ہے۔ ان کے بیٹے رحبعام نے جو عیش و عشرت کا دلدادہ تھا اپنے مشیروں کی رائے قبول کرنے کی بجائے تنعم پسند نوجوان ساتھیوں کے کہنے پر عمل کیا (۱۔ سلاطین باب ۱۲-۱۳) پس دابۃ الارض یہی عیش پسند اور سہل انگار رحبعام ہے جس کی نظر صرف دنیا تک محدود تھی سلیمانؑ کے عصا کا کھایا جانا اس کی سلطنت کی بربادی ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے۔ جنوں سے مراد وہ سرکش قبائل ہیں جنہوں نے حضرت سلیمانؑ کے دورِ حکومت میں بنی اسرائیل کی اطاعت کا جُوا اُٹھایا تھا۔ اس واقعہ اور بعد کے حالات میں مسلمانوں کے لئے ایک سبق ہے کہ عیش و عشرت میں

؎۱ سورۃ سبا ۳۴۔ آیت ۱۴

؎۲ میں نے بار بار نقل کرنے کی بجائے سارا اقتباس ایک دفعہ ہی نقل کر دیا ہے۔ ندوی صاحب نے جزواً حوالہ نقل کیا ہے۔ (قادیانیت انگریزی ص ۱۴۱) علامہ المراغی مشہور عرب مفسر نے بھی حضرت سلیمانؑ کی نعش کا عصا کے سہارے ایک سال کھڑا رہنے کی تردید کی ہے۔

پڑ جانے والی قوموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اگرچہ بنو امیہ اور بنو عباس کے دورِ حکومت میں طرب و نشاط کا دور دورہ بڑا ہی مختصر تھا مگر انجام وہی ہوا جو حضرت سلیمانؑ کی سلطنت کا۔" ؎۳

اب بھی اگر جناب ندوی صاحب مولانا مرحوم کی تفسیر سے متفق نہیں تو ہم ان کی توجہ مولینا ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی کی تفسیر کی طرف دلاتے ہیں جنہیں ندوی صاحب ایک جید عالم تسلیم کرتے ہیں۔ ؎۴

مولینا موصوف اس واقعہ کے عام مطالب بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"اس سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت سلیمانؑ کی موت مقرر کر دی تھی۔ کہ فلاں وقت پر مریں گے۔ اس بات کو کوئی نہیں جانتا تھا مگر دابۃ الارض دیمک یا گھن سے معلوم ہوا جو حضرت سلیمانؑ کے عصائے حیات کو کھا رہا تھا۔ جب وقت خاص آ گیا اور وہ عصائے حیات کٹ گیا اور حضرت سلیمان گر پڑے تو سب نے جان لیا اور جنوں پر بھی ظاہر ہو گیا کہ ہم غیب دان نہیں۔ اگر سلیمانؑ کی موت کا وقت معلوم ہوتا تو اس کی اطاعت میں نہ پڑے رہتے...... دابۃ الارض سے مراد بطور استعارہ کے انقراض عمر اور منساۃ سے اس کی عمر اور اقبال ہے۔ جس کے زور پر وہ حکومت کرتے تھے۔ افسوس ہر ایک کے عصائے حیات کو دیمک یا گھن لگ رہا ہے مگر عصا کٹ جانے سے پہلے ہم بے خبروں کو معلوم نہیں۔ ؎۵

(عبارت کے نیچے خط میں نے لگائے ہیں)

مندرجہ بالا حوالہ جات جناب ندوی صاحب کے اس دعوے کی تردید کے لئے کافی ہیں کہ "اہل عربیت اور رادیاء کا ذہن کبھی ان معانی کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا جو نزول قرآن کے تیرہ سو سال بعد ایک عجمی نژاد کے ذہن میں پہلی مرتبہ ان آیات و الفاظ کے آئے ہیں۔" ؎۶

اب یہ فیصلہ کرنا قارئین کا کام ہے کہ محترم ندوی صاحب تحریک احمدیت کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے وقت کس حد تک ایک غیر جانبدار مورخ اور طالب حق ثابت ہوئے ہیں۔

علامہ المراغی نے بھی یہ سال بعد وفات والے حصہ کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ "روزانہ ان کی خوراک کا بندوبست ہوگا اور جب تک وہ زندہ رہے لوگوں کو ان کی زندگی کا علم ہوگا"

(بحوالہ احمدیت مصنفہ قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ص ۳۶۵)

یومِ تشکر

پاکستان کے دشمنوں کی سازش سے ۱۹۷۱ء میں ملک اندرونی خانہ جنگی کا شکار ہو گیا اور لاکھوں جانوں کے اتلاف، اموال کی بربادی اور ملک کے دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جانے کے علاوہ ۹۰ ہزار کے قریب فوجی اور شہری بھارت کی قید میں چلے گئے۔ یہ حادثہ پاکستانی قوم کے لئے بہت بڑی آزمائش اور ابتلاء تھا، لیکن قوم اور اسیر فوج نے انتہائی صبر اور برداشت کا مظاہرہ کیا۔ اور آخر دو سال کی تکالیف کے بعد ہمارے یہ بھائی واپس آزادی کی فضا میں پہنچ چکے ہیں۔

پاکستان کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اس سلسلہ میں جس تدبّر کا ثبوت دیا ہے۔ قوم اُن کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق کل ۳ مئی کو ملک بھر میں یومِ تشکر منایا گیا۔ جامع احمدیہ لاہور میں حضرت امیر مولانا صدرالدین ایدہ اللہ بنصرہٖ نے ایک بلیغ خُطبہ دیا، جس میں حکومت کے تدبر، قوم کے استقلال اور اپنے اسیر فوجیوں کے ہمت و استقلال کو سراہا، ملک کی آزادی اور بقاء پر خدا تعالےٰ کے احسانات کا شکریہ ادا کیا اور اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ وہ اس ملک کو استحکام بخشے، قوم کو اتحاد کی دولت عطا کرے اور اسے اسلام کے لئے ناقابلِ تسخیر حصار بنا دے۔ آمین۔

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ٭ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

(مسیح موعودؑ)

مکتوبِ مفتوح

[نوٹ: ہمارے محترم بھائی جلال الدین محمد اکبر صاحب اپنے مایۂ ناز والد مکرم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب مبلغ اسلام کی طرح اشاعتِ اسلام اور اتحاد المسلمین کے لئے خاص تڑپ رکھتے ہیں۔ انہوں نے اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر سیکرٹری جنرل اور مندوبین کے نام دو مکتوبات عربی اور انگریزی میں زرِ کثیر صرف کر کے شائع کئے اور انہیں غلبۂ اسلام و اتحادِ مسلمین کی دعوت دی۔ ذیل میں ہم سیکرٹری جنرل اسلامی سیکرٹریٹ کے نام مکتوب کا اردو متن ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں اور متوقع ہیں کہ عالمِ اسلام ان کی نیک تمناؤں کی ہمنوائی کرے گا۔ مدیر]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بگرامی خدمت جناب حسن التہامی صاحب
سیکرٹری جنرل۔ اسلامی سیکرٹریٹ۔ حال وارد لاہور

مکرمی۔ السلام علیکم

اسلامی سربراہوں کی اس تاریخی کانفرنس میں آپ کی شرکت ہمارے لئے باعثِ مسرت ہے۔ مشرق وسطیٰ میں رونما ہونے والے واقعات نے اسلامی ملکوں کو اس کانفرنس کی اشد ضرورت کا احساس دلایا ہے۔ لاہور کے اس تاریخی شہر میں جس سے ہماری بہت سی قومی روایات وابستہ ہیں۔ ہمارے برادر ملکوں کے رہنماؤں کا اجتماع ہمارے لائق احترام وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے تدبر اور مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ ہے جو وہ مسلمانانِ عالم کی بہتری۔ مفاد اور سرفرازی کے لئے کرتے چلے آتے ہیں۔

اس کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور زیرِ بحث آنے والے مسائل سے عالمی پریس نے دنیا میں بسنے والوں کو کسی حد تک آگاہ کر دیا ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں آپ کی توجہ چند اہم امور کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ جن کا بظاہر ان مسائل سے کچھ تعلق نہیں جو کانفرنس کے ایجنڈے میں شامل کئے گئے ہیں۔

یہ امور درج ذیل ہیں:۔

(۱) اسرائیل کے حامی ملکوں کو تیل برآمد کرنے پر پابندی عائد کرنے سے اس حد تک تو کامیابی حاصل ہوئی ہے کہ اس فیصلے سے متاثر ہونے والے ملکوں نے مشرق وسطیٰ کے بارے میں اپنے رویے اور پالیسی میں تبدیلی کر لی ہے۔ اور اب وہ عربوں کے موقف کی تائید کرنے لگ پڑے ہیں۔ مگر اس پابندی کے جاری رکھنے سے تیل کی پیداوار پر اثر پڑ سکتا ہے۔ پابندی لگانے سے مقصد تو یہ تھا کہ غصب شدہ عرب علاقوں کو جلد از جلد اسرائیلی چنگل سے آزاد کرایا جائے۔ ابتدائے اسلام سے لیکر آج تک کوئی دن ایسا نہیں گزرا۔ اور نہ ہی ہماری تاریخ کا کوئی ورق ایسا ہے جس پر معرکہ حق و باطل رقم نہ ہو۔ ان معرکوں کے نتیجوں میں (جیسا کہ صلیبی جنگیں تھیں) یورپ اور امریکہ کے عیسائی باشندوں کے دلوں میں بے جا تعصب اور عناد پیدا ہوا جو مسیحی پرچارکوں کی بدولت روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ اگر مسیحی دنیا سے اس تعصب اور عناد کو دور کرنے کے لئے کوشش کی جائے تو ممالکِ اسلامیہ میں کسی سازش کے ذریعے دوسری بار اسرائیل کا ناسور پیدا نہیں ہوگا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تیل کی برآمد پر پابندی جیسے اقدامات عارضی طور پر تو مفید ہو سکتے ہیں، مگر طویل المیعاد ثمرات اور مستقل فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہمیں اس تنازعے کی جڑ کو کاٹنا ہوگا۔ اور یہ تبھی ممکن ہے کہ اسلام کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں یا تعصب کے ازالہ کے لئے اسلام کو اہلِ مغرب سے روشناس کرایا جائے۔ یہ کام بے شک دشوار ہے مگر ناممکن نہیں۔ اور اس کے لئے ہمیں مندرجہ ذیل لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا:۔

(ا) دنیا بھر کے غیر مسلم ممالک کے دارالحکومتوں میں مساجد تعمیر کرائی جائیں۔ وہ اتنی وسیع اور عریض ہوں کہ اس علاقے میں بسنے والے مسلمانوں کی دینی ضرورت پوری ہو جائے۔ لاہور کی بادشاہی مسجد مغلوں کے فنِ تعمیر کا عمدہ نمونہ ہے، اگر دوسرے ملکوں میں تعمیر کی جانے والی مساجد اسی نمونہ کی ہوں تو ان کی عظمت اور شوکت کا غیر مسلموں پر بڑا اثر پڑے گا۔

(ب) ان تمام مساجد کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی ہو تاکہ اسلامی لٹریچر سے غیر مسلم استفادہ کر سکیں۔ پھر ہمیں تعلیماتِ قرآنی اور اسلامی پر ریسرچ اور معلومات فراہم کرنے کے لئے ایک ادارے کی ضرورت ہوگی تاکہ اسلامی لٹریچر مختلف زبانوں میں ترجمہ کرا کے شائع کیا جائے۔ ترجمہ کرانے اور اس کو چھپوانے کے لئے بھی سہولتیں درکار ہوں گی۔ یہ تحقیقاتی ادارہ اقوام متحدہ کے صدر مقام نیویارک میں قائم کیا جا سکتا ہے، جہاں رسل و رسائل اور ابلاغ کے بہترین ذرائع میسر ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واشنگٹن میں اسلامک سنٹر ان سرگرمیوں کا مرکز قرار دیا جائے۔

(ج) بلاشبہ قرآن کریم عربی میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس لئے کیوں نہ اس کلام الٰہی کو غیر مسلموں اور غیر عربوں میں پھیلایا جائے۔ اس لئے ہمیں قرآن کریم کے تراجم دوسری زبانوں میں کرانے ہوں گے۔ تاکہ انہیں یورپ۔ افریقہ اور ایشیائی ملکوں میں مفت تقسیم کیا جائے۔ بائبل جسے مسلمان تحریف شدہ الہامی کتاب مانتے ہیں دنیا بھر میں کثرت سے مفت تقسیم کی جاتی ہے، اور یہ سارے مصارف عیسائی برداشت کرتے ہیں۔

(۲) لاہور کانفرنس کی غرض و غایت اسلامی ملکوں میں اتحاد قائم کرنا اور اسلامی جذبۂ اخوت کا احیاء ہے۔ اس ضرورت کا ہمارے لائق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو بار بار احساس دلا چکے ہیں۔ یہ دین اسلام ہی تھا جس نے اپنے پیروؤں کو علوم سائنس طب۔ ریاضی۔ جہازرانی اور علم و حکمت سے مالا مال کر دیا تھا اور وہ علم و فضل میں دنیا کے پیشرو بن گئے تھے۔ درس و تدریس کے لئے انہوں نے عربی زبان رسم الخط اور مدرسوں کو رواج دیا۔ اس لئے احیائے اسلام کے لئے کیوں نہ عربی زبان کو جس میں خدا کی آخری کتاب نازل ہوئی فروغ دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ایک بین الملی اسلامی یونیورسٹی کا قیام ضروری ہے۔ جہاں ذریعہ تعلیم عربی ہو۔ یونیورسٹی قائم کرنے سے پہلے مروجہ علم و سائنس کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرنا پڑے گا۔ اس یونیورسٹی میں مشاہیر اسلام اور نامور محققین کا ہونا شرط اولین ہے۔ ان کی کوششوں اور کاوشوں سے تمام اسلامی ممالک مستفیض ہوں گے۔

(۳) رسوم حج میں قربانی ایک ضروری جزو ہے۔ ایک اندازے کے مطابق مکہ معظمہ میں ایام حج کے موقعہ پر ہر سال قریباً ایک کروڑ پونڈ قربانی کا گوشت اکٹھا ہوتا ہے جو سارے کا سارا زمین میں دبا دیا جاتا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ گوشت کی اتنی بڑی تعداد ضیاع سے بچائی جا سکے۔ اسے خشک کر کے ڈبوں میں بند کیا جا سکے۔ اور دنیا کے پسماندہ علاقوں میں نادار۔ مفلوک الحال اور افلاس زدہ مخلوق خدا میں جنہیں ایک وقت کا کھانا بھی پیٹ بھر کر میسر نہیں آتا۔ یہ ڈبے اسلامی ملکوں کے سفیروں کے ذریعہ مفت تقسیم کئے جائیں۔ کاروباری نوعیت یا قربانی کے گوشت کی اس طرح تقسیم میں قباحتوں سے قطع نظر لاکھوں ضرورت مند اور محتاج انسانوں کو قوتِ لایموت بہم پہنچانا یقیناً کار خیر ہے۔

اعمال بالنیات } اعمال کا اجر نیتوں پر مترتب ہوتا ہے۔ اس لئے قربانی کا گوشت ضرورت مندوں میں اس طرح تقسیم کرنے سے اللہ تعالیٰ و تبارک ناراض نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے لئے دیئے ہوئے رزق سے زمین کا پیٹ بھرنے کی بجائے ہم مخلوقِ خدا کے پیٹ بھرنے کا سامان کریں گے۔

(۴) امریکہ میں اپنے پندرہ سالہ قیام کے دوران مجھے ممالک اسلامیہ کے بہت سے وفود اور طلباء سے لحمِ خنزیر اور شراب کی حرمت کے خلاف باتیں سننے کا موقعہ ملا۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے عہد مبارک میں سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ لحمِ خنزیر کو ان مضرات سے پاک کر دیا جائے جو اس میں پائے جاتے ہیں۔ فی زمانہ ایسا ممکن ہے۔ شراب کے بارے میں وہ کہتے تھے کہ ترقی کے میدان میں مے نوشی کرنے والی عیسائی اقوام دوسری قوموں پر سبقت لے گئی ہیں۔ یہ استدلال بودا اور بے حقیقت ہے۔ امریکہ کے چوٹی کے سائنسدانوں کا متفقہ فیصلہ

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

احمدیہ تربیتی کلاسوں کے لئے درخواستیں

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام پاکستان لاہور کے فیصلہ کے مطابق امسال ایبٹ آباد میں احمدیہ تربیتی کورس کی کلاسیں جاری کی جا رہی ہیں۔ احمدیہ سمر سکول کمیٹی کے حالیہ اجلاس میں کئے گئے فیصلہ جات کے مطابق امسال دو کلاسیں منعقد ہوں گی۔

(۱) پہلی کلاس ۵ر جولائی تا ۱۸ر جولائی ۱۹۷۴ء

(۲) دوسری کلاس ۱۹ر جولائی تا ۲ر اگست ۱۹۷۴ء

ہر کلاس میں پندرہ اصحاب حصہ لے سکیں گے۔ ایبٹ آباد میں ان کے لئے رہائش، خوراک وغیرہ کا انتظام سمر سکول کمیٹی کے ذمہ ہوگا۔

وہ احباب جو مجوزہ تاریخوں میں ان کلاسوں میں شامل ہونے کے خواہش مند ہوں وہ درج ذیل کوائف کے ساتھ اپنے شہر کی مقامی جماعت کے صدر یا سیکرٹری کی سفارش کے ساتھ اپنی درخواست زیر دستخطی کو (۱۰) جون ۱۹۷۴ء تک ارسال کردیں۔ چونکہ اس سال زیادہ احباب کی شمولیت کی توقع ہے۔ اس لئے پہلے آنے والی درخواستوں کو ترجیح دی جائے گی۔

کلاسوں میں شامل ہونے کے لئے کم از کم تعلیمی قابلیت میٹرک لازمی ہے۔

کوائف: ۱۔ نام۔ (۲) ولدیت۔ (۳) عمر۔ (۴) تعلیم۔ (۵) کیا پہلے بھی کسی سمر سکول تربیتی کلاس میں شامل ہو چکے ہیں اگر ہو چکے ہیں تو کس سال؟ (۶) اس سال آپ کس کلاس میں شامل ہونا پسند کریں گے۔ اوّل یا دوم؟ (۷) تصدیق اور سفارش مقامی جماعت۔

ڈاکٹر مبارک احمد۔ کنوینر احمدیہ سمر سکول کمیٹی۔ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

مکتوب مفتوح — بسلسلہ صفحہ ۹

ہے کہ لحم خنزیر کسی طرح بھی مضرِ صحت اجزاء سے جو اس میں موجود ہیں پاک نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں کلام نہیں کہ مادی اعتبار سے عیسائی اقوام اوجِ کمال پر پہنچی ہوئی ہیں۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بے راہ روی اور اخلاقی انحطاط میں وہ سب سے آگے ہیں۔ اس حقیقت سے کوئی دانشمند انکار نہیں کر سکتا کہ شراب ہی وہ ام الخبائث ہے جس نے مغرب میں بہیمیت کو فروغ دیا ہے۔ قرآن مجید میں حکم ربانی واضح ہے کہ "لحم خنزیر سے پرہیز کرو۔ کیونکہ یہ نجس ہے" اور "شراب سے بچو کیونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں بڑھ کر ہیں" خدا کے اس حکم سے انحراف اپنے آقا اور مالک کی ناراضگی مول لینا ہے۔

امریکہ میں مجھے کالج کے ابتدائی ایام یاد آ رہے ہیں جب میں نے بڑی بحث و تمحیص کے بعد اپنے ہمدرس دوستوں کو حرمتِ شراب کے بارے میں قرآنی موقف کا قائل کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک اسلامی ملک کے قومی تیوہار کے موقعہ پر میں اپنے احباب کو اس ملک کے سفارت خانہ میں دیئے جانے والے استقبالیہ میں لے گیا۔ یہ دیکھ کر ہم حیران رہ گئے کہ تقریب کے شرکاء نے بلا لحاظ مذہب و ملت جام کے جام لنڈھائے۔ یہ دیکھ کر میرا سر تو ندامت سے جھک گیا۔ اور مجھے اپنے ان احباب سے معذرت کرنی پڑی کہ ہمارے زوال کا سبب ہمارے قول اور فعل میں تضاد ہے۔

اس افسوسناک واقعہ میں ہمارے لئے درسِ عبرت ہے۔

آخر میں میری دعا ہے کہ خدائے قادر و توانا اس تاریخی کانفرنس کو کامیاب بنائے تاکہ ہم پھر اتحادِ اسلامی اور احیائے اسلام کے روح پرور نظارے دیکھیں۔ یاد رکھیئے اتحادنا قوتنا۔ اتحاد میں برکت ہے اور نفاق میں ذلت ہے۔

(جلال الدین محمد اکبر)

پیغام صلح لاہور ۸ر مئی ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۹

ایورگرین پریس ہیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷ سے شائع کیا۔

محترم شیخ محمد طفیل ایم۔ اے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ویسٹرن ہیمسفیئر لندن برانچ کے زیر اہتمام میلاد النبیؐ کے تین جلسے

پہلا جلسہ } جمعہ ۵ر اپریل۔ مسٹر رحیم (آف ٹرنی ڈاڈ) نے پہلے جلسے کے لئے نادرن ساؤتھ ویسٹ لندن میں اپنے گھر میں دوستوں کو مدعو کیا۔ ساڑھے آٹھ بجے تلاوت قرآن کریم اور دعا سے جلسے کا آغاز ہوا۔ مسٹر واحد عمر دین (سابق صدر احمدیہ یوتھ موومنٹ ٹرنی ڈاڈ) نے جلسہ کی صدارت کے فرائض سر انجام دیئے مسز رخشی طلعت حسین نے نغمات اسلام میں سے دو نعتیں گا کر سنائیں۔ تمام حاضرین کورس میں شریک ہوئے۔ خاکسار اور مسٹر فیض (گیانا کے ایک دوست) نے سیرت نبویؐ پر تقاریر کیں۔ نغمات اسلام میں سے وقفہ وقفہ کے بعد اور بھی نظمیں پڑھی گئیں۔ امینہ طفیل اور سہیلہ عمر دین نے نظموں کا انگریزی ترجمہ سنایا۔ جلسہ کے بعد تمام دوستوں کو چنے کی بھجیا اور حلوہ کھلایا گیا۔

دوسرا جلسہ } ہفتہ ۶ر اپریل۔ دوسرے جلسے کے لئے مسٹر علی (گیانا کے ایک دوست) نے نارتھ لندن میں اپنے گھر میں قریبی احباب و اقارب کو دعوت دی۔ اس جلسہ کی صدارت کے فرائض بھی مسٹر واحد عمر دین نے ادا کئے۔ یہ جلسہ ساڑھے چار بجے شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور دعا کے بعد حمدیہ اور نعتیہ کلام سنایا گیا جس میں حسب دستور تمام حاضرین شریک ہوئے۔ خاکسار اور مسٹر فیض نے سیرت نبویؐ پر تقاریر کیں۔ مسز جینٹ ڈی وائٹ جو کہ نو مسلمہ ہیں اور مجسٹریٹ ہیں بھی شریکِ جلسہ تھیں۔ انہوں نے "پیغامبر اور اس کا پیغام" کے عنوان سے اپنا مضمون پڑھا جو لائٹ اخبار میں اشاعت کی غرض سے ارسال ہے۔

مس رفعیہ ہاردن نے ایک طویل انگریزی کی نظم سنائی۔ یہ جلسہ گیانا کی نارتھ لندن جماعت کے تعاون سے کیا گیا جس میں احمدی اور غیر احمدی سب دوست شریک ہیں۔ مسٹر بخش نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور بعد میں سب دوستوں کو کھانا کھلایا گیا۔

تیسرا جلسہ } اتوار ۷ر اپریل۔ تیسرے جلسے کے لئے ہم نے لندن کے ساؤتھ ایسٹ حصے کو منتخب کیا۔ اس سلسلے میں مسٹر امجد صاحب علی نے اپنے گھر میں دوستوں کو مدعو کیا۔ کھانے پینے کا اہتمام کیا۔ اس جلسے کا پروگرام بھی دوسرے جلسوں کی طرح تھا۔ سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا۔ اس جلسہ میں کچھ سوڈانی اور ایرانی دوست بھی شریک ہوئے۔ زیادہ تعداد گیانا اور ٹرنی ڈاڈ کے دوستوں کی رہی۔ ہر جلسہ میں مناسب لٹریچر تقسیم کیا گیا اور اس طرح کے مزید جلسوں کے انعقاد کے بارے میں پروگرام بنایا گیا۔

دیگر مصروفیات } ہمارے گیانا کے احمدی دوست مسٹر مجید علی نے احمدیہ انجمن کی طرف سے قرآن کریم کے متعلق ایک چہار ورقہ شائع کر کے تقسیم کیا۔

لندن میں جمعہ } چند دوستوں کی خواہش پر ۱۲ر اپریل ۱۹۷۴ء کو ڈیڈ بخش صاحب کے گھر پر نارتھ لندن میں جمعہ ادا کیا گیا۔

کوئی سوال پوچھئے } مندرجہ بالا عنوان سے ۶ر اپریل کو لندن میں ورلڈ کانگریس آف فیتھس کے ماتحت ایک جلسہ ہوا جس میں حاضرین کی طرف سے عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ، بدھسٹ اور مسلمان نمائندوں سے مختلف سوال پوچھے گئے۔ اسلام کی طرف سے خاکسار کو اور اسلامک کلچرل سنٹر کے مسٹر ریاض ودودی کو بلایا گیا تھا۔

ونڈسر کاسل میں کانفرنس } ۱۸ر اپریل سے ۲۱ر اپریل تک ونڈسر کاسل میں ایک بین الادیانی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں اسلام کی نمائندگی کے لئے مولوی بشیر رفیق (حیرت مسجد سے) اور خاکسار کو بلایا گیا ہے تفصیلات بعد میں ارسال کروں گا۔
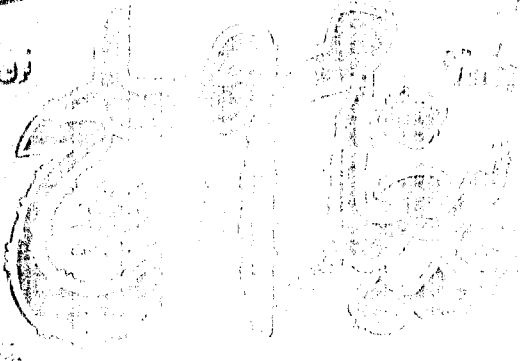
چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی مسلم

فون نمبر ۵۲۷۲۳

سالانہ

پاک و ہند سے

بیرونی ممالک سے

۱۹۷۴ء

مسیح موعود علیہ السلام

قرآن پاک کی بے نظیر...

...نبی اللہ ہونے پر شاہد...

...کی سزا

یوم دعا

جہنم کی شاہراہ......!

ابرار و فجار

تحریکیں

شیخ چلّی

یا... سالانہ اجلاس... کریں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

...کریں اور تمام دوستوں...

...کوشش کی جائے گی...

ہمارے دل ۹۰ ہزار جیالوں کی آزادی پر خدا تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہیں

آزادی کی نعمت غریبوں کی دستگیری سے قائم رکھو

خطبۂ جمعہ ۳ مئی ۱۹۷۴ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ۔ جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

الحمد للہ رب العالمین .... غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ (الفاتحہ)۔

ترجمہ: سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ تمام جہانوں کا رب، بے انتہا رحم والا، بار بار رحم کرنے والا، جزا کے دن کا مالک، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔"

———— (مرتبہ عبدالرؤف کھوکھر) ————

خطبہ مسنونہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ کہ انتہائی خوشی اور مسرت کے موقعہ پر الحمد للہ رب العالمین کہا جاتا ہے۔ آج ہمارے دل بھی ۹۰ ہزار اپنے جیالے سپوتوں کی دشمن کی قید سے باعزت رہائی پر خدا کی حمد اور اس کے شکر سے لبریز ہیں۔ اور آج ساری قوم کے منہ سے الحمد للہ رب العالمین کی آواز بے اختیار بلند ہو رہی ہے۔ آج یوم تشکر ہے۔ آؤ مل کر ایک بار پھر پڑھیں الحمد للہ رب العالمین۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ قوم کے ۹۰ ہزار سپوتوں کا باعزت رہا ہو کر ہمارے پاس پہنچ جانا تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ جس کا کریڈٹ ان تمام مسلم ممالک کو جاتا ہے۔ جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اس سلسلہ میں ہماری مدد کی۔ اور ہم ان کے بھی شکر گذار ہیں۔ کیونکہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ جو بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی ناشکرا ہے۔ آج محض خدا کے فضل سے یہ دن ہمیں دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ یہ سورت فاتحہ صرف سات آیات پر مشتمل ہے جو سارے قرآن کا دیباچہ ہیں، اور اس میں سارے قرآن کریم کا خلاصہ آ گیا ہے۔ اس میں ارشاد ہوتا ہے:—

اھدنا الصراط المستقیم۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ صراط الذین انعمت علیھم، راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے اپنا انعام فرمایا۔ یعنی انعام یافتہ لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخش، غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ حدیث شریف میں آتا ہے، کہ مغضوب علیہ یہودی ہیں جن کے پاس پیغمبر آئے۔ مگر ان کا بنی اسرائیل نے نہ صرف انکار کیا، بلکہ انہیں دکھ دیئے۔ اس انعامِ الٰہی کی قدر نہ کی بلکہ بے راہ ہو گئے، اس بات کو خوب یاد رکھئے کہ یہودیوں نے احکامِ الٰہی کی گستاخانہ نافرمانی کی۔ تکبر کیا۔ اس لئے وہ مغضوب قرار پائے۔ پس ہم پانچ نمازوں میں یہ دُعا دہراتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور گڑگڑا کر عاجزی سے پکارتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں کی راہ سے بچا۔ جن لوگوں پر تیرا غضب نازل ہوا۔ اور ضالین کی راہ سے بھی۔ ضالین سے مراد عیسائی ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بنی اسرائیل میں بہت سے رسول آئے۔ مگر سب پیغمبروں کو اس نامراد قوم نے دکھ دیا۔ حتّٰی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو سُولی تک پر چڑھا دیا۔ اگرچہ خدا تعالےٰ نے ان کی جان بچانے کے .... اسباب پیدا فرما دیئے۔ بہرحال سورۃ فاتحہ یہ دعا ہے، اسکو ۵ بار ہم اپنی نمازوں میں دہراتے ہیں، اور ہر رکعت میں خدا تعالےٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں مغضوب اور ضالین کی راہوں پر چلنے سے بچائیو، جن پر چلنے سے قومیں گمراہ ہو جاتی ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین میں تمام کائنات اور اس کی ربوبیت اور پرورش کا ذکر ہے پہلے کائنات کو پیدا کیا۔ پھر اس کی ربوبیت کے سامان مہیا فرمائے۔ غور کرو۔ خدا تعالےٰ کی مخلوق میں کوئی نقص نہیں ہے۔

لوگوں نے نباتات، جڑی بوٹیوں، پودوں اور درختوں پر تحقیقات کی ہے۔ اور ان سب کی پرورش کا عجیب نظام موجود پایا ہے۔ خدا کی اس تخلیق کے اندر خدا کا نور نظر آتا ہے۔ انسان، اس کے جسم، اس کی ہڈیوں اور اس کی جلد یعنی چمڑے تک پر تحقیق کی گئی ہے۔ اور اس علم کا نام فزیالوجی ہے۔ انسان کے سر میں ایک دماغ کا حصہ ہے اس پر سائیکالوجی کے نام سے علوم کے دریا بہائے گئے ہیں۔ انسان کے اعصاب دل و دماغ، ہڈیوں اور چمڑہ کے اندر علوم ہیں۔ کائنات ایک عالمِ کبریٰ ہے۔ اور اس عالمِ کبریٰ کے اندر انسان کا اپنا وجود ایک عالمِ صغریٰ ہے جو بجائے خود بہت بڑی کائنات ہے۔ اس کائنات کے مالک اور خالق کی قُدرت کے کرشمے دیکھ کر منہ سے بے اختیار سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم اور الحمد للہ رب العالمین نکلتا ہے۔ اس ایٹم کے دَور میں بھی جب انسان چاند تک کو مسخر اور اسے اپنے پاؤں سے چھو آیا ہے، مکھی کا ایک پر تیار نہیں کر سکتا۔ ایک چیونٹی تک پیدا نہیں کر سکتا۔ انسان کو اپنے اندر کی کائنات پر غور کرنا چاہیئے۔ اور باہر کی کائنات کبریٰ کے اندر اپنے وجود یعنی کائنات صغریٰ کا جائزہ لینا چاہیئے۔ باہر کی ساری کائنات انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ آسمان، اس کا سُورج، قمر اور ستارے سب کے سب ہماری خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ سُورج کی گرمی سے بادل بنتے ہیں اور بارش ہوتی ہے اور پھر بارش سے پھل پھول، سبزیاں، ترکاریاں اور غلّہ پیدا ہوتا ہے، ساری حیاتِ ارضی کا مدار سورج پر ہے، جو خود بے جان ہے۔ مگر خدا کے حکم کے ماتحت کائنات کی زندگی کا سبب بنا ہوا ہے۔ والشمس وضحٰھا، سورج روشنی پیدا کر رہا ہے۔ یہ روشنی، یہ باغ، یہ پرندے، یہ سبزہ زار خدا کی موجودگی کا پتہ دیتے ہیں۔ اس زمین پر کیڑی سے لے کر ہاتھی تک کے لئے خوراک موجود ہے۔ بلّی سے لے کر شیر تک کو گوشت ملتا ہے وان من شئ الا عندنا خزائنہٗ۔ ہر شئے کے خزانے خدا کے پاس موجود ہیں، ہر جاندار کو متضاد فطرت و جبلّت ہونے کے باوجود اس کی خوراک مل رہی ہے۔ اسے کہتے ہیں ربّ العالمین، وہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ ہماری طلب اور استحقاق کے بغیر ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے لئے اسباب زندگی مہیا فرماتے ہیں، وہ رحیم ہے، جو ایک کے بدلے میں سو دیتا ہے۔ انسان ایک بیج سے درخت لگاتا ہے، اس میں کتنے پھل لگتے ہیں اور پھر اس ایک بیج سے پیدا شدہ درخت کے پھلوں سے انسان کی پشتیں فائدہ اُٹھاتی ہیں، یہ خدائے پاک کی صفت رحیمیت کا اظہار ہے۔ میں پھر کہتا ہوں، یہ بڑی خوشی کا دن ہے جسے ہم منا رہے ہیں، ہمارے سپوت جنگی قیدی بلا شرط رہا ہو کر واپس آ گئے ہیں۔ آؤ پھر ایک بار مستانہ وار پڑھیں الحمد للہ ربّ العالمین، ثم الحمد للہ ربّ العالمین (سب نمازیوں نے اسے مکرر دہرایا) ایک وقت تھا کہ ہم ایک طرف انگریز کے سیاسی، اور دوسری جانب ہندو جیسی سنگدل سُود خور قوم کے اقتصادی غلام تھے۔ اس دوہری غلامی سے مسلم قوم نڈھال و بے حال تھی۔ پھر قائداعظم علیہ الرحمۃ کی قیادت میں اللہ تعالےٰ نے معجزانہ رنگ میں ہمیں آزادی بخشی جس کے نتیجہ میں ہندو کی مالی غلامی سے خود بخود گلو خلاصی ہو گئی۔ اب ہم خود مختار ہیں۔ اس آزادی کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ نے اس قوم پر بڑے بڑے فضل کئے ہیں۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم سجدات شکر بجا لائیں، کمزوروں کی دستگیری کریں، محتاجوں کو محتاج نہ رہنے دیں۔

خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تھا کہ اگر دجلہ کے کنارے ایک کُتا بھی بھوک سے مر گیا۔ تو اس کی عُمرؓ سے باز پرس کی جائے گی حقیقی مسلمان حاکم اسی جذبہ سے کام کرتے ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کے سامنے خود کو جواب دہ تصور کرتے ہیں۔ وہاں کوئی چالاکی کام نہیں دے سکتی۔ انسانوں کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے، مگر خدا تعالےٰ کی تمہارے پاتال تک نظر ہے۔ وہ تمہارے دلوں کے بھیدوں کو اچھی طرح جانتا ہے پس ڈر جاؤ، ورنہ ناشکری کے نتیجہ میں تم مغضوب علیہ بن جاؤ گے۔ مغضوب کا ترجمہ ہے ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ۔ ناشکری کے نتیجہ میں تم سے آزادی چھن جائے گی۔ ذلّت اور مسکنت مسلط ہو جائے گی۔ (باقی بر صفحہ ۸ کالم ۲)

الاحمدیہ

حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر القرآن پر ندوی صاحب کے اعتراضات کا تجزیہ

جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔اے۔ ترجمہ: جناب فخرالدین احمد

قسط نمبر (۸)

ہدہد سید ندوی صاحب معترض ہوتے ہیں :—
ان کی تفسیر نویسی کا ایک اور نمونہ ملاحظہ کیجیے :—

(۶) وتفقد الطیر فقال مالی لا اری الھدھد ام کان من الغائبین ـ

ترجمہ: اور خبر لی اڑتے جانوروں کی تو کہا کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہدہد کو موجود ہے یا وہ غائب ہے۔

قدیم زمانے سے اس وقت تک سب نے ہدہد سے مراد مخصوص پرندہ سمجھا ہے اور سیاق و سباق بھی یہی بتلاتا ہے۔ اس لئے کہ اوپر حضرت سلیمان کے پرندوں کی زبان جاننے کا ذکر ہے۔ اور پرندوں ہی کا اس موقعہ پر وہ جائزہ لے رہے ہیں۔ وتفقد الطیر لیکن چونکہ اس واقعہ میں یہ ایک عجیب اور خارق عادت بات ہے کہ پرندہ سے کوئی انسان بات چیت کرے اور اس کا محاسبہ کرے اور وہ اپنی کارگذاری پیش کرے اس لئے مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک یہاں ہدہد سے مراد حضرت سلیمان کے سیغہ خبر رسانی کا آفیسر اعلیٰ یا خفیہ پولیس کا انسپکٹر جنرل مراد ہے۔ وہ لکھتے ہیں :—

تفقد الطیر کا مطلب یا تو پرندوں کا جائزہ ہے یا گھوڑوں کا جیسا کہ سورۃ صٓ (۳۸-۲۰) میں ذکر آتا ہے۔ یہاں ہدہد سے مراد مشہور پرندہ نہیں بلکہ یہ کسی انسان کا نام معلوم ہوتا ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں پرندوں اور جانوروں کے ناموں پر انسانوں کے نام عام طور پر رکھے جاتے ہیں۔ عرب میں بھی ایسا ہی دستور تھا۔ لسان العرب میں ہے کہ فضلاء عرب نے حمیار قبیلہ کی ایک شاخ کو ہداد لکھا ہے۔ جو ہدہد سے ملتا جلتا نام ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی آتا ہے۔ بائبل کی کتاب سلاطین (جزو اول) کے بیسویں باب میں بھی ایک شخص بن ہداد کا ذکر آتا ہے جو ملک شام کا بادشاہ تھا۔ منتہای الارب میں لکھا ہے کہ ملکہ سبا بلقیس کے باپ کا نام ہداد تھا۔ ہدہد کو ہداد لکھا جاتا ہے۔ اور ہدا ہدا اور ہداد ایک یمنی قبیلے کا نام تھا (ملاحظہ ہو لسان العرب) . . . . .
ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ کسی جانور یا پرندے کے نام سے انسان کو پکارا جائے تو تعجب نہیں۔ قرآن کریم کی اگلی آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر حضرت سلیمان اپنے کسی افسر کا ذکر کر رہے ہیں۔ دگرنہ ایک معمولی پرندے کو حضرت سلیمانؑ جیسے عظیم الشان بادشاہ کا سخت سزا دینا اور اس غیر ذی شعور پرندے کا توحید باری تعالےٰ پر وعظ کرنا انسان کی سمجھ سے بالاتر ہے (صفحہ ۷۳۲-۷۳۱) [۲]

اپنی اردو تفسیر میں حضرت مولینا مرحوم نے اس مقام پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی حکومت میں ہدہد نام ایک شخص شعبہ خبر رسانی کے کام پر مامور تھے تو انہوں نے شعبہ کے افسر اعلےٰ ہدہد نام کو غیر حاضر پایا (بیان القرآن جلد سوم صفحہ ۱۴۱۳ (طبع اول) [۳]

[۲] یہاں بھی میں نے پوری عبارت نقل کر دی ہے کیونکہ قریباً نصف عبارت فاضل ندوی صاحب نے چھوڑ دی تھی۔
[۳] قادیانیت (انگریزی) صفحہ ۱۴۳

تجزیہ اگر ہم ان آیات قرآنی کا غور سے مطالعہ کریں تو ہدہد کے بارے میں ذیل کی خصوصیات دیکھنے میں آتی جن کا ایک بشر کے علاوہ کسی دوسرے میں پایا جانا ممتنع اور محال ہے :—

(۱) حضرت سلیمانؑ اس سے غیر حاضر ہونے پر جواب طلبی کرتے ہیں (۲۷-۲۱) اب ظاہر ہے کہ کوتاہی یا قصور کی جواب دہی ایک انسان ہی کر سکتا ہے۔

(۲) اگر یہاں ذکر واقعی کھٹ بڑھئی کا ہے کہ تو اس بیچارے معمولی پرندے پر عتاب اور سخت سزا دینے بلکہ قتل کر دینے کی دھمکی دینا حضرت سلیمانؑ جیسے عظیم الشان بادشاہ کے شایانِ شان نہیں۔

(۳) ہدہد کو یہ بھی معلوم ہے کہ سبا کی قوم اجرام فلکی کی پرستش کرتی ہے شیطان نے ان کے اعمال انہیں اچھے کر دکھائے اور انہیں راہ راست سے روکے رکھا ہے۔ (۲۷-۲۱) یہ ذہنی ادراک ایک انسان میں ہی پایا جا سکتا ہے۔

(۴) اس ضمن میں اس کی معلومات حضرت سلیمان سے بھی زیادہ ہیں (۲۷-۲۲)

(۵) وہ توحید باری تعالےٰ سے بخوبی آگاہ ہے۔ اور شرک کی برائیوں سے بھی بخوبی واقف ہے۔

(۶) اس کے قول پر کذب کا شائبہ بھی ہوتا ہے (۲۷ : ۲۶) پرندوں کا کذب بیانی کرنا کیا معنی؟ یہ اخلاقی کمزوری صرف حضرت انسان کا ہی خاصہ ہے۔

(۷) ہدہد سرکار دربار کے آداب اور تقاضوں کو بھی جانتا ہے (۲۷ : ۲۸)

(۸) یہ مسلّم حقیقت ہے کہ کچھ قبیلوں اور افراد کا نام بھی ہدہد تھا۔ یہ نام اتنا عام تھا کہ ملکہ سبا کے باپ کا نام بھی ہدہد تھا۔

(۹) ہدہد یا کھٹ بڑھئی کا تعلق موسمی یا فصلی پرندوں کی جنس سے نہیں جو موسم کے مطابق ایک مقام سے دوسرے مقام پر نقل مکانی کرتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دور دراز کا سفر نہیں کر سکتا۔ اس لئے حضرت سلیمانؑ اسے سبا جیسے دور افتادہ مقام کے سفر پر روانہ نہیں کر سکتے تھے۔

پس یہاں ہدہد سے مراد کھٹ بڑھئی نہیں بلکہ حضرت سلیمان کے لشکر کا کوئی ذمہ دار افسر ہے۔ حضرت سلیمانؑ خبر رسانی کا کام پرندوں سے لیا کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس اہم شعبہ کا مہتمم ہدہد نام ایک انسان تھا۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی تہدید اذبحنّہٗ (میں اسے ذبح کر دوں گا) جانوروں کے لئے خاص ہے۔ انسان کے لئے ذبح کرنے کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ یہ دلیل صحیح نہیں۔ ذیل کی مثالیں ملاحظہ ہوں :

(۱) ذبح بعضھم بعض ـ انہوں نے ایک دوسرے کو ذبح یا قتل کیا۔

(۲) اخذھم بنو فلان بالذباح بنی۔ فلاں نے انکو ذبح یا قتل کیا [۴]

قرآن کریم میں آتا ہے :—

(۳) واذ نجینٰکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابناءکم و یستحیون نساءکم ـ

اور جب ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے نجات دی۔ جو تمہیں بڑا دکھ دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو (ذبح کرتے) مار ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ [۵]

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خط دینے کے موقعہ پر حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو ہدایت کی تھی فالقہ الیھم "یہ (خط) ان کو پہنچا دو"۔ اس کلمہ کے لفظی معنی ہیں "ان کی طرف پھینک دو" اس لئے ایسی حرکت کی توقع ایک انسان سے ہرگز نہیں کی جا سکتی کہ اسے قاصد بنا کر بھیجا جائے اور وہ جا کر خط مکتوب الیہ کے سامنے پھینک دے۔ البتہ ایک پرندہ یہ کام کر سکتا ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ القاء کے لغوی معنی پھینک دینا یا گرا دینا ہیں۔ مگر اس کے اصل معنی ہیں "کسی شخص کے آگے کوئی چیز اس طرح پیش کرنا کہ گویا وہ اسے نظر آجائے"۔ [۶] عربی کا ایک مقولہ ہے :—

القیت الیہ المودۃ [۷] میں نے اس کے حضور اپنی محبت یا الفت پیش

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم ۲)

[۴] لسان العرب۔ [۵] البقرۃ۔ ۴۹۔ [۶] مفردات امام راغب۔ [۷] لسان العرب

جلد ۶۱ | چہارشنبہ ۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ ۔ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء | نمبر ۲۱

حکمتِ قرآن ـــ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وجود کا بیّن ثبوت

الٓمّٓ غلبت الروم .... وھو العزیز الرحیم (الروم ۱-۵)

ترجمہ: "میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں، رومی مغلوب ہو گئے قریبی سرزمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے، چند سال کے اندر اندر، پہلے اور پیچھے اللہ کا ہی حکم ہے اور اس دن مومن خوش ہوں گے، اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا مدد کرتا ہے۔ اور وہ غالب رحم کرنے والا ہے۔"

سلطنت روما کی یہ مغلوبیت ایرانیوں کے ہاتھ سے وقوع میں آئی۔ اور ان دونوں سلطنتوں کا مقابلہ مدت سے چلا آتا تھا۔ آخر ۶۰۲ء میں وہ عظیم جنگ شروع ہوئی جو خسرو ثانی شاہ ایران نے رومیوں کے ساتھ شروع کی، اس کی افواج نے سیریا اور ایشیائے کوچک کو لوٹا اور ۶۰۸ء میں کیلیسڈن پر بڑھیں، ۶۱۳ء اور ۶۱۴ء میں جرنیل شاہ براز نے دمشق اور یروشلم کو فتح کر لیا، اور مقدس صلیب کو لے گیا، رومی کوئی مقابلہ نہ کر سکے .... جب مکہ میں ایرانیوں کے غلبہ اور رومیوں کی مغلوبیت کی خبر پہنچی، تو بت پرست قریش نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس لئے کہ وہ اہل کتاب کو اچھا نہ سمجھتے تھے، اور بالخصوص مسلمانوں کی مخالفت کی وجہ سے، اور کچھ عرب پر ایرانیوں کے تسلط کی وجہ سے انہیں ایرانیوں کے غلبہ سے تسلی ہوئی اس پر ان آیات کا نزول ہوا جن میں دو پیشگوئیاں ہیں۔ اوّل یہ کہ نو سال کے اندر اندر رومی اپنے دشمنوں پر فتح پائیں گے، دوسری یہ کہ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی اللہ کی طرف سے مدد پہنچے گی .... یہ پیشگوئی اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کا عجیب ترین نمونہ ہے۔ اور کوئی پیشگوئی صفائی میں اس سے بڑھ کر نہیں .... قدرتِ خداوندی کا کیا عجیب نظارہ ہے، کہ ایک ہی سال میں یعنی ۶۲۴ء میں ہرقل ... نہ صرف اپنے علاقے واپس لے لیتا ہے، بلکہ ایران کے اندر داخل ہو کر ان کے بڑے آتشکدہ کو تباہ کر دیتا ہے، اور اسی سال میں ۳۱۳ مسلمان جن کے پاس ہتھیار نہیں جو جنگ آزمودہ جوان نہیں، ایک ہزار قریش کی مسلح جمعیت پر غالب آتے ہیں۔"

(بیان القرآن نوٹ نمبر ۸ ـــ ۲۵۷۷)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔" ـــ (الہامات حضرت مسیح موعودؑ) ـــ

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خود بینی اور تعصّب روحانیت سے محروم کر دیتا ہے

اگر کوئی ان الٰہی انوار کو نہ سمجھے اور امام الزمان کے ظہور کی خبر سن کر اس سے تعلق نہ پکڑے تو پھر اوّل ایسا شخص امام سے استغناء ظاہر کرتا ہے اور پھر استغنا سے اجنبیت پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر اجنبیت سے سوءظن بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر سوءظن سے عداوت پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر عداوت سے نعوذ باللہ سلب ایمان تک نوبت پہنچتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت ہزاروں راہب ملہم اور اہل کشف تھے۔ اور نبی آخر الزمانؐ کے قرب ظہور کی بشارت سنایا کرتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے امام الزمان کو جو خاتم الانبیاءؐ تھے، قبول نہ کیا تو خدا کے غضب کی صاعقہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اور انکے تعلقات خدا تعالیٰ سے بکلی ٹوٹ گئے۔ اور جو کچھ ان کے بارے میں قرآن شریف میں لکھا گیا ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے حق میں قرآن شریف میں فرمایا گیا وکانوا یستفتحون من قبل۔ اس آیت کے معنی یہی ہیں کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے نصرت دین کے لئے مدد مانگا کرتے تھے۔ اور ان کو الہام اور کشف ہوتا تھا۔ اگرچہ وہ یہودی جنہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی۔ خدا تعالیٰ کی نظر سے گر گئے تھے۔ لیکن جب عیسائی مذہب بوجہ مخلوق پرستی کے مر گیا، اور اس میں حقیقت اور نورانیت نہ رہی تو اس وقت کے یہود اس گناہ سے بری ہو گئے۔ کہ وہ عیسائی کیوں نہیں ہوتے۔ تب ان میں دوبارہ نورانیت پیدا ہوئی اور اکثر ان میں سے صاحب الہام اور صاحب کشف پیدا ہونے لگے، اور ان کے راہبوں میں اچھے اچھے حالات کے لوگ تھے، اور وہ ہمیشہ اس بات کا الہام پاتے تھے۔ کہ نبی آخر الزمان اور امام دوران جلد پیدا ہوگا۔ اور اسی وجہ سے بعض ربانی علماء خدا تعالیٰ سے الہام پا کر ملک عرب میں آ رہے تھے۔ اور ان کے بچہ بچہ کو خبر تھی کہ عنقریب آسمان سے ایک نیا سلسلہ قائم ہوگا۔ یہی معنی اس آیت کے ہیں کہ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم یعنی اس نبی کو وہ ایسی صفائی سے پہچانتے ہیں۔ جیسا کہ اپنے بچوں کو۔ لیکن جب وہ نبی موعود (اس پر خدا کا سلام) ظاہر ہو گیا۔ تب خود بینی اور تعصب نے اکثر راہبوں کو ہلاک کر دیا۔ اور ان کے دل سیاہ ہو گئے۔ مگر بعض سعادتمند مسلمان ہو گئے۔ اور ان کا انجام اچھا ہوا۔ پس یہ ڈرنے کا مقام ہے اور سخت ڈرنے کا مقام ہے۔ خدا تعالیٰ کسی مومن کی بلعم کی طرح بدعاقبت نہ کرے۔ الٰہی تو اس امت کو فتنوں سے بچا اور یہودیوں کی خصلتیں ان سے دور رکھ۔ آمین ثم آمین" (ضرورت الامام صفحہ ۵-۶)

محترم مرزا محمد سلیم اختر صاحب

پروفیسر حبیب اللہ صاحب سے ایک سوال

۷رمئی ۱۹۷۴ء کے الفضل میں پروفیسر حبیب اللہ صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس تعلق میں وہ فرماتے ہیں :—

"حضور کے مقام کو شناخت کرنے کے لئے بجائے اس کے کہ ہم اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائیں ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ جس خدا نے انہیں احیائے دین اور اقامت شریعت کے لئے مبعوث کیا اس نے اپنے کلام میں حضور کا کیا مقام بتلایا ہے جب ہم اس نقطہ نگاہ سے حضور کے الہامات ووحی کا جائزہ لیتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء آنحضرت صلعم کے بروز کامل اور نقش ثانی ہونے کی حیثیت سے حضور کا مقام انبیاء علیہم السلام کے برگزیدہ گروہ میں بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

اس کے بعد تینتالیس الہامات کو پیش کر کے جو نتیجہ آپ نے اخذ کیا ہے، وہ پروفیسر صاحب کے الفاظ میں یوں ہے :۔

"مندرجہ بالا الہامات میں جو بطور نمونہ درج کئے گئے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے امام، خلیفہ، مامور، مرسل، رسول، بشیر، نذیر، نبی کے جو لفظ استعمال کئے گئے ہیں وہ سب کے سب شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں انبیاء علیہم السلام کے لئے ہی استعمال ہوتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ اللہ جلشانہ کے نزدیک مسیح محمدی نبوت کے ارفع مقام پر فائز ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات سے پروفیسر صاحب نے جو مقام متعین کیا ہے وہ مقام نبوت ہے۔ اس کے مقابل پر ہم مہبط وحی یعنی مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے لفظ نبی، رسول، کی حقیقت و ماہیت کو واضح کیا ہے، جس سے یہ امر عیاں ہو جائے گا کہ پروفیسر صاحب نے نہ صرف یہ کہ پبلک کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی انصاف نہیں کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :—

"لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے .... بعض اوقات خداتعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح موعودؑ کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رُو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا" (انجام آتھم ص ۲۶-۲۷)

اب جس شخص پر [illegible] نازل ہوئی اس نے تو ان الفاظ کو اصطلاحی معنوں میں نہ سمجھا اور نہ اپنے آپ کو اصطلاحی معنوں میں نبی قرار دیا مگر پروفیسر صاحب جو مامور وقت کی وفات کے وقت [illegible] بچے ہوں گے۔ انہوں نے آپ کو اصطلاحی معنوں میں نبی قرار دیا۔ کیا پروفیسر صاحب کی بصیرت مورد وحی و الہام سے بڑھ کر ہے کیا بہتر نہ ہوگا کہ پروفیسر صاحب مسیح موعودؑ کی بات قبول کر کے اپنے باطل عقیدہ کو خیرباد کہہ دیں۔

پروفیسر صاحب نے کہا ہے کہ نبی، رسول، امام، خلیفہ وغیرہ کے الفاظ شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں انبیاء کے لئے استعمال ہوتے ہیں اس سے یہ واضح نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق الہامات میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بھی اصطلاحی معنوں میں ہیں، حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی مخالفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اصطلاحی معنوں میں نبی اور رسول نہیں۔ آپ فرماتے ہیں :—

"مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ ..... کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خداتعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں" (مکتوب ۱۷ر اگست ۱۸۹۹ء)

ہم پروفیسر صاحب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ مامورِ وقت کی تحریرات کے خلاف وہ ہمیں کس بناء پر دعوت دے رہے ہیں کہ ہم ان کی بات کو قبول کریں۔ کیونکہ خود مامور نے اپنے الہامات سے وہ مفہوم نہیں سمجھا جو پروفیسر صاحب نے سمجھ لیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اپنے نظریات پر نظر ثانی فرما کر ان کی اصلاح فرمائیں گے اور اگر انہیں اپنی بات پر اصرار ہو تو ہمیں مطلع فرما دیں کہ کس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو اصطلاحی معنوں میں نبی قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر مدِنظر رہے کہ وہ مسیح موعودؑ کی اپنی تحریر ہو۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ وہ کبھی ایسا نہیں کر سکیں گے ؏

ایک مراسلہ

مدیر چٹان توجہ فرمائیں

(مضمون میں قادیانی سے مراد تمام احمدی ہیں خواہ وہ اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کے مخالف ہی ہوں)

محترم مکرم آغا شورش کشمیری صاحب ایڈیٹر ہفت روزہ چٹان لاہور۔ السلام علیکم

"قادیانیوں کی مخالفت آپ نے اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا ہے۔ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی خاطر آپ نے اسلامی دنیا میں اپنے مبلغ اور نامہ نگار بھیج رکھے ہیں۔ کہ عرب دنیا میں رائے عامہ کو اپنا ہم خیال بنا کر تمام اسلامی دنیا سے قادیانیوں کو نامسلمان قرار دینے کا مطالبہ کرایا جائے اور قادیانی پاکستان یا اسلامی دنیا میں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جائیں۔"

چٹان مجریہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۷۱ء میں جناب حسنین عارفی صاحب نامہ نگار یا مبلغ کا ایک خط بنام ایڈیٹر چٹان لاہور، جدّہ سے لکھا ہوا، شائع ہوا۔ خط میں شکایت کی گئی ہے کہ قادیانی عرب ریاستوں کے عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ پاکستان ان کی ریاست ہے۔ وہ لکھتے ہیں :—

"ہماری بدقسمتی ہے کہ عرب ریاستوں میں جہاں جہاں سفارتخانے ہیں، وہاں کوئی نہ کوئی مرزائی کسی نہ کسی عہدہ پر ضرور موجود ہے۔ ایک بڑی چیز یہ ہے، کہ مرزائی تو عبادات کی پابندی کرتا ہے، یعنے بظاہر نماز پڑھتا، روزہ رکھتا اور تہجّد بھی پڑھتا ہے۔ جس سے مقامی مسلمانوں پر اس کا نقش بھی جمتا ہے۔ لیکن ہمارے مسلمان عہدہ دار زیادہ سیکولر ہو کر رہتے ہیں، اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی سے آزاد ہیں۔"

آغا صاحب! عارفی صاحب کا یہ اعتراف، کہ قادیانی نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں۔ تہجد بھی پڑھتے ہیں، نے آپ کی قادیانیوں کے خلاف جدوجہد اور تحریک (کہ ان کو نامسلمان قرار دے کر اقلیت قرار دیا جائے) پر پانی پھیر دیا ہے۔ اہلِ فکر علماءِ اسلام کے نزدیک آپ کی قادیانی مخالفت دین کی خاطر نہیں بلکہ محض سیاسی نوعیت کی ہو کر رہ گئی ہے۔ آپ کی نظمیں اور تحریریں جو قادیانیوں کے خلاف چٹان میں شائع ہوتی رہتی ہیں ان کو پڑھ کر تحقیقات کی خاطر بعض لوگوں کو مرزا غلام احمد صاحب کی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ پڑھنے کے بعد آپ کے پراپیگنڈا، کہ قادیانیوں کا سود لیشی نبی ہے، سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب مرحوم نے تو اپنی کتابوں میں کہیں بھی نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا مجدّد۔ مثیل مسیح اور مہدی ہونے کے دعویدار ہیں۔ جن کا نہ ماننے والا مسلمان ہی رہتا ہے۔ اور جناب خود کئی بزرگوں کو امام الہند، مفکرِ اعظم مانتے ہیں مگر ان کے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں کہتے۔ اس حالت میں مرزا صاحب کے

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم ۲)

[illegible]
پر تبادلہ اختلاف ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اس سلسلہ میں مولینا دوست محمد صاحب کا ایک مقالہ یکم مئی کے پیغام صلح میں شائع ہوا جو ان کے نزدیک اس موضوع پر حرفِ آخر تھا۔ لیکن محترم پرویز صاحب اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور آپ نے ایک تازہ مکتوب میں اس پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کا مکتوب بجواب کے ساتھ پیغام صلح میں شائع فرمایا جائے۔ پس ہم بخوشی تعمیل ارشاد کرتے ہوئے جناب کا مکتوب پیغام صلح میں شائع کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں :-

"محترم مدیر پیغام صلح۔ السلام علیکم : پیغام صلح بابت یکم مئی ۱۹۷۴ء میں تحریف قرآن کے سلسلے میں جو مقالہ شائع ہوا ہے، میں نے اسے بغور پڑھا ہے۔ مجھے یہ دیکھکر افسوس ہوا کہ اس طول طویل مقالہ میں غیر متعلقہ باتیں تو بہت سی لکھی گئی ہیں، لیکن جو چیز اس تمام بحث کا نقطۂ ماسکہ یا سنگِ بنیاد ہے اُس کا اس میں اشارۃً یا کنایتہً ذکر تک نہیں آنے دیا گیا۔ اس بحث کا نقطۂ ماسکہ یہ ہے کہ اختلاف قرأت کا مفہوم کیا ہے۔ آپ نے پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر دوہرایا ہے کہ اس سے مراد "آیت کی تفسیر و تعبیر" ہے۔ میں نے اپنے مقالہ میں (جو طلوع اسلام کی مارچ ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا) بتایا تھا کہ "اختلاف قرأت" کا مفہوم حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کردہ روایت میں خود ان کی زبانی واضح کر دیا گیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے (جیسے تفسیر طبری میں ..... زیر آیت ۴/۲۴ درج کیا گیا ہے) :-

" ابونفرہ کی روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ کیا تم سورۂ النساء کی تلاوت نہیں کرتے۔ میں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ کہا، پھر اس میں یہ آیت نہیں پڑھا کرتے کہ فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمّی۔ میں نے کہا۔ نہیں، میں اگر اس طرح پڑھتا ہوتا تو آپ سے دریافت کیوں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اصلی آیت یونہی ہے۔ عبدالاعلیٰ کی روایت میں بھی ابونفرہ سے اسی طرح کا واقعہ منقول ہے۔ تیسری روایت میں بھی ابونفرہ سے نقل ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی فما استمتعتم به منهن۔ ابن عباس نے کہا۔ الی اجل مسمّی۔ میں نے کہا میں تو اس طرح نہیں پڑھتا۔ انہوں نے تین مرتبہ کہا "خدا کی قسم! خدا نے اسی طرح نازل کیا ہے"

اس سے واضح ہے کہ (اس روایت کی رُو سے) حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اختلاف قرأت سے مراد یہ تھی کہ متعلقہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی جس طرح وہ پڑھتے تھے نہ کہ اس طرح، جس طرح وہ مروّجہ قرآنی نسخوں میں درج ہے۔ میں تو اختلاف قرأت کے عقیدہ اور اس کی تمام تائیدی روایات کو وضعی اور قرآن کے خلاف سازش سمجھتا ہوں، لیکن جو شخص اختلاف قرأت کو مانتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ اس کے مفہوم کو بھی تسلیم کرتا ہے جسے (مندرجہ بالا روایت کی رُو سے) خود حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ آیت دراصل نازل اسی طرح ہوئی تھی جس طرح اسے حضرت ابن عباسؓ پڑھتے تھے۔

۲۔ مرزا صاحب نے قرأت حضرت ابن عباسؓ کو اپنے دعوئے محدثیت کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ "قرأت" کے اس مفہوم کو بھی تسلیم کرتے تھے جسے حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ بڑی مضحکہ انگیز سی صورت ہوگی کہ آپ قرأتِ حضرت ابن عباسؓ کو تو مانیں لیکن اس مفہوم کا جو مفہوم خود ان کی طرف منسوب ہے اس سے انکار کریں اور اس کی جگہ خود اپنا مفہوم رکھ دیں، اور جب حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کردہ مفہوم کو تسلیم کیا جائے، تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ اسے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیت دراصل نازل اسی طرح ہوئی تھی جس طرح قرأتِ ابن عباسؓ میں آئی ہے نہ

خیر اندیش۔ پرویز "

محترم پرویز صاحب کی تحریرات اور مولینا دوست محمد صاحب کی تصریحات سے ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ قرآن حکیم کے متن، صحت اور حفاظت سے متعلق دونوں بزرگوں کا موقف ایک ہی ہے۔ صرف حضرت مرزا صاحب کی ایک تحریر سے متعلق غلط فہمی طوالت بخش رہی ہے۔ جس کی وضاحت کے بعد بحث کا دروازہ بند کرنا مناسب ہوگا۔ کیونکہ اس کو طول دینے سے کوئی بات آگے نہیں بڑھے گی۔

ہم محترم پرویز صاحب کی طرح اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کی وہی قرأت کامل اور درست ہے جو آج قرآن حکیم کی صورت میں عالم اسلام میں مروج ہے۔ اس سے باہر کچھ نہیں۔ یہ قرآن وہی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اور اس میں کسی حرف یا نقطے کی کمی بیشی کا عقیدہ کفر صریح ہے۔ اور انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون کے خدائی الفاظ قرآن پاک کی صحت و حفاظت پر مہر آسمانی ہیں۔

ہماری رائے میں ایک مجوسی گروہ نے سازش کی لیکن کچھ لوگ غیر شعوری طور پر ان کے ہم رنگ دین دام کا شکار ہو گئے۔ نیز بعض اکابر نے بعض الفاظ (فقرات نہیں) کے تشریحی لفظ کو قرأت ثانی کا نام دے دیا جس سے فتنہ کا دروازہ کھلا اور اگر وہ ان تشریحی الفاظ کو دوسری قرأت کا نام نہ دیتے تو سازشیوں کے حوصلے بلند نہ ہوتے۔ اور وہ موجودہ قرآن میں سے بعض آیات یا سورتوں کے تبدل و تغیر کا ڈھنڈورا پیٹنے، اور بعد کے آنے والے کو اس اصطلاح کو قبول کرنے پر مجبور رکھے۔ البتہ اس سازش کے باوجود امت نے قرآن کو سینے سے لگائے رکھا، بلکہ قرآن اس نے سینوں میں محفوظ کر لیا اور کسی "قرأتِ ثانی" کو کلام الہٰی میں داخل نہ ہونے دیا۔

حضرت مرزا صاحب قرآن حکیم میں کسی نقطہ یا شوشہ کی کمی بیشی کے قائل نہ تھے۔ اور اسی مروجہ قرآن کی صداقت ثابت کرنے کے لئے آپ نے براہین احمدیہ لکھی، یہی آپ کی جماعت کا موقف ہے۔ چنانچہ آپ کی تعلیمات کے عظیم شارح حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

" ان (متن سے خارج، اختلافی) قرأتوں کو بھی قرآن مجید کے اصل میں کوئی دخل نہیں۔ متن ہمیشہ یکساں اور ایک رہا ہے۔ ایسی قرأتوں کی قدر و اہمیت صرف تفسیر میں ہے۔ یعنی ان کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے۔ کہ اس لفظ کا، جو متن میں استعمال ہوا ہے۔ کیا مفہوم ہے۔ یہ اصل متن کے مخالف نہیں ہوتیں، یہ اہل علم اصحاب میں سے بہت کم کو معلوم ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور ان قرأتوں کو کسی خاص لفظ کے بیان کرنے میں جو متن میں واقع ہے، ثقہ حدیث کا رتبہ حاصل ہے۔ پس یہ نام نہاد قرأتیں یا تو زبان کے اختلافات تھے جنہیں کوئی مستقل حیثیت حاصل نہ تھی، اور ان کا مقصد انفرادی حالتوں میں محض قرآن مجید کی قرأت کو سہل کرنا ہے یا یہ تشریحی اختلافات تھے، جن کا مقصد متن پر روشنی ڈالنا تھا۔ مقدم الذکر تو عرب میں تعلیم پھیل جانے سے ختم ہو گئے۔ مگر مؤخر الذکر کو اب تک وہی تشریحی یا تفسیری اہمیت حاصل ہے جو پہلے تھی۔ (دین الاسلام جلد اول ص۳۱)

ابنِ عباس کی قرأت

مارچ کے طلوع اسلام میں محترم پرویز صاحب نے جن قرأتوں کا ذکر کیا ہے وہ بلا ریب اس مجوسی سازش کا حصہ ہیں جو اسلام کے دینی اور سیاسی غلبے کے خلاف کی گئی۔ جس کے ماتحت حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، اور حسینؓ، شہید کیئے گئے۔ ان مجوسیوں نے جس طرح اسلامی تاریخ و روایات میں شرمناک غلط بیانی سے کام لے کر مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کیا۔ اسی طرح اکابر صحابہؓ اور بعد کے بزرگانِ دین کے نام پر دینی تعلیمات کو مسخ کیا، حضرت ابن عباسؓ

بھی وہ ہستی ہے۔ جن کے نام پر بہت سی بے ہودگیاں پھیلائی گئیں۔ ہم چونکہ اختلافِ قرأت کے سرے سے قائل ہی نہیں۔ اس لئے ابن عباس سے منسوب (محولہ بالا متعہ کے جواز کی) قرأت کے اس مفہوم کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، جس کا ذکر محترم پرویز صاحب نے کیا ہے ویسے بھی یہ روایت قرآن کریم کی واضح تعلیمات، مجلسی اخلاقی اور انسانی احترام کے قطعی منافی ہے اور قرآن کریم میں تحریف کی خطرناک جسارت ہے۔ لیکن وَلَا مُحَدَّث کی قرأت اس ذیل میں نہیں آتی۔

وَلَا مُحَدَّث کی قرأت اور حضرت مرزا صاحب

حضرت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں قرآن کی صداقت اس عقیدہ اور ایمان کے ساتھ پیش کی کہ یہ کتاب ہر پہلو سے کامل ہے اور اسی کی اتباع میں انسانیت کی نجات ہے۔ اگر آپ قرآن حکیم کی مختلف قرأتوں کے قائل ہوتے تو پھر غیر مسلموں کو مقابلے کا چیلنج نہ دیتے۔ آپ براہین احمدیہ لکھ رہے تھے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ قصور کے ایک مولوی صاحب وحی ولایت کے منکر ہیں اس پر آپ نے براہین احمدیہ جلد چہارم میں اسلام میں محدثین و ملہمین کی بعثت اور اپنے ملہم ہونے پر ایک طویل حاشیہ لکھا اور اس میں وحی ولایت اور محدثیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"ماسوا اس کے میں پوچھتا ہوں کہ کیا خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں اس بارے میں شہادت دینا تسلّی بخش امر نہیں ہے۔ کیا اس نے صحابہ کرام کے حق میں نہیں فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس پھر جس حالت میں خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کے اصحاب کو امم سابقہ کے جمیع کمالات میں بہتر و بزرگتر ٹھہراتا ہے۔ اور دوسری طرف بطور مشتے نمونہ از خروارے پہلی امت کے کاملین کا حال بیان کر کے کہتا ہے۔ کہ مریم صدیقہ والدہ عیسٰیؑ اور ایسا ہی والدۂ حضرت موسٰےؑ اور نیز حضرت مسیح کے حواری اور نیز خضر جن میں سے کوئی بھی نبی نہیں تھا، یہ سب ملہم من اللہ تھے، اور بذریعہ وحی اعلام اسرار غیبیہ سے مطلع کئے جاتے تھے، تو اب سوچنا چاہیئے۔ کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے، کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اُمت محمدیہ کے کامل متبعین ان لوگوں کی نسبت بوجہ اولیٰ ملہم و محدّث ہونے چاہئیں۔ کیونکہ وہ حسب تصریح قرآن شریف خیر الامم ہیں، آپ لوگ کیوں قرآن شریف میں غور نہیں کرتے، اور کیوں سوچنے کے وقت غلطی کھا جاتے ہیں کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمّت کے لئے بشارت دے چکے ہیں۔ کہ اس امت میں پہلی اُمتوں کی طرح محدث پیدا ہوں گے، اور محدث بفتح دال وہ لوگ ہیں۔ جن سے مکالمات مخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباس کی قرأت میں آیا ہے

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي ولا محدث الا اذا تمنى القى الشيطان فى امنيته فينسخ الله ما يلقى الشيطان ثم يحكم الله اياته پس اس آیت کی رُو سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے، محدّث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے۔ (حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴ صفحہ ۵۴۸)

حضرت مرزا صاحب کی اس تحریر کو غور سے پڑھئے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سابقہ اُمتوں کی طرح امت محمدیہ میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن سے خدا کلام کرتا ہے یہ لوگ نبی نہیں ہوتے بلکہ اصطلاحِ شریعت میں محدّث کہلاتے ہیں۔

اس اقتباس میں آپ کے استدلال کی ترتیب کو دیکھئے۔ پہلے قرآنی آیت کنتم خیر امۃ کو [پیش] کیا اور قرآن ہی سے ام موسےٰ، ام عیسٰیؑ، حواریوں اور خضر کی وحی کو بطور دلیل [پیش] کیا اور فرمایا

"آپ لوگ [کیو]ں قرآن شریف میں غور نہیں کرتے اور کیوں سوچنے کے وقت غلطی کھا جاتے ہیں"

یہاں تک تو آپ قرآن سے استدلال کر کے اس پر غور کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد حدیث سے شہادت [پیش] کرتے ہیں۔ اور اُمّت میں محدثین ہونے کے حق میں صحیحین کی دو احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ قرآن و سنت کے بعد صحابہ کرام کی سند پیش کرتے ہیں اور اس مقصد کے لئے حضرت ابن عباس کی قرأت پیش کرتے ہیں۔ کیا اس واضح تحریر کی موجودگی میں یہ کہنا درست نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے قرآن و حدیث کے بعد ابن عباس کی قرأت کو قرآن و حدیث کی وضاحت میں پیش کیا۔ اور اسے ابن عباس کی رائے قرار دیا۔ نہ کہ خدا کے قول اور قرآن کے متن کے طور پر، ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی اس بات کو نہیں قبول کرے گا کہ حضرت مرزا صاحب نے تمام صحابہ کرام کے مروّجہ قرآن کو چھوڑ کر ابن عباس کے دوسروں سے مختلف قرآن کو لے لیا اور زندگی بھر تلاوت اور تبلیغ مروّجہ قرآن کی کرتے رہے کیا اس سے دلیل کمزور ہوتی یا محکم اور کون دانا اسے ماننے پر آمادہ ہوگا؟ اور نہ ہی کوئی یہ تسلیم کرے گا کہ ابن عباس نے صحابہ کبار کے خلاف، حکومت وقت کی نافرمانی کر کے کوئی الگ قرآن لکھ رکھا تھا۔ اور وقت کے خلفائے راشدین نے انہیں اس کی اجازت دے رکھی تھی؟ پس حضرت مرزا صاحب کی نظر میں ابن عباس کی "قرأت" قرآن و حدیث کی وضاحت اور تشریح کرتی تھی اور بس،

زیر نظر آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اور نبی کی وحی دخل شیطان سے پاک ہوتی ہے چونکہ محدّث (غیر نبی ملہم) کی وحی بھی قطعی اور دخل شیطان سے پاک ہوتی ہے جیسے کہ ام موسٰی اور ام عیسٰےؑ کی تھی اس لئے ابن عباس یا کسی دوسرے شخص نے ولا محدثٍ کو ولا نبی کے ساتھ ملا کر پڑھ لیا تو یہ متن میں تبدیلی نہیں اس کے دائرہ اثر کی محض وضاحت مقصود ہے۔ جب کہ آپ کے اصل قرآن میں یہ الفاظ یقیناً مفقود ہوں گے۔

اس قرأت کے پیش کرنے سے حضرت مرزا صاحب نے ایک فتنہ اجرائے نبوت کا بھی انسداد کر دیا، اور رسول اور نبی کے الفاظ کی تشریح میں محدّث کا لفظ استعمال کر کے یہ ثابت کیا کہ آپ کا اپنا دعوےٰ محدثیت کا ہے نبوت کا نہیں اور اس اُمت میں اب صرف محدث آیا کریں گے، نبوت کا دروازہ تا قیامت مسدود ہے۔ ہمیں علم ہے کہ محترم پرویز ... صاحب غیر نبی کے مکالمہ و مخاطبہ کے قائل نہیں۔ مگر ہم یہاں اپنے عقیدہ کی بناء پر وضاحت کر رہے ہیں۔

ابن عباس نے حدیث محدّث کی تائید میں وَلَا مُحَدَّث کے الفاظ کا اضافہ کر کے اس امر کی وضاحت کر دی کہ ایک تو اس اُمّت میں نبوت کا دروازہ مسدود ہے، اور اب نبیوں کے قائم مقام محدثین ہوا کریں گے اور دوسرے حدیث کی وضاحت آیت ما ارسلنا من رسول ولا نبی سے ہوتی ہے۔ اور لفظ نبی کے لغوی معنوں میں محدث کا مفہوم موجود ہے (اصطلاح اسلام میں نبی کا مفہوم مختلف ہے) یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے آیت کی وسعت ظاہر کرنے کے لئے وَلَا مُحَدَّث کا اضافہ کیا ہے اور کسی صحابی نے اس کے خلاف احتجاج نہیں کیا، اور اگر ابن عباس کی بجائے یہ کسی دوسرے عالم کی روایت ہے تو کتاب و سنّت کے مطابق ہونے کے لحاظ سے قابل قبول ہے۔

اس ضمن میں مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے :—

"قرآن کریم میں محدّث کا لفظ نہیں آیا۔ ہاں سورہ حج کی اس آیت میں وما ارسلنا من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان فى امنيته۔ ایک قرأت میں محدث بھی لفظ نبی کے بعد آیا ہے۔ مگر اس کا مطلب میرے نزدیک صرف اس قدر ہے کہ شدید مشابہت کی وجہ سے جو محدّث کو رسول اور نبی سے ہوتی ہے کسی نے محدّث کی وحی کو بھی دخل شیطان سے رسول اور نبی کی وحی کی طرح محفوظ سمجھا ہے۔ اور لیوں البتہ محدّث کا لفظ صحیح احادیث میں آیا ہے"۔ (النبوۃ فی الاسلام)

آخر میں ہم محترم پرویز صاحب کے اعتراض کا خلاصہ پیش کر کے چند الفاظ کے ساتھ اس محاکمہ کو ختم کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:—

"مرزا صاحب نے قرأت حضرت ابن عباس کو اپنے دعوےٰ محدثیت کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ قرأت کے اس مفہوم کو بھی تسلیم کرتے تھے جسے حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ....

.... یہ تو بڑی مضحکہ خیز سی صورت ہوگی کہ آپ قرأت حضرت ابن عباسؓ کو تو مانیں لیکن اس کا جو مفہوم خود ان کی طرف منسوب ہے۔ اس سے انکار کریں، اور اس کی جگہ خود اپنا مفہوم رکھ دیں۔ اور جب حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کردہ مفہوم کو تسلیم کیا تو اس کے یہ معنے ہیں، کہ آپ اسے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیت دراصل نازل اسی طرح ہوئی تھی، جس طرح قرأتِ ابن عباس میں آئی ہے، نہ کہ اس طرح جس طرح قرآن کریم کے مروّجہ نسخوں میں درج ہے"۔

یہ چند جملے غلط مفروضات پر مبنی ہیں اس کی تفصیل سُن لیجئے، یہ درست نہیں کہ حضرت مرزا

صاحب نے قرأتِ ابنِ عباس کو اپنے دعوٰئے محدثیت کے ثبوت میں پیش ... کیا ہے حضرت صاحب کے دعوٰئے کی اساس قرآن و حدیث اور خود الہاماتِ الٰہی پر ہے، آپ ابنِ عباس کی قرأت تو درکنار اپنے دعوے کی صداقت کے لئے حدیث محدث کے بھی محتاج نہ تھے، اور اس کا ثبوت آپ کی کتاب شہادت القرآن میں ملتا ہے، آپ نے ابن عباس کی قرأت کو امت میں محدثین کے آنے کی تائید میں پیش کیا، یعنی ایک اصول کی تائید میں، لیکن اگر یہ مان لیا جائے، کہ آپ نے اس قرأت کو اپنی تائید میں پیش کیا تو بھی یہ ظاہر نہیں کہ آپ اس مفہوم کو تسلیم کرتے تھے، جیسے ابنِ عباس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کسی کے مقلد نہ تھے، جیسا کہ ہم اوپر وضاحت کر آئے ہیں۔ آپ نے ابن عباس کی قرأت میں ولا محدث کو محض لفظ نبی کی تشریح سمجھا اور اسی مفہوم کو ذہن میں رکھ کر اسے قرآن و حدیث کی تائید میں پیش کیا، کیونکہ لفظ نبی کے مفہوم میں ایک رنگ میں محدث بھی آجاتا ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر وضاحت کر چکے ہیں۔ نیز یہ بات خود مضحکہ خیز ہے کہ ابنِ عباس کی قرأت کا وہی مفہوم سمجھا جائے جو یار لوگ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کا ایک حقیقی مفہوم بھی ممکن ہے۔ جو دوسرے لوگ تو ان کی طرف منسوب نہیں کرتے لیکن حقیقت میں موجود ہے۔ اور وہ تفسیری اور تشریحی مفہوم ہے جیسے حضرت مرزا صاحب سمجھے اور ہم نے سے واضح کر دیا ہے۔ آخر جناب پرویز صاحب اس بات پر کیوں مُصر ہیں۔ کہ ہم حقیقی مفہوم کو جس کی تائید حقائق سے ہوتی ہے ترک کر دیں اور ایک ایسے مفہوم کو اپنا لیں جو قرآن، حدیث اور عقل سلیم کے خلاف ہے حالانکہ خود پرویز صاحب کا نایہ کبھی اس کے اختیار کرنے سے۔ برقرار رہتا ہے۔ اس لئے مرزا صاحب قرأت ابنِ عباس رض کے حقیقی مفہوم کے تو مقر ہیں، لیکن اس احمقانہ اور مخالفِ قرآن مفہوم کو رد کرتے ہیں، جو سازشی مجوسیوں نے حضرت ابنِ عباس سے منسوب کر رکھا ہے۔ نیز جو کہ ابنِ عباس کی طرف منسوب کردہ مفہوم کا بے بنیاد ہے۔ اس لئے اس کے معنے ہرگز نہیں کہ آیت در اصل نازل اسی طرح ہوئی تھی جس طرح قرأت ابن عباس میں آئی ہے، بلکہ اس طرح نازل ہوئی تھی جس طرح قرآن کے مروجہ نسخوں میں درج ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت مرزا صاحب کا ایمان تھا کہ جس قرآن کی حفاظت کا خدا نے وعدہ کیا تھا، جو جبریل کی وساطت سے آنحضرت صلعم پر نازل ہوا وہ اسی قدر ہے جو قرآن مجید کے نام سے دنیائے اسلام میں چودہ سو سال سے مروج چلا آرہا ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس قرآن کے علاوہ ایسے الفاظ یا آیات یا سورتیں بھی آنحضرت صلعم پر قرآن کی صورت میں نازل ہوئی تھیں اور اب وہ قرآن سے خارج کر دی گئی ہیں، وہ قرآن کے منکر اور اسلام کے خلاف سازش کے مرتکب ہیں۔ محدثوں کی بشارت قرآن و حدیث میں موجود ہے اور حضرت ابن عباس رض نے ولا محدث کے الفاظ استعمال کر کے لفظ نبی پر روشنی ڈالی تھی، یہی مفہوم حضرت مرزا صاحب نے ابن عباس کی قرأت کا لیا اور حضرت ابن عباس کو قرآن و حدیث کا شارح قرار دیا۔ آپ محدثین کی بعثت کے قائل اور مقر تھے۔ یہی جماعت احمدیہ کا ایمان ہے۔ اسی کی تائید علمائے سلسلہ نوّے سال سے کر رہے ہیں اور ہم اسی عقیدے پر دنیا سے گذریں گے۔ (انشاء اللہ العزیز) (مدیر)

اخبارِ احمدیہ

وفات حسرت آیات } جھنگ صدر سے ہمارے محترم بھائی شیخ محمد حسین قریشی (پنشنر) صاحب یہ رنجدہ خبر دیتے ہیں کہ ان کی اہلیہ محترمہ سردار بی بی ۵ مئی ۱۹۷۴ء کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ نہایت نیک، عابدہ اور تہجد گذار تھیں، اور دینی کاموں میں انتہائی دلچسپی لیتی تھیں، ہمیں اس صدمہ میں برادرم محمد حسین صاحب اور آپ کے خویش و اقارب سے دلی ہمدردی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، شیخ صاحب موصوف نے مرحومہ کی روح کو ایصال ثواب کے لئے دار الشفاء کو پچیس روپے عطا کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ جنازہ غائبانہ میں مرحومہ کے درجات کی بلندی اور مغفرت کے لئے دعا کریں۔

درخواستِ دُعا } جناب چوہدری فضل حق صاحب (آنریری جائنٹ سیکرٹری) لکھتے ہیں :—

"میرے بیٹے ڈاکٹر مظہر الحق نعیم اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے نیویارک گئے ہیں میرے دوسرے بیٹے احتشام الحق ضرار سول انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان گئے ہیں، احباب سے ان دونوں کی کامیابی کے لئے دُعا کی استدعا کرتا ہوں۔"

احباب سے استدعا ہے کہ وہ جماعت کے ان عزیز نوجوانوں کی ترقی و سربلندی کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا کی حسنات سے نوازے اور اسلام کا سچا خادم بنائے۔ بسفر رفتنت مبارکباد۔ بسلامت روی و باز آئی (مدیر)

وفات } نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ محترم میاں عبدالرحمٰن صاحب ایس۔ ڈی۔ او۔ کی شادی شدہ صاحبزادی قضائے الٰہی سے فوت ہو گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس سانحہ عظیم پر ہمیں متوفیہ کے پسماندگان سے گہری دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ جنازہ غائبانہ میں مرحومہ کی مغفرت کی دُعا کریں۔ (مدیر)

انعقادِ مجلسِ معتمدین

مجلس معتمدین کے گذشتہ اجلاس منعقدہ ۵/۵/۷۴ میں چونکہ ایجنڈا وقت پر ختم نہ ہو سکا اور بعض ضروری قومی معاملات ایسے ہیں جنہیں اکتوبر/نومبر تک ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے باجازت حضرت امیر ایدہ اللہ مجلس معتمدین کا ایک غیر معمولی اجلاس ۹ جون ۱۹۷۴ء کو بلایا جا رہا ہے جس کا ایجنڈا وقت پر جاری ہو گا۔ احباب کرام مطلع ہوں۔ — مرزا مسعود بیگ۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جلسہ سالانہ ایبٹ آباد ۱۸- اور ۱۹ جولائی کو ہو گا۔

امسال مقامی جماعت احمدیہ ایبٹ آباد کا جلسہ سالانہ ۱۸- اور ۱۹ جولائی ۱۹۷۴ء بروز جمعرات اور جمعہ کو احمدیہ مسجد جیل روڈ ایبٹ آباد میں منعقد ہو گا۔ اس میں جماعت کے چیدہ چیدہ علماء اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔ تمام احباب جماعت سے گذارش ہے کہ وہ اس اجتماع میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ ...... تفصیلات کسی آئندہ شمارہ میں دے دی جائیں گی۔

خاکسار۔ ڈاکٹر مبارک احمد
کنوینر، احمدیہ سمر سکول کمیٹی (ایبٹ آباد) لاہور

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزگی، طہارت اور خدا ترسی کو قائم کیا

خدا کے نزدیک متقی اور صالح انسان ہی مکرم ہے

خطبہ جمعہ - ۱۰ مئی ۱۹۷۴ء - فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سوٰاتکم وریشا - ولباس التقوٰی ذالک خیر - ذالک من اٰیات اللہ لعلھم یذکرون - (الاعراف - آیت ۲۶)

(مرتبہ: عبدالرؤف - کھوکھر)

تم تقوے کا لباس اختیار کرو گے تو تم آیت اللہ خدا کا نشان بن جاؤ گے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اعمال دنیا کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ اللہ فرماتا ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ - یہ اللہ تعالےٰ کا عطا کردہ سرٹیفکیٹ ہے۔

مشکلات کے زمانہ میں بھی آپؐ سے بہترین اخلاق کا ظہور ہوا اور آسائش اور بادشاہت کے زمانہ میں بھی بہترین اخلاق

اس آیت میں تمام بنی آدم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ:

اے بنی آدم ہم نے تم پر لباس اُتارا ہے، جو تمہارے قابل پردہ مقامات کو چھپاتا ہے۔ اور یہ تمہارے لئے زینت کا سامان بھی ہے - ولباس التقوٰی ذالک خیر - مگر اصل لباس پرہیزگاری کا ہی لباس ہے، اور وہ بہت ہی اچھا لباس ہے - ذالک من اٰیٰت اللہ - یہ اللہ تعالےٰ کے نشانات میں سے ہے۔ لعلھم یذکرون تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

قرآن کریم کے شروع میں فرمایا تھا۔ کہ خدا ربّ العالمین ہے - وہ تمام جہانوں اور کل دُنیا کی ضروریات پُوری کرنے والا ہے - یہاں پھر ساری انسانیت کو مخاطب کرکے اس بات کو پھر دوہرایا ہے یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سوٰاتکم - اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے۔ جو تمہارے قابل پردہ مقامات کو ڈھانپنے اور زیب و زینت کا باعث ہے - اس آیت میں لباس کے نازل کرنے کا ذکر ہے حالانکہ پہلے زمین میں بنتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے گندم زمین میں پیدا ہوتی ہے۔ مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے یہ بھی آسمان کی عطا کردہ شئے ہے - سورج کی گرمی سے سمندروں کا پانی بخارات بن کر آتا ہے اور بادل کی صورت اختیار کرتا ہے اور پیاسی زمین پر برس کر جل تھل کر دیتا ہے - آسمان کے اس تعاون سے زمین پھٹتی ہے اور غلہ - پھل - پھول اور میوہ جات پیدا کرتی ہے - اسی طرح روئی وغیرہ پیدا ہوتی ہے اور لباس بنتا ہے - تو فرمایا ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہارے قابلِ پردہ مقامات کو ڈھانپتا اور وہ تمہاری زیب و زینت کا باعث ہے - اور سب سے بہتر تقوےٰ کا لباس ہے - ہر قسم کی بدیوں اور فواحش سے بچنا اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہنا یہ انسان کے اخلاق و اعمال کی زینت کا موجب ہے۔

آگے چل کر فرمایا یٰبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد جب تم مسجد میں آؤ یا عبادت کے لئے کھڑے ہو تو صاف ستھرا لباس پہن کر آؤ، خوشبو لگا کر آنا بھی سنت ہے، انسان جب عام مجالس یا کسی بادشاہ یا حاکم کے دربار میں جاتا ہے اُجلا لباس پہن کر جاتا ہے، تو پھر خدا کے گھر میں عبادت کے وقت اُجلا لباس کیوں نہ ہو - عام طور پر لوگ جس حالت میں ہوتے ہیں مسجد میں چلے آتے ہیں، حالانکہ خدا کے دربار میں صاف ستھرا لباس پہن کر آنا چاہیئے - فرمایا خذوا زینتکم عند کل مسجد - ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرنا چاہیئے -؟

یہ لباس ظاہری جسم کو ڈھانپتا اور زینت دیتا ہے - رسول کریم صلعم نے ایک قوم تیار کی جس نے پاکیزگی، طہارت اور خدا سے ڈر کر زندگی گذارنے کا بڑا اُونچا مقام پیدا کیا - ظاہری پاکیزگی کے علاوہ طہارت قلب کا وہ بلند نمونہ دکھایا - کہ دنیا دنگ رہ گئی، بادشاہی حاصل ہو جانے کے بعد بھی حضور کے صحابہ نے سادگی اختیار کئے رکھی اور ہر قسم کے عیش و عشرت سے اجتناب کیا، حالانکہ دنیا کی ہر نعمت ان کے قدموں میں تھی - محمد رسول اللہ صلعم دنیا میں واحد پیغمبر ہیں، جنہوں نے فرمایا کہ اخلاق کا لباس سب سے اعلےٰ ہے اور اسی میں انسان کی عزت ہے کہ اس کا کردار بلند ہو، چنانچہ فرمایا، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم - خدا کے نزدیک بھی تم میں سے وہی مکرم اور عزت یافتہ ہے - جو متقی اور خدا تعالےٰ کے احکام زندگی گذارنے والا ہے اچھے اخلاق ایسا کہ انسان اللہ تعالےٰ کی چلتی پھرتی تصویر بن جاتا ہے - جب

آپ سے صادر ہوئے معاملات میں اعلےٰ برتاؤ، دوسروں سے حسنِ سلوک، مروّت و عفو، مشکلات میں درگذر کو قائم رکھا، اور بادشاہ بن جانے کے بعد عدل و انصاف کو بھی کمال تک پہنچایا - رعایا کے حقوق کا خاص خیال رکھا - خود لباس فاخرہ سے ہمیشہ گریز فرمایا - حضورؐ کا لباس اور حضور کے گھر والوں کا لباس صاف ستھرا ضرور تھا - مگر فاخرہ لباس نہ تھا - حضورؐ بڑے ہی صفائی اور نفاست پسند تھے، احادیث میں لکھا ہے کہ حضور صلعم کے جسم سے خوشبو آتی تھی - حضور صلعم ایسے حق پرست انسان تھے، کہ اپنے پرائے کو یقین تھا کہ آپ صادق و امین ہیں - دشمنوں نے بھی تسلیم کیا کہ ایسا بے نفس بے غرض اور خدا پرست انسان ہم نے نہیں دیکھا - ایسا عہد و پیمان کا پختہ کسی کو نہیں پایا دعویٰ نبوت سے پہلے بھی جب آپؐ حرم میں جاتے تھے تو لوگ پکار اُٹھتے تھے جاء الامین، جاء الامین، امانت دار اور صداقت شعار آدمی آگیا۔

لباس کے علاوہ ایک جگہ کھانے پینے کا بھی ذکر فرمایا اور یہ ہدایت کی کلوا واشربوا ولا تسرفوا - کھاؤ پیئو لیکن اسراف نہ کرو، ان اللہ لا یحب المسرفین - اللہ تعالےٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، پس ضروری ہے کہ ہر بات، ہر حرکت میں اعتدال کو ملحوظ رکھو، حدود سے باہر قدم نہ رکھو، خیر الامور اوسطھا - ہر امر میں اعتدال خیر و برکت کا موجب ہے - درمیانہ درجہ کی زندگی گذارو - مسرف انسان بالآخر کوڑی کوڑی کا محتاج ہو جاتا ہے - بعض دولت مند قوموں کے افراد نے اچھا کھانا، پینا اور عمدہ پہننا اپنے اوپر حرام کر لیا، جیسے ہندؤوں میں یوگی - اور عیسائیوں میں راہب پادری وغیرہ ہیں جو شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں کی غاروں میں جا کر بے کیف اور اذیت پسندانہ اور جائز انسانی ضروریات سے بھی محرومی کی زندگی گذار کر گیان حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ پسندیدہ نہیں، اسلام جہاں مسرفانہ اور عیش و عشرت کی زندگی کو پسند نہیں کرتا وہیں اس قسم کی راہبانہ زندگی بھی اس کے نزدیک جائز نہیں، وہ صرف اعتدال کی تعلیم دیتا اور ہر حلال شئے سے جائز حد تک فائدہ اُٹھانے کی اجازت دیتا ہے - یہ وہ پاک تعلیم ہے جس پر چلنے سے اس اُمت میں بڑے بڑے باخدا لوگ پیدا ہوئے ہیں - وہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر خدا کے آگے گرتے تھے - آج بھی مسلمانوں میں عرب میں، عجم میں، شام میں، مشرق میں اور مغرب میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اعتدال کی زندگی بسر کرتے اور خدا تعالےٰ سے لو لگائے رکھتے ہیں - میں نے ایک نہایت ہی امیر کبیر آدمی کو دیکھا ہے جو پنجوقتہ نمازوں اور تہجد کے لئے رات کو اُٹھتا اور دل کی گہرائی کے ساتھ خدائے تعالےٰ کو پکارتا تھا - ان کا اسم گرامی شیخ رحمت اللہ تھا، جو ہماری جماعت کے مشہور بزرگ تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی تھے آپ نے حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضورؑ سے کوئی وظیفہ پُوچھا، تو حضورؑ نے فرمایا: بس دل لگا کر نماز پڑھو اور یہ جان کر پڑھو، کہ تم خدا تعالےٰ کو دیکھ رہے ہو، بس یہی وظیفہ ہے -

حضرت مسیح موعود نے جو حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور اس صدی کے مجدد تھے، قوم میں اشاعت اسلام و قرآن کی ایک بے پناہ تڑپ پیدا کی، یہ قوم خدا اور اس کے رسول کے پیغام کو لے کر اپنے امامؑ کے حکم کی تعمیل میں ساری دنیا میں پھیل گئی، اور بفضل خدا کامیاب ثابت ہوئی - رسول کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک شخص میری سنّت کو دوہرائے گا - رسول کریم صلعم کے ایک ایک فعل کا ریکارڈ

(باقی بر صلا کالم ۱)

اَلْاَحْمَدِیَہ

حضرت مولینا محمد علیؒ کی تفسیر قرآن پر مولینا ندوی کے اعتراضات کا تجزیہ

محترم شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان۔ ترجمہ: محترم فخر الدین احمد صاحب

(قسط نمبر ۹)

جنوں کے وجود کے متعلق محترم ندوی صاحب کا آخری اعتراض جنوں سے متعلق ہے۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے:۔

"قرآن کریم نے جنوں کو ایک خاص نوع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

قل اوحی الیّ انّہ استمع نفرٌ من الجن فقالوا انّا سمعنا قرآنا عجبًا۔ ترجمہ: تم کہو کہ مجھ کو حکم آیا ہے کہ کتنے جنوں کے لوگ سن گئے۔ پھر کہنے لگے کہ ہم نے ایک قرآن عجیب سنا ہے۔ (الجن ۷۲ - ۱)

قرآن کریم۔ حدیث متواتر اور مشاہدہ سے اس کثرت سے ثبوت ملتے ہیں کہ جنوں کی بطور ایک غیر مرئی ہستی ہونے کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ مولوی محمد علیؒ نے بھی جنوں کے وجود کے عقیدہ کو غلط قرار دے کر انکار تو نہیں کیا مگر بظاہر وہ اس مسئلہ میں اُلجھنے کی بجائے دامن بچا کر نکل جاتے ہیں۔ البتہ وہ سیاق و سباق کی رعایت سے کچھ اور مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر وہ جنوں سے مراد اکابر یا عظیم رہنما لیتے ہیں جو اپنی بزرگی اور عظمت کے باعث عزلت گزینی اختیار کر کے عوام الناس کی نظروں سے اوجھل اور محجوب رہتے ہیں۔ ان کے تخیل کا یہ شاہکار بھی کچھ کم تعجب انگیز نہیں کہ آیت متذکرہ الصدر میں انہوں نے جنوں سے مراد عیسائی اقوام لی ہیں (ص ۱۱۰)۔ ان کے نزدیک اس سورۃ کی ابتدائی آیت بطور ایک پیشگوئی کے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عیسائی اقوام جو بوجہ اپنی عظمت کے (لفظ جن میں عظمت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو لسان العرب) مستقبل میں کبھی جنات کی حیثیت حاصل کر لیں گی۔ یہاں تک کہ ان کا ایک حصہ قرآن کریم کی صداقت پر ایمان لے آئے گا۔" [1]

مولینا محمد علی صاحب جنوں کے وجود کے منکر نہیں ندوی صاحب کے اعتراض کی پہلی شق جنوں کے وجود سے تعلق رکھتی ہے ان کا کہنا ہے کہ مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع سے گریز کی راہ اختیار کی ہے۔ حالانکہ آیت مندرجہ بالا کا تفسیری نوٹ آپ نے یوں شروع کیا ہے:۔

"جنات یا غیر مرئی ہستیوں جیسے ملائکہ (جن میں سے اول الذکر ارواحِ خبیثہ ہیں اور مؤخر الذکر ارواح لطیفہ) کا وجود ایک جداگانہ بحث چاہتا ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ جن ہستیوں کا یہاں ذکر ہے وہ اس نوع میں سے نہیں۔" [2]

(عبارت کے نیچے خط میں نے لگائے ہیں)

خط کشیدہ عبارت کے پہلے حصے سے آشکارا ہے کہ مولینا مرحوم جنوں کو بطور ایک غیر مرئی ہستی تسلیم کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں:۔

"انسان کو مٹی سے پیدا کرنے میں اس کی عبودیت اور انکسار کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ نیز اس کی جبلت میں بمقابلہ ایک دوسری ناری مخلوق کے جو جن یا شیاطین کہلاتی ہے اعتدال پسندی اور فروتنی کے پائے جانے کی طرف۔" [3]

---

[1] قادیانیت انگریزی ص ۱۴۳۔ [2] تفسیر القرآن انگریزی ص ۷-۶-۱۱
[3] تفسیر القرآن انگریزی ص ۵۱۱ آیت ۲۷ سورۃ الحجر۔ تشریحی نوٹ۔

"پس یہاں جن سے مراد یا تو شیطان ہے یا ناری مخلوق جیسے ارواحِ خبیثہ۔" [4]

"لفظ جنّ جنّۃ سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں پوشیدہ۔ نہاں۔ چھپی ہوئی یا آنکھوں سے اوجھل۔ قرآن کریم میں جس نوع مخلوق کے لئے جنّ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد یا تو ارواحِ خبیثہ ہیں یا بمقابلہ ملائکہ کے جو نیکی کے محرک ہوتے ہیں بدی کی رغبت دلانے والی ہستیاں جو ہماری نظروں سے اوجھل یا مخفی ہوں۔" [5]

"جن شیطان وہ ہے جو نظر سے مخفی ہے" [6]

"جنّ وہ نوع ہے جس کو انسانی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ اور وہ اس سے پوشیدہ ہے اسی نوع میں سے قرآن شریف نے ابلیس کو قرار دیا ہے۔ کان من الجنّ (الکہف ۱۸ - ۵۰)" [7]

"دوسری جگہ عام طور پر جنات کے متعلق ہے والجان خلقناہ من قبل من نار السموم (الحجر ۱۵ - ۲۷) اور جنوں کو ہم نے (اس سے) پہلے تیز آگ سے پیدا کیا۔ یہ زمین بھی پہلے خود ایک شعلۂ نار تھی اس لئے پہلی مخلوق کا اسی رنگ کا ہونا عین قرین قیاس ہے۔ اور آگ سے ہونے کی وجہ سے ہی وہ غیر مرئی ہستیاں بھی ہیں یعنی ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔" [8]

جنوں کو دیکھنے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:۔

"وہ کشفی نظر سے دیکھے جا سکتے ہیں۔" [9]

"محض یہ بات کہ ہمیں وہ ناری ہستیاں نظر نہیں آتیں ان کے وجود کے خلاف کوئی دلیل نہیں" [10]

ان سے ثابت ہوا کہ مولانا مرحوم نے اس مسئلہ سے گریز نہیں کیا۔ بلکہ اس کے برعکس اس غیر مرئی مخلوق کے بارے میں اپنا واضح موقف بار بار دہرایا ہے۔ انہیں اس بات کا بھی اقرار ہے کہ لفظ جنّ قرآن کریم اور ادبیات عرب میں دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اور یہی وہ دوسرے معانی ہیں جن سے محترم ندوی صاحب کو اختلاف ہے جو باعث اعتراض ہوا۔ اب ہم حضرت مولینا کے تفسیری نوٹ کا متعلقہ حصہ قارئین کرام کے سامنے رکھتے ہیں کیونکہ جناب ندوی صاحب نے پوری عبارت نقل نہیں کی:۔

"جنّ جنّہ سے مشتق ہے جس کے معنے ڈھانک دینا۔ چھپا دینا ہیں۔ اور جنّ وہ نوع ہے جس کو انسان کی آنکھ دیکھ نہیں سکتی اور وہ اس سے پوشیدہ ہے اسی نوع میں سے قرآن شریف نے ابلیس کو قرار دیا ہے۔ جنّ سے مراد یا تو ارواح خبیثہ ہیں یا بمقابلہ ملائکہ جو نیکی کے محرک ہیں۔ بدی کی رغبت دلانے والی ہستیاں ہیں۔ یہ دونوں انواع انسان کی آنکھ سے اوجھل ہیں۔ قرآن کریم اور عرب ادباء کے ہاں لفظ جنّ کے وسیع معنی ملتے ہیں۔ اس ضمن میں دیکھئے..... تفسیری نوٹ ۲۵۸۰ قرآن کریم میں یہ لفظ قوی ہیکل لوگوں آئمہ کفار اور عظیم رہنماؤں کے لئے بھی پایا جاتا ہے۔ جو عظمت۔ بزرگی اور عزلت پسندی کی خاطر عوام سے دور الگ تھلگ اور محجوب رہتے ہیں۔ جیسا کہ تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ تو جنّ کا لفظ انہی لوگوں پر بولا جانا کوئی جائے تعجب نہیں۔ تبریزی نے شرح حماسہ میں لکھا ہے کہ عرب کے لوگ ایسے شخص کو جو معاملات میں تیز اور زود رس ہو جنّ کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی بناء پر فما نفرت جنّی کی تشریح کرتے ہوئے لسان العرب میں آتا ہے "اور میرے رفیق جو جنوں کی طرح تھے بھاگ نہیں گئے تھے جب میں ان کے پاس انہیں اطلاع دینے آیا۔" یہاں جنّ سے مراد وہ رفیق

---

[4] تفسیر القرآن انگریزی صفحہ ۳۰۰ نوٹ تحت آیت الانعام ۶ - ۱۰۱)
[5] " " " " ص ۳۰۶ نوٹ تحت آیت ۱۲۹ - سورۃ الانعام
[6] بیان القرآن ۱۹۶۹ء ایڈیشن ص ۴۸۵ زیر تحت الانعام ۶ - ۱۱۳ -
[7] " " " " " ص ۴۸۹ سورۃ الانعام ۶ - ۱۳۰ -
[8] " " " " " ص ۵۰۴ سورۃ الاعراف ۷ - ۱۲ -
[9] " " " " " ص ۵۰۸
[10] " " " " " ص ۷۳۸ زیر تحت آیت ۴۲ - سورۃ الحجر ۱۵ -

لئے گئے ہیں جو جنّ کی طرح تھے۔ اور مقولہ ہے تفرقت جنّ ھو جس کے لفظی معنی ہیں اس کا جنّ بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر اس سے مراد ہے کہ وہ بے یار و مددگار رہ گیا۔ اس لئے ایک ایسے رفیق کو جس کے بغیر کوئی شخص کمزور اور عاجز ہو جائے جنّ کہا جاتا تھا"۔ [11]

سیّد ندوی صاحب یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ گویا مولینا محمد علیؒ تفسیر بالرائے کرتے ہیں حالانکہ مولینا مرحوم نے اپنی تائید میں کثرت سے اسناد اور بزرگان سلف کے اقوال پیش کئے ہیں۔ جنہیں ندوی صاحب نے قلم انداز کر دیا ہے۔

جنّ کے لفظ کا وسیع استعمال

یہ سچ ہے کہ سورۃ الجنّ کی پہلی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولینا نے یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد بعض عیسائی بھی ہو سکتے ہیں۔ اس بارے میں جناب ندوی صاحب لکھتے ہیں:

"ان کے تخیل کا یہ شاہکار بھی کچھ کم تعجب انگیز نہیں کہ آیت موصوفہ میں جنوں سے مراد عیسائی اقوام ہیں"۔ [12]

آیئے اب ہم مولینا کی اس "تعجب انگیز تشریح" کا بغور مطالعہ کریں۔ مولینا مرحوم لکھتے ہیں:

"جنات یا غیر مرئی ہستیاں جیسے ملائکہ (اول الذکر ارواح خبیثہ اور موخر الذکر ارواح لطیفہ شمار ہوتے ہیں) کا وجود جداگانہ بحث چاہتا ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ جن جنّوں کا یہاں ذکر آتا ہے وہ اس نوع میں سے نہیں۔ اس لفظ کے تفصیلی معنوں کے لئے ملاحظہ ہو تشریحی نوٹ ۲۲۸۵۔ جنّوں کا ذکر سورۃ الاحقاف میں بھی آیا ہے (آیات ۲۹ تا ۳۱) جہاں ان کا قول آتا ہے۔

قالوا یقومنآ انا سمعنا کتٰبًا انزل من بعد موسٰی مصدّقًا لّما بین یدیہ یھدی الی الحق والٰی طریق مستقیم۔

اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سُنی ہے۔ جو موسےٰ کے بعد اتاری گئی اس کی تصدیق کرتی ہوئی جو اس سے پہلے ہے۔ وہ حق کی طرف اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتی ہے۔

خط کشیدہ عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ یہودیوں کا ذکر ہے۔ البتہ یہاں جن جنّوں کا ذکر ہے اس سے مراد عیسائی لوگ ہیں جیسا کہ سورۃ جنّ کی آیت ۳ سے ظاہر ہوتا ہے [13]۔ آیت شریفہ یوں ہے:۔

وانّہ تعٰلی جدّ ربّنا ما اتخذ صاحبۃً ولا ولدًا

اور کہ ہمارے ربّ کی عظمت بہت بلند ہے، اس کی نہ جورو ہے اور نہ بیٹا۔

خدا کے بیٹے بنانے کا عقیدہ عیسائیوں سے خاص ہے۔ جس کی قرآن کریم نے بار بار تردید کی ہے۔ (الکہف [18]۔ ۴) (مریم [19]۔ ۹۲-۸۸، الاخلاص [112]۔ ۳) وغیرہ عین ممکن ہے کہ یہ جنّ عیسائیوں کے اس عقیدہ پر ایمان رکھتے ہوں۔

شبیر احمد عثمانی کے نزدیک وہ جنّ عیسائیوں کی طرح تھے

اب ذرا ندوی صاحب کے محبوب مفسّر کی زبانی اس آیت کی تفسیر سنیئے:۔

"حضرت شاہ صاحب [14] لکھتے ہیں کہ جو گمراہیاں آدمیوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ جنّوں میں بھی تھیں [15] (عیسائیوں کی طرح) اللہ کے جورو بیٹا بناتے تھے"

جناب عثمانی کے نزدیک باعتبار عقیدہ یہ جنّ عیسائیوں کی طرح تھے۔ مولینا محمد علیؒ کہتے ہیں کہ وہ عیسائی تھے۔ دونوں اقوال ایک دوسرے کے کتنے قریب ہیں۔

ان جنّات کے بنی نوع انسان ہونے کی ایک اور دلیل سورۃ الجنّ کی چھٹی آیت میں پائی جاتی ہے۔ آیت یوں ہے:

وانّہ کان رجالٌ من الانس یعوذون برجالٍ من الجن فزادوھم رھقًا۔ اور کہ انسانوں میں سے کچھ مرد (اور) جنوں میں کچھ مردوں کی پناہ پکڑتے تھے سو انہوں نے ان کی سرکشی بڑھائی۔

رجال کا لفظ رجل کی جمع ہے۔ سورۃ الجنّ کی دو آیات کے علاوہ قرآن کریم میں چھبیس مرتبہ آیا ہے۔ اور رجلٌ (واحد) چوبیس دفعہ۔ اور دونوں صورتوں میں پانچ موقعوں پر۔ جہاں کہیں بھی یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ بنی نوع انسان کے لئے ہی آئے ہیں۔ لغات میں ذکر ہے:۔

"رجالٌ کے معنی ہیں نوع انسان میں سے ذکور بمقابل اناث کے، جن کے لئے امراۃٌ آتا ہے۔ ان معانی کی روشنی میں آیت شریفہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عامۃ الناس میں سے کچھ ضعیف الاعتقاد لوگ جنوں (با اثر افراد اور سرداران قبیلہ) کی پناہ تلاش کرتے ہیں اور یوں ان کی نخوت اور تکبّر کو بڑھانے کا موجب ہوتے ہیں۔ مولینا مرحوم لکھتے ہیں:۔

اس آیت میں مذکور جنّ اور انسان بلاشبہ بدی۔ ظلم اور شر کے داعی ہیں اور ضعیف الاعتقاد اندھا دھند ان بڑوں کی تقلید کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ [16]

اس واقعہ سے متعلق جو متضاد روایات پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے اصحاب کو وہ جگہ دکھلائی جہاں جنّوں نے شب باشی کی تھی۔ چنانچہ اصحاب الرسول نے ان کے نشان اور آگ جلانے کے آثار دیکھے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ غیر مرئی ہستیوں کے چلے جانے کے بعد بھی ان کے قیام کرنے اور آگ جلانے کے نشان (اور پھر آگ جلانے کی ضرورت تو کھانا وغیرہ پکانے کے لئے انسانوں کو ہی ہوتی ہے) کیوں کر باقی رہ گئے۔ اور اصحاب النبیؐ نے بھی انہیں موجود پایا۔ حالانکہ غیر مرئی ہستیوں کو تو بستیاں بنا کر رہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ [17]

قرآن کریم کی ایک پرانی تفسیر میں اس آیت کے معانی کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ یہ نو افراد اہل نصیبین میں سے تھے۔ جنہیں حضرت نبی کریم صلعم نے ان کی قوم کی طرف رسول بنایا۔ [18]

علامہ عبداللہ یوسف علی اپنے خیالات پیش کرنے میں ذرا جھجکتے ہیں۔ مگر ان کے قلم سے یہ نکل ہی جاتا ہے کہ یہاں جنّ سے مراد اجنبی لوگ ہیں [19]۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"یہاں جنّوں سے مراد ہے غیر مرئی ہستیاں یا وہ لوگ جو عرب میں اجنبی کہلاتے ہیں...... لیکن انہوں نے کوشش کر کے نبی آخر الزمان کے پیغام کو سنا اور اس پر ایمان لائے۔ [19]

ایک اور مقام پر ان کے الفاظ زیادہ واضح ہیں۔ یہاں علامہ صاحب نے جنّ کا اطلاق غیر معروف اور ناشائستہ لوگوں پر کیا ہے [20]۔ اگر ندوی صاحب کے نزدیک لوک کہانیاں الف لیلہ کی رنگین داستانیں اور طلسماتی قصے جن میں جنّ طرح طرح کے روپ دھار کر مختلف کارنامے سر انجام دیتے ہیں۔ حقیقت پر مبنی ہیں۔ اور فاضل ندوی صاحب قرآنی آیات کے مطالب کے لئے وہی انداز بیان پسند کرتے ہیں تو ان کا خیال ان کو مبارک۔ خداوند حکیم کا پُر حکمت کلام ایسی فسانہ نگاری اور داستان گوئی سے پاک ہے۔ حضرت مولینا محمد علیؒ نے تفسیر کرتے وقت اس اصول کی سختی سے پابندی کی ہے کہ جب ایک مقام کی تفسیر میں مشکل در پیش ہو تو اسے دوسرے مقام کے مطالب سے حل کر لیا جائے اور یہ حق و انصاف کا تقاضا ہے کہ ایسے زرین اصول کو داستان طرازی پر ترجیح دی جائے۔

یہاں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ جیسا مولانا مرحوم کی مندرجہ بالا

(باقی بر صفا کالم ۲)

---

[11] تفسیر القرآن انگریزی ص ۳۰۶ سورۃ الانعام ۶ - ۱۲۹

[12] قادیانیت انگریزی ص ۱۴۳

[13] تفسیر القرآن انگریزی۔ ص ۱۱۰۷

[14] مراد شاہ عبدالقادر ہیں۔ عثمانی صاحب بحیثیت مترجم و مفسّر قرآن ان کی بڑی عزت کرتے ہیں۔

[15] تفسیر اردو۔ مولینا شبیر احمد عثمانی ص ۹۸۲

[16] تفسیر القرآن۔ انگریزی ص ۱۱۰۷

[17] رواہ ترمذی

[18] فتح البیان جلد ہشتم ص ۳۵۵ مؤلفہ ابو الطیب صدیق بن حسن۔ نیز ملاحظہ ہو دُرّ منثور امام سیوطیؒ

[19] تفسیر انگریزی زیر بحث آیت ا سورۃ الجنّ [72] ص ۱۶۲۵ سنہ ۴۶ ایڈیشن

[20] تفسیر انگریزی زیر بحث آیت ۲۹ - سورۃ الاحقاف

محترمہ زکیہ شیخ صاحبہ

تنظیم خواتین احمدیہ مقامی جماعت لاہور کی مساعی جمیلہ

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی تنظیم خواتین کی میٹنگ ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ انجام پاتی ہیں۔ جن میں مفید دینی و سماجی اور عملی طور پر جماعت کے دینی کاموں میں حصہ لینے پر غور کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل لائحہ عمل ہماری تنظیم کے زیر غور و عمل ہے۔

۱۔ آئندہ سالانہ جلسے کے موقعہ پر منظم طور پر مقامی خواتین حصہ لیں اور بیرونی جماعتوں سے آئی ہوئی مہمان خواتین کے آرام کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا جائے، نیز باہمی میل جول رابطہ و تعاون بڑھایا جائے تاکہ ایک دوسرے کے خیالات و تجاویز سے مستفید ہوں۔

(۲) گزشتہ سالانہ جلسہ پر یہ دیکھ کر بہت رنج ہوا کہ زنانہ نمائش دستکاری برائے نام رہ گئی ہے۔ چنانچہ تمام ممبر اس بات پر کلی طور پر متفق ہیں کہ تحریک دستکاری کو از سر نو زندہ کیا جائے کیونکہ اس نمائش کی آمدنی اشاعت اسلام جیسے مفید کام میں دی جاتی ہے اور خواتین اور بچیوں میں عملی دینی جذبہ پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ اس امر کو تشکیل دینے اور عملی قدم اٹھانے کی غرض سے محترمہ صفیہ جاوید کو سکریٹری نمائش دستکاری منتخب کیا ہے۔ جو باقاعدہ طور پر لاہور اور بیرونی جماعتوں کی خواتین اور بچیوں سے رابطہ قائم کریں گی۔ اور میری یہ درخواست ہے کہ جماعت کی تمام بیرونی شاخیں اس نیک اور مفید کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں اور خواتین اور بچیوں کے نام ارسال فرمائیں جو نمائش و دستکاری میں عملی حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں گی۔

(۳) ہر احمدی خاتون کی کوشش ہونی چاہیئے کہ احمدیت کے متعلق جو تعصب پایا جاتا ہے اس کو دور کیا جائے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر یہ تعصب اس لئے زیادہ پھیلا ہوا ہے کہ لوگوں کو احمدیت سے ناواقفیت ہے۔ سالانہ جلسہ اور بالخصوص خواتین کا سالانہ جلسہ ایک ایسا موقعہ ہے جس پر غیر احمدی خواتین کو مدعو کیا جا سکتا ہے اور وہ انجمن کی دینی دلچسپیوں اور سرگرمیوں سے روشناس ہو سکتی ہیں۔ آج سے تیس چالیس سال قبل ہماری بزرگ خواتین جو اس وقت انجمن کی روح رواں تھیں غیر احمدی خواتین کو اپنے جلسوں میں شمولیت اور تقریروں کے لئے مدعو کرتی تھیں اور تعلیم یافتہ طبقہ احمدیت کے کاموں کو سراہتا تھا اور چندہ بھی دیتا تھا۔ یہ ہمارے اُن بزرگوں کی اپنی ذات بابرکات کا نتیجہ تھا۔ یہی طریقہ ہمیں پھر دوبارہ رائج کرنا چاہیئے اور ہر احمدی خاتون کی کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ کم از کم ایک غیر احمدی ملنے والی خاتون کو جلسے میں ہمراہ لائیں۔

(۴) جماعت کی نوجوان بچیوں میں دینی دلچسپی پیدا کی جائے اور طے پایا کہ ہر میٹنگ میں ایک بچی اپنی تقریر سنایا کرے گی۔

الراقمہ۔ زکیہ شیخ۔ صدر تنظیم خواتین۔ مقامی جماعت احمدیہ لاہور۔

خطبہ جمعہ (بسلسلہ ص ۲۰۶)

موجود ہے، ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔ اس نازک دور میں اس صدی کے مجدد نے آپ کی سنت کو زندہ کر کے قوم کی راہنمائی کی، وہ دین پر مصیبت دیکھ کر تڑپ اُٹھا۔ آپ کے فیض سے کفرستان یورپ میں اللہ اکبر کی صدا بلند ہوگئی۔ آج دنیا کے ہر حصہ میں احمدی موجود ہیں، جو اپنے اپنے رنگ میں، اجتماعی اور انفرادی طور پر خدمت اسلام کر رہے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کریم سے عشق تھا، اور آپ تاریخ اسلام میں پہلے شخص ہیں، جنہوں نے اشعار میں بھی قرآن کریم کے ساتھ ایسی محبت کا اظہار کیا کہ دشمنان احمدیت تک کو اس کا اعتراف کرنا پڑا۔ ایک حمائل ہمارے ہاتھ آئی ہے۔ جو حضورؑ کے زیر مطالعہ رہی آپ اس کو بڑی کثرت سے پڑھتے رہے اس پر آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے بے شمار نوٹس ہیں آپ نے اسّی کے قریب کتب تصنیف فرمائیں۔ اور ان میں معرفت الٰہی کے چشمے بہا دیئے۔ آپ نے مسلمانوں کے دلوں میں خدا پر زندہ ایمان پیدا کیا ہمیں بھی اپنے اعمال سے ثابت کرنا چاہیئے کہ ہم حضرت مجدد کے فیض یافتہ ہیں، ہمیں اور ہمارے اعمال کو دیکھ کر لوگ حضرت مرزا صاحب کو سچا مانیں۔

احمدیہ تربیتی کلاسوں کے لئے درخواستیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پاکستان لاہور کے فیصلہ کے مطابق امسال ایبٹ آباد میں احمدیہ تربیتی کورسز کی کلاسیں جاری کی جا رہی ہیں۔ احمدیہ سمر سکول کمیٹی کے حالیہ اجلاس میں کئے گئے فیصلہ جات کے مطابق امسال دو کلاسیں منعقد ہوں گی۔

(۱) پہلی کلاس ۵ر جولائی تا ۱۸ر جولائی ۱۹۷۴ء

(۲) دوسری کلاس ۱۹ر جولائی تا ۲ر اگست ۱۹۷۴ء

ہر کلاس میں پندرہ اصحاب حصہ لے سکیں گے۔ ایبٹ آباد میں ان کے لئے رہائش، خوراک وغیرہ کا انتظام سمر سکول کمیٹی کے ذمہ ہوگا۔

وہ احباب جو مجوزہ تاریخوں میں ان کلاسوں میں شامل ہونے کے خواہش مند ہوں وہ درج ذیل کوائف کے ساتھ اپنے شہر کی مقامی جماعت کے صدر یا سیکرٹری کی سفارش کے ساتھ اپنی درخواست زیر دستخطی کو (۱۰) جون ۱۹۷۴ء تک ارسال کر دیں۔ چونکہ اس سال زیادہ احباب کی شمولیت کی توقع ہے۔ اس لئے پہلے آنے والی درخواستوں کو ترجیح دی جائے گی۔

کلاسوں میں شامل ہونے کے لئے کم از کم تعلیمی قابلیت میٹرک لازمی ہے۔

کوائف: ۱۔ نام۔ (۲) ولدیت۔ (۳) عمر۔ (۴) تعلیم۔ (۵) کیا پہلے بھی کسی سمر سکول تربیتی کلاس میں شامل ہو چکے ہیں اگر ہو چکے ہیں تو کس سال؟ (۶) اس سال آپ کس کلاس میں شامل ہونا پسند کریں گے۔ اوّل یا دوم؟ (۷) تصدیق اور سفارش مقامی جماعت۔

ڈاکٹر مبارک احمد۔ کنوینر احمدیہ سمر سکول کمیٹی۔ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا ومن حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ وہ کون شخص ہے جس نے ان زینت کی چیزوں کو جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کیلئے بنائی ہیں حرام قرار دیا ہے۔ اچھا لباس پہننے، اچھا کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں صرف اعتدال اور دوسروں پر بوجھ نہ بننے کا حکم ہے۔ دنیا میں دو قسم کے عیسائی ہیں، ایک طبقہ کے لوگ اعلیٰ طرز رہائش رکھتے ہیں۔ اور دوسرے دنیا کے دور دراز گوشوں میں جا کر راہبانہ زندگی اختیار کرتے ہیں۔ اٹلی میں ایک بڑی جگہ کھود کر، گرجا، مکانات اور سڑکیں بنائی گئی ہیں، اس جگہ سے انسانی ہڈیاں نکالی گئی ہیں۔ ایک دفعہ وہاں گیا کہ میں اپنی آنکھوں سے جا کر اس جگہ کو دیکھوں۔ مجھے بتایا گیا۔ کہ عیسائیوں پر ظلم کے زمانہ میں یہ آبادیاں بنی تھیں وہ دنیا سے منقطع ہو کر یہاں چھپ گئے تھے۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلےٰ درجہ کی قوم پیدا کی جس نے حسن اخلاق اور ظاہری و باطنی کردار کا بہترین نمونہ بن کر دکھایا اور ہر قسم کے افراط و تفریط سے اجتناب کرتے ہوئے سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کی۔

اللہ تعالےٰ کا حکم ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ نمازوں میں صاف ستھرا لباس پہن کر آؤ۔ صفائی والے انسان میں شرم و حیا پیدا ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں ہمارے امام نے بھی بہترین نمونہ قائم کیا۔ پس تمہارے سامنے رسولؐ کا نمونہ موجود ہے، امام وقت کا نمونہ موجود ہے۔ ہم نے اپنے امام کی زندگی میں مشکل مقامات بھی دیکھے ہیں۔ مگر وہ خدا کا پیارا ہر قسم کی مشکلات کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹا رہا۔ اس کے زمانہ میں جماعت کے لوگ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر خدا کے حضور نہایت الحاح سے پکارتے تھے کہ اے مولا! اپنے امام کی لاج رکھ لینا۔ اسی جماعت کے افراد جرمنی، امریکہ گئے۔ اور وہاں اللہ کے عطا کردہ علم و اخلاق کا مظاہرہ کیا، امام وقت کا چرچا کیا، اور وہاں کے لوگ متاثر بھی ہوئے۔ جماعت کے جو ارکان یہاں جمع ہیں مل کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ مشرق میں مغرب میں ہر جگہ تبلیغ اسلام ممکن ہے۔ اشاعت قرآن و اسلام کے کام کو آگے بڑھانا ضروری ہے اور ہمیں بنیان مرصوص بن کر کام کرنا چاہیئے۔

عبدالرؤف کھوکھر

متفرقات

تم کو داروغہ کس نے بنایا ہے

ایک شخص کا خط کسی لا احمدی کی بےتحلی کے سلسلہ میں حضرت مجدد زمانؑ کی خدمت میں پہنچا۔ جواباً ارشاد فرمایا کہ :۔

"تم اپنے آپ کو سنبھالو۔ اور اپنی حالت کو درست کرو۔ ہر شخص کا معاملہ خدا کے ساتھ الگ ہے۔ تم کو داروغہ کس نے بنایا ہے۔ جو تم لوگوں کے اعمال کی پڑتال کرتے پھرو۔ اور ان پر کفر یا ایمان کا فتوےٰ لگاتے پھرو یہ مومن کا کام نہیں کہ بے فائدہ لوگوں کے پیچھے پڑا رہے" (بدر ۔ ۲۳ اپریل ۱۹۰۸ء)

حضور کا یہ ارشاد گرامی خاص توجہ کے قابل ہے۔ کیونکہ ناجائز نکتہ چینی اور لوگوں کی برائیاں بیان کرتے رہنے سے انسان کے دل و دماغ پر ایک پردہ سا پڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں کی خوبیوں کو بھی نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ کشیدگی اور محاذ آرائی اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔

ہماری جدو جہد کا اصل مقصد اور نصب العین

"ہمارا مقصد بہت ہی بڑا ہے۔ اتنا بڑا مقصد ہے کہ اس کا تعلق تمام نسل انسانی کے ساتھ ہے ہماری جدو جہد اس لئے نہیں کہ ہم دنیا میں کوئی اپنا نام پیدا کر لیں، بلکہ ہماری جماعت کا مقصد اور ہمارے تمام افراد کا نصب العین صرف یہی ہے کہ تمام دنیا میں بسنے والی نسل انسانی کو کس طرح سے ان مشکلات سے نکالا جائے اور ان مصائب کو ان سے دور کیا جائے۔ جن میں وہ مبتلا ہیں، اس کی خدا کی طرف رہنمائی کی جائے۔ اور اس کے اندر روحانی بیداری پیدا کی جائے"

(حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ)

اعتدال کی راہ

افراد اور قوموں کے باہمی تعلقات بگڑتے سنورتے رہتے ہیں۔ اور بگاڑ کی صورت میں جنگ و جدل بھی ہوتا ہے مگر اعتدال کی راہ خیر الامور اوسطہا یہی ہے۔ کہ نہ تو ایام موافقت موانست میں کسی کو آسمان پر چڑھا کر اسے فوق البشر ثابت کیا جائے۔ اور نہ ہی اختلافات انشقاق میں ایسا انتقامی رویہ اختیار کیا جائے۔ کہ دنیا جہان کے سارے عیب اپنے سابق ممدوح کے سر تھوپ کر اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جائے قرآن کریم ان دونوں حالتوں کو نامناسب قرار دیتا ہے اور خیر الامور اوسطہا کا حکم دیتا ہے۔ ساری مصیبتیں اور شقاوتیں صرف اس لئے انسانی سوسائٹی میں موجود ہیں۔ کہ بعض مشتعل طبع، منتقم مزاج اپنی آتش نفسی سے کہیں نہ کہیں آگ سلگائے رکھتے ہیں، ایسے لوگوں کے قلوب میں ...... باہمی محبت، رحم اور عفو و درگذر کا جذبہ نہیں ہوتا، ہاں غضب۔ دشمنی، حسد اور کینہ ضرور موجود ہوتا ہے۔ اسلام باہمی پیار کی تلقین کرتا اور انسانی سطح پر ایک کو دوسرے کا بھائی بنا کر صلح و امن کی زندگی گذارنے کا حکم دیتا ہے۔ بلکہ قبیلہ وطن اور جماعت سے بالاتر رکھنے کے لئے ساری نسل انسانی کو ایک کنبہ قرار دیتا ہے

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند ☆ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار ☆ دگر عضو ہا را نماند قرار

فحاشی کے خلاف مہم

ایک مشہور اور کثیر الاشاعت اُردو روزنامہ میں ملک میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی اور فحاشی کے خلاف بڑا پُر زور ایڈیٹوریل شائع ہوا ہے جس میں اسلامی اقدار کا جنازہ نکالنے کی ذمہ داری بعض اداروں پر ڈالی گئی ہے۔ مگر قارئین یہ سن کر حیران ہوں گے، مذکورہ اخبار کے اسی ایشوع کے دو صفحے ایسی فحش فلمی تصاویر پر مشتمل ہیں جن کو عام طور پر سینما کے چہرہ پر لگانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

ہم مقالہ نگار اور اخبار کے ارباب اختیار سے بھی گذارش کرتے ہیں، کہ آپ وہ بات کیوں کہتے ہیں۔ جس پر خود عمل نہیں کرتے یا کر سکتے۔

این جہاں پُر ز فسق و فساد ☆ غافلاں را نیست، وقت موت یاد

جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ایک اخبار سے :۔

(نواب شاہ دسندھ)

پولیس نے آج یہاں ڈرامائی انداز میں چھاپہ مار کر گدھے اور گھوڑے کو ذبح کر کے ان کا گوشت فروخت کرنے والے ۵ ۔ افراد کو اس وقت گرفتار کر لیا جب وہ ایک گدھے کو ذبح کر رہے تھے۔ پولیس کے مطابق ملزمان یہ گوشت انتہائی سستے داموں ہوٹلوں اور نہاری کی دکانوں کو فراہم کر رہے تھے۔ ملزمان بلدیہ نواب شاہ کے خاکروبوں سے مری ہوئی بھینسیں، گائیں، گھوڑے، بیل اور اونٹ دس سے پندرہ روپے تک خرید کر آگے ان کا گوشت فروخت کیا کرتے تھے۔ ملزموں نے مردہ بکری اور کتے کی قیمت دو روپے مقرر کر رکھی تھی۔"

ان گھناؤنے اور انتہائی کریہہ اور غیر انسانی فعل میں مبینہ قصابوں سے لے کر مردہ جانور فراہم کرنے والوں اور سستا خرید کر آگے عوام کو بیچنے والوں تک سب ہی قسم کے لوگ شامل ہیں چاہیئے کہ اس کیس کی نہایت مختصر طور پر قانون کے تقاضے پورے کر کے بعد ثبوت جرم، مجرمان کو ایسی سخت اور عبرتناک سزا بر سر عام دی جائے کہ اس کے بعد ایسے غیر انسانی فعل کی کسی کو جرأت ہی نہ ہو۔

اس کے ساتھ ہی ہم علمائے اسلام اور ملک میں موجود بے شمار مذہبی تنظیموں کو بھی اس طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں، کہ وہ اپنے ذرائع سے لوگوں کو اتنا بیدار کر دیں، کہ کوئی بے دین اور سنگدل آئندہ ایسی انسانیت سوز حرکت کا تصور بھی نہ کر سکے ☆

ایک مراسلہ ۔ بسلسلہ ص ۲

دعاوی پر کیا اعتراض رہ جاتا ہے اور آپ کو مجدد، مسیح ماننے والے کیوں معتوب ہیں؟

آغا صاحب! آخرت کے حساب سے خوف کرو۔ اپنی توانائیوں اور اعلےٰ علمی صلاحیتوں کو اعلےٰ مقصد کے لئے خرچ کرو تا کہ آپ کی خداداد قابلیت سے قوم فائدہ اٹھائے۔ فقط والسلام

نیازمند ۔ محمد اکبر ۔ مرزا

الاحمدیہ ۔ بسلسلہ ص ۸

تحریروں سے عیاں ہے وہ سر سید کی طرح جنوں کی ہستی سے انکار نہیں کرتے ۔ مولینا مرحوم نے جہاں ضرورت محسوس کی۔ سر سید کے اقوال کو رد بھی کیا ہے ۔ اس لئے بانی سلسلہ احمدیہ نے سر سید کی تفسیر پر جو اظہار رائے کیا تھا ان الفاظ کو کھینچ تان کر حضرت مولینا کی تفسیر پر چسپاں کرنا اہل دیانت اور غیر جانبدار مورخ اور طالب حق کو زیب نہیں دیتا ۔

درستی پیغام صلح یکم مئی ص ۶ کالم ۲ حواریانِ موسیٰ کی بجائے حواریانِ عیسیٰ ۔ اور پیغام صلح ۸ مئی ص ۶ کالم ۱ میں خدائی گرفت کے ذیل میں "مسیح موعود" کی بجائے مصلح موعود پڑھا جائے ۔

—— مدیر ——

ایورگرین پریس ہمیر لین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الہٰی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس براندرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا ۔ چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش ۔ ایڈیٹر غلام نبی مسلم

جلد ۶۱ | چہار شنبہ - ۶ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ - ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء | نمبر ۲۲

حکمت قرآن

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

زمانے کی شہادت

وَالْعَصْرِ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔ (العصر: ۱-۳)

ترجمہ: "گزرتا ہوا وقت گواہ ہے کہ انسان نقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں۔"

"پچھلی سورت میں انسان کی طلب کثرت مال کا ذکر کر کے اس سورت میں فرمایا کہ فی الحقیقت ایسا انسان گھاٹے میں ہے۔ اور وہ اپنے قوائے خداداد کو ضائع کر رہا ہے۔ اور اس پر عصر یا گزرتے ہوئے وقت کی شہادت کو پیش کیا ہے گویا ہر لحظہ جو گذر رہا ہے۔ اگر وہ صحیح مصرف میں نہیں آیا تو وہ برباد ہو گیا اور انسان کے ہاتھ سے ایک قیمتی چیز (یعنی) چلی گئی۔ وقت کی قیمت کو لوگ بہت کم پہچانتے ہیں حالانکہ یہی چیز سب سے زیادہ قیمتی ہے۔۔۔۔۔۔۔

اور زمانہ کی شہادت یہ بھی بتاتی ہے کہ اس زندگی سے فائدہ اٹھانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں، جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ مال دنیا کا جمع کر لینا بالآخر انسان کو کچھ نفع نہیں پہنچاتا۔۔۔۔۔۔۔ یہاں جن لوگوں کو حالت نقصان سے مستثنٰی کیا ہے۔ ان میں چار صفات کا پایا جانا ضروری قرار دیا ہے۔ اوّل ایمان جس میں تمام عقاید صحیحہ آجاتے ہیں۔ دوسرے اعمال صالحہ جس سے مراد ہر قسم کی صلاحیت والے اعمال ہیں۔ تیسرے ایک دوسرے کو حق پہنچانا۔ جس میں یہ بتایا کہ انسان کا صرف خود حق پر قائم رہ جانا ہی کافی نہیں جب تک کہ وہ دوسروں کو نہ پہنچائے اور چوتھے صبر کی ایک دوسرے کو وصیت کرنا اور صبر یہ ہے کہ تمام مشکلات کا سامنا کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر انسان قائم ہو جائے۔ گویا ایک حق ہے اور ایک حق پر قائم ہونا ہے۔ حق ایمان کے مقابل پر ہے اور صبر اعمال صالحہ کے مقابل پر۔ انسان خود صحیح عقیدہ پر قائم ہو، دوسروں کو صحیح عقیدہ پر قائم کرنے کی کوشش کرے۔ خود اعمال صالحہ پر قائم ہو، دوسروں کو اعمال صالحہ پر قائم کرنے کی کوشش کرے۔ اور یہ ہر مسلمان کا فرض قرار دے کر بتا دیا کہ ہر مسلمان جب تک حق کو دوسروں تک نہیں پہنچاتا بلکہ اس حق پر دوسروں کو قائم کرنے کے لئے پورا زور نہیں لگاتا اس وقت تک وہ بھی نقصان میں ہے۔

(بیان القرآن - نوٹ ۳۷۴۸)

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مومن فراست کے ساتھ اپنے نفس کا چابک سوار ہوتا ہے

مجھے کامل یقین ہے کہ میری جماعت میں نفاق نہیں ہے۔ اور میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہیں ان کی فراست نے غلطی نہیں کی اس لئے کہ میں درحقیقت وہی ہوں جس کے آنے کو ایمانی فراست نے ملنے پر متوجہ کیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ گواہ اور آگاہ ہے کہ میں وہی صادق اور امین اور موعود ہوں جس کا وعدہ ہمارے سید و مولےٰ صادق و مصدوق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دیا گیا تھا۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جنہوں نے مجھ سے تعلق پیدا نہیں کیا وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔۔۔۔۔۔ مومن فراست کے ساتھ اپنے نفس کا چابک سوار ہوتا ہے۔ خدا کی طرف سے اس کو نور ملتا ہے جس سے وہ راہ پاتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ غرض ہماری جماعت کی فراست حقہ کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے خدا کے نور کو شناخت کیا اس طرح میں اُمید رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت عملی حالت میں بھی ترقی کرے گی، کیونکہ وہ منافق نہیں ہے اور وہ ہمارے مخالفوں کے اس طرزِ عمل سے بالکل پاک ہے کہ جب حکام سے ملتے ہیں تو ان کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اور جب گھر میں آجاتے ہیں تو کافر بتلاتے ہیں۔ اے میری جماعت سنو اور یاد رکھو کہ خدا اس طرز عمل کو پسند نہیں فرماتا، تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور محض خدا کے لئے رکھتے ہو، نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرو۔ اور بدی کرنے والوں کو معاف کر دو۔ کوئی شخص صدیق نہیں ہو سکتا جب تک یک رنگ نہ ہو جو منافقانہ چال چلتا ہے اور دو رنگی اختیار کرتا ہے۔ آخر وہ پکڑا جاتا ہے۔"

(روئداد جلسہ دعا ۲ فروری ۱۹۰۰ء)

بنات الاحمدیہ کے زیر اہتمام یوم مسیح موعود

بنات الاحمدیہ کے زیر اہتمام ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء کو بعد از نماز جمعہ جامع مسلم ٹاؤن میں یوم مسیح موعود منایا جائے گا۔ اس موقع پر احمدی لڑکیاں سیرت مسیح موعود پر مضامین پڑھیں گی۔ خواتین سے شرکت کی درخواست ہے۔

جنرل سیکرٹری - ۹۳ - دار السلام - نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور

درخواست دعا: محترمہ والدہ میاں منصور احمد صاحب، بیگم چوہدری ظہور احمد صاحب کا اپریشن ہوا ہے احباب اپنی اس صالحہ بہن کے لئے دردِ دل سے دعائے صحت کریں۔ (مدیر)

مدیر پیغام صلح

کتاب "مسیح کشمیر میں" کی مقبولیت

ہمارے محترم بھائی عبدالعزیز شورہ صاحب، مدیر ہفت روزہ "روشنی" سرینگر مقبوضہ کشمیر میں احمدیت کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیا کے باوجود حال ہی میں ایک کتاب "مسیح کشمیر میں" تصنیف کی ہے۔ آپ کی اس بلند پایہ تصنیف نے بھارت کے علمی تاریخی اور مذہبی حلقوں میں مقبولیت حاصل کی ہے۔ بھارت کی مشہور خبر رساں ایجنسی "یونائیٹڈ نیوز آف انڈیا" نے اس کا خلاصہ بھارت کے تمام اخبارات کو بھیجا۔ جسے بھارت کے چوٹی کے اخبارات نے من وعن شائع کر کے آپ کے دلائل کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ ذیل میں ہم یونائیٹڈ نیوز آف انڈیا کا پیش کردہ خلاصہ نذر قارئین کرتے ہیں، جس سے ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم کی صداقت اور فراست پر روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ آپ نے "مسیح ہندوستان میں" لکھ کر حیات مسیح کے اس گمنام قصے سے دنیا کو روشناس کرایا اور انہیں چرخ چہارم کی طویل تنہائی سے نجات دلا کر انسانی معاشرے میں لوٹا لائے۔

"مسیح کشمیر میں" ——— ایک تلخیص

سری نگر۔ ۲۷ر جنوری (یو این آئی) کیا کشمیر کے باشندے بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی نسل سے ہیں؟ کیا صلیبی موت سے معجزانہ طور پر بچ نکلنے کے بعد حضرت مسیحؑ نے فلسطین سے کشمیر کا رُخ کیا تاکہ آپ اپنی ان بھیڑوں کو پیغام حق پہنچائیں جو بنی اسرائیل کے باڑے سے نکل کر باہر بھٹک رہی تھیں؟ اور کیا آپ ۱۲۰ سال کی عمر میں کشمیر میں طبعی طور پر انتقال کر گئے؟

ان تمام سوالات کا جواب مقامی صحافی مسٹر عبدالعزیز نے اپنی تصنیف "مسیح کشمیر میں" اثبات میں دیا ہے۔ آپ نے اپنی تائید میں مقامی روایات اور تاریخی شواہد پیش کئے ہیں۔

ہفت روزہ اردو "روشنی" کے مدیر عزیز کشمیری مقامی روایات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سرینگر سے کوئی ۵۷ کلومیٹر کے فاصلے پر عیش مقام کی خانقاہ میں جو عصا محفوظ چلا آ رہا ہے۔ وہ عصائے موسیٰ ہے اور کچھ بعید نہیں کہ یہی عصا حضرت عیسیٰؑ کے تصرف میں رہا ہو۔

اہل کشمیر کے اسرائیلی النسل ہونے کے سلسلہ میں آپ نے کشمیریوں اور اسرائیلیوں کی جسمانی اور دیگر مشابہتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ سر والٹر لارنس اور سر فرانسس ینگ ہسبنڈ تسلیم کرتے ہیں کہ کشمیریوں کے خدوخال اسرائیلیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ جبکہ سی ای۔ ٹنڈل بسکو کا کہنا ہے کہ کشمیری، اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی اولاد ہیں۔ کیونکہ ان میں سے اکثر کی ناک اسرائیلیوں سے مشابہ ہے اور انہی کی طرح وہ دولت کے حریص اور اپنے ماحول پر چھا جانے کے دلدادہ ہیں۔ دوسرے شواہد میں ریش بھائی اور دوسرے مقام کے کتبے اور بعض عادات مثلاً لباس کے بغیر سونا وغیرہ شامل ہیں۔

مسٹر کشمیری لکھتے ہیں کہ اس حقیقت کے کافی شواہد ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار سرینگر سے ۵۵ کلومیٹر کے فاصلے پر بانڈی پورہ کے قریب ہے۔ مقامی روایات اور تاریخ کے علاوہ آپ نے بائبل کے حوالہ جات بھی دیئے ہیں۔ "پس خدا کا بندہ موسیٰ موآب کے علاقہ میں بیت پور کے سامنے خدا کے حکم کے مطابق فوت ہوا لیکن آج تک کوئی شخص ان کے مزار سے واقف نہیں"

آپ لکھتے ہیں کہ کشمیر کی قدیم تاریخ "راج ترنگنی" مصنفہ کلہن کے مطابق بانڈی پورہ کا ہی قدیم نام بیت پور تھا۔ اس مزار کے شمال مشرق میں موآب کی چراگاہ ہے، پھر اس کے نواح میں ابایم، نیبو اور پسگاہ کے مقامات ہیں جن کا ذکر عہد نامہ عتیق میں ملتا ہے۔ حضرت مسیح کے ذکر کا آغاز مسٹر کشمیری نے قرآن کی اس آیت سے کیا ہے

"اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا، نہ ہی صلیب پر مارا"

اور اس کے بعد ان مغربی اہل قلم کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے حضرت مسیح کی صلیبی موت سے انجیلی بیان پر شکوک کا اظہار کیا ہے۔ مصنف کی رائے ہیں یہ طبعی امر ہے کہ صلیبی موت سے بچ نکلنے کے بعد اور بعض جڑی بوٹیوں کے استعمال سے صحتیاب ہونے کے بعد آپ کشمیر چلے آئے اور اپنا پیغام ان اسرائیلی قبائل کو دیا جو یہاں آباد ہو چلے تھے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح یوز آسف کے نام سے آباد ہوئے اور لوگوں کو اپنا پیغام سنایا۔ سب سے پہلے کشمیری مسلم مؤرخ ملا نادری کہتے ہیں کہ راجا گوپادتا کے دور حکومت میں یوز آسف نامی ایک نبی بیت المقدس (فلسطین) سے آ کر یہاں آباد ہوئے، اس نبی کے حکم پر اس تخت سلیمان نامی عبادت گاہ کے گنبد کا شکافت مرمت کیا گیا۔ یہ تخت سلیمان اور شنکرآچاریہ نامی پہاڑی پر واقع ہے جہاں سے سرینگر دکھائی دیتا ہے۔ اس زمانے کے ایک کتبے سے اس نبی کا نام آل اسرائیل کا نبی ——— یسوع معلوم ہوتا ہے۔

مسٹر کشمیری نے حضرت مسیح کی آمد کے نظریئے کی تائید میں ہندو مذہب کی قدیم کتاب بھاوشیہ مہاپوران کا حوالہ بھی پیش کیا ہے یسوع مسیح کشمیر میں تشریف لائے اس کہانی میں راجہ شالواہن کی ساکا راجہ سے ملاقات کا ذکر ہے، راجہ نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے تو اس شخص نے بتایا کہ میں یوز آسف (YUSASH PHT) ہوں، راجہ نے جب اس کا مذہب پوچھا تو کہا "سچائی مٹ گئی، اور ملیچھ ملک میں بدی کے کاموں کی کوئی انتہا نہ رہی، تو میں مبعوث ہوا تو میرے کاموں سے مجرموں اور شریر لوگوں کو دکھ پہنچا، اور ان کے ہاتھوں مجھے مصائب برداشت کرنے پڑے" راجہ نے پھر اس سے اس کی مذہبی تعلیمات کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا "میرا مذہب محبت، سچائی اور دل کی طہارت کا دنیا میں قائم کرنا ہے، اس وجہ سے میں عیسیٰ مسیح کہلاتا ہوں"

صحافی موصوف نے اپنی تصنیف میں ایک روسی سیاح نکولس نوٹووچ کا بھی ذکر کیا ہے جو ۱۸۸۷ء میں افغانستان کے راستے انڈیا آیا۔ وہ ہمیس واقع لداخ میں ایک بدھ خانقاہ میں بھی گیا۔ وہاں اس نے تبتی زبان میں بدھ مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ایک کتاب "لائف آف سینٹ عیسیٰ" لکھی، جو نیویارک سے شائع کی گئی۔ اس میں انہوں نے لکھا: "چودہ سال کی عمر میں نوجوان مبارک عیسیٰ سندھ کے اس علاقہ میں آئے اور خدا کی اس چہیتی سرزمین میں آریوں کے درمیان ٹھہر گئے" یہ کشمیری مصنف لکھتا ہے کہ "یہودیوں نے علانیہ برہمنوں کی مذمت (؟) اور (؟) کے بارے میں یہ ہتھوڑ (؟) کے قتل کا ارادہ کیا اور اپنے ملازموں کو اسے قتل کرنے کے لئے بھیجا" اس سازش سے اطلاع پا کر مسیح نیپال کو چلے گئے اور اس کے بعد کئی ملکوں سے ہوتے ہوئے فلسطین لوٹ گئے۔ مسٹر کشمیری کا بیان ہے کہ آپ، روسی سیاح کی تحریر سے واضح ہے کہ جناب مسیح دو بار کشمیر میں تشریف لائے۔ پہلی بار ابتدائی زندگی میں سامان تجارت کے ساتھ اور دوسری بار صلیب سے بچ نکلنے کے بعد، اور ان سفروں میں آپ کی والدہ مریم (میری) بھی آپ کے ہمراہ تھیں، ان کا کہنا ہے کہ راولپنڈی سے کشمیر جاتے ہوئے مریم مری کے پہاڑی مقام پر وفات پا گئیں، جناب مسیح نے اپنی والدہ ماجدہ کو وہیں پنڈی پوائنٹ کے قریب دفن کر دیا۔ جہاں محترمہ کی قبر آج بھی "مائی مری کی قبر" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی وجہ سے یہ علاقہ "مری ہلز" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تبصرہ بھارت کے مندرجہ ذیل اخبارات نے نمایاں طور پر شائع کیا:-

(۱) انڈین ایکسپریس بمبئی ۲۸ر جنوری ۱۹۷۴ء۔ (۲) فری پریس جرنل۔ (۳) دی ٹائمز آف انڈیا نئی دہلی ۲۹ر جنوری ۱۹۷۴ء (۴) لیڈر ٹائمز، لوٹا۔ ۲۸ر جنوری ۱۹۷۴ء (۵) آندھرا پربھا وجے واڑا۔ ۲۸ر جنوری ۱۹۷۴ء۔ ہند سماچار، جالندھر ۲۸ر جنوری ۱۹۷۴ء۔ (۷) امرت بازار پتریکا (۸) سنگم پٹنہ، (۹) آفتاب، سری نگر، وغیرھم۔

مظلوم و محروم کی حمایت

وما لكم لا تقاتلون في سبيل الله والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين يقولون ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها واجعل لنا من لدنك وليا واجعل لنا من لدنك نصيرا ——— (النساء ۷۵)۔

تمہیں خدا کے راستہ میں جنگ کرنے میں کیا عذر ہے۔ حالانکہ کمزور مرد، عورتیں اور بچے خدا کے حضور یہ دعائیں کرتے ہیں، اے ہمارے رب، ہمیں اس وطن سے نکال لے جس کے اہل ظالم ہیں اور تو اپنی جانب سے ہی ہمارے لئے ولایت اور نصرت کے سامان پیدا کر دیو۔

جناب حسن التہامی جنرل سیکرٹری انجمن سربراہان اسلامی ممالک نے اعلان کیا ہے کہ جہاں جہاں غیر مسلم حکومتوں کے ماتحت مسلم اقلیتوں پر ظلم و ستم کئے جا رہے ہیں ان کی فلاح و بہبود کے لئے انجمن نے ایک شعبہ قائم کیا ہے۔ بلاشبہ یہ اقدام وقت کی بہت بڑی اہم ضرورت اور اسلامی تعلیمات کے عین متقاضی ہے۔ اس ضمن میں فلسطین کشمیر، فلپائن اور بھارت کے ممالک خاص طور پر قابل غور ہیں۔ فلسطین میں اسرائیل کی طرف سے حالیہ بمباری سے فدائین کی ہلاکت یہودی جبر و دستی کی تازہ ترین عظیم مثال ہے جسے کل عالم نے قابلِ مذمت قرار دیا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ ربع صدی سے قابل حل چلا آ رہا ہے۔ بھارت باوجود اپنے متعدد بار کئے ہوئے بین الاقوامی وعدہ کے کہ کشمیر میں آزادانہ رائے شماری کرائی جائے گی۔ بدستور اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے، اور کشمیری مسلم عوام پر اس عرصہ پچیس برس میں لاانتہا مظالم ڈھا چکا ہے، فلپائن کی عیسائی حکومت نے بھی اپنی مسلم رعایا کو کچلنے کے لئے اور ان کے حقوق کو پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ یہ تمام معاملات یو این او کے سامنے عرصہ دراز سے چلے آ رہے ہیں لیکن یہ ادارہ بجائے اقوام و ممالک میں ازراہ حق و انصاف فیصلہ کر کے انہیں نافذ کرانے کے اپنے مصالح وقت کا شکار اور "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کے جنگلی اصول پر کاربند ہے، جب اقوام متحدہ کے چوٹی کے ادارہ کی کارروائیوں میں اور اس ادارہ کے نظام میں جس نے قیام کا مقصد ہی دنیا میں امن و انصاف قائم کرنا ہو یہ حال ہو تو اس سے مادی نظام انصاف کی اور کیا توقع کی جا سکتی ہے!

برصغیر کی تقسیم کے بعد اب تک ہزارہا مسلمانوں کے قتل سے بھارت کا دامن خون آلود ہے، سینکڑوں فرقہ وارانہ فسادات واقع ہو چکے ہیں حالانکہ اس کے مقابل پاکستان میں ایک بھی ایسا فساد نہیں ہوا جس میں غیر مسلموں پر ظلم و ستم کے دروازے کھولے گئے ہوں، جملہ ہندو، بدھ، عیسائی اور دیگر ادیان کے باشندگان پاکستان میں نہایت امن و اطمینان کی زندگی گذار رہے ہیں۔ دینِ اسلام نے ضمیر کی آزادی مذہبی رواداری اور عام عالمگیر انسانی حقوق کی حفاظت کی جو اعلیٰ تعلیم دی ہے۔ یہ امن و امان اور چین و اطمینان اسی کے باعث ہے، لیکن بھارت میں باہمی دشمنانہ تعصب و منافرت کی ایسی فرقہ وارانہ فضا سرایت کر چکی ہے کہ جس کی کوئی مثال کسی دیگر ملک میں موجودہ زمانہ میں نظر نہیں آتی۔ اس کی دو وجوہ ہیں، ہندو مذہب کی بنیاد ذات پات کی تقسیم پر قائم ہے جس میں ترجیح بہتر اعمال اور صلاحیتوں کی بناء پر قائم نہیں کی جاتی۔ بلکہ اسے پیدائشی وراثتی قرار دیا جا چکا ہے۔ برہمن خدا کے منہ سے پیدا ہوئے اس لئے وہ تمام مخلوق پر پیدائشاً فائق و فائز ہیں۔ شودر اور دیگر نسل کے لوگ ملیچھ اور قابلِ نفرین اس لئے قرار پائے کہ وہ خدا کے پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے دھتکار دینے کے لائق ٹھہرے۔ ظاہر ہے کہ جس قوم کا دین و ایمان ہی یہ ہو کہ اپنی ذات کے علاوہ دیگر لوگ پیدائشاً ہیچ و قابلِ نفرین ہیں وہ عالمگیر انسانیت کے نظریہ اور انسانی حقوق کی کیسے قائل ہو سکتی ہے؟ دوسری بڑی وجہ ہندوؤں کی مسلمانوں سے دشمنی کی برصغیر میں سیاسی ہے۔ ہندوؤں کو ابتداء سے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ مسلمان نہ صرف ایسے ملیچھ و راندۂ درگاہِ الٰہی ہیں بلکہ ظالم و جابر بھی ہیں جنہوں نے ازراہِ جبر و استبداد ان سے ملک کی حکومت چھین لی اور ازراہِ ظلم اُن پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ حالانکہ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ مسلمانوں کا اس برصغیر میں آنا ظلم کے برخلاف اقدام تھا۔ عوام کو حاکموں اور برہمنوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دلانا تھا نیز بت پرستی و عناصر پرستی سے چھڑا کر توحید کی تعلیم پر قائم کرنا تھا۔ یہ تبدیلی مذہب مسلمان بادشاہوں کے جبر سے نہیں ہوئی تھی بلکہ مسلمان فقراء اور روحانی علماء کے عالی نمونہ اور تبلیغ حق سے عمل میں آئی تھی، وگرنہ بھارت نے شودروں کی حالت افریقہ اور شمالی امریکہ کے کالے لوگوں سے کہیں بدتر واقع ہوئی تھی۔

ہندوؤں کے اس شدید تعصب و تنفر کو ہی بھانپ کر حضرت قائداعظم رح نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کی اور مسلم لیگ کو ایک فعال جماعت بنایا۔ اب یہ حقیقت بالکل عیاں ہو چکی ہے کہ حضرت قائداعظم رح کی سیاسی بصیرت کس قدر صحیح تھی کیونکہ اس ربع صدی کے عرصہ میں ہزاروں ہندو مسلم خونریز فسادات بھارت میں برپا ہو چکے ہیں اور ان کا یہ سلسلہ اس شدید مذہبی اور سیاسی منافرت کی بناء کی وجہ سے ختم نہیں ہو سکتا بلکہ خود پاکستان کا معرضِ وجود میں آ جانا ہندوؤں کے لئے مزید خار کی طرح موجب خلش و عناد بن رہا ہے۔

پاک و ہند میں اس عرصہ میں پہلے ہی تین جنگیں برپا ہو چکی ہیں، کشمیر کے بارہ میں جس قدر بین الاقوامی وعدے بھارت نے کئے سب کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کی اس وادی پر اپنا غاصبانہ قبضہ برقرار رکھے ہوئے ہے۔ نیز کشمیریوں کی آزادی و حق خود ارادیت کو کچلنے کے لئے آئے دن مظالم کے پہاڑ ان پر ڈھائے جاتے ہیں ــ کہاں ہے وہ یو این او کا دعویٰ کہ اس انجمن کی غرض و غایت افراد و ممالک کے مابین از روئے انصاف دنیا میں امن قائم رکھنا ہے؟ ان معاہدوں کا جو بھارت نے کشمیر میں رائے شماری کے متعلق کئے تھے کیا حشر ہوا؟

ہندو قوم کو بجبر طاقت اور کسی ذریعہ سے پاکستان کو ختم کرنے کے ناپاک منصوبہ سے روکا نہیں جا سکتا، اسی لئے وہ آئے دن اپنے ملک بھارت میں پاکستانی قوم کے ہم مذہب مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ ڈھانے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اسی قسم کے مظالم فلپائن کے جزیرہ میں بھی حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے برخلاف ڈھائے جا رہے ہیں۔ حالانکہ جملہ مغربی عیسائی ممالک کسی دینی تعصب و تنفر کے قائل نہیں۔ اسی ظلم و ستم کے شکار فلسطینی عرب یہودیوں کے ہاتھوں ہو رہے ہیں۔

ان حالات میں جناب حسن التہامی جنرل سیکرٹری انجمن سربراہان ممالکِ اسلامیہ نے حال میں جو یہ اعلان کیا ہے کہ غیر مسلم حکومتوں کے ماتحت جہاں جہاں مسلم اقلیتیں موجود ہیں ان کی سلامتی و حفاظت اور بہبود و فلاح کے لئے ان کی انجمن میں ایک شعبہ قائم کیا جا رہا ہے۔ یہ امر عین قرآنی تعلیم کے مطابق اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے نمونہ پر ہے۔

تعلیم قرآن نے جس دفاعی جہاد کا مسلمانوں کو حکم دیا ہے اس کی دو ہی بڑی وجوہ بتلائی ہیں۔ کسی مسلمان ملک یا قوم پر حملہ کیا جائے یا غیر مسلم حکومت کے ماتحت جو مسلمان بستے ہوں ان پر ظلم و ستم ڈھائے جائیں جس سے ان کے ضمیر و مذہب کی آزادی چھیننا منظور ہو۔

پاکستان کے معاملہ میں تو یہ دونوں وجوہ کام کر رہی ہیں، پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا اور اب باقی ماندہ حصہ کو ختم کرنے کے ناپاک عزائم ہیں، پھر کشمیر کے مسلمانوں کے حق خود ارادیت کا سوال بدستور باوجود بین الاقوامی مواعید کے قائم چلا آ رہا ہے کشمیریوں کے حق خود ارادیت اور آزادیٔ ضمیر کو کچلنے کے لئے بھارت نے اس ربع صدی کے عرصہ میں ان پر بے پناہ مظالم ڈھائے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ خود بھارت کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی نہ کوئی انتہاء ہے نہ اس کا خاتمہ۔ ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ مسلمان اقوام میں ان کے باہمی دین کے رشتہ کی حس اب بخوبی بیدار ہو چکی ہے جس کا ایک ثبوت تو لاہور کی سربراہی کانفرنس ہے اور جس میں مذہب کے اشتراک کی بناء پر اپنے سیاسی و اقتصادی حقوق کی حفاظت کے لئے باہمی اتحاد و تنظیم کو ناگزیر قرار دیا گیا ہے اور اب یہ بڑھتا ہوا قدم ہے کہ اپنے ہم مذہبوں کے جائز و منصفانہ اد

انسانی حقوق کی حمایت پر عالم اسلام کی جانب سے آواز اٹھائی جائے۔ جہاں تک اقوام عالم اسلام کا ایسا اتحاد باعث اطمینان ہے وہاں اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اقوام اپنے اعمال، افعال اور اخلاق و معاملات کو قرآنی تعلیم کے سانچہ میں ڈھالنے کی طرف توجہ کریں۔ حقیقی اتحاد تو ایمان و عمل کا اتحاد ہی ہے جس قدر ایمان و عمل کا اتحاد مستحکم ہوگا ظاہر ہے اسی قدر یہ دینی رشتہ مضبوط اور مربوط ہونے کے باعث سیاسی و اقتصادی اور بین الاقوامی معاملات میں زیادہ موثر و کامیاب ہوگا۔ ہم عمائدین کانفرنس اسلامی سربراہان کو بطور خاص اس امر کی جانب توجہ دلانے پر مجبور محسوس کرتے ہیں کہ اس نے جب یہ قدم مظلوم و محروم طبقہ مسلمانان عالم کے لئے اٹھایا ہے تو اب وقت ہے کہ وہ اپنے لائحہ عمل کو ایسا وسیع کرے کہ اس کے دائرہ میں مسلمان اقوام سے ایمان و عمل میں اضافہ کرنے کی صورت بھی پیدا ہو۔

بھارت کا حالیہ ایٹم بم کا دھماکہ بھی عالم اسلام کے لئے ایک نئے فکر و عمل کی دعوت دیتا ہے، جو قوم طاقت کی دلیل کی قائل ہو حالانکہ دنیا میں وہ انصاف اور امن کی پرچارک ہونے کی مدعی ہو اس کا مقابلہ اسی کے اپنے ہتھیاروں اور ہتھیاروں کے مطابق ہی ممکن ہے۔ ایٹم بم کا دھماکہ صرف پاکستان کو مرعوب کرنے کے لئے ہی نہیں بلکہ جملہ عالم اسلام کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے۔ اب جبکہ اسلامی دنیا پر دجال اور اس کے چیلے چانٹوں کی اصل ذہنیت آشکارا ہو چکی ہے بھارت کے اس چیلنج کو عملاً قبول کرنا کچھ بھی مشکل امر نہیں۔ جس طرح پہلے دور میں اسلام نے مظلوم و محروم اقوام کو نجات دلائی تھی اور ظالموں کا قلع قمع کیا تھا، خدا تعالیٰ کی مشیت پھر یہ ہے کہ **نشاۃ ثانیہ** میں ایک بار پھر اسلام کے ہاتھوں دنیا کو نجات حاصل ہو اور جملہ مظلوم و محروم کو بلا تفریق نسل و دین آزادی ضمیر اور حقوق انسانی حاصل ہوں۔ اسلامی سیکرٹریٹ کا جو اجلاس کوالالمپور میں ہونے والا ہے بھارت کے ایٹم بم کو اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی اس کانفرنس میں سرفہرست پیش ہونا ضروری ہے تاکہ اس کے عملی جواب کی جلد از جلد کوئی صورت تجویز کی جائے۔ (ا - ب)

عید میلاد النبیؐ کی تقریب پر جلسہ

سرینگر - ۷ راپریل - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر کی سرکردگی میں جلسہ عید میلاد النبیؐ احمدیہ مسجد تلاون پورہ میں زیر صدارت حاجی شیخ عبدالصمد صاحب بعد نماز شام منعقد ہوا۔ مولوی فاروقی صاحب نے تلاوت قرآن پاک کی۔ بشیر احمد صاحب نے فارسی زبان میں ایک نعت پڑھی۔ ڈاکٹر خورشید عالم ترابی صاحب نے سیرت پاک کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے مسلمانوں کو حضور رسول مقبول صلعم کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی تلقین فرمائی۔ اسداللہ میرانی صاحب نے ایک نظم خوش الحانی سے سنائی۔ اس کے بعد ڈاکٹر عزیز احمد صاحب نے سیرت پاک پر ایک دلنشین اور موثر تقریر کی کہ سب جھوم اٹھے۔ آپ نے حضورؐ کی پاک تعلیمات کو دوسرے مذاہب کی تعلیمات سے موازنہ کرکے اسلام اور بانئے اسلامؐ کی برتری اور فوقیت ثابت کی اور مجددان اسلام کی ضرورت و کام پر روشنی ڈالتے ہوئے مجدد صدی چہاردہم کی خدمات اسلامیہ کا ذکر خیر کیا۔ ماسٹر عبدالرشید ارشاد نے کشمیری زبان میں اپنی نظم سنائی۔ مسٹر عزیز کاشمیری نے دنیا کا تاریخی نبی کے موضوع پر ایک مقالہ پڑھا۔ ریاض احمد صاحب نے مسلمانوں کے احساس خفتہ کو جھنجھوڑا اور انہیں تعلیمات اسلامیہ پر چلنے کی تلقین کی۔ آخر میں جناب شیخ عبدالصمد صاحب کے صدارتی ارشادات کے ساتھ جلسہ رات کے دس بجے برخواست ہوا۔ (بشکریہ اخبار "روشنی" سرینگر ۱۲ اپریل ۱۹۷۴ء)

جماعت احمدیہ پشاور کا سالانہ جلسہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (شاخ پشاور) کے زیر اہتمام جماعت احمدیہ کا سالانہ اجتماع ۲ جون ۱۹۷۴ء کو بروز اتوار مسجد احمدیہ جہانگیر پورہ، پشاور شہر میں ہوگا۔ جس میں قرآن و سنت پر تقاریر ہوں گی اور علمائے کرام تبلیغی مساعی پر روشنی ڈالیں گے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اس دینی اجتماع میں خود بھی شرکت فرمائیں اور دوستوں کو بھی ہمراہ لائیں۔

(الداعی: منیر احمد راج - سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پشاور شہر)

(قرآن مجید) ... تباہی قرآن مجید کی صداقت پر ایک بلاواسطہ نشانی تھی۔

پھر قرآن مجید اپنا نام "ذکر" رکھتا ہے یعنی بلند کرنے والا۔ الحجر آیت ۹:-

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

یعنی بے شک ہم نے ہی اس "ذکر" کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہ قرآنی پیشگوئیوں میں سے ایک ہے جس کا پورا ہونا "ہمیشہ کے لئے رہے گا" ایک ناقابل تردید ثبوت قرآن مجید کی صداقت کا۔ اس میں صرف الفاظ کے ناقابل تحریف ہونے کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور بعد میں اسے عمومیت دے دی گئی ہے کہ قرآن مجید ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے گا خواہ کتنی بھی کوشش اسے تباہ کرنے یا اس کی تحریف کرنے کے لئے کی جائے۔ اس پیشگوئی کا پورا ہونا اتنا واضح ہے کہ سر ولیم میور جیسا دشمن نقاد بھی مجبوراً لکھتا ہے:-

"غالباً دنیا میں اور کوئی کتاب نہیں جو ۱۲ صدیوں تک اتنے صحیح متن کے ساتھ باقی ہے"۔ زمانہ حال میں ڈاکٹر انگلستان کی کوشش کہ قرآن کریم کو محرف ثابت کرے (تو بالآخر) ناکامی پر منتج ہوئی ہے۔ بلکہ اس کے ان انکشافات نے اس مسئلہ کو ہمیشہ کے لئے سرد خانے کی نذر کر دیا ہے۔ تمام عالم اسلام میں ایک نسخہ بھی قرآن حکیم کا ایسا نہیں جس میں مستند نسخہ سے ایک شوشہ بھی مختلف ہو۔ کیا ہی معجزہ ہے کہ قرآن مجید طاقتور دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رہا ہے بلکہ ہر قسم کی تحریف سے بھی محفوظ و مامون رہا ہے۔

تو گویا نہ صرف یہ کہ قرآن مجید نے مسلمانوں کو بلند کر دیا ہے بلکہ خود بھی سب کتب میں اس کا مقام بلند ترین ہے۔

پھر قرآن مجید نے اپنا نام "النور" بتایا ہے۔ الاعراف۔ آیت ۱۵۷:-

...... فالذین امنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ - اولئک ھم المفلحون۔

پس وہ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں اس "نور" کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی ہیں جو کامیاب ہوں گے۔

پس یہ پیشگوئی ہے اس نام (نور) میں کہ تاریکی آخرکار روئے زمین سے بھگا دی جاوے گی۔

پھر قرآن کریم اپنا نام "الحق" بتاتا ہے۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۸۱:-

وقل جاء الحق وزھق الباطل۔

اور کہہ دو کہ "حق" آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔

یعنی آخرکار اس کی صداقت لوگوں کے قلوب پر چھا جائے گی اور باطل بھاگ جائے گا اور صاحب علم کے لئے یہ پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی اور ہو رہی ہے اس کے سامنے باطل بھاگتا رہا ہے۔ اس زمانے کے امام حضرت مسیح موعودؒ نے ڈنکے کی چوٹ اس کو ثابت کر دیا کہ قرآن مجید "حق" ہے اور باقی سب باطل مذاہب اس کے سامنے گرد و غبار کی طرح اڑ گئے۔ جلسہ مذاہب نے مقابلہ سے اس بات کو ثابت کر دیا۔

پھر اپنے آپ کو "ھدیٰ" فرماتا ہے یعنی مجسم ہدایت۔ الجن۔ آیت ۱۳:-

وانا لما سمعنا الھدیٰ امنا بہ۔

اور بے شک جب ہم نے اس "ھدیٰ" کو سنا تو ہم ایمان لے آئے۔ توریت کی بابت لکھا ہے کہ فیہ ھدی ونور کہ اس میں ہدایت اور نور بھی ہے۔ لیکن قرآن مجید کو سراسر نور اور ہدایت کا نام دیا گیا ہے۔

تقریب سعید

اتوار ۱۲ مئی کو جناب بشیر احمد صاحب بی۔ایس سی ولد محمد ابراہیم خان صاحب کی شادی خانہ آبادی جناب شیخ شریف احمد صاحب کی صاحبزادی سے بخیر و خوبی انجام پائی۔ دعوت ولیمہ میں احباب سلسلہ و دیگر اکابرین شہر نے شرکت کی۔ جناب بشیر احمد صاحب نے اس خوشی میں مبلغ -/۲۵ (پچیس روپے) اشاعت اسلام کیلئے دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔ خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس شادی کو بابرکت بنائے اور میاں بیوی کا جو مقدس رشتہ ان کے درمیان قائم ہوا ہے تا زندگی قائم رہے۔ آمین ثم آمین۔ خیر اندیش منیر احمد راج

جناب سیّد ابو موسیٰ عشتری

حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ

دنیا کی ساری اُمتوں سے افضل اُمتِ محمدیہ ہے ۔ کنتم خیر امۃ ... الخ
اُمتِ محمدیہ میں سب سے افضل صحابۂ کرام ہیں جو اس آیت کے مخاطب اوّل ہیں صحابہ کرام میں سب سے افضل وہ صحابہ ہیں جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے ۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ط اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا ط وکلا وعد اللہ الحسنیٰ .... (الحدید: ۱۰)

(فتح مکہ سے پہلے جس نے انفاق اور قتال کیا وہ بعد والے کے برابر نہیں ۔ وہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح انفاق یا قتال کیا ۔ (ان دونوں گروہوں میں سے) ہر ایک سے اللہ نے حُسنیٰ کا وعدہ کیا ہے ......)

فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والے صحابہ میں سب سے افضل وہ صحابہ ہیں جنہوں نے بیعتِ رضواں کی اور اللہ تبارک نے اپنی رضا کا پروانہ انہیں بخشا ۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ....
(اللہ ان تمام مؤمنین سے راضی ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے (اے رسولؐ) تمہاری بیعت کر رہے تھے ....) یہ چودہ سو مہاجرین و انصار تھے اور خیبر کی جنگ میں صرف انہی کو شریک کیا گیا تھا ۔

بیعتِ رضواں کرنے والوں میں افضل افراد وہ ہیں جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ .... (جن مہاجرین و انصار نے سبقت و اوّلیت حاصل کی اور (وہ مہاجرین و انصار) جنہوں نے عمدگی کے ساتھ ان کی پیروی کی ، ان سب سے اللہ راضی ہے اور وہ سب اللہ سے راضی ہیں ......)

ان سابقین اوّلین میں سب سے افضل خلفائے راشدین ہیں علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین (حدیث) یعنی تم میری اور خلفائے راشدین کی سُنت پر چلو ۔

اور ان خلفائے راشدین میں سب سے افضل خلیفۂ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق صلوات اللہ علیہ ہیں جن کی افضلیت کلّی کو حضورؐ نے بار بار حکم دے کر منصوص فرما دیا کہ مروا ابابکر فلیصلّ بالناس (ابو بکرؓ سے کہو کہ میری جگہ وہی امامت کرائیں)

غرض افضل ثم افضل کی ترتیب یوں ہوئی :-
(۱) ابو بکر صدیقؓ (۲) خلفائے راشدینؓ (۳) مہاجرین و انصار سابقین الاوّلینؓ (۴) مبائعین رضوانؓ (۵) قبل از فتح کے اہلِ ایمان (۶) بعد از فتح کے اہلِ اسلام (۷) عام صحابہ (۸) جمیع صلحائے اُمتِ محمدیہ

سیدنا ابو سفیانؓ صخر بن حرب اموی قرشی کا شمار ۶ میں آتا ہے کیونکہ یہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے ہیں ۔ اور ہمارا آپ کا شمار ۸ میں ہے ۔ ۶ کے اہلِ اسلام کے لئے خدائی وعدۂ حسنیٰ موجود ہے وکلا وعد اللہ الحسنیٰ اور ہمارے لئے کوئی وعدہ منصوص نہیں ۔ ہاں عام وعدہ انعام تو ہر فردِ اُمت کے لئے جو ایمان و عمل صالح کے ساتھ مشروط ہے ۔

۵ فتح سے پہلے انفاق و قتال کرنے والوں کی افضلیت نص قرآنی سے ثابت ہے اس لئے یہ تصور کرنا بھی کفر ہے کہ غزواتِ نبویؐ کے شرکاء ــ غازی ہوں یا شہید ــ کا درجہ وہ لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو فتح مکہ کے بعد کسی جنگ میں غازی یا شہید ہوئے ہوں ۔

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور ان کا شمار انہی میں ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ حسنیٰ کیا ہے (وکلا وعد اللہ الحسنیٰ) ان کا درجہ یقیناً وہ نہیں جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والوں کا ہے لیکن پہلے درجے کے مؤمن بھی نہیں ، جن پر طعن کرنا کار ثواب سمجھ لیا جائے ۔ یہ بہر حال صحابی ہیں ہر مسلمان کے لئے واجب التعظیم ہیں ۔ اسلام لانے کے بعد وہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو اسلام قبول کرنے سے پہلے ظہور میں آئے ہوں ۔ (الاسلام یھدم ...... ما کان قبلہ) غزوۂ بدر میں اہلِ اسلام سے لڑنے کے لئے آنحضورؐ کے چچا عباسؓ بھی آئے تھے ۔ حضرت علی رضؓ کے بڑے بھائی بھی آئے تھے ، لیکن جب یہ اسلام لے آئے تو اب یہ واجب التعظیم ہو گئے (ان پر زبانِ طعن دراز کرنا) کوئی کارِ ثواب نہیں ۔ حضرت علیؓ کی بڑی بہن اُم ہانی رضؓ بھی فتح مکہ کے بعد اسلام لائی تھیں ، ان کا شوہر ہُبیرہ آنحضورؐ کی دشمنی کرتا رہا ۔ فتح کے وقت بھاگ کر نجران چلا گیا اور وہیں بحالتِ کفر مر گیا ۔ جناب اُم ہانی رضؓ بھی اسلام دشمنی میں مائل نہ ہوئیں ۔ فتح مکہ تک کفر پر قائم رہیں لیکن جب فتح کے بعد اسلام قبول کر لیا تو اب وہ ہر مسلمان کے لئے واجب الاحترام ہو گئیں ۔

فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں کے متعلق یہ گمان کرنا صحیح نہیں چونکہ رسماً یا خوف سے یا تقیہ کر کے یا کسی لالچ سے ایمان لے آئے تھے ان کا اسلام ناقابلِ اعتبار ہے ۔ اس گمان کے باطل ہونے ...... کی دلیلیں :

(۱) رسماً ہر اس مسلمان کا اسلام ہوتا ہے جو کسی مسلمان گھر میں پیدا ہوا اس کا فیصلہ کہ یہ محض رسمی اسلام ہے یا واقعی اسلام ہے ، بعد کے واقعات ہیں ۔ سیدہ عائشہ علیہا السلام مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئی تھیں ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ حضرت حسن رضؓ حضرت حسین رضؓ بلکہ سارے مدنی تعداد صحابہ و اولادِ صحابہ کی پیدائش مسلمان گھرانے ہی میں ہوئی تھی ۔ طفلی میں ان سب کا اسلام رسمی ہی اسلام تھا ۔ ان لوگوں نے نہ دورِ جاہلیت دیکھا نہ اہلِ جاہلیت سے کوئی مقابلہ کیا لیکن ان سب کی پختہ ایمانی کا فیصلہ بعد کی زندگی سے ہوتا ہے ۔ ابتدائی رسمی اسلام سے نہیں ہوتا ۔ اسی طرح اگر کوئی ڈر سے اسلام لاتا ہے تو اس کا فیصلہ بھی آئندہ طرزِ عمل سے ہی ہوگا .... اور بالکل اسی طرح اگر تقیہ کر کے کوئی اسلام لے آتا ہے تو اس کا فیصلہ بھی مستقبل ہی کرے گا ۔ اور یہی شکل کسی لالچ سے اسلام لانے کی ہے ۔

(۲) بعد فتح اسلام لانے والوں میں ہر ایک کے متعلق یہ گمان درست نہیں کہ خوف یا طمع یا دباؤ سے یا رسماً ایمان لے آیا ہوگا اور بعد میں پکا مسلمان بن گیا ہوگا ان نو مسلموں میں ایسے بھی ہوں گے جن پر اسلام کی صداقت فتح مکہ کے بعد ہی ظاہر ہوئی ہوگی ۔ سیدنا ابو سفیان رضؓ کا شمار انہی لوگوں میں ہے ۔

ابھی دس ہزار کا اسلامی لشکر جرار مرالظہران میں فروکش تھا کہ حضرت عباسؓ جناب ابو سفیان کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ حضورؐ نے پوچھا ابو سفیان کیا اب بھی تمہیں اس میں کوئی شک ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر اللّٰہ کے سوا کوئی اِلٰہ ہوتا تو اس وقت ضرور ہماری مدد کرتا ۔ حضورؐ نے پوچھا : کیا تمہیں اب بھی اس میں شک ہے کہ میں اللّٰہ کا رسول ہوں ؟ کہا ہاں اس میں تو ابھی کچھ شک ہے ۔

ذرا فہم اور غور سے کام لیجئے ۔ ابو سفیان دس ہزار ننگی تلواروں میں گھرے ہوئے ہیں ۔ ایک اشارے پر ان کی بوٹیاں اڑائی جا سکتی ہیں لیکن وہ کوئی تقیہ نہیں کرتا ۔ وہی کچھ کہتا ہے جو اس کے دل میں ہے ۔ توحید کا اقرار کر لیا مگر رسالت کے اقرار میں جو تامل تھا اسے بھی بے خوف ہو کر ظاہر کر دیا ۔ کون ذی فہم یہ کہہ سکتا ہے کہ ابو سفیان کسی دباؤ ، خوف یا لالچ سے رسماً یا تقیۃً مسلمان ہوئے تھے ؟ حضورؐ کی بصیرت نے یہ پورا پورا اندازہ کر لیا تھا کہ جو شخص آج لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہو گیا وہ کل محمد رسول اللہ کا بھی قائل ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ اس میں جناب ابو سفیانؓ کو ایک منفرد شرف اور امتیازی خصوصیت بھی حاصل ہے کہ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہونے سے پہلے خونریزی سے اجتناب کرنے ...

---

۱ یہاں الائمۃ من قریش کو نظر انداز نہ کیجئے ۔

نے بہت سی ہدایات دیں ان میں ایک ہدایت یہ بھی کہ :—

جو کعبے میں داخل ہو جائے اسے پناہ اور جو ابوسفیان کے گھر کے اندر داخل ہو جائے اسے بھی پناہ حاصل ہوگی ۔

اللہ اکبر ! کس کے گھر کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ وہ کعبے کی طرح دارالامان اور پناہ گاہ بن جائے ؟

حضرت ابوسفیانؓ کو ایک بڑا شرف یہ بھی حاصل ہے کہ آپ کی صاحبزادی سیدہ ام حبیبہؓ ام المومنین ہیں اور اولین السابقون میں ہیں ۔ مہاجرہ حبشہ بھی ہیں مہاجرہ مدینہ بھی ۔ اسلام لانے میں اس وقت سبقت کی جبکہ ماں اور باپ دونوں شدید دشمن اسلام تھے ۔ ان کی ایمانی پختگی کا اندازہ اس واقعے سے نمایاں ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جب جناب ابوسفیانؓ معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینے آئے تو پہلے اپنی صاحبزادی سیدہ ام حبیبہؓ کے پاس گئے ۔ انہوں نے اپنے باپ کو آتے دیکھا تو جلدی سے آنحضورؐ کے بستر کو لپیٹ کر الگ رکھ دیا ۔ جناب ابوسفیان نے پوچھا کہ تم مجھے اس بستر سے دور رکھنا چاہتی ہو یا اس بستر کو مجھ سے ؟ فرمایا : پدر بزرگوار ! آپ ابھی مشرک ہیں اس لئے اس لائق نہیں کہ رسول اللہ کے بستر پر بیٹھیں ۔ ابوسفیان بولے : تیرا دماغ یہاں آکر پھر گیا ہے ۔ ام المومنینؓ نے جواب دیا : دماغ تو آپ لوگوں کا چلا ہوا ہے کہ انسان ہو کر پتھر کے بے جان بتوں کی پرستش کرتے ہیں ۔ امہات المومنینؓ میں کون ہے جس نے اپنے کافر باپ سے ایسی جرأت کی گفتگو کی ہو یا ایسا ایمان افروز برتاؤ کیا ہو کہ بستر رسولؐ پر بیٹھنے نہ دیا ہو ؟

یہاں یہ حقیقت فراموش نہیں کی جا سکتی کہ خاندان ابوسفیانؓ یعنی بنو امیہ کی ایک خاتون کو اولیت فی الاسلام کے علاوہ ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا اور کسی ہاشمی خاتون کو یہ شرف حاصل نہ ہوا ۔ اس کا ایک موقع آیا تھا یعنی حضورؐ نے ہند (ام ہانی) بنت ابی طالب کو قبل از نبوت پیغام نکاح دیا تھا لیکن باپ (ابوطالب) نے صاف انکار کر دیا اور ایک مخزومی ہبیرہ بن وہب سے بیاہ دیا جو فتح مکہ کے بعد بھی ایمان نہ لایا اور بھاگ کر نجران پہنچا اور وہیں حالت کفر و شرک میں مرگیا ۔ اور ہند (ام ہانی) نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کر لیا ۔ اس لئے ابوسفیان کی بیٹی ابوطالب کی بیٹی سے لاکھوں درجے افضل ہے ۔

حضرت ابوسفیانؓ کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہے کہ اگرچہ ابوجہل کے بعد یہ فتح مکہ تک تمام کفار قریش کے قائد رہے اور ہر اسلام دشمنی کے ہیرو بنے رہے لیکن ان کے صاحبزادے حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کبھی جنگ میں کبھی مسلمانوں کے خلاف نہ لڑے ۔

جناب ابوسفیانؓ کے دوسرے صاحبزادے حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ ہیں جو اسلام لانے کے بعد ہمیشہ پیش پیش رہے ۔ بڑے بڑے عہدوں پر خلافت راشدہ میں فائز رہے بڑی بڑی جنگوں میں فاتح کمانڈر کا کردار ادا کیا ۔

حضرت ابوسفیانؓ کے خاندان (بنو امیہ) کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہوا کہ ان کے ایک فرد (سیدنا عثمان غنیؓ) حضورؐ کے دوہرے داماد ہوئے ۔ حضورؐ کی تین صاحبزادیاں اموی خاندان میں اور صرف ایک صاحبزادی ہاشمی خاندان میں بیاہی گئی ۔ اور دوسرا شرف یہ حاصل ہے کہ اس وقت نبی کی زندگی میں صرف تین ہاشمی (حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت حمزہ) اسلام لائے تھے اس وقت بنو امیہ کے بارہ مرد و زن ایمان لا چکے تھے ۔ عثمانؓ بن عفانؓ ۔ ام حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ ۔ خالدؓ بن سعید ۔ عمروؓ بن سعید ۔ عبداللہؓ بن سعید ۔ سعیدؓ بن سعید ۔ ابو حذیفہؓ بن عتبہ ۔ شمرہؓ بن حبیب ۔ اروی بنت کریز ۔ صفیہؓ بنت ربیعہ ۔ ام کلثومؓ بنت عقبہ ، ہند بنت ولید ۔ ان میں کئی بدری صحابی ہیں اور کئی ایک کو حضورؐ نے مختلف علاقوں کا والی بنایا ۔ ایک دو کے سوا حضورؐ نے کسی ہاشمی کو کوئی عہدہ نہ دیا ۔ زیادہ تر عہدے بنو امیہ ہی کو دیئے اور یہ ان کی انتظامی صلاحیتوں اور سیاسی بصیرت کی وجہ سے تھا ۔ خلافت راشدہ میں بھی اسی سنت کی پیروی کی گئی ۔

حضرت ابوسفیانؓ کی قائدانہ صلاحیت کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ بدر میں ابوجہل کے مارے جانے کے بعد فتح مکہ تک پورے قریش مکہ کے یہی واحد قائد رہے

حضورؐ کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ "اگر آپ خلافت کے لئے تیار ہوں تو میں یہ پورا میدان لشکر سے بھر دوں گا ۔ یہ دعوے کوئی بڑا آدمی ہی کر سکتا تھا لیکن حضرت علیؓ راضی نہ ہوئے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں نماز ادا کر کے آنحضرتؐ کے منشاء سے واقف ہو چکے تھے ۔

جناب ابوسفیان کی فراست کا اندازہ کرنے کے لئے صرف ایک واقعہ کافی ہے ہجرت نبویؐ کے پہلے دوسرے سال چالیس آدمیوں کا تجارتی قافلہ انہی کی قیادت میں شام سے روانہ ہوا ۔ مال و اسباب اونٹ لدے ہوئے تھے ۔ راستہ مدینے سے ہو کر جاتا تھا ۔ ان کو شبہ ہوا کہ کہیں اہل اسلام اس تجارتی قافلے پر حملہ آور نہ ہوں ۔ مدینے سے کچھ فاصلے پر جناب ابوسفیان نے معلوم کرنا شروع کیا کہ ادھر سراغ لینے کے لئے مسلمانوں کی کوئی جماعت تو نہیں آئی تھی ۔ کسی نے انہیں بتایا کہ دو نامعلوم عرب ادھر آئے تھے جن کے اونٹ سامنے کے ٹیلے کے پاس رکے تھے ۔ ابوسفیان اس ٹیلے کے پاس گئے ۔ وہاں اونٹ کی مینگنیاں پڑی تھیں ۔ انہوں نے چند مینگنیوں کو توڑا تو اس میں سے کھجور کی گٹھلیوں کے ٹکڑے نظر آئے ۔ جناب ابوسفیانؓ نے فوراً کہا ، بخدا یہاں اصحاب محمدؐ ہمارا سراغ لینے کے لئے آ چکے ہیں ۔ کیونکہ گٹھلیوں کے چارے کا رواج اہل مدینہ میں ہے ۔ بس انہوں نے فوراً اپنے قافلے کا رخ عام راستے سے ہٹا کر سمندر کے کنارے کی طرف موڑ دیا اور قافلہ صحیح سلامت مکے پہنچ گیا ۔

سیدنا ابوسفیانؓ اسلام لانے کے بعد کس درجے کے پکے مسلمان ہو گئے تھے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ غزوۂ حنین میں یہ حضورؐ کے ساتھ دشمنوں سے لڑ رہے تھے کہ دشمن کے تیر سے ان کی ایک آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا ۔ حضرت ابوسفیانؓ اسی طرح ہاتھ میں ڈھیلا لئے حضورؐ کے پاس آئے ۔ تکلیف شدید تھی ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ : اے سفیان اگر تم چاہو تو میں اس ڈھیلے کو اندر رکھ کر دعا کروں اور آنکھ ٹھیک ہو جائے اور اگر اسے یوں ہی رہنے دو ، تو آخرت میں اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر آنکھ عطا کرے گا سیدنا ابوسفیان نے آنکھ کا وہ ڈھیلا باہر پھینک دیا اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ ! مجھے آخرت کی بہتر آنکھ منظور ہے ۔"

دیکھنے میں یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن جناب ابوسفیانؓ کی ایمانی پختگی کا اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے انہیں حضورؐ کے ارشاد پر اور آخرت پر پختہ یقین تھا ، اس کا اندازہ ہر صاحب ایمان کر سکتا ہے ۔ آج کا بڑے سے بڑا ولی و قطب بھی یہ ایمانی پختگی نہیں لا سکتا ۔ آنحضورؐ کا یہ تو کمال ہے جس کی تاریخ عالم میں کوئی مثال نہیں یعنی جو شخص اکیس سال تک دشمنی کرتا رہا اسے اپنا ایسا فدائی بنایا ۔ اس کے گھر کو کعبۃ اللہ کی طرح مامن و پناہ گاہ بنا دیا ۔ حضرت ابوسفیانؓ جتنے پختہ کفر میں تھے اتنے ہی پختہ اسلام لانے کے بعد ایمان میں ہو گئے ۔ آخر سیدنا فاروق اعظم علیہ السلام بھی تو پہلے کفر میں پکے تھے اور حضورؐ کو قتل کرنے نکلے تھے لیکن جب اسلام لائے تو ایسی ایمانی پختگی حاصل کی کہ اپنے سے پہلے ایمان لانے والوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ۔

حضرت سیدنا ابوسفیانؓ غزوۂ یرموک میں بھی شریک تھے اور اب اس میں آپ کی دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی ۔

جناب ابوسفیانؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ان کی زوجہ ہند بنت عتبہ بھی فتح مکہ کے بعد اسلام لے آئی تھیں ۔ جب تک غلط فہمی میں تھیں کفر پر قائم رہیں لیکن اسلام لانے کے بعد یہ خوش دامن رسولؐ اپنے گھر گئیں اور اپنے بت کو اپنے ہاتھوں سے یہ فرما کر توڑا کہ : کمبخت تو ہی نے اب تک مجھے غلط فہمی میں ڈالے رکھا ۔

ذرا یہاں غور فرمائیے کہ بنو ثقیف جب اسلام لائے تو اپنی دیوی کو خود توڑنے کی جرأت نہ کر سکے اور حضورؐ نے ایک جماعت اسے توڑنے کے لئے بھیجی لیکن ہند بنت عتبہ کی کایا اسلام لاتے ہی ایسی پلٹ گئی کہ اپنے معبود باطل کو اپنے ہاتھوں سے توڑنے میں ذرا بھی تامل نہ کیا ۔ یہ تھا فیض صحبت نبویؐ کا عمیق اثر جو زوجۂ ابوسفیانؓ پر پڑا اور دفعتہً ایک تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ گئیں ۔

سیدنا ابوسفیانؓ کا ایک بڑا شرف یہ ہے کہ (سیدنا حسنؓ کے بعد) اسلامی حکومت انہی کے خاندان میں آئی ۔ آپ کے صاحبزادے امیر المومنین سیدنا معاویہؓ نے جیسے اعلیٰ درجہ کی فرمانروائی کی وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی ۔ پورے ملک میں امن و امان

رہا۔ فتوحات میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ ہر فتنہ خاموش ہو گیا۔ کوئی بھی کان لگانے والا نہ رہا۔ عطیات کی ایسی فراوانی تھی جس کی مثال نہیں ملتی۔ ازواج مطہرات، ہاشمی و غیر ہاشمی صحابہؓ سب ان سے فیض یاب ہوتے رہے۔ ان کا حلم و بردباری آج تک ضرب المثل ہے اور انہی کے عہد میں بقیادت امیر یزید پہلا بحری بیڑا قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا۔ اس لشکر میں جناب عبداللہ بن عباسؓ جناب عبداللہ بن عمرؓ جناب حسین بن علیؓ جناب ابو ایوب انصاریؓ (میزبان رسول) وغیرہ تھے۔ یہ صحابہؓ و تابعین امیر یزید کی امامت میں نمازیں پڑھتے اور جہاد کرتے رہے اور یہی وہ لشکر تھا جس کے متعلق (حسب روایت صحیح بخاری) آنحضورؐ نے مغفرت کی بشارت دی تھی۔

دراصل ہم لوگ کسی کو پرکھنے کے لئے ہمیشہ نیچی سطح پر اتر کر دیکھنے کے عادی ہیں۔ صحیح زاویہ نظر سے، صحیح عینک لگا کر ہمیں دیکھنا چاہیئے ہمیں ہر صحابی کو "بالنسبۃ الی الرسول" دیکھنا چاہیئے نہ کہ "بالنسبۃ الی المعاصرین"۔ یہاں محی الدین ابن عربی کا ایک واقعہ بڑا سبق آموز ہے۔ کوئی بزرگ تھے جو ابن عربی کے پیر و مرشد کے مخالف تھے جس کا قدرتی نتیجہ تھا کہ ابن عربی کو ان بزرگ سے نفرت تھی اور وہ ان کو اچھے الفاظ سے یاد نہ کرتے تھے۔ ایک دن ابن عربی نے رسول عربیؐ کو خواب میں دیکھا۔ حضورؐ نے پوچھا تم فلاں کو برا بھلا کیوں کہتے ہو؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ میرے پیر و مرشد کو برا بھلا کہتے ہیں اس لئے مجھے ان سے نفرت ہے اور میں ان کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرتا۔ فرمایا: وہ صاحب میرے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ حضورؐ کی مدح میں ایسے ہی رطب اللسان ہیں جیسے میں یا میرے مرشد اور دوسرے سچے مسلمان۔ فرمایا: جو شخص تمہارے پیر کو برا کہے تو تم برا جانتے ہو لیکن جو مجھے اچھا کہے کہ میری تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے اسے تم نہ اچھا کہتے ہو نہ اچھا جانتے ہو۔ گویا تمہاری نظروں میں تمہارے پیر میرے مقابلہ میں زیادہ قابل ترجیح ہیں۔ ابن عربی جب بیدار ہوئے تو فوراً ان بزرگ کے پاس پہنچکر معافی مانگی۔

اس حکایت میں۔ خواہ یہ تمثیلی داستان کیوں نہ ہو۔ بڑے اسباق ہیں۔ زاویہ نظر ہمیشہ صحیح اور بلند رکھنا چاہیئے۔ پست زاویہ نظر سے دوسرا بھی پست نظر آتا ہے۔ عیب جوئی کی عینک سے ہر ایک شئے عیب دار نظر آتی ہے اور یہ دراصل اپنی پست فطرتی اور کوتاہ نظری کی دلیل ہوتی ہے۔ کسی صحابی کو دیکھنے کے لئے وہ عینک لگانی چاہیئے جو رسولؐ سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن ہم وہ عینک لگاتے ہیں جو معاصرین سے شروع ہوتی ہے۔ اگر کسی کے والدین میں باہمی رنجش کا ظہور ہو بھی ہو تو اولاد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ماں کا ساتھ دیکر باپ کو گالیاں دینے لگے یا باپ کی طرفداری کر کے ماں کو کوسنے لگے۔ سعادتمند اولاد دونوں کا ادب و احترام کریگی۔ دونوں کی باہمی تلخیوں کو دور کرے گی۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی جنگ ہو یا حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی تلخ کلامیاں ہوں حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کا معاہدہ ہو۔ یا حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اختلاف (بیعت امیر یزید کے بارے میں) ہو۔ کچھ بھی ہو۔ ہمیں اس کا حق نہیں پہنچتا کہ ہم کسی ایک فریق پر طعن و تبرا کو اپنا شعار بنالیں اور اسے کار ثواب سمجھیں۔ فریقین میں ایک افضل اور دوسرا مفضول بھی ہو سکتا ہے اور ہم رتبہ بھی ہو سکتا ہے۔ ہم ان کے حکم نہیں بنائے گئے ہیں جو فیصلہ کرنے بیٹھ جائیں۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ دو فریقوں میں ایک ضرور باطل پر ہو۔ دونوں بھی حق پر ہو سکتے ہیں۔ اور ظاہری اختلافات کے باوجود دونوں ہی نیک نیت ہو سکتے ہیں۔ ہم افضل کو مفضول پر یا اس کے برعکس دلائل کی روشنی میں ترجیح دے کر اپنا ایک خیال تو قائم کر سکتے ہیں لیکن کسی فریق کو مستحق لعن و طعن سمجھنے کا حق نہیں رکھتے۔ صحابہ کرامؓ کے اختلافات صرف رائے کا اختلاف [illegible] ہیں ان میں سے کسی کو حق اور دوسرے کو باطل قرار دینا انتہائی گستاخی اور دیدہ دلیری ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہم دلائل کی روشنی میں ایک کو احق اور دوسرے کو حق کہہ سکتے ہیں لیکن ان کی نیک نیتی میں شبہ کرنا اپنے ایمان کی بربادی کا اعلان ہے۔ اگر حضرت حسینؓ نے بیعت یزید سے انکار کیا ہو تو وہ بھی نیک نیت تھے لیکن اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیعت یزید پر قائم رہے تو وہ بھی اسی طرح نیک نیت تھے جس طرح دوسرے سینکڑوں صحابہ کرامؓ۔ ہم لوگوں کی ساری غلطی یہ ہے کہ ہم یہ نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ اللہ کے حق میں کیسے تھے؟ دیکھتے ہیں یہ آپس میں کیسے تھے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے باہمی اختلافات کو ہماری

تاریخ نے جس طرح بڑھا چڑھا کر حقیقت کو مسخ کر دیا ہے وہ سب سے زیادہ افسوسناک اور قابل تنقید ہے۔ قرآن جن لوگوں کو الاحترام بزرگوں کو "رحماء بینھم" کہتا ہے انہیں ہماری مسخ شدہ تاریخ "اشداء بینھم" بتاتی ہے۔ فرمایئے آپ کسے ترجیح دیں گے؟

پیغام صلح

جناب ابو موسیٰ عشری نے اس موضوع پر لکھ کر ایک عظیم تاریخی الجھاؤ کا ازالہ کیا ہے لیکن ہم اس میں یہ اضافہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ فتح مکہ سے کافی عرصہ پہلے حضرت ابو سفیانؓ کا رجحان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب جنگ احزاب کے بعد مکہ میں قحط پڑا اور ثمامہؓ بن اثال نے مکہ میں غلہ کی ترسیل بند کر دی تو ابو سفیان مدینہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ثمامہ کو پابندی اٹھانے کو فرمایا جائے اور حضور صلعم کے ارشاد سے آپ کے اتنے دشمنوں کو غلہ ملنے لگا، اس واقعہ نے حضرت ابو سفیان کے قلب پر گہرا اثر کیا، پھر صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ابو سفیان نے سکوت سے کام لیا اور اس بات سے متاثر ہوئے کہ آنحضرت صلعم نے آپ کے عزیز حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر مکہ میں بھیجا ہے۔ اور ان کا بدلہ لینے کے لئے موت کی بیعت لی ہے صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں اور قریش کا میل جول بڑھا، ہرقل کے دربار میں جناب ابو سفیانؓ نے مخالفت کے باوجود آنحضرتؐ کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا۔ پھر جب قریش نے بنو خزاعہ پر حملہ کر کے عہدنامہ توڑ دیا تو جناب ابو سفیان نے جنگ کی بجائے صلح کی راہ اختیار کی اور تجدید عہدنامہ کے لئے مدینہ نبوی میں حاضر ہوئے اور اپنی صاحبزادی، آنحضرتؐ کی زوجہ محترمہ ام المومنین ام حبیبہؓ کے ہاں ٹھہرے۔ معلوم ہوتا ہے، کہ ابو سفیان کی قلبی کیفیت بدل چکی تھی، چنانچہ آنحضرت نے تجدید عہدنامہ کی تجویز کی حوصلہ افزائی نہ کی تو مکہ لوٹ آئے۔ لیکن پھر ماہ تک اہل مکہ کو حالات سے آگاہ نہ کیا اور جب آنحضرتؐ نے مکہ پر چڑھائی کی تو ایک شخص بھی مقابلہ پر نہ نکلا، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت ابو سفیانؓ دل سے اسلام کی صداقت قبول کر چکے تھے۔ ورنہ عہدنامہ نہ ہونے کے بعد ابو سفیان جیسے مدبر کی خاموشی ناقابل فہم ہے اور اگر ان کی قلبی کیفیت نہ بدل چکی ہوتی تو ابو سفیان کے لئے ایک عظیم لشکر کا جمع کرنا مشکل کام نہ تھا۔ خاص کر کعبہ کی حفاظت کے نام پر۔ غالباً آنحضرتؐ سے کوئی سمجھوتہ ہو چکا تھا۔ جس کے پیش نظر آپ نے فتح مکہ کے وقت حضرت ابو سفیانؓ کے گھر کو حرم کعبہ کی طرح دارالامان قرار دیدیا ہے اور یہ شرف حضرت عباسؓ یا کسی دوسرے ہاشمی کو بھی نصیب نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ نے ہر دو تمام کے ماتحت جنگ حنین، جنگ طائف اور غزوہ تبوک وغیرہ میں شرکت کی اور جنگ طائف میں اسلام کی راہ میں ایک آنکھ سے محروم ہو گئے۔ اور دوسری آنکھ جنگ یرموک میں کھو بیٹھے، آنحضرت صلعم نے اور پھر سیدنا ابو بکرؓ نے آپ کو نجران اور [illegible] کا عامل مقرر کر دیا۔ جو آنحضرت صلعم اور اکابر صحابہ کی نگاہ میں آپ کی عظمت پر گواہ ہے آپ ہی کے فرزند حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان اور معاویہؓ بن ابی سفیان کی ان کی تابناک اور اعلیٰ کمانڈر صلاحیتوں کی بناء پر حضرات ابو بکرؓ اور عمرؓ نے شام و فلسطین کا گورنر مقرر کیا۔ جو ابو سفیانؓ کی تربیت کا ثمر تھا۔ مدیر

غلطی کی اصلاح

پیغام صلح میں "سیرت النبیؐ کے موضوع پر ایک تحریری مقابلہ" کے عنوان کے تحت جن معزز خواتین کے ناموں کا اعلان بطور جج صاحبان ہوا ہے ان میں محترمہ آپا امۃ الرحمٰن صاحبہ کے نام کے آگے بیگم مولانا عبدالمنان عمر [illegible] لکھا جانا چاہیئے تھا کہ مصری صاحبہ اور محترمہ آپا امۃ [illegible] کے نام کے آگے بنت شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری لکھا جانا چاہیئے تھا۔ ہم اس غلطی کے لئے اپنی ان معزز بہنوں سے معذرت خواہ ہیں۔ قارئین کرام بھی درستی فرمالیں۔ شکریہ

جسارت خانم۔ ۹۳۔ دارالسلام۔ نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

ضرورت رشتہ

احمدی خانہ دار سلیقہ شعار بخوبی واقف ایف اے پاس ۲۱ سالہ دوشیزہ کے رشتہ کے لئے ذیل کے پتہ پر خط و کتابت فرمائیں۔

تنویر احمد۔ ڈائریکٹر [illegible] آفیسر پاکستان فاریسٹ انسٹی ٹیوٹ۔ پشاور

جلد ۶۱ | چہارشنبہ ۔ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ ۔ ۵ جون ۱۹۷۴ء | نمبر ۲۳

سچے ایمان اور تقویٰ کا تحقیقی طریقِ کار

فلسفیانہ موشگافیاں اور فسق و فجور کا عمل انبیاء و ملہمین کا شیوہ نہیں

اگرچہ امورِ ایمانیہ کو از رُوئے عقل و علم صحیح ثابت کیا جا سکتا ہے کیونکہ انسان مکلّف بہ عقل ہی پیدا کیا گیا ہے، نیز روحانی حقائق فطرتِ صحیحہ انسانیہ، قوانینِ قدرت اور سچے علوم کے مطابق اور متوازی واقع ہوئے ہیں، تاہم یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ ظاہری حواس یا دلائل و براہین کے ذریعہ روحانی حقیقتوں اور عالمِ معاد کی جملہ کیفیتوں پر انسانی عقل و علم کلی طور پر احاطہ پا سکتے ہیں۔ دوسرے عالم کے امور پر بذریعہ ایمان، عبادات و ریاضات ہی سے حواسِ باطنی کی بیداری سے عین الیقین یا درجہ کمال معرفت و بصیرت حاصل کیا جا سکنا ممکن ہے۔ پس ایمان کے سچے معنی نہ تو یہ ہیں کہ ہر رطب و یابس اور توہم پرستانہ امر و عقیدہ کو مان لیا جائے، نہ ہی اس کا مفہوم یہ ہے کہ علم ہندسہ یا دیگر علومِ مشہودہ موجودہ کی مانند ظاہری حواس سے انکا ادراکِ تام حاصل ہو جائے بلکہ ایمان یہ ہے کہ عقلی وجوہ اور دلائل و بیّنات کی تائید سے حسنِ ظنِ غالب کے ماتحت ایمانی امور کو مان کر تقوے و نیکی اور پرہیزگاری و خدمتِ خلق کا راستہ اختیار کیا جائے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی مندرجہ ذیل تحریر میں جو آپ کی کتاب سُرمہ چشم آریہ سے اقتباس ہے اسی نکتۂ معرفت کو بیان فرمایا ہے۔ (ڈاکٹر اللہ بخش)۔

معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم پر ہیں (۱) معجزاتِ عقلیہ (۲) معجزاتِ علمیہ (۳) ... (۴) معجزات تصرفات خارجیہ۔ نمبر ۱ و ۲ و ۳ کے معجزات خواص ذاتیہ قرآن میں سے ہیں اور نہایت عالی شان اور بدیہی الثبوت ہیں جن کو ہر ایک زمانہ میں ہر ایک شخص تازہ بتازہ طور پر بشمہ یا ماجرا کی طرح دریافت کر سکتا ہے۔ لیکن نمبر ۴ کے معجزات یعنی تصرفات خارجیہ یہ بیرونی خوارق ہیں جن کو قرآن شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں۔ انہیں میں سے معجزہ شق القمر بھی ہے۔ اصل خوبی اور حسن و جمال قرآن شریف کا پہلے تین قسم کے معجزات سے وابستہ ہے بلکہ ہر ایک کلامِ الٰہی کا یہی نشان اعظم ہے کہ یہ تینوں قسم کے معجزات کسی قدر اس میں پائے جائیں اور قرآن شریف میں تو یہ ہر قسم کے اعجاز ہ اعلےٰ و اکمل و اتم طور پر پائے جاتے ہیں اور اسی کو قرآن شریف اپنے بے مثل و مانند ہونے کے اثبات میں بار بار پیش کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے قل لئن اجتمعت الجن والانس علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القراٰن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ یعنی ان منکرین کو کہہ دے کہ اگر تمام جن و انس یعنی تمام مخلوقات اس بات پر متفق ہو جائے کہ اس قرآن کی کوئی مثل بنانی چاہیئے تو وہ ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہوں گے کہ ایسی ہی کتاب انہیں ظاہری باطنی خوبیوں کی جامع بنا سکیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کی بھی مدد کریں اور پھر دوسرے مقام میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ما فرطنا فی الکتاب من شیئٍ یعنی اس کتاب (قرآن شریف) سے کوئی دینی حقیقت باہر نہیں رہی بلکہ یہ جمیع حقائق و معارف دینیہ پر مشتمل ہے۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئٍ یعنی ہم نے یہ کتاب (قرآن شریف) تمام علومِ ضروریہ پر مشتمل نازل فرمائی ہے اور پھر فرماتا ہے یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ یعنی یہ قرآن شریف وہ پاک اوراق ہیں جن میں تمام آسمانی کتابوں کا مغز اور لب لباب بھرا ہوا ہے اور فرماتا ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔ یعنی اے منکرین اگر تم اس کلام کے بارہ میں جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے کچھ شک میں ہو یعنی اگر تم اس کو خدا کا کلام نہیں سمجھتے اور ایسا کلام بنانا انسانی طاقت کے اندر خیال کرتے ہو تو تم بھی ایک سورت جو انہی ظاہری باطنی کمالات پر مشتمل ہو بنا کر پیش کرو اور اگر تم نہ بنا سکو اور یاد رکھو ہرگز نہیں بنا سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن پتھر (بُت) اور آدمی ہیں یعنی بُت اور مشرک اور نافرمان لوگ ہی اس آگ کے بھڑکنے کا موجب ہو رہے ہیں، اگر دنیا میں بت پرستی و شرک و بے ایمانی و نافرمانی نہ ہوتی تو وہ آگ بھی افروختہ نہ ہوتی تو گویا اس کا ایندھن یہی چیزیں ہیں جو علّت موجبہ اس کے افروختہ ہونے کی ہیں اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ ولو انزلنا ھذا القراٰن علیٰ جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ۔ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون۔ یعنی یہ قرآن جو تم پر اتارا گیا اگر کسی پہاڑ پر اُتارا جاتا تو خشوع اور خوفِ الٰہی سے ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جاتا اور یہ مثالیں ہم اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تا لوگ کلام الٰہی کی عظمت معلوم کرنے کے لئے غور اور...

(باقی بر صفحہ ۱۵ کالم اوّل)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار ؞ اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند ؞ ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمتگزار
میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف ؞ پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار
اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل ؞ میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
جس کو چاہے تخت شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو ؞ جس کو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کر کے خوار
میں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشاں ؞ جس کو تو نے کر دیا ہے قوم و دیں کا افتخار
عزت و ذلت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں ؞ تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے ؞ اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بے قرار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد ؞ کشتیِ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں ؞ میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ ؞ مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح ؞ خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے ؞ ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
اب اسی گلشن میں یارو راحت و آرام ہے ؞ وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
ملتِ احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی بنا ؞ آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار
گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا ؞ جس کی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتارِ یار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے ؞ وہ ہمارا ہو گیا اس کے ہوئے ہم جاں نثار
دشمنو! ہم اس کی رہ میں مر رہے ہیں ہر گھڑی ؞ کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار ہے مجھ میں نہاں ؞ اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار
کیا کروں تعریفِ حسنِ یار کی اور کیا لکھوں ؞ اک ادا سے ہو گیا میں سیلِ نفسِ دوں سے پار
اس قدر عرفاں بڑھا میرا کہ کافر ہو گیا ؞ آنکھ میں اس کی کہ ہے وہ دور تر از صحنِ یار

قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب ؞ وادیِ ظلمت میں کیوں بیٹھے ہو تم لیل و نہار
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم ؞ اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج ؞ جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجامِ کار
اس جہاں میں خواہشِ آسودگی بے سود ہے ؞ اک تری قیدِ محبت ہے جو کر دے رستگار
فقر کی منزل کا ہے اول قدم نفیِ وجود ؞ پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہرِ یار

تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام ؞ اس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار
گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے ؞ فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار
چھٹ گئے شیطان سے جو تھے تیری الفت کے اسیر ؞ جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پائی بہار
عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت ؞ کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بے نظیر ؞ جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار
کون ہے جس کے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق ؞ کون کرتا ہے وفا بن اس کے جس کا دل فگار
غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض ؞ کون دیوانہ بنے اس راہ میں لیل و نہار
کون چھوڑے خواب شیریں کون چھوڑے اکل و شرب ؞ کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار
عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُر خطر ؞ عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغِ آبدار
ابنِ مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے ؞ نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار
مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا ؞ مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر ؞ گو بہت گزرے ہیں دنیا میں امیر و تاجدار
داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عز و جاہ ؞ جس کا جی چاہے کرے اس داغ سے وہ تن فگار
کام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض ؞ گر وہ ذلت سے ہو راضی اس پہ سو عزت نثار
ہم اسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا ؞ چھوڑ کر دنیائے دوں کو ہم نے پایا وہ نگار
جاودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں ؞ گلشنِ دلبر کی رہ ہے وادیِ غربت کے خار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے ؞ ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
پشتیِ دیوارِ دیں اور مامنِ اسلام ہوں ؞ نارسا ہے دستِ دشمن تا بفرقِ ایں جدار
میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی دیکھوں گا سزا ؞ پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روزِ شمار
اس تعصب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پر ؞ ہوں فدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار
میں وہ پانی ہوں کہ اترا آسماں سے وقت پر ؞ میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے ؞ اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار
میں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر ؞ میں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار
مجھ کو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پروا نہیں ؞ ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکمِ کردگار
افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے ؞ پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۵ جون ۱۹۷۴ء

ایمان اور عقل کی حدود

وما کنا لنھتدی لولا ان ھدنا اللّٰہ -- (الاعراف ۴۳)
اگر خدا ہمیں ہدایت نہ دے تو ہم کیونکر ہدایت پا سکتے ہیں۔

ع
کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

"میں تو اس بچہ کی مانند ہوں جو سمندر کے کنارے بیٹھا ہوا اور کبھی کسی خوبصورت کنکر کو پاکر خوش ہو جاتا ہو حالانکہ علم کا سارا سمندر اس کے سامنے تحقیق طلب پڑا ہو۔"

——— (نیوٹن) ———

اس زمانہ میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا انسان اپنی ترقی یافتہ عقل کے ذریعہ فلاح اور ہدایت نہیں پاسکتا؟ کہا یہ جاتا ہے کہ جب انسان نے اپنی عقل و علم سے تسخیر کائنات کے میدان میں حیرت انگیز کارنامے انجام دئیے ہیں تو کیسے یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ مقاصد حیات کو دریافت کرنے اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال کر فلاح یعنی ترقی و خوشحالی کو حاصل کرنے کے وہ قابل نہیں ہوسکتا؟ دراصل اپنی ہستی اور حیثیت اور اپنے علم و عقل پر یہ بے جا ناز و فخر ہی ہے جس نے موجودہ دور میں انسان کو خدا کا منکر اور اپنے اعمال کے نتائج سے بے خبر بنا دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ میں مادی تحقیقات اور تسخیر کائنات میں انسان نے لاجواب اور بے مثل ترقی حاصل کی ہے جس کے باعث اس کے دل میں یہ غرور و تکبر گھر کر گیا ہے کہ اسے اپنی عقل و علم اور مادی ماحول کے ماسوا اور کسی شئے کی ضرورت نہیں۔ نہ خدا پر ایمان لانا ضروری ہے، نہ الہام الٰہی کو ماننے کی حاجت ہے اور نہ ہی اپنے اعمال کی جوابدہی کرنا ہے، ہواؤں اور خلاؤں کو مسخر کرکے اگر ایک طرف وہ چاند پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہے، کون و مکان کے فاصلے سمٹ کر سارا عالم اس وقت ایک شہر کی مانند ہوچکا ہے تو ایٹم کو پھاڑ کر انسان بے انتہا طاقت کا مالک بن گیا ہے۔ لیکن اس وقت سب سے اہم و قابل غور امر یہ ہے کہ ان تسخیر شدہ طاقتوں اور مفبوضہ قوتوں کو انسان کس استعمال میں لانے کا خواہاں ہے؟ آخر اس بات کی کیا وجہ ہے کہ جوں جوں علم و سائنس ترقی پذیر ہو رہے ہیں، ایجادات اور آسائش کے سامانوں میں فراوانی اور بھرمار ہوتی جا رہی ہے، توں توں انفرادی اطمینان قلب اور اجتماعی امن و عافیت کی فضا عنقا ہوتی چلی جا رہی ہے؟ خود مادی ترقی اور خوشحالی کا انحصار بھی اسی امر پر ہے کہ ماحول میں امن و امان ہو اور دلوں میں تسلی و محفوظیت اور اطمینان ہو، مگر ان کی بجائے بے امنی و بے اطمینانی، خوف اور گھبراہٹ، انفرادی اور قومی طور پر بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ آخر سائنسی ترقی، علمی ارتقاء، مادی تسخیر کے یہ نتائج کیوں؟ یہ امر تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ نہ تو موجودہ تہذیب معراج کمال ہے اور نہ ہی مادی تسخیر انسان کو فلاح و ہدایت نصیب کر سکے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ایٹم بم کے خطرہ سے بے امنی اور اس کے استعمال سے انسانی بربادی و تباہی کی راہیں نہ کھلی ہوتیں۔

ایٹم بم کی ایجاد نے اگر ایک طرف انسان کی علمی تحقیق اور مادی تسخیر میں کمال کو ثابت کردیا ہے تو دوسری طرف اس کے دوش بدوش اس امر میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں رہنے دیا کہ انسان کی عقل ناتواں اور اس کا علم نادان ہیں۔ جو مخلوق اپنی ہی ایجاد کو اپنی نسل کی خودکشی کے لئے استعمال کرتی ہو کیا اسے ذی عقل و ذی شعور ہستی کہا جاسکتا ہے؟ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور بیوقوفی و جہالت اور وحشت و بربریت ہوسکتی ہے کہ ایٹم بم کی تخلیق کے باعث ہی اپنی قوم و ملک کی بدحالی و مفلسی خریدی جائے؟

اپنے اعمال سے اپنی تباہی کے سامان پیدا کرنے کا مفہوم پہلے تو یہ تھا کہ اپنی بداعمالی کے باعث افراد و اقوام تباہ و برباد ہو جاتی ہیں لیکن اس سائنس و علم کے "ترقی یافتہ و مہذب" دور نے تو اس مقولہ کو لفظی طور پر بھی سچا ثابت کر دکھلایا ہے۔ انسان ایٹم بم بناتا ہے تاکہ ایک تو اس کے مصارف سے اپنی قوم مفلسی و بیماری کا شکار رہے اور جب باہمی دونو طرف سے اس ہتھیار کا استعمال ہو تو نسلِ انسانی کی عام تباہی ہو جائے۔ کسی قوم کا یہ ہتھیار تیار کرنا اپنی ہمسایہ اقوام کے لئے کھلا چیلنج ہے کہ وہ بھی یہی راہ اختیار کریں اور پھر اس ایٹمی طاقت میں ایک دوسرے سے مسابقت کی راہیں اختیار کریں۔

انسانی فکر و تحقیق کے لئے تدبر کا مقام ہے کہ جس تہذیب نے عالمگیر خودکشی کے طریق بتلائے ہوں وہ کہاں تک انسانی فلاح و بہبود کا دعوےٰ کرنے میں حق بجانب ہے؟ کیا ترقی و خوشحالی کا خلاصہ یہی نکلا کہ چشم زدن میں عالم انسانیت کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے؟ اور جب تک یہ مرحلہ نہیں آتا تب تک تمام مادی ذرائع کو ایٹمی مسابقت میں صرف کرکے اپنے ہی عوام کو بھوک و ننگ کا شکار بنایا جائے؟ پھر ان ہتھیاروں کی موجودگی سے دنیا کے امن و امان کو ہر وقت خطرہ و خوف میں مبتلا کیا جائے؟ خدا ایسی ترقی یافتہ تہذیب اور مادی تسخیر سے بچائے۔ آمین

ایٹم بم کی ایجاد نے جہاں اس مادی تہذیب کے بلند بانگ دعاوی کا بھرم کھول دیا ہے وہاں اس کی ایجاد نے انیسویں صدی کی سائنس کا بھرم بھی طشت از بام کر دیا ہے۔ گذشتہ صدی میں مادہ کو ازلی ابدی اور دائمی و ابدی حیثیت دے دی گئی تھی لیکن ایٹم کی ایجاد اسی بنیاد پر ہے کہ مادہ یا ایٹم فنا پذیر ہے جس کے فنا کرنے یا پھاڑنے سے لاانتہا طاقت حاصل کی جاسکتی ہے۔ مذہب نے تو ابتداء سے ہی اس اصول کی تعلیم دی تھی کہ مادہ فانی و حادث ہے۔ ازلی ابدی نہیں۔ مگر انیسویں صدی سائنس نے اس دینی صداقت تخلیق کائنات کو باطل قرار دیا لیکن بیسویں صدی کی تحقیق نے آخر دینی نظریہ تخلیق کائنات پر مہر صداقت ثبت کردی۔

انسان کا اپنی تباہی کی خاطر عالمگیر مہلک ہتھیاروں کو ایجاد کرکے اس طاقت میں مسابقت اختیار کرنا بھی وہ باطل اصول ہے جو دینی صداقتوں کے بکلی برخلاف و متضاد پڑا ہے دینی نظریہ حیات کے مطابق ایمانی اور اخلاقی میدانوں میں مسابقت اختیار کرنا ہی انسانی فلاح و بہبود کی سچی راہ ہے لیکن مادی نظریہ حیات اس کے برعکس ان اقدار عالیہ کی نفی اور عملی زندگی میں ان کے ترک کر دینے کا نام ہے۔ انیسویں صدی سائنسی نظریہ تخلیق کی فاش غلطی جہاں بیسویں صدی سائنس نے ثابت کردی وہاں اس صدی کے عالمی مہلک ہتھیاروں نے پہلی صدی کے ... مادی نظریہ حیات کے بطلان کو بھی الم نشرح کر دیا ہے اب یہ حقیقت انسان کے سامنے کھل کر آگئی ہے کہ مادی میدان میں محض علمی و سائنسی ترقی نہ صرف انسانی فلاح و بہبود کی منزل تک نہیں پہنچا سکتی بلکہ یہ تباہی و بربادی کی طرف لے جانے کا یقینی ذریعہ ہے۔ اور اگر نسلِ انسانی نے اس کرۂ ارض پر محفوظیت و سکھ کا سانس لینا ہے تو وہ ایمانی و اخلاقی اقدار کی برتری و برقراری سے ہی ممکن ہے۔ جو فلسفۂ حیات انسان کو تباہی و بربادی کی دہلیز پر لا کھڑا کر چکا ہو کیا اسے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں؟

یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب انسان اپنے علم و عقل سے تسخیر کائنات کے ایسے حیرت انگیز کارنامے بجا لاسکتا ہے جیسے بیسویں صدی میں اس سے ظاہر ہوئے ہیں تو پھر کیوں وہ اپنے لئے ہدایت و فلاح کے راستے ڈھونڈنے میں ناکام... ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ تسخیر کائنات کا تعلق بیرونی مادی ماحول سے ہے جہاں انسان کے مشاہدہ و تجربہ کے لئے اس کے ظاہرا حواس اس کی راہنمائی کے لئے کافی ہیں لیکن اپنی ہدایت و فلاح کا تعلق اس کے اپنے باطنی جذبات و خواہشات سے ہے۔ باطنی خواہشات اور جذبات مادی امور نہیں، نہ ہی ظاہری حواس ان کی اصل حقیقت سے کماحقہ واقفیت رکھتے اور ان پر احاطہ و غلبہ پا سکتے ہیں۔ باطن کی تسخیر کے لئے انسان ایک ایسے قانون کا محتاج ہے جو اس نے خود نہ تجویز کیا ہو اور جس پر چلنے کے لئے وہ اپنی عقل و علم کے تابع نہ ہو بلکہ جسے کسی بالاتر ہستی نے جس نے اسے تخلیق کیا ہے اور جو اس کی اندرونی فطرت سے بخوبی علم رکھتی ہے تعلیم کیا ہو۔ نیز اس تعلیم حقہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے اس میں جذبۂ اطاعت و محبت موجود ہو۔ اسے یہ یقین تام حاصل ہو جائے کہ خالقِ فطرت کا ہی یہ کلام ہے جس پر عمل پیرا ہونا اس کے لئے موجب رحمت و برکت ہے۔ پس بیرونی مادی ماحول کا علم حاصل کرنا اور اس کی تسخیر کرلینا اور

چیز ہے اور باطنی تحت الشعور جذبات و نیات پر قبضہ حاصل کرنا کلیتہً امر دیگر ہے۔ ایمانی امور جو خدا تعالےٰ کی ذات اور اس کی صفات نیز نزول کلام الٰہی اور عالم معاد سے متعلق ہیں ان پر انسان اپنے ظاہرا ہو اس کے ذریعہ ایسا یقین تام پیدا نہیں کر سکتا جو اُسے اپنے نفس کی ادنےٰ و رذیل خواہشات پر حاکم بنا دے۔ زیادہ سے زیادہ انسان کا علم و عقل ہدایت کی ان راہوں کے صحیح و درست ہونے کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔ مگر ماوراء المحسوسات میدان میں نہ تو حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی اس پر کامل کاربند کرانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اب جبکہ مادی تہذیب کے تجربہ سے اس کی ناکامی ثابت ہو چکی ہے تو اس کے مقابل ایمانی و اخلاقی تہذیب کے بجز انسان کی فلاح و نجات کا موجب اور کونسی تہذیب ہے؟

خدا تعالےٰ کا کس قدر احسان عظیم ہے کہ اس نے اس زمانہ میں اپنی مخلوق کی نجات کے لئے خود اپنی طرف سے سامان کیا اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کامل پیرو آنحضورؐ کی کامل تعلیم کی تجدید و اشاعت کے لئے مجدد مبعوث ہو کر آیا اُسنے زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمدؒ مجدد صدی چہاردہم نے عین ضرورت و تقاضے زمانہ کے مطابق اگر ایک طرف امور روحانیہ کو علم و عقل سے سچا ثابت کر دکھلایا تو دوسری طرف آپ نے اس حقیقت کو بھی آشکارا کر دیا کہ ان امور کو عقل کے ذریعہ مثل علم ہندسہ و ہیئت یا علم طبعی و طب ثابت نہیں کیا جا سکتا البتہ علوم عقلیہ، امور روحانیہ کے جواز کو ثابت کر سکتے ہیں۔ تاہم ان پر یقین تام بذریعہ الٰہی کلام یا خدائی الہام ہی پیدا ہو سکتا ہے نیز ان پر عمل پیرائی کے لئے عقل و علم ناکام ہیں، ان کے لئے انسان کا خدا سے تعلق پیدا کرنا، اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا خوگر ہونا، اس کی اطاعت و محبت میں تمام خلاف منشاء دینی خواہشات و جذبات پر موت وارد کرنا ضروری ہے۔ پھر اس مجدد اعظمؒ نے نہ صرف عقل و علم کی عجز و ناتوانی ثابت کی بلکہ . . . .

اس نے ایسے وقتوں اور بر خلاف ماحول میں یہ ندا بلند کی کہ موجودہ سائنس و علم نے جو تعلیم و نظریات خلاف تعلیم فرقان دیئے ہیں عنقریب ان کا بطلان ظاہر ہو جائیگا۔ یہ ایک عظیم اور انقلابی پیشگوئی ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو چکی ہے، ایک طرف بیسویں صدی سائنس نے تخلیق کائنات کے انیسویں صدی سائنس کے نظریہ لافانیت مادہ کو غلط ثابت کر دیا ہے تو دوسری طرف انیسوں صدی کے مادی نظریہ حیات کے فلاحی عقیدہ ہونے کے پردے چاک کر دیئے ہیں۔ ایٹم بم کی ایجاد نے اگر ایک طرف انسانی عقل و علم کے کمال کو ثابت کر دیا ہے جو تسخیر مادہ سے متعلق ہے تو اسی ایجاد نے دوسری طرف انسان کے وضع کردہ . . . نظریہ حیات کے بارہ میں عجز کو ثابت کر دکھلایا ہے کہ کس طرح انسان کلام الٰہی کی متابعت کے بغیر اپنے ہی علم و ایجاد سے اپنی ہلاکت کے سامان اپنے ہاتھوں سے کر رہا ہے اور اب اُسے سوائے اسکے کوئی چارہ نہیں کہ وہ دوبارہ کلام الٰہی کے سننے اور اسکی اطاعت اختیار کرنے کی طرف متوجہ ہو۔ وگرنہ اس کی ہلاکت یقینی ہے۔ اسی لئے اس صدی کے مجدد کا لقب مسیح یا بشارت اسلام دینے والا رکھا گیا پہلے مسیح کی آمد کا مقصد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دینا تھی کہ آنحضورؐ کا وجود ہی دنیا کو ہلاکت سے بچا کر حقیقی فلاح و بہبود کی طرف لے جائے گا اور اب اس مسیح اسلام نے بھی یہی بشارت دی ہے کہ دنیا اپنے عقل و علم کی بناء پر جس ہلاکت کے کنارے تلک آ پہنچی ہے اس سے نجات کا راستہ آنحضرت صلعم کے وجود مبارک سے وابستگی اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر یقین و عمل پیدا کرنے سے وابستہ ہو چکا ہے۔ پس دنیا کے لئے اس زمانہ میں خدائی خوشخبری کا یہ پیغام ہے کہ مادی نظریہ حیات کی بجائے ایمانی و اخلاقی نظریہ حیات کو تسلیم کرنے میں ہی انسانی نجات ہے مبارک وہ جو خدا تعالےٰ کی اس تازہ بشارت پر ایمان لا کر قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت اپنے کردار و سیرت سے دے۔ (ا۔ ب)

درخواست دعا } برادرم عبدالنجیب صاحب معہ محترمہ بیگم صاحبہ جو گذشتہ سال جلسہ سالانہ میں ہالینڈ سے تشریف لائے تھے جلسہ سالانہ سے واپسی پر بیمار ہو گئے تھے کوئی ۲½ ماہ ہسپتال میں زیر علاج رہ کر گھر آ چکے ہیں۔ ان کی کامل صحت کے لئے درد دل سے دعا کی جائے۔ مرزا محمد لطیف مبلغ اسلام کراچی۔

مجلس معتمدین کا اجلاس ملتوی

مجلس معتمدین کا اجلاس جو ۹ جون کو منعقد ہونے والا تھا ملتوی کر دیا گیا ہے۔ جملہ ممبر صاحبان مطلع ہوں۔ آئندہ تاریخ انعقاد کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

مرزا مسعود بیگ۔ جنرل سیکرٹری

درخواست دعا } محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ محمد صدیق صاحب مرحوم و والدہ صاحبہ زاہد لطیف ساکن دھرم پورہ لاہور کو دل کا شدید دورہ پڑا احباب سے درخواست ہے کہ وہ درد دل سے اپنی عزیز بہن کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے صحت کریں۔

دعائے مغفرت } سیالکوٹ سے برادرم حفیظ اللہ قریشی صاحب یہ افسوسناک اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے برادر بزرگ جناب عنایت اللہ قریشی ولد جناب غلام حسین قریشی مرحوم طویل علالت کے بعد وفات پا گئے ہیں ہمیں اس صدمہ میں محترم حفیظ اللہ قریشی اور مرحوم کے دیگر اعزہ سے ہمدردی ہے احباب سے درخواست ہے کہ وہ مرحوم کے لئے نماز جنازہ غائبانہ میں دعائے مغفرت کریں۔ مرکز میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء کو بعد از نماز جمعہ جنازہ غائبانہ پڑھایا۔ (مدیر)

تعلیم القرآن خط و کتابت سکول } دس پیسے کے ایک پوسٹ کارڈ پر ہمیں اپنا نام پتہ اور مختصر کوائف لکھ کر بھیجدیجئے اور گھر بیٹھے بٹھائے اسلامی تعلیم مفت حاصل کیجئے۔ ہم دس سبق اور ان کے لئے دیدہ زیب فائل بھیجدیں گے اور تکمیل پر سند پیش کریں گے۔ انشاء اللہ تین ماہ میں آپ اسلامی تعلیم کا یہ کورس مکمل کریں گے۔ ہمیں اپنے مسلم و غیر مسلم احباب کے پتے بھیجئے۔
پرنسپل تعلیم القرآن خط و کتابت سکول پوسٹ بکس ۱۷۱۲۔ لاہور

بدوملھی میں یوم مسیح موعودؑ کی تقریب

۳۱ مئی۔ بروز جمعہ مبارک یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام منایا گیا ہے۔

سب سے پہلے راجہ محمد افضل صاحب نے تقریر کی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی قرآن کریم سے مثال دے کر کہا کہ ان نبیوں نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی اور پوچھا تھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے جواباً کہا ہم خدا کی عبادت کریں گے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے پیشتر ۱۹۰۵ء میں رسالہ الوصیت لکھ کر شائع فرمایا اور جماعت کو واضح لفظوں میں فرمایا کہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ میرے بعد سب مل کر کام کرو جب تک خدا کی طرف سے کوئی شخص روح القدس پا کر کھڑا نہیں ہو جاتا۔

اس کے بعد ممتاز احمد صاحب باجوہ ایم اے۔ گورنمنٹ مسلم ہائی سکول نے تقریر فرمائی اور غیر از جماعت حضرات کی آراء پیش کیں کہ ان میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی ہوئی تھی، مولینا ابوالکلام آزاد۔ سید حبیب ایڈیٹر سیاست۔ ایڈیٹر وکیل امرتسر۔ اور مولانا سراج الدین صاحب جو ظفر علی خاں صاحب کے والد تھے صدر احرار چوہدری افضل حق صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے تسلیم . . . . کیا کہ مرزا صاحب کی پہلی زندگی نہایت ہی پاکیزہ تھی اور اسلام کے لئے ایک رحمت تھے۔ اس کے بعد چوہدری اللہ بخش ایم اے نے ازالہ اوہام کے بیشمار حوالجات سے ثابت کیا کہ حضرت صاحب کا دعوےٰ مجدد۔ محدث۔ مسیح موعودؑ کا تھا، آپ کا دعوےٰ ہرگز نبی ہونے کا نہ تھا۔ (شیخ اللہ بخش۔ بدوملھی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے صحابہ کرام کے دلوں میں خدا بستا تھا۔
ایسی غیرت اور شرافت دکھاؤ کہ ہماری وجہ سے ہادیٔ برحقؐ کا نام روشن ہو۔

خطبہ جمعہ: ۲۴ مئی ۱۹۷۴ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

(۱) ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ (البقرہ) ترجمہ:۔ اگر تم ظاہر کرو، جو تمہارے دلوں میں ہے، یا اسے چھپاؤ۔ اللہ اس کا تم سے حساب لیگا۔
(۲) قل ان تخفوا مافی صدورکم او تبدوہ یعلمہ اللہ (العمران آیت ۲۹) ترجمہ: کہہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو۔ اللہ اسے جانتا ہے۔

(مرتبہ عبدالرؤف کھوکھر)

فرمایا: سورۃ البقرہ اور آل عمران کی یہ دو آیات مسلمانوں کے قلوب میں روشنی پیدا کرنے والی ہیں۔ فرمایا: ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ تم دلوں کی بات اور ارادے ظاہر کر دو یا انہیں چھپاؤ۔ یحاسبکم بہ اللہ۔ اللہ تعالےٰ تم سے حساب لے گا۔ خدا تعالےٰ کا علم اس کی مخلوق پر حاوی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ انسان کے دل میں کیا ہے۔ اس کی نظر انسان کے پاتال تک ہے۔ خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ انسانوں کے دلوں کے اندر طہارت ہو۔ جب دل میں طہارت ہوگی تو انسان کے ہاتھ، پاؤں اور زبان بھی خدا کی مرضی کے مطابق کام کریں گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اپنے قلب میں جو تمام اعمال کا سرچشمہ ہے۔ صفائی، پاکیزگی اور خشیت پیدا کرو۔ اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا قل مسلمانوں سے کہہ دے ان تخفوا مافی صدورکم او تبدوہ یعلمہ اللہ۔ جو کچھ تمہارے سینوں کے اندر ہے۔ اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو۔ اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ اس لئے اپنے خیالات و جذبات کو پاک رکھو کیونکہ تمہارے ارادوں پر اس کی نگاہ ہے۔ اور وہ اس کے مطابق تمہارے ساتھ معاملہ کرے گا۔

قرآن پاک کی اس تعلیم نے ایک عظیم قوم پیدا کی جو دن رات خدا کے آگے جھکتی ہے اور جانتی ہے کہ ہمارے اعمال اور نیات پر خدا کی نگاہ ہے۔ مبارک ہے وہ قوم اور اس کے افراد جن کا یہ ایمان اور عمل ہے۔ دنیا میں دیکھ لیجئے اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ حکومت کے کارندے اس کی حرکات و سکنات کی نگرانی کر رہے ہیں۔ تو وہ چوکنا ہو کر محتاط زندگی گذارتا ہے۔ یہی ایمان اگر خدا تعالےٰ کے متعلق ہو کہ ہمارے دلی خیالات اور ارادوں پر اس کی ہر وقت نگاہ ہے اور وہ ہمارے خیالات اور اعمال کا محاسبہ کرے گا۔ تو اسی کا نام تقوےٰ ہے اور اسی سے اعمال میں پاکیزگی پیدا ہوگی۔ دنیوی حکام کے خلاف جب آپ کوئی ایسی بات نہیں کرتے اور ان کی ناراضگی کا خطرہ مول نہیں لیتے۔ تو اپنے خالق و مالک کی نافرمانی کر کے اس کی ناراضگی کا خطرہ کیوں اٹھایا جا(ئے)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایمان باللہ اور اعمال صالح کا نمونہ تھی اس وجہ سے آپ کو خدا تعالےٰ سے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی سند حاصل ہوئی۔ حضور صلعم نے اپنے پاک نمونہ سے وہ قوم پیدا کی جن کے دلوں میں خدا بستا تھا۔ اس قوم کے افراد پہاڑ پر ہوں یا سمندر میں، زمین پر ہوں یا ہوا میں صفات الٰہی کا نمونہ تھے۔ وہ مصائب جھیلتے ہوئے اور مظلومیت کے اندر بھی باخدا تھے۔ اور بادشاہ بن کر بھی رحمتِ الٰہی کا نمونہ بنے رہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے اور آپ کے نمونہ سے مسلمان خدا تک پہنچے۔ بادشاہ بننے کے بعد حضور صلعم نے باہر کے علاقوں میں ایسے لوگوں کو حاکم بنا کر بھیجا جن کے اخلاق و کردار سے خدا نظر آتا تھا۔ دنیا کی تاریخ میں یہ بات محفوظ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے عمال کے پیش نظر رضائے الٰہی ہوتی تھی، وہ محکومیت و مظلومیت کے زمانہ میں بھی دوسروں کے لئے نیک نمونہ تھے اور بادشاہ بن کر بھی ان کے اخلاق و کردار میں وہی پاکیزگی قائم رہی۔ عیسائی عقیدہ انسان کو عیسٰی مسیح کے پھانسی پر چڑھ جانے کے نتیجہ میں چھٹکارا کی امید دلاتا ہے۔ مگر قرآن کریم احکام الٰہی پر چلنے کے نتیجہ میں مومنوں کو فوز و فلاح کی خوشخبری دیتا ہے اس کا ارشاد ہے۔ قد افلح المومنون مومن ایمان والے فلاح پا گئے، عیسائیت کی تعلیم اور اسلام کی تعلیم میں یہ کتنا بڑا فرق ہے۔ اول الذکر مسیح کے پھانسی پانے کے عقیدہ سے صرف چھٹکارا کی امید دلاتا ہے۔ بھلا ایک انسان کے پھانسی پر چڑھ جانے کے نتیجہ میں دوسرے انسانوں کا چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے یہ صریحاً عقل کے خلاف ہے لہذا یہ عقیدہ انسان میں کیا کردار پیدا کر سکتا ہے۔ وہاں تو یہ حال ہے کہ جب حکومت کے سپاہی حضرت عیسٰے کو پکڑتے آئے۔ تو ان کے سب ساتھی بھاگ گئے اور ایک نے ان کو گالی بھی دی۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھیوں کو دیکھو۔ آپ کی رفاقت اختیار کرنے والوں کو گرم ریت پر لٹایا گیا۔ مار مار کر ادھ موئے کر دیئے گئے۔ اونٹوں سے باندھ کر ان کے جسموں کو چیرا گیا۔ مگر انہوں نے رسول اللہ صلعم کی رفاقت سے انکار نہ کیا۔ حضور صلعم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایک موقعہ پر جب ایک صحابی کو کفار قتل کرنے لگے تو ایک نے اس سے پوچھا کہ اب تو تیری یہ مرضی ہوگی کہ تیرے مقتل کی جگہ محمد (صلعم) ہوتے۔ جانتے ہو؟ اس صحابی نے اس وقت کیا جواب دیا۔ اس نے کہا۔ کہ میرے بال بچے حضور صلعم پر قربان ہوں۔ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ انہیں کانٹا بھی چبھ جائے۔ یہ فرق ہے اسلام اور عیسائیت کے ماننے والوں میں۔ ہمارے رسول صلعم نے قوم کو کتنا بلند کردار اور جاں نثار بنا دیا۔ محکوم بن کر بھی نیک نمونہ دکھایا اور حاکم ہو کر بھی انصاف و عدالت کا وہ بلند معیار قائم کیا کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ آج بھی قرآن کریم اور رسول کریم صلعم کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ مبارک ہے وہ قوم جس کے پاس رشد و ہدایت کے ایسے روشن اور موثر ذرائع موجود ہیں۔ کتنے کمال کی زندگی ہے۔ بادشاہی میں درویشی اور خدائی صفات کا نمونہ اور غربت و مسکنت میں ایمان باللہ کا نمونہ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں قائم ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر گوشہ میں ہماری رہنمائی کی ہے۔ میدانِ جنگ ہو یا گھر کے معاملات، تجارت ہو یا عام لوگوں سے معاملہ اور تعلقات حضور صلعم کی ساری زندگی انسانیت کا ایک اعلےٰ نمونہ ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم نے غربت و دولت اور فقیری و بادشاہی میں نہایت پاک اور مقدس نمونہ پیش کیا۔ جس قوم کے پاس ایسا نمونہ ہو۔ وہ کامیاب ہے۔ نماز کا ایک حصہ درود شریف ہے دنیا کے ۷۲ کروڑ مسلمان اپنی پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ تہجد و اشراق کے نوافل میں بھی حضورؐ پر درود بھیجتے ہیں جس سے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا مقام بلند سے بلند تر ہوتا جاتا ہے۔ ہمیں اس نبی صلعم کی امت ہونے پر فخر ہے۔ مگر یہ کتنے شرم کی بات ہے۔ کہ ہمارا کردار اچھا نہیں۔ ہم وہ نمونہ پیش نہ کر سکے۔ کہ ہندو، سکھ اور عیسائی ہمارا نیک نمونہ دیکھ کر یہ کہہ اٹھتے کہ۔ کہ محمد (صلعم) کے ماننے والی قوم کس قدر اعلےٰ کردار کی مالک ہے۔ اے امتِ محمدیہ کے لوگو! اپنے نامناسب عمل سے اپنے رسول صلعم پر حرف نہ آنے دو۔ اپنے اعمال اور کردار کا نیک نمونہ پیش کرو۔ تمہارا کردار اچھا نہ ہونے کی صورت میں تمہارے رسولؐ پر حرف آئے گا۔ اپنے وطن میں ہو یا کہیں باہر ہر جگہ اس غیرت کے ساتھ زندگی گذارو۔ کہ ہم نے اپنے نیک اور پاک نمونہ سے اپنے رسول کا نام روشن کرنا اور پھیلانا ہے۔ ہمارے گھر کے افراد ہمارے متعلق گواہی دیں کہ یہ ایک پاک مسلمان ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ خیرکم خیرکم لاھلہ۔ تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا ہے۔ ہم پر دوہری ذمہ داری ہے۔ ہم نے اس صدی کے مجدد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر تجدید عہد کیا ہے لہذا اپنی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کرو۔ بداعمالی کے نزدیک نہ جاؤ۔ تمہارا دل اور زبان ایک ہونا چاہیئے۔ اپنے اعمال پر نگاہ رکھو۔ تا خدا تعالےٰ تم سے راضی ہو۔

شفیق مرزا

نغمہ واردات

تاریخ کے ہنگامہ خیز ادوار ایسے افراد کو جنم دیتے ہیں جو اس زمانہ کے لوگوں کے جذبات و احساسات کا مجسمہ بن جاتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے زمانہ میں پھیلائی ہوئی روحانی بیماریوں کے معالج ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اسی ماحول میں پیدا ہوتے ...... پرورش پاتے اور پروان چڑھتے ہیں، اور اپنے معاشرے کی معاشی و سماجی اُلجھنوں کو بچشم خود ملاحظہ کرتے ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ مجدد الف ثانیؒ۔ شاہ ولی اللہؒ جمال الدین افغانی۔ سید احمد شہیدؒ ایسے مفکرین ملت جنہوں نے عالم افکار میں زلزلہ پیدا کر دیا یہ سب آئمہ کرام ایک ہی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔

چودھویں صدی میں جب کہ برطانوی راج کی بالواسطہ حمایت میں عیسائی مناد حکومت کی چکا چوند سے مسلمانوں کو مرعوب کر کے، تاریخ کو مسخ کر کے، پیسے کا لالچ دے کر ان کے ایمانوں کو متزلزل کر رہے تھے۔

اس وقت مخصوص اقتصادی حالات کے زیرِ اثر عالمِ اسلام بالعموم اور برصغیر پاک و ہند بالخصوص نزع کے عالم سے گذر رہا تھا۔

مخدوش مستقبل اور شاندار ماضی کا تصور مسلمانوں کی بے چینی و بے کلی کو تیز تر کر رہا تھا ان کے قوئی عملیہ یاس و بے یقینی کی اس فضا میں شل ہوتے جا رہے تھے۔

ان حالات میں دو دِل تھے جو تڑپ اُٹھے، دو سینے تھے جو بریاں ہوئے اور انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے مطابق احیائے ملت، اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کام کرنا شروع کیا۔

سر سید احمد خان مرحوم کا کارنامہ

سر سید احمد خان نے مسلمانوں کے دلوں میں عظمتِ رفتہ کے نقوش اُجاگر کرنے کے لئے مولانا حالی سے وہ بے نظیر مسدس لکھوائی جس کے بارہ ان کا اپنا قول ہے کہ قیامت کو اعمال کے بارہ میں پرسش ہوگی تو کہہ دوں گا کہ حالی سے مسدس لکھوا کے لے آیا ہوں۔

یورپ نے ایک خاص منصوبہ کے تحت عربوں کے علوم سے ہی استفادہ کیا اور انہیں انگریزی زبان کا جامہ پہنا کر اور ان کے ماخذوں کو معدوم کرنے کی سعی کر کے مادیت کے بل بوتے پر ایک ایسا تاثر قائم کر دیا تھا کہ گویا یہ تمام علمی ترقیات انہی کے دم قدم سے تھیں، اور چونکہ برطانوی استحصال کئی ایک ممالک تک ممتد رہا ہے اس لئے انہوں نے ہر جگہ عربی زبان کو مٹاتے اور انگریزی کو ترویج دینے کی کوشش کی۔ نت نئے علوم انگریزی زبان میں منتقل ہو چکے تھے مگر علمائے کرام کا ایک گروہ اس زبان کا سیکھنا بھی کفر قرار دے رہا تھا۔ سر سید احمد مرحوم نے مسلمانوں کو علوم جدیدہ سے متعارف کرانے کے لئے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی اور اس بات پر زور دیا کہ انگریزی زبان سیکھی جائے۔

اس عظیم الشان کام کے پہلو بہ پہلو انہوں نے اسلامی تعلیمات پر عقلی و فکری اعتراضات کے جوابات دینے کا بیڑا اُٹھایا اور بعض نہایت قابلِ قدر کتب تصانیف فرمائیں لیکن اس سلسلہ میں انہوں نے معجزاتِ انبیاء رؤیاء دُعا اور الہام وغیرہ کی بعض ایسی تاویلات و توجیہات کیں کہ بقول شیخ محمد اکرام صاحب مرحوم مذہب کا صدیوں سے قائم ڈھانچہ متزلزل ہو کر رہ گیا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ قادیانی

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دوسرے پہلو پر زور دیا اور معجزات کو عقلی و منطقی دلائل کی بُنیاد پر درست ثابت کیا اور قصہ و کہانی کے رنگ میں اسرائیلی روایات اور عقیدت مندوں کے خیالات جو آکاس بیل کے رنگ میں معجزات کے سدا بہار درخت پر چھائے ہوئے تھے انہیں پُر زور براہین سے ردّ فرمایا کیونکہ یہی چیزیں اعتراضات کا موجب بنتی ہیں۔

معجزہ شق القمر پر اعتراضات کا جائزہ

معجزہ شق القمر کے بارہ میں یہ خیال رائج ہو گیا تھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر آپؐ کی بغلوں سے نکل گیا تھا اور مغربیت کے زیرِ اثر لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اگر چاند پھٹ جاتا تو کائنات تہ و بالا ہو جاتی اس لئے یہ واقعہ ہوا ہی نہیں۔

حضورؑ نے پہلے خیال کو ردّ فرمایا اور لکھا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ایسا کوئی ذکر نہیں اس لئے بے سر و پا روایت کو اصل معجزہ کے ساتھ شامل کرنا بالکل درست نہیں۔

ثانی الذکر اعتراض کے جواب میں آپ نے لکھا کہ قرآن کریم کے الفاظ:۔

(اقتربت الساعۃ وانشق القمر) اس بات پر شہادت دیتے ہیں کہ یہ واقعہ یقینی طور پر ظہور پذیر ہوا ورنہ وہ لوگ جو ہر وقت اس ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ کسی نقص سے آگاہ ہوں شق القمر کے عدم وقوع کی صورت میں شور مچا دیتے، ان کا خاموش ہو جانا اور اسے سحرِ مستمر قرار دینا بتاتا ہے کہ انہوں نے کوئی چیز دیکھی ضرور ہے۔

اب رہا کائنات عالم میں چاند کے پھٹنے سے کسی تباہی کا خیال سو یہ اس لحاظ سے درست نہیں کہ الساعۃ کا ال اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ تخلیق کائنات کے وقت ہی، اللہ تعالیٰ نے ایک وقت معین پر چاند کا پھٹنا مقدر کر دیا تھا، اور جو خدا اس بات پر قادر ہے کہ وہ بلا شرکت غیرے کائنات کو پیدا کرے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ چاند کو پھاڑ دے اور کائنات عالم میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ اس صورت میں اس معین وقت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا جانا معجزہ ہے۔

دوسرے شق القمر کا یہ واقعہ بصورت خسف بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ابن عباس کی رائے ہے لیکن اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں۔

اس سلسلہ میں آپ نے ایک مشہور مناظرہ ماسٹر مرلی دھر سے کیا جو ازاں بعد سُرمہ چشم آریہ کے نام سے شائع ہوا اور جس پر مولانا محمد حسین نے شاندار ریویو کیا لیکن حیرت ہے کہ جس چیز کو حضرت مرزا صاحب نے بدلائل ثابت فرمایا نام نہاد مصلح موعود نے مسیح موعود کی ''اصلاح'' کرتے ہوئے اس کا انکار کیا تمام مفسرین کو غلطی خوردہ قرار دیکر اس کی لایعنی تاویلات شروع کر دیں۔

رؤیا کی حقیقت

موجودہ سائنسی دور میں یہ امر بپایہ ثبوت پہنچ چکا ہے کہ بعض نہایت دھیمی اور تیز آوازیں انسان تو نہیں سن سکتا لیکن بعض دوسری چیزیں جانور وغیرہ یہ آوازیں سن لیتے ہیں، ایسے ہی وہ لوگ جو مجاہدات، عبادات اور ریاضت کے ذریعہ سے اپنے نفس کا تزکیہ اور تصفیہ کرتے ہیں ان کے حواس اس قدر لطیف ہو جاتے ہیں کہ ان پر بعض ایسی باتوں کا رؤیاء وغیرہ کے ذریعہ انکشاف ہو جاتا ہے جہاں تک عام لوگوں کی رسائی نہیں ہوتی۔

دُعا کی تاثیر

دُعا کے متعلق آپ نے لکھا کہ یہ ایک بے بس کی آہ و زاری نہیں بلکہ اس کی تاثیر آب و آتش سے بڑھ کر ہے۔ اگر آگ کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا تو دُعا کے اثرات کا انکار کس طرح ممکن ہے، یہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے عرش الٰہی پر شور مچا دیا اور عرب کی تقدیر پلٹ کر رکھ دی۔ اس سلسلہ میں آپ نے اپنے وجود کو قبولیت دعا کے تجربہ کے لئے پیش کیا، مقصود یہ تھا کہ لائبریری کا اختلاف تو طوالت پکڑ سکتا ہے مگر لیبارٹری میں تو چند منٹ میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔

الہام کی ضرورت

وہ لوگ جن کے دل وصال محبوب کے لئے گداز ہوتے اور روحیں تڑپتی ہیں اگر انہیں لقاء الٰہی کا شربت نہ ملے تو یہ مر جائیں، کیا وہ خدا جو اپنی مخلوق سے ہزار ماؤں سے بڑھ کر محبت کرتا ہے اپنے عشاق کو یونہی تڑپتا چھوڑ سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ انہیں اسی دنیا میں الا تخافوا ولا تحزنوا کی بشارت ملتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتے ہیں ان کی روحیں جلاء پاتی ہیں اور وہ صاحب قال نہیں بلکہ صاحب حال بن جاتے ہیں۔ اور ان کا قول، فعل، عمل، واردات بن جاتی ہے اور وہ بے خودی کے عالم میں اس کوچہ سے ناآشنا لوگوں کے جور و جفا کی اپنے محبوب سے شکایت کرتے ہوئے یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں۔

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر — خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

حضرت مرزا صاحب انہی صاحبِ حال لوگوں میں سے ایک تھے ٭٭٭

محترم فخر الدین احمد صاحب

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ہی اس زمانے کے مجدد ہیں

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

میرے خوش قسمت بھائیو۔ جو نبیٔ آخر الزمان کی اُمّت میں داخل ہو تم پر سلامتی ہو اور خدائے ذوالجلال کی رحمت تم پر ہمیشہ سایہ فگن رہے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہمارے دِل اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو جائیں اور ہم اپنے مقتدا ای اور پیشوا کا رتبہ بڑھانے والے ہوں۔ ہمارا ہادی خدا کا آخری پیغمبر ہے جو اصلاح خلق کے لئے مبعُوث ہوا۔ یہ نبیؐ خدا کا محبُوب اور خیر الرسل کہلایا۔ اور اللہ تعالےٰ و تبارک نے اس پاک نفس پر اپنی نعمت پُوری کر دی۔ اور بنی آدم کے لئے شریعت مکمل کر دی۔ نبوّت کا ظہور اتم فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا۔ ام القریٰ میں پیدا ہونے والا یہ موعود نبی تمام قوموں اور زمانوں کو گناہ کی موت اور زندگی کے بوجھ سے بچانے والا ہے۔ ربّ العالمین نے اسے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا۔ اب دنیا کو نہ کسی نبی کی حاجت باقی رہی نہ کسی شریعت کی۔

نبی العربی کی صداقت دکھلانے کے لئے خدا تعالےٰ نے ہزارہا نشان ظاہر کئے آپؐ کے زمانۂ بعثت میں بسنے والے لوگوں نے ان روشن نشانوں کو بچشم خود دیکھا پھر آپؐ سے پہلے جو انبیاء کرام گذرے ہیں انہوں نے بھی اپنے متبعین کی ہدایت کے لئے آپؐ کی آمد کے بارے میں پیشگوئیوں کے رنگ میں اشارات چھوڑی ہیں۔ اس طرح آنحضرت صلعم کو یہ خصُوصیت حاصل ہے کہ آپؐ کی بعثت سے ہزاروں سال پہلے آنے والے انبیاء نے آپؐ کی شان میں ترانے اور زبور گائے اور آپؐ کے بارے میں بشارتیں دیں۔ پھر آپؐ کی بعثت پر خدائے قادر یگانہ نے زبردست نشانات دکھائے۔ بلکہ مستقبل کے بارے میں بھی آنحضرت صلعم کو زبردست پیشگوئیاں بتائیں۔ ان پیشگوئیوں کا اپنے وقت پر ظاہر ہونا۔ لاریب مخبرِ صادق صلعم کے صادق القول اور نبیٔ برحق ہونے کی روشن دلیل ہے۔ اور ہم پر واجب ہے کہ ایسی پیشگوئیوں کے پُورا ہونے پر خدا کا شکر بجا لائیں اور ان آیات کو آنحضرت صلعم کی صداقت کے لئے بار بار پیش کریں۔

ان پیشگوئیوں اور آثار سے جو خیر الرسل وخیر الانام نے اپنی اُمّت کے لئے بطور انعام بیان کی ہیں بعثتِ مجددین اور نزولِ مسیح خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اللہ تعالےٰ و تبارک نے آنحضرت صلعم کی اُمّت کو خیر الاُمّت قرار دیا ہے۔ جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ یہ اچھے کاموں کا حکم دینے والے۔ بُرے کاموں سے روکنے والے اور اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ اُمّت اس وقت تک خیر الاُمّت کہلا سکتی ہے جب تک یہ اچھے کاموں کا حکم دینے، بُرے کاموں سے روکنے اور اللہ پر ایمان لانے والی ہو۔ اللہ تعالےٰ و تبارک نے نبوّت اور رسالت کا سلسلہ تو اپنے محبُوب تاجدارِ مدینہ حضرت رسُول اکرم صلعم پر ختم کر دیا اور دین مبین کو کامل کر کے اپنی نعمت نوعِ انسان پر پُوری کر دی۔ اب قیامت تک نہ کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی رہی نہ کسی نئی ہدایت اور شریعت کے نزول کی۔ البتہ نبیٔ آخر الزمان کی صداقت آشکارا کرنے کے لئے اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کی تعلیم دینے کے لئے ہر صدی کے بعد ایسے علموں کے مبعوث ہونے کا وعدہ اور بشارت دی گئی جو دینِ اسلام کی خدمت اور نبیٔ آخر الزمان کے بتلائے ہوئے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کریں گے۔ یہ مجددینِ کرام کی جماعت ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ میں آتا ہے:۔

”ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کلّ مائۃ سنۃ من یجدّد لھا دینھا“

ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر اس اُمّت کے لئے کسی ایسے شخص کو کھڑا کرتا رہیگا جو ان کے لئے اس کے دِین کی تجدید کرے۔

اور یہ وعدہ ضروری تھا تاکہ کاملین اُمّت کو اس سرچشمۂ فیضانِ الٰہی سے محروم نہ کیا جائے جس سے انبیاء کرام کو سیراب کیا گیا۔ یعنی ان برگزیدوں کو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہو۔ جیساکہ حدیث کے الفاظ ”اللہ تعالےٰ کھڑا کرتا رہے گا“ صاف بتا رہے ہیں کہ ان مجددین کو اللہ تعالےٰ کھڑا کرے گا اور ان سے کہے گا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔ حدیث کے الفاظ میں یہ شرط موجود ہے کہ مجددین اللہ تعالےٰ مامور کرتا ہے۔ عامۃ النّاس نہیں بناتے، اس لئے اگر کسی زمانے میں کسی عالمِ دین کو کسی ایک جماعت یا گروہ نے مجدد العصر یا مجدد الوقت کہنا شروع کر دیا ہو تو اسے مجددِ برحق تسلیم نہیں کیا جائیگا کیونکہ مجدد کی بعثت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اور سب سے پہلے اس مامور کو اپنے کلام سے سرفراز کرتا ہے کہ اُٹھ تو اس صدی کا مجدد ہے اور میں نے تجھے اس خدمت کے لئے چُن لیا ہے۔ حدیثِ مجدد کا انکار کرنا گویا نبیٔ آخر الزمان صلعم کی بشارت اور اللہ و تبارک کے وعدہ کی سچائی سے انکار ہے۔ پھر اس بشارت عظمیٰ اور وعدہ کی صداقت پر اس سے روشن اور واضح کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ پچھلی ہر صدی میں عین وقت پر مجدد مبعوث ہوتے رہے۔ ان کے اسمائے گرامی اور خدماتِ دینیہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ صدی چہاردہم جو گذشتہ صدیوں سے زیادہ پر فتن تھی، اس صدی میں مجدد کی بعثت تو از حد ضروری تھی۔ اللہ تعالےٰ و تبارک اپنی سنّتِ مستمرہ کو بدلتے نہیں اس لئے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس صدی میں مجدد مبعُوث نہ ہو۔ اسلام کے لئے جو فتنۂ عظیم دجّال کی صورت میں نمودار ہونا تھا وہ بھی اسی صدی سے تعلق رکھتا ہے اس فتنہ کا ذکر سُورہ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات میں کیا گیا ہے اور آنحضرت صلعم نے تاکید فرمائی ہے کہ دجّال کے فتنے سے بچنے کے لئے ان آیات کا بار بار مطالعہ کیا جائے۔ اس اعتبار سے بھی اس صدی میں مجدد بلکہ کسی مجددِ اعظم کی ضرورت تھی۔

چنانچہ خدائے قادر و توانا نے عین صدی کے سر پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو خلعت مجددیت اور شرفِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے نوازا۔ اور گم گشتہ راہوں کے لئے انہیں نور عطا فرمایا۔ اس مامور من اللہ نے اسلام کے روشن چہرے سے وہ گرد و غبار دُور کیا جو معاندینِ اسلام نے اس پر ڈالا تھا تا اس کے خوبصورت چہرے کو بانما بنا دیں۔ حضرت مرزا صاحب کی بعثت سے ایک طرف تو خدائے زمین و آسمان کا وعدہ پُورا ہوا اور دوسری طرف آنحضرت صلعم کی بشارت پُوری ہوئی۔ چودھویں صدی اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے مگر مقامِ تعجب ہے کہ حضرت مرزا صاحبؒ کے علاوہ دوسرا کوئی مدعی مجددیت آج تک کھڑا نہیں ہوا۔ اس لئے یہ لمحۂ فکریہ ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے آپ کو اُمّتِ محمّدیہ میں داخل سمجھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ پر ایمان اور ہادیٔ اسلام کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ و تبارک تو حکم دیتا ہے کہ اگر تم ان حسنات اور برکات سے حصہ پانا چاہتے ہو تو بھلائی کے کام کرتے۔ بُرے کاموں سے روکنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کرنے والے صادقوں کا ساتھ دو۔ اور ہم اس صادق اور راستباز کی آواز پر کان نہ دھریں تو جو امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر۔ اعلائے کلمۃ اللہ اشاعتِ قرآن اور تبلیغ اسلام کی طرف دعوت دیتا ہو۔ اس مامور سے روگردانی گویا فرمانِ باری تعالےٰ سے منہ موڑنا ہے۔ مجدد وقت کی دعوت قبول نہ کرنا آنحضرت صلعم کی بشارت کو سچا خیال نہ کرنا ہے۔ حضرت مجددِ وقت نے ببانگ بلند کہا:۔

الزیں بود کہ چو سال صدی تمام شود ÷ برآید آنکہ بدین نائب خدا باشد
رسید مژدہ زغیبم کہ من ہماں مردم ÷ کہ او مجددِ ایں دین و رہنما باشد
لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بُود ÷ ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد

یہاں میں ختم نبوّت کا تحفّظ کرنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا بعثتِ مجددین۔ ختم نبوّت کے تحفظ پر ایک دلیل نہیں۔ تم تحفظ ختم نبوت کی تو رٹ لگاتے ہو مگر بعثت مجددین کے سلسلہ میں اس صدی کے مجددِ برحق کا انکار کر کے حدیث مجدد کی صحت کو مشکوک بنا رہے ہو۔ رسالت مآبؐ نے فرمایا تھا کہ علماء اُمّتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ پھر آنحضرت صلعم کے جس غلام نے مثیلِ مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ حالانکہ یہ جو اس کا دعوےٰ مجددیت کے دعوے سے کچھ بڑا نہیں۔ اور پھر رسالتمآب نے دجّال کے مقابلہ پر جس امام کے نزول کی بشارت دی تھی اور اس کی نشانیاں تک بیان کر دی تھیں۔ ان نشانوں کے پُورا ہونے پر بھی تم اسے قبول نہیں کرتے۔ یہ کس قدر [illegible]

کہ تم دجال کا زمانہ تو اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ یاجوج ماجوج کے لشکروں کی گواہی بھی دو مگر اُس موعود کو تلاش نہ کرو جس کا اس وقت آنا مقدر تھا۔ میرے بھائیو خدائے قادر و توانا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اس نے مجدد صدی چہاردہم کو بروقت کھڑا کر دیا۔ اور اُس مامور من اللہ نے طاعت در امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر بیعت لی۔ اور اپنے قبول کرنے والوں سے اقرار لیا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے اور اعلائے کلمۃ اللہ۔ اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام کے لئے کوشاں رہیں گے۔

جیسا کہ سنت اللہ ہے اس مامور کی بڑی مخالفت ہوئی۔ اسے ہدفِ ملامت بنایا گیا۔ اس پر کفر کے فتوے لگے۔ اسے عدالتوں میں کھینچا گیا، مگر اس کے کھڑا کرنے والے قادر و توانا نے اس کی مدد کی اور اسے دشمنوں کے مکروں اور حملوں سے محفوظ رکھا۔ اس کی تائید میں نشان پر نشان دکھلائے اور بہت سی سعید روحیں اس کی جماعت میں داخل ہو گئیں۔ نشانات کے منکروں کو مخاطب کر کے اس نے کہا کہ اگر میں مفتری ہوں تو میں خدائے قدیر سے دُعا کرتا ہوں :

اے قدیر و خالقِ ارض و سما ؛ اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر ؛ اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر ؛ گر تو دید استی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کُن منِ بدکار را ؛ شاد کُن ایں زمرۂ اغیار را

اس تضرع و الحاح کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے سلسلہ میں برکت دی جیسا کہ آپ فرماتے ہیں :

آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے ؛ جو عالم القلوب و علیم و خبیر ہے
اُترا مری مدد کے لئے کر کے عہد یاد ؛ پس رہ گئے وہ سارے سیاہ رو و نامراد

دعیٔ اسلام صلعم کی محبت اور غلامی کا دم بھرنے والو۔ کیا یہ حقائق ثابت نہیں کرتے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ قادیانی ہی سچے مجدد صدی چہاردہم ہیں۔ ان کے سوا اس صدی میں کوئی دوسرا مجدد نہیں ہوا جس نے سنتِ الٰہیہ کے مطابق یہ دعوٰے کیا ہو کہ مجھے اللہ تعالیٰ و تبارک نے فرمایا ہے کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے اور آنحضرت صلعم کی صداقت اور رسالت کا اقرار کرنے کا ثبوت یہ ہونا چاہیئے کہ ہم وعدۂ الٰہی اور بشارت نبویؐ کی سچائی کو بھی تسلیم کریں اور جب وہ ظاہر ہو تو اسے قبول کریں۔ خدا کے ماموروں کا ساتھ دینا برکات میں حصہ دار ٹھہراتا ہے اور ان کا انکار مستوجب سزا، اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا۔ اس کے ماموروں کی دعوت پر لبیک کہنا صادقوں کا ساتھ دینا ہے۔ وہ اس لئے جماعت نہیں بناتے کہ کوئی الگ فرقہ کھڑا کریں۔ خدا کے مامور تو اختلافات کو مٹانے آتے ہیں۔ اور اپنے مشن کی تکمیل کے لئے مجاہدوں کو تیار کرتے ہیں۔ ایسی جماعت کے قیام کے لئے قرآن مجید میں آتا ہے :—

"ولتکن منکم اُمّۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر۔"

بھلائی کے کاموں کی طرف دعوت دینا اور برائی کے کاموں سے روکنا مامور کی جماعت کا کام ہوتا ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ مجدد کی دعوت کو قبول کرنا چنداں ضروری نہیں بعثتِ مجددین کے مقصد کا ابطال ہے۔ مجدد کے ساتھ ہو کر خدمتِ دین کرنا رضائے الٰہی کا طالب ہونا ہے۔ اور اسلام تو عبادت ہے خدا کی رضا طلب کرنے سے۔ مبارک ہے وہ جو زمانہ کے امام۔ مجدد صدی چہاردہم کی دعوت پر لبیک کہتا ہے، اور اس کو شناخت کر کے اللہ تعالیٰ و تبارک کے وعدہ اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی سچائی کو تسلیم کرتا ہے ؎

محترم مرزا احمد سلیم اختر صاحب

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چند جھلکیاں

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسان اپنے علمی کارناموں اور محیر العقول ایجادات کے باعث بھی معزز و مکرم خیال کیا جاتا ہے مگر جو شخص اپنی سیرت اور کردار اور اخلاق فاضلہ میں اعلیٰ مقام پر ہو اس سے اس کی رفعت و عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اخلاق عالیہ سے عاری ہونے کے باعث انسان کی قدر و منزلت اور علمی حیثیت بھی گھٹ جاتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے قرآن ایسی عظیم کتاب جو ہر قسم کے علوم سے پُر ہے دنیا کے سامنے پیش کی مگر لوگوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، مگر اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ سے انکار کرنے والا کوئی نہ پیدا ہو سکا۔ علمی معاملات میں تو عقل و قیاس کی غلطیاں بھی ہوتی ہیں مگر مشاہدات کو کوئی انسان جھٹلا نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے نبی پاک علیہ السلام کے علمی حقائق کو اپنی کوتاہ فہمی کے باعث جھٹلایا مگر آپ کے عملی نمونہ کا انکار نہ کر سکے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو انوار محمدیؐ کے وارث تھے انہوں نے بھی اپنے آقا کی اتباع میں اخلاق عالیہ کے ایسے درخشاں نمونے چھوڑے ہیں جو اپنی جگہ بے مثال ہیں۔ ذیل میں چند جھلکیاں آپ کی سیرت کی پیش کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے قارئین کرام لطف اندوز ہوں گے :—

۱۔ اکرامِ ضیف
ایک دفعہ قادیان میں چند مہمان تشریف لائے جب ان کا تانگہ لنگر خانہ کے قریب پہنچا تو انہوں نے کارکنانِ لنگر سے کہا کہ ہمارا سامان اُتار دیا جائے مگر کارکنان نے پس و پیش کیا اور کہا کہ آپ لوگ اپنا سامان خود اُتار لیں۔ مہمان ان کے اس رویہ سے بُرا مان گئے اور تانگہ بان سے کہا کہ بس ہمیں واپس لے چلو چنانچہ وہ واپس روانہ ہو گئے کسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اس کا علم ہو گیا، آپ تشریف لائے تو مہمان جا چکے تھے چنانچہ آپ ان کے پیچھے پیادہ پا چلے اور نہر کے پُل پر ان سے جا ملے اور ان سے استدعا کی کہ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ہمارے کارکنان کے طرزِ عمل سے آپ کو تکلیف پہنچی ہے میں اس پر معذرت خواہ ہوں آپ واپس تشریف لے چلیں چنانچہ آپ پیدل تانگہ کے ساتھ واپس آئے۔ ہر چند مہمانوں نے اصرار کیا کہ آپ تانگہ پر سوار ہوں مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں آپ سوار ہو کر چلیں گے اور میں پیدل چلوں گا جب تانگہ قادیان پہنچا تو آپ نے خود سامان اُتارنا شروع کر دیا اور پھر روزانہ آپ انکے پاس کچھ وقت تشریف رکھ کر ان کی دلجوئی فرماتے رہے تا ان کے دلوں سے اس کدورت کا ازالہ ہو جائے جو بعض کارکنان کی وجہ سے ان کے دلوں میں پیدا ہو گئی تھی مہمان کے جذبات کا خیال رکھنا اور ان کی مدارات کا یہ عملی نمونہ ایسا تھا جس کی چمک کو حضور پر اعتراضات کر کے ماند نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ احترامِ انسانیت
ایک دفعہ جماعتِ لاہور کے بعض احباب نے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ جب حضور تشریف لاویں تو ان کی بگھی کو بجائے گھوڑوں کے ہم خود ہی کھینچیں گے کیونکہ لیڈر کی عزت افزائی کے لئے دوسرے لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور اس بات کو بہت عزت افزائی کی بات خیال کیا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب لاہور تشریف لائے تو چند نوجوان دوستوں نے اپنی اس سکیم کو عملی جامہ پہنانا چاہا۔ جب حضور کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا :—

"مامور حیوانوں کو انسان بنانے کیلئے آتے ہیں انسانوں کو حیوان بنانے کے لئے نہیں آتے"

اس بات کو آپ نے احترام انسانیت کے خلاف سمجھ کر نوجوانوں کو منع فرما دیا۔ کوئی دنیا دار انسان ہوتا تو پھولے نہ سماتا چونکہ مامورین انسان کے احترام کو دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں اسلئے معمولی سی فروگذاشت کو بھی برداشت نہیں کرتے۔

۳۔ احترامِ غرباء
میاں نظام الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیروکاروں میں ایک غریب آدمی تھے ایک دفعہ وہ آپ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ بعض دوسرے لوگ بھی حضور کی ملاقات کے لئے آئے اور انہوں نے آپ کے قریب بیٹھنے کی کوشش کی اس..... طرح میاں نظام الدین کو انہوں نے پیچھے دھکیل دیا ان کے بعد کچھ اور لوگ آگئے جس کے باعث انہیں مزید پیچھے ہٹنا پڑا یہاں تک کہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں میں آ گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس کارروائی کو بڑی خاموشی سے دیکھ رہے تھے مگر منہ سے کچھ نہ فرمایا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو آپ نے اپنا پیالہ ہاتھ میں پکڑا اور فرمایا "میاں نظام الدین آؤ ہم اکٹھے روٹی کھائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اور میاں نظام الدین نے ایک ہی برتن میں اکٹھے کھانا کھایا۔ اس سے وہ لوگ بڑے خجل ہوئے جنہوں نے میاں نظام الدین کو حقیر سمجھ کر پیچھے دھکیل دیا تھا۔ اس طرح آپ نے اپنے عملی نمونہ سے انہیں غرباء کے احترام کا سبق دیا۔

۴۔ ضبطِ نفس
ایک دفعہ آپ تالیف و تصنیف میں مشغول تھے میاں محمود احمد صاحب آئے اور آپ کے ۴۴ قیمتی مسودات کو دیا سلائی دکھا کر خاک سیاہ کر دیا آپ کو جب سیاق و سباق عبارت کے سلسلہ میں لکھے ہوئے کاغذات کی ضرورت پڑی تو آپ نے دیکھا کہ ہر آدمی سہما کھڑا ہے کہ معلوم نہیں اب حضور کیا کہیں گے آپ نے دریافت فرمایا کیا بات ہے، حاضرین نے عرض کیا کہ حضور نے جو مسودات بڑی عرق ریزی اور محنت سے تحریر فرمائے تھے وہ میاں صاحب نے جلا دیئے ہیں تو آپ نے فرمایا "معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سے کوئی بہتر مضمون لکھوانا چاہتا ہے"۔ اللہ اللہ کیا کوہ وقار انسان ہے کہ پڑھنے سے ..... نقصان بھی اس کا [illegible] کوئی ہیجان پیدا نہیں کر سکا۔ وہ لوگ جن کو تالیف و تصنیف سے واسطہ ہے خوب جانتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر انسان کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ مگر مامورین اپنے ضبط نفس میں بھی ایک نمونہ ہوتے ہیں ؎

غلام نبی مسلم

حضرت امامِ زمان کی غلبۂ دین کے لئے

دعوتِ بیعت اور جہاد کا آغاز

دنیا کا عام دستور ہے کہ انسان کسی جگہ ملازمت اختیار کرتا ہے۔ کسی کے ساتھ کاروبار میں شرکت اختیار کرتا ہے، عدالت میں بطور گواہ پیش ہوتا ہے تو وہ عہد و پیمان کرتا ہے۔ کچھ ذمہ داریاں یا شرائط قبول کرتا ہے۔ اور حلف اٹھاتا ہے کہ وہ عہد و پیمان اور شرائط کا پابند رہے گا۔ اور پھر وہ اپنے قول و اقرار کو نبھانے کی حتی المقدور سعی کرتا ہے۔ اور عہد کی اس پابندی سے اس کی زندگی میں اکثر خوشگوار.... تبدیلی آجاتی ہے۔

مذہب بھی انسان کو چند ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے۔ اس کے لئے زندگی کی راہ متعین کرتا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات اور تمناؤں پر قابو پائے اور اپنی زندگی کو اس طرح ڈھالے کہ نہ صرف وہ خود اخلاقی اور روحانی طور پر بلند ہو بلکہ اس کی زندگی دوسرے انسانوں کے لئے بھی نفع رساں اور مفید ہو۔ اور انسان میں اس ذمہ داری کا احساس اور اس پر عمل کی تڑپ اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب کہ وہ شعوری طور پر علم، فہم اور تجربے کی روشنی میں اس کا احساس کرے اور پھر کسی اہلِ حق اور دین کے عامل شخص کے سامنے اپنی زندگی کو دین کے سانچے میں ڈھالنے کا پختہ عہد کرے۔ اس مردِ حق کی صحبت میں رہ کر اس کے نقشِ قدم پر چلے اور اپنی کوتاہیوں اور نقائص کے انسداد کے لئے اس کی ہدایت پر کاربند ہو۔ حتیٰ کہ اس کی روحانی توجہ اور فیض سے وہ اپنے عہد و پیمان کی تکمیل کرے، اسلام کی اصطلاح میں اس عہد و پیمان کو بیعت کہتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بیعت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے مختلف مواقع پر جو بیعت لی اس کا ذکر اسلامی تاریخ میں جا بجا ملتا ہے۔ اہلِ مدینہ نے حج کے موقعہ پر جو آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی وہ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانی کے نام سے مشہور ہے۔ قرآن حکیم میں مستورات سے بیعت لینے کا ذکر ہے کہ وہ بدکاری، چوری وغیرہ سے اجتناب کا اقرار کریں۔ پھر چھٹی صدی ہجری میں آپؐ نے حدیبیہ کے مقام پر صحابہؓ سے قتلِ عثمانؓ کی افواہ پر ان کے انتقام کی بیعت لی جو بیعتِ رضوان کہلاتی ہے۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عن المؤمنین کے الفاظ میں خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اس طرح آپؐ نے فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ میں مردوں اور عورتوں سے بیعت لی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عامۃ المسلمین نے خلفائے راشدین اور بعد کے خلفاء کی بیعت اختیار کی، پھر یہ سلسلہ علمائے امت اور اولیاء اللہ کے ہاتھ پر رشد و ہدایت کے لئے بیعت کا رنگ اختیار کر گیا، اور اس طرح سیاسی اور فرقہ وارانہ انتشار کے زمانے میں اہلِ حق صوفیاء نے لاکھوں انسانوں کو کفر و فسق کی آندھیوں سے بچا کر انہیں منزلِ مقصود تک پہنچایا۔ دین کی تعلیمات کو زندہ رکھا۔ اور فسق و فجور کی قوتوں کو کچلنے کے لئے بند و بست کیا۔ گو بعد میں بیعت کا سلسلہ زیادہ تر ایک رسم بن گیا، تاہم اس کی افادیت اور اہمیت سے انکار کرنا سنتِ نبوی اور فطرتِ انسانی کا جھٹلانا ہے۔

اعلانِ بیعت "براہین احمدیہ" کی تصنیف و اشاعت کے بعد آپ کے علم، مکاشفات، الہامات اور قبولیتِ دعا کا شہرہ اطرافِ ملک میں ہو چکا تھا۔ کئی ایک بندگانِ حق آپ کے دامنِ عقیدت سے وابستہ ہو چکے تھے۔ اور آپ سے بیعت کی درخواست کر چکے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ضمن میں اجازت نہ تھی۔ اس لئے آپ "لست بمامور" (مجھے بیعت لینے کا حکم نہیں دیا گیا) کہہ کر انکار کر دیتے تھے، اور یہی ایک بات آپؑ کے خلوص اور صداقت پر گواہ ہے۔ کیونکہ ایک نفس پرست اور دنیا دار انسان تو لوگوں کی عقیدت، پیروی اور خوشامد کا بھوکا ہوتا ہے اور پیری مریدی سے اس کی دوکان چمک اٹھتی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ چاہتی تھی، کہ دنیا بھر اور بالخصوص ہند و پاک کے اہلِ توحید کو اسلام کی آخری جماعت پر قائم کیا جائے، ان کے دلوں میں ایمان کی آگ پھر سے روشن ہو۔ اور وہ اپنی علمی، اخلاقی اور روحانی قوتوں کو یکجا کر کے نہ صرف باطل کے دانت کھٹے کریں بلکہ فساد و گمراہی کے بیابان میں بھٹکتی ہوئی نوعِ انسان کو راہ رشد و ہدایت کی طرف بلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے مجددِ صدی چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مامور کیا، تاکہ اہلِ حق آپ کی راہنمائی میں نہ صرف اصلاحِ عقائد و اعمال کریں بلکہ تنظیم کی لڑی میں منسلک ہو کر تن من دھن سے دیوانہ وار اقصائے عالم میں اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ اور اس مقصدِ عظیم کے لئے آپ کو بیعت لینے کا حکم دیا گیا۔ اور آپ نے اذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (جب تو عزم کرے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر۔ اور ہمارے سامنے اور ہماری وحی کے تحت کشتی تیار کر۔ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کریں گے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوگا) کے الہامِ خداوندی کے مطابق یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو بیعت کا عام اعلان کر دیا:

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر ۞ میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے ۞ سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

آپ نے اعلانِ بیعت کے کوئی ڈیڑھ ماہ بعد بیعت کی وہ دس شرائط شائع فرما دیں جو اسلام کا نچوڑ، ایک مسلمان کی زندگی کا معراج اور وصال الی اللہ کی ضامن ہیں، اور جن کی پابندی سے لاکھوں اہلِ حق اپنے خالق کی رضا کی جنت میں داخل ہوں گے۔

دس شرائطِ بیعت

اوّل: بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم: یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم: یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکمِ خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نمازِ تہجد پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنا لے گا۔

چہارم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم: یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم: یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم: یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی کی زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم: یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور

اپنی عزت اور جان سے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے۔ اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم: یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔ کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

ان شرائط کے بعد ہدایت فرمائی کہ جو لوگ بیعت کے لئے آئیں وہ پہلے مسنون طریق سے استخارہ کریں اور پھر حاضر ہوں۔

بیعت کے اغراض و مقاصد کی وضاحت

بیعت کے لئے آپ نے لدھیانہ کا مقام تجویز کیا۔ چنانچہ آپ لدھیانہ تشریف لے گئے حضرت صوفی احمد جان رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدہ پر رہائش اختیار کی اور شرائط بیعت کی وضاحت کرتے ہوئے ایک اشتہار میں فرمایا: —

"یہ سلسلۂ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسا متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگایا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ نشینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں۔ اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ بھی غرض نہیں۔ اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں۔ اور اسلامی کاموں کے سر انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں۔ اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔ .... سو یہ گروہ اس کا ایک خاص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا۔ اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ اور وہ جیسا کہ اس نے پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے۔ اس گروہ کو بہت بڑھائے گا۔ اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا۔ اور اس کو نشو و نما دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو کہ اونچی جگہ رکھا جاتا ہے۔ دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا۔ اور ہمیشہ تا قیامت ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے، جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اور رب جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔" (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۵۰ — ۱۵۵)

بیعت کے بعد چند نصائح

چونکہ آپ کے پیش نظر اپنے وابستگان دامن کو تقوے اور طہارت پر قائم کرنا اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کرنا تھا۔ اور اس کے لئے اہل اسلام کی ایک جماعت کا قیام تھا۔ اس لئے آپ نے بیعت کے بعد نصائح بھی فرمائے۔ ذیل میں آپ کے چند ایک ہدایت افروز ارشادات ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں تاکہ ہم ان کو اپنی تجدید بیعت کا موجب بنائیں۔ اور ان پر قائم رہیں اور ان نعمتوں سے بہرہ ور ہوں۔ جو آپ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ فرمایا: —

"اس جماعت میں داخل ہو کر اول زندگی میں تغیر کرنا چاہیئے۔ کہ خدا پر ایمان سچا ہو۔ اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظر خفت سے نہ دیکھا جائے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے۔ اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔"

"ہمہ وجوہ اسباب پر سرنگوں ہونا اور اسی پر بھروسہ کرنا اور خدا پر توکل چھوڑ دینا یہ شرک ہے اور گویا خدا کی ہستی سے انکار۔ رعایت اسباب اس حد تک کرنی چاہیئے۔ کہ شرک لازم نہ آئے۔ ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ ہم رعایت اسباب سے منع نہیں کرتے۔ مگر اس پر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ دست در کار دل با یار والی بات ہونی چاہیئے۔"

"دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے۔ اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبانی کہہ دینا تو آسان ہے۔ لیکن نباہنا مشکل ہے۔ کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ کہ انسان کو دین سے لاپروا کر دے، دنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دور۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اگر خدا کو راضی کرنا ہے۔ تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لئے ہمت اور کوشش سے تیار رہو۔"

"فتنہ کی کوئی بات نہ کرو۔ شر نہ پھیلاؤ۔ گالی پر صبر کرو کسی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی سے پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو۔ کہ خدا راضی ہو جائے۔ اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا۔ جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہیئے کہ پورے دل پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔" (ذکر حبیب صفحہ ۴۳۶ — ۴۳۹)

غلبۂ دین کی منظم جدوجہد کا آغاز

آپ نے دشمنان اسلام کے خلاف بے نظیر مضامین لکھ کر باطل کی صفوں میں کھلبلی مچادی تھی، اور آپ کے مشہور عالم تصنیف "براہین احمدیہ" نے جہاں اہل اسلام کے دلوں میں اسلام کی صداقت اور برتری پر ایمان زندہ کیا وہاں عیسائیوں اور آریہ سماجی دشمنوں کو بھی مدافعت پر مجبور کر دیا۔ لیکن اسلام اور عالم اسلام کی حیات نو ایک منظم جدوجہد کی متقاضی تھی۔ چنانچہ اسی بلند مقصد کے لئے آپ نے ایک جماعت کے قیام کا اعلان کیا۔ جو اپنے تقوے، تعلق باللہ، ایثار، جانی و مالی قربانی اور تبلیغ کے ذریعے دنیا کو توحید اور رسالت محمد علیہ التحیہ کے علم کے نیچے جمع کرتے اور دنیا کو دائمی نجات کی راہ دکھاتے۔

میدان عرفات میں دُعا

حضرت مرزا صاحبؒ کے دل میں اشاعت و غلبہ دین کی جو تڑپ موجود تھی۔ ذیل کی اس دُعا سے عیاں ہے جو آپ کی طرف سے آپ کے ارشاد کے مطابق حضرت صوفی احمد جان رحمۃ اللہ علیہ نے حج کے موقعہ پر میدان عرفات میں مانگی اور جس کی تائید میں بیسیوں مخلصین نے آمین کہی، دعا کے الفاظ یہ ہیں: —

"اے ارحم الراحمین، ایک تیرا عاجز اور ناکارہ پُرخطا اور نالائق بندہ غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ عرض ہے، کہ اے ارحم الراحمین تو مجھ سے راضی ہو۔ اور میری خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے۔ اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت اور جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں صرف کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی محبت میں مجھے مار۔ اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اُٹھا، اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے

اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجتِ اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر۔ اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظلِ حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل اور متولی ہو جا۔ اور سب کو اپنے دار الرضا میں پہنچا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل اور اصحاب پر سب سے زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یا رب العالمین۔"

ایمان و استقامت

دنیا میں پائدار کامیابی کے لئے اعلیٰ مقصد پر ایمان، علمِ کامل، اور استقامت کی صفاتِ ثلاثہ لابد اور اٹل ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا فقدان ناکامی کی حتمی دلیل ہے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح اور اشاعتِ حق کے لئے مامور ہوتے ہیں۔ انہیں ایمان و معرفت کے پہلو بہ پہلو خرق العادت استقامت دی جاتی ہے جس کے سامنے سب کرامتیں ہیچ ہیں۔

حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ نے خوف و الم سے تبلیغ اسلام سے روکنا چاہا، حتیٰ کہ آپ کے مشفق چچا جناب ابو طالب نے مجبور ہو کر جب آپ سے کہا:۔

"قریش نے حکومت، مال اور حسن تمہارے سامنے پیش کئے مگر تم نے ٹھکرا دیئے اب قریش تشدد پر تل گئے ہیں۔ اس لئے مجھ پر اور اپنے اوپر رحم کرو مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کو میں اٹھا نہیں سکتا۔ مجھ میں قوم سے مقابلے کی تاب نہیں۔ اس لئے بتوں کی مذمت چھوڑ دو"

تو اس پر عزم و وقار کے اس پیکرِ عظیم نے اطمینان اور دلجمعی سے فرمایا:۔

"اے چچا! اگر سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور پھر چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں، تو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کرے یا میں اس کام کو کرتے کرتے دنیا سے گذر جاؤں۔"

یہی وہ جذبہ اور عزم تھا جس کے مقابل مخالفت کے پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑ گئے۔ اپنے آقا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اسی ایمان، علم، استقامت اور تڑپ کے ساتھ پروانۂ شمعِ رسالت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام صداقت اسلام کی شمشیر ہاتھ میں لئے باطل کی قوتوں کے مقابل ڈٹ گئے اور فرمایا:۔

بکارِ دین نہ ترسم از جہانے ٭ کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم در بسوزند ٭ نتابم رُخ ز ایوانِ محمدؐ

"میں اس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے ایمانی جوش اسلام کی اشاعت، میں مجھ کو اس قدر بخشا ہے۔ کہ اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر بہ تمام بفضلہ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں۔ اگرچہ میں اس دنیا کے لوگوں سے تمام امیدیں قطع کر چکا ہوں۔ مگر خدا تعالیٰ پر میری امیدیں نہایت قوی ہیں۔ سو میں جانتا ہوں کہ اگرچہ میں اکیلا ہوں، مگر پھر بھی میں اکیلا نہیں وہ مولا کریم میرے ساتھ ہے۔ اور کوئی اس سے بڑھ کر مجھ سے قریب نہیں۔ اس کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے۔ کہ دکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجا لاؤں اور اسلامی مہمات کو بشوق و صدق تمام تر انجام دوں۔ اس کام پر اس نے آپ مجھے مامور کیا ہے۔ اب کسی کے کہنے سے میں رُک نہیں سکتا، اور نہ نعوذ باللہ اس کے الہامی احکام بنظر استخفاف دیکھ سکتا ہوں، بلکہ ان مقدس حکموں کی نہایت تکریم کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو۔ اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔ ورنہ اگر انسان ساری دنیا کا مالک ہو جائے اور اس قدر وسعتِ معاش حاصل ہو کہ تمام سامانِ عیش کے جو دنیا میں ایک شہنشاہ کے لئے ممکن ہیں۔ وہ سب عیش اسے حاصل ہوں پھر بھی وہ عیش نہیں۔ بلکہ ایک قسم عذاب کی ہے۔ جس کی تلخیاں کبھی ساتھ ساتھ اور کبھی بعد میں کھلتی ہیں" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲)

آپ کے دعویٰ مجددیت اور براہین احمدیہ کی تصنیف و اشاعت کے ساتھ ہی مولویوں کے ایک گروہ نے آپ کی مخالفت پر کمر باندھ لی تھی اُن کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے انہیں دشمنانِ دین کے حملوں، عناد، دشمنی اور ہتھکنڈوں کی طرف توجہ دلائی اور اپنی مخالفت سے منع کرتے ہوئے لکھا:۔

"ان آفتوں نے اسلام کے دونوں بازوؤں پر تبر رکھ دیا ہے۔ اے سونے والو بیدار ہو جاؤ۔ اے غافلو اُٹھ بیٹھو کہ ایک انقلابِ عظیم کا وقت آ گیا یہ رونے کا وقت ہے نہ کہ سونے کا۔ اور تضرع کا وقت ہے نہ کہ ٹھٹھے کا اور ہنسی اور تکفیر بازی کا۔ دعا کرو کہ خداوند کریم تمہیں آنکھیں بخشے، تا تم موجودہ ظلمت کو بھی بہ تمام و کمال دیکھ لو۔ نیز اس نور کو بھی دیکھو جو رحمتِ الٰہیہ نے اس ظلمت کو مٹانے کے لئے تیار کیا ہے۔ پچھلی راتوں کو اُٹھو اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو۔ اور ناحق حقانی سلسلہ کو مٹانے کے لئے بد دعائیں مت کرو۔ اور نہ منصوبے سوچو۔ خدا تعالیٰ تمہاری غفلت اور بھول کے ارادوں کی پیروی نہیں کرنا۔ وہ تمہارے دماغوں اور دلوں کی بے وقوفیاں تم پر ظاہر کرے گا اور اپنے بندہ کا مددگار ہوگا۔ اور اس درخت کو کبھی نہیں کاٹے گا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ کیا کوئی تم میں سے اپنے اس پودہ کو کاٹ سکتا ہے۔ جس کے پھل لانے کی اس کو توقع ہے۔ پھر وہ جو دانا بینا اور ارحم الراحمین ہے۔ وہ کیوں اپنے اس پودے کو کاٹے گا۔ جس کے پھلوں کے مبارک دنوں کا انتظار کر رہا ہے۔ جب کہ تم انسان ہو کر ایسا کام نہیں کرنا چاہتے۔ پھر وہ جو عالم الغیب ہے۔ جو ہر ایک دل کی تہ تک پہنچا ہوا ہے۔ کیوں ایسا کام کرے گا۔ پس تم خوب یاد رکھو۔ کہ تم اس لڑائی میں اپنے ہی اعضاء پر تلواریں مار رہے ہو۔ سو تم ناحق آگ میں ہاتھ نہ ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آگ بھڑکے اور تمہارے ہاتھ کو بھسم کر ڈالے"۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۸)

"یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے۔ کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے، اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں۔ تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں۔ اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا، دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں۔ اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل۔"

"اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ جو مجھے ہلاک کر دے گا یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں۔ اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مگر مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے۔ جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا مجھے چھوڑ دیگا؟ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ، خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں۔ کہ اس کے دین کی عزت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑوں ابتلاء ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من ٭ آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

(انوار الاسلام صفحہ ۲۵-۲۶)

محترم پروفیسر غلام محمد خادم صاحب

رُوحانی سائنس

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

موجودہ زمانے کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ یہ زمانہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اس زمانے کی اپنی امتیازی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اسے مختلف نام دیئے جاتے ہیں۔ مادی تہذیب کا زمانہ۔ سائنس اور ٹیکنیک کا زمانہ۔ جوہری توانائی کا زمانہ (Atomic Age) یا (Nuclear Age) مصنوعی سیاروں کا زمانہ (Sputnik Age) لیکن ان سے زیادہ موزوں Space Age یعنی خلائی سفر اور خلائی تحقیقات کا زمانہ ہے۔

اس زمانے کی تصویر کا دوسرا رخ وہ ہے جسے تحریک احمدیت نے بے نقاب کیا ہے۔ اس کے مطابق اس زمانے کا نام ہے۔ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا زمانہ۔ قرآنی علوم کی اشاعت کا زمانہ۔ دینِ اسلام کے غلبہ کا زمانہ۔ اس لئے اس تحریک کا بلند بانگ نعرہ ہے:۔

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

تحریک احمدیت اس زمانے میں روحانی سائنس کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس زمانے کے روحانی مصلح حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جدید فلسفہ اور مادی سائنس کے مقابلہ پر نہایت غیر معمولی ایمانی جرأت اور یقینِ محکم کے ساتھ دینِ اسلام کو بطور رُوحانی سائنس پیش کیا۔ اور اعلان کیا کہ دینِ اسلام چند عقائد اور رسومات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل روحانی سائنس ہے۔ جس طرح مادی سائنس کی بنیاد اور صداقت، مشاہدات اور تجربات پر ہے۔ بالکل اسی طرح اسلام کی پیش کردہ روحانی سائنس کی حقیقت اور صداقت بھی مشاہدات اور تجربات کے ذریعے سے ثابت ہے۔ آپ نے اپنے وجود کو پیش کرتے ہوئے بڑی تحدّی کے ساتھ اعلان کیا کہ اس زمانے میں میں اس روحانی سائنس میں مہارت رکھتا ہوں اور اس بارے میں صاحبِ مشاہدہ اور صاحبِ تجربہ ہوں۔ جو لوگ اس کے متعلق تحقیق کرنا چاہیں وہ میرے ہاں آکر رہیں اور میری صحبت میں رہ کر ان تمام نشاناتِ آسمانی اور واردات روحانی کا مشاہدہ کریں جو میرے ساتھ وابستہ ہیں اور جو اس روحانی سائنس کی حقیقت اور صداقت پر یقین پیدا کرنے والے ہیں۔ دعوتِ عام ہے کہ لوگ میرے پاس آئیں اور میرے ہاں استجابتِ دُعا اور تصرفاتِ الٰہی کے نظارے دیکھیں۔ میں اس روحانی سائنس کی صداقت پر زندہ شاہد ہوں۔ قرآن حکیم الٰہیات اور رُوحانیات کی کتاب ہے۔ اس کی بیان کردہ روحانی سائنس ہر طرح کی خامیوں اور کوتاہیوں سے پاک ہے۔ اور ہر اسرار پر حاوی ہے۔ اس کے بالمقابل مادی سائنس کا یہ مرتبہ نہیں ہے بلکہ اس کا مرتبہ محض خادم ہونے کا ہے۔ اس کی معلومات اور اس کے انکشافات روحانی امور پر روشنی ڈالتے ہیں اور ان کی تائید کرتے ہیں۔ اور ان کی صداقتوں پر مُہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

جائے غور ہے کہ اس زمانے میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ ایک انوکھا دعویٰ ہے۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو سوائے روحانیات کے ماہر کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ پس لازم ہے کہ اس دعویٰ کی صداقت کا امتحان کیا جائے۔ اس دعوے کو شک کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ کیونکہ جب ایک ظاہری اور مادی سائنس کا ماہر اپنے مشاہدات اور تجربات کی بناء پر مادے کے بنیادی ذرات کا ذکر کرتا ہے اور جوہری توانائی کی خبر دیتا ہے۔ اور ایٹم کی ایک مخصوص ساخت بیان کرتا ہے۔ اور اس کو ایک چھوٹے پیمانہ پر نظامِ شمسی قرار دیتا ہے تو سب لوگ یہ سب باتیں مان لیتے ہیں۔ اس لئے کہ مشاہدات اور تجربات ان باتوں کی شہادت دیتے ہیں۔

پھر کیوں لوگوں کو تعجب ہوتا ہے اور لوگ کیوں بدگمان ہو جاتے ہیں جب اس زمانے میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب نے دعوےٰ کیا کہ میں نے زندہ خدا کو پایا ہے۔ وہ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ مجھ پر غیب کی باتیں ظاہر فرماتا ہے۔ میری دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔ میرے استغاثہ کا جواب مرحمت فرماتا ہے۔ اپنی تائیدات اور نصرتوں کا وعدہ فرماتا ہے۔ اے لوگو! آؤ اور میرے اس دعوے کی صداقت کو پرکھو۔ آؤ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے محمد رسول اللہ صلعم کی کامل پیروی سے زندہ خدا کو پالیا ہے۔

جو لوگ متلاشیانِ حق بن کر نیک نیتی کے ساتھ اس دعوے کی صداقت کو پرکھنے کے لئے اور اس کی حقیقت کو جانچنے کے لئے آئے انہوں نے سچ مچ خدا کو دیکھ لیا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب اپنے دعاوی میں سچے ہیں اور وہ فی الحقیقت خدا نما انسان ہیں۔

حق یہ ہے کہ اس رجلِ خدا نما نے اس زمانے میں ثابت کر کے دکھا دیا کہ مذہب ایک رُوحانی سائنس ہے۔ دینِ اسلام کامل روحانی سائنس ہے۔ سچا مذہب وہی کہلا سکتا ہے جو انسان کو خدا سے ملا دے۔ انسان کو خدا کے نشان دکھلا کر اس کے دل میں خدا کی ہستی پر یقینِ محکم پیدا کر دے۔

؎ وہ دیں ہی کیا کہ جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائید حق نہ ہو مدد آسمان نہ ہو

صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اس معیار پر پورا اترتا ہے۔ اور جو تجربہ اور مشاہدہ کی کسوٹی پر پرکھا جا سکتا ہے۔ اور کوئی مذہب اس کی تاب نہیں لا سکتا دنیا کے باقی تمام مذاہب اس معیار پر پورا اترنے سے قاصر ہیں۔ یہ شرف دینِ اسلام کو ہی حاصل ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب دینِ اسلام کو رُوحانی سائنس اور رُوحانی سکیم یقین کر کے عمر بھر اس پر عمل پیرا رہے۔ اور جو جو مشاہدات اور تجربات رُوحانی اور واردات قلبی واقع ہوئے اُن کو تحریرات میں محفوظ کر لیا اور ان سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ آپ اپنی مشہور و معروف کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں:۔

”خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز مجھے عطا فرمائی ہے وہ قلب سلیم ہے۔ میرے لئے اس نعمت کا پانا ناممکن تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفٰی صلعم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس کی پیروی سے پایا۔ اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ انسان بجز پیروی نبی کریم صلعم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ معرفت کا حصہ پا سکتا ہے۔ اس پیروی سے سب سے پہلے قلب سلیم پیدا ہوتا ہے جس سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے۔ دل ایک ابدی اور لازوال لذت کا طالب بن جاتا ہے۔ پھر سب روحانی نعمتیں آنحضور صلعم کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔“

یہ آپ کا سب سے بڑا روحانی تجربہ ہے۔ اس روحانی منصوبہ پر عمل پیرا رہ کر آپ کا وجود تجلّیات و انوار الٰہی کا مرکز بنا۔ اور وہ اس قابل ہوئے کہ اس بے دینی خود فراموشی اور خدا فراموشی کے زمانے میں خدا کے وجود کو منوایا۔ ایک دفعہ آپ.... مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سیالکوٹی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:۔

”مولوی صاحب میرے ساتھ چلو۔ میں آپ کو خدا دکھا دوں گا“ چنانچہ واقعات.... شاہد ہیں کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم و مغفور کی پارسائی اور پاکبازی اس.... بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے خدا کو دیکھ لیا تھا۔ اس بات کا اعتراف انہوں نے اپنے منہ سے خانۂ خدا میں کھڑے ہو کر یوں کیا:۔

”میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہمیں حضرت مرزا صاحب نے خدا دکھا دیا ہے۔ وہ فی الواقعہ خدا نما انسان ہیں۔“

جہاں اور صدہا نشانات ہیں آپ کی خدا نمائی کے وہاں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آپ کی صداقت کا نشان بنے۔ یہ وہی مولوی صاحب ہیں جنہوں نے حضرت اقدس مرزا صاحب کا لیکچر جلسۂ اعظم مذاہب میں ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ پڑھا تھا کہ سامعین پر وجد طاری ہو گیا۔ یہ لیکچر بذاتِ خود حضرت مجدد وقت کی صداقت کا نشان بنا اور آپ کی پیشگوئی کے مطابق دیگر تمام لیکچروں پر بالا رہا اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان قرار پایا۔ یہ وہی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سیالکوٹی ہیں جو سیالکوٹ میں اہل حدیث جماعت کے خطیب اور امام تھے۔ شروع میں سر سید احمد کے بڑے مداح تھے۔ اور نیچریت کے دلدادہ تھے۔ لیکن حضرت اقدس مرزا صاحب کے

ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد ان کی کایا پلٹ گئی۔ ان کی فکر و نظر میں گفتار و کردار میں عجب تبدیلی آگئی۔ ان کی تقریر و تحریر میں ایک اور رنگ آگیا۔ ان کی قرآن خوانی میں جو پہلے خشک اور بے کیف ہوتی تھی اب سوز و گداز پیدا ہوگیا..... اور اس میں ایسی شیرینی، دلکشی اور تاثیر پیدا ہوگئی کہ سننے والوں پر وجد اور رقت کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ سامعین کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا قرآن دلوں پر نازل ہو رہا ہے۔ اُن کی تجربیت اب روحانیت میں بدل گئی تھی۔ یہ وہی عبدالکریم ہیں جن کو ذیابیطس کا مرض لاحق ہوگیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک خطرناک کاربنکل نمودار ہوا۔ کاربنکل ایک قسم کا پھوڑا ہوتا ہے جس کو سرائیکی زبان میں کھکھر بروڑی کہتے ہیں۔ اس پھوڑے کی جڑھیں جسم کے اندر جلد جلد گہری ہوتی چلی جاتی ہیں۔ سات دفعہ اپریشن کیا گیا۔ ساتویں دفعہ کلوروفارم کے تحت چیرا دیا گیا جس سے جان پر بن آئی۔ نبض ڈوبنے لگی۔ حالت بہت نازک ہوگئی معالج مایوس ہوگئے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب کو اس سے سخت صدمہ ہوا۔ آپ نے فرمایا :—

"ہمارے پاس تو بڑا ہتھیار دُعا ہی ہے۔ خدا کے فضل سے ناامید نہ ہونا چاہیئے
وہ چاہے تو مُردوں میں جان ڈال دے۔ اس کو سب قدرت ہے۔"

یہ کہکر آپ دُعا میں مشغول ہوگئے۔ خدا کی قدرت سجدہ میں سر رکھنا ہی تھا کہ مولوی صاحب کی نبض پوری قوت کے ساتھ چلنے لگی اور ضعف جاتا رہا۔ زخم بہت جلد درست ہو گیا۔ یقیناً یہ دعا کا نتیجہ تھا جو اس وقت سب نے مشاہدہ کیا۔

ایک اور عبدالکریم بھی حضرت اقدس مرزا صاحب کی صداقت کا نشان بنے۔ اُن کے واقعہ سے روحانی سائنس کی مادی میڈیکل سائنس پر برتری ثابت ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ حیدر آباد (دکن) سے ایک نوعمر طالب علم حصول تعلیم کے لئے قادیان آیا اور حضرت صاحب کے زیر سایہ ہوسٹل میں مقیم ہوگیا۔ بدقسمتی سے اُسے باؤلے کتے نے کاٹا۔ علاج کے لئے اسے کسولی بھیج دیا گیا۔ علاج کرانے کے بعد واپس قادیان آیا۔ تو اس میں دیوانگی کی علامات ظاہر ہوگئیں۔ کسولی کے ڈاکٹروں کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی اور مشورہ طلب کیا گیا۔ تو وہاں سے بذریعہ تار جواب آیا کہ اب مریض کے لئے کچھ نہیں کیا جا سکتا مایوسی کے عالم میں حضرت اقدس مرزا صاحب کی خدمت میں التجا کی گئی کہ اس غریب الوطن طالب علم کے لئے خاص توجہ سے دعا کی جائے آپ نے خاص درد دل سے دعا کی اور علاج بھی تجویز فرمایا۔ خدا کی شان وہ طالب علم بالکل تندرست ہوگیا۔ اب جائے غور ہے۔ میڈیکل سائنس نے اس کی موت کو یقینی قرار دے دیا تھا۔ یہ سائنس روحانی سائنس کے مقابلہ پر عاجز آگئی۔ مخالفین تعصب تنگ نظری اور ضد کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک اتفاقیہ امر تھا کہ لڑکا تندرست ہوگیا۔ لیکن میڈیکل سائنس کی ساری گزشتہ تاریخ شاہد ہے کہ جب ایک دفعہ کسی آدمی کے اندر باؤلے کتے کے کاٹنے سے مرض کے آثار ظاہر ہو جائیں اور دیوانگی کا دورہ شروع ہو جائے تو مریض لاعلاج ہو جاتا ہے اور اس کی موت یقیناً واقع ہو جاتی ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ وہ مریض حضرت صاحب کی دُعا سے شفایاب ہوگیا۔ گویا خدا کے اذن سے مردہ زندہ ہوگیا۔ حضرت صاحب نے اس واقعہ کے بارے میں فرمایا :—

"میرا دل اس بچے کے لئے درد اور بے قراری میں مبتلا ہوگیا۔ اور خارق عادت توجہ پیدا ہوگئی۔ جو اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ محض خدا تعالے کی طرف سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر پیدا ہو جائے تو خدا تعالے کے اذن سے وہ اثر دکھاتی ہے کہ قریب ہے اس سے مردہ زندہ ہو جائے۔ اس مریض کے لئے وہی حالت میسر آگئی۔"

اسی طرح قادیان کا ایک ہندو نوجوان حضرت صاحب کی صداقت کا نشان بنا۔ قادیان کے ہندو اور سکھ اکثر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لئے درخواست کرتے تھے۔ ایک ہندو نوجوان تپ دق میں مبتلا ہوگیا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے ملتجی ہوا۔ حضرت صاحب نے اس کے لئے درد دل سے دعا کی جس کے جواب میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہام ہوا قلنا یا نار کونی بردًا و سلامًا۔ ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ سرد اور سلامتی ہو جا۔ چنانچہ اس الہام کے چند دن بعد وہ ہندو نوجوان شفایاب ہوگیا۔

حضرت صاحب کی زندگی میں نشان نمائی کے بہت سے ایسے واقعات ہیں جن میں خدائی نصرت صاف صاف نظر آتا ہے۔ آپ کے روحانی مکاشفات اور الہامات اور آپ کی قلبی واردات تفصیل کے ساتھ آپ کی کتابوں میں درج ہیں۔ آپ کی کتابیں کیا ہیں علم حکمت کی مخزن ہیں اور سچ پوچھو وہ روحانی سائنس کی کتب ہیں۔ آپ کی کتب براہین احمدیہ۔ سرمہ چشم آریہ۔ تریاق القلوب۔ آئینہ کمالاتِ اسلام۔ حقیقۃ الوحی۔ برکات الدعا وغیرہ بالکل سائنٹیفک طرز پر ہیں۔ اگر ان کتابوں کے ناموں کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ روحانی میڈیکل سائنس کی کتب ہیں ذرا ملاحظہ ہو :—

۱۔ تریاق القلوب — *Antidote of Hearts*

۲۔ آئینہ کمالاتِ اسلام — *Mirror of the Glories of Islam*

۳۔ برکات الدعا۔ — *Blessings of Prayers.*

۴۔ تجلیاتِ الٰہیہ۔ — *Heavenly Revelations*

۵۔ چشمۂ معرفت — *Fountainhead of Spiritual Knowledge.*

۶۔ فتح اسلام — *Triumph of Islam.*

یہ نام بالکل ایسے ہیں جیسے مادی سائنس کی کتابوں کے نام ہوتے ہیں۔ مثلاً :—

1- *Wonders of Science*
2- *Blessings of Science*
3- *Predominance of Science*
4- *Fountain of Scientific Knowledge*
5- *Conquests of Science*

ان باتوں سے میرا مطلب یہ ہے کہ حضرت مجدد زمان نے نہایت دلکش اور سائنسی طریق پر اسلامی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اس روحانی سائنس کے ذریعہ جدید سائنس اور جدید فلسفہ کے تمام طلسمات کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ سچا مذہب ایک سچی روحانی سائنس ہے۔

جس طرح سائنس دان سائنسی تجربات اور مشاہدات کے لئے معمل LABORATARY یا تجربہ گاہ تعمیر کرتے ہیں اور اس کو ضروری سائنسی ساز و سامان سے آراستہ کرتے ہیں بالکل اسی طرح اس زمانے کے روحانی معلم اور مصلح نے بھی اپنی ایک روحانی تجربہ گاہ تعمیر کرائی جس کا نام آپ نے بیت الدُعا رکھا۔ یہ تھا تو ایک چھوٹا سا حجرہ مگر روحانی لحاظ سے اس کی وسعت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حجرہ ان دعاؤں کے لئے مخصوص تھا جو اس دل سے نکلتی تھیں جو خدا کا عرش تھا اور وہ دعائیں دل سے نکل کر آسمانوں کی بے پایاں وسعتوں اور رفعتوں میں بکھر جاتیں اور خالق ارض و سما سے مقبولیت کی سند کے ساتھ لوٹتیں اور اپنے ساتھ تائیدات اور نصرتوں کی بشارتیں لے آتیں۔

پھر ان تائیدات اور نصرتوں سے ایک نور کا مینار تعمیر ہوتا گیا۔ یہ روحانی مینار آپ کے علم کلام اور بے مثال لٹریچر کے ذریعہ تیار ہوا۔ اس کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ اس علمی اور روحانی مینار کی روشنی سے اب دنیا منور ہو رہی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ روحانی مینار دنیاوی قسم کے راکٹوں اور چاند گاڑیوں کے لئے LAUNCHING PAD یعنی اڑان کا پلیٹ فارم نہیں ہے۔ جہاں سے دنیاوی چاند تک پرواز کرنے کا منصوبہ بنایا جاتا ہے۔ بلکہ اس مینار سے قرآنی علوم کی روشنی کی شعاعیں عالم میں ہر سو پھیل رہی ہیں۔ جن سے افراد اور قومیں نئی روحانی زندگی حاصل کر رہی ہیں اور زمینی زندگی سے بلند ہو کر روحانی پرواز کرنے کی تربیت حاصل کر رہی ہیں۔

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے۔

درخواست دُعا } اخویم ڈاکٹر غلام احمد صاحب بشیر فاضل مبلغ اسلام ڈائرکٹر اسلامک سٹڈیز ہیگ ہالینڈ۔ کو کچھ عرصہ سے پتہ کی درد کی شکایت ہے۔ آپ نہایت اخلاص سے عرصہ تیس سال سے تبلیغ اسلام کا فریضہ یورپ و امریکہ میں ادا کر رہے ہیں۔ آپ کا وجود نہایت ہی قیمتی ہے۔ احباب محترم بشیر صاحب کی کُلّی صحت کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔
(مرزا محمد لطیف تبلیغ اسلام کراچی)

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیرِ اہتمام
یومِ وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(رپورٹ عبدالرؤف کھوکھر)

۲۶ر مئی کو صبح ۹ بجے مرکزی جامع احمدیہ لاہور میں یومِ وصال حضرت مسیح موعودؑ منایا گیا۔ جلسہ کی صدارت حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہٖ نے فرمائی اور سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم محمد صالح نور صاحب نے انجام دیئے۔

تلاوت و نظم کے بعد ایک طالب علم زاہد جنجوعہ نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر پُر مغز تقریر کی اور آیہ شریف فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون سے استدلال کرتے ہوئے حضرت کے مقام مجددیت کو ثابت کیا۔ اور بتایا کہ اس قرآنی معیار پر حضور کس طرح پورے اُترتے ہیں، کس طرح دعویٰ سے بعد کے اشد مخالفین بھی حضور کی قبل از دعوےٰ پاکیزہ زندگی پر حرف گیری نہ کر سکے۔ عزیز موصوف نے سامعین سے اپیل کہ وہ اسلامی سیرت کو اپنا کر حضور کی رُوح کو مطمئن کریں، بصورت دیگر ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

تقریر محترم مرزا مسعود بیگ صاحب

زاہد جنجوعہ کے بعد جناب میرزا مسعود بیگ صاحب نے تقریر شروع کی۔ اور زاہد کی اس کم عمری کی تقریر کو سراہتے ہوئے اس کے والدین کو بچے کی ایسی اچھی تربیت کرنے پر مبارک باد دی۔ اور امید ظاہر کی کہ یہ بچہ مزید محنت کر کے ایک اعلیٰ درجہ کا مقرر بنے گا۔ آپ نے حضرت مجدد وقت کے دعوے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ آپ کے مجدد ہونے کے دعوے کو آج تک بیشتر لوگ مان جاتے، کیونکہ حضور نے خود اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے عقلی، نقلی اور علمی دلائل اور واقعات سے آپ کا مجدد ہونا ثابت کر دیا تھا۔ مگر قادیانی جماعت کے غلو نے حضور کی مقبولیت کے آگے دیوار کھڑی کر دی۔ آپ نے فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ کا حوالہ دے کر کہا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی زمانہ قبل از نبوت کی غیر متنازعہ پاکیزہ زندگی اور صدق مقالی کا ہی کرشمہ تھا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے آپ کا دعوےٰ سنتے ہی تصدیق کر دی۔ اور زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے فرمایا کہ آپ کے اخلاق کریمانہ کے پیش نظر خدا تعالےٰ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ دعویٰ مجددیت سے پہلے آپ کے زہد و تقوےٰ اور راست گوئی و صدق مقالی مسلّمہ ہو چکی تھی۔ آپ نے لوگوں کو کثرت سے اپنے پاس آنے کی دعوت دی تھی۔ اور یہ حضرت کی صداقت کی دلیل ہے۔ کوئی کاذب اور مفتری آدمی لوگوں کو بار بار اپنے پاس نہیں بلاتا۔ نیز حضرت کا گھر کے اندر اور باہر سلوک سنّت کے عین مطابق تھا۔ ایک بار کسی دوست نے مشورہ دیا کہ آپ کو بہت زیادہ دماغی محنت کرنا پڑتی ہے۔ اپنے لئے الگ ایک مقوی غذا تیار کیا کریں۔ فرمانے لگے گھر میں جو کچھ پکتا ہے کھا لیتا ہوں۔ اس شخص نے سختی کا مشورہ دیا اور مولانا عبدالکریم رحؒ نے اس کی تائید کی۔ اس پر حضور نے جواب دیا۔ کہ ہمارے دوستوں کے ایسے خیالات نہیں ہونے چاہئیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے۔ ایک بار حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم بچوں کے ساتھ رات دس بجے قادیان پہنچے۔ بچوں کے لئے دودھ کی فکر ہوئی۔ اپنے آدمی کو بازار دودھ لینے بھیجا۔ تو پتہ چلا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ملازم سارا دودھ لے گیا ہے۔ یہ سن کر ڈاکٹر صاحب کچھ پریشان سے تھے۔ کہ اتنے میں حضور نے دودھ اور چینی ڈاکٹر صاحب کو بھجوا دی کہ آپ کی روٹی میں تھوڑی دیر لگے گی۔ بچے تو بھوکے نہ رہیں۔ اللہ اللہ۔ اپنے دوستوں اور مریدوں سے محبت اور الفت کے برتاؤ کا یہ کتنا اونچا معیار ہے۔

مبلغ اسلام مولانا حسن علی بہاری کو پان کھانے کی عادت تھی اور حضور کو ان کی اس عادت کا علم تھا۔ جب ایک دفعہ وہ مہمان ہوئے تو ان کی خاطر دوکان سے پان منگوائے گئے۔ ایک دفعہ حضور کی چارپائی پر حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم لیٹ گئے۔ جب حضور آئے۔ تو آپ نیچے زمین پر ہی لیٹ گئے۔ مرزا صاحب بیدار ہوئے تو یہ منظر دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ اور معذرت کرنے لگے۔ مگر حضور نے انہیں تسلی دے کر خاموش کر دیا۔ مولوی میر حسن مرحوم، جو علامہ اقبال مرحوم کے استاد تھے۔ سرسید مرحوم کے بھی معتقد تھے۔ اور ہمارے حضرت صاحب کے بھی۔ حیاتِ جاوید میں ان کے نام ایک مکتوب میں سر سید احمد خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ:

"مولوی لوگ کیوں میرزا صاحب کے پیچھے پڑے ہیں وہ نیک انسان ہیں"

اسی طرح ایک بار حضور نے عربی کا ایک مسودہ حضرت مولانا نورالدین رحؒ کے ذریعہ مولانا عبدالکریم کو بھیجا۔ مگر حکیم صاحب سے وہ مسودہ کہیں گم ہو گیا۔ مولوی صاحب بہت پریشان ہوئے۔ حضرت صاحب سے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا مولوی صاحب فکر نہ کیجئے اللہ تعالےٰ اس سے بہتر لکھنے کی توفیق دے گا۔ یہ تھے ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمدؑ، اللہ تعالےٰ ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

تقریر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کا ایک پہلو تو آپ نے میرے فاضل دوست میرزا مسعود بیگ صاحب سے سُن ہی لیا ہے۔ کہ اہل خانہ اور رشتہ داروں اور دیگر لوگوں سے آپ کا کیسا اعلےٰ سلوک تھا، خدا تعالےٰ سے تعلق کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ ہم جنسوں سے اخلاق حسنہ کا برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ حضور کے انسانوں سے تعلق میں بھی خدا نظر آتا تھا۔ تعلق باللہ کے باعث آپ سے حسن سلوک کے معجزے ظاہر ہوئے۔ مگر اس کے علاوہ حضور کی سیرت کا دوسرا پہلو بھی میں آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ حضرت صاحب چونکہ دنیا میں روحانی انقلاب لانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے (اور اسی انقلاب کی آپ نے بنیاد ڈال دی ہے) اس لئے آپ میں حق کی خاطر مقابلہ اور چیلنج دینے کی ہمت اور جرأت بدرجہ اتم موجود تھی اور ایسی کامل قوت تھی۔ کہ ایک مقدمہ کے دوران آریہ مجسٹریٹ نے حضور کو اندر کر دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جب اس کی حضور کو خبر پہنچی تو حضور لیٹے ہوئے تھے۔ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور بڑے جلال سے فرمایا کہ کیا وہ اللہ کے شیر پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے؟ ایسا کر کے تو دیکھے۔ یہ فقرہ اتنے جوش سے فرمایا کہ اس کے ساتھ ہی آپ کو خون کی اُلٹی آگئی۔ اور ایک انگریز سول سرجن کے سرٹیفکیٹ پر دو ماہ کے لئے حضور کو عدالت کی حاضری سے معاف کر دیا گیا۔ اس طرح آریہ مجسٹریٹ کا بد ارادہ پورا نہ ہو سکا۔

اس کے ساتھ ہی انکسار و عجز بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ البتہ محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن و اسلام کے لئے جو غیرت تھی وہ حضور کا ایک خاص امتیاز تھی۔ آپ نے انیسویں صدی میں سائنس اور علم کو ایسے وقتوں میں چیلنج کیا۔ جبکہ پڑھے لکھے مسلمانوں کا بیشتر حصہ علم اور سائنس سے مرعوب ہو کر اسلام سے برگشتہ ہو چکا تھا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ عنقریب قرآن کے مخالف، علوم جدیدہ اور سائنس کی جہالتیں ثابت ہو جائیں گی۔ حضور کے تین چیلنج اب بھی موجود ہیں۔

صدی کے ابتدا میں نیشنلزم کا زور تھا۔ قوم پرست طبقہ سب سے بڑا نیک شمار ہوتا تھا۔ مگر آج حالات بدل رہے ہیں کہ اسی قوم پرستی نے دنیا کے امن کو برباد کر دکھایا ہے اور حضور کی صداقت ظاہر ہو رہی ہے۔ احمدیہ بلڈنگس میں وفات سے کچھ عرصہ پہلے ہندوؤں کے لئے آپ نے "پیغامِ صلح" کتاب لکھی۔ کہ سب پیغمبروں کے احترام کی بنیاد پر صلح کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اسی بنیاد پر ساری انسانیت کو پیغام صلح و اتحاد دیا۔ اور یہاں تک فرمایا کہ ہم ہندوؤں کے جذبات کی خاطر حلال جانور گائے کے گوشت کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر ہندوؤں کو بھی مسلمانوں کے جذبات کا خیال کر کے ہمارے پیغمبر حضرت صلعم کا ادب و احترام سے نام لینا ضروری ہے۔ نیز فرمایا کہ ہم اپنا بال بچہ ذبح ہوتے دیکھ سکتے ہیں، مگر اپنے رسولؐ کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ قومی و ملکی اتحاد کی راہ آپ مذہبی رواداری میں دیکھتے ہیں۔ پس حضرت اقدسؑ وہ واحد انسان ہیں جنہوں نے انیسویں صدی کے آخر میں اگر ایک طرف مادیت کو چیلنج دیا تو دوسری طرف قوم پرستی و عقلیت کو بھی چیلنج کیا۔ گویا ایک جہان کو اپنے مقابل پر بلایا کسی انسان میں سارے جہان کو اپنے مقابل پر بُلانے کی جُرأت و ہمت ہو سکتی ہے؟ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جس وقت آپ نے دہریت، مادیت

(باقی ترص ۱۶ کالم ۲)

فکر کریں۔ یہ تو قرآن شریف میں ان اعجازی کمالات کا ذکر ہے جو خود اس کے نفس نفیس میں پائے جاتے ہیں لیکن باایں ہمہ تصرفات خارجیہ کے اعجاز بھی قرآن شریف میں بکثرت درج ہیں اور اس قسم کے معجزات جہاں قرآنی کے لئے بطور ایک زیور کے ہیں جو خوبی کو دوبالا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس خوبصورتی زیور کے محتاج نہیں۔ مگر اس کی آب و تاب کسی قدر اور بڑھ جاتی ہے۔ اس جگہ واضح رہے کہ تصرفات خارجیہ کے معجزات قرآن شریف میں کئی نوع پر مندرج ہیں۔ ایک نوع تو یہی کہ جو دعا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم سے خدائے تعالیٰ نے آسمان پر اپنا قادرانہ تصرف دکھلایا اور چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ دوسرے وہ تصرف جو خدا تعالیٰ نے جناب ممدوح کی دعا سے زمین پر کیا اور ایک سخت قحط سات برس تک ڈالا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ہڈیوں کو پیس کر کھایا۔ تیسرے وہ تصرف اعجازی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شر کفار سے محفوظ رکھنے کے لئے بروز ہجرت ایک جنگ میں دیکھا جو اہل مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ جلشانہ نے اپنے اس رسول کو ان کے اس بد ارادہ کی خبر دی اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا اور پھر بفتح و نصرت واپس آنے کی بشارت دی۔ بدھ کا روز اور دوپہر کا وقت اور سخت ہی گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلاء منجانب اللہ ظاہر ہوا۔ اس مصیبت کی حالت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار ڈالنے کی نیت سے چاروں طرف سے اس مبارک گھر کو گھیر لیا تب ایک جانی عزیز جس کا وجود محبت اور ایمان سے خمیر کیا گیا تھا جانبازی کے طور پر آنحضرت صلعم کے بستر پر باشارہ نبوی اس غرض سے منہ چھپا کر لیٹ رہا کہ تا مخالفوں کے جاسوس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نہ کریں اور اسی کو رسول اللہ سمجھ کر قتل کرنے کے لئے ٹھہرے رہیں۔

کس بہر کسے سر ندہد جاں نفشاند　　عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

سو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے اس وفادار اور جاں نثار عزیز کو اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے تو آخر تفتیش کے بعد ان نالائق بد اصل لوگوں نے تعاقب کیا اور چاہا کہ راہ میں کسی جگہ پا کر قتل کر ڈالیں۔ اس وقت اس مصیبت کے وقت میں بجز ایک باخلاص اور یک رنگ اور ولی دوست کے اور کوئی انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہ نہ تھا۔ ہر وقت اور نیز اس پر خطر سفر میں وہ مولیٰ کریم ساتھ تھا جس نے اس کامل وفادار بندہ کو ایک عظیم الشان اصلاح کے لئے دنیا میں بھیجا تھا۔ سو اس نے اپنے اس پیارے بندہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑے بڑے عجائب تصرفات اس راہ میں دکھلائے جو اجمالی طور پر قرآن شریف میں درج ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہیں دیکھا حالانکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے۔ سو خدائے تعالیٰ نے جیسا کہ سورہ یٰسین میں اس کا ذکر کیا ہے ان سب اشقیا کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ اللہ جلشانہ نے اپنے نبی معصوم کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق عادت دکھلایا کہ باوجودیکہ مخالفین اس غار تک پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ اپنے رفیق کے مخفی تھے مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیج دیا جس نے اسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنا دیا اور انڈے بھی دے دیئے اور اسی طرح اذن الٰہی سے عنکبوت نے اس غار پر اپنا گھر بنا دیا جس سے مخالف لوگ دھوکہ میں پڑ کر ناکام واپس چلے گئے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ ایک مخالف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پکڑنے کے لئے مدینہ کی راہ پر گھوڑے دوڑائے چلا جاتا تھا۔ جب وہ اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو جناب ممدوح کی بددعا سے اس کے گھوڑے کے چاروں سم زمین میں دھنس گئے اور وہ گر پڑا اور پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگ کر اور عفو تقصیر کرا کر واپس لوٹ آیا۔ چوتھی وہ تصرف اعجازی کہ جب دشمن نے اپنی ناکامی سے منفعل ہو کر لشکر کثیر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کی تا مسلمانوں کو جو ابھی تھوڑے سے تھے نابود کر دیں۔ اور دین اسلام کے نام و نشان مٹا دیں تب اللہ جلشانہ نے جناب موصوف کے ایک مٹھی کنکریوں کے چلانے سے مقام بدر میں ایک تہلکہ ڈال دیا اور ان کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور خدائے تعالیٰ نے ان چند کنکریوں سے مخالفین کے بڑے بڑے سرداروں کو سراسیمہ اور اندھا اور پریشان کر کے وہیں رکھا اور ان کی لاشیں انہیں مقامات میں گرائیں جن کے پہلے ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ نشان بتا رکھے تھے۔ ایسا ہی اور کئی عجیب طور کے تائیدات و تصرفات الٰہیہ کا جو خارق عادت ہیں قرآن شریف میں ذکر ہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ کیونکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مسکینی اور غریبی اور یتیمی اور تنہائی اور بے کسی کی حالت میں مبعوث کر کے پھر ایک قلیل عرصہ میں جو تئیس برس سے بھی کم تھا ایک عالم پر فتحیاب کیا اور شہنشاہ قسطنطنیہ و بادشاہان دیار شام و مصر و ممالک مابین دجلہ و فرات وغیرہ پر غلبہ بخشا اور اس تھوڑے ہی عرصہ میں فتوحات کو جزیرہ نما عرب سے لے کر دریائے جیحوں تک پھیلایا اور ان ممالک کے اسلام قبول کرنے کی بطور پیشگوئی قرآن شریف میں خبر دی۔ اس حالت بے سامانی اور پھر ایسی عجیب و غریب فتحوں پر نظر ڈال کر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے کہ جس جلدی سے اسلامی سلطنت اور اسلام دنیا میں پھیلا ہے۔ اس کی نظیر صفحہ تواریخ دنیا میں کسی جگہ نہیں پائی جاتی اور ظاہر ہے کہ جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جائے اسی کو دوسرے لفظوں میں خارق عادت بھی کہتے ہیں۔ پس غرض قرآن شریف میں تصرفات خارجیہ کا ذکر بھی بطور خارق عادت بہت جگہ آیا ہے بلکہ ذرا نظر کھول کر دیکھو تو اس پاک کلام کا ہر یک مقام تائیدات الٰہیہ کا نقارہ بجا رہا ہے اور ایک تصویر کھینچ کر دکھلا رہا ہے کہ کیونکر اسلام اپنی اول حالت میں ایک خورد تخم کی طرح دنیا میں بویا گیا اور پھر وہ تھوڑے ہی عرصہ میں جو خارق عادت ہے کیسا بزرگ عظیم القدر ہو کر اکثر حصہ دنیا میں پھیل گیا اور ہر یک موقعہ پر کیا کیا عجیب تائیدات الٰہیہ اس کی حمایت میں ظہور میں آتی رہیں۔ اب ہم بیرونی معجزات کا بیان (جو اعجازی تصرفات ہیں) اسی قدر کافی سمجھ کر ان معجزات کی تشریح کچھ زیادہ کرنا چاہتے ہیں جو قرآن شریف کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کی بطنی اور نفسی خاصیتیں ہیں کیونکہ اس قسم کے معجزات بباعث دائمی شہود اور وجود کے قوی الاثر ہیں جن کو ہر ایک طالب صادق اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے اور ہر یک منصف کی نظر میں بالضرور قابل یقین ٹھہر سکتے ہیں۔ سو اول جاننا چاہیئے کہ معجزہ عادات الٰہیہ میں سے ایک ایسی عادت یا یوں کہو کہ اس قادر مطلق کے افعال میں سے ایک ایسا فعل ہے جس کو اضافی طور پر خارق عادت کہنا چاہیئے۔ پس امر خارق عادت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جو پاک نفس لوگ عام طریق و طرز انسانی سے ترقی کر کے اور معمولی عادات پھاڑ کر قرب الٰہی کے میدان میں آگے قدم رکھتے ہیں تو خدائے تعالیٰ حسب عادت ان سے ایک ایسا عجیب معاملہ ان سے کرتا ہے کہ وہ تمام حالات انسانی پر خیال کرنے کے بعد ایک امر خارق عادت دکھائی دیتا ہے اور جس قدر انسان اپنی بشریت کے وطن کو چھوڑ کر اور اپنے نفس کے حجابوں کو پھاڑ کر عرصات عشق و محبت میں دور تر چلا جاتا ہے اسی قدر یہ خوارق نہایت صاف اور شفاف اور روشن و تاباں ظہور میں آتے ہیں۔ جب تزکیہ نفس انسانی کمال تام کی حالت پر پہنچتا ہے اور اس کا دل غیر اللہ سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور محبت الٰہی سے بھر جاتا ہے تو اس کے تمام اقوال و افعال و اعمال و حرکات و سکنات و عبادات و معاملات و اخلاق جو انتہائی درجہ پر اس سے صادر ہوتے ہیں وہ سب خارق عادت ہی ہو جاتے ہیں سو بمقابل اس کے ایسا ہی معاملہ باری تعالیٰ کا بھی اس مبدل تام سے بطور خوارق عادت ہی ہوتا ہے۔ چونکہ آنحضرت مبدل تام اور سید المبدلین اور امام المطہرین تھے جن کو قادر مطلق نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا تھا۔ اس لئے تمام سراپا وجود ان کا حقیقت میں معجزہ ہی تھا اور ضرور تھا کہ ایسے عالی شان نبی پر جو کلام نازل ہوتا تھا وہ باعث تبدل تام اس کے غایت درجہ کا خارق عادت ہوتا جس سے تمام اولین آخرین کی نظریں خیرہ ہو جاتیں کیونکہ اگرچہ کلام الٰہی فی ذاتہ کلام انسانی سے ایسا ہی ممیز ہے جیسا خدا انسان سے تمیز تام رکھتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے فیضان وحی حسب استعداد و حالت مبعوث و اخلاق فاضلہ و ملکات صالحہ وحی یاب ہوا کرتا ہے اور اسی کی طرف ایک روحانی اشارہ ہے جو قرآن شریف میں پایا جاتا ہے یعنی یہ کہ وہ پاک کلام بہت سے

فرشتوں کی حفاظت کے ساتھ اترا ہے۔ سو ظاہری فرشتے تو معلوم ہی ہیں۔ مگر پاک اخلاق اور پاکیزہ حالتیں اور ذوق و شوق سے بھری ہوئی واردات اور درد دل اور جوش محبت اور صدق و صفا و تبتل و وفا و توکل و رضا و نیستی و فنا اور شور شہادت عشق مولے ایک قسم کے فرشتے ہی ہیں جو قادر مطلق نے اپنے اس محبوب افضل الرسل کے وجود میں اکمل و اتم طور پر پیدا کئے تھے۔ اور پھر اسی کے اتباع سے ہر یک مؤمن کامل کے دل میں بھی باذنہٖ تعالےٰ پیدا ہو جاتے ہیں اور اگرچہ عام مؤمنوں میں بھی جو ابھی حالتِ کمالیہ تک نہیں پہنچے ان کا تخم پایا جاتا ہے لیکن وہ تخم اس چھپی ہوئی آگ کی طرح ہے جو افسردہ آگ کا کام نہیں دے سکتی۔ جیسے ظاہر ہے کہ انڈا مرغ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور نہ بیج درخت کا حکم رکھتا ہے۔ اور اگرچہ ہر ایک زمین کے نیچے پانی ہے لیکن بجز بہت سی جانکنی اور محنت اور مدت تک زمین کھودنے کے وہ پانی نکل نہیں سکتا اسی طرح آتش شوق الٰہی جب تک پاک درد اور پاک حزن اور پاک اخلاقی ظہور جب اپنے اشتعال اور کمال کی حالت میں ہوں تو ان نیک اور ہوشیار چوکیداروں کی طرح ہیں جو اپنے مالک کے محل کے دروازوں پر چاروں طرف دن رات پہرہ کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔ سو ہر چند اس محل کے سارے دروازے کھلے ہیں (یعنی ہر قسم کی قوتیں اور استعدادیں) مگر بباعث تقیّد محافظین بجز سرد ہوا اور محبوب چیزوں کے کوئی نابکار چیز اندر نہیں جا سکتی اور کُتّا یا چور اندر جانے کا ارادہ کرتا ہے تو پکڑا جاتا ہے اور مار کھاتا ہے لیکن وہ محل جس کے دروازے تو کھلے ہیں مگر دروازوں پر کوئی نیک و ہوشیار چوکیدار نہیں گو اس میں ٹھنڈی ہوا اور اچھی اچھی چیزیں بھی داخل ہوتی ہیں۔ مگر ایسے گھر کو اکثر چور لگے رہتے ہیں اور کُتّے اس کی چیزوں کو پلید کرتے رہتے ہیں سو یہ گھر خرابی کی حالت میں رہتا ہے۔ پس جس جگہ صفوت و عصمت و تبتل و محبت کامل و تام و حزن و درد و شوق و خوف ہے اس جگہ انوار وحی کی کامل تجلیات بغیر آمیزش کسی نوع کی ظلمت کے وارد ہوتی رہتی ہیں اور آفتاب کی طرح چمکتی ہوئی نظر آتی رہتی ہیں اور جس جگہ یہ مرتبہ کمال تام کا نہیں اس جگہ وحی بھی اس عالی مرتبہ سے تنزل ہوتی ہے۔ غرض وحی الٰہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں خدا تعالےٰ کی صفاتِ کمالیہ کا چہرہ حسب صفائی باطن نبی منزل علیہ کے نظر آتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی پاک باطنی اور انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشقِ الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے اس لئے خدائے جلّشانہٗ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا، اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و روشن تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحفِ سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسی برہان عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیہ حق تعالےٰ کا ایک نہایت مصفّٰے آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔" (باقی باقی)

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۹ تا ۱۸)

ہفت روزہ پیغام صلح: خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

مجدّدِ وقت

از محترمہ بیگم چوہدری محمود احمد صاحب

جب عیسائیوں کا زور ہوا ÷ اور آریوں کا جب شور ہوا
جب قوم ہماری سوتی تھی ÷ جب دین کی غیرت روتی تھی
تب مردِ خدا اِک آیا تھا ÷ جو درد بھرا دِل لایا تھا
جب دین کی نازک حالت تھی ÷ جب ہر سو ایک جہالت تھی
دیں بار کشِ تحقیق نہیں ÷ یاں عقل لڑانی ٹھیک نہیں
یہ مولویوں کا کہنا تھا ÷ اسلام کا پھر کیا رہنا تھا
آجاؤ حق پھیلانے کو ÷ اسلام پہ آنچ نہ آنے دو

(بسلسلہ صفحہ ۱۵۲)

...عقلیت اور قومیت کو آپ نے چیلنج کیا اور اس وقت ان کا بڑا عروج ہو رہا تھا پھر آج کس قدر انقلاب زمانہ نے پلٹا کھایا ہے کہ یہ تسلیم کیا جا رہا ہے کہ اگر انسانی تہذیب اور انسانیت نے باقی رہنا ہے تو وہ صرف ایسے مذہب کی قبولیت کے باعث ہی ممکن ہے جو قومیت کی تعلیم دینے کی بجائے بین الاقوامی سطح پر محیط ہو۔ یہ عالمگیر اسلامی انقلاب صلح اور امن کے طریق کار پر رونما ہوتا ہے۔

یہ ہے آپ کا حقیقی پیغام جو آپ نے اس زمانہ کے جنگ و فساد اور دنیا پرستی کے مقابل دیا ہے۔

تقریر چوہدری مسعود اختر صاحب

سٹیج سیکرٹری جناب صالح نور صاحب نے چوہدری صاحب کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ آپ ایک مخلص اور پُر جوش احمدی ہونے کے علاوہ مقامی جماعت احمدیہ کے زبردست اور انتھک رُکن بھی ہیں۔ اس تعارف کے بعد چوہدری صاحب نے اپنی تقریر شروع کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ آپ ایک تاریخی شخصیت ہی نہ تھے بلکہ تاریخ ساز شخصیت بھی تھے۔

اس زمانہ میں سیاسی شکست کے باعث مسلمانوں پر مایوسی اور مُردنی سی طاری تھی۔ آپ نے بآوازِ بلند صورِ اسرافیل بن کر مسلمانوں کو جھنجھوڑا اور بتایا کہ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ ہمارا مذہب زندہ ہے۔ رسول زندہ ہے اور خدا زندہ ہے ہمارا مذہب غالب آئے گا۔ اور آخر کار یورپین اور دیگر ترقی یافتہ قومیں اسلام قبول کریں گی۔ اور اس طرح اسلام کا سورج مغرب سے طلوع ہو گا۔ حضرت صاحب نے خالص مذہب کی بنیاد پر مسلمانوں کو ترقی کی خوشخبری دی تھی۔ آپ نے تریاق القلوب سے متعدد حوالے دے کر ثابت کیا کہ اسلام کا غلبہ مقدر ہو چکا ہے، اور اسلام کے اصول دنیا میں فتح پائیں گے۔ اس زمانہ میں مذہب کے نام پر جہاد کا جو مفہوم آپ نے پیش فرمایا۔ وہی آج دنیا میں مقبول ترین ہے۔

حضرت نے مغرب میں تبلیغ اسلام کا مسلمانوں کو تصوّر دیا۔ اور اس کام کے لئے ایک جماعت بنائی۔ جس کی کوششوں میں اللہ تعالےٰ نے برکت دی اور جس کی وجہ سے آج مغرب کی وادیوں میں ہماری اذان گونج رہی ہے۔ غرضیکہ حضرت صاحب نے مسلمانوں کو ذہنی معذوریت سے نکال لیا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد نبھائیں۔

چوہدری صاحب کے بعد مقامی جماعت کے سیکرٹری جناب صالح نور نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ بعد میں سامعین کی تواضع مشروبات سے کی گئی۔ سیکرٹری صاحب...

انورگورین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد پبلشر ...

جلد ۶۱ | چہار شنبہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ — ۱۲ جون ۱۹۷۴ء | نمبر ۲۴

حکمت قرآن

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

جنت کا راستہ ابتلاؤں کے خارزار سے ہو کر گزرتا ہے

أم حسبتم أن تدخلوا الجنّة .... قریب - (۲:۲۱۴) -

ترجمہ: کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تمہیں ان لوگوں کی سی حالت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں - ان کو سختی اور دکھ پہنچے اور خوب ہلائے گئے - یہاں تک کہ رسول اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بول اُٹھے کہ اللہ کی نصرت کب آئے گی - سنو! اللہ کی نصرت قریب ہے"

زلزلوا - زلزال کے اصل معنی سخت حرکت دینا ہے - اور مراد مصائب کا آنا ہے (مثلاً لسان العرب میں اصابت القوم زلزلۃ (لفظی معنی، قوم پر زلزلہ آیا) کے معنی تخویف و تحذیر کا آنا لکھے ہیں - اور تاج العروس میں زلازل کے معنی بلایا شدائد اہوال لکھے ہیں یعنی بلائیں، مصیبتیں، خوفناک حالات - حدیث میں ہے اللھم اھزم الاحزاب و زلزلھم - جہاں زلزلھم کے معنی ابن اثیر نے کئے ہیں - کہ ان کے امر کو گھبراہٹ اور پریشانی کی حالت میں اور ناقابل قیام کر دے، خود قرآن کریم میں جنگ احزاب کے ذکر میں ہے ھنالک ابتلی المؤمنون و زلزلوا زلزالا شدیدا (الاحزاب: ۱۱) پس زلزلہ سے مراد یہاں شدائد و تکالیف کا آنا ہے - بالخصوص وہ شدائد جو جنگوں میں پیش آتی ہیں -

حق کے قیام میں مشکلات

جب یہ بتایا کہ کتنا بڑا کام تم مسلمانوں کے سپرد کیا گیا ہے - کہ کل دنیا کے اختلاف کو دور کرو تو یہ بھی بیان کر دیا کہ حق کا دنیا میں قائم کرنا کس قدر مشکل کام ہے اور کس قدر دکھوں کا سامنا ہے - چھوٹے پیمانے پر بھی حق قائم کرنے کے لئے بھی کیا کیا مصائب اُٹھانے پڑے تو اب اس عظیم الشان امر کے قیام کے لئے کن کن تکالیف کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے - مصائب ہی کامیابی کی کنجی ہیں - ان میں پڑنے کے بغیر انسان پختہ نہیں ہوتا - تو جنت میں کس طرح جا سکتا ہے - سوال تھا جنت میں داخل ہونے کے متعلق اور جواب میں فرمایا کہ اللہ کی نصرت قریب ہے - پس مومنوں کے لئے جب خدا کی نصرت آتی ہے اور ان کو کامیاب کر کے منزل مقصود پر پہنچاتی ہے - تو وہ بھی ان کے لئے ایک جنت ہی ہے - اس آیت میں صاف اشارہ جنگوں کی طرف ہے، یہ بھی بتایا کہ اللہ کی نصرت اسی کا نام ہے، جب اسباب سے مایوسی ہو جائے - اور چاروں طرف ناکامی ہی ناکامی نظر آئے اور دشمن کا غلبہ بڑھتا چلا جائے - یہاں تک کہ وہ *

حضرت مجدد زمان علیہ السلام

قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے

ہے شکر رب عزّ و جل خارج از بیاں ⁂ جس کے کلام سے ہمیں اس کا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں ⁂ ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا ⁂ وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا

اس نے درخت دل کو معارف کا پھل دیا ⁂ ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا ⁂ شیطاں کا مکر و وسوسہ بے کار ہو گیا

وہ رہ جو ذات عزّ و جل کو دکھاتی ہے ⁂ وہ رہ جو دل کو پاک و مطہّر بناتی ہے

وہ رہ جو یار گمشدہ کو کھینچ لاتی ہے ⁂ وہ رہ جو جام پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ رہ جو اس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے ⁂ وہ رہ جو اس کے پانے کی کامل سبیل ہے

اس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا ⁂ جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہو گئی ⁂ ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہو گئی

جو دور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے ⁂ چلنے لگی نسیم عنایات یار سے

جاڑے کی رُت ظہور سے اس کے پلٹ گئی ⁂ عشق خدا کی آگ ہر اک دل میں اٹ گئی

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے ⁂ پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے

بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

---

* مومن جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں - بول اُٹھتے ہیں کہ اللہ کی نصرت کب آئیگی - تب نصرت الٰہی آتی ہے - اور اللہ تعالیٰ کی اپنی جناب سے کوئی ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے اور جو بات انہونی معلوم ہو جاتی ہے" - (بیان القرآن نوٹ ۲۷۳)

ہونی تھی وہ

ختمِ نبوت اور تکفیر المسلمین کے متعلق

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے اکابر کا عقیدہ

[illegible] ۱۸۹۱ء، ۱۸۹۲ء، ۱۴۰۰ "میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں - اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوتِ محمدیہ اور باتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے - اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے جو شخص زیادہ ہم پر الزام لگاوے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۲۲۴)

"سیدنا و مولٰنا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر جانتا ہوں اور میرا یقین ہے کہ وحی نبوت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔" (اشتہار ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء)

حضرت مولانا نور الدین رح کا اعلان } "ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی رضامندی اور ناراضی کی راہوں کو ظاہر کرتا ہے اور ملائکہ کے ذریعے اپنا کلام پاک اپنے نبیوں اور رسولوں کو پہنچاتا رہا ہے - اور اس کی بھیجی ہوئی کتابوں میں آخری کتاب قرآن شریف ہے - جس کا نام شفاء، فضل، رحمت اور نور ہے اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم النبیین ہیں اور آپ کوئی کتاب نہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول آپ کے سوا نہیں ہو سکتا، اس وقت بھی جو آیا وہ ان کا غلام ہی ہو کر آیا ہے۔"

(الحکم - ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۲ء)

حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمت کا درد دل } "میرے دل میں ایک درد ہے اور وہی مجھے مجبور کرتا ہے کہ سب مصیبتوں کو قبول کر کے اس کا اظہار کر دوں - اہل قبلہ کی تکفیر وہ امر ہے جس کے لئے حضرت مرزا صاحب نے اپنے مخالف مولویوں کو سخت ملزم قرار دیا ہے - آہ! آج وہ بات جس کے لئے دوسروں کو ملزم قرار دیا گیا تھا - اس کا ارتکاب ہم خود کر رہے ہیں - میرا تو دل کانپ جاتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے کو کافر خارج از اسلام قرار دیا جائے .... ہمارا سلسلہ مسلمانوں کی تکفیر پر جمع نہیں ہو سکتا۔"

"ہمارے قادیانی دوست ہمیں اس وجہ سے فاسق قرار دیتے ہیں کہ ہم نے اس شخص کو خلیفہ نہیں مانا جس نے تمام روئے زمین کے کلمہ گوؤں کو عملاً منسوخ قرار دیا اور اس وجہ سے مرتد قرار دیتے ہیں کہ ہم بانی سلسلہ احمدیہ کو نبی نہیں مانتے۔" (ہم کون ہیں ص۲)

حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ } "میں اسلام کو برحق اور خدا کی طرف سے جانتا ہوں، قرآن کریم کو خدا تعالٰی کی آخری کتاب اور امور ملیہ میں اسے ناطق اور خاتم الکتب مانتا ہوں - میں حضرت محمد مصطفٰی (علیہ الف الف صلوٰۃ و سلام) کو خاتم النبیین مانتا ہوں - ان پر دروازہ نبوت کو بند اور ان کے بعد کسی کے دعوئے نبوت پر ایمان نہیں لا سکتا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر ایک مدعی نبوت کو کافر و کاذب سمجھتا ہوں۔" (اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ص۹۲)

خارج از دائرہ اسلام } "میں یہ بات اچھی طرح واضح کر چکا ہوں کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ہے - اسلام میں مختلف گروہوں کے امتیازی معتقدات اصول ہائے اسلام سے تعلق نہیں رکھتے جن امور میں وہ سب کے سب متفق ہیں - وہی بروئے قرآن و حدیث اصولِ اسلام ہے - لہذا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی نبوت کا قائل ہوتا ہے - وہ اسلامی فرقوں سے باہر ہے - وہ بقول حضرت مرزا صاحب خارج از دائرہ اسلام ہے - وہ تو ایک نیا مذہب ہے جس کو قرآن سے تعلق نہیں - ایسے عقیدہ کا رکھنے والا بہ الفاظ مرزا صاحب ختم نبوت کی توہین کرتا ہے - یہ لوگ اور بہائی ایک ہی جماعت ہے۔" (اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ص۱۶۵)

صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں، وہ قطعی کافر ہیں - انا للہ وانا الیہ راجعون - آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں - اس گروہ نے اب انہیں خلیفہ مقرر کیا ہے - مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا - مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے - اور جس عجیب و غریب دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جاوے گا۔"

(الہلال ۲۵ر - ۲۶ر مارچ ۱۹۱۴ء)

ربوہ کا حالیہ افسوسناک واقعہ

جماعت احمدیہ لاہور (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام) من حیث الجماعت ہمیشہ قانون کی پابندی، مذہبی آزادی اور باہمی رواداری کی قائل اور اس پر عمل پیرا رہی ہے اور اشتعال انگیزی اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے فعل کو درست نہیں سمجھتی - مسلک عقائد کے لحاظ سے بھی یہی جماعت ختم نبوت کی صحیح معنوں میں علمبردار، اتحاد بین المسلمین کی داعی اور تکفیر کی مخالف رہی ہے اور ان موضوعات پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں - البتہ اس موقعہ پر یہ اظہار ضروری ہے کہ ربوہ میں جو کچھ ہوا ہمیں بحیثیت جماعت اس پر افسوس ہے - اور ہماری جماعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں - احمدیہ تحریک نے ہمیشہ اشتعال کے مقابلہ میں صبر و تحمل اور بدزبانی کا خاموشی اور دعا سے مقابلہ کیا ہے اور یہی کامیابی کی راہ ہے - اللہ تعالٰی ہم سب کی آنکھیں کھولے اور ہم اس امر کو محسوس کریں - کہ اس وقت عالمِ اسلام میں اتحاد کی اشد ضرورت ہے اور دولت خداداد پاکستان کی سالمیت کیلئے بھی ہم سب کا متحد ہو کر پرامن اور روادارانہ زندگی بسر کرنا اور دشمنانِ دین و ملک کے منصوبوں سے باخبر رہنا بہت ضروری ہے - واللہ المستعان

مرزا مسعود بیگ - جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اسلام..... امن، اتحاد، رواداری اور سلامتی کا دین۔

وان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بین اخویکم

اگر مومنوں کے دو گروہ باہم لڑ پڑیں تو بھائیوں کے مابین صلح کرا دو۔ (الحجرات آیت)

امن و اتحاد دین اسلام کی بنیادی و امتیازی خصوصیات ہیں۔ اسلام کے لفظی معنی بھی امن و سلامتی ہیں اور ایک مسلمان دوسرے سے جب ملتا ہے تو وہ السلام علیکم کہکر آپس میں سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔ معنوی طور پر دین اسلام نے امن و صلحکاری اور سلامتی و عافیت کو سب امور پر مقدم کیا ہے۔ کیونکہ اسلام کے ایک معنی فرمانبرداری کے بھی ہیں۔ خدا تعالےٰ کے قوانین اور احکامات کی تابعداری کرنے سے حقیقتاً انسانی زندگی میں وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، امن و سلامتی پیدا ہوتے ہیں، خدا تعالےٰ کے قوانین احکامات اور اس کی تقدیر کے تسلیم نہ کرنے اور ان پر عمل پیرا نہ ہونے یا ان سے بغاوت کرنے کے باعث سارے دکھ و عذاب آتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا من اسلم وجہہ الی اللہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ جس کسی نے خدا کے قوانین اور احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا اور مخلوق خدا پر احسان کرنے کا شیوہ اختیار کر لیا۔ پس یہی وہ ہیں جن کا اجر خدا کے پاس ہے اور یہی وہ ہیں جن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم زدہ ہوتے ہیں۔ جنتی زندگی کی کلید خدا تعالےٰ کی یسر و تسلیم اطاعت اور بنی نوع انسان کے ساتھ شفقت و رحمت سے پیش آنے میں ہی مضمر ہے۔ رحمت، محبت اور مغفرت خدا تعالےٰ کی تین عظیم بنیادی صفات حسنہ ہیں، جن پر اس نظام کائنات کی بنا ہے۔ انسانی زندگی میں بھی جس قدر ان صفات سے کام لیا جاتا ہے اتنا ہی اس نظام میں امن و عافیت، سلامتی و سہولت کارفرما ہوتی ہے۔ ترقی و خوشحالی کے لئے بھی معاشرہ میں امن و سلامتی اور باہمی محبت و رحمت، درگذر اور رواداری کی صفات کا موجود ہونا ضروری شئے ہے۔ اسلام سے ہی یہ امر مختص نہیں بلکہ ہر مذہب اور دین کی تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان میں باہمی محبت و رحمت کی صفات نشو و نما پائیں۔ کسی دین کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ اس دین کے پیرؤوں کا اپنے آپ کو ان صفاتِ عالیہ سے متصف کرنا ہوا کرتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر کسی دین کے پیرو ان صفات کے برعکس اپنوں یا غیروں سے نفرت، حقارت تشدد، جبر، تحکم، سختی اور ظلم کا برتاؤ کریں تو وہ اپنے دین کے لئے کشش و جذب پیدا کرنے سے سراسر قاصر و عاجز رہیں گے۔ دین کی اصل خدمت یہی ہے کہ اسکے پیرو کار بنی نوع انسان کی سلامتی اور امن و محفوظیت کی فضا پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتے والے ہوں تا اس دین کے پیرؤں کے بارہ میں یہ علامت مشہور ہو کہ وہ امن و اتفاق اور محبت و اتحاد کے واقعی علمبردار ہیں۔ فطرتاً انسان کو جس قدر کشش امن و اتفاق کی راہوں سے پیدا ہوتی اور مخلوق کے لئے سچی محبت و خدمت سے چلنا پیارے ایسی کسی دوسری طرح ہونا ممکن نہیں۔

یہ خیال کرنا کہ باہمی سب اختلافات ختم ہو جائیں کسی طرح بھی صحیح نہیں کیونکہ قدرت نے جہاں انسانوں میں اتفاق و اتحاد اور مساوات و برابری رکھے ہیں وہاں اختلافات بھی فطرتاً ناگزیر ودیعت کئے گئے ہیں جس طرح ظاہری شکلوں اور اجسام میں اختلاف ہے اسی طرح طبعی طور پر خیالات و جذبات میں بھی طبعی اختلاف لازم پڑا ہے۔ سچا اور مخلصانہ ..... اختلاف تو باعثِ رحمت و ترقی ہوا کرتا ہے۔ مگر اندھی متعصبانہ تقلید یا نفرت و حقارت کے جذبات کا نتیجہ ایک طرف خدا کے احکامات کی نافرمانی ہے تو دوسری طرف نسلِ انسانی کے لئے دکھ و مصیبت کا باعث بن جایا کرتے ہیں۔ اختلافات کو نہ صرف حوصلہ و صبر سے برداشت کرنا بلکہ ان کے ہوتے ..... ہوئے باہمی حسنِ سلوک، رواداری اور اخلاق، احسان و مروت سے پیش آنا ہی سچے دین کے مقاصد ہیں۔

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات و نظام زندگی ہمارے سامنے رکھتا ہے، اس نے جہاں اپنے معتقدات پر یقین اور مضبوطی سے قیام کا سبق دیا ہے وہاں ان کے ساتھ اختلافات رائے و اعتقاد رکھنے والوں سے بھی پیار و محبت، امن و عافیت، مودت و مساوات، رواداری اور درگذر کی تعلیم دی ہے، کسی صورت میں بھی باہمی انسانی تعلقات کو بگاڑنے اور انہیں برباد کرنے کی تعلیم نہیں دی کیونکہ کامل و سچے دین کی اصل غرض و غایت ہی صحیح تعلقات کو استوار..... اور ترقی دینا ہے۔

جو اصحاب تمام اختلافات کو مٹا کر ہر رنگ اور ہر سطح پر یکجہتی کے قائل ہیں، دراصل یہی لوگ سچے اتحاد و یکجہتی کی بجائے جبر و ظلم کے روادار ہیں کیونکہ اپنے موقف پر جبراً متحد کرنے کی کوشش کرنا ہی حقیقتاً انسانی حق آزادی ضمیر کے منافی راہ ہے۔ قرآن کریم نے تو کفار سے بھی حجت بازی و تنازعہ سے باز رہنے کی تعلیم دی ہے۔ قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا وربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجۃ بیننا وبینکم کہدو کیا تم ہمارے ساتھ ہمارے رب کے بارہ میں حجت کرتے ہو؟ حالانکہ وہ تو اتنا منصف ہے کہ وہی ہمارا اور تمہارا دونوں کا ہی رب ہے کیونکہ وہ ازراہ عدل ہمیں اور تمہیں اعمال کی جزا و سزا دینے والا ہے۔ پس اس نظریہ و عقیدہ کے ہوتے ہوئے تمہارے اور ہمارے مابین کوئی تنازع باقی نہ رہ جانا چاہیئے۔ پھر فرمایا قل لی عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل وانا بریء مما تعملون۔ کہدو انجام کار تو نتیجہ مجھے میرے عمل کا ملے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کا، جو کچھ میں عمل کرتا ہوں اس سے تم بالکل بری ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کی کوئی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی۔

اگر دوسرے ادیان کے پیرو تعصب و جہالت کا شکار ہو کر باہمی یا دوسروں سے تعصب و عناد اور بغض و فساد روا رکھیں تو ان کے متعلق اس قدر افسوس نہ ہوگا۔ کیونکہ دیگر ادیان مکمل و قابلِ عمل نہیں۔ برعکس اسکے اسلام کا دین نہ صرف کامل بلکہ قابلِ عمل دین ہے باہمی تعلقات کے بارہ میں تو اسلام نے یہ تعلیم دی لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا۔ جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ مت کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ اسلام کی اس ظاہری نشانی کی عزت و حرمت جناب حضرت خاتم الانبیاءؐ نے اس قدر فرمائی کہ جب ایک جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے بالمقابل کفار کے اقرار اسلام کے باوجود جنگ جاری رکھی تو آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کے اس فعل سے بیزاری کا اظہار فرمایا بلکہ جب یہ عذر پیش کیا گیا کہ کفار اسلام کا اقرار دل سے نہیں بلکہ ازراہ فرار تھا تو اس پر بھی آنجناب صلعم نے فرمایا ھلا شققت قلبہ۔ کیا تم نے ان کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ اسی طرح آنحضرت صلعم نے فرمایا المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ باہمی تکفیر اور ارتداد کے فتوے کی بجائے اگر مختلف مسلمان فرقوں کا سچا یقین و عمل اپنے کردار و سیرت کو سنوارنے اور خدمت و محبت کے طریقوں کو راہ دینا ہو، تو نہ صرف باہمی محبت و رواداری اور مساوات و انصاف کے اوصاف ترقی پذیر ہوں بلکہ ایسے مسلم عالمی اتحاد و اتفاق اور انصاف و احسان سے غیر مسلم اقوام کو دینِ اسلام کی جانب کس قدر عظیم دلچسپی و رغبت پیدا ہو سکتی ہے!

اس صدی کے مجدد اعظمؒ نے جہاں غیر مسلموں میں دینِ حق کی اشاعت کے بند راستے کھولے وہاں اس ربانی مصلح نے مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کی راہ بھی واضح کر دی۔ آپ نے باہمی تکفیر کو مسلمانوں کی سب سے بڑی مرض قرار دے کر فرمایا کہ اس وقت حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمت کے فیصلہ کو قابلِ عمل بنانا چاہیئے کہ اگر کسی فرد یا فرقہ میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ بھی مسلمان ہونے کی ہو تو اسے بھی مسلمان سمجھنا چاہیئے کیونکہ آنحضورؐ نے بھی خود یہ ارشاد فرمایا لا تکفروا اھل قبلتکم۔ اپنے اہلِ قبلہ کی تکفیر مت کرو۔

پھر فرمایا من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ۔ جو ہماری مانند نماز پڑھتا ..... اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہو اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہو تو پس یہی تو مسلمان ہے جس کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول نے لے لی ہے۔

اتنی عظیم و تفصیلی تشریح کے باوجود کسی مسلم طبقہ و فرقہ کو دوسرے طبقہ و

کو غیر مسلم قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا، نہ ہی اس سے کوئی اچھے نتائج کی کوئی توقع کی جا سکتی ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ سیاسی پہلو سے بھی اس وقت جس قدر باہمی اتحاد و یک جہتی کی ضرورت ہے ایسی پہلے کبھی نہیں تھی۔ دشمن اسلام ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے اور وہ اپنی تمام تر قوتوں کو مجتمع کر کے حتیٰ کہ اپنے آپ پر بھوک ننگ گوارا کر کے اپنی جنگی صلاحیتوں کو تیز تر کر رہا ہے۔ اس کے بالمقابل پاکستان کے مسلمانوں کو خصوصاً اور عالم کے مسلمانوں کو عموماً باہمی اتحاد و اتفاق اور محبت و اتحاد یکجہتی و رواداری کا بے نظیر نمونہ پیش کرنے کی کس قدر عظیم ضرورت ہے! کسی قوم و ملک کی سب سے بڑی قوت اس کا باہمی اندرونی اتحاد ہے اور اس کی سب سے بڑی کمزوری باہمی منافقت و انتشار ہوا کرتا ہے۔ باہمی خلفشار و بدامنی اور باہمی خانہ جنگی تو وہ حربے ہیں جو کسی قوم و ملک کو تباہ کرنے کے لئے اس کے دشمن استعمال کیا کرتے ہیں جبکہ ہم میں سے ہر شخص خواہ وہ کسی مشرب و عقیدہ کا ہو پاکستان کی سلامتی و سالمیت کا دل سے خواہاں ہے، تو پھر اس سے زیادہ اور کونسی دلیل مضبوط ہو گی کہ ہم خود اپنے ہاتھوں سے باہمی اتحاد و یک جہتی کے ذریعہ اس مملکت کی مضبوطی و استحکام کی فضا پیدا کریں۔ ؏

از عمل ثابت کن آں نور سے کہ در ایمان تست

دل چو دادی یوسفے را، راہ کنعاں را گزیں

مکتوب انگلستان

محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔ اے

برمنگھم کانفرنس

یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں کی یورپین سوسائٹی کی ایک شاخ انگلستان میں بھی ہے۔ ۱۰ مئی سے ۱۲ مئی تک اس سوسائٹی کی ایک کانفرنس برمنگھم میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا موضوع تھا:-

"دین جس پر ہم عمل کرتے ہیں"

اس سلسلہ میں عبادت کے تصور اور طور طریقوں پر خاص طور پر تبادلۂ خیالات ہوتا تھا۔

۱۰ مئی جمعہ کو میں برمنگھم پہنچ گیا۔ وہاں ایسٹن یونیورسٹی کے مسلم طلباء کے ساتھ جمعہ میں شریک ہوا۔ سیلی اوک کالج کے پروفیسر اور عیسائی مشنری طالب علم اور کچھ یہودی بھی ہماری "سروس" کو دیکھنے آ گئے تھے۔ جمعہ کے بعد کوئی دو گھنٹے تک صلوٰۃ و دعا کے فلسفہ اور ضرورت پر گفتگو ہوتی رہی۔

وہاں سے فارغ ہو کر ہمیں ہماری قیام گاہ تک پہنچا دیا گیا۔ یہ مکان خاص طور پر ایسی کانفرنسوں اور مجلسوں کے لئے وقف کیا گیا تھا۔ جس میں مذہبی امور پر ذکر اذکار ہوتا رہتا ہے۔ یہ دو سن رسیدہ کیتھولک پادری تھے، وہ اس کے انتظام میں شریک تھے بلکہ کھانے کے برتن لگانا اُٹھانا ان کو صاف کرنا بھی ان کے فرائض میں داخل تھا۔ بہت زیادہ کام ہو تو اس کے لئے کچھ باہر سے مدد لے لیتے تھے۔ اس مکان میں ان کا گرجا تھا اور یہاں ایک بڑا کمرہ کانفرنس کے لئے وقف تھا۔ جو لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ انہوں نے پہلے چائے یا کافی پی (جو چائے نہیں پیتے تھے انہوں نے گرم پانی پر اکتفا کیا) بعد میں کانفرنس ہال میں جا کر گفت و شنید شروع ہوئی۔ جمعہ کی نماز کے بعد جو سوالات ہوئے تھے وہی زیر بحث رہے۔

بنگلہ دیش کے لئے عیسائی مشنری

حاضرین میں سے ایک نوجوان شادی شدہ جوڑا بھی تھا جو ڈنمارک سے آیا تھا۔ ان سے معلوم ہوا کہ وہ بنگلہ دیش بطور مشنری جا رہے ہیں۔ کھانا کھانے کے دوران وہ قریب ہی بیٹھے تھے۔ کہنے لگے کہ آپ کا کیا خیال ہے ہمارا بنگلہ دیش میں مشنری بن کر جانے کا۔ سب نے کہا کہ آپ لوگ یہ سوال غلط آدمی سے کیا ہے کہنے لگے ہم مسلمانوں میں نہیں بلکہ جو پہاڑی لوگ ہیں ان میں جا کر تبلیغ کریں گے۔ میں نے کہا کہ ساتھ ساتھ ویسٹرن کلچر کی خرابیاں بھی ساتھ لے جائیں گے۔

کیا مطلب آپ کا؟ انہوں نے پوچھا

"شراب نوشی، جُوا وغیرہ"

"نہیں نہیں ہم لوگ شراب نہیں پیتے نہ جُوا کھیلتے ہیں۔ آپ اطمینان رکھئے کہ ہم ان لوگوں میں ان چیزوں کی تبلیغ نہیں کریں گے"

اس کے بعد انہوں نے مجھے تفصیل سے بتایا کہ وہ جس خاندان سے آئے ہیں وہ ان تمام باتوں سے احتراز کرتے ہیں۔

کہنے لگے کہ آپ دعا کیجئے ہمارے لئے کہ ہمیں اپنے مشن میں کامیابی ہو۔

میں نے کہا: خدا آپ کو آپ کے "نیک" کاموں میں کامیاب کرے۔

اس پر انہوں نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔ اور جواباً کہا کہ خدا آپ کو بھی اپنے نیک کاموں میں کامیابی عطا کرے۔

ہندوستان کے لئے عیسائی مشنری

ڈنمارک سے ایک اور نوجوان جوڑا بھی شریک محفل تھا۔ یہ لوگ اڈیسہ ہندوستان میں تبلیغ کے لئے جا رہے تھے۔ اور عنقریب اڈیہ زبان کی تعلیم شروع کرنے والے تھے۔ چونکہ ہندوستان میں مشنریوں کے داخلے پر پابندی ہے اس لئے سوشل ورکر بن کر جا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے پروفیسر بھی تھے جو مختلف ممالک میں کام *

---

* برمنگھم کانفرنس- سلسلہ کالم ملاحظہ کر چکے تھے۔

یہودی صومعہ میں عبادت

شام کو ساڑھے سات بجے برمنگھم کے ایک صومعہ میں گئے۔ جہاں ان کے طریق عبادت کو دیکھا بعد میں انہوں نے چائے پلائی۔

کانفرنس کے لیکچروں کی ابتداء

دوسرے روز ساڑھے سات بجے گھر کے گرجا گھر میں عیسائیوں کی سروس کو دیکھنے کا موقع ملا جس میں انہوں نے حسب معمول روٹی توڑ کر کہ یسوع کا جسم ہے، اور شراب پی کر کہ یسوع کا خون ہے اپنی عبادت کا خاتمہ کیا۔

ناشتہ کرنے کے بعد آدھ گھنٹہ تک وہ خاموشی سے ہال میں بیٹھے رہے تاکہ اس کانفرنس کے پہلے لیکچر کو سننے کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کر لیں۔ میں نے کوئی ایک گھنٹہ تک اسلام کے تصور عبادت پر تقریر کی جس کے بعد دس منٹ کی خاموشی تھی پھر "کافی" پلائی گئی اور پھر دوستانہ ماحول میں کوئی مزید دو گھنٹے تک سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ اس مجلس کے لئے مصری اور عراقی طالب علم بھی اپنے کالجوں سے آ گئے تھے۔

اسی طرح کا ایک لیکچر بعد از دوپہر ایک عیسائی پادری نے دیا اور شام کے ...... کھانے کے بعد ایک یہودی "ربائی" نے اپنے خیالات پیش کئے۔ دوسرے دن عیسائیوں کے گرجا میں سروس کا اہتمام ہوا اور پھر دوپہر کا کھانا کھا کر سب لوگ جہاں سے آئے تھے وہیں واپس چلے گئے۔

انڈونیشیا میں عیسائیت کی تبلیغ کا وسیع پروگرام

یہ ذکر کرنا بھول گیا کہ اس مجلس میں انڈونیشیا کے ایک پادری بھی آئے ہوئے تھے۔ جہاں ۲۳ر جولائی سے ۸ر اگست تک عیسائیوں کی پانچویں کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں تقریباً تین ہزار لوگ باہر سے شریک ہونے کے لئے جا رہے ہیں۔ جو انڈونیشی گھروں میں ٹھہریں گے۔ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے اس سے پہلے اتنی بڑی کانفرنس کسی اسلامی ملک میں منعقد نہیں ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور والدین سے حُسنِ سلوک کو یکجا کر دیا ہے

دولت و غربت ہر دو مسلمان کی آزمائش کا ذریعہ ہیں

خطبہ جمعہ: ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ....

وکان الشیطٰن لربہ کفوراً ——— (بنی اسرائیل آیت ۲۳/۲۷)

ترجمہ: ”اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ تو ان کو اُف تک نہ کہو اور نہ ان کو ڈانٹ۔ اور ان دونوں سے ادب سے بات کرو۔ اور ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ فرمانبرداری کا بازو پھیلا اور کہہ اے میرے رب تو ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ بار بار رجوع کرنے والوں کی حفاظت کرنے والا ہے اور قریبی کو اس کا حق دو، اور مسکین اور مسافر کو بھی، اور بے جا خرچ کر کے مال کو ضائع مت کرو۔ بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے۔“

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ۔ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، یعنی اللہ کے ساتھ کسی اور کو مسجود و مقصود نہ بناؤ۔ پھر حکم دیا، وبالوالدین احسانا۔ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اس میں دونوں حکموں کو جمع کر کے ماں باپ کی عظمت قائم کی ہے۔ قرآن کریم نے پہلی آیت سے لے کر آخری آیت تک جہاں بھی انسان کا ذکر کیا ہے، وہاں حکم بھی دلیل کے ساتھ دیا ہے۔ خدا کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرنا سکھایا۔ تو سب سے پہلے الحمد للہ رب العالمین کی دعا سکھائی کہ اس رب کی تعریف کرو۔ جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ یہ دعا جو دن کی پانچوں نمازوں میں پڑھی جاتی ہے۔ مخلوقِ خدا پر رحم کرنا سکھاتی ہے اور ماں باپ کی خدمت کا سبق دیتی ہے۔ عبادتِ الٰہی کے بعد دوسرے درجہ پر والدین کو رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد ماں باپ کی تعظیم اور ان پر احسان کا حکم دینا بتاتا ہے کہ خدا کے بعد ماں باپ کا درجہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کو جمع کیا ہے، یعنی خدا کی عبادت اور والدین کی خدمت کو۔ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے ماں باپ کی خدمت کی انتہا کر دی، اور ان کے لئے ماں باپ نے بھی دلی سوزی کے ساتھ جنابِ الٰہی میں دعائیں کیں۔ اس دو طرفہ کشش اور جذب سے دنیا میں بہشت پیدا ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑا حکم ہے۔ جس کی تعمیل سے خدا خوش ہوتا ہے۔ والدین راضی ہوتے ہیں اور دیگر انسان بھی خوش ہوتے ہیں۔

فرمایا وبالوالدین احساناً۔ ماں باپ سے نیکی سے پیش آؤ۔ جنہوں نے تمہاری پیدائش سے لے کر جوانی تک تمہاری پرورش کی ہے، تمہیں پالا پوسا ہے اور تمہیں اس قابل بنایا ہے کہ تم بھی جد و جہد کر کے روزی کما سکو، آگے فرمایا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلٰھما۔ اگر تمہارے سامنے ایک یا دونوں بڑھاپے کی حالت تک پہنچ جائیں، تو فلا تقل لھما اُفٍ۔ ان کے آگے اُف تک نہ کرنا۔ طویل جد و جہد حیات سے گذرنے کے بعد بڑھاپے میں انسان میں چڑچڑا پن اور غصیلا پن آجاتا ہے، اور والدین نے اولاد کے لئے جو جو تکلیفیں برداشت کی ہوتی ہیں، کچھ اُن کا بھی انہیں احساس ہوتا ہے۔ اس بنا پر اگر وہ تمہارے ساتھ سختی سے بھی پیش آئیں۔ تو تم نے سختی کا جواب نرمی سے ہی دینا ہے۔ ولا تنھرھما۔ انہیں ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکنا نہیں بلکہ قل لھما قولاً کریما۔ بڑے محبت بھرے انداز میں اور ادب کے ساتھ ان سے بات کرو۔ یہ صرف قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ اس نے ایک ایسا مہذب معاشرہ تعمیر کرنے کی جانب راہنمائی کی ہے۔ اور ایسے احکام دیئے۔ جن پر چل کر اس دنیا میں ہی جنت کا سماں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پاک تعلیم پر عمل کریں۔ خدا کی مخلوق کی خدمت کرنا سیکھیں۔ اپنے بزرگوں کو وہ مقام دیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے، پھر آگے فرماتا ہے:۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ اپنے دونوں کندھے عاجزی کے ساتھ ان کے آگے جھکا دو اور ان کے لئے دعا کرو۔ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا۔ اور کہہ اے میرے رب تو ان پر رحم فرما۔ انہوں نے مجھے بچپن سے اب تک پالا پوسا ہے۔ یہ ایک احسان ہے جو خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہی صفت احسان و ربوبیت و پرورش، والدین کو بھی اپنی اولاد کے لئے مرحمت فرمائی ہے۔ یہاں فرمایا وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ پس تم بھی اپنے رب کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، نہ پتھر کی مورتیوں کی، نہ کسی حیوان اور انسان کی، تم اشرف المخلوقات ہو، اور یہ سب چیزیں تمہاری خدمت کے لئے میں نے پیدا کی ہیں۔ لاتسجدوا للشمس ولا للقمر۔ نہ سورج اور نہ چاند کی پرستش کرو۔ یہ دونوں بھی میری مخلوق ہیں اور تمہاری زندگی اور حیات کے سامان مہیا کرتے ہیں، دونوں کے بغیر دنیا نہیں چل سکتی۔ سورج کی گرمی کے بغیر کوئی پھل، پھول، پودا، جڑی بوٹیاں اناج اور کسی قسم کا غلہ نہیں پک سکتا۔ سورج کی گرمی ہی سے بخارات کی شکل میں بادل بنتے ہیں، اور زمین پر برس کر اس کی زندگی اور روئیدگی کا باعث بنتے ہیں۔ واسجدوا للہ الذی خلقھن۔ اس کی عبادت کرو جس نے انہیں پیدا کیا۔ وبالوالدین احساناً کے حکم کی تعمیل سے ایک ہی پاکیزہ تہذیب پیدا ہوتی ہے۔

آگے فرماتا ہے ربکم اعلم بما فی نفوسکم۔ تمہارا رب تمہارے دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ ان تکونوا صالحین۔ اگر تم نیک ہو فانہ کان للاوابین غفوراً۔ تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ پھر حکم دیا۔ وآت ذی القربیٰ حقہ۔ اور قریبیوں، رشتہ داروں کو ان کا حق دو، والمسکین وابن السبیل۔ کمزوروں محروموں، اور مسافروں پر بھی اپنا مال خرچ کرو۔ انسان اپنے آپ پر تو فراخ دلی سے خرچ کرتا ہے، مگر دوسروں پر اپنا مال خرچ کرنا کچھ مشکل ہوتا ہے۔ مگر قرآن کریم کی تعلیم اور اس پر عمل کے نتیجہ میں ایسا پاکیزہ معاشرہ پیدا ہوتا ہے کہ سب انسان بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ وابن السبیل اس میں مسلمان اور غیر مسلمان، سب آجاتے ہیں۔ مسافروں کی خدمت کرو۔ وہ تمہارے پاس کچھ وقت گذار کر اجنبیت اور بیگانگی محسوس نہ کریں، بلکہ محبت، یگانگت اور بھائی چارے کا سلوک دیکھ کر ان کے لئے تمہارے دل دعا نکلے۔ پھر آگے ایک اقتصادی اصول بیان فرمایا ہے۔ جو خوشحال اور مطمئن زندگی گذارنے کا ضامن ہے۔ یعنی مال خرچ کرنے میں اعتدال کی راہ اختیار کرو۔ اور بے جا نہ اڑاؤ۔ کیونکہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین۔ اسراف کرنے والے اور بے جا مال اڑانے اور ضائع کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور وکان الشیطٰن لربہ کفوراً۔ یقیناً شیطان اپنے رب کا نافرمان اور ناشکرا ہے۔

ماں باپ کے حقوق کے بعد رشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں کے حقوق کی جانب توجہ دلائی۔ اور حقہٗ کہہ کر بتایا کہ ہر شخص کے مال میں اس کے قریبیوں اور مسافروں کا حق ہے۔ غور کیجئے۔ اگر ہر انسان اس حکم پر عمل کرنا سیکھ لے کہ اس کے مال میں دوسروں کا بھی حصہ ہے۔ تو یہی دنیا جنت بن سکتی ہے۔ اس سے آگے میانہ روی

بھی سکھائی ہے۔ لاتجعل یدك مغلولة الیٰ عنقك ولاتبسطها کل البسط۔ نہ ہاتھ کو زیادہ کھول دے اور نہ بالکل گردن کے ساتھ باندھ دے۔ یعنی خیرالامور اوسطھا۔ ہر کام میں میانہ روی بہتر ہے۔ انّ ربّك یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر۔ تیرا رب جسے چاہتا ہے فراخ رزق دیتا ہے۔ اور بعض کو تنگ دستی میں رکھتا ہے۔ انهٗ کان بعبادہٖ خبیراً بصیراً۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب سمجھتا ہے اور ان کے نیک و بد کو دیکھنے والا ہے۔ وہ کسی کو مال و دولت سے آزماتا ہے، اور کسی پہ تنگ دستی وارد کرکے اس کے صبر، تقویٰ، پرہیزگاری اور اپنے رب پر ایمان و اعتقاد کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ بعض انسانوں کے لئے دولت بھی آزمائش کا موجب بن جاتی ہے، اور وہ دنیا پرستی، ہوسِ زر اور عیش و عشرت کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ مال کے خرچ کے معاملہ میں میانہ روی اور اعتدال خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک عام اصول بیان فرمایا ہے کہ رزق میں فراخی اور تنگی اگرچہ خدا کی طرف سے ہے۔ مگر نہ تو دولت مندی کی حالت میں انسان کو فضول خرچ بننا چاہیئے کہ آخر کو فضول خرچی کا نتیجہ محتاجی ہے۔ اور نہ ہی تنگی اور بے مال و زر ہونے کی شکل میں خدا تعالیٰ سے مایوس ہونا چاہیئے۔

آج بعض لوگ صحیح مقام پر خرچ کرنے میں تو بخل دکھاتے ہیں۔ مگر نام و نمود کی خاطر بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں اور اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے اپنے دروازوں پر چاولوں کی درجنوں دیگیں پکا کر عوام میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایسا خرچ خدا تعالیٰ کے منشاء کے موافق نہیں ہے۔ پس روپیہ کو صحیح جگہ پر صرف کرو۔ نام و نمود کے لئے نہیں۔ ولا تقربوا الزناء۔ دولت سے انسان پھسل جاتا ہے۔ فرمایا، بدی کے قریب تک نہ جاؤ۔ بدکاری سے بچو۔ اپنی سوسائٹی پاک رکھو۔ جس قوم کے مرد پاک باز اور عورتیں عفیف ہوں اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

محترم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب مسلم مشنری

مکتوبِ امریکہ

مکرمی محترمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جناب مولانا دوست محمد کے ریٹائر ہونے پر جو آپ نے ایڈیٹوریل تحریر فرمایا ہے۔ وہ مولینا ممدوح کی خدماتِ اسلامیہ اور سلسلہ احمدیہ کو مکمل طور پر خراجِ تحسین ادا کر رہا ہے۔ عام طور پر ملازمت کا سلسلہ ۲۵ یا ۳۰ سال تک رہتا ہے۔ مولینا صاحب کی متواتر ساٹھ سالہ خدمات قابل تعریف ہیں۔ اس ریٹائرمنٹ پر میں ... ان کو تہ دل سے مبارک باد دیتا ہوں۔

دو مخلص وجود

جب خاکسار ۱۹۲۵ء میں پہلی بار احمدیہ بلڈنگس میں آیا۔ تو میری نظر مولینا محمد مصطفیٰ خاں مرحوم اور مولینا دوست محمد پر پڑی۔ اُن ایام میں پیغام صلح کا دفتر بشیر ہال اور لائبریری میں احمدیہ مسجد کے مقابل پر تھا۔ دونوں اصحاب کو خاکسار قلمی جہاد میں مصروف پاتا تھا۔ ان کے چہروں سے اخلاص اور روحانیت ٹپکتی تھی۔ مولینا مصطفیٰ خاں تو اپنے مولا کریم سے جا ملے۔ اور مولینا دوست محمد اس قلمی جہاد میں اکیلے رہ گئے۔

مضامین لکھنے کی ٹریننگ

پیغام صلح کے مضامین میری دلچسپی کا موجب ہوتے تھے۔ ان کے پڑھنے سے خاکسار کے دل میں اخبار کے لئے مضامین لکھنے کا شوق دامنگیر ہوا۔ میں نے یہ سلسلہ شروع کیا۔ تو مولینا دوست محمد صاحب نے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور انہوں نے میرے مضمونوں کو اصلاح کے بعد جاذبِ نظر عنوانوں کے ساتھ شائع کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح مجھے اُردو مضامین لکھنے کے لئے ٹریننگ مل گئی۔ ورنہ کالج میں خاکسار نے اُردو کا مضمون نہیں لیا تھا۔

سلسلہ کے نوجوانوں سے خطاب

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں سے میری درخواست ہے کہ وہ سلسلہ کے اخبارات کے لئے مضامین لکھنے کا سلسلہ جاری کریں۔ ایک مذہبی اخبار کے لئے مضامین لکھنے کی خاطر انہیں مذہبی کتب و دیگر اخبارات ورسائل کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ اور اس طرح آپ کی علمی قابلیت میں اضافہ ہوگا۔

فلاپین سے دعوت

دو سال کا عرصہ ہوا۔ کہ خاکسار کو فلاپین PHILIPPINES کے وائس پریذیڈنٹ آنریبل فرنینڈو لوپیز (FERNANDO LOPEZ) کی صاحبزادی SENEHA سینیاہ کا نکاح ایک مصری مسلمان سے پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ چونکہ دولہا یہاں موجود نہیں تھے۔ اس لئے یہ نکاح PROXY ہوا۔ جس کو مصری گورنمنٹ تسلیم کرتی ہے۔ وائس پریذیڈنٹ کی لڑکی نے اسلام قبول کر لیا تھا جس کی وجہ سے اس کی چچی جو سانفرانسسکو میں ہے۔ اس کی سخت مخالف تھی۔ لیکن سینیاہ کو اس کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ میری خدمات سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ مصر جاتے وقت مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ اپنے خرچ پر مجھے فلاپین کے مسلمانوں میں تبلیغی خدمات کے لئے دعوت دیں گی۔ خدا کی شان مصری - اسرائیل جنگ کے دوران میں وہ اپنے خاوند کے ساتھ اپنے والدین کی دعوت پر فلاپین چلی گئی تھیں جہاں ان دونوں کی مستقل رہائش ہو گئی ہے۔ اور خاکسار کو ان کی طرف سے دعوت مل چکی ہے۔ اگر خداوند کریم کو منظور ہوا تو ایک ماہ کے لئے فلاپین روانہ ہو جاؤں گا۔

مسٹر اینڈ مسز لوپس کی گولڈن جوبلی

۲۳ مئی کو مسٹر لوپس LOPEZ کی شادی کی گولڈن جوبلی ہے۔ جس کے منانے کے لئے

(مکتوبِ امریکہ ——— بسلسلہ کالم ۱)

ایک ماہ سے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ خاکسار نے مناسب خیال کیا۔ کہ اس موقعہ پر مبارکباد کا کارڈ اور موزوں تحفہ اُن کی خدمت میں ارسال کروں۔ پچاس سالہ سالگرہ شادی کے موقعہ پر جو تحائف بھیجے جاتے ہیں ان کا رنگ عام طور پر سنہری ہوتا ہے۔ اس قسم کے تحفے کے انتخاب میں جبکہ رنگ، قیمت اور وزن کا سوال سامنے ہو۔ بڑا مشکل ہوتا ہے۔ کافی وقت خرچ کرنے کے بعد حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث یاد آ گئی کہ حضور عطر کو پسند فرماتے تھے۔ میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ان کو ایک شیشی PERFUME کی ان کی بیگم صاحبہ کے لئے اور ایک شیشی COLOGNE مسٹر لوپس کے لئے آج بذریعہ ہوائی ڈاک پارسل بھیج دیا ہے۔

ایک ہائی سکول میں تین لیکچر

یہاں سے بیس میل کے فاصلے پر ایک شہر FREEMONT کے ہائی سکول میں مجھے لیکچر دینے کے لئے جانا پڑا۔ یہ ان کا مذہبی پروگرام کا ہفتہ تھا۔ جس میں سکول کے پرنسپل نے دیگر مذاہب کے نمائندوں کو مختلف اوقات میں دعوت دی ہوئی تھی۔ تقریر اور سوالات کے لئے ایک گھنٹہ وقت مقرر تھا۔ میں نے سب سے پہلے اسلامی رواداری سے مضمون کو شروع کیا اور ثابت کیا کہ اسلام کے تعلقات دیگر مذاہب سے کس طرح روادارانہ ہیں۔ ایک گھنٹہ کی تقریر کے بعد کلاس کے انچارج ماسٹر نے بتایا کہ ان کی دو اور کلاسیں ہسٹری کی ہیں۔ چونکہ اسلام کا تعلق تاریخ سے کافی ہے، اس لئے اگر میں دو اور لیکچر دے سکوں تو بہتر ہوگا۔ میں نے ان کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے سکول کی دو اور کلاسوں کو بھی مخاطب کیا۔ تمام طلباء نے میری تقریروں کو بڑی دلچسپی سے سُنا۔ اور پروگرام ختم ہونے پر کئی ایک طلباء نے خاکسار کا شکریہ ادا کیا۔

محترم مرزا محمد سلیم اختر

نبوت کی حقیقت قرآن مجید کی روشنی میں

ماہنامہ الفرقان ربوہ بابت ماہ مئی ۱۹۷۴ء میں جناب مولانا ابوالعطاء صاحب نے عنوان بالا کے تحت ایک اداریہ سپرد قلم فرمایا ہے جس میں نبوت کی حقیقت کو چند آیات قرآنیہ پیش کر کے ایک ایسے مفہوم میں بیان کیا ہے جو قرآن کریم کی دوسری آیات کے مخالف و متبائن ہے نیز ان آیات کا بھی وہ مفہوم نہیں جو مولوی صاحب نے تحریر کیا ہے۔ ان کے نزدیک نبی ایسے انسان کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے بکثرت اخبار غیبیہ پاتا ہو شریعت اس کے پاس ہو یا نہ ہو اس سے اس کی نبوت میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ یہ تعریف جو مولوی صاحب موصوف نے کی ہے لفظ نبی کی لغوی تعریف ہے۔ اصطلاح میں ایسے افراد کو نبی کے نام سے موسوم نہیں کیا جاتا ہاں اگر کسی فرد کو بکثرت امور غیبیہ ملنے پر نبی کہا جائے تو اس لفظ کا اطلاق لغت کی رو سے تو درست ہوگا مگر اصطلاحاً بطور مجاز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف اخبار غیبیہ پانے والے کو نبی نہیں بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور شرائط کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ جیسے فرمایا:۔

فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین و انزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس ۲/۲۱۳۔

یعنی نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ کتاب بھی اتاری جس کے ساتھ وہ لوگوں کے اختلافات کے فیصلے کرتے تھے۔ اس آیت سے صاف طور پر کھل گیا کہ محض انذار و تبشیر نبوت نہیں اس کے ساتھ کتاب کا ہونا بھی ضروری اور لابدی ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے:۔

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ۳/۷۹۔ یعنی کسی بشر کے لئے روا نہیں جسے اللہ تعالیٰ کتاب، حکم اور نبوت عطا کرے وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔

ایک اور مقام پر بہت سے انبیاء کا ذکر کر کے فرمایا:۔

اولئک الذین اتینھم الکتاب والحکم والنبوۃ

یعنی ہم نے ان سب کو کتاب، حکم اور نبوت دی آخری دو آیتوں کو مولوی صاحب نے بھی اپنے اداریہ میں پیش کیا ہے مگر اس کا ترجمہ اپنے منشاء کے مطابق کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ تین الگ الگ چیزیں ہیں۔ ان کو مجھ کو اس بات سے لگی ہے کہ انہوں نے حکم سے مراد نبوت لے لی ہے۔ حالانکہ اس جگہ کتاب کے ذکر میں حکم اور نبوت دونوں موجود ہیں ان کا علیحدہ ذکر اس لئے کیا کہ یہ نبوت کی ضروری شرائط ہیں۔ کتاب سے مراد وہ وحی الٰہی ہے جو امت کی ہدایت کے لئے نازل ہوتی ہے اور حکم سے مراد وہ اختیار ہے جس کی وجہ سے نبی کسی کا مطیع نہیں ہوتا۔ جس کی توضیح قرآن کریم نے خود دوسری جگہ فرمائی ہے نبوت سے مراد پیشگوئیاں ہیں۔ نبی ان تینوں اجزاء کا حامل ہوتا ہے محض اخبار غیبیہ سے وہ نبی نہیں بنتا۔ ہمارے اس بیان کی تائید ایک حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کہ نبوت میں سے صرف مبشرات کا جز باقی رہ گیا ہے گویا اس کے کچھ اور اجزاء بھی ہیں، مگر مولوی صاحب نے اس ایک جزو کو ہی النبوۃ قرار دے دیا ہے۔

~ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے ~

حضرت مسیح موعود علیہ السلام صرف مبشرات والی جز کے حامل ہیں اس لئے آپ نے اپنے آپ کو نبوت ناقصہ کا حامل قرار دیا ہے جیسے محدث بھی ہوتے ہیں۔ ہمارا یہ بیان مولوی صاحب کو بھی مسلّم ہوگا، مگر ان کے مصلح موعود نے جو تعریف نبوت کی کر دی ہے اس سے اختلاف ان کے بس کی بات نہیں۔

ہم مولوی صاحب سے یہ دیانت کرنے کی بھی جرأت کریں گے کہ جب آنحضرت صلعم پر پہلی وحی کا نزول ہوا اس وقت وہ نبی تھے یا نہیں کیونکہ بکثرت والا معاملہ پہلے دن تو تھا نہیں مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب ضرور اقرار کریں گے کہ آنحضور پہلے دن ہی نبی تھے تو آپ کی کثرت اخبار والی دلیل کیسی گاؤ خورد ہوگئی۔ اصل بات یہ ہے کہ کثرت و قلت سے کوئی نبی نہیں بنتا بلکہ وحی کی کیفیات سے پتہ چلتا ہے کہ وحی نبوت نازل ہوئی تھی یا وحی ولایت، وحی ولایت کا حامل اگر دس کروڑ پیشگوئی بھی کر دے کبھی نبی نہیں بن سکتا مگر وحی نبوت کا ایک فقرہ انسان کو نبی بنا دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبریل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہوگئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔" (ازالہ اوہام ص۵۷۷)

خط کشیدہ الفاظ پر آپ غور فرمالیں۔ قلت اور کثرت معیار نبوت نہیں بلکہ وحی کی کیفیت معیار ہے اگر وہ وحی وحی نبوت ہے تو ایک فقرہ سے بھی نبوت ثابت ہو جاتی ہے۔

دوسری بات مولوی صاحب نے اپنے اداریہ میں یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ نبی دوسرے نبی کے تابع ہو کر بھی حامل نبوت ہوتے ہیں اور اس کی تائید میں سورۃ مائدہ کی یہ آیت پیش کی ہے انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا۔ یعنی تورات ہدایت و نور سے مملو تھی اس کے مطابق تابع تورات انبیاء یہود کے لئے فیصلے کرتے تھے۔ ہم واشگاف طور پر عرض کئے دیتے ہیں کہ آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک کوئی نبی کسی دوسرے نبی کا مطیع ہو کر نہیں آیا اور آیت قرآنی وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اس پر شاہد ناطق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:۔

"جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے، اللہ جل شانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنی ہر رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

دوسری جگہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں:۔

"کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبریل نازل ہوتی ہے۔" (ص۵۷۷)

مولوی صاحب موصوف نے جس آیت کو تابع انبیاء کے سلسلہ میں پیش فرمایا ہے اس آیت میں لفظ اسلموا مولوی صاحب کے استدلال کی تمام عمارت پیوند زمین کر رہا ہے۔ لفظ اسلموا اعلان کر رہا ہے کہ اس جگہ وہ نبی مراد نہیں جو مطاع ہوتے ہیں بلکہ محدثین مراد ہیں جن پر مجازاً لفظ نبی بولا جاتا ہے۔ اس کی توضیح حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ کہا جائے کہ موسوی سلسلہ میں تو حمایت دین کے لئے نبی آتے رہے اور حضرت مسیح بھی نبی تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام بھی مرسل رکھا اسی اشارہ کی غرض سے وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے اور یہ نہیں آیا وقفینا من بعدہ بالانبیاء" (شہادت القرآن ص۱۸)

یعنی سورۃ مائدہ میں جن کو النبیون کہا گیا ہے دوسری جگہ یہ سمجھانے کے لئے کہ وہ نبی نہیں تھے بلکہ محدث تھے وقفینا من بعدہ بالرسل کے الفاظ

لائے گئے ہیں۔ مولوی صاحب اس سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ یہ موسوی سلسلہ کے انبیاء ہی کا ذکر ہے کسی دوسرے کا نہیں پس وہ مفہوم جو مولوی صاحب کھینچ تان کر نکال رہے ہیں خود مسیح موعودؑ نے اس کی تردید کردی ہے۔

مولوی علم کلام میں آیت من یطع اللّٰہ والرسول جو سورہ نساء کے نویں رکوع میں ہے اجرائے نبوت کے لئے بطور کلید استعمال ہوتی ہے۔ ہم مولوی صاحب سے نہایت ادب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس آیت کو کسی جگہ اجرائے نبوت کے لئے پیش کیا ہے۔ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور یقیناً نہیں کیا تو آپ اس آیت کا وہ مفہوم کیوں مراد لیتے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے نہیں لیا ہے

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

انبیاء اور محدثین میں ایک یہ بھی فرق ہوتا ہے کہ انبیاء پر جو احکام آتے ہیں ان کے ماننے پر انسان مکلف ہوتے ہیں لیکن محدثین میں یہ بات نہیں ہوتی کیونکہ وہ نبوت کی صرف ایک جزو کے حامل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سید الاولیاء یا انبیاء الاولیاء کہا جاتا ہے۔ ہم مولوی صاحب سے یہ بھی دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ وحی جو مسیح موعودؑ پر نازل ہوئی اور آپ نے تذکرہ میں جمع کر دی اس کے ماننے پر انسان مکلف ہیں یا قرآن مجید کی وحی کو ماننے پر مکلف ہیں خود مسیح موعود تو قرآنی وحی کے ماننے پر مکلف تھے معلوم نہیں آپ کیا جواب دیں گے۔

آخر میں مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ :-

"جماعت احمدیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام کے لئے قرآن مجید کے مطابق امتی نبوت کی قائل ہے۔"

سطور بالا میں ہم نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ نبی کسی کا امتی نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"رسول اور امتی کا مفہوم متباین ہے" (ازالہ اوہام ص۲۱)

یعنی امتی نبی نہیں ہو سکتا اور نہ نبی امتی ہو سکتا ہے اگر کسی امتی کے لئے نبی کا لفظ بولا جائے تو یہ اطلاق بطور مجاز ہوتا ہے اور اس سے مراد محدث ہوتا ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کوئی نبی امتی ہوا ہی نہیں اور نہ نبی کے لئے امتی کا لفظ بولا جاتا ہے ہاں امتی کے لئے لفظ نبی بول دیا جاتا ہے مگر مجاز کے طور پر، افسوس مولوی صاحب نے اپنے خلیفہ صاحب کی اتباع میں ایسا نظریہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس کی نظیر ہی اس دنیا میں موجود نہیں، اگر وہ اس نظریہ کو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کریں گے تو ہم بصد ادب گزارش کریں گے کہ آپ نے اپنے آپ کو کبھی امتی نبی نہیں کہا بلکہ آپ نے ہمیشہ ہی اپنے آپ کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کہا ہے تاکہ لگے کہ نبوت کی ایک جزو مجھ میں پائی جاتی ہے، نبوت کے باقی اجزا کا کبھی آپ نے دعویٰ نہیں فرمایا۔

آخر میں ہم مولوی صاحب سے چند سوالات دریافت کرنا چاہتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ ان سوالات کے جوابات ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے دیئے جائیں:-

اوّل: وما ارسلنا من رسول الّا لیطاع باذن اللّٰہ ۔ اس کا مفہوم حضرت مسیح موعودؑ نے کیا بیان فرمایا ہے۔

دوم: کیا آج تک کسی نبی کے اندر شانِ امتیت پائی گئی ہے۔

سوم:- رسول اور امتی میں کیا نسبت ہے۔

چہارم: نبوت اور امتیت جس وجود کے اندر جمع ہوں وہ نبی ہوتا ہے یا محدث۔

پنجم: اپنی بیعت میں ہر نبی نے اقرار توحید کے ساتھ اپنی رسالت کا اقرار کروایا ہے کیا حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا کیا ہے؟

ششم: کیا آنحضرت صلی اللہ کے بعد وحی نبوت جاری ہے۔

ہفتم: کیا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وحی کو کسی جگہ وحی نبوت قرار دیا ہے۔

ہشتم: کیا حضرت مسیح موعودؑ نے آیت یطع اللّٰہ والرسول کو اجرائے نبوت کے لئے پیش کیا ہے۔

نہم:- کیا جبریل حضرت مسیح موعودؑ پر وحی نبوت کے ساتھ نازل ہوتا تھا۔

دہم:- کیا کوئی نبی شانِ نبوت کے علاوہ کسی اور شان کا بھی حامل ہوتا ہے۔

یازدہم: کیا نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نبی کا مثیل ہو یا یہ ضرورت صرف محدث کے لئے ہے۔

ہم پورے یقین سے اس بات پر قائم ہیں کہ اگر مولوی صاحب حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں ان سوالات کا جواب تلاش کریں گے تو انہیں یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہوگا کہ ہمارے عقائد حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے عین مطابق ہیں اور ان کا مسلک محض غلط بے بنیاد اور مفروضات پر مبنی ہے۔ ایک دفعہ پھر ہم مولوی صاحب سے گزارش کریں گے کہ ان سوالات کے جوابات دے کر ہمیں ممنون فرمائیں تاکہ قارئین کو نبوت کی حقیقت کا صحیح علم ہو سکے۔

خود حقیقت پر پڑے باطل کا سایہ تا بکے
مہرِ عالمتاب کے آگے دھواں آیا تو کیا

شادی خانہ آبادی

محترم میاں جاوید احمد ولد میاں غلام اللہ خاں صاحب کی شادی خانہ آبادی میاں شبیر محمد صاحب کی دختر سے ہوئی۔ ہم میاں غلام اللہ صاحب، میاں جاوید صاحب، میاں نوید احمد صاحب اور میاں پرویز احمد اور منیر احمد صاحبان کو دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ میاں غلام اللہ خاں صاحب انسپکٹر سنٹرل ایکسائز پشاور جماعت کے رکن اعلیٰ ہیں اور مسجد اور جماعت کی رونق کا موجب ہیں۔

بیلم اللہ عاجز۔۔۔ مرزا اعزازی مبلغ اسلام

جہاد اور حضرت امام الزمان - بسلسلہ ص۳

کہ اس زمانہ میں جہاد کی شرائط موجود نہیں یعنی جہاد یا لسیف کبھی منسوخ نہیں ملتوی ہے جب شرائط پوری ہوں گی جہاد فرض ہو جائے گا۔

یہاں اس امر کا ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ اگر کسی اسلامی ملک پر کوئی دوسرا ملک حملہ کرتا ہے تو ملک کا دفاع کرنا ہر شہری کا فرض ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق من قتل دون مالہ وعرضہ فہو شہید - جو اپنے مال اور عزت کا دفاع کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔ لیکن اس جہاد میں اور محض خدا کے دین کی سربلندی کے لئے لڑتے ہیں جس میں کسی ادنےٰ سے ادنےٰ دنیوی مفاد کی ملونی نہیں بڑا فرق ہے۔

ایک عارضی اجتہاد } جس طرح دیگر علمائے کرام کا اجتہاد عارضی تھا یہی حیثیت حضرت مرزا صاحب کے اجتہاد کی ہے۔ لیکن ماموریت ہونے کے لحاظ سے اس حکم کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے لیکن ربوائی حضرات نے جو طریق کار اختیار کیا ہے کہ اندر خواہ کچھ کیا جائے لیکن ظاہری طور پر ہر گورنمنٹ خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اس کی اطاعت کا ڈھنڈورا پیٹا جائے اور اگر پاکستان پر حملہ ہو تو مرزا وسیم احمد قادیان میں رہتے ہوئے بھارتی نیتاؤں کی حمایت میں امرتسر ریڈیو سے تقاریر کرے اور مرزا ناصر احمد اپنے مفادات کی حفاظت کے لئے کوئی جھوٹا موٹا بیان پاکستان کی حمایت میں دے دیں، اس سے اس دینی اجتہاد کی عظمت کو شدید دھچکہ لگتا ہے کیونکہ اگر ہر دور میں ہر قسم کی ظالم اور حقوق تلف کرنے والی گورنمنٹ کی اطاعت کا درس ہی دیا جاتا رہے تو دنیا میں کوئی ملک آزاد نہ ہو۔

اعلان وصیت

منکہ راجہ عبدالمجید ولد حاجی میاں محمد بخش قوم ارائیں ساکن موضع ویرگڑھ (چھ کسی) تحصیل کبیر والا ضلع ملتان کا ہوں۔ جو کہ من مقر کی جائداد مندرجہ تحت کا مالک اور قابض ہے۔ میرے وارثان میری بیوی فاطمہ بیگم۔ پسر میاں اسلم مجید۔ تین دختران تسنیم فاطمہ شمیم فاطمہ اور نسیم اختر ہیں۔ اور جائداد مذکورہ مندرجہ تحت کی بابت مجھ کو ہر طرح کا اختیار انتقال اراضی حاصل ہے۔ میری خواہش جائداد مذکورہ تحت کو کار ثواب میں لگانے کی ہے۔ یعنی خیرات فی سبیل اللہ میں میرے وارثان یعنی میری بیوی اور اولاد شامل ہیں۔ لہذا میں بحالت صحت نفس و ثبات عقل جائداد مذکورہ مندرجہ تحت کو بشرائط ذیل وقف علی الاولاد کرتا ہوں۔ میری جائداد مذکورہ مندرجہ تحت دو جگہ واقع ہے۔ (۱) پندرہ قطعہ رقبہ تعدادی یک صد دس کنال یک مرلہ (۱-۱۱۰) موضع کھور کال 303 ج ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور اور (۲) یک صد بیس کنال بارہ مرلے بائیس قطعہ موضع ویرگڑھ (چھ کسی) تحصیل کبیر والا ضلع ملتان خسرہ نمبران لف ہذا ہیں۔

شرائط

(۱) آج کی تاریخ سے جائداد مذکورہ بالا موقوفہ میں کسی کو حق ملکیت نہ ہوگا۔ جائداد مذکورہ بالا خیرات فی سبیل اللہ ہوگی میری بیوی اور اولاد نسلاً بعد نسلاً شامل رہے گی۔

۲۔ تاحیات اپنے میں کل جائداد کا متولی رہوں گا۔ اور بعد ادا کرنے حصہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور جس طرح چاہوں گا آمدنی جائداد موقوفہ کو خرچ کروں گا۔ بعد وفات میرے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ میرا پسر میاں اسلم مجید۔ میری دختران تسنیم فاطمہ شمیم فاطمہ اور نسیم اختر پر مشتمل انتظامیہ بورڈ ہوگا۔ سربراہ میرا پسر میاں اسلم مجید ہوگا۔ جس کو دو رائے کا حق ہوگا۔ اور متنازعہ امر کثرت رائے سے طے پایا کریں گے۔ کثرت رائے کے فیصلہ کے خلاف کسی کو عدالتی چارہ جوئی کا حق نہ ہوگا۔ سربراہ بورڈ یا میرے ورثان سے جو ممبر ہوں گے۔ ان کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے حصہ کو کم یا بند کرنے کا حق نہ ہوگا۔ انجمن مذکور ہمیشہ ہمیشہ انتظامیہ بورڈ کی ممبر رہے گی۔ اور اپنا حصہ ہمیشہ ہمیشہ آمدنی وقف سے وصول کرتی رہے گی۔ اور اسی طرح میری اولاد نسلاً بعد نسلاً اپنا حق حسب حصص شرعی پاتی رہے گی۔ بعد وفات میرے پسر اور دختران ان کی اولاد میں سے پسر اکبر انتظامیہ بورڈ کا ممبر ہوگا۔ اسی طرح یہ سلسلہ نسلاً بعد نسلاً جاری رہے گا۔

۳۔ تقسیم آمدنی جائداد مذکورہ بالا موقوفہ:۔ (ا) کل آمدنی کا دس فیصد (10%) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ (ب) پانچ فی صد (5%) میری بیوی فاطمہ بیگم (ج) تیس فی صد (30%) میرا پسر میاں اسلم مجید۔ (د) پندرہ فی صد (15%) میری دختر تسنیم فاطمہ۔ پندرہ فی صد (15%) میری دختر شمیم فاطمہ اور پندرہ فی صد (15%) میری دختر نسیم اختر۔ (ذ) پانچ فی صد (5%) "احمدیہ انجمن ... فنڈ" بینک میں جمع کرایا جائے (ل) سوا ایک فی صد ($1\frac{1}{4}$%) برائے مرمت قبور (میرے والدین۔ میری۔ میری بیوی اور اللہ دتہ کی قبر کے لئے) اور ڈھائی فی صد ($2\frac{1}{2}$%) برائے اخراجات سالانہ اراضی موقوفہ (نوٹ) بعد وفات میری بیوی حصہ (ب) پانچ فیصد میں سے دو فیصد میرا پسر اور باقی تین فیصد حصہ میری دختران ایک ایک فی صد فی دختر لیں گی۔

۴۔ انتظامیہ بورڈ اراضی کی کاشت کا بندوبست کرے گا۔ اور ممبران میں سے یا کسی دیگر شخص کے ذریعہ اراضی موقوفہ کو بٹائی پر یا سالانہ ٹھیکہ پر دے گا اور سربراہ بورڈ بٹائی یا ٹھیکہ کی رقم وصول کرکے احمدیہ انجمن کے خزانہ میں جمع کرا دے گا۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام رقم جمع ہونے پر ہر حصہ دار کو اپنی رسید پر اس کے حصہ کی رقم ادا کرے گی۔

۵۔ اگر میرے پسر یا دختران میں سے خدانخواستہ کسی کی نسل ختم ہو جاوے۔ تو اس کا حصہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو منتقل ہوگا۔

۶۔ میری وفات کے وقت اگر میرے ذمہ کوئی قرض ہوگا تو قرض ادا کرنے کے بعد میری اولاد اپنا اپنا حق پانے کی مستحق ہوگی۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور اللہ دتہ ویرگڑھ (چھ کسی) کا حصہ برائے مرمت پر میرا قرض اثر انداز نہیں ہوگا یعنی یہ دونوں اپنا حصہ آمدنی میں سے لیتے رہیں گے اور باقی حصہ داران کا حصہ قرض ادا کرنے میں وضع کیا جاوے گا۔

لہذا یہ تحریر لکھدی ہے تا اس پر عمل درآمد ہووے

دستخط راجہ عبدالمجید ولد حاجی میاں محمد بخش ساکن موضع ویرگڑھ (چھ کسی) تحصیل کبیر والا ضلع ملتان۔

دستخط بحروف انگریزی
Umajid

دستخط بحروف اردو
عبدالمجید بقلم خود
4-6-74

گواہ شد

Abdul Majeed
(۱) مولوی عبدالمجید امام مسجد و مبلغ برائے ویرگڑھ (چھ کسی) تحصیل کبیر والا ضلع ملتان از جانب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مراد علی بقلم خود
(۲) مولوی مراد علی نمبردار موضع ویرگڑھ (چھ کسی) تحصیل کبیر والا ضلع ملتان

ہفت روزہ پیغام صلح ۱۲ رجون ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل ۲۲۸ شمارہ ۲۴

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش
ایڈیٹر: غلام نبی مسلم۔

جلد ۶۱ | چہار شنبہ ۲۷ جمادی الاول ۵-۱۲ جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ ۱۹، ۲۶ جون ۳ جولائی ۱۹۷۴ء | نمبر ۲۵-۲۶-۲۷

ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقائد انکی اپنی تحریرات کی رو سے

۱۔ "مجھے اللہ جلشانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھا سکتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں، اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں، اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں" (کرامات الصادقین صفحہ ۲۲)

۲۔ "میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ (آسمانی فیصلہ صفحہ ۹)

۳۔ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر جانتا ہوں، اور میرا یقین ہے کہ وحی نبوت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔" (اشتہار ۲ر اکتوبر ۱۸۹۲ء)

۴۔ "ان پر واضح رہے کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں، اور آنحضرت کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں" (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۳)

۵۔ "وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے۔ اور آپ کی ختم نبوت کو توڑتا ہے"۔

۶۔ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ (ملہمیت۔ محدثیت۔ ناقل) کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

نوٹ: اراکین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا عقیدہ حضرت مرزا صاحب کے مندرجہ بالا اعلانات کے مطابق ہے اور ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔

سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، احمدیہ بلڈنگس، برانڈرتھ روڈ لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (جماعت احمدیہ لاہور)

کے عقائد

۱۔ ہم اسلام کے پانچوں ارکان توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام ان عقائد و احکام پر ایمان رکھتے ہیں، جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں درج ہیں، اور جن پر سلف صالحین اور اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔

۲۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبرائیل کسی شخص پر بھی وحی نبوت لے کر نازل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس سے ختم نبوت کی مہر ٹوٹ جاتی ہے۔

۴۔ وحی نبوت کے منقطع اور مسدود ہونے کے بعد صرف ولایت کا سلسلہ جاری ہے تاکہ امت محمدیہ کے ایمان و اخلاق کی آبیاری ہوتی رہے۔

۵۔ اس امت میں حضور نبی کریم صلعم کے ارشاد کے مطابق صرف اولیاء کرام مجددین اور محدثین آسکتے ہیں نبی نہیں آسکتے۔

۶۔ اس امت کے مجددین میں سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چودھویں صدی کے مجدد ہیں، جیسا کہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں مجددین آتے رہے ہیں، لیکن حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔

۷۔ ہمارے نزدیک ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور ہم مسلمانوں کے کسی فرقہ کو بھی دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے۔ ہم آئمہ اربعہ کے علاوہ اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے آئمہ اور بزرگوں کا دل سے احترام کرتے ہیں، اور ان کی خدمات اسلامی کے معترف ہیں۔

۸۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ایک تبلیغی ادارہ ہے جو یورپ و امریکہ، افریقہ اور کئی دیگر ممالک میں اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے اور اعلائے کلمۃ اللہ، قرآن مجید کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم اور ان کی اشاعت کے سوا ہمارا اور کوئی مقصد نہیں، اور اسی کام پر ہمیں مجدد زمان نے لگایا تھا اور یہی آپ کی بعثت کی غرض تھی۔ جیسا کہ آپ فرمایا:۔

"یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ نہیں"

دستخط

صدر الدین۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور

مصائب کی کٹھالی میں پڑے بغیر کوئی قوم کندن بن کر نہیں چمکتی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں مصائب کی صورت میں نازل ہوتی ہیں

خطبہ جمعہ: ۲۱ جون ۱۹۷۴ء ۔ فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ۔ جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ۔ ان اللہ مع الصابرین ——— (البقرہ ۔ ۱۵۳) ———

(مرتبہ: عبدالرؤف کھوکھر)

اللہ تعالیٰ نے مصیبت کے ایام کے لئے یہ دُعا مسلمانوں کو سکھائی کہ اے ایمان والو مصیبت کے دنوں میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ کی مدد پیا ہو۔ ان اللہ مع الصابرین ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر اور دُعا کامیابی کی کلید ہے۔ مخالفین حق ہمیشہ طرح طرح سے حق کی تلقین کرنے والوں کو تنگ کرتے رہے ہیں۔ انہیں دہشت زدہ کرنے کے لئے اُن پر اکا دُکا اور اجتماعی حملے کئے جاتے ہیں ان کا سماجی بائیکاٹ کیا جاتا ہے غرضیکہ ایمان لانے والوں پر زندگی دوبھر کر دی جاتی اور انہیں خوف میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اگرچہ حق کے مخالفین کے ہاتھوں کچھ جانی، مالی نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ مگر یہ سب ابتلاء اصطفا کے لئے ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں مصیبت کے لباس میں آتی ہیں۔ فی الحقیقت مصیبت کی کٹھالی میں پڑے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ محمد رسول اللہ صلعم کا کیا قصور تھا، اور حضور کے صحابہ رض نے کیا جرم کیا تھا کہ انکا بائیکاٹ کیا گیا۔ اور متحدہ بائیکاٹ کی تحریر کو خانہ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کیا گیا آپؐ کو طائف میں اینٹیں مار کر زخمی کیا گیا، تیرہ سال تک مکہ میں قوم کے ہاتھوں دُکھ اُٹھاتے رہے اور آخر کار وہاں سے بھاگ کر غارِ ثور میں پناہ لینی پڑی۔ اتنی سنگدلانہ سزا قوم نے محض اس لئے محمد رسول اللہ صلعم کو دی کہ قوم کی اصلاح چاہتے، اور بتوں کی پرستش سے چھڑا کر خدائے واحد کے پرستار بنانا چاہتے تھے، انہیں حیوان سے نہ صرف انسان بلکہ خدانما انسان بنانا چاہتے تھے۔ یاد رکھئے محمد رسول اللہ صلعم خدا کے محبوب ہیں، ان کا خدا زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مذہب کے نام پر ظلم روا رکھنے والوں کو وہ سزا دینے پر قادر ہے، باوجود اس کے آپؐ کو شدید ترین اذیتوں میں ڈالا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ما اوذی النبیون من قبلی کما اوذیت۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کو اتنی شدید اذیتیں اُٹھانی نہیں پڑیں جتنی مجھے اُٹھانی پڑیں۔ ایسا کیوں ہوا، اصل بات یہ ہے کہ سونا آگ میں پڑ کر زیادہ چمکتا ہے، جتنے دکھ آپؐ کو اٹھانے پڑے اتنے ہی آپؐ کے اوصاف اور اندرونی خوبیاں نمایاں ہوئیں۔ بھلا دو جہان کا بادشاہ اور خدا کا محبوب ہو، اور انہیں اتنی تکالیف پہنچیں، یہ سب حضورؐ کے کمالات ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ حضور قیامت تک کے لئے ہمارے لئے نمونہ ہیں مصائب کے مقابلہ میں حضورؐ کا صبر و استقلال اور اللھم اھدِ قومی فانھم لایعلمون کی دُعا ہمیں سبق دیتی ہے۔ کہ ہم ان مصائب میں دُور دُکر اس سے استمداد چاہیں، لوگوں کے مظالم پر جو آج ہمیں درپیش ہیں صبر و برداشت سے کام لیں اور اس امتحان میں خدا تعالےٰ سے کامیابی کی دُعا کریں۔ گالیوں، بائیکاٹ اور تشدد کے مقابلہ میں صبر و حلم اور ثبات و استقلال دکھائیں اور اس ابتلاء سے سرخرو ہو کر نکلیں۔ یقین کریں کہ یہ ابتلاء حضرت مرزا صاحب کی سچائی کا نشان ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت ایک منتخب جماعت ہے، یہ ابتلا اس غرض سے آیا ہے کہ ہماری سستی اور کمزوریاں دُور ہوں سونا بھٹی میں پڑنے سے اور چمکتا ہے، ہم خدا کے ایک فرستادہ، مجدد صد چہاردہم کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں ہم اس راہ میں گردنیں کٹوا سکتے ہیں مگر حق کو نہیں چھوڑ سکتے اس مخالفت کے طوفان سے یہ جماعت انشاءاللہ سرخرو ہو کر نکلے گی۔ ہمیں اپنی خدمتِ اسلام پر فخر ہے۔ اس چھوٹی سی جماعت نے انگریزوں کے عروج کے زمانہ میں یورپ اور جرمنی میں اسلام کے جھنڈے گاڑے اور پہلے ہی ہلے میں انگلستان میں ۵۰ یورپین مسلمان ہو گئے۔ جن میں بڑے بڑے فلاسفر۔ اعلےٰ تعلیم یافتہ اور لارڈ شامل تھے۔ انگلستان کے علاوہ جرمنی میں بھی عظیم الشان مسجد بنائی اور تبلیغی مشن قائم کیا، وہاں بھی کئی اعلےٰ ہستیاں مسلمان ہوئیں، ہم نے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں یورپ کے اندر حضرت مسیح موعودؑ کا نام نہ لیا۔ کیونکہ آپ نبی نہ تھے۔ بلکہ محض خاتم النبیین صلعم کے غلام اور خادمِ اسلام تھے، وہ غلامِ احمدؐ تھے اور محمد رسول صلعم کے باغ کے مالی تھے اور اس باغ کی آبیاری کے لئے آئے اس کے سوائے اس میں کوئی نیا پودہ آپؑ نہیں لگا سکتے نہ کسی پودہ کو اُکھاڑ سکتے ہیں۔ آج جو ابتلاء ہم پر ہے ہمیں یقین ہے کہ خدا تعالےٰ اس میں ہمیں استقلال و استقامت عطا فرمائیگا ہم میرزا صاحب کو مجدد یعنی دین کا دکھوالا مانتے ہیں۔ انہوں نے تبلیغ اسلام کے لئے جماعت بنائی جس نے یورپ، امریکہ، جرمنی۔ ہالینڈ اور افریقہ تک میں اسلام کا پیغام پہنچایا مجھے بتایا جائے کہ ارکین جماعت نے غیر ممالک خصوصاً یورپ میں اس رنگ میں اسلام کی خدمت کی ہے اور کس جماعت نے اپنے مبلغین کو یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا ہے، دراصل ہمارے مخالفین میں ایمان کی کمی ہے کہ وہ خود کچھ کر نہیں سکتے اور

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

۱۹، ۲۶ جون
ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۳ جولائی ۱۹۷۴ء

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے اراکین کی تکفیر

دینِ حق از کافری رُسوا تر است ۔۔۔ زانکہ ملا مومنے کافر گر است

اسلام کا المیہ یہ ہے کہ اس کے ایک دینی طبقہ نے غیر مسلموں میں تبلیغ دین چھوڑ دی اور خود مسلمانوں کی تکفیر کا سہل فریضہ اختیار کر لیا، اس طبقہ کے سرپرست ایسے سلاطین و امراء تھے جو بعض اہل حق کی صاف گوئی سے اپنے اقتدار کو غیر محفوظ سمجھتے تھے۔ اور انہیں علمائے خیر کے رسوخ سے بچنے کے لئے ایسے علمائے شر کی ضرورت پڑتی تھی جو علمائے حق کی تکفیر کر کے عوام میں انہیں غیر مقبول بنائیں، تاکہ برسر اقتدار عناصر کی گدی مضبوط ہو اور خود ان مولویوں کا مفاد بھی محفوظ رہے۔

ہمارے زمانے میں ایسے علماء تو کم ملیں گے جو برسر اقتدار گروہ کو گدی سے محروم کرنے کے لئے تکفیر کا حربہ اختیار کریں، لیکن ملک میں عام جہالت، دین سے بے خبری اور عوام کے قلوب میں دین سے لگاؤ کی وجہ سے ایسی جماعتیں معرضِ وجود میں آچکی ہیں۔ جنہوں نے برسر اقتدار آنے کے لئے تکفیر بازی، مجلسی بائیکاٹ اور دیگر وحشیانہ حرکات کو ایک کامیاب حربے کے طور پر استعمال کرنا ہی کلید کامیابی سمجھ رکھا ہے۔ اور یہ جماعتیں اس حربے کے اندھا دھند استعمال کے باوجود بھی ہر بار اپنے مقاصد میں ناکام چلی آ رہی ہیں۔ اور لوگوں کا عملی زندگی کا شعور ان کے نعروں کی زد سے باہر ہے۔ تاہم "یہ سیاسی دیندار" ابھی مایوس نہیں ہوئے۔ اور آج پھر اس فرسودہ نعرے کی آڑ میں مُلک میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے چکے ہیں جو کسی بھی قوم یا حکومت کے لئے نیک فال نہیں۔

جماعتِ احمدیہ لاہور کی تکفیر } جماعت احمدیہ لاہور ابتدائے قیام سے سیاسیات سے الگ ہے، اس نے بحیثیت جماعت کبھی سیاسی معاملات میں حصہ نہیں لیا اور اپنا تمام وقت، سرمایہ اور توجہ قرآن و سنت کی اشاعت اور غیر مسلم اقوام تک اسلام کا پیغام پہنچانے پر مرکوز رکھی ہے، جس کا زندہ ثبوت بلند پایہ تفاسیر قرآن و حدیث اور اسلامی لٹریچر، غیر مسلم ممالک میں مساجد کی تعمیر اور اسلامی مشنوں کا قیام ہے۔ اور ان مشنوں کے ذریعے محض قرآن و سنت کی اشاعت کی ہے جس کے ہزارہا غیر از جماعت اہل اسلام بھی شاہد ہیں۔

۱۔ نظریہ } نظری طور سے یہ جماعت کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کو اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک مانتی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری رسول اور خاتم النبیین تسلیم کرتی ہے اور اس بات پر محکم یقین رکھتی ہے۔ کہ آپ کے بعد جبرائیل علیہ السلام کبھی وحی نبوت و رسالت لے کر نازل نہیں ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت قیامت تک رہے گی۔ اور کوئی شخص حضور اکرمؐ کی محبت۔ اتباع اور آپؐ کی ختم المرسلینی پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں پا سکتا اور نہ ہی اُمت مسلمہ کا فرد رہ سکتا ہے۔ پھر یہ جماعت قرآن کو خدا کا آخری اور مکمل پیغام مانتی ہے جس میں کسی نکتہ یا شوشہ کی کبھی کمی بیشی ہوئی نہ ہوگی، اور جس کے کسی لفظ کے انکار کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا۔

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب ۔۔۔ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

۲۔ عمل } عملی طور پر اس جماعت کا ہر رکن۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی اور دیگر احکام شریعت پر نہ صرف ایمان رکھتا ہے بلکہ اس ایمان کے لازمی نتیجے میں نماز پڑھتا بھی ہے، روزہ رکھتا بھی ہے، حج کرتا بھی ہے اور نہایت پابندی کے ساتھ زکوٰۃ کا ادا کرتا بھی ہے۔ پھر یہ نماز ہی نہیں پڑھتا بلکہ ان میں سے اکثر کی پیشانیاں سجود تہجد سے آشنا ہیں۔ اس کے گھر میں ہر روز قرآن کریم کی آواز گونجتی ہے۔ یہ زکوٰۃ کے علاوہ اپنی آمدنی کا معتد بہ حصہ زندگی بھر راہ خدا میں خرچ کرتا ہے اور جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اپنی کمائی کا ایک حصہ راہ حق میں وصیت کر جاتا ہے۔

۳۔ کردار } اجتماعی زندگی میں امتِ مسلمہ کا ایک حصہ ہونے کے باوجود اس کا کردار قرآن و سنت سے قریب تر ہے۔ اس میں دیانت، امانت، شرافت، ایثار، شفقت، حق گوئی، احسان، انصاف پروری اور خدمتِ خلق وغیرہ کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اس میں ادائیگی فرض کا احساس پایا جاتا ہے۔ وہ ایک شفیق افسر اور وفادار ماتحت ہے۔ اور حسن کار اور حسن کردار کا عمدہ نمونہ پیش کرتی ہے۔ اور جماعت احمدیہ لاہور ان اوصاف میں منفرد نہیں تو کم از کم نمایاں مقام رکھتی ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور اس جماعت کی سیرت و اخلاق اس دور میں اسلام کے لئے نیک نامی کا موجب ہے۔

۴۔ دینی خدمات } پھر اس جماعت کی اسلامی خدمات دنیائے اسلام کے لئے فخر و مباہات کا موجب ہیں۔ اسلامی تاریخ میں پہلی بار احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور نے مغرب میں تبلیغ اسلام کا ایک نظام قائم کیا اور بہاں انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں میں اسلامی لٹریچر تیار کر کے، لاکھوں روپے کے خرچ سے غیر مسلموں تک مفت پہنچایا وہاں پہلی بار مساجد تعمیر کر کے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ کی صدا بلند کی۔ مختلف ممالک میں نشر و اشاعت اسلام کے لئے بلند پایہ مبلغین بھیجے، اور ایسے ایسے تعلیم یافتہ اکابر نے اپنی زندگیاں اشاعت دین کے لئے وقف کیں جو اگر دنیا کی طرف رجوع کرتے تو کسی سے کم ترقی نہ کرتے۔ لیکن انہوں نے دین کو مقدم کیا اور اپنی مساعی جمیلہ سے ہزاروں یورپی لوگوں کو اسلام کے دائرے میں لائے۔ لاکھوں کے قلوب سے اسلام کے خلاف شکوک و شبہات کو دور کیا۔ اور خود انگریزی خواندہ مسلمانوں کے دلوں میں دین کی محبت پیدا کی، جن پر مولانا محمد علی جوہرؒ مولانا عبدالماجد دریا بادی، سر شفاعت احمد خاں، خواجہ حسن نظامی، سید غلام بھیک نیرنگ۔ عبدالمجید قرشی۔ وغیرہم بیسیوں اعلےٰ تعلیم یافتہ بزرگ گواہ ہیں اور اس جماعت کے لٹریچر اور مبلغین کی بدولت دنیا کے ذہنوں میں اسلام کا حقیقی پہلو سما چکا ہے۔ حتّٰی کہ حضرت مرزا صاحب کی "اسلامی اُصول کی فلاسفی" اور مولانا محمد علیؒ کی کتب کے نہ صرف عربی اور ترکی زبان میں تراجم ہو چکے ہیں بلکہ بعض عرب پبلشر انگریزی زبان میں انہیں چھپوا کر بیچ رہے ہیں۔

ان عقائد و اعمال کی موجودگی میں کوئی اہل علم اور اسلام سے واقف کار شخص جماعتِ احمدیہ کی تکفیر کے جرم کا مرتکب ہونا پسند نہیں کرے گا، اور ایسے الفاظ منہ سے نکالنے سے قبل دس دفعہ سوچے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن جو لوگ اقتدار کے بھوکے ہیں، جو دین کے اجارہ دار بنے بیٹھے ہیں، اور اپنی رائے کو وحی الٰہی سے کم نہیں سمجھتے۔ وہ اس قلیل جماعت کے خلاف زبان کھولنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ ایک ہی ہے کہ یہ جماعت تعداد میں بہت قلیل ہے۔ اور اسے آسانی سے دبایا اور کچلا جا سکتا ہے جب کہ مولویوں نے ان فرقوں کو اسلام کے حقوق دے رکھے ہیں جو اسلام سے بہت دُور ہیں لیکن ان کے پاس قوت ہے

ہم فقہ کے لحاظ سے فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں۔ ہمارے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔ اور اگر قرآن کی بعض تعلیمات کی تشریح میں ہمیں بعض لوگوں سے اختلاف ہے تو وہ کونسی جماعت یا عالم ہے جس سے دوسرے اختلاف نہیں کرتے۔ ہم پھر عالمِ اسلام کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ کونسی اسلامی تعلیم ہے جسے ہم نہیں مانتے، اور اسلام کا کونسا حکم ہے جس پر ہمارا عمل نہیں۔ بلکہ ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ تمام اسلامی فرقوں میں بہ حیثیت جماعت صرف ہماری واحد جماعت ہے، جو تعلیماتِ قرآن و سنت پر عامل ہے اور اس کی تبلیغ میں ساعی ہے۔ اور دین کے غلبے کے لئے یہ وہ جہاد ہے، جس میں ہم نے سب سے زیادہ جانی اور مالی قربانی دی ہے، جانوں کو راہ خدا میں وقف کر کے دنیا کے کونے کونے میں پیغام حق سنایا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر اور زندگی کی آسائشوں کو قربان کر کے راہ خدا میں مال خرچ کیا ہے۔ وذالک فضل اللہ۔

ہم مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں } ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو ولی اللہ اور چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔ جن کا کام ایک طرف مسلمانوں کی اخلاقی اور دینی اصلاح تھی کہ وہ از سر نو اسلامی تعلیمات پر قائم ہو کر ایک نیک اور متقی قوم بن جائیں۔ ان کا بنیادی دعوےٰ خدا سے مکالمہ و مخاطبہ ہے جو اس اُمت کے اولیاء اللہ کو ہوتا چلا آیا ہے اور خدا اپنے پیارے رسول صلعم کے سچے پیروکاروں میں سے نیک بندوں سے قیامت تک ہمکلام ہوتا رہے گا۔ مرزا صاحب ان میں سے ایک تھے۔ آپ سے پہلے بھی اللہ تعالےٰ اولیاء اللہ میں سے ہر صدی کے سر پر ایک یا زیادہ صلحاء کو خدمتِ دین پر مامور کر دیتا تھا۔ جیسا کہ اس ملک میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہؒ، اور حضرت سید احمد شہیدؒ ہو گذرے ہیں اور لوگ انہیں مجدد مانتے ہیں، اور آج بھی بعض مسلمان مولانا سید اشرف علی صاحب تھانوی اور مولانا محمد رضا خاں

بریلوی کو مجدّد مانتے ہیں۔ اور جماعت اسلامی کے بعض دوستوں سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سے متعلق مجدد کا لفظ سننے میں آیا ہے، البتہ ان میں سے کوئی دوست ان بزرگوں کو یہ مقام نہیں دیتا کہ جو ان کو نہیں مانتا وہ کافر ہے اگر ان عقائد کی موجودگی میں ان بزرگوں میں سے کوئی دائرہ اسلام سے خارج نہیں تو حضرت مرزا صاحب کو چودھویں صدی کا مجدّد مان کر ہم کیونکر کافر ہو گئے جبکہ ہم مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کو چودھویں صدی میں اسلام کی حفاظت اور خدمت کے لئے مجدّد بنایا گیا لیکن آپ کے آنے سے پہلے دین نامکمل نہ تھا اور آنے کے بعد اس میں کسی نقطہ کا اضافہ نہیں ہوا اس لئے ان کے ماننے سے کوئی کلمہ گو کافر نہیں ہو جاتا، جس کلمہ کو پڑھ کر مرزا صاحب مسلمان کہلاتے تھے، اور جس دین کی پیروی سے مرزا صاحب ولایت کے درجے تک پہنچے، ہر کلمہ گو اس دین پر عمل پیرا ہو کر اس مرتبہ کو حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے مرزا صاحب کا ماننا ایمانیات میں سے نہیں البتہ اولیاء اللہ اور مجدّدین دین کے خادم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے سپرد خدمتِ دین کا کام کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان کا ساتھ دیتا ہے، تو ان کی صحبت میں رہ کر جہاں وہ نیکی کی راہ پر چل نکلتا ہے۔ وہاں اسے خدمتِ دین کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ اور اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ مثلاً اس زمانے میں بے شمار عالم موجود ہیں۔ مگر جماعتِ اسلامی کے اراکین کے نزدیک مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ایک خاص پیغام کے حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ دوسرے علماء کو چھوڑ کر اور مولانا مودودی کے خلاف ان کے "کفریہ" فتووں سے بے نیاز ہو کر مولانا کی کامل اتباع کو عینِ اسلام سمجھتے ہیں حتّٰی کہ ان کی خاطر جان و مال قربان کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ لیکن مولانا کے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں کہتے اور لوگوں سے متوقع ہیں کہ اختلافِ عقائد کی بنا پر مولانا یا جماعت کو کافر نہ کہا جائے۔ جب کہ آپ کے مخالفین آپ کی طرف بہت سے کفریہ دعاوی منسوب کرتے ہیں۔ اسی طرح جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدّد اور خادمِ دین مانتے ہیں، جن کا ساتھ دینے سے خدمتِ دین کی سعادت تو نصیب ہو گی، لیکن نہ ماننے کے باوجود ہر کلمہ گو مسلمان ہی رہتا ہے تو پھر اس میں کفر کی بات کونسی رہ گئی۔ محض ہماری عددی کمزوری تو ایسا جرم نہیں کہ ہمیں کافر ٹھہرا کر گردن زدنی قرار دیا جائے۔

کسی کی زلف میں پہنچی تو حُسن کہلائی
وہ تیرگی کہ مرے نامۂ سیاہ میں ہے

جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا، جنہیں تصوف کی اصطلاحات کا علم نہیں یا جن کی نظروں سے اولیائے اُمّت کے حالات اوجھل ہیں وہ آپ کے دعاوی کو تمسخر کے طور پر از راہِ تمسخر کہتے ہیں کہ آپ نے پہلے مجدّد پھر مہدی پھر مسیح موعود اور پھر نبی اور رسول کا دعوےٰ کیا۔ مرزا صاحب کا اساسی دعوےٰ ملہم من اللہ ہونے کا تھا کہ اسلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے پیرو دنیا میں خدا سے ہمکلام ہو جاتے ہیں، پہلے بھی ہزاروں اولیاء اللہ خدا سے ہمکلام ہوئے آج خدا مجھ سے اسی طرح ہمکلام ہوتا ہے، جیسے وہ حضرت موسےٰؑ کی والدہ، حضرت مریم، حضرت خضر، اور حضرت عیسےٰؑ کے حواریوں سے ہمکلام ہوا اور یہ سب غیر نبی تھے، یا جیسے وہ اس اُمّت کے اولیاء اللہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ تو سب سے بڑا دعوےٰ خدا سے ہمکلامی ہی کا ہے جس سے خدا ہمکلام ہو اور اسے مجدّد ٹھہرائے اس کے لئے مہدی اور مسیح کے الفاظ رتبے کو بڑھاتے نہیں جو مجدّد ہوتا ہے وہ مہدی (ہدایت یافتہ) ہوتا ہے اور عیسائیت کا غلبہ توڑنے کے لئے کسی مجدّد کو مسیح کہہ دیا جائے تو یہ محض اس مجدّد کے کام کی نوعیت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ عزت کا خطاب ہے۔ جیسے حکومت کسی کو نشانِ حیدر دیتی ہے۔ اگر یہ نام نہ بھی دے تو بھی اس کی جرأت میں کمی نہیں ہوتی اور نام دینے سے اضافہ نہیں ہوتا۔

چوں مرا نورے پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابنِ مریمؑ نامِ من بنہادہ اند

اور کسی کو مسیح الملک اور امام الہند کہنے سے نہ مسیح کی ہتک ہوتی ہے نہ کسی امام کی، اور نہ ہی کوئی حکیم یا عالم حضرت مسیح یا کسی بزرگ امام کا مقام لے سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ہمعصر اس بناء پر اسے کافر ٹھہراتے ہیں۔

خود ہمارے زمانے کے عظیم مفکّر ڈاکٹر اقبالؒ نے مختلف پیرایوں میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ التجائے مسافر میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے التجا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا (بانگ درا)

پھر جاوید نامہ میں جاوید کو خطاب کر کے "مردِ حق" کی صفات بیان کرتے ہیں:۔

مردِ حق از آسماں اُفتد چو برق ✤ ہیزم او شہر و دشت شرق و غرب
ما ہنوز اندر ظلام کائنات ✤ او شریکِ اہتمام کائنات
اُو کلیم و اُو مسیح و اُو خلیل ✤ او محمدؐ او کتاب او جبرئیل

ان اشعار میں ڈاکٹر صاحب نے حضرت خواجہ صاحب کو حضرت مسیحؑ (جو نبی اللہ تھے) اور حضرت خضرؑ سے اونچا مقام دیا ہے۔ اور اس اُمّت میں ہونے والے مردِ حق کو حضرت موسےٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت محمدؐ حضرت جبرئیل اور قرآن کا ہم پایہ قرار دیا ہے اور کسی نے آپ پر کفر کا فتوےٰ نہیں لگایا لیکن جونہی اس سے ملتے جلتے الفاظ حضرت مرزا صاحب کی زبان سے نکلے تو وہ کافر و ملحد و دجّال ٹھہرائے گئے۔

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو ✤ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

مرزا صاحب کے بعض فقرات کو سیاق و سباق اور تصریحات سے جدا کر کے آپ کی طرف نبی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ آپ نے کبھی بھی منصبِ نبوّت و رسالت پر فائز ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ بلکہ مولویوں نے جب بعض الفاظ سے دھوکا کھا کر آپ کی طرف دعویٔ نبوّت منسوب کیا تو آپ نے صاف لکھا:۔

"نبوّت کا دعوےٰ نہیں محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے"

یا "جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوّت کا دعوےٰ کیا ہے، کیا تم نے پڑھا نہیں کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے"؟

یا "صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت بھی حقیقی طور پر نبوّت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کا استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔"

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب ✤ ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

لیکن مولوی زندگی بھر آپ کی طرف دعویٔ نبوّت منسوب کرتے رہے اور آپ اس کی تردید فرماتے رہے۔ حتّٰی کہ آپ کی وفات پر جماعت نے آپ کے مزار پر "مجدّد صدی چہار دہم" کے الفاظ لکھے۔ "نبی اللہ" کے الفاظ نہ لکھے۔ جو ہر منصف مزاج کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ اس اُمّت میں وہ بھی تھے جنہوں نے "اَنَا الحق" کا نعرہ لگایا اور قوم انہیں فنافی اللہ کہتی ہے۔ ایسے بھی ہوئے ہیں جو آنحضرت صلعم کے عشق میں فنا ہو کر "فنافی الرسول" ہوئے اور قوم نے انہیں ایسا ہی مانا۔ دراصل یہ اولیاء اللہ نہ خدا ہوئے نہ رسول اللہ بنے۔ یہ تو محض اللہ اور رسول کی اطاعت کا مقام ہے۔ کہ جب ایک شخص اطاعت میں غرق ہو کر اپنی خواہشات کو ختم کر دیتا ہے۔ تو گویا وہ اپنے مطاع کے رنگ میں رنگین ہو کر اس کا عکس بن جاتا ہے۔ پس جب خواہشات مٹ گئیں تو وہ خود کہاں رہا اور

اب وہ وہی بن گیا جس کی خواہشوں میں ڈھل گیا

یہی وہ مقام ہے جس میں حضرت مرزا صاحب نے

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا ✤ منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبےٰ باشد

یا "میں محمّد اور احمد ہو کر خاتم الانبیاء ہوں کیونکہ محمدؐ کی نبوّت محمدؐ سے جدا نہیں ہو سکتی"۔ اسی کا نام آپ نے "مقامِ صدیقیت" اور "فنافی الرسول" رکھا اور اپنے وجود کو درمیان سے نکال لیا۔ جاہلوں نے مشہور کر دیا کہ یہ شخص نبوّت کا مدعی ہے۔ حالانکہ آپ ہی کی تحریرات میں ہے کہ میرا نام "عمانوایل" بھی رکھا گیا یعنی خدا کی مانند۔ اگر آپ عمانوایل ہو کر خدا نہ ہو گئے۔ تو فنافی الرسول ہو کر رسول کیسے ہو گئے۔ تصوف کی اصطلاح میں اسے بروز کہا جاتا ہے۔ جیسے جب لوہے کو آگ میں ڈالا جاتا ہے تو وہ گرمی، رنگ اور تپش میں آگ کے خواص اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن اسی وقت تک جب کہ وہ آگ میں رہتا ہے۔ الگ کر دو تو گرمی، رنگ اور تپش کا وجود نہیں رہتا۔ اور یہ مقام کمالِ اتباع کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن نادانوں اور حاسدوں نے آپ پر نبی اور رسول ہونے کا الزام لگایا۔ اور آپکی اسّی سے زیادہ تصانیف سے چار پانچ فقرات کو لے کر اور تمام کتابوں میں دعوےٰ نبوّت کی تردید میں سینکڑوں تحریروں کو ترک کر کے آپ کو نبی قرار دیا۔ حالانکہ دین کی محبّت، ختم نبوّت کی عظمت اور مصلحت کا

تقاضا یہ تھا کہ جماعتِ احمدیہ لاہور کی ہمنوائی کرتے حضرت صاحب کی طرف دعویٰ نبوت کی تردید کی جاتی اور اجرائے نبوت کے حامیوں کو ختم کیا جاتا۔ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں پہلے آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا اور پھر مرزا صاحب اور اجرائے نبوت کے حامیوں کے مقابلے میں آئے جس کا نتیجہ آج سامنے ہے۔

ہم پھر اس بات کو دوہراتے ہیں کہ ہمیں اسلام کی غلامی پر فخر ہے۔ ہمارا اسلام و ایمان شعوری ہے، وراثتی نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ اور ہم ان مخالفوں کی طرح نہیں جن کی زندگیوں میں اسلام نہیں، جن کے قلوب میں شعارِ دین سے کوئی لگاؤ نہیں۔ جن کے ہاں شراب، جُوا، بدکاری، رشوت، بلیک مارکیٹ، سمگلنگ جزوِ ایمان ہے۔ اور جن کی مدد اور جذبۂ "جہاد" سے کام لے کر اس زمانے کے بعض مولوی گھروں اور دوکانوں کو آگ لگاتے شہریوں کے اموال کو لُوٹتے، شرفاء کو گالیاں دیتے اور کلمہ گویوں کو قتل کرنا سعادتِ دارین کا وسیلہ سمجھتے ہیں، انہوں نے انتہائی "انسانیت" کا ثبوت دیتے ہوئے، بچوں، عورتوں اور اپاہجوں کو پانی دُودھ اور دیگر ضروریاتِ زندگی سے محروم کر دیا ہے۔ لیکن ہمیں اپنی صداقت پر ایمان ہے۔ ہمیں اپنے خدا کی رحمت پر بھروسہ ہے۔ ہمیں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر یقین ہے۔ جنہیں تیرہ سال تک مکّہ کے مخالفین نے ہر قسم کے دکھ دیئے آپ کے ساتھ بچوں، عورتوں اور ضعیفوں کو ایک گھاٹی میں محصور کر کے ان پر پانی روک دیا گیا، انہیں سامانِ خورد و نوش سے محروم کیا گیا، مجلسی بائیکاٹ کیا گیا، اور موت کے سائے آپ کے چاروں طرف پھیلائے گئے، لیکن آپؐ کے اور آپ کے ساتھیوں کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی، آسمان کی فضاؤں میں اس بربریت پر تہلکہ مچ گیا۔ اور مخالفین کے منصوبے ناکام ہو گئے۔ حتیٰ کہ بدر کے میدان میں یہ ظالم سب کے سب برباد و رُسوا ہوئے۔ پھر ہمارے سامنے کربلا کے مظلوموں کی داستان ہے، جن حکام نے مٹھی بھر انسانوں پر طاقت کے نشے میں ضرورتِ زندگی کے دروازے بند کر دیئے اور انہیں موت کی آغوش میں سُلا دیا ان پر خدا کی لاٹھی چلی اور ان میں سے ایک ایک موت کے گھاٹ اُترا اور آج اُن پر کوئی آنکھ رونے والی نہیں

نماند ستمگار بد روزگار ۞ بماند بر و لعنت پائدار

آج ہم خدا کے حضور عرض کناں ہیں کہ تو جانتا ہے کہ ہم تیری توحید، تیرے رسولؐ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تیری کتاب قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارے دلوں میں تیرے دین کے غلبے کے سوا کوئی تڑپ نہیں۔ ہم سے بڑھ کر تکفیر المسلمین کا دشمن اور اتحاد المسلمین کا دوست و حامی کوئی نہیں۔ آج ہم مظلوم ہیں۔ تیرے عشق کے جُرم کی پاداش میں۔ ہمارے ساتھ انسانیت سے گرا ہوا سلوک کیا جا رہا ہے۔ خدایا اگر ہم سچ مچ تیرے دین کے دشمن ہیں تو پھر ہم جس قدر جلد برباد ہو جائیں۔ بہتر ہے۔ تاکہ انسانیت کو اس فتنے سے نجات ملے، لیکن اگر تو جانتا ہے۔ اور یقیناً جانتا ہے کہ

ہم تو جیتے ہیں کہ دُنیا میں تیرا نام رہے

یہی نہیں کہ نام رہے بلکہ تیرا نام بلند ہو، انسانیت تیری عظمت کے گُن گائے۔ اور تمام انسانیت جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ رحمت میں متحد ہو کر راحت پائے اور تیرا ذکر اقصائے عالم میں گونجے، تو ہمیں آزمائش میں نہ ڈال، اپنے حبیب پاک کے صدقے ہماری پشت پناہی کر اور ہمارے مخالفین کو، جو ہماری طرح ہمارے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرتے ہیں ہدایت دے۔ فانھم لا یعلمون۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم یا ارحم الراحمین و یا خیر الناصرین۔

اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بےنظیر ۞ جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار
اک جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام ۞ نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار
عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُر خطر ۞ عشق ہے جو سر جھکا دیتا ہے تیغِ آبدار
ہے سرِ راہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولا کریم ۞ نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

(حضرت مسیح موعودؑ)

مولانا مرتضیٰ خاں حسنؒ

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

محمدؐ است چراغ و امامِ ہر دو جہاں
محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خُدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخُدا
خُدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(مجدد زمانؑ)

رحمتِ یزداں، ہادئ اعظم، صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ
فخرِ رُسُل، سرتاجِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

مجد و شرف میں اُن کا ثانی کوئی نہیں ہے کوئی نہ ہوگا
ارفع و اعلیٰ، افضل و اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

ساقیِ کوثر، شافعِ محشر، خلق ہوا جن کے لئے عالم
نازاں اُن پر دُودۂ آدم، صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

پُوری ہو گئی حق کی حُجّت، ہو گئی اُن پر ختمِ نبوت
ہیں وہی خاتم اور وہی خاتم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

موسیٰؑ عمرانؑ عیسیٰؑ مریمؑ مقتدیوں میں ان کے شامل
اُن کی امامت سب پہ مُسلّم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

عرشِ بریں سے فرشِ زمین تک جلوہ انوار ہیں اُنکے
خیرہ ہے جن سے دیدۂ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اُن کی شریعت شرع مُبیں ہے کامل انکا دینِ متیں ہے
سب پہ فائق سب پہ مقدّم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

ذاتِ مقدّس کانِ مروّت منبعِ احساں آیۂ رحمت
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

کیا مولانا محمد علی صاحب کے ساتھی حضرت مرزا صاحب کو حقیقی رسول اور نجات دہندہ سمجھتے تھے؟

روزنامہ "نوائے وقت" کا اراکین جماعت احمدیہ لاہور پر بے بنیاد الزام

(محترم مولانا دوست محمد صاحب)

روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ ۲۰ر جون ۱۹۷۴ء میں ادارہ کی طرف سے ایک مضمون اس عنوان سے شائع ہوا ہے: "جماعت احمدیہ لاہور کا اپنے مجدد کے بارے میں عقیدہ" اس عنوان کے تحت یہ بتایا گیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی اپنے اس ایمان کا حلفیہ اعلان کر چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب "اللہ تعالےٰ کے سچے رسول تھے۔ اور ان کی متابعت ہی میں دنیا کی نجات ہے۔"

قبل اس کے کہ ہم اس بات کی وضاحت کریں کہ مذکورہ اعلان کس نے لکھا، کن حالات میں لکھا اور اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ ہم افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ نوائے وقت نے یہ عجیب اور پرُ تمسخر رویہ اختیار کر رکھا ہے کہ جس پرچہ میں جس جگہ جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے کوئی مضمون اُجرت لے کر بصورت اشتہار شائع کیا جاتا ہے، اس کے ساتھ ہی اسی جگہ ادارہ نوائے وقت کی طرف سے کوئی نہ کوئی غلط فہمی پیدا کرنے والا مضمون لکھ دیا جاتا ہے۔ اس سے قبل ۱۲ر جون کے نوائے وقت میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے عقائد کا اشتہار درج کرنے کے ساتھ اسی جگہ ایک مضمون ادارے کی طرف سے "مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد ان کی اپنی اور ان کے صاحبزادے کی تحریروں کی روشنی میں" کے عنوان سے شائع کیا گیا جس میں زیادہ تر حضرت مرزا صاحب کے صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب اور انہی کے اخبار الفضل کے حوالہ سے ایسے بیانات درج کئے گئے۔ جو خود حضرت مرزا صاحب کے بیانات اور معتقدات کے بالکل خلاف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ "الفضل" یا حضرت مرزا صاحب کے صاحبزادہ کے خیالات کی ذمہ داری حضرت مرزا صاحب پر عائد نہیں ہوتی۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام کے پیروؤں کے غالیانہ خیالات کی ذمہ داری حضرت عیسٰی علیہ السلام پر عائد نہیں ہوسکتی اور جس طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے حضور یہ کہہ کر اپنی بریت کا اظہار کریں گے کہ جب تک میں ان میں رہا انہیں یہی تعلیم دیتا تھا کہ صرف اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو۔ جو میرا اور تمہارا رب ہے اور جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ تو تو ہی (اے باری تعالےٰ) ان کا نگہبان تھا۔ ایسا ہی حضرت مرزا صاحب بھی یہ کہہ کر اللہ تعالےٰ کے حضور اپنی بریت کا اظہار کریں گے کہ میں تو ان مسلمانوں اور ان کے علماء اور خود اپنی جماعت کے غالی مریدوں سے بار بار کہتا رہا کہ میرے الہامات میں نبی کا لفظ صرف لغوی طور پر کثرت مکالمہ کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس کو حقیقت پر محمول نہ کیا جائے۔ اور یہ بھی لکھ کر دے دیا کہ اگر نبی کا لفظ مسلمانوں کو شاق گزرتا ہے تو اس کو ترمیم کر کے اس کے بجائے محدث لکھ دیا جائے اور نبی کے لفظ کو کاٹا ہوا سمجھا جائے۔ کیونکہ مجھے مسلمانوں میں کسی طرح تفرقہ پیدا کرنا منظور نہیں۔ اپنے غالی مریدوں کو بھی ہدایت کر دی تھی۔ چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہوتا ہے جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح وہ ایک خطرناک حالت میں ہے۔ اس طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گزرتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں۔"

(مکتوب مندرجہ اخبار الحکم مورخہ ۱۷ر اگست ۱۸۹۹ء)

اس قدر واضح بیانات اور اس انتباہ کے باوجود اگر عامۃ المسلمین یا حضرت مرزا صاحب کے غالی مرید ان کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنے سے باز نہیں آئے تو یہ مرزا صاحب کا قصور نہیں وہ خدا تعالےٰ کے حضور حضرت عیسٰے علیہ السلام کی طرح بری الذمہ سمجھے جائیں گے اور دعویٰ نبوت کا الزام دینے والے ہی قابل مواخذہ ہوں گے۔ نوائے وقت کو سمجھنا چاہیئے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ایک بڑی خطیر رقم بطور اُجرت لے کر حضرت مرزا صاحب کے معتقدات کا اشتہار شائع کرنا اور ساتھ ہی ادارہ کی طرف سے ایسی باتیں لکھ دینا جن کے حضرت مرزا صاحب ذمہ دار نہیں ہوسکتے کہاں کی ایمانداری اور کیسا غیر جانبدارانہ طریق ہے۔

جہاں تک زیرِ نظر پرچہ کے اس حوالہ کا تعلق ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مولانا محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی حضرت مرزا صاحب کو "خدا تعالےٰ کے سچے رسول" اور دنیا کے لئے نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ اس بارہ میں عرض ہے کہ وہ مضمون مولانا محمد علی اور ان کے کسی ساتھی کا لکھا ہوا نہیں نہ ان دنوں جماعت احمدیہ لاہور ایک قائم ہوئی تھی۔ اخبار پیغام صلح ایک سوسائٹی بنام پیغام صلح سوسائٹی کے زیرِ اہتمام چند ماہ پیشتر جاری ہوا تھا۔ نہ مولانا محمد علی ان دنوں لاہور میں موجود تھے۔ نہ انہوں نے یہ مضمون لکھا، اس صورت میں ان الفاظ کو آپ کی طرف یا آپ کی جماعت کی طرف منسوب کرنا جہالت ہے یا بددیانتی ہے۔ ان دنوں اس کی ادارت ایک ایسے شخص (ماسٹر احمد حسین فرید آبادی) کے ہاتھ میں تھی۔ جو اندرونی طور پر میاں محمود احمد صاحب کا ہم خیال تھا۔ اسی وجہ سے مذکورہ اعلان کے شائع ہونے کے بعد جب پیغام صلح سوسائٹی کو اس کا علم ہوا تو مذکورہ بالا ایڈیٹر کو اخبار سے علیحدہ کر دیا گیا۔

چنانچہ ۷ر ستمبر ۱۹۱۳ء کے پرچہ میں مذکورہ اعلان کی اشاعت کے بعد ۱۴ر ستمبر ۱۹۱۳ء کا اور اس کے بعد اخبار کی پیشانی پر "ماسٹر احمد حسین فرید آبادی" کا نام لکھا ہوا موجود نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ۷ر ستمبر ۱۹۱۳ء ہی کے پرچہ میں مذکورہ اعلان کے ساتھ ہی یہ نوٹ بھی لکھا ہوا موجود ہے کہ :-

"یہ ایڈیٹر یا کسی خاص شخص کا ذاتی اخبار نہیں ہے۔ یہ کل احمدیہ جماعت کا اخبار ہے اگر ہماری رائے سے کسی دینی مسئلہ میں جماعت کے کسی فرد کو اختلاف ہو تو اس کے لئے ہمارے کالم کھلے ہیں اور تنقید کے بعد جو رائے قائم ہوگی وہی ہماری رائے ہے یا اگر کسی معاملہ میں حضرت خلیفۃ المسیح (مولٰینا نورالدین صاحب) ہم کو خاص نصیحت فرما دیں تو اس کی تعمیل کرنے کے لئے ہم ہر وقت تیار ہیں۔ واللہ علیٰ مانقول وکیل۔

یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ ایڈیٹر کو مذکورہ اعلان لکھنے کے بعد خود یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ ایسا اعلان جماعت اور منتظمین اخبار کے معتقدات کے خلاف ہونے کی وجہ سے اختلاف کا موجب ہوگا۔ اس لئے اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر مندرجہ بالا الفاظ لکھ دیئے تاکہ خود اس کو مذکورہ اعلان کا ذمہ دار نہ سمجھا جائے۔

ان واقعات کے ہوتے ہوئے مولانا محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو اعلان مذکور کا ذمہ دار قرار دینا اور یہ سمجھنا کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو حقیقی رسول اور نجات دہندہ سمجھتے تھے کسی طرح جائز نہیں۔ جبکہ اس کے بعد ساٹھ سال کے عرصہ میں ایک بھی ایسا اعلان ان کی طرف سے کبھی شائع نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے خلاف بار بار حضرت مرزا صاحب کو صرف مجدد اور غیر نبی اور ختم نبوت کا حامی لکھا جاتا رہا جو پیغام صلح کے ساٹھ سالہ اوراق اور ان کثیر اشتہارات اور کتب اور پمفلٹوں سے ظاہر ہے۔ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔ کیا ادارہ نوائے وقت اس پر غور کرے گا؟

حضرت حسّانِ اعظم

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں ؛ دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں ؛ خاکِ راہِ احمدِؐ مختار ہیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب ؛ کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ کُفر و اِسلام

حسب ارشاد حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ

الفاظ کے معنی میں وسعت کے اصل کو مدِنظر نہ رکھنے سے بہت سے مسائل میں لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے۔ اور منجملہ دیگر امور کے اسلام اور کفر کا مسئلہ ایسا ہے، جس کو بہت لوگوں نے نہیں سمجھا۔ اور ہمارے احباب میں سے بھی بعض نے غلطی کھائی ہے۔ کسی مسئلہ کو صاف کرنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور کیا جائے۔ اور ان امور میں جہاں نظر اختلاف نظر آتا ہو، ان کو تطبیق دی جائے، ہمارے پہلے علماء نے یہ بھی غلطی کھائی ہے۔ کہ قرآن کریم میں جہاں ایک مضمون کی آیت بظاہر کسی دوسرے موقعہ کے خلاف آئی تو بجائے اس پر تدبر کرنے اور تطبیق دینے کے جھٹ ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دے دیا۔

اس مسئلہ میں کہ اسلام اور کفر کی سرحد کیا ہے، جہاں ایک طرف ایسی آیات ہیں جیسے فرماتا ہے: قل اللہ ثم ذرھم۔ یعنی اللہ منوا کر ان کو چھوڑ دو۔ پھر فرماتا ہے لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومساجد۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ دوسرے مذاہب کی عبادتگاہوں کو بھی قائم رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر ایک آیت ہے: وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ یعنی ان کو مؤمن بھی کہتا ہے اور مشرک بھی پھر احادیث میں بعض حدیثیں تو ایسی ہیں جیسے من قال لا الٰہ الا اللہ فقد دخل الجنۃ۔ یعنی جو لا الٰہ الا اللہ کہدے وہ بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور ایک حدیث اسی کے ہم معنی یہ بھی ہے کہ من کان اخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ اور امام ابو حنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ دل سے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہدے تو وہ مومن ہو جاتا ہے۔

اس کے بالمقابل قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کسی رسول کا انکار کافر بنا دیتا ہے۔ اور احادیث میں بعض احادیث ایسی ہیں کہ نماز کا متعمد تارک کافر ہو جاتا ہے، یا یہ کہ چوری یا زنا کرنے والا مؤمن نہیں رہتا۔ یا روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کے چھوڑنے پر سخت وعید ہیں، یوں بھی آتا ہے کہ جو مومن پر بدظنی کرے دخل النار۔ پھر حضرت مسیح موعود پر بھی لوگوں نے اعتراض کئے ہیں کہ کہیں جگہ اپنے منکرین کو کافر کہا ہے۔ اور کسی جگہ مسلمان۔

ان دو قسم کے امور میں جو ایک ظاہر تخالف نظر آتا ہے۔ وہ درحقیقت الفاظ کے معنی میں وسعت کے اصول کو مدِنظر نہ رکھنے سے پیدا ہوتا ہے، اسی اصول کو چھوڑ کر معترضین اسلام نے بھی بہت سے حملے کئے ہیں۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ نعوذ باللہ گنہگار ہوتے ہیں کیونکہ جس طرح ذنب کا لفظ ان لوگوں پر آیا ہے، جن کو ان کے ذنوب کی وجہ سے جہنمی کہا گیا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام پر بھی آیا ہے۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ لفظ ذنب کے معنوں میں وسعت ہے، وہ انسانی کمزوریوں پر بھی بولا جاتا ہے، جن پر گناہ کا لفظ نہیں بولا جاسکتا بلکہ وہ انسان کی فطرتی کمزوری ہے) اور بڑے سے بڑے گناہ پر بولا جاتا ہے پس اگر تدبر سے کام لیا جائے اور آیات میں تطبیق دی جائے تو معلوم ہوگا کہ لفظ ذنب کا استعمال ان معنوں میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق نہیں ہوا۔ جن میں دوسرے لوگوں کے متعلق ہوا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی صفت میں دوسری جگہ یوں فرمایا کہ وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ بعینہٖ یہی صورت مسئلہ اسلام و کفر کی ہے۔

اسلام مان لینے کا نام ہے۔ اور کفر انکار کا نام ہے۔ اسلام کی پہلی آخری حدبندی توحید الٰہی ہے۔ پس جو شخص توحید الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے مگر سب لوگ جو اسلام میں داخل ہوتے ہیں وہ یکساں نہیں ہوتے۔ امام بخاریؒ نے کتاب الایمان میں اس مسئلہ کو بڑا صاف کیا ہے۔ الایمان یزید وینقص اور کفر دون کفر کے الفاظ میں معانی کے اسی وسعت کی طرف اشارہ ہے۔ بلکہ اسی باب میں وہ حدیث بھی درج ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: رایت النار فاذا اکثر اھلھا النساء یکفرن یعنی دوزخ میں زیادہ عورتیں دیکھیں۔ کیونکہ وہ کفر کرتی ہیں۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا یکفرن باللہ۔ کیا وہ اللہ کا کفر کرتی ہیں۔ فرمایا یکفرن العشیر وہ خاوند کا کفر کرتی ہیں۔ جس سے لفظ کفر کی وسعت کے معنے صاف معلوم ہوتے ہیں۔ جس میں اہل جنت اور اہل نار کا ذکر کر کے فرمایا اخرجوا من کان فی قلبہ من خردل من ایمان۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے بھی آگ سے نکال دو۔ جس میں یہ سمجھایا کہ یہ بھی ایمان کا ایک مرتبہ ہے۔ حالانکہ دوسری طرف ایمان کا وہ مرتبہ ہے کہ انسان کا دل اس سے بالکل لبریز ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا: کتب فی قلوبھم الایمان۔ اور اسی ایمان سے انسان اسی دنیا میں جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر مسلم میں وہ حدیث ہے۔ جس میں لکھا ہے شفعت الملائکۃ وشفع النبیون ولم یبق الا ارحم الرحمٰن فیقبض قبضۃ فیخرج قوما لم یعملوا خیرا قط یعنی ان لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کے بعد جنہوں نے رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی کی ہوگی اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ سب شفاعت کر چکے اور اب سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا باقی ہے۔ سو وہ ایک مٹھی بھر ان لوگوں کو نکال دے گا۔ جنہوں نے کبھی بھی کوئی نیکی نہیں کی اور بعض احادیث میں آیا ہے۔ کہ جہنم پر ایک وقت آئے گا کہ اس میں کوئی بھی نہ ہوگا۔

ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور کفر کے مراتب ہیں، بلکہ خود قرآن کریم نے اس مضمون کی ایک ہی آیت میں بالکل صاف کر دیا ہے۔ جہاں فرمایا وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون جس میں یہ سمجھایا ہے کہ اکثر لوگوں کا تو یہی حال ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود ان کے کسی نہ کسی کونہ میں شرک باقی رہتا ہے۔ پس باوجود مشرک ہونے کے بھی مؤمن کا لفظ ان پر بولا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جب ایک شخص اللہ تعالےٰ کی توحید پر ایمان لے آتا ہے تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے یعنی جیسے ایک بچہ کسی مدرسہ میں داخل ہو جائے لیکن تکمیل تعلیم کے لئے اسے ضروری ہے۔ کہ وہ استادوں کی ہدایت پر چلے اور ان پر عمل کرے۔ اسی طرح جو شخص توحید الٰہی پر ایمان لاتا ہے، وہ معاً تکمیل کے درجے کو نہیں پہنچ جاتا۔ بلکہ یہ ابتداء ہے۔ بے شک وہ اسلام کے دائرہ کے اندر داخل ہو گیا مگر تکمیل ایمان کے لئے قرآن کی ہدایات کی پیروی ضروری ہے۔ ان ہدایات کے جس حصہ کو کوئی شخص اپنے عمل میں لاتا ہے۔ اسی حصہ میں تکمیل حاصل کرتا ہے۔ اور جس حصہ کو ترک کرتا ہے اس حصہ میں نقصان اٹھاتا ہے۔ اور وہ حصہ نشوونما نہیں پاتا۔ درحقیقت کفر کے معنے بھی دبانے کے ہیں۔ پس یہ حصہ دبا دینے کی وجہ سے انسان اس کا کافر بنتا ہے۔ لیکن وہ کل کا کافر نہیں ہو جاتا۔ بلکہ جس حصہ کو مانتا ہے اس میں مسلم ہے۔ اور جس حصہ کو چھوڑتا ہے یا اس کا انکار کرتا ہے اس میں وہ کافر ہے۔ اور یہی اصول ادنےٰ سے اعلےٰ ہدایات یا ضروریات ایمان پر حاوی ہے۔ جو لا الٰہ الا اللہ کا انکار کر دے تو وہ اس دائرہ سے ہی خارج ہو گیا۔ لیکن جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر کے کسی اور حصہ کو چھوڑتا ہے وہ دائرہ کے اندر تو ہے۔ مگر اس خاص حصہ کا کافر ہے۔ ابن اثیر نے نہایہ میں جو حدیث کی سب سے معتبر لغت ہے کفر کے لفظ پر بحث کرتے ہوئے اس مسئلہ کو خوب صاف کر دیا ہے سب سے پہلے یہ حدیث نقل کی ہے: الا لا ترجعن بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ میرے پیچھے تم نے کافر نہیں ہو جانا کہ بعض بعض کی گردن مارنے لگو۔ اور پھر اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا ہے: قیل لا تعتقدوا تکفیر الناس کما یفعلہ الخوارج۔ یعنی لوگوں کی تکفیر کا اعتقاد نہ رکھو جیسے

خارجیوں کا مذہب ہے۔ پھر لکھتے ہیں: والکفر صنفان احدھما الکفر باصل الایمان وھو ضدہ والآخر الکفر بفرع من فروع الاسلام فلا یخرج بہ عن اصل الایمان۔ یعنی کفر دو قسم ہے۔ ایک اصل ایمان کا انکار اور وہ ایمان کی ضد ہے۔ اور دوسرے اسلام کے فروع میں سے کسی فرع کا کفر یا انکار جس سے آدمی اصل ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ پھر ابن عباس کی یہ حدیث لاتے ہیں: قیل لہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون قال ھم کفرۃ لیسوا کمن کفر باللہ والیوم الآخر۔ یعنی جب ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو اس کے مطابق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا سو یہی کافر ہیں۔ تو فرمایا وہ کافر ہیں لیکن ان کی طرح کافر نہیں جو اللہ اور یوم آخر کا انکار کرتا ہے۔ پھر ایک اور حدیث لاتے ہیں: ان الاوس والخزرج ذکروا ما کان منھم فی الجاھلیۃ فثار بعضھم الی بعض بالسیوف فانزل اللہ تعالیٰ وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم ایات اللہ وفیکم رسولہ۔ یعنی اوس اور خزرج دو انصاری قبیلوں نے کچھ جاہلیت کی آپس میں باتوں کا ذکر کیا۔ پھر ایک دوسرے پر تلواریں لے کر حملہ آور ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم کس طرح کفر کرتے ہو حالانکہ تم پر اللہ کے حکم پڑھے جاتے ہیں۔ اور تمہارے درمیان ایک رسول ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں۔ اور یہ اللہ کے ساتھ کفر نہیں تھا۔ ایسا ہی حدیث انواء نقل کی ہے:

ان اللہ ینزل الغیث فیصبح قوم کافرین۔ یقولون مطرنا بنوء کذا۔ یعنی اللہ تعالیٰ بارش اتارتا ہے۔ پھر ایک قوم اس کی وجہ سے کافر ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر مینہ برسایا گیا ہے۔ اور اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے۔ ای کافرین دون غیرہ حیث ینسبون المطر الی النوء دون اللہ۔ یعنی وہ اس حصہ کے کافر ہوتے ہیں نہ کسی دوسرے حصہ کے کیونکہ وہ اللہ کو چھوڑ کر بارش کو ستارے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ایسا ہی اور بھی بہت سی احادیث اس مسئلہ کے متعلق کفایہ میں نقل کی گئی ہے۔ مثلاً یہ حدیث کہ من رغب عن ابیہ فقد کفر۔ یہاں بھی کفر کے معنے خارج از اسلام ہو نکلے نہیں ہیں۔ اور حدیث استرہ میں جو لفظ آئے ہیں: وکفر من کفر من العرب حالانکہ ان میں ایک قسم کے وہ لوگ تھے ؟ کے متعلق لکھا ہے: والصنف الثانی من اھل الردۃ لم یرتدوا عن الایمان ولکن انکروا فرض الزکوٰۃ۔ یعنی دوسرا گروہ مرتدین کا وہ تھا جو ایمان سے مرتد نہیں ہوئے بلکہ فرض زکوٰۃ کا انکار کیا تھا۔ اور ایسا ہی حدیث لاتکفروا اھل قبلتک۔ یعنی اہل قبلہ کو کافر مت سمجھو، اور بھی بہت سی احادیث ہیں، مگر صرف انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اگر اس امر کو مد نظر رکھا جائے تو حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں بھی کوئی اختلاف نظر نہیں آتا، اور نہ آپ کی کسی تحریر کو کسی دوسری تحریر سے منسوخ قرار دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرتا ہے۔ یا ان پیشگوئیوں کو نہیں مانتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق کیں۔ وہ آپ کے آنے سے پوری ہوئیں۔ وہ اس حصہ کا کافر ہے۔ مگر چونکہ وہ توحید الٰہی پر ایمان لاتا ہے۔ اس لئے دائرہ اسلام سے خارج نہیں، پھر اگر نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور حج بھی کرتا ہے تو وہ ان سب کا کافر نہیں۔ یا ایک شخص مسیح موعود کو مانتا ہے تو وہ اس حصہ کا تو کافر نہیں۔ لیکن اگر وہ باوجود ماننے کے نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا تو وہ اس کا کافر ہے مسیح موعود کے نہ ماننے سے ایک شخص قابل مواخذہ ہے مگر وہ دائرہ اسلام سے خارج اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ لا الٰہ الا اللہ کا انکار نہ کرے۔ چنانچہ خود حضرت مرزا صاحب اپنی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۳۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ابتداء سے میرا مذہب یہی ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ ہاں ضال اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہو گا۔ اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادہ صدق و صواب سے دور سمجھتا ہوں جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھول ہیں۔۔۔۔۔۔ لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے۔"

اس عبارت کی حقیقت کو اور بھی واضح کرنے کے لئے ان واقعات پر غور کرنا چاہیئے جن کی بناء پر یہ عبارت لکھی گئی۔ وہ واقعات یہ ہیں۔ کہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں ایک اقرار نامہ منجانب مولوی محمد حسین بٹالوی اس مضمون کا دیا گیا کہ میں آئندہ مرزا صاحب کو کافر اور دجال نہیں کہوں گا اور ایک اقرار نامہ اسی مضمون کا حضرت صاحب کی طرف سے دیا گیا کہ میں آئندہ مولوی محمد حسین کو دجال اور کافر نہیں کہوں گا۔ اس پر کتاب تریاق القلوب میں حضرت مرزا صاحب نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو ملزم ٹھہرا کر لکھا ہے۔ کہ اس اقرار کے بعد وہ استفتاء اس کا کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے تیار کیا تھا۔ اگر وہ اس فتوے دینے میں راستی پر ہوتا تو اس حاکم کے روبرو یہ جواب دینا چاہیئے تھا کہ میرے نزدیک بے شک یہ کافر ہے۔ اس لئے میں اسے کافر کہتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کئے ہیں اگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا۔ اور پھر اس کی وجہ ان الفاظ میں بیان کی ہے جو اوپر درج ہیں۔ یعنی یہ کہ جب مولوی محمد حسین نے ان کو کافر کہنا چھوڑ دیا اور اقرار کیا کہ آئندہ بھی کافر نہ کہوں گا، تو وہ وجہ بھی جاتی رہی جس وجہ سے حضرت صاحب اسے کافر کہتے تھے۔ اور اس لئے حضرت صاحب کی طرف سے ایسا اقرار سراسر ان کے مذہب کے مطابق تھا۔ تریاق القلوب کی ان عبارتوں سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کو ابتداء سے یہی مذہب تھا۔ اور مولوی محمد حسین جیسے شدید مخالف نے بھی انہوں نے اس وقت سے کافر کہنا ترک کر دیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ آئندہ اسے کبھی کافر نہ کہیں گے۔ جب اس نے اپنا فتوے کفر واپس لے لیا اور یہ اقرار کر لیا کہ آئندہ مرزا صاحب کو کافر نہ کہوں گا۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا اس عقیدہ کو جو ابتدائے دعوے مسیح موعود سے لے کر برابر سولہ سال تک حضرت صاحبؑ کا عقیدہ تھا اور جبکہ آپ اپنی تقریروں اور تحریروں میں بار بار اعادہ کرتے رہے، آپ نے کبھی بدل دیا یا منسوخ کر دیا۔ اور اگر واقعی کبھی آپ کو اس کے بدلنے کی ضرورت پیش آتی تو آپ کھلے الفاظ میں ضرور لکھ دیتے کہ سابقہ عقیدہ میرا ایسا تھا مگر اب آئندہ کے لئے میں اسے تبدیل کرتا ہوں۔ یا پہلی عبارتوں کو جو اس کے متعلق لکھی گئی ہیں منسوخ کرتا ہوں۔ مگر آپ کی کسی کتاب کے ایک حرف میں بھی اس قسم کا اشارہ نہیں پایا جاتا۔ آپ نے کبھی اس عقیدہ کو تبدیل نہیں کیا یا منسوخ کر دیا۔ ہاں بعض لوگوں نے کتاب حقیقۃ الوحی کے بعض الفاظ سے یہ خود خیال کر لیا ہے کہ پہلا عقیدہ منسوخ ہو گیا۔ وہ الفاظ یہ ہیں جو ایک سوال کے جواب میں لکھے گئے ہیں کہ

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے کو اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔"

مگر اس کی وجہ بھی آپ نے وہی بیان کی جو پہلے تریاق القلوب میں بیان کی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۶۴ پر فرماتے ہیں:۔

"وہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اگر میں مفتری نہیں اور مومن ہوں تو اس صورت میں وہ میری تکذیب اور تکفیر کے بعد کافر ہوئے اور مجھے کافر ٹھہرا کر اپنے کفر پر مہر لگا دی۔ یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے۔"

پھر اسی مضمون کے آخر پر یہ فرمایا کہ:۔

"حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ما زنا زان وھو مومن وما سرق سارق وھو مومن۔ یعنی کوئی زانی زنا کی حالت میں اور کوئی چور چوری کی حالت میں مومن نہیں ہوتا۔"

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح چور اور زانی اس حصہ کا کافر ہوتا ہے، جس حصہ کے خلاف کرتا ہے اور پھر خود اس کتاب میں صفحہ ۱۷۹ پر یہ تحریر فرمایا ہے:۔

"اور کافر منکر کو ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے۔"

اور پھر اپنے انکار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے الگ کر کے بھی دکھایا ہے۔ جہاں یہ تحریر فرمایا ہے کہ کفر دو قسم پر ہے۔

"اول ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔" کفر کی یہ دو قسمیں کرتے سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کا انکار کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننا۔ آپ نے اس قسم کا کفر نہیں سمجھا، جیسے دوسری قسم کے کفر جو اسلام کو مان کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق تسلیم کر کے بھی انسان سے سرزد ہو سکتے ہیں اس دوسری قسم کی تشریح میں لفظ مثلاً صاف بتلاتا ہے۔ کہ مسیح موعود کا کفر اس دوسری قسم کے کفروں میں سے ایک کفر ہے، اور یہی وہ کفر ہیں جو اسلام کے دائرہ کے اندر رہ کر بھی انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ جس کی مثال زانی اور سارق میں خود حضرت صاحب نے دی ہے۔ خواہ کچھ بھی کہا جائے اس تقسیم سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت صاحب کا مذہب یہی تھا۔ کہ مسیح موعود کا کفر انسان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کافر نہیں بناتا۔ سوائے اس کے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکام کو ماننے سے انکار کیا۔ جن کی رُو سے مسیح موعود کو ماننا ضروری ہے۔ جس طرح ایک والدین کا نافرمان ایک نماز یا روزے کا تارک ایک زکوٰۃ کا نہ دینے والا۔ ایک جھوٹ بولنے والا قرآن کریم کے ایک حکم کا انکار کرتا ہے۔ اور اس طرح پر وہ انکار گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار ہو جاتا ہے، پھر اسی کتاب میں صفحہ ۱۶۳ پر حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اپنے رسالہ المسیح الدجال میں مجھ پر الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گا اور گو وہ ایسے ملک میں ہو گا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی۔ تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر صاحب مذکور کا سراسر افترا ہے۔ میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔"

اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۹ کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

"پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ یہ تو کتاب حقیقۃ الوحی کی ہی سب عبارتیں ہیں۔ جو آپ کے عقیدہ کو اب بھی ویسے ہی بیان کر رہی ہیں۔ جیسا تریاق القلوب میں لکھا ہے اور اگر کوئی الفاظ اس میں ایسے ہیں ہوں جنہیں متشابہ کہا جا سکے تو ان کو محکمات کی طرف لے جانا چاہیئے۔ اور تریاق القلوب کی عبارت میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ پھر خود حقیقۃ الوحی کے دوسرے مقامات تریاق القلوب کے خیال ہی کی تائید کرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت صاحب اپنی وفات تک اس عقیدہ پر قائم رہے۔ چنانچہ ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار البدر میں آپ کی تقریر چھپی ہے جس میں پُرزور الفاظ میں اس عقیدہ کو دہرایا ہے۔ یہاں آپ پر سوال کیا گیا تھا کہ:۔

"اگر غیر احمدیوں کو کافر کہا جائے۔ تو پھر اسلام میں تو کچھ بھی نہیں رہتا"

جس کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

"ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے۔ جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائیں"

اور پھر اسی تقریر میں فرمایا:۔

"کہ جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے"

اب کتاب حقیقۃ الوحی سے پہلے کی تمام تحریریں اور اس کے بعد کی تمام تحریریں خود کتاب حقیقۃ الوحی کے مقامات متنازعہ کو چھوڑ کر دوسرے تمام حوالہ جات یہ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کا عقیدہ ہمیشہ وہی رہا ہے جس کا نمایاں اعلان تریاق القلوب اور ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء میں ہے۔ اب اگر حقیقۃ الوحی میں کچھ فقرات ایسے بھی ہوں جن کے دو معنے ہو سکتے ہوں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم وہی معنے اختیار کریں جس کی تائید آپ کی دیگر تحریرات اور کتاب حقیقۃ الوحی کے دیگر مقامات سے اس کثرت کے ساتھ ہوتی ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرے معنے کرنا جن سے مختلف عبارات میں اختلاف پیدا ہو۔ یا کسی حصہ کو کسی دوسرے حصہ سے منسوخ قرار دینا بڑی غلطی ہے قبل اس کے کہ میں اس مضمون کو ختم کروں اس مضمون کے متعلقہ واقعات کا اظہار ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ خواجہ صاحب کا ایک خط آیا تھا جس میں انہوں نے یہ دریافت کیا تھا کہ گو لندن میں نماز جمعہ کی امامت میرے سپرد ہے اور اور نمازوں میں جہاں میں موجود ہوں مجھ کو آگے کیا جاتا ہے۔ لیکن تاہم میں اس معاملہ میں حضور کا فیصلہ چاہتا ہوں کہ اگر اس جگہ یعنی ولایت میں جہاں احمدیوں پر دوسرے مسلمانوں کی طرف سے کفر کا فتویٰ نہیں ہے ضرورت پیش آیا دے تو کیا ان کے پیچھے نماز ادا کر لیا کروں۔ جیسا کہ عرب اور افریقہ وغیرہ بعض مقامات میں آپ نے اجازت دی ہے۔ اس خط کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ لکھوایا کہ جب وہاں کفر کا فتویٰ نہیں۔ تو آپ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اور یہ جواب اخبار پیغام صلح میں چھپ گیا۔ جس پر بعض یہاں کے احباب نے اس فتوے کو غلط بتایا۔ حالانکہ اسی قسم کی اجازت حضرت خلیفۃ المسیح ہمیشہ حج پر جانے والوں کو دیتے رہے جس کی شہادت ہماری جماعت کے حاجی دے سکتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے فتوے کے خلاف جو احباب تھے ان میں سے دو میرے پاس بھی آئے کہ حضرت صاحب فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فلاں فلاں تحریر کے خلاف ہے۔ میں نے انہیں کہا، فتوے دینے والا تو میں نہیں ہوں۔ مجھ سے بحث کرنے کا کیا فائدہ، حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں عرض کیجئے۔ انہوں نے کہا ان کی خدمت میں عرض کیا گیا ہے۔ اور یہ تحریریں دکھا دی گئی ہیں۔ ان ایام میں حضرت صاحب کی کمزوری بڑھ رہی تھی جس کی وجہ سے وہ گھر کے اندر ہی قرآن شریف کے نوٹ سنا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی بعد حضرت صاحب نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مسئلہ کفر و اسلام میں تطبیق دو اور کچھ احادیث اور کچھ آیات قرآنی ارشاد فرمائیں۔ جو اس مضمون کی تشریح میں ہیں۔ میں چونکہ قرآن کریم کے کام میں زیادہ مصروف تھا۔ اور دوسرے کسی قدر اپنی طرف سے اس مسئلہ کے چھیڑنے کو پسند نہ کرتا تھا۔ اس لئے میں نے تحریری مضمون تو چند روز تک کوئی نہ لکھا۔ البتہ یہ میں دیکھتا تھا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح درس قرآن کریم میں یعنی میرے نوٹوں کے وقت کسی نہ کسی رنگ میں اس مضمون پر بھی روشنی ڈال دیتے ہیں۔ اور اس مسئلہ کا ایک نہایت وسیع پہلو آپ کے ذہن میں تھا جس سے تمام مسلمان بے خبر ہیں۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریریں اس کی مؤید ہیں۔ جہاں آپ نے اس خیال کی کہ کوئی ایسے ہی لوگ ہوں گے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے تردید کی ہے۔ خیر یہ مسئلہ بھی بجائے خود ایک الگ بحث کو چاہتا ہے۔ اس لئے میں اسے اس جگہ چھیڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن گو مضمون تو میں نے چند روز تک نہ لکھا، لیکن آیات و احادیث محولہ پر غور کر کے اور بخاری کتاب الایمان کو پڑھ کر اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح کے روزانہ ارشادات سے واقف ہو کر یہ میں نے خوب سمجھ لیا کہ حضرت صاحب کس طرح پر تطبیق دیتے ہیں اور بالآخر آپ نے ایک دن بڑے مجمع میں جب قرآن کریم کے ترجمہ کے چندہ کا اعلان آپ کے حسب الارشاد لکھ کر سنایا گیا، یہ فرمانے پر کہ مسلمان کافر کے مسئلے کو تطبیق دینا تمہارے ذمہ ہے۔ میں نے آخر اس مسئلہ کو لکھا اور اسی اثنا میں ایک دن آپ نے میاں صاحب کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے میاں صاحب نے بھی اس مسئلہ کو نہیں سمجھا، مضمون کو لکھنے کے بعد میں نے اسے حضرت خلیفۃ المسیح کو سنا بھی دیا۔ چونکہ آپ ان دنوں میں بیمار تھے۔ آپ کے صاحبزادے میاں عبدالحی نے یہ خیال کر کے کہ شاید آپ پوری توجہ سے مضمون نہ سن سکتے ہوں، عرض کیا کہ حضور سنتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میں خوب سنتا ہوں، اور مجھے مخالفت ہو تو میں کہہ دوں، آخر مضمون پر آپ نے صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں **فیخرج منه قوما لم یعملوا خیرا قط** کے الفاظ آتے ہیں۔ درج کرنے کو فرمایا، چنانچہ وہ بھی درج کر دیئے گئے ہیں، اور اس کے علاوہ ابن اثیر کی لغت حدیث نہایہ (سے) چند حوالجات درج کر دیئے گئے ہیں۔ اس مضمون کے متعلق گو بہت سے احباب بار بار یہ تقاضا کرتے تھے کہ جلد چھپوا دو۔ لیکن میں بلا ضرورت اس کو چھپوانا پسند نہ کرتا تھا۔ لیکن اب جبکہ یہ بحث اخبار میں چھڑ گئی ہے۔ اور مسئلہ تکفیر پر ہمارے بعض دوست زور دے رہے ہیں۔ میں اور توقف گناہ سمجھتا ہوں۔ اور میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ حکماً لکھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود السلام کی تحریروں میں سے کل حوالجات یکجا کر کے علیحدہ دیئے جاویں گے۔

(پیغام صلح۔ ۱۷ر مارچ ۱۹۱۴ء)

کافر!

(ابو ارشد)

جو نامِ خدا لیتے ہیں دِن رات وہ کافر! — ہے جنکا وہی قبلۂ حاجات وہ کافر!
جو منکرِ توحید ہو، کہلائے مُسلماں!! — ہو جنکی زباں وقفِ مناجات وہ کافر!

محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان

حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے :-

" مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ

مسیح ابن مریم اور کچھ نہیں ہیں بجز ایک رسول کے ان سے قبل بھی (اور رسول) گذر چکے ہیں اور ان کی ماں ایک ولیہ تھیں - دونوں کھانا کھاتے تھے " (المائدہ آیت ۷۵)

(ترجمہ تفسیر عبدالماجد دریابادی)

اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے جو رسول آئے وہ فوت ہو چکے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کمالات رسالت کے باوجود اور ان کی والدہ راستباز ہونے کے باوجود حوائج بشری سے بالاتر نہیں تھیں اور کھانے پینے سے جو دوسری بشری احتیاجات پیدا ہوتی ہیں وہ بھی ان کے شامل حال تھیں - لیکن چونکہ اب وہ کھانا نہیں کھاتے اس لئے وہ دونوں بقید حیات نہیں - ان چند الفاظ میں حضرت مسیح اور مریم کی اُلوہیت کی نفی بھی کر دی گئی اور ان کی وفات کی طرف بھی اشارہ کر دیا -

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ممکن ہے خدا نے مسیح کو کسی جگہ منجمد کر کے کسی "ڈیپ فریزر" (DEEP FREEZER) میں رکھ دیا ہو اور جب ضرورت محسوس ہوگی ان کو ہوش میں لاکر اس دنیا میں بھیج دیا جائے گا - اول تو آیت مذکورہ بالا میں صاف ذکر ہے کہ وہ اکل و شرب کی ضروریات سے مستغنی نہ تھے - اس لئے ڈیپ فریزر میں رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - اور دوسرے مقام پر تو انبیاء کے ذکر میں اس امر کو بالکل صاف کر دیا ہے کہ :-

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ - (الانبیاء آیت ۸)

اور نہ ہم نے ان (رسولوں) کے جسم ایسے بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر فانی ہوئے ہیں " (ترجمہ و تفسیر ماجدی)

یہاں سوال یہ پیدا ہوسکتا تھا کہ اس آیت (المائدہ ۷۵) میں مسیح علیہ السلام سے پہلے رسولوں کی وفات کا ذکر ہے خود مسیح کا نہیں، اس مسئلے کو خود قرآن مجید نے ایک دوسرے مقام پر حل کر دیا ہے :-

" اور محمد تو بس ایک رسول ہی ہیں - ان سے قبل اور بھی رسول گذر چکے ہیں - سو اگر یہ وفات پا جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں واپس چلے جاؤ گے "

(آل عمران - آیت ۱۴۴)

اس آیت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام رسولوں کے گذر جانے کی خبر دی گئی ہے جس طرح المائدہ ع ۱۰ میں حضرت مسیح سے پہلے کسی نبی کی جسد عنصری کے ساتھ حیات کا استثنا نہیں کیا گیا - اسی طرح آل عمران کی آیت میں حضرت نبی کریم صلعم سے قبل کسی رسول کی حیات کا استثنیٰ نہیں ہوسکتا - حضرت نبی کریم صلعم کی وفات کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رض اسی آیت کی بروقت تلاوت کر کے صحابہ کے جذبات کو قابو میں لے آئے تھے اسی وقت یہ آیت زبان زد خاص و عام ہو گئی تھی - بعض صحابہ رض کو تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت پہلے نازل نہیں ہوئی تھی - اگر حضرت مسیح آسمان پر زندہ جاوید ہوتے تو کوئی صحابی اس امر کی طرف اشارہ ہی کرتے کہ مسیح علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ ہیں پھر ہمارے نبی کیوں فوت ہوگئے - لیکن کسی نے ایسا اعتراض نہ اٹھایا معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کی وفات پر صحابہ رض کا اجماع ہو گیا تھا - اس واقعہ کی اب تفصیل ملاحظہ ہو -

پہلی تاریخی شہادت

"حضرت ابوبکر صدیق رض سنح سے واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا - اور مسجد کے دروازہ پر ایک ہنگامہ برپا تھا - لیکن وہ کسی سے کچھ نہ بولے اور سیدھے حضرت عائشہ کے مکان میں داخل ہوئے اور اپنے محبوب آقا کے نورانی چہرے ... میں تقریر کر رہے تھے - حضرت ابوبکر رض نے یہ حال دیکھا تو فرمایا - عمر! تم بیٹھ جاؤ لیکن انہوں نے وارفتگی میں کچھ خیال نہ کیا تو آپ نے الگ کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی - اور تمام مجمع آپ کی طرف جھک پڑا اور حضرت عمر تنہا رہ گئے - آپ نے فرمایا -

(اما بعد فمن كان يعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت قال الله تعالى وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل - الآیہ

اگر لوگ محمد کی پرستش کرتے تھے تو بے شک وہ مر گئے اور اگر خدا کو پوجتے تھے تو بے شک وہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا - خدا نے برتر فرماتا ہے، محمد صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں -

یہ تقریر ایسی دلنشین تھی کہ ہر ایک کا دل مطمئن ہو گیا - خصوصاً جو آیت آپ نے تلاوت فرمائی وہ ایسی باموقع تھی کہ اسی وقت زبان زد خاص و عام ہو گئی - حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت پہلے نازل ہی نہیں ہوئی تھی " (خلفائے راشدین - جلد اول - مصنفہ معین الدین صاحب ندوی ۱۹۲۳ء ایڈیشن صفحہ ۲۲-۲۳)

اس واقعہ کے متعلق حوالہ جات دیکھنے ہوں تو بخاری باب الدخول علی المیت بعد الموت - بخاری باب مرض النبی صلعم و وفاتہ - میں ملاحظہ ہوں دیگر کتب سیر میں بھی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں -

وفات مسیح پر یہ پہلا تاریخی اجماع ہے - حیات مسیح کے بارہ میں بعض صحابہ سے جو روایات منسوب کی جاتی ہیں وہ یا تو اس اجماع سے پہلے کی ہوں گی یا بعد کی - اول الذکر صورت میں اس اجماع نے ان کو رد کر دیا اگر بعد کی ہیں تو بھی قابل قبول نہیں کہ یہ عقیدہ بعد میں اسلام میں آیا -

حضرت ابوبکر رض نے اس آیت سے جو استدلال کیا تھا - وہ ایک تقریر تک محدود نہیں رہا بلکہ انہوں نے فتنہ ارتداد کے موقعہ پر مرتدین کو جو خط لکھا اس کی نقلیں کرا کے مختلف اطراف کو اپنے پیامبران کے ذریعہ روانہ فرمائیں - ان خطوط کو بار بار مختلف مجمعوں میں پڑھا گیا - اور اس میں بھی اس آیت سے حضرت نبی کریم کی وفات پر استدلال ہونے کا اعتراض نہ کیا - اس خط کا پورا متن درج ذیل ہے

دوسری تاریخی شہادت

"مرتدین کے نام حضرت ابوبکر کے خطوط: مروی ہے کہ تمام مرتدین کے نام ایک ہی خط تھا جو ابوبکر رض نے لکھا تھا، وہ حسب ذیل ہے -

بسم اللہ الرحمان الرحیم - یہ خط ابوبکر خلیفہ رسول اللہ کی جانب سے، ان تمام عام اور خاص لوگوں کے نام ہے - جن کو یہ موصول ہو جائے وہ اسلام پر قائم ہوں یا اس سے مرتد ہو گئے ہوں، سلامتی ہو ان پر جنہوں نے راہ راست کی اتباع کی ہدایت کے بعد ضلالت اور گمراہی اختیار نہیں کی - میں تمہارے سامنے اس معبود حقیقی کی جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے تعریف کرتا اور اعلان کرتا ہوں، کہ اللہ واحد لاشریک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اللہ کا جو پیام وہ ہمارے لئے لائے ہم اس کا اقرار کرتے ہیں اور جو اس سے انکار کرے ہم اسے کافر سمجھتے ہیں - اس سے جہاد کریں گے - اللہ تعالیٰ نے محمد کو اپنی جانب سے اپنی مخلوق کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اللہ کی جانب اس کے حکم سے دعوت دینے والا اور ایک روشن شمع بنا کر مبعوث فرمایا تاکہ وہ جو زندہ ہوں ان کو اللہ کا خوف دلائیں اور اس طرح منکرین کے برخلاف بات پکی ہو جائے جس نے ان کی بات مانی اللہ نے اسے راہ راست بتادی اور اس طرح منکرین کے برخلاف

بات پکی ہو جائے جس نے ان کی بات مانی اللہ نے اسے راہ راست بتا دی اور جس نے ان سے انکار کیا۔ رسول اللہ نے اللہ کے حکم سے اسے اچھی طرح سزا دی یہاں تک کہ وہ خوشی سے یا بادل نخواستہ اسلام لے آیا۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کو اپنے پاس بلا لیا۔ مگر وہ اللہ کے حکم کو پوری طرح نافذ کر چکے تھے اور اس کی امت کے ساتھ مخلصانہ خیرخواہی کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی موت کی اطلاع خود رسول اللہ اور تمام مسلمانوں کو اپنی کتاب میں جسے اس نے نازل فرمایا ہے پہلے سے دے دی ہے۔

اسی کے متعلق وہ فرماتا ہے انک میت وانھم میتون (بے شک تم مرنے والے ہو اور وہ سب بھی مرنے والے ہیں۔) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وماجعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مات فھم الخالدون۔ (ہم نے تم سے پہلے کسی انسان کو بقائے دوام نہیں دی تو کیا اگر تم مر گئے تو وہ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟) پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے:—

وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین۔

(محمد بھی ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر جائیں یا مارے جائیں تم اپنے پچھلے پیروں پلٹ جاؤ گے اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور اللہ ضرور اپنے شکر گذار بندوں کو جزائے خیر دے گا۔) اس لئے جو لوگ محمدؐ کی عبادت کرتے تھے ان کو آگاہ ہو جانا چاہئے کہ محمدؐ مر گئے اور جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتے تھے۔ ان کو اطمینان رکھنا چاہئے کہ اللہ ان کا نگران ہے۔ وہ زندہ جاوید ہے۔ نہ اسے موت ہے نہ اسے اونگھ اور نہ نیند آتی ہے۔ وہ اپنی بات کا محافظ ہے۔ اپنے دشمن سے پورا پورا انتقام لینے والا ہے۔

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس طرح اپنا حصہ اور نصیبہ اس سے حاصل کر لو۔ اور تمہارے نبی جو اللہ کا پیام تمہارے پاس لائے ہیں اس سے بہرہ ور ہو سکو اور اللہ کی ہدایت پر گامزن رہو۔ اللہ کے دین پر مضبوطی سے قائم رہو۔ جسے اللہ ہدایت نہ دے وہ گمراہ ہے، اور جسے اللہ معاف نہ کرے وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے جس کی اعانت اللہ نہ کرے وہ ذلیل اور ناکام رہ جاتا ہے۔ جس کی ہدایت اللہ نے کی وہ واقعی راہ راست پر گامزن ہوا اور جسے اللہ نے گمراہ کر دیا وہ بالکل گمراہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ من یھد اللہ فھو المھتدی ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا (جسے اللہ نے ہدایت دی وہ واقعی کامیاب ہو گیا اور جسے اللہ نے گمراہ کر دیا تو اس کے بعد پھر ہرگز اسے کوئی صحیح اور خیر خواہ رہبر نہیں مل سکتا) اور جب کوئی اس دین الٰہی کا اقرار نہ کرے نہ دنیا میں اس کا کوئی عمل مقبول ہوگا اور نہ آخرت میں کوئی بدلہ یا معاوضہ قبول کیا جاوے گا۔

مجھے معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ اسلام لانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے بعد اس سے مرتد ہو گئے ہیں۔ ان کو یہ جسارت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے اللہ کے متعلق غلط اندازہ قائم کیا ہے، اور اس کے طریقہ کار سے وہ واقف نہیں اور انہوں نے شیطان کے اغوا کو قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربہ افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی وھم لکم عدو بئس للظالمین بدلا۔ (اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جو جن تھا اس لئے اس نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی تو اب کیا تم اسے اور اس کی جماعت کو میرے سوا اپنا مالک بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ راہ راست سے ہٹنے والوں کو یہ بہت برا معاوضہ ملا) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا انما یدعوا حزبہ لیکونوا من اصحاب السعیر۔ (بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ اس کی حمایت تم کو اس لئے اغوا کرتی ہے کہ تم دوزخ میں جاؤ۔)

میں نے فلاں شخص کو مہاجرین انصار اور پہلے تابعین کی جمعیت کے ساتھ تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اور ان کو حکم دیا ہے کہ تاوقتیکہ وہ اللہ کا پیام تم تک نہ پہنچا دیں نہ کسی سے جنگ کریں اور نہ کسی کو قتل کریں۔ لہذا جو اس دعوت کو قبول کر کے اس کا اقرار کرے۔ اپنے موجودہ طرز عمل سے باز آ جائے اور عمل صالح کرنے لگے۔ اس کے اقرار اور عمل کو قبول کر کے اس پر بقا اور قیام کے لئے اس شخص کی اعانت کی جائے اور جو اس پیام کو رد کر دے اس کے متعلق میں نے حکم دیا ہے کہ محض اس انکار کی وجہ سے اس سے جنگ کی جائے۔ اور پھر جس پر قابو چلے اس کے ساتھ ذرا بھی رحم نہ کیا جائے۔ ان کو جلا دیا جائے، اور بری طرح قتل کر دیا جائے۔ ان کے اہل وعیال کو لونڈی بنا لیا جائے۔ اسلام کے سوا کسی بات کو ان سے قبول نہ کیا جائے جو اسلام کی اتباع کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے، جو اس سے انکار کرے تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اللہ سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتا۔

میں نے اپنے پیامبر کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس خط کو ہر مجمع میں پڑھ کر سنا دیں اور ہمارا شعار اذان ہے۔ لہذا جب مسلمان اذان دیں، مرتدین بھی اذان دیں تو خاموشی اختیار کی جائے۔ اور اگر وہ اذان نہ دیں فوراً ان کی خبر لی جائے۔ اور اذان دینے کے بعد ان سے دریافت کیا جائے کہ وہ کس مسلک پر ہیں۔ اگر وہ اسلام سے انکار کریں فوراً ان سے جنگ شروع کر دی جائے۔ اور اگر وہ اسلام پر اقرار کر لیں ان کے بیان کو قبول کر کے ان پر اسلام کی خدمت عاید کر دی جائے۔" (تاریخ طبری (اردو ترجمہ) حصہ دوم صفحہ ۶۵-۶۷ مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ ایڈیشن اول۔ جون ۱۹۶۷ء)

فتنہ ارتداد کی وبا سے مسلمان صحابہ رضی بہت پریشان ہوتے تھے۔ عرب کے کونے کونے میں جا کر اس تحریر کو ہزاروں لاکھوں لوگوں کے سامنے پڑھا گیا، اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی کی تقریر کو مدینہ کے غمگساروں نے سنا اور تقدیر الٰہی کے فیصلہ پر اپنی گردنیں خم کر دیں تو اس خط کے مضمون کو مدینہ کے باہر دوست دشمن سب کے کانوں تک پہنچا دیا گیا اور کسی نے نفس مضمون کی صداقت سے انکار نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ حیات مسیح کا تصور ان لوگوں کے ذہن میں موجود ہی نہ تھا۔ اہل بحرین کے ارتداد کا واقعہ اس مسئلہ کو اور واضح کر دیتا ہے۔

تیسری تاریخی شہادت

"اہل بحرین کا ارتداد۔ حضرت علاءؓ بن الحضرمی کی روانگی بحرین

سیف سے مروی ہے کہ علاء بن الحضرمی بحرین روانہ ہوئے۔ بحرین کا قصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور منذر بن ساوی ایک ہی مہینے میں بیمار ہوئے، منذر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد اہل بحرین مرتد ہو گئے۔ ان میں سے عبدالقیس پھر اسلام لے آئے۔ البتہ بکر مرتد ہی رہے جس شخص کی کوشش سے عبدالقیس دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے وہ جارودؓ تھے۔

جارود بن المعلیٰ

حسن بن الحسن سے مروی ہے کہ جارود بن المعلیٰ تلاش حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا جارود اسلام لے آؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں خود اپنا دین رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا دین کوئی حقیقت نہیں

دکھتا وہ مہمل ہے۔ جارود نے آپ سے کہا کہ اگر میں اسلام لے آؤں تو جو خرابی بعد میں اسلام میں ہو اس کی ذمہ داری آپ پر۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ جارود اسلام لے آئے اور مدینے میں مقیم رہے۔ جب وہ مسائل دین سے اچھی طرح واقف ہو گئے۔ تو آپ انہوں نے گھر چلنے کا ارادہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ سفر کے لئے کوئی سواری ہو تو دیجئے۔ آپ نے فرمایا اس وقت تو کوئی سواری نہیں ہے۔ جارود نے کہا اگر راستے میں کوئی بھٹکا ہوا اونٹ مل جائے، میں اسے لے لوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں تم ہرگز ایسا نہ کرنا۔ یہ اپنی قوم کے پاس آئے۔ ان کو اسلام کی دعوت دی۔ جسے انہوں نے قبول کیا۔ ان کی پوری قوم مسلمان ہو گئی۔

بنو عبد القیس کا قبول اسلام } اسے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ ان کے قبیلے عبد القیس نے کہا۔ اگر محمدؐ نبی ہوتے تو وہ کبھی نہ مرتے۔ اور سب مرتد ہو گئے اس کی اطلاع جارود کو ہوئی۔ انہوں نے ان سب کو جمع کیا۔ تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور کہا:

"اے گروہ عبد القیس میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم اسے جانتے ہو تو بتانا اور اگر نہ جانتے ہو تو نہ بتانا۔" انہوں نے کہا جو چاہو سوال کرو جارود نے کہا کیا جانتے ہو کہ گذشتہ زمانے میں اللہ کے نبی دنیا میں آ چکے ہیں۔ سب نے کہا ہاں۔ جارود نے کہا تم ان کو صرف جانتے ہو یا تم نے ان کو دیکھا بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں ہم نے ان کو دیکھا تو نہیں لیکن ہم ان کو جانتے ہیں۔ جارود نے کہا کہ پھر کیا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ وہ مر گئے۔ جارود نے کہا کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انتقال فرما گئے جس طرح سابقہ انبیاء دنیا سے اٹھ گئے۔ اور میں اعلان کرتا ہوں لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ۔ ان کی قوم نے کہا کہ ہم بھی شہادت دیتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی حقیقی معبود نہیں ہے اور بے شک محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں اور ہم تم کو اپنا برگزیدہ اور سردار تسلیم کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اسلام پر ثابت قدم رہے ارتداد کی وبا ان تک نہ پہنچی اور انہوں نے تمام بنی ربیعہ منذر اور مسلمانوں کو آپس میں نپٹ لینے کے لئے چھوڑ دیا۔ چنانچہ منذر اپنی زندگی بھر ان سے الجھے رہے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی جماعت سکانیین میں محصور ہو گئی یہاں تک کہ ان کو علاء نے محاصرے سے آزاد کرایا۔"

(تاریخ طبری (اردو ترجمہ) حصہ دوم۔ صفحہ ۱۲۲-۱۲۳)

مندرجہ بالا حوالہ کو پھر غور سے پڑھیئے۔ عبد القیس کے قبیلے نے تو کھلم کھلا کہہ دیا:۔

"اگر محمدؐ نبی ہوتے تو وہ کبھی نہ مرتے۔"

اب حضرت جارودؓ کا طریق استدلال دیکھئے، انہوں نے اہل قبیلہ سے سیدھا سا سوال کیا کہ تمہارا پہلے نبیوں کے متعلق کیا خیال ہے۔

قبیلہ والوں نے کہا وہ تو فوت ہو گئے۔

حضرت جارود نے فرمایا:۔

"اسی طرح رسول صلعم بھی انتقال فرما گئے جس طرح سابقہ انبیاء دنیا سے اٹھ گئے۔"

اب اس موقعہ پر تو صاف طور پر گذشتہ انبیاء کی وفات کا ذکر چلتا ہے۔ اگر حضرت مسیح اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ ہوتے تو کوئی شخص تو اس ذکر کو چھیڑتا۔ نہ حضرت ابو بکر کی تقریر کے بعد نہ ان کے خطوط کو مختلف مجمعوں میں پڑھنے کے بعد اور نہ ہی قبیلہ عبد القیس سے بحث کرتے ہوئے حضرت مسیح کی حیات کے متعلق کسی نے آواز بلند کی، یہ تین تاریخی شہادتیں۔ اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ

ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔

آنحضرت صلعم صرف ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے کے سب رسول فوت ہو گئے اور اس میں نہ مسیح کا اور نہ کسی اور رسول کا استثنا ہے۔ وھو المراد۔

آہ! شیخ عبید اللہ مرحوم

رحمت حق تیری جان پاک پر + نور کی بارش ہو تیری خاک پر

وزیر آباد سے برادر محترم غلام احمد صاحب یہ المناک خبر دیتے ہیں:۔

"جماعت وزیر آباد کے سیکرٹری جناب شیخ عبید اللہ شہزادہ صاحب ۱۶/۶/۷۴ بروز اتوار اچانک انتقال کر گئے۔ مرحوم بروز اتوار صبح ۷ بجے بذریعہ ریل کار عازم راولپنڈی ہوئے۔ کھاریاں کے قریب ان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی اور سینے میں شدید درد شروع ہو گیا۔ ایک ہم سفر ڈاکٹر نے معائنہ کر کے فرمایا کہ دل کا دورہ ہے۔ یہ دورہ جہلم پہنچنے پر جان لیوا ثابت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی اہلیہ محترمہ، صاحبزادی اور دو بچے ان کے شریک سفر تھے۔ جہلم ہی سے لاش بذریعہ ویگن وزیر آباد پہنچائی گئی۔ اور مرحوم کو ۱۷/۶/۷۴ کو بوقت صبح آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

مرحوم نہایت ہی خلیق انسان تھے۔ ملامت گوئی ان کا شیوہ تھا۔ اور اپنی ذات میں مکمل جماعت تھے۔ اور ہم ایک بہترین رکن اور دوست سے محروم ہو گئے ہیں۔

پیغام صلح | شیخ عبید اللہ مرحوم اپنی نیکی، حسن خلق، دینداری، سلسلہ سے محبت اور خدمت اسلام کی تڑپ میں بلند مقام رکھتے تھے، اور ہم ان کی خوبیوں کو کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔ چند ہی دن پہلے آپ کی ایک بڑی دکان شہزادہ بوٹ ہاؤس کو نذر آتش کر دیا گیا۔ مگر آپ نے یہ صدمہ صبر و استقامت سے برداشت کیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ، بچوں اور دیگر اعزہ کے لئے یہ صدمہ کمر شکن ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت فردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے وفات کی اطلاع ملنے پر مرکز کی طرف سے تعزیت کا تار اور مراسلہ روانہ کیا گیا، اور حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے نماز جمعہ کے بعد جنازہ غائبانہ پڑھایا۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مرحوم بھائی کے حق میں جنازہ غائبانہ میں دعائے مغفرت کریں۔

مرحوم کی بیوہ کا پتہ یہ ہے: معرفت پرویز احمد صاحب شہزادہ بوٹ ہاؤس وزیر آباد۔

خطبہ جمعہ ———— بسلسلہ ص ۲

اشاعت اسلام کرنے والی جماعت کو مٹانا چاہتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ ہم اس چمن کے پودے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ انشاء اللہ یہ مخالفت آبیاری اور کھاد کا کام دے گی۔ خدا تعالیٰ نے ان آیات میں حکم دیا ہے کہ استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین۔ میرے ساتھ تعلق کی بناء پر مصائب کا نشانہ بنتے ہو۔ دعاؤں میں لگ جاؤ۔ میرے آگے رو۔ صبر کے ساتھ تذلل اختیار کرو۔ تکبر چھوڑ دو۔ ہم عاجز ہیں۔ خدا تعالیٰ کے رحم کے طالب ہیں تا وہ ہماری حفاظت فرمائے۔

نوٹ: خطبہ کے بعد شیخ عبید اللہ صاحب شہزادہ بوٹ ہاؤس وزیر آباد کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ نے بتایا کہ وہ بہت نیک اور سلسلہ کے بڑے معاون تھے۔ ان کی فوتیدگی کا بڑا افسوس ہے۔ جنازہ غائبانہ میں انکے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ چنانچہ نماز جمعہ کے بعد شیخ صاحب مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

ایور گرین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش
ایڈیٹر: غلام نبی مسلم۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۱۹/۲۶ جون ۷ جولائی ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۵-۲۶-۲۷

سعادتِ اُخروی کے اُصولِ صحیحہ صرف قرآن شریف میں ہیں

ہمارا جو انسان کی دانشمندی اور زیرکی سب اسی میں ہے کہ وہ ان اصولوں اور اعتقادوں کو جو بدھرنے کے موجب سعادت ابدی یا شقاوت ابدی کا ٹھہریں گے اسی زندگی میں خوب معلوم کرکے حق پر قائم اور باطل سے گریزاں ہو اور اپنے ان اعتقادی بناؤں کی بناء کہ جن کو مدار نجات کا جانتا ہے اور آخری خوشحالی کا باعث تصور کرتا ہے ثبوت کامل اور مستحکم پر رکھے اور ایسی باتوں پر جو ثبوت کی پایۂ سے گری ہوئی ہیں یا ماں باپ کے سکھلائے ہوئے مغرور اور فریفتہ نہ رہے کیونکہ صرف ان اوہام اور خیالات پر بھروسہ کرکے بیٹھے رہنا جن کی حقیقت کی اپنے ہاتھ میں ایک بھی دلیل نہیں حقیقت میں اپنے نفس کو آپ دھوکا دینا ہے۔ ہر ایک عاقل جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسی کتابیں یا ایسے اصول کتابوں سے جن کو مختلف قوموں نے خدا کی رضامندی اور اپنی رستگاری کا وسیلہ سمجھ رکھا ہے اور جن سے ایک قوم دوسری قوم کو دوزخ کی طرف کھینچ رہی ہے علاوہ شہادت الہامیہ دلائل عقلیہ سے بھی ثابت کرنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ اگرچہ شہادتِ الہامی بڑی معتبر ہے اور اکمال مراتبِ یقین کا اسی پر موقوف ہے لیکن اگر کوئی کتاب مدعی الہام کی کسی ایسے امر کی تعلیم کرے کہ جس کے امتناع پر کھلا کھلی دلائلِ عقلیہ قائم ہوتی ہیں تو وہ امر ہرگز درست نہیں ٹھہر سکتا بلکہ وہ کتاب ہی باطل یا محرف یا مبدل المعنی کہلائے گی کہ جس میں کوئی ایسا خلاف عقل امر لکھا گیا پس جبکہ تصفیہ ہر ایک امر کے جائز یا ممتنع ہونے کا عقل ہی کے حکم پر موقوف ہے اور ممکن اور محال کی شناخت کرنے کے لئے عقل ہی معیار ہے تو اس سے لازم آیا کہ حقیتِ اصول نجات کی بھی عقل ہی سے ثابت کی جائے کیونکہ اگر اصولی مذاہب مختلفہ کے دلائلِ عقلیہ سے ثابت نہ ہوں بلکہ ان کا باطل اور ممتنع اور محال ہونا ثابت ہو تو پھر نہیں کیونکر معلوم ہو کہ زید کے اصول سچے اور بکر کے جھوٹے ہیں یا ہندوؤں کی پستک غلط اور بنی اسرائیل کی کتابیں صحیح ہیں اور نیز اگر حق اور باطل میں عقلاً کچھ فرق قائم نہ ہو تو پھر اس حالت میں کیونکر ایک طالب حق کا جھوٹ اور سچ میں تمیز کرکے جھوٹ کو چھوڑے اور سچ کو اختیار کرے اور کیونکر ایسے اصولوں کے نہ ماننے سے کوئی شخص خداوند تعالیٰ کے حضور میں ملزم ٹھہرے۔ اور جبکہ ہم فی الحقیقت اپنی نجات کے لئے ایسے عقائد کے محتاج ہیں کہ جن کا حق ہونا دلائلِ عقلیہ سے ثابت ہو تو پھر یہ سوال ہو گا کہ وہ عقائد مرتبہ کیونکر ہمیں معلوم ہوں اور کس یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ سے ہم ان تمام عقائد کو معہ ان کی دلائل کے بآسانی دریافت کریں اور حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ جائیں۔ پس اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف اور مشقت اور مزاحمت شکوک اور شبہات اور خطا اور سہو کے اصول صحیحہ معہ ان کی دلائلِ عقلیہ کے معلوم ہو جائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں وہ قرآن شریف ہے اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ ہے کہ جس سے یہ مقصدِ اعظم پورا ہو سکے۔ صاحبو میں نے بہ یقین تمام معلوم کر لیا ہے اور جو شخص ان تمام باتوں پر غور کرے گا کہ جن پر میں نے غور کی ہے وہ بھی بہ یقین تمام معلوم کرے گا کہ وہ سب اُصول کہ جن پر ایمان لانا ہر ایک طالب سعادت پر واجب ہے اور جن پر ہم سب کی نجات موقوف ہے اور جن سے ساری اُخروی خوشحالی انسان کی وابستہ ہے وہ صرف قرآن شریف ہی میں محفوظ ہیں اور باقی سب کتابوں کے اصول بگڑ گئے ہیں اور ایسی جعلی اور مصنوعی اور اس قدر طریقۂ مستقیمۂ حکمت اور مجری طبعی سے دُور جا پڑے ہیں کہ ان کے لکھنے سے بھی ہمیں شرم آتی ہے اور یہ قول ہمارا بلا تحقیق نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کتاب کی تالیف سے پہلے بڑی تحقیقات کی گئی اور ہر ایک مذہب کی کتاب دیانت اور امانت اور خوض اور تدبر سے دیکھی گئی اور فرقانِ مجید اور ان کتابوں کا باہم مقابلہ کیا گیا اور زبانی مباحثات بھی اکثر قوموں کے بزرگ علماء سے ہوتے رہے۔ غرض جہاں تک طاقت بشری ہے ہر یک طور کی کوشش اور جانفشانی اظہارِ حق کے لئے کی گئی بالآخر ان تمام تحقیقاتوں سے یہ امر بپایہ ثبوت پہنچ گیا کہ آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک قرآن مجید ہی ہے کہ جس کا کلامِ الٰہی ہونا دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں جس کے عقائد ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں جس کی تعلیمات ہر یک طرح کی آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کے لئے انتہا کا جوش ہے جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا اور کسی طرح کا دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذات پاک حضرت باری تعالیٰ پر نہیں لگاتا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرانا نہیں چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور ہر ایک اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کرکے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دُور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر ایک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے جس زور سے وہ آج کل پھیلا ہوا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم۔ مقدمہ)

اِنسان کا کوئی تصوّر یا عمل اللہ تعالےٰ سے پوشیدہ نہیں

قرآن کریم نے عالمی اِتحاد اور امن کی محکم اساس پیش کی ھے

خُطبہ جُمعہ: ۷ر جُون ۱۹۷۴ء۔ فرمُودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ۔ جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

للہ مافی السمٰوات ومافی الارض .... والیک المصیر (سورۃ البقرۃ۔ ۲۸۴-۲۸۵)

(مرتبہ: عبدالرؤف کھوکھر)

فرمایا: زمین و آسمان کی وسعتوں میں جس قدر بھی مخلوق ہے ان تمام پر میرا قبضہ و اقتدار ہے اور ہم اس کی ہر کنہہ سے واقف ہیں۔ ہذا اے انسان! تم کسی اپنے ارادے کو چھپاؤ یا ظاہر کرو۔ وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ اور میں اس کا تم سے محاسبہ کروں گا۔ الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر۔ بھلا خالق اپنی مخلوق کے دلی بھیدوں اور ارادوں کو نہ جانے۔ وہ ہر شئے کا علم رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق کا ذکر بار بار اس لئے کرتا ہے، تاکہ انسان اپنے خالق کی قدرت کا تصوّر کر کے اپنے مالک و خالق کے احسانات کو سمجھیں، اور اس کے سامنے سربسجود ہوں۔ جس کے آگے جھکنا انسان کی فطرت میں ہے۔

جبلت القلوب الی من احسن الیھا۔ اللہ تعالےٰ اپنے بے پایاں احسانات کا ذکر کر کے فرماتا ہے۔ آسمان کو دیکھو۔ اسے کس طرح چاند اور ستاروں سے مزیّن کیا ہے۔ جو کسی نہ کسی رنگ میں انسانوں اور تمام جانداروں، حتیٰ کہ پھل پھول اور پودوں تک کے لئے مفید ہے۔ سُورج کو دیکھو۔ جو گرمی پیدا کرتا ہے اور دن چڑھاتا ہے۔ زمین اور آسمان کے اس تعاون سے زمین پر زندگی ہے۔ سُورج اور قمر بے جان ہیں۔ مگر ہزاروں برس سے وہ ایک ڈگر پر چل رہے ہیں۔ ان دونوں کے طلوع و غروب کا جو وقت اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ کبھی اس میں ایک پل کا فرق نہیں آتا۔ جس کے باعث زمین پر طرح طرح کے اناج۔ میوہ جات۔ پھل اور پھول پیدا ہوتے ہیں۔ جو انسانوں اور ہر جاندار کی حیات کا باعث ہیں۔ سورج کی گرمی سے سمندر کا پانی بخارات بن کر اُٹھتا ہے اور بادل کی شکل میں زمین پر برس کر جل تھل کر دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک صاحب ارادہ اور قادر و توانا ہستی موجود ہے جس کے حکم سے یہ سارا کارخانہ چل رہا ہے۔

اسی بات کی جانب اللہ تعالےٰ نے بار بار قرآن کریم میں لوگوں کو توجّہ دلائی ہے کہ اس کائنات کا خالق اور مالک ایک ہی اللہ ہے۔ جو انسانوں کے علاوہ چرندوں پرندوں اور درندوں یعنی ہر ایک کی ضروریات پُوری کرتا ہے۔ ان سب کی ضروریات کے مطابق ان کے پیٹ بھرنے کا سامان پیدا کرتا ہے۔ پس اللہ کے سوا کون ہے جو سب متضاد الفطرت جانداروں کی زندگی کا سامان مہیّا کرے۔

سورۃ فاتحہ کی ابتداء میں فرمایا تھا: الحمد للہ رب العالمین سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ جو اپنی مخلوقات کی پرورش فرماتا ہے، اور ان کی ہر ضرورت کو پُورا فرماتا ہے۔ اس سورۃ میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے احکام اور راہنمائی موجود ہے۔ اس سورت میں بین الاقوامی اِتحاد کا ایک سُنہرا اصول بیان ہوا ہے۔ فرمایا: اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربّہ والمؤمنون۔ اللہ کا رسول اپنی وحی پر جو اس پر اپنے ربّ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ ایمان رکھتا ہے۔ اور مؤمن بھی اس پر پورا پُورا یقین رکھتے ہیں۔ کلّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ لانفرق بین احدٍ من رسلہ۔ مؤمن سب کے سب اللہ پر۔ فرشتوں پر۔ اس کے رسولوں پر اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ بین الاقوامی اتحاد کی ایک ایسی مضبوط بنیاد ہے جس سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ اس حکم کی تعمیل کر کے انسانیت کو دکھوں اور [illegible] سے آج بھی نجات مل سکتی ہے۔ آج سالات کا تقاضا ہے کہ ہم نہایت اضطرار۔ انکسار اور عاجزی کے ساتھ پڑھیں غفرانک ربنا والیک المصیر۔ اے ہمارے رب ہم کمزور ہیں۔ عاجز ہیں۔ تو ہماری کمزوریوں کی پردہ پوشی فرما۔ اور ہماری حفاظت فرما۔ اے اللہ تو ہمیں اپنی مغفرت میں لے لے۔ تیرا دین بنی نوع انسان کے لئے رحمت و راحت۔ خیر و برکت اور امن و سلامتی کا پیغام لے کر آیا تھا۔ ہمارے رسول صلعم اور کتاب و سنت کا منشاء آدمی کو انسان اور انسانوں پر مشتمل ایک جنّت نظیر معاشرہ کی تشکیل تھا جس کا کام اپنی نوع کو خالق کی پہچان اور اس کی رضا و منشاء کی اطلاع دینا تھا۔ مگر افسوس کہ آج ہم اس راہ کو چھوڑ کر مشکلات میں پھنس چکے ہیں۔ اے خدا تو ہمارے گناہ بخش اور ہمیں اس عذاب سے بچالے جو تیرے نافرمانوں کے لئے مقدر ہے۔

بھدّرواہ جلسۂ یوم وصال مسیح موعودؑ

۲۶ر مئی ۱۹۷۴ء کو بعد از نماز ظہر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن بھدرواہ نے بتقریب یوم وصال مسیح موعود ایک جلسہ احمدیہ مسجد بھدرواہ میں زیر صدارت ماسٹر عبدالکریم ریٹائرڈ ٹیچر منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم چوہدری غلام محمد خادم صاحب نے خوش الحانی کے ساتھ فرمائی۔ چوہدری عبدالغفور صاحب وکیل نے نعت شریف پڑھی۔ افتتاحی تقریر بابو عبدالحی صاحب نے فرمائی اور جماعت کو تلقین کی کہ آج کے دن ہی مسیح موعودؑ خدا کو پیارے ہوگئے تھے۔ حضور نے ہمیں اپنا وارث قرار دیکر اصلاح نفس کرنے کے بعد اشاعت اسلام کے منصوبہ اور عظیم کام میں۔ مالی قلمی۔ قولی فعلی ہر قسم کی قربانی دینے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اگر ہم نے ان تقاضوں کو پُورا کیا تو حضور کی رُوح ہم سے خوش ہوگی، اور ہم سچے معنوں میں احمدی کہلانے کے مستحق ہوں گے اس کے ساتھ ہی جماعت کو تنظیمی طور پر مستحکم ہونے اپنا ہیڈ کوارٹرز اور سینٹر کے ساتھ رابطہ مستحکم کرنے کی طرف توجہ دلائی مسٹر عبدالشکور صاحب نے کلام اقبالؒ سے منتخب اشعار پیش کر کے احباب و حاضرین کی رُوح کو گرمایا ازاں بعد درجہ نہم کے ایک طالب علم مسٹر بشارت سلیم نے "نوجوانوں سے خطاب" کے عنوان پر ایک موثر تقریر کی اور حاضرین و سامعین کو حیران کر دیا کہ اس عظیم قوم کے بچوں کو بھی خدا تعالےٰ نے بڑی دانائی عطا کی ہے۔ یہ تقریر بہت دلچسپ اور موثر تھی مسٹر عبدالرحمٰن گنائی نے درثمین سے "پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن" نظم سے مخصوص اشعار اپنی روایتی خوش الحانی سے سنا کر حضرت اقدس کی پیشگوئیوں کو نمایاں طور پر ثابت کر کے حاضرین کو آبدیدہ کیا ازاں بعد درجہ نہم کے ایک اور طالب علم بشارت احمد گنائی نے تقریر میں جماعت کو مضبوط کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے والدین اور بڑے بزرگ ہمیں موثر رنگ میں احمدیت اور اس کی تاریخ و مقصد سے آگاہ کریں ورنہ روز محشر میں انہیں خدا کے حضور جواب دہ ہونا پڑیگا محترم غلام محمد صاحب خادم نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام صدر انجمن اور ان کی جماعتوں کے پُرشدید حالات بیان کر کے احباب کو اپنی قومی روایات بحال کرنے اور اپنا مقام سمجھنے کی تلقین کی۔

دوسری نشست بعد نماز مغرب ہوئی جس میں اطفال احمدیہ نے کلام احمدیہ سے نظم بعنوان "سلام اے مجدّد ایام زمانہ"۔ اشعار اجتماعی طور پر بیان کر قصبہ بھدرواہ کی فضا میں ایک گونج پیدا کی۔ آخر پر صدر جلسہ مسٹر عبدالکریم نے مختصر سی تقریر میں نوجوانوں کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ دیگر سامعین جن میں بچے بوڑھے، جوان، عورتیں بھی شامل تھیں سب کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ ہمارے سامنے مسیح موعودؑ کی تعلیم ہے کہ کون شخص سچے معنوں میں جماعت میں شامل ہے ان تعلیمات کو ملفوظات سے پیش کیا اور بیعت فارم کی دس شرائط کی بھی وضاحت کی اور کہا کہ اگر بظاہر لوگ حضرت مرزا صاحب کی بیعت نہیں کرتے مگر حق یہ ہے کہ ان کے نظریات اور پیش کردہ عقائد کو لوگ غیر محسوس توجہ سے قبول کرتے جا رہے ہیں۔ ساتھ ہی کہا کہ جن عقائد اور اعمال کی اشاعت و تبلیغ ہماری صدر انجمن اور اس کی شاخیں کرتی ہیں وہی عقائد حق ہیں اور اس وقت دنیا کے اہل اسلام ایسے ہی عقائد مانتے ہیں بلکہ اسی کی طرف دنیا کے اسلام کا رجوع ہے۔ لہٰذا یہ کامیابی ہے اور حضرت مرزا صاحب نے جو مذہبی انقلاب پیدا کیا اس کا ساری دنیا نے اعتراف کیا۔ مرزا صاحب نے مذہبی دنیا سے مسموم ہوا کو دُور کر کے خوشگوار ہوا چلا کر احسان عظیم کیا ہے۔

(ارشاد احمد گنائی۔ سیکرٹری اشاعت ینگ مینز احمدیہ۔ بھدرواہ کشمیر)

شہادت گہِ اُلفت

اسلام ـــ دینِ حق ـــ صراطِ مستقیم اختیار کرنے کے ساتھ ایک مؤمن لا اِلٰہ کہکر تمام طاغوتی قوتوں سے ٹکر لے لیتا ہے اور باطل کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اِلّا اللّٰہ کے اقرار سے جہاں وہ تمام مادی علائق کو توڑ دیتا ہے ۔ وہاں اللہ تعالےٰ سے رشتہ جوڑ کر ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے اور پھر اس اقرار کو نباہنے کے لئے ہر مصیبت اور قربانی کے لئے تیار ہو جاتا ہے ۔ اپنے اسلام کے اظہار کے لئے بلا خوف لومۃ لائم پکار اُٹھتا ہے انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ ربّ العالمین لاشریک لہ وبذالک اُمرت وانا اوّل المسلمین۔

" اے باطل پرستو ! اے حق کے دشمنو ! اے تاریکی کے کیڑو ! خبردار رہو میری نماز میری قربانی ، میری زندگی اور میری موت اللہ تعالےٰ کی رضا کی خاطر ہے جو کائنات کی ہر شئے کی ربوبیت کرنے والا ہے ۔ اس کا کوئی شریک نہیں ، مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے خدا کے آستانہ عبودیت پر پیشانی رکھنے والا ہوں " یہ اعلان ایک مؤمن قبولِ اسلام کے ساتھ ہی کرتا ہے اور چیلنج دیتا ہے کہ میں نے شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھا ہے اور اب یہ گردن کسی غیر کی چوکھٹ پر نگوں نہیں ہوگی۔

رضائے الٰہی کی راہ نہایت دشوار گذار ہے ۔ اس راستے میں پُرخطر جنگلات اُمڈتے ہوئے دریا ۔ دشوار گذار پہاڑ ، خوفناک گڑھے اور خون آشام درندے ملتے ہیں ۔

در رہ منزلِ لیلےٰ کہ خطرہا ست بجاں ـ شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

اس راہ میں آگ میں ڈالا جاتا ہے ۔ سمندر کی موجوں کا سامنا ہوتا ہے ۔ صلیب پر لٹکایا جاتا ہے ، سروں پر آرے چلائے جاتے ہیں ۔ دانت توڑے جاتے ہیں ، گھربار چھوڑنا پڑتا ہے ۔ جان ، مال ، حتّٰی کہ آبرو کو بھی قربان کرنا پڑتا ہے اور بامراد وہی ہیں جو راہِ خدا میں شاداں و فرحاں آگے بڑھتے ہیں اور کوئی خوف قدم میں لغزش پیدا نہیں کرتا

پُرخطر ہست ایں بیابانِ حیات ـ صد ہزاراں اژدہائش در جہات
صد ہزاراں آتشے تا آسمان ـ صد ہزاراں خیل خوں خوار دماں
صد ہزاراں فرسخے در کوئے یار ـ دشت پُرخار و بلایش صد ہزار
ہست دیں تخمِ فنا را کاشتن ـ واز سرِ ہستی قدم برداشتن
زیر ایں موت است پنہاں صد حیات ـ زندگی خواہی ، بخور جامِ ممات

(زندگی کا یہ صحرا خطرات سے پُر ہے ، جہاں لاکھوں اژدھے گھات میں ہیں ، لاکھوں الاؤ ہیں جن کے شعلے آسمان تک پہنچتے ہیں ۔ ہزار در ہزار خونی لشکر حملہ آور ہوتے ہیں ۔ یار کا مسکن لاکھوں فرسخ دُور ہے ، جس کی راہ میں پُرخار دشت اور ہزارہا بلائیں ہیں ۔ دین فنا کا بیج بونے اور زندگی سے گذر جانے کا نام ہے ۔ ایسی موت کے پیچھے صدہا زندگیاں ہیں اس لئے اگر تو زندگی چاہتا ہے تو موت کا جام نوش کر ۔)

اور محبوبِ ازلی نے تو روزِ اوّل ہی سے اپنے عشق کی تکمیل اور اُلفت کے حصول کے لئے اعلان کر دیا تھا :ـ

ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون ۔ اولٰئک علیھم صلوٰۃ من ربّھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون ۔ (البقرہ) اے میری محبت کا دم بھرنے والو ! ہم تمہیں خوف اور فاقہ کشی ، اور مال اور جان اور پھلوں کے نقصان اور بربادی کی صورت میں آزمائیں گے ، اور راہِ حق میں استقامت دکھانے والوں کو خوشخبری دے دو جو مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ پکار اُٹھتے ہیں کہ ہم تو خدا ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی بخشش اور رحمت ہے اور راہِ ہدایت پر یہی لوگ ہیں " بلاشبہ ایک مؤمن رحمت کے پیالوں سے سیراب ہوتا ہے ۔ وہ جنت کی فضاؤں لطف اندوز ہوتا ہے ۔ خدائی نوازشات اسے بڑھ کر اس کا استقبال کرتی ہیں لیکن ضروری ہے کہ وہ اپنی محبت کے ثبوت میں قربانی دے اور سب کی طرف سے منہ موڑ کر خدا سے عہد کی تکمیل کرے ۔ کیونکہ

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ـ ایں خیال و محال است و جنوں

خدا اور دنیا کی محبت دونوں ایک دل میں نہیں سما سکتیں اور اس نے تو کلمۂ توحید کے اقرار کے ساتھ ہی مؤمن سے کہہ دیا تھا ۔

اِن کان اٰباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللّٰہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللّٰہ بامرہ واللّٰہ لایھدی القوم الفاسقین (التوبہ ـ ۲۴)

" (اگر تمہارے باپ ، اور تمہارے بیٹے ، اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے ، اور مال جو تم کماتے ہو ، اور تجارت جس کے مندہ پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو ، اور مکان جن کو تم پسند کرتے ہو ، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسُول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں ۔ تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور وہ عہد شکنوں کو ہدایت نہیں دیتا ۔"

سچائی کی راہ ، توحید کی راہ ، نیکی کی راہ بالفاظِ دیگر اسلام کی راہ اختیار کرنے سے قبل بار بار سوچنے کی ضرورت ہے کہ یہ راہ کٹھن اور دشوار ہے ۔ اور اگر اسے سوچ سمجھ کر اختیار کر لیا ہو ، تو پھر جوانمردی ، ایفائے عہد اور عشق کا تقاضا ہے کہ جان ، مال ، کاروبار ، خویش و اقارب ، اہل و عیال کی قربانی سے خوف کیوں ؟ یہ تو ایمان و محبت کا ادنےٰ مطالبہ ہے جسے عاشقانِ حق و صداقت نے ہمیشہ خوش آمدید کہا اور جان قربان کر کے بھی تسکین نہ ہوئی تو کوتاہ دامنی کا شکوہ کرتے ہوئے کہا ۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ـ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور راہِ خداوندی میں قربانی دینا تو روزِ اوّل ہی سے انبیاء اور ان کے مؤمنین کی سنت چلی آتی ہے ، اور اس نیلی چھت والے نے تو ہمیشہ کھرے کو کھوٹے اور طیب کو خبیث سے جدا کرنے کے لئے ابتلاء و آزمائش کی بھٹی میں ڈالا ہے ۔ اور صرف ان ہی کی طرف دستِ اعانت ، نصرت اور شفقت بڑھایا ہے جنہوں نے سرمد کی ہم نوائی کرتے ہوئے اعلان کیا :ـ

سرمد گلہ اختصار می باید کرد ـ یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن بہ رضائے یار می باید داد ـ یا قطع نظر زیار می باید کرد

(اے سرمد ! گلہ و شکوہ چھوڑ ، اور دو میں سے ایک طریق اختیار کر ، یا تو رضائے دوست کی خاطر جان قربان کر اور اگر یہ حوصلہ نہیں تو پھر دوست سے آنکھیں پھیر لے)

کیونکہ اس بے نیاز محبوبِ حقیقی نے تو اپنے عاشق سے کہہ رکھا ہے :ـ

اَم حسبتم ان تدخلوا الجنّۃ ولمّا یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متی نصر اللّٰہ الا انّ نصر اللّٰہ قریب (البقرہ ۲۱۷) کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ تم جنت میں داخل کر دیئے جاؤ گے اور ابھی تم پر وہ حالت نہیں آئی جو تم سے پہلوں پر آئی ، انہیں سختی اور دکھ پہنچا اور انہیں جھنجھوڑا گیا حتّٰی کہ رسول اور اس کے ایماندار ساتھی پکار اُٹھے کہ اللہ کی نصرت کب آئے گی ؟ آگاہ رہو اللہ کی نصرت یقیناً قریب ہے ۔"

اور خدا کی یہ تعلیمات اور سنت ہم تک ہی محدود نہیں ، اس کی یہ سُنت تو قدیم سے ہے ۔ خود ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جور و ستم کا نشانہ بنے حتی کہ آپ کو کہنا پڑا کہ جتنے دکھ مجھے دیئے گئے ہیں ۔ وہ کسی دوسرے نبی کو نہیں پہنچے ، اور اے وہ لوگو ! جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہے مگر آزمائش کے وقت خوف ، ایذا ، ابتلاء کے تصور سے سپر انداز ہو گئے ہو ، اور جان و مال کو بچانے کے لئے پہلی ہی آزمائش میں میدان چھوڑ گئے ، تم نے بڑے خسارے کا سودا کیا ہے تم نے جس جان کو بچایا ہے تم ہرگز اسے موت کی بطشِ شدید سے بچا نہیں سکو گے اور اس کی گرفت سے بھاگ نہیں سکو گے اور تم جس دولت کو آج محفوظ کر رہے ہو ، یہ عنقریب تم سے چھین لی

جائے گی، شاید آج ہی، تو کیا خسارے کا سودا نہ ہوا کہ محض ایک موہوم خوف سے نقد ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ کیا تمہارا ایمان اتنا ہی کمزور تھا کہ مخالفت کے ایک ہی جھونکے سے ھباءً منثورا ہو گیا، حالانکہ تم سے پہلے عرب کی سرزمین میں لوگوں کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا، ان کو سلگتے ہوئے کوئلوں پر گھسیٹا گیا، حتیٰ کہ جسم کی چربی سے کوئلے ٹھنڈے ہوئے، انہیں اونٹوں سے باندھ کر چیر ڈالا گیا، خواتین کو نیزہ مار کر شہید کیا گیا۔ ان کو گھر بار، خویش و اقرباء، بال بچے، مال و دولت چھوڑ کر محض ایمان کو بچانے کے لئے جلا وطن ہونا پڑا لیکن ان کے پائے ثبات کو لغزش نہ آئی ان کے خلاف دشمن کے بپھرے ہوئے لشکر بار بار امڈ کر آئے لیکن کوئی خوف ان کے پائے استقامت کو متزلزل نہ کر سکا، یہ درست ہے کہ بعض حالات میں، جب کہ تشدد ناقابل برداشت ہو جائے، انسان بے بسی کے عالم میں کمزوری کے اظہار پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن اضطراری حالت میں محض خوف کے تصور سے، اپنی قوت برداشت کو آزمائے بغیر ضمیر کی مخالفت تو شیوہ ایمان نہیں:

دھمکی سے مر گیا جو نہ باب نبرد تھا ٭ عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا

پھر اس زمانے کے امام نے بھی تو فرمایا تھا کہ:-

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔"

اور تمہارے سامنے حضرت مجدد زمان کے ایک جاں نثار اور فدائی صاحبزادہ عبداللطیف کی بے نظیر شہادت موجود ہے۔ ان کے پاس دولت تھی، عزت تھی، روشن مستقبل تھا۔ مگر آپ کے گلے میں بھاری طوق اور پاؤں میں زنجیر ڈالے گئے، پھر ناک میں نکیل ڈالی گئی حتیٰ کہ زمین میں گاڑ کر موت کی دھمکی، اور امام وقت کے انکار پر مال و جاہ کا لالچ دیا گیا، لیکن دورِ حاضر کے اس عظیم عاشق اسلام اور جاں نثار حضرت خیر الانام صلعم نے زخارف دنیا اور ذلت کی زندگی پر لات مار کر پتھروں کی بوچھاڑ کو پھولوں کی پتیاں سمجھا اور خاک و خون میں غلطاں ہو کر:

بنا کردست خوش رسمے کہ بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشق حق پاک طینت را

پھر امام زمان کے عظیم و منتخب عاشق و خادم دین حضرت مولانا محمد علیؒ کے الفاظ بھی اسی حقیقت کے غماز تھے، یہ تاریخی ولولہ انگیز الفاظ آپ نے حضرت صاحب کی وفات کے بعد جماعت کو خطاب کرتے ہوئے فرمائے:-

"کتنا بڑا اور کتنا عظیم الشان مقصد ہے جو آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ گویا ایک عظیم الشان پہاڑ ہے آپ کے راستے میں ہے جسے اٹھا کر آپ نے راستہ صاف کرنا ہے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانا آسان ہے، مگر یہ کام اس سے بھی اہم تر ہے، جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ اسلام کو دنیا میں پھیلانا .... خود خدا کا وعدہ ہے کہ میں اس جماعت کے ذریعہ اسلام کو غلبہ دوں گا۔ پس گھبرانے اور بزدلی دکھانے کی کوئی بات نہیں۔ حضرت اقدس نے خود اپنی تحریروں میں لکھا ہے، کہ خدا جانے میں نے کن دشوار گذار گھاٹیوں، خار دار بیابانوں اور سنسان جنگلات میں سے گذرنا ہے پس جس کے پاؤں نازک ہیں اس کو چاہیئے کہ ابھی مجھ سے الگ ہو جائے، دوستو! اب وہ وقت آ گیا ہے کہ وہ مشکلات کی کٹھن گھاٹیاں اور خار دار جنگل اور ڈراؤنے بیابان ابھی ہمارے آگے ہیں۔ جن کو ... کر کے ہمیں اپنے امام پاک اور ہادی برحق کے بتائے ہوئے منزل مقصود پر پہنچنا ہے۔" (مجاہد کبیر)

شیکسپیئر نے لکھا ہے کہ بزدل موت سے پہلے سو بار مرتے ہیں۔ مگر بہادر ایک بار مرتے ہیں۔ کیا ہی عجیب زندگی ہے جو ایمان و صداقت کی خاطر قربان ہونے کے لئے بیقرار رہتی ہے۔ سقراط نے کس شان سے زہر کا پیالہ ہونٹوں سے لگایا۔ حضرت مسیحؑ نے کس جرأت سے صلیب کو چوما، کربلا کے میدان میں حضرت حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں نے کس بے نیازی سے راہ حق میں سر دھڑ کی بازی لگا دی تاکہ اہل عزم و ہمت آپ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کریں اور جان بچانے کے لئے نہیں جان و مال اور اولاد کی قربانی کے لئے

آپ کا دامن پکڑیں، اور ایثار و قربانی کے میدان میں تو کافروں نے بھی ۱۹۴۷ء میں دین مذہب کی خاطر جو نمونہ پیش کیا وہ درس عبرت دیتا ہے، تقسیم ملک کے وقت جہاں لاکھوں مسلمان دین سے ناآشنا مگر مضبوط ایمان مسلمان ــــ گھر بار، کاروبار، زمینیں اور آرام و آسائش کی زندگی ترک کر کے پاکستان میں آئے وہاں لاکھوں ہندو اور سکھ اپنے دھرم کی خاطر ترک وطن کر گئے، اور کسی قسم کی جانی و مالی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ ہمارے سامنے یہودیوں نے صدیوں تک قربانیاں دیں، مگر مرعوب نہ ہوئے حتیٰ کہ آج وہ ایک سلطنت کے مالک ہیں۔ اور جو لوگ ایک کافر کی سی استقامت اور دینی محبت کا مظاہرہ نہیں کر سکتے، وہ خدا کی نظر میں کس مقام کے مستحق ہیں؟

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل ٭ کہتا ہے اس کو کون مسلماں کی موت مر

اور محض جان و مال کی خاطر ایمان سے دستبردار ہو جانا انسانیت کی تذلیل ہے یہ تو خانہ بدوش جاہل پست ترین آدمی بھی نہیں کر سکتا۔

برادران عزیز! ہمیں اپنے ان بھائیوں پر ناز ہے۔ جن کو آزمائش کی بھٹی میں ڈال دیا گیا مگر وہ سرخرو نکلے، انہیں بشارت اور مبارک ہو کہ انہوں نے ایمان کے تقاضے کو پورا کیا بالخصوص وہ بھائی جنہیں یقین دلایا گیا اگر تم ایمان کو ترک کر دو گے تو تمہاری جان، اولاد کوٹھیاں، فیکٹریاں، گودام محفوظ رہیں گے۔ لیکن انہوں نے پائے استغناء و استحقار سے اس خسارے کے سودے کو ٹھکرا دیا۔ کہ ہم اس چند روزہ زندگی اور آسائش کی خاطر ایمان اور اسلام کی دولت ہاتھ سے نہیں دے سکتے کیونکہ ان کے سینے میں حقیقی اسلام کا خزینہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کو ان کی یہ ادا پسند آئی اور آج نصرت الٰہی سے ان کی زندگیاں، ان کے اموال اور سب سے بڑھ کر ایمان محفوظ ہیں۔ اور جنہیں آزمایا گیا مگر نقصان املاک نے ان کو بزدل نہیں بنایا۔ انہیں حیات ابدی اور رضائے الٰہی کی وہ دولت نصیب ہوئی جس پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔ اور جس کے حصول کی آرزو لئے لاکھوں اہل ایمان دنیا سے گذر گئے۔

یہ آندھیاں، یہ طوفان اور یہ زلزلے آتے اور اپنے اثرات چھوڑ کر ختم ہو جاتے ہیں اور اہل عقل و ایمان ان کی وجہ سے نہ پست ہمت ہوتے ہیں اور نہ جادہ منزل سے ہٹ جاتے ہیں، ان کے ایمان از سر نو مضبوط ہوتے ہیں، اور (وہ ھذا ما وعدنا اللہ و رسولہ (کہ یہ تو خدا اور اس کے رسول کے عین وعدہ کے مطابق ہوا ہے) کے مطابق کمر ہمت باندھ کر اپنی ایمانی منزل کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں اور آنے والوں کے لئے روشنی کا مینار بن جاتے ہیں، اللہ تعالےٰ کی بیشمار رحمتیں ان بادیہ پیماؤں پر ہوں جنہوں نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور محبوب حقیقی کی عظمت کے گن گاتے چلے گئے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مبلّغ اسلام الحاج عبدالرحیم جگّو صاحب کی
ھالینڈ میں تبلیغی مساعی

احباب جماعت کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ ہمارے نہایت عزیز بھائی محترم عبدالرحیم جگو کو اشاعت اسلام کی تڑپ سری نام سے کھینچ کر ہالینڈ لے آئی ہے۔ اور آپ برادران سرینام کی اعانت سے وہاں اسلام کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

آپ کے ایک حالیہ مکتوب سے معلوم ہوا ہے کہ جناب ہفتہ میں ایک یا دو بار ہالینڈ کے شہروں میں پھیلے ہوئے احباب جماعت سے ملنے کے لئے جاتے ہیں، اور انہیں پہلے ہی لکھ دیتے ہیں کہ وہ ملاقات کے وقت زیادہ سے زیادہ غیر مسلم یورپینوں کو بھی ہمراہ لائیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ آپ کی م... سے دو یورپین مسلمان ہوئے ہیں ان میں سے ایک کا نام وحید آنتش فروغ ہے۔ جو ایک بڑے گاؤں کا مالک ہے۔ آپ نے اس کا ایک انڈین خاتون سے نکاح بھی پڑھایا۔ اس کے علاوہ ایک کمپنی کا ڈائرکٹر بھی زیر تبلیغ ہے۔ جو اسلام میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ وہاں ایک لائبریری بھی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور مرکز کو بھی کتابوں کے لئے لکھا ہے۔ خدا تعالےٰ ہمارے نیک بھائی کے نیک ارادوں میں برکت ڈالے اور ہمیں بھی ان کی پیروی کا جذبہ عطا کرے۔

غلام نبی مسلم

حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنے دعویٰ میں کبھی تبدیلی نہیں کی

(ملاپ)

الحمد للہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اراکین کا دامن اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کے کافرانہ عقیدے سے پاک ہے اور ہم ربوہ سٹیشن کے حادثہ اور ملک بھر میں قتل و غارت کے جرم آتش زنی اور لوٹ کھسوٹ کے افسوسناک واقعات سے لاتعلق ہیں، البتہ ہماری صلح کُل، بے ضرر، خادمِ اسلام اور ملک و ملت کی خیر خواہ جماعت کے کمزور و ناتوان افراد کو اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں بھی یہ دعا کرتے ہیں :—

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

موجودہ حادثات کی تحقیقات تو اعلیٰ عدالتی سطح پر ہو رہی ہے اور اس سے حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ لیکن ربوہ سٹیشن کی آڑ میں احمدیت اور بانی احمدیت کے متعلق جو غلط بیانیاں بلکہ افترا پردازیاں کی جا رہی ہیں، ان کی مثال شاید ہی مخالفانہ پروپیگنڈا میں کہیں اور ملتی ہو، اور بدقسمتی سے اس دوڑ میں بعض ایسے سیاسی روزنامے بھی شریک ہو گئے ہیں جنہیں اپنی راستبازی اور سے لوتی بقول خود اپنی جان سے بھی عزیز تھی، لیکن جنہوں نے آزادیٔ رائے اور اظہارِ صداقت کے تمام پہلوؤں اور شرافت و انسانیت کے بنیادی تقاضوں کو نظر انداز کر کے سو فیصدی کذب کو زینتِ اوراق بنا لیا ہے اور عامۃ الناس کو تاریکی میں رکھنے کے لئے تصویر کے دوسرے رخ پر اپنے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ اظہارِ رائے پر یہ قدغن دنیا میں تو شاید جھوٹی واہ واہ کا وسیلہ بن جائے۔ لیکن بارگاہ خداوندی میں خسرانِ مبین اور ندامت کا موجب ہوگی۔

ایک مکروہ غلط بیانی

اراکین جماعت پر مظالم اور حضرت مرزا صاحب کے خلاف غلط بیانیوں سے مضطرب ہو کر روزنامہ "نوائے وقت" میں حضرت مرزا صاحب کے حقیقی عقائد پر مبنی اشتہار دیا گیا تو اس پر نوائے وقت نے مخالفت سے یہ کہلا کر حضرت صاحب کی عبارتوں کی قطع و برید کر کے آپ کی طرف ایسے عقائد منسوب کئے۔ جن کی آپ زندگی بھر تردید کرتے رہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ نوائے وقت میں لکھنے والوں میں سے ۹۰ (نوے) فیصد کو حضرت مرزا صاحب کی دس کتابوں کے نام بھی یاد نہ ہوں گے، ۹۵ فیصد نے آپ کی ۵ کتب بھی اچھی طرح نہ پڑھی ہوں گی، اور شاید ایک فی صد کو یہ علم نہ ہوگا کہ آپ نے زندگی بھر اپنے "دعوائے نبوت" کے حق میں کوئی کتاب تو درکنار ایک پمفلٹ بھی نہ لکھا، ایک تقریر بھی نہ کی۔ کسی مولوی سے ایک مناظرہ تک نہ کیا۔ اور آپ ہی نہیں آپ کی تمام زندگی میں آپ کے ہزاروں پیروؤں میں سے کسی ایک نے نہ آپ کے دعوائے نبوت کے حق میں کوئی مناظرہ کیا، نہ کوئی کتاب لکھی اور نہ ہی کوئی تقریر کی۔ اگر نوائے وقت کے ادارے اور ان کے نابغہ روزگار مضمون نگاروں کے پاس کوئی ایسی شہادت ہے تو دنیا کے سامنے لائیں اور وہ دلائل بھی درج کریں جو مرزا صاحب نے قرآن و حدیث سے نکال کر اس کتاب میں درج کئے۔ آپ کی کتابوں میں سے سیاق و سباق سے جدا کر کے جملہ لکھنا اور آپ کی ... تصوف پر مبنی بعض اصطلاحات کو آپ کی وضاحت سے الگ کر کے پیش کرنا کہاں کی دیانت اور انسانیت ہے۔ پھر حضرت مرزا صاحب کے فرمودات کے خلاف میاں محمود احمد صاحب، اخبار الفضل یا بعض دوسرے مجہول الحال لوگوں کی تحریرات کو اپنے حق میں پیش کرنا انصاف و دیانت کا منہ چڑانا ہے۔

کیا حضرت مرزا صاحب نے کبھی اپنا عقیدہ بدلا؟

جماعت احمدیہ لاہور کی تردید میں کسی ربوائی یا دوسرے مخالف مولوی کے اشارے پر "نوائے وقت" نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب پہلے تو محدث اور مجدد ہونے کا دعویٰ کرتے رہے۔ لیکن سنہ ۱۹۰۱ء میں اپنا دعویٰ تبدیل کر لیا اور اس کے بعد اپنے آپ کو کبھی محدث اور مجدد نہ لکھا بلکہ ہمیشہ نبی لکھتے رہے۔ بدقسمتی سے لکھنے والے کو شاید علم ہی نہ تھا کہ مرزا صاحب نے نہ تو دعویٰ تبدیل کیا اور نہ ہی محدث اور مجدد کا لفظ ترک کیا، بلکہ مزید آٹھ سال تک بھی اپنے پہلے ہی دعوے پر قائم رہے۔

زیرِ نظر تحریر

جماعت ربوہ اور ان کی تائید میں مرزا صاحب کے مخالفین جس اشتہار سے تبدیلیٔ دعویٰ پیش کرتے ہیں وہ "ایک غلطی کے ازالہ" کے عنوان سے آپ نے سنہ ۱۹۰۱ء کے آخر میں شائع کیا۔ اس اشتہار کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں :—

"ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض کا ایسا جواب دیتے ہیں، کہ جو سراسر واقع کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہلِ حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔"

انصاف پسند قارئین ان الفاظ کو بار بار پڑھیں اور پھر خدا لگتی کہیں کہ ان الفاظ سے کیا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو اپنے دعوے میں غلطی لگ گئی تھی۔ جس کی اصلاح اور کسی نئے دعوے کے لئے آپ نے قلم اٹھایا۔ یا آپ کا دعویٰ اب بھی وہی تھا جو آپ پہلے اپنی کتابوں میں بیان کر چکے تھے۔ اور جس کی تلقین آپ اپنے مریدوں کو صحبت میں رکھ کر فرماتے تھے۔ اور محض ایک ایسے مرید کی رہنمائی کے لئے قلم اٹھایا جو آپ کی کتابیں بغور نہ پڑھنے یا صحبت میں معقول مدت نہ ٹھہرنے کی وجہ سے آپ کے دعوے کو کماحقہ نہ سمجھ سکا تھا۔ کیا اس کا نام پہلے دعاوی کی تنسیخ اور نئے دعوے کا اعلان ہے یا پہلے ہی دعاوی اور تحریروں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ان الفاظ کی موجودگی میں آپ کی طرف تبدیلیٔ عقیدہ کا انتساب محض ضد کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس کے بعد محدث، مجدد اور ملہم کے الفاظ استعمال نہ کرتے۔ البتہ آپ کی بعد کی تحریروں میں ان الفاظ کا استعمال کم ہوتا گیا اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ گذشتہ اٹھارہ سال سے قریب قریب ہر کتاب اور تقریر میں ان پر روشنی ڈال چکے تھے۔ اپنے اور بیگانے ان کے مفہوم سے آگاہ ہو چکے تھے۔ اس لئے ان کی مزید ضرورت کم ہی پڑی۔ لیکن آپ نے ان الفاظ کو پھر بھی حسبِ ضرورت استعمال کیا۔

ذیل میں سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کے چند حوالے پڑھئے:—

۱۔ "اور جس نے دعویٰ کیا اس کا نام بھی غلام احمد قادیانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے۔ یعنی ۱۳۰۰ کا عدد جو اس نام سے نکلتا ہے۔ بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا ہے جس کا نام تیرہ سو کا عدد پورا کرتا ہے۔" تریاق القلوب سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۷۶)

۲۔ "صدی کے سر پر ایک مجدد آیا، یہ حدیث صحیح ہے۔ کوئی بناوٹی نہیں۔" (حجۃ البالغہ ص ۱۹۰۴ء)

۳۔ "وہ مجدد جو اس صدی کے سر پر بموجب حدیث نبوی آنا چاہئے تھا یہی راقم ہے .... چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ منصب (کسرِ صلیب۔ ناقل) مسیح موعود کا ہے۔ اس لئے چودھویں صدی کا مجدد حق رکھتا ہے کہ اس کو مسیح موعود کہا جائے کیونکہ وہ اس زمانہ کا مجدد ہے اور اس زمانہ میں اس کی خاص خدمت کسرِ شوکتِ صلیب ہے۔" (تریاق القلوب ص ۲۲)

۴۔ "اور یہ امام جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الفِ آخر بھی۔" (لیکچر اسلام سیالکوٹ ص ۴ سنہ ۱۹۰۴ء)

۵۔ "سو یہ تمام باتیں ظہور میں آگئیں، ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا۔ اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۸ سنہ ۱۹۰۸ء)

۶۔ "اب میرا یہ دعوے کہ اس صدی پر میں تجدید کے لئے بھیجا گیا ہوں، صاف ہے۔ میں زور سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالے نے مجھے مامور کیا ہے اور اس پر ۲۲ برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔" (اخبار الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۳ء)

۷۔ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا......

(رواہ ابو داؤد) یعنے خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا۔ جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا۔ اب اس صدی کو چوبیسواں سال جاتا ہے اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ میں تخلف ہو......... اور یہ بھی اہلِ سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے۔"

(حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۳۔ آخری کتاب)

۸۔ "ہذا را مکالمات و مخاطبات است با اولیائے خود دریں امت وایشاں را رنگ انبیاء دادہ میشود و در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است و دادہ نمی شوند مگر فہم قرآن و نہ زیادہ می کنند نہ کم می کنند از ال قرآن" (مواہب الرحمٰن ص ۶۶) خدا اس امت کے اولیاء سے کلام کرتا ہے اور انہیں انبیاء کے رنگ میں رنگین کیا جاتا ہے۔ اور در حقیقت وہ نبی نہیں ہوتے، کیونکہ قرآن نے شریعت کو کامل کر دیا ہے اور ان اولیاء کو صرف فہم قرآن دیا جاتا ہے۔ اور قرآن سے نہ کچھ کم کرتے ہیں نہ زیادہ۔"

۹۔ "اگر درمیانی زمانے میں یہ غلطیاں نہ پڑتیں تو پھر مسیح موعود کا آنا فضول تھا کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے اور مجدد غلطیوں کی اصلاح کے لئے آیا کرتے ہیں۔"

(براہین احمدیہ۔ جلد پنجم)

دعوے نبوت سے انکار

"اس نکتہ کو یاد رکھئے کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں" (نزول المسیح حاشیہ ص ۳)

۲۔ ایسے ہی آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے" (تحفہ گولڑویہ ص ۵۱)

۳۔ "تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں۔ اس کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی۔ اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ اور ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔"

(الوصیت ص ۱۰)

۴۔ "پھر ایک نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر افترا ہے۔"

(حقیقت الوحی ص ۳۹۰)

۵۔ "اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوے کیا ہے، کس قدر جہالت، کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے"۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۸)

۶۔ "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعے اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں۔ اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی۔ اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔ اور چونکہ آپ صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم تھے۔ اس لئے آپ کی شریعت صفات جمالیہ اور جلالیہ دونوں کی حامل تھی۔ اور آپ کے دو نام محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے ہیں۔" (لیکچر اسلام سیالکوٹ ص ۶)

۷۔ "اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحقیق منقطع ہو گئی۔ اور قرآن شریف کے بعد جو تمام سابقہ صحیفوں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں" (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۴)

وفات سے دو دن پہلے

"ہم نے ان معنوں میں کوئی دعوے رسالت نہیں کیا جیسا کہ ملاں لوگ لوگوں کو بہکاتے ہیں اور جو کچھ ہمارا دعوے ملہم اور منذر ہونے کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی متابعت کا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے۔ آج کوئی نئی بات نہیں ۲۷ سال سے یہ الہام ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء"۔ (اخبار بدر۔ ۲۴ر مئی ۱۹۰۸ء)

آخری مگر ناقابلِ تردید شہادت

ذیل میں ہم وہ ناقابلِ تردید شہادت درج کرتے ہیں جس کا انکار کوئی انصاف پسند انسان نہیں کر سکتا۔ حضرت مرزا صاحب کی وفات پر آپ کے مزار پر جو کتبہ لگایا گیا۔ اس پر قائد جماعت حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل کے الفاظ لکھوائے :۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیسِ قادیان مسیح موعود مجدد صد چہاردہم تاریخ وفات ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء

انصاف پسند باقی تمام تحریرات کو نظر انداز کر دیں اور بتائیں کہ آپ کی لوحِ مزار پکار پکار کر نہیں کہہ رہی کہ اس قبر میں "مجدد صد چہاردہم" محو خواب ہے۔ جس نے یقیناً زندگی بھر مجددیت کا دعوے کیا۔ آپ کی تمام جماعت آپ کو مجدد مانتی اور منواتی رہی اور آپ کے وصال پر سب کا متفقہ عقیدہ تھا کہ آپ کا بڑے سے بڑا منصب مجددیت تھا۔ جس پر سنگِ مزار گواہ ہے۔ کیا اس قبر میں نبی کیا ان توضیحات کے بعد بھی یہ کہنا درست ہوگا کہ آپ نے ۱۹۰۱ء کے بعد اپنا دعوے تبدیل کر لیا تھا اور مجددیت اور محدثیت کے الفاظ ترک کر دیئے تھے۔

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

دعا

محترم شیخ اللہ بخش صاحب

میں نے ٹرینیڈاڈ اور سورینام کے مہمانوں کے لئے ایک معذرت نامہ لکھا تھا جو پیغام صلح میں شائع ہو گیا تھا۔ کہ میں بعض مجبوریوں کی بنا پر ان مہمانانِ گرامی قدر کو پاد دلی میں مدعو نہ کر سکا۔ مگر اس کی تلافی کے لئے میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہر روز نماز تہجد اور اشراق میں ان کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔ آج خدا کے فضل سے ۴½ ماہ گذر چکے ہیں اور اس عرصہ میں سوائے ایک یا دو دن کے دعا کرتا رہا ہوں کہ یا اللہ۔ تو حق ہے۔ قرآن مجید حق ہے۔ تیرا حبیب محمد رسول اللہ صلعم حق ہے۔ تیرا مسیح موعودؑ حق ہے۔

اے اللہ اسلام کا سورج مغرب سے طلوع فرما۔ اور ہمیں اسلام میں ان کے فوج در فوج داخل ہونے کا نظارہ دکھلا۔ یا اللہ جماعت کو کوثر عطا فرما۔ ہسپانیہ اور دیگر امصار و بلاد میں تبلیغ اسلام کے مشن قائم کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہم سے خدمت اسلام کا کام لے۔ اور ہم سے وہ کام لے جس سے تو ہم سے راضی ہو جائے۔

یا اللہ جہاں جہاں ہماری جماعت ہے اس کی مدد فرما، اس کی اولاد کی مدد فرما اور ان پر اور ان کی اولاد پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اور دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کو آرام دے، خاص کر ٹرینیڈاڈ یوسف، ڈاکٹر محمد علی عزیز۔ عزیز احمد۔ عبد الرحیم جگو۔ یسٰین و محمد رشید، عبد الرحمان، ان کو اور ان کے ساتھیوں کو جو پاکستان میں تشریف لائے تھے۔ اور وہاں بھی جو ان کے ساتھی ہیں، ان کی مدد فرما.......... اور ان کی اولاد کی مدد فرما۔ ان پر اور ان کی اولاد پر رحمتیں نازل فرما اور ان سے خدمتِ اسلام کا کام لے۔ اور ان کو اپنا مقرب بنا لے اور ان کو نیک لوگوں کا امام بنا اور ان کو دنیا و آخرت کا آرام عطا فرما۔

برلین مسلم مشن کی تبلیغی مساعی کی رپورٹ

ماہ اپریل و ماہ مئی ۱۹۷۴ء

(محترم ڈاکٹر محمد یحییٰ بٹ صاحب)

ماہ اپریل و ماہ مئی کے دوران متعدد اجتماعات منعقد ہوئے اور ان میں ۲۷ بار احباب دوستوں کو خطاب کرنے اور انہیں اسلام کی تعلیمات کے بارہ میں روشناس کرانے کا موقعہ ملا۔ چار گروپ مسجد میں آئے ان میں سے ایک گروپ ایک سو سے زاید مرد و زن پر مشتمل تھا۔ اس گروپ کی راہنمائی آل چرچ آرگینائزیشن کے سیکرٹری نے کی۔ یہ گروپ دو گھنٹے مسجد میں ٹھہرا۔ ان کے سامنے دس مختلف نکات اسلام کی تعلیمات کے بارہ میں واضح کئے گئے۔ ان تمام نکات کو مختصراً دو صفحات پر ٹائپ کر دیا گیا تھا اور اسے سائیکلو سٹائل کر کے زائرین میں تقسیم کر دیا گیا۔ میں نے حاضرین کے سامنے ایک نکتہ کے بعد دوسرا نکتہ اس صفحہ سے پڑھا۔ اسے مزید واضح کیا۔ اور ہر نکتہ کی تشریح کے بعد حاضرین کو سوالات کا موقعہ دیا اور ان کے اس نکتہ کے متعلق سوالات کا جواب دیا گیا۔ حاضرین نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور ہمارے جمعہ کے دن اور ہفتہ کے دن ہونے والے اجتماعات میں حصہ لینے کا شوق ظاہر کیا۔

اس گروپ کے علاوہ تین اور گروپ مسجد میں آئے۔ ان میں سے ایک گروپ ڈنمارک سے اور باقی دو گروپ برلین و مغربی جرمنی سے آئے۔ یہ سب گروپ ایک ایک گھنٹہ کے قریب مسجد میں ٹھہرے۔ ان کے سامنے تقریر کی گئی اور ان کے سوالات کا جواب دیا گیا۔ ان گروپوں کے علاوہ برلین ہائی سکول اور جمنازیم کی چار کلاسیں اپنے اپنے اساتذہ کے ساتھ مسجد میں آئیں۔ ان کے سامنے اسلام کے اصولوں کو واضح کیا گیا۔ بعد میں ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ سوال و جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بھی وضاحت کی گئی۔

SIEMENS فیکٹری کے کلچر گروپ میں لیکچر

برلین کی مشہور فیکٹری SIEMENS کے کلچر گروپ نے اپنے ہال میں مجھے اسلام پر تقریر کرنے کی دعوت دی۔ حاضرین کی تعداد ساٹھ ستر کے قریب تھی۔ ۴۵ منٹ لیکچر ہوا۔ ۴۵ منٹ سوال و جواب۔ حاضرین نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے بارہ میں قرآن کریم کی تعلیمات کو بڑے شوق سے سنا۔ کئی ایک نوجوان تقریر کے ختم ہونے کے بعد ایک چھوٹے سے حلقہ میں میرے ساتھ بیٹھے رہے اور گفت گو کرتے رہے۔

انڈونیشیا کے افسران کی واپسی

انڈونیشیا کے افسران کا ایک گروپ برلین میں اپنے قیام کے دوران باقاعدہ جمعہ کے دن مسجد میں شامل ہوتا رہا۔

کورس کے ختم ہونے پر وہ واپس جا رہے تھے۔ واپسی سے پہلے وہ میرے پاس ایک اتوار کو آئے اور وہ اپنے ساتھ ایک ٹیپ ریکارڈر لائے۔ انہوں نے چاہا کہ میں مسجد کی تبلیغی مساعی اور جماعت احمدیہ کے عقائد وغیرہ سوال و جواب کے رنگ میں ان کے سامنے واضح کروں تا وہ اس کو ریکارڈ کر لیں، اور اپنے ساتھ انڈونیشیا لے جائیں۔ انہوں نے کہا ان کا مقصد یہ ہے کہ وہاں انڈونیشیا میں دیگر احباب بھی میری زبان سے ان امور سے مطلع ہو جاویں۔

انہوں نے میری آواز کو ٹیپ کیا اور بڑے تپاک سے مجھ سے الوداع ہوگئے۔ ان نوجوانوں میں اسلام کی خدمت کا بڑا جذبہ تھا۔ اور مسجد کے ساتھ انہیں محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی زندگی میں کامیاب فرمائے۔

سترہ اجتماعات مسجد میں

مسجد میں جمعہ اور ہفتہ کے دن اجتماعات ہوتے رہے۔ اس طرح سترہ بار احباب کے سامنے خطبات دینے اور تقاریر کرنے کا موقعہ ملا۔ تین مئی جمعہ کے دن ہم نے یہاں بھی پاکستان میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اس تقریب کے سلسلہ میں مجھے پاکستان ایمبیسی جرمنی سے گشتی چٹھی ملی جس میں ذکر تھا کہ حکومت پاکستان نے تین مئی کا دن پاکستان میں تعطیل کا دن قرار دیا ہے۔ اور عوام سے استدعا کی ہے کہ وہ سب مل کر خدا کے حضور دعا کریں اور اس کا شکریہ ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے حکومت پاکستان کے جنگی قیدیوں کا مسئلہ حل کرنے میں مدد فرمائی۔ حسب معمول ہمارے جمعہ کے اجتماع میں سات مختلف ممالک اسلامی سے آئے ہوئے[1] مسلمان بھائی جمع تھے افسران کا ایک گروپ بھی جو بنگلہ دیش سے آیا ہے موجود تھا۔ میں نے خطبہ کے اختتام پر احباب کو پاکستان میں منائے جانے والی تقریب کے بارہ میں واضح کیا اور بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے پاکستان کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کو لیاقت اور ہمت عطا کی اور ان کی راہنمائی فرمائی کہ انہوں نے جنگی قیدیوں کا مسئلہ باعزت و باوقار طور پر حل کر لیا اور تمام پاکستانی قیدیوں کو ہندوستان کی قید سے منگوا لیا ہے۔ میں نے احباب سے استدعا کی کہ آؤ ہم بھی اپنے پاکستانی مسلمان بھائیوں کی خوشی میں شامل ہو جائیں اور خدا کے حضور جھک جائیں اور اس کے حضور مسلمان قوم کی سربلندی کے لئے دعا کریں۔

اس کے بعد دعا کی گئی۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں :—

"اے قادر مطلق خدا ! جس نے کہ حضرت محمدؐ کو خاتم النبیین بنا کر تمام نسل انسانی کے لئے اپنی آخری کتاب قرآن کریم کے ساتھ بھیجا ہے ہم تیرے حضور دعا کرتے ہیں —

تمام مسلمان ممالک کے راہنماؤں کے قلوب کو اپنے نور سے منور کر دے اور انہیں ہمت عطا فرما تا وہ اپنے اپنے ملک کے باشندوں کی تیرے ان احکامات کے مطابق خدمت کر سکیں۔ جو تو نے قرآن کریم میں نازل فرمائے ہیں۔

اے اللہ ! انہیں ہمت اور طاقت عطا فرما، تا وہ اپنے اپنے ملک کے معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی امور کو باعزت و باوقار طور پر حل کر سکیں۔

اے اللہ ! مسلمان ممالک، ان کے راہنماؤں اور ان کے عوام کو اخلاقی، اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے مضبوط تر کر دے۔

اے اللہ ! ان کی مدد فرما، تا وہ باہم متحد ہو جائیں اور اسلام کے جھنڈے کے نیچے اکٹھے ہو جائیں۔ اور یوں وہ دنیا میں امن کو قائم کرنے کا موجب بن سکیں۔

اے قادر مطلق خدا ! اے الرحمان والرحیم۔ ہم سب تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ تو نے امت محمدیہ پر بڑے بڑے انعامات نازل فرمائے ہیں، اور ہم تیرے حضور دعا کرتے ہیں :

• ہمارے قصور معاف فرما دے۔ ہمارے راہنماؤں اور ہمارے عوام سے بھی جو قصور سرزد ہوئے ہیں انہیں بھی ان کے قصور معاف فرما دے۔ تو گناہوں کو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور ہمیں نور عطا فرما اور ہمیں ہمت دے کہ ہم تیری بتائی ہوئی صراط مستقیم پر قائم رہیں۔

اس دعا پر تمام حاضرین نے مل کر آمین کہی۔ اور بعد میں ہم سب خدا کے حضور کھڑے ہو گئے اور پھر سجدہ ریز ہو گئے۔

اس تقریب کی رپورٹ پاکستان ایمبیسی میں بھیج دی گئی۔ اس کی ایک نقل انگریزی زبان میں منسلک ہے۔

جمعہ کے اجتماعات میں بنگلہ دیش سے آئے ہوئے افسران کے ایک گروپ کی حاضری کی وجہ سے ماہ اپریل و ماہ مئی میں خطبہ جمعہ انگریزی اور جرمن زبان میں دیا جاتا رہا۔ یعنے پندرہ منٹ انگریزی اور پندرہ منٹ جرمن زبان میں۔ افسران کا یہ گروپ تیرہ (۱۳) احباب پر مشتمل ہے۔ اور ہر جمعہ میں باقاعدگی کے ساتھ مسجد میں آ رہا ہے۔

ہفتہ کے دن منعقد ہونے والے اجتماعات میں قرآن کریم کے مختلف موضوعات پر روشنی ڈالی گئی اور بعد میں حاضرین کے سوالات کرنے پر ان موضوعات کو مزید واضح کیا گیا۔ ۱۲ اپریل کو جمعہ کے دن یہاں برلین میں حضرت عیسیٰؑ کے صلیب پر چڑھائے جانے کے دن کو منایا گیا۔ ۱۳ اپریل کو ہفتہ کے دن میں نے اپنے اجتماع میں اس موضوع پر تقریر کی اور عیسائی و یہودی نظریات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب کے بارہ میں واضح کیا۔ بعد میں

---

[1] یعنی جرمنی، ترکی، مصر، پاکستان، انڈونیشیا اور ملیشیا۔ ان کے علاوہ

مسلمان علماء کے مختلف نظریات کو بیان کیا۔ اور مجددِ زمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریات کو بھی بیان کیا۔

اس اجتماع میں مصر و شام، اردن سے آئے ہوئے عرب نوجوان بھی حاضر تھے۔ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے نظریات کو سراہا۔ بعض نے جو اپنے پرانے خیالات پر جمے رہے۔ مجھ سے کہا کہ وہ ازہر کے علماء کو لکھیں گے پھر ان سے جواب ملنے پر مجھ سے گفتگو کریں گے۔ یہ نوجوان یکم جون کو ہمارے اجتماع میں آئے اور کہا ازہر سے انہیں ابھی تک اس سلسلہ میں کوئی جواب نہیں ملا۔

حضرت مجددِ زمان نے حضرت عیسیٰ سے متعلق آیات قرآنی کی جو تشریح کی ہے، اس کی معقولیت کو اب اسلامی ممالک کے علماء آہستہ آہستہ قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔ گذشتہ دنوں ہمارے حلقہ کے ایک نوجوان نے جو یوگوسلاویہ سے آیا ہے مجھے اپنے ہاں کھانے پر دعوت دی۔ اس نے مجھے قرآن کریم کا نسخہ دکھایا جو یوگوسلاویہ سے شائع کیا گیا ہے، اور جس میں ترجمہ یوگوسلاوی زبان میں کیا گیا ہے۔ نہایت خوبصورت دیدہ زیب طباعت ہے۔ میں نے سورہ مائدہ کے آخری رکوع سے آیت **فلما توفیتنی** اس کے سامنے پڑھی اور کہا کہ وہ مجھے جرمن زبان میں بتائے کہ اس آیت کا یوگوسلاویہ زبان میں کیا ترجمہ کیا گیا ہے۔ توفی کا ترجمہ موت ہی کیا گیا ہے۔ اور اس پر حاشیہ میں ایک نوٹ دیا گیا ہے جس میں موت ہی کے مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔

یورپین ممالک میں بھی حضرت عیسیٰ کے بارے میں حضرت مرزا صاحب کے نظریات آہستہ آہستہ پھیل رہے ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ کا صلیب سے بچ کر کشمیر چلے جانے۔ حال ہی میں ۳ر جون کو ٹیلی ویژن پر "روح القدس کے اترنے کے تہوار" کے سلسلہ میں ایک پروگرام نشر کیا گیا جس میں مختلف عیسائی سکالرز نے حضرت عیسیٰ کے صلیب پر نہ مرنے بلکہ بے ہوش ہو جانے، بعد میں مرہم پٹی سے صحت یاب ہو کر افغانستان سے ہوتے ہوئے کشمیر جا پہنچنے کے نظریات کو بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ تبت و لداخ بھی گئے تھے۔

اس پروگرام کے دوران ایک عیسائی عالم نے بتایا کہ وہ بہت عرصہ ہوا تحقیق کے سلسلہ میں تبت پہنچا وہاں لامہ نے اسے بعض دستاویزات دکھائیں جن پر حضرت عیسیٰ کی تحریر ان کی اپنی قلم سے لکھی گئی ہے۔ ان تحریرات کو وہ شائع کرنا چاہتا تھا۔ وہ پھر جا کر ملا لیکن اسے بتایا گیا کہ وہ ان تحریرات کو شائع نہ کرے۔ اس عالم نے بتایا کہ اس نے رقم لینا قبول نہ کیا۔ اس نے ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اب شاید ان تحریرات کو شائع کرے۔ اس نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک پروفیسر صاحب نے صاف طور پر کہا کہ حضرت عیسیٰ کے بارہ میں یہ نظریہ احمدیہ تحریک کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے۔

شادی کے اجتماع میں خطبہ

ایک اجتماع شادی کے سلسلہ میں منعقد ہوا۔ نوجوان مکہ مکرمہ سے آیا ہے اور خاتون شام سے۔ دونوں نے یہاں میڈیکل ڈاکٹر کا امتحان پاس کیا ہے۔ ان کو قرآن کریم جرمن کا نسخہ بطور تحفہ دیا گیا۔

ڈاکٹر کشعری نے اپنی شادی کی خوشی میں ایک سو مارک سائیکلوسٹائل مشین کے لئے مشن کو دیا۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے مبارک کرے۔

تین جرمن خواتین نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا

ان میں سے دو کے فارم مع تصاویر بھیجتا ہوں۔ تیسرے فارم کی تصویر ابھی نہیں ملی۔ ملنے پر اسے بھی بھجوا دوں گا۔ ان خواتین کو سورت فاتحہ و سورہ اخلاص زبانی یاد کرائی گئی۔ ان پر نماز کا طریق اور اسلام کے بنیادی اصول واضح کئے گئے۔ یہ خواتین ایک عرصہ سے ہمارے اجتماعات میں شمولیت کر رہی ہیں۔

ایک خاتون کا نام فاطمہ، دوسری خاتون کا نام مریم رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

محمد یحییٰ بٹ۔

کچھ پیغام صلح کے متعلق

بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر پیغام صلح کی باقاعدگی متاثر ہوئی ہے اور شمارہ نمبر ۲۵-۲۶-۲۷ کو اکٹھا شائع کرنا پڑا، اور اب شمارہ نمبر ۲۸، ۲۹، اور ۳۰ بھی یکجا شائع کئے جا رہے ہیں۔ جس کے لئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں، امید کہ انشاءاللہ العزیز اس کے بعد یہ بے قاعدگی ختم ہو جائے گی اور پیغام صلح باقاعدگی کے ساتھ ہدیہ قارئین ہوتا رہے گا۔ (مدیر)

دار الشفاء کے لئے گرانقدر عطیات

(۱) حسب سابق سابق ایرانی خاتون محترمہ مسز خدیجہ گہر میکگوون (جو دار الشفاء کی سرپرست بھی ہیں) نے امریکہ سے ایک سو ڈالر (پاکستانی ایک ہزار روپے) معرفت لینا محمد عبداللہ صاحب بھجوائے ہیں۔

(۲) محترمہ یاسمین طارق صاحبہ نے سرگودھا سے ایک سو روپیہ کا عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان مخیر اور معزز خواتین کو جزائے خیر دے اور مکرم محمد عبداللہ صاحب کو اجرِ عظیم دے۔ آمین۔ (سیکرٹری ادارہ دار الشفاء)

عطیہ برائے مسجد دار السلام لاہور

محترم محمد عبداللہ صاحب نے امریکہ سے اپنی پوتی کی پیدائش کی خوشی میں مبلغ ایک سو روپیہ عطیہ برائے تعمیر مسجد دار السلام بھجوائے ہیں۔ جزاہ اللہ
اللہ تعالیٰ بچی کو لمبی عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔ آمین۔

عزمِ صمیم

بہارِ ہستی میں ہم تو جیسے کھلا کئے ہیں کھلا کریں گے
جو مٹنے والے ہیں اس چمن میں مٹا کئے ہیں مٹا کریں گے
وہ اور ہوں گے جو سیلِ دریا میں ڈوب مرنے کی ٹھان بیٹھے
ہم ایسی موجوں کی کشمکش میں بڑھا کئے ہیں بڑھا کریں گے
ہزار شعلے کرے فراہم یہ دہر برق و شرار بن کر
ہمارے اشکوں سے جو بھی اُبھرے بجھا کئے ہیں بجھا کریں گے
ہمیں زمانے میں کیا ڈرائیں گی خارزاروں کی تیز نوکیں
ہم ایسی راہوں پہ مسکرا کر چلا کئے ہیں چلا کریں گے
عدو جو چاہے تو آزمالے یہ دل پڑا ہے یہ جاں پڑی ہے
کہ ہم فنا کا شکار ہو کر جیا کئے ہیں جیا کریں گے

ازل سے اہلِ جنوں کی باتیں اگرچہ ہوتی ہیں بارِ محفل
مگر جو دل میں کھٹک رہا ہے کہا کئے ہیں کہا کریں گے

کلامِ مجددِ زمان

دِن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے ؏ اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بے قرار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کیجیو مدد ؏ کشتیِ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں ؏ میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰ ؏ مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

تری نجات غمِ مرگ سے نہیں ممکن ؏ کہ تو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی
(اقبال)

جو ختم نبوت کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں

عوام شرپسندوں کے ہاتھ میں نہ کھیلیں

وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی مدبرانہ تقریر

اردو میں تقریر کیوں؟

وزیر اعظم بھٹو نے آج قوم سے اردو میں خطاب کیا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں یہ تقریر اردو میں اس لئے کر رہا ہوں کہ براہ راست آپ سے مخاطب ہوں، آپ سے جو اپنے گھروں اور دکانوں پر مجھے سن رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں فصیح انگریزی اور فصیح اردو میں تقریر نہیں کر رہا ہوں، اس زبان میں تقریر کر رہا ہوں جو عوام بولتے ہیں، یہ زبان بڑی سچی زبان ہے۔ عوام کی زبان صداقت کی زبان ہے، ایمانداری کی زبان ہے جس میں ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ ہماری زبان ہے۔

قوم کے نام ریڈیو اور ٹی وی پر ۳۷ منٹ کی نشری تقریر کے دوران پاکستان کے وزیر اعظم نے جذبات سے رندھی ہوئی آواز میں اعلان کیا کہ جو ختم نبوت کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں قوم اگر چاہے تو اس مسئلہ کو اسلامی مشاورتی کونسل کے سپرد بھی کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی میں احمدیوں کے مسئلہ پر بحث کے دوران پیپلز پارٹی کے اراکین کو ڈسپلن سے آزاد کر دیا جائے گا تاکہ وہ اس مسئلے پر آزادی کے ساتھ اظہار رائے کر سکیں۔ وزیر اعظم بھٹو نے عوام سے اپیل کی کہ وہ انتشار پسندوں کا شکار نہ ہوں، انہوں نے کہا کہ اگر ہڑتال کرنا ہے تو ہڑتال کی جائے لیکن گڑبڑ اور مار پیٹ کی اجازت ہرگز نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہر شہری کا تحفظ حکومت کا فرض ہے۔ اور گڑبڑ کو روکنے کے لئے میں نے فوج سے کہہ دیا ہے کہ وہ تیار رہے۔ وزیر اعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ سرورِ کائنات کی قسم کہ میں پاکستان اور اسلام کے لئے اپنی جان کی قربانی دینے کو تیار ہوں۔ میں عوام کے خلاف نہیں جا سکتا۔ میں کسی فرد، فرقہ یا گروہ کا نہیں بلکہ پاکستان اور اسلام کا محتاج ہوں

وزیر اعظم نے کہا کہ ۳۰ جون کو قومی اسمبلی میں بجٹ منظور ہونے کے فوراً بعد ربوہ واقعہ سے متعلق پورا مسئلہ اس کے سامنے رکھا جائے گا۔ اسمبلی میں عوامی نمائندوں سے کہا جائے گا کہ وہ اس مسئلہ پر اپنے خیالات پیش کریں، اور اپنی سوچی سمجھی رائے کا اظہار کریں انہوں نے کہا کہ میں اپنی پارٹی کے ممبروں پر ڈسپلن کی کوئی پابندی نہیں لگاؤں گا، اور ہر ممبر کو اس معاملے پر اظہار رائے کی آزادی ہوگی، اگر ان کی یہ رائے ہوئی کہ یہ معاملہ اسلامی مشاورتی کونسل یا سپریم کورٹ کے سپرد کر دیا جائے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ میں اس مسئلہ کا ایک ایسا حل تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جو حق و انصاف پر مبنی ہو تاکہ پاکستان کے استحکام اور اس کی بالادستی اور خود مختاری متاثر نہ ہو اور بیرونی مداخلت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ ربوہ کے واقعہ سے پیدا ہونے والی صورت حال پہلے ہی ایک جج کے سپرد کی جا چکی ہے اور وہ اس کی تحقیقات کر رہے ہیں، لوگوں کو ٹریبونل کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہیئے۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ میری حکومت اسلامی نظریہ اور اس کے اصولوں کی پابند ہے۔ اسی لئے ختم نبوت کا سوال آئین میں شامل کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے ملک کے کسی آئین میں ایسی کوئی دفعہ نہیں رکھی گئی تھی، وزیر اعظم نے بعض حلقوں کے اس مطالبہ کا ذکر کیا کہ اس پیچیدہ مسئلہ کو فوراً حل کیا جائے، انہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ ۸۰ یا ۹۰ سال پرانا ہے یا کم از کم قیام پاکستان کے وقت سے موجود ہے، اب آپ ہی سوچئے کہ یہ معاملہ چند دن کے اندر کیسے حل کیا جا سکتا ہے، وزیر اعظم نے کہا کہ یہ عناصر ہڑتال کرنے اشتعال انگیز تقریریں کرنے اور فساد برپا کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ میری حکومت عوام کے تعاون سے مناسب وقت کے اندر اسلامی نظریئے اور عدل و انصاف کی بنیاد پر حل تلاش کر لیگی

وزیر اعظم نے کہا کہ امن و امان قائم رکھنا صرف حکومت ہی کی نہیں بلکہ عوام کی بھی ذمہ داری ہے انہوں نے کہا کہ اگر بعض عناصر ملک میں انتشار اور افراتفری پھیلانا چاہتے ہیں، تو حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہر شہری کی پوری پوری حفاظت کرے، جس کی قانون اور آئین میں ضمانت دی گئی ہے۔ میں کسی کو بھی قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دوں گا۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ ہڑتالوں کی دھمکیوں کا مقصد یہ ہے کہ حکومت کو مرعوب کیا جائے۔ اگر یہ مقصد نہیں ہے تو پھر ان لوگوں نے اس مسئلہ پر اس وقت کوئی فیصلہ کیوں نہیں کیا تھا، جب وہ برسر اقتدار تھے۔ وزیر اعظم نے اہل وطن سے اپیل کی کہ وہ ان شرپسندوں اور موقع پرستوں کے ہاتھوں میں نہ کھیلیں، جو اس مذہبی معاملے کو سیاسی رنگ دینا چاہتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ عوام ان عناصر کو ان کے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ میں کسی بھی الٹی میٹم یا دھمکی سے نہیں ڈرتا۔ میرا کہنا صرف یہ ہے کہ یہ معاملہ اسلام کے بنیادی تصور سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے میں تنہا اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اس پر کوئی واضح فیصلہ کروں۔ ساتھ ہی میں ٹال مٹول کرنا اور عوام کو دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ دراصل اس مسئلہ کا تعلق پاکستان کے وجود سے ہے لہٰذا اس کے حل کے لئے وقت درکار ہے

وزیر اعظم نے کہا کہ لوگوں کو یہ محسوس کرنا چاہیئے کہ وہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔ یہ سازشیں پاکستان کے قیام سے پہلے سے جاری ہیں دسمبر ۱۹۷۱ء میں جب میں نے ملک کا انتظام سنبھالا تھا۔ تو میں ملک کی تاریخ کے انتہائی سنگین بحران سے دوچار تھا۔ بعض حلقے کھلم کھلا کہتے تھے کہ پاکستان کے ٹوٹنے کا پہلا مرحلہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے ساتھ ختم ہوا۔ اور دوسرا مرحلہ بھی شروع ہو گیا ہے مسٹر بھٹو نے کہا کہ بھارت نے کبھی قیام پاکستان کو دل سے قبول نہیں کیا اور اس نے ہمیشہ یہ کہا کہ یہ ایک مصنوعی ریاست ہے جسے مذہبی عصبیت کی بنا پر وجود میں لایا گیا ہے۔ بھارتی لیڈر یہ کھلم کھلا کہتے رہے ہیں کہ وہ برصغیر کی تقسیم کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ملک کو مصائب سے نکالنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ لیکن مجھے یکے بعد دیگرے سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک کے پانچ ہزار مربع میل علاقے پر بھارت کا قبضہ تھا اور [illegible] نے ہمارے ۹۰ ہزار فوجیوں کو جنگی قیدی بنا رکھا تھا۔ لیکن میری حکومت نے ان مسائل کو [illegible] کیا، اس کے بعد لسانی فسادات ہوئے اور ملک کے کچھ حصوں میں [illegible] کی بڑی [illegible] - وزیر اعظم نے کہا کہ میں نے لاہور میں اپنے قیام کے دوران متعدد مذہبی اور سیاسی رہنماؤں سے بات چیت کی جسے خفیہ رکھا جائے گا۔ میں اس سلسلے میں صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ ان میں سے ایک رہنما نے بات چیت کے دوران مجھ سے کہا کہ اگر آپ اس مسئلہ کو فوراً حل کر دیں تو ہیرو بن جائیں گے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اس معاملے میں یک طرفہ فیصلہ کر کے میں ہیرو بننا پسند نہیں کروں گا۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ میں ڈکٹیٹر نہیں ہوں اور جمہوریت پر پختہ یقین رکھتا ہوں۔ اگر میں ڈکٹیٹر ہوتا تو عوام سے مشورہ کئے بغیر کئی اور فیصلے کر لیتا۔

میں احمدی مسئلہ کا ایک ایسا تصفیہ چاہتا ہوں جس کی بنیاد عدل و انصاف پر ہو اور اس کے لئے منتخب عوامی نمائندوں کے خیالات معلوم کرنا ضروری ہیں۔ چنانچہ میں اس معاملے کو قومی اسمبلی میں پیش کر کے ان کے خیالات معلوم کروں گا۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ ایک سچا مسلمان ہونے پر مجھے فخر ہے۔ اور ختم نبوت میرا ایمان ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ختم نبوت کو آئین میں شامل کیا گیا ہے۔ موجودہ آئین کے تحت وہ شخص پاکستان کا صدر یا وزیر اعظم نہیں ہو سکتا جو ختم نبوت پر یقین نہ رکھتا ہو۔ ان دونوں کو حلف اٹھاتے وقت کہنا پڑتا ہے کہ وہ ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں۔ وزیر اعظم نے کہا کہ موجودہ معاملہ پاکستان کے لوگوں کا معاملہ ہے لیکن بعض حلقے کہتے ہیں کہ اس معاملہ کو عوام پر نہ چھوڑا جائے۔ لیکن پاکستان پیپلز پارٹی اس بات پر پختہ یقین رکھتی ہے کہ عوام طاقت کا سرچشمہ ہیں، ہمارا جمہوریت پر یقین ہے اور اس معاملہ میں ہم عوام کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

مسٹر بھٹو نے کہا کہ میں ۱۹۷۱ء میں اقتدار سنبھالنے سے انکار کر سکتا تھا لیکن ملک کے استحکام اور سالمیت کی خاطر اس ذمہ داری کو قبول کیا۔ موجودہ حکومت نے نہایت خلوص اور فرض شناسی سے کام کیا۔ اس نے عوام کی خواہشات کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور قوم کو درپیش بہت سے بڑے بڑے مسائل کو حل کر دیا۔ موجودہ مسئلہ بھی پاکستان کے عوام کی خواہشات کے مطابق طے کیا جائے گا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ جو لوگ ہڑتال کرنے اور اشتعال انگیز تقریریں کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں وہ یہ سب کچھ کس کے خلاف کرنا چاہتے ہیں؟ اس مسئلہ کے حل کے لئے کسی دن یا تاریخ کا تعین ممکن نہیں ہے۔ وزیر اعظم نے متنبہ کیا کہ میں نے صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج کو تیار رہنے کا حکم دیدیا ہے

کیونکہ ہر شہری کی جان مال کی حفاظت کرنا خواہ اس کی ذات اور عقیدہ کچھ ہی کیوں نہ ہو حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ہر شہری کو پورا تحفظ دینا ہمارا قانونی اور انسانی فرض ہے، جس کی آئین میں بھی وضاحت دی گئی ہے۔

مسٹر بھٹو نے کہا کہ صرف میں ہی نہیں بلکہ پاکستان کے لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ پاکستان میں احمدیوں کے خلاف ہنگاموں میں بیرونی ہاتھ ہے۔ ہر شخص ان ہنگاموں کا بھارتی ایٹمی دھماکے افغانستان کے صدر داؤد کے دورہ ماسکو اور کابل میں ایک سرکاری مہمان کی حیثیت سے ایک سیاستدان کے قیام کے ساتھ تعلق قائم کر سکتا ہے، یہ تمام واقعات اتفاقی نہیں ہیں بلکہ سازشوں کے ایک سلسلہ کی کڑی ہیں، یہ سازشیں پاکستان کے استحکام اور سالمیت کے خلاف ہو رہی ہیں۔

وزیر اعظم نے کہا کہ ربوہ کے واقعہ کو ان تینوں واقعات سے الگ نہیں کیا جا سکتا جو حال ہی میں بھارت، ماسکو اور کابل میں پیش آئے ہیں۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ میں نے پوری دیانت داری کے ساتھ عوام پر صورت حال واضح کر دی ہے۔ اب یہ عوام کا کام ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری محسوس کریں۔ اگر وہ عام ہڑتال کی اپیل پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو میں انہیں نہیں روک سکتا۔ لیکن جو لوگ ہڑتال کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان پر یہ بات قطعی طور پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر انہوں نے تشدد کیا اور افراتفری پیدا کی تو میری حکومت اسے برداشت نہیں کرے گی۔ وزیر اعظم نے کہا کہ حکومت نے فوج کو حکم دیا ہے کہ وہ تیار رہے اور پاکستان کے شہریوں کی زندگیوں کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری پوری کرے۔ یہ ذمہ داری حکومت پر عوام کی جانب سے عائد ہوتی ہے اور وہ اپنی پوری قوت سے اسے پورا کرے گی۔ کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ کسی فرقہ کی جان و مال سے کھیلے جس کے افراد پاکستان کے شہری ہیں۔ حکومت کی نظروں میں پاکستان میں آباد چھوٹے فرقے مثلاً ہندو، پارسی، سکھ اور بدھ وغیرہ کو حفاظت کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی ضرورت پاکستان کے اکثریتی فرقے کو ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ جب تک حکومت احمدی مسئلہ پر کوئی فیصلہ نہ کر لے صبر و تحمل اور رواداری سے کام لیا جائے۔

وزیر اعظم نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ ویت نام کی جنگ کے دوران شمالی ویتنام کے لوگوں میں کتنی زیادہ تلخی اور نفرت تھی لیکن شمالی ویتنام کی فوجوں کی گولیوں کی زد میں آکر جو بھی امریکی ہواباز پیراشوٹ سے نیچے اترتا شمالی ویتنام کے لوگوں نے اسے ہلاک نہیں کیا نہ زد و کوب کیا نہ برا سلوک کیا بلکہ اس کا ہسپتال میں مناسب طریقہ پر علاج کیا گیا، اس قسم کی رواداری قابل تعریف ہے۔

مسٹر بھٹو نے کہا کہ اگر بدقسمتی سے بھارت اور پاکستان کی ایک اور جنگ چھڑ جائے اور بھارت ایٹم بم گرانے کے لئے ایک طیارہ پاکستان بھیجے اور اس کا ہوا باز اپنا کام مکمل کرنے میں ناکام رہنے کے بعد پیراشوٹ کے ذریعے اتر آئے تو پاکستان اسے ہلاک نہیں کرے گا۔ اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو شمالی ویتنام میں امریکی ہوابازوں کے ساتھ کیا گیا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ احمدی مسئلہ ایک مذہبی اور دینی مسئلہ ہے اسے فوراً حل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس کا فوری حل ممکن ہوتا تو میں اس طرح ریڈیو پر خطاب نہ کرتا لیکن مجھے افسوس اپوزیشن کے ان لیڈروں پر ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ اصول کا معاملہ ہے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ اگر وہ احمدیوں سے اتنی ہی نفرت کرتے ہیں تو اس قسم کا فیصلہ انہوں نے اس وقت کیوں نہیں کیا جب اقتدار ان کے پاس تھا۔ اس سلسلہ میں مسٹر بھٹو نے سیاستدانوں کے ایک طبقہ کی مثال پیش کی جو تقریباً ۹ ماہ تک صوبہ سرحد میں برسر اقتدار رہا۔ انہوں نے کہا کہ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے صوبہ سرحد کی اسمبلی میں اس مقصد کے لئے ایک قرارداد منظور نہیں کرائی۔ وزیر اعظم نے عوام سے اپیل کی کہ وہ شرپسندوں کے ہاتھوں میں نہ کھیلیں اور ان لوگوں کا آلہ کار نہ بنیں جو اس مسئلہ سے سیاسی فائدہ حاصل کرنا چاہ رہے ہیں۔ خود مختار قومی اسمبلی کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اس معاملے پر تفصیلی بحث کرے گی۔ اس لئے آپ اس فیصلہ کا انتظار کریں۔ یہ جمہوری فیصلہ ہوگا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد پاکستان کو جن بحرانوں کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر بھٹو نے اقتصادی بحران کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ بین الاقوامی صورت حال کی وجہ سے حکومت کو کرنسی کی قیمت میں کمی کرنی پڑی۔ جس کے نتیجہ میں ضروری اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوا۔ لیکن حکومت نے عوامی فلاحی مہم شروع کی اور دس ماہ کی مختصر مدت میں کم تنخواہ پانے والے ملازمین کو ۸۵ روپے کی امداد دی جس کی اس سے پہلے مثال نہیں ملتی۔ میٹرک تک تعلیم مفت کر دی گئی، لوگوں کو مزید طبی سہولتیں دی گئیں۔ گذشتہ سال تباہ کن سیلاب آئے۔ لیکن حکومت اور عوام کی متحدہ کوششوں سے ان کا مقابلہ کیا گیا۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ ملک شکر میں خود کفیل ہو چکا ہے۔ اور گندم میں بھی خود کفیل ہونے والا ہے۔ روئی اور چاول کی پیداوار بھی بڑھ رہی ہے اور دیہات کی زندگی نے نئی کروٹ لی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ پاکستان کے لوگوں کو اب تک کچھ مشکلات کا سامنا ہے۔ انہوں نے یقین دلایا کہ اگر ملک میں حقیقی امن قائم رکھا جائے تو عوام کے یہ مسائل حل کئے جا سکتے ہیں۔ (بشکریہ جنگ)

دس شرائطِ بیعت

اوّل: بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم: یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم: یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالےٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنا لے گا۔

چہارم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم: یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالےٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم: یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم: یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی کی زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم: یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے۔ اپنی خدا داد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم: یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلےٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

ــه حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

زکوٰۃ کا مہینہ

زکوٰۃ ہمارے ذمے اللہ تعالےٰ کا فریضہ ہے، اور علمائے دین نے رجب کا مہینہ اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ ہمارے احباب باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل آئندہ شمارہ میں پڑھیئے۔ اُمید ہے احباب بدستور سابق زکوٰۃ مرکز میں بھجوا کر ثواب دارین حاصل کریں گے۔

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور شاخ کراچی

کی تبلیغی، تربیتی، تنظیمی، مالی کارگذاری کا خلاصہ

(یکم دسمبر ۱۹۷۳ء تا ۳۰ مئی ۱۹۷۴ء)

۱۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کراچی کے عملہ (امور جو کہ تمام جماعت کی بہبودی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ مقامی مجالسِ منتظمہ کے مشورہ سے سرانجام دیئے جاتے ہیں)

۲۔ تمام امور کے بارے میں ایک واضح پروگرام متعین ہے۔ جس سے ہر ممبر باخبر ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بغیر کسی ناغہ کے ان فرائض کو سرانجام دیا جاتا ہے۔

۳۔ پروگرام اس رنگ میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ جس میں جماعت کراچی کے تمام مرد و زن، بچے، اپنے آپ کو برابر کے شریک محسوس کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ فرد کو اس کا احساس دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کریں۔

۴۔ کراچی کی آبادی اب ۵۰ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ اور ہر روز اس میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ اتنی پھیلی ہوئی آبادی ہے کہ ذرائع آمد و رفت دن بدن ناکافی ہو رہے ہیں۔ جماعت کے افراد اتنے پھیلے ہوئے ہیں کہ ان کا مرکز میں پہنچنا اور ہمارا پہنچنا ایک عظیم مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ لوگوں کی مصروفیات حد سے بڑھ گئی ہیں۔ ان ہی حالات کی وجہ سے صوبائی انتظامیہ یہ سوچ رہی ہے کہ کراچی کو تین ضلعوں میں تقسیم کر دیا جاوے۔ اور ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ کراچی میں رات دن کا امتیاز قریباً قریباً ختم ہوتا نظر آ رہا ہے۔

۵۔ احمدیہ مشن ہاؤس کراچی کے اوقات جماعت کے وسیع تر مفاد کے تحت اس طرح تقسیم کئے گئے ہیں۔ دن کا پہلا حصہ ظہر تک انفرادی ملاقاتوں۔ جماعتی کام۔ اور درس وغیرہ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اور ظہر سے لے کر مغرب تک باقاعدہ حاضری ہوتی ہے تاکہ اپنوں اور دوسرے لوگوں کو براتنے معلومات اور دوسرے متعلقہ امور میں سہولت رہے۔ یہ پروگرام بڑا سودمند اور خوشکن نتائج پیدا کرتا ہے۔

اندریں حالات اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جماعت کے کارکن اپنے فرائض کو کس طرح ادا کرتے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب چھ ماہ کی کارگذاری کا جائزہ لیا جاتا ہے تو شکر سے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ اس نے اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ ویسے کارکنوں کو اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کا اعتراف ہے، اور وہ دست بہ دعا ہیں کہ مولےٰ کریم ان کو آگے سے بڑھ کر خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ کارگذاری پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے بھائی ہم کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ کام کو تیز کرنے۔ یا کوئی اور دوست مشورہ دیں گے۔ تو کراچی کی جماعت شکریہ کے ساتھ اس کو قبول کرے گی۔ جزاک اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔

۱۔ خطبات جمعہ } کراچی کے ایک نہایت اعلےٰ مقام پر نہایت شاندار وسیع مسجد اللہ تعالیٰ کے فضل سے موجود ہے۔

خطبات میں مقامی حالات۔ حالاتِ حاضرہ۔ ہمارے فرائض۔ تربیت۔ ..... دعوت و ارشاد، اور دوسرے ضروری مسائل قرآن مجید کی روشنی میں بیان کئے جاتے ہیں۔ ہفتہ میں جماعت کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ اپنوں کے لئے ہر جمعہ میں دوسرے بھائی بھی بعض اوقات دور دور سے تشریف لا کر اس میں شامل ہوتے ہیں۔

۲۔ درسِ قرآن مجید } ا۔ ہر مہینہ کے پہلے ہفتے کا درس باری باری دوستوں کے گھروں میں دیا جاتا ہے۔ اس میں کچھ تعطل ہو گیا تھا۔ اب انشاء اللہ استقلال سے کیا جاوے گا۔

ب۔ ہر ہفتہ باقاعدگی سے عصر سے مغرب تک مسجد احمدیہ میں قرآن مجید کا درس دیا جاتا ہے۔

ج۔ ہر بدھ باقاعدگی سے عصر سے مغرب تک مسجد احمدیہ میں حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی کسی نہ کسی عربی کتاب کا ترجمہ سنایا جاتا ہے۔ استفتاء کا ترجمہ ختم ہو گیا ہے اب لجۃ النور شروع کی گئی ہے۔

۳۔ انفرادی } تربیت کے نقطہ نگاہ سے انفرادی درس بڑے ہی ممد ثابت ہو رہے ہیں۔ ہر ہفتہ بارہ درس مختلف گھروں میں دیئے جاتے ہیں۔ ان میں دوسرے دوست بھی شامل ہوتے ہیں۔

۴۔ رابطۂ احباب } کراچی میں سب سے مشکل کام رابطۂ احباب ہے۔ مجھے بعض ایسے احباب جو بیرون پاکستان سالہا سال گذار چکے ہیں ..... کہتے ہیں کہ کراچی میں آمد و رفت کی جو مشکلات ہیں وہ دنیا کے کسی حصہ میں نہیں ہیں لیکن ان حالات میں ہم نے کام کرنا ہے۔ اس عرصہ میں تیس مرتبہ وفود کی شکل میں یہ فریضہ سرانجام دیا گیا۔ ہر اتوار باقاعدگی سے بغیر کسی ناغہ کے رابطہ احباب کا کام جاری ہے۔ اور بعض خاص تقریبات میں اتوار کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی یہ کام جاری رہتا ہے۔

یہ ناشکر گذاری ہوگی اگر میں اس کا اعتراف اور دعا کی تحریک نہ کروں کہ اس رابطہ کے کام میں ہمارے مکرم بھائی محمد حسن خان صاحب کی کار معہ ڈرائیور ہمارے لئے ہر وقت موجود ہوتی ہے۔ اور آپ نہایت خندہ پیشانی سے اس خدمت کو بجا لاتے ہیں۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔ اس کمیٹی کے دوسرے دوست بھی خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ جو کراچی جیسی مصروف جگہ میں رہتے ہوئے ہر اتوار کئی کئی گھنٹے وقت کرتے ہیں۔ اور دین کے کام کے لئے ہمیشہ پابہ رکاب رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرما دے۔ وہ ہیں محترم ہدایت اللہ صاحب صدیقی اور محترم راجہ محمد بیدار صاحب۔

۵۔ دعوت و ارشاد } (۱) انفرادی طور پر اسّی احباب کو پیغام حق پہنچایا گیا۔ (۲) اجتماعی طور پر ۹ دفعہ معیّن و مخصوص مقامات پر بعض مسائل پر وقت مقرر کر کے تبادلہ خیالات کیا گیا۔

(۳) دو احمدی طالب علموں نے اپنے گیارہ دوستوں کو مدعو کیا۔ قرآن مجید کا درس اور احمدیت کا تعارف کرایا گیا۔ ایک مرتبہ کراچی یونیورسٹی میں سات طالب علموں میں قرآن مجید کا درس اور مسئلہ جہاد کی حقیقی تشریح کی گئی۔

(۴) نیز دو غیر ملکی افراد سے رابطہ قائم کیا گیا۔ ان کو لٹریچر دیا گیا۔ جماعت کا تعارف اور کارنامے اور جو کام کیا جا رہا ہے بتایا گیا۔

(۵) سات ایسی تقریبات میں شرکت کی گئی جس میں جماعت کو متعارف کرایا گیا۔

۶۔ تقسیم لٹریچر } (۱) تین سیٹ بیان القرآن کے معیّن زیرِ تبلیغ افراد میں تقسیم کئے گئے۔

(۲) ۲۵۰۔ اسلامی اصول کی فلاسفی معین افراد کو بذریعہ ڈاک ارسال کی گئی۔

(۳) ۲۰۰ کی تعداد میں ایک ٹریکٹ جو مقامی طور پر طبع کیا گیا بذریعہ ڈاک ارسال کیا گیا۔

(۴) ۱۵۰ ٹریکٹ و چھوٹی چھوٹی کتب دستی تقسیم کی گئیں۔

(۵) مرکز کی طرف سے آمدہ لٹریچر اکثر بذریعہ ڈاک تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۶) تبلیغی خطوط۔ ستّرہ تبلیغی خطوط کراچی و بیرون کراچی اور چار خطوط بیرون پاکستان لکھے گئے۔

۷۔ سلسلہ کے اخبارات و رسائل } حتی الممکنہ کوشش ہے کہ ہر گھر میں ہفت روزہ پیغام صلح۔ روحِ اسلام اور لائٹ باقاعدگی سے آئیں۔ اس عرصہ میں ایک معقول تعداد میں جاری کرا دیئے گئے۔

۸۔ ماہانہ چندہ } خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری چندہ کی وصولی نہایت ہی خوشکن۔ حوصلہ افزا اور قابلِ رشک ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ مرکز کی طرف سے جو دوسری تحریکیں ہوتی ہیں ان میں بھی من حیث الجماعت حصہ لیا جاتا ہے۔

۹۔ تنظیم خواتین } خواتین کی تنظیم گذشتہ سال سے قائم ہے۔ پہلے ان کا ہر ماہ کے پہلے منگل میں ماہانہ جلسہ ہوا کرتا تھا۔ اب بعض مشکلات کی وجہ سے ہر ماہ کے پہلے جمعہ کو مقرر کیا گیا ہے۔ اس تنظیم کی صدر محترمہ بیگم سعیدہ صاحبہ ایس احمد صاحب ہیں۔ اور سیکرٹری محترمہ اختر النساء صاحبہ ہیں جو اپنے فرائض

کو سرانجام دے رہی ہیں۔

۱۰۔ تنظیم شبان الاحمدیہ } یہ تنظیم بھی قائم کر دی گئی ہے۔ ابھی ابتداء کی حالت میں ہے۔ انفرادی طور پر تو جوانوں کو بیدار کیا جا رہا ہے۔ عزیزم زاہد حسن خان صاحب۔ اور عزیزم خواجہ خالد احمد صاحب خاص طور پر دلچسپی لے رہے ہیں۔ امید ہے یہ تنظیم بھی جلد اپنے کام کو شروع کر دے گی۔ مختلف حلقوں میں ان کا تعارف کرایا جا رہا ہے۔

۱۱۔ جلسے } (۱) سالانہ جلسہ: ۱۹ تا ۲۱ اپریل ۱۹۷۴ء کو کراچی میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ محترم صاحبزادہ عبدالمنان عمر صاحب ایم۔اے۔ محترم چوہدری فضل حق صاحب۔ محترم برادرم مرزا محمد سلیم صاحب اختر۔ مبلغ اسلام مرکز سے کراچی تشریف لائے۔ جلسہ نہایت کامیاب ہوا۔ ایک خاصی تعداد میں جماعت ربوہ اور دوسرے مسلمان بھائی اس میں شریک ہوئے۔ مقامی جماعت نے عصرانہ وکھانا سب احباب کی خدمت میں پیش کیا۔

جلسہ کے ایام میں ایک خاص پروگرام دو سال سے جاری ہے۔ فارغ اوقات میں مختلف مکاتیب فکر کے قابلِ ذکر احباب سے جن سے دورانِ سال تعارف ہوتا ہے۔ ان سے ملاقاتیں کی جاتی ہیں۔ گذشتہ مرتبہ بھی محترم صاحبزادہ عبدالمنان عمر صاحب ایم۔اے اور خاکسار یہ ملاقاتیں کرتے رہے۔ اس دفعہ بھی یہ پروگرام نہایت خوبی سے سرانجام دیا گیا۔ اخبار کے صفحات اس تفصیل کے متحمل نہیں۔ ان ملاقاتوں کا بہت ہی اچھا اثر ہوتا ہے۔ امسال بھی محترم محمد حسن خان صاحب اور محترم چوہدری فاروق انور صاحب کی کاریں ہمارے لئے وقف رہیں۔ جزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ ان دونوں بھائیوں کو جب بھی کہا گیا انہوں نے نہایت ہی بشاشت اور خندہ پیشانی سے یہ خدمت سرانجام دی۔ شکریہ

(۲) سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ماہ ربیع الاول کے شروع سے لے کر مسلسل آٹھ خطبے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم۔ اخلاق۔ قوتِ قدسیہ سوانح حیات۔ ارشادات واحکامات کی روشنی میں دیئے گئے۔ یہ سلسلہ احباب نے بڑا ہی پسند کیا۔

(۳) جلسہ یوم مسیح موعودؑ: ۲۶ مئی ۱۹۷۴ء کو یہ جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس میں محترم راجہ محمد بیدار صاحب (۲) محترم شیخ عبدالحق صاحب۔ (۳) محترم میاں رحیم بخش صاحب نے نہایت بصیرت افروز تقریریں فرمائیں۔ انشاء اللہ میں خطبات میں حضرت مسیح موعودؑ کا دعوٰے۔ مشن۔ احیاء اسلام اور آپ کے کارنامے بیان کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ وباللہ التوفیق!

متفرق خدمات } (۱) جنوبی امریکہ سے احمدی احباب وفد کی صورت میں جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کے لئے تشریف لائے۔ یہ ہمارے بھائی اور بہنیں ۱۲/۷۴-۵ سے ۱۲/۷۴-۷ تک تین قافلوں کی شکل میں کراچی میں آئے۔ اتنے آدمیوں کا باہر سے آنا۔ کراچی میں پانچ دن ٹھہرنا۔ ان کا مناسب رنگ میں پروگرام تجویز کرنا۔ ان کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانا۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے کراچی میں ان کا جیسا اعزاز کیا گیا ہے۔ اس کی رپورٹ پیغام صلح میں شائع ہو چکی ہے (اعادہ کی ضرورت نہیں)۔ ہر ایک نے تحسین کے رنگ میں کراچی والوں کی خدمت کا ذکر کیا ہے۔ ان کے قیام کے دوران مرکزی خرچ کے علاوہ مقامی جماعت و افراد نے تین ہزار سے زاید روپیہ ان کی مہمان نوازی پر صرف کیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(۲) تھائی لینڈ سے قریشی ابراہیم صاحب تشریف لائے۔ ان کا ایرپورٹ پر استقبال کیا گیا۔ کراچی میں ان کی ہر رنگ میں مدد کی گئی۔ یہ نہایت مخلص دوست ہیں۔ انہوں نے تھائی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے۔ ان کے اعزاز میں محترم برادرم حسن خان صاحب نے پہلے ایک عصرانہ ترتیب دیا تھا۔ لیکن ایک غلط فہمی کی وجہ سے آپ شامل نہ ہو سکے۔ ان کو ایک دن فی الفور طور پر واپس جانا پڑا۔ تھائی لینڈ پہنچکر انہوں نے جماعت کو شکریہ کا خط تحریر کیا۔

(۳) کراچی آنے والے اور باہر جانے والوں کی ہر ممکنہ مدد کی جاتی ہے۔

ہمارا پروگرام: اس وقت مندرجہ ذیل امور ہمارے پیش نظر ہیں۔ اور بڑا فکر ہے کہ کیا پروگرام تجویز ہو جائے جن پر چل کر ہم کامیاب ہو جائیں۔ بہرحال مختلف صورتوں پر غور کر رہے ہیں۔

(۱) نئی نسل کی تعلیم و تربیت کا ٹھوس اور موثر انتظام۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بزرگ بے بس ہیں الا ماشاء اللہ

(۲) ترقی جماعت کے مزید ذرائع۔

(۳) سلسلہ کے بارے میں غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے۔ ماہانہ مذاکرہ۔ اشتہارات انفرادی ملاقاتیں اور چھوٹے پیمانے پر مجالس منعقد کر کے اصل حالات و واقعات ان کو بتائے جائیں۔

(۴) اخوت و مودت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ ایسے پروگرام بنائے جا رہے ہیں اجلاس بنائے جائیں تو نؤمن ... کی کیفیت۔ اور دل کی بات والا رنگ پیدا کرے اور انما المؤمنون اخوۃ کا نظارہ دیکھنے کی تڑپ ہے وما ذالک علی اللہ بعید

(۵) قربانی: اس میں مالی قربانی۔ وقت کی قربانی۔ نئی نسل میں خاص طور پر ذمہ داری کا احساس۔ علم کو حاصل کرنے کا ولولہ و جوش۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی مظاہرہ۔ ظاہری سیرت و کردار۔ جب تک ہم سب اس کیفیت کو اپنے اندر اور اپنے عزیز و اقارب میں پیدا نہیں کریں گے۔ اس وقت تک ہماری منزل ہم سے دور سے دور ہوتی جائے گی۔

(۶) رشتہ ناطہ: ایک عالمگیر شکایت ہے۔ کہ مربوط انتظام بھی نہیں۔ بہت سارے بھائی اور بہنیں فکر مند ہیں۔ روشنی کی کرن نظر نہیں آتی۔ لیکن خدا سے [illegible] سے مایوس بھی نہیں۔

جماعت کراچی کے جملہ افراد و کارکن اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ ان امور کی سرانجام دہی میں خاطر خواہ ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکے۔ ہم ادب سے اپنے بزرگوں کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں۔ آپ بھی غور فرمائیں شاید آپ کے ماحول میں بھی کچھ ایسی ہی کیفیت نہ ہو پیدا ہو رہی ہو۔ آپ سر جوڑ کر بیٹھیں سب پروگراموں سے بڑھ کر اس کو اولیت و فوقیت دیں۔ عمارت کی ٹیپ ٹاپ کی ضرورت نہیں بلکہ اب تو بنیادوں کو مضبوط اور ان کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ باقی سب امور ثانوی درجہ رکھتے ہیں۔

اب اگر ہم نے سستی کی۔ اس کو نظر انداز کر دیا یا دوسرے مسائل کو حل کرتے رہے۔ عزیز و بزرگو۔ اس کا انجام تاریخ کے صفحات میں بطور مثال و عبرت پہلے سے مذکور ہے۔ جو اپنے آپ کو دہراتا ہے جھٹلاتا نہیں۔

خدا تعالےٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے اور اپنے فرائض کو صحیح طور پر سرانجام دینے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار طالب دعا۔ مرزا محمد لطیف۔ مولوی فاضل۔ شاہد۔ مبلغ اسلام

ایورگرین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش
ایڈیٹر: غلام نبی مسلم ایم۔اے

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ ۱۰۔۱۷۔۲۴ جولائی ۳۱ء ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۸۔۲۹۔۳۰

چٹ

جلد ۶۱ | چہارشنبہ - ۱۱/۱۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۹۴ھ ۳۱ جولائی / ۷ اگست سنہ ۱۹۷۴ء | نمبر ۳۱-۳۲

دعوئے محدثیت پر حضرت مرزا صاحب کی ایک فیصلہ کن تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو مباحثہ لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے درمیان چند روز سے بابت مسئلہ دعوئے نبوت مندرجہ کتب مرزا صاحب کے ہو رہا تھا۔ آج مولوی صاحب کی طرف سے تیسرا پرچہ جواب الجواب کے جواب میں لکھا جا رہا تھا۔ اثنائے تحریر میں مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل کے بیان کرنے پر جلسہ عام میں فیصلہ ہو گیا جو عبارت درج ذیل ہے۔ المرقوم ۳ر فروری سنہ ۱۸۹۲ء مطابق ۳ر رجب سنہ ۱۳۰۹ھ۔

العبد	العبد	العبد
برکت علی وکیل چیف کورٹ پنجاب	محی الدین المعروف صوفی	خاکسار کریم بخش

العبد	العبد	العبد	العبد
فضل الدین	رحیم اللہ	ابو یوسف محمد مبارک علی	حبیب اللہ

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النبیین

امابعد تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح المرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں۔ کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رُو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا و کلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوےٰ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں۔ اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالےٰ جلشانہٗ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متکلم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فی من قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر۔

صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۴ باب مناقب عمرؓ۔

تو پھر مجھے اپنے تمام مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے۔ کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں اور نیز عنقریب یہ عاجز ایک رسالہ مستقل نکالنے والا ہے۔ جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط سے تشریح کی جائے گی۔ جو میری کتابوں کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقیدہ اہل سنت والجماعت خیال کرتے ہیں [illegible] انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب ان اوہام کے ازالہ کے لئے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھ دوں گا۔ اور مطابق اہل سنت والجماعت کے بیان کر دوں گا۔ (راقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی) مؤلف رسالہ توضیح المرام ازالہ اوہام۔ ۳ر فروری سنہ ۱۸۹۲ء۔ محمدی پریس۔ لاہور۔

وفات سے دو سال قبل بیعت کرنے والوں کو نصیحت

ان عقائد کا پابند ہونا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق اور قرآن شریف من جانب اللہ کتاب اور جامع الکتاب ہے۔ کوئی نئی شریعت اب نہیں آ سکتی اور نہ کوئی نیا رسول آ سکتا ہے۔ مگر ولایت اور امامت اور خلافت کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں۔ اور جس قدر مہدی دنیا میں آئے یا آئیں گے ان کا شمار خاص اللہ جلشانہٗ کو معلوم ہے۔ وحی رسالت ختم ہو گئی۔ مگر ولایت و امامت خلافت کبھی ختم نہیں ہوگی۔ یہ سلسلہ آئمہ راشدین اور خلفاء ربانیین کا کبھی بند نہیں ہوگا۔ گزشتہ لوگوں سے بجز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع فضائل و کمالات میں بے مثل نہیں کر سکتے اور ممکن نہیں کہ کسی کمال نوع کی خدمت گذاری میں آئندہ اس سے بہتر پیدا ہوں جو کسی فضیلت کے لحاظ سے بعض لوگ بے مثل ٹھہر سکتے ہیں جیسے صحابہ اور اہل بیت کی وہ فضیلت

ابصار و افکار

(ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم)

ابتلاؤں میں وفا اور استقامت

اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے۔ کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں، کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں۔ کروڑ ہو۔ ابتلاؤں کے میدان اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

آں نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من

آں منم کاندر میان خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا۔ تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم۔ کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ درپیش ہیں۔ جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پَیر ہیں۔ وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے، نہ لوگوں کے سب و شتم سے، نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے، اور جو میرے نہیں، وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے۔ ان کا پچھلا حال ان کے پہلے حال سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں۔ وہ جدا ہو جائیں۔ ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ قطع تعلق کے بعد پھر کسی وقت جھکیں۔ تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی۔ جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں۔ کیونکہ ...... غداری کا داغ .... بہت ہی بڑا داغ ہے۔ (انوار الاسلام)

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے

پر یہی ہیں دوستو اس یار کے پانے کے دن

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی

آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے

اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دُنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو

دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو۔ کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو۔ جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے۔ اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے .... تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو۔ اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرو۔ تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو۔ اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا .... وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے۔ وہ آگ سے نجات دیا جائے گا۔ وہ جو اس کے لئے روتا ہے۔ وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا سے توڑتا ہے۔ وہ اس کو ملے گا۔ تم سچے دل اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو۔ تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم اپنے ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو۔ تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ۔ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے۔ سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو۔ تا وہ یہ بلائیں تم سے دور رکھے۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی۔ جب تک آسمان سے حکم نہ ہو۔ اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے۔ کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو ...... آخر وہی ہوگا۔ جو خدا کا ارادہ ہوگا۔ اگر کوئی طاقت رکھے۔ تو توکل کا مقام ۴۴

۴۴ ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔" (کشتی نوح)

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

وقتِ دُعا ہے

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں - جز دُعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

انفرادی اور قومی رنگ میں انسان پر بعض ایسی گھڑیاں آجاتی ہیں۔ جہاں نہ صرف اس کی سعی و جہد کے لئے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کی عقل و علم بھی عاجز و بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ وقت ایسا ہوتا ہے۔ جسے اضطرار کے لمحات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور قرآن حمید کے مطابق امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السّوء کون ہے، جو مضطرب دل کی پکار کو سن کر اس کے دکھوں کو دور کرتا ہے، کا مصداق ہوتا ہے۔ ایسے لمحات میں قلب مضطر سے نکلی ہوئی دعائیں اور التجائیں اگر بارگاہ ایزدی میں شرفِ قبولیت حاصل کر لیں۔ تو نہ صرف اندھیروں کے بادل پھٹ جاتے ہیں۔ بلکہ مصائب و آلام کے پہاڑ بھی ھباءً منثوراً ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات قادر و توانا ایسے ایسے اسباب و ذرائع کو حرکت میں لے آتی ہے، جس کا انسان کو وہم و گمان نہیں ہوتا۔ ایسے وقتوں میں بندۂ تسلیم و رضا کی التجاؤں کے جواب میں خداوند عالم الغیب اس مصیبت سے نجات کی خوشخبری بھی بطور پیشگوئی فاستجبنا لہ فکشفنا ما بہ من ضر کے الفاظ میں دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نہاں در نہاں اور ماوراء الغیب زندہ ہستی کا یہی ایک قطعی ثبوت ہے اور یہی اس کی ذات پر ایمان کا فائدہ ہے۔

احباب سے درخواستِ دُعا

اس وقت بھی پاکستان اندرونی اور بیرونی مصائب میں گھرا ہوا ہے۔ نیز اپنی جماعت پر جو ابتلاء آیا ہے یہ بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے نرالا اور ازحد تکلیف دہ ہے۔ اور دلوں سے یہ پکار اٹھ رہی ہے ...... متیٰ نصر اللہ۔ کہ خدا کی نصرت کب آئے گی احباب جماعت پر انفرادی طور پر نیز جماعت کے بعض مراکز میں حتیٰ کہ مساجد کے بارہ میں بھی جو کچھ واقعات رونما ہوئے ہیں وہ ازحد دلخراش اور تڑپا دینے والے ہیں۔

جب تک غلبۂ اسلام پر ایمان اور اتحاد المسلمین کی تحریکیں غالب رہیں کسی دشمن کو ہم پر غلبہ پانے کا خواب دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ جب سے ان ستونوں میں ضعف آیا ہے۔ تب سے پاکستان کمزور ہوا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ ابتدائے ۱۹۱۴ء سے ہی یہ دو خصوصیات غلبۂ اسلام پر یقین اور وحدت کلمہ گویان اس جماعت کا ماٹو بنی رہی ہیں۔ اور صرف اسی ایک جماعت نے مسلمانوں کو ان کی طرف دعوتِ حق دی۔ جن پر پاکستان کی مملکت کی بنا پڑی۔

اس وقت نہ صرف پاکستان کی حفاظت کا سوال اہم ہو چکا ہے۔ بلکہ اس جماعت کے ذرائع تبلیغ و اشاعتِ دین پر ابتلاء آنے کا احتمال پیدا ہو گیا ہے۔ یہی وہ وقت ہے جب ہمارے قلوب میں ان دونوں وجوہ کے پیشِ نظر بارگاہِ الٰہی کے حضور استمداد کرنے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہم مسلمان بڑے قصوروار ہیں۔ ہم نے اپنے دین کی عملی باتوں کو پسِ پشت پھینک دیا ہے۔ اس لئے اشد ترین ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے قصوروں سے توبہ کر کے آئندہ اصلاح یافتہ زندگی بسر کریں اور دردِ دل سے بارگاہ رب العزت میں گڑگڑائیں کہ خدایا! ہماری دلی سے غفلتوں، غداریوں اور شرمناک روگردانیوں کو معاف فرما۔ ہمیں من حیث القوم توفیق دے کہ ہم تیری رضا کی راہوں پر قدم مارنے والے ہوں۔ اور دشمنانِ اسلام و پاکستان کے ناپاک منصوبوں کو اے خدا! تو ہی اپنی قدرت سے ناکام کر۔ اے خدا!! یہ واحد جماعت اس وقت جو ان دو اصولوں کی تبلیغ کے لئے وقف ہو چکی ہے اعلائے کلمۃ الاسلام یعنی غلبۂ دین اسلام اور کلمہ طیبہ کے پرستاروں کی وحدت و اتحاد کی داعی ہے۔ اس جماعت کی کوششوں میں برکت ڈال اور اس کے ذرائع تبلیغ میں اضافہ فرما۔ تا تیرے دین اور تیرے رسول کی امت کی بہتری و بہبود کے سامان پیدا ہوں۔ رات کے آخری حصہ میں نماز تہجد میں پورے انشراح صدر اور مکمل یقین و صمیم قلب سے احباب دعاؤں میں ۴۴

۴۴ مشغول ہو جائیں۔ کچھ عجب نہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور ہم قصورواروں کی یہ سچی تڑپ شرفِ قبولیت حاصل کرے۔

جناب پرویز صاحب کے "ایک پُرفریب نعرہ" کی حقیقت

[محترم غلام احمد پرویز صاحب، صاحب فکر و نظر ہیں تاہم آپ نے "مولویانِ کرام" سے متاثر ہو کر گزشتہ دنوں نوائے وقت میں "ایک پُرفریب نعرہ" شائع کر دیا جس کا مختصر سا جواب موصوف کی خدمت میں بھیجا جا چکا ہے، تاکہ جناب "طلوع اسلام" کی قریبی اشاعت میں اپنے مضمون کے ساتھ شائع فرمائیں، اور قارئین طلوع اسلام تصویر کے دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر کسی نتیجہ کسی پر پہنچیں۔ ذیل میں ہم اس خط کی نقل نذر قارئین کرتے ہیں تاکہ پیغام صلح کے پڑھنے والے بھی محظوظ ہو سکیں۔ جناب پرویز کی خاطر مضمون نقل کرتے وقت کہیں کہیں الفاظ و افکار میں تبدیلی کی گئی تھی، مگر مفہوم و استدلال میں فرق نہیں ۔ مدیر]

محترم پرویز صاحب! آپ نے "نوائے وقت" میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے خلاف "الزام تراشیوں" کی مہم میں شرکت فرما کر اپنے بلند مقام کو ملحوظ نہیں رکھا۔ "نوائے وقت" میں لکھنے والوں میں سے شاید ہی کسی نے حضرت مرزا صاحب کی کوئی کتاب پڑھی ہو، گو آپ سے متعلق یہ بدگمانی تو نہیں کی جا سکتی تاہم آپ نے جلد بازی سے کام لے کر غلط نتائج اخذ کئے ہیں جس سے علم و دین کی کوئی خدمت نہیں ہوئی۔ میں آپ کی توجہ ان کوتاہیوں کی طرف مبذول کرانے کی جرأت کر رہا ہوں جو زیرِ نظر مضمون میں آپ سے سرزد ہوئی ہیں۔

اپنے مضمون میں آپ نے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو دو زمانوں پر تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ طویل زمانہ جس میں آپ خاتم النبیین کے معنی معروف مفہوم میں آخری نبی کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ وحی رسالت کو منقطع سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو محدث اور مجدد کہتے تھے۔ دوسرا وہ مختصر زمانہ جس میں آپ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا، خاتم النبیین کے معنے بدل ڈالے اور وحی رسالت و نبوت کا سلسلہ جاری بتایا وغیرہ وغیرہ۔

(۱) آپ نے "کشتی نوح" ص۵۶ کا حوالہ دے کر یہ تاثر دیا ہے کہ اس کتاب میں مرزا صاحب نے علانیہ اپنے آپ کو رسول قرار دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کشتی نوح کو بہ تمام و کمال نہیں پڑھا۔ پھر جو حوالہ آپ نے درج فرمایا ہے وہ ادھورا ہے۔ اور اس سے نتیجہ بھی غلط نکالا ہے۔ میں وہی تحریر چند ابتدائی فقرات کے اضافہ کے ساتھ درج کرتا ہوں، ذرا توجہ فرمایئے:۔

"تو آپ سوچو کہ کیا مرتبہ ہے اس پاک رسول کا جس کی غلامی کی طرف میں منسوب کیا گیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، اس جگہ کوئی حسد اور رشک پیش نہیں کیا جاتا۔ خدا جو چاہے کرے جو اس کے ارادہ کے مخالفت کرتا ہے، وہ صرف اپنے مقاصد میں نامراد ہی نہیں بلکہ مر کر جہنم کی راہ لیتا ہے۔ ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے عاجز مخلوق کو خدا بنایا۔ ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے سب نوروں میں آخری نور ہوں، بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (کشتی نوح ص۵۶)

اسی کتاب کے ص۵۷ پر لکھا ہے:۔

"ہمارے نبی صلعم کی انسانیت اس قدر زبردست ہے کہ روح القدس کو بھی انسانیت کی طرف کھینچ لائی پس تم ایسے برگزیدہ نبی کے تابع ہو کر کیوں ہمت ہارتے ہو، تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی تمہارے صدق و صفا سے حیران ہو جائیں۔"

اب آپ کی پیش کردہ تحریر سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی یا آخری نبی مانتے تھے۔ (۱) اس عبارت میں تین ہستیوں کا ذکر ہے "ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک عاجز مخلوق کو خدا بنایا" یہاں ہلاک ہونے والے عیسائی ہیں، جن کا ذکر مضمون میں پہلا آ رہا ہے۔ اور عاجز مخلوق سے مراد حضرت عیسےٰ ہیں۔ (۲) ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا" یہاں برگزیدہ رسول سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور برگزیدہ (مصطفیٰ) کا لفظ اس حقیقت کی مزید تائید کرتا ہے یہی لفظ ص۵۷ پر ہے مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ یہاں مجھے سے مراد خود مرزا صاحب ہیں۔ پھر میں آپ کو دو الفاظ "ہلاک" اور "مبارک" کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ پہلے دو رجالِ عظیم چونکہ زمرۂ انبیاء سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کے مخالفین کے لئے "ہلاک ہو گئے" کے الفاظ لکھے اور اپنے ماننے والے کے لئے "مبارک" کا لفظ لکھا، کیونکہ غیر نبی ولی اللہ کے قرب اور صحبت سے نیکی و ہدایت کی شکل میں برکات تو ملتی ہیں۔ لیکن محض نہ ماننے سے ہلاکت کا سامنا نہیں ہوتا۔ آپ اگر اس رعایت لفظی کو ملحوظ رکھتے تو شاید غلط فہمی نہ ہوتی۔ پھر اسی کتاب کے ص۱۳ پر حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے:۔

"نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن کریم، اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو"

آپ صاحب فہم و ذکا ہیں۔ آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ محولہ بالا الفاظ جناب کے نتیجہ سے مؤید نہیں اور نہ ہی ان الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب معروف معنوں میں ختم نبوت کے قائل نہ تھے۔ اور جن معنوں میں اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن، پر ایمان رکھتے تھے انہی معنوں میں "تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" کے معتقد تھے۔ پس آپ نہ ختم نبوت کے منکر تھے، نہ مدعی نبوت تھے، نہ قرآن کے بعد کسی وحی نبوت و رسالت پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اور نہ ہی انبیاء کی طرح اپنے نہ ماننے والوں کو ہلاک شدہ مانتے تھے۔"

"مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا" کے بعد مندرجہ الفاظ بالخصوص آپ کی نظر میں قابلِ اعتراض نہیں ہوں گے، ہر عالمِ دین جب اشاعت دین کا وظیفہ اختیار کرتا ہے تو اس یقین کے ساتھ کرتا ہے کہ وہ راستی پر ہے۔ اور قوم کی فلاح و بہبود کا انحصار اس کی پیش کردہ تعلیمات پر ہے۔ خود اپنے آپ کو دیکھئے، آپ نے ایک نئے رنگ میں قرآن کی تفسیر و تشریح کی ہے۔ اور اپنے مخالفوں کی پُر زور تردید بھی کرتے ہیں۔ یقیناً آپ اس یقین کے ساتھ کام کر رہے ہیں کہ آپ حق پر ہیں اور مسلمانوں کی نجات آپ کے پیش کردہ فلسفۂ اسلام پر ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر آپ اس وثوق کے ساتھ کام نہ کریں تو آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور اگر کوئی شخص ساتھ ہی یہ بھی یقین رکھے کہ اس کی پشت پر تائید ایزدی بھی ہے تو وہ اور بھی زیادہ یقین کا مستحق ہے۔ پس اگر مرزا صاحب نے اپنے مشن کو یقین کامل کے ساتھ پیش کیا تو یہ آخری نبی ہونے کا دعویٰ نہیں۔ محض اپنی صداقت پر یقینِ کامل کا اظہار ہے اور اس میں آپ منفرد نہیں ہر صاحب عزیمت آپ کا ہم نوا ہے۔

۲۔ اب آپ حقیقۃ الوحی ص۲۷ کی عبارت کو لیجئے، اگر آپ نے حقیقۃ الوحی کو بالالتزام پڑھا ہوتا تو آپ یقیناً مختلف نتیجے پر پہنچتے اور محض یہ ایک کتاب کشف غطا کے لئے کافی ہوتی۔ آپ نے ص۲۷ کے بعض الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں لغزش کھائی ہے۔ آپ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب پہلے تو خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کرتے رہے اور اب حقیقۃ الوحی میں آپ نے اس کے معنی "ایسا نبی جس کی مہر سے آیندہ نبی بنا کریں گے" کئے ہیں۔

یاد رہے کہ حضرت مرزا صاحب دوسرے مسلمانوں کی طرح اس بات کے قائل تھے اور آخری وقت تک قائل رہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے آخری فرد ہیں۔ آپ کی ذات کے ساتھ وحی نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی، اور اب قیامت تک آپ کے بعد قرآن کی اصطلاح کے مطابق کوئی نبی نہیں آئے گا، لیکن مسلمان مولویوں میں یہ خیال پایا جاتا تھا کہ اب اس اُمت میں ہر قسم کی وحی و الہام کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پہلی امتوں میں غیر انبیاء سے کلام کرتا رہا، اور مرزا صاحب اس امر کے قائل تھے کہ ختم نبوت کا یہ مفہوم نہیں کہ اب اللہ تعالیٰ اس اُمت کے کامل متبعین سے ہم کلام نہیں ہو گا۔ بالخصوص جب کہ قرآن میں انسانی ارتقاء اور ترقی کی اکمل تعلیم پائی جاتی ہے، اور آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ طالبانِ حق کے لئے کامل نمونہ ہے اور یہ خصوصیت اب اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس کی کامل پیروی سے انسان کامل پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کمالات میں ایک کمال اللہ تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا ہے جو کامل اُمتی کو ملتا ہے جس سے اس کے یقین اور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے

اور جناب کے "شاہکار رسالت" سے متعلق ارشاد نبویؐ ہے کہ اگر میری امت میں خدا کسی غیر نبی سے ہم کلام ہوتا ہے، تو وہ عمرؓ ہے۔ یہ سلسلہ ہمکلامی اُمم سابقہ میں تھا اور اُمتِ محمدیہ اس انعام کی سب سے زیادہ مستحق ہے ورنہ ختم نبوت کا مفہوم یہاں بھی وہی تھا جو آپ کی پہلی تحریروں میں تھا :—

"مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں۔ کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو، اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔"
(صفحہ نمبر ۲۸)

اسی کتاب کے صفحہ ۳۹۰ پر لکھتے ہیں :—

"اور پھر ایک نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر افتراء ہے، بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن شریف کی رُو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعویٰ —

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سُن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے —

مسیح ناصریؑ کے دوبارہ نزول کی مخالفت کرتے ہوئے لکھا :

"بے شک حدیثوں میں مسیح موعود کے ساتھ نبی کا نام موجود ہے۔ مگر ساتھ اس کے امتی کا نام بھی تو موجود ہے، اور اگر موجود نہ بھی ہوتا تو مفاسد مذکورہ بالا (آپ کی ختم نبوت کو توڑنا اور فضیلت خاتم الانبیاء کو چھیننا۔ ناقل) پر نظر کر کے ماننا پڑتا کہ ہرگز ایسا ہو نہیں سکتا کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختم نبوت کے منافی ہے۔" (ص ۳۰)

"اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔ اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کھڑا ہو کر نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔ سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں ولکل ان یصطلح۔" (ص ۶۸)

"اور (یہ مدعی الہام و مجددیت۔ ناقل) کہتا ہے کہ اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں — جو پہلے صحیفوں میں گذر چکی ہے۔ بلکہ یہ ایک درجہ ہے جو ہمارے نبی خیر الورےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر کسی کو نہیں ملتا اور ہر ایک شخص جس کو یہ درجہ حاصل ہو اس شخص سے اللہ تعالےٰ کثرت اور نہایت صفائی سے کلام کرتا ہے۔"
(عربی ضمیمہ الاستفتاء ص ۱۱)

"والنبوة قد انقطعت بعد نبينا صلى الله عليه وسلم وما عنى من نبوتي الا كثرة المكالمة والمخاطبة ولعنة الله على من أراد فوق ذالك ..... وان رسولنا خاتم النبيين وعليه انقطعت سلسلة المرسلين ...... سميت نبيًا من الله على طريق المجاز لا على وجه الحقيقة۔"
(ایضاً صفحہ ۶۴)

میں مزید حوالوں کو ترک کرتا ہوں، ان ہی چند حوالوں پر غور کیجئے، یہ سب جناب کے مزعومہ تبدیلی دعوےٰ کے بعد کے ہیں۔ ان سے چند امور واضح ہیں :—

(۱) وہ نبوت جس کا ذکر قرآن حکیم اور پہلی آسمانی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ وہ اب باقی نہیں رہی اور مرزا صاحب کی نبوت اس نوع سے تعلق نہیں رکھتی جس کا ذکر کتاب اللہ میں ملتا ہے۔ گویا کہ یہ نبوت تھی ہی نہیں۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی نبوت، رسالت اور انبیاء کا سلسلہ کٹ گیا اور مرزا صاحب ان کے زمرے میں شامل نہیں اس لئے نہ آپ پر ایمان لانا

اسلامی معتقدات میں شامل ہے اور نہ ہی آپ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص اسلام سے خارج ہوتا ہے۔

(۳) مستقل نبوت یعنی جو قرآن میں بیان کردہ انبیاء کی نبوت ہے وہ ختم ہو چکی ہے۔ مرزا صاحب کی "نبوت" ایک فیض ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کی صورت میں ملتا ہے اور اس قسم کی ظلی نبوت اس اُمت میں ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے۔ جس حقیقت کا نام اُمت میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ تھا، حضرت مرزا صاحب نے اس کا نام ایک خاص مصلحتِ دینی کے ماتحت "ظلی نبوت" لکھا اور اس اختلاف وضاحت کو لفظی نزاع قرار دیا اور اپنی نبوت کو ایک نئی اصطلاح قرار دیا، جو قرآنی اصطلاح نبوت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ لیکن برا ہو عداوت کا کہ اب علماء نے مجاز اور حقیقت کو بھی ہم معنی قرار دے لیا ہے اور مرزا صاحب کے الفاظ "انقطاع نبوت" کے معنی اجرائے نبوت قرار دیئے ہیں۔

یہ کہ آپ ختم نبوت کو معروف معنوں میں مانتے تھے، لیکن ختم نبوت کو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا قاطع نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کی آخری سالوں کی ایک دوسری تحریر سے بھی عیاں ہے آپ لکھتے ہیں :—

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے۔ بلکہ حقیقی آدم وہی تھے، جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے، اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں، اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی، اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔ اور چونکہ آپ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم تھے، اس لئے آپ کی شریعت صفات جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی، اور آپ کے دو نام محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے ہیں۔" (لیکچر اسلام سیالکوٹ ص ۶ ۱۹۰۴ء)

اگر آپ حقیقۃ الوحی کے ان ہی صفحات کو غور سے دیکھتے تو آپ پر عیاں ہو جاتا کہ مرزا صاحب نے "مہر" کا لفظ "انقطاع نبوت" کے لئے استعمال کیا ہے اجرائے نبوت کے لئے نہیں، ذیل کے حوالجات دیکھئے :

"کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اسلام کے لئے یہ مصیبت کا دن بھی باقی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی بھی آئے گا، کہ جو مستقل نبوت کی وجہ سے آپ کی ختم نبوت کی مہر توڑ دے گا۔ اور آپ کی فضیلت خاتم الانبیاء ہونے کی چھین لے گا۔" (ص ۲۹)

"قدرت حق کی تجلی بھی اس (حضرت عیسیٰؑ۔ ناقل) کے مذہب میں اسی حد تک محدود رہی جس قدر ان کی ہمت تھی اور (بنی اسرائیل میں۔ ناقل) آئندہ الہام و وحی پر مہر لگ گئی۔" (ص ۲۷)

"اب عیسائی قوم دوگونہ بدقسمتی میں مبتلا ہے، ایک قرآن کو خدا تعالےٰ کی طرف سے بذریعہ وحی و الہام مدد نہیں مل سکتی کیونکہ الہام پر جو مہر لگ گئی، اور دوسری یہ کہ وہ عملی طور پر آگے قدم نہیں بڑھا سکتی کیونکہ کفارہ نے مجاہدات اور سعی اور کوشش سے روک دیا۔" (ص ۲۷)

آپ کی الجھن کو دور کرنے سے قبل میں "مہر نبوت" کا مفہوم واضح کرنے کے لئے "اس ایک غلطی کا ازالہ" اشتہار سے حوالجات پیش کرتا ہوں جس پر میاں محمود احمد نے اسلام میں اجرائے نبوت کا عظیم ترین فتنہ کھڑا کیا اور جس کی تقلید میں جناب اور دیگر مولویانِ عظام نے تحقیق و صداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر مرزا صاحب کے دعوے میں تبدیلی کا افسانہ تراشا اور مرزا صاحب سے ناانصافی کر کے میاں محمود احمد کے اجرائے نبوت کے فتنے کو ہوا دی۔

"ایک غلطی کے ازالہ" میں مُہر کا استعمال :—

(۱) "یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں۔ بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے۔ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں، یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا

بھی (دونوں الفاظ اصطلاحی نہیں لغوی معنوں میں مستعمل ہیں۔ ناقل) اور اسی طور سے خاتم النبیین کی مُہر محفوظ رہی۔" (مُہر تب ٹوٹتی جب اصطلاحی طور پر نبی اور رسول آتا نہ کہ لغوی طور پر۔ ناقل)

(۲)۔ "اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے (یعنی دعویٰ نیا ہے نہ تبدیل ہوا۔ ناقل) براہین احمدیہ میں میرا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا، اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ چونکہ میں ظلی طور پر محمدؐ ہوں صلی اللہ علیہ وسلم، پس اس طور سے خاتم النبیین کی مُہر نہیں ٹوٹتی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمدؐ تک ہی محدود رہی۔"

(۳)۔ "اس طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مُہر ٹوٹ گئی۔"

(۴) "غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا اور نہ مُہر ٹوٹتی ہے۔"

(۵) "خلاصہ کلام یہ کہ بروزی طور کی نبوت اور رسالت سے ختمیت کی مُہر نہیں ٹوٹتی، اور حضرت عیسےٰؑ کے نزول کا خیال جو مستلزم تکذیب آیت ولٰکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین ہے۔ وہ ختمیت کی مُہر کو توڑتا ہے۔"

میں نے حضرت مرزا صاحب کے آخری ایام کے حوالوں سے واضح کر دیا ہے کہ آپ کے نزدیک مُہر نبوت کے "اتے" کا مفہوم رکھتی تھی، آغاز اور اجراء کا نہیں۔ آپ حقیقۃ الوحی کے صـ۲۷ کی اس عبارت کو لیجئے جو جناب نے پیش کی ہے۔ حضرت صاحب حضرت عیسٰےؑ، انجیل اور ان کے دائرہ اثر کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"جس انسانِ کامل پر قرآن شریف نازل ہُوا اس کی نظر محدود نہ تھی، اور اس کی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا، بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لئے قدرت کی تجلیات کا پورا پورا اور کامل حصہ اس کو ملا، اور وہ خاتم الانبیاء تھے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ ان سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا، بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا........ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے .... کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔"

(ایضاً صـ۲۷-۲۸)

مذکورہ بالا حوالوں کی روشنی میں زیر نظر عبارت واضح ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی نظر میں "نبیوں کی مُہر" کے معنے، نبیوں کے ختم کرنے والے، "آخری نبی یا خاتم الانبیاء" کے ہی ہیں۔ لیکن لفظ مُہر یا خاتم سے ذہن ادھر منتقل ہو سکتا تھا کہ "اب آپ کے بعد کوئی انسان خدا سے ہمکلامی کا شرف نہیں پائے گا" اور "وہ خاتم الانبیاء تھے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ ان سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا" کے الفاظ "خاتم النبیین" کے لغوی اور اصطلاحی معنوں کو بیان نہیں کرتے بلکہ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہیں جو ان الفاظ کے مضمرات پر غور نہ کرنے سے پیدا ہو سکتی تھی، بالفاظ دیگر مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کا مطلب "آخری نبی" ہے اور ختم نبوت اس وجہ سے ہوئی کہ قرآن کی شکل میں آسمانی ہدایت مکمل ہوگئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کی انتہائی بلندیوں پر پہنچے ہوئے تھے کہ نسلِ انسانی کے لئے معرفت الٰہی کے حصول کے لئے اسوۂ حسنہ بن گئے جن کی کامل اتباع سے انسان تجلیات الٰہی سے پُورا حصہ لیتا رہے گا جس کی اس اُمت میں انتہائی حالت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہے۔

اس تمام تبصرہ کو ذیل کے حوالے کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے:۔

"اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے، کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبی اور رسول ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں۔ میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں، ہاں میں اس طور نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے، پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے۔ جو دعوےٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں (کیا

حقیقی نبوت کے مدعی اپنا دعوےٰ شدتِ انکار کے ساتھ پیش کیا کرتے ہیں۔ ناقل) وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے، مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے۔ اور اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا ہے مگر بروزی صورت میں۔ میرا نفس درمیان میں نہیں، بلکہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمدؐ اور احمدؐ ہوا پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمدؐ کی چیز محمدؐ کے پاس رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

یہاں میں ایک واقعاتی شہادت پیش کرتا ہوں جو انصاف پسند انسان پر حضرت مرزا صاحب کے دعوےٰ کی عکاسی کرتی ہے اور یہ شہادت حضرت مرزا صاحب نے مر کر مہیا کی، آپ جب فوت ہوئے تو جماعت کے نئے قائد مولانا نورالدینؒ نے آپ کی لوحِ مزار پر یہ الفاظ تحریر کروائے:۔

"جناب مرزا غلام احمد قادیانی۔ رئیس قادیاں، مسیح موعود۔
مجدّد صد چہاردہم۔ تاریخ وفات ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء۔"

ان الفاظ سے واضح ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا بنیادی اور سب سے بڑا دعوےٰ "مجدد صد چہاردہم" کا تھا۔ اور مسیح موعود، مہدی، ظلی نبی وغیرہ اوصاف سب مجددیت کے ماتحت اور اس کے مختلف پرتو تھے۔ یہی دعوےٰ آپ نے زندگی بھر کیا، جماعت آپکو زیادہ سے زیادہ مجدّد سمجھتی رہی۔ اور آپ کی وفات پر لوح مزار پر "مجدّد صد چہاردہم" کے الفاظ لکھ کر دنیا میں اعلان کر دیا کہ اس قبر میں نبی نہیں بلکہ ایک مجدّد مدفون ہے۔ کیا آپ کی تسلّی کے لئے یہ خاموش آخری شہادت کافی نہیں۔

برادر محترم! آپ کو چونکہ تحقیق کا شوق ہے۔ اس لئے آپ سے متوقع ہوں کہ آپ کسی رنگین عینک کے بغیر مرزا صاحب کی کُتب کا مطالعہ کریں، اور دیانت دارانہ رائے سے مطلع فرمائیں کیونکہ مجھے آج تک مخالفین کی جس قدر کتب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب کی کُتب کا خود مطالعہ نہیں کیا، بلکہ پیشروؤں کی غلط سلط تحریروں پر انحصار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے میاں محمود احمد صاحب اور دوسروں کی کتب کو بھی مرزا صاحب کی طرف منسوب کیا، جیسا کہ مولانا مودودی صاحب نے "قادیانی مسئلہ" میں کیا، اس کے علاوہ مرزا صاحب کو سمجھنے کے لئے میاں محمود احمد اور "الفضل" پر انحصار کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مسیحیت کو سمجھنے کے لئے پولوس اور ان کے مکتوبات کا سہارا لینا، بالخصوص جبکہ مرزا صاحب کی کُتب مل سکتی ہیں۔ نیز الحکم، البدر، پیغام صلح پر اعتماد کرنا بھی مرزا صاحب کے ساتھ انصاف نہیں ہوگا۔

اور اگر آپ کے پاس فرصت نہیں تو کم از کم آپ کشتی نوح، حقیقت الوحی، "ایک غلطی کا ازالہ" اور حضرت صاحب کی آخری ایام کی کتب کو دیکھ جائیے۔ ویسے کسی شخص کو سمجھنے کے لئے اس کا تمام لٹریچر زیر نظر ہونا چاہیئے کیونکہ اکثر تصریحات ابتدائی دور میں ہوتی ہیں، اور آخری تحریروں میں اکثر اشارات سے کام لیا جاتا ہے اور اشارات کے مطالعہ سے حقیقت کما حقہٗ عیاں نہیں ہوتی۔

اگر کوئی لفظ ناگوار خاطر ہوا ہو تو معذرت خواہ ہوں، کیونکہ آپ کی بعض تصریحات قرآنی سے اختلاف کے باوجود میں آپ کی طویل دینی خدمات کا مداح ہوں۔

خطبہ جمعہ (بسلسلہ صـ۱)

کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ اور اس ایک دلیل کے سامنے باقی سب دلائل ہیچ ہیں۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ قرآن کریم کلام الٰہی ہے اور لایمسّہٗ الا المطھرون کلام الٰہی کے معارف و اسرار کی نقاب کشائی بھی کوئی اللہ والا ہی کر سکتا ہے۔

ایک اور ضروری بات کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں، احمدیہ قوم آج ایک ابتلاء سے دوچار ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ نہایت ہی دردِ دل سے جناب الٰہی میں گریں اور اپنی رُوح کو اس کے حضور پانی کی طرح بہا دیں۔ اور کثرت سے استغفار کریں۔ تا اللہ تعالےٰ ہمارے مخالفین کو سمجھ دے اور وہ نیک و بد میں تمیز کر سکیں اور خواہ مخواہ ایک خادم اسلام جماعت کو نشانۂ ستم بنانے سے باز آجائیں۔

اے خدا اکمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اٹھا لے سارا بار

قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت کا جواب آج تک کوئی پیش نہیں کر سکا

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فیض صحبت سے صحابہ خدا نُما بن گئے

(خُطبہ جُمعہ ۔ فرمُودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ ۔ جامع احمدیہ لاہور)

یاایّھا النّاس اعبدوا ربّکم الّذی خلقکم والّذین من قبلکم لعلّکم تتقون ۔ .... ان کنتم صٰدقین

(البقرۃ ۔ آیت ۲۱ تا ۲۳)

(مرتبہ عبدالرؤف کھوکھر)

فرمایا ۔ یاایھا النّاس ۔ اے دنیا کے لوگو ۔ اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے ۔ اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی ۔ تاکہ تم متقی بنو ۔ الّذی جعل لکم الارض فراشًا، وہ رب جس نے زمین کو تمہارے لئے چلنے پھرنے کے قابل اور بچھونا بنایا ۔ والسّماء بناءً ۔ اور آسمان کو چھت ۔ اور زمین و آسمان کے باہمی تعاون سے بارش نازل کی ۔ جس کے باعث زمین پر روئیدگی ہوئی ۔ زمین و آسمان کے اس تعلق کے نتیجہ میں زمین پر پھل ۔ پھول ۔ سبزیاں ۔ ترکاریاں اور غلّہ پیدا ہوتا ہے ۔ وہ خدا جس نے تمہاری مادی زندگی قائم رکھنے کے اسباب پیدا فرمائے ۔ اس نے تمہاری روحانی زندگی کی ترقی و نشوونما کی خاطر آسمانی پانی قرآن کریم کی شکل میں رسول کریم صلعم کے ذریعہ بھیجا ۔ تاکہ تم انسانی زندگی کے اصل مقصد کو پا سکو ۔

وان کنتم فی ریب ممّا نزّلنا علٰی عبدنا ۔ اور اگر تم کو اس میں جو ہم نے اپنے بندہ پر اُتارا ہے ۔ کچھ شک ہو کہ یہ انسانی کلام ہے اللہ کی طرف سے نہیں ۔ تو فاتوا بسورۃ من مثلہ، تم بھی اس کلام جیسی ایک ہی سُورت بنا لاؤ ۔ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ۔ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بھی جمع کر لو ۔ ان کنتم صٰدقین اگر تم سچے ہو اور تم میں جرأت ہے ۔ اس کے بعد وہ چیلنج ہے جس کو دنیا کے سارے عالم اور فصاحت و بلاغت کے دعویدار آج تک نہیں جھٹلا سکے ۔ اور وہ آج بھی قائم ہے ۔ فرمایا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا ۔ پس اگر تم یہ نہ کر سکو، اور تم ہرگز نہ کر سکو گے فاتقوا النّار الّتی وقودھا النّاس والحجارۃ تو پھر اس آگ سے بچاؤ کا سامان کرو ۔ جس کا ایندھن پتھر اور آدمی ہیں ۔ اعدّت للکٰفرین اور جو منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے ۔ یہ وہ چیلنج ہے جس کو آج تک نہیں جھٹلایا جا سکا ۔ اور قرآن کریم کے مخالفین میں سے سارے مل کر بھی آج تک ایسی ایک سورۃ تو کیا ایک آیت بھی نہ بنا سکے ۔ جس سے ان کا عجز عیاں ہے ۔ پس فکر کرنی چاہیئے کہ اس پاک کتاب پر عمل درآمد کس قدر ضروری ہے ۔ اگر ایک انسان کے گھر لڑکا پیدا نہ ہو ۔ تو وہ حکیموں، ڈاکٹروں اور پیروں فقیروں کے پاس دوڑتا ہے ۔ اور بعض اوقات ساری کمائی علاج پر صرف کر دیتا ہے ۔ اور نتیجہ پھر بھی مشکوک ہوتا ہے مگر یہ وہ کتاب ہے جس کی تابعداری کا لازمًا نیک اور مثبت نتیجہ برآمد ہوتا ہے ۔ پھر کیوں نہ اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر اسی دنیا میں بہشت حاصل کیا جائے ۔ خدا تعالےٰ نے تمہارے لئے آرام و آسائش کے سامان پیدا کئے ہیں ۔ لہذا تم اسی کی عبادت کرو ۔ اور آسمانی وحی سے قلوب کی ویران زمین کو آباد کرو ۔ جو لوگ محمد رسول اللہ صلعم کے گرد جمع ہوئے خدا نما بن گئے ۔ وہ جہاں جہاں بھی گئے خدائی صفات کا نمونہ بنے رہے ۔ اسی لئے رسول کریم صلعم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔ میرے ساتھی ستاروں کی مانند ہیں اور جہالت کے اندھیروں میں گم کردہ راہ لوگوں کی ستاروں کی مانند رہنمائی کرتے ہیں ۔ وہ تمہارے لئے زندگی کی ہر راہ پر ایک نمونہ ہیں ۔ ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے ۔

حضرت عیسٰیؑ کو حکومت کے سپاہی جب گرفتار کرنے گئے ۔ بڑے بڑے اناجیل ان کے سب حواری بھاگ گئے ۔ اور ایک نے تو لعنت کی ۔ مگر ہمارے رسول صلعم کے ساتھی کالنجوم تھے ۔ انہوں نے سخت ترین مشکلات میں جانیں تک دے دیں ۔ مگر حضورؐ پر آنچ نہ آنے دی ۔ صحابہ کرام کی زندگیوں اور قربانیوں کے حالات تاریخ میں محفوظ ہیں ۔ اور ان پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں ۔ درجنوں کتابیں ہیں ۔ جن میں ان کے باپ دادا تک کی نجابت و شرافت کے حالات لکھے گئے ہیں ۔ کسی اور قوم نے اپنے ورثہ کی اتنی حفاظت نہیں کی ۔

صحابہ کرام کے بعد قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے کے نتیجہ میں اس امت میں بڑے بڑے اولیاء پیدا ہوتے ہیں ۔ ان میں کچھ مجدّد بھی تھے ۔ حدیث میں ہے ان اللہ یبعث لھٰذہ الامّۃ علٰی راس کل مائۃ سنۃ من یجدّد لھا دینھا ۔ اللہ تعالےٰ اس اُمت میں ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد مبعوث فرمایا کرے گا ۔ جو اسلام کی تعلیمات کو تازہ کرنے کا کام کرے گا ۔ اور اُسوۂ رسُول کو زندہ کرے گا ۔

اس صدی میں بھی ایک عظیم الشان مجدّد آیا ۔ جو اپنے ساتھ علوم لایا ۔ جس نے مشرق و مغرب میں تہلکہ برپا کر دیا ۔ اسے اللہ تعالےٰ نے وہ علم دیا ۔ جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا ۔ اس نے ساری دنیا کو چیلنج دیا ۔ کہ میں خُدا تعالےٰ کی طرف سے تجدید دین کے لئے مبعوث ہوا ہُوں ۔ اور میں ہی وہ مسیح موعود ہوں جس کا دجّال کے خروج کے وقت احادیث میں وعدہ دیا گیا ہے، اس نے زور دے کر فرمایا ۔ کہ دینی علُوم میں خدا سے بہرہ ور ہوں ۔ میں چیلنج دیتا ہوں کہ قرآنی معارف کے بیان کرنے میں علماء میرے مقابلہ میں آئیں ۔ مگر علماء کے پاس تکفیر کے سوائے اور کوئی جواب نہ تھا، اس طرح انہوں نے اپنی بے مائگی پر مہر تصدیق ثبت کر دی ۔ حضرت مجدّد زمان نے نئے نئے علم کلام سے دُنیا میں غلبۂ اسلام کی بُنیاد ڈالی ان کے سوائے دوسری کسی اسلامی جماعت یا بڑے سے بڑے عالم کو آریوں، سکھوں اور عیسائیوں پر اتمام حجّت کرنے کی توفیق نصیب نہ ہوئی ۔ عیسائی اقوام جنہوں نے ساری دنیا میں اپنی تبلیغ کا جال بچھا رکھا تھا، ان کے سامنے محمد مصطفٰے صلعم کے اسی غُلام نے اسلام کی عظمت اور قرآن کریم کی صداقت کو واضح کیا اور چیلنج کیا کہ اگر تم میں ہمّت ہے تو قرآن کریم کی ایک آیت کی مثل ہی بنا لاؤ ۔ مگر بڑے بڑے عیسائی جن میں عربی کے اعلےٰ تعلیم یافتہ لوگ تھے اور اب بھی موجود ہیں وہ خاموش بیٹھے رہے اور اس کا کوئی جواب نہ دے سکے ۔ یہ چیلنج آج بھی اپنی جگہ قائم ہے ۔ ۱۴۰۰ برس گذر گئے مگر کسی قوم یا فرد کو یہ ہمّت نہ ہوئی کہ وہ ایک آیت ہی بنا سکے ۔

حضرت عیسٰیؑ صرف بنی اسرائیل کے پاس خدا کا پیغام لے کر آئے تھے ۔ مگر ہمارے پیغمبر کی مخاطب ساری انسانیت ہے ۔ اور قرآن کریم کا پیغام قیامت تک کے لئے ہے ۔ اس کتاب پر عمل کرنے سے اس اُمت میں ایک کثیر تعداد اولیاء اللہ کی ہمیشہ موجود رہی ہے ۔ ہمارے زمانے میں بھی ایک بہت بڑا ولی اللہ اور مجدّد آیا ۔ اور اس کے پاس سے لوگوں نے فیض حاصل کیا ۔ جن میں سے بیشتر کو خدا تعالےٰ نے الہام سے نوازا آپ ہی کے زمانہ میں آسمان سے انوار اُترے ۔ آپ کی برکت سے ایک غیر معروف سا گاؤں علم و عرفان و حکمت کا گہوارہ بن گیا ۔ اس دُور اُفتادہ، پسماندہ گاؤں میں مولانا نور الدین جیسا عالم بے بدل بھی حضرت مجدّد زمان کے پاؤں میں جا بیٹھا ۔ اور دہیں درس قرآن و حدیث کے دریا بہا دیئے ۔ نور دین دکھی انسانیت کے حق میں خدا کا ایک کرم تھا جس سے ہندو، سکھ، عیسائی یکساں فیض یاب ہوتے تھے ۔ وہ اس رنگ میں خدا کا ایک نمائندہ انسان تھا ۔ کیونکہ وہ الٰہی صفات کو مکمل طور پر اپنائے ہوئے تھے ۔ اس زمانہ کے امام کے گرد بڑے بڑے باکمال لوگ جمع ہُوئے ۔ اور جن جن لوگوں نے بھی حضرت کا دامن پکڑا ۔ الٰہی رنگ پکڑ گئے ۔ محمد رسول اللہ صلعم کے اس غلام مجدّد صد چہاردہم نے اپنے آقا و مقتدا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا یہ ثبوت پیش کیا کہ سورۃ فاتحہ کی عربی میں ایک تفسیر لکھی ۔ اور علمائے اسلام کو چیلنج دیا کہ اس جیسی حقائق و معارف سے پُر تفسیر کوئی لکھ کر دکھائے ۔ مگر کوئی بھی اس کی نظیر نہ لا سکا ۔ اور ساتھ ہی تحدّی سے فرمایا کہ ہرگز ہرگز کوئی نہ لکھ سکے گا ۔ ایک گاؤں کے رہنے والے شخص نے یہ چیلنج عرب و عجم کے علماء و فضلاء کو بھی دیا ۔ مگر کوئی ایک بھی اسے قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکا ۔ یہ حضرت مرزا صاحب

(باقی بر صفحہ ۵ کالم ۲)

شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ پھاٹک

آہ! شیخ عبید اللہ

احبابِ جماعت کو دلی رنج ہوگا اس خبر سے کہ شیخ عبید اللہ صاحب (مالک شہزادہ بوٹ ہاؤس وزیرآباد) اس جہانِ فانی سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دنیا ایک ایسا مقام ہے جہاں انسان صدمات اور مفارقت سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ فراق و جدائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ فراق اپنے عزیز و اقارب سے۔ مال و متاع سے۔ ان در و دیوار سے۔ یہ مقدر ہے ہر ذی جان کے لئے۔ کیونکہ یہ کرۂ ارضی ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے نحن قدرنا بینکم الموت جہاں ہم نے زندگی دی ہے وہاں موت بھی مقدر کر دی ہے۔ یہ فانی اور عارضی مقام ہے اس سے انکار نہیں۔ قل متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر لمن اتقیٰ دنیا کی متاع تو قلیل ہے اور آخرت ان کے لئے بہتر ہے جو اہل تقویٰ ہیں۔ اس دنیا کو بالآخر چھوڑ جانا ایسی عالمگیر اور اٹل حقیقت ہے جس سے ہم غافل تو ہو سکتے ہیں لیکن اس کے وار سے بچ نہیں سکتے اور یہ وار اچانک ہوتا ہے۔ بغتۃً کا لفظ اس سلسلہ میں قرآن کریم میں آیا ہے کہ یہ گھڑی اچانک آوارد ہوتی ہے۔ ہمارے یہ بھائی خوشی کی تقریب میں راولپنڈی جا رہے تھے کہ جہلم کے قریب ریل کار میں ان کو دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ ثم انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم طول امل میں مبتلا رہتے ہیں۔ موہوم امیدوں میں بیٹھے رہتے ہیں کہ ابھی بڑا وقت ہے۔ دنیا کی کشش ہمیں دھوکے میں رکھتی ہے۔ حدیث میں روایت ہے کہ ابنِ آدم بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور دو چیزیں اس کی جوان رہتی ہیں۔ ایک ان میں سے حرصِ مال ہے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے سورۃ التکاثر پڑھی جس کی ابتداء اس سے ہوتی ہے کہ کثرتِ مال کی خواہش نے تمہیں غافل کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ جاتے ہو۔ حضورؐ نے یہ سورت پڑھنے کے بعد فرمایا:۔

بندہ کہتا ہے یہ میرا مال ہے یہ میرا مال ہے حالانکہ اس کا مال تو صرف اتنا ہی ہے جو کھایا تو وہ فنا کر دیا۔ جو پہن لیا اس کو پرانا کر دیا اور جو خدا کی راہ میں دے دیا اس کو آگے کے لئے جمع کیا۔ ان تین قسموں کے علاوہ جو کچھ اور مال ہے وہ تو لوگوں کا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ لوگ ایسے مال پر محض محافظ ہیں اور دوسروں کے لئے اس پر پہرہ دار ہیں اور بس۔ اگر تم اس کو صحیح مصرف میں نہیں لاتے جس سے یہ نیکی کے کاموں میں لگ جائے بلکہ کسی کے فائدے کا موجب ہو تو پھر ایسے مال کا کیا فائدہ۔

سوچنا چاہیئے کہ عمر کا ہر لمحہ اور دقیقہ معرضِ خسران میں پڑا ہوا ہے اور انسان صدمات کا بھی تختۂ مشق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے کہ صبر اور نماز سے استعانت طلب کرو۔ صبر کو پہلے رکھا ہے کہ اس کے بغیر طمانیت نہیں اور خوب غور کر کے دیکھ لیں بے صبری پریشانی اور تکلیف میں اضافہ کا موجب ہوتی ہے۔ تو سب سے پہلے صبر کی تلقین فرمائی اور نماز صبر پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس سے دلوں کو تسلی ہوتی ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ دلوں کو اطمینان یادِ الٰہی سے ہوتا ہے یہ ایک مجرب نسخہ ہے۔ بے چینی کے وقت آیات قرآنی یا کوئی اور وظیفے کا وِرد سکون پیدا کرتا ہے، اور اگر دو رکعت نفل میں بھی کھڑے ہو جائیں تو کیفیت بدل جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ کا یہ تجویز کردہ نسخہ نہایت قیمتی اور کارگر ہے۔ غم تو پہنچ جاتے ہیں۔ جدائیاں بھی آ سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ لیکن جس کی زندگی خدا کی راہ میں گذری تو اس کو مردہ نہ کہو یہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اور وہ زندہ ہیں۔ لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں

کون کہتا ہے ملاقات نہیں ہوتی ہے
ملتے رہتے ہیں مگر بات نہیں ہوتی ہے

موت ہمیں ایسے جہاں میں منتقل کر دیتی ہے جہاں فنا نہیں۔ دائمی زندگی ہے۔ اور جس نے یہاں اسلامی زندگی گذاری ہے اس کو وہاں کوئی خطرہ نہیں۔

آزمائشیں آتی ہیں۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ڈر۔ خوف۔ بھوک۔ روزی میں تنگی۔ مالوں۔ جانوں اور پھلوں، فصلوں کے نقصان سے امتحان ہوتا ہے۔ لیکن صبر کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے کہ حقیقت پر وہ خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ وہ اسی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ... مغفرت اور رحمت ہے، اور یہی وہ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

یہاں تو ہر چیز کو فنا ہے۔ کل من علیھا فان۔ جو تکلیفوں اور آزمائشوں میں صبر کرتا ہے اور ثابت قدم رہتا ہے تو وہ اللہ کی حفاظت میں ہے۔ اور ارشاد باری تعالےٰ ہے: ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ جو خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرتا ہے تو وہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ۔ جو اس پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔

اس دارِ فانی کو تو چھوڑنا ہی ہے۔ منزل سب کی ایک ہی ہے ہاں مقام اپنا اپنا ہے۔ آخرت کی خوشی ان کے لئے ہے جو نیکی کی زندگی گذارتے ہیں۔ اس زندگی کا آخر انجام کیا ہے، عزیز، رشتہ دار، دوست احباب دہلیز سے قبرستان تک ہی جاتے ہیں اور بس۔ ایک صاحب علم نے اپنے ایک دوست کی تدفین کے بعد کیا عمدہ شعر کہا ہے۔

مٹھیوں میں خاک بھر کر لائے ہیں اہلِ وفا
زندگی بھر کی رفاقت کا صلہ دینے لگے

... اجر تو خدا کے ہاں ہے جو مالک حقیقی ہے اور بہترین ولی۔

ہمارا بھائی جو آج ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ ان کی کتنی اچھی گواہی ملی ہے۔ میں نے تو ان کے ساتھ بچپن بھی گذارا سکول میں بھی ہم اکٹھے تھے۔ نہایت شریفانہ اور با اخلاق زندگی انہوں نے گذاری۔ ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک۔ کسی کو شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔ بڑا صابر انسان تھا۔ ان پر آزمائشیں آئیں۔ جموں میں ان کی دکان فسادات کی نظر ہو گئی۔ انہوں نے یہاں پھر از سرِ نو کام شروع کیا۔ اور نہایت محنت اور جانفشانی سے موجودہ نہج پر کاروبار کو پہنچایا کہ اس حالیہ ہنگامے میں ان کی دکان لوٹ لی گئی۔ جس میں کم و بیش چالیس ہزار کا مال تھا۔ سارا اثاثہ جاتا رہا۔

اس موقعہ پر مجھے معلوم ہوا کہ ان کے پاس امانتیں پڑی ہوئی تھیں اور کافی رقم تھی۔ ایسے حالات میں خیال آ جاتا ہے کہ انکو استعمال کر لو۔ کوئی مطالبہ بھی تو نہیں کر رہا بعد میں واپس کر دیں گے۔ اس وقت اپنا کام چلا لو۔ لیکن نہیں اس واقعہ کے بعد یہ امانتیں انہوں نے واپس کر دیں۔ ایک رقم ان میں سے 7000-00 روپیہ کی بھی تھی۔ من و عن یہ امانتیں حق داروں کو پہنچا دیں۔ یہ ان کے قابل قدر کردار اور انکے قابل قدر اعتماد کی دلیل ہے۔ اور اس سے بہت سے دوستوں کو یہ علم بھی ہوگا کہ وہ اتنے عظیم تھے۔

مرحوم برادری کے کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور پیش پیش رہتے۔ آج بے لوث خدمت کرنے والے کہاں ملتے ہیں۔ ہر ایک کے کام آنے والے۔ برادری کے قبرستان کا بھی انتظام کرتے تھے اور از خود یہ ذمہ داریاں لیتے تھے حالانکہ عام طور پر لوگ گریز کرتے ہیں۔

جماعت کا کام بھی بڑی تن دہی سے کرتے اور روح رواں تھے۔ مسجد کا فکر رہے دوستوں کو اکٹھے کرتے رہتے ہیں کہ مسجد کی رونق بڑھ جائیں۔ مکان جو ایک وصیت سے ہبہ کیا ہوا تھا اس کا کرایہ وصول کرنا، اس کو درست حالت میں رکھنا، چندہ کی وصولی معتمدین کی میٹنگوں میں بھی پہنچنا۔ اپنے کاروبار کے ساتھ ساتھ اتنا وقت یہ کیسے نکال لیتے تھے ان کاموں کے لئے۔ کون کون سی باتیں میں اُن کی گنواؤں

مرنے والے ہمیں تم یاد بہت آتے ہو

ہم اس زندگی کی قدر کرنے والوں میں سے ہوں اور قرآن کریم کے احکام پر چلنے والے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ان ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المؤمنین

الذین یعملون الصلحت ان لهم اجرا کبیرا۔ یقیناً یہ قرآن کریم وہ راہ دکھاتا ہے جو زیادہ مضبوط ہے اور ان مومنوں کو خوشخبری دیتا ہے جو اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

ہمارا یہ بھائی ہمارے لئے یہ اچھا نمونہ چھوڑ گیا ہے اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل کرے اور بلند درجات سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ بھی جماعت کے کاموں میں ان کی طرح دلچسپی لیتے رہیں اور مسجد کی آبادی اور رونق بڑھانے کی طرف خاص توجہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کے لئے اچھی سبیل نکال دے۔ وہ پھر اپنے کاروبار پر قائم ہوں، اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔

آخر پر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند جملے لکھتا ہوں جنکو ہر وقت اپنے سامنے رکھیں اور ان پر عمل ابدی راحتوں کا ضامن ہے۔ فرماتے ہیں:

"بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں۔ اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو، اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کو قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ تقویٰ ایک ایسی جڑھ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے، اور اگر وہ باقی ہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا۔ ہر ایک نیکی کی راہ اختیار کرو نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان باتوں پر عمل کرنے والے، زندگی کی حقیقت کو سمجھنے والے اور رضاء الٰہی کی راہوں پر چلنے والے ہوں۔

ہر کسے از اندازہ روشن دلی ــ غیب را بیند بقدر صیقلی
ہر کہ صیقل بیش کرد او بیش دید ــ بیشتر آمد بر او صورت پدید

خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف کے محبت نامہ کے جواب میں

از حضرت مجدد زمان[۴۱]:

اے فرید ثنت در صدق و صفا ÷ باتو باد آں رو کہ نامِ او خدا
بر تو بارد رحمتِ یارِ ازل ÷ در تو تابد نور دلدار ازل
از تو جان من خوش است اے خوشخصال ÷ دیدمت مردے درین قحط الرجال
در حقیقت مردم معنے کم اند ÷ گرچہ ہمہ از روئے صورت مردم اند
اے مرا بوئے محبت سوئے تو ÷ بوئے انس آید مرا از کوئے تو
کس ازیں مردم بما روئے نہ کرد ÷ ایں نصیبت بود اے فرخندہ مرد
ما مسلمانیم از فضلِ خدا ÷ مصطفےٰ[۴۲] ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ÷ ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ÷ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام
دامنِ پاکش بدست ما مدام

(درثمین)

حضرت مجدد زمان[۳]

نوائے درد

فانیوں کی جاہ و حشمت پر بلا آوے ہزار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار
عزت و ذلت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے میرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیِ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطع نظر
تا نہ خوش ہو دشمنِ دیں، جس پہ ہے لعنت کی مار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ[۴]
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے
چھا رہا ہے ابرِ یاس اور رات ہے تاریک و تار
ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار
اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا
رحم کر بندوں پر اپنے تا وہ ہوویں رستگار
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آمرے اے ناخدا
آگیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار
تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار
اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اٹھا لے سارا بار

محترم شفیق مرزا

"اخبار العالم الاسلامی"

کے چند اعتراضات کا جائزہ

مدینہ منورہ سے شائع ہونے والے اخبار "العالم الاسلامی" کے شمارہ نمبر ۲۶۲ میں محمد محمود حافظ صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "قادیانیت قرآن اور اسلام کے خلاف جنگ ہے"

رسالہ کے مدیر اعلیٰ فرماتے ہیں :-

" وہ مشکلات جنہیں استعمار نے عالم اسلامی کی وحدت کو سبوتاژ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے ان میں قادیانی یا احمدی تحریک کا قضیہ نمایاں حیثیت رکھتا ہے یہ ایک فاسد تحریک ہے جو اسلام کے مبادی اور بنیادی عقیدہ ختم نبوت پر ضرب لگانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے قادیانیت کا دعوےٰ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت ہے اور آیت کریمہ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ان کے مسلک کی SUPPORT کرتی ہے ۔"

پاکستان میں عموماً اور عرب ممالک میں خصوصاً احمدیہ تحریک کے بارے میں بے پناہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں - عرب ممالک میں احمدیت کا تعارف یا تو مخالفین کی کتب سے ہوا ہے یا ربوائی کتب ۔ غالی مریدوں اور معاندوں کی نگارشات احمدیت کی جو تصویر پیش کر سکتی ہیں اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں، احمدیت قادیانی افکار کی ضد ہے اس کی اصل تصویر بانی سلسلہ کی کتب ہی پیش کر سکتی ہیں - احمدیت ختم نبوت پر ضرب لگانے کے لئے نہیں بلکہ ختم نبوت کو تقویت پہنچانے کے لئے آئی ہے مسلمانوں کا ایک ایک عقیدہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا عقیدہ رکھ کر خود ختم نبوت کو ضعف پہنچا رہا تھا - حضرت مرزا صاحب نے اس باطل عقیدہ پر ضرب کاری لگائی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی موت کو عقل و نقل سے ثابت کیا اور یہ اعلان فرمایا کہ :-

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا خواہ نیا ہو یا پرانا ۔"

نیز فرماتے ہیں :-

" جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔"

اب جو شخص اس شدت کے ساتھ ختم نبوت کا قائل ہو اس کے متعلق یہ کہنا یا سمجھنا کہ وہ نبوت کا مدعی تھا بہت بڑا ظلم ہے ۔

آیت کریمہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق حضرت مرزا صاحب کو سمجھنا ربوائی تحریف ہے جس کو پروان چڑھانے کے لئے میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ نے انوار خلافت میں چودہ دلائل دیئے اور ان کے سالے زین العابدین ولی اللہ شاہ نے بھی اپنے بہنوئی کی اختراع کی ایک تحریر کے ذریعے تائید کی جو چھپ چکی ہے - حضرت مرزا صاحب کا ربوائی تحریفات اور افکار سے کوئی تعلق نہیں - لکھتے ہیں :-

" ان مزعوم نبی کا دعوےٰ ہے کہ

ا - مسیح کی روح نے اس میں حلول کیا ہے

۲ - مسیح آخری زمانہ میں قادیان (ہند) میں نازل ہوگا

۳ - قادیان کا حج کرنا فرض ہے

۴ - اسے اتنے نشانات دیئے گئے ہیں کہ دس ہزار سے تجاوز کر گئے ہیں ۔"

فاضل مقالہ نگار کو جس طرح یہ غلط فہمی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے دعوےٰ نبوت کیا ہے اسی طرح ان کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ان کا یہ دعوےٰ ہے کہ مسیح کی روح نے ان میں حلول کیا ہے - حضرت مرزا صاحب نے کسی ایک جگہ بھی یہ نہیں لکھا کہ مسیح کی روح نے ان میں حلول کیا ہے ۔

جہاں تک مسیح کے آخری زمانہ میں قادیان میں (ہند) نازل ہونے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں یاد رہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے بارہ میں روایات اس قدر تواتر سے آئی ہیں کہ اگر ان کو رد کر دیا جائے تو دنیا کا کوئی واقعہ بھی قابل قبول نہ ہوگا اب یہ سوال ہوگا کہ پیشگوئیوں کے مطابق مسیح نے ضرور آنا ہے تو کیا یہ دو ہزار سال پہلے والا مسیح ابن مریم ہے یا مسیح کی صفات کا حامل کوئی دوسرا شخص ہے جس کو استعارہ کے طور پر مسیح ابن مریم کا نام دیا گیا ہے

اس سلسلہ میں حضرت سراج الدین ابن الوردی اپنی کتاب خریدۃ العجائب میں ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں :-

" قالت فرقۃ من نزول عیسٰے خروج رجل یشبہ عیسٰی فی الفضل والشرف کما یقال للرجل الخیر ملک وللشریر شیطان تشبیہا بہما ولا یراد الاعیان"

(خریدۃ العجائب و فریدۃ الغرائب صفحہ ۲۶۳)

" یعنی ایک گروہ مسلمانوں کا نزول عیسٰے سے ایک ایسے آدمی کے ظاہر ہونے کا قائل ہے جو فضل و شرف میں عیسٰے کے مشابہ ہو جیسا کہ نیک آدمی کو فرشتہ سے تشبیہ دے کر فرشتہ کہہ دیتے ہیں اور برے آدمی کو شیطان سے تشبیہ دے کر شیطان کہہ دیتے ہیں - اور اس جگہ اصل فرشتہ یا شیطان مراد نہیں ہوتا ۔"

اب اگر حضرت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بعض صفات کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا نام دیا گیا ہے تو یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ مسلمانوں میں موجود ایک فرقہ کے خیالات کی تصدیق ہے

اب رہا ان کا ہندوستان میں نزول تو اس کے متعلق نجم الثاقب میں ایک حدیث ہے

عن انس قال سمعت خلیلی لا تقوم الساعۃ حتی یلیث اللہ عصابتین حرم علیہما النار .... عصابۃ اخری .... الہند مع المہدی ....

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دوست صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ دو جماعتوں کو پیدا نہ کرے جن پر دوزخ کی آگ حرام ہوگی ان میں سے ایک جماعت وہ ہے جو مہدی کے ساتھ ہندوستان میں جہاد کرے گی اس سے معلوم ہوا کہ مہدی ہندوستان میں ہوگا ۔

اب ابن ماجہ کی حدیث لا المہدی الا عیسٰے بن مریم ملاحظہ فرمائیں کہ عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں - گویا ہند میں مسیح کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی پیشگوئیوں کے مطابق ہے فلا اعتراض ۔

یہ کہنا کہ انہوں نے قادیان کے حج کو فرض قرار دیا ہے ایک تہام ہے حضرت مرزا صاحب نے خود تمام عمر میں ایک آدمی کو بھیج کر حج بدل کیا تھا وہ شریعت اسلامیہ میں سر مو انحراف کے قائل نہ تھے پھر وہ قادیان کا حج کیونکر فرض قرار دے سکتے ہیں ۔

ایک مومن کے لئے دس ہزار نشانات کا دیا جانا کیونکر قابل اعتراض ہے جبکہ سنریہم ایتنا فی الآفاق وفی انفسہم کا وعدہ دوسروں کے لئے بھی موجود ہے - یاد رہے کہ حضرت مرزا صاحب ان نشانات کو اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور انہیں کرامات کے نام سے موسوم کرتے ہیں فرماتے ہیں ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است ۔ بیا بنگر ز غلمان محمد

اولیاء سے ظہور پذیر ہونے والے خوارق کرامات اور انبیاء سے ظاہر ہونے والے خوارق معجزات کہلاتے ہیں - حضرت مرزا صاحب کا اپنے نشانات کو کرامات قرار دینا ان کے منصب کو بھی متعین کر رہا ہے جہاں کہیں آپ نے ان کے متعلق معجزہ کا لفظ استعمال کیا ہے اس کی وضاحت فرما دی ہے - کہ وہ تابع کے لئے (یعنی میرے لئے) کرامات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں ۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر کے سلسلہ میں انہوں نے .... ندوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ تفسیر متعدد مقام پر مسلمانوں کے خلاف .... جناب مکرمی شیخ محمد طفیل کے قلم سے پہلے ہی پیغام صلح کی زینت بن رہا ہے .... سے اس کا مطالعہ فرماتے رہیں ۔

گردوں پران کی ہے سب عام لوگوں کا گلہ ۔ جن کے وعظوں سے جہاں کے ......
صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر ۔ ہو گئے شیطاں کے چیلے گردن ......

محترم چوہدری فضل داد صاحب گجرات

نمازِ تہجد میں بارگاہِ ربّ العزّت میں گِر گِرا کر مدد چاہیں۔
ربوہ کے ناخوشگوار واقعہ نے ۱۹۵۳ء کے حالات پیدا کر دیئے ہیں

ہماری بے گناہ جماعت بے کسی اور کمزوری کی وجہ سے بلاوجہ جور و ستم کا شکار ہو گئی ہے ہمیں اپنی بے کسی بارگاہ صمدیت میں رکھنی چاہیئے۔ اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں وقت رات کی تنہائی نمازِ تہجد ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں اپنے بھائیوں اور بہنوں سے دل کی گہرائی۔ دِل سوزی اور صمیم قلب سے ملتمس ہوں، کہ زیادہ سے زیادہ تہجد خواں باقاعدگی کے ساتھ ٹھیک ۳ بجے رات پروردگارِ عالم کے حضور اپنا اور مکفرین کا معاملہ رکھیں۔ اور خوب گڑ گڑا کر اپنی لغزشوں۔ کمزوریوں کو پیش کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کا یہ شعر پڑھیں اور روئیں۔

اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اُٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اُٹھا لے سارا بار

اور یوں رحمتِ خداوندی کو جوش میں لائیں اور اس طرح سے اپنے گرد ایک دیوار بنا لیں۔

مولا کریم سے دعا کریں کہ اے پروردگارِ عالم تجھ پر خوب روشن ہے۔ کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو مجدّد اور امامِ وقت مانتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کسی مدعی نبوّت کو کاذب۔ کافر جانتے ہیں۔ اگرچہ چند ہزار احمدی مسلمان۔ جنہوں نے دین کو دُنیا پر مقدّم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔ اور تبلیغِ اسلام کو اپنی عزیز سے عزیز چیز پر قربان کر کے بلادِ مغرب میں اسلام کا جھنڈا گاڑ رہے ہیں۔ اگر یہ الگ اقلیت قرار دیئے گئے۔ تو تبلیغ اسلام کا کام بند ہونا تو درکنار غیر اسلامی دنیا میں اسلام بدنام ہوگا۔

جس طرح ۲×۲=۴ ہوتے ہیں۔ اسی طرح مجھے یقین ہے کہ ایسا غیر اسلامی مطالبہ منظور نہیں ہوگا۔ تاہم اپنی بشری کمزوریوں، لغزشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ ہم احمدی مسلمانوں کو بارگاہ صمدیت میں رو رو کر دعائیں کرنی چاہئیں کہ مولا کریم ہماری کمزوریوں پر غفاریّت کی چادر ڈالے۔

میرے معزز بزرگو! اور عزیزو۔ اللہ تعالےٰ نے یہ سنہری وقفہ ہمیں دیا ہے۔ کہ ہم اپنے عملی نمونہ سے اپنے آپ کو ایک پکا اور سچا مسلمان ثابت کریں۔ کیونکہ انسان کی سوچ خواہ کتنی ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو۔ اگر عمل میں نہیں آئے گی تو سچی اور قابلِ داد نہ ہوگی۔

ہم میں ہر ایک بھائی اور بہن جہاں کہیں بھی ہوں، اور جو فریضہ بھی اس کے سپرد ہے اس کو نہایت ایمانداری۔ دیانت داری اور خلوص نیت سے سرانجام دیں اور ہمارا کوئی فعل خدا کی ناراضگی کا باعث نہ بنے۔ اگر ہم اس پر عمل پیرا ہو گئے۔ تو تکفیر پسند بے عمل مولوی اس جماعت کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔

ہمیں یہ عرصہ سے کافر کہہ رہے ہیں۔ اور باوجود ان کے کافر کہنے کے ہم تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ اور اس وقت سینکڑوں کی تعداد میں انگریز مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور وہ دن دُور نہیں جبکہ اسلام کا سُورج تمام مغرب کو اپنی روشنی سے منوّر کر دے گا۔

حضرت مجدّدِ وقتؒ نے فرمایا:

"میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو سچی مومن ہو۔ خدا پر ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اُسوۂ حسنہ پر کاربند ہو .... اور اخلاق کا اعلےٰ نمونہ پیش کرے۔ تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے۔ اور خدا کا منشاء پُورا ہو۔"

اس ارشاد کو نگاہ میں رکھیئے اور اس کی روشنی میں خود فیصلہ کیجئے۔

دُعا: اے میرے اللہ اور اے میرے ربّ میرے ہر قسم کے گناہ بخش اور مجھ کو میرے کئے ہوئے گناہوں کے بد نتائج اور آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھ۔ میں اپنے کئے پر شرمندہ ہوں۔

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ میرے اے ناخدا — آ گیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار
اے خدا بن تیرے ہو یہ آبپاشی کس طرح — جل گیا ہے باغِ تقویٰ دین کی ہے اب اک مزار
تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو — ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار
(مجدّدِ وقتؒ)

قادیانیوں اور دیگر تمام علمائے پاکستان کی خدمت میں گذارش

جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ۱۱ رجون کے نوائے وقت میں حضرت مرزا صاحب کے معتقدات اشاعت پذیر ہونے پر مختلف علمائے کرام اور ادارہ نوائے وقت نے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مرزا صاحب فی الواقعہ مدعی نبوت تھے میں ایسے تمام اصحاب کی خدمت میں جنہیں اس بات کا ادّعا ہے کہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت تھے پانچ سوال بغرض جواب بھجوا رہا ہوں اگر وہ حضرت مرزا صاحب کی کتب سے میرے سوالوں کا جواب عنایت فرما دیں تو میں اپنے تمام خاندان اور بعض دیگر خاندانوں کی طرف سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہم حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے دستکش ہو جائیں گے یاد رہے کہ ہمارے لئے ربوہ کے خلیفوں یا دیگر کسی بھی آدمی کی تحریر حجت نہیں ہوگی۔

سوال نمبر ۱ } قرآن مجید کی آیت وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ ببانگ دہل یہ اعلان کر رہی ہے کہ دنیا میں کوئی رسول کسی کا مطیع نہیں اگر وہ آنحضرت صلعم کی طاعت کا دم بھرتے ہیں تو صاف ثابت ہے کہ وہ ہرگز مدعی نبوّت نہ تھے۔

سوال نمبر ۲ } کیا کبھی حضرت مرزا صاحب نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار دیا ہے اگر ان کی کسی کتاب سے یہ امر ثابت ہو جائے گا کہ وہ اپنے پر نازل ہونے والی وحی کو وحی نبوّت قرار دیتے تھے تو ہم سمجھ لیں گے کہ واقعی آپ مدعی نبوت تھے اور ہم ان سے علیحدگی اختیار کر لیں گے۔

سوال نمبر ۳ } حضرت مرزا صاحب نے تصریح فرمائی ہے کہ نبی اور اُمتی کا مفہوم متبائن ہے یعنی نبی اُمتی نہیں ہو سکتا اور نہ اُمتی نبی ہو سکتا ہے [illegible] کسی جگہ مرزا صاحب نے اس نسبت کا انکار کیا ہے، تو حوالہ دے کر ہم پر [illegible] تمام کی جائے۔

سوال نمبر ۴ } ہر نبی اپنے اندر صرف شانِ نبوّت رکھتا ہے اُمتیت کی شان نبی کے اندر موجود نہیں ہوتی کیا حضرت مرزا صاحب نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ میرے اندر شانِ اُمتیت نہیں پس دعوے کا ارتقا محض ادعائے باطل ہے ابتدا سے آخر تک اسی بات کے قائل رہے جس سے صرف محدثیت کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کیونکہ نبی شانِ اُمتیت رکھتا ہی نہیں ہے۔

سوال نمبر ۵ } جو رسول بھی دنیا میں اصلاحِ خلق کے لئے آیا وہ اقرار توحید کے ساتھ اپنی نبوّت و رسالت کا اقرار بھی کرواتا رہا۔ کیا حضرت مرزا صاحب نے کسی بیعت کنندہ سے اپنی نبوت و رسالت کا اقرار کروایا اگر نہیں تو صاف ثابت ہے کہ آپ مدعی نبوّت نہ تھے۔

باقی رہا یہ امر کہ آپ نے اپنے متعلق لفظ نبی کو کیوں استعمال کیا تو بہت سے بزرگانِ سلف نے اپنے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جو جواب آپ ان کی طرف سے دیں گے ہماری طرف سے بھی وہی جواب سمجھ لیں میں اُمید کرتا ہوں کہ [illegible] اور سنجیدہ اصحاب ہمارے ان سوالات پر ضرور غور فرمائیں گے اور [illegible] کلمہ گو اور اس کی جماعت کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کی تحریک فرمادیں [illegible]

مرزا محمد سلیم اختر۔ فاضل عربی۔ گاہڈن ٹاؤن۔ لاہور

صحابہؓ کا خاکِ پا ہونا کافی فخر ہے

} فرمایا میرے لئے یہی کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں (صحابہ رضی اللہ [illegible]) کا خاکِ پا ہوں جو جزئی فضیلت خدا تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے وہ قیامت تک [illegible] اور شخص پا نہیں سکتا۔ کب دوبارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوں [illegible] کو ایسی خدمت کا موقع ملے جو جناب شیخین علیہما السلام کو ملا۔ (حضرت [illegible])

معرفت حقانی کے تین قرآنی دروازے

(از حضرت مجدد صد چہاردہم)

اور جیسا کہ ہم عنوان اس حاشیہ پر لکھ چکے ہیں معرفت حقانی کے عطا کرنے کے لئے تین دروازے قرآن شریف میں کھلے ہوئے ہیں ایک عقلی یعنی خدا تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت اور اس کی توحید اور قدرت اور رحم اور قیومی اور مجازات وغیرہ صفات کی شناخت کے لئے جہاں تک علوم عقلیہ کا تعلق ہے استدلالی طریق کو کامل طور پر استعمال کیا ہے اور اس استدلال کے ضمن میں صناعت منطق و علم بلاغت و فصاحت و علوم طبعی و طبابت و ہیئت و ہندسہ و دقائق فلسفہ و طرق جدل و مناظرہ وغیرہ تمام علوم کو نہایت لطیف و موزوں طور پر بیان کیا ہے جس سے اکثر دقیق مسائل کا پیچ کھلتا ہے۔ پس یہ طرز بیان جو خارق العادت از قسم اعجاز عقلی ہے کیونکہ بڑے بڑے فیلسوف جنہوں نے منطق کو ایجاد کیا اور فلاسفی کے قواعد مرتب کئے اور بہت کچھ طبعی اور ہیئت میں کوشش و مغز زنی کی وہ بباعث نقصان عقل اپنے اُن علوم سے اپنے دین کو مدد نہیں دے سکے اور نہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر سکے اور نہ اوروں کو فائدہ دینی پہنچا سکے بلکہ اکثر ان کے دہریہ اور ملحد اور ضعیف الایمان رہے اور جو بعض ان میں سے کسی قدر خدا تعالیٰ پر ایمان لائے انہوں نے ضلالت کو صداقت کے ساتھ ملا کر اور خبیث کو طیب کے ساتھ مخلوط کر کے راہِ راست کو چھوڑ دیا۔ پس یہ الٰہی عقل از قبیل خارق عادت ہے جس کے استدلال میں کوئی خطا نہیں اور جس نے علوم مذکورہ سے ایسی شائستہ خدمت لی ہے جو کبھی کسی انسان نے نہیں کی اور اس کے ثبوت کے لئے یہی کافی ہے کہ دلائلِ وجودِ باری عز اسمہٗ اور اس کی توحید و خالقیت وغیرہ صفاتِ کمالیہ کے اثبات میں بیان قرآن شریف کا ایسا محیط و حاوی ہے جس سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں کہ کوئی انسان کوئی جدید برہان پیش کر سکے اگر کسی کو شک ہو تو وہ چند دلائل عقلی متعلق اثبات ہستی باری تعالیٰ عز اسمہٗ یا اس کی توحید یا اس کی خالقیت یا کسی دوسری الٰہی صفت کے متعلق بطور امتحان پیش کرے تا بالمقابل قرآن شریف میں سے وہ دلائل یا ان سے بڑھ کر اس کو دکھلائے جائیں جس کے دکھلانے کے ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں غرض یہ دعوےٰ اور یہ تعریفِ قرآنی لاف و گزاف نہیں بلکہ حقیقت میں حق ہے اور کوئی شخص حقائقِ حقہ کے اثبات میں کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتا جس کے پیش کرنے سے قرآن شریف غافل رہا ہو۔ قرآن شریف باواز بلند بیسیوں جگہ اپنے احاطہ تامہ کا دعوےٰ پیش کرتا ہے چنانچہ بعض آیات ان میں سے ہم اس حاشیہ میں درج بھی کر چکے ہیں سو اگر کوئی طالب حق آزمائش کا شائق ہو تو ہم اس کی تسلی کامل کرنے کے لئے مستعد اور تیار اور ذمہ دار ہیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس پر غفلت اور لاپروائی اور بیقدری کے زمانہ میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو صدق دلی سے طالبِ حق ہو کر اس خاصیت عظمیٰ و معجزہ کبریٰ کی آزمائش چاہیں بلکہ وہ اسی میں اپنی سرخروئی سمجھ لیتے ہیں کہ بات کو سنتے ہی انکار کر دیں لیکن ظاہر ہے کہ صرف اس بات کے کہنے سے کہ ہم نہیں مانتے یا ہم اس کو خلاف عقل یا خلافِ قانونِ قدرت سمجھتے ہیں امر متنازعہ فیہ انفصال نہیں پاتا اور صداقت پسندوں کا یہ طریق ہرگز نہیں، ایک شخص کو ایک امرِ متنازعہ فیہ کے اثبات کے لئے میدان میں کھڑے دیکھ کر اور آواز پر آواز مارتے سنکر پھر اس کی طرف رُخ نہ کریں اسے آزما کر نہ دیکھیں اور دُور بیٹھے یوں ہی کہتے ہیں کہ اس کی یہ باتیں جھوٹ اور بے اصل ہیں کیا یہ شیوہ کسی وقعت و استیاز کا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ دوسرا دروازہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف میں نہایت وسیع طور پر کھلا ہوا ہے دقائق علمیہ ہیں جس کو بوجہ خارق عادت ہونے کے علمی اعجاز کہنا چاہیئے وہ علوم کئی قسم کے ہیں اول علم معارف دین یعنی جس قدر معارف عالیہ دین اور اس کی پاک سچائیاں ہیں اور جس قدر نکات و لطائفِ علم الٰہی ہیں جن کی اس دنیا میں تکمیل نفس کے لئے ضرورت ہے ایسا ہی جس قدر نفس امارہ کی بیماریاں اور اس کے جذبات اور اس کی دُوری یا دائمی آفات ہیں یا جو کچھ ان کا علاج اور اصلاح کی تدبیریں ہیں اور جس قدر تزکیہ و تصفیہ نفس کے طریق

ہیں اور جس قدر اخلاق فاضلہ کے انتہائی ظہور کے علامات و خواص و لوازم ہیں یہ سب کچھ باستیفا تمام فرقان مجید میں بھرا ہوا ہے اور کوئی شخص ایسی صداقت یا ایسا نکتہ الٰہیہ یا ایسا طریق وصول الی اللہ یا کوئی ایسا نادر یا پاک طور مجاہدہ و پرستش الٰہی نکال نہیں سکتا جو اس پاک کلام میں درج نہ ہو۔ دوسرے علم خواص رُوح و علم نفس ہے جو ایسے احاطہ تام سے اس کلام معجزہ نظام میں اندراج پایا ہے کہ جس سے غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ بجز قادرِ مطلق کے یہ کسی کا کلام نہیں۔ تیسرے علم مبدء و معاد و دیگر امورِ غیبیہ جو عالم الغیب کے کلام کا ایک لازمی خاصہ ہے جس سے دلوں کو تسلی و تشفی ملتی ہے اور غیب دانی خدائے قادر مطلق کی مشہودی طور پر ثابت و متحقق ہوتی ہے یہ علم اس تفصیل اور کثرت سے قرآن شریف میں پایا جاتا ہے کہ دنیا میں کوئی دوسری کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی پھر علاوہ اس کے قرآن شریف نے تائید دین میں اور اور علوم سے بھی اعجازی طور پر خدمت لی ہے اور منطق اور طبعی اور فلسفہ اور ہیئت اور علم نفس اور طبابت اور علم ہندسہ اور علم بلاغت و فصاحت وغیرہ علوم کے وسائل سے علم دین کا سمجھانا اور ذہن نشین کرنا یا اس کا تفہیم درجہ بدرجہ آسان کر دینا یا اس پر کوئی برہان قائم کرنا یا اس سے کسی نادان کا اعتراض اُٹھانا مدنظر رکھا ہے غرض طفیلی طور پر یہ سب علوم خدمت دین کے لئے بطور خارق عادت قرآن شریف میں اس عجیب طرز سے بھرے ہوئے ہیں جن سے ہر ایک درجہ کا ذہن فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور اگرچہ دلی جوش اس عاجز کا اس بات کی طرف دامن دل کھینچ رہا ہے کہ ان سب علوم میں سے دو دو تین تین مسائل علمی جو قرآن شریف میں درج ہیں نمونہ کے طور پر اس جگہ لکھے جائیں اور کچھ براہین عقلیہ بھی جو اس پاک کلام میں اثبات اصول دین کے لئے اندراج پائے ہیں تحریر ہوں لیکن چونکہ یہ بیانات طوالت طلب ہیں اور رسالہ ہذا بوجہ قلیل الحجم ہونے کے ان کی برداشت نہیں کر سکتا اور کتاب براہین احمدیہ خود ان سب باتوں کی متکفل ہے اس لئے خوفِ اطناب سے ترک کر دیا گیا۔ طالبین حق انشاء اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ میں سب مقاصد کو پالیں گے۔ مگر اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ یہ علوم کسی طور پر بھی لوگ حاصل کرتے ہیں لیکن ایک اُمّی شخص جو سخت تاریکی اور جہالت کے زمانہ میں ایک جنگلی ملک میں پیدا ہوا جس نے مکتب میں ایک حرف نہ پڑھا اور فلاسفہ سے کبھی مخالطت نہ ہوئی اور منطق اور طبعی اور ہیئت اور علم نفس وغیرہ کا اپنے پُرجہالت ملک میں نام بھی نہ سُنا اس سے یہ چشمہ فیض کامل اور صحیح طور پر جوش مارنا ایسا کہ کوئی فلسفی اس پر سبقت نہ لے جائے بہ بداہت عقل خارق عادت ہے جو شخص بالکل ان پڑھ ہو کر ایسے بے مثل طور پر حقائق علمیہ فلسفہ و طبعی و ہیئت و علم خواص رُوح و معارف دین بغیر کسی کے سکھائے اور پڑھائے کے بیان کرے تو اس کے معجزہ ہونے میں کسی دانا منصف مزاج کو تامل نہیں ہو سکتا تیسرا دروازہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف میں اللہ جلشانہٗ نے اپنی عنایت خاص سے کھول رکھا ہے برکات روحانیہ ہیں جس کو اعجاز تاثیری کہنا چاہیئے یہ بات کسی سمجھدار پر مخفی نہیں ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زاد و بوم ایک محدود جزیرہ نما ملک ہے جس کو عرب کہتے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ہمیشہ بے تعلق رہ کر ایک گوشہ تنہائی میں پڑا رہا ہے۔ اس ملک کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بالکل وحشیانہ اور درندوں کی طرح زندگی بسر کرنا اور دین اور ایمان اور حق اللہ اور حق العباد سے بے خبر محض ہونا اور سینکڑوں برسوں سے بُت پرستی و دیگر ناپاک خیالات میں ڈوبے چلے آنا اور عیاشی اور بدمستی اور شراب خواری اور قمار بازی وغیرہ فسق کے طریقوں میں انتہائی درجہ تک پہنچ جانا اور چوری اور قزاقی اور خونریزی اور دختر کشی اور یتیموں کا مال کھا جانے اور بیگانہ حقوق دبا لینے کو کچھ گناہ نہ سمجھنا غرض ہر ایک طرح کی بُری حالت اور ہر یک نوع کا اندھیرا اور ہر قسم کی ظلمت و غفلت عام طور پر تمام عربوں کے دلوں پر چھائی ہوئی ہونا ایک ایسا واقعہ مشہورہ ہے کہ متعصب مخالف بھی بشرطیکہ کچھ واقفیت رکھتا ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا اور پھر یہ امر بھی ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصوم نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ان کے دلوں کو یک لخت ایسا مبدل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارفِ دینی سے مالا مال ہو گئے۔ اور محبت دنیا کے بعد الٰہی محبت میں ایسے کھوئے

حضرت مجدد صد چہاردہم

غلبہ و فتح کی شرائط

قدمِ صدق، نفسانی اغراض پر موت

دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا۔ بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کیڑے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کرکے خدا خوش ہوگا۔

نرمی و گرمی محض خدا کے لئے

لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی و گرمی محض خدا کے لئے ہو جاوے گی۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا ہے جو تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کے منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا کہ خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔ تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔

سلسلہ احمدیہ کے غلبہ کی پیشگوئی

تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئی بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اسے جہنم تک پہنچا دے گی، اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا مگر وہی لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان کے ساتھ سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

(الوصیت)

محترم محمد عبد اللہ صاحب مسلم مشنری

مکتوبِ امریکہ

یکم جولائی ۱۹۷۴ء

مکرمی محترمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اُمید ہے کہ پاکستان کی مکدر فضا خوشگوار ہو گئی ہو گی - اور حکومت نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے حالات پر قابو پا لیا ہو گا - خداوند کریم مسلمانوں کی حالت پر رحم فرمائے - اور ان کو متحد رہنے کی توفیق عطا فرمائے - شاعر قوم علامہ اقبال نے مسلمانوں کی نااتفاقی اور فتوے بازیوں پر افسوس کرتے ہوئے کیا ہی خوب فرمایا ہے :

ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک - کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

مانٹرے کا سفر

مانٹرے کیلی فورنیا کے صحت افزا مقامات میں سے شمار ہوتا ہے - جزیرہ نما پر واقع ہونے کی وجہ سے مانٹرے اور اس کی متوسط شہروں کی آب و ہوا معتدل اور خوشگوار ہے - گرمی کے موسم میں امریکہ کے مختلف مقامات سے لوگ آتے ہیں - مانٹرے MONTERY کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے - سب سے پہلا کسٹم ہاؤس تھیٹر - سب سے پرانا اینٹوں کا گھر رشن ہاؤس - فوجی قلعہ وہ تاریخی جگہیں ہیں جو اگرچہ سادہ طور پر بنی ہوئی ہیں - لوگ ان کے دیکھنے کے لئے جاتے ہیں - اور ان پرانی اشیاء کو دیکھتے ہیں - جو دو سو سال پیشتر استعمال ہوتی تھیں -

مانٹرے کیلی فورنیا کا پُرانا دارالخلافہ تھا - موجودہ دارالخلافہ سیکریمنٹو SACREMENTO ہے - جہاں پاکستانی مسلمانوں کی خاصی تعداد ہے - اور مسجد بھی ہے - جس کا افتتاح ۱۹۵۵ء میں ہوا تھا - کیلی فورنیا پر میکسیکو MEXICO کا تسلط تھا - اور ۱۶۰۲ء میں ایک ہسپانوی SPANISH ملاح نے مانٹرے کے کنارے اپنے جہاز کا لنگر ڈالا تھا - تب سے اس پر سپین اور میکسیکو کا قبضہ ہو گیا - لیکن امریکن میکسیکو لڑائی کے نتیجہ میں ۱۸۵۰ء میں اس پر یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ کا قبضہ ہو گیا - یہاں کی کئی ایک سٹریٹ کے نام عربی ناموں سے ملتے جلتے ہیں - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سپنش زبان میں کس قدر عربی الفاظ مخلوط ہو گئے ہیں -

مانٹرے کے ساتھ دو اور شہر متصل ہیں - جن کے نام SEASIDE سیسائیڈ اور PACIFIC GROVE (پسفک گروو) ہیں - بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں شہر ایک ہی شہر میں شامل ہیں - لیکن ہر ایک شہر کا الگ نظام ہے - SEASIDE میں زیادہ آبادی نیگرو قوم کی ہے - باقی دونوں شہروں میں اکثریت سفید اقوام کی ہے - ان دونوں شہروں کے درمیان POST GRADUATE NAVY SCHOOL پوسٹ گریجوایٹ نیوی سکول ہے - جہاں نیوی کی اعلیٰ تعلیم کے علاوہ کئی ایک کورس پڑھائے جاتے ہیں جو نیوی میں شامل ہونے والوں کے لئے دلچسپی کا موجب ہوتے ہیں - اس سکول میں ایران پاکستان، ترکی اور کئی ایک ممالک کے نیوی آفیسرز ٹریننگ کے لئے آتے ہیں - یہ سکول پرانے سکولوں میں شمار کیا جاتا ہے - ایک وسیع رقبہ زمین پر واقع ہے - اور اس کے صحن میں تمام دنیا کے بہتر پائے جاتے ہیں جو اس کے ماحول کو دلکش اور پُر فضا بنا دیتے ہیں -

مانٹرے سے ۱۸ میل دُور تک سمندر کے کنارے پختہ سڑک ہے - جو شہر کارمل تک پہنچتی ہے - اس کے کنارے مالدار طبقہ کے رہائشی مکانات ہیں - جو درختوں اور جھاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں - اس سڑک کے کنارے ایک چوکی ہے - جس میں ایک مسلح گارڈ رہتا ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اپنی موٹر اس سڑک پر نہیں چلا سکتا - کارمل اگرچہ ایک اچھے خاصے شہر کی حیثیت رکھتا ہے - لیکن وہاں کے شہری اس کو گاؤں کی صورت میں رکھنا پسند کرتے ہیں - لہٰذا گھروں کے نمبر نہیں ہیں اور نہ ہی پوسٹ مین ہر ایک گھر پر ڈاک تقسیم کرتا ہے - ہر ایک شخص پوسٹ آفس جا کر اپنی ڈاک لاتا ہے - یا ان کے پوسٹ بکس ڈاک خانہ پر ہیں - اس شہر میں بھی اکثریت مالدار طبقہ کی ہے - دوکانیں خوبصورت ہیں - ہر ایک دوکان صرف ایک مخصوص چیز کی فروخت کے لئے ہے - وہ دوسری چیز اپنی دوکان پر دوکانداروں کے معاہدہ کے مطابق فروخت نہیں کر سکتا - سڑکیں تنگ ہیں - درختوں کی کثرت ہے - مکانات بہت قیمتی ہیں - ہزاروں کی تعداد میں ٹورسٹ یہاں ہر سال آتے ہیں - اس شہر کی فضا دوسرے امریکن شہروں سے مختلف ہے - لوگ ملنسار اور مہمان نواز ہیں -

عربی زبان کی تعلیم

عربی زبان کی تعلیم مانٹرے میں دو جگہ دی جاتی ہے اس کے علاوہ دیگر زبانیں بھی سکھائی جاتی ہیں - ایک سکول فوجی ہے - جو اس مقام پر ہے جہاں سپاہیوں نے فوجی چوکی بنائی ہوئی ہوئی تھی - اس جگہ فوجیوں کے لئے بیسیوں بیرکیں ہیں - اور رہائشی مکانات فوجی افسروں کے لئے ہیں - بذات خود یہ شہر کا بڑا حصہ ہے - جو پہاڑی پر واقع ہونے سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے - اور یہاں سے سمندر کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے - عربی ڈیپارٹمنٹ کے ڈائریکٹر مسٹر سعید کامل سے میری پرانی واقفیت تھی - ان کی ملاقات کے لئے گیا - تو معلوم ہوا کہ آپ ریٹائر ہو چکے ہیں - اور نئے ڈائریکٹر ایک امریکن ہیں - ان کے ماتحت چھ عربی زبان کے انسٹرکٹر ہیں - ان میں سے مسٹر محمد عبد اللہ اور مسٹر شان میرے واقف نکل آئے - یہ صاحبان مصر اور لبنان کے ہیں - اور یہی دونوں مسلمان ہیں - باقی انسٹرکٹر عیسائی ہیں - انہوں نے دوسرے معلمین سے میرا تعارف کرایا -

میں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ترکی مرکز جو برلنگیم BURLINGAME میں ہے - عربی زبان کی تعلیم دینے کی درخواست کی گئی ہے - جو میں نے قبول کر لی ہے - اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے مجھے سال بھر کی سکیم تعلیم تیار کرنی ہے - جو آپ کی امداد کے بعد تیار نہیں ہو سکتی - مسٹر محمد عبد اللہ نے چار ضخیم جلدیں ٹائپ شدہ اسباق کی عنایت فرمائیں - جو اس سکول کے سٹاف نے محنت شاقہ سے مرتب کی تھیں - اس سے میرے سفر کا اصلی مقصد حل ہو گیا -

مختلف زبانوں کی اکاڈمی

یہاں مختلف زبانیں سکھانے کے لئے ایک پرائیویٹ اکاڈمی ہے - جو گذشتہ پانچ سال سے قائم ہے - یہاں سمر سکول کے لئے ایک نومسلمہ سعیدہ گورڈن نے (جو تین سال ہوئے خاکسار سے خط و کتابت کے ذریعہ اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسلام قبول کیا تھا) داخلہ لیا ہوا تھا - اس کا گھر دو ہزار میل کے فاصلے پر ہے - لیکن اسلام کی محبت نے اس کو مجبور کیا کہ وہ تین ماہ عربی کی تعلیم پر وقف کر دے - اس کی ملاقات کا بھی اشتیاق تھا - اکاڈمی مانٹرے میں تھی - لیکن طلباء کی رہائش کا انتظام کارمل میں تھا - سعیدہ گورڈن نے ٹیلی فون کے ذریعہ مجھے اطلاع دی کہ طلباء میں سے ایک طالب علم اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں - وہ مجھ سے کافی سوالات اسلام کے بارہ میں کرنا چاہتے ہیں - چنانچہ خاکسار وقت مقررہ پر کارمل پہنچ گیا -

سوالات کی بوچھاڑ

بورڈنگ ہاؤس میں سعیدہ گورڈن کے علاوہ چند غیر مسلم بورڈر میری انتظار کر رہے تھے - ان کے علاوہ ان کے سپرنٹنڈنٹ اور ان کی بیگم صاحبہ جو لبنان کے ہیں - اور مسلمان ہیں، موجود تھے - سوالات کا سلسلہ جاری ہو گیا - اور یہ سلسلہ رات کے ساڑھے بارہ بجے تک قائم رہا - بعض سوالات عجیب نوعیت کے تھے - جو پیشتر ازیں سننے میں نہیں آئے تھے لیکن خداوند کریم کے فضل و کرم سے ان کے تسلی بخش جوابات میرے ذہن میں آ گئے تھے - یہ مجلس نہایت کامیاب رہی - اور سامعین میرے جوابات اور تشریح سے کافی متاثر ہوئے -

اسلامی جذبہ اور مالی قربانی

سعیدہ گورڈن کا اسلامی جذبہ اور مالی قربانی قابلِ تعریف ہے - سکول کی فیس چار ہزار روپیہ ہے - اس کے علاوہ پانچ ہزار روپیہ بارہ ہفتے کا کرایہ مکان اور خوراک ہے - دو ہزار روپیہ کرایہ آمد و رفت، چار ہزار روپیہ متفرق خرچ - پندرہ ہزار روپیہ صرف تین ماہ کی تعلیم کے لئے خرچ کرنا اور پھر تین ماہ کی آمدنی سے محروم ہونا - سعیدہ گورڈن نے مجھے بتلایا کہ وہ عربی میں نماز غلط تلفظ سے پڑھ رہی تھیں - عربی پڑھنے سے یہ کمزوری دُور ہو جائے گی - ہمارے نوجوانوں کے لئے یہ نمونہ قابلِ تقلید ہے -

ایک ہزار روپیہ کا عطیہ

بیگم خدیجہ میگوین KHADEJAH - C. (MCGOVINE) کا تعارف اخبار پیغام صلح کے ذریعہ قارئین کرام سے پیشتر ازیں کرا

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء

مردِ آخر بیں

سے پانچ سے ساٹھ جیلڑی نہیں ہوتیں بلکہ زمانہ کو تھام کر تاریخ کا رخ موڑ دیتی ہیں۔ طوفانِ حوادث انہیں اڑا نہیں لے جا سکتا بلکہ وہ طوفانوں کا منہ پھیر دیتی ہیں۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ ہمارا تحریکی عمل ہمیں یہاں لایا ہے۔ یا ہم بے عملی کا شکار ہو کر یہاں دھکیل دیئے گئے ہیں۔ اور اب ہمیں یہاں سے کدھر بڑھنا ہے۔ اسی جواب سے تحریک کا مستقبل متعین ہوگا۔

ذرا اپنے ماضی پر نگاہ ڈالئے۔ آج سے کوئی چوراسی (۸۴) سال قبل سنت و وعدہ الٰہی اور ارشاد نبویؐ کے عین مطابق چودھویں صدی کا مجدد ملک ہند میں ظاہر ہوا، اس وقت اس ملک کے مسلمان کا اقتدار ختم ہو چکا تھا اور وہ انگریز حکمران اور غیر مسلم اکثریت کی دوہری غلامی میں جکڑا ہوا تھا، پھر وہ دولت دنیا سے عاری تھا علمی، مجلسی، معاشی، تجارتی، سیاسی اور تہذیبی ہر میدان میں پسماندہ تھا۔ اور مخالف عناصر ہر میدان میں جذبۂ انتقام سے مغلوب ہو کر اس کی بیخکنی میں سرگرم عمل تھے۔ نیز ۱۸۵۷ء میں آزادی کے لئے اس کی ادھوری اور ناکام کوشش نے اسے حکومت کا معتوب و مغضوب بنا رکھا تھا، ان حالات میں مجددِ وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے مقاصد کا بدیں الفاظ اعلان کیا :۔

"اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے[1] کلمۂ اسلام و اشاعت[2] نور حضرت خیر الانام اور تائید[3] مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا۔" (فتح اسلام صـ)

اور ساتھ ہی مسلمانوں کے غلبہ کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا :۔

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد"

گو ختم نبوت اور تکمیل دین کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کی مسلسل تجدید و اصلاح اور معارف و غلبۂ قرآن کے لئے مجددین کا دائمی سلسلہ قائم کیا، اور حضرت مرزا صاحب بھی اس سلسلہ کی کڑی تھے تاہم دعویٰ مجددیت نہ کبھی مقصود بالذات رہا اور نہ جزوِ ایمان جس کے انکار سے ایمانیات میں خلل واقع ہو، البتہ مجدد کا وجود اسلام، قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و حقانیت پر ایک حجت ایک دلیل ساطع اور نشان ہوتا ہے اور اس کے سامنے جو کٹھن کام ہوتا ہے۔ وہ تعلق باللہ کے بغیر سرانجام نہیں پا سکتا۔

آپ نے جس بے سروسامانی، بے بضاعتی کے ساتھ انتہائی ناسازگار حالات میں اسلام کی مدافعت اور تبلیغ کا کام شروع کیا، اس کی نظیر تجدید دین کی تحریکات میں کم ملتی ہے۔ ایک گمنام شخص ایک گاؤں میں رہائش پذیر ہے۔ دینی مدارس اور کسی سلسلہ تصوف سے ناآشنا ہے۔ تہذیبی، علمی، نشریاتی ماحول سے دور اور بے بہرہ ہے۔ اور مقابل میں معاند حکمران قوم کے پادری اور اہلکار سرگرم عمل ہیں، جن کی پشت پر دولت، اقتدار اور تحریصاتی عوامل ہیں۔ دوسری طرف آریوں، برہمو سماجیوں اور دیو سماجیوں سے ٹکر ہے جو قرآن اور سیرت حضرت خیر الانامؐ پر کیچڑ اچھالنے میں شب و روز مصروف تھے۔ اور ان کے مقابل مسلمان اور اسلام بے بس تھے۔ مگر آپ نے بلند پایہ تصانیف، تقاریر، خط و کتابت اور مناظروں کے ذریعہ ان سب کا سر توڑ مقابلہ کیا۔ اور اس ضمن میں ملک کا متواتر سفر کیا، ہر شہر میں گالیاں کھائیں، سنگباری کا ہدف بنے۔ آپ کے خلاف جھوٹے مقدمات کھڑے کئے گئے، اور آپ سالہا سال تک اس کڑی آزمائش میں سے گزرے حتیٰ کہ آخری ایام میں آپ کے مخالفین کے دانت کھٹے ہو گئے۔ علماء و صلحاء اور جاں نثاروں کا ایک کثیر گروہ آپ کا ہاتھ بٹانے کے لئے آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ تبلیغ کا کام ہند کی حدود سے نکل کر اقصائے عالم تک وسعت پذیر ہو گیا۔ مسلمانوں میں زندگی کی حرکت پیدا ہو گئی اور تاریخ نے آپ کی کامیابی پر مُہر ثبت کر دی۔

وفات کے بعد

آپ نے اپنے بعد کام کو جاری رکھنے کے لئے چودہ اراکین پر مشتمل ایک انجمن کو اپنا جانشین مقرر کیا جس کا صدر حضرت [illegible]

اراکین انجمن کی مساعی اور خود مولانا نور الدین کے عقیدہ و منشاء کے خلاف اجرائے نبوت اور حضرت مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے والوں کی تکفیر کا عقیدہ پھیلانا شروع کر دیا اور اپنے امام کی مقرر کردہ انجمن کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیا اور آپ کے انتخاب کی بے وقعتی کی۔ مولانا کی وفات پر جماعت دو متحارب گروہوں میں بٹ گئی، پس انجمن کے اراکین کی اکثریت قادیان سے مجبوراً نکل کر لاہور چلی آئی۔ انہوں نے ختم نبوت اور اتحاد المسلمین کی اساس پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام پر جماعت کو منظم کیا۔ اور تبلیغ و اشاعت دین کا کام حسب سابق جاری کر دیا۔ اور قرآن و سیرت نبویؐ کی اشاعت کا کام وسیع پیمانے پر پھیلایا، جس کے اثرات دنیا کے کونے کونے میں پھیلے۔

یہ ۱۹۱۴ء کا واقعہ ہے۔ اس ساٹھ سال کے طویل عرصہ میں زمانے نے کئی رنگ بدلے، حکومتیں بدلیں، ذرائع رسل و رسائل بدلے، زندگی کی اقدار بدلیں۔ افکار کی دنیا میں شدید زلزلے آئے، کئی اقوام نے آزادی حاصل کی اور کئی ایک نامور سلطنتیں قعرِ مذلت و گمنامی کی راہ پر چل نکلیں، دہریت کی ہوائیں چلیں، اور ہمارے دیکھتے دیکھتے سوشلزم، نازی ازم، فاشزم دنیا میں پھیل گئے۔

دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم زمانے کے ساتھ چلے، ہم نے زمانے کی رفتار کو تھام کر اس کا رُخ بدل لایا ہم خود زمانے کی رَو میں بہہ گئے، ہم زمانے کے مطابق آگے بڑھے اور زمانے نے ہمارے وجود کو تسلیم کیا، ہمیں احترام کی نظر سے دیکھا، یا ہمیں از راہِ ترحم نظرانداز کیا، اور اگر ہم زمانے کے مطابق آگے بڑھے تو کیا وہ حق ادا کیا جو بڑھنے کا حق تھا، اور اگر نہیں تو کیوں؟ کیا ہم نے زندگی کے کسی مرحلے، کسی موڑ اور مشکل مقام پر چند قدم رُک کر کبھی اپنے ماضی پر نگاہ عبرت ڈالی یا ماضی کی روشنی میں حال و مستقبل کو روشن بنانے کے لئے منصوبہ بندی کی اور رکاوٹیں دُور کرنے کی کوشش کی۔

جو افراد یا اقوام وقفے وقفے کے بعد اپنا احتساب نہیں کرتیں، بار بار ماضی کی کامیابیوں یا ناکامیوں کی روشنی میں نیا منصوبہ تیار نہیں کرتیں، جُرأت رندانہ سے کام لے کر ہلاکت انگیز اور زوال افزا عناصر، اعمال و خیالات کو ترک نہیں کرتیں، ذاتی تعصبات اور رجحانات اور شخصی پسند و ناپسند اور تعلقات عقیدت و محبت کو قربان نہیں کرتیں اور تلخ حقائق کو تسلیم کر کے ہر موڑ پر ترقی پسندانہ اقدامات نہیں کرتیں وہ خدا کے فرمان ولتنظر نفسٌ ما قدمت لِغد کی حرمت ملحوظ نہیں رکھتیں، اور ہلاکت کی تاریک راہ پر بڑھے چلی جاتی ہیں ——— بربادی ان کا مقدر ہے، کوئی ان پر رحم نہیں کھاتا۔ زمانہ انہیں روند کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور تاریخ عالم کی گذرگاہ پر ایسی بے شمار تحریکوں کے ڈھانچے بکھرے ملتے ہیں۔ اور زمانے کا حقیقت آگاہ نعرہ ہے :

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرف محرمانہ!
قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جُدا جُدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب، کسی کا مرکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ!
نہ تھا اگر تو شریک محفل، قصور تیرا ہے یا کہ میرا
مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ!
مرے خم و پیچ کو نجومی کی آنکھ پہچانتی نہیں ہے
ہدف سے بیگانہ تیر اس کا نظر نہیں جس کی عارفانہ!

اگر آپ کے دل میں احساس بیداری نے چٹکی لی اور موجودہ حالات نے آئندہ کے متعلق غور و فکر پر اُبھارا ہے۔ تو آپ کا درخشاں دورِ ماضی پیام امید دے رہا ہے کہ :۔

(۴) بذریعہ خط و کتابت تبلیغ (۵) جماعت کی توسیع و ترقی۔
تبلیغ کے ان پانچ وسائل کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے لکھا :۔
"یہ پانچ طور کا سلسلہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا۔ اگرچہ ایک سرسری نگاہ والا آدمی صرف تالیف کے سلسلہ کو ضروری سمجھے گا اور دوسری [illegible]

طرح آج آئی ہیں اور آپ ایمان، ایثار، استقامت اور صبر کی آزمائش میں اس طرح [illegible] جیسے کہ آج پڑے ہیں۔ آپ کی دشمن وہ مخالفت نہیں جو خارج سے پیش آئی ہے۔ خرابی داخلی حقیقت ہے۔ آپ ایک مدت سے اسے محسوس کر رہے [illegible]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے زیادہ دکھ دیئے گئے۔

خطبہ جمعہ - ۱۹ ر جولائی ۱۹۷۴ء - فرمودہ: جناب حکیم عبدالعزیز صاحب - جامع احمدیہ لاہور

(۱۸ جولائی ۱۹۷۴ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ اسلام آباد تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے ان کی جگہ محترم حکیم عبدالعزیز صاحب نے خطبہ جمعہ دیا) (ایڈیٹر)

(مرتبہ عبدالروف کھوکھر)

یاایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین۔

پھر فرمایا: ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات فبشر الصابرین

دنیا میں جس قدر خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور آئے ان سب کو دکھ دیا گیا اور سخت سے سخت تکالیف پہنچائی گئیں۔ ان کے ماننے والوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے اور انہیں مجبور کیا گیا کہ تم اس آسمانی تحریک سے کنارہ کشی اختیار کر کے دوبارہ ہمارے آبائی طریق میں واپس آجاؤ ورنہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ خدا کے بندوں نے جواب دیا کہ اگر ہم تمہارے مذہب کو ناپسند کریں۔ کفار نے جواب دیا کہ تمہیں ناپسند ہو یا نہ ہو تم اپنے مال۔ جان عزت و آبرو کو اسی صورت میں بچا سکو گے کہ ہماری ہاں میں ہاں ملاؤ۔ جب وہ لوگ صبر و صلوٰۃ کے ذریعہ ہر آزمائش کے لئے تیار ہو گئے تو ان خدا کے پیاروں اور ان کے ماننے والوں کو سخت آزمائش میں ڈالا گیا آگ جلا کر اس آگ کے الاؤ میں انہیں ڈالا گیا۔ بعض کو زمین میں گاڑ کر آرے سے چیرا گیا اور بعض بدبختوں نے لوہے کا کنگھا بنا کر اس کے ذریعہ ان کے گوشت کو جسم سے نوچا۔ بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ لیکن انہوں نے استقامت کا وہ نمونہ دکھلایا جو بجز خدا کے بندوں کے دوسرے دکھلا نہیں سکتے۔ جن کو دنیا میں بھی بشارات ملتی ہیں۔ پھر آخر میں پیغمبر آخر الزمان ؐ تشریف لائے۔ جن کے متعلق رب العالمین کا ارشاد ہے لولاک لما خلقت الافلاک۔ یعنی دونوں جہان کی پیدائش کی علت غائی آپ ہیں۔

حضورؐ کو اس قدر تکالیف دی گئیں۔ کہ حضورؐ فرماتے ہیں: ما اوذی النبیون من قبلی کما اوذیت

ترجمہ:- جس قدر دکھ مجھے دیئے گئے ہیں مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔

حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا اور سوشل بائیکاٹ کیا گیا یہاں تک کہ ہر قسم کے لین دین کی ممانعت کی گئی۔ آپؐ کے ساتھیوں کو درختوں کے پتے کھا کر گذرا وقات کرنا پڑا۔

بعض صحابی بیان کرتے ہیں پتے کھانے سے ہماری باچھیں چھل گئی تھیں، ہم بکریوں کی طرح مینگنیاں کرنے لگ گئے تھے۔ بچے بھوک اور پیاس سے تڑپتے تھے لیکن ڈر کی وجہ سے ہماری مدد کوئی نہ کرتا تھا۔

جب مکہ میں تشدد حد سے بڑھ گیا تو حضور طائف تشریف لے گئے لیکن ان بدباطنوں نے بھی حضورؐ پر خشت باری کی گئی اور آوارہ لڑکے آپؐ کے پیچھے لگائے حضورؐ کا جسم مبارک اینٹوں پتھروں سے لہولہان ہو گیا۔ حضور فرماتے ہیں کہ تین میل تک ان لوگوں نے میرا تعاقب کیا۔ مجھے معلوم نہ ہوتا تھا کہ کدھر سے آرہا ہوں اور کدھر جاتا ہے۔ اس وقت ملک الجبال نازل ہوتا ہے کہ اگر اجازت ہو تو ان پر پہاڑ گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا: اللھم اھد قومی انھم لا یعلمون۔ کہ اے اللہ ان پر رحم کر مجھے یہ نہیں پہچانتے۔

حضور صلعم کے ماننے والوں کو اس قدر دکھ دیئے گئے کہ ان کے سننے سے ہی بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ننگا جسم کر کے دہکتے کوئلوں پر لٹایا گیا۔ گرم ریت پر لٹا کر گرم پتھر اوپر رکھ دیئے گئے۔ بچوں کو اونٹوں کے ساتھ باندھ کر چیرا گیا۔ عورتوں کی شرمگاہوں تک میں نیزے مارے گئے۔ مار مار کر آنکھیں پھوڑ ڈالی گئیں لیکن ان لوگوں نے [illegible] تمام تکالیف محض اللہ کی رضا کے لئے قبول کیں، یہاں تک کہ سرکار دو عالم کو اپنے وطن عزیز سے نکلنا پڑا

مگر پھر جب فاتح ہو کر مکہ میں داخل ہوئے۔ تو حضور نے کسی ایک سے بھی منتقمانہ کارروائی نہیں کی بلکہ لا تثریب علیکم الیوم کا اعلان فرمایا کہ جاؤ تم کو آج کے بعد ملامت بھی کوئی نہیں کرے گا۔ اللہ تمہیں معاف فرمائے۔ یہ رحمۃ للعالمین کی رحمت کی وہ مثال ہے کہ جس کی مثال دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔

پھر حضور کی خواہش ہمیشہ یہی رہی کہ میں اللہ تعالےٰ کے راستہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ ہوں پھر شہید کیا جاؤں۔ یہی حضور کی خوبیاں تھیں کہ اسلام سیلاب کی طرح پھیلا۔

حضورؐ نے فرمایا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میرے بعد قیامت کے لئے سلسلہ نبوت بند ہے۔

لیکن میرے باغ کی آبیاری کے لئے ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ ایک مجدد بھیجتا رہے گا۔ جو دین اسلام کی حفاظت کرے گا، مخالفوں کے اعتراضات کو باطل کرے گا اور اپنوں کی غلطیوں کی اصلاح کرے گا۔ چنانچہ چودھویں صدی کے مجدد کو مسیح کا خطاب دیا گیا اس لئے کہ ان کے ذمہ مسیحی قوم کی اصلاح کی گئی تھی اس وقت عیسائیت کا غلبہ ہو گا۔

چنانچہ اس صدی کے سر پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور غیر مسلموں کو مقابلہ کے لئے چیلنج کیا اور دس ہزار روپیہ انعامی کتاب براہین احمدیہ تحریر فرمائی۔ جس نے اگر مخالفین اسلام کے گھروں میں صف ماتم بچھا دی وہاں درد دل رکھنے والے مسلمانوں کے گھروں میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ اور نیک فطرت حق کے متلاشی لوگ آپ کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ حضرت نے ان سے خدا و رسولؐ کے احکام پر چلنے کا اقرار لیا اور یہاں تک لکھا کہ قرآن کریم کے سات صد حکموں میں سے ایک حکم کا ٹالنے والا بھی اپنے ہاتھ سے اپنے لئے نجات کا دروازہ بند کرتا ہے اور اپنی جماعت کے لوگوں سے یہ عہد لیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ لوگ دنیا کمانے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں مجھے ان لوگوں کی ضرورت ہے جو دین اسلام کی حقانیت قرآن کریم اور اسلام کی سچائی اور حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کی تائید کرنے والے ہوں ان کے اعمال و اطوار خدا اور رسولؐ کے احکام کے ماتحت دکھائی دیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں خواہ ان کو قتل کیا جاوے۔ ان کا سوشل بائیکاٹ ہو۔ ان کی مستورات کی بے حرمتی کی جائے لیکن وہ رب العزت کی خوشنودی کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ جس طرح صاحبزادہ عبداللطیف شہید (اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں) نے صحابہ کرامؓ کی طرح اس زمانہ میں قربانی کا نمونہ دکھلایا۔ جو صاحب عزت و وقار اور عالم بے بدل ہزاروں مریدوں کا رہبر اور کابل کے دربار میں بے پناہ عزت کا مالک تھا۔ ان کو احمدی ہونے کی پاداش میں کافر قرار دیا گیا۔ ان کے پاؤں میں آٹھ آٹھ سیر وزنی بیڑی ڈالی گئی ۱½ من پختہ وزنی زنجیر ان کے جسم پر باندھی گئی۔

ایک طرف تشدد کا یہ حال۔ دوسری طرف لالچ پر لالچ دیا گیا کہ اگر آپ مرزا صاحب کو چھوڑ دیں تو آپ کو پہلے سے بہت زیادہ عزت دی جائے گی۔ لیکن اس خدا کے برگزیدہ نے استقامت کا وہ نمونہ دکھلایا کہ اس زمانہ میں اس کی مثال ناممکن ہے۔ پھر آپ کی ناک میں رسی ڈال کر کھینچا گیا اور مقتل میں لے جا کر زمین میں گاڑ کر سنگسار کر دیا گیا۔ کیا کوئی ایسی مثال مل سکتی ہے کہ ایک جھوٹے دنیا دار کے لئے ایک عالم بے بدل صاحب کشف بزرگ اپنی عزت کو خاک میں ملا دے۔ یہ استقامت وہی دکھلا سکتے ہیں جن پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے وہ انہیں بشارتیں دیتے ہیں۔

حضرت اقدس نے شہید مرحوم کی شان میں کیا عجیب فرمایا:

صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار ✤ دشت پرخار و بلائش صد ہزار

بنگراین شوخی ازاں بشخ عجم — ایں بیاباں کہ دستے از یک قدم

حضرت صاحب فرماتے ہیں :—

"دُنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح غائب ہو جاتی ہیں۔ خدا کی لعنت سے ڈرو جس پر پڑتی ہے اس کا دونوں جہانوں میں ستیاناس کر دیتی ہے۔

آپ نے پھر فرمایا :—

اگر ایک سچے مؤمن کو موت یا قتل کی دھمکی دی جاوے تو وہ قتل اس کو سہل معلوم دے گا۔ کیونکہ موت ایک روحانی سکون ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست کے پاس پہنچا دیتی ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ :—

"مجھے میرے خدا نے الہام کیا ہے۔ کہ دین صرف اسلام ہے۔ اور رسول صرف محمد مصطفےٰ صلعم جو تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ جس طرح ہمارا خدا ایک ہے اور وہ مستحق ہے کہ صرف اس اکیلے کی عبادت کی جائے اسی طرح ہمارا رسول بھی ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ خاتم النبیین ہے اس کے بعد کوئی نبی نہیں۔"

"قرآن میں آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا"

"عقیدہ کی رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلعم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور وہ سب سے بڑھ کر ہے۔"

اس چھوٹی سی جماعت نے جنہوں نے مجدّد زمان کے اعلان پر لبیک کہا ہے۔ اور ہر قسم کی قربانی دے کر اشاعت اسلام و قرآن کا یورپ میں ڈنکا بجا دیا، قرآن کریم کے تراجم کر کے دنیا میں پھیلا دیئے اور کفرستان میں مساجد تعمیر کروا کر اسلام کا ڈنکا بجا دیا۔ اب اگر مولوی ہونے کے دعویدار ان کو کافر و مرتد قرار دیتے ہیں۔ ان کو قتل کرنا ثواب سمجھتے ہیں ان کے گھروں اور جائدادوں کو جلا دینا جہاد بتلاتے ہیں وہ یا ان کے پیرو ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا وہ ایسے افعال کے مرتکب ہو کر سوشل بائیکاٹ کر کے خدا اور رسول کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں یا یہ ان لوگوں کا طریقہ رہا ہے جو حق و صداقت کے دلائل سے عاجز آ کر یہ طریقہ اپنا تے رہے ہیں۔

پس احمدی قوم کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ جیسے قیمتی خزانے کے حصول کے لئے بڑی سے بڑی قربانی بھی ہیچ ہے۔ جن لوگوں کو یہ خیال ہے کہ ہماری سختیوں۔ مظالم۔ سوشل بائیکاٹ سے یہ سلسلہ مٹ جائے گا یہ ان کی خام خیالی ہے بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم بڑھاؤ کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اس کی توحید دنیا میں پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کام کرو۔

حضرت مرزا صاحب کو خدا تعالےٰ پر کس قدر پختہ ایمان ہے فرماتے ہیں :—

"مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ اُن کے ہاتھ سے اُکھڑ سکوں اگر ان کے پہلے اور پچھلے اور ان کے زندے اور مردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل میں ان کے منہ پر مارے گا"

ولو کنت دجالاً کذوباً لضرنی۔ عداوۃ من یدعوا علی لاو یبقی۔ اگر میں دجّال و کذاب ہوتا۔ تو ان کی بد دعائیں مجھے تباہ کرتیں۔

پھر فرماتے ہیں :—

تبقی رجال اللہ عند نھا بر علی النار تفنی الکاذبون کذ یبقی
اللہ تعالےٰ کے بندے مصائب کے وقت میں بچا لئے جاتے ہیں اور جھوٹے لوگ فنا کر دیئے جاتے ہیں جس طرح پارہ آگ پر اُڑ جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے مجدّد زمانؑ کو الہام کے ذریعہ بتلایا :—

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

پس تکالیف کو دیکھ کر صبر اور استقامت کا نمونہ دکھلاؤ۔ دعاؤں میں لگے رہو۔ خدا کے حضور رونا سیکھو کہ رونے والے پر اس کو رحم آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے اور ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ ان ہمارے بھائیوں کو بھی ہدایت دے جو ناسمجھی سے ظلم و جور کو نیکی خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ پاکستان پر بھی رحم کرے کہ چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں گھرا ہوا ہے۔ اور اس کے باشندوں کو خدا اور رسول کے احکام پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

اداریہ — بسلسلہ صفحہ ۲

ختم کا ہے کو ہوا کام ابھی باقی ہے ÷ نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

اس لئے آپ کو جھنجھوڑا گیا۔ تاکہ آپ از سرِ نو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا جائزہ لیں الگ الگ، دو دو، چار چار، سب کے سب، دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اپنے ہر خیال، ہر عمل، ہر اقدام کا بے رحمانہ تجزیہ کریں، ایک طویل مشاورت کا اہتمام کریں جو ایک دو ہفتہ یا مہینہ بھر مل بیٹھے، حضرت صاحب کے دستور کی روشنی میں دُور رس اصلاحات تجویز کرے، جو اعضاء ناکارہ ہو چکے ہیں، اور تحریکی عمل کی راہ میں سنگِ گراں ہیں انہیں آرام کرتے رہنے دے۔ کوئی فرد، چھوٹا یا بڑا اپنی کمزوریوں کے باعث تحریک کی رفتار میں رکاوٹ نہ رہے اور اپنے سے زیادہ باصلاحیت خادموں کے لئے راستہ چھوڑ دے۔ کوئی محبت کوئی عقیدت، کوئی ذاتی مفاد اس عمل جراحی میں رکاوٹ نہ بننے پائے۔ اور اس طرح دنیا کو بتا دے کہ اسلام کا غلبہ آج بھی اسی اور صرف اسی جماعت کے ذریعہ مقدر ہے جیسا کہ ہمارے پیارے امام نے فرمایا :—

"تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہا ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں، وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں، اور خدا سے خاص انعام پائیں یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا، خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے، اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے، کیونکہ ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا، اور بدبختی اسے جہنم تک پہنچا دے گی، اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں۔ اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی، اور دنیا ان سے سخت کراہت سے پیش آئے گی، وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں، اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں۔ اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں، ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"

(الوصیت)

نبی نہیں اولیاء } اور اس اُمت میں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے کلام اور خطاب کرتا ہے۔ اور ان کو انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے مگر درحقیقت وہ نبی نہیں ہوتے کیونکہ قرآن کریم نے شریعت کی تمام حاجتوں کو مکمل کر دیا ہے۔ ان کو سوائے فہم قرآن اور کچھ نہیں دیا جاتا وہ نہ زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم قرآن مجید سے کچھ بھی اور جو شخص قرآن مجید میں کچھ کمی بیشی کرے وہ ملحد اور [illegible] ہے۔ (ازالہ اوہام)

ره نورد

آیت قطع الوتین اور جناب مودودی صاحب

قرآن پاک میں سورۃ الحاقہ کی آیت، ولو تقول علینا بعض الاقاویل ۔ لاخذنا منه بالیمین ۔ ثم لقطعنا منه الوتین ۔ فما منکم من احد عنه حاجزین ۔ (۵۹:۴۴ - ۴۷) کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سچے اور جھوٹے مرسل خدا کی پرکھ کا معیار قرار دیا اور اپنی صداقت کے لئے بطور دلیل پیش کیا ۔ حضرت اقدسؑ نے یہ کہا کہ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعوی نزول وحی کا کرنے کے بعد تئیس سال تک زندہ رہے اور طبعی وفات پائی اس لئے جس مامور من اللہ کو یہ مدت بعد دعوئے نزول وحی الٰہی ملے اور وہ طبعی وفات پا جائے اسکی صداقت میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا ۔ بات سچی اور دل لگتی تھی ۔ حضرت اقدسؑ نے یہ مسلک اپنے پاس سے پیش نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود قرآن پاک کا پیش کردہ مسلک تھا ۔ جو مندرجہ بالا آیت میں بیان ہوا ہے ۔ لیکن چونکہ اس کو محکم طور پر ایک ایسے شخص نے پیش کیا جسے مولوی لوگ سچا ماننا نہ چاہتے تھے، انہوں نے قرآن پاک کی اس آیت کی ایسی ایسی تاویلیں کر ڈالیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے ۔

پچھلے دنوں جناب سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن کتابی شکل میں مکمل ہو کر چھپی ۔ اس کے کتابی شکل میں چھپ جانے پر جماعت اسلامی کے حلقوں اور ہمدردوں نے بہت خوشیاں منائیں ۔ اسے اسلامی علوم کی ترویج اور تفہیم میں ایک سنگ میل قرار دیا ۔ ہم یہاں اس کتاب کے مجموعی محاسن و افکار اور تشریحات یا "تفسیری کارنامے" کے بارے میں کچھ نہیں کہیں گے اور اسے کسی اور صحبت کے لئے اٹھا رکھیں گے ۔ آج کی محفل میں ہم صرف مندرجہ بالا آیت کے بارے میں جناب سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے افکار کا جائزہ لیں گے ۔

جناب مودودی صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے :-

"اور اگر اس (نبی) نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے ۔ پھر تم سے کوئی (ہمیں) اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا ۔"

ترجمہ کرنے کے بعد اس پر جو حاشیہ جناب موصوف نے لکھا ہے وہ یہ ہے :-

"اصل مقصود یہ بتانا ہے کہ نبی کو اپنی طرف سے وحی میں کمی بیشی کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو ہم اس کو سخت سزا دیں ۔ مگر اس بات کو ایسے انداز سے بیان کیا گیا ہے جس سے آنکھوں کے سامنے یہ تصویر کھنچ جاتی ہے کہ ایک بادشاہ کا مقرر کردہ افسر اس کے نام سے کوئی جعلسازی کرے تو بادشاہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کا سر قلم کر دے ۔ بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ غلط استدلال کیا ہے کہ جو شخص بھی نبوت کا دعوے کرے اس کی رگ دل یا رگ گردن اگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے فوراً نہ کاٹ ڈالی جائے تو یہ اس کے نبی ہونے کا ثبوت ہے ۔ حالانکہ اس آیت میں جو بات فرمائی گئی ہے وہ سچے نبی کے بارے میں ہے نبوت کے جھوٹے نبیوں کے بارے میں نہیں ہے ۔ جھوٹے مدعی تو نبوت ہی نہیں خدائی تک کے دعوے کرتے ہیں اور زمین پر مدتوں دندناتے پھرتے ہیں ۔ یہ ان کی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں ہے ۔" (تفہیم القرآن جلد ششم صفحہ ۸۱)

(عبارت کے نیچے ہم نے خود خط کھینچا ہے ۔ ناقل)

پہلا امر جو اس تشریح میں محل نظر ہے وہ یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا یا لکھا گیا کہ "یہ بات سچے نبی کے بارے میں" فرمائی گئی ہے کہ اگر وہ کوئی غلط بات اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرے تو اسے سزا دی جائے گی ۔

دوسری بات جو مودودی صاحب کی تشریح سے مستنبط ہے وہ یہ ہے کہ گویا سچے نبی سے اس بات کا امکان موجود ہے کہ وہ کوئی غلط بات اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کر سکتا ہے (معاذ اللہ)

تیسری بات جو ناقابل فہم ہے یہ ہے کہ اگر سچے نبی کوئی بات غلط طور پر اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کریں تو مودودی صاحب کے نزدیک وہ تو اللہ تعالےٰ کی وعید قطع الوتین کا فوراً مورد ہو سکتے ہیں اور ان کی رگ گردن یا رگ دل تو کٹ سکتی ہے لیکن اگر کوئی شخص منصب نبوت یا ماموریت پر خود ہی مفتریانہ طور پر قبضہ کرنے کا دعوئے کرے اور محض ایک دو باتیں غلط ہی نہیں مسلسل وحی کا نزول غلط طور پر اپنے لئے اللہ تعالےٰ پر افتراء کر کے منسوب کرے، وہ "زمین پر مدتوں دندناتا پھرے" اللہ تعالےٰ کو نہ ایسے مفتری کی کوئی پرواہ ہے نہ اس سے مخلوق الٰہی کے ایمان کو کوئی خطرہ ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مودودی صاحب کو اپنے اس استدلال کی کمزوری کا ضرور احساس ہے ۔ جبھی وہ سورۃ یونس کی آیت ۱۷ فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بایٰتہ انہ لا یفلح المجرمون ۔

(ترجمہ : اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو ایک جھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے یا اللہ کی واقعی آیات کو جھوٹا قرار دے ۔ یقیناً مجرم کبھی فلاح نہیں پا سکتے) کی تشریح میں اللہ تعالےٰ کے قانون امہال اور استدراج کو جھوٹے مدعیوں کے بارے میں پیش کرتے ہیں ۔ جس طرح انہوں نے قطع الوتین کی آیت کی تشریح میں ان کا "زمین پر مدتوں دندناتے پھرنا" ممکن قرار دیا ہے، یہاں ان کے "دندناتے پھرنے" کو خدا تعالےٰ کے قانون امہال و استدراج کا ایک منطقی نتیجہ ٹھہرایا ہے ۔ ان کے نزدیک سچا نبی تو ایک ضابطہ کے تحت جوابدہ ہے اور جھوٹا مامور من اللہ ایک دوسرے ہی ضابطے کے ماتحت قابل مواخذہ ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ "دندناتے پھرنے" کے الفاظ سے جو مغالطہ پیدا ہوتا ہے وہ درست نہیں جھوٹے مدعیان ماموریت بھی قابل مواخذہ ہیں ۔ لیکن ایک اور ضابطہ کے تحت جسے قانون امہال و استدراج کی صورت میں نافذ کیا جاتا ہے ۔ فرماتے ہیں :-

"ظاہر بات ہے کہ سرکاری ملازمتوں کے لئے حکومت نے جو قانون بنایا ہے اس کا اطلاق صرف انہی لوگوں پر ہو گا جو واقعی سرکاری ملازم ہوں ۔ رہے وہ لوگ جو جعلی طور پر اپنے آپ کو سرکاری عہدہ دار کی حیثیت سے پیش کریں تو ان پر ضابطہ ملازمت کا نفاذ ہو گا بلکہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو فوجداری کے ماتحت عام بدمعاشوں اور مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے ۔"

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک سرکاری ملازم کا اگر وہ سرکار کی طرف سے ایک جعلی حکمنامہ بنا کر پیش کرے فوری گرفت میں ضابطہ ملازمت کے تحت آ جانا تسلیم کیا جاتا ہے تو وہ جو سرے سے ہی جعلساز ہے اس کو کیا ضابطہ فوجداری نے اتنی کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ وہ جعلسازی کرتا پھرے یہی نہیں بلکہ خود ایک مجسم دھوکا بن کر لوگوں میں دندناتا پھرے اسے گرفت کرنے سے سرکار رکی رہے ۔ آخر اس میں کون سی مصلحت ہے، وہ بھی تو سمجھ میں آنا چاہیئے ۔ مگر بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی مودودی صاحب مرتدین کے قتل کے قائل ہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ امت محمدیہ میں سے اگر کوئی شخص بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی نبوت کا دعوئے کرے جس سے اس کا کوئی تعلق بھی اس امت محمدیہ سے نہ رہے ۔ وہ اسے ضرور مرتد ہی قرار دیں گے ۔ تو کیا اگر مودودی صاحب حاکم وقت ہوں تو ایسے مرتد مدعی نبوت کو واجب القتل سمجھ کر تختہ دار پر لٹکائیں گے یا "دندناتا پھرنے" دیں گے اور اسے اللہ تعالےٰ کے قانون امہال و استدراج کے سپرد کر دیں گے کہ وہ جب چاہے اسے طبعی موت دیدے ۔ ہم یہ سوال ان کے موقف کے مطابق ان سے پوچھتے ہیں ۔ تعجب ہے کہ جو فتنہ کا باعث ہو وہ تو قانون امہال کے حوالے کر دیا جائے اور جو لوگ اس کے فتنہ کے نتیجہ میں (معاذ اللہ) اسلام ترک کر کے اس پر ایمان لے آئیں اور مرتد قرار پائیں انہیں مودودی صاحب کی ریاست واجب القتل قرار دے ۔

چلیئے یوں ہی سہی ۔ لیکن کیا اس کا تاثر یہ نہ ہوا کہ زمین کے حاکم تو قادر مطلق سے بھی نعوذ باللہ زیادہ قادر نکلے کہ وہ تو اپنی بادشاہی میں کسی قسم کا فتنہ برداشت نہ کریں اور وہ جس نے ہبوط آدم کے وقت یہ بشارت دی تھی کہ فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای ۔ فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔

وہ جعلسازوں کو اس عظیم بشارت کو غلط ملط کرتے دے اور وہ لوگوں میں جھوٹ اور سچ میں دھوکے دینے کا کاروبار بلا خوف وخطر کرتے پھریں ان کے لئے اللہ تعالےٰ نعوذ باللہ بے بس ہوں کہ کچھ کر نہ پائیں۔

ایسی صورت میں تو یہ یقین ہی نہیں ہوسکتا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔

اچھا۔ اگر مودودی صاحب کی تشریح کو تسلیم کر لیں کہ آیت قطع الوتین سچے انبیاء کے بارے میں ضابطہ خصوصی ہے کہ اگر وہ کوئی غلط بات اللہ تعالےٰ کی طرف نعوذ باللہ منسوب کریں تو ان کی رگِ گردن یا رگِ دل قطع کر دی جاتی ہے، اور مودودی صاحب اس بات کے بھی قائل ہیں کہ انبیاء قتل ہوئے ہیں جیسا کہ انہوں نے سورہ بقرہ کی آیت ۶۱ کا ترجمہ کیا ہے "اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے لگے" اور تشریحات میں انہوں نے بائیبل سے چند واقعات مثال کے طور پر بھی نقل کئے ہیں کہ بنی اسرائیل نے اپنے اس جرم (یعنی قتل انبیاء) کو اپنی تاریخ میں خود تفصیل سے بیان کیا ہے۔ تو کیا مودودی صاحب تسلیم کر لیں گے کہ وہ مقتول انبیاء نعوذ باللہ افتریٰ علی اللہ کے مرتکب ہوئے تھے جبھی اُن کی رگِ گردن کٹوائی گئی۔ کیونکہ مودودی صاحب مانتے ہیں کہ اگر سچا نبی نعوذ باللہ افتریٰ علی اللہ کا مرتکب ہو تو اسی کے لئے یہ خصوصی ضابطہ ہے کہ اس کی رگِ گردن آیت قطع الوتین کے تحت کاٹ ڈالی جاتی ہے۔

لیجئے۔ اب نہ تو سچے نبی کے بارے میں کوئی امان رہی اور نہ جھوٹے نبی کے بارے میں۔ عام مولویوں کا مودودی صاحب سمیت یہ عقیدہ ہے کہ بنی اسرائیل نے بے شمار سچے انبیاء کو قتل کیا تھا۔ اور مودودی صاحب آیت قطع الوتین میں خود مان بیٹھے ہیں کہ اگر سچا افتریٰ کرے تو قطع وتین کی سزا پائے۔ تو جناب یہ تو فرمایئے کہ وہ سچا مامور کہاں کا ہوا جو افتریٰ بھی کر پایا، قتل بھی ہوا، اور پھر بھی سچا ہی رہا۔

ظاہر ہے کہ سچے اور جھوٹے کا کچھ امتیاز تو ہونا چاہیئے۔ یہ عجیب بات ہے کہ سچا افتریٰ کرے تو گردن کٹ جائے اور جھوٹا کھلے بندوں "دندناتے" اور کوئی پوچھے بھی نہیں لیکن اس غلط تشریح کا اندرونی تضاد خود ظاہر ہے۔ آخر سچے مامور من اللہ کو رگِ جان کٹ جانے کی سزا کیوں دی جائے گی ہے۔ اسی لئے نا کہ وہ افتریٰ علی اللہ کا نعوذ باللہ مرتکب ہوا ہے۔ تو بیٹھے اس کے افتریٰ علی اللہ کا علی الاعلان ڈھنڈورا تو پٹ گیا کہ فلاں شخص نے حق تعالےٰ پر افتریٰ کیا تھا اس لئے وہ قطع وتین کی سزا کا مورد ٹھہرا۔ ظاہر ہے ہمارے پاس کوئی ذریعہ یہ دیکھنے کا نہیں کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا۔ بجز اس بات کے کہ مودودی صاحب کے اتباع میں ہم اسے اس وقت تک سچا سمجھتے رہیں جب تک کہ وہ قطع وتین سے بچا رہے اور جہاں وہ افتریٰ علی اللہ کا مرتکب ہو کر قطع وتین کا مورد ٹھہرا وہاں فوراً اس کو مفتری علی اللہ سمجھ لیں۔ تو جناب ایک مفتری علی اللہ کے بارے میں تو سرے ہی جھوٹ موٹ مدعی ماموریت ہے یہی تو کہا جا رہا ہے کہ اس کی رگِ جان افتریٰ علی اللہ ہی کی وجہ سے قطع وتین کی وعید کے تحت کٹ جاتی ہے۔ جس سے اس کا مفتری علی اللہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ تو اسے ماننے میں آپ کو کیا امر مانع آتا ہے؟ آپ کی تشریح سے تو نعوذ باللہ سچے انبیاء کی نبوت بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔ گو ہم اس بات کے ہرگز قائل نہیں کہ سچا نبی قتل ہو سکتا ہے۔ شاید بعض حضرات آیت یقتلون النبیین بغیر الحق سے قتل الانبیاء پر استدلال کریں۔ تو عرض ہے کہ یہاں قتل الانبیاء سے مراد ان پر قتل کے حملے کرنا یا ان کے قتل کی کوششیں کرنا ہے نا کہ سچ مچ ان کا قتل ہو جانا۔

یہ بحث ایک الگ موضوع ہے جسے ہم نے یہاں صرف جملۂ معترضہ کے طور پر ذکر کر دیا ہے۔

اچھا۔ اگر آیت قطع الوتین سچے اور جھوٹے کی پہچان کی محک نہیں ہے اور مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔

"سورۃ الحاقہ کی اس آیت میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ بھی اس غرض کے لئے نہیں فرمایا گیا کہ لوگوں کو نبی کے پرکھنے کا یہ معیار بتایا جائے کہ اگر پردۂ غیب سے کوئی ہاتھ نمودار ہو کر اس کی رگِ دل اچانک کاٹ لے تو سمجھیں جھوٹا ہے ورنہ جان لیں کہ سچا ہے۔ نبی کے صادق یا کاذب ہونے کی جانچ اگر اس کی سیرت۔ اس کے کام اور اس چیز سے جو وہ پیش کر رہا ہو ممکن نہ ہوتی تو ایسے غیر معقول معیار تجویز کرنے کی ضرورت پیش آسکتی تھی۔"

(تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۲۷۵)

تو آپ کا آیات مباہلہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، کام اور پیش کردہ چیز کافی نہ سمجھی گئی کہ مباہلہ کا نعوذ باللہ غیر معقول معیار تجویز کیا گیا۔ آخر مباہلہ کی دعوت جو نجران کے عیسائی وفد کو خود اللہ تعالےٰ کے حکم کے تحت دی گئی وہ حضور کے منجانب اللہ ہونے یا نعوذ باللہ کاذب ہونے کی پہچان ہی کا معیار قرار پائی تھی نا کچھ اور۔ ہم جناب مودودی صاحب ہی کا ترجمہ آیت مباہلہ کا پیش کرتے ہیں:۔

"یہ علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے تو اے محمدؐ اس سے کہو کہ آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت ہو۔"

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۶۰)

اس کی تشریح میں جناب مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، آپؐ کی تعلیم اور آپؐ کے کارناموں کو دیکھ کر اکثر اہل وفد (نجران۔ ناقل) اپنے دلوں میں آپ کی نبوت کے قائل بھی ہوگئے تھے یا کم از کم اپنے انکار میں متزلزل ہو چکے تھے۔ اس لئے جب انہیں کہا گیا کہ اچھا اگر تمہیں اپنے عقیدے کی صداقت کا پورا یقین ہے تو آؤ ہمارے مقابلہ میں دعا کرو کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ تو ان میں سے کوئی بھی اس اس مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوا۔"

(تفہیم القرآن صفحہ ۲۶۱)

اب ہم یہ جسارت نہیں کر سکتے کہ نبی کے صادق یا کاذب ہونے کے اس معیار کو غیر معقول قرار دیں۔ لیکن خود مودودی صاحب نے کہا ہے کہ:

"نبی کے صادق یا کاذب ہونے کی جانچ اگر اس کی (یعنی نبی کی۔ ناقل) سیرت اس کے کام اور اس کی چیز سے جو وہ پیش کر رہا ہو ممکن نہ ہوتی ہو تو ایسے غیر معقول معیار تجویز کرنے کی ضرورت پیش آسکتی تھی۔"

اور خود ہی لکھا ہے کہ:۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت آپ کے کارناموں کو دیکھ کر اکثر اہل وفد اپنے دلوں میں آپ کی نبوت کے قائل ہوگئے تھے"

تو پھر جناب مودودی صاحب خود ہی کہیں کہ کیا ایسی صورتِ حال ممکن نہیں جہاں لوگوں کی ہٹ دھرمی، نبی کی سیرت۔ کام اور تعلیم کے علی الرغم اُس کی صداقت قبول کرنے میں مانع آتی ہو تو وہاں وہ خود اُن ہٹ دھرموں کو ایک ایسے معیار پر فیصلے کرنے کی دعوت دے جہاں:۔

"پردہ غیب سے کوئی ہاتھ نمودار ہو کر"

اُس کی صداقت کا گواہ بن جائے۔ آخر نجران کے وفد کو مباہلہ میں روک یہی بات تو تھی کہ وہ لعنت کا مفہوم عذاب الٰہی ہی سمجھتے تھے ورنہ اگر جھوٹے بقول مودودی صاحب "زمین پر مدتوں دندناتے پھرتے ہیں"۔ تو انہیں مباہلہ کرتے میں کیا خوف تھا۔ وہ تو اگر مر جاتے تب بھی مودودی صاحب کے معیار کے مطابق "صادق" ہی رہتے کیونکہ جھوٹے تو زمین پر مدتوں دندناتے پھرتے ہیں (اور) یہ اُن کی صداقت کا ثبوت نہیں ہے"۔

تعجب ہے کہ جو مفکر زمینوں آسمانوں پر اللہ تعالےٰ کی حاکمیت مطلقہ اور کاملہ کا نقیب کہلانے کا دعویدار ہے۔ اس بات کا قائل ہے کہ انسان صرف خلافت کے منصب کے لئے ہیں اور ریاست کی لادینی حیثیت کو بغاوت قرار دیتا ہے۔ وہ اُس حاکم مطلق کو اتنا بھی اختیار نہ بخشتے کہ اس کی خدائی میں ایک جعلساز جھوٹا مامور من اللہ بنا پھرے اور اللہ تعالےٰ اس کے کذب اور فریب کو انسانوں پر کھول سکنے کی نعوذ باللہ سکت بھی نہ رکھتے ہوں۔ رہا یہ سوال کہ لوگ خدائی دعوے کر کے بھی زندہ رہ جاتے ہیں تو یہ ہی کیوں ضروری ہو کہ جھوٹا مامور من اللہ مورد عذاب الٰہی ٹھہرے۔ تو عرض ہے کہ خدائی کے دعویدار کا کھوکھلا پن تو خود موت ظاہر کر دیتی ہے لیکن جھوٹا مامور من اللہ تو انسان رہ کر جعلسازی کرتا ہے اگر وہ بھی اسی طرح دعوے کے بعد تیئس سال کی طبعی عمر پا کر وفات پا جائے جس طرح کہ

ایک صادق نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوے کے بعد تیئیس سال عمر پاکر طبعی وفات پاگئے تو صدق وکذب بہت بری طرح غلط ملط ہو جاتے اور سچے جھوٹے کی پہچان جاتی رہتی۔

جناب مودودی صاحب جس قانون امہال و استدراج کا ذکر فرما رہے ہیں وہ مدعیان ماموریت پر لاگو نہیں ہوتا۔ وہ تو ان مدعیان کے مخاطبوں سے تعلق رکھتا ہے کہ وہ ماموں من اللہ کو قبول کرنے کے بارے میں ایک معینہ مہلت دیئے جاتے ہیں۔ اور اللہ جلشانہ کے ہاں طے پا جائے کہ اگر اس مہلت کے گذر جانے پر بھی وہ ایمان نہ لائیں اور ہٹ دھرمی کے سبب نیک اعمال سے پہلو تہی اختیار کریں تو عذاب دیئے جائیں تو انہیں عذاب الہٰی سے دوچار کر دیا جائے۔ کیا خود اس قسم کا عذاب جو انسانی بستیوں پر نازل ہوا مودودی صاحب کی قانونِ امہال کی غلط تشریح کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور کیا آیت وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً۔ خود ایک ایسے قانون کو ظاہر نہیں کرتی جس کے تحت منکرین رسالت کی گرفت ہوتی ہے۔ کیا یہ سب ایک ہی دلیل کے مختلف حصے نہیں یعنی:۔

(ا) اگر نبی جھوٹا ہو تو عذاب الہٰی اس کی قطع وتین کر دے گا۔

(ب) اگر مخاطبین انبیاء ہٹ دھرمی کریں اور ان کی نبوت پر ایمان نہ لائیں تو عذاب کا شکار ہوں۔

(ج) اور عذاب اس وقت تک رُکا رہے جب تک کہ رسول لوگوں کو غلط کاموں سے ڈرا نہ لیں اور ان کے اعمال کے سبب آنے والے عذاب سے متنبہ نہ کر دیں۔

یہ ساری اُلجھن محض اس لئے ہے کہ ایک شخص جس نے اللہ جلشانہ سے بہ پیروئ حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی پانے کا اعزاز پایا اور جو عقیدہ کا اُمتی ہوتے ہوئے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز ہوا۔ اس کو نعوذ باللہ کاذب قرار دینے کا ہمارے مولوی حضرات کو شوق ہے۔ اور چونکہ وہ معیار قطع الوتین پر صادق ٹھہرتا ہے اس لئے وہ اس معیار ہی کو تسلیم نہیں کرتے چاہے نتیجۃً تمام انبیاء و مرسلین کی ماموریت من اللہ ہی نعوذ باللہ مشکوک ہو جائے۔ نہ جانے ان حالات میں انہیں ایک نعوذ باللہ بے دست و پا اور بے بس خدا کے تصور سے کیا خوشی ہوتی ہے۔ نہ جانے وہ زمین پر انسانی جعلسازوں کی برتری منوانا کیوں اچھا سمجھتے ہیں۔ اور نہ جانے وہ ان آیات کا کیا مطلب لیتے ہیں جہاں اللہ جلشانہ نے کہا ہے کہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ (ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ضرور غالب رہیں گے) یا جیسا کہ کہا ہے:۔

ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین۔ انھم لھم المنصورون۔ وان جندنا لھم الغٰلبون۔

ترجمہ:۔ ہم تو اپنے رسولوں سے پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔

ہم تو ذہنی تحفظات کے ساتھ کئے گئے تراجم یا تفسیر کو متنِ قرآن پاک کے ساتھ ناقابلِ معافی زیادتی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس جسارت سے اپنی پناہ میں رکھیں۔ حق یہی ہے کہ آیت قطع الوتین صدق وحی الٰہی اور صدق مرسلینِ الٰہی کا ایک سچا معیار ہے۔ اس سے جھوٹ اور سچ کا نکھار کر کے لوگوں کے سامنے کھول دینے کا ذمہ خود اللہ جلشانہ نے اُٹھالیا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ عمر نبوت سے یہ تعین فرما دیا ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو اللہ جلشانہ سے وحی پانے کا مدعی ہو اتنی لمبی اور طبعی عمر ملنا، اس کے سچے ہونے کی ایک بین اور واضح واقعاتی شہادت ہے۔ جو جھٹلائی نہیں جا سکتی۔

علامات المقربین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار — جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب — کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جان بار بار — ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے — وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(نشانِ آسمانی صد۲۶)

۔ پڑکا ہوں۔ آپ کی مالی امداد سے تیسری کتاب RELIGION & SOCIETY تعین اینڈ سوسائٹی پانچ ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی تھی۔ آپ نے گذشتہ سال آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک ڈسپنسری کے لئے ایک گراں قدر عطیہ دیا تھا۔ اور اسی کی وجہ سے اس ڈسپنسری کا سرپرست بنایا گیا تھا۔ پرسوں یکم جولائی کو ان کا ٹیلی فون ملا۔ کہ وہ ہمارے مکان پر آ رہی ہیں۔

یہاں پہنچ کر چائے نوشی کے بعد انہوں نے کہا کہ وہ اپنی نئی موٹر پر یہاں آئی ہیں۔ اور اس نئی موٹر کی خوشی میں وہ یک صد ڈالر آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک ڈسپنسری کے لئے دینا چاہتی ہیں۔ چنانچہ اسی وقت اس مخیر ایرانی خاتون نے ایک سو ڈالر کا چیک میرے حوالہ کیا۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اس مخیر خاتون کے لئے دعائے خیر کریں۔

حافظ صاحب کی مصروفیات

مولینا حافظ شیر محمد صاحب مبلغ اسلام جزائر فجی کی مذہبی اور علمی مصروفیات کے حالات فجی جانے والے احباب سے ملا کرتے ہیں۔ آپ صبح سے شام تک درس و تدریس میں مصروف رہتے ہیں۔ کافی تعداد میں مسلمان مرکز میں آکر آپ سے قرآن مجید ناظرہ اور باترجمہ پڑھتے ہیں کوئی خاص وقت سکول کے لئے مقرر نہیں ہے جس وقت کوئی طالب علم آ جاتا ہے۔ وہ محروم واپس نہیں جاتا۔ اس کے علاوہ آپ مختلف مقامات میں تبلیغی دورہ کے لئے بھی وقت نکال لیتے ہیں۔ حال ہی میں ایک سہ ماہی رسالہ بھی جاری کیا ہے۔ اُمید غالب ہے کہ حافظ صاحب کا قیام فجی وہاں کی مقامی جماعت کی مضبوطی کا باعث ہو گا۔

اسلامی مشن ہالینڈ

الحاج مولینا عبدالرحیم جگو آف سرینام۔ جنوبی امریکہ کے تازہ خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تبلیغ اسلام کی غرض سے ہالینڈ چلے گئے ہیں۔ ہالینڈ میں مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور جنوبی امریکہ کے باشندوں کا تناسب زیادہ ہے لہذا وہاں کے مسلمانوں کی مذہبی ضروریات ایک مبلغ سے پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔ مولانا عبدالرحیم جگو کا وجود امید ہے وہاں کے مسلمانوں کے لئے غنیمت ثابت ہو گا۔

ایک امریکن خاتون کا خط

۵ رجون کو مسز LEILA HENDERSON (جو پیڈمانٹ اڈلٹ سکول کی پرنسپل ہیں) کی دعوت پر خاکسار نے مستورات کی ایک کلاس کو خطاب کیا۔ میری تقریر جو دو گھنٹہ تک جاری رہی انہوں نے نہایت غور وخوض سے سُنی۔ تقریر کے بعد ان کے چند سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ وہ اپنے خط میں تحریر فرماتی ہیں، جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:۔

"۵ رجون ۱۹۷۴ء

میں محترم محمد عبداللہ صاحب کی حد درجہ شکر گذار ہوں کہ انہوں نے پیڈمانٹ اڈلٹ سکول میں کیمرپیٹو دلیجن کلاس کے سامنے اپنے اعلےٰ خیالات کا اظہار فرمایا۔ آغاز تقریر میں آپ نے اسلام کے بنیادی اُصول بیان کئے۔ اور تاریخی واقعات سے ثابت کیا کہ مغربی مورخین نے اسلام کی بعض تعلیمات کو غلط انداز میں پیش کیا ہے اختتام پر اسلامی تعلیمات پر تبادلہ خیالات ہوا، سوالات کے بعد جماعت کا وقت ختم ہو گیا اور اساتذہ اور طلباء نے محسوس کیا کہ ان کا وقت مفید طریق پر صرف ہوا ہے۔ اور اس بات پر مسرت اور شکریہ کا اظہار کیا کہ انہیں محترم محمد عبداللہ صاحب سے تعارف کا موقع ملا ہے۔"

ترقی اور عطیہ

.......محترم میجر نذیر احمد صاحب نے اپنی حکیمانہ ترقی کی خوشی میں مسجد بستی "دارالسلام" لاہور کے لئے مبلغ 80.00 روپے عطا کئے ہیں۔ نیز ان کے نانا محترم مولوی عبدالرحمن صاحب نے اسی خوشی میں مرکزی مہمان خانہ کے لئے مبلغ 20.00 روپے دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے احسن دے اور ہمارے بھائی میجر نذیر احمد صاحب کو ملک و ملت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق بخشے۔ احباب ہمارے ساتھ شریکِ دعا ہوں۔ مولوی عبدالرحمن صاحب کی طبیعت بہت کمزور ہو چکی ہے احباب سے درخواست ہے کہ وہ درد دل سے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان بھائیوں کو صحت و تندرستی بخشے۔ ہر گونہ ابتلاؤں

زبان درازی اور محاربہ بازی مفتی خاندان کا شیوہ نہیں رہا ہے

الحاج مولانا محمد رشید الدین مفتی اعظم اوّل سرینگر کا وضاحتی بیان

جناب عزیز صاحب ۔ سلام مسنون

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے ۔ دسمبر سے اخیر مارچ تک بیمار رہا ۔ اب کسی قدر آرام ہے ۔ علاج جاری ہے ۔ آپ کی ملاقات کا اشتیاق ہے ۔ خدا کرے ملاقات ہو ۔ روشنی میں "راہ ایمان" کے معترض کی بیہودہ تحریر سے رنجیدہ ہوا ۔ [illegible] سے صفائی کا بیان بغرض اشاعت ارسال خدمت ہے ۔ اشاعت فرمائیے ۔ بشیر صاحب، نذیر صاحب جملہ افراد کو دعا و سلام ۔

آپ کا دیرینہ معلم ۔ محمد رشید الدین ۔ ۸ ۴/۷۴

ہمارے اسلاف کرام علما ئے عظام وسیع القلب تھے ۔ زبان و بیان میں محتاط، فروعی اختلافات، اصول خلفشار کی بنا پر اپنے مد مقابل کے خلاف کبھی زبان درازی کے مرتکب نہیں ہوتے تھے ۔ احترام کا پہلو پیش نظر تھا ۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا عزیز الدین مفتی اعظم کے ساتھ خلیفہ مولوی نورالدین کے گہرے مراسم تھے ۔ اس وقت وہ اہلحدیث غیر مقلد تھے ایک دن حسب معمول حضرت مولینا کے پاس تشریف لائے ۔ علیک سلیک کے بعد کہا ۔ لیجئے مولانا ! آج سے امام اعظم ابوحنیفہ کا مقلد بنا ۔ پنجاب سے ایک قدسی نفس بزرگ اُبھرے ہیں ۔ ان کی تصنیف براہین احمدیہ ساتھ لایا ہوں ۔ ملاحظہ فرمایئے ۔ ان نفس قدسی سے حکیم صاحب کی مراد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے ۔

اس واقعہ کے بعد سرینگر میں مرزا صاحب کے بڑے لڑکے کے خلاف کوئی مقدمہ دائر ہوا ۔ مولانا عزیز الدین عدالت العالیہ کے جج تھے تو حکیم صاحب کا خط موصول ہوا ۔۔۔ وکان ابوھما صالحًا ھٰذا ابن من عرضہ بکتابہ ۔ واقعات حق میں تھے حکم بریت صادر ہوا ۔

حضرت مولینا اور حکیم صاحب کے مابین خوشگوار ماحول میں مباحثہ ہوتا رہا ۔ منافرت سے پاک ایک دوسرے کا احترام ملحوظ خاطر تھا ۔ ان کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولینا محمد شریف الدین مفتی اعظم مرحوم کا طریق کار بھی خوشگوار رہا ۔ آپ کے پاس کئی نامور علماء احمدیہ حافظ روشن علی، مفتی محمد صادق، سید سرور شاہ وغیرہ آتے رہے ۔ ختم نبوت وفات عیسٰےؑ پر دوستانہ ماحول میں مباحثہ ہوتا رہا کبھی کسی قسم کی زبان درازی نہیں ہوئی ، مجھے یاد ہے ۔ مناظرہ میں والد ماجد غالب رہتے تھے ۔ ان سب کو حضرت مولانا والد ماجد کے فضائل علمی کمالات کا اعتراف تھا ۔ رواداری کا یہ عالم تھا کہ اختلافِ عقاید کے باوجود احمدی مہمان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے ۔ خواجہ کمال الدین ان کے فرزند خواجہ نذیر احمد، خواجہ جمال الدین، خلیفہ عبدالرحیم کے والد خلیفہ نورالدین وغیرہ جب بھی کشمیر آتے تھے تو ضرور والد صاحب سے ملتے تھے ۔ ان کے علم و ادب سے محظوظ ہوتے تھے ۔

لارڈ ہیڈلے کی تشریف آوری پر حضرت مولانا والد ماجد نے حضوری باغ میں خطاب فرمایا ۔ مولانا سید میرک شاہ اندرابی، مولانا مفتی محمد قوام الدین، دیگر اہل علم نے اس مشترکہ جلسے میں صدق دلی سے شمولیت کی ۔ مولوی محمد عبد [illegible] صاحب ، کھانڈے خان صاحب [illegible] تھے ۔

اس [illegible] ایک دیوانی مقدمہ غالبًا کبیر بٹ بنام سمات خوتمی میں حضرت مولانا بحیثیت [illegible] مولوی محمد عبداللہ وکیل مقدمہ تھے ۔ بیان سلجھا ہوا تھا ۔ ادب و تہذیب [illegible] اس مقدمہ کی پیروی مرحوم خواجہ محمد اسمٰعیل مالک [illegible] کرتے رہے تھے ۔ [illegible] نہیں ہوئی ۔ طے پایا کہ احمدیت موجب تیخ نکاح نہیں والد ماجد حضرت مولانا اور میرے بڑے بھائی مرحوم مفتی محمد قوام الدین نے احمدیوں کے خلاف کوئی محاربہ قائم نہیں کیا ۔ نہ خاندان کے دیگر علماء اسلام نے احمدیت یا بانئے احمدیت مرزا صاحب کے خلاف زبان درازی کی البتہ اپنے عقائد پر ثابت قدم رہے ۔ مولوی احمد اللہ صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی مولینا عتیق اللہ احمدیت سے بیزار تھے ۔ اس کے باوجود انہوں نے زبان درازی نہیں کی ۔ واعظانہ رنگ میں اپنا نقطہ نظر پیش کرتے رہے ۔ کتاب "راہ ایمان" میں مولوی محمد فاروق کی لکھی ہوئی تقریظ بھی اپنی معتدل روایات کی آئینہ دار ہے ۔

حضرت مولینا انور شاہ صاحب صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ۱۹۳۰ء سے قبل حسب معمول کشمیر آتے تھے ایک دن کا ذکر ہے والد ماجد عم محترم حضرت مولینا محمد شریف الدین [illegible]

اس میں شک نہیں ۱۹۲۱ء سے ۱۹۴۸ء تک احناف اور اہلحدیث غیر مقلدین کے مابین مناقشہ ہوا ۔ مناظرے ہوئے ۔ ایک فتویٰ صادر کیا گیا مرحوم خواجہ عبدالعزیز چکن بنام مولوی محمد قوام الدین دیوانی مقدمہ دائر ہوا ۔ علماء احناف کے مقابلہ میں مولینا ثناء اللہ امرتسری، مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی عدالت میں پیش ہوئے ۔ میں اور میرے مرحوم بھائی مفتی قوام الدین ، مولوی غلام محی الدین، مولوی محمد سعادت دیگر اہل علم پیروی کرتے رہے دفعہ ۔۔۔ آمین بالجہر کے امتناع کا مسئلہ زیر بحث آیا تھا ۔ آخر خان بہادر جسٹس آغا سید حسین نے بحیثیت جج ہائیکورٹ خوشگوار فیصلہ صادر کیا ۔ جھگڑا بھی ختم ہوا ۔ عوام کا رجحان بدل گیا اور تحریک حریت نے جنم لیا ۔

ان واقعات سے صاف عیاں ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اپنے عقاید کا تحفظ کیا لیکن غیر اخلاقی طور و طریقہ اختیار نہیں کیا گیا ۔ بانیانِ مذاہب کے خلاف کسی قسم کی بھی زبان درازی نہیں کی ۔ نہ کسی اسلامی جماعت کے سربراہ کے خلاف گالی گلوچ کا استعمال کیا ۔ "راہ ایمان" میں میرے بھتیجے کی سوقیانہ بازاری زبان سے جماعت احمدیہ بلکہ شائستہ غیر احمدیوں کا رنجیدہ ہونا قدرتی امر ہے ۔ ہوسکتا ہے ۔ ناواقف لوگ ہمارے خاندان کے ہر فرد سے بیزار ہوکر ہماری اخلاقی پستی کا فیصلہ کریں ۔ اس لئے خاندان کے مجموعی وقار کے تحفظ کے لئے مستعملہ بدزبان گو کی مذمت کرتے ہوئے قارئین سے ملتمس ہوں کہ وہ خاندان کے باقی تمام افراد سے بدظن نہ ہوں ۔

(روشنی سرینگر ۔ ۸ مئی ۱۹۷۴ء)

وفات حسرت آیات

حلقۂ احباب میں یہ خبر انتہائی رنج و غم سے سُنی جائے گی کہ جماعت کے ایک بزرگ چوہدری فیض بخش صاحب کالرہ اسٹیٹ میں ۵ اگست ۱۹۷۴ء کو دس بجے شب وفات پا گئے

فانا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مرحوم ایک نہایت ہی پاکباز بااصول اور حق پرست انسان تھے ۔ حضرت مسیح موعودؑ کے سچے عاشق تھے آخری دم تک سلسلہ عالیہ احمدیہ کے فدائی رہے، بلکہ اس کی حفاظت کے لئے خشوع و خضوع سے دعائیں کرتے رہے ۔ ہمیں اس صدمہ میں آپ کے صاحبزادہ چوہدری عبدالستار صاحب آف کالرہ سٹیٹ سرگودھا اور دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر آپکی روح کیلئے دعا کریں

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا

چیف ایڈیٹر : ڈاکٹر اللہ بخش

ایڈیٹر : غلام نبی مسلم ایم ۔ اے

پیغام صلح لاہور — مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵ — شمارہ نمبر ۳۳

جلد ۶۱ | چہار شنبہ ۲ شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ - ۲۱ اگست ۱۹۷۴ء | نمبر ۳۴

حضرت مجدد صد چہاردھم

تمام قسم کی بھلائیاں قرآن حکیم میں ہیں

میں نے سنا ہے کہ بعض تم میں سے حدیث کو بکلی نہیں مانتے ۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں۔ میں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو۔ بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں :—

(۱) سب سے اول **قرآن** ہے جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جس میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے۔ اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت نہ کرو ۔ نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سورج کی، نہ چاند کی، اور نہ کسی اور ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی ۔ سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے ۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے ۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو، ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو ۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے خاطب کر کے فرمایا کہ الخیر کلہ فی القرآن ۔ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں ۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں ۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے ۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی ۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے ۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی ۔ اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے ۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی ۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے ۔ یہ بڑی دولت ہے ۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی ۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔

قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے ۔ اگر صوری و معنوی اعراض نہ ہو ۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو ۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھائی اور یہ امید دی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے ۔ پس اپنی ہمتیں بلند کر لو ۔ اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو کہ وہ تمہیں نہ صرف وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں بلکہ خدا کا تمہاری نسبت ان سے زیادہ فیض رسانی کا ارادہ ہے ۔ خدا نے ان کے روحانی جسمانی متاع و مال کا تمہیں وارث بنایا ۔ مگر تمہارا وارث کوئی دوسرا نہ ہوگا جب تک کہ قیامت آجاوے ۔ خدا تمہیں نعمت وحی اور الہام اور مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ سے ہرگز محروم نہیں رکھے گا ۔ وہ تم پر وہ سب نعمتیں پوری کرے گا جو پہلوں کو دی گئیں ۔ لیکن جو شخص گستاخی کی راہ سے خدا پر جھوٹ باندھے گا اور کہے گا کہ خدا کی وحی میرے پر نازل ہوئی حالانکہ نازل نہیں ہوئی ۔ اور یا کہے گا کہ مجھے شرف مکالمات مخاطبات الٰہیہ کا نصیب ہوا ۔ حالانکہ نہیں نصیب ہوا تو میں اور اس کے ملائکہ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ وہ ہلاک کیا جائے گا ۔ کیونکہ اس نے اپنے خالق پر جھوٹ باندھا اور فریب کیا ۔

(۲) سنت کا تشریحی مقام

دوسرا ذریعہ جو ہدایت کا مسلمانوں کو دیا گیا ہے **سنت** ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروائیاں جو آپ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کے لئے کر کے دکھلائیں ۔ مثلاً قرآن شریف میں بظاہر نظر پنجگانہ نمازوں کی رکعات معلوم نہیں ہوتیں کہ صبح کس قدر اور دوسرے وقتوں میں کس کس قدر تعداد ہے؟ لیکن سنت نے سب کچھ کھول دیا ہے ۔ یہ دھوکہ نہ لگے کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے ۔ کیونکہ حدیث تو سو ڈیڑھ سو برس کے بعد جمع کی گئی ۔ مگر سنت کا قرآن شریف کے ساتھ ہی وجود تھا ۔ مسلمانوں پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سنت کا ہے ۔ خدا اور رسول کی ذمہ داری کا فرض صرف دو امر تھے اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ قرآن کو نازل کر کے مخلوقات کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دے ۔ یہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرض تھا کہ خدا کے کلام کو عملی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دیں ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ "گفتنی" باتیں "کردنی" کے پیرایہ میں دکھلا دیں اور اپنی سنت یعنی عملی کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا ۔ یہ کہنا بے جا ہے کہ یہ حل کرنا حدیث پر موقوف تھا کیونکہ حدیث کے وجود سے پہلے اسلام زمین پر قائم ہو چکا تھا ۔ کیا جب تک

(باقیہ صفحہ کالم ۲)

اللہ تعالیٰ کی عالمگیر ربوبیت اور اسکے علیم وخبیر ہونے کا ذکر ابتدائی آیات ہی میں موجود ہے

مذاہب عالم کی کتابوں پر ایمان کی تلقین بین الاقوامی اتحاد کی بنیاد ہے۔

خطبہ جمعہ: ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

الٓمٓ۔ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون۔ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون (البقرہ آیت ۱ تا ۴)

(مرتبہ عبدالرؤف کھوکھر)

الٓمٓ۔ یہ قرآن شریف کا دیباچہ ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ انا اللہ اعلم میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ قرآن کریم ساری انسانیت کی رہبری اور تعلیم کے لئے نازل ہوا ہے۔ اس لئے اس کا تعارف الٓمٓ سے شروع کیا ہے۔ یہ بتانے کے لئے کہ یہ کتاب اس ہستی کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ جس کا علم تمام کائنات پر محیط اور وہ تمام دنیا کی ہدایت اور رہبری کے لئے سب سے بڑھ کر علم رکھتا ہے۔ اس دیباچہ سے اس پاک کتاب کی عظمت کا پتہ لگتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا۔ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین۔ چونکہ یہ کتاب سب سے زیادہ علیم وخبیر ہستی کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اسی لئے اس امر میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ کہ یہ ان لوگوں کی ہدایت ورہبری کا موجب ہے، جو بدیوں اور برائیوں سے بچنا چاہتے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے خواہشمند ہیں۔ دنیا میں اور کوئی ایسی الہامی کتاب نہیں ہے۔ جو پہلے ہی ایسا واضح اور دو ٹوک اعلان کر دے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی۔ مگر وہ آپ کی وفات کے برسوں بعد لکھی گئی۔

انجیل اپنے وقت میں خدا کا کلام ضرور تھی۔ مگر سالہا سال گذرنے کے بعد انسانوں نے اسے مرتب کیا۔ اس لئے مرتب کرنے والے انسانوں کے خیالات اس میں داخل ہو گئے۔ اور وہ خالص خدا کا کلام نہ رہا۔ یہ انجیلیں بھی کئی لوگوں نے لکھی ہیں۔ جن میں سے چار مستند سمجھی جاتی ہیں۔ ان چار انجیلوں میں سے دو میں حضرت عیسیٰ کا شجرۂ نسب ..... دیا ہوا ہے۔ کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ ایک طرف حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنایا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف ان کا نسب نامہ انسانوں سے ملایا جاتا ہے۔ عیسائیوں نے تو عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنالیا۔ اور وید کے ماننے والوں نے آگ کو دیوتا بنالیا۔ اور اگنی مرے پروہتم (اے آگ میں تیرا پروہت ہوں) کہہ کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ ان انجیلوں اور ویدوں کے مقابلہ میں قرآن کریم کی فضلیت اور فصاحت وبلاغت کا اندازہ لگائیے۔ کلام مجید۔ الحمد للہ رب العٰلمین سے شروع ہوتا ہے۔ جس میں بتایا ہے۔ کہ تمام محامد اور خوبیوں کا مستحق صرف اللہ ہی ہے۔ جو تمام جہانوں اور کل کائنات کی ربوبیت کرتا ہے۔ وید۔ انجیل اور قرآن کریم کی تعلیمات میں یہ کتنا عظیم الشان فرق ہے۔ قرآن کا یہ کمال ہے کہ اس کے پہلے جملے میں خدا تعالیٰ کی عظمت کا ثبوت اس رنگ میں دیا گیا ہے کہ وہ تمام جہانوں کی پرورش اور ربوبیت کرتا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھتا۔ ہندو۔ مسلمان سکھ۔ عیسائی سب کی پرورش کرتا ہے۔ اور روزی پہنچاتا ہے، انسان ہی نہیں تمام حیوانات، چرند، پرند اور درندے سب کو اس نے پیدا کیا اور سب کی پرورش کا سامان فراہم کیا ہے۔

بھیڑ۔ بکری۔ شیر اور تمام جنگلی جانور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور سب کی ضرورت کے مطابق ان کی خوراک اور حفاظت کے سامان بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے پودوں سے لے کر بڑ..... اور پیپل ایسے عظیم درختوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اور ان کی نشوونما کے لئے سازگار ماحول اور آب و ہوا پیدا کی ہے۔ یہ سارا مضمون الحمد للہ رب العالمین کے ایک ہی فقرہ میں بیان کر دیا۔

اس ابتداء میں کتنی بڑی منطق ہے۔ خدا نے انسان کو، زمین کو، آسمانوں کو پیدا کیا۔ پھر ان میں شمس وقمر کو پیدا کر کے زمین پر زندگی کا ذریعہ بنایا۔ ان تمام باتوں کا ذکر الحمد للہ رب العالمین کے ایک فقرہ میں کر دیا۔ اور یہ چیلنج کیا ہے کہ جس کسی کو اس قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں شک ہو وہ اس جیسی ایک ہی سورت بنا کر لے آئے لیکن کوئی اس کی مثل نہ لاسکا۔

اس زمانہ میں بھی جبکہ حضور صلعم تشریف لائے فاتوا بسورۃ من مثلہ کے چیلنج کے جواب میں ایک سورۃ تو کجا ایک آیت تک کوئی بنا نہ سکا۔ اور نہ اب کوئی اس کی مثل لانے پر قادر ہے۔ یہ چیلنج آج بھی عرب وعجم کے فضلاء وفصحاء کے سامنے موجود ہے۔ مگر ایسا فصیح وبلیغ کلام بنانے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ خدا پرستش کے قابل اس لئے ہے۔ کہ وہ ہمارا خالق ومالک ہے، وہ ہماری ربوبیت فرماتا ہے۔ اس نے ہماری پرورش کے لئے زمین پر جانور پیدا کئے اور سمندر میں مچھلیاں اور ان کی ربوبیت کے سامان پیدا کئے ہیں جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتے۔ پس حمد وستائش کے لائق صرف وہ خدا ہے، جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا۔ اور اس کی پرورش وربوبیت کے سامان پیدا کئے۔ دن، اور رات، چاند اور سورج بنائے۔ کتنا پیارا نام ہے رب العالمین سارے جہانوں کی پرورش اور زندگی کے سامان بلا معاوضہ عطا کرنے والا۔ وہ رحمٰن ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ بلا حق ومطالبہ مخلوقات کے سامان حیات پیدا کرنے والا۔ یہ صفت رحمانیت کا تقاضا تھا۔ کہ انسان کی غرض پیدائش کو پورا کرنے کے لئے ذہنی سامانوں کے علاوہ روحانی رہنمائی بھی کی جاتی چنانچہ فرمایا: علم القرآن اس نے انسان کی روحانی تربیت کے لئے قرآن کریم نازل کیا۔ ہدایت بھیجی اس کا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن رکھا گیا۔ یعنے یہ وہ کتاب ہے جو بار بار اور کثرت سے پڑھی جائے گی۔ یہ ایک قسم کی پیشگوئی تھی جو ہر زمانہ میں پوری ہو رہی ہے۔ حضرت عیسےٰ پر جو کتاب نازل ہوئی ..... اس کا نام انجیل ہے جس کے معنے خوشخبری کے ہیں۔ مگر یہ کیا خوشخبری ہے کہ جس پر یہ نازل ہوئی اسے انسانوں کے گناہوں کے بدلے میں پھانسی دے دیا گیا، یہ بے معنی سی بات ہے۔ بھلا کسی کے پھانسی پر چڑھنے سے انسانوں کے گناہ کیونکر بخشے جا سکتے ہیں۔ اور یہ کہاں کا انصاف ہے۔ کہ گناہ کرنے والے تو چھوٹ جائیں اور بے گناہوں کو پھانسی دے دیا جائے۔ پھر اس کفارہ کے عقیدہ سے کوئی اخلاقی اصلاح ہو سکتی تو تب بھی کوئی بات تھی اس کے بجائے عیسائی دنیا گناہوں پر اور بھی دلیر ہو گئی۔

عرب کے لوگ بڑے فصیح اللسان تھے۔ شعر وشاعری اور فصاحت وبلاغت کے مقابلہ کے لئے بڑی بڑی مجلسیں ہر برس منعقد ہوتی تھیں، مگر رسول کریم صلعم کی شدید مخالفت کے باوجود قرآن کریم کی ایک آیت تک کی مثل کوئی نہ لاسکا۔ اور اس طرح قرآن کے دعوے ولن تفعلوا (تم ہرگز اس کی مثل نہ لاسکو گے) کی عملاً تصدیق ہوئی۔ اور ثابت ہو گیا کہ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب خدا ترس لوگوں کی ہدایت کا موجب ہے

اس کے بعد فرمایا الذین یؤمنون بالغیب۔ یہ متقی لوگ غیب سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں ویقیمون الصلوٰۃ۔ اور وہ اس کی عبادت

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

توحید الٰہی

ہم انسان ہیں۔ اور انسانی خیالات اور جذبات ہی ہم میں موجزن ہیں۔ ہماری تمام قابلیتیں اور قواء انسانی رنگ میں ہی رنگین ہیں۔ اور اس لئے ہماری رہنمائی اور تعلیم کے لئے بھی کسی انسان ہی کی ضرورت ہے۔ ہم بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پاک اور برگزیدہ آقائے نامدار پر جس نے قرآن کریم کے مندرجہ بالا الفاظ میں پکار کر کہا کہ انما انا بشر مثلکم۔ بجا فخر رکھتے ہیں۔ یہی الفاظ دنیا کی شاندار ترقیات کی خوشخبری اور انسانی ترقی کی بہترین تحریک ہیں۔ نیز ہمیں اس بات کی ترغیب و تحریص دلانے کے لئے کہ ہم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔ ہمارے اس ایمان سے زیادہ زبردست چیز اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ جو ہم ان کی اور اپنی بحیثیت انسان ہونے کے یکسانیت میں رکھتے ہوں۔ انسان اور بلاں صرف انسان ہی ہمارے لئے بہترین نمونہ بن سکتا ہے۔ اور کوئی حیوان یا فرشتہ کسی ایسے کام کے لئے نہیں آ سکتا۔ کیا ہم کل امور دنیا میں دوسروں کے قدموں پر نہیں چلتے۔ اور دوسروں کی نقل نہیں کرتے؟ کیا ہماری تربیتِ اخلاق میں آبائی اور موروثی خیالات سے بہت بڑھ چڑھ کر ہمارے قرب و جوار کا اثر نہیں ہوتا؟ بچپن سے لے کر جوانی کی عمر تک ہمارے والدین۔ ہمارے استاد۔ ہمارے دوست یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ وہ شخص جو دوسرے سے بڑھ کر اثر رکھتا ہوا اپنے نمونہ کی طرف ہماری توجہ کھینچتا اور ہمیں اپنا مطیع بنا لیتا ہے لیکن ہمیں کبھی کسی ایسی ہستی کی تقلید کرنے یا اس کی نقل اتارنے کا خیال تک بھی نہیں آتا جس کی فطرت اور قابلیت ہماری اپنی فطرت سے بالکل مختلف ہو۔ ہم شیر اور ہاتھی کی ان کی بہادری اور طاقت کے باعث بہت تعریف و توصیف کرتے ہیں مگر انہیں اپنے لئے نمونہ نہیں بنایا کرتے۔ ہم میں شیر یا ہاتھی بننے کی نہ تو خواہش نہ طاقت اور قابلیت ہی ہے۔ ان حالات میں کیا خدا ان جائیلی خواہشات ہمیں لائق اور سزاوار ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم میں اس بات کی کوئی خواہش اور رغبت ہی نہیں۔ ہم اپنی فطرتِ انسانی کی مقررہ حدود سے باہر جا ہی نہیں سکتے۔ جب حالت ایسی ہے۔ تو پھر ایک متشکل خدا کی جو انسانی لباس پہن کر دنیا میں آ نازل ہو۔ ہمیں نمونہ کے لئے کوئی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ قرآن کریم کی ایک آیت میں اسی صداقت کو کیا ہی صاف اور صریح الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدیٰ الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا قل لو کان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا۔

یعنی لوگوں کو خدا کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کی پیروی کرنے سے سوائے اس کے اور کسی چیز نے نہیں روکا۔ کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالےٰ نے ہم میں سے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو کہدے (اے رسول) کہ اگر زمین میں فرشتے آرام سے چلا کرتے۔ تو ہم فرشتے رسولوں کو ہی ان پر آسمان سے نازل کرتے۔ ایک فرشتہ صرف فرشتوں کی طرف ہی خدا تعالےٰ کی طرف سے رسول ہو کر آ سکتا ہے۔ وہ

اپنے جذبات و احساسات میں ہم سے بکلی مختلف ہونے کے باعث ہمارا رہبر یا پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ اور تو اور خود خدا تعالےٰ کی الوہیت کی نقل بھی ہم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم اپنی انسانی حدود سے ہرگز تجاوز نہیں کر سکتے۔ میں حیران ہوں کہ یسوع مسیح کو خدا بنانے پر مغربی کلیسیا کو کس بات نے آمادہ کیا۔ ابن مریم خدا ہو سکتا ہے۔ یا نہیں۔ یہ مسئلہ کسی قدر معقول اور سمجھدار انسان کے غور و فکر کے شایانِ شان نہیں۔ مگر بہرحال فیصلہ کن امر یہ ہے کہ اگر وہ خدا ہے۔ تو وہ بنی نوع انسان کے لئے نمونہ یا اس کا ہادی بننے کے لائق نہیں۔

درحقیقت یسوع نے کبھی خدائی کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اسے خدا کا بیٹا کہا گیا۔ مگر اس نے دوسروں کو بھی اسی خطاب کے لائق سمجھا۔ اس نے ہمارے لئے چند ایک اخلاقی قوانین وضع کئے۔ مگر اس نے شریعت کو سرے سے منسوخ یا باطل نہیں کیا۔ اس نے عجوبہ کلام اور معجزات بھی دکھائے۔ مگر اس نے دوسروں میں ایسی طاقت کے ہونے کا انکار نہیں کیا۔ اور درحقیقت مجھے تو تمام عیسائی کتب میں اس کی نسبت کوئی ایسی بات پڑھنے میں نہیں آئی جس کی اس کے ہمسروں میں ہونے کا انکار کیا جا سکے۔ وہ مجسم انسان تھا۔ اور دوسروں کے لئے نمونہ بننے کے لائق۔ اور اس کے گرد و نواح کے تاثرات کو بھی کافی گنجائش مل سکتی تھی۔ کفارہ کی نسبت میں جتنا بھی تھوڑا ذکر کروں۔ زیادہ بہتر ہے۔ لیکن اس لحاظ سے بھی وہ کوئی نمونہ نہ تھے۔ کوئی دوسرا شخص اس لعنت یا عالمیان یا گناہان دنیا کو جو کہا جاتا ہے۔ کہ انسان کے گلے مڑھ دی گئی ہے۔ اٹھا لینے پر بھی خدا نہیں بن سکتا۔ الغرض یسوع خواہ خدا ہے........ یا نہیں۔ مگر ایسا ہو بھی جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ تو انسانی نمونہ کی حیثیت سے مجھے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں ایک انسان ہوں۔ اور انسانی خیالات اور جذبات رکھتا ہوں۔ الغرض یسوع مسیح خدا ہو یا نہ ہو اس سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن اگر وہ سچ مچ خدا ہی تھا۔ تو انسانیت کے لحاظ سے اس کا نمونہ میرے لئے کوئی کارآمد چیز نہیں بلکہ اس کا عدم وجود برابر ہے۔ کیونکہ اس حیثیت میں مجھے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں انسان ہوں۔ اور انسانی خیالات و خواہشات رکھتا ہوں۔ ہاں عرب کے عظیم الشان اور برگزیدہ نبی صلعم کی اطاعت مجھے بہت پسندیدہ ہے۔ جس نے انما انا بشر مثلکم کہہ کر اپنی بشریت کا یقین دلایا۔ آپ کا یہ قول میرے آگے سچے نمونہ کو پیش کرتا اور میری آنکھوں کے سامنے خوشنما امیدوں اور شاندار ممکنات کا ایک نہایت واضح اور درخشاں نظارہ لے آتا ہے۔ انما انا بشر مثلکم کے قول سے آپ ایک عظیم انسان اور نہایت اعلےٰ نمونہ بن جاتے ہیں۔ میں ترقی و عروج کی اس عظیم الشان چوٹی پر خواہ چڑھ نہ سکوں۔ مگر آپ کے موثر الفاظ میری استعداد پر سے تمام شک و شبہات کے بادلوں کو دور کر دیتے ہیں اور امید و کامیابی کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ آپ مجھے یہ یقین دلا رہے ہیں۔ کہ آپ اور میں اختیار اور قوت اور امکان کے لحاظ سے ایک جیسے ہی ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی آرزوؤں اور خواہشات میں ایک دوسرے کے شریک حال ہیں۔ اور انسانی ضروریات کے ایک دوسرے کے برابر محتاج ہیں اپنے آسمانی پیشوا اور رہبر کے بارہ میں یہ یقین ہمیں صرف اس کے نقشِ قدم پر چلنے کی بدیں امید تحریک کر سکتا ہے۔ کہ ہم اس پر چل کر انسانیت کے اصل مقصد کو حاصل کر لیں۔ کیا کوئی خدا یہ لباس انسانیت مجھے یہی الفاظ کہہ کر میرے صاف و شفاف دل کو خوشنما امیدوں اور خوشخبریوں سے پُر کر سکتا اور میری زندگی کو صحیح طور پر ہزارہا سال تک قائم رکھ سکتا تھا۔ میرے آقائے نامدار جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کیا ہی خوب اور سچی ہدایت کی ہے۔ کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔ یعنی اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو آؤ میری پیروی اختیار کرو۔ اللہ تعالےٰ تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ مگر دوسری طرف جناب یسوع اگر وہ واقعی خدا ہیں۔ تو وہ کبھی اپنے نقش قدم پر چلنے کی مجھے ترغیب نہیں دلا سکتے۔ خداوند کی حیثیت میں اس کا نمونہ میرے لئے ناقابلِ تقلید ہے۔ کیونکہ اس کے اور میرے خیالات اور خواہشات و ترغیبات بالکل متغائر ہونے کے باعث وہ مجھے خدا نہیں بنا دے سکتا۔

ایماندار اور سچے مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کا سب سے اعلیٰ اور مکمل نمونہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور دریں صورت کہ انہوں نے خود انما انا بشر مثلکم کہکر اپنے آپ کو ہمارے جیسا انسان ہی قرار دیا ہے۔ تو ایسی حالت میں خداوند تعالےٰ کے سوائے کوئی بھی ہمارا معبود نہیں ہو سکتا۔ اس مخفی صداقت کو کیسے صاف اور صریح الفاظ میں ہمارے ذہن نشین کیا گیا ہے۔ اور فرمایا۔ کہ انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد۔ دیکھو دوسرے چھوٹے چھوٹے نبیوں اور فرقوں کے مقدس اور روحانی آدمیوں کو ان کے پیروؤں نے خدا بنا لیا تھا۔ لیکن قرآن کریم کی صاف اور کھلی کھلی تعلیم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی پرستش کی لعنت سے بچا لیا۔ بنی نوع انسان میں مساوات اور اُن کی آپس میں ایک دوسرے سے یکسانیت کا خیال ۔ یہ وہ بات ہے۔ جس کو قرآن کریم نے آنحضرت صلعم کے متعلق یہ آیت پیش کر کے مسلمانوں میں مضبوط کر دیا۔ وہ غبطہ یعنی جذبہ رقابت کو انسان میں پیدا کرتا ہے کہ جس سے انسان ترقی کے لئے طیار ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے کسی کی کوئی ذاتی فوقیت ممکن نہیں۔ اسلام کا جو کہ اخوت و مساوات کے قائم کرنے والا ایک ہی مذہب ہے۔ خدا کی وحدانیت پر زور دینے کا یہی ایک بہت بڑا سبب ہے۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ ہمارا خدا کوئی حاسد خدا ہے۔ خدائے تعالےٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا ...... اذہان عقل اور روحانیت کو بہت حد تک غلام بنا دیتا ہے۔ جب ہم خدائے تعالےٰ کی توحید پر ایمان لاتے ہیں۔ تو ہم ایک اور صرف ایک ہی ہستی کو اپنا معبود و مسجود سمجھتے ہیں ایک ہی کو اپنی رہبری کا باعث یقین کرتے ہیں۔ اور اس ایک ہی کو ایسا مانتے ہیں۔ کہ جس سے ہمیں اپنی رہبری اور امداد کی توقع رکھنی چاہیئے ہاں وہ ایک ہی ہمارے دلوں میں محبت۔ ڈر۔ اور خوف اور عزت و عظمت کا سکہ بٹھا سکتا ہے۔ اس طرح سے خدا تعالےٰ کی وحدانیت پر ہمارا ایمان تمام صحیح اور درست جمہوری خیالات کو نشو و نما دیتا ہے۔ ہاں یہ ایمان رُوح کی خود مختاری اور چال چلن کی پختگی کو پیدا کرتا ناجائز اطاعت اور غلامانہ کفش برداری کے رذیل خیالات کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ میں اپنا نفع نقصان خود ہی سمجھ سوچ سکتا ہوں۔ میں اپنی زندگی کا خود ہی ناخدا ہوں۔ اور اپنی قسمت کی گتھی کو آپ ہی سلجھانے والا ہوں۔ میرے لئے دوسروں کے برابر سب راستے کھلے ہیں۔ اور تمام مواقع میرے آگے پیش ہیں۔ اور میں وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جو دوسروں نے کیا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان توحید باری تعالےٰ پر پختہ ایمان رکھ کر کسی ایسی چیز پر اپنے خیالات کو گنوا نہیں سکتا۔ جو انسانوں کی باہمی مساوات کے اس جذبہ کو تباہ کر ڈالے یا اسے نظر انداز کر دے۔ سوسائٹی میں انسانوں کا تفاوت مراتب کسی حالت میں بھی بنی نوع انسان کی اس مساوات کا منافی یا مخالف نہیں۔ بلکہ یہ انفرادی کوششوں کا نتیجہ اور زیادہ جد و جہد کا محرک ہے۔ یہ ترقی کے مواقعات کی برابری ہے۔ جو سب لوگوں کے لئے ویسے ہی کھلے ہوتے چاہئیں۔ جیسا کہ خدائے تعالےٰ کے افضال دنیا میں سب پر برابر ہیں۔ اگر دوسرے لوگ درجہ و رتبہ میں مجھ سے کسی طرح بڑھ گئے ہیں۔ تو یہ کوئی نادر وصف نہیں۔ بلکہ یہ ایک ایسی چیز کا انکشاف ہے۔ جو کہ مجھے حاصل ہو سکتی ہے۔ ہاں جو کچھ کسی دوسرے کے پاس ہم سے زیادہ ہے۔ ہمارے لئے اس پر مہر نہیں لگ گئی۔

خدائے تعالےٰ کی وحدانیت تہذیب کا جزوِ اعظم ہے

{ توحید باری تعالےٰ پر }

ایمان جیسا کہ اسلام نے تعلیم کیا ہے۔ ایک اور مقصد کو بھی سرانجام دیتا ہے۔ تاریخ عالم کے نامعلوم زمانوں سے اسلام کی آمد تک انسان عناصر قدرت کو جن میں بے جان بتوں سے لے کر مردم پرستی تک سب کچھ شامل ہے۔ پوجتا رہا۔ مگر جس طرح سے مردم پرستی، آزاد خیالی کی دشمن اور ہمارے اندر سے رشک و مقابلہ کی اس خواہش کو تباہ کر دینے والی ہے۔ جو کہ ہمیں کامیابی و سبقت کی مملکت کا پروانہ راہداری دلا دیتی ہے۔ ویسے ہی عناصر پرستی علوم طبیعیہ کے اکتساب میں ہماری ترقی کے راستہ میں بمنزلہ سدِ سکندری کے حائل ہو جاتی ہے۔ ہمیں کائنات عالم پر انکشافات علوم کی کلید رکھنے کے باعث اپنی بزرگی و فوقیت پر ایک پختہ ایمان ہونا چاہیئے۔ اور خدائے تعالےٰ کی وحدانیت پر ہمارا ایمان اس بارہ میں ہمارے لئے بہت بڑا مددگار ہے۔ ایک خدائے واحد پر ایمان رکھنے سے ہمارے تمام دوسرے معبود ہمارے برابر ٹھہر جاتے یا ہمارے خدمتگار ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن اگر مظاہر کائنات کی الوہیت پر ہم ایمان رکھتے ہوں تو کیا ہم ان سے ایک نوکر جیسا سلوک روا رکھ سکتے ہیں۔ انسان گذشتہ زمانوں میں سورج چاند ستاروں کا پرستار رہا ہے۔ اور اس نے دریاؤں، ہواؤں، اور درختوں کی حمایت کی ہے۔ اور اس لئے وہ ہمیشہ ان کی عزت و عظمت کو ملحوظ رکھتا اور ان کا ڈر اور خوف اس پر مستولی رہتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا دلی جذبہ ہے۔ جو علمی تحقیقات کے لئے مفید نہیں۔ انسان اپنے معبودوں کی حقیقت اور ان کے اندرونی خواص دریافت کرنے کے لئے انہیں زیر تحقیقات لانے کی ...... جرأت نہیں کر سکتا بلکہ وہ ایسا خیال ہی ذہن میں نہیں لا سکتا تھا۔ اپنی ضروریات کے لئے ان کو استعمال میں لانے کا خیال تو کفر سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اسلام کے ظہور سے پیشتر علمی تحقیقات میں کوئی باقاعدہ ترقی نہیں ہوئی۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کے دل میں توحید باری تعالےٰ کا نقش پختہ طور پر جما دیا ہے۔ اور اس طرح سے اس پاک کتاب نے نہ صرف تمام جھوٹے خداؤں کو تخت الوہیت سے اتار کر نیچے دے مارا ہے۔ بلکہ انہیں ہمارا خادم اور ضروریات کو پورا کرنے والا ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں قرآن کریم کے شیریں الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

اللہ الذی خلق السمٰوات والارض و انزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم و سخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ۔ و سخر لکم الانھار۔ و سخر لکم الشمس والقمر دائبین و سخر لکم اللیل والنھار (۱۴-۳۲)
الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السمٰوات و ما فی الارض (۳۱-۱۹)

ترجمہ: اللہ ہی (ایسا قادر مطلق) ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا۔ پھر پانی کے ذریعہ درختوں کے پھل نکالے۔ کہ وہ تم لوگوں کی روزی ہے۔ اور کشتیوں کو تمہارے اختیار میں کر دیا۔ تاکہ اس کے حکم سے دریا میں چلیں۔ اور تیز ندیوں کو تمہارے اختیار میں کر دیا۔ اور سورج اور چاند کو بھی تمہارے اختیار میں کر دیا۔ کہ دونوں برابر چکر کھا رہے ہیں اور (ایسا ہی ایک طرح سے) رات و دن کو تمہارے اختیار میں کر دیا۔ اور اس بات پر نظر نہیں ہے۔ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کو اللہ تعالےٰ نے (ایک اعتبار سے) تمہارا مطیع و فرمان کر رکھا ہے۔

جو کچھ آسمان میں ہے۔ اور جو کچھ زمین کے اُوپر یا اس کے اندر ہے۔ وہ سب کے سب انسان کے مطیع کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک صداقت ہے جو کہ قرآن کریم نے انسان پر بہت ہی دلچسپ پیرایہ میں ظاہر کی ہے۔ کیا ہم اس ایمان کے بغیر ترقی کی طرف قدم زن ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ اس زمانہ میں ہو رہا ہے؟ کیا یہ آیات کریمہ تمہیں اور زیادہ آگے بڑھنے کی ترغیب نہیں دلاتیں۔ اور قدرت کی پوشیدہ اور مخفی طاقتوں کو تمہارے قبضہ اور تصرف میں نہیں دے دیتیں۔ کیا اگر کائنات عالم کی ہر ایک مخفی طاقت تمہارے ماتحت ہو۔ اور تم کو اس کی پوری بصیرت اور معرفت حاصل ہو۔ تو عجائبات کا انکشاف کوئی ناممکن امر ہے۔ کیا اس لئے تمام دنیا اس عظیم الشان صداقت کا صحیح علم حاصل کرنے میں قرآن کریم کی ممنون احسان نہیں ہوگی؟ ہم اگر توحید باری تعالےٰ پر خاص طور پر زور دیں۔ تو اس سے دنیا پر ہمیں ہی غلبہ و اقتدار حاصل ہوگا اور انسانی مساوات قائم ہو جائے گی۔ ورنہ خواہ ہم اکیلے خدائے تعالےٰ کی پرستش کریں۔ یا اس کے ساتھ دس ہزار اور معبودانِ باطلہ کو بھی شامل کر لیں۔ تو اس سے اس کا درجہ نہ تو کوئی رتی بھر بڑھتا ہے۔ اور نہ ہی اس کی عظمت میں کوئی ذرہ برابر بھی فرق آ جاتا ہے۔ وہ غنی اور حمید ہے۔ وہ کوئی حاسد خدا نہیں۔ اس کی تعظیم و تکریم کرنا گویا اپنی عزت کو بڑھانا اور ترقی کرنا ہے۔ ہم جب قدرت یا اس کے اجزاء اور انسان وغیرہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ تو اس سے ہم اس کے اصلی تصور کو بہت گھٹا دیتے ہیں۔

آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست ۔ بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب ۔ نزدِ ما کفر است و خسرانِ و تباب
(مجدد صد چہاردہم)

عربی کا لفظ نبی نباء سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں خبر جو اپنے اندر عظیم الشان فائدہ رکھتی ہو۔ اخبار غیبیہ بھی نباء کے معنوں میں آتا ہے یعنے خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا۔ لفظ نبی کے لغوی معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے خبر پا کر کسی آئندہ واقعہ کے متعلق پیش از وقت بتا دینا۔ مگر اصطلاح شریعت میں یہ لفظ صرف ان رفیع القدر انسانوں پر بولا جاتا ہے جو اللہ تعالےٰ اور بندوں کے درمیان سفارت کا کام انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق کے لئے پیغام لانے والے برگزیدہ نفوس کو رسول بھی کہتے ہیں۔ جس کے لغوی معنے "بھیجے گئے" کے ہیں۔ رسول کے لغوی معنے وسیع ہیں کیونکہ اس میں ملائکہ بھی شامل ہیں (۳۵ : ۱) اور نبی بھی۔

قرآن کریم کے بیان کے مطابق نبی کے لئے بشر ہونا ضروری ہے۔ اس لئے اسلام میں اوتار یا خدا کے تجسم کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ نبی نوع انسان کی اصلاح کے لئے ایسے برگزیدہ انسان مامور ہوتے رہے ہیں جن پر خدا کا پیغام نازل ہوتا رہا کیونکہ انسانوں کے لئے ایک انسان ہی نمونہ بن سکتا ہے۔ ملائک بھی انسانوں کے لئے نمونہ نہیں ہو سکتے تھے۔ خدا بھی مجسم یا اوتار ہو کر نمونے کا کام نہ دے سکتا تھا کیونکہ یہاں عام انسان کے لئے سینکڑوں آزمائشیں ہیں اور خدا ان سے پاک اور منزہ ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ صرف انبیاء کرام یا خدا سے ہم کلام ہونے والے افراد ہی مصلحین بنا کر بھیجے جا سکتے تھے۔

"کہہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے۔" (۱۷ : ۹۵)

"اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی کو نہیں بھیجا سوائے مردوں کے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے .... اور ان کے ہم نے ایسے جسم نہ بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے تھے۔ ...." (۲۱ : ۷ - ۸)

پھر ہر ایک نبی کو لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے احکام دیئے گئے:۔

"پس اللہ نے نبیوں کو بھیجا خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ لوگوں میں ان باتوں کا فیصلہ کریں جن میں وہ باہم اختلاف رکھتے تھے۔" (۲ : ۲۱۳)

"ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری" (۵۷ : ۲۵)

سب انبیاء معصوم تھے اور ان کے اعمال اور گفتار احکام الٰہی کے مطابق:

"اور تجھ سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف ہم (یہی) وحی کرتے تھے کہ میرے سوائے کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو اور کہتے ہیں رحمٰن نے بیٹا بنا لیا۔ وہ پاک ہے۔ بلکہ وہ معزز بندے ہیں وہ بات میں اس سے آگے نہیں بڑھتے اور اس کے حکم کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں" (۲۱ : ۲۵ : ۲۷)

"اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے" (۳ : ۱۶۰)

انبیاء کی وحی کی خاص طور پر حفاظت کی جاتی ہے اور منزہ عن الخطاء ہوتی ہے:۔

"غیب کا جاننے والا ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا مگر جسے رسول بنانا پسند کرے۔ سو وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرہ لگا دیتا ہے، تاکہ انہیں علم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغاموں کو پہنچا دیا ہے۔ اور وہ اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو ان کے پاس ہے اور ہر چیز اس نے گن کر محفوظ رکھی ہوئی ہے۔" (۷۲ : ۲۶ - ۲۸)

یہ خیال کہ شیطان الہام الٰہی میں دخل دے سکتا ہے مندرجہ بالا تصریح کے خلاف ہے۔ بعض لوگوں نے دخل شیطان کی تائید میں سورۃ الحج کی آیت پیش کی ہے، حالانکہ اس آیت میں انبیاء کی وحی کا ذکر تک نہیں۔ قارئین کی سہولت کے لئے ہم پوری آیت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں:۔

"ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ نبی مگر جب اس نے آرزو کی شیطان نے اس کی آرزو کے بارے میں وسوسہ اندازی کی۔ پس اللہ تعالےٰ اسے مٹا دیتا ہے جو شیطان وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ پھر اللہ اپنی آیتوں کو مضبوط کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے" (۲۲ : ۵۲)*

خُطبہ جُمعہ (بسلسلہ صفحہ ۲)

کرتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ ومما رزقنٰھم ینفقون اللہ کے دیئے ہوئے مال اور رزق سے محتاجوں، یتیموں اور مساکین پر خرچ کرتے ہیں۔ پھر ان کی ایک اور صفت یہ بیان کی ہے والذین یؤمنون بما انزل الیک۔ وہ اس کتاب کے جو محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی منجانب اللہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، اور صرف اس پر نہیں وما انزل من قبلک۔ محمد رسول اللہ صلعم سے پہلے جو کتابیں اور صحیفے مختلف انبیائے کرام لائے ان کو بھی من اللہ مانتے ہیں۔ اسلام کا یہ کمال ہے کہ اس نے سب مذاہب اور تمام اقوام کے ساتھ فراخ دلی کا برتاؤ کیا ہے اور اس طرح بین الاقوامی اتحاد کی بنیاد رکھ دی ہے۔

قرآن کریم ولکل قوم ھاد کہہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ پہلی قوموں میں بھی اللہ کی جانب سے رسول اور کتابیں آئیں۔ یہ وہ نقطہ ہے جس پر ایمان لا کر دنیا کی ساری قوموں میں اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ اور یہ بین الاقوامی اتحاد کا وہ سنہرا اصول ہے جسے محمد رسول اللہ صلعم نے پیش فرمایا اور آخری بات یہ فرمائی وبالاٰخرۃ ھم یوقنون۔ قیام نماز۔ انفاق فی سبیل اللہ۔ قرآن کریم اور تمام سابقہ کتب اور پیغمبروں پر ایمان لاتے ہوئے انہیں یہ بھی یقین ہے کہ ایک دن آئے گا جب کل دنیا کو اپنے اقوال و افعال کا حساب دینا ہوگا اور ان کی جزا و سزا بھگتنی پڑے گی۔ ان ایمانیات کے نتیجہ میں خداوند کریم سے یہ سند ملتی ہے کہ اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون۔ یہی لوگ حقیقی طور پر اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور یہی کامیاب ہوں گے۔ یہ وہ پاک تعلیم ہے جس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں اس امت میں بڑے بڑے اولیاء اللہ و ابدال پیدا ہوئے۔ انہیں میں سے کچھ لوگوں کو مجددیت کے منصب پر کھڑا کیا گیا اور انہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہوا۔ ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والے با خدا اور خدا نما بن گئے۔

ایمان بالغیب کا بڑا بلند مقام ہے۔ غیب پر ایمان رکھنے والا انسان کہیں چھپ کر بھی گناہ نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ خدا کا خوف رکھنے والا انسان اندھیری کوٹھڑیوں میں بھی جہاں کوئی بھی دیکھنے والا نہ ہو گناہ نہیں کر سکتا۔ ایمان بالغیب سے کردار میں بلندی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی دعوت گناہ کو اسی ایمان کی وجہ سے ٹھکرا دیا۔

یہ کتاب قرآن کریم کردار سکھاتی ہے۔ اس وقت ہماری قوم ایک بہت بڑے ابتلاء میں ہے۔ اس ابتلاء میں ایمان بالغیب رکھتے ہوئے ہمیں کامیابی نصیب ہوگی۔ حضرت مجدد زمان کا عملی نمونہ ہماری رہبری کا موجب ہے۔ آپ کو حق و صداقت کی پاداش میں ہر قسم کی ایذا اور تکالیف پہنچائی گئیں، کفر کے فتوے لگائے گئے کچہریوں میں گھسیٹا گیا، آریوں اور عیسائیوں کی حمایت میں مسلمان مولویوں نے گواہیاں دیں لیکن آپ ذرا نہیں گھبرائے۔ خدا پرست لوگ ابتلاؤں مصائب اور آزمائش کے وقت چٹان کی مانند مضبوط رہتے ہیں۔ آپ بھی ہر حالت میں اسلام کا صحیح نمونہ اپنے اندر پیدا کریں۔ اسلام کیا ہے العظمت لامر اللہ والشفقت علیٰ خلق اللہ۔ خدائی احکام کی عزت اور خلق الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کرنا۔

آپ لوگ جو اس مسجد میں بیٹھے ہیں اور ان خدائی احکام کو سن رہے ہیں ان پر عمل کریں تا اللہ تعالےٰ کی رحمت اور نصرت آپ کے شامل حال ہو اور اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون میں شمولیت کا شرف حاصل ہو۔

---

* اس آیت میں کسی چیز کا ذکر ہے وہ نبی کی طرف کی جانے والی وحی نہیں بلکہ نبی کی آرزو اور خواہش ہے کہ حق قائم ہو اور باطل مٹے اور شیطان یہاں رؤسائے منکرین ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الحجر کی آیت ۱۸ میں آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی نبی یا مرسل حق اور راستی پھیلانے کی آرزو کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے تو منکرین کے سردار اپنے متبعین کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں تاکہ انبیاء کرام کی کوششوں کو ناکام بنانے میں وہ پورا زور لگائیں۔

سے آیا ہوں۔ حضرت سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اسے اندر بلا لیا۔ عرض کی حضور میں وزیر آباد کا باشندہ ہوں۔ حضور کے اماں جان کے اور بچوں کے کپڑے لایا ہوں۔

—— اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ ایک دفعہ عید کی صبح کو حضرت مولانا نے غرباء میں کپڑے تقسیم کئے حتیٰ کہ اپنے استعمال کے کپڑے بھی دے دیئے۔ گھر والوں نے عرض کی کہ آپ عید کیسے پڑھیں گے۔ فرمایا۔ خدا تعالےٰ خود میرا انتظام کر دے گا۔ یہاں تک کہ عید کے لئے روانہ ہونے میں صرف پانچ سات منٹ رہ گئے تھے۔ عین اس وقت ایک شخص حضرت کے ہاں کپڑوں کی گٹھڑی لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے وہ کپڑے لے کر فرمایا دیکھو ہمارے خدا تعالےٰ نے وقت پر ہمیں کپڑے بھیج دیئے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ آپ کی ضرورتوں کا خود متکفل تھا۔ اور وہ وقت پر آپ کی تمام حاجات پوری کر دیتا تھا۔

—— حضرت مولینا پنڈ دادن خان میں مدرس تھے۔ اس ملازمت کے دوران کا ایک واقعہ ہے کہ انسپکٹر مدارس آ گیا۔ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے اُن کو کہا کہ آپ بھی آ جائیں تو کہا آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں انسپکٹر مدارس ہوں میرا نام خدا بخش ہے۔ حضرت نے فرمایا، آپ تو بہت ہی نیک آدمی ہیں مدرسوں کے ہاں کھانا نہیں کھاتے۔ پھر تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔ اور پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھے۔ انسپکٹر اپنا گھوڑا پکڑے ہوئے اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ شاید مولیناؒ کسی لڑکے کو اس کا گھوڑا پکڑنے کے لئے بھیجیں۔ جب مولانا نے کسی کو نہ بھیجا۔ تو انسپکٹر نے کہا کہ کسی لڑکے کو تو بھیج دیجئے جو میرا گھوڑا تھام لے۔ حضرت مولینا نے فرمایا۔ کہ جناب! آپ مدرسوں کے گھر کا کھانا تو کھاتے ہی نہیں کیونکہ آپ اسے رشوت سمجھتے ہیں تو پھر ہم لڑکے کو گھوڑا پکڑنے کے لئے کیسے کہہ دیں کیونکہ وہ تو صرف یہاں پڑھنے کے لئے ہی آتے ہیں، گھوڑا تھامنے کے لئے نہیں آتے۔ پھر اگر کسی لڑکے کو گھوڑا تھامنے کے لئے کہہ دیا جائے تو آپ یہ بھی کہیں کہ اس کو کہیں باندھ دو اور گھاس بھی ڈالا جائے۔ جب آپ مدرسوں کے کھانے کو رشوت سمجھتے ہیں تو ہم آپ کے گھوڑے کو گھاس کیسے دیں۔ خیر لڑکوں کا امتحان لینے کے بعد انسپکٹر کہنے لگا میں نے سُنا ہے کہ آپ بڑے لائق ہیں اور بڑی لیاقت سے آپ نے نارمل پاس کر کے بہت عُمدہ اسناد حاصل کی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسی باعث آپ کو اس قدر ناز ہے۔ حضرت مولاناؒ نے یہ بات سُن کر فرمایا: "جناب ہم اس ایک بالشت کے کاغذ کو خدا نہیں سمجھتے۔" اور ایک شخص کو کہا بھائی اس بت کو ذرا نکال کر تو لاؤ۔ پھر اس کے سامنے اس کو پھاڑ ڈالا۔ اور دکھلا دیا کہ ہم کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں مانتے۔ اس شخص کو اس طرح مولینا کے اسناد پھاڑنے کا رنج ہوا جس کا اس نے نہایت تاسف سے اظہار کیا اور کہنے لگا کہ آپ کے اس نقصان کا باعث میں ہوا ہوں۔ نہ میں یہ کہتا اور نہ آپ کا یہ نقصان ہوتا۔ حضرت مولانا رح فرماتے ہیں:۔

"لیکن حقیقت میں جب سے میں نے اس ڈپلوما کو پھاڑ ڈالا تب ہی سے میرے پاس اس قدر روپیہ آتا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں میں نے لاکھوں روپیہ کمایا ہے۔"

حضرت مولانا ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ میں اپنے استاد کی تلاش میں وطن سے دُور چلا گیا۔ تین دن کا بھوکا تھا مگر کسی سے سوال نہیں کیا۔ مغرب کے وقت ایک مسجد میں چلا گیا مگر وہاں کسی نے مجھے پوچھا نہیں اور نماز پڑھ کر سب چلے گئے۔ جب میں اکیلا تھا تو مجھے باہر سے یہ آواز آئی۔ نورالدین! نورالدین! یہ کھانا آ کر جلدی پکڑ لو۔ میں گیا تو ایک مجمع میں بڑا ہی پر تکلف کھانا تھا۔ میں نے پکڑ لیا۔ میں نے یہ بھی نہیں پُوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے۔ کیونکہ مجھے علم تھا کہ خدا تعالےٰ نے بھیجا ہے میں نے خوب کھایا اور پھر برتن مسجد کی ایک دیوار کے ساتھ کھونٹی پر لٹکا دیا۔ جب میں آٹھ دس دن کے واپس آیا تو وہ برتن وہیں آویزاں تھے جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ کھانا گاؤں کے کسی آدمی نے نہیں بھجوایا تھا خدا تعالےٰ نے ہی بھجوایا تھا۔"

ایک دفعہ حضرت مولاناؒ کے ہاں مہمان آ گئے۔ انہوں نے اہلیہ صاحبہ سے پوچھا مگر جواب ملا کہ ہمارے ہاں تو کچھ نہیں۔ یہ جموں کا واقعہ ہے۔ روپیہ تو انہیں بہت آتے تھے مگر بعض وقت حضرت مولانا کے گھر میں کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ کہیں سے حضرت نے پانچ روپے ادھار لئے۔ آپ بازار کے راستے گھر کو جانے لگے تو دیکھا کہ ایک دوکاندار اپنی دوکان کو ماتھا ٹیکنے لگا ہوا ہے۔ اس نے خوش ہو کر پانچ روپے حضرت مولیناؒ کے آگے رکھ

آپ نے فرمایا کیوں دیتے ہو۔ اس نے کہا آپ بڑے آدمی ہیں۔ آپ کے سویرے ہی درشن ہو گئے ہیں آج ہمیں بہت کچھ ملے گا۔ اس لئے خالی ہاتھ درشن نہیں کرتا۔

—— قیام کشمیر کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے ایک دفعہ حضرت مولیناؒ تین ساتھیوں کے ساتھ سفر میں تھے۔ راستہ بھول گئے اور کہیں دُور جا نکلے، کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔ حضرت کے ساتھیوں کو جب بھوک اور پیاس نے ستایا تو اُن میں سے ایک نے کہا کہ نورالدین جو کہتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔ حضرت مولینا فرمایا کرتے تھے کہ میں دُعا کرنے لگا۔ چنانچہ جب وہ آگے آ گئے تو پیچھے سے زور کی آواز آئی ٹھہرو! ٹھہرو! جب دیکھا تو دو شتر سوار تیزی کے ساتھ آ رہے ہیں۔ جب پاس آئے تو انہوں نے کہا۔ ہم شکاری ہیں ہرن کا شکار کیا تھا اور خوب پکایا۔ گھر سے پراٹھے لائے تھے۔ ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھانا ابھی بہت ہے۔ آپ کھا لیں۔ چنانچہ حضرت مولینا فرماتے تھے کہ

"ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ نورالدین سچ کہتا ہے"

اور حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"اللہ تعالےٰ کا نورالدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ہر ضرورت پوری کروں گا کیا کوئی بادشاہ بھی یہ دعوےٰ کر سکتا ہے۔"

—— قادیان کا واقعہ ہے ایک دفعہ حضرت مولینا رح کو یتیموں اور بیواؤں کو خرچ دینے کے لئے تین سو روپے کی ضرورت تھی۔ گھر میں بھی خرچ دینا تھا۔ حضرت مولانا بخاری کا درس دے رہے تھے۔ اور یہ فکر دامنگیر تھا۔ اس وقت چٹھی رساں تین سو روپے کا منی آرڈر لے آیا اور وہ منی آرڈر ایسے شخص کی طرف سے تھا جو حضرت مولانا کا واقف نہ تھا۔ چنانچہ حضرت مولینا نے وہ سب رقم باہر ہی تقسیم کر دی کسی کو دس۔ کسی کو بیس۔ باقی پانچ روپے بچے جو بیوی کو جا کر دیئے کہ "لو بیوی تم بھی موج اُڑا لو۔"

—— ایک دفعہ حضرت مولیناؒ کشمیر سے واپس آ رہے تھے کہ روپیہ ختم ہو گیا۔ آپ نے سوچا کہ گھوڑی چار پانچ صد روپے میں بیچ دیں گے فوراً بک جائے گی اور خرچ کے لئے روپیہ کافی ہو جائے گا۔ آپ نے وہ گھوڑی سات سو روپے میں خریدی تھی۔ تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ گھوڑی کو دردِ قولنج ہوا اور راولپنڈی پہنچ کر وہ مر گئی۔ تانگے والے کو کرایہ دینا تھا آپ ٹہل رہے تھے۔ آپ کے ساتھی نے عرض کی تانگے والے کرایہ طلب کرتے ہیں۔ آپ نے نہایت رنج کے لہجہ میں فرمایا نورالدین کا خدا تو وہ مرا پڑا ہے۔ اب اپنے اصل خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ وہی کارساز ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سکھ اپنے بوڑھے باپ کو لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھا۔ اس نے حضرت مولینا کو اتنی رقم دے دی کہ جموں تک کے اخراجات کے لئے کافی ہو گئی۔

ایک دفعہ مولینا کے ایک رشتہ دار آپ کے ساتھ لاہور آئے۔ آپ کے سب روپیہ ان کے پاس تھے اور آپ کے ارشاد کے مطابق وہ خرچ کر رہے تھے۔ سب روپیہ خرچ ہو گیا۔ اسٹیشن پر ایک بنچ پر بیٹھے تھے کہ حضرت مولیناؒ سے کرائے کے لئے روپے طلب کئے آپ نے فرمایا تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاؤ۔ کچھ دیر کے بعد ایک آدمی آیا اور آپ سے پوچھنے لگا۔ آپ کو کہاں جانا ہے۔ آپ نے فرمایا جموں۔ اس نے کہا کیا آپ نے ٹکٹ لے لی؟ فرمایا ابھی نہیں اس نے پوچھا آپ کتنے آدمی ہیں؟ فرمایا دو۔ وہ بھاگا ہوا گیا اور دو ٹکٹ لے آیا۔ اور کہنے لگا کہ گاڑی تیار ہے چلئے۔ گاڑی میں وہ بھی ساتھ بیٹھ گیا اور اپنی بیماری کا حال بتاتا رہا۔ آپ نے اسے نسخہ لکھ دیا اور وہ اگلے اسٹیشن پر اتر گیا۔

اگست ۱۸۹۴ء میں آپ بہاول پور کے ایک [illegible] آف بہاول پور بیمار تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے درخواست کر کے آپ کو چند روز کے لئے بلایا تھا۔ اور انہیں حضرت [illegible] چاچڑاں والے نے جو ان کے پیر تھے آپ کو بلانے کی تحریک کی تھی۔ جب آپ بہاول پور پہنچے اور نواب صاحب کو دیکھ کر آپ نے واپسی کا ارادہ ظاہر فرمایا تو نواب [illegible] حضرت مولانا صاحب رح کی خدمت میں عرض کی کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپ یہاں مستقل طور پر رہائش اختیار کر لیں اس سلسلہ میں حضرت مولینا فرماتے ہیں [illegible]

"نواب بہاول پور ہمیں ساٹھ ہزار ایکڑ زمین دیتا تھا۔ ہم نے انکار کیا کہ اس قدر زمین سے کیا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اس سے امیر کبیر ہو جائیں گے۔ میں نے کہا کہ اب تو آپ ہمارے پاس چل کر آتے ہیں۔ کیا پھر بھی آئیں گے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں

میں نے کہا کہ پھر فائدہ ہی کیا ہے۔"

حضرت مولینا رح فرماتے ہیں :-

"میں نے اپنی اولاد کے واسطے کبھی فکر نہ کیا۔ نہ زمین کا نہ کسی اور بات کا۔ اگر ہم زمین لینا چاہتے تو بے شمار زمین جمع کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دادا سے بڑھ کر اولاد اور رزق میرے باپ کو دیا۔ پھر مجھ کو مال، کتابیں، علم اور شہرت وغیرہ باپ سے زیادہ دیا۔"

۱۲ اگست ۱۹۰۵ء کو دوپہر سے قبل حضرت مولانا کے صاحبزادے عبدالقیوم چند دن خسرہ میں مبتلا رہ کر وفات پا گئے حضرت مولاناؒ نے دفن ہونے سے پہلے بچے کو بوسہ دیا تو آپ کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور فرمایا :-

"میں نے بچے کا منہ اس واسطے نہیں کھولا تھا کہ مجھے کچھ گھبراہٹ تھی بلکہ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم جب فوت ہوا تو آنحضرتؐ نے اس کا منہ چوما تھا اور آپ کے آنسو بہہ نکلے تھے۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی مدح کی۔ اور فرمایا کہ جدائی تو تھوڑی دیر کے لئے بھی پسند نہیں ہوتی۔ پر ہم خدا کے فضلوں پر راضی ہیں، اسی سنت کو پورا کرنے کے واسطے میں نے بھی اس کا منہ کھولا اور چوما۔ یہ خدا کا فضل ہے اور خوشی کا مقام ہے۔ کہ کسی سنت کے پورا کرنے کا موقع عطا ہو۔"

ایک دفعہ حضرت مولیناؒ گھوڑی سے گر پڑے۔ پیشانی پر سخت چوٹ آئی۔ آپ نے کسی قسم کی گھبراہٹ اور اضطراب کا اظہار نہیں کیا۔ الحکم کے ایڈیٹر صاحب نے ایک موقعہ پر کسی ذریعہ سے عرض کیا۔ کہ اگر پسند کریں۔ تو حاذق الملک کو دہلی سے بلوا لوں مگر جو اس کا جواب حضرت مولینا رح نے دیا۔ وہ آب زر سے لکھنے کے قابل فرمایا:-

"خدا کا توکل کرو۔ میرا بھروسہ نہ ڈاکٹروں پر ہے نہ حکیموں پر۔ میں تو اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی پر تم بھروسہ کرو۔"

ابتدائی زمانہ میں نہ کوئی سیونگ بینک تھا نہ ڈاک خانہ۔ اکثر لوگ حضرت مولینا رح کے پاس اپنا روپیہ جمع کر دیا کرتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے اپنا روپیہ مانگا۔ لیکن اس وقت آپ کے گھر میں روپیہ موجود نہ تھا۔ حضرت مولیناؒ نے اپنی صدری کی جیب میں سے دو روپے نکال کر ایک بیوہ کے گھر بھجوا دیئے۔ دوپہر کے وقت ایک غیر معروف شخص آیا اس نے ایک سو تراسی روپے حضرت مولیناؒ کے سامنے رکھ دیئے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے، وہ روپیہ دے کر چلتا ہوا۔ حضرت مولینا نے ضرورت مند شخص کو بلوایا اور فرمایا کہ بھائی یہ اپنا روپیہ لے لو۔ اس جہان نے معذرت کی حضور کو تکلیف ہوئی آپ نے فرمایا۔ کہ ہم نے تو اللہ تعالیٰ سے سودا کیا تھا۔ کہ دو روپے کسی مستحق بیوہ کو دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں یہ روپیہ بھیج دیا۔

— ایک دفعہ بھیرہ میں غلہ اتنا مہنگا تو نہ تھا۔ مگر حضرت مولینا رح کو معلوم ہوا کہ یہ گراں ہو جائے گا۔ آپ نے سوچا کہ غلہ کافی خرید لوں۔ پھر خیال آیا کہ جو دوسروں کا حال ہوگا ہم بھی گذار لیں گے۔ چنانچہ غلہ سات سیر فی روپیہ ہو گیا۔ مگر خدا نے وہ فضل کیا کہ آمدنی اس قدر بڑھا دی کہ آپ کو اس سات سیر کے نرخ میں ذرا بھی بوجھ محسوس نہ ہوا۔

— ۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت مولیناؒ نے آخری وصیت میں تحریر فرمایا:-

"خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ہمارے گھر میں مال نہیں۔ ان کا اللہ حافظ ہے۔"

وفات سے پہلے آپ نے اپنے فرزند میاں عبدالحی کو بلایا اور فرمایا:-

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر میرا ایمان رہا۔ اور اسی پر مرتا ہوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب کو میں اچھا سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد میں حضرت بخاری صاحب کی کتاب کو خدا تعالیٰ کی پسندیدہ سمجھتا ہوں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور خدا کا برگزیدہ انسان سمجھتا ہوں ...... خدا تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنا پڑھانا اور عمل کرنا۔ میں نے بہت کچھ دیکھا پر قرآن کریم جیسی چیز نہ دیکھی۔ بے شک یہ خدا تعالیٰ کی اپنی کتاب ہے۔ باقی خدا کے سپرد۔"

حضرت مجدد زمانؑ کی نصیحت

(۱) "ہماری جماعت کو واجب ہے۔ کہ اب تقویٰ سے کام لے۔ اور اولیاء بننے کی کوشش کرے۔ اس وقت زمینی اسباب کام نہ آویں گے۔ اور نہ منصوبہ و حجت بازی کام آوے گی۔ دنیا سے کیا دل لگانا ہے۔ اور اس پر کیا بھروسہ کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح کی جاوے۔ اور اس کا یہی وقت ہے ...... ہماری جماعت کو وہ تبدیلی ایک مرتبہ ہی کرنی چاہیئے۔ جو کہ اس نے دس برس میں کرنی تھی۔ اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ جہاں ان کو پناہ مل سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے دعائیں کریں۔ تو ان کو بشارتیں بھی ہو جائیں گی۔ صحابہؓ پر جیسے سکینت اتری تھی۔ ویسے ہی ان پر اترے گی۔ صحابہؓ کو انجام تو معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ کیا ہوگا مگر دل میں یہ تسلی ہو جاتی تھی۔ کہ خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ دراصل سکینت اسی تسلی کا نام ہے۔"

(ملفوظات حصہ چہارم)

(۲) "اے جماعت مخلصین۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اس وقت ہمیں تمام قوموں سے مقابلہ درپیش ہے اور ہم خدا تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں۔ کہ اگر ہم ہمت نہ ہاریں۔ اور ہم سارے دل اور سارے زور اور ساری توجہ سے خدمت اسلام میں مشغول ہوں۔ تو فتح ہماری ہوگی .... اے مردان دین۔ کوشش کرو۔ کہ یہ کوشش کا وقت ہے۔ اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کے لئے جوش میں لاؤ کہ یہی جوش دکھلانے کے دن ہیں۔ اب تم خدا کو کسی اور عمل سے راضی نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ دین کی ہمدردی سے، سو جاگو اور اٹھو۔ اور ہشیار ہو جاؤ۔ اور دین کی ہمدردی کے لئے وہ قدم اٹھاؤ۔ کہ فرشتے بھی آسمان پر جزاکم اللہ کہیں۔ اس سے مت غمگین ہو کہ لوگ تمہیں کافر کہتے ہیں۔ تم اپنا اسلام خدا کو دکھاؤ۔ اور راستے جھکو۔ کہ بس خدا ہی کے ہو جاؤ۔

دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو ❊ شدت گرمی کا ہے محتاج باران بہار
اے مرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو ❊ وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشک تتار

(آئینہ کمالات اسلام)

شُکر کا مقام

(۳) "انسان پر جو مصیبت آتی ہے کبھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے انسان شکر کرے کہ قیامت کو مواخذہ نہ ہوگا۔ دوم۔ ممکن تھا۔ اس سے بڑھ کر مصیبت میں گرفتار ہوتا۔ سوم۔ مالی نقصان کی بجائے جانی نقصان ہوتا۔ جو ناقابل برداشت ہے۔ چہارم۔ یہ بھی شکر کا مقام ہے۔ کہ خود زندہ رہے۔ کیونکہ خود زندہ نہیں۔ تو پھر تمام مال و اسباب وغیرہ کی فکر لغو ہے۔"

(خطبہ جمعہ۔ ۲۴ نومبر ۱۹۰۹ء۔ از حضرت مولینا نورالدینؒ)

ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

حدیثیں جمع نہ ہوئی تھیں لوگ نماز نہ پڑھتے تھے یا زکوٰۃ نہ دیتے تھے یا حج نہ کرتے تھے، یا حلال و حرام سے واقف نہ تھے؟

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور - ۲۱ اگست ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۴

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپ اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔
چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش
ایڈیٹر: غلام نبی مسلم - ایم۔ اے۔

جلد ٦١ | چہار شنبہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ - ۲۵ ستمبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۳۵

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا مخالفین جماعت احمدیہ کو جواب

کراچی کے ایک پاکستانی ایڈیٹر کے .... مطالبہ پر مولانا عبدالماجد دریا آبادی اپنے اخبار صدق میں لکھتے ہیں:۔

”ان پاکستانی ایڈیٹر صاحب نے جس پُر زور پیرائے میں اپنے مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا ہے اسے بجنسہٖ نذر ناظرین کر دیا گیا اور یہ تحریر اپنی نوعیت کی کوئی پہلی نہیں، بیسیوں تحریریں اسی مضمون کی بڑے سے بڑے عزیز مخلصوں کی طرف سے آچکی ہیں اور برابر آتی رہتی ہیں، لُب لباب یا حاصل ان سب تحریروں کا کچھ یوں ہاتھ آتا ہے کہ قادیانیت اپنے سارے اجزاء سمیت ایک سو فیصدی باطل اور دشمن اسلام و مخرب ایمان تحریک ہے جس کا ذکر کسی اعتبار سے کبھی موقعہ داد و تحسین پر قابلِ برداشت نہیں، یہ ایمان و ضمیر کا معاملہ ہے، جس میں کسی مصالحت، مفاہمت، مداہنت اور تساہل کی گنجائش نہیں۔“

”بیشک یونہی ہوگا لیکن اسے کیا کیجئے کہ بعینہٖ وہی دینی مصلحت اندیشی (STRATEGY) جو آپ حضرات کو جوش و خروش اور تشدد پر آمادہ کرتی رہتی ہے کچھ اللہ کے بندوں کو ٹھیک اس کے برعکس نرمی اور رواداری کی طرف بھی لا رہی ہے آپ حضرات کی نظر جب بھی پڑتی ہے تو مابہ الاختلاف پر، اور اس سے طبیعت فوراً اشتعال قبول کر لیتی ہے لیکن کچھ نظریں ایسی بھی ہیں جو مابہ الاشتراک کی تلاش میں رہتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ اسی پر پڑتی ہیں قدرتاً اس گروہ کا (وہ اقل قلیل سہی) کہنا یہ ہے کہ جب اشتراک عقیدۂ توحید میں موجود ہے، تصدیق رسالت میں ہے، عقیدۂ آخرت میں ہے، حقانیت قرآن میں ہے، کلمہ میں ہے، قبلہ میں ہے، عبادات و فرائض پنجگانہ میں ہے اور اختلاف صفاتِ رسالت میں سے صرف ایک صفت خاتمیت میں بھی نہیں بلکہ تعبیر خاتمیت میں ہے تو یہ اُمت کے حق میں کہاں کی دوستی ہے کہ اسی کو اچھالا جائے اور نمایاں کیا جاتا رہے“؟

(منقول از رسالہ ترجمان القرآن، اشارات صفحہ ۲۰۳ - ماہ جنوری ۱۹۶۳ء)

پیغامِ صلح: مولانا عبدالماجد کے آخری کلمات کہ ”اختلاف صفاتِ رسالت میں سے صرف ایک صفت خاتمیت میں بھی نہیں بلکہ تعبیر خاتمیت میں ہے۔“ جماعت قادیان پر اطلاق پاتے ہیں لیکن یہاں تک جماعت احمدیہ لاہور کا تعلق ہے وہ اپنے مرشد کے فرمودہ کے مطابق بلا کسی ادنےٰ تاویل کے ختم نبوت کے عقیدہ کی کامل حقیقی رنگ میں قائل و معترف ہے یعنی یہ کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں جن کے بعد کوئی نبی نیا یا پرانا اُمت محمدیہ میں نہیں آسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنی احکام انسانیت کی بھلائی کیلئے نازل کئے ہیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ڈر کر زندگی گذارتا ہے۔

خطبہ جمعہ ۔ ۲۳ ۸۴/۷ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ ۔ جامع احمدیہ لاہور۔

للہ مافی السمٰوات ومافی الارض ۔ وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ۔ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علیٰ کل شیٔ قدیر ...... وقالوا سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر (سورۃ البقرہ آخری رکوع ۲۸۴/۲۸۵)

(مرتبہ : عبدالرؤف کھوکھر)

فرمایا : سورۃ البقرہ تقریباً ۲½ پاروں پر مشتمل ہے ۔ اور یہ اسی کا آخری رکوع ہے ۔ ان ڈھائی پاروں میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لائحہ عمل کا ذکر کیا گیا ہے گھریلو زندگی سے لے کر بادشاہت اور تجارت اور میدان جنگ تک غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی کے لئے قانون بیان ہوئے ہیں ۔ اور پھر یہ تمام احکام جاری کرنے کے بعد فرمایا :۔

اللہ مافی السمٰوات ومافی الارض ۔ زمین و آسمان کی بادشاہت ہماری ہے اور یہ احکام انسانیت کی بھلائی کے لئے خود کائنات کے خالق نے جاری فرمائے ہیں ۔ جو ان سب کا خالق ہونے کے باعث ان کی ضروریات کو سمجھتا ہے ۔ اللہ ان کے موجد ہونے کے سبب سے زمین و آسمان اور ساری کائنات کے ذرّے ذرّے پر اس کا اختیار ہے اور اسی کا سب پر حکم چلتا ہے ۔ خدا کی حکومت سمندر، خشکی، خلا اور مستور کائنات پر بھی حاوی ہے ۔ وہ انسانی دلوں کے مخفی ارادوں کو جانتا ہے ۔ اسی لئے فرمایا :۔

وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ۔ تم اپنے ارادوں کو ظاہر کرو یا چھپاؤ ۔ اللہ تعالیٰ ان کے مطابق تمہارا محاسبہ کرے گا ۔ اخلاق، تجارت سوسائٹی، حکومت کے آداب، مظلوم مخلوق کی امداد ۔ غرضیکہ اعلیٰ انسانی اقدار اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ۔ وہ خالق السمٰوات والارض ہے ۔ الا یعلم من خلق ۔ بھلا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا ۔ پہاڑوں، جنگلوں، صحراؤں، سمندروں اور ہواؤں پر اسی کا حکم چلتا ہے ۔ اور وہ دیکھتا ہے ۔ پس مبارک ہے وہ شخص جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس سے ڈر کر زندگی گذارتا ہے ۔ خدا تعالیٰ انسان کا درجہ بلند کرنا چاہتا ہے ۔ وہ زمین، سمندر، صحرا ۔ اور سرسبز میدانوں کا بادشاہ ہے ۔ اس کو خوش کرنے کی کوشش کرو تم پر افضال الٰہی نازل ہوں گے ۔ دلوں کے ارادے خدا سے تم نہیں چھپا سکتے، خواہ اپنے ارادوں کی بدی کو تم کتنا ہی چھپاؤ ۔

فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء ۔ جس جس نے خدا کی فرمانبرداری کی، وہ بخشا گیا ۔ اور جس نے نافرمانی کی وہ پکڑا گیا ۔ مبارک ہے وہ خاندان اور فرد اور قوم جس کا یہ ایمان ہے ۔ کہ خدا دیکھتا ہے ۔ خدا تعالیٰ سے ڈر کر زندگی گذارنے کا نام بہشت ہے ۔ خدا کو حاضر ناظر جاننے والا شخص کبھی گناہ نہیں کر سکتا ۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ہمارے نبی کریم صلعم نے انسانی زندگی کے تمام گوشوں میں نمونہ قائم کیا ۔ غربت و بیکسی میں، بادشاہت میں، تجارت میں، معاہدات میں، میدانِ جنگ میں، غرضیکہ ہر مقام پر حضورؐ کا نمونہ ہمارے لئے موجود ہے، گھمسان کی جنگوں میں صفِ اول میں شجاعت کی مثالیں قائم کیں ۔ عام طور پر جرنیل پیچھے رہ کر اپنی فوجوں کو لڑاتے ہیں ۔ مگر دنیا کی تاریخ میں حضور پہلے بادشاہ اور جرنیل ہیں جو صف اول میں رہ کر فوج کی کمان کرتے ہیں ۔ آپ بار بار زخمی بھی ہوئے ۔ صحابہ کا بیان ہے ۔ کہ میدان جنگ میں حضور صلعم ہماری سب سے مضبوط پناہ گاہ ہوتے ۔ اور ہم حضورؐ کی اوٹ میں لڑتے تھے ۔ ان اللہ بصیر بالعباد ۔ خدا تعالیٰ اعمال کو دیکھتا ہے ۔ تم اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچاؤ ۔ اسلام کا خلاصہ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ ہے ۔ پس اپنے اعمال کو سنوارو ۔ اس سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گی ۔ حضور صلعم نے بادشاہ ہو کر بھی مسجد نبویؐ سے ملحقہ دو تین کمروں میں گذارہ کیا ۔ وہی سادگی اور جفاکشی، وہی بادشاہی میں فقیری و درویشی کے نمونے قائم فرمائے

کردار بڑی چیز ہے ۔ اپنے دلوں کو ٹٹولو ۔ یہ قرآنی تعلیم مفید ہے ۔ اس پر عمل کر کے مسلمان دنیا میں کامیاب و سرفراز ہوئے ۔ اپنے رسول (صلعم) کا نمونہ دیکھ کر ہی ایک جماعت اس رنگ میں رنگی گئی تھی جس نے میدانِ جنگ میں روز سے دکھ کر دن کو جہاد کیا اور راتیں عبادت میں گذاریں، سختیوں میں ثابت قدم رہے ۔ یہ کامیابی اور استقامت محمد رسول اللہ صلعم کے نمونہ کے باعث تھی، حضرت عیسیٰ کو عیسائیوں نے غلطی سے خدا بنا دیا ۔ مگر جب سرکاری آدمی حضرت عیسیٰ کو پکڑنے آئے تو سب بھاگ گئے بلکہ ایک مرید نے تو اپنے خدا کو پکڑوا دیا ۔ دوسری طرف پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلعم کے ساتھیوں کا نمونہ دیکھئے ۔ وہ آپ کی حفاظت میں جانیں دے گئے ۔ پروانہ وار کٹ مرے مگر حضور صلعم پر آنچ نہ آنے دی ۔ میں نے وہ مکانات دیکھے ہیں جن میں حضورؐ نے حیاتِ طیبہ کا بیشتر حصہ گذارا ...... لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔ اس میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے ۔ ایک عظیم راہنمائی ہے ۔ ہم نے اس زمانہ کے امام کو مانا ہے ۔ اس لئے ہماری دوہری ذمہ داری ہے ..... ہمیں اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے ۔ حضرت مجددؑ ایک گاؤں میں پیدا ہوئے ۔ ۸۰ کے قریب کتابیں لکھیں، جن میں علم و معرفت کے دریا بہا دیئے ۔ ان پر بڑے بڑے علماء نے تعریفی نوٹ لکھے لیکن حضرت مجدد صد چہاردہم نے سورۃ فاتحہ کی عربی زبان میں دو صد صفحہ کی تفسیر لکھی، جو عرب، مصر اور شام کے علماء و فضلاء کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ۔ عربی زبان میں دو صد صفحہ کی سورۃ فاتحہ کی تفسیر کچھ معنی رکھتی ہے ۔ چودھویں صدی علوم کا زمانہ ہے اور اس صدی کے امام کو بھی علوم کا بادشاہ بنایا گیا اس تفسیر کی مثال لانے سے عرب و عجم کے علماء عاجز رہ گئے ۔ تم بھی علم و عمل کے اعلیٰ نمونے قائم کرو ۔ تاکہ لوگوں کو پتہ لگے کہ یہ اس زمانہ کے امام کو ماننے والی جماعت ہے ۔ اللہ تعالیٰ بے انتہا فیاض ہے ۔ اس کی نعمتوں اور برکتوں کے وارث بننے کی کوشش کرو

خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنے سے ایک پاکیزہ اور بابرکت قوم وجود میں آتی ہے، جو اتنے بلند روحانی مراتب پر پہنچتی ہے، کہ بادشاہ بن جانے کے بعد بھی دنیا کی لذتوں اور آسائشوں پر نگاہ نہیں ڈالتی ۔ اس کے مدنظر صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے ۔ جو فانی دنیا سے محبت نہیں کرتی اور سادہ زندگی گذارتی ہے ۔ یہی وہ قوم ہے جس کا قد افلح المؤمنون میں ذکر ہے ۔ جن کو اولٰئک علیٰ ھدًی من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون کا خدائی سرٹیفکیٹ حاصل ہے ۔

محمد رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام رضؓ کے بلند پایہ اخلاق کی مثال اور کہیں نہیں ملے گی ۔ وقالوا سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر حضرت صلعم کی جماعت کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ :

وہ ہر بات جو اللہ کی طرف سے بذریعہ پیغمبر پہنچتی ہے سن کر کہتے ہیں ۔ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور واقعی انہوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا ۔

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال — لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

(مجدد صد چہاردہم)

سوشل بائیکاٹ

اسلامی ہے یا غیر اسلامی؟

نصیر احمد فاروقی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عظیم الشان انقلابات پیدا کئے ان میں سے دو نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک تو شرک کو جڑ سے نکال کر اس کی جگہ خالص توحید کو قائم کرنا دوئم مسلمانوں میں ایسی اخوت اور اُلفت پیدا کرنا کہ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ وہ لوگ جو ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے اور دائمی دشمنیوں میں مبتلا تھے انہیں ایسا شیر و شکر کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کی تکلیف کو دیکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ ایک مسلمان دوسرے ضرورتمند مسلمان کے لئے اپنے مکان اپنی جائداد تک کو آدھا آدھا بانٹنے کو تیار ہو گیا۔ جہاد میں زخمی مسلمان نے دوسرے زخمی کو پہلے پانی پلانے پر اصرار کیا اگرچہ اس میں اس کی اپنی جان ختم ہوتی تھی۔ انقلاب عظیم کا قرآن شریف نے یوں ذکر کیا ہے:-

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا کذٰلک یبین اللہ لکم اٰیٰتہ لعلکم تھتدون ○ (آل عمران ۳ - ۱۰۲)

ترجمہ: اور اللہ کی اپنے اوپر نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اللہ کی نعمت کے نتیجہ کے طور پر ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے پس اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اللہ اپنی آیات کو اسی لئے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاسکو۔

یہ عظیم الشان انقلاب کیسے آیا۔ کیا وہ باتیں جن پر یہ لوگ پہلے آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے یکایک مٹ گئی تھیں؟ ہرگز نہیں۔ وہ تمام باتیں ویسی کی ویسی موجود تھیں۔ اللہ تعالے کا احسان یہ ہوا کہ اس نے مسلمانوں کے دلوں میں وسعت قلبی۔ رواداری اور ایک دوسرے سے محبت پیدا کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی جھگڑوں کی تمام وجوہ باقی رہتے ہوئے بھی وہ باہم شیر و شکر ہو گئے اور تمام لڑائی جھگڑے بند ہو گئے۔

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انقلاب عظیم رونما ہوا۔ مگر اسلام تو تمام زمانوں اور قوموں کے لئے آیا تھا۔ آپؐ کے بعد جھگڑے پیدا ہونے کے امکانات کا قرآن مجید نے یوں علاج فرمایا:-

انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔ (الحجرات ۴۹ - ۱۰)

ترجمہ: بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے (اگر ان میں کوئی جھگڑا پیدا ہو تو) آپس میں صلح کرا دیا کرو اور خدا کا خوف (اس بارہ میں) کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے تقویٰ اللہ خدا کی پکڑ اور سزا سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ مسلمانوں میں آپس کے لڑائی جھگڑوں کے بارہ میں مصالحت کرانے کا جو ہم نے حکم دیا ہے۔ اس کے نہ پورا کرنے پر خاص پکڑ ہو گی۔ اس سے نہ صرف اپنے آپ کو بچالو بلکہ مصالحت کر کے یا کرا کے رحم کو اپنی طرف کھینچو۔

مصالحت کرانے میں اکثر غریب یا بیکس یا تھوڑے لوگوں کو دبایا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اسے پسند نہیں فرمایا بلکہ حکم دیا کہ:-

فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین۔ (الحجرات ۴۹ - ۹)

ترجمہ: اور فریقین کے درمیان صلح کراؤ تو عدل کے ساتھ۔ اور انصاف سے کام لو بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

خود حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہے:-

الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصیام والصلوٰۃ والصدقۃ؟ صلاح ذات البین فان ذات البین ھی الحالقۃ (ابو داؤد - ترمذی)

ترجمہ:- کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جو درجہ میں روزہ نماز اور صدقہ سے بھی بڑھ کر ہے؟ وہ آپس میں صلح و صفائی ہے۔ کیونکہ آپس میں جھگڑا و فساد ہی ہلاکت میں ڈالنے والی چیز ہے۔

اسی طرح حضور صلعم کا مشہور فرمان ہے کہ مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں کہ اس کے کسی عضو میں درد ہو تو سارا جسم دکھ میں پڑ جاتا ہے۔

آج اس اُمت مسلمہ کا یہ حال ہے کہ آپس کے لڑائی جھگڑوں کے علاوہ بھائی بھائی پر ہاتھ اُٹھا رہا ہے اور مسلمانوں کی جان و مال اور عزت خود مسلمانوں کے ہاتھوں لٹ رہی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج کل جماعت احمدیہ کے خلاف ہر قسم کی زیادتی اور ظلم کو نہ صرف جائز بلکہ کار خیر سمجھا گیا ہے۔ اس جماعت کے دو فریقوں میں سے لاہور کی جماعت نہ تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتی ہے نہ کسی کلمہ گو کو کافر کہتی ہے۔ بلکہ انہی دو باتوں پر اختلافات کی وجہ سے وہ جماعت قادیان ؐ سے ۱۹۱۴ء سے علیحدہ ہوئی تھی اور یہ جماعت صرف حفاظت و اشاعت اسلام کے کام میں لگی ہوئی ہے۔ مگر اس جماعت کے لوگوں کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا گیا ہے جو جماعت ربوہ کے ممبروں کے ساتھ کیا گیا ہے۔

مگر کسی فریق کا معاملہ ہو کیا ایسا سلوک اسلام میں جائز ہے؟ اوپر قرآن اور حدیث سے مسلمانوں میں باہمی سلوک ...... کا ہلکا سا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ شاید کوئی کہے کہ ہم تو احمدیوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے (حالانکہ جماعت لاہور کے عقائد اور دوسرے مسلمانوں کے عقائد میں کوئی فرق نہیں) تو بھی کیا غیر مسلموں سے ایسا سلوک جائز ہے؟ کیا یہ قرآن کریم کی صریح آیت لا اکراہ فی الدین (دین کے معاملہ میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے) کے صریح خلاف نہیں؟

اگر بالفرض احمدی غیر مسلم ہیں تو بھی کیا یہ لوٹ مار، جلانا، لوٹنا اور سماجی و اقتصادی بائیکاٹ اسلامی شعار ہیں؟ قرآن کریم تو حق و ہدایت کی طرف بلانے کے لئے یہ حکم دیتا ہے:-

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین۔ (النحل ۱۶ - آیت ۱۲۵)

ترجمہ:- اپنے رب کے رستہ کی طرف بلا حکمت (معقول طریق) سے اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور بحث بھی کرو تو اچھے طریق سے بے شک تیرا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے رستہ سے گمراہ ہو گیا ہے اور وہ ان کو بھی بہتر جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔

دوسری جگہ حق کی طرف بلانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم ○ (حم السجدہ ۴۱ - آیت ۳۴)

ترجمہ: اور اچھائی اور برائی برابر نہیں۔ (برائی کا بھی جواب بھلائی سے دو۔ تو وہ جس کے اور تیرے درمیان دشمنی ہے وہ تیرا گرم جوش دوست بن جائے گا۔

قتل و غارت اور لوٹ مار کا جواز تو خیر کیا ہوتا تھا۔ سوشل بائیکاٹ کا جواز حال ہی میں دو باتوں سے دیا گیا ہے۔ اول تو یہ کہ غزوہ تبوک کے بعد رسول اللہ صلعم نے تین مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کیا تھا۔ دوئم یہ کہ جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب سے حضرت ابوبکرؓ نے جنگ کی تھی۔ افسوس یہ ہے کہ ان دونوں واقعات کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔

پہلے واقعہ کو لے لیجئے۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب آنحضرت صلعم عرب کو متحد کر کے اس کے بادشاہ ہو گئے تھے تو ہرقل روم اور عیسائیوں کو یہ خیال ہوا کہ ہمارے ہمسائے میں جو یہ نئی طاقت کھڑی ہوئی ہے اسے کچل دینا چاہیئے۔ جیسا کہ وہ چند سال قبل اپنے حریف ایران کو کچل چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلعم پر اور مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کی۔ شام کی سرحد دور تھی اور سخت گرمیوں کے دن تھے۔ پھر بھی تیس ہزار جاں نثار آنحضرتؐ کے ہمراہ دشمن کے اس اقدام کی مدافعت کے لئے

ساتھ ہو لئے۔ آپؐ کے اس اقدام سے رومیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور انکی جمعیت بکھر گئی۔ اور جنگ تک نوبت نہ پہنچی۔ مگر یہ خطرہ مسلمانوں کی موت اور زندگی کا سوال تھا اس لئے واپسی پر تین مسلمان جو اس جہاد میں شریک نہ ہوئے تھے ان کا مقاطعہ کیا گیا۔ وہ کیا مقاطعہ تھا۔ ان سے صرف بول چال بند کر دی گئی تھی۔ وہ مسجد میں آتے تھے۔ اور نمازوں میں اور دوسرے موقعوں پر شریک ہوتے تھے۔ ان کا اور کسی قسم کا مقاطعہ نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ آجکل احمدیوں کا مقاطعہ کیا جا رہا ہے کہ دوکاندار انہیں ضروریات زندگی نہیں دیتے۔ مکانوں کے مالک انہیں مکان یا دوکان نہیں دیتے۔ خریدار احمدیوں سے کوئی مال نہیں خریدتے۔ طالب علم اپنے استادوں کو نوکری چھوڑنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ مذکورہ بالا مقاطعہ میں ان میں سے ایک بات بھی نہ تھی۔

دوسرے یاد رہے کہ صرف بول چال بند کرنے کا مقاطعہ کیوں کیا گیا تھا؟ کیا کسی کافر کو مسلمان بنانے کے لئے کیا گیا تھا۔ یا ان تین مسلمانوں کو اپنے عقائد بدلنے کے لئے مجبور کرنے کے لئے کیا گیا تھا جیسا کہ آجکل احمدیوں کے خلاف کیا جا رہا ہے؟ بالکل نہیں۔ یہ تو صرف اس لئے کیا گیا تھا کہ دشمن کے مقابلہ میں جب مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال تھا وہ تین آدمی شامل نہ ہوئے تھے .... پھر بھی صرف بول چال بند کی گئی تھی اور وہ بھی اللہ تعالے کی جناب سے معافی آنے پر دوبارہ شروع کر دی گئی۔

یہاں تو احمدیوں سے انکے عقائد چھڑانے کے لئے ایسا خطرناک مقاطعہ کرایا جا رہا ہے کہ وہ روٹی پانی اور ضروریات زندگی سے محروم کئے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے معصوم بچے بھی بھوکے پیاسے مر جائیں تو کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا۔ کیا قرآن اور حدیث سے اس کا جواز پیش کیا جا سکتا ہے کہ عقائد کے بارہ میں ایسا بائیکاٹ جائز ہے؟ اگر نہیں کیا جا سکتا تو پھر یہ صریح ظلم ہے۔ اور مظلوم کی آہ سے بچنے کے لئے حدیث شریف میں سخت تنبیہہ کی گئی ہے۔

دوسرا واقعہ مسیلمہ کذاب سے حضرت ابوبکرؓ کے جنگ کرنے کا ہے۔ یہ بھی غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ ہُوا یہ تھا کہ جب آنحضرت صلعم عرب کے بادشاہ ہو گئے تو چند دنیا کے حریص لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ تو اچھا اور آسان طریقہ ہے ہم بھی نبوت کا دعوے کر کے بادشاہ بن سکتے ہیں۔ ان جھوٹے مدعیانِ نبوت میں سے پہلا اسود عنسی تھا۔ وہ یمن کے ایک قبیلہ کا سردار تھا اور اس نے اپنے ساتھ اور سرداروں کو بھی ملا کر علم بغاوت بلند کیا۔ آنحضرت صلعم کے عاملوں کو وہاں سے نکال دیا۔ نجران پر حملہ کر کے اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور بالآخر یمن کے دارالخلافہ صنعا پر بھی اس کا قبضہ ہو گیا۔ جب اس بغاوت کی خبر آنحضرت صلعم کو پہنچی تو آپؐ نے حضرت معاذ بن جبل کو اس کی سرکوبی کا حکم دیا۔ مگر اس دوران اسود عنسی کو یمن کے مقتول حاکم کے ایک رشتہ دار نے بطور انتقام قتل کر دیا۔

دوسرا جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب تھا جو قوم بنی حنیفہ سے تھا۔ اس نے نبوت کا دعوے کر کے رسول اللہ صلعم کو کہلا بھیجا کہ مجھے بھی آپ کے ساتھ امر نبوت میں شریک کیا گیا ہے۔ اور نصف ملک میرے لئے ہے اور نصف قریش کے لئے۔ آنحضرت صلعم نے جواب میں لکھوایا کہ :-

" ملک تو سب اللہ کا ہے وہ جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے اور عاقبت متقیوں کے لئے ہے"۔

اس کے بعد مسیلمہ نے یمامہ میں علم بغاوت کھڑا کیا۔ اس نے ساٹھ ہزار لشکر جرّار تیار کیا۔ اس وقت تک آنحضرت صلعم وفات پا چکے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ تھا۔ مسیلمہ نے مدینہ پر حملہ کی تیاری کی تو حضرت ابوبکرؓ نے اس سے جنگ کی جس کے دوران وہ لڑتا ہُوا مارا گیا۔

تیسرا مدعی نبوت طلیحہ تھا جو قوم بنی اسد کا سردار تھا۔ جب اس نے علم بغاوت بلند کیا تو حضرت خالد کو اس کے خلاف حضرت ابوبکرؓ نے فوج دے کر بھیجا۔ طلیحہ شکست کھا کر ملک شام کی طرف بھاگ گیا۔ جب اس کی قوم بنی اسد کو معاف کر دیا گیا تو وہ بھی واپس آ گیا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کی طرف سے لڑتا رہا اور اپنی بہادری کے کارناموں سے بڑی ناموری حاصل کی۔

چوتھی مدعیہ نبوت ایک عورت سجاح نامی تھی۔ وہ عورت بھی بنی تغلب اور دیگر عیسائی قبیلوں کو لے کر نکلی کہ مدینہ پر حملہ آور ہو۔ مگر جب لشکر اس کی طرف بڑھا تو وہ واپس چلی گئی اور مسلمان لشکر نے اس کا پیچھا نہیں کیا۔

ان چاروں واقعات میں مندرجہ ذیل باتیں صاف نظر آتی ہیں :-

اوّل : ان جھوٹے مدعیان نبوت میں سے کسی کے خلاف تادیبی کارروائی اس لئے نہیں کی گئی۔ کہ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا۔ البتہ رسول اللہ صلعم نے انہیں سمجھانے کے لئے کسی آدمی کو بھیجا۔

دوئم : یہ سارے مدعیان نبوت دراصل حکومت کا لالچ رکھتے تھے۔

سوئم : جب انہوں نے علم بغاوت بلند کیا اور لشکر جمع کئے تو پھر بے شک ان کی سرکوبی کے لئے مسلمان لشکر بھیجا گیا۔

چہارم : سوائے مسیلمہ کذاب کے جو جنگ میں لڑتا ہوا مارا گیا باقی تینوں میں سے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔ اسود عنسی نے حاکم یمن کو قتل کر دیا تھا تو مقتول کے ایک رشتہ دار نے بطور انتقام اسود عنسی کو رات کو سوتے میں قتل کر دیا۔ ابھی مسلمان لشکر وہاں تک پہنچا بھی نہ تھا۔ باقی دو مدعیان کو جب وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تو ان کا پیچھا تک نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان میں سے ایک نے بعد میں مسلمان فوج کے ساتھ مل کر بہادری سے جنگیں کیں۔

بہر حال یہ واقعات احمدی جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر تو چسپاں ہوتے ہی نہیں کیونکہ آپ نے تو دعوے نبوت کیا ہی نہیں تھا۔ بلکہ آپ نے تو مدعی نبوت کو "کافر کاذب خارج از دائرہ اسلام" بتایا۔ اور اس پر لعنت بھیجی۔ آپ کا دعویٰ صرف مجددیت اور محدثیت کا تھا۔ افسوس ہے کہ جماعت ربوہ نے غلو کر کے انہیں نبی بنا دیا۔ مگر حضرت مرزا صاحب خود اس سے ساری عمر انکار کرتے رہے۔ یہ تو وہی ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ساری عمر ایک عاجز انسان ہونے کا اقرار کرتے رہے۔ مگر ان کے ماننے والوں نے انہیں خدا کا بیٹا اور خدا بنا دیا سوائے فرقہ مؤحدین کے جو انہیں نبی ہی کہتے تھے جو ان کا اصل مقام تھا۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے ماننے والوں میں سے ایک جماعت نے غلو کر کے انہیں مجدد سے نبی بنا دیا۔ سوائے جماعت احمدیہ لاہور کے جو انہیں مجدد ہی مانتی ہے اور تمام کلمہ گو لوگوں کو مسلمان سمجھتی ہے۔

بہرحال کوئی مسلمان ہو یا غیر مسلم اس سے عقائد کی بنا پر اختلافات کی وجہ سے اسے مارنا لوٹنا یا اس کا سوشل بائیکاٹ کرنا قرآن اور سنت نبویؐ کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ عقائد کے بارہ میں ایسی کارروائی کرنا تو کفار عرب کا شیوہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھیوں سے ایسی کارروائی کی تھی۔

رسول اللہ صلعم یا آپؐ کی سنت پر چلنے والوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اور اب جبکہ یہ معاملہ صاف کر دیا گیا ہے تو ہمیں امید ہے کہ مسلمانان پاکستان بھی ایسی نامناسب غیر اسلامی اور خلاف انسانیت کارروائیوں سے اجتناب کریں گے۔ اسی میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت ہے نہ کہ ظلم و زیادتی کرنے میں جو خلاف اسلام ہیں۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ

یہ خبر جماعتی و قومی حلقوں میں انتہائی کرب و الم سے سُنی جائے گی کہ جماعت اور پاکستان کے عظیم فرزند اور خادم جناب میاں غلام عباس صاحب کمپٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل آف پاکستان (ریٹائرڈ) ۲۹ر اگست بروز جمعرات اپنے صاحبزادہ میاں عثمان عباس کے ہاں لندن میں اپنے عزیز بھائیوں، فرزندوں اور خویش و اقربا کو سوگوار چھوڑ کر ۷۰ سال کی عمر میں اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی میت ۳۱ر اگست بروز ہفتہ لاہور لائی گئی۔ رات کے ۹ بجے جامع احمدیہ لاہور میں امیر جماعت مولانا صدرالدین ایدہ اللہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ برادران لاہور نے کثیر تعداد میں دعائے مغفرت میں شرکت کی۔ بعد ازاں آپکی میت آپ کے وطن مالوف جھنگ لے جائی گئی اور اگلے روز آپ کو سینکڑوں پُرنم آنکھوں کی موجودگی میں آبائی قبرستان میں آپ کے والد حضرت میاں غلام رسول صاحب تمیمؓ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

جناب میاں صاحب مرحوم انتہائی خاموش، خلیق، شریف النفس متقی اور ہردلعزیز انسان تھے مرحوم آڈیٹر جنرل کے بلند ترین عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ حتیٰ کہ ریٹائرمنٹ کے بعد یو۔ این۔ او۔ نے آپکی خدمات حاصل کیں۔ لیکن آپ کی منکسر المزاجی، حلیمی اور شرافت میں اضافہ ہوتا گیا۔ ایک سچے مسلمان کی طرح

(باقی ص۸ کے نیچے)

مولانا مرتضیٰ خاں حسن رح

اخلاقِ مقدّسہ مطہّرہ

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل

حضور پُر نور کا بچپن

بالائے سرش ز ہوشمندی ؛ می تافت ستارۂ بلندی

حضور صلعم کی ولادت باسعادت کے حالات مقدسہ اگرچہ ہمارے موضوع سے براہِ راست تعلق نہیں رکھتے تاہم چند ایک باتیں جن سے حضور پُر نور کی شانِ خصوصی پر روشنی پڑتی ہے مختصر طور پر تبرکاً وتیمناً ذیل میں زیب قرطاس کرتے ہیں :-

جب حضور پُر نور کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ہاتفِ غیب سے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رض کو آواز آئی :-

اعیذہٗ بالصمد الواحد من شرّ کلّ حاسد

یعنے کہو کہ میں ہر ایک حاسد کے شرّ سے اس مولود کے لئے اللہ تعالےٰ واحد و صمد کی حفاظت مانگتی ہوں۔

حضرت آمنہ رض فرماتی ہیں کہ میں ہمیشہ خدا کے اس حکم کے مطابق دُعا مانگتی رہی۔

ابو جعفر محمد بن علی رض سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ حضرت نبی کریم صلعم سے ابھی حاملہ ہی تھیں کہ انہیں اللہ تعالےٰ سے بذریعہ الہام حکم ہوا کہ اس بچے کا نام احمد رکھنا۔ ابن عباس بروایت زھری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آمنہ بنت وھب نے فرمایا :-

" جب میں اس بچے (یعنے حضرت رسولِ اکرم صلعم) سے حاملہ ہوئی تو وضع حمل تک میں نے کوئی مشقت محسوس نہ کی۔ مجھ سے جُدا ہونے پر ایک ایسا نُور ان کے ساتھ ہی نکلا کہ مشرق و مغرب تک اس کی روشنی پھیل گئی۔"

ابن القبطیہ سے روایت ہے کہ حضورؐ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ :-

" وضع حمل کے وقت میں نے دیکھا گویا ایک شہاب مجھ سے نکلا ہے جس سے زمین روشن ہوگئی ہے۔"

ابو العجنا کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا :-

" میری پیدائش ہوتے وقت میری والدہ نے دیکھا اُن سے ایسا نُور چمک رہا ہے کہ قصر و ایوان اس سے روشن ہوگئے۔"

(طبقات ابن سعد جزو اوّل)

کتب سیرت میں لکھا ہے کہ حضورؐ کی پیدائش کے وقت کثرت سے شہاب ثاقب کا سقوط ہوا۔ یہ اس امر کی علامت سمجھی جاتی تھی کہ کوئی عظیم انسانی وجود دنیا میں آیا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ حضورؐ کی ولادت کے وقت آتشکدۂ ایران کی آگ بجھ گئی اور قیصر کے محل کے کنگرے گر گئے۔ (خطبات نبوی صلعم)

حضرت آمنہ رض کو اپنے بچے کے متعلق یقین تھا کہ یہ ایک عظیم الشان ہستی ہے یہ دنیا میں بے انتہا عزت پائے گا۔ نیکی کا مجسّمہ اور نہایت ہی بلند اخلاق کا مالک ہوگا۔

چنانچہ حلیمہ سعدیہ حضور صلعم کی دایہ آپؐ کو لے کر واپس حضرت آمنہ رض کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے فرمایا :-

" اے حلیمہ! تم کیسے آئیں؟ حالانکہ تم اس بچّہ کے اپنے پاس رکھنے پر حرص کرتی تھیں۔"

میں نے کہا ہاں یہ تو سچ ہے مگر اب اپنا حق ادا کر چکی اور زمانہ کے حوادث سے اندیشناک ہو کر آپ کے فرزند کو یہاں لائی ہوں۔ لہٰذا بصحت و سلامتی آپ کی امانت آپ کو پہنچا دی ہے جیسا کہ آپ رض چاہتی تھیں۔ انہوں نے (یعنے حضرت آمنہ نے) فرمایا :-

" سچ سچ کہو کیا معاملہ ہے کہ تم اس بچے کو واپس لے آئیں۔"

اور اس استفسار پر اس قدر بضد ہوئیں کہ آخر مجھے سارا واقعہ بیان کرنا پڑا جب میں بیان کر چکی تو فرمایا کہ :

کیا تم کو اس بچّہ پر شیطان کا خوف ہوا؟

میں نے عرض کیا ہاں (یہ حضورؐ کے دو فرشتوں کے سینہ چاک کرنے کے متعلق واقعہ ہے) حضرت آمنہ رض نے فرمایا :-

" یہ خوف تمہارا لا حاصل ہے۔ قسم اللہ کی کہ اس بچے پر شیطان کا کچھ اختیار نہیں۔ یہ میرا فرزند بلند و بالا شان والا ہے"

پھر آپ رض نے وہ تمام واقعات جو دوران حمل میں پیش آئے، حلیمہ کو سنائے۔

(سیرت ابنِ ہشام اردو)

حضرت آمنہ رض کا یہ بیان اور قبل از وقت جو بشارات آپ رض کو خدا سے ملیں حضور صلعم کی سیرت حضورؐ کے اخلاق مقدسہ مطہرہ کے متعلق زرّیں پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں۔

طبرانی اور بیہقی نے حضورؐ کی دایہ حلیمہ سعدیہ کا جو ایک طویل بیان حضورؐ کے بچپن کے متعلق سپرد قلم کیا ہے اس میں کئی ایک خارق عادت امور کا ذکر بھی ہے۔ لیکن جو امر ہمارے اس موضوع سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ حضور فطرتاً ایسے سلیم الطبع واقع ہوئے تھے کہ اپنے رضاعی بھائیوں کے دودھ کا حصّہ خود ہی چھوڑ دیتے۔ مزاج مبارک میں بچوّں کی سی ضد یا ہٹ نہ تھی۔ مبداء فیض نے حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ طبیعت سے حصّہ عظیم عطا فرمایا تھا۔ خوش و خرّم اور ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔ ایام رضاعت میں ہی چہرہ پر عزت و اقبال کے آثار نمایاں تھے۔

اپنے رضاعی بہن بھائیوں سے حضورؐ کو بہت محبت تھی۔ بالخصوص شیما سے جو آپؐ کو کھلایا کرتی تھی۔ جب آپؐ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو اپنے ان بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جنگل میں تشریف لے جاتے۔

حضورؐ کو اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ سے بے انتہا محبت تھی۔ عہد نبوت میں جب وہ آپؐ کے پاس آئیں تو آپؐ میری ماں میری ماں کہکر لپٹ گئے۔ (سیرت النبی علامہ شبلی)

جب حضورؐ اپنی والدہ رض کے سایۂ عاطفت میں آئے تو کبھی آپؐ نے اپنی والدہ کو دوسرے بچوّں کی طرح نہیں ستایا۔ کبھی ان کو کسی بات میں تنگ نہیں کیا اور نہ کبھی ضد کی۔ شروع سے طبیعت میں سیرچشمی اور قناعت تھی۔ کھانا مل جاتا تو کھا لیتے مانگ کر کھانے کی عادت کم تھی۔

(تاریخ اسلام مصنفہ مولانا عبدالرحمٰن)

حضورؐ کی عُمر چھ سال کی تھی کہ آپؐ کی والدہ ماجدہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ تشریف لے گئیں۔ حضورؐ بھی ہمراہ تھے۔ واپس آتے ہوئے مقام ابوا میں آپؐ کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور وہیں مدفون ہوئیں۔ حضورؐ کو قیام مدینہ کی بہت سی باتیں یاد رہ گئی تھیں۔ جب آپ قیام مدینہ کے زمانہ میں ایک دفعہ بنی عدی کے منازل پر گذرے تو فرمایا کہ اس مکان میں میری والدہ ٹھہری تھیں۔ یہی وہ تالاب ہے جس میں میں نے تیرنا سیکھا تھا۔ اسی میدان میں میں انیسہ نامی ایک لڑکی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔

(سیرت النبی علامہ شبلی)

اُمِّ ایمن جو حضورؐ کے والد محترم کی کنیز تھیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نہ سنا تھا نہ دیکھا کہ کسی وقت حضورؐ نے بھوک یا پیاس کی شکایت کی ہو۔ صبح سو کر اُٹھتے تو چشمۂ زمزم پر تشریف لے جاتے۔ بعض دفعہ جب دوپہر کا کھانا آپؐ کے سامنے رکھا جاتا تو فرماتے کہ بھوک نہیں ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ میں بر خلاف دوسرے بچوّں کے بھوک پیاس کے برداشت کی زیادہ طاقت تھی اور بغیر بھوک کے آپ کھانا نہیں کھاتے تھے۔

جب آپؐ کے دادا عبد المطلب کا انتقال ہوا آپؐ کی عمر ۸ برس کی تھی جب جنازہ اُٹھا تو آپؐ بھی ساتھ تھے اور فرطِ محبت سے روتے جاتے تھے۔

دادا کی وفات کے بعد حضور اپنے چچا ابوطالبؓ کی کفالت میں آئے۔ ۸ سال کی عمر کیا ہوتی ہے مگر اس عمر میں ہی حضور اپنے ذہنی اور دماغی نشو و نما۔ طبیعت کی پاکیزگی کی وجہ سے مشہور تھے۔ جہاں کہیں بچوں کے اخلاق و آداب کا ذکر آیا آپؐ کے چچا آپؐ کے اخلاق و آداب اور آپؐ کی راست گفتاری۔ قناعت، سیر چشمی کو بڑے فخر سے بیان کرتے۔

بچپن کا زمانہ تو عموماً کھیل کود اور شوخی و شرارت کا زمانہ ہوتا ہے اور برائی بھلائی کی تمیز بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن حضورؐ بچپن میں بھی کبھی بے ہودہ [illegible] نہیں ہوئے اور نہ کبھی کوئی ناواجب شوخی یا شرارت حضور سے دیکھنے میں آئی [illegible] سے ہی حضورؐ کے بشرے سے وقار ٹپکتا تھا۔ حضورؐ نے ایک دفعہ خود فرمایا کہ جاہلیت کی رسموں میں میں نے کبھی کسی میں حصہ نہیں لیا۔ صرف دو دفعہ ارادہ کیا تھا۔ مگر [illegible] نے خود ہی مجھے بچا لیا دس سال سے کم عمر تھی میں نے اس چرواہے کو جس کے ساتھ میں بکریاں چراتا تھا کہا کہ اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں جس طرح اور نوجوان کہانیاں کہتے سنتے ہیں میں بھی کہانیاں کہوں سنوں۔ اس ارادہ سے میں شہر کو آیا۔ پہلے ہی گھر پر پہنچا تھا کہ وہاں دف اور مزامیر بج رہے تھے۔ اس گھر میں بیاہ ہو رہا تھا۔ میں انہیں دیکھنے لگا۔ نیند نے غلبہ کیا سو گیا۔ جب سورج نکلا تب آنکھ کھلی۔ ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا۔ اسی طرح نیند آ گئی اور وقت گذر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا میں نے کبھی فکر و لہو جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا۔

(شفا صلہ بحوالہ رحمۃ للعالمین)

عہدِ نبوت کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ آپؐ صحابہ کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے صحابہ جھڑبیریاں توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ آپؐ نے فرمایا جو خوب سیاہ ہو جاتے ہیں وہ زیادہ مزے کے ہوتے ہیں۔ یہ میرا اس وقت کا تجربہ ہے جب میں بچپن میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (سیرۃ النبی۔ علامہ شبلی)

ایام قحط میں ایک دفعہ قریش جناب ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارانِ رحمت کے لئے دعا کی تجویز پیش کی۔ انہوں نے بھی اس تجویز کو پسند فرمایا قریش معصوم بچوں کو ساتھ لے کر باہر نکلے۔ ہمارے حضور صلعم بھی تشریف لائے۔ اور دعا کے لئے حضورؐ نے بھی اپنے ننھے ننھے ہاتھ اٹھائے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت اگرچہ آسمان پر ایک بھی ٹکڑا بادل کا نہ تھا مگر آن کی آن میں چاروں طرف سے بادل گھر آئے اور خوب بارش ہوئی۔ اسی واقعہ کی یاد میں جناب ابوطالب کا ایک مشہور شعر حضور کی شان میں ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتمیٰ عصمۃ للارامل

یعنے وہ نورانی چہرے والا جس کی طفیل ہم خدا سے بارش مانگتے ہیں۔ یتیموں کی جائے پناہ اور بیوگان کا محافظ ہے۔

حضور کی تقریباً بارہ سال کی عمر تھی کہ جناب ابوطالب نے تجارتی قافلوں کے ہمراہ ملک شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا سفر کی تکلیف یا کسی اور وجہ سے وہ آنحضرت کو ساتھ لے جانا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن حضورؐ کو اپنے چچا سے اس قدر محبت تھی کہ جب وہ چلنے لگے تو آپؐ ان سے لپٹ گئے۔ چچا نے آپ کی دلشکنی گوارا نہ کی اور ساتھ لے لیا۔ (سیرت النبیؐ)

اس واقعہ سے یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بچپن سے ہی حضورؐ کو تجارب زندگی حاصل کرنے کا شوق تھا اور طبیعت میں محنت اور مشقت کی اُمنگ تھی۔

تجارتی قافلہ بصریٰ میں ٹھہرا۔ وہاں ایک مشہور و معروف راہب بحیرہ نامی رہتا تھا اس نے جب حضورؐ کو دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر پوچھنے لگا کہ یہ صاحبزادہ کون ہیں، ابوطالب نے جواب دیا کہ یہ میرا فرزند ہے اس نے شکل و صورت کے ساتھ اچھے خصائل اور عادات بھی پائے ہیں جو ان کو دیکھنا ہے خوش ہوتا ہے اس پر اس بڈھے راہب نے کہا کہ مجھے اس صاحبزادہ کے چہرہ پر حق کی تجلیات نظر آتی ہیں۔ اور ان کی کوئی خاص شان ہے۔ پھر راہب نے حضورؐ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ صاحبزادے! آپ کا کیا مذہب ہے

حضورؐ نے جواب دیا کہ میں جس چیز کی تلاش میں ہوں وہ ابھی نہیں ملی۔ لوگ بتوں کی پوجا کرتے ہیں مگر میرا دل نہیں مانتا۔ میں نے کبھی کسی بت کے سامنے سر نہیں جھکایا!

اس پر بحیرہ نے کہا کہ آپؐ نے یہود کی کتب پڑھی ہوں گی اس لئے آپ بت پرستی کو اچھا نہیں سمجھتے۔ حضور نے جواب دیا کہ میں تو اُمّی ہوں۔ مجھے معلوم نہیں یہود کی کتب میں کیا لکھا ہے البتہ میرا دل مجھے کہہ رہا ہے کہ ہماری قوم گمراہی میں مبتلا ہے۔۔۔۔۔۔ خدا کا اصل مذہب تو توحید ہونا چاہیئے اور اسی مذہب کی دنیا کو ضرورت ہے۔ بالآخر بحیرہ راہب نے جناب ابوطالب سے کہا کہ میں اس صاحبزادہ کے بشرے سے ان انوار اور تجلیات کو دیکھتا ہوں جس کی خبر انبیائے سلف دیتے آئے ہیں یعنے یہ سید المرسلین ہیں۔

عیسائی مصنف ڈریپر نے معرکہ مذہب و سائنس میں لکھا ہے کہ محمدؐ بچپن سے ہی اخلاق دماغ رکھتے تھے اور سر ولیم میور لائف آف محمد میں رقمطراز ہیں کہ:—

محمدؐ کی جسمانی حالت بہت اچھی تھی۔ ان کے اخلاق آزاد اور مستغنی عن الغیر تھے جس کی وجہ ان کا پانچ سال بنی سعد میں بسر کرنا تھا اور اسی وجہ سے ان کی تقریر جزیرہ نمائے عرب کے خاص نمونہ کے موافق تھی (سیرت النبی)

بچپن کے زمانے کا ہی ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضور کس قدر شرمگیں اور حیا تھے اور وہ اس طرح ہے:—

عن عمرو بن دینار قال سمعت جابر ابن عبد اللہ یقول لمّا بنیت الکعبۃ ذھب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والعبّاس ینقلان الحجارۃ فقال العباس للنبی صلے اللہ علیہ وسلّم اجعل ازارک علی رقبتک یقیک الحجارۃ ففعل وکان ذالک قبل ان یبعث فخرّ الی الارض فطمحت عیناہ الی السماء فقال ازاری ازاری فشدّہ الیہ (الشیخان) وفی روایۃ فسقط علیہ فما رای بعد عریاناً۔ (مشکوٰۃ)

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہ کو کہتے سنا کہ جب (عہد قریش میں) خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو جناب رسول خدا صلعم اور آپؐ کے چچا عباس پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے عباس نے آپ سے کہا کہ اپنا تہمد اپنے کندھے پر رکھ لو کہ کندھا پتھروں کی خراش سے محفوظ رہے۔ اور عباس نے یہ کہتے ہوئے حضورؐ کا تہمد کھول کر آپؐ کے کندھوں پر رکھ دیا اور یہ بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تہمد کھول کر رکھا ہی تھا کہ حضورؐ زمین پر گر پڑے آپؐ کی دونوں آنکھیں آسمان کی طرف الٹ گئیں، اور آپؐ نے فرمایا میرا تہمد میرا تہمد۔ چنانچہ آپ نے جھٹ پٹ تہمد پہن لیا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اس کے بعد پھر کبھی کسی نے آپ کو برہنہ نہیں دیکھا۔

بچے تو عموماً بزرگوں کا کہنا کم ہی مانتے ہیں۔ مگر حضور کی یہ خصوصیت تھی کہ کبھی آپ نے چچا کی نافرمانی نہیں کی۔ آپ ہمیشہ ان کا حکم مانتے تھے۔ کبھی آپ نے ان کو خفا ہونے کا موقعہ نہیں دیا۔ (سید امیر علی مرحوم)

اگر چچا آپؐ کو دل و جان سے چاہتے تھے تو آپ بھی چچا پر جان نچھاور کرتے تھے۔ جب اہلِ قریش اہل کنانہ اور قبیلہ ہوازن میں لڑائیاں ہوئیں تو آپ بھی اپنے چچا کے ہمراہ تھے اور دشمنوں کے تیر روکتے تھے۔ (عقد الفرید) (باقی — باقی)

مولانا دوست محمد صاحب کو صدمہ

احباب جماعت کو یہ خبر پڑھ کر انتہائی قلق ہوگا کہ ہمارے محترم بزرگ مولانا دوست محمد صاحب سابق مدیر پیغام صلح کی اہلیہ محترمہ ۲ ستمبر کو وفات پاگئیں، حضرت امیر ایدہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحومہ کو بیدیاں پاک دامناں گڑھی شاہو لاہور کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ مرحومہ نہایت ہی نیک خدا ترس، اطاعت شعار اور خدمت گذار خاتون تھیں۔ مولانا سے انکی وفادارانہ اور والہانہ رفاقت ساٹھ سال تک رہی اور مرحومہ کا مولانا موصوف سے لگاؤ تو مثالی تھا۔ کچھ عرصہ سے بڑھاپے نے انہیں دبا لیا تھا۔ لیکن مولانا کی جدائی گوارہ نہ تھی اور اسی حالت میں اپنے رفیق اعلےٰ سے جا ملیں فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور مولانا سا

حضرت خواجہ کمال الدین علیہ الرحمۃ

زندگی جدّوجہد سے عبارت ہے

میرا نفع میرا نقصان میرے ہی اعمال کے نتائج ہیں۔ میں اپنی رنج و راحت خود ہی پیدا کرتا ہوں۔ میری ترقی میرا تنزل میرے ہی ہاتھ کے کھیل ہیں۔ میری عزت میری ذلت میرا اقبال میرا ادبار میری ثروت میری مسکنت میری شوکت میری نکبت سب کے سب میرے ہی افعال کے ثمرات ہیں۔ میں ہی اپنی کشتی کا ناخدا ہوں۔ اپنی عمارت زندگی کا میں خود ہی انجینئر ہوں۔ قوائے فطرت میرے ہی خدمت کے لئے پیدا ہوئے۔ مظاہر قدرت میرے ہی غلام ہیں۔ لیکن میری اپنی ہی استعداد اور میری [illegible] ان سب کو میرے تابع یا میرے دست و دشمن یا میرے معاون یا مخالف بنا دیتی ہے جس طرف میں قدم اٹھاتا ہوں۔ خواہ وہ بلندی کی طرف ہو یا پستی کی طرف سب کی سب خدا کی بنائی ہوئی چیزیں میری اپنی ہی رفتار کے مطابق میرے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ میرے اردگرد میرے نیچے اوپر کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس میں میرا فائدہ میری خیر میری برکت مضمر نہ ہو۔ لیکن اس خیر و برکت کا ظہور میرے ہی فعل کو دیکھ رہا ہے۔ جن کی غلط حرکت ان خدام و معاونین کو میری ہلاکت و تباہی کا باعث بنا دیتی ہے۔ خدا کا پانی میرے ہی فعل و حرکت کے ماتحت ابر رحمت یا سحاب زحمت ہو جاتا ہے۔ آگ میرے لئے ثلج جنت اور پانی میرے ہی اشارے پر میرے لئے نار دوزخ بن جاتا ہے۔ الغرض اس دنیا میں اور آئندہ بھی میری زندگی کے دونوں پہلو روشن یا تاریک میرے ہی افعال کے آثار و اظلال ہیں۔

لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت۔ دیکھنے کو تو ایک چھوٹا سا فقرہ ہے۔ اور قرآن شریف کی آیت کا ایک ٹکڑا۔ لیکن یہی وہ اجمل [illegible] اور بشارت عظمیٰ ہے کہ جس پر عمل کرنے سے ہی زمانہ [illegible] الوہیت سے اتر کر انسان کے برابر یا اس کے غلام [illegible] ہیں۔ [illegible] کی جان اور عزت نفس کا راز ہے۔ انسان نے صرف [illegible] نقصان کی خاطر دوسروں کے آگے وقتاً فوقتاً سر جھکایا ہے۔ ایک وقت وہ [illegible] مظاہر قدرت کو اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھتا رہا جس سے شجر، حجر، نجم، عناصر پرستی پیدا ہوئی۔ بعض وقت اس نے اپنی رنج و راحت کو بعض غیر مرئی قوتوں سے [illegible] سے بھوت پریت، جن، پری کے وجود نے اس کے معتقدات میں [illegible] جگہ [illegible] پھر وہ انسانوں کو اپنا قاضی الحاجات اور اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھنے لگا۔ جس نے اس کے جذبہ خودداری کو ہلاک کر کے اسے دوسروں کا غلام بنا دیا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کی خداداد قوتیں حرکت میں نہ آئیں۔ جس سے مضمر قوے آہستہ آہستہ مر گئے۔ اس کی عقل تاریک ہو گئی۔ وہ اپنا راستہ خود نہ دیکھ سکا۔ اس کی رسّی دوسروں کے ہاتھ میں چلی گئی اور وہ انسانیت چھوڑ کر ایک چارپایہ بن گیا جیسے اسی کا ایک ہم نوع لیکن چالاک فرد جہاں چاہے لے گیا۔ اور جس طرح اس سے چاہا خدمت لی۔

اس ذلت سے بچنے کے لئے قرآن کریم نے کیا اچھی مثال دی تھی جسے بدقسمت مسلمان نے طوطے کی طرح رٹا۔ اس کو زبان پر دہرانا تو اپنے لئے موجب سعادت سمجھا۔ اور وہ واقعی تھا بھی۔ لیکن نہ ان لفظوں کی تلاوت بلکہ ان کے معانی کو اپنا دستور العمل بنانا تھا جو اسے شرافت و انسانیت عطا کرتا۔

افمن یمشی مکبا علیٰ وجہہ اھدیٰ امن یمشی سویا علیٰ صراط مستقیم۔

ترجمہ: کیا وہ مخلوق جو سر نیچے کئے ہوئے سیدھا راستہ دیکھنے میں زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ جس کا سر سیدھا ہے۔ خدا نے تمہیں آنکھ، کان اور دل دیا ہے لیکن تم میں سے بہت کم ہیں جو ان کی پوری قدر کرتے ہیں . . . . . .

کیا سچی حقیقت ان پیارے لفظوں میں کھول دی گئی ہے۔ یہ ربانی الفاظ صحیفۂ قدرت میں دو مخلوق کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ایک وہ چیز جس کی گردن اور سر زمین کی طرف ہے۔ یعنی چارپائے۔ اور ایک وہ ہے جس کا سر بلند و بالا ہے یعنی انسان۔ قرآن کا پڑھنے والا اس رمز کو سمجھے کہ قرآن کیا کہہ گیا۔ وہ اپنی گردن کو دیکھے۔ اس کی بناوٹ اور لچک پر غور کرے۔ اپنی آنکھ اور کان کے مقام کو دیکھے۔ پھر ان چیزوں کو حیوانوں میں دیکھے۔ پھر خالق کی منشاء پر غور کرے۔ حیوان ایک گز یا ڈیڑھ گز سے آگے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن انسان کی حد نگاہ کا تو اندازہ ہی کچھ نہیں۔ حیوان کی گردن اسے دائیں بائیں دور تک دیکھنے سے مانع ہے۔ لیکن انسانی گردن کی لچک تو اس کے راستہ و چپ اس کے نشیب و فراز اس کے آگے پیچھے کے حدود کا کوئی اندازہ ہی نہیں رہنے دیتی۔ ان کے حدود اس کی اپنی ہمت و حرکت پر حصر رکھتے ہیں۔ اس ہی لئے وہ راست پر چلنے کے لئے حیوان کی رسّی انسان کے ہاتھ میں دی گئی۔ لیکن اس انسان کو ہم کیا کہیں جس نے ان عطیات کے ہوتے ہوئے اپنی رسّی دوسروں کے حوالے کی۔ حیوانوں کی طرح وہ دوسروں کے پیچھے ہو لیا۔ اخلاق میں۔ اعمال میں۔ سیرت میں۔ الغرض ہر نقل و حرکت میں مسلمان اپنی چال بھول گئے صبغۃ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے رنگ میں رنگین ہو گئے۔ تمہارے نزدیک یہ تہذیب ہو گی۔ لیکن ہماری نگاہ میں تو تم من یمشی مکبا علیٰ وجہہ کے مصداق ہو۔ تم اس دن انسان کہلاؤ گے جب تمہاری رسّی تمہارے ہاتھ میں ہو گی جب تمہاری گردن سویا کا رنگ اختیار کرے گی۔ اپنے راستہ کی تلاش کے لئے تم اپنی آنکھیں آپ استعمال کرو گے اور دوسروں کے بنائے ہوئے واقعات کو کالوحی نہ سمجھو گے۔ چنانچہ آیت مذکورہ بالا کا دوسرا حصہ اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ فرمایا:۔

"ہم نے تمہیں آنکھ دی۔ کان دیئے۔ لیکن تم نے بہت کم شکرگزارا"

شکرگزاری سے مراد بار بار الحمد للہ کا زبان پر لانا نہیں۔ بلکہ ان عطیات ربی کو صحیح طور پر استعمال کرنا ہے۔ تم آنکھ کان اور دل کے لئے دن میں لاکھ دفعہ خدا کی حمد و ستائش کرو۔ پھر بھی تم سے بڑھ کر کوئی اور کافر نعمت نہیں ہو سکتا اگر تم نے اپنی آنکھ اور کان اور دل کا استعمال اپنے لئے خود آپ نہیں کیا۔ بلکہ انہیں معطل کر کے دوسرے کی آنکھ کان کو اپنا رہنما بنایا۔ دیکھو کس خوبصورتی سے اس آیت میں حیوان و انسان کی گردن و سر کی طرف اشارہ کر کے انسان کی آنکھ کان اور دل کا ذکر کر دیا۔ بات یہ ہے کہ انسان کے حواس خمسہ میں باقی حواس کے مقابل بینائی اور شنوائی ہی حصول علم کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یہی دو اعضاء واقعات عالم جمع کر کے دل کے آگے پیش کرتے ہیں جن پر دل محاکمہ کر کے انسان کے آئندہ افعال و اعمال کو مختلف سانچوں میں ڈھال دیتا ہے۔

الغرض جو انسان اپنا دل و دماغ اپنی آنکھ کان خود استعمال کرنا نہیں جانتا یا نہیں کرتا۔ وہ اس فیصلہ خداوندی کے ماتحت کالانعام ہے۔ اس کی [illegible] دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔ خدائے تعالیٰ اسے دوسروں کا محکوم کرے گا۔ دوسروں کا بوجھ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ رات دن محنت شاقہ کرے گا۔ اس کے سر کا پسینہ پاؤں تک پہنچے گا۔ لیکن اس محنت شاقہ کے ثمر کا صرف اسی قدر حصہ اسے ملے گا۔ جو قوت لایموت کا کام دے سکے بقیہ کل کا کل اس کی جیب میں جائے گا جو اپنی آنکھ اور کان کو استعمال کرتا ہے۔ آج مسلمان اپنی حالت پر رو رہے ہیں۔ اپنی سلطنت۔ قوت۔ شوکت کا جنازہ اٹھائے ہوئے مصروف آہ و زاری ہیں۔ لیکن وہ ایک منٹ کے لئے غور نہیں کرتے کہ یہ نکبت و ہلاکت کسی اور نے ان کے لئے پیدا نہیں کی۔ دشمنوں نے ان کے گھر کو نہیں گرایا۔ عمارت تو پہلے ہی گرنے کو تھی ہاں جس کی نگاہ میں مسلم خود ہلاکت تک پہنچ چکا تھا۔ اس نے مرنے کو مارے شاہ مدار کر دیا۔ مدت سے مسلمانوں نے اپنے لئے غور کرنا چھوڑ دیا۔ مدت سے ان میں قوت عمل مفقود ہے، ایک عرصہ سے یہ قوم جذبات فاسدہ کی غلام ہو کر سمع و بصر کھو بیٹھی ہے۔ تو پھر کیوں ان کی رسّی دوسروں کے ہاتھ میں نہ جائے "آنچہ بر ماست ہمہ از ماست" لہا ما کسبت وعلیہا

ما اکتسبت کا حکم آج ہم پر وارد ہو گیا اور وہ زبردست، اور اٹل قانون خداوندی جس کا اعلان تیرہ سو برس ہونے سے سب سے اول دنیا میں ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتیٰ یغیّروا ما بانفسھم کے الفاظ میں ظاہر ہوا تھا۔ آج ہم پر صادر ہوا۔ قضاء و قدر نے ہمیں مجرم قرار دے کر ہم پر سزا آنی لازم وارد کی۔

لفظ بشارت جسے عبرانی میں انجیل کہتے ہیں اپنے اندر انذار کے بھی معنے بھی رکھتا ہے۔ یعنی کسی کو کسی بات سے ڈرانا۔ اور غور سے دیکھا جائے۔ تو انذار بھی ایک خوشخبری ہے۔ کسی کو کسی خطرہ سے ڈرانا۔ دراصل اُسے مصیبت سے بچانا ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خوشخبری کسی کے لئے ہو سکتی ہے۔ اگر اسے پیش از وقت آگاہ کر دیا جائے۔ کہ فلاں عمل اس کے حق میں مفید یا مضر ہوگا۔ قرآن کریم نے لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت کہہ کر یہ خوشخبری دی۔ کہ اے انسان تیرے اپنے ہی عمل تیرے لئے خیر و برکت ہوں گے۔ لیکن تو خود ہی اپنی مصیبت اور مذمت کا باعث ہوگا۔ یہ وہ انجیل عمل ہے کہ جس کے آنے پر انسان ہر قسم کی توہم پرستی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس کے کل قوٰی حرکت میں آجاتے ہیں۔ اس کا دل ہر قسم کے خوف و خطر سے آزاد ہو کر حقیقی اطمینان پا لیتا ہے۔ وہ پوری تسلی کے ساتھ ہر ایک کام کر سکتا ہے۔ جب تک انسان اپنے نقصان یا بہبودی کو دوسروں سے وابستہ سمجھتا ہے۔ اسے اپنے قوٰی پر بھروسہ نہیں رہتا۔ اس کی اپنی ہمت ضائع ہو جاتی ہے اس کی کل کی کل کوشش اسی پر آ رہتی ہے۔ کہ اس کے مفروضہ خداوندان نعمت یعنی وہ وجود جن سے وہ اپنے نفع و نقصان کو وابستہ سمجھتا ہے اس سے خوش ہو جائیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ میری اپنی نقل و حرکت میری اپنی قوتوں کا استعمال، میری اپنی سب کوششیں سب کی سب بے سود ہیں۔ کیونکہ نفع و نقصان تو ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ میں لاکھ کوشش کر دوں۔ میں کام کرتا کرتا مر جاؤں۔ یہ سب لاحاصل ہیں۔ جب تک وہ وجود جس کے ہاتھ میں میرا نفع و نقصان ہے راضی نہ ہو۔ اس لئے میری خیر و برکت اسی میں ہے۔ کہ میں اپنی کوششوں کو تو ایک طرف رکھوں اور سب سے پہلے اس وجود کے خوش کرنے کے سامان کروں۔ اس کا لازمی نتیجہ فقدان عمل ہوگا۔ اور اس سے کل انسانی قوتیں ہلاک ہو جائیں گی۔ اپنے مفروضہ نفع و نقصان کے مالک کی خوشی انسان کا نصب العین ہوگی۔ وہ چڑھاوے۔ منتوں۔ قربانیوں۔ کفاروں۔ سفارشوں کی تلاش میں لگ جائے گا۔ اپنے مفروضہ خداوندوں کے آگے جن میں بعض وقت، حکام وقت بھی شامل ہو جاتے ہیں اپنے آپ کو ذلیل سے ذلیل رنگوں میں پیش کرے گا۔ پھر اس پر بھی اسے کون یقین دلا سکتا ہے کہ اس کے معبود اس سے خوش ہو گئے ہیں۔ اسے اب نقصان سے بچا کر ہر خیر و برکت کا مالک کر دیں گے۔

کیا یہ حالت ہر جگہ ایسے انسانی قلب کی نہیں جس کا کامل بھروسہ اپنی ذات پر نہیں بلکہ ان کی نگاہ اپنے سود و ضرر کے لئے دوسرے کی طرف ہے۔ اب اگر یہ انسانی قلب کا صحیح نقشہ ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا خوشخبری ہو سکتی ہے۔ کہ اس ذات کی طرف سے ہے جس کے ہاتھوں میں حقیقی طور پر نفع و نقصان ہے۔ جو ذرہ ذرہ کا مالک ہے۔ اور جس کی منشاء کے خلاف کوئی واقعہ ظہور میں نہیں آتا۔ وہ خود انسان کو اطلاع دے۔ کہ تیری رنج و راحت تیرا نفع و نقصان کسی عنصر کسی مظہر قدرت شمس و قمر۔ نجم۔ دریا۔ درخت۔ حتیٰ کہ کسی انسان، وہ پیر ہو یا فقیر۔ ولی ہو یا رشی۔ نبی ہو یا اوتار۔ شہری ہو یا حاکم۔ الغرض کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ تیرا نفع و نقصان ان کی خوشی یا ناراضگی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ لکم ما کسبتم تو ہی اپنے نفع و نقصان کا پیدا کرنے والا ہے۔ ہم نے خیر و شر کے اندازے مقرر کر دیئے ہیں وہ اندازے ہمارے اٹل ہیں۔ وہی ہماری تقدیر ہے۔ فلاں چیز فلاں کام کے فلاں اندازے سے لازماً نیک نتیجہ پیدا ہوگا۔ اور فلاں اندازے سے لازماً شر ہوگا۔ یہی حقیقت تقدیر ہے۔ جس کو لوگوں نے کچھ اور سمجھ رکھا ہے۔ ان خیر و شر کے اندازوں کا ہم تجھے یا تو بذریعہ الہام علم دیتے ہیں۔ یا تیرے لئے تحقیق کے مواقع پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ جن سے تو خیر و شر کے اندازوں سے واقف ہو جائے۔ ان اندازوں کا علم حاصل کر۔ ان کو اپنے سامنے رکھ۔ تیرا نفع و نقصان۔ تیری رنج و راحت تیرے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اگر تو خیر و برکت کے اسباب پیدا کرے گا۔ تجھے نیک ثمرات سے کوئی روک نہیں سکتا۔ بالمقابل اگر تو نے اسباب شر مہیا کئے تو پھر بد نتائج کے بھگتنے کے لئے تیار ہو جا۔ تجھے ان بد نتائج سے کوئی صدقہ کوئی فدیہ کوئی کفارہ کوئی سفارش نہیں بچا سکتی۔ ان بد نتائج سے بچنے کے لئے بھی ہمارے بعض مقرر کردہ طریق ہیں لیکن ان پر بھی تجھے خود ہی عمل کرنا ہوگا۔ تب نجات حاصل ہوگی۔ یہ یاد رکھ کر کہ جو کچھ ہماری طرف سے ہوتا ہے یا آتا ہے وہ سب تیری خیر ہے۔ تیرا اپنا عمل ان چیزوں کو جو خیر ہیں۔ محض بعض تیرے لئے شر بنا دیتا ہے۔ یعنی تو ان چیزوں کے متعلق صحیح عمل نہیں کرتا۔ ہم نے تجھ پر ایک اور بھی مہربانی کر دی ہے۔ کہ جہاں تیری ایک بدعملی تیرے لئے ایک ہی نتیجۂ بد پیدا کرے گی۔ وہاں تیرے ایک عمل خیر کے عوض تیرے ثمرات دس گنے ہو جائیں گے۔ الغرض جو کچھ ہے تیرا اپنا عمل ہے۔ اور ہم نے اس قانون عمل کی اس قدر عزت کی ہے کہ قادر مطلق ہونے کے باوجود بھی ہم تیری حالت اچھائی یا برائی کی طرف نہیں بدلیں گے۔ جب تک کہ کوئی عمل و حرکت نفع و نقصان کی طرف پہلے تجھ سے سرزد نہ ہو۔ سایہ کی طرح تیری بھلائی اور تیری مصیبت اُسی ایک [illegible] کی نسبت سے تیرے اعمال کے متعاقب رہے گی۔ یہ انجیل عمل ہے جو ہم تجھے دیتے ہیں۔ اپنے اعمال پر بھروسہ رکھ۔ کوئی انسان تجھے تکلیف نہ دے گا۔ تو کسی کے ماتحت پیدا نہیں ہوا۔ دنیا کے حاکم و محکوم ایک ہی طرح اور ایک ہی ... بے سروسامانی کے ساتھ آتے اور یہاں سے جاتے ہیں۔ حکومت اور محکومیت ان کے اپنے اعمال کی دو شکلیں ہیں۔ روئے زمین کی ہر ایک چیز ہم نے تیرے لئے مسخر کر دی اور تیری خادم کر دی ہے لیکن ان کی خدمت سے متمتع ہونے کے لئے پہلا قدم تیرا اُٹھنا چاہیئے فی الجملہ تیرے اعمال کے نتائج کے مرتب ہونے میں اور تو اور ہم خود بھی دخل نہیں دیتے۔

"ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتیٰ یغیّروا ما بانفسھم"

یہ خلاصہ ہے قرآن کی تعلیم کا۔ اس کو مذاہب سابقہ کی تعلیم سے مقابلہ کیا جائے تو پھر ایک نیک دل انصاف پسند انسان اس نتیجہ پر آنے سے نہیں رُکتا۔ کہ قرآن کریم کس قدر انسان کے لئے رحمت و برکت کا موجب ہوا۔ اور قرآن کریم نے تنزیل من رب الرحیم ہونے کا صحیح دعوٰے کیا۔ کیونکہ تعلیم مندرجہ بالا سے ہی انسانی قوٰے کی حقیقی ربوبیت ہوتی ہے۔ اسی تعلیم پر چل کر انسان کے مخفی کمال ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کی مضمرہ قوتیں ظاہر ہو کر دنیا کو کچھ کا کچھ بنا دیتی ہیں۔ دنیا جہان کی مخفی طاقتیں۔ زمین و آسمان کے چھپے ہوئے خزانے انسانی عمل سے ہی انسان کے قبضے میں آجاتے ہیں۔ عمل سے ہی انسان علوم عالیہ حاصل کر کے اور پھر ان علوم پر عمل کر کے خلیفۃ الارض ہو جاتا ہے۔ قوائے کائنات کی محرک کرنے والی طاقتیں جنہیں اصطلاح مذہب میں ملائکہ کہا گیا ہے۔ اسی باعلم و باعمل انسان کے آگے سجدہ کرتی ہیں۔ وعلم آدم الاسماء کلہا...... فسجدوا الا ابلیس جب آدم کو ہر چیز کے اسماء (ان کے خواص و حقیقت) کا علم دیا گیا...... تو پھر ابلیس کے سوا کل ملائکہ نے اسے سجدہ کیا۔

وہ انقلاب عظیم جو اسلام نے آکر دنیا کے مذہب میں پیدا کر دیا۔ وہ یہی صداقت عمل تھی جسے قرآن نے کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب جو اسلام سے پہلے دنیا میں دائر و سائر تھے وہ سب حسب تعلیم قرآن خدا کی طرف سے تھے۔ اور ان میں بھی تعلیم عمل تھی۔ شریعت موسوی، ہندوؤں کے ہاں کرم کانڈ، ایسا ہی گیتا میں خود کرشن کی تعلیم۔ یہ سب عمل کی طرف ہی اشارہ کرتی ہیں۔ لیکن پھر بھی مذاہب سابقہ کے ماننے والے قوت عمل کی حقیقت سے آشنا نہ ہوئے۔ اور توہم پرستیوں نے انہیں مختلف قسم کے شرکوں میں مبتلا کر دیا۔

اعتذار — پریس کی تبدیلی کی وجہ سے "پیغام صلح" تاخیر سے چھپ رہا ہے۔ آئندہ پرچہ باقاعدہ نذر قارئین ہوتا رہے گا۔ (ادارہ)

مولانا مرتضیٰ خاں حسن رح

اخلاقِ عالیہ کا کامل نمونہ

شد عیاں از وے علے وجہ الاتم ۔ جو ہر انساں کہ بُود آں مضمر سے

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ہمارے نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک روشن تاریخی حیثیت کے مالک ہیں ۔ اور [illegible] مسلّمہ طور پر صرف [illegible] رسول ہیں جن کے بچپن سے لے کر وفات تک کے حالات اور خصوصاً اس زمانہ [illegible] حضور کی نبوت اور رسالت کا زمانہ ہے ۔ سب کے سب نہایت بسط و شرح کے ساتھ معرضِ تحریر میں لا کر محفوظ کر لیے گئے ۔

حضور کے جملہ اقوال و افعال جو من وعن ہم تک پہنچے ہیں ۔ شک و شبہ کے گرد و غبار سے پاک و صاف ہیں ۔ لیکن دوسرے مصلحین عالم کے حالات میں یہ بات نظر نہیں آتی ۔ ان کے سوانح حیات غیر معتبر غیر ثقہ روایات کی اُلجھنوں میں مخفی ہو چکے ہیں ۔ ان کے صحیح حالات ہمیں معلوم نہیں ۔ لہٰذا انہیں وہ تاریخی وقعت حاصل نہیں جو ہماری سرکار کو ہے ۔ اس میں راز یہی ہے کہ ہادیٔ مطلق نے نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے ایک ہی کامل نمونہ کو بقا بخشا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے ۔

جن اصحاب نے حضور صلعم کی زندگی کے واقعات کا بغور مطالعہ کیا ہے اُن پر یہ حقیقت منکشف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ حضور کی تعلیم و تربیت اور عمل میں ایک حیرت انگیز مطابقت پائی جاتی ہے ۔ ایک ناصح کے لئے زبان سے نصیحت کر لینا آسان ہے ۔ مگر اس پر عمل کر کے دکھانا اور خود نمونہ بننا مشکل ہے ۔ لیکن ہمارے ہادیٔ برحق صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ ذات گرامی ہے کہ جو تعلیم خود دی اس پر عمل پیرا ہوئے ۔ یہی وہ بات ہے جس کی وجہ سے دنیا کے حکماء کی گردنیں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھک جاتی ہیں اور یہی وہ بات ہے جس کی بنا پر ہم وثوق اور تیقن سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ انسانی مقتضیات کے ہر شعبہ میں مخلوق خدا کے لئے شمع ہدایت ہیں ۔

ہمارے نبی مکرم صلعم کو زندگی کے مختلف منازل میں سے گذرنا اور مختلف تجارب سے دوچار ہونا پڑا اور اس طرح سے حضور کو وہ تمام مواقع میسر آئے جن میں آپ انسانیت کے مختلف پہلوؤں کو مخلوق کے سامنے لانے اور اپنا اُسوۂ حسنہ پیش کرنے میں کامیاب ثابت ہوئے ۔ آپ حالت یتیمی سے لے کر بادشاہی تک پہنچے ۔ اس دوران میں صدہا قسم کے حوادث و نوائب سے حضور کو واسطہ پڑا ۔ صدہا قسم کے حالات و واقعات حضور کو پیش آئے ۔ یہ صورت حالات اس تنوع کے ساتھ دوسرے انبیاء کی زندگیوں میں نظر نہیں آتی ۔ ان کو وہ مواقع نہیں ملے کہ وہ زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ میں اسا نمونہ پیش کر سکیں ۔ یہ شرف حضور رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ازل سے مقدر ہو چکا تھا ۔ اور اس لئے اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں کہ آج آسمان کے نیچے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی ذات بابرکات کے سوائے کوئی وجود ایسا نہیں جو بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ کا کام دے سکے ۔

حضور کو ایک نوعمر بچے ۔ ایک نوجوان ۔ ایک متاہل ۔ ایک شوہر ۔ ایک باپ ایک تاجر ایک سپاہی ۔ ایک سپہ سالار ایک بادشاہ ۔ ایک مقنن ۔ ایک جج ۔ ایک مرشد ۔ ایک ہادی کی حیثیت میں دیکھو ہر حیثیت ہر حالت میں حضور صلعم بنی آدم کے لئے اسوۂ حسنہ ثابت ہونگے اور ہر موقعہ پر بلا تامل آپ کی زبان سے نکلے گا ؎

کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا این جاست

یوروپین مشاہیر میں بھی کارلائل یا باسورتھ سمتھ ۔ یا عصر حاضرہ کا سب سے بڑا مفکر برنارڈ شا ٹھوس واقعات کی بنا پر یہ لوگ مجبور تھے کہ حضور صلعم کو دنیا کا سب سے بڑا انسان مانیں اور حضور کے اسوۂ حسنہ کو دنیا کے لئے مدار نجات قرار دیں ؎

نہ من برآں گُلِ عارض غزل سرائم و بس
کہ عندلیب توانہ ہر طرف ہزار انند

[illegible] کتب سابقہ بھی اسی حقیقت کا انکشاف کرتی ہیں ۔ یوحنا باب ۱۶ آیات ۱۲ و ۱۳ میں حضرت مسیح علیہ السلام اپنے سب سے آخری وعظ میں فرماتے ہیں :۔

"[illegible] بہت سی باتیں ہیں کہ میں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے [illegible] جب وہ یعنی روحِ حق آئے ۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گا ۔"

وہ ساری سچائی کی راہ بتانے والے ہمارے رسول معظم ہی ہیں جنہوں نے بحکم الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی تکمیل شریعت کے [illegible] اخلاق بھی کر کے دکھایا ۔ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ۔ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ حضور خود فرماتے ہیں : بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۔ میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں ۔

بائبل کے سب سے آخر میں مکاشفات یوحنا کی کتاب ہے ۔ اس کے باب ۱۹ میں ایک طویل عبارت کی پیشگوئی ہے جو ہمارے نبی معظم صلعم پر منطبق ہوتی ہے ۔ منجملہ دیگر علامات اور اوصاف کے اس میں لکھا ہے :

"اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں"

"یہ بہت سے تاج" یہی اخلاق مقدسہ مطہرہ ہیں جو حضور اقدس صلعم سے مختلف مواقع پر معرضِ ظہور میں آئے ۔ خوب غور کر کے دیکھ لو ۔ حضور صلعم جمیع صفاتِ حسنہ کے جامع ہیں اور ہر کمال اور ہر خلق جو کسی نبی میں تھا وہ بدرجۂ اتم حضور کی ذات بابرکات میں بعید شان جلوہ گر ہے ؎

ایکہ بر تختِ سیادت ز ازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تجلیات روحانیہ ۔ انوار و برکاتِ الٰہیہ ۔ علم و حکمت ۔ رُشد و ہدایت ۔ اصلاح نفس آداب و اخلاق کے جس قدر کمالات تھے وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے اور اسی وجہ سے نبوت بھی حضور پر ختم ہو گئی ؎

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال ۔ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

عائشہ طیبہ رض فرماتی ہیں کان خلقہ القرآن ۔ حضور کی زندگی قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے ۔ قرآن مجید دنیا کی آخری ہدایت اور مکمل ضابطہ حیات ہے ، وہی نفس مزکی جو اس کی عملی تفسیر ہے نسل آدم کے لئے نمونہ ہو سکتا ہے ولا غیر ۔

حضور کسی دنیوی تعلیم کے رہینِ منت نہ تھے ۔ کسی دنیوی اُستاد کے سامنے حضور نے زانوئے شاگردی تہ نہیں کیا ۔ بلکہ حضور کو خود اس علیم و خبیر نے تعلیم دی تھی جو منبع ہے تمام علم و حکمت کا اور جو سرچشمہ ہے تمام اخلاق و کمالات کا ۔ اسی لئے آپ فرماتے ہیں :۔

علمنی ربی فاحسن تادیبی

یعنے میں اپنی تعلیم و تربیت ۔ اپنے کلچر ۔ اور اپنے اخلاق و آداب کے لئے کسی زمینی تعلیم کا منت پذیر نہیں بلکہ خدائے علیم و حکیم نے خود میری تعلیم و تربیت فرمائی ہے ۔ باوجود اُمّی ہونے کے اس قدر علوم و حکم کا مالک ہونا ۔ یہی ایک امر حضور صلعم کے اس بلند مقام کا پتہ دیتا ہے جس پر حضور فائز تھے ؎

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

جس شخص نے اپنے عمل کو تعلیم کا ذریعہ بنایا ۔ جس نے ہر شعبہ زندگی میں اپنا کامل نمونہ پیش کیا جس کے متعلق کتب سابقہ میں اشارات موجود ہیں ۔ جس کے افضل انسان ہونے پر دنیا کے محققین نے مہر صداقت ثبت کی ۔ جس کی زندگی تمام کتب سماویہ کی عملی تفسیر ہے اور جس کو خود خدائے علیم و حکیم نے تعلیم دی اور جس کی نسبت خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا انک لعلی خلق عظیم للبیب وہی اور صرف وہی بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ ہو سکتا ہے ولا غیر ۔ صدق اللہ تعالے فی القرآن المجید ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

یعنے اے خدا کے بندو ! اگر تمہارے لئے کوئی اس سے اعلےٰ نمونہ ہو سکتا ہے تو وہ حضرت محمد رسول صلعم ہی ہیں ۔ اور کیا خوب کہا ہے خدا کے ایک ولی نے ؎

مصطفےٰ آئینہ رُوئے خداست ۔ منعکس در وے ہمہ خوبی خداست
صلے اللہ علیہ وسلم

دُعا اور استجابت دُعا

کھٰیٰعص ۝ ذکر رحمت ربّک عبدہٗ زکریا ۝ اذ نادیٰ ربّہٗ نداءً خفیّا ۝ قال ربّ انی وھن العظم منی و اشتعل الرأس شیبا و لم اکن بدعائک ربّ شقیّا ۝ وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی عاقرًا فھب لی من لدنک ولیّا ۝ یرثنی و یرث من اٰل یعقوب واجعلہ ربّ رضیّا ۝ یا زکریا انا نبشرک بغلام ن اسمہٗ یحییٰ لم نجعل لہ من قبل سمیّا ۝ قال ربّ انّی یکون لی غلام وکانت امراتی عاقرًا وقد بلغت من الکبر عتیّا ۝ قال کذالک قال ربّک ھو علیّ ھین وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئا ۝ قال ربّ اجعل لی اٰیۃ ط قال اٰیتک الا تکلم النّاس ثلٰث لیال سویّا ۝ فخرج علیٰ قومہ من المحراب فاوحیٰ الیھم ان سبحوا بکرۃ و عشیّا ۝ یٰیحییٰ خذ الکتاب بقوۃ واٰتینہ الحکم صبیّا ۝

ہم ان آیات میں ایک مقدّس انسان کا تذکرہ پاتے ہیں۔ جو خدا کے حضور ایک ایسے مقصد کے لئے دُعا مانگتا ہے۔ جو بظاہر ناممکن ہے۔ اس کی آنکھیں اس کے مقصد کے پُورا ہونے کے لئے ظاہرا کوئی اسباب نظر نہیں آتے۔ لیکن پھر بھی وہ خدا کے حضور حاضر ہو کر چاہتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی خارق عادت اَمر ظاہر ہو۔ اور ہم ان آیات میں دیکھتے ہیں کہ اس دُعا پر نہ صرف اسے جواب ہی ملا بلکہ دُعا پُوری بھی ہو گئی۔ پیش از وقت دُعا پورا ہونے کی اسے اطلاع بھی دی گئی۔ اس کا مقصد حاصل کرنے کا راستہ بھی اسے دکھلایا گیا اور فی الآخر اس کا مقصد پُورا ہو گیا۔

جدید خیال لوگوں کے سامنے مسئلہ دُعا و استجابت دُعا ایک نہ سُلجھنے کے قابل گرہ ہے۔ دُعا کی تاثیر پر اس وقت شک کیا جاتا ہے۔ اور بڑے سے بڑا فائدہ جو دُعا سے سمجھا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دِل ہلکا ہو جاتا ہے۔ غموم و ہموم کے وقت انسان کا دِل بوجھل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت کوئی دعا کرتا ہے۔ تو الفاظ دُعا ایک دِل کے بخارات ہوتے ہیں۔ جو نکل کر دِل کو ہلکا کر دیتے ہیں۔ اس طرح دل کو ایک ٹھنڈک معلوم ہوتی ہے۔ اور اسی کا نام قبولیت دُعا رکھ لیا جاتا ہے۔ پھر دُعا پر یہ بھی اعتراض ہوا ہے کہ دعا سے لوگ اپاہج ہو جاتے ہیں۔ جوں ہی ہم نے خدا پر بھروسہ لیا۔ ہماری تمام ہمت پست ہو جاتی ہے۔ اپنے آپ پر بھروسہ کرنے کی عادت خراب ہو جاتی ہے اور پھر ہم سست ہو جاتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک چیز اپنی طبعی اسباب کے ماتحت پیدا ہوتی ہے۔ جن چیزوں کو ہونا ہے وہ ہوں گی۔ اور جن کو نہیں ہونا ہے کوئی دُعا ان کو امکان میں نہیں لا سکتی۔ یہ بعض اعتراضات ہیں جو دُعا اور تاثیر دعا پر کئے جاتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہ اعتراضات ذہنی ہیں۔ دنیا میں دراصل دُعا و تاثیر دُعا اور وہ اسباب جن کے تحت دعا قبول ہو سکتی ہے۔ ان سب کا مفہوم غلط سمجھا گیا ہے۔ اسی لئے دُعا موجب اعتراض ہو گئی ہے۔ بہرحال قرآن کریم نے جس طرح اور دقیق مسائل عجب کو حل کیا ہے۔ مسئلہ دُعا پر بھی لطیف روشنی ڈالی ہے۔

قرآن کریم کی پہلی سورت یعنی سورۃ فاتحہ ایک مکمل نمونہ دُعا کا ہے۔ جدید خیال دِل کو جو باتیں مسئلہ دُعا میں تکلیف دیتی ہیں۔ ان سب کا حل اس سورۃ شریف میں موجود ہے۔ سب سے پہلے ہم ایک ایسے خدا کو مخاطب کرتے ہیں جو چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے ان کو قائم کرنے والا۔ ان کی پرورش کرنے والا۔ اور ان کے مضمرہ خواص کو بحدِ کمال پہنچانے والا **ربّ العالمین** ہے۔ وہ عدم سے چیزیں پیدا کرتا ہے اور ان اسباب کو پیدا کرتا ہے۔ جن کے ماتحت ایک چیز عدم سے ہستی میں آ جاتی ہے۔ اس کے آگے ناممکن بھی ممکن ہے۔ لفظ ناممکن بہرحال ایک اضافی لفظ ہے۔ جن چیزوں کے پیدا کرنے کے اسباب ہمیں معلوم نہیں ہوتے انہی کو ہم ناممکن کہہ دیتے ہیں۔ لیکن جوں جوں ہم اپنے علوم میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہمارے نئے تجارب۔ نئے معلومات۔ ہمارے سابقہ آراء کی تردید کر کے ہمارے کل کے ناممکن کو آج ممکن کر دیتے ہیں۔ دراصل ہم نے اپنی ناواقفیت و جہالت کا نام ناممکن رکھا ہوا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک ہی چیز ناممکن ہے جس کے ممکن کرنے کے اسباب ہمیں سمجھ نہیں آتے۔ لہذا مسلمان جس خدا کو اپنی دعا میں مخاطب کرتا ہے۔ وہ خالق الاسباب خدا ہے۔ اس سے مقصد مطلوبہ کے لئے خلق اسباب کی خاطر دُعا کرتا ہے۔ اور عرض کرتا ہے کہ مجھ پر وہ اسباب ظاہر کرے۔ لیکن اس سورۃ فاتحہ میں ایک مسلم کو سمجھا دیا گیا ہے۔ کہ جس خدا کو تم اس طرح خطاب کرتے ہو۔ وہ رحمٰن اور رحیم بھی ہے۔ یعنی رحمٰن وہ خدا ہے جو ہماری ضروریات کے دُور کرنے کے لئے ان چیزوں کو پیدا کرتا ہے۔ جن کو ہم خود پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن بحیثیت رحیم وہ آگے ہمارا مقصد اسی وقت پُورا کرے گا جبکہ ہم ان چیزوں کو صحیح طور پر استعمال کریں گے جو بحیثیت رحمٰن اس نے پیدا کی ہیں۔ یہ دو صفات الٰہیہ یعنی **رحمانیت و رحیمیت** ہم صحیفۂ قدرت کے ہر ایک صفحہ میں دیکھتے ہیں۔ ہر ایک چیز جس سے کوئی چیز بن سکتی ہے۔ وہ چاروں طرف موجود ہے۔ لیکن وہ ہمارے مفید نہیں ہو سکتی جب تک ہم پہلا قدم اس چیز [illegible] خود نہ اُٹھائیں۔ ہمارے ایک قدم اٹھانے پر صحیفہ قدرت میں ایک تحریک پیدا ہو جاتی [illegible]۔ اور عجیب و غریب نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ ہم ایک کام کرتے ہیں اور ہمارا معاوضہ ہزار [illegible] ہوتا ہے۔ ایک غلہ کا دانہ پیدا کرنے کے لئے قدرت کے سارے مظاہر ہمارے [illegible] مل کر کام کرتے ہیں۔ زمین۔ کرّہ ہوائی۔ نظام شمسی سب مل کر ہماری مدد کریں تو ہم [illegible] دانہ کاٹنے کے قابل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سب کے سب کوئی کام نہیں کرتے۔ بلکہ ان سب کی قوتیں کالعدم رہتی ہیں۔ لیکن جونہی ہم نے ہاتھ ہلائے۔ جونہی ہم نے ہل جوت کر زمین کو کھودا اور دانہ ڈالا کُل کے کُل مظاہر قدرت گویا نیند سے جاگ پڑتے ہیں۔ اس ظاہرہ تغافل شعاری کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ہر ایک ذرّہ کائنات کا اپنے مفوضہ کام کو کرنے لگ جاتا ہے۔

اِسلامی دُعا قوّتِ عمل پیدا کرتی ہے

ہاں ہمارا خدا رحمٰن ضرور ہے وہ ہماری ضروریات کے دفعیہ کے اسباب ضرور پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن وہ رحیم بھی ہے اس لئے اس کی پیدا کردہ چیزیں ہمیں اسی وقت مفید پڑیں گی جب ہم خود ہاتھ ہلائیں۔ یہ ایک صداقت ہے جس کا کلام اور اس کا کام یعنی قرآن کریم اور صحیفۂ قدرت ثابت کرتے ہیں۔ اگر خدا کی سُنن لا تبدیل ہیں۔ اور یہ امر ہمیں قرآن کریم سکھلاتا ہے۔ اور اگر خدا کے قانون [illegible] اٹل ہیں۔ تو رحمٰن اور رحیم کو دعا میں مخاطب کرنا ہی ہم میں قوّت عمل کے لئے برقی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ دُعا نہیں سکھلائی گئی، کہ ہمیں آج کے دن کی روٹی دے بلکہ ہمیں سکھلایا گیا ہے **اھدنا الصراط المستقیم**۔ ہمیں سیدھا راستہ سکھلاؤ۔ جس سے ہم روٹی کما سکیں۔ یہاں تک ہی نہیں۔ بلکہ اس دُعا کے مانگنے سے پہلے ہمیں خدا کی جناب میں ایک اور اقبال ... کرنا پڑتا ہے۔ **ایاک نعبد** یعنی ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا ہم ان تیرے تمام قوانین پر جو ہمیں معلوم تھے۔ چلے ہیں۔ جو ذرائع ہمارے پاس تھے۔ وہ سب استعمال کر چکے ہیں۔ اور اس طرح تیری اطاعت کر کے ہم تیرے پاس اعانت کے لئے آتے ہیں۔ عیسائیوں کو جو دُعا سکھلائی گئی ہے وہ ممکن ہے کہ غفلت و اپاہج پن پیدا کر سکے۔ مگر مسلمانوں کی دعا اس عزم اور استقامت کو ظاہر کرتی ہے۔ جس کے ماتحت دُعا مانگنے والا خدا کی ہدایت کے لئے اپنے کام کو جاری رکھنا چاہتا ہے۔ اپنی تمام قوتوں کو استعمال کرنے کے بعد ایک مسلمان جناب باری سے آئندہ ہدایت کا ملتجی ہوتا ہے۔ ایک کام کو کرنے کے لئے بیسیوں راہیں ہیں مشکل و دور از کار۔ لیکن ایک مسلم خدا سے التجا کرتا ہے۔ کہ اسے آسان سے آسان اور سہل طریق اور سیدھے سے سیدھا یعنی صراط المستقیم دکھلا۔ گویا مسلم تو مایوسی کو جانتا ہی نہیں لفظ ناممکن اس کے راہ میں نہیں۔ ایک مسلم کا فرض ہے کہ کام کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑے ہاں اگر اس پر بھی اس کا مقصد حاصل نہ ہو اور وہ مشکل پیش آمدہ کے طے کرنے کا راستہ نہ جانتا ہو۔ تو پھر بھی مایوس نہ ہو۔ بلکہ خدا کی جناب میں عرض کرے **اھدنا الصراط المستقیم**۔ یعنی ہمیں سیدھا راستہ بتلا۔

مذہب اسلام ترقی کا شاہراہ ہے لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام مانع ترقی ہے۔ یہ لوگ یا تو اسلام سے ناواقف ہیں۔ یا ترقی کی راہوں سے ناآشنا۔ کیا ترقی کا یہی ایک شاہراہ نہیں؟ کہ جب مشکلات کا سامنا ہو۔ جب کوئی امر بظاہر ناممکن نظر آئے۔ جب ایک انسان اپنی ساری امکانی کوششیں کر چکے۔ تو پھر کسی نئے اور نامعلوم راستہ کی تلاش میں لگ جائے۔ جس پر چل کر وہ حل مشکلات کا راستہ پالے۔ کیا ہم اس بات کا اعادہ نہیں کرتے۔ جب ہم کہتے ہیں ایاك نعبد و ایاك نستعین۔ اسلام میں عبادت کے تو معنی ہی قوانین الٰہیہ کی اطاعت ہے۔ ہم اپنے خدا کو اپنی نمازوں میں یہی کہتے ہیں کہ ہم نے حتی الوسع ہر طرح کوشش کی ہے۔ جو کچھ ہمارے بس میں تھا ہم کر گذرے ہیں۔ اور اب ہماری کوشش یہی ایک ہے۔ کہ تجھ سے آکر استعانت کریں۔ اب اگر دنیا میں تمام بڑی سے بڑی ایجادات اور معلومات کا موجب صرف وہ نہ بجھنے والی پیاس واقع ہوئی ہے جو انسان نئے امور کے دریافت کرنے کے لئے ہر وقت محسوس کرتا ہے۔ تو پھر اس پیاس کا اظہار ہم خدا کی جناب میں اپنی پانچ وقتہ نمازوں میں کیا کرتے ہیں۔ جب ہم اھدنا الصراط المستقیم کہتے ہیں۔ یہ دعا کس طرح کسی انسان میں سستی تغافل شعاری یا اپاہج پن پیدا کر سکتی ہے۔ مسلم کی دعا تو ہدایت کی طلب۔ روشنی کی خواہش اور کارزار دنیا میں آیندہ اور مضبوط قدم بڑھانے کا اظہار ہے۔ یہ دعا تو ہر قسم کی یاس اور ناامیدی کی بیخکنی کرتی ہے۔ جب ہمارے کل ذرائع ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ناکامیابی ہمیں سامنے سے گھورنے لگتی ہے۔ تو کوئی اور تو ہمت ہار کر ہاتھ کے کام کو چھوڑ دے۔ لیکن مسلم تو ایسا نہیں کر سکتا۔ اُسے تو اس مصیبت پر غالب آنا ہے۔ اسے تو تمام معلومہ چارہ کو چھوڑ کر کسی نئے چارہ کی تلاش کرنی ہے۔ وہ تو خدا کے پاس جاتا ہے۔ کہ جن راہوں کو اس وقت تک وہ استعمال نہیں کر سکا۔ یا اس کو معلوم نہ تھے۔ وہ اسے معلوم ہو جائیں۔ وہ تو قوانین الٰہیہ کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہتا ہے۔ جو قوانین اسے معلوم ہیں۔ ان سے ہم آہنگ وہ ہو چکا ہے۔ ہاں نامعلوم قوانین کی تلاش میں وہ لگا ہوا ہے۔ جن کو معلوم کر کے وہ دنیا میں اعجاز دکھلا سکتا ہے۔ مگر یہ مسلم کی دعا ہے۔ تو بتلاؤ کہ یہ دعا ایک طاقت اور سرچشمہ امید نہیں ہاں دعا ظاہر طور کی غیر ممکنات کو دور کر سکتی ہے کیا وہ جو گذشتہ ایام میں معجزہ نظر آتے ہیں۔ آج وہ روزمرہ کے واقعات نہیں۔ ہاں علم اور تربیّت ہی ان امور کے حصول کی کلید ہے۔ اور یہی بات ہم اپنی پانچ وقتہ نمازوں میں خدا سے مانگتے ہیں۔ جب ہم اھدنا الصراط المستقیم کہتے ہیں۔

دُعا کی قبولیّت کے شرائط

الف۔ عبودیت جو آیات اُوپر درج ہوئی ہیں ..... ان سے بھی ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ ان آیات میں ایک ضعیف مایوس الحال ایک بیٹے کی خواہش کرتا ہے۔ پھر ان آیات میں انسان ان شرائط کا ذکر دیکھتے ہیں۔ پھر ان میں ہم ان شرائط کو پاتے ہیں۔ جن کے ماتحت ہم قبولیت دُعا کی امید رکھ سکتے ہیں۔ ان آیات کے پہلے الفاظ ہی دراصل استجابت دُعا کی کلید ہے۔ ذکر رحمت ربك عبدہ زکریا۔ اس رحمت کا ذکر ہے جو تیرے ربّ نے اپنے بندے زکریا پر کی۔

اس آیت میں دو لفظ عبد اور ربّ نہایت ہی غور طلب الفاظ ہیں۔ لفظ ربّ کے معنے صحیح قدرت میں چیزوں کے پیدا کرنے والا ان کو قائم رکھنے والا۔ ان کے قیام کے لئے ان کی پرورش کرنے والا۔ پھر ان کے جوہروں کو کمالیت تک پہنچانے والا۔ ان اغراض ربوبیت کے لئے اس نے بعض قوانین بنا رکھے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے اس قسم کے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو نہ کسی نے دیکھے نہ کسی کے وہم میں آئے۔ ربّ کے مقابل عبد وہ انسان ہے۔ جو ان قوانین کامل کی اطاعت کرتا ہے۔ اسی کا نام عبادت یا عبودیت ہے۔ لہٰذا ربّ کی رحمت ان اسباب کے پیدا کرنے میں کہ جن کے بہم پہنچنے پر بظاہر ناممکن چیزیں بھی ممکن ہو جاتی ہیں۔ اسی انسان پر وارد ہوتی ہے۔ جو ہر وقت قوانین الٰہیہ کی اطاعت کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ کیا سائنٹیفک تحقیقات کے ماتحت آج وہ چیزیں ظاہر نہیں ہو رہی جن کو معجزہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک سائنسدان تخلیق اشیاء نہیں کرتا۔ وہ ان قوانین کو دریافت کرتا ہے جو پہلے سے موجود ہیں۔ لیکن جن کے ماتحت مختلف ذرّات عالم مختلف نتائج پیدا کر دیتے ہیں۔ ایک مسلمان اپنی دُعا میں اللہ تعالےٰ سے انہی قوانین کا الہام چاہتا ہے۔ اور ساتھ ہی ارادہ کرتا ہے۔ کہ میں ان قوانین کی اطاعت کروں گا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ایسا شخص اپنی دُعا سے ظاہراً اَن ہونی چیزیں بھی وقوع میں لے آئے۔ لہٰذا پہلی شرط مقبولیت دُعا کی اطاعت قوانین کی آمادگی ہے۔ یعنی عبودیت الٰہی۔

(ب) عجز و انکسار مذکورہ بالا آیت کے بعد کی آیت میں دوسری شرط کا ذکر کیا گیا ہے:

اذ نادیٰ ربّہ نداءً خفیا ؁

جب ذکریا نے نہایت ہی ہلکی آواز میں اپنے ربّ کو پکارا

ہمارے جسم کی مختلف حرکات و سکنات۔ ہماری آواز کے زیر و بم صرف ہماری دلی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک بشاش چہرہ انبساط کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک ہلکی اور نرم آواز دل کے عجز اور دُکھ کے انکسار کو ظاہر کرتی ہے۔ ذکریا کا اپنی دُعا میں ندآءً خفیا۔ یعنی ایسی آواز میں خدا کو مخاطب کرنا۔ کہ دوسرا آواز کو نہ سُن سکے۔ ایک عجز و انکسار کو ظاہر کرتا ہے اگر جسم کے مختلف حرکات و سکنات ہماری مختلف دلی کیفیات کا اظہار ہو سکتے ہیں۔ اور خدا کے آگے عبادت میں عجز و انکسار ایک ضروری امر ہے۔ تو اسلامی نماز کا سجدہ تمام دُنیا جہان کی نمازوں کے مقابل اظہار عجز و انکسار میں بڑھ جاتا ہے۔

(ج) اقرار بے چارگی قبولیت دُعا کی تیسری شرط خدا کی جناب میں اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ دعا مانگنے والا مطلوبہ مقصد کے حصول میں اب کوئی راہ نہیں پاتا۔ اس شرط کو اگلی آیت بیان کرتی ہے: ربّ انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا الخ

اے ربّ میری ہڈیاں تک کمزور ہو گئیں۔ اور میرے سر کے بالوں کی سفیدی بھی چمک رہی ہے .... اور میں تو بڈھا ہوں۔ اور میرے قواء کمزور ہیں۔ میری بی بی بھی بانجھ ہے ....

اب یہ کامل اعتراف خدا کی جناب میں مایوس الاولاد ہونے کا ہے۔ لیکن کسی امر کے حصول میں ہم اپنی اس قسم کی مایوسی صحیح طور پر اسی وقت ظاہر کر سکتے ہیں۔ جب ہم نے اپنی کل طاقت کو خرچ کر دیا ہو جو جو اسباب ہمارے علم و طاقت میں تھے۔ وہ سب برت لئے۔ ہمیں اپنے عمل و کوشش کے ذریعے خدا تعالےٰ کو یہ دکھلانا ہے کہ اس وقت ہم بیچارہ ہو گئے ہیں۔ یعنی ہم کو تو اپنی طرف سے جو کرنا تھا۔ وہ کر دیا۔ اور ہم سے کچھ نہ بنا۔ اب تو ہی رستہ دکھلا۔ جب تک ہماری کوششیں حصول امر میں اس حد بے چارگی کو نہ پہنچ جائیں۔ ہمارا حق ہی نہیں۔ کہ مقبولیت دُعا کی توقع رکھیں۔

(د) تشکر و امتنان چوتھی شرط مقبولیت دعا کے لئے خدا کی جناب میں اس کے سابقہ عطیات کا شکریہ ادا کرنا ہے چنانچہ اگلی ہی آیت میں اس کا ذکر ہے:

ولم اکن بدعائك ربّ شقیا!

میرے ربّ میں نے تو کبھی بھی دُعا تجھ سے نہیں مانگی۔ جو منظور نہ ہوئی ہو۔

جناب زکریا عرض کرتے ہیں۔ کہ میں ہمیشہ ہدایت اسباب کے لئے دُعا مانگتا ہوں۔ اور میری ہمیشہ ہی دُعا قبول ہوتی ہے۔ خدا کا شکریہ لفظی شکریہ نہیں ہونا چاہیئے۔ نہ خدا اس بات کا محتاج ہے۔ کہ اس کے شکریہ میں انسان کی زبان پر الفاظ جاری ہوں۔ وہ غنی اور حمید ہے۔ ہماری حمد و ثنا سے بہت ارفع ہے۔ کسی محسن کا حقیقی شکریہ یہ ہے کہ اس کے عطیات کو انسان ٹھیک طور پر استعمال کرے۔ کسی کی بے عزتی اس سے بڑھ کر متصور نہیں ہو سکتی۔ کہ اُس کی دی ہوئی چیز کی قدر نہ کی جائے۔

اگر قبولیت دُعا کے لئے گذشتہ احسانات اور عطیات الٰہیہ کے متعلق اظہار شکر ضروری ہے۔ تو پھر اس فرض سے ہم کہاں عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم نے اس کی دی ہوئی نعمتوں اور اس کے پیدا کردہ اسباب معلومہ کو ہم نے ٹھیک طور پر استعمال ہی نہیں کیا۔ اگر ہم نے اپنی غفلت اور سستی سے اس کی عطیات کا ٹھیک طور پر استعمال ہی نہیں کیا۔ تو ہمارا یہ طرز عمل پرلے درجے کی گستاخی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی شکر گذاری وہی انسان کرتا ہے جو اس کی نعماء کی قدر کرتا ہے۔ اور جہاں تک اس کے بس میں ہے۔ اُن کو پُورے طور پر استعمال کر لیتا ہے۔ اس لئے اگر دُعا کی

مقبولیت کے لئے سابقہ فضلوں کی شکر گذاری ضروری ہے۔ اور شکر گذاری کے معنی ان کا صحیح اور کامل استعمال ہے۔ تو پھر کس طرح ایک انسان اپنی دعا کی مقبولیت پر بھروسہ کرے۔ اگر اس نے عطیاتِ الٰہی کو پورے طور پر استعمال نہیں کیا۔ اسی ایک امر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس دعا کی طرف اسلام لے جانا چاہتا ہے۔ وہ دعا بذاتِ خود کس قدر انسان میں کام کرنے کی طاقت پیدا کر دیتی ہے۔ اور کس قدر غفلت شعاری کی قاتل ہے۔

(۵) خلوص نیت

یہ شرط سب شرطوں سے زیادہ ضروری ہے۔ یہاں خدا کی جناب میں کسی غرض کے حاصل کرنے کے لئے یہ اقرار کرنا ہے۔ کہ جو چیز ہم مانگتے ہیں اس میں ہم صحت نیت رکھتے ہیں۔ جو چیز خدا سے مانگو اس کا وہ پہلو اپنی دعا میں خدا کے آگے پیش کرو۔ جو اس کی نگاہ میں نہایت ہی پسندیدہ ہو۔ یہی اسلوب زکریا نے اختیار کیا جس کا کہ اگلی آیت میں ذکر کیا گیا:۔

وانی خفت الموالی من ورائے وکانت امرأتی عاقراً فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعلہ ربّ رضیا۔

میں اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں۔ جو میرے بعد رہتے ہیں مبادا! وہ رب اسرائیل کی عبادت کو چھوڑ دیں۔ .... اس لئے آپ اپنی جناب سے ہی مجھے بچہ عطا کریں۔ جو (نبوت کے امر میں) میرا وارث ہو اور آلِ یعقوب کا وارث ہو۔ اور اے رب اسے اپنا پسندیدہ بنا۔

واجعلہ ربّ رضیا۔ یہ الفاظ کل دعا کی مقبولیت کی کلید ہیں۔ یعنے ہم خدا سے کوئی چیز مانگ ہی نہیں سکتے۔ جب تک کہ وہ چیز خدا کی پسندیدہ نہ ہو۔ ایک چور اپنی سارقانہ مہمات کی کامیابی کی دعا مانگ سکتا ہے۔ لیکن اس دعا کا مقصد تو خدا کو پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو۔ خدا کو پسندیدہ وہی فعل ہے۔ جو فعل تمہارا مخلوق الٰہی کے فائدے میں ہے۔ آنحضرت صلعم سے کسی نے اسلام کی تعریف پوچھی۔ آپؐ نے فرمایا تعظیم لامر اللہ وشفقت لخلق اللہ۔ اسلام کیا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کی عزت کرنا اور اس کا مقصد یہ ہے کہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے۔ جناب زکریاؑ اگر ایک بچے کی خواہش کرتے ہیں۔ تو اس لئے نہیں کہ وہ بچہ عصائے پیری ہو۔ وہ ضعیف ہیں۔ اس لئے وہ ان کی مدد کرے۔ نہیں یہ دعا نہیں اس بات کی ان کا کوئی اور عزیز بھی ادا کر سکتا ہے۔ وہ تو اس غرض کے قیام و اجراء کے لئے ایک بچہ کی درخواست کرتے ہیں جس کے لئے یعقوب اور اس کی اولاد دنیا میں پیدا ہوئی۔ یعنی نبوت۔ جس سے مخلوق الٰہی کو بڑا نفع پہنچتا ہے۔

(۶) طلب ہدایت

چھٹی شرط ایک مسلم کی دعا میں طلب ہدایت ہے یعنی ایک مسلم خدا سے دعا مانگتا ہے۔ کہ مجھ کو کوئی راستہ بتلا چنانچہ یہ امر زکریا کے الفاظ ذیل سے ظاہر ہوتے ہیں:۔

ربّ اجعل لی اٰیۃ۔ اَے مجھ کو نشان دکھلا

یعنے اے میرے مولا۔ تو نے جو مجھ سے وعدہ کر دیا ہے۔ کہ تو مجھے بچہ عطا کریگا اور میں بوڑھا ہوں۔ اب مجھے وہ رستے بھی دکھلا۔ اس آیت سے پہلے اور پچھلی آیت کے بعد قرآن نے ذکر کیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے جناب زکریا کی دعا سن لی۔ اور بچہ کی خوشخبری عطا کی۔ اس خوشخبری کو سننے پر پھر جناب زکریا خوش نہیں ہوئے۔ بلکہ آپ خدا تعالیٰ کی جناب میں عرض کرتے ہیں۔ کہ دعا تو مقبول ہو چکی۔ لیکن اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے جو کام مجھے کرنا ہے۔ وہ سب مجھے بتلایا جائے۔

(۷) ہدایت پر عمل کرنا

قال اٰیتک ان لا تکلم الناس ثلاث لیال سویا۔ فخرج علیٰ قومہ من المحراب فاوحیٰ الیھم ان سبحوا بکرۃً وعشیا۔

تیرے لئے نشانی یہ ہے۔ کہ تین دن رات برابر کسی سے بات نہ کیجیو۔ اس پر جناب زکریا محراب سے نکلے۔ اور قوم کی طرف آئے۔ اور ان سب کو اشارہ کیا۔ کہ وہ خدا کی عبادت میں لگ جائیں۔

جناب زکریا کو خدا تعالیٰ نے ایک راستہ دکھلا دیا۔ کہ جس سے خوابیدہ قوتیں جاگ اٹھتی ہیں۔ آپ کو ذکر اور فکر کی طرف ہدایت کی گئی۔ خدا کی صفات پر تفکر کرنا تمام کی قدر دانی انسانوں سے کچھ وقت کے لئے الگ ہو بیٹھنا۔ اپنی زبان کو بند رکھنا۔ اور دھیان میں لگے رہنا۔ صاحب تجارت کے نزدیک مردہ قوتوں کو زندہ کرنے میں کامل اثر رکھتا ہے۔ خدا کی کتاب یعنی قرآن نے ان تمام طاقتوں کو بالفعل کرنے کے قوانین لکھے ہوئے ہیں۔ جو ہم میں مخفی ہیں۔ یوگ بھاس اور ایسا ہی اور مروجہ علوم باطنیہ میں باطنی قوتوں کے نشو و نما دینے کے لئے طرح طرح کے قواعد لکھے ہوئے ہیں لیکن یہ قواعد بہت ہی کٹھن اور دور از کار ہیں۔ قرآن نے بہت آسان راستے اس کے لئے بھی سکھلائے ہیں۔ لیکن یہ مضمون ہمارے مقصد سے بہت اجنبی ہے۔ اس لئے ہم اس کو زیر بحث نہیں لاتے۔

یہ ہیں وہ سات شرائط یعنی عبودیت۔ انکسار۔ اظہار بے چارگی شکر گذاری خلوص نیت۔ طلب ہدایت۔ اور ہدایت پر عمل کرنا۔ یہ سات باتیں جس دعا کرنے والے میں موجود ہوں۔ اس کی دعا استجابت سے خالی نہیں رہتی۔

مقبولیت دعا کی خوشخبری

ان باتوں میں ایک بات نہایت ہی دلچسپ اور عجیب و غریب ہے۔ جناب زکریا دعا کرتے ہیں۔ دعا قبول ہوتی ہے۔ یعنی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن پیشتر از وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملتی ہے۔ کہ دعا سنی گئی۔ یہ پیش از وقت اطلاع ہی ہماری ایمانی طاقت کا موجب ہو جاتی ہے۔ ہمارے ایمان کو مضبوط کرتی ہے۔ خدا پر ہمارے بھروسہ کو بڑھاتی ہے اگر یہ نہ ہو تو استجابت دعا کا دنیا میں کوئی ثبوت نہ ہو۔ ہم ایک امر کے لئے دعا کریں ممکن ہے۔ وہ امر بھی حاصل ہو جائے۔ لیکن یہ اس امر کا ثبوت نہیں۔ کہ خدا نے ہماری دعا بھی سن لی۔ دنیا میں بسا اوقات واقعات قدرتاً طبعی اسباب کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ خواہ ہم دعا کریں یا نہ کریں۔ امور اپنے طبعی حالات کے ماتحت ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں رہا یہ کہ ان کے متعلق ہم نے کوئی دعا کی تھی اور وہ کوئی دعا سنی گئی ہو گی۔ اس کا ثبوت اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب امر دعا کردہ کے وقوع میں آنے سے پہلے ہم کو خدا کی جناب سے اطلاع مل جائے۔ کہ ہماری دعا سنی گئی۔ خدا کی طرف سے یہ جواب کسی مشہود محسوس طریق پر ہمیں ملنا چاہیئے۔ اور اگر یہ نہیں۔ تو ہمارے خدا اور ایک دیوار میں کوئی فرق نہیں۔ کیا تورات میں ہم خدا کو اپنے بندوں سے بولتا نہیں دیکھتے۔ کیا ان کی دعائیں سن کر وہ جواب نہیں دیتا تھا۔ ہاں وہ ضرور دیتا تھا۔ تو پھر صفات الٰہیہ کا تو تعطل لازم نہیں۔ وہ اب بھی بولنا چاہیے۔ ہماری دعاؤں کو سن کر وہ اب بھی جواب دے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ ہم سب کے سب ان راہوں سے واقف نہ ہوں۔ اور ان پر نہ چل سکیں گے۔ جن کے ماتحت ایک انسان مکالمہ الٰہیہ کا شرف پاتا ہے۔ لیکن ہم میں کوئی تو ہونا چاہیئے۔ مسیحی کلیسیا پر اوائل ایام میں ایک وقت گذرا۔ جب وہاں ایسے لوگ تھے۔ لیکن آج چونکہ ایسے تجربہ والے کالعدم ہو رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس بات سے انکار ہی کر دیا۔ بالمقابل اسلام ہمیں تشفی دلاتا ہے۔ کہ یہ بات بالکل ممکن ہے اسلام وہ راستے بھی دکھلاتا ہے۔ کہ جن پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ کے الہام کا مورد بن جائے۔

کل من علیھا فان:۔ ——— سلسلہ ص ۲

آپکی زندگی زخارفِ دنیا کی محبت سے پاک تھی زندگی میں اشاعت و خدمت دین کے لئے ایثار و قربانی کا قابل تقلید نمونہ قائم کیا، جماعت کی مجلس معتمدین کے زندگی بھر رکن رہے، اسے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور کبھی کسی قربانی سے گریز نہ کیا۔ میاں صاحب مرحوم نے خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً کو ہمیشہ سامنے رکھا اور آخر کار ارشاد الٰہی پر لبیک کہکر رخصت ہو گئے۔

جماعت آپ کی موت کو ہمیشہ محسوس کرتی رہے گی ہمیں اس عظیم صدمہ میں مرحوم کے محترم برادران جناب میاں غلام احید تمیم، جناب میاں غلام شبیر تمیم، محترمہ ہمشیرہ آمنہ تمیم صاحبہ (بیگم نواب نوازش علی صاحب) آپ کے جگر گوشوں میاں اے محمود، میاں فاروق عباس، عثمان عباس، صاحبزادی محترمہ بشریٰ عباس اور

عرفات پریس تھارنٹن روڈ لاہور میں باہتمام خالد عمر صاحب پرنٹر چھپا اور زلوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش
ایڈیٹر: غلام نبی مسلم ایم۔ اے

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۲۵ ستمبر ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل ۸۲۸ شمارہ ۳۵

جلد ۶۱ | چہار شنبہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ ۲ اکتوبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۳۶

نصرانیوں کی بابت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عہد نامہ ہے جس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ خدا کے رسول مبشر و نذیر اور اسکے امین نے لکھا ہے تاکہ اس کے بعد لوگوں کا کوئی عذر یا بہانہ باقی نہ رہے۔ اس عہد نامہ کو میں نے مشرق و غرب۔ نزدیک و دور حال اور بعد کے عیسائیوں اور ملک عرب اور معروف و غیر معروف نصاریٰ کے لئے لکھا ہے مسلمانوں سے جس نے اس عہد کو توڑا اور اس سے تجاوز کیا۔ وہ خدا کا وعدہ شکن ٹھہرے گا۔ اور اپنے وثیقہ کا خود ناقض ہوگا اور وہ خدا کی لعنت کا سزاوار رہے۔ خواہ بادشاہ ہو یا رعیت میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی راہب یا سیاح پہاڑ جنگل آبادی، صحرا اور ریگستان اور عبادت گاہ میں حمایت کا خواستگار ہو تو میں معہ اپنے اعوان و انصار و اہل بیت و تابعداروں کے ان کی حمایت کے لئے انکے دشمنوں کو ہٹاؤں گا اور مدافعت کروں گا۔ کیونکہ میری رعیت اور میرے اہل ذمہ ہیں یعنی میرے وعدے پر قائم ہیں اور میں دشمنوں کی ایذا اور دکھ اور تکلیف معاہدہ والوں سے اس مالیت کے بدلے دور کرونگا جس کا انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ اگر انکی مرضی ہو کہ وہ اپنے وجود اور اموال کی خود حفاظت و نگہبانی کریں تو ان پر اس امر میں کوئی جبر و اکراہ نہ کیا جائے گا کسی اسقف کو اس کے عہدہ سے اور کسی راہب کو رہبانیت سے اور کسی عابد کو اسکی عبادت گاہ سے اور کسی سیاح کو اسکی سیاحت سے روکا نہ جائے۔ ان کا کوئی گرجا یا عبادتگاہ ویران اور منہدم نہ کیا جائے۔ نہ ان کے گرجوں کے مال میں سے کوئی چیز مسلمانوں کی مسجدوں اور گھروں کے بنانے پر خرچ نہ کی جائے جس نے ایسا کام کیا اس نے خدا اور رسول کی وعدہ شکنی کی اور راہبوں اور راہبوں پر کوئی جزیہ اور تاوان نہ رکھا جائے اور وہ جنگل میں ہوں یا دریاؤں میں مشرق میں ہوں یا مغرب میں۔ جنوب میں ہوں یا شمال میں ان کے لئے اس عہد کا ذمہ دار ہوں اور وہ میرے ذمہ اور عہد پر ہیں۔ اور سارے مکروہات سے میری امان میں ہیں۔ اور جو انسان پہاڑوں اور مقامات متبرکہ میں عبادت کے لئے گوشہ نشین ہوں جو کچھ وہ بوتے ہیں اس کا اُن سے خراج اور عشر نہ لیا جائے۔ اور غلّہ کی کمی پر ان کی اعانت کا ذمہ نہیں۔ جنگ میں نکلنے کی تکلیف ان پر لازم قرار نہ دی جائے اور نہ ان سے جزیہ لیا جائے۔ اہل خراج اور دولت مند صاحبان سے اموال اور زمیندار اور سوداگر سے بارہ درہم سالانہ سے زائد نہ لیا جائے اور کسی کو جبر و ظلم سے حصول مالگزاری پر متکلف نہ کیا جائے۔ کوئی مذہبی مباحثہ و مجادلہ پیش آئے تو اسے نہایت ہی اخلاق و تہذیب سے پیش آنا چاہیئے اور وہ جہاں ہوں ان پر رحمت کا بازو مضبوط رہے اور تکالیف ان سے دُور کی جائیں۔ اور جس نے خدا کا وعدہ توڑا اور اس کی سند پر کھڑا ہوا اس نے خدا اور رسُول کی عہد شکنی کی۔ ان کے عبادت خانے اور مکانات کے مرمت کرنے میں ان کی مدد کی جائے اور یہ بات ان کے دین میں جائز ہے۔ اور ان میں سے کسی پر آلاتِ حرب کا رکھنا لازم نہ ہوگا بلکہ مسلمان ان کی حفاظت کرینگے اور اس عہد نامہ کے قیامت تک خلاف عمل درآمد کیا جائے۔

(مواہب لدنیہ وغیرہ)

فطرانہ کی رقم ۔ حضرت [illegible] فرمایا کہ [illegible] فطرانہ ادا کریں۔ فطرانہ ہر چھوٹے بڑے اہل خانہ پر واجب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

زمانہ مصائب اور فتوحات میں

انبیاء اور اولیاء کا وجود اس لئے ہوتا ہے کہ تا لوگ جمیع اخلاق میں ان کی پیروی کریں اور جن امور پر خدا نے ان کو استقامت بخشی ہے اسی جادۂ استقامت پر سب حق کے طالب قدم ماریں اور یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ اخلاقِ فاضلہ [illegible]

غرض خدا تعالیٰ کا ارادہ انبیاء اور اولیاء کی نسبت یہ ہوتا ہے کہ ان کے ہر ایک قسم کے اخلاق ظاہر ہوں اور بہ پایہ ثبوت پہنچ جائیں۔ سو اللہ تعالیٰ اسی ارادہ کو پورا کرنے کی غرض سے ان کی نورانی عمر کو دو حصہ پر منقسم کر دیتا ہے۔ ایک حصہ تنگیوں اور مصیبتوں میں گذرتا ہے اور ہر طرح سے دکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور ستائے جاتے ہیں تا وہ اعلیٰ اخلاق ان کے ظاہر ہو جائیں کہ بجز سخت تر مصیبتوں کے ہرگز ظاہر اور ثابت نہیں ہو سکتے اگر ان پر وہ سخت تر مصیبتیں نازل نہ ہوں تو یہ کیونکر ثابت ہو کہ وہ ایک ایسی قوم ہے کہ مصیبتوں کے پڑنے سے اپنے مولیٰ سے بے وفائی نہیں کرتے بلکہ اور بھی آگے قدم بڑھاتے ہیں اور خداوند کریم کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے سب کو چھوڑ کر انہیں پر نظرِ عنایت کی اور انہیں کو اس لائق سمجھا کہ اس کے لئے اور اس کی راہ میں ستائے جائیں۔ سو خدا تعالیٰ ان پر مصیبتیں نازل کرتا ہے تا ان کا صبر ان کا صدقِ قدم ان کی مردی ان کی استقامت ان کی وفاداری ان کی فتوت شعاری لوگوں پر ظاہر کر کے الاستقامۃ فوق الکرامۃ کا مصداق ان کو ٹھہرا دے کیونکہ کامل صبر بجز کامل مصیبتوں کے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور اعلیٰ درجے کی استقامت اور ثابت قدمی بجز اعلیٰ درجہ کے زلزلہ کے معلوم نہیں ہو سکتی۔

اور یہ مصائب حقیقت میں انبیاء اور اولیاء کے لئے روحانی نعمتیں ہیں۔ جن سے دنیا ان کے اخلاقِ فاضلہ جن میں وہ بے مثل و مانند ہیں ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں ان کے درجات کی ترقی ہوتی ہے۔ اگر خدا ان پر یہ مصیبتیں نازل نہ کرتا تو یہ نعمتیں بھی ان کو حاصل نہ ہوتیں اور نہ عوام پر ان کے شمائلِ حسنہ کماحقہٗ کھلتے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح اور ان کے مساوی ٹھہرتے اور گو اپنی چند روزہ عمر کو کیسے ہی عشرت اور راحت میں بسر کرتے پر آخر ایک دن اس دارِ فانی سے گذر جاتے اور اس صورت میں نہ وہ عیش اور عشرت ان کی باقی رہتی نہ آخرت کے درجاتِ عالیہ حاصل ہوتے نہ دنیا میں ان کی وہ فتوحات اور جوانمردی اور وفاداری اور شجاعت شہرۂ آفاق ہوتی جس سے وہ ایسے ارجمند ٹھہرے جن کا کوئی مانند نہیں اور ایسے یگانہ ٹھہرے جن کا کوئی ہمجنس نہیں اور ایسے فرد الفرد ٹھہرے جن کا کوئی ثانی نہیں۔ اور ایسے غیب الغیب ٹھہرے جن تک کسی ادراک کی رسائی نہیں اور ایسے کامل اور بہادر ٹھہرے کہ گویا ہزارہا شیر ایک قالب میں اور ہزارہا پلنگ ایک بدن میں جن کی قوت اور طاقت سب کی نظروں سے بلند تر ہوئی اور جو تقرب کے اعلیٰ درجات تک پہنچ گئی۔

اور دوسرا حصہ انبیاء اور اولیاء کی عمر کا فتح میں، اقبال میں، دولت میں بمرتبہ کمال ہوتا ہے تا وہ اخلاق ان کے ظاہر ہو جائیں جن کے ظہور کے لئے فتحمند ہونا اور صاحبِ اقبال ہونا صاحبِ دولت ہونا صاحبِ اختیار ہونا صاحبِ اقتدار ہونا صاحبِ طاقت ہونا ضروری ہے کیونکہ اپنے دکھ دینے والوں کے گناہ بخشنا اور اپنے [illegible] کی خیر خواہی بجا لانا دولت سے دل نہ لگانا دولت سے مغرور نہ ہونا۔ امورِ [illegible] میں امساک اور بخل اختیار نہ کرنا اور کرم اور جود اور بخشش کا دروازہ کھولنا اور دولت کو ذریعہ نفس پروری نہ ٹھہرانا اور حکومت کو آلۂ ظلم و تعدی نہ بنانا۔ یہ سب اخلاق ایسے ہیں کہ جن کے ثبوت کے لئے صاحبِ دولت اور صاحبِ طاقت ہونا شرط ہے۔ اور یہ اسی وقت بہ پایہ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب انسان کے لئے دولت اور اقتدار دونوں میسر ہوں۔ پس چونکہ بجز زمانۂ مصیبت و زمانۂ دولت و اقتدار یہ دونوں قسم کے اخلاق ظاہر نہیں ہو سکتے [illegible] حکمتِ کاملۂ ایزدی نے تقاضا کیا کہ انبیاء اور اولیاء کو ان دونوں طور کی حالتوں سے کہ جو ہزارہا نعمتوں پر مشتمل ہے متمتع کرے۔

[illegible]

مائیں تحقق ہوتی ہیں اور بعض میں کامل درجہ پر ظہور پذیر نہیں ہوتی ہیں۔

اور اس بارے میں سب سے اول قدم حضرت خاتم الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال وضاحت سے یہ دونوں حالتیں وارد ہو گئیں اور ایسی ترتیب سے آئیں کہ جس سے تمام اخلاقِ فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب کے روشن ہو گئے اور مضمون اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کا بہ پایہ ثبوت پہنچ گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا دونوں طور پر علیٰ وجہ الکمال ثابت ہونا تمام انبیاء کے اخلاق کو ثابت کرتا ہے کیونکہ آنجناب نے ان کی نبوت اور ان کی کتابوں کو تصدیق کیا اور ان کا مقرب اللہ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔ [illegible]

پس اس تحقیق سے یہ اعتراض بھی بالکل دور ہو گیا۔ کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے اخلاق کی نسبت دلوں میں گذر سکتا ہے۔ یعنی یہ کہ اخلاق حضرت مسیح علیہ السلام دونوں قسم مذکورہ بالا پر علیٰ وجہ الکمال ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ ایک قسم کے رو سے بھی ثابت نہیں ہیں۔ کیونکہ مسیح نے جو زمانۂ مصیبتوں میں صبر کیا تو کمالیت اور صحت اس صبر کی تب بہ پایہ صداقت پہنچ سکتی تھی کہ جب مسیح اپنے تکلیف دہندوں پر اقتدار اور غلبہ پا کر اپنے موذیوں کے گناہ دلی صفائی سے بخش دیتا جیسا کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں اور دوسرے لوگوں پر بکلی فتح پا کر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا اور صرف انہی چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لئے حضرت احدیت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا اور بجز ان ازلی ملعونوں کے ہر ایک دشمن کا گناہ بخش دیا۔ اور فتح پا کر سب کو لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہا۔ اور اسی عفو تقصیر کی وجہ سے کہ جو مخالفوں کی نظر میں ایک امر محال معلوم ہوتا تھا۔ اور اپنی شرارتوں پر نظر کر کے وہ اپنے تئیں اپنے مخالف کے ہاتھ میں دیکھ کر مقتول خیال کرتے تھے۔ ہزاروں انسانوں نے ایک ساعت میں دینِ اسلام قبول کر لیا۔ اور حقانی صبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو ایک زمانہ دراز تک آنجناب نے ان کی سخت سخت ایذاؤں پر کیا تھا۔ آفتاب کی طرح ان کے سامنے روشن ہو گیا [illegible]

اور چونکہ فطرتاً یہ بات انسان کی عادت میں داخل ہے کہ اسی شخص کے صبر کی عظمت اور بزرگی انسان پر کامل طور پر روشن ہوتی ہے کہ جو بعد زمانہ آزار کشی کے اپنے آزار دہندہ پر قدرتِ انتقام پا کر اس کے گناہ کو بخش دے۔ اس وجہ سے مسیح کے اخلاق کہ جو صبر اور حلم اور برداشت کے متعلق تھے بخوبی ثابت نہ ہوئے اور یہ امر اچھی طرح نہ کھلا کہ مسیح کا صبر اور حلم اختیاری تھا یا اضطراری تھا۔ کیونکہ مسیح نے اقتدار اور طاقت کا زمانہ نہیں پایا تا دیکھا جاتا کہ اس نے اپنے موذیوں کے گناہ کو عفو کیا یا انتقام لیا۔ برخلاف اخلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ صدہا مواقع میں اچھی طرح کھل گئے۔ اور امتحان کئے گئے اور ان کی صداقت آفتاب کی طرح

(باقی بر صفحہ کالم [illegible])

ختمِ نبوّت پر ایمان

وحدتِ نسلِ انسانی کی اساس ہے

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین (الانبیاء - ۱۰۷)

ہم نے آپ کو جو پیغامبر بنا کر بھیجا ہے تو اس کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ تیری ذات تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت بنے۔

ختم نبوت کا جملہ آج کل عرف عام بن گیا ہے۔ اس کے معنی بجا طور پر یہ لئے جاتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی ذات اقدس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، کیونکہ آپ آخری نبی ہیں جنہوں نے اس دنیا میں خدا کا آخری پیغام لیکر آنا تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی خاتم النبیین کی وضاحت انہی الفاظ میں کی گئی ہے۔ لا نبی بعدی خاتم النبیون یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میرے ساتھ انبیاء کا سلسلہ اب ختم ہو گیا ہے۔ ایک اور حدیث میں انبیاء الٰہی کے سلسلہ کو ایک عمارت سے تشبیہہ دی گئی ہے جس میں آنحضور کی بعثت سے قبل کونے کے ایک پتھر کی جگہ خالی تھی تو آنجناب نے فرمایا کہ میرے آنے کے بعد انبیاء کی عمارت کی وہ کونے کی خالی جگہ بھی پُر ہو گئی اور اب اس عظیم عمارت کی تکمیل ہو کر اس میں مزید اضافہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ غرضیکہ جس پہلو سے بھی دیکھا جائے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آنحضرت صلعم کی مبارک بعثت سے وہ مقاصد جو انبیاء کی بعثت سے مقرر رکھے بہ تمام و کمال و بہ احسن وجوہ پورے ہو گئے۔ جہاں ختم نبوت کے معنی نبوت کا بعد از آنحضرت صلعم انقطاع، مسلمہ حقیقت بن چکے ہیں وہاں یہ امر کم لوگوں کو معلوم ہے کہ نبوت کے اصل مقاصد کیا ہیں، وہ کیونکر حاصل ہوتے ہیں، اور آنحضرت صلعم کی ذات اقدس پر ان کے ختم ہو جانے کا مقصد کیا ہے۔ بعثت انبیاء کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ لوگوں میں محبت اور اتحاد پیدا ہو، کیونکہ دین کے خدا تعالےٰ کی جانب سے بھیجے جانے کا انتہائی مقصد بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ لوگ باہم محبت و اخوت کے سلسلہ اتحاد میں منسلک ہو جائیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ سے قبل جس قدر انبیاء مبعوث ہوئے ان تمام کی بعثت کی انتہائی غرض و غایت یہ تھی کہ قومی یک جہتی و اتفاق پیدا ہو۔ ابتدائے آفرینش میں انسانی عقل و علم نے ابھی ترقی نہ کی تھی کہ مختلف اقوام و ممالک آسانی کے ساتھ ایک دوسرے سے اختلاط و ارتباط کر سکیں، ذرائع رسل و رسائل اور اسباب مواصلات موجود نہ تھے۔ اس کرہ ارض پر قومیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ پڑی تھیں، ایک کو دوسری سے کوئی تعلق تھا اور نہ اس کا علم تھا۔ دنیا کے اس ابتدائی دور میں صرف قومی شعور کسی قدر پیدا ہوا تھا۔ بین الاقوامی شعور قطعاً موجود نہ تھا، نہ ہی انسانیت کا عام تصور ذہنوں میں موجود تھا۔ اس لئے خدا کی طرف سے جو تعلیم محبت و اتحاد دی گئی وہ قومی سطح پر تھی۔ جہاں ابھی محدود تعلیم وقتی ضروریات کا تقاضا تھی وہاں اس کا نتیجہ بالآخر قومی تعصب و تنگ نظری کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ ہر قوم نے یہ سمجھ لیا کہ صرف اسی سے خدا کا رشتہ استوار ہے۔ مختص القوم اور مختص الوقت انبیاء کے سلسلہ کا نتیجہ اگر یہ نکلا کہ قومی یک جہتی و اتحاد پیدا ہوا تو اس سے یہ بھی ہوا کہ تنگ نظری اور محدود و مختص القوم نظریہ اُبھرا! ابتدائی ایام میں جبکہ اقوام و ممالک کے مابین میل جول نہ تھا نہ ہی ان کے ذرائع وجود میں آئے تھے، محدود نظریہ اس قدر نقصان دہ نہ تھا مگر جبکہ وہ وقت آنے والا تھا کہ انسانی علم و عقل کی ترقی کے باعث ذرائع مواصلات ترقی پذیر ہو جائیں اور ان کے ذریعے سے اقوام و ممالک کا باہمی میل ملاپ بہ آسانی ہونے لگے تو اس زمانہ میں محدود قومی نظریہ نہایت نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا۔

دین اسلام کا یہ احسان عظیم دنیا پر ہے کہ جہاں اس نے ایمان و یقین کی تکمیل کی وہاں اس کے ذریعہ انسانی علم و عقل کو بھی جلا بخشا گیا۔ یہ کیسی عجیب و حیرت انگیز بات ہے کہ قرآن مجید کی اعلےٰ تعلیم نے اگر ایک طرف خدا کی ذات و صفات اور عالم معاد کے حقائق پر ایسا اعلےٰ درجہ کا یقین پیدا کر دکھلایا تو ساتھ ہی دنیاوی و مادی ترقی کے میدان میں بھی علم و عقل کے ارتقاء کو مہمیز عطا کی۔ جس قدر قرآنی تعلیم نے ایمان و یقین اور معرفت و بصیرت کی منازل طے کرنے کی تلقین فرمائی ہے اسی قدر اس پاک کتاب میں عقل و علم کے ارتقاء پر زور دیا گیا ہے گویا دو بظاہر متضاد امور کو بیک وقت عروج پر پہنچا دیا گیا ہے۔ پس جبکہ خود قرآنی تعلیم نے انسانی عقل و علم کی ترقی کے سامان پیدا کر دیئے تو اس کا لازماً نتیجہ یہ نکلنا تھا کہ ذرائع مواصلات ترقی پذیر ہوں جس سے قوموں اور ملکوں کی علیحدگی ختم ہو کر باہمی میل جول قائم ہو، اس سے یہ لازم آنا تھا کہ قومی نظریہ کی بجائے بین الاقوامی نظریہ اُبھرے، اقوام باہم شیر و شکر ہو جائیں گویا دنیا میں مختلف اقوام کی بجائے ایک ہی قوم بن جائے۔ ہمارے سامنے اب یہ بین الاقوامی اختلاط و ارتباط اور میل جول اس قدر ترقی پا چکا ہے کہ ہم یہ کہہ سکنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ بین الاقوامی دور جس کی ابتدائی بنیاد اسلام نے شروع میں رکھی تھی اب پوری طرح تکمیل پا چکا ہے۔ دنیا کے موجودہ ہوائی سفر کے زمانہ میں ایک قوم کا دوسری سے اور ایک ملک کا دوسرے ملک سے میل ملاپ پہلے زمانوں میں ایک ملک کے ایک شہر سے دوسرے شہر کے تعلقات قائم کرنے کی نسبت بھی آسان تر و سہولت آمیز ہو چکا ہے۔ زمانہ کی اس عظیم تبدیلی کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ اقوام و ممالک کے باہمی اخلاقی و روحانی تعلقات بھی قومی سطح پر ہونے کی بجائے انسانی سطح پر ہوں۔ یہ امر صاف ظاہر ہے کہ اگر جسمانی تعلقات تو بین الاقوامی نہج پر واقع ہوں مگر روحانی و اخلاقی نظریات محدود و قومی پیمانہ پر ہوں تو اس غیر متوازن صورت حال کا نتیجہ کبھی مفید نہیں نکل سکتا بلکہ ایسی کشمکش اور آویزش کے باعث باہمی تعلقات محبت و اخوت کی بجائے نفرت و حقارت کے جذبات پنپنے لگیں گے۔ آج یہی حقیقت پوری زد رہے ہمارے سامنے جلوہ گر ہے۔ قومیں جس سرعت رفتاری اور تیزی سے باہم دنیاوی تعلقات استوار کر رہی ہیں اس نسبت سے چونکہ وہ اخلاقی و روحانی اعتبار سے ہم رنگ و یکرنگ نہیں ہوئیں اس لئے اس وقت دنیا میں بے امنی و بے چینی کار فرما ہے اس کی کوئی نظیر کسی پہلے زمانہ میں نظر نہیں آتی۔ معمولی تدبر بھی ہمیں اس نتیجہ تک پہنچائے گا کہ اس وقت اقوام و ممالک میں جو مغائرت و نفرت پائی جاتی ہے اور جس طرح اس کے باعث بین الاقوامی میدان میں صداقت و انصاف کا خون کیا جاتا ہے اور اس طرح باہمی عناد و دشمنی ترقی پذیر ہیں اس کا سارا باعث ایک طرف باہمی بڑھتا ہوا اختلاط ہے تو دوسری طرف محدود و تنگ قومی نظریہ ہی ہے جہاں باہمی تعلقات بین الاقوامی سطح پر ہوں وہاں اخلاقی و روحانی نظریات کی سطح بھی قومی کی بجائے عالمگیر پیمانہ پر قائم ہونا چاہیے وہ حقیقت ہے جسے مغربی مفکرین نے معلوم کر کے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس وقت اگر مغربی دنیا کو باہمی قومی کشمکش سے کوئی نجات دلا سکتا ہے تو وہ اسلام کا عالمگیر بین الاقوامی پیغام حیات ہی ہے۔ چنانچہ مسٹر ایچ آر اے گب صاحب اپنی کتاب "وہدر اسلام" میں یوں رقمطراز ہیں:-

> "مگر اسلام نے ابھی انسانیت کی ایک اور خدمت بھی بجالانا ہے۔ اس دین میں بین الاقوامی مفاہمت و مصالحت پیدا کرنے کی اعلیٰ ترین روایات موجود ہیں۔ انسانیت کی اس قدر مختلف النوع نسلوں کو باہم مساوات و اتحاد کے سلسلہ میں منسلک کرنے میں جس قدر اعلےٰ کردار و کامیابی اسلامی معاشرے نے حاصل کی ہے کسی دوسرے معاشرے نے نہیں کی۔ یہ مساوات منصب و عہدہ میں ہو یا موقعہ یا سعی و جہد میں ہو۔ اسلام میں متضاد انسانی نسلوں اور روایتوں کو باہمی شیر و شکر کرنے کی قوت موجود ہے۔ اگر کبھی یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ مشرقی و مغربی دنیاؤں کی باہمی مخالفت و مخاصمت کی بجائے ان میں تعاون و اتحاد کا رشتہ استوار ہو تو اس غرض کے لئے دینِ اسلام کی مداخلت نہایت لازمی و لابدی پڑی ہے۔"

عالمگیر بین الاقوامی نظریہ کے فروغ کے لئے یہ ضروری تھا کہ قومی سلسلہ انبیاء کا خاتمہ ہو اور ایک عالمگیر پیغامبر دنیا میں مبعوث ہو جس پر ایمان لانے سے تنگ نظر و محدود قومی نظریہ کا خاتمہ ہو سکے۔ جب تک مختلف اقوام مختلف انبیاء کے وجود کی

سے الگ الگ وابستہ رہیں گی تب تک ان میں وہ روحانی یگانگت اور اتحاد پیدا نہ ہو سکے گا جس کے بغیر بین الاقوامی نظام مکمل طور پر منصۂ شہود پر نہیں آ سکتا۔ پس سب سے بنیادی حقیقت جو ختم نبوت کو واجب قرار دیتی ہے، یہ ہے کہ ایک شخص واحد کی ذات بابرکات ایسی ہو جس سے وابستگی کے نتیجہ میں بین الاقوامی وحدت کا نظریہ ترقی پائے۔ اگر خاتم النبیین کی مقدس ذات کے بعد کسی اور شخص پر ایمان عالمگیر اخوت کے لئے ضروری قرار دیا جائے اور اس کے بعد کسی شخص کی ذات مومن بہ نہ ہو بلکہ جو کوئی بھی آنجناب کی رسالت کا اقرار کرے وہ عالمگیر اخوت کا فرد قرار پائے۔ خاتم النبیین کے وجود مقدس کا صرف یہی مقصد نہیں کہ انسانیت کے تمام کمالات آنحضور صلعم کی ذات مبارک میں جمع کر دیئے گئے ہیں بلکہ اس کا اصل منشاء یہ ہے کہ اس ذات بابرکت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کہ جس کی شخصیت پر ایمان سے اتحاد انسانی کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔ پس آنحضور نہ صرف روحانیت کا کامل مرکز و منبع ہیں بلکہ آنجناب اس مفہوم سے آخری نبی ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی مومن بہ شخصیت نہ آئے گی۔ . . . .

اسلام سے قبل دنیا ایک قومی دور میں سے گذر رہی تھی مگر اسلام نے اپنی آمد مبارک سے عالمگیر انسانی یا بین الاقوامی دور کا آغاز کیا۔ قومی دور کے روحانی تقاضے یہ تھے کہ مختص القوم الزمان پیغامبر آئیں تاکہ وہ افراد کو قومیت کے اتحاد و محبت کا سبق دیں کیونکہ ہر مذہب کا اصل مقصد یہی پیغام اتحاد و محبت رہا تھا لیکن اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ ہر قوم نے دوسروں سے علیحدہ اور الگ تھلگ رہنے کے باعث صرف اپنے آپ کو ہی خدا کا مقرب اور باقی تمام کو خدا کی رحمت سے دور سمجھ لیا۔ نتیجہ اس محدود نظریہ کا یہ نکلا کہ بین الاقوامی میدان میں تعصب و عناد دلوں میں گھر کر گیا چنانچہ ایک عالمگیر انسانی دور کا بنیادی تقاضا یہ تھا کہ ایک عالمگیر پیغامبر اور نبی آئے جو عالمگیر اتحاد و محبت کا سبق دے اور جس کے وجود سے وابستگی کے ذریعہ ایک عالمگیر روحانی اخوت و برادری پیدا ہو کر قومی تعصبات و عناد دور ہوں۔ اسلئے مشیت ایزدی نے ایسا ہی انتظام فرمایا اور دنیا میں ایک نبی مبعوث ہوا جس نے کسی ایک قوم کو نہیں بلکہ عالم انسانی کو خطاب فرمایا قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ کہدو! اے دنیا کے تمام لوگو میں تم سب کی جانب خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین ہم نے تجھے تمام جہانوں کی طرف رحمت کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہے . . . . . عالمگیر اتحاد و محبت کی یہ صرف ندا ہی نہ تھی جو مکہ کی وادیوں سے بلند ہوئی بلکہ اس پیغام میں وہ تمام اصول جمع کر دیئے گئے جو اقوام عالم کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لئے لازم پڑے تھے۔ ایک طرف قرآنی تعلیم نے اپنے اندر تمام صداقتوں اور صحیح تعلیموں کے جمع اور محفوظ کرنے کا مبارک کام کیا۔ فیھا کتب قیمۃ۔ اس کتاب پاک میں تمام صادق قوانین و صحیح اصول حقہ جمع کر دیئے گئے ہیں تو دوسری طرف اس کتاب نے پہلی تمام کتب مقدسہ کو منجانب اللہ صحیفے منوایا ہے مصدقًا لما بین یدیہ۔ قرآن کریم کا دعوےٰ ہے کہ صداقت و اصول حقہ کی کوئی تعلیم اس کتاب سے باہر نہیں گئی۔ پہلی کتب میں جو صداقتیں تھیں وہ تمام و کمال اس میں موجود ہیں پھر ہر وہ صداقت حقہ اور قانون صحیحہ جو کبھی آئندہ دریافت ہو سکتا ہے یا انسانی ذہن میں آ سکتا ہے اس کتاب مقدس میں پہلے سے ہی لکھ دیا گیا ہے۔ ولا یاتونک بمثل الا جئنٰک بالحق و احسن تفسیرا۔ کوئی بھی امر حق جو بعد تحقیق و تفتیش تیرے سامنے پیش کیا جائے وہ پہلے سے ہم نے تیرے پر نازل کر دیا ہوا ہے بلکہ بہترین رنگ اور اعلیٰ ترین تفسیر کے ساتھ یعنی علمی براہین اور دلائل حقہ کی شہادت سے پیش کر دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی عالمگیر کتاب کی یہی خصوصیات ہونا لازم ہیں جن کا دعوےٰ قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ یعنی یہ اس میں جملہ صداقتیں بوجہ تسلی یا [illegible] کے جمع کر دی گئی ہیں۔ [illegible] قوم سے جو شخص اس کتاب پر ایمان [illegible] کی صداقت [illegible] نہیں پڑتا بلکہ پہلی تمام

صداقتوں کو بہترین و احسن ترین رنگ میں بمعہ عقلی دلائل کے وہ انہیں قرآن کریم کے صفحات میں مرقوم پاتا ہے۔ پھر نہ صرف وہ اپنی کتاب کی صداقتوں پر بدستور سابق قائم و دائم رہتا ہے بلکہ دیگر اقوام کی کتب مقدسہ کی صداقتوں پر بھی ایمان لے آتا ہے۔ اس طرح ہر قوم دوسری تمام اقوام کی صداقتوں کی قائل ہو جاتی ہے گویا قرآن کریم نے عالمگیر اتحاد و محبت کی راہ کو استوار کر دیا۔ پھر نہ صرف تعلیم حقہ کے میدان [illegible] اخلاق سے الگ الگ طور پر نبیوں نے اپنی [illegible] کمال اور مرتبہ میں تمام سے بڑھ کر آنحضرت کی زندگی میں دکھلا دیئے گئے آنحضرت صلعم نے جو ہر سابق نبی کی تصدیق کی تو اس کا صرف یہی مطلب نہیں کہ آنحضور نے صرف اتنا ارشاد فرما دیا کہ ہر پہلے نبی کو صادق مان لو بلکہ عملی زندگی میں ہر نبی سابق کی تصدیق یوں فرما دی کہ جو جو کمال اخلاق کسی پہلے نبی سے ظاہر ہوئے خلق انسانی کے جملہ کمال کے وہ تمام پہلو آنحضرت نے اپنی مبارک زندگی میں جمع کر کے پیش کر دیئے۔ اب ان دو بنیادی امور دین اسلام پر غور کیجئے۔ قرآن کریم نے جملہ صداقتوں کو نہ صرف تسلیم کرنے کی تلقین کی بلکہ ان تمام کو احسن و عمدہ طور پر اپنی تعلیم میں جمع اور محفوظ کر کے تمام اقوام کو ان پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ پھر آنحضرت صلعم کی ذات اقدس و اکمل نے اپنی زندگی میں اخلاق عالیہ کے جملہ پہلوؤں کو اپنے انتہائی نقطہ عروج پر پیش کر کے جب نسل انسانی کے تمام لوگوں کو اپنی طرف بلایا تو گویا اس طرح تمام انبیاء و صادقین کی جانب دعوت حق دی۔ دینی اور روحانی میدان میں عالمگیر پیمانہ پر جمیع نسل انسانی کو باہم متحد و مرتبط کرنے کا اس سے بہتر کیا کوئی اور طریق ممکن ہو سکتا ہے؟ اس سے نہ تو کسی قوم کو اپنی صداقتوں کا انکار لازم آتا ہے نہ ہی اپنے رہنماؤں کی صداقت اور پیروی سے منکر ہونا پڑتا ہے بلکہ اپنی کتب اور اپنے مقدس بزرگوں کی سچی پیروی کے ساتھ جمیع اقوام کی کتب اور مقدس پیشواؤں کو صادق تسلیم کرنا بھی لازم آتا ہے۔ بین الاقوامی اتحاد و اتفاق اور بین الاقوامی رواداری کا اس سے بہتر و احسن اگر کوئی اور طریق کار ہو سکتا ہو جس کا ذکر دین اسلام نے نہ کیا ہو تو صرف اسی صورت کے ثابت [illegible] نے میں ہم یہ مان سکتے ہیں کہ اب دین اسلام سے بہتر کوئی اور دین اقوام عالم کے لئے اتحاد و محبت کا پیغام لایا ہے۔ غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آنجناب کے وجود مبارک سے ایک ایسا روحانی نقطہ مرکزیہ قائم ہو جاتا ہے جس پر ایمان لانے سے ایک عالمگیر روحانی اخوت کا قیام ہو جاتا ہے۔ اکثر غیر مسلم اصحاب نے جو اس امر پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ مختلف اقوام کو باہم متحد و مربوط کرنے میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ بے نظیر ہے لیکن انہوں نے یہ امر نہیں سمجھا کہ یہ عظیم معجزہ صرف اسی وجہ سے رونما ہوا کہ آنحضرت کے وجود مبارک اور ذات اقدس اور قرآن کریم کی کتاب نے ایک بین الاقوامی اخوت کی بناء ڈالی جن کا وجود عالمگیر روحانی حیثیت کا حامل ہے۔ اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ یہ صرف دین اسلام کی خصوصیت ہی ہے اور یہ صرف آنحضرت کے عالمگیر مرکزی وجود کی برکت کے باعث ہی ہوا ہے جس نے اپنے وجود اقدس و مبارک کے گرد جمیع اقوام عالم کو جمع کرنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ اخوت اسلامیہ ایک عالمگیر روحانی برادری ہے جس میں ہر قوم و ہر رنگ اور زبان، ہر طبقہ و علاقہ کے لوگ شامل ہو کر اپنے اندرونی اختلافات کو بھول کر اپنی روحانی اخوت و اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس کا ایک ظاہری نظارہ ہر سال حج کے موقعہ پر نظر آتا ہے جب جملہ اقوام و نسل اور رنگ و ملک کے لوگ خانہ کعبہ میں جمع ہو کر اس کے گرد گھومتے ہیں۔ یہ آنحضرت صلعم کا مرکزی وجود مقدس ہی ہے کہ جس نے اپنے واحد علم تلے جمیع اقوام عالم کو بلا تفریق رنگ و نسل و قوم و لسان اور طبقہ و علاقہ متحد و متفق کر دیا ہے۔ آنحضرت کی عالی ذات کا یہ عظیم و منفرد معجزہ ہے جو خدا تعالےٰ کی مشیت سے ظہور میں آیا ہے اور جس کا مقصد جمیع اقوام کو اخوت و اتحاد میں منسلک کرنا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص بھی آنحضرت کی ذات اقدس [illegible] اور آنجناب کی صداقت اور قرآن کریم کے آخری شریعت

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

اللہ تعالیٰ کے رنگ سے رنگین ہو کر اس کی صفتِ رحیمیت اپنے اندر پیدا کرو

کائنات کی ہر شئے خدا کی حکمت سے قائم اور مصروفِ عمل ہے

خطبہ جمعہ۔ ۶ ستمبر ۱۹۷۴ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

(مرتبہ عبدالرؤف کھوکھر)

فرمایا:- میں نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی ہے۔ جسے مسلمان اپنی پنجوقتہ نمازوں میں دہراتے ہیں۔ صبح کی نماز میں چار مرتبہ۔ ظہر میں بارہ مرتبہ، عصر چار دفعہ، تمام ۵ مرتبہ اور عشاء کی نماز میں ۱۷ بار یہ سورۃ پڑھی جاتی ہے۔ یہ سورت قرآن کریم کا خلاصہ ہے۔ قرآن کریم میں ہر جگہ ذکر ہے کہ میں سارے جہان کا خالق ہوں، اور سب کی ربوبیت کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایک جملہ میں قرآن کریم کا خلاصہ الحمد للہ رب العالمین۔ میں بتا دیا۔ اور رسول کریم صلعم کے ذریعہ ہمیں اپنی نمازوں میں اسے بار بار پڑھنا سکھلایا۔ دیکھو لو۔ ایک ملک کی سیاست چلانا کتنا مشکل ہے، اس کے مقابلہ میں زمین و آسمان کی حکومت، سمندر، خشکی اور بحر و بر کی حکومت میں گائے بھینس سے لے کر سمندر کی ایک مچھلی تک اور زمین کی ایک چیونٹی تک وہ سب کی پرورش کا سامان کرتا ہے۔ شیر، ہاتھی، اور ہرن چرند و پرند سب کے مختلف الخلقت اور متضاد فطرت ہونے کے باوصف اسی زمین پر سب کی روزی اور زندگی اور حفاظت کا سامان موجود ہے۔ یہ ستارے یہ چاند، یہ سورج، سب اپنی اپنی جگہ پر خدا کی حکمت سے قائم اور مصروفِ عمل ہیں۔ سورج کی گرمی کے باعث ساری مخلوق کے لئے پیداوار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اس کی پرورش اور ربوبیت کے سامان بھی پیدا فرمائے۔ اس کے احسانات کو دیکھ کر ہمارے منہ سے بے اختیار نکل جاتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین اس سے پہلے قل نہیں فرمایا، جیسا کہ قل ھو اللہ احد، فرمایا۔ بلکہ یہاں انسان کی فطرت کہ وہ محسن کے آگے جھکتا اور اس کی تعریف کرتا ہے۔ خود بخود پکار اٹھتی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین، ان اشیاء کو پیدا کرنے کے بعد ان کی ربوبیت کرنے والا خدا فرماتا ہے کہ قل ھو اللہ احد۔ کہو اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ صرف وہی عبادت کے لائق ہے، سورۃ فاتحہ کو نماز میں بار بار دہرانے کا یہی فائدہ ہے۔ کہ آپ اپنے اندر صفات الٰہی پیدا کریں تخلقوا باخلاق اللہ۔ خدا کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ اس کی صفتِ رحیمیت کو اپنے اندر پیدا کرو جس طرح وہ رب العالمین ہے۔ اپنے دوست و دشمن اور مخالف و موافق سب کی پرورش کرتا ہے۔ اسی طرح تمہارے فیض سے تمہارے مخالف بھی محروم نہ رہیں۔ کیا پیارا جملہ ہے الحمد للہ رب العالمین۔ دنیا بھر کے فلاسفر اور فضلاء نیز الہامی ہونے کی دعویدار کتابیں اس جملہ کی مثال لانے سے عاجز ہیں۔ حضور صلعم نے اس جملہ کے مقابلہ میں ایسا ہی ایک فقرہ پیش کرنے کی مخالفین کو دعوت دی۔ مگر مخالف ناکام رہے۔ خدا کی قدرت اس کی ربوبیت کائنات سے نظر آتی ہے۔ اس لئے وہ ہماری حمد ثنا اور ستائش کا مستحق ہے، یہ انسان کی فطرت کی آواز ہے۔ مکھی کے پاؤں اور پر سے اس کی قدرت نظر آتی ہے بے چارہ انسان تو کیڑے کی ایک ٹانگ بنانے پر بھی قدرت نہیں رکھتا۔ فرمایا والسماء ذات الرجع آسمان سے بارش آتی ہے۔ اگر بارش نہ آئے تو تم بلبلا اٹھتے ہو اور پکارتے ہو کہ اے اللہ بارش برسا کہ ہم پر اپنا فضل فرما دے۔ کیونکہ بارش پر زمان کی ہر شئے کی حیات کا دارومدار ہے۔ جعلنا من الماء کل شئی حی۔ پانی پر ہی زندگی کی بنیاد ہے۔ سب چیزوں کی زندگی پانی پر موقوف ہے۔ ہمارے باغات، ہماری کھیتیاں، سبزیاں بارش کے بغیر کچھ بھی نہیں۔

اسلام سلامتی کا مذہب ہے۔ یہ غیر مذاہب کے تمام بزرگوں کا احترام سکھاتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ تمہارا خدا ساری دنیا کا رب ہے مسلمان کسی کو ستا نہیں سکتا۔ جس نے مخلوقِ خدا کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ کامیاب ہو گیا۔ اسلام نے تو جانوروں پر بھی ظلم کرنے سے منع کیا ہے۔ حضور صلعم سفر میں جب کبھی پڑاؤ ڈالتے سب سے پہلے جانوروں اور مویشیوں کی دیکھ بھال کا حکم صادر فرماتے تھے۔ غرضیکہ یہ سورت بار بار پڑھنے سے اس کا اثر ہمارے دل و دماغ پر اور اعضاء پر بھی ہونا چاہیئے۔ رحمۃ للعالمین ساری مخلوق کے لئے رحمت بن کر آئے تھے۔ وہ ہر جاندار کے حق میں رحمت تھے۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو عقل و فہم عطا کیا ہے۔ زبان سے کہنے کا کردار پر بھی اثر ظاہر ہونا چاہیئے۔ یہ تعلیم کتنی جامع ہے جسے مختصر کر کے سورۃ فاتحہ میں رکھ دیا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ کے پھانسی پر لٹک جانے پر ایمان لایا جائے تو انسان نجات پا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی کے مصلوب ہو جانے سے باقی انسانوں کے اخلاق و کردار پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی نمونہ نہیں۔ اور خدا کی جانب ایسی غلطی کا انتساب درست نہیں۔

پس اس سورت فاتحہ کو نمازوں میں بار بار دہرانے کا مقصد یہ ہے کہ تم خدا کے رنگ میں رنگے جاؤ۔ ومن احسن من اللہ صبغۃ اور اللہ کے رنگ سے بہتر اور کونسا رنگ ہے اخلاق کا یہ کتنا اونچا سبق ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے حضور رسولِ مقبول محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ ہمیں دیا ہے۔ تمہاری گفتگو، حرکات و سکنات، انسانوں سے میل جول اور برتاؤ میں الٰہی رنگ نظر آئے۔ تجارت میں حکومت میں، جن لوگوں کو تم سے واسطہ ہے، ان سے سلوک میں صفات خداوندی کا اظہار کرو۔ اگر یہ صفات تم میں نہیں ہیں۔ تو پنجوقتہ نمازوں میں سورۃ فاتحہ صرف طوطے کی طرح دوہرا لینے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں۔

اس سورت کے پڑھنے کا مقصد صرف یہی ہے۔ کہ اس پر عمل کر کے حسنِ کردار کا مظاہرہ کیا جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان اس پر عمل درآمد کر کے بادشاہ بن گئے۔ اس امت میں اس کی برکت سے اولیاء پیدا ہوئے۔ مجدد آئے۔ چودھویں صدی میں بھی ایک مجدد آیا۔ جسے آپ نے اور میں نے قبول کیا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے مشن دنیا میں اشاعت اسلام کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمیں اپنے فرائض پہچاننے چاہئیں۔ غیر مسلموں سے بھی حسنِ سلوک کا حکم ہے فتح مکہ کے بعد حضور صلعم کی خدمت میں ایک سال کفار کے کثرت سے وفد آئے یہ سال، عام الوفود کہلاتا ہے۔ حضورؐ نے عیسائیوں کے وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا۔ اور انہیں اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔ انہیں اپنے ہاتھ سے کھانا تک کھلاتے رہے۔ سیرت کی کتابوں میں اس کا ذکر ہے۔ کہ حضور نے ہر وفد کا احترام کیا اور ان کے اکرام کا بھی خاص اہتمام فرمایا۔ میں نے حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی، ان میں خدائی صفات دیکھیں۔ جو آپ میں بھی ہونی چاہئیں۔ یہ ابتلاء کے ایام ہیں۔ ان میں خصوصیت سے ذکر الٰہی کرو۔ اور محمد رسول اللہ صلعم پر کثرت سے درود بھیجو۔ تاکہ آزمائش کی اس بھٹی سے آپ کندن بن کر نکلیں۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر۔

قرآن کریم میں تذکرہ انبیاء ـــــ حضرت آدم علیہ السلام

قرآن کریم میں انبیاء کرامؑ کے تذکرے پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس سے قرآن کریم کی غرض کوئی قصہ یا کہانی بیان کرنا نہیں تھی بلکہ مختلف قوموں کی بعض خصوصیات کا ذکر کرنا اور ان واقعات کا بیان کرنا ہے جن میں آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کے متعلق یا اسلام کے درخشاں مستقبل کے بارے میں پیشگوئیوں کے رنگ میں اشارات پائے جاتے ہیں۔ نیز ان مقدس ہستیوں کے واقعات سے آنحضرت صلعم کو تسلی دینا ہے اور یقین دلانا ہے کہ بالآخر حق، راستبازی اور صداقت غالب آتی ہے، اور اس کے مخالف بے نیلِ مرام رہتے ہیں۔ قرآن کریم ان حالات کو بیان کرتے وقت تفاصیل میں نہیں جاتا اور نہ ہی ان احکام شریعت کو شرح اور بسط سے بیان کرتا ہے جو وقتاً فوقتاً ان برگزیدہ ہستیوں کے ذریعے لوگوں کو دیئے گئے یا دعوت الی الحق کا ردِ عمل کیا ہوا۔ البتہ ہر نبی کی دعوت کی موٹی موٹی باتیں ضرور بیان کرتا ہے۔ مثلاً توحید باری تعالےٰ۔ خدا کی عبودیت کا اقرار، بنی نوع انسان سے حسن سلوک اور اخلاق فاضلہ کی تعلیم۔ اسرائیلی اور غیر اسرائیلی انبیاء کے ذکر میں ہم دیکھتے ہیں کہ دین کے بنیادی اصول ہمیشہ ایک ہی رہے ہیں۔ قرآن کی ابتدائی سورتوں میں ان حالات کا ذکر اجمال سے ہے اور جہاں کہیں تفصیل سے ذکر آیا ہے وہ اس زمانے کی سورتیں ہیں جب آنحضرت صلعم کی مخالفت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اور بلاشبہ اس سے مقصود معاندین اسلام کو آگاہ کرنا ہے کہ سنت اللہ کے مطابق وہ اس سزا اور ناکامی سے نہیں بچ سکتے جو ان کی قوت اور جمعیت کے باوجود اس کے لئے مقدر ہے۔ یہاں یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ ہر ایک نبی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوا تھا مگر حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے متعلق آتا ہے کہ وہ تمام قوموں کے لئے بھیجے گئے۔

قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کی تاریخ پیدائش مذکور نہیں۔ نہ ہی یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی پیدائش کیونکر ہوئی یا یہ کہ وہ پہلے انسان تھے جن کی تخلیق ہوئی۔ حضرت امام محمد بن علی الباقرؒ سے جو اہلِ تشیع کے بارہ اماموں میں سے ہیں منقول ہے کہ ہمارے باپ آدم سے پہلے لاکھوں آدم گزر چکے ہیں۔

امام الصوفیہ ابن العربیؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں کہ ہمارے آدمؑ سے چالیس ہزار سال پہلے ایک اور آدم ہو گذرا ہے۔ امامیہ ایک دوسری روایت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ جس کے مطابق ابو البشر آدمؑ سے پہلے تیس آدم گذر چکے ہیں۔ جن کے بعد یہ کرۂ ارض پچاس ہزار سال غیر آباد رہا۔ پھر اس کے پچاس ہزار سال قبر آباد رہنے کے بعد آدم کی پیدائش ہوئی۔

مزید براں قرآن شریف میں یہ بھی ذکر نہیں کہ آدم کیونکر وجود میں آیا۔ اس بارے میں قرآن کریم بائبل کے مسئلہ تخلیق کو تسلیم نہیں کرتا ہاں یہ ضرور کہتا ہے کہ اس کی پیدائش مٹی سے ہوئی۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ ہر ایک انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے:۔

"اے لوگو اگر تمہیں جی اُٹھنے میں شک ہے تو (غور کرو) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے ......"

(۲۲ : ۵)

"وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر وہ تمہیں بچہ بنا کر نکالتا ہے ......" (۴۰ : ۶۷)

"اس کے ساتھی نے اسے کہا اور وہ اس سے باتیں کر رہا تھا کیا تو اس کا انکار کرتا ہے جس نے تجھے (پہلے) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھے پورا انسان بنایا۔" (۱۸ : ۳۷)

انسان کی پیدائش مٹی سے شروع ہوتی ہے اور ہر انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے جس نے ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اچھا بنایا اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر اس کی نسل ایک نچوڑ سے، ٹھیرائی (یعنی) کمزور پانی میں (آجاتا ہے) پھر اسے ٹھیک بنایا اور اپنی رُوح اس میں پھونکی اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔" (۳۲ : ۷ - ۹)

پس انسان کے مٹی سے پیدا کئے جانے سے مراد اس کا مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا جانا ہے۔ یہ خلاصہ نطفہ کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اور نطفہ ایک بہ مختلف صورتوں سے گذر کر نطفہ کی صورت اختیار کرتی ہے۔ زمین سے اُگتی ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بالفاظ قرآن کریم اللہ تعالےٰ کی رُوح ہر فرد بشر میں پھونکی جاتی ہے۔ اس رُوح سے مراد نفسِ حیوانی نہیں بلکہ نفس ناطقہ ہے جس کا دوسرا نام عقل انسانی یا تمیز ہے اور جس کی بدولت انسان نیک و بد کی پہچان کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نفخ رُوح کے معاً بعد یہ لفظ آتے ہیں: "اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے"۔

قرآن کریم بائبل کے اس بیان کو بھی تسلیم نہیں کرتا کہ حوّا آدم کی پسلی سے پیدا کی گئی تھی (پیدائش باب ۲ - آیات ۲۱ - ۲۲) بلکہ اصل سے مراد اسی جنس اور نوع سے ہے۔ کیونکہ دوسرے مقام پر آتا ہے کہ انسانوں کے زوج یا بیویاں انہیں کے نفسوں سے پیدا ہوئی ہیں۔ (عربی لفظ نفس کے معنی جنس یا نوع ہیں)

"اور اللہ نے تمہارے لئے تم سے ہی عورتیں بنائیں" (۱۶ : ۷۲)

"اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم پیدا کیا۔" (۳۰ : ۲۱)

شیطان اور آدمؑ کی آویزش جو آدم کے قرآنی تذکرے کی سب سے بڑی خصوصیت ہے کا ذکر سات مختلف موقعوں پر ہے۔ چار دفعہ ابتدائی مکی سورتوں میں (الزمر ۳۸ : ۷۱ - ۸۵) - (بنی اسرائیل ۱۷ : ۶۱ - ۶۵) - (الکہف ۱۸ : ۵۰) (طٰہٰ ۲۰ : ۱۱۶ - ۱۲۴) دوسری مرتبہ آخری مکی سورتوں میں (الحجر : ۲۶ - ۴۴) (اعراف ۷ : ۱۱ - ۲۵) اور ابتدائی دور کی ایک مدنی سورت (البقرۃ ۲ : ۳۰ - ۳۹) میں۔ اس واقعہ کی اصل حقیقت جاننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک ہی موضوع پر مختلف مقامات پر بیان کئے گئے واقعات کو یکجا کر کے ان کا موازنہ کیا جائے چنانچہ پہلے ہم تخلیق آدم کو لیتے ہیں:۔

"جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں ......" (۳۸ : ۷۱)

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں انسان کو سوکھی ہوئی مٹی سیاہ کیچڑ سے جو متغیر ہو چکا ہے پیدا کرنے والا ہوں۔" (۱۵ - ۲۸)

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں ......" (۲ : ۳۰)

ان آیات میں سے پہلی دونوں آیات میں ایک انسان کی پیدائش کا ذکر ہے مگر تیسرے موقعہ پر ایک ایسی ہستی کا ذکر ہے جو اس زمین پر حکمرانی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اب پہلی دونوں صورتیں اپنی عمومیت اور تیسری صورت اپنی خصوصیت کے باعث نسل انسانی کے بارے میں ہے نہ کہ صرف ابو البشر حضرت آدمؑ کے لئے۔ اس لحاظ سے آدم کے تذکرے میں فی الحقیقت ساری نسل کا ذکر ہے۔ انسان کی خلافت یا حکمرانی میں اس بلند مرتبہ کی طرف اشارہ ہے جہاں پر پہنچنا انسان کے لئے مقدر ہو چکا تھا یعنی نہ صرف ادنےٰ مخلوق اور حیوانات کو تابع فرمان بنا لینا بلکہ کائنات کا بھی مسخر کر لینا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بار بار آتا ہے:

انسان کی ابتدائی اور ایک ادنےٰ حالت کا ذکر صرف ایک موقعہ پر آتا ہے:۔

"سو جب میں اسے تکمیل کو پہنچاؤں اور اپنی روح میں سے اس میں پھونکوں ......" (۱۵ : ۲۹)

یہ وصف بھی انسان میں پایا جاتا ہے۔ مگر انسان کو حکمرانی کا ملکہ دیا جانا سورۃ البقرہ میں مذکور ہے :۔

"اور آدم کو سب کے نام سکھائے" (۲ : ۳۱)

اور یہ وہ علم ہے جو ملائکہ کو بھی نہ دیا گیا تھا۔ (۲ : ۳۲) انسان کی عظمت درحقیقت اس علم میں ہی مضمر ہے اور یہی وجہ ہے کہ تخلیق آدمؑ کی تکمیل کا ذکر کرتے ہوئے پہلے دو موقعوں پر فرشتوں کو اس کی فرمانبرداری اختیار کرنے کا حکم موجود ہے اور اس کو علم الاشیاء دیئے جانے کا بیان تیسرے موقعہ پر (البقرہ - ۳۰)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ آدمؑ کے تذکرہ کی اہم خصوصیت ملائک کو آدم کی فرمانبرداری اختیار کرنے کا حکم دیا جانا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہستی ہے بلکہ اس کائنات میں اس کا مقام بعد از خدا سب سے بلند۔ اشرف اور اعلےٰ ہے۔ اور یہ اس کو علم الاشیاء دیئے جانے اور اس میں اکتساب علم کی صلاحیت رکھے جانے کی وجہ سے ہے۔ جس کی بدولت وہ کوشش کرکے بتدریج علم حاصل کرتا ہے اب رُوح اللہ تو اس میں پہلے ہی موجود ہے۔ چنانچہ وہ اس نور کی مدد سے بلند سے بلند مقام حاصل کر لیتا ہے۔ جس طرح اس عالم آب و گل میں علم انسان کے لئے نئی شاہراہیں کھول رہا ہے اور نئے نئے انکشافات ہو رہے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح عالم روحانی میں علم الہیات کے طفیل وہ اعلےٰ اور ارفع زندگی پا لیتا ہے جو کامل طور پر یوم حشر اجساد کو ظاہر ہوگی۔ اب ان ساتوں موقعوں پر جب ملائک کو آدمؑ کی فرمانبرداری اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو ابلیس کی نافرمانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ابلیس شیطان کے لئے گویا اسم معرفہ ہے اور سورۃ الکہف[18] (۵۰) میں بمقابلہ فرشتوں کے جو اعلےٰ غیر مرئی مخلوق ہے ابلیس کا جنات یا ادنے غیر مرئی مخلوق میں سے ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس غیر مرئی مخلوق کا انسان کی روحانی زندگی سے ایک تعلق ہے۔ ملائک نیکی کی تحریک کرنے والے ہیں اور ابلیس خواہشات نفسانی اور جذباتِ سفلی کا محرک بن کر انسان کے ترقی کرکے کمال کو پانے کی راہ میں حائل ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۃ قٓ[50] (۲۱) میں شیطان یا بدی کے محرک کو ہانکنے والا اور فرشتے یا نیکی کی رغبت دلانے والے کو گواہ کہا گیا ہے۔ پس یہ یاد دلانے سے کہ ابلیس نے آدمؑ کو شیطان اُبھارتا ہے اور سنوار کر دکھاتا ہے فی الواقعہ اس کی ترقی کے راستہ میں روک ہیں۔ اس لئے زندگی کے اعلےٰ مقاصد حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شیطان یا نفس امارہ کو مطیع رکھا جائے۔ اس مفہوم کی تائید آنحضرت صلعم کے اس قول سے ہوتی ہے جس کے مطابق آپ نے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا تھا کہ اگرچہ عام انسانوں کی طرح میرے ساتھ بھی شیطان تھا مگر اپنے ربّ سے توفیق پاکر میں نے اس کو فرمانبردار کر لیا ہے۔ اسی وجہ سے شیطان اور اس کی ذریت کو نسلِ انسانی کا کھلا دشمن قرار دیا گیا ہے اور اس دشمن کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جب تک وہ ہتھیار نہ ڈالے۔

آدمؑ اور ان کی بیوی کے بارے میں دوسری قابلِ ذکر بات ان کا ایک باغ میں اتارنا ہے (طٰہٰ - الاعراف - البقرہ) جس کا بیان ایک جگہ یوں کیا گیا ہے :۔

"تیرے لئے یہ ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا رہے اور نہ ننگا رہے اور یہ کہ تو اس میں نہ پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں رہے" (۲۰ : ۱۱۸ - ۱۱۹)

پھر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ آدم اور اس کی بیوی کو کہا گیا :۔

"انہیں سے بافراغت کھاؤ۔ جہاں چاہو"

البتہ اتنی فہمائش ضرور کر دی گئی تھی کہ :۔

"اس درخت کے پاس نہ جاؤ ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے" (۲ : ۳۵ - ۷ : ۱۹)

آدم کو پھسلانے کے لئے شیطان نے انہیں فریب دیا (۷ : ۲۰) (۲۰ : ۱۲۰) یہاں یہ قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم اس واقعہ کے بارے میں بائبل کی تفاصیل کو صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ بائبل کہتی ہے کہ سانپ نے جو کل دشتی جانوروں سے چالاک اور مکار تھا حوا کو فریب دیا۔ پھر حوا نے آدم کو ورغلایا اور وہ حوا کی باتوں میں آ گئے۔ اس کے برعکس قرآن حکیم بتاتا ہے کہ آدمؑ یا آدم اور حوا کو پھسلانے والا شیطان تھا جو آدمؑ کے بیٹے اور بیٹی کو ... شیطان کے بہکانے سے آدم نے خیال کیا کہ شجرِ ممنوعہ ہمیشگی کا درخت

وہ یہ ہے کہ تمہارے رب نے تم کو اس درخت سے اس لئے روکا ہے کہ تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ" (۷ : ۲۰) چنانچہ وہ شیطان کے دام میں آ جاتے ہیں اور اس درخت کو چکھ ہی لیتے ہیں (۷ : ۲۲) اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ :۔

"سو دونوں نے اس سے کھایا تو ان کے عیب ان کے لئے ظاہر ہو گئے اور وہ جنت کے پتوں سے اپنے آپ کو ڈھانکنے لگے" (۲۰ : ۱۲۱، ۷ : ۲۲)

اب یہ واقعات صاف بتلا رہے ہیں کہ جس باغ کا یہاں ذکر ہے وہ اس خطۂ ارضی کا کوئی چمن زار نہیں بلکہ اطمینان اور سکونِ قلب کی وہ حالت ہے جس میں نہ کوئی آزار ہے نہ مشقت۔ اسی طرح جس درخت کے قریب جانے سے روکا گیا ہے "اس کو ہمیشہ اس درخت" کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔ یہ اشارہ قریب اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ وہی درخت ہے جس کا ابھی ابھی ذکر ہوا ہے یا یہ درخت وہی ہے جو معروف ہونے کے باعث مزید تعارف کا محتاج نہیں۔ پس جیسا کہ سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ شجر ممنوعہ تو نافرمانی یا بدی کا درخت ہے۔ کیونکہ سورۃ ابراھیم[14] (۲۴ - ۲۵) اور دوسرے مقام پر نیکی اور بدی کو دو درختوں سے تشبیہہ دی گئی ہے یعنی شجرِ طیبہ اور شجرِ خبیثہ۔ اس توجیہہ کی تائید شیطان کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ جب اس نے اسے "ہمیشگی کا درخت" (۲۰ : ۱۲۰) کہہ کر انسان کو فریب دیا (۷ : ۲۲) گویا یہی درخت ہے جو انسان پر موت لاتا ہے یعنی بدی کا درخت۔ اس درخت کی حقیقت کا پتہ سورۃ الاعراف[7 : 22] اور سورہ طٰہٰ ۲۰ : ۱۲۱ سے بھی چلتا ہے۔ جہاں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ اس درخت کے چکھنے سے "ان کے عیب ان کے لئے ظاہر ہو گئے" درحقیقت یہ انسان کا ضمیر ہے جو شہادت دیتا ہے کہ انسان نے کوئی برا کام کیا ہے۔ اور معصیت کا ارتکاب لازماً پشیمانی لاتا ہے اور اس کا نفس لوامہ اسے ملامت کرتا ہے۔ جنت کے پتوں سے اپنے آپ کو ڈھانکنے کی کوشش میں اشارہ ایسے فعل کی طرف ہے جب لغزش کے بعد انسان کو اپنی کمزوری کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ تلافی مافات کی کوشش کرتا ہے۔

اس بارے میں آگے چل کر قرآن کریم نے اس حقیقت کو بالکل واضح کر دیا ہے جب دو ایسے لباسوں کا ذکر کر دیا جن میں سے ایک تو دنیاوی یا بدنی لباس ہے اور عیبوں کو ڈھکنا اور زینت کا باعث کا باعث ہے اور دوسرا اشعار یا روحانی لباس جو بدی سے بچاتا ہے اور بہتر لباس ہے (۷ : ۲۶) اس حالت کی عمومیت اگلی آیت سے بھی ظاہر ہے جہاں فرمایا :۔

"اے بنی آدمؑ شیطان تم کو دکھ میں نہ ڈال دے۔ جس طرح تمہارے ماں باپ کو باغ سے نکلوا دیا۔ ان سے ان کا لباس اتروا دیا تاکہ ان کو ان کے عیب دکھا دے۔ وہ اور اس کی جماعت تم کو ایسی طرح پر دیکھتے ہیں کہ تم ان کو نہیں دیکھتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے" (۷ : ۲۷)

اس سے اگلی آیت میں ان ناشائستہ حرکات کا ذکر ہے جن کے کفار مرتکب ہوتے ہیں یہ آیت بھی اسی مفہوم کی تائید کرتی ہے کہ شجرِ ممنوعہ سے مراد فی الحقیقت بدی کا شجرِ خبیثہ ہے۔ یہ حقیقت کھل جانے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں باغ سے مراد ایک روحانی باغ ہے جہاں سکون و اطمینانِ قلب پایا جاتا ہے۔ پھر اس باغ کی یہ کیفیت کہ انسان کے لئے وہاں نہ بھوک ہے نہ پیاس (۲۰ : ۱۱۸) بلکہ اسے "کھانے کو بافراغت ملیگا" (۲ : ۳۵) بھی اسی مفہوم کی تائید کرتی ہے۔ قرآن کریم کے ان واقعات کو استعارہ اور تمثیل کے رنگ میں بیان کرنے کا ثبوت سورۃ طٰہٰ کی آیت ۱۲۴ سے ملتی ہے۔ جہاں فرمایا :۔

"اور جو کوئی میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے" (۲۰ : ۱۲۴)

جہاں تنگی کی زندگی میں اشارہ اس روحانی زندگی اور اخلاقی زندگی میں فرومائیگی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں اطمینان قلب کہا جاتا ہے۔ انسان کو بدی کی تحریک کرنے کے باعث شیطان کو جو سفلی جذبات اور نفسانی خواہشات کا محرک ہے اس سے نکال دیا جاتا ہے :۔

"کہا تو اس (حالت) سے نکل جا کیونکہ تو دور کیا گیا ہے۔ اور تجھ پر میری لعنت قیامت کے دن تک ہے۔" (۳۸: ۷۷-۷۸)(۱۵: ۳۴-۳۵)

آدمؑ بھی جن سے نافرمانی عمداً نہیں بلکہ سہواً ہوئی تھی:

"مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا عزم نہ پایا" (۲۰: ۱۱۵)

جنت سے نکالا جاتا ہے مگر تھوڑے عرصہ کے لئے تاکہ وہ اپنے دشمن شیطان کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑ سکے:۔

"نکل جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اُٹھانا ہے"۔ (۲: ۳۶)

اعلیٰ مقام کو حاصل کرنے جس سے وہ کبھی نکالا نہ جائے۔ چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ آدمؑ اور اس کی بیوی نے التجا کی:۔

"انہوں نے کہا اے ہمارے رب۔ ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اگر تو ہماری حفاظت نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم یقیناً نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔" (۷: ۲۳)

یہ دعا قبول کی گئی اور قادر مطلق سے مدد اور توفیق پاکر آدمؑ نے شیطان نے فتح پائی:۔

"پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ باتیں سیکھیں پس اس نے اس پر رحمت سے توجہ کی۔" (۲: ۳۷)

"پھر اس کے رب نے اسے چن لیا۔ پس اس پر رحمت سے متوجہ ہوا اور اسے راستہ دکھایا (۲۰: ۱۲۲)

یہ حالات اگر خاص کر آدم کو پیش آئے تو آدمؑ کی ذریت بھی ان ہی حالات سے گذرتی ہے۔ خدا تعالےٰ کی وحی اور ہدایت کی رہنمائی میں خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کر کے انسان ایسے محفوظ مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں نہ صرف شیطان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا مطیع اور فرمانبردار بن جاتا ہے بلکہ نہ شیطان کے ورغلانے کا کھٹکا باقی رہتا ہے اور نہ ہی بدی کر کے اس پر پچھتانے کا:۔

"پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت پر چلا نہ ان کو ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (۲: ۳۸)

"سو اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہو گا نہ تکلیف میں پڑے گا" (۲۰: ۱۲۳)

اس تذکرے کی تفاصیل کا غور سے مطالعہ اس کے بدیہی تمثیلی رنگ میں اور اس کے مقصد یعنی ہر انسان کا فرض ہے کہ قوائے بہیمیہ اور نفس امارہ پر غالب آنے کے لئے جد وجہد کرے۔ کے پیش نظر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اس تذکرے کے واقعات قرآن کریم نے بائبل سے مستعار نہیں لئے بلکہ بائبل کے فسانوی بیان کے بالمقابل واقعہ کی اصلیت بیان کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

(بسلسلہ صفحہ ۲)

روشن ہو گئی۔ اور جو اخلاق کرم اور جود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زہد اور قناعت اور اعراض عن الدنیا کے متعلق تھے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں آنحضرت صلعم سے پہلے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گذرا جس کے اخلاق ایسی وضاحت تامہ سے روشن ہو گئے ہوں کیونکہ خدا تعالےٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرتؐ پر کھول دیئے

خوشی پہنچائی سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نان جو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں پر آنحضرت نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا۔ اور اس دن سے جو ظہور فرمایا تا اس دن تک جو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا اور ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر معرکہ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا۔ خالصاً خدا کے لئے کھڑے ہو کر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلا دی۔

غرض جود اور سخاوت اور زہد اور قناعت اور مردمی اور شجاعت اور محبت الٰہیہ کے متعلق جو جو اخلاق فاضلہ ہیں وہ بھی خداوند کریم نے حضرت خاتم الانبیاء میں ایسے ظاہر کئے کہ جن کی مثل نہ کبھی دنیا میں ظاہر ہوئی اور نہ آئندہ ظاہر ہو گی۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام میں اس قسم کے اخلاق بھی اچھی طرح ثابت نہیں ہوئے کیونکہ یہ سب اخلاق بجز زمانہ اقتدار اور دولت کے بہ پایۂ ثبوت نہیں پہنچ سکتے اور مسیح کے اقتدار اور دولت کا زمانہ نہیں پایا۔ اس لئے دونوں قسم کے اخلاق اس کے زیر پردہ رہے اور جیسا کہ شرط ہے ظہور پذیر نہ ہوئی۔

پس یہ اعتراض مذکورہ بالا جو مسیح کی ناقص حالت پر وارد ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل حالت سے مندفع ہو گیا۔ کیونکہ وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک نبی کے لئے متمم اور مکمل ہے اور اس ذات عالی کے ذریعہ سے جو کچھ امر مسیح اور دوسرے نبیوں کا مشتبہ اور مخفی رہا تھا۔ وہ چمک اُٹھا اور خدا نے اس ذات مقدس پر انہیں معنوں کر کے وحی اور رسالت کو ختم کیا کہ سب کمالات اس وجود باجود پر ختم ہو گئے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۵۰ - صفحہ ۲۶۳ حاشیہ نمبر ۱۱)

جماعت کو نصیحت

"ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے، وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ان سب پر ایمان لاویں۔ اور صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجتماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ (حضرت مرزا غلام احمدؒ)

قارئین پیغام صلح سے گذارش

پریس کی مشکلات کی وجہ سے ہم پیغام صلح باقاعدہ شائع کرنے سے قاصر رہے ہیں جس کے لئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ اب بفضلہ تعالےٰ پریس کا خاطر خواہ انتظام ہو گیا ہے۔ اس لئے ستمبر کے اختتام سے قبل ہی پرچہ باقاعدہ آپ کی خدمت میں پہنچنے لگے گا۔ بدلے ہوئے حالات نے ہمیں موقع دیا ہے کہ ہم زیادہ توجہ معارف قرآن، اسوۂ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے عالمگیر پیغام اصلاح اخلاق اور خدمت خلق کی طرف مبذول کریں۔ اس لئے مضامین نگار احباب اپنی تمام خداداد صلاحیتیں اس کام پر لگا دیں تاکہ خدا کا پیغام اقصائے دنیا تک پہنچ سکے۔ (ادارہ)

ہمارا علمِ کلام

مجدد وقت کا ایک بڑا کام یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ضرورت زمانہ کے مطابق ایک نیا علم کلام پیدا کرے۔ آج مسلم احباب انگریزیت کے توغل سے کچھ ایسے دور چلے گئے ہیں کہ وہ مصطلحات مذھبی سے بھی ناواقف ہو چکے ہیں۔ حتے کہ ہم میں سے بہت تھوڑے ہیں جو علم کلام کے مفہوم سے بھی آشنا ہوں۔ یوں تو علم کلام کی بہت سی شاخیں ہیں۔ معانی، منطق اسی کی شرح ہیں۔ لیکن میں علم کلام کا وہ حصّہ بتا رہا ہوں جیسے مذھبی ابحاث میں علی العموم لایا جاتا ہے۔

اس زمانے نے ایک نیا فلسفہ دیکھا جس کی ابتدا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدعی مجددیت کے ایام میں ہوئی۔ چنانچہ آپ نے اسی غرض کے لئے ایک زبردست کتاب حجۃ اللہ البالغۃ لکھی۔ مگر اس فلسفہ کا زور ہمارے زمانے میں آ ہوا۔ یونانی فلسفہ کی بنیاد زیادہ تر نظریات پر تھی۔ لیکن جدید فلسفہ ان نظریات کو پیش کرنے لگا جن کی بنیاد عموماً مشاہدہ و تجربہ ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ موجودہ نظریہ کی بنیاد بھی محکم ہوتی ہے۔ بعض وقت وہ بھی مغالطہ سے پاک نہیں ہوتے۔ سر سید علیہ الرحمۃ نے اس فلسفہ کے مسلمات کو قبول کر کے اس کے آگے عموماً گردن جھکا دی۔ اور بعض جگہ اس کے تطابق میں قرآن کو بھی معرض تاویل میں لایا گیا۔ چونکہ مشہودات ہی اس فلسفے کی بنیاد ہیں اس لئے جدیدہ علوم نے وجدانی یا عامہ طور پر غیر محسوس امور سے انکار کرتے ہوئے مکالمہ الٰہیہ سے بھی انکار کیا۔

حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ نے سر سید علیہ الرحمۃ کے بالعکس راستہ اختیار کیا آپ نے قرآن کریم کو تاویل سے بچایا۔ آپ نے ہر جگہ قرآن کریم کے لفظی معنے لئے۔ پھر اس کے برخلاف جن غلط نظریات کو فلسفہ جدیدہ نے پیش کیا۔ اسے عقلیہ طور پر توڑ کر قرآنی حقائق کا تفوق ان پر ثابت کیا۔

حضرت مرزا صاحب کی تحریر میں یہ کمال ہے کہ آپ نے باریک سے باریک مسائل کو سریع الفہم طریق پر موٹے سے موٹے الفاظ میں بیان کر دیا۔ یہی رنگ ان کے علم کلام میں بھی ہے۔ میں ذیل میں آپ کے پیدا کردہ علم کلام میں سے چند باتوں کو بیان دیتا ہوں جو آپ کے بعض شاگردوں نے مذاہب دیگر کے مقابل بطور علم کلام پیش کیں۔ لیکن آپ کے شاگردوں نے جو کچھ بھی لکھا یا نئے اصول بحث تجویز کئے وہ سب کے سب حضرت مرزا صاحب کے کلام سے اخذ کردہ ہیں۔ میں یہاں دس اصولوں کو لکھتا ہوں۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ باتیں خود قرآن کی ہی تعلیم کردہ ہیں۔ ضرورت کے وقت مبلغین اسلام انہیں اس چشمۂ حکمت سے نکال لیتے ہیں:۔

(۱) سب سے اول سنہ ۱۸۹۳ء میں جناب مرزا صاحب نے ایک نہایت زبردست ہی نہیں بلکہ اچھوتا اصول قائم کیا۔ اس وقت آپ امرتسر میں عیسائی قوم کے ساتھ سرگرم مباحثہ تھے۔ آپ نے مباحثہ کے شروع ہی میں فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی کتاب اگر کسی امر کی تسلیم کرے تو اس کے دلائل بھی تو دے۔ یعنے اپنے دعوے کے ثبوت میں خود ہی دلائل دے۔ مثلاً اگر خدا کی ہستی منوائے تو پھر اس کی ہستی کے دلائل بھی دے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی امر تحکمانہ طور پر تعلیم ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ . . . . . . کہ خدا کی کتاب تو خود خاموش رہے اور اس کے ماننے والے خدا کے اس نقص کو بطور وکیل پورا کریں۔ یہ اصول نہ صرف بداہت حقہ تھی بلکہ بظاہر ہر اہل کتاب کے مفید نظر آتی تھی۔ اس لئے فریق ثانی نے اس اصول کو جلد مان لیا۔ اس نے سمجھا کہ عیسائی معتقدات کے ثبوت میں خارجی دلائل تو شکل سے پیدا ہوں گے۔ لیکن آیات انجیل کو اپنے عقائد کے ثبوت میں پیش کر دینا مشکل نہ ہوگا۔ مگر اسے جلدی ہی سمجھ آ گئی کہ اس اصول کو مان کر مذہب کیا دوران کی کتاب الہامی بھی خاک میں مل گئی۔ اول تو عیسوی عقائد کا پتہ ہی انجیل میں نہیں ملتا اور اگر کوئی بات کہیں کھینچ تان کر انجیل سے نکلی بھی تو وہ بذات خود ایک دعوے تھی۔ مثلاً ابنیت مسیح کے ثبوت انہیں بتلایا گیا کہ یہ تو بذاتِ خود انجیل کا ایک دعوے ہے اور انہیں کا فرض تھا کہ وہ اپنے الفاظ میں ہی مسیح کے ابن اللہ ہونے کے دلائل دے ہم اسے مان لیں گے تو یہ امر محال ہو گیا۔ چنانچہ جو کچھ انہوں نے لکھا وہ مصادرہ الی المطلوب تھا۔

الغرض جو بات بھی انہوں نے انجیل سے پیش کی وہ بذاتِ خود ایک دعوے تھا اس کے ثبوت میں انجیل سے وہ کوئی دلیل پیدا نہ کر سکے۔ اگرچہ مرزا صاحب نے اس وقت تو عیسائیوں کے مقابل اسلامی علم کلام میں اس اصول کو ایزاد کیا۔ لیکن یہ اصول کچھ ایسا جامع ثابت ہوا کہ وہ ہر مذہب کے پرکھنے میں ایک معیار صحیح نکلا۔ چنانچہ حضرت کے اس وضع کردہ ایک اصول پر مجھے دوسروں کی مقبولہ کتب سے ایک کتاب بھی ایسی نظر نہیں آتی جو اس مطالبہ کو پورا کرے۔ مثلاً عیسائی۔ یہودی۔ آریہ مسلمان سب کے سب خدا کی ہستی کے قائل ہیں۔ لیکن قرآن کے سوا اس ہستی برتر کے متعلق کسی کتاب نے کوئی دلیل نہیں دی۔ ایسا ہی یہ سب کے سب مذہب حیات بعد الموت اور الہام کے قائل ہیں مسلمانوں کی طرح عیسائی اور یہودی۔ قیامت، حشر اجساد، حیات بعد الموت اور الہام کے قائل ہیں۔ یہ باتیں تو ہر مذہب میں بطور صداقت مانی گئی ہیں۔ لیکن ان امور کے منوانے کے لئے کسی کتاب نے قرآن کے سوا کوئی دلیل عقلیہ نہیں دی۔ مثلاً ہر ایک نے کہا کہ موت کے بعد ہم پھر زندہ ہوں گے۔ لیکن جب دلائل طلب کئے گئے تو قرآن کے سوا کسی کتاب میں کوئی دلیل نظر نہ آئی۔

یہ زمانہ تو دلائل عقلیہ کا ہے۔ اس لئے مسلم دنیا کے علاوہ باقی زمانہ نے ان امور سے آخر کار انکار کر دیا۔ جناب مرزا صاحب کے اس اصول سے ایک اور اصول مستنبط کیا گیا جسے میں نے مغرب میں استعمال کیا اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی الہامی کتاب دوسرے مذاہب کے بعض مسلمات کو تسلیم نہ کرے تو اس کتاب میں ان باتوں سے صریح انکار ہو اور ساتھ ہی تردید میں عقلیہ دلائل بھی دیئے گئے ہوں۔ مثلاً مسلمانوں کی طرح عیسائی اور یہودی تناسخ اور قدامت مادہ کے قائل نہیں۔ لیکن ان باتوں کا ذکر تک تو انجیل، تورات میں نہیں۔ ان کی تردید کا ہونا تو امر دیگر ہے۔ بالمقابل قرآن کریم نے نہ صرف ان عقائد باطلہ کا ذکر کیا۔ بلکہ ان کی تردید میں دلائل عقلیہ بھی دیئے بالمقابل اگر تناسخ اور قدامت مادہ کے ماننے والوں سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ وید میں سے ان عقائد کے ثبوت میں دلائل دیں۔ تو وہ بھی ایسا نہیں کر سکتے۔ الغرض مرزا صاحب کا یہ اصول کچھ اس قسم کا مضبوط ہے کہ اس کے مقابل کوئی متدعویہ الہامی کتاب کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اور اس زمانہ دلائل و منطق میں اس اصول سے کون انکار کر سکتا ہے۔

۲ ۔ آپ نے دوسرا اصول یہ باندھا کہ خدا کی کتاب وہی ہو سکتی ہے جس میں ہر ضرورتِ انسانی کا علاج ہو۔ وہ سب فطری تقاضات کو سامنے رکھے اور انہیں پورا کرے۔ یعنی خدا کی کتاب فطرتِ انسانی کی اصلاح کے لئے آئے، نہ یہ کہ مہلک فطرت ہو۔ اس مطالبہ کو بھی قرآن کریم کے سوا کوئی کتاب پورا نہیں کرتی۔ بلکہ عیسائی عقائد اس لئے اب مانے نہیں جاتے کہ وہ مہلک فطرت ہیں۔

۳ ۔ ایک اور اصول حضرت نے یہ باندھا کہ مذہب اگر تربیت انسانی کے لئے آتا ہے تو اس کتاب میں کل انسانی جذبات کی تربیت و تعدیل کا سامان ہو۔ اس کی تشریح میں جو کچھ آپ نے لکھا اور جس وضاحت سے لکھا وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ آپ نے تو اس امر میں در اصل علم الاخلاق کا ایک دریا بہا دیا۔ اور میرے نزدیک یہ وہ کام تھا جو ایک مجدد کے شایاں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ انسان کا نفس حیوانی جذبات کا مجموعہ ہے جذبات فرداً فرداً تو مختلف حیوانات میں بھی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کل انسان میں آ جمع ہوتے۔ وہ حالت پیدائش کے وقت اپنی حالتِ طبعی میں ہوتے ہیں جس طرح وہ حیوانات میں پائے جاتے ہیں۔ مذہب کا یہ کام نہیں کہ ان کو ذبح کر دے کیونکہ سب کے سب جذبات عطیہ الٰہی ہیں۔ وہ تو کسی محل و توقع کے لئے ہوتے ہیں ہر ایک کا محل استعمال الگ الگ ہوتا ہے۔ کتاب اللہ کا فرض ہے کہ اول وہ ان سب جذبات کے تعدیل میں لانے کی تعلیم دے۔ اسی کا نام تکمیل نفس ہے۔ پھر ان کا محل و موقع بتلائے [illegible] جذبات [illegible] جب اپنے اپنے محل و دقع پر استعمال ہوتے ہیں تو ان کا نام اخلاق [illegible] مرزا صاحب [illegible] ان طبعی جذبات

کے محل، موزوں پر استعمال کرنے کا نام خُلق رکھا پھر فرمایا کہ یہی اخلاق جب ایثار کے رنگ میں آکر خلق اللہ کی خدمت میں لگ جاتے ہیں۔ تو انسان میں روحانیت کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔

۴ ۔ آپ نے فرمایا کہ مذہب الٰہیہ انہی جذبات کو اخلاق اور پھر روحانیات میں منتقل کرنے کا نام ہے۔ محض رسمیات کے مجموعہ کا نام مذہب نہیں ہوتا۔ اگر خدا کی پرستش کا نام مذہب ہے تو وہ پرستش بھی تعمیر اخلاق کے لئے ہونی چاہیئے۔ مثلاً قرآن جو بندے تعیں اللہ کو منوایا اس کے سوشیئوں (صفات) کو ہمارے سامنے پیش کیا۔ انہیں کا نام اخلاق الٰہیہ ہیں۔ ان کے ننانوے نام تو حدیث میں آئے جو قرآن سے لئے گئے۔ لیکن قرآن نے ایک نام اس کا رب بھی رکھا ہے۔ ان اخلاق الٰہیہ میں متخلق ہونے کا نام قرآن نے مذہب رکھا (ومن احسن من اللہ صبغۃ) وہ اخلاق الٰہیہ در اصل ایک کامل اور ارفع انسان کے اخلاق ہیں۔ اور ان کی ضرورت مذہبًا ہی نہیں بلکہ ہر جگہ ان اخلاق پر علی وجہ التجرد تو ایک دہریہ بھی حرف نہیں لا سکتا۔ ایک لا مذہب بھی انہیں زیور انسانیت سمجھے گا۔ حضرت نے کہا کہ خدا کی کتاب نہ صرف عبادت الٰہیہ کا یہ طریق بتلائے بلکہ ان اخلاق کے پیدا کرنے کا راستہ بھی بتلائے۔ اسی امر کا نام شریعت اسلامی ہے۔ یہ امر بھی قرآن کریم کے سوا کسی کتاب میں نظر نہیں آتا۔ قرآن نے ان اخلاق کی تشریح میں صحیفہ قدرت ...... کی طرف بھی اپیل کی ہے۔

۵ ۔ ان اصول (نمبر ۳ و ۴) کی تشریح میں حضرت مرزا صاحب نے نبی کامل کے لئے یہ شرط لگا دی کہ اس کی زندگی میں اس قسم کے مواقع پیدا ہو جائیں کہ جن کے ماتحت یہ سارے اخلاق ظاہر ہوں ورنہ اخلاق منفیہ کچھ چیز نہیں۔ یعنی اس قسم کا وعظ کرنا کہ فلاں فلاں چیز کرو یا نہ کرو۔ واعظ کے اخلاق منفیہ میں داخل ہو سکتے ہیں لیکن حقیقی خلق یہ ہے کہ وہ اس سے ظہور بھی پائیں۔ مثلاً کسی انسان کے اندر دیگر امور نا جائز کی تحریکات ہوں۔ اس میں بدی کرنے کی طاقت بھی ہو وہ اس فعل بد کو دوسروں کی نگاہ سے چھپا بھی سکے۔ اس پر وہ بدی نہ کرے تو وہ باخلق سمجھا جائے گا جیسے کہ حضرت یوسف نے ایک مصری عورت کے مقابل اپنی عصمت کو قائم رکھا۔ ایسا ہی مصیبت کے وقت غالب دشمن کے مقابل اسے زبانی معاف کر دینا کوئی خوبی نہیں۔ عفو حقیقی اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب انسان کو اذیت پہنچے۔ وہ اس اذیت پر صبر کرے۔ پھر اس پر وہ وقت بھی آجائے کہ جب اس کے دشمن اس کے قدموں میں ہوں۔ اس میں انتقام کی طاقت بھی ہو لیکن وہ معاف کر دے۔ اس قسم کے خلق عظیم کا مظہر صرف خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں۔

۶ ۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ جسم سے کوئی الگ چیز روح نہیں بلکہ حیوانی جذبات تعدیل میں آکر جب انسان کے نفس کو حالت مطمئنہ تک پہنچا دیتے ہیں تو اس حالت میں انسان کے اندر وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح ہے۔ روح کی پیدائش اخلاق فاضلہ سے ہوتی ہے جو بذات خود جذبات حیوانیہ سے پیدا ہوتے ہیں اور جذبات کی پیدائش جسم سے ہوتی ہے۔ گویا روح جسم کا ایک بالغ بچہ ہے۔ روح اور جسم کی بحث قدیم الایام سے اسلامی علم الکلام میں چلی آتی ہے۔ لیکن قرآن کی تعلیم جیسا کہ سورۃ المؤمنون سے پایا جاتا ہے یہی ہے۔ مرزا صاحب نے ان امور کو ضیاء طبع کے طور پر نہیں لکھا بلکہ یہ وہ بنیادی اصول ہے جس سے ایک طرف عیسائیت اور دوسری طرف تناسخ اور قدامت مادہ وغیرہ کی بنیاد نکل جاتی ہے۔ میں نے مفصل طور پر اپنی انگریزی تصنیفات میں یہ بحثیں کی ہیں۔

۷ ۔ انسان ایک پاک اور بالقویٰ مکمل فطرت لے کر آیا ہے۔ اس فطرت کی تربیت کے لئے مذہب آتا ہے۔ یہ فطرت ناقص نہیں ہوتی اس فطرت کی بنیاد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے لیکن یہ وہ فلسفہ ہے کہ جو مسئلہ گناہ ازلی کو باطل ٹھہرا کر عیسائیت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتا ہے۔ اسی طرح اس فلسفہ سے تناسخ کے عقیدہ میں بھی تزلزل پیدا ہو جاتا ہے۔ جب ہر انسان فطرت سلیمہ لے کر دنیا میں آتا ہے تو سابق جنم کے تاثرات کہاں گئے۔ حضرت کے خدام نے اس فلسفہ کو بھی مفصل لکھا۔ اور عیسائیت کے خلاف یہ تو ایک ایسا حربہ مغرب میں استعمال ہوا کہ اس کی ضرب نے کلیسیت کو چکنا چور کر دیا۔ قربان جاؤں حضرت خاتم النبیین کے کہ کس طرح وہ عام فہم الفاظ اور سادہ ہی سرلیع الفہم طریق پر ایک اصول تعلیم کرتا ہے جو مذاہب باطلہ کے مضبوط قلعوں کو توڑ دیتا ہے۔

۸ ۔ یہ امر بھی قرآن کا ہی تعلیم کردہ ہے۔ اور میں نے تو اسے ایک فیصلہ کن دلیل کی شکل میں مغرب میں استعمال کیا۔ قرآن نے اس امر کو بہت ہی واضح طور پر لکھا ہے لیکن علم طبائع اس سے کچھ ایسی اجنبی ہو گئیں کہ جب حضرت مرزا صاحب نے اس بات کو پیغام صلح میں لکھا تو اس پر سخت مخالفت ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم خدا کے ہادی یا رسول کی بعثت سے محروم نہیں رہی۔ ہر ایک قوم کو مذہب حقہ خدا کی طرف سے ملا۔ لیکن بعد میں انسانوں نے اختلاف پیدا کر لیا۔ اور مذہب حقہ میں آمیزش کر دی۔ اس اصول کو حضرت مسیح موعود نے اپنی وفات سے چند دن پہلے بیان کیا۔ میں نے دیکھا کہ جہاں میں نے مخالفین اسلام کے سامنے اس بات پر زور دیا ان کی مخالفت نصف سے زیادہ کم ہو گئی۔ یورپ میں خاص کر اس تعلیم نے اسلام کی وسعت قلبی کو قائم کیا۔ اور ان کی نگاہ میں اسلام کا تفوق پیدا ہوا۔ حالانکہ یہ وہ اصول ہے کہ جس کو مان کر نبوت محمدیہ پر ایمان لانا لوازمات سے ہو جاتا ہے۔ جب ہر قوم کو خدا کی طرف سے ہدایت ملی۔ اور ہم نے ہر دوسری قوم کے نبی کو ہادی مان لیا۔ اور اس طرح خدا کی طرف سے تعلیم کا آنا ایک ضروری امر ہو گیا تو پھر جب جناب مسیح کے بعد دنیا کی کل کی کل کتب الٰہیہ اصلی شکل و صورت میں نہ رہیں اور اب قرآن کا محرف ہونا سب نے مان لیا تو کیا وجہ ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی تعلیم دوبارہ نہ آئے۔ وہ قرآن کی شکل میں آئی۔ اور قرآن اسلئے خاتم الکتاب ہے کہ وہ آج تک محفوظ ہے۔ یہ ایک سیدھا فلسفہ ہے اور قرآن نے بطور دلیل استعمال کیا ہے کہ یا تو پرانی کتب میں سے کوئی کتاب آنے والوں کو ملے یا کوئی نئی کتاب آئے۔

۹ ۔ مرزا صاحب نے ایک موٹا گُر یہ بتلایا کہ تم ہر ایک مذہب کے اصول کو علی وجہ التجرد نہ دیکھو بلکہ اس کی تنقیح و تجزیہ کرو۔ اس اصول کے اثر کو روزانہ اعمال پر دیکھو۔ اس کا اثر زندگی پر دیکھو۔ پھر اگر دیکھو کہ اس کا کیا نتیجہ ہے۔ اگر کوئی اصول عملاً مفید ثابت ہو تو وہ قابل قبول ہے ورنہ وہ ماننے کے قابل نہیں۔ مثلاً مسئلہ تناسخ کے رو سے ہمارا ہر ایک عمل کسی گذشتہ عمل کے ماتحت ہوتا ہے۔ گویا جو بھی ہم کرتے ہیں وہ مشین کی طرح کرتے ہیں۔ ہم اس پر مجبور ہیں۔ جو ہم سے ہوتا ہے وہ پہلے ہی طے ہو چکا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ہم کوئی نئی نیکی نہ کر سکیں اور نہ بدی سے بچ سکیں۔ نہ کوئی نئی ترقی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ پچھلے جنم کے آثار و ظلال ہیں۔ مسئلہ کفارہ اسی طرح ہر خوبی و ترقی کو روکتا ہے مثلاً بیماریاں اگر کسی گزشتہ جنم کی بد عملی کا نتیجہ ہیں۔ تو وہ اس بدی کے تناسب پر ہو کر رہیں گی۔ پھر کیوں علاج کیا جائے۔ تناسخ کے ماننے پر اس قسم کا جمود ایک ضرورت منطقیہ ہے۔ اسی طرح جب کفارہ پر ہی نجات منحصر ہے تو کسی حسن اعمال کی کیا ضرورت ہے۔ الغرض اس نویں اصول کے ماتحت ہمیں اسی عقیدہ کو تسلیم کرنا چاہیئے جو عمل میں آکر مفید ثابت ہو سکے۔

۱۰ ۔ عیسائیت کے خلاف جو یہ دسواں اصول پیدا ہوا۔ وہ نہ صرف اپنی نوعیت میں نیا ہی تھا بلکہ اس نے اس مذہب کا ہی خاتمہ کر دیا۔ یہ بیان کیا گیا کہ مذہب کلیسوی کی کوئی تعلیم، کوئی عقیدہ، کوئی روایت، کوئی رسم عبادت حتیٰ کہ مصطلحات کلیسیا تک بھی ان سب میں ایک امر بھی ایسا نہیں جو قدیمی کفار نے مذاہب سے مسروقہ نہ ہو۔

مجھ کو خدا کی عزت و جلال کی قسم ہے

کہ میں مومن اور مسلمان ہوں اور میں ایمان رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کے فرشتوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ اور میں ایمان رکھتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں۔ (حضرت مرزا غلام احمدؑ)

احباب جماعت کی خدمت میں

اپیل

حالیہ فسادات میں مختلف مقامات پر جماعت کے بہت سے احباب کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ بعض کے مکانات جلائے گئے، سامان لوٹا گیا، دکانوں کو آگ لگائی گئی، اور انہیں روزی کے ذریعہ اور زندگی بھر کے جمع شدہ اثاثہ سے محروم کر دیا گیا ہے۔ کئی دوست جو ہزاروں روپے کے مالک تھے اب تہیدست ہیں اور قوتِ لایموت کے ذرائع بھی نہیں رکھتے۔ ایسے حالات میں اسلامی اخوت اور جماعتی تعلق کا تقاضا ہے کہ اپنے ان محروم بھائیوں کی دل کھول کر مدد کی جائے اور انہیں اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں اور روزگار کا کوئی ذریعہ اختیار کر سکیں۔

اس غرض کے لئے میں احبابِ جماعت کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے متاثرہ بھائیوں کی امداد کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم بطور چندہ ارسال فرما دیں۔ تاکہ مزید توقف کے بغیر مستحقین کی امداد کی جا سکے۔ جن احباب نے ابھی تک سالانہ زکوٰۃ ادا نہیں کی ان سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے بھی درخواست ہے اس خصوصی، ہنگامی فنڈ کی فراہمی کے لئے انجمن نے ایک کمیٹی مقرر کی ہے جس کے ممبران بھی احباب سے رابطہ پیدا کریں گے اور میں عمومی رنگ میں اپیل کے طور پر اور مزید تاکید کی غرض سے یہ چند سطور لکھ رہا ہوں۔ یہ وقت ایثار اور قربانی کا ہے اور اللہ تعالٰے کے فرمان

وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

پر عمل کرنے کا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اوّلین فرصت میں اپنا عطیہ محاسب انجمن کے نام ارسال فرما دیں۔ والسلام

صدرالدین ۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور

۲۴ راگست ۱۹۷۴ء

(بسلسلہ صفحہ ۱۱)

اختلاف [illegible] ہے غیر مسلم یہ [illegible] کرے گا۔ کہ مذہب اسلام میں یہی اختلاف موجود ہے کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو غلط قرار دے رہا ہے۔

اسی طرح دعوتِ اسلام کا دروازہ بند کرنے کا سبب فرقہ پرستی ہوئی ہے۔ فرقہ پرست رہنماؤں سے گذارش ہے کہ فرقہ پرستی کو ختم کریں نفسیاتی فطرت سے مجبور ہیں تو خدا کے واسطے ایک مسلمان کو خارجِ اسلام تو نہ سمجھیں۔

میری اس گذارش کے باوجود کوئی [illegible] فرقہ کسی فرقہ کے مسلمان کو خارج اسلام قرار دینا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں تو ایک مسلمان کو خارجِ اسلام کے مسئلہ پر شرعی بحث کی دعوت کا اعلان کریں۔ انشاء اللہ [illegible] شرعی بحث کی دعوت قبول کرے گا۔ اس اعلان کا مقصد (سورہ آل عمران پارہ [illegible]) کی آیت کی یاد داشت کرانا ہے۔ اور سوشلزم لفظ کی تائید قرآن سے ثابت ہونے کی دلیل پیش کرنا ہے۔ کیونکہ لفظ سوشلزم کا شرعی مسئلہ [illegible] میں ڈال دیا گیا۔ اس کی وضاحت کرنا میرا فرض سمجھ کر سوشلزم لفظ کی وضاحت کیا ہوں [illegible]

ہونے کا اقرار کرتا ہے وہ اخوتِ اسلامیہ کا رکن ہو جاتا ہے۔ آپ پر ایمان لانے کے بعد کسی اور شخص کی ذات پر ایمان لانا ضروری نہیں اور کسی صورت میں بھی ایسے شخص کو خارج از اسلام قرار دینا دینِ اسلام کی اس بنیادی خصوصیت یعنی تنظیم و اتحاد عالمگیر اخوتِ اسلامیہ کی نفی کرنا ہے۔ یہ عظیم اصول اور بنیادی خصوصیت اس قدر روشن اور نمایاں ہے کہ اس کے ماننے میں کسی مسلمان کو کلام کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد صد چہاردہم رح نے جہاں دیگر اصلاحی اقدام کئے وہاں انہوں نے مسلمانوں کی توجہ ہمیشہ اس طرف مبذول کرائی کہ تمہاری قوت وطاقت اور رشتۂ اخوت، واتحاد کا مرکزی نقطہ آنحضرت کی ذاتِ مبارک و مقدس ہے۔ جو فرد یا قوم اور جماعت آنحضور کے علم کے تلے آنے کا اقرار کرتے ہیں۔ آنجناب کو آخری پیغامبر یقین کرتے، قرآن کریم کو آخری کتاب تسلیم کرتے اور شریعت محمدیہ کے بعد کسی نئی شریعت کے نزول کے قائل نہیں وہ تمام اخوتِ اسلامیہ کے فرد اور اسلامی برادری کے رکن مانے جانا چاہئیں، ع

کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی
گر تو داری خوفِ حق روز بیخ کفر خود برآر
گیاکلمی تکفیر قوم خود چہ کار کردہٗ
[illegible] مردی جہودے را بابہ اسلام اندر آر

یہ امر قابلِ افسوس وصدمہ ہے کہ عام طور پر مسلمان قوم نے آنحضور کی اس عظیم خصوصیت معجزہ کو عملی رنگ میں نہیں مانا بلکہ یہ امر اور بھی تکلیف دہ ہے کہ خود حضرت مجددِ وقت کے ماننے والوں میں سے ایک طبقہ نے بھی اس حقیقت کو نہ جانا۔ تکفیر کلمہ گویاں ایک عظیم نقصان ہے اس سے جس قدر جلد تمام مسلمان رجوع کریں اسی قدر ان کی عالمگیر اخوت ومحبت کے تقاضے پورے ہوں گے اور جس قدر اس سے ہم دور ہوتے جائیں گے اسی نسبت سے نہ صرف اسلامی اخوت کا رشتہ پاش پاش ہو گا بلکہ خود آنجنابؐ کی ذاتِ اقدس پر بھی مخالف حرف دیکھیں گے۔ (ا۔ب)

میں قرآنی آیات کے ترجمہ کو نہیں بدلا گیا بلکہ موجودہ زبان کے مطابق ان آیات کی حقیقت کو واضح کیا ہوں۔ سابقہ ترجمہ سمجھنے کی صلاحیت اس دور کے عوام میں نہیں ہے۔ اسلئے اس ترجمہ کو آسان کیا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نصیحتی ارشادات۔ برسراقتدار کو منتہی ہدایت علین مانتا ہوں کہ تم میں ذاتی طور پر مقدس لوگ بہت ہیں۔ مگر خلافت امر دیگر ہے۔ ایک شخص نے کہا آپ کا بیٹا عبداللہ بڑا لائق ہے۔ آپ نے فرمایا اے شیطان تو میرے پاس سے ہٹ جا۔ اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا تو زندگی بھر کسی خلافت کے قریب نہ آجانا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم دو میں سے ایک خلیفہ تجویز ہوگا۔ تم میری نصیحت سنو کہ دوسرے مسلمانوں پر اپنے رشتہ داروں کو فوقیت نہ دو تمام مسلمانوں کو ایک گھر کا کنبہ سمجھ کر کام کرو ورنہ تم خود بھی تباہ ہو جاؤ گے اور تمہارے ساتھ دوسرے مسلمان بھی تباہ ہو جائیں گے۔ اس تباہی کا بوجھ تمہاری گردن پر رہے گا۔ یہ کام ایسا ہے کہ ہر ذی عقل اس کام سے دور بھاگتا ہے۔

سوشلسٹ علامہ محمد عمر منتظم مسجد بلال۔ نزد اپوا کالج موسیٰ کالونی فیڈرل بی ایریا۔ کراچی۔
(۱۵ر شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ)

ہفت روزہ پیغام صلح ۔ ۲ر اکتوبر ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۸ ۔ شمارہ ۳۶

عرفات پریس تھارٹن ... روڈ لاہور میں باہتمام خالد عمر صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔
چیف ایڈیٹر : ڈاکٹر اللہ بخش
ایڈیٹر : غلام نبی مسلم

جلد ۶۱ | چہار شنبہ - ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ - ۹ اکتوبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۳۷

خدا کے آخری پیام نسخۂ شفا قرآن حکیم کو دُنیا کے ہر انسان تک پہنچاؤ

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح نسلِ انسانی تباہی و بربادی کی طرف دوڑی جا رہی ہے اور قریب ہے کہ یہ لوگ آگ کے گڑھے میں گر کر بھسم ہو جائیں۔۔ وہ نسخۂ شفاء جس سے نسلِ انسانی بچ سکتی ہے وہی ہے جس نے ایک دفعہ پہلے تباہ ہوتی ہوئی نسلِ انسانی کو بچایا یہ خدا کا آخری کلام ہے۔ یہ قرآن ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے مگر ہم اس نسخۂ شفاء کو دُنیا میں نہیں پہنچا رہے۔ اس کے پہنچانے کے لئے ایک پاک نفس جماعت کی ضرورت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کام کی بنیاد اپنے ایک مامور کے ہاتھ سے رکھوائی۔ اور اس کو چودھویں صدی کے سر پر مجدّد بنا کر بھیجا کیونکہ نفوس کو پاک وہی کر سکتا ہے جس کو خدا نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہو۔ اس کے پاس بیٹھنے والے جانتے ہیں کہ اس کے دِل میں قرآن اور حضرت محمد مصطفٰے صلعم کا کس قدر عشق تھا۔ اس عشق کی آگ اس کے سینے میں ایسی مشتعل تھی کہ جو اس کے پاس جا کر بیٹھا اس کے سینے میں بھی ایک چنگاری اسی آگ کی پڑ گئی اور رہنما رہا بلکہ لاکھوں سینے روشن ہو گئے۔ اور آج وہ چنگاری کچھ مدھم نظر آ رہی ہے۔ اپنے اپنے سینوں کو ٹٹولو کیا تمہارے دلوں میں وہ امام زمان کی ڈالی ہوئی چنگاری کی گرمی موجود ہے۔ اگر ہے تو وہ حرکت... کیوں نہیں؟ جو امامِ زمان کے پاس بیٹھنے والوں میں نظر آتی تھی۔ تمہارا قدم دیوانہ وار آگے کیوں نہیں بڑھ رہا؟ تم ہی وہ لوگ تھے جو اس عشق سے بیتاب ہو کر لوگوں کے دروازوں پر پھرتے تھے۔ اور ان کو اس نیک کام میں شامل ہونے کی دعوت دیتے تھے۔ آپ بھی ثواب حاصل کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ثواب میں شامل کرتے تھے آج تم میں وہ لوگ کیوں کم ہو گئے؟ تم ہی وہ لوگ تھے کہ دینی خدمات کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے تھے اور تم دیوانہ وار ملکوں میں نکل گئے کہ خدا اور رسولؐ کا نام اور خدا کا پاک کلام دنیا کو پہنچا دیں۔ تم نے کفرستانوں میں مسجدیں بنا دیں اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کر دیں۔ تمہارے مسلمان بھائی تمہیں گالیاں دیتے رہے مگر خدا کی راہ میں تمہارا جنون بڑھتا ہی چلا گیا۔ ہاں تم میں ہی وہ لوگ تھے جو اپنے دنیا کے کام کرتے ہوئے بھی دینی کاموں کو اسی طرح سرانجام دیتے تھے کہ زندگی وقف کرنے والوں سے بڑھ کر ان کا کام ہوتا تھا۔ آج وہ بہت کم نظر آتے ہیں۔ تم ہی مالدار اور غرباء تھے کہ جب کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو مالدار غرباء سے اور غرباء مالداروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر آج کوئی مالی تکلیف پیش آتی ہے تو تم قربانیاں کرنے کی بجائے یا خدا کی راہ میں جہاد کرنے کی بجائے گھر بیٹھے یہ مشورے کرتے ہو کہ فلاں مشن بند کر دو۔ قرآن کریم کی اشاعت کو بند کر دو۔ تو تم اب آگے بڑھنے کی بجائے اپنے قدم پیچھے ہٹانے لگ گئے۔ خدا کے پاک بندوں کی یہ حالت نہیں ہونی چاہیئے۔ ان کا قدم آگے بڑھتا ہے وہ سخت سے سخت مشکلات کے وقت قدم آگے ہی بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور خدا کی نصرت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

(اقتباس تقریر مولانا محمد علیؒ۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۰ء)

"گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم"

اسلام کے خلاف مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا تحریری ورثہ

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے اولین قائد اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سلام اللہ علیہ کے روحانی فرزند حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور نے زندگی بھر اسلام کے خلاف اُردو اور انگریزی زبانوں میں جو بلند پایہ تصانیف کیں اور جن کی موجودگی میں آپ کی اور آپ کی مؤید جماعت کی تکفیر کی گئی ہے ہم ان کی کتب کی فہرست نذرِ قارئین کرام کر رہے ہیں تاکہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، جناب غلام احمد پرویز، جناب ڈاکٹر اسرار احمد وغیرہم کے قلوب کو ٹھنڈک پہنچے اور مولانا مرحوم اور آپ کی جماعت کی تکفیر پر حقیقی مسرت کے ساتھ اپنے کارِ عظیم پر بغلیں بجاتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں۔

(ا) انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن
۲۔ بیان القرآن ۳ جلد (اُردو ترجمہ و تفسیر قرآن)
۳۔ سیرت خیر البشرؐ۔
۴۔ محمد دی پرافٹ
۵۔ فضل الباری ترجمہ و تفسیر صحیح بخاری۔
۶۔ تاریخ خلافتِ راشدہ
۷۔ دی ارلی کیلیفیٹ
۸۔ انگریزی ترجمہ قرآن بلا متن
۹۔ محمد اینڈ کرائسٹ
۱۰۔ نکات القرآن حصہ اوّل و دوم، سوم اور چہارم۔
۱۱۔ النبوت فی الاسلام (منکرین ختم نبوت کا مسکت جواب)
۱۲۔ احمد مجتبیٰؐ اسمہٗ احمد کی بشارت کا مصداق۔
۱۳۔ جمع قرآن
۱۴۔ مقامِ حدیث۔ (منکرین حدیث کی تردید)
۱۵۔ انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف دی ہولی قرآن۔
۱۶۔ ہسٹری اینڈ ڈاکٹرن آف بابی ریلیجن۔
۱۷۔ دی اسلامک انسٹیٹیوشن آف پریئر
۱۸۔ مقدمۃ القرآن (مستقل ذریعہ توالی)
۱۹۔ اسلام دی [illegible] ریلیجن آف [illegible]
۲۰۔ جمع [illegible]

۲۱۔ انٹروڈکشن ٹو حدیث
۲۲۔ سیلیکشن فرام دی ہولی قرآن
۲۳۔ کولیکشن اینڈ ارینجمنٹ آف دی ہولی قرآن۔
۲۴۔ دی ریلیجن آف اسلام
۲۵۔ دی مسلم پریئر بک
۲۶۔ مینویل آف حدیث
۲۷۔ دی نیو ورلڈ آرڈر
۲۸۔ ہسٹری آف دی پرافٹس
۲۹۔ لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمد
۳۰۔ پریئرز آف دی ہولی قرآن
۳۱۔ نیا نظام عالم (اسلام کی رُو سے)
۳۲۔ احادیث العمل
۳۳۔ پنجسورہ شریف (عربی متن، رومن انگریزی ترجمہ)
۳۴۔ ریویو آف ریلیجنز (۱۹۰۲ء سے ۱۹۱۳ء تک)
۳۵۔ خلافت اسلامیہ۔ بروئے قرآن و حدیث۔
۳۶۔ آخری نبیؐ
۳۷۔ مذہب کی غرض
۳۸۔ بیک ٹو اسلام
۳۹۔ بیک ٹو قرآن
۴۰۔ کال آف اسلام
۴۱۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔
۴۲۔ دی فائنلیٹی آف پرافٹ ہڈ (ختم نبوت)
۴۳۔ حضرت نبی کریم صلعم پر مظالم کے الزامات۔ (انگریزی)

۴۴۔ اچھوتوں کی مشکلات کا حل صرف اسلام میں ہے۔
۴۵۔ عالمگیر مذہبی انقلاب
۴۶۔ تقدیر۔ (انگریزی)
۴۷۔ مغرب میں تبلیغ اسلام یا اسلام کا دورِ جدید
۴۸۔ اسلام اور موجودہ جنگ
۴۹۔ حدوثِ مادہ
۵۰۔ آیت اللہ

۵۱۔ عصمتِ انبیاء
۵۲۔ غلامی
۵۳۔ فونڈر آف دی احمدیہ موومنٹ
۵۴۔ زندہ نبی کی زندہ تعلیم
۵۵۔ عیسویت کا آخری سہارا
۵۶۔ اسلامی قوانین شادی و طلاق
۵۷۔ شمائل شریفہ اُردو
۵۸۔ المسیح الدجال دیا جوج و ماجوج
۵۹۔ نماز اور ترقی کی تین راہیں۔ وغیرہم

(ب) تکفیر المسلمین اور اجرائے نبوت کی تردید میں کتب

۱۔ النبوت فی الاسلام۔ (قرآن، حدیث، اقوال بزرگان اور حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کی روشنی میں ختم نبوت پر بہترین تصنیف)
۲۔ ردِ تکفیر اہلِ قبلہ (۳) مسئلہ کفر و اسلام۔
۴۔ المصلح الموعود (۵) تحریک احمدیت۔
۶۔ احمد مجتبیٰؐ (۷) مسیح موعود اور ختم نبوت۔
۸۔ ختم نبوت انگریزی (۹) جماعت قادیان کی تبدیلی عقیدہ۔
۱۰۔ کیا حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا؟
۱۱۔ قادیانی جماعت اور مسلمانوں کی تکفیر۔
۱۲۔ خلیفہ قادیان کا ۱۹۱۴ء سے پہلے مذہب،
۱۳۔ جماعت قادیان اور ہر مسلمان کیلئے لمحہ فکریہ۔
۱۴۔ جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیان پر ایک نظر
۱۵۔ مسلمانوں کی تکفیر (۱۶) حقیقت اختلاف
۱۷۔ نبوت اور کفر پر ایک ایک بات
۱۸۔ اندرونی اختلافات (۱۹) بانی سلسلہ احمدیہ کے حالات
۲۰۔ نبی یا محدث (۲۱) ادعائے نبوت۔
۲۲۔ انکارِ نبوت اور ۱۹۰۱ء
۲۳۔ آخری نبی
۲۴۔ حضرت مسیح موعود کا حلفی بیان
وغیرہم۔

مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی ان خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مشہور انگریز نو مسلم مفسر قرآن علامہ محمد مارماڈیوک پکتھال نے مولینا کی کتاب ریلیجن آف اسلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

"کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے لاہور کے مولینا محمد علی صاحب سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں۔ انکے تصنیفی کارناموں کی وجہ سے تحریکِ احمدیت ایک خاص شہرت اور امتیاز کی مالک بن گئی ہے۔ میرے خیال میں یہ کتاب انکی سب سے اچھی تصنیف ہے۔ یہ اسلام کی تصویر ایک ایسے شخص کے قلم سے ہے جو قرآن و سنت تک واقف ہے۔ جس نے اس کا اس میں پچھلی پانچ صدیوں کے اسلام کے انحطاط کا ذکر ہے اور جس سے دل میں امید[illegible]

آئینِ پاکستان میں تازہ ترین ترمیم

یہ اتفاق مبارک ہو مؤمنوں کے لئے
کہ یک زباں ہیں فقیہانِ شہر میرے خلاف

اسلامی جمہوریہ پاکستان نے اسلام کے تحفظ و ترقی اور مسلمانوں کے اتحاد اور استحکام کی خاطر آئینِ پاکستان میں بالفاظِ ذیل ترمیم کی ہے:—

Any person who does not believe in the absolute and unqualified finality of the prophethood of Muhammad (Peace be upon him) the last of the prophets or claims to be a prophet in any sense of the word or of any description whatsoever after Muhammad (Peace be upon him) or recognises such a claimant as a prophet or a reformer is not a muslim for the purposes of the constitution or law (P.T. 8th Dec. 1974)

ترجمہ: جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط ایمان نہیں رکھتا یا جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعوے کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔"

(ترجمہ ہفت روزہ الاعتصام ۱۳ر ستمبر ۱۹۸۴ء)

ترمیم کے الفاظ کو بار بار پڑھئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ فقیہانِ اسمبلی کے پیشِ نظر اگر یہ امر نہ تھا کہ جس طرح ممکن ہو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اراکین کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے تو یہ امر واضح ہے کہ معزز واضعین ترمیم کے ذہن میں ختم نبوت کا کوئی واضح، متفقہ اور غیر مبہم تصور یا تعریف نہیں ہے "قطعی" (Absolute) "غیر مشروط" (Unqualified) ختم نبوت، "یا کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعوے" کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ آئین میں ترمیم کرتے وقت فقیہانِ ملک کے ذہنوں میں ایک سے زیادہ قسم کے نبی تھے۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآن حکیم اراکین اسمبلی کے تصور ختم نبوت اور اس غلط تصور پر مبنی ترمیم کی تائید کرتا ہے کہ نہیں چونکہ آئین پاکستان کی اساس قرآن و سنت پر ہے، اس لئے اگر قرآن و سنت "ختم نبوت" کی اس غیر متعلق تعریف کے مؤید نہیں تو اس ترمیم کی رُو سے قانون سازی کس حد تک عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے گی۔

ہمارا عقیدہ } احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ختم نبوت کے عقیدہ پر "مطلق" اور "غیر مشروط" ایمان رکھتی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی اور قصرِ نبوت کی آخری اینٹ یقین کرتی ہے۔ تکفیر المسلمین کی دشمن ہے اور گذشتہ ساٹھ سالہ تاریخ میں اپنی تاریخ کے باوجود آج تک کسی کلمہ گو کو کافر قرار نہیں دیا۔ اور کتاب و سنت کے مطابق زندگی گذارنے کو ہی معراجِ ایمان سمجھتی ہے، اس کا نعرہ ہمیشہ سے

ایک اللہ ـــ ایک کتاب ـــ ایک نبیؐ ـــ ایک اُمّت

رہا ہے۔ اور اسلام پر اسی ایمان و عمل نے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ اراکین اسمبلی کو ایک ایسی غلطی سے آگاہ کیا جائے جو قرآن کے خلاف اور اُمّت کے لئے مہلک ہے۔

قرآن کا موقف } قرآنِ حکیم کی رُو سے نبیوں کی ایک ہی قسم ہے۔ چنانچہ نبی وہ ہے جو خدا کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لئے کتاب لے کر آتا ہے۔ کوئی نبی کتاب کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس لئے قرآن کی رُو سے نبی ایک ہی قسم کا ہوتا ہے جیسا کہ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:—

۱- كان الناس أمة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين و منذرين وانزل معهم الكتاب بالحق (البقرہ ۲۱۳)

"ابتدا میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کجروی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل کی۔"

(ترجمہ مولانا مودودی صاحب)

۲- لقد ارسلنا رسلنا بالبينٰت وانزلنا معهم الكتاب والميزان - (الحدید ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری"

۳- سورۃ انعام آیت ۸۵ تا ۹۰ میں ۱۸ نبیوں یعنی حضرات نوحؑ، ابراہیمؑ، لوطؑ، اسحاقؑ، اسمٰعیلؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ، ہارونؑ، داودؑ، سلیمانؑ، ذکریاؑ، یحییٰؑ، عیسےٰؑ، الیاسؑ، الیسعؑ، یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔

اولٰئك الذين اٰتينٰهم الكتاب والحكم والنبوة -

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت دی۔"

۴- واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اٰتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه

(آل عمران ۸۰)

ترجمہ:- یاد کرو- اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ "آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت اور دانش سے نوازا ہے۔ کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا۔ (ترجمہ مولانا مودودی)

اس کے نیچے نوٹ میں جناب مودودی صاحب لکھتے ہیں:—

"یہاں اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبی سے یہی عہد لیا جاتا رہا ہے اور اسی بناء پر ہر نبی نے اپنی اُمّت کو بعد کے آنے والے نبی کی خبر دی ہے اور اس کا ساتھ دینے کی ہدایت کی ہے۔"

(تفہیم القرآن جلد اوّل ص ۶۹-۲۶۸)

اسی امر کی وضاحت اور تائید کرتے ہوئے جناب غلام احمد پرویز اپنی تصنیف لغات القرآن جلد چہارم میں لفظ ن ب أ (نباء) کے تحت لکھتے ہیں:—

"قرآن کریم نے واضح الفاظ میں بتادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو کتاب دی تھی، وانزل معهم الكتاب بالحق ...... ۲/۲۱۳ یہی الفاظ رسولوں کے لئے آئے ہیں (۵۷/۲۵) انبیاء کی انہی کتابوں کو ما اوتی النبيون من ربهم کہا گیا ہے، اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عیسےٰ نے کہا تھا: اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیاً۔ اللہ نے مجھے کتاب دی اور (اس طرح) مجھے نبی بنایا ہے، ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ ہر نبی صاحب کتاب ہوتا ہے۔"

علیہ السلام کے سلسلہ میں تحریک احمدیت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد بھی نبی کی تعریف کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

" انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کریں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۴۷)

"حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۵)

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں، یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں، یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے، اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔" (خط مطبوعہ الحکم ۱۷ راگست ۱۸۹۹ء)

پھر ان کی نظر میں نبی کے لئے کتاب اور شریعت لانا ضروری ہے اور جو شخص کتاب یا شریعت نہیں لاتا اور ساتھ ہی کسی دوسرے نبی کا اُمتی ہونا ظاہر کرے۔ وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اپنے متعلق فرمایا :۔

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب — ہاں ملہم ہستم و ز خداوند منذرم

میں رسول و نبی نہیں ہوں۔ اسی لئے کوئی رسالت و کتاب لے کر نہیں آیا۔ ہاں مجھے غیر نبیوں کی طرح الہام ہوتا ہے اور میں لوگوں کو خدا کی نافرمانی کے بد نتائج سے ڈراتا ہوں۔

اس سے بھی زیادہ وضاحت آپ نے اپنے مقام کی بلکہ ہر نبی اور غیر نبی کی وضاحت کرتے ہوئے وفات سے چند سال پہلے لکھا :۔

" ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے۔ کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

اس کے نیچے . . . . . . وضاحت کے لئے نوٹ لکھا :۔

" یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے، کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں، صاحبِ شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں، گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی (مسلمان - ناقل) کافر نہیں بن جاتا۔" (تریاق القلوب ص ۱۳۰ ۱۹۰۲ء)

اس "یاد رکھنے کے لائق نکتہ" میں آپ نے ختم نبوت اور اپنے غیر نبی ہونے کا اقرار کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا۔ محدثیت کا تھا۔ اسی لئے آپ کا منکر مسلمان مسلمان ہی رہتا ہے۔ اور شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ اور اب ان کی شریعت تا قیام قیامت جاری رہے گی۔

جدید طرز کا آئین } یہ تو ہے قرآن کریم کی رُو سے نبی کی تعریف کہ وہ صاحب کتاب ہوتا ہے اور قرآن کی شکل میں تکمیل کتاب کے بعد اب نہ کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتا ہے اور نہ ہی آسمان سے کتاب آ سکتی ہے اور نہ ہی جبرئیل کسی شخص پر وحی نبوت و رسالت کے ساتھ اتر سکتا ہے۔ لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان کا واحد آئین ہے کہ اس میں نہ اسلام کی مثبت تعریف اور حدود دو اربعہ دیا گیا ہے، نہ نبی اور آخری نبی کی تعریف کی گئی ہے اور نہ ہی قرآن وسنت کی واضح تعریف کی گئی ہے۔ یہ آئین سازی کا عجیب انداز ہے، کہ فلاں شخص مسلمان نہیں فلاں شخص ختم نبوت کا منکر ہے، اس آئین میں محض اسلام کو نہیں اس ملک کے ...... مختلف فرقوں کے کئی اسلاموں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اور صرف طاقتور، کثیر التعداد فرقوں کو نظر انداز کر کے کمزوروں پر نظر التفات کی گئی ہے، کیونکہ اگر اسلام اور مسلمان کی مثبت تعریف کی جاتی تو صرف احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اراکین مسلمان ثابت ہوتے جو خدا، قرآن اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں، ختم نبوت کو غیر مشروط طور پر مانتے ہیں اور ہر کلمہ گو کو دائرہ اسلام میں شامل سمجھتے ہیں، اور جنہیں آج

اس خطا پر ہیں مارا کہ خطا وار نہ تھے

اب اگر قرآن کی رُو سے نبی وہ ہوتا ہے جو کتاب لاتا ہے تو پھر آئین میں ایسی تعریف کی کیا ضرورت ہے . . . نبوت اور ختم نبوت کا مفہوم ہی واضح نہ ہو۔ غالباً اسی وجہ سے آئین میں نبوت اور ختم نبوت کی تعریف نہیں کی گئی۔ اگر ہمارا موقف درست ہے تو ہم اسمبلی کے قرآن و حدیث کے عالم، کتاب وسنت کے عامل، متقی و پرہیزگار، احکام شریعت کے پابند، منہیات شرعی کے دشمن، ملک میں دین کے احکام کے عین مطابق عدل و انصاف کے داعی اور شریعت محمدیہ کے مطابق قانون سازی کے اولین مستحق اہل الرائے فقیہوں سے متوقع ہیں کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں اور اسلام، مسلمان اور نبوت کی از سر نو مثبت تعریف کریں، ورنہ

اگر تو محی نہ ہی داد، روز دادے ہست

کتاب وسنت کی مثبت وضاحت کے بعد فقہائے اُمت کو حق پہنچتا ہے کہ مناسب موقع دینے کے بعد کسی منکر کو اقلیت قرار دیں لیکن یہ مناسب نہیں کہ پہلے کسی جماعت کے اخراج از اُمت کا غلط یا درست فیصلہ کر لیا جائے اور پھر ایسی ترمیم کر لی جائے جو معتوب جماعت کو گرفت میں لے سکے یہ مصلحت اور سیاست تو شاید ہو۔ لیکن قرآن وسنت کے نام پر سیاست بارآور کبھی بارور نہیں ہوتی۔

اگر قرآن کی رُو سے نبی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ سے لوگوں کی ہدایت کے لئے کتاب لاتا ہے۔ اور اس تعریف کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی طور پر خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد اس اُمت کے لئے نہ کوئی جدید آسمانی کتاب آئے گی اور نہ ہی نبوت، تو پھر آئینی ترمیم میں ختم نبوت کے سلسلہ میں "قطعی" "غیر مشروط" "کسی بھی مفہوم میں یا کسی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ" کے الفاظ اس حقیقت کے غماز نہیں بلکہ ان الفاظ کے استعمال سے مترشح ہے کہ واضعین قانون کی نظروں میں غیر تشریعی، ظلی، بروزی، مجازی، ناقص، جزئی، لغوی اور عام نبوت بھی تعریف نبوت میں شامل ہے اور آئین میں ان نبوتوں سے بھی تحفظ دلانا مقصود ہے۔ کیونکہ منکرین ختم نبوت نے ان لفظوں کو اسلامی اصطلاح میں نبوت کی تعریف میں شامل کر کے ان کے نہ ماننے والوں کو کافر ٹھہرایا اور وحدتِ ملت میں شدید افتراق و انشقاق کا موجب ہوئے، لیکن اس ذہنی تحفظ کے ساتھ تعریفِ نبوت کو ان الفاظ تک وسعت دینا دین میں زیادتی اور زیادتوں کے حسن کو مجروح کرنا ہے۔ قرآن حکیم میں ان الفاظ کی گنجائش نہیں احادیث و اقوال صحابہ و آئمہ ان سے بے بہرہ ہیں۔ قرون وسطےٰ میں صوفیاء نے ملہم محدث، اولیائے اُمت اور متبعین کتاب وسنت کے ذکر میں فنا فی اللہ، فنا فی الرسول قطب، غوث، ابدال، بروز، ظل اللہ، ظل النبی وغیرہ کی اصطلاحات وضع کیں اور اُمت کے ایک مخصوص طبقہ علماء میں یہ اصطلاحات کسی نہ کسی صورت میں رائج ہو گئیں۔ ان علماء میں ابن عربیؒ، شیخ عبدالقادرؒ جیلانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور دیگر اولیائے اُمت خاص کر قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں سے کسی کے ذہن میں نہ تھا کہ ظل اللہ (اللہ کا سایہ کہنے سے) سے کوئی شخص خدا بن جاتا ہے۔ ظل النبی کہنے سے منصبِ نبوت پا لیتا ہے، یا فنا فی اللہ اور فنا فی النبی کہنے سے کوئی ولی ... خدا اور نبی کے وجود میں تحلیل ہو کر مقام الوہیت اور مقام نبوت حاصل کر لیتا ہے، یہی اصطلاحات حضرت مرزا صاحب نے استعمال کیں تو مخالفین نے ان الفاظ کے صدیوں پر پھیلے ہوئے اصطلاحی مفہوم کو نظر انداز کر کے انہیں تعریف نبوت میں شامل کر لیا اور جہاں نبوت کی تعریف کو قرآنی حدود سے باہر نکال لائے وہاں زبان کی فصاحت و بلاغت کو بھی اپنے حسن سے محروم کرنے کا ارتکاب کیا۔

اگر ہمارے علماء شوق تکفیر اور اخراج از اُمت میں تیزی نہ دکھاتے، اپنے ہی اکابر کی تحریروں کو ملحوظ رکھتے تو وہ اس بے اعتدالی، کاوش، قتل وغارت اور فساد ملک و اُمت سے بچ جاتے جس کے اثرات ہمیشہ اُمتوں کے لئے مضر ہوتے چلے آئے ہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور } مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے موقف کو لیجئے اور انصاف کیجئے کہ اسے کس جرم کی سزا دی گئی ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے منشاء کے عین مطابق بلکہ کسی قدر زیادہ اور واضح طور پر اس جماعت کا عقیدہ ہے کہ قرآن خدا کا آخری پیغام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں جن کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ ہی کوئی پرانا نبی (خضرؑ، الیاسؑ اور ادریسؑ یا

نزول کتاب ہوتا ہے اور قرآن نے اس کی ضرورت ختم کر دی ہے۔ اس اُمت میں آنحضرت کی کامل اتباع سے اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء سے ہم کلام ہوتا چلا آیا ہے اور ہوتا رہے گا۔ حضرت مرزا صاحب ان میں سے ایک تھے، ان کا دعوئے نبوت کا ہرگز نہ تھا، ولایت کا تھا، ان کے آنے سے پہلے بھی دین مکمل تھا اور آنے کے بعد بھی اس میں شوشہ کی کمی بیشی نہیں ہوئی، وہ اسلام کی صداقت پر ایک نشان تھے، جیسا کہ ہر ولی اللہ ہوتا ہے۔ وہ ہماری ایمانیات کا حصہ نہیں، ہاں انہوں نے اسلام کی تبلیغ کا جو سلسلہ قائم کیا ہم اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اور ملت کے لئے مبارک سمجھتے ہیں۔

نیا مدعی نبوت } حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور کا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا مدعی کافر، ملعون اور خارج از اسلام ہے۔ میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں

(مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم ص۳۳)

منکرین ختم نبوت } اسی طرح جو لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں وہ اسلام اور حضرت مرزا صاحب کی رُو سے دائرہ اسلام اور امت مسلمہ سے خارج ہیں۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:—

"میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم ص۳۳)

حضرت صاحب نے ان واضح ترین الفاظ میں فرما دیا ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی مانتا ہے، خواہ وہ مدعی نبوت ہو یا نہ ہو، وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہو کر قرآن کا منکر اور دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ دنیا میں بے شمار ایسے انبیاء اور اولیاء اللہ ہو چکے ہیں، جن کے ماننے والے ان کا مقام بڑھا کر شرک و کفر کے مرتکب ہوئے۔ برصغیر پاک و ہند میں حضرت سری کرشن جی اور حضرت سری رامچندر جی اس کی زندہ مثال ہیں۔ کہ انہیں اوتار (رسول) سے بڑھا کر خدا کا درجہ دے دیا گیا۔ خود قرآن حکیم میں اس کی مثال حضرت مسیحؑ اور آپ کے پیرو کار مسیحیوں کی صورت میں موجود ہے۔ حضرت مسیحؑ تو نبی مبعوث ہوئے تھے مگر آپ کو خدا بنا دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو اس الزام سے بری قرار دیا لیکن آپ کے تمام ماننے والوں کو کافر قرار دیا جیسا کہ فرمایا:—

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریمؑ۔
(المائدہ: ۱۷)

"بلاشبہ وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم خدا ہے"

آج یہی کیفیت مثیل مسیح کی ہے، حضرت مرزا صاحب نے ختم نبوت پر ایمان کا بار بار اعلان اور قرآنی تعلیم کی روشنی میں منکرین ختم نبوت کو خارج از اسلام قرار دیا، لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ خود آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے ایک گروہ نے ختم نبوت پر ایمان لانے والوں کو کافر ٹھہرایا اور دنیا بھر میں حضرت مرزا صاحب کی رسوائی کا موجب ہوئے اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ وہ خود خدا اور حضرت مرزا صاحب کی نظروں میں کافر اور خارج از اسلام ہو گئے ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب نے اپنے موقف کی بار بار وضاحت کی دعوئے نبوت کے اپنی طرف انتساب کو افتراء و کذب ٹھہرایا اور جو لفظ محض لغوی معنوں میں استعمال کیا تھا جسے کاٹنے کا حکم دے دیا تھا۔ جس کے استعمال کو فتنے اور شر کا موجب ٹھہرایا تھا۔ اور جماعت کو اس کے استعمال سے منع فرما دیا۔ آپ کی نافرمانی کر کے اس کی تبلیغ کی گئی اور آپ کے فتاویٰ کو تسلیم کرنے کے باوجود، ان کے خلاف دوسرے مسلمانوں کے ساتھ دینی اور سماجی امور میں شرکت سے روک کر ایک نئی نبوت، نئی شریعت اور نئی امت تشکیل دی گئی۔ جس سے حضرت صاحب کے تبلیغ اسلام کے مشن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔
[illegible]

ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں موجودہ ترمیم [illegible] مسلمان، نبوت اور ختم نبوت کی حیثیت اور واضح تعریف کی جائے تاکہ آئندہ کے لئے مسلمانوں میں افتراق کی راہ بند ہو جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے معزز اراکین کو بتانا چاہتے ہیں کہ گو ہم سیاسی مصلحتوں کے ماحول میں پس کر ظلم و ستم کا شکار ہو چکے ہیں، لیکن یاد رکھئے۔ کہ اسلام کی وہی تصویر دنیا میں قبول ہوگی جو آپ پیش کر رہے ہیں۔ آپ نے آج تک کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کی، آپ نے کبھی سیاست کے پھڈے میں ٹانگ نہیں اڑائی، آپ نے کبھی سیاسی جوڑ توڑ میں شرکت نہیں کی۔ آپ ہمیشہ ہی اپنے اپنے مقام پر ملک و قوم کے خیر خواہ اور وفادار رہے ہیں۔ آپ کے پیش نظر ہمیشہ دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانا رہا ہے اور اس ضمن میں آپ نے قرآن پاک کی تفاسیر شائع کیں، اسلام پر بلند آسمان پر آپ کی خدمات کا اعتراف ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کی نصرت آپ کا ساتھ دے گی۔ مسلمان کے موجودہ دینی اور اخلاقی انحطاط میں اس امر کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے کہ آپ خدا کی طرف جھکیں۔ قرآن پاک کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں، اس بدبخت دنیا کی طرف پشت کر لیں اور کفر و الحاد کی ان آندھیوں میں اپنا چراغ جلائے رکھیں، تاکہ آپ کی زندگیوں ہی میں آپ کے ذریعے اشرقت الارض بنور ربھا کا جلوہ عام ہو جائے اور آپ خدا کی درگاہ میں سجدات شکر بجا لائیں۔

سیّد عبد اللطیف شہیدؒ نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے

"شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے۔ اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنےٰ خدمت بجا لاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا ...... کام کیا ہے۔ اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے۔ کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی بعض ایسے ہیں کہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے۔ اور جس قوت ایمان اور انتہاء درجہ کے صدق و صفا کا وہ دعوےٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے اور دنیا کی محبت کے لئے دین کو کھو دیتے ہیں۔ اور کسی ادنےٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کے سلسلے میں بھی داخل ہو کر ان کی دنیاداری کم نہیں ہوتی۔ لیکن خدا تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا۔ اور اس راہ کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس نوجوان مرد نے ظاہر کر دیا۔ اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔ خدا سب کو وہ ایمان سکھا دے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہو گئے۔ مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں۔ کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا

اپنے اعلیٰ کردار اور بلند اخلاق سے دُنیا کو اپنا گرویدہ بنا لو۔

خُطبہ جُمعہ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۲ء : فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ - جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

(مرتبہ عبد الرؤف کھوکھر)

یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون - (البقرہ - ۱۸۳)
یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون - (اٰل عمران - ۱۰۱)

فرمایا : اے مومنو۔ تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے، اس لئے کہ تم متقی بن جاؤ۔

دوسری جگہ آتا ہے - یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ - اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، حق تقاتہ، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے ولا تموتن الا و انتم مسلمون، اور تم پر موت نہ آئے - مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو - ان دو مختلف آیات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

ماہِ رمضان میں ہر برس اللہ تعالیٰ نے ایک ماہ کی ٹریننگ سے صبر و ضبط کی عادت پیدا ہوتی ہے - حلال چیزوں سے بھی ایک مقررہ وقت تک اپنے آپ کو خدا کے حکم کے تحت روکے رکھنا روح کو قوی اور دل کو مضبوط کرتا ہے - رمضان شریف کی آمد پر گنہ گار مسلمان بھی کمر کس لیتے اور خدا تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں - روزہ سے دل صیقل ہوتا ہے اور سینے جلا پاتے ہیں - اس مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا بڑا نزول ہوتا ہے - اور اس ماہ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں - اور اس کی خوشنودی کی راہیں کشادہ کر دی جاتی ہیں - ہر مسلمان کو اس ماہ سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے - اِلّا یہ کہ اسے من کان مریضا او علیٰ سفر کی رخصت حاصل ہو۔

اس ماہ میں عبادت - تلاوت قرآن کریم اور دعاؤں پر خصوصیت سے توجہ دینی چاہیئے اور رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں رہنا چاہیئے - یہ برکتوں کا مہینہ ہے۔

اسی ماہ میں قرآن کریم نازل ہوا : شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن - قرآن شریف رمضان کے مہینہ میں نازل ہوا - ھدی للناس و بینٰت من الھدیٰ و الفرقان جس میں لوگوں کی ہدایت کا سامان اور کھلے کھلے دلائل ہیں۔

حدیث شریف ہے - عن عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر رمضان یفضلہ علی الشھور فقال من قام رمضان ایمانا و احتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ اُمّہ - عبد الرحمٰن بن عوف رض فرماتے ہیں - رسول صلعم ماہ رمضان کے ذکر میں باقی مہینوں پر اس کی فضیلت کا ذکر فرما رہے تھے - فرمایا جس نے رمضان شریف کو پورے ایمان و ایقان کے ساتھ قائم رکھا - وہ گناہوں سے ایسے پاک و صاف ہو گیا جیسے وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے (بے خطا) نکلا ہو۔

عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا رمضان مبارک کی پہلی رات ہی جنت کے دروازے کھول دیتی ہے اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں - ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تین اشخاص کی [illegible] - روزہ دار جو افطاری کے وقت دعا کرے - منصف مزاج حاکم جو [illegible] - اور مظلوم کی پکار جس کے لئے

آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اس کی مدد کی جاتی ہے - روزہ دار اللہ تعالیٰ کو بڑا عزیز ہوتا ہے - کیونکہ وہ محض رضائے الٰہی کی خاطر دن بھر بھوکا پیاسا رہتا ہے اور اپنے جملہ اعضا کو بدی کی راہوں سے بچائے رکھتا ہے - پس اس ماہ میں خصوصیت سے نیکی، پرہیزگاری اور خدا خوفی کی زندگی گذارنا چاہیئے - تاجر ہوں یا مجسٹریٹ، سپاہی ہوں یا افسر، روزہ کے اثرات ان کے اعمال و کردار میں نمایاں ہونے چاہئیں - ان کا اُٹھنا، بیٹھنا، سونا جاگنا اور عام انسانوں سے برتاؤ - ان سب میں خدا کا خوف اور تبدیلی نظر آنی چاہیئے - رسول مقبول صلعم نے یہی تعلیم دی - مسلمان قوم کے افراد جہاں کہیں گئے اپنے بہتر عمل - اعلیٰ کردار اور حسنِ سلوک و انصاف سے وہاں کی پبلک کو اپنا گرویدہ بنا لیا - سپین میں آٹھ صدی سے مسلمانوں نے حکومت کی - مجھے وہاں کے آثار قدیمہ دیکھنے کا موقع ملا ہے - وہاں کے محلات، مسجدیں اور دیگر عمارات کی اُجڑی شوکت سے اب بھی ان کی عظمت کا نشان ملتا ہے - تو میں کہہ رہا تھا - کہ

روزہ روح کی ترقی اور انسانوں کو باخدا بنانے کے لئے ہے - روزہ خدا کے قریب کرتا ہے - اور گناہ سے چھڑاتا ہے - ہمارے رسول صلعم نے بادشاہ بن کر بھی روزے رکھے - میدان جنگ میں کمانڈر تھے تب بھی روزہ تھا - غرض ہمارے پیغمبر صلعم نے تمام الٰہی احکامات پر پورا پورا عمل کر کے دکھایا ہے، قرآن کریم کے ہر حکم کی تعمیل کا نمونہ ہمیں دیا ہے - بطور حاکم - تاجر - منصف اور خاوند بھی اعلیٰ مثالیں قائم کیں - اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ - تمہارے لئے رسول کی حیات طیبہ بہترین نمونہ ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ حضرت محمد صلعم کا نمونہ ہر آن اپنے سامنے رکھیں اور اسی کے مطابق عمل کریں۔

روزہ اس لئے ہے کہ ہم اپنے اندر کو پاک کریں - اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کریں - خنجر سے کوئی مسلمان نہیں بنایا جا سکتا - بلکہ انسانوں کو اپنے عمل صالح سے اسلام میں لایا جا سکتا ہے - اخلاق اور اعلیٰ کردار سے لوگ متاثر ہوتے ہیں - مسلمان بادشاہ بے انتہا فیاض تھے - انہوں نے بڑے بڑے اعلیٰ مناصب غیر مسلموں کے سپرد کر دیئے - اور ان پر ہر طرح کا اعتماد کیا - انہیں محترم بنایا - یہ کرشمہ ہے حضور نبی کریم صلعم کی تعلیم کا - حاکم ہوں یا محکوم - نمونہ اعلیٰ درجہ کا ہو - ہم رسول اللہ صلعم کی اُمت کہلانے کا فخر رکھتے ہیں - مگر یہ جھوٹا فخر نہ ہو - بلکہ ہم اپنے رسول صلعم کے سچے پیروکار ہوں - بڑوں کو دیکھ کر کمسن بچوں کو بھی روزہ کا شوق پیدا ہو جاتا ہے - بھوک اور پیاس سے خواہ نڈھال ہو جائیں - مگر روزہ نہیں توڑتے - یہ بڑوں کے نمونہ اور برداشت اور صبر کا اثر ہے - اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد کا فرض ہے کہ اسلام کے شایانِ شان زندگی گذارے - گھر میں بیوی بچوں اور نوکروں کے ساتھ مہربانی اور ملاطفت سے پیش آوے تا کہ خدا کے مقرب ہو - جس مقدس انسان نے حیوانوں کے لئے رحم سکھایا، اس نے انسانوں کے لئے بھی تاکید کی ہے - آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو - دل اور جسم کی مانند ایک نظر آؤ - یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ خدا سے ڈر کر مخلوق خدا کے ساتھ رحم کے ساتھ پیش آؤ - اپنے بھائیوں کے قصوروں سے درگذر کرو - باہمی پیار کی زندگی گذارو ...... عیب چینی کی بجائے ایک دوسرے کی خوبیوں اور نیکیوں پر نظر رکھو خدا تم سے خوش ہوگا - صرف دوستوں سے نہیں بلکہ دشمنوں سے بھی انصاف کرو - الا و انتم مسلمون کے حکم کی تب ہی تعمیل ہوگی۔

(باقی بر صد کالم ۳)

ختم نبوت

(۲)

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

ہم نے آپ کو جو پیغامبر بنا کر بھیجا ہے تو اس سے غرض یہ ہے کہ آپؐ کا وجود تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت و برکت ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپؐ کا وجود مبارک دو طرح پر جہانوں کے لئے رحمت و برکت کا موجب بنے۔ اوّلاً اس طرح کہ بین الاقوامی سطح پر صرف آنجنابؐ کے ذریعہ ہی دنیا کی جمیع اقوام محبت و اتحاد کے روحانی رشتہ میں منسلک ہوں، بجز اس کے دوسرا راستہ کوئی نہیں جس سے انسانیت کے بنیادی حقوق کی مساوات پر تمام اقوام و ممالک جمع ہوں۔ دوئم اس طرح پر آنحضورؐ کا مبارک وجود باعث رحمت و برکت ہے کہ آپؐ کے بعد جو روحانی فیض خداوندی کسی انسان پر ہوگا وہ بجز آنجنابؐ کی کامل وساطت کے براہ راست کسی پر نہ ہوگا۔

اس مضمون کی قسط اوّل میں کسی قدر بیان امر اوّل کا کیا گیا ہے۔ ذیل میں کچھ تفصیل سے ذکر آنحضورؐ کے دوسرے پہلو رحمت و برکت کا کیا جاتا ہے۔ اس طرح بندوں کا بندوں سے رُوحانی مرکزی تعلق اخوت اور بندوں کا خدا سے رشتہ محبت کا مرکزی نقطہ صرف آنحضرت صلعم کی ذات اقدس و مبارک ہے۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد وبارک وسلم علیھم۔

اس میں کیا شک و شبہ ہے کہ جس روز آیہ مبارکہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (آج سے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی نیز تمہارے لئے دین اسلام کو ہم نے پسند کیا) نازل ہوئی تب سے قرآن کریم اور اُسوہ حسنہ رسول اللہؐ کے ذریعہ ہدایت اور شریعت کامل و مکمل ہو گئیں۔ اب دین اسلام کی تکمیل کے بعد کوئی نئی ہدایت و شریعت قطعاً نازل نہ ہوگی بلکہ خدا سے بندوں کے تعلق میں جو کچھ برکات و نعماء مضمر ہیں وہ بھی تمام و کمال انہی دو ذرائع یعنی قرآن و سنت رسولؐ کی کامل اتباع سے مشروط کر دی گئی ہیں۔

جملہ ہدایات کو قرآن کریم میں جمع کر دینے اور اخلاق عالیہ کے جملہ پہلوؤں کو آنحضرتؐ کی ذات میں کامل طور پر ظاہر کر دینے کا مقصد اعلیٰ یہی ہے کہ جو شخص بھی ان پر ایمان لاتا اور ان عالی ذرائع کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بناتا ہے وہ ایک عالمگیر اخوت اسلامیہ کا فرد بن جاتا ہے۔ اس طرح آج کے زمانہ میں سب زمانوں سے بڑھ کر عالمگیر رُوحانی اخوت کی اشد ضرورت ہے جو اقوام عالم اور ممالک کے تنازعوں کو جو عالمگیر جنگ اور فساد کی صورت اختیار کر چکے ہیں آزادی، حق و انصاف کی کسوٹی پر تصفیہ کرے۔ لیکن ایک اہم و عظیم سوال یہ ہے کہ ختم نبوت یا آخری نبی ہونے کے کیا یہ معنی و مطلب بھی ہیں کہ اب بندوں کا حقیقی و روحانی کامل تعلق جو خدا تعالےٰ کی ذات سے پہلے ہوا کرتا تھا اب ختم اور بند ہو چکا ہے یا بدستور سابق جاری ہے؟

میرے خیال میں اکثر جگہ جو ختم نبوت کے حقیقی مفہوم کے سمجھنے میں غلط فہمی اور اُلجھن پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ ختم نبوت کے عقیدہ پر محکم ایمان کا مقصد و مدعا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالےٰ سے بندوں کی ہمکلامی کا سلسلہ بھی ختم اور بند ہو گیا ہے۔ اس نظریہ پر دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جب دین کامل و محفوظ ہو چکا اور اسوہ حسنہ رسول اللہؐ نے کامل نمونہ پیش فرما دیا تو اب کسی نئی ہدایت و نئے نمونہ کی حاجت باقی نہ رہی تو پھر اب کسی وحی و الہام کی ضرورت کہاں باقی رہ گئی؟ اُلجھن یہ پیدا ہوتی ہے کہ اگر اب بھی خدا سے الہام اور وحی کی ضرورت تسلیم کی جائے اب بھی یہ مانا جائے کہ تکلم الٰہیہ کا سلسلہ جاری ہے تو کیا اس کے معنی یہی نہ ہوئے کہ نہ دین کامل ہوا، نہ ہی ہدایت محفوظ و موجود ہے اور نہ ہی اسوۂ حسنہ اپنے کمال پر جلوہ گر ہوا؟ خلاصہ یہ کہ دو امور کو باہم متضاد سمجھ لیا گیا ہے۔ اس طرح کہ اگر دین کامل ہے تو کسی وحی و الہام کی ضرورت

حالیہ فسادات و ہنگامہ خیزیاں جو ختم نبوت کے سلسلہ میں بپا ہوئیں اگر بنظر تعمق دیکھا جائے یہی ثابت ہوگا کہ ان تمام کی تہ میں مزعومہ تضاد اور اُلجھن کار فرما رہی ہے چاہے وہ لفظی طور پر اس کا اقرار نہ کریں مگر تاہم وہ اصحاب جو ختم نبوت کے تحفظ کے داعی ہیں اس امر کے قائل ہیں کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ خدا سے ہمکلامی کا دعویٰ کرے کیونکہ ایسا کرنے کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دین اسلام کامل نہیں اور آنحضورؐ آخری نبی نہیں۔ پس وہ شخص جو رسول اللہ صلعم کے بعد دعوئے وحی و الہام کرتا ہے ختم نبوت کا در حقیقت منکر، نئی نبوت کا مدعی اور نئے دین کا بانی ہے۔ اس لئے وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ نیز ایسے شخص سے کسی قسم کا تعلق رکھنے والے بھی کافر اور اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

ہر اہل فکر و نظر پر لازم ہے کہ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں اس امر پر غور کرے کہ ختم نبوت کے عقیدہ سے واقعی یہ لازم آتا ہے کہ تکلم الٰہی کے سلسلہ کو رسول اللہؐ کے بعد بند اور منقطع یقین کیا جائے؟ یا تکمیل دین و تحفظ ختم نبوت اس امر کو مستلزم ہے کہ اُمت محمدیہ میں کامل مومنوں کا تعلق (بذریعہ وحی ولایت نہ کہ بذریعہ وحی نبوت) خدا تعالےٰ سے قائم ہو کر ان کو وحی ولایت کا مستحق قرار دے؟

یہ سوچنا ہم پر لازم ہے کہ اگر ہم ختم نبوت سے مراد ختم وحی ولایت بھی لے لیں تو ایسے نتائج میں کیا امور لازم آنے ضروری ہیں؟ اور ان نتائج کی موجودگی میں آنحضرتؐ کی ذات اقدس کہاں تک رحمت و برکت کا موجب قرار پا سکتی ہے۔

سب سے پہلے یہ امر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ وحی ولایت یا سلسلہ تکلم الٰہیہ جو اُمت محمدیہ میں مسلّمہ طور پر جاری و ساری تسلیم کیا گیا ہے کے معنی یہ ہیں کہ اب جو روحانی فیض یا خدا سے کامل تعلق اور وحی ولایت کا سلسلہ ہوگا وہ صرف قرآن کریم اور اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلعم کی کامل پیروی و اتباع سے ہو سکے گا۔ بجز اطاعت حقیقی اور سچی محبت رسول صلعم کوئی روحانی فیض اور نعمت کسی کو حاصل نہ ہو سکے گی۔ نیز یہ کہ ایسے فیضان وحی ولایت کا مقصد و مدعا بھی بجز قرآن کریم کی صداقت اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے منجانب اللہ عالمگیر نبی ہونے کا ثبوت مہیا کرنے کے اور کچھ نہ ہوگا۔

اب ہم ان دو مضبوط و محکم اصولوں کو قائم کر کے کہ ہر قسم کا روحانی فیض اور تعلق باللہ سوائے قرآن کریم کی کامل پیروی اور بجز سچی محبت رسولؐ کے کسی کو میسر نہ ہوگا۔ نیز یہ کہ اس فیض اور تعلق باللہ کا اصل مدعا و مقصد بھی دین کامل کی صداقت اور نبوت حضرت خاتم الانبیاءؐ کے منجانب اللہ ہونے پر ثبوت اور دلیل ہوگی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جُدا نہیں ہو سکتا، نہ ہی محب اپنے محبوب سے علیحدہ کوئی حیثیت رکھتا ہے، یہ دیکھتے ہیں کہ اگر ختم نبوت کا مطلب واقعی یہ لیا جائے کہ اب خدا کا بندوں سے تعلق منقطع ہو چکا ہے، اب سلسلہ تکلم الٰہیہ واقعی بند ہو گیا ہے۔ اب وحی نبوت کے بند ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ وحی ولایت بھی جاری نہیں تو ختم نبوت کے ایسے مفہوم سے کیا قباحتیں لازم آتی ہیں۔

ا۔ حقائق دینیہ یعنی خدا تعالےٰ کی ذات اور صفات، عالم معاد، وحی کے ذریعہ خدا کا بندوں سے تعلق دین کے بنیادی اُمور ہیں۔ مگر یہ حقائق مادی نہیں بلکہ ماوراء الطبیعات ہیں جن پر کامل ایمان محض عقل و علم سے پیدا ہونا ممکن نہیں بلکہ ان پر حتمی ایمان کے لئے لازم ہے کہ کوئی کامل انسان اپنے روحانی حواس کی بنا پر ان حقائق کا شاہد و بینا ہو کر دنیا کو اپنی بصیرت و معرفت سے مطلع کرے۔ یہ تو بالکل درست اور صحیح ہے کہ قرآن کریم کامل کتاب ہدایت و معرفت کی صورت میں محفوظ و موجود ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ آنحضرتؐ کا کامل اُسوۂ حسنہ تاریخ کے اوراق میں موجود ہے تاہم انسانی فطرت کی کمزوریاں تو وہی موجود ہیں جو پہلے تھیں۔ نیز حقائق روحانیہ پر حتمی و کامل ایمان کے تقاضے بھی وہی ہیں جو پہلے تھے یعنی یہ کہ ان حقائق پر معرفت و بصیرت رکھنے والے انسان وقتاً فوقتاً کھڑے ہو کر دنیا کو اپنی رؤیت کی شہادت سے مطلع کرتے رہیں۔

امر واقع کے ماننے سے انکار کرنا مومن کا شیوہ نہیں، کیا یہ امر واقع نہیں کہ صحابہ کرامؓ کے قلوب جس ایمان و یقین سے معمور و لبریز تھے، آج کے مسلمانوں کے قلوب اس سے بہت حد تک خالی اور نابلد پڑے ہیں حالانکہ وہی کامل کتاب، کامل دین اور کامل رسولؐ ان کے پاس بھی

نہیں کہ ان کا علاج بھی اپنے اندر رکھے؟ چنانچہ قرآن کریم اور رسولِ پاکؐ کے کمال کا بھی تقاضا ہے کہ ان کی سچی و کامل پیروی سے ایک کامل مسلمان حقائقِ روحانیہ کا شاہد ہو کر اپنی صادق شہادت سے دنیا کو اطلاع دیتا ہے۔

کامل تعلق باللہ کے پہلو کو ایک اور نظریہ کی رُو سے یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ کسی کامل کتاب جیسے قرآن کریم ہے اور کسی کامل رسولؐ جیسے کہ آنحضرتؐ ہیں کی کامل اتباع کا نتیجہ لازماً یہ ہونا ضروری ہے کہ ایسا شخص خدا سے کامل تعلق پا جائے۔ اس طرح کہ جملہ حقائقِ روحانیہ اس کے لئے ایک حقیقتِ مشہودہ و محسوسہ ہو جائیں۔ غور کرو کیا رسولِ پاکؐ کی کامل اتباع اور قرآن کریم کی کامل پیروی سے خدا سے سچا تعلق پیدا ہونا لازم نہیں آتا؟ کیا وہ ثمراتِ روحانیہ جن کے عطا کرنے کا وعدہ قرآن و رسولؐ دیتے ہیں کامل مومن کو واقعی اسی دنیا میں نہیں مل جانا چاہئیں؟ کیا ایک سچے اور زندہ و کامل دین کے تقاضے یہی نہیں کہ وہ اپنے کامل پیرو کو زندہ خدا کی تجلی دکھا دے؟ اگر اسلام کامل دین اور محمد رسول اللہؐ کامل و آخری نبی ہیں تو یقیناً یہ لازم آتا ہے کہ ان کی اتباع و پیروی زندہ خدا سے ملاقات کرا دے وگرنہ اگر یہ ثمرات ان کی سچی و کامل پیروی سے حاصل نہیں ہوتے تو ان کے کمال میں نقص و کمی ماننا لازم آئے گا (نعوذ باللہ) پس جو بات دین کے کمال اور آنحضرت صلعم کے اُسوۂ کامل کے باعث رحمت و برکت کا موجب ہونے کی ہے کیا ہم اسے تکمیلِ دین اور ختمِ نبوت کے منافی قرار دینے والے ہوں گے۔ کیا اس صورت میں یہ ہماری اپنی کوتاہ فہمی پر دلیل نہ ہوگی؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حقائقِ دینیہ محض توہمات، اور کمزور دماغ کے تصورات ہیں۔ نہ خدا ہے، نہ اس کی حکمرانی، نہ اس کی صفاتِ عالیہ ہیں نہ اس کی جلوہ گری اور نشانی۔ یہ تو صرف انسان کا ذہن ہے جس نے خدا اور دینی امور کا تصور کر لیا ورنہ کہاں خدا اور کہاں اس کا کلام یا ملائکہ۔ نعوذ باللہ یہ سب انسانی ڈھکوسلے اور دل خوش کن باتیں ہیں۔

ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن

دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

اس شعر کی صداقت کا آج جہانوں میں غلغلہ ہے۔ عقل و علم کی ترقی اور تسخیرِ کائنات کے کارناموں نے انسان کو اس کی اپنی اصل حقیقت سے بے خبر و ناآشنا کر دیا ہے۔ وہ ہیچمدانِ دیگرے نیست کا قائل اور تکبر و فرعونیت کا مجسمہ بن رہا ہے۔ وہ الہام و وحی کی حقیقت سے عاری اور اسے فرسودہ خیالات قرار دے رہا ہے۔

تعجب تو یہ ہے کہ اس قوم کا، جسے اس لئے دنیا میں کھڑا کیا گیا تھا کہ وہ قرآن کریم کے منجانب اللہ صادق کلام ہونے کی شہادت دے، بیشتر حصہ خود اس کلام پاک کے منجانب اللہ ہونے سے طرح طرح کے انکار کر رہا ہے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ قرآن کا کلامِ خدا ہونا صرف ان معنوں میں ہے کہ مفہوم خدا کی طرف سے تھا مگر الفاظ آنحضرتؐ کے تھے کوئی یہ مانتا ہے کہ معنے بھی خدا کی طرف سے ہونے کا مطلب صرف یہی ہے کہ ایک نیک فطرت انسان کے قلب سے نیک خیالات کا اظہار ہوا۔ پھر بعض اس امر کے قائل ہیں کہ قرآن کریم اپنے نزول کے وقتوں میں اس وقت کی ضروریات پورا کرنے والا تو تھا لیکن اب جبکہ انسانی علم و عقل نے اس قدر حیرت انگیز ترقی کر لی ہے اب (نعوذ باللہ) اس کلام کی پیروی کی نہ حاجت ہے نہ ہی یہ وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل ہے۔ غرضیکہ دہریت و مادیت، الحاد اور زندقہ، اباحت و لادینی کی جس قدر مختلف شکلیں ذہن میں آسکتی ہیں وہ تمام کی تمام ہمارے اس زمانہ میں رائج ہیں، اور بیشتر مسلمان ان مختلف النوع لادینی نظریات کا پورے زور سے شکار ہیں۔

غور کرو یہ وبائیں کیوں پھیل رہی ہیں؟ کیا ان تمام فسادات کی جڑ یہی نہیں کہ خدا اور اس کی صفات سے حقیقتاً انکار ہو رہا ہے۔ الہام اور وحی اور خدا سے تعلق کو بے حقیقت امور سمجھا گیا ہے۔ خدائی قدرت کے نشانات اور آسمانی تجلیات کو توہمات قرار منافی قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

اگر زمانہ کے یہ مسلمہ اصول ہیں جیسے کہ فی الواقع ہیں تو خدا را غور کرو کہ کیا مسلمانوں کو ان کے مقابل خاموش ہونا پڑے گا؟ دین کے کمال، اس کی زندگی، اس کے ثمرات و برکات اور اس کے رسول کے فیوضِ روحانیہ کا ثبوت کیا آج ایسے لادین و ملحد زمانہ کے چیلنج کو خاموشی سے دبا دینا واجب آتا ہے یا اس دین کا کمال اور اس کی ہمیشہ تازگی اور زندگی اور آنحضرت صلعم کے کمال فیض کا یہ تقاضا ہے کہ آنجنابؐ کا کوئی کامل و سچا پیرو اور آنحضورؐ کی کمال محبت میں فنا کوئی عاشقِ رسولؐ کھڑا ہو کر یہ اعلان کرے کہ صاحبو! جنہیں ثمراتِ دینِ اسلام اور فیضانِ رسولِ پاکؐ میں شک ہے وہ میری طرف رجوع کریں میری زندگی کو دیکھیں۔ خدا نے جو نشانات مجھے دیئے ہیں ان پر غور کریں۔ خدا کا جو مکالمہ الٰہیہ بصورتِ وحی و ولایت مجھے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت سے حاصل ہوا ہے اسے مطالعہ کریں تو خدا را بتلاؤ کہ کسی کامل دین اور کامل رسولؐ کی عظمت اور شان اس سے بلند ہوتی ہے یا اس بات سے کہ اس عظیم چیلنج کے وقت اسلام کا خدا خاموش بیٹھا رہے اور اس آخری و عظیم رسولؐ کے فیضانِ روحانیت کا نتیجہ کچھ نہ نکلا (العیاذاً باللہ) سوچو اور خوب غور کرو ختمِ رسالت اور آخری نبی ہونے کے کامل تقاضے کیا ہیں۔ خوب غور کرو کہ کیا کسی کامل کتاب اور کامل رسولؐ کی سچی پیروی کا نتیجہ خدا سے واقعی ملاقات اور خدا کی تجلی کا ہونا ان کے متضاد و منافی ہے یا ان کے کمال کا لازم نتیجہ و ثمر ہے۔ (باقی۔باقی)

ابتلاؤں میں وفا اور استقامت

”اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے۔ اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلا ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من

آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا، تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ درپیش ہیں۔ جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پَیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں سے نہ آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم بھرتے ہیں، کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے۔“ (انوار الاسلام)

انتباہ

”دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے۔ جو دین کے ساتھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے۔ جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں۔ بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ذرّہ بھر بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا۔ بلکہ اس حالت میں تم زمین کے کیڑے ہو۔“ (الوصیت)

محترم مولانا دوست محمد صاحب

جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی حقیقت

خدا اور رسولؐ اور آئمہ دین کے احکامات کی روشنی میں

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان نے جماعت احمدیہ کے متعلق قومی اسمبلی کے جس فیصلہ کا اعلان کیا، اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، کہ خدا و رسول کے کونسے حکم کے ماتحت ان لکھوکھا مسلمانوں کو جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں، پنجوقتہ اذانوں میں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ کا اعلان کرتے اور عام مسلمانوں کی طرح قبلہ رُخ نماز پڑھتے ہیں، غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اسلام سے خارج کر دیا گیا۔ اور اس پر مزید حیرت یہ ہے کہ مُلاّؤں اور ان کے پیرو عام مسلمانوں اسپر اس قدر خوشیاں منائیں کہ گویا کوئی بہت بڑی فتح انہیں حاصل ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ فتح نہیں بلکہ بہت بڑی شکست ہے کہ کلمہ گو مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر دیا گیا۔ ۔ ۔
آج تک تو کسی غیر مُسلم کا اسلام قبول کرنا باعث مسرت سمجھا جاتا تھا۔ لیکن یہ عجیب انقلاب ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر کے خوشیاں منائی جاتی ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا کہ اس فیصلہ کی بناء کیا ہے۔ یہ کہنا کہ جماعت احمدیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتی صریحاً غلط ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے قومی اسمبلی میں جو بیان دیا گیا اس میں کھلے لفظوں میں یہ واضح کیا گیا کہ جماعت احمدیہ لاہور ہر رنگ میں غیر مشروط طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی اور حضور صلعم کے فرمان انا خاتم النبیین لا نبی بعدی پر دلی ایمان رکھتی ہے، اور حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے بھی ثابت کیا گیا کہ آپ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے اور حضور صلعم کے بعد وحی نبوت کا سلسلہ مسدود سمجھتے تھے بطور مثال آپ لکھتے ہیں :۔

” وقد ختم اللہ برسولنا النبیین وقد انقطعت وحی النبوۃ ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا اور وحی نبوت منقطع ہو گئی “۔ (تحفہ بغداد ص۲۸)

ایک اور جگہ لکھا ہے :۔

” آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا “ (نشانِ آسمانی ص۲۸)

اس قدر وضاحت کے باوجود یہ اتہام کہ یہ جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتی ایک ایسا افترا ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف یہی ایک جماعت ہے جو حقیقی معنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین (یعنے آخری نبی) یقین کرتی ہے۔ برخلاف اس کے خود قومی اسمبلی کے کئی ممبران اور تمام وہ مولوی صاحبان جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو دو ہزار سال سے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر سمجھتے اور ان کے دوبارہ نزول کے قائل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مشروط طور پر خاتم النبیین ہونے کے قائل نہیں۔

لیکن اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا محض ختم نبوت پر ایمان ہی مسلمان ہونے کی لازمی شرط ہے؟ کیا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ اسلام کے نزدیک کلمہ طیبہ پر ایمان کسی کے مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں؟ قرآن کریم نے تو صریح لفظوں میں یہاں تک فرمایا ہے کہ لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا (النساء رکوع ۱۳) جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے اُسے مت کہو کہ تو مؤمن نہیں۔ اور احادیث اس بات سے بھری پڑی ہیں کہ کسی شخص کا کسی رنگ میں محض اظہار اسلام اس کے مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے۔ ملاحظہ ہوں احادیث ذیل :۔

(۱) عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بارزاً یوماً للناس فاتاہ رجل .... قال ما الاسلام قال الاسلام ان تعبد اللہ ولا تشرک بہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤدی الزکوٰۃ المفروضۃ وتصوم رمضان ۔ (بخاری کتاب الایمان)

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر لوگوں میں بیٹھے تھے تو ایک آدمی آیا .... اور کہا اسلام کیا ہے؟ فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ شرک نہ کرے اور نماز کو قائم کرے اور مقررہ زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے۔

(۲) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علیٰ خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان ۔ (بخاری کتاب الایمان)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے، گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

(۳) عن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے تو یہ شخص مسلم ہے جس کے لئے اللہ کا عہد اور رسول اللہ کا عہد ہے۔ پس اللہ کے عہد کو نہ توڑو۔

(۴) عن اسامۃ بن زید رضی اللہ عنھما یقول بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الحرقۃ فصبحنا القوم فھزمناھم ولحقت انا ورجل من الانصار رجلاً منھم فلما غشیناہ قال لا الٰہ الا اللہ فکف الانصاری فطعنتہ برمحی حتیٰ قتلتہ فلما قدمنا بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا اسامۃ اقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ قلت کان متعوذاً فما زال یکررھا حتیٰ تمنیت انی لم اکن اسلمت قبل ذالک الیوم۔ (بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی صلعم اسامہ بن زید)

اسامہ بن زید سے روایت ہے کہتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا ان لوگوں پر صبح کو ہم نے حملہ کیا۔ ہم نے ان کو شکست دی اور میں اور انصار میں سے ایک شخص نے ان میں سے ایک شخص کو پا لیا جب ہم نے اس کو گھیر لیا تو اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ تو انصاری نے اپنا ہاتھ روک لیا اور میں نے اسے اپنے نیزہ سے مارا یہاں تک کہ میں نے اسے قتل کر دیا جب ہم واپس آئے تو نبی صلعم کو خبر پہنچی آپؐ نے فرمایا اسامہ تم نے اس کو لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا۔ میں نے عرض کیا وہ بچاؤ کی خاطر یہ کر رہا تھا آپ یہی بات دوہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کہ کاش میں اس سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔

(۵) عن ابن عمر قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید الی بنی جذیمۃ فدعاھم الی الاسلام فلم یحسنوا ان یقولوا اسلمنا فجعلوا یقولون صبأنا صبأنا فجعل خالد

... رجل مما اسر ... الله

لااقتل اسیری ولا یقتل رجل من اصحابی اسیره حتی قدمنا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرناہ فرفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فقال اللھم انی ابرا الیک مما صنع خالد مرتین-

ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ تو انہوں نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی تو وہ اچھی طرح اسلمنا نہ کہہ سکے اور کہنے لگے صبانا صبانا۔ خالد نے ان میں سے کسی کو قتل اور کسی کو قید کرنا شروع کیا اور ہم میں سے ہر ایک کو اپنا اپنا قیدی حوالہ کر دیا یہاں تک کہ ایک دن خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا قیدی قتل کر دے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میں تو اپنا قیدی قتل نہیں کرتا اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنا قیدی قتل کرے گا۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور فرمایا اے اللہ میں تیرے سامنے اس کام سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں جو خالد نے کیا۔ دو مرتبہ فرمایا۔

(۶) قال خالد بن الولید یا رسول اللہ الا اضرب عنقہ قال لعلہ ان یکون یصلی فقال خالد وکم من مصلٍ یقول بلسانہ مالیس فی قلبہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لم اومر ان انقب قلوب الناس ولا اشق بطونھم۔ (کتاب المغازی بعث علی ابن ابی طالب بخاری)

خالد نے کہا یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا شاید وہ نماز پڑھتا ہو، تو خالد نے عرض کیا بہتیرے ایسے نمازی ہیں جو زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ نہیں حکم دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں سوراخ کر کے دیکھوں اور نہ یہ کہ ان کے باطن پھاڑ کر دیکھوں۔

یہ تو ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال جن سے ظاہر ہے کہ جو شخص کسی رنگ میں بھی اشارۃً کنایۃً اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اسے غیر مسلم قرار دینا کسی طرح جائز نہیں ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون ہستی ہے، جو کسی کلمہ گو پابند صوم وصلوٰۃ کو محض اس بنا پر کافر قرار دینے کی مجاز ہو کہ وہ اس کے نزدیک حضور صلعم کو خاتم النبیین نہیں مانتا۔

آیئے آئمہ کرام کے بھی اقوال کو ملاحظہ کیجئے کہ ان کے نزدیک کسی مسلمان کی تکفیر کہاں تک جائز ہے :-

(۱) ومن قواعد اھل السنت والجماعت ان لا یکفر احد من اھل القبلۃ (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۲۱)

اہل سنت والجماعت کے قواعد میں سے ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کی تکفیر نہ کی جائے۔

(۲) ادخال کافر فی الملۃ الاسلامیۃ او اخراج مسلم عنھا عظیم فی الدین۔ (شرح شفا جلد ۲ صفحہ ۵۰۰ قاضی عیاض)

کسی کافر کو اسلام میں داخل سمجھنا یا مسلمان کو اسلام سے خارج سمجھنا دونوں بہت بڑی چیزیں ہیں۔

(۳) وقد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لھا تسع وتسعون احتمالاً للکفر واحتمال واحد فی نفیہ فالاولیٰ للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۴۶ مطبوعہ مصر ملا علی قاری)

اگر کسی مسئلہ میں ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں ایک احتمال عدم کفر کا تو علماء اہلسنت والجماعت کے نزدیک قاضی اور مفتی کا فرض ہے کہ اس احتمال کو اختیار کرے جو نفی کفر کا ہو۔

(۴) وحکی الحاکم صاحب المختصر فی کتاب المنتقی عن حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ انہ لم یکفر احداً من اھل القبلۃ وحکی ابوبکر الرازی مثل ذالک عن الکرخی وغیرہ (شرح مواقف)

حاکم نے اپنی کتاب المنتقی میں حضرت امام ابو حنیفہ سے بیان کیا ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے اور ابوبکر رازی نے امام کرخی سے بھی یہی روایت کی ہے۔

(۵) اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم۔ (سل الحسام الھندی صفحہ ۲۹ مصنفہ سید محمد عابدین)

جب کسی مسئلہ میں کئی وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ عدم تکفیر کی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ وہ حسن ظن کی راہ سے اسی وجہ کو اختیار کرے جو تکفیر کی مانع ہے۔

(۶) ان بعضاً من المتعصبین من الاشاعرۃ یکفرون الحنابلۃ وبعض الحنابلۃ یکفرون الاشاعرۃ الا ان ھذا منکر من القول وزوراً اذ الائمۃ المعتبرون من الحنفیۃ والشافعیۃ والمالکیۃ والحنابلۃ والاشاعرۃ مذھبھم علی ان لا یکفر احد من اھل القبلۃ۔ (مفتاح دار السعادۃ ومصباح السیادۃ جلد ۱ صفحہ ۴۶)

اشاعرہ میں سے بعض متعصب لوگ امام احمد حنبل کے متبعین کو کافر کہتے ہیں۔ اور بعض حنابلہ اشاعرہ کو کافر کہتے ہیں مگر ان دونوں کا ایک دوسرے کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ حنابلہ اور اشاعرہ اور حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ کے معتبر اماموں کا یہ مذہب ہے کہ اہل قبلہ میں سے کوئی بھی کافر نہیں ہے۔

(۷) لا نکفر احداً من اھل القبلۃ وان کانوا فی اکثر الامور علی البطلان والبدعۃ لان اقرار التوحید وتصدیق الرسالۃ المحمدیۃ والتوجہ القبلۃ ما خرجھم من الایمان مطلقاً فھم اھل البدعۃ والبطلان من المومنین قال النبی علیہ السلام کفوا عن اھل لا الٰہ الا اللہ لا تکفروھم بذنب۔ (علم الکتاب مصنفہ میر درد دہلوی صفحہ ۷۵)

ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے اگرچہ وہ بہت سی باتوں میں باطل پر ہی ہو کیونکہ اقرار توحید الٰہی اور تصدیق رسالت محمدیہ اور توجہ الی القبلہ کی وجہ سے کوئی شخص مطلقاً ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں ان سے رُک جاؤ اور انہیں کافر نہ کہو۔

(۸) ویدفع الاشکال بان نقل کتب الفتاوی مع جھالۃ قائلہ وعدم اظھار دلائلہ لیس حجۃ من ناقلہ اذ مدار الاعتقاد فی المسائل الدینیۃ علی الادلۃ القطعیۃ علی ان فی تکفیر المسلم قد یترتب مفاسد جلیلۃ وخفیۃ۔ (شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری ؒ صفحہ ۱۳۹)

فتاوے کی کتابوں میں جو کلمات کفر نقل کئے گئے ہیں جب تک ان کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جس نے ان کلمات کو کفر قرار دیا ہے اس کا پتہ نہیں ہے اس وقت تک وہ کوئی حجت نہیں ہیں کیونکہ مسائل دینیہ میں اعتقاد کا مدار دلائل قطعیہ پر ہے اور مسلمان کو کافر قرار دینے میں بڑے مفاسد ہیں۔

(۹) لا یخرج الرجل من الایمان الا جحود ما ادخلہ فیہ۔ (درالمختار)

انسان کو ایمان سے کوئی چیز خارج نہیں کرتی سوائے اس کے کہ اس بات کا انکار کرے جس سے وہ ایمان میں داخل ہوتا ہے (یعنی کلمہ کے اقرار سے اسلام میں داخل ہوتا ہے اس کے انکار سے اسلام سے نکلتا ہے)

(۱۰) ہرچند امثال ایں سلاطین فی الحقیقت از قبیل کفار اشرار اند واز جلس اہل مارق ما از یسکہ بزبان خود دعوئے اسلام میکنند۔ پس کفر ایشاں مستور است و ایمان ایشاں ظاہر و شاہد تصدیق ہمیں دعوئے ظاہری از رسوم اسلام مثل عقد نکاح و ختان و اظہار تجمل بروز عید الفطر و عید الاضحیٰ و تجہیز و تکفین و نماز جنازہ و دفن در مقابر مسلمین درمیان خود جاری میدارند واز شرع ربانی بالکل

جلد ۶۱ | چہار شنبہ - ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ - ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۳۸

حضرت مجدد صد چہاردہم سلام اللہ علیہ

میری زندگی خدا، رسولؐ اور کلام اللہ کا جلال ظاہر کرنے میں ہے

"پیارو یقیناً سمجھو کہ خدا ہے اور وہ اپنے دین کو فراموش نہیں کرتا بلکہ تاریکی کے زمانہ میں اس کی مدد فرماتا ہے مصلحت عام کے لئے ایک کو خاص کر لیتا ہے اور اس پر علومِ لدنیہ نازل کرتا ہے۔ سو اسی نے مجھے جگایا اور سچائی کے لئے میرا دل کھول دیا میری روزانہ زندگی کا آرام اسی میں ہے کہ میں اسی کام میں لگا رہوں بلکہ میں اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا کہ میں اس کا اور اس کے رسولؐ کا اور اس کی کلام کا جلال ظاہر کروں مجھے کسی کے تکفیر کا اندیشہ نہیں اور نہ کچھ پرواہ میرے لئے یہ بس ہے کہ وہ راضی ہو جس نے مجھے بھیجا ہے میں اس میں لذت دیکھتا ہوں کہ جو کچھ اس نے مجھ پر ظاہر کیا وہ میں سب لوگوں پر ظاہر کروں اور یہ میرا فرض بھی ہے کہ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے وہ دوسروں کو بھی دوں اور دعوت مولیٰ میں ان سب کو شریک کر لوں جو ازل سے بلائے گئے ہیں میں اس مطلب کے پورا کرنے کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے مستعد ہوں اور جانفشانی کے لئے راہ پر کھڑا ہوں لیکن جو امر میرے اختیار میں نہیں میں خداوند قدیر سے چاہتا ہوں کہ وہ آپ اس کام کو انجام دیوے میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ ایک دستِ غیبی مجھے مدد دے رہا ہے اور اگرچہ میں فانی انسانوں کی طرح ناتوان اور ضعیف البنیان ہوں تاہم میں دیکھتا ہوں کہ مجھے غیب سے قوت ملتی ہے اور نفسانی قلق کو دبانے والا ایک صبر بھی عطا ہوتا ہے اور میں جو کہتا ہوں کہ ان الٰہی کاموں میں قوم کے ہمدرد مدد کریں وہ بے صبری سے نہیں بلکہ صرف ظاہر کے لحاظ اور اسباب کی رعایت سے کہتا ہوں ورنہ خدا تعالےٰ کے فضل پر میرا دل مطمئن ہے اور امید رکھتا ہوں کہ وہ میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا اور میرے تمام ارادے اور امیدیں پوری کر دے گا۔"

(ازالہ اوہام - صفحہ ۷۷۵ - ۷۷۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن کو روزہ رکھتے اور رات عبادت میں گذارتے تھے

ماہِ رمضان میں نہایت تذلّل اور عاجزی سے اپنے مولیٰ کو پکارو

خطبہ جمعہ: ۲۷ ستمبر ۱۹۷۴ء۔ فرمودہ: حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ۔ جامع احمدیہ۔ لاہور

(مرتبہ: عبدالرؤف کھوکھر)

یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ـــــــ (البقرہ - ۱۸۳)

شھر رمضان الذی اُنزل فیہ القراٰن ھدًی للناس وبیّنٰت من الھدیٰ والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ـــــــ (البقرہ - ۱۸۵)

فرمایا: اللہ تعالےٰ نے تمہاری بہتری کے لئے تم پر روزہ فرض کیا ہے، اور تم سے پہلی قوموں پر بھی یہ روزہ فرض تھا۔ اور یہ تم میں تقوےٰ پیدا کرنے کے لئے ہے۔ یہ عظمت و برکت والا مہینہ ہے۔ پوری کوشش سے اس کی برکات سے متمتع ہو کر خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنا چاہیئے۔ ابتلاء کے اس دَور میں نہایت عجز اور انکسار اور تذلل کے ساتھ اپنے مولیٰ کو پکارو۔ اور بڑے الحاح سے قبولیت دُعا کے ان ایام میں یہ دعا کرو: ربّنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ۔ کہ اے ہمارے ربّ ہم پر ہماری برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا۔ ہم کمزور، عاجز اور بے بس ہیں۔ اور تو رحیم و کریم اور بڑے فضلوں والا ہے۔ ہماری کمزوریوں سے درگزر فرما کر اپنی رحمت کو حرکت میں لانا۔ اور ہمیں استقامت عطا فرمانا۔ اس دُعا کے نتیجہ میں آپ میں خاص تبدیلی آنی چاہیئے اور روزہ اور اس کی برکات کا آپ کو مظہر ہونا چاہیئے۔

دیگر اقوام بھی روزہ رکھتی ہیں۔ ہندوؤں میں روزہ کا نام برت ہے۔ میں جرمنی میں رہا ہوں۔ یہودی، نصرانی روزہ رکھ کر بھی فروٹ کھا لیتے تھے اور چائے پی لیتے تھے ہندو، عیسائی اور یہودی سب اسی طرح کا نامکمل روزہ رکھتے ہیں۔ مگر اسلام کا روزہ مکمل ہے مسلمان سحری سے شام کی اذان تک کسی کھانے کی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ پھر اسلام میں صرف بھوکے رہنے کا نام روزہ نہیں ہے بلکہ ہر اعضاء کا روزہ ہے۔ آنکھ کو بری نظر سے بچائے۔ حلال طیّب اشیاء سے روزہ رکھے۔ پاؤں کو بُری جگہ لے جانے سے بچائے۔ جھُوٹ نہ بولے۔ تواہی سے باز رہے اور نیکی پر راغب ہو اس سے دل میں طہارت اور روشنی پیدا ہوگی۔ پھر ماہ رمضان کے علاوہ ... نفلی روزے بھی مسلمان رکھتے ہیں۔ روزہ سے نفس پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے۔ روزوں کا حکم آنے سے پہلے بھی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ حضور بادشاہ بن گئے تب بھی روزے رکھتے رہے ہیں۔ آج کل راجوں، نوابوں اور امراء کے ہاں تو روزوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور روحانی برکات سے بھرپور اس پریکٹس اور تربیت کے خلاف باتیں کی جاتی ہیں۔

ہمارے پیغمبر صلعم کا نمونہ یہ ہے۔ کہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو عبادت میں کھڑے کھڑے حضورؐ کے پاؤں سُوج جاتے تھے، کیونکہ نماز کی رکعات میں لمبی لمبی سورتیں پڑھتے تھے۔ یہ خدا کے محبوب ہیں۔ اگرچہ بادشاہِ وقت ہیں۔ بادشاہ ہو کر اتنی مشقت اُٹھانا صرف ہمارے رسول صلعم کا نمونہ ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ ورنہ لوگ بادشاہ بن کر عیش و عشرت میں پڑ جاتے ہیں۔ مگر ہمارے حضورؐ سادہ روٹی اور کبھی شہد کے ساتھ کھا کر گذارہ کرتے رہے ہیں۔ میں نے بڑے بڑے آدمیوں کو دیکھا ہے۔ کہ سادہ دعوت پر سے کوئی بہانہ بنا کر اُٹھ جاتے ہیں کیونکہ ان کے اپنے گھر میں قسما قسم اور رنگا رنگ کے کھانے تیار ہوتے ہیں مگر محمد رسول اللہ صلعم سادہ کھاتے اور سادہ پہنتے تھے وہ جو عوام کو میسّر تھا غرضیکہ حضورؐ سفر و حضر۔ جنگ و امن، تجارت، لین دین، لوگوں سے معاملہ، ہر جگہ اور ہر مقام پر ایک اعلےٰ نمونہ ہیں، آپ بھی اپنے اندر کو صاف کرو۔ دِل کو پاکیزہ بناؤ، تاکہ خدا کی تخت گاہ بن سکے۔

بعض جرمن اور انگریز مصنفین نے حضور کی سیرت پر موٹی موٹی کتابیں لکھی ہیں اور آپ کی بڑی تعریف کی ہے اور تعریف کیوں نہ کرتے۔ انہوں نے بڑے تجسس اور تحقیق کے بعد محمد صلعم کے درجہ کا تاریخ میں اور کوئی انسان نہ پایا۔ اور اعترافِ حق پر مجبور ہو گئے۔ ہمارے لئے بھی رسولِ صلعم اُسوۂ حسنہ ہیں، اسی لئے ارشاد باری ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ۔ اس مبارک اور برکتوں سے بھرپور مہینہ سے صحیح استفادہ کرو اور روزہ کی اصل غرض و غایت تقویٰ کو اختیار کرو۔ تاکہ خدا تم سے راضی ہو۔

فضائلِ رمضان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس مہینہ میں پوری انسانیت کے لئے قیامت تک ممتد کتاب قرآن کریم کا نزول ہوا۔ جس کے ایک ایک حکم پر حضرت صلعم نے خود عمل کر کے دکھایا۔ حضورؐ سفر و حضر، جنگ و امن، تجارت اور باہمی لین دین اور لوگوں سے عمدہ برتاؤ کا ایک بے مثل نمونہ ہیں۔ ھدًی للنّاس۔ انسانوں کے لئے اس میں ہدایت اور کھلے کھلے دلائل ہیں جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہیں۔ فمن شھد منکم الشھر۔ پس جو تم سے یہ مہینہ پائے فلیصمہ۔ تو روزے رکھے۔ روزہ رکھنے اور اس کے جملہ لوازم پورے کرنے سے دل پاکیزہ ہوتا ہے۔ اپنے اندر کو صاف کرو، تاکہ خدائی انوار کی جلوہ گاہ بن سکے، حضور صلعم کی زندگی سب کے سامنے ہے۔ بڑے ہی بلند درجہ کا نمونہ ہے۔ حضورؐ نے نماز پڑھنا سکھائی۔ روزہ رکھنا سکھایا، صرف پیٹ کا روزہ نہیں، آنکھ کا روزہ، کان کا روزہ، زبان کا روزہ، پاؤں کا روزہ بھی ہے۔ کسی طرف بُری نگاہ نہ کرے۔ جھُوٹ نہ بولے کسی کی غیبت نہ سُنے۔ اللہ تعالےٰ کی منع کردہ راہوں پر چل کر نہ جائے۔ بعض سحری اور افطاری میں اعتدال سے نہیں کھاتے جس سے روزہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے اور وہ بھی قسما قسم کی پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پُرخوری سے پرہیز کرو کہ اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ یہ عبادت اور ریاضت کا مہینہ ہے۔ کوشش کرو کہ اس ماہ کی برکات سے پوری طرح مستفید ہو۔ اس زمانہ کے مجدد حضرت مرزا صاحبؑ نے اس ماہ میں صدقات و خیرات اور ایثار کو لازمی قرار دیا ہے اور اپنے اموال کو مخلوق خدا اور انسانی خدمت میں لگا دینے کی تلقین کی۔ مجددِ زمانؑ جب فوت ہوئے گھر خالی تھا۔ چنانچہ انجمن نے وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت صاحب کو ہم نے محمد رسول اللہ صلعم کے نمونہ پر پایا ہے۔ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کو ایک مجدّد کا عہد ملا۔ آپ لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں وہ اپنا اپنا محاسبہ کریں وہ کہاں تک اسلام کے پیروکار ہیں اور کیا ان کے دل دنیا کی محبت سے خالی ہیں؟ لوگ تمہارا مطالعہ کرتے ہیں۔ تمہاری وجہ سے اس زمانہ کے امام پر حرف نہ آئے۔

مُسلمان کی شان

فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین۔ (آل عمران ۱۴۵)

پھر جو مصیبت ان کو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں پہنچی۔ اس کی وجہ سے انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ اور نہ وہ کمزور ہوئے اور نہ دب گئے اور اللہ صبر کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے

تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول ـــ تا تم پہ ہو ملائکہ عرش کا نزول

کیا تاریخِ اسلام میں کوئی مُدّعی مجدّدیت پیدا نہیں ہوا؟ اور دعوئ مجدّدیت "کم ظرفی اور دکانداری" ہے؟

جماعت اسلامی کے اخبار "ایشیا" اور مودودی صاحب کا فتوےٰ مجدّدینِ اُمت پر

(دوست محمد)

جماعتِ اسلامی کا ہفت روزہ اخبار "ایشیا" اپنی ۱۵ر ستمبر ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:-

"قومی اسمبلی کے فیصلے اور آئین میں ضروری ترمیم کے بعد ربوہ سے تعلق رکھنے والے قادیانیوں کا تو مسئلہ حل ہو گیا۔ ان کو علی الاطلاق غیر مُسلم قرار دے دیا گیا ہے، اصولاً اور کلامی اعتبار سے تو وہ پہلے بھی اپنے ہی اعترافات اور اعلانات کے مطابق مسلمانوں سے الگ قوم تھے اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں سے الگ قوم غیر مُسلم ہی ہو سکتی ہے لیکن لاہوری احمدیوں کا مسئلہ قدرے مشتبہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم نہیں کرتے، بلکہ مدّعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں اور مسلمانوں میں شامل رہنا چاہتے ہیں، آئین نے ان کو بھی ملّتِ اسلامیہ پاکستان سے الگ اور غیر مُسلم قرار دے دیا ہے اور اس طرح یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے۔ اب اگر کوئی اشکال ہے تو اس کو خود لاہوری احمدیوں کو حل کرنا چاہئے۔"

اس میں شک نہیں کہ قومی اسمبلی کے فیصلے کے بعد لاہوری احمدیوں کے متعلق جو اشکال درپیش ہیں لاہوری احمدی ہی ان کو حل کر سکتے ہیں اور کریں گے، لیکن "ایشیا" کا یہ فرمانا کہ "لاہوری احمدیوں کا مسئلہ قدرے مشتبہ تھا" اور قومی اسمبلی کے فیصلہ سے "یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا" کم از کم جماعتِ اسلامی کے نقطۂ نگاہ سے متضاد نظر آتا ہے، کیونکہ اس جماعت کے سربراہ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کھُلے لفظوں میں یہ فتوےٰ صادر کر چکے ہوئے ہیں کہ:

"مرزا غلام احمد صاحب کے متبعین میں قادیانیوں اور احمدیوں کو میں بھی ایک کیٹیگری میں نہیں سمجھتا قادیانی گروہ میرے نزدیک فرقِ اسلامیہ سے خارج ہے مگر احمدی گروہ کا شمار فرقِ اسلامیہ ہی میں ہے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ قومی اسمبلی کے فیصلے سے پہلے مولانا مودودی کے نزدیک لاہوری احمدیوں کا مسئلہ بالکل مشتبہ نہ تھا اور وہ انہیں فرقِ اسلامیہ میں ہی شمار کرتے تھے، اب سوال یہ ہے کہ کیا قومی اسمبلی کے فیصلہ سے مولانا کا یہ فتوےٰ غلط ثابت ہو گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ کونسی وجوہ تھیں، جن کی بناء پر مولانا موصوف احمدی گروہ کا شمار فرقِ اسلامیہ ہی میں سمجھتے تھے اور قومی اسمبلی کے فیصلہ سے وہ وجوہ کس طرح غلط ثابت ہو گئیں؟

یہ تو ایک ضمنی بات تھی اور ہمیں امید ہے کہ معاصر "ایشیا" اس پر روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا کرے گا، لیکن زیرِ نظر مضمون میں معاصر ایشیا کا اصل موضوع یہ ہے کہ:

"وہ (لاہوری احمدی) تقریباً پچاس سال سے قادیانیوں سے نبرد آزما رہے ہیں اس بات پر کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا بلکہ صرف مجدّدیت اور محدّثیت کا دعوےٰ کیا ہے ہم نے ان کو بار بار یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ مسئلہ نبوت، مجدّدیت یا محدّثیت یا اسی قسم کی دوسری اصطلاحوں کا نہیں اصل مسئلہ دعوےٰ کا ہے۔ دعوےٰ کے بعد مدّعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصرِ نبوت کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور نبوت کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کا فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے یہ ہے کہ جو شخص اس دروازے کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھے گا، ہم اس کی آنکھ پھوڑ دیں گے اور جو شخص بابِ ختمِ نبوت کو ہاتھ لگائے گا ہاتھ کاٹ دیں گے۔"

ماشاء اللہ! کس قدر زبردست انکشاف ہے، جس کا علم "ایشیا" کے سوائے تمام اسلامی تاریخ میں کسی بڑے سے بڑے عالم کو بھی حاصل نہیں ہوا، جہاں تک نبوت کا دروازہ کھولنے کا تعلق ہے ہم مانتے ہیں کہ اس قسم کی کوشش ملّتِ اسلامیہ کے نزدیک سراسر ناجائز ہے لیکن یہ انکشاف کہ "اصل مسئلہ دعوےٰ کا ہے، دعوےٰ کے بعد ہر مدّعی (خواہ وہ نبوت کا نہیں بلکہ مجدّدیت و محدّثیت کا دعوےٰ کرے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصرِ نبوت کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے" یہ صرف "ایشیا" ہی کے کمالات علمیہ میں سے ہے جس کی تشریح یوں کی گئی ہے:-

"اب اگر کوئی شخص محدّثیت کا دعوےٰ کرتا ہے یا مجدّدیت کا یا نبوت کا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کا دعوےٰ کیا ہے۔ سوال صرف دعوےٰ کرنے کا ہے اور ختمِ نبوت کا بنیادی اُصول اور مزاج یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مدّعی نہیں۔ ہر قسم کے دعوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکے۔ چنانچہ ۱۴ سو برس کی اسلامی تاریخ میں بیسیوں اولیاء، صلحاء اور تجدیدِ دین کرنے والے آئے مگر کسی نے کسی بات کا دعوےٰ کیا اور نہ دعوےٰ کر کے مسلمانوں سے لپاڈگی کی اور ان کو کافر، جہنمی قرار دیا اور نہ مغلّظات سنائیں۔"

مسلمانوں سے لپاڈگی اور ان کو کافر اور جہنمی قرار دینے اور مغلّظات سنانے کی بات تو رہنے دیجئے کہ اسے کوئی شریف انسان جائز قرار نہیں دے سکتا، اور نہ اسلامی تاریخ بحضرت مرزا صاحب کے علمِ کلام سے اس کا کوئی ثبوت مل سکتا ہے، مگر "ایشیا" کا یہ فرمان کہ ۱۴ سو برس کی اسلامی تاریخ میں بیسیوں اولیاء اللہ صلحاء اور تجدیدِ دین کرنے والے آئے مگر کسی نے کسی بات کا دعوےٰ نہ کیا۔ تاریخی حقائق کے کہاں تک مطابق ہے۔ اس پر غور کرتے ہوئے ہم حیران ہیں کہ اسے جناب مرتضےٰ حسن مدیر "ایشیا" کی علمی فرومائگی کا نتیجہ سمجھا جائے یا عمداً مغالطہ دہی کی کوشش! کیونکہ ان بیسیوں اولیاء صلحاء اور تجدیدِ دین کرنے والوں میں جو ۱۴ سو سال کی اسلامی تاریخ میں ہو گذرے ہیں، کئی ایسے مدّعی پائے جاتے ہیں، جنہوں نے کھُلے طور پر خدا تعالےٰ سے علم پا کر نہ صرف مجدّدیت و محدّثیت کے دعوے کئے بلکہ اہلِ مشرق و مغرب کو اپنی رعیت اور اپنے آپ کو ان کا سلطان قرار دیا اور اپنے نہ ماننے والوں کو خائب و خاسر ٹھہرایا۔ ملاحظہ ہوں حسبِ ذیل الفاظ جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "تفہیماتِ الٰہیہ" میں پائے جاتے ہیں:-

"قد البسنی اللہ سبحٰنہٗ خِلعۃ المجدّدیۃ حین انتہت دورۃ الحکمۃ۔" یعنے جب حکمت کا دورہ انتہا تک پہنچ گیا تو اللہ تعالےٰ نے مجھے خلعتِ مجدّدیت سے سرفراز فرمایا۔"

یہ تو ہے ان کا دعوےٰ۔ اب اس دعوےٰ کی عظمت بھی سُن لیجئے فرماتے ہیں:-

"فہّمنی ربی جل جلالہٗ انا جعلناک امام ھٰذہ الطریقۃ و اوصلناک ذروۃ سنامھا وسددنا طرق الوصول الیٰ حقیقۃ القرب کلھا الیوم غیر طریقۃ واحدۃ وھو محبتک والانقیاد لک فالسماء لیس علی من عاداک ولیس الارض علیہ بارض فاھل المغرب و اھل المشرق کلھم رعیتک وانت سلطانھم علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا۔"

ترجمہ: میرے ربّ نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا ہے اور اس کی اعلےٰ بلندی تک پہنچایا ہے اور حقیقتِ قرب تک پہنچنے کے اور طریقے مسدود کر دیئے ہیں سوائے ایک طریقہ کے اور وہ تیری محبت اور تیری فرمانبرداری ہے۔ پس جو شخص تجھ سے عداوت کرے نہ آسمانی برکات اس پر نازل ہوں گی اور نہ وہ ارضی برکات کا مورد ہو گا، اہلِ مغرب اور اہلِ مشرق سب کے سب تیری رعیت ہیں اور تو ان کا بادشاہ ہے خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں، اگر وہ جان لیں تو کامیاب ہوں گے اور اگر بے خبر رہیں تو خائب و خاسر ہوں گے۔"

اب فرمائیں جناب مرتضےٰ حسن خان صاحب! شاہ ولی اللہ کا یہ دعوےٰ اسلامی تاریخ کا حصہ ہے یا نہیں۔ اور کیا اس دعوےٰ کے ہوتے ہوئے وہ انہیں اولیاء صلحاء تجدیدِ دین کرنے والوں

اور نبوت کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے والا قرار دیں گے بالخصوص جبکہ انہوں نے اپنے آپ کو اہلِ مغرب و مشرق کا سلطان اور اپنے نہ جاننے والوں کو بھی غائب و خاسر ٹھہرایا ہے ، . . . . جس کا شائبہ بھی حضرت مرزا صاحب کے کلام میں نہیں پایا جاتا -

صرف حضرت شاہ ولی اللہ ہی نہیں جنہوں نے دعوٰے مجددیت کرتے ہوئے اس کی ایسی عظمت بیان کی ہے ، ایک اور بہت بڑے بزرگ حضرت شیخ احمد سرہندی جنہیں مجدد الف ثانی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے اپنے مکتوبات میں رقمطراز ہیں :-

" و بدانند کہ بر سر ہر مائۃ مجددے گذشتہ است اما مجدد مائۃ دیگر است و مجدد

اب فرمائیں جناب مرتضٰے احسن صاحب کہ اس بزرگ شخصیت کو بھی آپ تاریخ اسلامی میں شامل سمجھتے ہیں یا اس سے خارج قرار دیتے ہیں اور کیا ان کے اس دعوٰے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصرِ نبوت کے سامنے کھڑا ہو کر نبوت کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے والا سمجھنا چاہیئے یا کچھ اور ؟

اور سن لیجئے یہی بزرگ یہ بھی فرما گئے ہیں کہ :

" امتم و لے شریک دولتم ، ہرچند تابعم اما از اصالت بے بہرہ نیم "
(مکتوبات جلد ثالث مکتوب ۸۷)

یعنے میں امتی ہوں ، تاہم حضور صلعم کا شریک دولت ہوں ، ہرچند آپ کا متبع ہوں مگر اصالت سے بے بہرہ نہیں ہوں -

فرمائیے وہ کون سی دولت ہے جس میں حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم صلعم کا شریک ٹھہرایا ہے اور متبع ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اصل قرار دیا ہے ، یا مدیر ایشیا انہیں اس فتوے کا مورد قرار دے گا جس کا ذکر اس نے زیر نظر مضمون میں کیا ہے -

ان دو بزرگ ہستیوں کے دعاوی کو ہم نے بطور مثال پیش کیا ہے ، ورنہ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ نے لکھا ہے ہر صدی کے سر پر کوئی نہ کوئی مجدد گذرا ہے ، جن کی مکمل فہرست نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم کی تصنیف حجج الکرامہ میں دی گئی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ بر سرِ مائۃ چہاردہم کہ دہ سال آں را باقیست اگر ظہور مہدی علیہ السلام و نزولِ عیسٰے صورت گرفت پس ایشاں مجدد و مجتہد باشند - (حجج الکرامہ ص ۱۳۹)

معلوم نہیں جناب مرتضٰے احسن صاحب مصنف حجج الکرامہ پر کیا فتوٰے صادر کریں گے جنہوں نے عین اس وقت جبکہ حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالےٰ سے علم پاکر مجددیت و مہدویت کا دعوٰے کیا اور اپنے آپ کو نزولِ مسیح کی حدیث کا مصداق قرار دیا ایک رنگ میں ان کی تصدیق کر دی -

اس سلسلہ میں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ مجددیت کا سلسلہ اُمت میں یونہی نہیں چل نکلا اس کی بنا ء حدیث نبوی پر ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علےٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا - اس حدیث میں " یبعث " کا لفظ بتا رہا ہے کہ مجددیت کا منصب دعوٰی کا متقاضی ہے جس کی تصدیق مندرجہ بالا دو بزرگ شخصیتوں میں پائی جاتی ہے ، حالانکہ مولانا مودودی کا نظریہ جو " ایشیا " نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ " تجدید دین کا کام کر جانے کا نام ہے دعوٰے کا نام نہیں دعوٰے سے دین کے کام کا آغاز کرنا کم ظرفی ہے " اور ایشیا کا فرمان ہے کہ ہمارے نزدیک وہ کم ظرفی ہی نہیں دکانداری بھی ہے ۔ "

کیا معاصر موصوف حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے مندرجہ بالا دعاوی کے پیش نظر ان پر " کم ظرفی " اور " دکانداری " کا فتوٰے صادر کرے گا ؟ جنہوں نے مجددیت کا صرف کام ہی نہیں کیا دعوٰے بھی کیا ہے اپنے آپ کو مشرق و مغرب کے لوگوں کا سلطان اور اپنے انکار کو منکرین کیلئے موجب بربادی قرار دیا -

فرمائیے ان کو آپ کم ظرف یا دکاندار کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں ؟

... ماہنامہ ایشیا نے ... جماعت احمدیہ لاہور کو یہ مشورہ دیا ہے :-

" ہم لاہوری پارٹی کے اہلِ فکر و قلم سے گذارش کریں گے کہ وہ مرزا صاحب کی وکالت کرنے اور صفائی پیش کرنے کی سعی لاحاصل اور شغل فضول سے باز آجائیں ، اگر وہ مسلمانوں میں شامل رہنا چاہتے ہیں اور قیامت میں اُمتِ محمدیہ میں اُٹھنا چاہتے ہیں تو صرف اس اسلام پر اکتفا کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور اشخاص و افراد کے چکر میں پڑ کر خراب نہ ہوں - "

اس مشورہ کا شکریہ ! ہم معاصر موصوف کی خدمت میں عرض کریں گے کہ جہاں تک قیامت کو اُمتِ محمدیہ میں اُٹھنے کا سوال ہے انہیں اطمینان رکھنا چاہیئے کہ جماعت احمدیہ

کی تعلیم ہے - اور ہم معاصر " ایشیا " سے عرض کریں گے کہ اگر وہ اگر قیامت کو اُمتِ محمدیہ میں اُٹھنا چاہتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کی سعی لاحاصل اور شغل فضول سے باز آجائیں کہ راستبازوں کو جھٹلانا اور ان پر کیچڑ اچھالنا اچھا نتیجہ پیدا نہیں کرتا -

۱۵ ترجمہ : اور جاننا چاہیئے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد گذرا ہے لیکن صدی کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور ، چنانچہ جو فرق سو اور ہزار سال میں ہے ان مجددین میں بھی یہی قدر فرق ہے ، بلکہ اس سے زیادہ) اور مجدد وہ ہے کہ اس کے زمانہ میں جو فیوض اُمتوں کو پہنچتے ہیں ، اس کے واسطہ سے پہنچتے ہیں اگرچہ (وہ فیوض حاصل کرنے والے) اس زمانہ کے قطب اور اوتاد یا ابدال اور نجیب کیوں نہ ہوں -

سُن لیا آپ نے ؟ یہ ہے مجدد کی شان !

رسیدہ بود بلائے

ہمارے محترم بھائی مبلغ اسلام شیخ محمد طفیل ایم اے اطلاع دیتے ہیں کہ وہ ان دنوں ویسٹرن ہیمسفیر اسلامک کنونشن کے لئے گیانا گئے ہوئے ہیں چند دن قبل وہ کہیں جا رہے تھے کہ چند حبشیوں نے لوٹنے کی غرض سے آپ پر حملہ کر دیا - آپ کے ساتھ ایک بچی تھی جس نے شور مچایا ، آپ نے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا ، قریب تھا کہ حبشی چاقو سے آپ پر حملہ کرتے کہ آپ کسی نہ کسی طرح بھاگ کر ایک انڈین شاپ میں جا گھسے اور اس طرح دشمن ناکام رہے -

ادارہ پیغامِ صلح اس حادثہ میں اپنے بھائی سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور بخیریت نکلنے پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور خدائے تعالےٰ کا شکر گذار ہے کہ اس نے اسلام کے اس خادم اور سلسلہ کے قیمتی رُکن کو محفوظ رکھا - نیز دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے محترم بھائی کو ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھ کر خدمت دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے ، برادران سلسلہ سے التماس ہے کہ وہ اس مبارک مہینہ میں اپنے بھائی کی عافیت و درازیٔ عمر کے لئے دعا کریں ، تاکہ آپ دینِ اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دے سکیں -

احمدی اکابرِ ملت کی نظر میں

علامہ محمد شلتوت شیخ جامعہ الازہر مصر

" احمدی ہمارے مسلمان بھائی ہیں - وہ اسی کلمہ طیبہ پر ایمان رکھتے اور اعتقاد رکھتے ہیں - جس پر ہمارا اعتقاد و ایمان ہے - "

(از اخبار ایسٹ افریقن ٹائمز مؤرخہ یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء)

حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ

زندگی جدوجہد سے عبارت ہے

اسلام کفارہ کا مخالف اور اعمالِ صالحہ کا مؤید ہے

(۲)

انسانی فطرت میں ایک بھاری نقص یہ ہے کہ وہ محنت کا چور ہے۔ وہ تن آسانی کا عاشق ہے اس لئے لازماً وہ کئے کرائے کام کا مالک ہونا چاہتا ہے۔ وہ اپنے بوجھ کو دوسروں کی گردن پر دیکھنے سے خوش ہوتا ہے۔ اس سے قوتِ عمل کمزور ہو جاتی ہے۔ اور مسئلہ کفارہ یا شفاعت غلط معنوں میں انسانی طبیعت کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔ جس طرح ہم محنت سے بچنے کے لئے سنگ پارس یا کیمیا کی تلاش میں لگ جاتے ہیں جس سے ہماری غرض یہی ہوتی ہے کہ ہم سنگِ پارس کے ذریعے یا کسی اور کم قیمت دھات کو سونا بنا کر آئندہ کی محنت اور کلفت سے بچ جائیں۔ اور بلا عمل دنیوی چین اڑائیں۔ وہی رنگ بعض وقت ہمارے مذہبی معتقدات میں بھی آجاتا ہے۔ یورپ بھی اس مرض کیمیا گری میں چار پانچ صدی پہلے مبتلا تھا لیکن آج وہ اس غلطی سے نکل گیا۔ اور اس نے سنگ پارس سے نہیں بلکہ کیمیائے عمل سے لوہے کو سونے سے بھی گراں کر کے بیچا۔ لیکن جہاں مادیات میں مغرب نے کیمیائے عمل کی حقیقت کو سمجھ لیا۔ روحانیات میں ابھی تک یورپ کے لوگ ایامِ وسطےٰ کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ابھی تک ایمان رکھتے ہیں۔ کہ مادیات میں تو نہیں مگر روحانیات ایک بات پر سنگِ پارس کا عمل رکھتا ہے۔ اور وہ مسیح کا خون ہے۔ اس پر ایمان لانے سے اُن کی پست فطرت نیک فطرت میں مبدل ہو جاتی ہے۔ ان کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ . . . اور وہ بہشت کے مالک بن جاتے ہیں۔

اس مسئلہ کفارہ مسیح سے جس قدر قوتِ عمل ضائع ہو کر احساسِ ذمہ داری انسان میں مر جاتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ واقعات یہ ثابت نہیں کرتے کہ بپتسمہ پانے سے انسان میں قوتِ گناہ زائل ہو جاتی ہے۔ ہاں بالمقابل کفارہ کے بھروسہ نے یورپ کو گناہ کرنے پر دلیر کر دیا۔ اس سے ہر قسم کے مظالم اور واہیات سرزد ہوئیں۔ وہ بعض بدیوں میں دنیا سے سبقت لے گیا۔ اگر مسیح کی زندگی اور مسیح کی تعلیم انسان کے لئے ایک حضرت اسوہ حسنہ ٹھہر سکتا ہے۔ جیسے کہ مسیحی معلموں کا خیال ہے۔ تو پھر روشنِ روشن میں مشعل جلا کر یورپ کے گلی کوچوں کو یورپ کے کلیسوں کو۔ یورپ کے مدبرانِ سلطنت کے دفاتر کو دیکھا جائے۔ تو ان میں کہیں مسیح نظر نہ آئے گا۔ کیا یہ یورپ کا جنگ۔ یورپ کا یہ طریق جہانبانی رنگ و قوم کا سوال ۔ ان کی معاشرت۔ ان کے تعیشات انسانیت میں کہیں بھی مسیح کی زندگی کا نام نہیں ہے؟ یورپ کو مسیح کی زندگی سے تعلق کیا۔ یہ سب اسی لئے ہوا کہ مسئلہ کفارہ نے عمل کی ضرورت کو مفقود کر دیا۔ وہ کیوں مسیح کی نقل کریں جب ضرورت عمل ہی نہیں۔ مسیح کے مذہب کے لئے وہ روزِ بد تھا جس دن پولوس نے اس میں شامل ہو کر مسئلہ کفارہ کی بنیاد رکھی۔ اور شریعت و عمل کو لعنت قرار دیا۔ لوتھر جیسے عقلمند انسان نے بھی اس مسئلہ میں غلطی کھائی۔ اس نے بھی خونِ مسیح پر ایمان کے ہوتے ہوئے عمل کو غیر ضروری سمجھا۔ وہ اور کیا کر سکتا تھا۔ جب ایک انسان کی نجات کے لئے مسیح کی صلیب پر ایمان لانا کافی سمجھا جائے اور اس کا خون بدعملیوں کو دھو سکے۔ تو پھر نیک عمل کی حاجت نہیں رہتی۔ لیکن آج تجربہ نے ثابت کر دیا کہ شریعت اور عمل جسے پولوس نے لعنت قرار دیا وہ تو لعنت نہ تھے۔ وہ حقیقی برکت تھے۔ مگر وہی مسئلہ کفارہ نسلِ انسانی کے لئے لعنت بنا۔

کیا قسمت کا اُلٹ پھیر ہے۔ کہ وہی عیسائی قوم جو روحانیات میں شریعت و عمل کی قائل نہیں۔ ان کی سلطنت ان کی تمدن و تہذیب ان کی ترقی و اقبال سب کے سب شریعت و عمل کی طفیل ہے۔ کیونکہ شریعت مترادفِ قوانین ہے۔ وہ کونسی عیسائی سلطنت ہے۔ جو قانون سے وابستہ نہیں۔ مناسب تو یہ تھا کہ یہ لوگ یا عیسائی مذہب کو چھوڑ دے یا واقعات کو نون کا مل مجالس کو اٹھا دیتے۔ جسٹر یوں کو اور عدالتوں کے حکام کو جواب دے دیتے۔ کیونکہ قانون اور شریعت بقول پولوس لعنت تھی۔

عیسائی تھیالوجی کا بنیادی مسئلہ در اصل یہی ایک مسئلہ ہے جو عمل کو لاشئے قرار دیتا ہے۔ اور یہی مسئلہ اسلام اور عیسائیت میں مابہ الامتیاز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان شریعت یا قانونِ الٰہی پر چلنے کے قابل ہی نہیں۔ اس لئے وہ گناہ کرتا ہے اور مستوجب سزا ہو جاتا ہے۔ جس سے بچنا ایک کفارہ چاہتا ہے۔ کیونکہ عدل سزا دیئے بغیر انسان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ انسان خود سزا پائے یا اس کی جگہ کوئی سزا اُٹھائے بالمقابل گناہ گار انسان کا کفارہ کوئی اور انسان نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خود گناہگار ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک خدا کے سوا اور کوئی انسان معصوم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے خدا ہی کفارہ ہو سکتا ہے۔ جس سے مسیح کی اُلوہیت کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ عیسائی فسانہ کا خلاصہ ہے۔ الغرض عیسائی مذہب کی ساری بنیاد اس ایک بات پر آرہی ہے۔ کہ انسان میں شریعت پر چلنے کی استعداد نہیں یعنی اس میں قوتِ عمل نہیں جو بالبداہت ایک باطل امر ہے۔ اگر ہم میں قوتِ عمل نہ ہو یعنی ہم میں قانون پر چلنے کی استعداد ہی نہ ہوتی تو پھر نہ مقننین کی ضرورت رہتی ہے۔ نہ کوئی حکومت ہی قائم رہ سکتی ہے۔ اس موقعہ پر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ عیسائی تھیالوجی میں اگر یہ مانا گیا ہے کہ انسان میں قانون پر چلنے کی طاقت نہیں تو اس سے مراد دنیاوی قوانین نہیں۔ بلکہ ربانی قوانین ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کس مقام پر ہم دنیاوی اور ربانی قوانین میں فرق کر سکتے ہیں۔ دنیا کی بہبودی کے لئے کوئی بھی ایسا قانون وضع نہیں ہو سکتا جس کی بنیاد کسی الٰہی قانون پر نہ ہو۔ اور باتوں کو چھوڑ دو کونسا قانون کسی گورنمنٹ کا ہے جس میں موسےٰ کے دس احکامِ شریعت نظر نہیں آتے۔

یہ سب ایامِ وسطےٰ کی جہالتیں اور توہم پرستیاں ہیں۔ آج جو کچھ یورپ کو حاصل ہوا قوتِ عمل سے حاصل ہوا۔ اگر یورپین تمدن سائنٹیفک انکشافات سے وابستہ ہے تو پھر سائنس تو قوانینِ فطرت کے دریافت کرنے کا نام ہے جن پر چل کر دنیا کچھ کی کچھ ہو گئی ہے۔ الغرض جس نعمت عظمےٰ کی خبر قرآن کریم نے انسان کو دی۔ یعنی عمل اور اس کی قوت اس پر سب سے اوّل مسلمان قدم زن ہوئے۔ جس سے انہیں فوق العادت ترقی حاصل ہوئی۔ مگر بعد میں جس کو چھوڑ کر وہ ادبار کے گڑھے میں گر پڑے۔ بالمقابل یورپ نے اس نعمت کو مسلمانوں سے لے لیا۔ یورپ نے انجیل عمل کو قبول کیا۔ اور مادی معاملات میں وہ حاصل کیا جس کا وعدہ قرآن مجید نے مؤمنوں کے ساتھ اس دنیا میں کیا ہے۔ کیا عجیب بات ہے۔ جس مذہب نے عمل پر زور دیا اور ہر ایک دینی و دنیوی برکت عمل سے وابستہ کی۔ اس کے پیرو عمل چھوڑ کر دنیا میں ذلیل ہو گئے۔ اور جس قوم کے مذہب نے عمل کو لعنت قرار دیا۔ انہوں نے اس تعلیم کو دنیوی ترقی کے لئے لعنت سمجھ کر اس پر لعنت بھیجی اور اس معاملہ میں تعلیم قرآن کو عملاً قبول کیا۔ اور ان ثمرات کے مالک ہو گئے جن کا وعدہ اس دنیا میں کتابِ حمید کرتی ہے۔ مسئلہ عمل میں الغرض مسلمان پولوس کے شاگرد بن گئے اور پولوس کے پیرو مخبرِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

عیسائی اپنی کتبِ مقدسہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ جو کتابیں کتابِ پیدائش یا خمس موسےٰ سے چل کر ملاکی نبی کی کتاب پر ختم ہوتی ہیں۔ اسے پرانا عہدنامہ کہتے ہیں۔ باقی کتب یعنی انجیل متی سے لے کر مکاشفات تک نئے عہدنامہ کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔ اس تقسیم سے مراد یہ دو بڑے عقیدہ عیسائیت مذہب انسانی کے وہ دو پہلو ہیں جو یہ دو تعلیم کلیسیا خدائے تعالےٰ نے انسان کی نجات کے لئے پسند کئے۔ ان کے نزدیک پہلا پہلو شریعت کا تھا۔ یعنی وہ عہد جو جناب موسےٰ کی معرفت نسلِ انسانی کے ایک حصہ سے ہوا۔ یعنی خدا نے موسےٰ کی معرفت انسان کو قوانین دیئے جن پر عمل پیرا ہونا اسے نجات تک پہنچا سکتا تھا۔ یعنے انسان کی نجات کو خدا تعالےٰ نے عمل سے وابستہ کیا۔ چند صدیوں کے تجربہ نے خدائے تعالےٰ پر ثابت کر دیا کہ اس سے غلطی ہوئی۔ کیونکہ انسان اس عہد میں پورا نہ اُترا۔ اس لئے مسیح کے آنے پر انسانی نجات کے لئے مذہب عمل کو چھوڑ کر انسان کو انجیل فضل عطا فرمائی۔ انسان کی غلط کاریوں کے عوض میں ایک بڑا بھاری فدیہ لے لیا گیا۔ ایک معصوم کو صلیب پر

کھینچا گیا جس کے خون نے انسانی گناہ دھو ڈالے۔ اور اس کفارہ نے انسان اور خدا میں مصالحت کرا دی ہے۔ جس پر خدا تعالیٰ نے تجدید عہد کی کہ جو اس کفارہ پر ایمان لائے گا وہ نجات پائے گا۔ اس لئے اس کا نام نیا عہد نامہ ٹھہرا۔ یعنے عہد نامہ قدیم تو معاہدہِ عمل تھا اور عہد نامہ جدید معاہدہ ایمان ٹھہرا جس میں عمل کی ضرورت نہ رہی۔

در اصل اسلام و مذہب کلیسیا میں دوسری طرف اگر فرق ہے تو صرف اسی قدر ہے کہ **اسلام اور کل مذاہب دیگر تو انسانی نجات کو عمل سے وابستہ کرتے ہیں** اور مذہب کلیسیا صرف کفارہ مسیح پر ایمان لانے کو نجات کے لئے کافی سمجھتا ہے۔ ہم نے اراداتاً اس انوکھے مذہب کا نام مذہب کلیسیا رکھا۔ کیونکہ جناب مسیح بھی مذہب عمل و شریعت کے پابند تھے۔ اپنے خطبہ کوہی میں بھی انہوں نے شریعت پر زور دیا۔ ان کے نزدیک خداوند کی بادشاہت میں انسان عمل سے ہی داخل ہو سکتا تھا۔ جب کبھی کوئی ان کے پاس نجات کی راہ پوچھنے آیا۔ انہوں نے شریعت و عمل کی طرف رہنمائی کی۔ انہوں نے اپنے ذاتی کمالات کے حصول کا دروازہ بھی۔ نماز، روزہ اور عمل ہی بتلایا۔ الغرض عمل پر ہی ان کا ایمان تھا۔ اور ان کی تعلیم بھی یہی تھی۔ انہوں نے کبھی یہ نہ اشارہ کیا۔ کہ اب عہد شریعت ختم ہو چکا۔ اور اب عہد فضل میرے ساتھ شروع ہوا۔ میں عنقریب تمہارے گناہوں کے عوض میں پھانسی پر چڑھنے والا ہوں تمہاری گذشتہ اور آئندہ بدعملیوں کا میں کفارہ بننے والا ہوں تمہیں اب عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے کفارہ پر ایمان لاؤ اور نجات پاؤ۔ حیرت کا مقام ہے کہ اگر حضرت مسیح نے عہد عمل کو منسوخ کر دیا تھا۔ تو کیا آپ کی ذات مقدس ہم سے مضحکہ کرتی ہے جو اس قدر شریعت پر زور دیتی۔

پھر اس **انوکھے مذہب کو عہد** فضل کہنا ہی غلط ہے وہ عقیدہ جس سے انسان **بے عمل ہو جائے** جس سے احساس ذمہ داری میں کمی پیدا ہو جائے۔ جس سے انسان **کے قویٰ میں جوش** پیدا نہ ہو وہ فضل نہیں ہو سکتا وہ لعنت ہے۔ اسی طرح اس نئے طریقہ نجات کا نام عہد جدید رکھنا بھی جہالت کا اظہار کرتا ہے۔ کلیسی عقائد میں ہمیں تو ایک بات بھی نظر نہیں آتی جس کا وجود قدیمی توہم پرستیوں میں موجود نہ ہو۔ انسان کا گناہ کر کے خدا کا مورد غضب بننا۔ اس کے غضب سے بچنے کے لئے انسان کا مختلف قسم کی قربانیاں تجویز کرنا۔ ان قربانیوں میں بعض جگہ انسانوں تک کا مذبح پر چڑھایا جانا۔ یہ ایک داستان پارینہ ہے۔ جو مسیح کی پیدائش سے پہلے مصر میں، ہند میں، ایران میں، یونان میں موجود تھی۔ جناب مریم (صدیقہ) سے پہلے بھی کنواریاں بعض انسانوں کی مائیں بنیں۔ اور بعض ایسے باکرہ زادے خدا اور نیم خدا ٹھیرے جس کے شاہد حال یونانی فسانے موجود ہیں۔ ہندوستان میں چندر اور سورج بنسی خاندانوں کا آغاز بھی دو کنواریوں سے ہوا۔ یہاں ہمیں جناب مسیح کی ولادت کو زیر بحث لانا مد نظر نہیں۔ نہ ایک مسلمان مریم بتول کی عصمت پر مذہباً حرف گیر ہو سکتا ہے۔ ہمیں صرف یہاں اسی قدر دکھلانا ہے کہ مذہب کلیسیا کے پہلے بھی کنواریوں کے بطن سے بعض انسان پیدا ہو کر مخلوق کے خدا بن چکے ہیں۔ دوسری طرف جانور یا انسان کے خون سے خدا یا کسی دیوتا کے غصہ کا فرو ہونا۔ اور اس سے انسانوں کا نجات پا جانا ایک پرانا فسانہ ہے۔ پھر اسے انجیل جدید کہنا یا نیا عہد ٹھہرانا جہالت کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے۔

اس موقعہ پر ایک اور اعتراض بھی خدا تعالےٰ کی ربوبیت پر آتا ہے۔ رب العالمین کے فضل کسی قوم ملک یا مذہب سے وابستہ نہیں۔ وہ سب کا خالق ہے۔ اور ہر ایک مخلوق کا یکساں حق اُس فضل پر ہے۔ وہ ربانی برکات کی تقسیم میں غیر جانبدار ہے اور ہونا چاہیئے۔ اگر اس نے جسمانی پرورش کے لئے ایک ہی قسم کے سامان سب کو عطا کئے۔ تو پھر مذہب کے دینے میں جو جسم سے زیادہ قیمتی چیز ہے۔ یعنی روح کی پرورش کے لئے عطا ہوا ہے وہ کیوں جانبداری کرے۔ وہ عالم الغیب ہے۔ اور اگر مذہب کلیسیا سچا ہے۔ تو اُسے جان لینا چاہیئے تھا۔ کہ انسان شریعت پر عمل نہیں کر سکے گا۔ اگر بقول پولوس شریعت لعنت تھی تو اس لعنت کے ماتحت اس نے کیوں دنیا کو جناب مسیح کی پیدائش تک رکھا۔ اسے چاہیئے تھا۔ کہ جو مذہب فضل اس نے مسیح کی معرفت دیا وہ پہلے ہی روز ہر ایک قوم کو دے دیتا ہے۔ آخر جس گناہ نے انسان کو ہلاک کیا وہ تو آدم سے سرزد ہوا تھا۔ چاہیئے تھا کہ یا تو باغ عدن میں اسی دن خدا مسیح کی شکل میں آ کر مصلوب ہو جاتا۔ یا جس ملک میں کوئی مذہب دیا گیا تھا۔ وہاں بھی ایک ایک مسیح مصلوب ہو جاتا مصلوب تو خود خدا کو ہونا تھا۔ وہ ہر ایک ملک میں کسی مریم کے ذریعہ پیدا ہو سکتا تھا۔ خدا کا فضل تو عالمگیر ہوتا ہے۔ اس کے کیا معنی کہ ہزاروں برس سے انسان ہر ملک و دیار میں تو شریعت کی لعنت تلے ہے۔ کیونکہ کسی ملک کے مذہب کو دیکھ لیا جائے وہ مذہب عمل و شریعت ہے۔ صرف دو ہزار برس سے وہ ایک نیا طریق نجات تجویز کرتا ہے۔ صرف دو ہزار برس سے انسان ہر ملک و دیار میں تو شریعت کی لعنت تلے ہے۔ کیونکہ کسی ملک کے مذہب کو دیکھ لیا جائے وہ مذہب عمل و شریعت ہے۔ صرف دو ہزار برس سے وہ ایک نیا طریق نجات تجویز کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ پہلا طریق نجات نہایت کٹھن اور مشکل ہے۔ اور دوسرے طریق میں تو کوئی وقت ہے ہی نہیں۔ بقول لیوتھر ایمان لاؤ اور اعمال سے نجات پاؤ۔ لہٰذا یہ خاص جانبداری ہے جو شان ربوبیت عالم کے منافی ہے۔ سابقین کو کیوں مصیبت عمل میں ڈالا گیا۔ اور متاخرین کی نجات کیوں اس طرح آسان کر دی گئی۔ پھر متاخرین میں سے بھی ان لوگوں کی نجات کا کیا سامان کیا گیا جنہوں نے کبھی مسیح کا نام تک نہیں سُنا۔ یہ مانا کہ آج یورپ کے یاجوج ماجوج نے دنیا کے کسی حصہ کو نہیں چھوڑا۔ مگر آج سے ڈیڑھ دو سو برس پہلے تو صدہا قومیں دنیا میں ایسی موجود تھیں جنہوں نے خواب میں بھی اس عہد جدید یا عہد فضل کو سُنا نہ ہو گا۔ اگر واقعہ صلیب نے عہد قدیم کو منسوخ کر کے ایمان بر صلیب کو ہی مختصاً طریق نجات ٹھہرایا۔ تو پھر ان ناواقف قوموں کو کس گناہ کے عوض میں دوزخ میں دھکیلا گیا۔

در اصل کلیسیا کی تھیالوجی ایک یونانی فسانہ کا دوسرا رنگ ہے۔ اور یہ وہی شخص مان سکتا ہے جو دائرہ علم و عقل کو دائرہ مذہب سے جُدا رکھے۔ اصل میں کلیسی عقائد یا دوسرے مذاہب و ملت کے عقائد جو طرح طرح کی باطل پرستیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حقیقت نجات سے ناآشنا ہیں۔ یہ شاید یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی خاص جگہ ہے جس میں ہر طرح کی آسائش ہے۔ جہاں کا داخلہ ایک ذات کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہماری بدعملیوں سے بہت بگڑا ہوا ہے۔ اس کی آتش غضب بھڑک اُٹھی ہے جس کے فرو ہونے پر وہ کسی انسان کو اس آسائش کی جگہ میں جانے کی اجازت دے سکتا ہے۔ جس طرح یہاں نذر، سفارش یا فدیہ سے کام چل سکتا ہے۔ وہاں بھی کسی قربانی۔ کفارہ سے بدعملی کا عوض ہو سکتا ہے۔ چلو اگر ہم نے گناہ کیا۔ تو ہم میں سے کسی نے سزا بھگت لی۔

اب اگر حقیقت نجات یہی ہے۔ تو پھر طریق نجات بھی اسی قسم کا تجویز ہو گا۔ لیکن بہشت یا فلاح جو قرآنی اصطلاح میں موت کے بعد ایک کامیاب زندگی کا نام ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان کے اندر کی استعدادیں مرنے کے بعد اس ترقی کو حاصل کرنے لگ جائیں جو انسان کی فطرت میں ودیعت شدہ ہے۔ انسان کے اندر جو ملکوتی اور ربانی صفات ہیں ان کا ظہور تام تو اس دنیا کو چھوڑنے پر ہو گا۔ لیکن ان استعدادوں کو ترقی بعد الموت کے شاہراہ پر گامزن کرانے کی قابلیت انسان نے اس دنیا میں حاصل کرنی ہے۔ اس لئے اس عالم کا نام مزرعہ آخرت رکھا گیا ہے۔ اس استعداد کے پیدا کرنے کے لئے خدائے تعالیٰ انسان کو ایک دستور العمل دیتا ہے۔ جس کا نام مذہب یا شریعت ہے۔ اب اگر نجات یا فلاح کی حقیقت یہ ہے تو پھر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کسی کا فدیہ۔ سفارش یا کفارہ ہمیں کس رنگ میں مفید ہو سکتا ہے۔ نجات تو اس بالقوہ استعداد کے بالفعل ہونے کا نام ہے۔ جو ہمیں دوسرے جہان میں ترقی پر ترقی کرنے کے قابل کر دے گی۔ تو پھر کسی کا پھانسی پر چڑھنا ہم میں وہ استعداد کیسے پیدا کر دے گا۔ اگر کسی حکیم یا ڈاکٹر کا اپنا سر پھوڑنا یا اپنی آنکھ نکال لینا کسی کی درد سر کو دُور کر سکتا ہے یا ایک اندھے کو بینا کر سکتا ہے تو پھر کفارہ مسیح کے قبول کرنے میں کوئی دقت ہمیں نظر نہیں آتی۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ جنت یا بہشت اگر کوئی ایسی جگہ ہے کہ جس کی نعماء سے متمتع ہونے کے لئے بھی کسی خاص قسم کے خواص اور اعضاء کی ضرورت نہیں، بلکہ وہاں داخل ہونے کے لئے خدائے تعالےٰ نے کوئی شرط لگا دی ہے۔ جس نے وہ شرط پوری کر دی اس سے وہ خوش ہو گیا۔ اور اس کے عوض میں اس نے داخلہ بہشت کا ٹکٹ اسے دے دیا۔ تو پھر جو اس شرط کو پورا نہیں کر سکا۔ اس کے لئے لازماً وہ راہیں ہیں، جو مختلف مذاہب باطلہ نے تجویز کر رکھی ہیں۔ یعنی سفارش۔ فدیہ۔ کفارہ۔ بہانت اور

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲)

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: محترم فخرالدین احمد صاحب

قرآن حکیم میں تذکرۂ انبیاء ــــــ حضرت نوحؑ

حضرت نوحؑ کے تذکرے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ بائبل کی طرح قرآن یہ تسلیم نہیں کرتا کہ طوفان نوحؑ ساری دُنیا پر آیا تھا اور تختہ زمین سے ساری کائنات نابود ہوگئی تھی۔
(پیدائش ۷: ۲۱)

قرآن کریم کی ابتدائی وحی میں اسی نظریئے کو پیش کیا گیا ہے :-
" ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا "

یہ الفاظ ہیں جن سے سورۃ نوح شروع ہوتی ہے۔ اس سورۃ میں حضرت نوحؑ کے جھٹلائے جانے کا ذکر کرکے فرمایا ہے کہ صرف نوحؑ کی قوم "اپنی خطا کاریوں سے وہ غرق کئے گئے" (۷۱: ۲۵) چنانچہ جہاں کہیں بھی حضرت نوحؑ کا ذکر آیا ہے وہاں ہی فرمایا گیا ہے کہ صرف نوحؑ کی قوم جنہوں نے حق کی مخالفت کی اور حضرت نوحؑ کی ایذا رسانی میں یہاں تک بڑھ گئے کہ ان کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ غرق کی گئی تھی۔ جیسا کہ سورۃ الشعراء میں آتا ہے :-

"اس (نوحؑ) نے کہا اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے سو میرے اور ان کے درمیان کھلا فیصلہ کر اور مجھے اور انہیں جو مؤمنوں سے میرے ساتھ ہیں نجات دے۔ سو ہم نے اسے اور انہیں جو اس کے ساتھ تھے بھری ہوئی کشتی میں نجات دی۔ پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔"
(۲۶: ۱۱۷-۱۲۰)

"اسے قوم کے مقابل پر مدد دی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ وہ بُرے لوگ تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔" (۲۱: ۷۷)

"اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور ان کے بارے میں مجھے کچھ نہ کہہ جو ظالم ہیں۔ وہ غرق کئے جائیں گے" (۱۱: ۳۷)

"پر انہوں نے اسے جھٹلایا سو ہم نے اسے اور انہیں جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور انہیں جانشین بنایا اور انہیں غرق کر دیا۔ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔" (۱۰: ۷۳، ۷، ۶۴)

حضرت نوحؑ کے حالات میں سب سے اہم واقعہ کی تفصیل گیارہویں سورت (ہود) میں ملتی ہے۔ جہاں کشتی کے تیار کئے جانے۔ حضرت نوحؑ کے اس میں سوار ہونے۔ کوہ جودی جو اس سلسلہ کوہ کا ایک حصہ ہے جو آرمینیا کا جنوبی حصہ میسوپوٹیمیا سے جُدا کرتا ہے پر جا کر لنگر انداز ہونے، حضرت نوحؑ کے نافرمان بیٹے کے بوجہ اپنی بداعمالیوں اور غیر صالح ہونے کے غرق ہونے کا ذکر ہے۔ سورۃ العنکبوت [29] میں مختصراً آپؑ کے ۹۵۰ برس کی عمر پانے کا ذکر ہے۔ یہ مدت یا تو ان کی اپنی عمر کی طرف اشارہ کر رہی ہے یا ان کی شریعت کی میعاد کی طرف۔

سورۃ التحریم میں آپؑ کی بیوی کا ذکر ملتا ہے کہ حضرت لوطؑ کی بیوی کی مانند اس نے بھی حضرت نوحؑ کی خیانت کی تھی یعنی ان پر ایمان نہیں لائی تھیں۔

انبیاء کرامؑ جن کا بائبل نے ذکر نہیں کیا

قرآن کریم میں جہاں انبیاء کرام کا تاریخ وار ذکر کیا گیا ہے وہاں حضرت نوحؑ کے بعد حضرت ہودؑ کا ذکر آیا ہے۔ آپ عاد کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ قوم صحرائے احقاف میں آباد تھی (۴۶: ۲۱) جو ملک عرب کے جنوب میں عمان سے لے کر حضرموت تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا نام آرام (جو حضرت نوحؑ کے پوتے تھے) کے پوتے عاد کے نام پر ہے۔ عاد اور ثمود میں فرق کرنے کے لئے کہیں انہیں عاد اوّل (۵۳: ۵۰) اور ثمود کو عاد ثانی کہا گیا ہے۔ ان کتبوں سے جو حال ہی میں دریافت ہوئے ہیں پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک طاقتور قوم تھی جس نے وسیع علاقے کو زیر نگیں کیا تھا اور یہ دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ بائبل حضرت ہودؑ کا ذکر نہیں کرتی اور نہ ہی حضرت صالحؑ کا جو قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے تھے۔ ثمود کا ذکر اکثر قوم عاد کے ساتھ آتا ہے گو یہ دونوں قومیں جدا جدا علاقوں میں آباد تھیں۔ ثمود الحجر میں بستے تھے (۱۵: ۸۰) انہوں نے بلند عمارتیں بنائیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بلند قامت تھے۔ وہ اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ طاقتور قوم تھی (۸۹: ۷-۸) بالآخر ایک تند و تیز آندھی نے ان کو موت کی نیند سلا دیا (۶۹: ۶-۷، ۵۴: ۱۹)۔ جو ان کے کفر و طغیان کا انجام تھا۔

ثمود کے متعلق ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ بلند پہاڑوں میں کوٹھیاں بنایا کرتے تھے (۷: ۷۴) پتھر کے تراشے ہوئے ان مکانوں کے آثار عہد نبوی صلعم تک ملتے رہے ہیں۔ (۲۷: ۵۲) انہیں زلزلہ نے تباہ کیا جو ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے تھا (۷: ۷۸) ان کے حالات میں ایک اونٹنی کا ذکر بھی آتا ہے جو ان کو بطور نشان دی گئی تھی اور انہیں تنبیہہ کی گئی تھی کہ اگر انہوں نے اونٹنی کو ہلاک کیا تو ان پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ اس اونٹنی کے بارے میں بہت سے ایسے بے اصل قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ جو قرآن کریم سے ثابت نہیں۔ ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شقی القلب قوم نے اپنے نبیؑ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا (۲۷: ۴۸-۴۹) اور اونٹنی کے مارنے میں درحقیقت اسی سازش کو بروئے کار لانے کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے علاوہ اور بھی انبیاء ہیں جن کے حالات قرآن کریم نے بیان کئے ہیں مگر بائبل ان کے بارے میں خاموش ہے ان میں سے ایک حضرت لقمان ہیں (۳۱: ۱۳) ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حبشہ کے رہنے والے تھے اور نبی تھے۔ ان کی تعلیم میں عجز و انکساری، فروتنی اور میانہ روی اختیار کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ قرآن کریم میں ایک غیر اسرائیلی نبی حضرت خضر کا بھی ذکر ہے جو حضرت موسیٰؑ کے ہمعصر تھے۔ اور جن کے پاس حضرت موسیٰؑ تحصیل علم کے لئے گئے تھے (۱۸: ۶۰-۸۲) حضرت خضر خرطوم میں رہتے تھے جو دریائے نیل کی دو بڑی شاخوں نیل ابیض اور نیل ازرق کے سنگھم پر آباد تھا۔ (۱۸: ۶۰) ان کے علاوہ فارس کے ایک بادشاہ دارائے اوّل کا ذکر بھی قرآن کریم نے کیا ہے اسے ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔ یا دانیال نبی کے مکاشفہ کی بنا پر دو سینگوں والا (دانیال کی کتاب (پرانا عہد نامہ) ۸: ۲۰) اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی ایک قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ یہ واقعات قرآن کریم کے اس دعوے کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہر قوم اور بستی کی طرف نبی اور رسول بھیجے گئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ دو ایسے نبی ہیں جن کے حالات کو قرآن کریم نے بڑی اہمیت دی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر تقریباً ستر موقعوں پر اور حضرت موسیٰؑ کا ذکر ایک سو تیس سے زیادہ مرتبہ آیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے تذکرے کو اہمیت دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عرب میں بسنے والی تینوں مختلف اقوام یعنی یہود۔ عیسائی اور بُت پرست آپؑ کو ماننے والے تھے۔ اس لحاظ سے ان تینوں اقوام کے مابین مذہبی اختلافات کے باوجود آپؑ کی شخصیت ان میں مسلمہ ہے اور ان سب کو آپ کے رہبر ہونے کا اقرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان قوموں کو بار بار ملّتِ ابراہیم کی طرف بلایا ہے :-

" اور (وہ) کہتے ہیں یہودی ہو جاؤ یا عیسائی تم ہدایت پاؤ گے۔ کہو بلکہ (ہم) ابراہیم کے مذہب (پر ہیں) جو راست رَو تھا۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔" (۲: ۱۳۵)

" اور دین میں اس سے اچھا کون ہے جس نے اپنی ساری توجہ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیا اور وہ احسان کرنے والا ہے اور راست رَو ہو کر ابراہیم کے مذہب کی پیروی کرتا ہے۔" (۴: ۱۲۵)

" کہہ بے شک مجھ کو میرے رب نے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دی ہے دین صحیح ابراہیمؑ راست رَو کے مذہب (کی طرف) اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔"
(۶: ۱۶۲)

اگرچہ حضرت ابراہیم کی راستبازی ان تینوں قوموں کے نزدیک مسلمہ تھی مگر ان میں سے کوئی بھی دین ابراہیمؑ پر نہیں چل رہی تھی۔

"ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی لیکن وہ راست رَو فرمانبردار تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا" (۳:۶۶)

چنانچہ ان تینوں قوموں کو بار بار دعوت دی جاتی رہی کہ وہ ان تینوں مذاہب کے اصل الاصول اور بنیادی تعلیم کو تلاش کریں کیونکہ وہی حضرت ابراہیمؑ کا اصلی مذہب ہو سکتا ہے۔ یہ امر مشترک خدائے قادر و یکتا کی ہستی پر ایمان ہے۔ لفظ حنیف جس کا ترجمہ راست رَو کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم کے تذکرہ میں کثرت سے ان کی تعریف میں آتا ہے۔ حنیف حنف مصدر سے ہے جس کے معنی ہیں جھکا ہوا یا ایک طرف سے ہٹا ہوا۔ اس لئے بقول امام راغبؒ جو لغت عرب میں سند ہے حنیف کے معنے ہوں گے راستی کی طرف جھکا ہوا۔ اس لئے جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت ابراہیمؑ راستی پر گامزن تھے اور یہودیوں اور عیسائیوں کی مانند جادہ مستقیم سے ہٹ کر شرک کی طرف مائل نہ تھے۔ بلکہ بُت پرستی اور ہر قسم کے شرک کے خلاف ایک زبردست واعظ تھے۔ جس ولولے اور جوشِ ایمانی کے ساتھ آپ نے انسانیت کو اس بدترین توہم پرستی سے نجات دلانے کی مہم چلائی اس میں آنحضرت صلعم کے قلبِ مطہر کی تجلی نظر آتی ہے۔

دراصل قرآن کریم میں جن انبیاء کا ذکر آتا ہے ان میں سے ہر ایک کے حالات میں آنحضرت صلعم کے اخلاق اور اسوہ حسنہ کا ایک نہ ایک پہلو پایا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم کی شخصیت میں بھی ہمیں جہاں آنحضرت صلعم کا بُت شکنی کی طرف میلان بھی نظر آتا ہے وہاں خدا تعالےٰ کی کامل عبودیت اور فرمانبرداری کا نمونہ بھی۔ بت پرستی کی تردید میں آپؑ کی تعلیم کے لئے ملاحظہ ہو۔ سورۃ الانعام[۶]: ۷۵، سورۃ مریم[۱۹]: ۴۲، الانبیاء[۲۱]: ۵۲-۶۵۔ الشعراء[۲۶]: ۶۹-۸۴۔ العنکبوت[۲۹]: ۱۶-۱۷۔ الصافات[۳۷]: ۸۵-۹۶۔ الزخرف[۴۳]: ۲۶-۲۷۔

اجرامِ فلکی کی پرستش کے خلاف آپ کے ارشادات کا ذکر سورۃ الانعام[۶]: ۷۶-۸۴۔ الصافات[۳۷] ۸۸-۸۹ میں ملتا ہے۔

توحید قائم کرنے کے لئے آپؑ نے ایک قدم اس سے بھی آگے بڑھایا۔ جب ان کے بُت توڑ ڈالے گئے گو اس اقدام سے پہلے آپ نے ان لوگوں کو صاف صاف آگاہ کر دیا تھا کہ توحید کے مسئلہ کو اس قدر وضاحت سے بیان کر چکنے کے بعد ان معبودانِ باطل کا عجز اور بے چارگی بھی انہیں دکھا دی جائے گی۔

"اور اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کو تکلیف پہنچاؤں گا اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس چلے جاؤ گے۔ سو ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا مگر ان کے بڑے کو (رہنے دیا) تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں" (۲۱: ۵۷-۵۸)

اس واقعہ کا ذکر اس سے پہلے سورۃ الصافات[۳۷] میں بھی کیا گیا ہے (۹۱-۹۶) جہاں بیان کیا ہے۔ کہ آپؑ نے موقعہ پا کر یعنے بُت پرستوں کی غیر حاضری میں ان بتوں کو توڑ ڈالا حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں ان بتوں کے توڑے جانے میں ایک پیشگوئی تھی کہ وہ بُت جنہوں نے اس خانہ خدا کو ناپاک کر دیا جس کی تطہیر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ہاتھوں سے کی تھی۔ ایک دن آنحضرت صلعم کے ہاتھوں سے توڑے جاویں گے جیسا کہ فتح مکہ کے بعد وقوع میں آیا۔ توحید باری تعالےٰ قائم کرنے کی جو تڑپ حضرت ابراہیمؑ کے دل میں موجزن تھی اس کی جھلک ان کی ان غیر فانی روایات میں ملتی ہے۔ جن کی بناء پر آپؑ کے توحید کا معلم و مبلغ تسلیم کئے جانے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ قرآن میں آتا ہے:۔

"اور اس (ابراہیمؑ) نے اپنی اولاد میں یہ کلمہ پیچھے چھوڑا تاکہ وہ رجوع کریں" (۴۳: ۲۸)

جہاں کلمہ سے مراد خدائے واحد کی پرستش ہے۔

حضرت ابراہیم کے کردار کا دوسرا پہلو جس میں آنحضرت صلعم کے اخلاق کی تجلی ضوفگن ہے۔ خدا تعالےٰ کی کامل فرمانبرداری ہے۔ اگرچہ ہر نبی بلاشبہ اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار تھا۔ مگر قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کی فرمانبرداری کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے (البقرۃ[۲]: ۱۲۴-۱۳۱، آل عمران[۳]: ۶۶، النساء[۴]: ۱۲۵، النحل[۱۶]: ۱۱۹-۱۲۱، الصافات[۳۷]: ۸۳-۸۴ - آپؑ کی فرمانبرداری اس کمال کی تھی کہ جب انہیں اپنے اکلوتے جوان بیٹے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کا حکم ملا تو انہوں نے ذرا بھی تامل نہ کیا:

"جب دونوں نے فرمانبرداری کی اور اسے ماتھے کے بل لٹایا" (۳۷: ۱۰۳)

آپ کی اطاعت اور کمال فرمانبرداری کے اس مظاہرے کو دیکھ کر خدا نے فرمایا:

"اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا" (۳۷: ۱۰۴-۱۰۵)

خواب میں وہ حکم تھا جس کو پورا کرنے کے لئے آپؑ نے اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے سے دریغ نہ کیا۔ چنانچہ مینڈھے کا ذبح کیا جانا اس واقعہ کی یادگار میں ہمیشہ کے لئے دنیا میں ایک قربانی قرار پائی۔

اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ انسان میں جو حیوانی خواہشات ہیں ان کو پاکیزہ اور اعلےٰ صفات کی خاطر قربان کرنا چاہیئے۔ یہ واقعہ اگر حضرت ابراہیمؑ کی کمالِ فرمانبرداری کا نمونہ ہے تو بلاشبہ آنحضرت صلعم اور آپ کے پاک ساتھیوں کی اس کامل اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف بطور پیشگوئی اشارہ کر رہا ہے جس کا نمونہ انکی زندگیوں میں ملتا ہے۔ کہ انہوں نے خدا کی راہ میں اور حق و صداقت کی خاطر اپنی اور اپنے عزیزوں کی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اور جنسِ ایمان خریدنے کے لئے اپنی متاعِ عزیز تک قربان کر دیں۔ اس جگہ یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ بالفاظ قرآن حضرت ابراہیم کو جس بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ حضرت اسمٰعیل ہی تھے۔ کیونکہ حضرت اسحٰق کی بشارت اس واقعہ کے بعد دی گئی تھی۔ (۳۷: ۱۱۲) یہ حقیقت بائبل کے اس بیان کی تردید کرتی ہے کہ حضرت اسحٰقؑ کے ذبح کئے جانے کا حکم ملا تھا۔ اور اس بارے میں بائبل اپنی تردید آپ کر رہی ہے۔ کیونکہ پیدائش کی کتاب میں آتا ہے کہ خدا نے ابراہام کو کہا کہ:۔

"تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لیکر موریاہ کے ملک میں جا" (پیدائش ۲۲: ۲)

اسی باب کی بارھویں اور سولہویں آیات میں پھر اضحاق کو "اکلوتا بیٹا" کہا گیا ہے۔

اب اضحاق کسی طرح بھی "اکلوتا بیٹا" نہیں ہو سکتا کیونکہ اسمٰعیل عمر میں اس سے کہیں بڑا تھا۔ کیونکہ ان کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر چھیاسی برس تھی (پیدائش ۱۶: ۱۶) اور حضرت اضحاق کی بشارت آپ کو ننانوے۹۹ برس کی عمر میں ملتی ہے (پیدائش ۱۷: ۱۶) اب "اکلوتا بیٹا" اضحاق نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے پہلے حضرت اسمٰعیل موجود ہیں ہاں یہ الفاظ اضحاق کی پیدائش سے پیشتر صرف حضرت اسمٰعیل پر ہی صادق آسکتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے حضرت اسمٰعیل کی دشمنی کی وجہ سے توریت میں تحریف کر کے اسمٰعیل کی جگہ اضحاق کا نام رکھ دیا ہے۔ علاوہ ازیں مینڈھے کے بطور فدیہ دیا جانیکا ذکر توریت میں بھی ہے لیکن اس قربانی کی یادگار حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں عرب میں رہی اور آج تک اُمتِ محمدیہ میں بطور یادگار موجود ہے بخلاف اس کے اس کی کوئی یادگار حضرت اضحاق کے نام سے وابستہ نہیں۔ اور یہ قرآن کریم کی صداقت پر ایک شہادت ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے حالات میں ان کے اور حضرت اسمٰعیل کے خانہ کعبہ سے تعلق کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان واقعات کا جو ذکر قرآن کریم میں آتا ہے وہ شک شبہ سے بالاتر ہے۔ حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل کو اسی مقام پر چھوڑا تھا کہ بئرِ سبع کے ویرانے میں جیسا کہ بائبل میں آتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی دُعا میں صاف طور پر خانہ کعبہ کا ذکر آتا ہے:

"ہمارے ربّ! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس اس وادی میں بسایا ہے جہاں کھیتی نہیں۔ ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں ...." (۱۴: ۳۷)

اس دعا کے الفاظ نیز آنحضرت صلعم کے ایک ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے جزیرہ نما عرب میں بسایا تھا نہ کہ بقول بائبل اپنی بیوی سارہ کے کہنے پر (پیدائش ۲۱: ۱۰)

درحقیقت یہ سب کچھ مشیتِ ایزدی کے ماتحت ہوا تاکہ جس پتھر کو معماروں نے رَدّ کیا "وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو جائے" (متی ۲۱: ۴۲ - زبور ۱۱۸: ۲۲) یہ پتھر اسمٰعیل ہی تھا کیونکہ اسرائیل کی نسل جس میں بے شمار نبی آئے اس بیٹے کی نسل ہے جس کو وادی غیر ذی زرع میں تنہا چھوڑ آگیا تھا باوجود اپنے بھائی ہونے کے نفرت کرتے رہے اسی اسمٰعیل کی نسل سے وہ پیغمبر آخر الزمان تشریف لایا جو کونے

کے سرے کا پتھر ثابت ہوا - خانہ کعبہ سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے شدید تعلق کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے :-

" جب ابراہیمؑ گھر کی بنیادیں اُٹھاتا تھا اور اسمٰعیل (بھی) اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما یا تو سننے والا جاننے والا ہے"- (۲:۱۲۷)

اس سے ظاہر ہے کہ خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ تھے - سورۃ ابراہیم ۱۴: ۳۷- اور آل عمران ۳: ۹۵ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ مکہ معظمہ میں پہلے سے موجود تھا - اور قرآن کریم نے اس کو

دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا -

قرار دیا ہے .

حضرت ابراہیمؑ کی اس دُعا کا بھی قرآن کریم میں ذکر ہے جس میں مکہ معظمہ کو دنیا کا روحانی مرکز بنائے جانے کی آرزو کی گئی ہے :

" میرے رب اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور میری اولاد کو اس سے بچا کہ ہم بُتوں کی پرستش کریں" (۱۴: ۳۵ - ۲: ۱۲۶)

علاوہ ازیں حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے اپنی ذریت سے ایک نبی کے مبعوث کئے جانے کی دُعا بھی کی تھی :-

" اے ہمارے رب ! اور ہم کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک گروہ اپنا فرمانبردار بنائیو اور ہمیں ہمارے حج کے اعمال بتائیو اور ہم پر رحمت سے توجہ فرما تو توجہ فرمانے والا رحم کرنے والا ہے - اے ہمارے رب ! اور ان میں انہیں میں سے ایک رسول اُٹھا جو ان پر تیری آیات پڑھے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے کیونکہ تو غالب حکمت والا ہے" (۲: ۱۲۸ - ۱۲۹)

اسی دُعا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دُعا ہوں"- اُمت مسلمہ یا فرمانبرداروں کے گروہ (۲: ۱۲۸) کے لئے دُعا یقیناً اس وقت ایک پیشگوئی تھی کیونکہ ان مخالف اور ناسازگار حالات میں ان اوصاف سے متصف قوم یا جماعت کا وجود میں آنا بعید از قیاس تھا - اعدائے اسلام مٹھی بھر مسلمانوں کو جو تسبیح کے بکھرے ہوئے دانوں کی طرح الگ الگ پڑے ہوئے تھے - نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے تھے - ان کی جمعیت کے مقابلہ میں [illegible] جمع رسالت کے ان چند پروانوں کو قوم کیسے کہا جا سکتا تھا - جو سورت کے نزول کے وقت موجود تھے البتہ یہ واقعہ بعد کے زمانہ میں ضرور پورا ہوا - اور امت مسلمہ وجود میں آ کر رہی -

حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کا ایک اور پہلو جس میں آنحضرت صلعم سے مماثلت پائی جاتی ہے ان کا خلق اور عفو اور اپنے دشمن سے سلوک ہے - آپ نے عفو اور ہمدردی یہاں تک کی تھی کہ آپؑ نے لُوطؑ کی قوم کے عذاب سے بچائے جانے کی سفارش کی تھی، اگرچہ آپ کو علم تھا کہ وہ لوگ نافرمانی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے (۱۱: ۷۴ - ۷۶) اور ان کی دُعا میں یہ نہ بھولنے والے الفاظ بطور دلیل قائم رہیں گے :-

" سو جو میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تُو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے" (۱۴: ۳۶)

[illegible] یہ دُعا آپ کے قلب سلیم سے اس وقت پھوٹ کر نکلی جب آپ مخالفوں سے مقاطعہ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے :

" ہم تم سے بے تعلق ہیں اور اس سے جس کی تم اللہ کے سوائے عبادت کرتے ہو ہم تم سے بیزار ہیں - اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ہمیشہ کے لئے ظاہر ہو گیا - یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ" (۶۰: ۴)

بعینہٖ اسی قسم کے حالات تھے جن میں آنحضرت صلعم نے کفار مکہ سے تعلقات منقطع کئے - لیکن فتح مکہ کے وقت جب وہ لوگ جنہوں نے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی آپ کے رحم و کرم پر تھے آپؐ نے ان سب کے لئے عفو عام کا اعلان کر دیا -

اللھم صلّ علیٰ محمّد و علیٰ آلِ محمّد

زندگی جدوجہد سے عبارت ہے (بقیہ صفحہ)

تو ہم پرستی نے عیسائیت سے پہلے سب کے سب یہ طریق تجویز کر رکھے تھے کلیسا نے بھی ان ہی باتوں کو بہ تبدیلی نام و مکان و زبان اپنی تعلیم میں داخل کر لیا - اور بات بھی ٹھیک ہے - جب معاملہ سفارش پر ہی آ رہا - تو پھر عیسیٰ کیا اور رام چندر کیا - لیکن اگر جنت وہ ہے جو زمین و آسمان میں پھیلی ہوئی ہے جیسے کہ فرمایا :- عرضھا السمٰوات والارض - ہاں اس کے نعماء سے متمتع ہونے کے لئے خاص حواس کی بھی ضرورت ہے وہ ہم میں مضمر تو ہیں لیکن ان کا ظہور دوسری زندگی میں ہو گا - اور صرف اسی انسان میں جو ایک خاص دستور العمل پر یہاں چلے گا - اور یہ وہ حقیقت جنت ہے - جو قرآن کریم میں بتلائی گئی ہے تو پھر جس نے دستور العمل کو پس پشت کر کے ان مخفی استعدادوں کو روشن نہیں کیا - اس میں وہ استعدادیں کسی سفارش یا کفارہ سے کس طرح پیدا ہو سکتی ہیں - مثلاً گانے سننا - موسیقی کی مختلف شکلوں سے حظ اُٹھانا ایک خاص مذاق سلیم کو چاہتا ہے - یہ مذاق استعداداً ہر ایک انسان میں موجود ہے لیکن وہی انسان فنون موسیقی سے محظوظ ہو سکتا ہے جو اپنے کانوں کو مختلف راگ اور راگنیوں سے آشنا کر لے - مختلف گیتوں اور ترانوں سے واقف ہو - وقت وقت کے راگ اور سُر سمجھے - زیر و بم سے آشنا ہو - اب جس نے دستور العمل موسیقی پر عمل کر مذاق سلیم پیدا نہیں کیا - اگر وہ سفارش : فدیہ یا کفارہ دینے پر کسی استاد موسیقی کے گانے سے پورا محظوظ ہو سکتا ہے - تو نجات اور مکتی کی وہ تھیوریاں جو عیسائیت اور دیگر مذاہب باطلہ تجویز کرتے ہیں سب کی سب صحیح و درست ہیں - اور اگر یہ بات نہیں تو پھر اس دنیا میں ہی نجات اور آئندہ کی نجات اسی ایک بات سے وابستہ ہے جس کا نام عمل ہے - (باقی ــ باقی)

درخواست دُعا

انجمن کے شعبہ تبلیغ بلاد غیر کے معزز رُکن جناب قاضی غلام رسول صاحب کو سکوٹر کے پھسلنے سے چوٹیں آئی ہیں، ڈاکٹروں نے دو ہفتے آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے - احباب ان کی صحت یابی کے لئے خاص کر دعا کریں - (ادارہ)

آہ! مجسمہ خلوص و ایثار کی رحلت

ابھی محترم میاں غلام عباس تمیم مرحوم کا غم تازہ ہی تھا کہ محترم کرنل سعید احمد بھی ۱۲ اکتوبر صبح [illegible] کے حرکت قلب بند ہونے سے احباب سلسلہ کے قلوب پر ایک اور گہرا زخم لگا گئے -

کرنل سعید احمد صاحب جماعت کے بزرگ حضرت ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم مغفور کے صاحبزادے تھے - آپ کے دل میں اپنے محترم والد کی طرح دین اسلام کے لئے انتہائی تڑپ پائی جاتی تھی - اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود زندگی بھر خدمت اسلام میں مصروف رہے - آپ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے منتظمہ اور معتمدین کے رکن تھے، کچھ عرصہ جنرل سیکرٹری کے بھی فرائض انجام دیئے، اور آج کل مقامی جماعت لاہور کے صدر تھے - مرحوم انتہائی مخلص، ایثار پیشہ اور اسلام کے شیدائی تھے - نہایت اچھے قاری اور مقرر تھے - اور کتاب و سنت کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے اور ایک سچے مسلمان کا پاکیزہ و اعلیٰ نمونہ بھی تھے -

مرحوم اپنے پیچھے اہلیہ اور نوعمر بچے چھوڑ گئے ہیں - اس صدمہ جانکاہ میں جہاں ہم آپ کی اہلیہ محترمہ اور بچوں کے غم میں شریک ہیں - وہاں آپ کے محترم برادران محترم عزیز احمد صاحب ڈاکٹر وحید احمد صاحب محترم رشید احمد صاحب، ہمشیرگان اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں - اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور اعزہ و اقربا اور احباب کو صبر جمیل عطا کرے -

مرحوم کو دار السلام - لاہور کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا ہے حضرت شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے نماز جنازہ پڑھائی - بیرونی احباب جنازہ غائبانہ میں مرحوم کی مغفرت کے لئے دُعا کریں - (مدیر)

مولانا مرتضیٰ خان حسن رح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شباب

آں رُخِ فرخ کہ یک دیدار اُو
زشت رُو را میکند خوش منظرے
(مجدد زمان)

بیداغ کیرکٹر بچپن کا زمانہ گذر جاتا ہے اور اب شباب کا زمانہ آتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اس زمانہ میں انسان کے قوائے بہیمیہ میں ایک خاص تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ جوانی کی اُمنگوں۔ جوانی کے جوش و خروش اور جوانی کے تند ہواؤں کے سامنے مشعل عقل اکثر گُل ہو جاتی ہے۔ "جوانی دیوانی" مثل مشہور ہے۔ لیکن یہی وہ زمانہ ہے جس میں انسان کی طبیعت کے اصل جوہر کھلتے ہیں اور اس کے اخلاق اور کیرکٹر کا پتہ لگتا ہے۔ ع در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبریست۔ حضورِ پُر نور صلعم خدا کے فضل سے ایک نہایت خوبصورت، وجیہہ اور قوی نوجوان ہیں لیکن کیا مجال کہ دامنِ عصمت پر کسی قسم کا داغ ہو، داغ کا ذکر ہی کیا حضورؐ تو جامع جمیع صفاتِ حسنہ ہیں۔ دُنیا بھر کی خوبیاں سمٹ کر حضورؐ کی ذات بابرکات میں جمع ہو گئی ہیں ؎

از بنی آدم فزوں تر در جمال — وز لآلی پاک تر در گوہرے

بدلیوں کے سمندر میں گوہرِ تابدار جس قوم، جس ملک جس ماحول میں حضورؐ پل کر جوان ہوئے، اس میں ایک نہیں دو نہیں سینکڑوں ہزاروں بُرائیاں موجود ہیں۔ شراب پی جاتی ہے۔ جُوا کھیلا جاتا ہے زنا کیا جاتا ہے۔ قتل و خون کا بازار گرم رہتا ہے۔ خدائے واحد کو چھوڑ کر پتھروں کی پُوجا کی جاتی ہے۔ غرض وہ کونسی بدی ہے جو نہیں پائی جاتی۔ ایسے مُلک ایسی قوم اور ایسے ماحول اور معاشرہ میں حضورؐ پُر نور کا ایسے بلند اخلاق پر فائز ہونا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟

حضورؐ نے نہ کبھی کسی بُت کے سامنے سر جھکایا، نہ کبھی غیر اللہ کی پرستش کا خیال دل میں آیا، نہ کبھی شراب کا ایک قطرہ آپؐ نے چھُوا اور نہ کبھی کسی جُوئے کی مجلس میں شریک ہوئے۔ نہ کبھی کسی بُری سوسائٹی میں بیٹھے اور نہ کبھی کسی بُرے کام میں حصہ لیا۔ آپؐ عصمت، پرہیزگاری، پاک دامنی کے مجسمہ تھے۔ قدرت نے وہ تمام محاسن حضورؐ میں جمع کر دیئے جو ایک کامل انسان کے لئے ضروری ہیں ؎

از ہمہ چیزے فزوں تر در ہمہ نوعِ کمال
ذاتِ خالق را نشانے بس بزرگ و استوار

صادق و امین کے خطابات حضورؐ اپنے پاکیزہ اخلاق۔ اپنی راست روی۔ راست گوئی۔ دیانت اور امانت کی وجہ سے شہرۂ آفاق تھے۔ آپؐ اپنی قوم میں صادق اور امین کے معزز خطابات سے یاد کئے جاتے تھے۔ ہر دل میں آپؐ کی محبت، اور ہر دماغ میں آپؐ کی عظمت تھی، اور ہر کہ ومہ آپؐ کے اخلاقِ حسنہ، آپؐ کے اوصافِ حمیدہ کا مداح اور ثناخواں تھا۔

مخلوقِ خدا کی ہمدردی و شفقت حضورؐ کی سرگرمیوں کا منتہا کیا تھا۔ یتامیٰ اور بیکسان کی ہمدردی مظلوموں اور مصیبت زدوں کی حمایت۔ غریبوں اور مسکینوں کی خدمت عام۔ بنی نوع انسان سے ہمدردی اور شفقت ؎

ناتواناں را برحمت دستگیر — خستہ جاناں را بہ شفقت غمخورے

غارِ حرا میں قوم کی زبوں حالی کو دیکھ کر بے تاب رہتے تھے۔ ان کے لئے دل میں درد تھا۔ یہی درد آپؐ کو غارِ حرا کی تاریکیوں میں لے جاتا، جہاں آپؐ مکمل تضرع و ابتہال سے قوم کی فلاح و بہبود کے لئے خدائے واحد کے حضور دعائیں کرتے۔ ونعم ما قیل ؎

کس چہ میداند کہ زاں نالہ ہا باشد خبر — کاں شفیعے کہ از بہر جہاں در کنج غار
من تمیدانم چہ دردے بود و چہ اندوہ و غم — کاندراں غارے درآ در دش حزین و دلفگار
نے ز تاریکی تو ہش نے ز تنہائی ہراس — نے ز مُردن غم نہ خوف کژدم و نے بیم مار
نعرہ ہا پُر درد مے زد از پئے خلقِ خدا — شد تضرع کارِ اُو پیشِ خدا لیل و نہار

خدا سے تعلق اور مخلوق سے ہمدردی آپؐ کے کامل انسان ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ ایک طرف خدا سے اس قدر لو لگائے بیٹھے ہیں کہ پہروں اس کی عبادت میں صرف کرتے ہیں اور دوسری طرف مخلوق خدا کی ہمدردی کا یہ عالم ہے کہ غریب اور کمزور عورتوں کے لئے بازار سے سودا لا رہے ہیں۔ راہ جاتے بچوں کو گود میں اُٹھا لیتے اور ان سے پیار کر رہے ہیں، کیا خوب کہا کسی نے ؎

ادھر اللہ و اصل ادھر مخلوق کے شامل — نشاں اس برزخِ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدد کا

حلف الفضول عرب میں قبائل کے باہمی جنگ و جدل نے کئی گھرانے برباد کر دیئے تھے۔ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس قسم کی جنگوں کو روکا جائے۔ چنانچہ اس قسم کا ایک معاہدہ طے ہوا۔ ہمارے حضور نبیؐ اس معاہدہ میں شریک تھے اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ معاہدہ کے مقابلہ پر اگر مجھ کو سُرخ رنگ کے اُونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا۔ اور آج بھی ایسے معاہدہ کے لئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔ (سیرت النبیؐ مولانا شبلی)

خدیجہ کی ملازمت اب آپ ماشاء اللہ جوان تھے قوت لایموت کا انتظام بھی ضروری تھا۔ چچا نے خدیجہ کے ہاں آپؐ کے لئے کام کا انتظام تجویز کیا۔ حضورؐ نے بطیب خاطر منظور کر لیا۔ خدیجہ بھی بے انتہا خوش ہوئیں کہ محمدؐ ایسا ہمہ صفت موصوف جوان ان کے کاروبار کا منتظم ہو گا۔

حضرت عباس آپ کی تعریف میں آپؐ کو مال تجارت دے کر شام کی طرف روانہ کیا۔ ملازموں کو نصیحت کی کہ ان کے ہر حکم کی تعظیم کریں اور ان کو کوئی تکلیف نہ ہونے دیں۔ قافلہ کو الوداع کہنے کے لئے آپؐ کے چچا عباس بھی تشریف لائے اور حضورؐ کے متعلق فی البدیہہ یہ شعر پڑھے:-

یا مخجل الشمس والبدر المنیر اذا تبسم
الثغر لمع البرق منه اضاء

ترجمہ: اے سُورج اور بدرِ منیر کو اپنے حسن سے شرمندہ کرنے والے جب تو ہنستا ہے تو ایک بجلی سی کوند جاتی ہے۔

کم معجزات رأينا منك قد ظهرت
ياسيد ذكره يشفي به المرضاء

ترجمہ: بہت سی کرامات ہیں جو ہم نے تجھ سے دیکھی ہیں۔ اے سردار! تیرا ذکر بیماروں کو شفا دیتا ہے۔

یہ ابھی نبوت سے قبل کا زمانہ ہے۔ چچا فرما رہے ہیں کہ ہم نے تیری بہت سی کرامات دیکھی ہیں۔ اور تو اس قدر مبارک وجود ہے کہ تیرے ذکر سے بیماریوں کو شفا ہوتی ہے۔

ایک پادری کی شہادت کہ آپ نبی آخر الزمان بننے والے ہیں شام کے علاقہ میں پہنچنے سے پہلے اس قافلہ نے رستہ میں ایک پادری نسطورا نامی کے گرجے کے پاس منزل کی۔ حضورِ پُر نور کے مبارک چہرہ کو دیکھ کر اس پادری نے میسرہ (حضرت خدیجہ کے غلام) سے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے۔ اس نے کہا یہ اہلِ قریش میں سے ہے اور ہمارا سردار ہے۔ پادری نے کہا یہ صرف تمہارے ہی سردار نہیں بلکہ کسی دن سارا دنیا کے سردار بننے والے ہیں۔ مجھے تو نبی آخر زمان معلوم ہوتے ہیں...... " (تاریخ اسلام مصنفہ عبدالرحمٰن)

حسن معاملہ اور فرض شناسی کا اعتراف مال تجارت فروخت کر کے حضورؐ مکہ واپس تشریف لے آئے۔ حضورؐ نے یہ کام اس خوش اسلوبی سے سر انجام دیا کہ خدیجہ عش عش کر اٹھیں۔

وہ آپؐ کے حسنِ معاملہ اور فرض شناسی کی معترف ہو گئیں۔ اگرچہ وہ پہلے ہی حضورؐ کے اخلاق فاضلہ کے متعلق سُن چکی تھیں مگر اب ذاتی تجربہ ہونے سے ان کی عقیدت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ میسرہ نے جو راستہ کے واقعات اور حضورؐ کے اخلاقِ کریمانہ کا ذکر کیا تو خدیجہ اور بھی متاثر ہوئیں اور دل ہی دل میں خیال کرنے لگیں کہ اگر محمدؐ ایسے انسان کی زوجیت کا فخر حاصل ہو تو کیا ہی اچھا ہو۔ انہی دنوں میں انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ چودھویں کا چاند ان کی جھولی میں آگرا ہے۔ معبّروں نے ان کو بتایا کہ کسی عظیم الشان آدمی سے تمہاری شادی ہو گی وہ عظیم الشان ہستی حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے بڑھ کر کون ہو سکتی تھی۔ آخر خدیجہ کو اپنا ما فی الضمیر ظاہر کرنا پڑا یعنے پیغام نکاح دیا۔ حضورؐ نے نہایت ادب اور حیا سے جواب دیا کہ چچا صاحب کی اجازت ضروری ہے فی الجملہ بتراضی طرفین نکاح ہو گیا۔

ورقہ بن نوفل کے تعریفی کلمات

نکاح سے پہلے جناب خدیجہ اور ان کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل سے جو گفتگو ہوئی، اس کا اس جگہ بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔ کیونکہ اس سے حضورؐ کے اخلاق عالیہ کا پتہ لگتا ہے لکھا ہے کہ جب جناب خدیجہ حضورؐ سے نکاح کی تجویز کر رہی تھیں انہوں نے ورقہ بن نوفل کو بُلوا بھیجا اور مجملاً ان سے اپنا ارادہ نکاح ظاہر کیا۔ ورقہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم سے اس طرح کا تعلق تو بہت سے لوگ کرنے کو تیار ہیں۔ پھر شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن معیط۔ عمرو بن ھشام (ابوجہل) کے نام پیش کئے۔ خدیجہ نے جواب دیا کہ یہ لوگ فاسق فاجر اور گمراہ ہیں ان کے علاوہ کوئی اور نام بتلاؤ۔ ورقہ نے کہا اگر یہ نہیں تو محمد بن عبداللہ بھی ہیں۔ جناب خدیجہ نے کہا اچھا اس کے اگر تمہیں کوئی عیب معلوم ہوں تو بیان کرو۔ ورقہ نے جواب دیا:۔

"اصلہٗ اصیلٌ - وفرعہٗ طویلٌ وطرفہٗ کحیلٌ خلقہٗ جمیلٌ وفضلہٗ عمیمٌ - وجودہٗ عظیمٌ۔"

وہ اصل کا شریف ہے۔ وہ بڑی برادری والا۔ اس کی آنکھیں سرمگیں۔ اس کا خلق دلربا۔ اس کی بزرگی مسلّم اور اس کی بخشش بہت بڑی ہے۔"

خدیجہ نے کہا تم اس کی تعریف کرتے ہو۔ اس کے عیب بھی کچھ بیان کرو۔ وہ بولے

"وجہہٗ اقمر - وجبینہٗ اظھرُ - طرفہٗ احورُ - وریحہٗ ازکیٰ من المسک الاذخر - ولفظہٗ احلیٰ من السکر واذا مشی - کانہٗ البدرُ اذا بدَرَ والوبل اذا مَطَرَ۔

اس کا چاند سا چہرہ۔ اس کی پیشانی روشن۔ اس کی آنکھیں سیاہ سفید۔ وہ خالص کستوری سے زیادہ معطّر۔ اس کی بات چیت میٹھی۔ وہ چُنا ہوا بدرِ کامل معلوم ہوتا ہے۔ وہ ابرِ رحمت ہے جو برس جاتا ہے۔"

خدیجہ بولیں: میں عیب پُوچھتی ہوں، آپ خوبیاں کرتے ہیں۔ ورقہ بولے:۔

"یا خدیجۃ! ھو مخلوقٌ من الحسن الشامخ والنسب الباذخ ھو احسن العالم سیرۃ واصفاح سریرۃ - اذا مشیٰ یحدر من ھیب شعرۃ کالحیھب - وخدہٗ اظھر من الورد الاحمر وریحہٗ ازکیٰ من المسک الاذخر - لفظہٗ اعذب من الشھد والسکر-

اے خدیجہ! وہ انتہائی حسن کا مالک ہے۔ وہ عالی نسب۔ وہ دنیا میں بہترین خلق کا مالک۔ وہ باطنی خوبیوں کا مجموعہ۔ جب وہ چلتا ہے تو اس کے لٹکتے ہوئے بالوں سے سیاہی ٹپک ٹپک کر پڑتی ہے۔ اس کے رُخسار گُلِ گلاب سے زیادہ خوبصورت۔ وہ کستوری خالص سے زیادہ معطّر۔ اس کی باتیں شہد و شکر سے زیادہ میٹھی اور دلکش ہیں۔

خدیجہ نے پھر وہی اعتراض کیا کہ میں کیا پُوچھتی ہوں اور آپ کیا جواب دیتے ہیں آخر ورقہ نے کہا:۔

"خدیجہ! میں کون کہ محمدؐ کی انتہائی تعریف کر سکوں اور اس کے مکارمِ اخلاق کو لفظی جامہ پہنا سکوں۔ وہ میری تعریف و توصیف سے بالاتر ہے"۔ اور پھر یہ اشعار پڑھے:۔

لقد علمت کل القبائل والملاء
بانّ حبیب اللہ اطھرھم قلباً
واصدق من فی الارض قولاً وموعداً
واصدق خلق اللہ کلھم قربا

تمام قبیلے اور ساری خلقت جان چکی ہے کہ محمدؐ خدا کا پیارا سب سے زیادہ پاک دل رکھتا ہے۔ وہ اپنی بات اور وعدے میں ساری دنیا سے سچا ہے۔ اور خدا کے قرب میں سب سے سبقت لے گیا ہے۔

خدیجہ نے کہا کہ میں نے اس کو اس کے مکارم اخلاق کو خوب جانچا اور دیکھا ہے۔ میں تو اس کے سوا کسی اور کو اپنا شوہر بنانا پسند نہیں کرتی۔ ورقہ نے کہا خوب! میں آج ہی کوشش کروں گا کہ تمہارا اس کا نکاح ہو جائے۔"

(خطباتِ نبوّی مصنّفہ مولانا محمد عبداللہ خاں مرحوم)

۴۰ سالہ بیوہ سے نکاح اور یگانگت و محبّت

نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عُمر ۴۰ برس کی تھی اور وہ بیوہ تھیں۔ اور ہمارے حضرت کی عُمر محض ۲۵ برس کی۔ آپؐ خدا کے فضل سے ہمہ صفت موصوف تھے۔ جوان تھے۔ خوبصورت اور وجیہہ قوی اور تندرست تھے۔ بہادر اور اعلیٰ خاندان سے تھے۔ اگر آپ پسند فرماتے تو بہترین سے بہترین کنواری دوشیزہ حضور کو مل سکتا تھا۔ مگر حضورؐ نے ایک ۴۰ سالہ بیوہ کے ساتھ شادی منظور کر لی۔ یہ حضورؐ کے بے نفس ہونے کی دلیل ہے۔ میاں بیوی کی عمروں میں کافی فرق تھا مگر محبت اور یگانگت میں کوئی فرق نہ آیا۔ میاں بیوی سے محبت کرتا تھا اور بیوی میاں سے۔ حضورؐ کا گھر کیا تھا۔ بہشتِ بریں کا نمونہ۔ جس میں امن صلح۔ محبت کا دَور دَورہ تھا۔ نیک انسان کی علامت ہی حضورؐ نے یہ قرار دی کہ خیرکم خیرکم لاھلہ یعنے تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے نیک سلوک کرتا ہے

آپ نفس کے بندے نہ تھے

حضور کا حضرت خدیجہ ایسی بیوہ اور بڑی عمر کی خاتون سے شادی کرنا ثابت کرتا ہے کہ حضورؐ خواہشاتِ نفسانی کے بندے نہ تھے۔ کہاں ہیں یورپ کے وہ نکتہ چین؟ جو حضورؐ کے متعدد نکاحوں کو سامنے رکھ کر حضورؐ پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں، لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ آپ نعوذ باللہ من ذالک نفس کے بندے ہوتے تو آپ ایک چالیس سالہ بیوہ سے شادی کیوں کرتے۔

پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ جوانی کے سارے زمانے تک یعنے باون سال کی عمر تک آپؐ نے ایک ہی نکاح پر قناعت کی۔ اگر آپؐ بیویوں کے خواہشمند ہوتے تو اس کے لئے جوانی کا زمانہ ہی موزوں ہو سکتا تھا۔ مگر جوانی کے سارے زمانے میں صرف ایک ہی بیوی آپؐ کے نکاح میں رہی۔ ہاں بعد میں جو آپ نے متعدد نکاح کئے وہ ایک ملکی، سیاسی اور دینی مصالح کی بناء پر تھے۔ کسی نفسانی ہوس کے باعث نہیں تھے۔ جو شخص جوانی کے ۵۲ سال نہایت پرہیزگاری سے گذار دیتا ہے اور اس کا دامن ہر عیب سے پاک رہتا ہے اس کے کیرکٹر پر نکتہ چینی کرنا انہی جاہلوں کا کام ہے جنہیں حقائق سے کچھ واسطہ نہیں۔ ؎

کور کورانہ زند راہِ دنی — چشم کورش بے خبر زاں روشنی
مصطفےٰ آئینہ روئے خدا ست — منعکس در وے ہمہ خوئے خدا ست
آنکہ بر صدق و کمالش در جہاں — صد دلیل و حجتِ روشن عیاں
آنکہ مہرش می رساند تا سما — میکند چوں ماہِ تاباں در صفا
می دہد فرعونیاں را ہر زماں — چوں ید بیضائے موسےٰ صد نشاں
آں نبی در چشم ایں کوران زار — ہست یک شہوت پرست و کیں شعار
شرمت آید اے سگِ نا چیز و پست — می نہی نام ہلالاں شہوت پرست

پاکیزگی اور طہارت کا بہترین نمونہ

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ حضورؐ کا بچپن بھی پاک۔ حضورؐ کی جوانی بھی پاک اور حضورؐ کی ساری عُمر پاکیزگی اور طہارت کا بہترین نمونہ تھا۔ آپ خود پاک تھے اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کو پاک کر دیا کر دیا اور حضورؐ کے انفاس قدسیہ، حضورؐ کی تعلیم اور نمونہ سے تا قیامت پاک انسان پیدا ہوتے رہیں گے۔ صدق اللہ تعالیٰ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم (قرآن مجید سورۃ جمعہ)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل نے حضورؐ کی ضیافت کی۔ دستر خوان پر گوشت بھی آیا۔ حضورؐ نے فرمایا:۔

انی لا اٰکل مما تذبحون علیٰ انصابکم ولا اٰکل الّا ما ذکر اسم اللہ علیہ۔ میں وہ گوشت نہیں کھاتا جو بتوں یا استھانوں کی قربانی

کا ہو، میں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں جس پر ذبح کے وقت خدا کا نام لیا گیا ہو (بخاری کتاب الصید والذبائح) یہ عہد نبوت سے پہلے کا ذکر ہے۔ اور یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ آپ بچپن اور شباب میں بھی جبکہ منصب پیغمبری پر ممتاز نہیں ہوئے تھے مراسم شرک سے ہمیشہ مجتنب رہے (سیرت النبی۔ علامہ شبلی)

پھر لکھا ہے کہ: یہ امر واقعی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے نبوت سے پہلے بت پرستی کی برائی شروع کر دی تھی اور جن لوگوں پر آپؐ کو اعتماد تھا ان کو اس بات سے منع فرماتے تھے (سیرت النبی۔ مولانا شبلی)۔

سر ولیم میور لائف آف محمد میں لکھتے ہیں:۔

"ہماری تمام تصنیفات محمد صلعم کے بارے میں ان کے بے عیب چال چلن اور پاکیزہ اطوار پر متفق ہیں حالانکہ اہلِ مکہ میں یہ اوصاف کمیاب تھے۔"

حجرِ اسود کے متعلق قبائل کے جھگڑے کا تصفیہ

منصب نبوت پر فائز ہونے سے کچھ سال پہلے خانہ کعبہ کی مرمت کا کام شروع ہوا۔ اس میں ہماری سرکار نے بھی حصہ لیا۔ آپ بھی پتھر اور مٹی ڈھونے میں شامل تھے۔ یہ شرف اسی خانہ خدا کے لئے تھا کہ اسے حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم جیسے معمار ملے۔ اس موقعہ پر حجرِ اسود کے اٹھانے اور پھر اسی جگہ پر رکھنے کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ ہمارے ہی ہاتھ سے حجرِ اسود اٹھایا اور رکھا جائے۔ اس جھگڑے نے یہاں تک طول پکڑا کہ سب قبائل ایک دوسرے سے لڑائی کرنے کے لئے قسمیں اٹھانے کو طیار ہو گئے۔ مغیرہ ایک شریف اور زیرک انسان تھے۔ ان کو فیصلے کے لئے مقرر کیا گیا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ جو شخص علی الصبح خانہ کعبہ میں داخل ہو وہ جو کچھ فیصلہ دے اسے تمام قبائل قبول کر لیں گے۔ جو شخص علی الصبح خانہ کعبہ میں داخل ہوا وہ حضور انورؐ تھے۔ آپؐ کی شرافت صداقت اور امانت کے تو سب معترف تھے ہی سب نے نہایت خوشی سے آپ کو منصف تسلیم کر لیا۔ حضور نے حجرِ اسود کو اٹھا کر ایک بڑی چادر میں رکھ دیا اور تمام قبائل کے سربرآوردہ اصحاب سے کہا کہ تم سب لوگ اس چادر کو پکڑ کر حجرِ اسود اٹھالو۔ جب اس کے نصب کرنے کا وقت آئے تو [illegible] پھر خانہ کعبہ میں لے آؤ۔ حضور کے اس فیصلہ پر سب نے "امنا وصدقنا" کہا۔ اس طریق سے آپؐ نے ایک بہت بڑے جھگڑے کو اپنی عقل اور دانائی سے طے کر دیا۔

سید امیر علی مرحوم کے ریمارک

حضورؐ کے طفولیت اور جوانی کے زمانہ پر سید امیر علی صاحب مرحوم اپنی کتاب سپرٹ آف اسلام میں یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

"آپ ایام طفلی میں ہی یتیم ہو گئے تھے پیدائش سے پہلے باپ کا انتقال ہو گیا اور بچپن میں ہی ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا یعنے آپؐ نے شفقت پدری اور محبت مادری دونوں میں سے ایک کا بھی لطف... نہ اٹھایا۔

آپؐ کی بچپن کی زندگی درد و غم سے بھری ہوئی تھی اور آپ کا زمانہ طفولیت جس قدر غور و فکر میں گذرا اسی طرح آپ کی نوجوانی بھی۔ آپ کی جوانی بھی ویسی ہی پاکیزہ تھی جیسا کہ زمانہ طفولیت۔ آپ مساکین اور غم زدوں سے ہمدردی کرنے کے لئے ہمیشہ طیار رہتے تھے خدا کی جملہ مخلوق کے لئے آپؐ کے دل میں محبت کے جذبات موجزن تھے۔ آپؐ اس درجہ بردبار اور پاکیزہ خصائل واقع ہوئے تھے کہ جب کبھی کسی راہ سے گذرتے۔ لوگ آپؐ کی طرف اشارہ کرتے کہ یہ شخص نہایت راستباز دیانت دار اور لائق اعتماد ہے اور نیز وہ امین ہے۔ آپ ایک وفادار دوست اور حق شناس حاوند تھے۔ آپؐ کا زیادہ وقت رازِ حیات و ممات کی تحقیق میں بسر ہوتا تھا۔ انسانی فرائض اور تکلیفات اور حیاتِ ارضی کے مقاصد پر غور کرنا آپؐ کا واحد مقصد زندگی تھا۔"

هر رگ و تار وجودش خانۂ یارِ ازل — هر دم و هر ذره اش پُر از جمال و ستدار

حُسنِ روئے او به ازصد آفتاب و ماهتاب — خاک کوئے او به ازصد نافۂ مشک تتار

جانِ خود دادن پئے خلقِ خدا در فطرتش

جاں نثارِ خستہ جاناں بیدلاں را غمگسار

اتحاد المسلمین کے لئے قائدِ اعظمؒ کا پیغام

"ہمارا مطمح نظر اندرونِ ملک بھی اور بیرونِ ملک بھی امن ہونا چاہیئے۔ ہم صلح و سلامتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور اپنے نزدیکی پڑوسیوں کے ساتھ اور ساری دنیا کے ساتھ خوشگوار اور دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے ہیں، ہم کسی کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے۔ ہم اقوام متحدہ کے منشور کے پابند ہیں اور عالمی امن و خوشحالی کے فروغ کے لئے پورا پورا حصہ لیتے رہیں گے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے دنیا کو دکھا دیا ہے کہ وہ ایک متحدہ قوم ہیں ان کے اغراض و مقاصد حق و انصاف پر مبنی ہیں۔ جنہیں کسی طرح رد نہیں کیا جا سکتا۔ آیئے آج کے دن ہم عاجزی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کا شکر بجا لاویں اور دعا کریں کہ وہ ہمیں ان کا اہل ثابت ہونے کی توفیق عطا کرے۔ آج کا دن ہماری قومی تاریخ کی تلخیوں سے بھرپور دور کے اختتام کا اور ایک نئے شاندار اور پُر وقار عہد کے آغاز کا دن ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنے قول و فعل اور طرزِ عمل سے اقلیتوں پر یہ ثابت کر دیں کہ جب تک وہ ان فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہیں گے جو ان پر پاکستان کے وفادار شہریوں کی حیثیت سے عائد ہیں انہیں کسی قسم کا خوف و خطر نہیں ہونا چاہیئے۔

اپنی سرحدوں اور ان سے پرے کی ریاستوں کے حریت پسند قبائل کی خدمت میں ہم ہمیشہ تہنیت پیش کرتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ پاکستان ہمیشہ انکی عزت کرتا رہے گا اور ان کے مرتبہ کا احترام کرتا رہے گا اور قیامِ امن کے سلسلے میں ان کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ تعاون کرتا رہے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم باعزت طور پر زندگی بسر کریں اور دوسروں کو بھی باعزت طور پر زندگی بسر کرنے دیں۔ اس کے علاوہ ہماری کوئی اور تمنا نہیں ہے۔

آج جمعۃ الوداع ہے۔ رمضان کے مبارک مہینہ کا آخری جمعہ۔ آج کا دن ہم سب کے لئے جہاں بھی ہوں اس برصغیر کے ہی نہیں تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے شادمانی کا دن ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ آج کے دن تمام مساجد میں ہزاروں کی تعداد میں مجتمع ہوں اور اللہ تعالےٰ کے حضور عاجزی و انکساری کے ساتھ سربسجود ہو کر اس کی بخششوں اور ابدی راحتوں کا شکر بجا لائیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ پاکستان کو ایک عظیم مملکت بنانے کے لئے اور ہم کو اس کے اہل شہری بننے کے لئے اپنی ہدایت اور نصرت سے سرفراز فرمائے۔

آخر میں — میرے عزیز ہم وطنو! مجھے آپ کو یہ بتانا ہے کہ پاکستان کی سرزمین عظیم وسائل سے مالامال ہے۔ لیکن اسے ایک ایسا ملک بننے کے لئے جو ہر طرح مسلم قوم کے شایانِ شان ہو ہمیں اپنی ساری قوتوں کی آخری رمق تک درکار ہو گی۔ مجھے یقین ہے کہ سب لوگ دل و جان سے اس کے لئے اپنی پوری قوتیں صرف کرنے میں دریغ نہیں کریں گے۔

پاکستان زندہ باد"

(پیغام - ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء)

ارشادِ امامؑ:

"میرے بعد سب مل کر کام کرو اور ایک دوسرے کی اصلاح چاہو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں کے زور دینے سے" (الوصیت)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور - ۱۶ر اکتوبر ۱۹[illegible]ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ [illegible]

عرفات پریس تھارنٹن روڈ لاہور میں باہتمام خالد عمر صاحب پرنٹر چھپا اور ڈاکٹر دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔
چیف ایڈیٹر: [illegible] اللہ بخش
ایڈیٹر: [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

"میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" (الہام حضرت مسیح موعود)

فون نمبر ۵۲۳۷۳۷

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
پاکستان

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

کیا یہی تعلیم فرقاں ہے بھلا
کچھ تو آخر چاہیئے خوف خدا
مومنوں پر کفر کا کرنا گماں
ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا
الہام حضرت مسیح موعود

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
تار کا پتہ
"تبلیغ" لاہور

سالانہ چندہ:
پاک وہند سے :— آٹھ روپے
بیرونی ممالک سے :— ایک پونڈ

جلد ۶۱ | چہار شنبہ ۔ ۶ شوال المکرم ۱۳۹۴ھ ۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۳۹

حضرت مجدد صد چہاردھم سلام اللہ علیہ

ان دوستوں کے لئے جو سلسلۂ بیعت میں داخل ہیں

عزیزان بے خلوص و صدق نکشائند راہے را ۔ مصفا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا

"اے میرے دوستو جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلا کا وقت تم پر ہے اُس سنّت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر یک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سُننی پڑیں گی اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دُکھ دیگا وہ خیال کریگا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلا بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ سو تم اس وقت سُن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہونگی جن سے خدا تعالےٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالیٰ کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچکر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اُٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔" (ازالہ اوہام ۸۲۵–۸۲۷)

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ

جنّ اور شیطان

جنّ کے لغوی معنے جن کہتے ہیں ایسی جاندار ہستیوں کو جو بظاہر نگاہ سے پوشیدہ ہوں کیونکہ جنّ جو اس کا مادہ ہے اس میں ڈھانپنے کا مفہوم ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ۔ رات نے اس کو ڈھانپ لیا۔ اسی لئے جنین اس بچہ کو کہتے ہیں جو رحم مادر میں پوشیدہ ہے۔ جنون جس کے مفہوم کے اندر عقل کو ڈھانپ لینا مضمر ہے۔ جُنّة۔ ڈھال کو کہتے ہیں۔ جو انسان کو تلوار کے مقابل میں ڈھانپ لیتی ہے۔ اسی لئے عربی زبان میں جن کا لفظ بڑا وسیع مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ عرب پہاڑی لوگوں اور صحرائی لوگوں کو جنّ کہہ دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ کبھی کبھی نظر آتے ہیں اور پہاڑوں اور جنگلوں میں چھپ جاتے ہیں۔ قوم کے سرداروں اور امراء کو بھی جن کہتے تھے۔ کیونکہ امراء لوگوں کے سامنے کم آتے تھے۔

جراثیم کو بھی جِن کہا گیا ہے اسی طرح حدیث میں جن کا لفظ ان باریک جانداروں کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے۔ جن کو انگریزی میں (GERM) جرم کہتے ہیں اور اُردو میں جراثیم۔ جو ایسی جاندار چیزیں ہیں کہ بغیر خوردبین کے نظر ہی نہیں آتیں۔ اور ان میں سے اکثر خطرناک امراض کے پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہیں۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہڈی سے استنجا کرنے کو منع فرمایا ہے کہ وہ جن کی خوراک ہیں۔ بدقسمتی سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ رات کو کوئی جن ہڈی چبایا کرتا ہوگا۔ حالانکہ مطلب یہ تھا کہ ہڈی میں کثرت سے جراثیم ہوتے ہیں۔ جو اسی سے پرورش پاتے ہیں۔ اسی ہڈی سے استنجی کرنے میں اندیشہ ہے کہ جراثیم جسم انسانی پر کوئی برا اثر پیدا کریں۔ صبح کو وضو کے وقت ناک کو اچھی طرح جھاڑ کر صاف کرنے کا حکم ہے تاکہ جو شیاطین جن ناک میں رات کو جمع رہتے ہیں وہ نکل جائیں۔ اس سے مراد بھی تھی۔ جیسا کہ آج کل کی ڈاکٹری سے ثابت ہے۔ کہ رات کو ناک کی رطوبت اور تنفس کی گرمی سے جراثیم کثرت سے ناک میں پرورش پاتے ہیں۔ جن کو صبح ناک کو خوب جھاڑ کر صاف کر دینا چاہیئے۔ اسی طرح فرمایا کہ موسمی بخار۔ میعادی بخار طاعون جن سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں بھی مطلب جراثیم سے ہے۔ ان کو جن اسی لئے کہا کہ وہ جاندار اور ان امراض کے پیدا ہونے کا باعث ہیں۔ وہ نظر ظاہری سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔

شیطان جنّ اسی طرح جن وہ غیر مرئی ہستیاں بھی ہیں جو نار سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور بوجہ اپنی مناسبت کے انسان کے جذباتِ حیوانی کی محرک ہیں۔ اور ان جذبات میں بے قاعدہ ہیجان پیدا کر دینے کی حالت میں شیطان کہلاتے ہیں۔ انسان کے اندر دو قسم کی ہستیاں مخلوط ہیں۔ ایک تو حیوانی اور دوسری ملکوتی۔ یا ایک جسمانی زندگی اور دوسری روحانی۔ انسان کی رُوحانی زندگی کی ابتدا جیسا کہ تحقیقات موجودہ سے ثابت ہے تو شروع میں پتھر سے ہوئی۔ جو ظلمت مطلق ہے۔ اور جس سے ایسی آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں جو قریباً ہر ایک چیز میں گھس جانے کی خاصیت رکھتی ہیں۔ پھر ان سے ہیولا اور پھر بجلی کے مفردات اور اس سے آگے ذرات مادی بنتے ہیں اور وہ ترقی کرتے ہوئے زندگی کی شکل اختیار کرکے پہلے نباتات اور پھر حیوانات اور آخرکار انسان کے حیوانی حصہ کو پیدا کر دیتے ہیں۔

قانونِ اضداد اور مسئلہ ارتقاء لیکن اس کے ساتھ ایک اور قانون بھی مانا جاتا ہے۔ اور وہ ہے قانون اضداد یعنی جب تک دو چیزیں ایک دوسرے کی ضد موجود نہ ہوں ارتقاء کے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوتے ان اضداد کو ہم اپنی اصطلاح میں نر و مادہ کہتے ہیں۔ انسان، حیوان نباتات جمادات ذرات مادی۔ بجلی کے مفردات غرضیکہ ہر ایک چیز میں نر و مادہ یعنی جوڑا موجود ہے صرف ہم نام بدل دیتے ہیں۔ مثلاً بجلی میں ہم ان ہی کو مثبت و منفی کہتے ہیں۔ پس جو عظیم الشان ارتقا خالق کائنات کے مدنظر ہے اس کے لئے اگر پتھر یعنی ظلمت کو اس نے پیدا کیا تھا۔ تو ضرور تھا کہ اس کی ضد یعنی نور کو بھی پیدا کرتا۔ جیسا کہ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ سے ظاہر ہے۔ ظلمت اور نور کے یہ دونوں سلسلے ہستی انسانی میں آکر مل جاتے ہیں جس طرح ظلمت پتھر میں سے جو نار کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ وہ ترقی کرتی ہوئی آخرکار انسان کی حیوانی زندگی میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور ان دونوں حیوانی اور ملکوتی زندگیوں یا جسم انسانی اور روح انسانی کے وصال سے اس عظیم الشان ارتقاء کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ جسے عالم آخرت کہتے ہیں۔ جس طرح ملائکہ کی ہستی عالم نور کی مجرد چنگاریوں سے پیدا ہوئی ہے۔ اسی طرح جنات کی ہستی عالم ظلمت کی مجرد چنگاریوں سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ دونوں ہستیاں چونکہ اپنے اندر اضداد نہیں رکھتیں اسی لئے ترقی بھی نہیں کرتیں۔ ان میں ارتقا نہیں۔ لیکن انسان چونکہ ان دونوں ظلمت و نور کے سلسلوں کا مجموعہ اضداد ہے اس لئے ترقی کرتا ہے۔

تحریکِ انسانی اور جذباتِ حیوانی میں نے اُوپر کہا تھا کہ پتھر یعنی ظلمت سے جو چنگاریاں آگ کی نکلتی ہیں وہ اپنے اندر مختلف چیزوں میں گھس جانے کی خاصیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ ایکس ریز کو بھی اسی قسم کی ایک روشنی مانا گیا ہے۔ پس جن جو اس پتھر کی چنگاریوں کی پیدائش ہیں ضرور ہے کہ ایسی خاصیت رکھیں کہ جسم انسانی یا قلب میں داخل ہو جائیں۔ قرآن کریم نے بھی جن کی پیدائش کو نار السموم سے تعبیر فرمایا۔ کیونکہ سم کسی چیز میں داخل ہو جانے کو کہتے ہیں۔ نار السموم کے معنے ہوئے ایسی آگ جو دوسری چیز میں سرایت کر جائے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کے دوران کی طرح دوڑتا ہے۔ یاد رہے کہ اس جن کو جو انسان کے جذباتِ حیوانی کو تحریک دیتا ہے شیطان کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ شیطان کے لفظ میں لغوی طور پر ہلاکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لفظ کو استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس جن کی تحریک کو قابو میں نہ رکھا جائے تو وہ انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مثلاً موٹر کے انجن کی گیس کو اگر قابو میں نہ رکھا جائے تو وہ بے تحاشا دوڑتی ہوئی کسی گڑھے میں گر کر سوار کو ہلاک کر دے گی۔ اسی طرح جذباتِ حیوانی کو انسان میں یوں سمجھو جیسے موٹر میں گیس۔ جو انسان کے منازل سلوک کو جلد طے کراتی اور اس کی ترقی کا موجب ہوتی ہے۔ مگر بغیر ان کے ترقی معدوم۔ مثلاً اگر محبت اور غصہ وغیرہ مختلف جذبات نہ ہوں تو دنیا سے معاشرت، تمدن، اخلاص، جو محبت کے نتائج ہیں اور شجاعت و غیرت جو غصہ کے فوائد کے ثمرات ہیں سب رخصت ہو جائیں۔ انہی جذبات کے صراط مستقیم پر چلنے سے وہ اخلاق فاضلہ ظہور میں آتے ہیں جن سے انسان کی ترقی اُخروی وابستہ ہے۔

مسلمان جنّ ہاں اگر ان جذبات کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھر یہی چیزیں شہوت پرستی، لالچ، چوری، قتل و غارت کی شکل اختیار کر لیں گی۔ پس ان جذبات کا ہونا نہایت ضروری ہے جس طرح موٹر میں گیس کا ہونا ضروری ہے اور اس کو حرکت دینے اور چلانے کے لئے ضرور ہے کہ کوئی پُرزہ ہو ایسے ہی اسے قاعدہ پر چلانے کے لئے ضرور ہے کہ کوئی پرزہ ہو۔ پس جذباتِ حیوانی کو تحریک دینے کے لئے جو پرزہ خالق کائنات کی طرف سے مقرر ہے اسے جن کہتے ہیں جو جذباتِ حیوانی کے ساتھ اپنی پیدائش ناری ہونے کی وجہ سے مناسبت خاص رکھتا ہے۔ اسی طرح ان جذبات کو قاعدہ پر چلانے کے لئے جو پرزہ ہے اسے ملک کہتے ہیں۔ جو انسان کے قوائے ملکیہ کو تحریک دے کر جذبات کو حد اعتدال کے اندر قابو میں رکھتا ہے۔ پس یہ جن جو اپنی شوریدہ سری اور بے لگامی کے سبب شیطان کہلاتا ہے کیونکہ اس کے بے قابو ہو جانے کی حالت میں ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ یہی جب قوائے ملکیہ کے ماتحت قاعدے سے چلتا ہے تو اسی کو کہتے ہیں کہ مسلمان ہو گیا یعنی فرمانبردار ہو گیا۔ چنانچہ اسی لئے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔ یعنی آپ کے تمام جذبات صراط مستقیم پر قائم ہو چکے تھے۔ پس یہی جن جو انسان کو اپنی تحریک سے ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اس صورت میں شیطان کہلاتا ہے۔ جب انسان کے جذبات کو ایک قاعدہ کے اندر تحریک دیتا ہے تو انسان کی تمام ترقیات کا موجب ہو جاتا ہے۔ صرف انسان کو بعضکم لبعض عدو کا فرمان یاد رکھنا چاہیئے۔ انسان اسے دشمن سمجھے اور بے قابو نہ ہونے دے ورنہ یہ ہلاک کر دے گا۔ اس کو تو قوائے ملکیہ کی لگام چڑھا کر چلانا چاہیئے۔ پھر دیکھو یہ مسلمان ہو کر یعنی فرمانبردار ہو کر کس طرح ترقی کی منازل طے کراتا ہے۔

عاملوں کے ڈھکوسلے جنّ کے مسلمان ہونے کی اصلیت درحقیقت تو یہ ہے کہ جو میں بیان کر چکا ہوں۔ اب رہا آپ کے عاملوں کا مریضوں سے مسلمان جنّ کا نکالنا۔ یہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ مجھے باوجود بڑی کوشش کے یہ نظارہ دیکھنے کا کبھی شرف حاصل نہیں ہوا۔ میں تو اس عامل کا قائل ہو جاؤں گا جو میرے جنّ کو مسلمان کر دے۔ اور پھر خدا کے لئے باہر نہ نکالے۔ اسے مسلمان کر کے اندر

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۱)

مذہب کی آڑ میں بربریت

(مدیر)

۱ــ تیرھویں صدی کے آغاز میں طولوس (جنوب مغربی فرانس) کے حاکم ادر یا شندوں نے کلیسا کے قائد اعظم پوپ اِنوسینٹ کے عقائد سے اختلاف کیا، تو پوپ نے ان مرتدوں اور کافروں کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔ ہنری ڈیما نتفورٹ کی سرکردگی میں ایک عظیم لشکر نے طولوس پر حملہ کر دیا۔ ان قلیل التعداد مظلوموں نے سالہا سال تک جاں نثاری دکھلائی لیکن کب تک؟ فاتحین شہر میں گھس گئے۔ قتلِ عام شروع ہو گیا۔ پوپ کے نام لیوا اور مرتدین سب کے سب تہ تیغ ہوئے۔ فاتح لشکر کے ایک سردار پادری نے حکم دے دیا:۔

Kill them all. God will Know his own.

"سب کو بلا امتیاز قتل کر دو۔ خدا ان میں سے اپنے سچے ماننے والوں کو شناخت کر لیگا" نتیجہ یہ نکلا کہ املاک برباد ہوئیں۔ تہذیب مٹ گئی اور یورپ کے نہایت ترقی یافتہ ہزاروں انسان مذہب کی خون آشامی کی بھینٹ چڑھ گئے۔"

(ای سینڈرسن ہسٹری آف دی ورلڈ)

۲ــ "پندرھویں صدی کے شروع میں جان وائیکلف نے بائبل کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ بس پھر کیا تھا، کنٹربری کے آرک بشپ ارنڈل نے اسے کافر قرار دیا۔ اور بائبل کے ترجمے کو جلا ڈالا، جان وائیکلف مر چکا تھا۔ ارنڈل کی آتشِ انتقام نہ بجھی تھی چنانچہ دو سال بعد اس نے علمائے مذہب کی مجلس منعقد کی جس کے فیصلے کی رو سے وائیکلف کی ہڈیاں جلانے کی پوپ سے اجازت مانگی۔ کچھ عرصہ بعد پوپ نے دین کی حفاظت کے پیشِ نظر اجازت عطا کی، اور اس کارِ خیر کے لئے اپنا نمائندہ انگلستان بھیجا جس نے وفات سے ۴۴ سال بعد جان وائیکلف کی ہڈیاں قبر سے نکال کر جلا دیں۔"

۳ــ "لوئی دوازدہم شاہِ فرانس نے پوپ کو خوش کرنے کے لئے پاپائی مذہب کے مخالف عیسائیوں پر جور و ستم کی انتہا کر دی، "بیدرالسخ الاعتقاد" بادشاہ ہر سال درجنوں کافروں اور مرتدوں کو زندہ جلا دیتا، ہزاروں کو غلام بنا کر جہازوں پر بھیج دیتا۔ بیشمار لوگوں کو اختلافِ عقیدہ کی بنا پر جلاوطن کر دیا اور آخری ایام میں دو دو لاکھ فرقہ کے ہزارہا عیسائی مردوں، عورتوں اور بچوں کو موت کی نیند سلا دیا۔" (ایضاً)

۴ــ "انگلستان میں ہنری ہشتم کی دختر ملکہ میری "خونی میری" کے نام سے مشہور ہے۔ وہ کیتھولک فرقے کی حامی تھی، اس لئے اس نے ملک سے پراٹسٹنٹ فرقے کو ختم کرنے کے لئے ان پر شدید پابندیاں عائد کیں اور تین سو سے زاید پادریوں، سرداروں اور عامۃ الناس کو زندہ جلا دیا۔" (ایضاً)

یورپ کی قرونِ اوسط کی تاریخ کے اوراق مذہب کے نام پر خونچکاں واقعات سے پُر ہیں۔ اس زمانے میں یہ لوگ لاکھوں کی تعداد میں تین سو سال تک مسلمانوں کے خلاف جنگ صلیبیہ میں خدا کو خوش کرتے رہے، اور دوسری طرف سے لاکھوں بندگانِ خدا مذہبی بربریت کا شکار ہوئے۔ اور جب تک مغربی دنیا میں مذہبی دیوانگی کے دورے پڑتے رہے، یہ ممالک پستی، جہالت اور وحشت کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہے۔ عقلی اور سائنسی علوم پر قدغن لگی رہی اور حیاتِ انسان تاریکی میں بھٹکتی رہی۔ حتیٰ کہ علم نے سینوں کو روشن کیا۔ انسانی ضمیر جاگ اٹھا اور اس نے معبودانِ باطل اور ان کے کاروباری پجاریوں کی زنجیروں کو توڑ ڈالا۔ قومی اور اجتماعی زندگی سے مذہبی خفاشوں کو نکال دیا۔ اور اپنی خداداد عقل، تجربے اور مشاہدات پر حیاتِ ملی کی اساس رکھی اور ان بلندیوں پر پہنچ گئے جو پسماندہ اقوام کے لئے موجبِ حیرت و رشک ہے۔

تقلیدی مذہب، روشنی اور ہر نئے تصور کے خلاف مروجہ مذاہب کے اجارہ داروں کی مہم طویل زمانے پر پھیلی ہوئی ہے، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت [illegible] انبیاء علیہم السلام [illegible] علماء و مشائخ مذاہب تھے جن کی پشت پر اقتدار پرست سلاطین و امراء تھے۔ وہی ارباب من دون اللہ تھے وہ علماء و مشائخ یکنزون الذھب و الفضۃ تھے۔

کیا حضرت نوحؑ کے زمانے میں ود، سواع، یعوق، نسر کے پجاری اہلِ مذہب نہ تھے؟ کیا حضرت ابراہیمؑ نے جن بتوں اور عقائد کو ختم کیا وہ مذہب کے آثارِ باقیہ نہ تھے؟ کیا حضرت موسیٰؑ کے مقابل فرعون خود ایک مذہب اور امت کا داعی و رہنما تھا۔ اور خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف کعبے کے برہمن اور دینِ ابراہیمؑ کے ٹھیکیدار بن کر سامنے نہیں آئے تھے؟

ان تمام مذہبی اجارہ داروں میں ایک شے مشترک پائی جاتی ہے کہ انہیں اپنی مادی قوت، دولت، تعداد اور آبائی مذہب کا غرور تھا، اس لئے انہوں نے علم و دلائل کے ذریعے مقابلہ کرنے کی بجائے غنڈہ گردی، تشدد اور اشتعال انگیزی کی راہ اختیار کی۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ کے دلائل کا مقابلہ نہ کر سکے تو مار ڈالو، جلا دو اور اپنے معبودوں کی نصرت کرو کے نعرے لگانے شروع کئے۔ اور فرعون کا کردار یوں بیان کیا ہے۔ یسومونکم سوء العذاب، یذبحون ابناءکم و یستحیون نساءکم۔ دکھ دیئے، بچوں کو قتل کیا اور لڑکیوں کو زندہ قبضے میں کر لیا۔ یہی کیفیت حضرت مسیحؑ کی ہوئی۔ آپ کو کانٹوں کا تاج پہنایا گیا۔ منہ پر تھوکا گیا، تھپڑ رسید کئے گئے اور صلیب پر لٹکایا گیا، اور سب سے بڑھ کر نبی اکرم صلعم پر ستم توڑے گئے۔ اور دشمن اپنے مذہب کی نشر و اشاعت یہ کرتے تھے۔

ہم داستان پہنے زمانے میں مسلمان علماء و صوفیاء اور ان کی تقلید میں عوام کالانعام نے دہرائی، چنانچہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت حسینؓ اور بہت سے دیگر اصحابِ رسول اور بزرگانِ دین کو شہید کیا گیا۔ اور ان کے بعد امام مالک۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، ابن تیمیہ، امام غزالی، منصور حلاج، شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے آئمہ وقت کو دلگداز مصائب کی چکی میں پیسا گیا۔ خود ہمارے ملک میں حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیلؒ، اور دیگر بلند پایہ اہلِ علم و تقویٰ پر کفر کے فتوے لگائے گئے اور ان پر ظلم کئے گئے، اور ان میں سے اکثر جانیں بچانے کے لئے ترکِ وطن پر مجبور کر دیئے گئے، اور ان کے مقابل علماء اور عوام کی کثرت ہوتی تھی، جن کو خوش کرنے اور اپنی قوت کو بڑھانے کے لئے سلاطین اور امراء جور و ستم میں ان کا ساتھ دیتے رہے۔ اور اجتماعی رنگ میں ایک المیہ یہ ہے کہ شاہ اسمٰعیل صفوی نے ایران فتح کر کے تمام سنیوں کو آٹھ دن میں ملک سے نکل جانے یا شیعہ بن جانے کو کہا۔ ہزاروں کو قتل کیا۔ اکابر کو پنجروں میں بند کر کے ان پر شہد لگایا تاکہ مکھیاں انہیں کاٹیں اور وہ اذیت سے مریں اس کے مقابل ترکی کے سلطان کے حکم سے شام میں ۳۰ ہزار شیعہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

ہمارے ملک میں آج بھی وہی ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے جس نے یورپ و امریکہ کے میدانوں کو تین چار سو سال پہلے انسانی خون سے آلودہ کیا تھا، اور جن سے بچنے کے لئے انہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مذہبی اجارہ داری، جہالت اور علم دشمنی سے نجات حاصل کر لی، اور مذہبی حماقتوں کی جگہ حریتِ ضمیر، تحقیقات، سائنسی ترقی، رواداری، اور اظہارِ خیال کی آزادی کو زندگی کا لازمی جزو قرار دیا۔

پاکستان میں (گنتی کے چند علمائے راسخ کو چھوڑ کر) مساجد و منبر پر جاہل ترین مولویوں کا تسلط ہے۔ اور اگر کسی طرح ان علماء کے خطبوں اور دعظوں کو یکجا کر کے ایک کتاب کی شکل دی جائے۔ تو ایک ایسا دین سامنے آئے گا، جو توہمات و اباطیل کا مجموعہ تو ہوگا مگر اسلام سے کوسوں دور ہوگا، اور اس "دین" کی جڑیں لوگوں کے ذہنوں میں اس قدر گہری ہیں کہ اگر کوئی طاقت اس ملک میں حقیقی اسلام لانا چاہے تو وہ خون کی ندیاں بہانے کے باوجود اس ملک میں اسلام کو نہیں لا سکے گی۔

اب ذرا سرسری جائزہ لیجئے اس ملک کی زیادہ تر مذہبی جماعتوں نے عینِ اسلام کی خدمت سمجھتے ہوئے قیامِ پاکستان کی شدید مخالفت کی۔ چنانچہ جماعت قادیان، جماعت احرار، جماعت اسلامی، جمعیت علمائے ہند، علمائے دیو بند، جماعت تبلیغ (چیدہ چیدہ افراد سے قطع نظر) اور کانگرسی مسلمانوں نے پاکستان نہ بننے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ چونکہ یہ مخالفت دینی تھی اس لئے ان ہی وجوہ کی بنا پر انہیں ملک کے زمام و بقا سے ہمدردی نہیں، اور خدانخواستہ اگر کسی وقت یہ ملک ہندوستان کی ہوس کا شکار ہوا تو ان میں سے کئی

اب حضرت مولینا نورالدین کی زبانی اس ملاقات کا حال ملاحظہ ہو:۔

" جب میں اپنے وطن کی طرف لوٹا تو میں نہایت پریشان اور حیران تھا۔ دین کے اوقات سفر میں بسر کرتا تھا اور مجھے نہایت طلب اور جستجو تھی اور میں صادقوں کی ندا کا منتظر تھا۔ اسی اثناء میں مجھے المسیح الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد مہدی الزمان مسیح دوران اور مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی۔ میں ان کے پاس پہنچا تا حقیقت حال کا مشاہدہ کروں، میں نے فوراً بھانپ لیا کہ یہی موعود حکم و عدل ہے، اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا اور اس عظیم الشان احسان پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا۔"

اس پہلی ملاقات میں ہی حضرت مولینا نے بیعت کی خواہش ظاہر کی مگر حضرت امام الزمان نے فرمایا کہ ابھی اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہوا۔ حضرت مولانا نے عرض کیا کہ پھر حضور وعدہ فرمائیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم آجائے تو سب سے پہلے ان کی بیعت لی جائے۔ حضرت امام الزمانؑ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس وعدہ کے مطابق جب ۱۸۸۹ء میں مقام لدھیانہ بیعت کا سلسلہ بحکم ربی شروع ہوا تو سب سے پہلے حضرت مولینا نے بیعت کی اور پھر ریاست کشمیر واپس چلے گئے۔ بیعت ہونے کے بعد آپ نے کئی بار حضرت امامؑ سے اجازت طلب کی کہ وہ ملازمت سے استعفیٰ دے کر قادیان میں قیام کریں مگر حضرت امامؑ یہی جواب دیتے کہ لگی ہوئی ملازمت چھوڑنا کفران نعمت ہے آپ استعفیٰ نہ دیں۔ خدا کی شان ۱۸۹۳ء میں آپ کو دربار کشمیر کو خیرباد کہنا پڑا۔ اور آپ نے قادیان میں رہنا شروع کر دیا۔ اور حضرت امام الزمانؑ کے چشمۂ رواں سے سیراب ہونے کا موقع ملا۔

حضرت اقدسؑ کی زندگی میں قادیان میں قرآن حکیم۔ حدیث۔ قال اللہ وقال الرسول کے علاوہ اور کسی بات کا چرچا نہیں تھا۔ سیاست۔ آتجار اور دنیا داری کی کوئی باتیں نہ تھیں۔ صبح و شام چھوٹے بڑے کو دین پرورش کی فکر تھی۔ قادیان کی چار چیزیں اس زمانہ میں مشہور تھیں:

۱۔ حضرت امام الزمانؑ کا وجود مسعود اور مواعظ حسنہ

۲۔ حضرت مولینا نورالدینؓ کا درس قرآن کریم۔

۳۔ حضرت مولینا محمد علیؒ صاحب کا ریویو آف ریلیجنز

۴۔ حضرت مولنا عبدالکریمؓ کی اذان اور قرأت

حضرت امام الزمانؑ خود عاشق قرآن تھے اور آپ کے شاگرد بھی خدمت قرآن میں مصروف رہتے۔ حضرت مولینا کو بھی قرآن کریم سے بے پناہ محبت تھی۔ اس کا درس و تدریس آپ کا روزانہ شغلہ تھا۔ ہر شخص نے اپنی استطاعت کے مطابق اس سے فیض اٹھایا۔ مگر حضرت مولانا کے درس و ارشادات پر مشتمل قرآن حکیم کے انگریزی اور اردو ترجمہ و تفسیر مرتب کرنے کی سعادت حضرت مولینا محمد علیؒ صاحب کے حصہ میں آئی۔ اس ترجمہ و تفسیر کا کام حضرت مولینا کی زندگی میں ہی پایہ تکمیل کو پہنچا۔ علالت کے دوران بھی حضرت حکیم الامت مولینا سے ترجمہ اور تفسیر کے نوٹ بڑی دلچسپی سے سنتے اور مناسب ہدایات و اصلاح دیا کرتے۔ ترجمہ اور تفسیر کی طباعت و اشاعت کی اپیل کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت نے اپنے دستخط سے جو اعلان کیا اس میں فرمایا:۔

" میں اپنے احباب کو اس اعلان کے ذریعے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے چندہ کے لئے متوجہ کرتا ہوں، میں نے .... تین چوتھائی سے زیادہ یعنی ۲۳ پاروں کے نوٹ آج تک سن لئے ہیں اور ۲۰ سپاروں کا اردو ترجمہ بھی دیکھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ جو باقی ہے اس کو بھی پورا کر دوں بیماری میں بھی برابر نوٹ سنتا اور لکھواتا رہا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کو بچپن سے لیکر بڑھاپے تک قرآن کریم کے مطالعہ میں اور اس پر تدبر میں گذارا ہے۔ اور جس طرح پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا پاک کلام سمجھایا ہے بہت کم لوگوں نے سمجھا ہوگا .... اب اس کے طبع کرانے اور انگریزی ترجمہ کے بعد اردو ترجمہ کے طبع کرانے کے انتظام کرنے کے لئے میں اپنے ... کی توجہ دلانا چاہتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری کوشش کو جو اس کریم کلام کی خدمت کے لئے میں نے کی ہے ضائع نہیں کرے گا اور میں یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ جن لوگوں کو مجھ سے سچی اور محبت ہے ان میں بھی قرآن کریم کی خدمت کی تڑپ پیدا کر دی گئی ہے .... یہ ترجمہ یورپ۔ افریقہ۔ چین۔ جاپان۔ آسٹریلیا وغیرہ ممالک میں انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگا"! ..... نورالدین۔"

۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت حکیم الامت نے فرمایا:۔

" ہمارا انگریزی ترجمہ اللہ کو مقبول ہوگیا ہے۔ الہاماً بشارت آگئی ہے"۔

خدا کی شان ہے اس ترجمہ و تفسیر کی اشاعت آپ کے مخلص احباب لاہور کے ہاتھوں ہوئی اور یہ ترجمہ و تفسیر دنیا بھر میں مقبول ہوا۔

حضرت مولینا کو قرآن کریم سے جو محبت تھی اس کا اظہار آپ نے بارہا کیا۔ ایک دفعہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر آپ کو تقریر کرنے کی دعوت دی۔ سامعین جلسہ میں علمائے دین بھی موجود تھے اور سر سید کے ہمخیال بھی۔ حضرت حکیم الامت نے اپنی تقریر میں سورۃ النور کے رکوع اللہ نور السموات والارض کے معارف بیان کئے۔ تقریر کے ابتدائی جملے بڑے پُراثر تھے اور سامعین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اور آپ کا وعظ سننے کے لئے وہ ہمہ تن گوش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:

" یہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو مشرقی روایات کے پابند ہیں اور کچھ ایسے نوجوان ہیں جو مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادہ نظر آتے ہیں، میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ لا شرقیة ولا غربية پس قرآن حکیم مشرق و مغرب اور ساری انسانیت کے لئے فلاح لے کر آیا ہے۔"

قرآن کریم سے محبت نے آپ کو وسیع القلب بنا دیا تھا۔ سر سید مرحوم سے آپ کو مذہبی اعتقادات میں شدید اختلاف تھا مگر ان کی تعلیمی مساعی اور قومی خدمات کے حضرت مولینا معترف تھے اور کالج کے لئے نہ صرف اپنی جیب خاص سے عطیہ دیتے بلکہ اپنے دوستوں کو بھی اس کار خیر میں حصہ لینے کے لئے توجہ دلاتے۔ سر سید مرحوم بھی آپ کی دل سے قدر و منزلت کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے سر سید سے استفسار کیا کہ جاہل علم پڑھ کر عالم بن جاتا ہے اور عالم ترقی کرکے حکیم (P.H.D) بن جاتا ہے اور حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے۔ مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے۔ سر سید نے جواب دیا وہ "نورالدین" بنتا ہے۔

علیگڑھ میں کچھ احمدی طلباء زیر تعلیم تھے۔ آپ نے انہیں ایک خط میں لکھا:۔

" میرے پیارو۔ جہاں تم ہو وہ بڑے بڑے امتحانوں کی جگہ ہے۔ وہاں بی اے ایم اے کے ساتھ کیمبرج اور آکسفورڈ کی ہوا بھی چلتی ہے۔ ہم وادئ غیر ذی زرع کی ہوا کے گرویدہ ہیں، ذرا ہمت سے کام لو کہ دونوں طرح پاس ہو جاؤ۔ فازا فوزاً عظیما کا گرد ہو"

مساجد سے بھی آپ کو بڑی محبت تھی جس شہر میں جاتے تھے وہاں کی مسجدوں کو دیکھنے جاتے۔ قبلہ محترم شیخ فضل الرحمان صاحب گورداسپوری مرحوم بیان کرتے تھے کہ آپ کو ایک مرتبہ عدالت میں شہادت دینے گورداسپور آنا تھا۔ میں ان دنوں مدرسہ تعلیم الاسلام سے فارغ التحصیل ہو کر اپنے گاؤں چک فیض اللہ آیا ہوا تھا۔ اس دن مجھے بھی گورداسپور آنے کا اتفاق ہوا۔ صبح صبح حضرت مولانا سے ملاقات ہوگئی۔ بڑی محبت سے گلے لگایا۔ حال احوال پوچھا اور کہا کہ مجھے یہاں کی مسجدیں دکھلاؤ۔ عدالت کے وقت میں ابھی دیر تھی میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ ہمیں ڈسٹرکٹ جج کے مثل خوان آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپ نے فرمایا۔ "یہ ہمیں رات کے کھانے کی دعوت دے گا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ صاحب قریب آئے تو حضرت مولینا سے ملے۔ علیک سلیک اور مزاج پرسی کے بعد کھانے کی دعوت دی۔ اس کے بعد میں آپ کو ایک مسجد میں لے گیا اور آپ کے غسل کا انتظام کیا۔ اسی اثنا میں دوڑ کر میں نے کھانے کے لئے آم خریدے ایک دکان سے دودھ اور روٹیاں خرید لایا اور آپ کی خدمت میں ڈرتے ڈرتے پیش کیں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب آپ متبسم ہوئے اور فرمایا بچہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ نورالدین کو دودھ اور آم بہت مرغوب ہیں۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک

حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ

زندگی جدوجہد سے عبارت ہے

(۳)

میں نے گذشتہ مضمون میں ان مسائل کا کچھ ذکر کر دیا۔ جو عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو بالخصوص یہ قوم میرے سامنے ہے میری ہر تحریر و تقریر میں روئے سخن کا ان کی طرف پھر جانا لازمی سے ہے۔ دوسرا یہ جو باتیں میں نے عیسائیوں کے معتقدات کے رنگ میں بیان کی ہیں۔ وہ وہی ہیں جن پر مسلمان عملاً گامزن ہیں۔ اس کتاب کے مسلمان پڑھنے والے خدارا اپنی حالت پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ ان میں کس قدر قوتِ عمل کی کمی ہے۔ اور اس کا بڑا باعث ان کی وہ باطل پرستیاں ہیں جن میں وہ پڑ گئے ہیں۔ مسلمان یاد رکھیں کہ جب تک ان میں اپنے آپ پر بھروسہ کرنے کی طاقت پیدا نہ ہوگی۔ جب تک وہ دوسروں سے بے نیاز ہونے کی عادت نہ ڈالیں گے جب تک وہ اپنی خداداد طاقتوں کو استعمال کرنے کے خوگر نہ ہوں گے جب تک وہ ہمسایہ کی مدد سے بہشت میں جانے کو عقوبتِ دوزخ کے برابر نہ سمجھیں گے۔ وہ دنیا میں بحیثیت قوم اب زندہ نہیں رہ سکتے۔ وہ مر چکے۔ وہ اپنے ہاتھ سے اپنی موت کو اپنے اوپر وارد کر چکے ہیں۔ وہ حالتِ ذار افتراری میں دیوانہ وار ادھر اُدھر دیکھ رہے ہیں کیوں وہ اپنی سمجھ اور عقل سے کام نہیں لیتے۔ انہوں نے اپنی رسّی کو دوسروں کے ہاتھ میں دے دیا۔ یہ لچھن زندگی کے نہیں۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ مسئلہ توحید تمہیں اس لئے نہیں سکھلایا گیا تھا۔ کہ کسی مخلوق خدا کو تختِ اُلوہیت پر بٹھانے سے خدا کا کچھ بگڑتا تھا۔ یا اس کا حسد بھڑک اٹھتا تھا۔ فمن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ تم مشرک بن کر خدا کا کچھ نہیں بگاڑتے۔ تمہیں اگر شرک سے روکا گیا۔ تو اس لئے کہ کسی غیر اللہ پر بھروسہ نہ کرو۔ اور اپنی خداداد طاقتوں کو ان امور کے حاصل کرنے میں استعمال کرو۔ جس کے لئے تم پیر یا فقیر مانتے ہو۔ پیر پرستی یا گور پرستی سے تمہیں اس لئے نہیں روکا گیا۔ کہ وہ بزرگ معاذاللہ قابلِ عزت نہیں۔ جن کے تم مرید ہو یا جو ان قبروں میں لیٹے ہوئے ہیں صرف اسی ہی لئے یہ باتیں منع کی گئیں کہ جو ضرورتیں تمہیں ان کے پاس لے جاتی ہیں۔ تم خود ان کے دفعیہ کا انتظام کرو۔ تم ان کے پاس جا کر اپنی قوت عمل کو ضائع کر دیتے ہو۔

ہم میں سے اب پیر پرستی کم ہوتی جاتی ہے۔ لیکن ہم ہمسایہ پرست ہو گئے ہیں۔ ہم ہمسایہ قوموں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ان کے اشارہ پر ناچ رہے ہیں۔ اور ان باتوں کے دفعیہ کی فکر میں نہیں رہتے۔ کہ جس نے ہمارے قویٰ پر فالج گرایا ہے۔ کیا ہم اپنے قدم پر کھڑے ہونے کے قابل ہیں؟ مسلمانوں سے سوال تو یہ ہے کہ آیا تم خود بھی کسی قابل ہو؟ کیا تمہاری تعداد آٹھ کروڑ تو بڑی چیز۔ دنیا میں تو آٹھ سو بلکہ اسّی جانباز کافی سے زیادہ ہیں۔ کیا تم نے آثار میں نہیں پڑھا۔ کہ اگر چالیس مومن دنیا میں مل کر کام کریں تو دنیا کو ہلا سکتے ہیں۔ تم تو آٹھ یا نو کروڑ ہو۔ ہاں سوال یہ ہے کہ تم مومن بھی ہو یا نہیں؟ اگر تم مومن ہوتے تو تمہاری یہ حالت نہ ہوتی۔ تمہارے ساتھ نصرت خداوندی نہیں۔ تمہارے اردگرد ذلت و مسکنت منڈلا رہی ہے۔ تم جو قدم اٹھاتے ہو وہ شکست کی طرف جاتا ہے۔ اب اگر قرآن کریم کا یہ کہنا صحیح ہے کہ وکان حقاً علینا نصر المؤمنین یعنے مومن کو نصرت دینا خدائے تعالےٰ کے ذمہ ہے۔ تائیدِ مومن فرضِ خداوندی ہے۔ پھر اس آیت کے ہوتے ہوئے۔ اگر میں یہ کہوں کہ ہم مومن نہیں تو کیا غلط ہے؟ لیکن مجھے اس منطق کی ضرورت نہیں۔ تم نے شاید مومن اور مسلم میں کبھی فرق نہ کیا ہوگا۔ لو مجھ سے سن لو۔ کہ ایک مومن اور مسلم میں قرآن نے کیا فرق کیا ہے ایک امر کو خدا کی طرف سے قبول کر لینا مثلاً قرآن یا رسالت پر ایمان ایک شخص کو مسلمان بنا دیتا ہے لیکن اس امر کو جب ایک شخص عمل میں لاتا ہے تو وہ شخص مومن کہلانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

ہم قرآن مجید کو خدا کی طرف سے آیا ہوا مان کر مسلمان تو ہو سکتے ہیں، لیکن مومن ہم اسی وقت ہوں گے، جب قرآن پر ہم عمل پیرا ہوں گے۔ تم لاکھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو۔ تم اس کلمۂ طیبہ کے دہرانے سے مسلمان تو ضرور ہو جاتے ہو لیکن خدا اور رسول پر تمہارا کوئی ایمان نہیں۔ کیونکہ نہ خدا کی کتاب پر تمہارا عمل ہے نہ رسول اللہ صلعم کی وصایا کی تمہیں پرواہ ہے۔ الغرض مومن بننا عمل کو چاہتا ہے جو ہم میں آج مفقود ہے۔ اب خدا کے لئے قرآن کو کھولو شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ تم نصرت فتحمندی، عزت، ثروت، حکومت، دولت، الغرض دنیا و عقبیٰ میں فلاح کا وعدہ قرآن کریم کے الفاظ میں مومن کے ساتھ ہی مختص پاؤ گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں آج ہم سے من حیث القوم مفقود ہیں۔ یہ غیر مسلموں کے گھر میں ہیں۔ تو کیا قرآن کو سامنے رکھ کر اگر میں اس نتیجہ پر آ جاؤں تو غلط نہ ہوگا۔ کہ ہم سے ایمان جاتا رہا۔ اور ایمان کا وہ حصہ جس کے ہونے پر کسی قوم میں اعلےٰ تہذیب و تمدن اس دنیا میں پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ غیر مسلموں کے گھر میں چلا گیا ہم مسلم مومن نہ رہے غیر مسلم مومن بن گئے۔

مصیبت تو یہ ہے کہ تم ایمان و عمل کی حقیقت سے ناآشنا ہو۔ تم نے ایمان کو مسلمان کی جائداد غیر منقولہ سمجھ رکھا ہے۔ اسی غلطی نے تمہیں تباہ کیا۔ حتےٰ کہ تم میں سے بعض نادان یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ عقیدہ ہی ہمارے لئے کافی ہے۔ چونکہ غیر مسلم کے عقائد صحیح نہیں۔ اس لئے اس کے عمل بھی اکارت جاتے ہیں۔ بعض نے تو یہاں تک اس معاملہ میں غلو کیا ہے کہ ان کے نزدیک ایک مسلمان باعمل بھی فلاح نہیں پا سکتا۔ جب تک کہ وہ کسی خاص مقدس انسان کے دعوےٰ کو قبول نہ کرے۔ یہ تو وہی عیسائیوں کا عقیدہ ہے جنہوں نے کسی انسان کی ذات پر ایمان لانے کو ذریعہ نجات سمجھ کر عمل سے سبکدوشی حاصل کر لی۔

ایمان کیا ہے؟ ان چند صداقتوں کو یا چند صحیح اصولوں کو قبول کر لینا جو دستورالعمل زندگی کے طور پر خدا کی طرف سے وضع ہو کر انسان کو ملے۔ اور ان پر عمل پیرا ہونا۔ یہ اصول اور صداقتیں چند اور صداقتوں کے ماننے سے تعلق رکھتی ہیں، جن کو اصطلاح شرعی میں عقائد کہتے ہیں۔ اس لئے صحت عقائد سے صحت عمل وابستہ ہے۔ لیکن اس کا عکس درست نہیں، یعنے یہ ضروری نہیں کہ ایک صحیح عقائد والے کے سارے اعمال صحیح ہوں۔ مثال کے طور پر قرآن میں چند اصول تعلیم کئے گئے ہیں جن پر چلنے سے فلاحِ دارین حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا خدا کی طرف سے آنا ایک عقیدہ ہے۔ جس عقیدہ کے ہونے سے قوت عمل مضبوط ہو جاتی ہے۔ لیکن فلاح قطعاً ان اصولوں پر عمل کرنے سے حاصل ہوگی۔ یعنے عمل بر اصول اور فلاح لازم و ملزوم ہیں۔ اور ان میں سبب اور نتیجہ کا اٹل رشتہ ہے ایک شخص قرآن کو خدا کی طرف سے نہیں مانتا۔ یہ ایک بدعقیدگی ہے۔ لیکن وہ قرآن میں سے بعض اصولِ تمدن و تہذیب لے کر انہیں اپنا دستورالعمل بنا لیتا ہے۔ وہ لازماً اس حصۂ فلاح کو پا لے گا جو ان اصول مختصہ سے وابستہ تھے۔

دوسری طرف ایک شخص قرآنی تعلیمات کو منجانب اللہ سمجھتا ہے۔ اس میں صحت عقائد پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن اس کے اصولِ زندگی قرآن کے خلاف ہیں۔ اس نے قرآن کو مطالعہ کرنا اور اس میں سے اپنی زندگی کے لئے ہدایت کو تلاش کرنا جیسا کہ آج اکثر مسلمانوں کا حال ہے اپنے پر عملاً حرام کر رکھا ہے۔ اس کی صحت اعتقاد نہ اس میں صحیح ایمان پیدا کرے گی۔ نہ وہ کسی فلاح کا منہ دیکھے گا۔ اس کی مثال عالم جسمانیات میں ہمیں روز ملتی ہے۔ ہزاروں لوگ ہندوستان میں اس وقت بھی مغربی معالجہ کے دشمن ہیں، بالمقابل ایسے بھی ہیں جن کا اس علاج پر ایمان ہے۔ اگر اول الذکر گروہ میں کا کوئی فرد شدت بخار میں کونین کھا لے اور آخر الذکر میں سے کوئی انسان کونین کو ہاتھ بھی نہ لگائے تو کیا طبِ مغربی پر یہ دو متضاد ایمان کونین کے عمل کو روک سکتے ہیں؟ اگر اول الذکر بخار سے نجات پائے گا اور ضرور نجات پائے گا۔ اور آخر الذکر بخار کی تکلیف میں دیر تک مبتلا مبتلا رہے گا تو مسلمانو! یاد رکھو ایک ہندو، ایک یہودی، ایک دہریہ بھی کلوا واشربوا ولا تسرفوا پر عمل کر کے دنیا میں دولت مند بنے گا اور لا تسرفوا کے حکم پر نہ چلنا تمہیں جہنم افلاس کی آگ میں جلائے گا جس میں آج کل تم پڑے ہوئے ہو۔ تمہارا یہ عقیدہ کہ یہ حکم خدا کی طرف سے ہے تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔

یہ خیال کہ یہ تعلیم ایک انسان کی ہے اسے نتیجہ کے رنگ میں نقصان نہ دے گا۔ قرآن کے اس اصول کو تم منجانب اللہ سمجھتے ہو وہ ایسا نہیں سمجھتا۔ لیکن عملاً تمہارا اس پر ایمان نہیں اور وہ اس پر ایمان رکھتا ہے۔ جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے، تم مسلمان ہو کر غیر مومن ہو وہ کافر ہو کر اس آیت کا مومن ہے۔ یہ حقیقت ہے عقائد کی۔ ایمانیات کی اور اعمال کی۔ مسلمان اسی فخر میں مر گئے کہ ان کے سوا باقی دنیا صحیح عقیدہ پر نہیں۔ اسی لئے کل دنیا کے

بالبداہت ہی غلط ہے۔ بلکہ قرآن و رسول صلعم کی منشاء کے خلاف ہے۔ عقائد صرف ایک بیج یا تخم کا حق رکھتے ہیں جن سے ایمان کا درخت پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس درخت کی زندگی جس آبیاری کو چاہتی ہے وہ عمل ہے۔ قرآن کی ان آیات پر غور کرو جن میں ایمان کے ساتھ ہی خدائے تعالے عمل صالح کا ذکر کرکے جنّات اور تجری تحتہا الانہار کا ذکر کر دیتا ہے۔ اس میں صریح اشارہ یہی ہے کہ ایمان اگر درخت ہے تو عمل اس کے لئے آبِ انہار۔ تخم خواہ کیسا ہی اچھا ہو وہ زمین میں ہی مرجائے گا اور بار ور نہیں ہوگا۔ اگر کونپل کے نکلنے پر اس کی آبیاری مناسب طور پر نہ ہوئی۔ بالمقابل اگر ایک ناقص تخم کے درخت سے کسی صحیح تخم کے درخت کا پیوند ہو جائے اور آبیاری پاتا رہے وہ پھلدار ہو جائے گا۔ صحیح تخم کی صحبت و مجلس ایک بدتخم کو صحیح المزاج بنا دیتی ہے۔ اور ایک نیک اصل انسان صحیح اصولوں کو چھوڑ کر اصالت گنوا دیتا ہے۔ تم کسی مذہب کے پیرو کو دیکھ لو۔ وہ لاکھ قرآن کا دشمن ہو لیکن اگر کسی رنگ میں وہ مرفع الحال ہے یا کسی نوعیت کی فلاح اس نے حاصل کرلی ہے۔ تو تم اس کے اصول زندگی قرآن سے ماخوذ شدہ پاؤ گے۔ وہ اس امر سے واقف ہو یا نہ ہو۔ کہ جن باتوں کو اس نے دستور العمل زندگی بنا رکھا ہے وہ قرآنی ہیں اس کی فلاح دنیوی کے لئے بہت حد تک یہ کافی ہے۔ کہ وہ قرآن کے اصولوں پر چل رہا ہے۔ تم دنیوی ترقی کو اپنے اُوپر حرام مت کرو۔ من حرم زینت اللہ التی اخرج لعبادہ میں تمہیں فلاح دنیوی کو خدا کے احکام پر چلتے ہیں۔ اور باعمل ہیں۔ تم لاکھ کہو کہ یہ دنیوی چیزیں ہیں۔ ہم نے اپنے پر انہیں حرام کر دیا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ خدا نے تم کو ان سے محروم کیا ہے۔ کیونکہ تم بے عمل ہو۔

یورو بین تہذیب اور تمدن کا بہترین اور قابل رشک حصّہ اُن اُصولہائے حق کو تسلیم کرنے اور ان پر عمل کرنے سے پیدا ہوا جو اولاً دنیا میں قرآن نے تعلیم کئے۔ وہ قرآن سے ناواقف ہوں۔ وہ اپنی ناواقفی سے قرآن کے دشمن ہوں۔ لیکن وہ بعض صداقتہائے قرآن پر عملاً ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے وہ تہذیب و تمدن کے مالک ہو گئے ہیں۔

کس قدر رنج کا مقام ہے کہ پلیٹ فارم پر جاکر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر تم یہ ثابت کیا کرتے ہو۔ کہ یورپ کی تہذیب و تمدن اسلام کی خوشہ چینی ہے۔ یوروپین علوم کے پہلے دریافت کرنے والے مسلمان تھے۔ اس آباء پرستی سے تمہیں کیا فائدہ؟ جس بات کو تم نہیں دیکھتے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم دُنیا میں چند اصول لایا۔ اس نے چند صداقتیں تعلیم کیں۔ اس سے انسانی دل و دماغ میں تموج پیدا ہوا۔ جس نے انسانی دائرہ عمل و حرکت میں کائنات کے بہت سے حصّہ کو شامل کرکے انسانی کمال و اکتساب کو بڑھا دیا۔ اس صحیفۂ فطرت کے بعض رازِ مضمر منکشف ہوئے۔ اسی دریافت کا نام علوم جدیدہ ہے۔ چند صدیوں تک یہ قرآنی صداقتیں ہماری مشعلِ راہ ہوئیں ہم نے ان پر عمل کیا۔ تاریخ عالم کے قلیل سے قلیل عرصہ میں ہم فلاح اور اعلےٰ تمدن کے مالک ہو گئے۔ لیکن کثرت مال و مملکت نے ہمیں تعیشات میں ڈال دیا۔ ہم نے ان صداقتوں کو ہاتھ سے دے دیا۔ اس کا لازمی نتیجہ آہستہ آہستہ وہی ہوا اور وہی ہونا تھا جس میں آج ہم گرفتار ہیں۔ ان قرآنی صداقتوں پر اہلِ مغرب چلنے لگے۔ انہوں نے اس زندگی کو قطعاً چھوڑ دیا جس کی تعلیم مسیح نے خطبۂ کوہ میں اور ایسے ہی اور مواقع پر کی تھی۔ کیونکہ وہ انہیں فقر و فاقہ کی طرف لے جارہی تھی۔ تعلیم مسیح کی جگہ انہیں کسی طرح وہ صداقتیں مل گئیں جنہیں سب سے .... اول دنیا میں قرآن لایا تھا۔ جس سے وہ اس خیر کے مالک ہو گئے۔ جو مسلم کے ورثہ میں خدا نے دے رکھی تھی۔ جیسے کہ انشاء اللہ العزیز ہم .... دکھلائیں گے۔ بالمقابل یہ کسی کا کہنا کہ جن لوگوں نے اہلِ مغرب کو ان صداقتوں پر چلایا ہے۔ انہوں نے تو قرآن کی شکل تک بھی نہیں دیکھی نہ وہ اسلامی تعلیم سے واقف ہیں۔ یہ اعتراض وہی کر سکتے ہیں جو تمدن کی ارتقائی منازل سے ناواقف ہیں انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ نامعلوم سے نامعلوم طریقوں پر ایک جگہ کی دریافت شدہ صداقت دُور دراز ممالک میں جاکر دستور العمل بن جایا کرتی ہیں۔ ماہرانِ تاریخ تمدن کی تشفی کے لئے ہم پر اسی قدر ثابت کر دینا فرض ہے کہ تمدن کا فلاں حصّہ جن صداقتوں سے وابستہ ہے۔ انہیں سب سے اوّل دنیا میں قرآن لایا۔ اس لئے تہذیب و تمدن کا وہ حصّہ قرآن کی برکات میں شامل ہے۔ اس امر کے ثابت ہو جانے پر وہ سرِ تسلیم خم کر لیتے ہیں۔

اس مقام پر میں چند الفاظ اس وہم کے ازالہ میں بھی لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں جو دشمنانِ اسلام کے لبوں پر طعنہ کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر اسلام و قرآن ہی ماخذ ترقی و تہذیب ہے۔ تو مسلمان کیوں آج شکار ادبار ہیں۔ اور شاہین اقبال کیوں ان کے دشمنوں کے ہاتھ پر آ رہا ہے۔ اس کا جواب تو در اصل میں نے اُوپر لکھ دیا ہے۔ لیکن یہاں بھی برعایت اختصار اس قدر لکھ دینا کافی ہوگا۔ کہ اسلام یا قرآن کریم جن صداقتوں کو لایا وہ کسی قوم یا مُلک سے مختص نہ تھیں وہ نسلِ انسانی کے لئے آئیں۔ مذاہب سابقہ مکان و زمان سے وابستہ تھے۔ قرآن سب کے لئے آیا۔ جیسے کہ وہ خود کہتا ہے ذکری للعالمین جو اس پر چلے گا فائدہ اُٹھائے گا۔ اس کا دستر خوان صلائے عام دیتا ہے۔ جو آئے کھائے اور فائدہ اُٹھائے۔ ایک قوم جو آج **مسلمان** کے نام سے مشہور ہے چند صدی پیشتر قرآن کی ہدایات پر چلی جس سے وہ ترقی و اقبال کی مالک ہوگئی۔ اب انہوں نے قرآن پسِ پشت کر دیا ہے۔ ان کے مقابل ایک اور قوم قرآنی صداقتوں پر چلنے لگی۔ اس لئے نام کے مسلمان تباہ کر دیئے گئے اور جو بظاہر تو دشمنِ اسلام تھے۔ لیکن عملاً غلامِ قرآن تھے۔ وہ ان بے عملوں پر نتیجۂ مسلط کئے گئے۔ تیرہ صد برس ہوئے جب اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ (خدا کی سلطنت آگئی جلدی نہ کرو) نے آسمانی بادشاہت کے آنے کا اعلان کیا۔ جس کے لئے مسیح نے دعا کی تھی۔ اور جس کو آج بھی عیسائی دہراتے ہیں۔ اس کا چارٹر قرآن کی شکل میں نسلِ انسانی کے ایک حصّہ کو دیا گیا۔ وہ اس کی ہدایات پر چلے اور دنیا کے مالک ہو گئے ان کی اولاد نے سمجھ لیا۔ کہ یہ مملکتِ خداوندی اب ان کے ورثہ میں آگئی۔ اور ابد الآباد تک ان کے ہاں رہے گی۔

نسلِ انسانی سے خطاب } انہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے تھا۔ کہ الہٰی چارٹر میں اس قسم کی وراثت کی عزت نہیں ہوتی۔ وہاں ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کا حکم ہے۔ وہ خداوندی چارٹر کسی کے حقِ ورثہ کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ عمل کو چاہتا ہے۔ اگر وراثت کا ہی اصول صحیح ہوتا تو عرب کے کنگلے دنیا کے مالک نہ ہوتے اس چارٹر کے بیان کردہ بعض اصول جہانبانی عیسائی قوموں نے لے لئے۔ اس لئے وہ سلطنت ان کی طرف منتقل ہوگئی۔ سو اصل بات یہ ہے کہ اسلام یا قرآن فلاح کے چند اُصول بتاتا ہے۔ ان پر کوئی چلے فلاح پالے۔ آج اگر اسلامی سلطنتیں تباہ ہو گئیں یا اسلامی شوکت مرمٹی تو اس سے اسلام پر حرف نہیں آسکتا۔ اگر ترک مرمٹے تو اسلام نہیں مرمٹا۔ دیکھنا یہ ہے کہ جنہوں نے ان نام نہاد مسلمانوں کو تباہ کیا۔ ان کا عمل صداقتہائے قرآن پر ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو یہ قرآن کی فتح ہے۔ مسلمانوں کو اس لئے شکست ہوئی کہ ان کا عمل قرآن پر سے جاتا رہا۔ دشمنانِ اسلام کو اس لئے فتح ہوئی۔ کہ انہوں نے بعض حصص قرآن کو اپنا ہادی بنایا۔ افسوس صد افسوس۔ قرآن اور اسلام کو تو فتح ہو لیکن ہم انکے ہاتھ پر جو دشمنِ اسلام ہیں۔ اور مارے وہ جائیں جو مُدعی اسلام ہیں۔

ایڈیٹر اخبار "حقیقت" لکھنو کا اظہار حقیقت

"کچھ مُلاؤں کے فتووں کے باوجود احمدی جماعت بہرحال اسلام ہی کا ایک فرقہ ہے اس لئے کہ مسلمان کا ایک اسلامی فرقہ کے عقائد ترک کرکے دوسرے فرقہ کے عقائد قبول کر لینا ایسا جُرم نہیں ہے کہ اس کی سزا سوشل بائیکاٹ اور جسمانی یا رُوحانی اذیتوں کی صورت میں پہنچائی جائے۔ پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام کی تبلیغ آج سب سے زیادہ منظم اور وسیع پیمانے پر احمدی جماعت کر رہی ہے۔ وہ جس ڈھنگ سے تبلیغ کر رہے ہیں اس کو پسند کیا جائے یا نہ کیا جائے مگر یہ واقع ہے کہ آج صرف ایک جماعت ہے جس نے اپنے آپ کو تبلیغ اسلام کے لئے ہمہ تن وقف کر رکھا ہے۔ اس کا اعتراف نہ کرنا سخت ناانصافی ہے؟" (اخبار حقیقت لکھنو ۲۰ر جون ۱۹۶۲ء)

ما مُسلمانیم از فضلِ خُدا ـ مُصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہمست او خیر الرسل خیر الانام ـ ہر نبوت را برو شد اختتام
(حضرت مجدد اعظمؒ)

عشق و قربانی کا شاہکار

صاحبزادہ عبداللطیف شہید رحمۃ اللہ علیہ

سرے خاک شہیدے برگہائے لالہ می پاشم — کہ خونش بانہالِ ملتِ ما سازگار آمد

حیاتِ انسانی کے تاریک طوفانی دشت میں، بعض عظیم اور فوق البشر ہستیوں نے حق و صداقت کی خاطر قربانیوں کے ایسے چراغ روشن کئے، جو اپنی آب و تاب اور نورانی کرنوں سے منزلِ حقیقت کے رہ نوردوں کے لئے روشنی کے مینار کا کام دیتے ہیں۔ اور جن کی قربانیاں اگر ایک طرف ان کے جابر و قاہر مخالفوں کی فوق العادت سفاکی کی دلیل ہیں تو دوسری طرف انسانیت کے ان گلہائے سرسبد کی کوہ وقاری اور استقامت پر شاہد ہیں۔

تاریخ کے اوراق میں ایسے گنتی کے چند رجال کے بے پناہ صبر و استقلال کی داستانیں محفوظ ہیں۔ جنہوں نے موت کی ہیبتناکیوں کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا جو جابر حکمرانوں کے ظالمانہ فیصلوں سے مرعوب نہ ہوئے۔ دار و رسن کی صعوبتوں، زہر کے پیالوں، حیاتِ مستعار کی جلوہ آرائیوں۔ اپنوں کی الحاح و زاری اور اعلےٰ مناصب و دولت کی چکاچوند ان کو جادۂ استقلال سے متزلزل نہ کر سکی اور دجل و تلبیس کی کوئی قوت دبا نہ سکی۔

آنانکہ گشت کوچۂ جاناں مقامِ شاں — ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ شاں

انفرادی قربانی کے بعض ایسے زہرہ گداز واقعات ملتے ہیں جن میں ذاتی خواہشات کی ملونی کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ اور بعض مشاہیر کی طرف ایسے الفاظ یا افعال منسوب ہیں۔ جو ان کی عظیم قربانیوں کو کسی حد تک مجروح کرتے ہیں۔ یونان کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے فرزندِ عظیم سقراط نے اپنے اصول کی خاطر نہایت جوانمردی، بلند حوصلے، شدید تحمل اور فوق العادت استقامت سے حیاتِ مستعار کو ٹھکرا کر زہر کا پیالہ نوش کیا۔ لیکن آج ایک ایسے عظیم انسان کی داستان شہادت پیش کی جا رہی ہے جس کے عقاید سے تو شاید دنیا کو اختلاف ہو، لیکن جس کی قربانی کی عظمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سنت اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق چودھویں صدی کے ابتدا میں وہ مردِ حق آگاہ پیدا ہوا جسے تجدید دین کے لئے کھڑا ...... کیا گیا۔ اور کسرِ صلیب اور تجدید دین کے پیشِ نظر مسیح و مہدی کے مقدس نام دیئے گئے چمنستانِ محمدی کے اس پھول کی مہک نسیم ہدایت کی لہروں کے ذریعے ہند و پاک کی سرحدوں کے پار خوست واقعہ افغانستان پہنچی، اور وہاں کے ایک جلیل القدر، خدا پرست، عالم دین اور بادشاہِ وقت اور اکابرِ دین و دولت کی نگاہوں میں قابل صد احترام بزرگ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کی پاک و مطہر روح نے انی لاجد ریح یوسف کا نعرہ بلند کیا، حضرت مرزا صاحب کی تصنیف نے شنید کو حقیقت میں بدل دیا۔ آخر دو رٹے محبوب کی دید کی آگ بھڑکی۔ ہندوستان کی راہ حج کا عزم کیا۔ بادشاہ وقت نے بصد احترام و عقیدت زادِ راہ اور چند خدام ساتھ کر دیئے آپ مرکزِ محبت قادیان تشریف لے گئے، اور اس نور سے قلب کو منور کیا جس کی دید کی حسرت لئے لاکھوں اہل حق دنیا سے گذر گئے تھے۔ آپ اس نظارہ محبوب میں ایسے محو ہوئے کہ حج کے دن گذر گئے۔ لیکن قدرت نے آپ کو جس قربانی کے لئے چن لیا تھا۔ اس کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ کو دیارِ محبوب میں بار بار الہاماً یہ بتایا گیا:—

> "اس راہ میں اپنا سر قربان کر۔ اور دریغ نہ کر۔ کیونکہ خدا نے کابل کی سرزمین کی بھلائی کے لئے یہی چاہا ہے۔"

آخر چند ماہ اکتسابِ فیض کے بعد وطن کو مراجعت کا ارادہ کیا۔ اجازت حاصل کی حضرت امامِ زماںؑ دور تک الوداع کہنے ساتھ گئے۔ رخصت کی گھڑی قریب آئی تو احساس جدائی سے بے کلی کی وجہ بتائی۔

> "میرے دل کو یقین ہے کہ میں اس زندگی میں آپ کے دوسرے مبارک کو پھر کبھی نہیں دیکھ سکوں گا۔"

یہ مردِ حق پرست شہادت گہِ اُلفت کی طرف بڑھتا گیا۔ آپ کے حالات کا علم دربارِ کابل میں ہو چکا تھا۔ مخالفت کے طوفان اٹھ رہے تھے۔ آپ نے سرحد پر پہنچ کر بادشاہ سے حاضری کی اجازت طلب کی۔ تاکہ اسے صحیح حالات سے آگاہ کر سکیں۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ آپ پر اس کے دل کا بغض و کینہ ظاہر نہ ہو۔ چند فوجی بھیجکر دربار میں بلا بھیجا، دربار میں علماء نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا جس کی سزا قتل تھی۔ اس کے ساتھ ہی آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ کو ایسی کٹھن اور حوصلہ شکن آزمائشوں میں سے گذرنا پڑا جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آزمائش کی گھڑی شروع ہو گئی۔ ایک عظیم عالم جو صاحب جاگیر اور اہل دولت ہے علماء و مشائخ میں بلند مقام رکھتا ہے۔ بادشاہ اس کی بزرگی کا قائل ہے۔ اور اسی کے ہاتھ سے تاجپوشی ہوتی ہے۔ امراء اور وزراء اس کے حلقۂ ارادت میں شامل ہیں، اُسے ان سب کے سامنے ڈیڑھ من وزنی طوق اور ہتھکڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ اور پاؤں میں دس سیر وزنی بیڑی ڈال دی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح موعودؑ کا دامن چھوڑ دیں تو آپ کو اس ذلت و رسوائی سے نجات مل جائے گی۔ اور پھر آپ کو وہی عظمت نصیب ہو گی جو پہلے تھی اور جس کے آپ حق دار ہیں۔ اہل حق غور کریں کہ یہ کس قدر کڑی آزمائش تھی۔ مگر

وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے — جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

آپ نے سکون، تحمل اور استقامت سے شایانِ شان جواب دیا۔

> "میں صاحبِ علم ہوں اور خدائے تعالےٰ نے مجھے حق اور باطل میں امتیاز کرنے کی قدرت بخشی ہے۔ میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے۔ کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس پہلو کے اختیار کرنے سے میری جان کی خیر نہیں، اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے، مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی چیز پر مقدم سمجھتا ہوں۔"

ان الفاظ سے غیض و غضب اور حیرت کے ملے جلے جذبات اُبھرے۔ آپ کو پا پیادہ شاہی قلعہ ارک میں پہنچایا گیا۔ شاید خوف و لالچ کے محرکات آپ کے پائے ثبات میں لغزش پیدا کر سکیں، اب یار دوست، خویش و اقرباء اور بال بچے سراپا نصیحت و عجز بن کر حاضر ہونے لگے، مگر دوستوں کی محبت، بچوں کی معصوم ادائیں اور التجائیں۔ رفیقۂ حیات کی ترحمانہ نظریں اور چھلکتے ہوئے آنسو آپ کے ایمان میں رخنہ انداز نہ ہو سکے۔ بادشاہ کی طرف سے معافی کا پیغام آتا تو آپ یہی فرماتے:

> "یہ امید مت رکھو۔ کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم کر لوں گا۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ جس کو میں نے خوب شناخت کر لیا، اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی، اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کر دوں، یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہو گا، میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پا لیا ہے، اس لئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے یہ بے ایمانی نہیں ہو گی کہ میں اس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں، میں جان دینے کے لئے تیار ہوں، اور اس کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ مگر حق میرے ساتھ جائے گا۔"

چار ماہ تک یہ صبر آزما ابتلاء جاری رہا، لیکن حیاتِ انسانی میں اس بلند مثال کا زیادہ شان کے ساتھ اعادہ مقدر ہو چکا تھا۔ اور قضاء و قدر نے فیصلہ کر لیا تھا کہ باطل پرست اور خواہشات کی پجاری دنیا کو پھر راہِ ہدایت دکھائے۔ آخر موعود گھڑی آ پہنچی جبر و تشدد کے پرستاروں نے حق و انصاف، آزادیٔ عقیدہ کے فطری حق کو روندتے اور قرآن حکیم کے لا اکراہ فی الدین کے ارشاد کو پس پشت ڈالتے ہوئے سنگساری کا فیصلہ صادر کر دیا۔

شنبہ ۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء کا دن انسانی تاریخ میں یادگار دن ہے۔ کابل کا بچہ بچہ قتل گاہ میں امڈ پڑا۔ چشمِ فلک نے اس سے زیادہ دردناک منظر نہیں دیکھا ہو گا۔ آپ کی ناک

چھید کر اس میں رسّی ڈالی گئی - وحشت و بربریت نے، گالی گلوچ، استہزاء، تحقیر آمیز
قہقہوں کے درمیان رقصِ ابلیس شروع کر دیا - حق و صداقت کی پیروی کے ناقابل فراموش
جرم میں ایک بندۂ حق کو سنگسار کرنے کے لئے بادشاہ، درباری، علماء اور مشائخ اور
عوام ہم آہنگ ہوگئے - تلواروں کے سائے میں خدا کا یہ شیر ظاھرہ فی العذاب
وباطنہ فی الرحمۃ کا مصداق ایک پرسکون چٹان کی طرح مقتل میں جا کھڑا
ہوا اور زبانِ حال سے کہہ رہا تھا

گوشِ دلم بجانبِ تکفیرکس کجاست — من مست جامہائے عنایاتِ دلبرم

اس کا چہرہ اسی خوشی سے درخشاں تھا کہ آج وہ اپنی قربانی سے تاریخ انسان، تاریخ اسلام
اور تحریک احمدیت میں ایک سنہری روشنی اور الفت باب کا اضافہ کرنے والا تھا - آپ اس
کی نگاہیں اردگرد کے ماحول سے بلند ہو کر اس پاکیزہ فضا میں پہنچ چکی تھیں جہاں انبیاء صلحاء
اور اہلِ حق اس کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے اور وہ زبانِ حال سے پکار رہا تھا

بہ جُرمِ عشقِ توام می کشند غوغائیست — تو نیز برسرِ بام آکہ خوش تماشائیست

اہلِ کابل نے اپنی بے بصری سے یہ نہ دیکھا کہ نمرود کی آتش، فرعون کا لاؤ لشکر، پیلاطوس
کی صلیب، قریشِ مکہ کا جور و تشدد، ابن زیاد کی قہرمانی قوت، یونانی سرداروں کا زہر کا پیالہ
حق کے پرستاروں کے عزائم کو شکست نہ دے سکا، شاہی اجیروں نے ایک گڑھا کھودا
اور حضرت صاحبزادہ کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا - عین اسی وقت باطل نے آزمائش کا آخری تیر
چھوڑا، اور بادشاہ کی طرف سے پیغام ملا کہ اگر آپ اس وقت بھی اپنا عقیدہ بدل لیں، تو
جان بخشی ہو سکتی ہے - موت سامنے ہے اور زندگی اپنے حسن و رعنائی کے ساتھ دعوت
دے رہی ہے - لیکن عشقِ الٰہی کا نشہ اپنا کام کر چکا تھا - آپ نے کمال جلال کے ساتھ فرمایا:-

"نعوذ باللہ! سچائی سے کیسے انکار ہو سکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے
عیال و اطفال کیا چیز ہیں - جس کے لئے ایمان چھوڑ دوں - ایسا ہرگز نہیں
ہو سکتا، میں حق کے لئے مروں گا -"

جب باطل حق کی آواز کچلنے میں ناکام ہو گیا تو سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا - اس پر آپ نے
بلند آواز سے یہ آیت پڑھی :-

"ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك
رحمة انك انت الوهاب - (اے اللہ! ہدایت دینے کے بعد
ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے اور اپنی طرف سے رحمت نازل کر - تو ہی رحم
کرنے والا ہے)"

اور جب مفتی اعظم نے آپ کو سنگسار کرنے کے لئے پہلا پتھر اٹھایا تو آپ نے
بارگاہ خداوندی میں التجا کی:-

"انت ولیّ فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلمًا والحقنی
بالصالحین" (دنیا و آخرت میں تو ہی میرا مددگار ہے - مجھے
ایک مسلم کی موت دے اور اپنے نیک بندوں کا ساتھ نصیب کر)

[illegible]ب سے پہلا پتھر آپ کی طرف پھینکا گیا - جو سر پر لگا - آپ کے سر سے خون کا
[illegible] پھوٹ پڑا - لیکن آپ نے نہ تو الٰہی الٰہی لما سبقتنی کی صدا بلند کی اور نہ ہی
کی تکلیف سے خوفزدہ ہو کر جان بچانے کی آرزو ظاہر کی - پتھروں کی بارش ہوتی
[illegible] موت و اذیت کا پیغام لے کر آتا تھا، اور آپ کو جان بچانے کی ترغیب دیتا تھا
[illegible]ن کا پیکر صداقت پر قائم رہا حتیٰ کہ آپ کی روح قفسِ عنصری سے آزاد ہو کر
واصل ہو گئی اور جسدِ مبارک پتھروں کے نیچے دب گیا - انا للہ وانا

[illegible] در خون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان قربان کر کے حضرت امام الزمان
[illegible]دی، آپ کا نورانی چہرہ پتھروں کے نیچے دب گیا - لیکن
[illegible]را — چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند
[illegible]ب الٰہی بھڑکا - کابل اور اس کے مضافات میں ہیضہ
[illegible]گ اجل کا شکار ہو گئے - ملک میں خانہ جنگی اور آپس
اللہ خان کی سازش سے قتل ہوا - نصر اللہ خان

کی اہلیہ اور بچہ ہیضہ کی نذر ہو گئے - نصر اللہ خاں قید کی حالت میں موت کے گھاٹ اتارا
گیا، بچہ سقہ نے بغاوت کر کے اس خاندان کا خاتمہ کر دیا - اور پچاسی ہزار افراد قتل کئے
گئے - اس خاندان کی شوکت و عظمت مٹ گئی اور افغانستان کی تاریخ میں وہ داستانِ عبرت
بن کر رہ گئے -

اے حقانیت کے شہزادے! اے شہیدِ انسانیت عبد اللطیف! تجھ پر
خدائے قدوس کی بے حد و نہایت رحمتیں ہوں، تو نے خون دے کر چمنِ اسلام کی آبیاری کی، تو
نے جان قربان کر کے مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر گواہی دی اور
ملت اسلامیہ کے سامنے حق و صداقت کی ایسی شمع روشن کی جس کی کرنیں تا ابد عالمِ انسانیت کو
روشن کرتی رہیں گی - گو قومیں اپنے محسنوں کو فراموش کر دیتی ہیں لیکن تیرے نمونے کی اتباع سے
ایسے فرزندانِ اسلام پیدا ہوں گے جو اسلام کی خاطر تیری جانی اور مالی قربانی کے نمونے سے
ہدایت و قوت پائیں گے اور تیرے نام کو روشن رکھیں گے - کیونکہ قومیں ہمیشہ اپنے اسلاف کی
یاد تازہ رکھ کر ہی حیاتِ جاوداں حاصل کرتی ہیں ٭

حضرت مجدد صدِ چہاردہم رحمۃ اللہ علیہ

مجھ کو بس ہے وہ خدا!

اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں بے قرار

اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف
نیز دے توفیق تا وہ خود کریں سوچ اور بچار

باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار

غُل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مردار خوار

گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دور تر ہیں جا پڑے
ان کے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دلفگار

ہم نے یہ مانا کہ ان کے دل ہیں پتھر ہو گئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذوالمنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار

میں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر
میں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار

گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار

مجھ کو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پروا نہیں
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکم کردگار

افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

بندۂ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے
کچھ نہیں فتح سے مطلب، نہ دل میں خوفِ ہار

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمد پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور انکے وہ وار

کونسی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کون سے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں سوگوار

دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل دیکھ کر ÷ اے مری جاں کی پناہ فوجِ ملائک کو اتار

مذہب کی آڑ میں بربریت

(مدیر)

۱۔ تیرھویں صدی کے آغاز میں طولوس (جنوب مغربی فرانس) کے حاکم اور باشندوں نے کلیسا کے قائد اعظم پوپ انوسینٹ کے عقائد سے اختلاف کیا، تو پوپ نے ان مرتدوں اور کافروں کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔ ہنری ڈیما نفورٹ کی سرکردگی میں ایک عظیم لشکر نے طولوس پر حملہ کر دیا۔ ان قلیل التعداد مظلوموں نے سالہا سال تک جاں نثاری دکھلائی لیکن کب تک؟ فاتحین شہر میں گھس گئے۔ قتل عام شروع ہو گیا۔ ... بیوا اور مرتدین سب کے سب تہ تیغ ہوئے۔ فاتح لشکر کے ایک سردار پادری نے حکم دے دیا:—

Kill them all. God will know his own.

"سب کو بلا امتیاز قتل کر دو۔ خدا ان میں سے اپنے سچے ماننے والوں کو شناخت کر لے گا۔" نتیجہ یہ نکلا کہ املاک برباد ہوئیں۔ تہذیب مٹ گئی اور یورپ کے نہایت ترقی یافتہ ہزاروں انسان مذہب کی خون آشامی کی بھینٹ چڑھ گئے۔"

(دی سینڈرسن ہسٹری آف دی ورلڈ)

۲۔ "پندرھویں صدی کے شروع میں جان وائیکلف نے بائبل کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ بس پھر کیا تھا، کنٹربری کے آرک بشپ ارنڈل نے اسے کافر قرار دیا۔ اور بائبل کے ترجمے کو جلا ڈالا، جان وائیکلف مر چکا تھا۔ ارنڈل کی آتشِ انتقام نہ بجھی تھی چنانچہ دو سال بعد اس نے علمائے مذہب کی مجلس منعقد کی جس کے فیصلے کی رو سے وائیکلف کی ہڈیاں جلانے کی پوپ سے اجازت مانگی۔ کچھ عرصہ بعد پوپ نے دین کی حفاظت کے پیش نظر اجازت عطا کی، اور اس کارِ خیر کے لئے اپنا نمائندہ انگلستان بھیجا جس نے وفات سے ۴۴ سال بعد جان وائیکلف کی ہڈیاں قبر سے نکال کر جلا دیں۔"

۳۔ "لوئی دواز دہم شاہِ فرانس نے پوپ کو خوش کرنے کے لئے پاپائی مذہب کی حمایت عیسائیوں پر جور و ستم کی انتہا کر دی، بُرا سخ الاعتقاد بادشاہ ہر سال درجنوں کافروں اور مرتدوں کو زندہ جلا دیتا، ہزاروں کو غلام بنا کر جہازوں پر بھیج دیتا۔ بے شمار لوگوں کو اختلاف عقیدہ کی بنا پر جلا وطن کر دیا۔ اور آخری ایام میں وودوٹ فرقہ کے ہزارہا عیسائی مردوں، عورتوں اور بچوں کو موت کی نیند سلا دیا۔" (ایضاً)

۴۔ "انگلستان میں ہنری ہشتم کی دختر ملکہ میری 'خونی میری' کے نام سے مشہور ہے۔ وہ کیتھولک فرقے کی حامی تھی، اس لئے اس نے ملک سے پراٹسٹنٹ فرقے کو ختم کرنے کے لئے ان پر شدید پابندیاں عائد کیں اور تین سو سے زائد پادریوں، سرداروں اور عامۃ الناس کو زندہ جلا دیا۔" (ایضاً)

یورپ کی قرونِ اوسطیٰ کی تاریخ کے اوراق مذہب کے نام پر خونچکاں واقعات سے پُر ہیں۔ اس زمانے میں یہ لوگ لاکھوں کی تعداد میں تین سو سال تک مسلمانوں کے خلاف جنگ صلیبیہ میں خدا کو خوش کرتے رہے، اور دو نو طرف سے لاکھوں بندگانِ خدا مذہبی بربریت کا شکار ہوئے۔ اور جب تک مغربی دنیا میں مذہبی دیوانگی کے دورے پڑتے رہے، یہ ممالک پستی، جہالت اور وحشت کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہے۔ عقلی اور سائنسی علوم پر قدغن لگی رہی اور حیاتِ انسان تاریکی میں بھٹکتی رہی۔ حتیٰ کہ علم نے سینوں کو روشن کیا۔ انسانی ضمیر جاگ اُٹھا اور اس نے معبودانِ باطل اور ان کے کاروباری پجاریوں کی زنجیروں کو توڑ ڈالا۔ قومی اور اجتماعی زندگی سے مذہبی خفاشوں کو نکال دیا۔ اور اپنی خدا داد عقل، تجربے اور مشاہدات پر حیاتِ ملی کی اساس رکھی اور ان بلندیوں پر پہنچ گئے جو پسماندہ اقوام کے لئے موجب حیرت و رشک ہے۔

تقلیدی مذہب، روشنی اور ہر نئے تصور کے خلاف مروجہ مذاہب کے اجارہ داروں کی مساعی طویل زمانے پر پھیلی ہوئی ہیں، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ وغیرہم انبیاء علیہم السلام کے مخالف اس زمانے کے علماء و مشائخ مذاہب تھے جن کی پشت پر اقتدار پرست سلاطین و امراء تھے۔ وہی ارباب من دون اللہ تھے وہ علماء و مشائخ یکنزون الذہب و الفضۃ تھے۔

کیا حضرت نوحؑ کے زمانے میں ودّ، سواع، یعوق، نسر کے پجاری اہل مذہب نہ تھے؟ کیا حضرت ابراہیمؑ نے جن بتوں اور عقائد کو ختم کیا وہ مذہب کے آثار باقیہ نہ تھے؟ کیا حضرت موسیٰؑ کے مقابل فرعون خود ایک مذہب اور امت کا داعی و رہنما تھا۔ اور خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف کعبے کے برہمن اور دینِ ابراہیمؑ کے ٹھیکیدار بن کر سامنے نہیں آئے تھے؟

ان تمام مذہبی اجارہ داروں میں ایک شے مشترک پائی جاتی ہے کہ انہیں اپنی مادی قوت، دولت، تعداد اور آبائی مذہب کا غرور تھا، اس لئے انہوں نے علم و دلائل کے ذریعے مقابلہ کرنے کی بجائے غنڈہ گردی، تشدد اور اشتعال انگیزی کی راہ اختیار کی۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ کے دلائل کا مقابلہ نہ کر سکے تو ماردالو، جلادو اور اپنے معبودوں کی نصرت کرو کے نعرے لگانے شروع کئے۔ اور فرعون کا کردار یوں پیش کیا ہے۔ یسومونکم سوء العذاب، یذبحون ابناءکم و یستحیون نساءکم، دکھ دیئے بچوں کو قتل کیا اور لڑکیوں کو زندہ قبضے میں کر لیا۔ یہی کیفیت حضرت مسیحؑ کی ہوئی۔ آپ کو کانٹوں کا تاج پہنایا گیا۔ منہ پر تھوکا گیا، کوڑے لگائے گئے اور صلیب پر لٹکایا گیا، اور سب سے بڑھ کر نبی اکرم صلعم پر ستم توڑے گئے۔ اور دشمن اپنے مذہب کی خاطر یہ کرتے تھے۔

یہی داستان اپنے زمانے میں مسلمان علماء سُو اور ان کی تقلید میں عوام کالانعام نے دہرائی، چنانچہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت حسینؓ اور بہت سے دیگر اصحاب رسول اور بزرگانِ دین کو شہید کیا گیا۔ اور ان کے بعد امام مالک۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، ابن تیمیہ، امام غزالی، منصور حلاج، شیخ عبد القادر جیلانی جیسے آئمہ وقت کو دلگداز مصائب کی چکی میں پیسا گیا۔ خود ہمارے ملک میں حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیلؒ، اور دیگر بلند پایہ اہل علم و تقویٰ پر کفر کے فتوے لگائے گئے اور ان پر ظلم کئے گئے، اور ان میں سے اکثر جانیں بچانے کے لئے ترک وطن پر مجبور کر دیئے گئے، اور ان کے مقابل علماء اور عوام کی کثرت ہوتی تھی، جن کو خوش کرنے اور اپنی قوت کو بڑھانے کے لئے سلاطین اور امراء جور و ستم میں ان کا ساتھ دیتے رہے۔ اور اجتماعی رنگ میں ایک المیہ یہ ہے کہ شاہ اسمٰعیل صفوی نے ایران فتح کر کے تمام سنیوں کو آٹھ دن میں ملک سے نکل جانے یا شیعہ بن جانے کو کہا۔ ہزاروں کو قتل کیا۔ اکابر کو پنجروں میں بند کر کے ان پر شہد لگایا تاکہ مکھیاں انہیں کاٹیں اور وہ اذیت سے مریں اس کے مقابل ترکی کے سلطان کے حکم سے شام میں ۳۰ ہزار شیعہ موت کے گھاٹ اتار گئے۔

ہمارے ملک میں آج بھی وہی ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے جس نے یورپ و امریکہ کے میدانوں کو تین چار سو سال پہلے انسانی خون سے آلودہ کیا تھا، اور جن سے بچنے کے لئے انہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مذہبی اجارہ داری، جہالت اور علم دشمنی سے نجات حاصل کر لی، اور مذہبی حماقتوں کی جگہ حریت ضمیر، تحقیقات، سائنسی ترقی، رواداری، اور اظہار خیال کی آزادی کو زندگی کا لازمی جز قرار دیا۔

پاکستان میں (گنتی کے چند علمائے راسخ کو چھوڑ کر) مساجد و منبر پر جاہل ترین مولویوں کا تسلط ہے۔ اور اگر کسی طرح ان علماء کے خطبوں اور وعظوں کو یکجا کر کے ایک کتاب کی شکل دی جائے۔ تو ایک ایسا دین سامنے آئے گا، جو توہمات و اباطیل کا مجموعہ ہو گا مگر اسلام سے کوسوں دور ہو گا، اور اس "دین" کی جڑیں لوگوں کے ذہنوں میں اس قدر گہری ہیں کہ اگر کوئی طاقت اس ملک میں حقیقی اسلام لانا چاہے تو وہ خون کی ندیاں بہا کے باوجود اس ملک میں اسلام کو نہیں لا سکے گی۔

اب ذرا سرسری جائزہ لیجئے کہ اس ملک کی زیادہ تر مذہبی جماعتوں نے عین اسلام کی خدمت سمجھتے ہوئے قیام پاکستان کی شدید مخالفت کی۔ چنانچہ جماعت قادیان، جماعت احرار، جماعت اسلامی، جمعیت علمائے ہند، علمائے دیوبند، جماعت شیعہ (چیدہ چیدہ افراد سے قطع نظر) اور کانگرسی مسلمانوں نے پاکستان نہ بننے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ چونکہ یہ مخالفت دینی تھی اس لئے ان ہی وجوہ کی بنا پر انہیں ملک کے قیام و بقا سے چنداں دلچسپی نہیں، اور خدا نخواستہ اگر کسی وقت یہ ملک ہندوستان کی ہوس کا شکار ہو تو ان میں سے کئی

حضرت مولانا نورالدین کی زبانی اس ملاقات کا حال ملاحظہ ہو:-

"جب میں اپنے وطن کی طرف لوٹا تو میں نہایت پریشان اور حیران تھا۔ دن کے اوقات سفر میں بسر کرتا تھا اور مجھے نہایت طلب اور جستجو تھی اور میں صادقوں کی ندا کا منتظر تھا۔ اسی اثناء میں مجھے السید الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد مہدی الزمان مسیح دوران اور مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی۔ میں ان کے پاس پہنچا تا حقیقت حال کا مشاہدہ کروں، میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہی موعود حکم و عدل ہے، اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا اور اس عظیم الشان احسان پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا۔"

اس پہلی ملاقات میں ہی حضرت مولانا نے بیعت کی خواہش ظاہر کی مگر حضرت امام الزمان نے فرمایا کہ انہیں ابھی تک اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہوا۔ حضرت مولانا نے عرض کیا کہ پھر حضور وعدہ فرمائیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم آ جائے تو سب سے پہلے ان کی بیعت لی جائے۔ حضرت امام الزمانؑ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس وعدہ کے مطابق جب ۱۸۸۹ء میں بمقام لدھیانہ بیعت کا سلسلہ بحکم ربی شروع ہوا تو سب سے پہلے حضرت مولانا نے بیعت کی اور پھر ریاست کشمیر واپس چلے گئے۔ بیعت ہونے کے بعد آپ نے کئی بار حضرت امامؑ سے اجازت طلب کی کہ وہ ملازمت سے استعفیٰ دے کر قادیان میں قیام کریں مگر حضرت امامؑ یہی جواب دیتے کہ اچھی ملازمت چھوڑنا کفرانِ نعمت ہے آپ استعفیٰ نہ دیں۔ خدا کی شان ۱۸۹۲ء میں آپ کو دربارِ کشمیر کو خیرباد کہنا پڑا۔ اور آپ نے قادیان میں رہنا شروع کر دیا۔ اور حضرت امام الزمانؑ کے چشمۂ رواں سے سیراب ہونے کا موقع ملا۔

حضرت اقدسؑ کی زندگی میں قادیان میں قرآن حکیم۔ حدیث۔ قال اللہ وقال الرسول کے علاوہ اور کسی بات کا چرچا نہیں تھا۔ سیاست، اختلافات اور دنیا داری کی کوئی باتیں نہ تھیں۔ صبح و شام چھوٹے بڑے کو دین پروری کی فکر تھی۔ قادیان کی چار چیزیں اس زمانہ میں مشہور تھیں:

۱۔ حضرت امام الزمانؑ کا وجود مسعود اور مواعظِ حسنہ
۲۔ حضرت مولانا نورالدینؓ کا درس قرآن کریم
۳۔ حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب کا ریویو آف ریلیجنز
۴۔ حضرت مولانا عبدالکریمؓ کی اذان اور قرأت

حضرت امام الزمانؑ خود عاشق قرآن تھے اور آپ کے شاگرد بھی خدمت قرآن میں مصروف رہتے۔ حضرت مولانا کو بھی قرآن کریم سے بے پناہ محبت تھی۔ اس کا درس و تدریس آپ کا روزانہ مشغلہ تھا۔ ہر شخص نے اپنی استطاعت کے مطابق اس سے فیض اٹھایا۔ مگر حضرت مولانا کے درس و ارشادات پر مشتمل قرآن حکیم کے انگریزی اور اُردو ترجمہ و تفسیر مرتب کرنے کی سعادت حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب کے حصہ میں آئی۔ اس ترجمہ و تفسیر کا کام حضرت مولانا کی زندگی میں ہی پایہ تکمیل کو پہنچا۔ علالت کے دوران بھی حضرت حکیم الامت مولانا سے ترجمہ اور تفسیر کے نوٹ بڑی دلچسپی سے سنتے اور مناسب ہدایات و اصلاح دیا کرتے۔ ترجمہ اور تفسیر کی طباعت و اشاعت کی اپیل کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت نے اپنے دستخط سے جو اعلان کیا اس میں فرمایا:-

"میں اپنے احباب کو اس اعلان کے ذریعے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے چندے کے لئے متوجہ کرتا ہوں، میں نے .... تین چوتھائی سے زیادہ یعنی ۲۳ پاروں کے نوٹ آج تک سن لئے ہیں اور غیر سپاروں کا اُردو ترجمہ بھی دیکھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید رکھتا ہوں کہ جو باقی ہے اس کو بھی پورا کر دوں بیماری میں بھی برابر نوٹ سنتا اور لکھواتا رہا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کو بچپن سے لیکر بڑھاپے تک قرآن کریم کے مطالعہ میں اور اس پر تدبر میں گذارا ہے۔ اور جس طرح پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا پاک کلام سمجھایا ہے بہت کم لوگوں نے سمجھا ہوگا .... اب اس کے طبع کرانے اور انگریزی ترجمہ کے بعد اُردو ترجمہ کے طبع کرانے کے انتظام کرنے کے لئے میں اپنے احباب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میری کوشش کو جو اس عظیم کلام کی خدمت کے لئے میں نے کی ہے ضائع نہیں کرے گا اور میں یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ جن لوگوں کو مجھ سے تعلق اور محبت ہے ان میں بھی قرآن کریم کی خدمت کی تڑپ پیدا کر دی گئی ہے .... یہ ترجمہ یورپ۔ افریقہ۔ چین۔ جاپان۔ آسٹریلیا وغیرہ ممالک میں انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگا"۔ ...... نورالدین۔

۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت حکیم الامت نے فرمایا:-

"ہمارا انگریزی ترجمہ اللہ کو مقبول ہو گیا ہے۔ الہاماً بشارت آ گئی ہے"۔

خدا کی شان ہے اس ترجمہ و تفسیر کی اشاعت آپ کے مخلص احباب لاہور کے ہاتھوں ہوئی اور یہ ترجمہ و تفسیر دنیا بھر میں مقبول ہوا۔

حضرت مولانا کو قرآن کریم سے جو محبت تھی اس کا اظہار آپ نے بارہا کیا۔ ایک دفعہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر آپ کو تقریر کرنے کی دعوت دی۔ سامعین جلسہ میں علمائے دین بھی موجود تھے اور سرسید کے ہمخیال بھی۔ حضرت حکیم الامت نے اپنی تقریر میں سورۃ النور کے رکوع اللہ نور السمٰوات والارض کے معارف بیان کئے۔ تقریر کے ابتدائی جملے بڑے پُراثر تھے اور سامعین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اور آپ کا وعظ سننے کے لئے وہ ہمہ تن گوش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:

"یہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو مشرقی روایات کے پابند ہیں اور کچھ ایسے نوجوان ہیں جو مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادہ نظر آتے ہیں، میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ لا شرقیۃ ولا غربیۃ پس قرآن حکیم مشرق و مغرب اور ساری انسانیت کے لئے فلاح لے کر آیا ہے۔"

قرآن کریم سے محبت نے آپ کو وسیع القلب بنا دیا تھا۔ سرسید مرحوم سے آپ کو مذہبی اعتقادات میں شدید اختلاف تھا مگر ان کی تعلیمی مساعی اور قومی خدمات کے حضرت مولانا معترف تھے اور کالج کے لئے نہ صرف اپنی جیب خاص سے عطیہ دیتے بلکہ اپنے دوستوں کو بھی اس کارِ خیر میں حصہ لینے کے لئے توجہ دلاتے۔ سرسید مرحوم بھی آپ کی دل سے قدر و منزلت کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے سرسید سے استفسار کیا کہ جاہل علم پڑھ کر عالم بن جاتا ہے اور عالم ترقی کر کے حکیم (P.H.D) بن جاتا ہے اور حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے۔ مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے۔ سرسید نے جواب دیا وہ "نورالدین" بنتا ہے۔

علیگڑھ میں کچھ احمدی طلباء زیرِ تعلیم تھے۔ آپ نے انہیں ایک خط میں لکھا:-

"میرے پیارو۔ جہاں تم ہو وہ بڑے بڑے دو امتحانوں کی جگہ ہے۔ وہاں بی اے ایف اے کے ساتھ کیمبرج اور آکسفورڈ کی ہوا بھی چلتی ہے۔ ہم وادی غیر ذی زرع کی ہوا کے گرویدہ ہیں، ذرا ہمت سے کام لو کہ دونوں طرح پاس ہو جاؤ۔ فازا فوزاً عظیما کا گروہ ہو"

مساجد سے بھی آپ کو بڑی محبت تھی جس شہر میں جاتے تھے وہاں کی مسجدوں کو دیکھنے جاتے۔ قبلہ محترم شیخ فضل الرحمان صاحب گورداسپوری مرحوم بیان کرتے تھے کہ آپ کو ایک مرتبہ عدالت میں شہادت دینے گورداسپور آنا تھا۔ میں ان دنوں مدرسہ تعلیم الاسلام سے فارغ التحصیل ہو کر اپنے گاؤں چک فیض اللہ آیا ہوا تھا۔ اس دن مجھے بھی گورداسپور آنے کا اتفاق ہوا۔ صبح صبح حضرت مولانا سے ملاقات ہو گئی۔ بڑی محبت سے گلے لگایا۔ حال احوال پوچھا اور کہا کہ مجھے یہاں کی مسجدیں دکھلاؤ۔ عدالت کے وقت میں ابھی دیر تھی میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ ہمیں ڈسٹرکٹ جج کے مثل خواں آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپ نے فرمایا "یہ ہمیں رات کے کھانے کی دعوت دے گا" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ صاحب قریب آئے تو حضرت مولانا سے ملے۔ علیک سلیک اور مزاج پُرسی کے بعد کھانے کی دعوت دی۔ اس کے بعد میں آپ کو ایک مسجد میں لے گیا اور آپ کے غسل کا انتظام کیا۔ اسی اثنا میں دوڑ کر میں نے کھانے کے لئے آم خریدے ایک دکان سے دودھ اور روٹیاں خرید لایا اور آپ کی خدمت میں ڈرتے ڈرتے پیش کیں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب آپ متبسم ہوئے اور فرمایا بچہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ نورالدین کو دودھ اور آم بڑے مرغوب ہیں۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک

بارلیمنس اور معمر شخص دروازے سے مسجد میں داخل ہوا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: بچہ بہرہ معلوم ہوتا ہے اور یہی ازان کرے گا۔" میں یہ سن ہی رہا تھا کہ اس نو وارد نے کہا: "میں سنے کہا آپ آپ کو سلام وعلیکم کرنی پڑے گی۔" آپ نے جواب دیا۔ میاں دُعا دو گے دعا لو گے۔ پھر اس شخص نے کہا آپ یہاں ٹھہرے رہے ہیں اس لئے ہمیں اب مسجد کو پانی سے دھونا ہی پڑے گا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے کہا ہاں یہ خدمت بھی کبھی کبھی کر لینی چاہیئے۔

مسجد احمدیہ بلڈنگس میں جب آپ تشریف لائے تو مسجد دیکھ بڑے خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا :۔

"یہ وہ مسجد ہے جس نے میرے دل کو خوش کر دیا ہے اس کے بانیوں اور امداد کنندگان کے لئے میں نے بہت دُعا کی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں عرش تک پہنچی ہیں۔"

حضرت حکیم الاُمت فی الواقعہ خلیفۃ المسیح تھے۔ آپ اسی مسلک پر چلے جو اس زمانے کے امام نے اختیار کیا تھا یعنی قرآن کی خدمت۔ ستمبر ۱۹۰۸ء میں آپ نے رسالہ البیان کے ایڈیٹر کے نام ایک خط میں اپنے عقائد اور مذہب کا تفصیلی ذکر کیا۔ اس میں حضرت بانی سلسلہ کو مدعی نبوت قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی آپ کے دعوے سے انکار کرنے والوں کو خارج از اسلام ٹھہرایا ہے۔ سن ۱۹۱۰ء کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر خطبہ جمعہ میں آپ نے علی الاعلان کہا کہ میں ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ حضرت بانی سلسلہ نے کبھی دعوے نبوت سے انکار کیا اور اپنے دعوے سے انکار کرنے والوں کو اسلام سے خارج نہیں ٹھہرایا۔ حضرت امام الزمانؑ لوگوں کو قرآن کی طرف بلاتے۔ حضرت حکیم الامت نے اس پاک کتاب کے درس و تدریس میں عمر گذاری اور آپ کے بعد آپ کے مخلص احباب لاہور نے آپ کے خواہش کے مطابق اس کی اشاعت کو اپنا مقصد ٹھہرایا اور یہ ترجمہ اور تفسیر ہزاروں کی تعداد میں بلادِ ہند و پاکستان۔ یورپ۔ امریکہ اور چین۔ جاپان، آسٹریلیا میں تقسیم ہوا۔ تبلیغ اسلام کے لئے یہی سب سے پہلا مشن جو یورپ میں قائم ہوا۔ حضرت مولینا نورالدینؓ کے زمانہ میں ہوا۔ اور یوں کسر صلیب کا سامان پیدا ہو گیا۔

مارچ سن ۱۹۱۴ء میں حضرت حکیم مولینا نورالدینؓ نے رحلت فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اغفر لہٗ

اللہ تعالےٰ و تبارک ہمیں آپ کے سوانح حیات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین:

بلا تبصرہ

فطرت صحیحہ کی آواز

روزنامہ جنگ کراچی (۵ ستمبر ۱۹۷۴ء) میں جناب ابن انشا رقمطراز ہیں :۔

"مری میں کیا ہے۔ ایک مرکزی بازار ہے۔ جسے مال روڈ کہتے۔ لوگ چھڑی ٹیکتے اوپر سے نیچے آتے ہیں نیچے سے اُوپر جاتے ہیں۔ دو تین مشہور جگہیں جائے پینے کی ہیں زیادہ دن رہنے والوں کی تو روز روز ایک منظر اور ایک سے لوگ دیکھ کر آنکھیں پتھرا جاتی ہیں۔ ڈاک خانے سے اُوپر جانے والے کم ہوتے ہیں۔ ادھر جاتے ہوئے شام کے دھندلکے میں ایک جگہ ہمیں اذان کی آواز سنائی دی۔ ہم نے ٹھٹک کر دیکھا۔ ایک مسجد تھی دو منزلہ۔ لیکن جلی ہوئی۔ ہم نے پوچھا اس کو کیسے آگ لگی؟ معلوم ہوا۔ لگی نہیں لگائی گئی۔ ہم نے کہا یہ ہندو بڑے بدمعاش ہیں۔ یہودی بڑے نابکار ہیں۔ تب کسی نے کہا صاحب یہ مسلمانوں نے لگائی تھی۔ اس پر ہمیں مولوی عبدالحق یاد آئے۔ جب مولوی ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کی کتاب امہات الامۃ کو کچھ مقدسین نے نذر آتش کیا۔ کہ ڈپٹی صاحب کا لہجہ بے تکلفانہ ہو گیا۔ تو بابائے اُردو نے لکھا کہ اسکندریہ کے کتب خانے کو جلائے جانے کی داستان ہم غلط سمجھتے تھے لیکن اب خیال ہوتا ہے شاید سچ ہی ہو۔ ایک اسلامی ملک میں مسجد کو جلے دیکھ کر ہمارے دل میں بھی عجیب عجیب خیالات آئے۔ لیکن سودا کہہ گئے ہیں :

کہ یہ زمانہ ہے اک طرح کا زیادہ نرول

کیا یہ اسلام ہے؟

ایک دینی ہفت روزہ "قومی اسمبلی کا فیصلہ قادیانیوں کے لئے سب سے اہم خوشخبری ص ۲۴

محترم کرنل سعید احمد مرحوم کی وفات پر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے مرحوم کی اہلیہ محترمہ سے اظہارِ تعزیت

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ نے ایک خصوصی اجلاس منعقدہ ۱۳ر اکتوبر سن ۱۹۷۴ء میں محترم کرنل سعید احمد صاحب صدر مقامی جماعت لاہور کی اچانک اور بے وقت وفات پر گہرے رنج و افسوس کا اظہار کیا ہے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔ مرحوم ایک نہایت ہی پاکباز۔ متقی۔ متوکل علی اللہ۔ مضبوط ارادے والے۔ مخیر۔ غریبوں کے ہمدرد، اسلام سے جنون کی حد تک پیار کرنے والے حلیم الطبع۔ منکسر مزاج۔ دوستوں کی خوشی اور غم میں برابر کے شریک، با اُصول اور نہایت دیانتدار انسان تھے۔ اسلام کی سربلندی کے لئے ان کا دل ہمیشہ بے قرار رہتا۔ وہ ہر محفل کی جان تھے اور ہر موضوع پر اپنے عالمانہ خیالات سے سننے والوں کے دل میں جاگزیں ہو جاتے۔ قرآن کریم کے سچے عاشق اور اس کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کرنے میں مگن رہتے۔ دنیاوی طور پر خوشحال ہونے کے باوجود ان کی زندگی سادہ اور شرافت کا اعلےٰ نمونہ تھی۔ انہوں نے زندگی بھر دنیاوی جاہ و جلال کے بجائے عجز و انکساری اور اسلام کی ترقی کے تصور ہی کو زندگی کا منتہائے مقصود بنایا۔

ان جیسے نیک راستباز اور باعمل انسان دنیا میں خال خال پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی اچانک موت نے نہ صرف آپ کے دل کو دھچکا لگایا ہے۔ اور عزیز و اقارب اور اولاد کو اپنی موجودگی، شفقت و محبت سے محروم کر دیا ہے بلکہ اسلام کا ایک بے لوث جیالا سپاہی ہم سے ہمیشہ کے لئے روٹھ گیا ہے۔

اللہ تعالےٰ ان کی رُوح کو غریق رحمت کرے اور آپ کو اور دیگر عزیزوں کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ ہم خدائے عزوجل سے دُعا گو ہیں کہ وہ مرحوم کی اولاد کو دنیا کی دست بُرد سے محفوظ رکھے اور آپ کا حامی و ناصر ہو، آپ کو سکون بخشے اور مرحوم کرنل صاحب کو جنت الفردوس کی نعمتوں کے ساتھ ابدی راحت بخشے۔ آمین یا ربّ العٰلمین۔

دُعا گو: محمد صالح نور۔ سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

تھا" کے عنوان سے لکھتا ہے :۔

"جن قادیانیوں کے ہوش و حواس ٹھکانے ہیں۔ وہ اب کھلے بندوں یہ اعتراف کر رہے ہیں۔ کہ اصل خوشخبری تو وہی تھی۔ جو قومی اسمبلی نے ۷ ستمبر کو سنائی تھی۔ اگر یہ خوشخبری نہ ملتی تو پاکستانی مسلمانوں کے لئے ہماری جانیں حلال ہو جاتیں۔ اور ہم پر وہ قیامت گذرتی کہ کیا جرمنی میں یہودیوں پر گذری ہو گی؟"

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے
ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

جائے تعجب ہے!

"کہ ایک شخص کلمہ گو ہو۔ اور اہل قبلہ اور موحد اور اللہ اور اس کے رسولؐ کو ماننے والا اور ان سے سچی محبت رکھنے والا اور قرآن پر ایمان لانے والا ہو اور پھر کسی جزئی اختلاف کی وجہ سے وہ ایسا کافر ٹھہر جائے۔ کہ یہود و نصاریٰ کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر شمار ہو۔" (آئینہ کمالات اسلام)

شکریہ تعزیت راقم الحروف کی اہلیہ کی وفات پر بعض احباب نے تعزیتی خطوط میں اظہار ہمدردی فرمایا ہے۔ جس کے لئے میں ان کا تہ دل سے شکر گذار ہوں، چونکہ سب احباب کو فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے۔ اس لئے بذریعہ اخبار اظہار تشکر کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر دے۔

خاکسار۔ دوست محمد۔ سابق ایڈیٹر پیغام صلح

ہی دہیمے دے۔ انسانی ہستی کی موثر بغیر گیس کو تحریک دینے والے پڑتے کے منازل سلوک کیسے طے کرے۔ قلبی اور دماغی امراض دنیا میں ایسے ہوتے ہیں کہ حیرت ہو جاتی ہے۔ انہیں میں سے ایک ہسٹیریا کا مرض ہے۔ جس میں مریض جو اس کی مرضی چاہے بن جاتا ہے۔ عورت مرد کی آوازیں بولے۔ پہلوان کی طرح چیزیں توڑ دے۔ غیر معمولی حرکتیں کرے۔ یہ سب انسان کے دماغ کے مخفی اسرار کے ظہور کے کرشمے ہیں۔ جنہیں لوگ جن بھوت آسیب سمجھ لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کچھ اور بھی ہو تو مجھے علم نہیں مجھے دنیا کے تمام مخفی اسراروں کا علم رکھنے کا دعویٰ نہیں۔

شیطان ملائکہ کا سردار نہ تھا

سوال: سنتے آئے ہیں کہ شیطان ملائکہ کا سردار تھا۔ قرآن مجید کے الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان گروہ ملائکہ میں سے تھا۔ مگر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی اور ہی ہے۔ اگر اُسے گروہ ملائکہ نہ تھا (مانا کہ وہ نار سے خلق ہے اور ملائکہ نور سے) مگر اُس کو حکم سجدہ کیوں دیا گیا۔ وہ کہاں سے آیا اور اس کی ابتداء کیا ہے۔ آدم سے پہلے وہ کیوں ... پیدا ہو چکا تھا۔ اس کا مفصل حل فرما دیں۔

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تفسیر بیان القرآن کو غور سے نہیں پڑھا ورنہ اس سوال کی بہت سی باتوں کا اس میں جواب موجود تھا۔ آپ سنتے آئے ہیں کہ شیطان ملائکہ کا سردار تھا۔ سو جناب بندہ سننے کا کیا۔ ہم تو یہ بھی سنتے آئے ہیں کہ زمین بیل کے سینگ پر کھڑی ہے اور راون باون گز کا تھا۔ اور اس کے دس سر تھے۔ شیطان کیا اور ملائکہ کی سرداری کیا، لاحول ولاقوۃ۔ اور قرآن کریم میں یہ کہاں لکھا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے تھا۔ قرآن میں تو صاف لکھا ہے "کان من الجن"۔ وہ جنوں میں سے تھا۔ رہا آپ کا سجدۂ ملائکہ والی آیت پر اعتراض کہ واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس۔ میں استثناء ابلیس کا ملائکہ پر ہے یعنی جب ہم نے ملائکہ کو کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو تو انہوں نے فرمانبرداری کی سوائے ابلیس کے جس سے آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا۔ سو جناب بندہ یہ غلط ہے الا ابلیس یہاں بطور استثناء منقطع کے ہے۔ اس کی مثال اس طرح سے ہے جیسے کہیں ہم اسٹیشن سے سب آدمی پہنچ گئے سوائے اسباب کے۔ تو کیا آپ اس سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ اسباب آدمیوں کی قسم سے کوئی آدمی ہے ہرگز نہیں۔ اس کو استثنائے منقطع کہتے ہیں۔ اسی طرح جب ہمیں صاف طور پر بتا دیا گیا کہ شیطان جن تھا۔ تو پھر ہم اس آیت میں سوائے استثنائے منقطع کے اور کوئی معنے نہیں کر سکتے۔ باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ اسکو حکم سجدہ کیوں دیا گیا۔ یہ بہت عجیب اعتراض ہے۔ میں پوچھتا ہوں فرشتوں کو کیوں ایسا حکم دیا گیا۔ جو آپ جواب دیں گے وہی میرا جواب سمجھ لیں۔ شاید آپ کا مطلب یہ تھا کہ حکم تو فرشتوں کو تھا ابلیس سے باز پرس کیوں ہوئی۔ سو یہ باز پرس ہی سے صاف ظاہر ہے کہ اس کو بھی حکم دیا گیا تھا۔ اگر حکم نہ دیا جاتا تو باز پرس کیوں ہوتی جب ملائکہ کو جو قوائے ملکیہ اور جذبات عالیہ کے محرک تھے۔ فرمانبرداری کا حکم ہوا۔ تو جنات کو جو قوائے بہیمیہ سفلیہ کے محرک تھے کیوں فرمانبرداری کا حکم نہ ہوتا۔ اعلیٰ کے حکم میں ادنیٰ بعض آ جاتے ہیں۔ مگر قرآن میں تو صاف موجود ہے: قال ما منعك الا تسجد اذ امرتك۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فرمایا کہ تجھے فرمانبرداری کرنے سے کس چیز نے روکا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ شیطان کو سجدہ کا الگ حکم ہوا تھا۔ فرق یہ ہوا کہ ملائکہ نے حکم کی تعمیل کی ابلیس نے نہ کی۔ اسی لئے فرمایا کہ ملائکہ کو ہم نے حکم فرمانبرداری کا دیا تھا۔ سو انہوں نے فرمانبرداری کی۔ مگر ابلیس نے نہ کی۔ اس کو علیحدہ حکم دینے کا ذکر دوسری جگہ کر دیا۔ اور اگر نہ بھی ذکر کرتے تب بھی جب یہ بتلا دیا کہ وہ جن تھا تو ہم کو سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ یہاں استثناء منقطع لیتے اور اس کی حکم کی نافرمانی ہی سے نتیجہ نکال لیتے کہ اس کو بھی حکم یقیناً دیا گیا ہوگا۔ ورنہ نافرمانی کا ذکر کس طرح کیا جا سکتا تھا۔ آپ کی باقی باتوں کا جواب گذشتہ سوال میں آ چکا ہے۔

جن یعنی جراثیم کی وضاحت

مضمون بعنوان "جن اور شیطان" میں جنوں کے معنے جراثیم اور کیڑے کے رقم فرمائے ہیں یہ تاویل دل لگتی ضرور ہے مگر جب جن کے معنے کیڑے کے منتہی الادب جیسی معتبر لغت میں جو اس وقت ہمارے پاس موجود تھی۔ تلاش کئے گئے تو اس میں اس کا کہیں پتہ نہیں چلا۔ مہربانی فرما کر جس لغت میں جن کے معنے کیڑے کے بھی مندرج ہوں اس کا حوالہ دینے کی بھی تکلیف دہ گوارا فرمائیں۔

منتہی الادب تو بہت ہی مختصر لغت کی کتاب ہے۔ وہ بے چارہ جن کے معنوں پر کیا بحث کرے گا۔ آپ "جن" کے معنے جراثیم لغت کی ان کتابوں میں لکھے ہوئے نہیں پائیں گے جو بڑی ضخیم اور مبسوط ہیں۔ مثلاً لسان العرب۔ تاج العروس وغیرہ۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں جراثیم کی تھیوری ابھی معرض وجود میں ہی نہ آئی تھی۔ وہ بے چارے کس طرح لکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے میرے مطلب کو سمجھا ہی نہیں۔ میں نے لکھا تھا کہ جن کے معنے ہیں ایسی غیر مرئی ہستیاں جن کو انسان اپنے ظاہری حواس سے محسوس نہ کر سکے۔ اس کے یہ معنے مفردات امام راغب میں موجود ہیں۔ اسی لحاظ سے عربی زبان میں امراء کو بھی جن کہا گیا ہے کیونکہ وہ عام لوگوں میں کم نکلتے ہیں۔ پہاڑوں میں رہنے والے لوگوں کو بھی جن کہا گیا ہے کیونکہ وہ پہاڑوں میں غائب رہتے ہیں۔

پس جن کا لفظ بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے جن ان غیر مرئی ہستیوں کو بھی کہا ہے جو انسان کے جذبات کو حد سے زیادہ تحریک کرنے کی حالت میں شیطان کہلاتے ہیں۔ اسی طرح حدیث شریف میں ان غیر مرئی ہستیوں کو بھی جن کہا ہے جو طاعون، ہیضہ، ملیریا کو پیدا کرتے ہیں۔

موجودہ زمانہ کی تحقیقات نے جب ان بیماریوں کو پیدا کرنے والی ہستیوں کو خوردبین کے ذریعے دیکھا تو ان کا نام جرم یا جراثیم رکھ دیا۔ یعنے جنہیں حدیث شریف میں بوجہ ان کے غیر مرئی ہونے کے جن کہا گیا تھا۔ انہی کو موجودہ سائنس نے جراثیم کہا۔ امید ہے اب آپ کو میرا مطلب واضح ہو گیا ہوگا۔

حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انصاف کرو تم میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو چاہتا ہے یا پسند کرتا ہے کہ مجھے کوئی گالی دے یا میری کوئی ہتک کرے یا میرے ننگ و ناموس میں فرق ڈالے یا نقصان کرے یا بدی سے پیش آئے یا تحقیر کرے۔ میرا ملازم سستی سے کام لے۔ جب تم نہیں چاہتے تو کیا یہ مناسب ہے کہ تم کسی کا مال ضائع کرو۔ یا کسی کی ملازمت میں سستی کرو یا کسی کو نقصان پہنچاؤ۔ یا کسی کے لڑکے یا لڑکی کو بدنظری سے دیکھو۔ تم عدل سے کام لو اور وہ سلوک کسی سے نہ کرو جو تو اپنے آپ سے نہیں چاہتے۔ اسی طرح جس سے پانچ دس روپے تنخواہ لیتے ہو اس کی فرمانبرداری کرتے ہو۔ پس جس نے آنکھیں دیں جن سے ہم دیکھتے ہیں۔ کان دیئے جن سے ہم سنتے ہیں۔ زبان دی جس سے ہم بولتے ہیں۔ ناک دیا، پاؤں دیئے جن سے ہم چلتے ہیں، عقل و فہم و فراست دی۔ اتنے بڑے محسن اتنے بڑے مربی اتنے بڑے خالق رزاق کی نافرمانی کریں تو کیا یہ عدل ہے! بس میں تمہیں بھی چھوٹا سا فقرہ ان اللہ یأمر بالعدل سنانے آیا ہوں۔ اور میں تمہیں دوسری دفعہ، تیسری دفعہ، چوتھی دفعہ تاکید کرتا ہوں کہ خدا کے معاملے میں، اپنے معاملہ میں عدل سے کام لو۔ پھر اس سے ترقی کرو اور مخلوق الٰہی سے احسان کرو۔ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا مطالعہ کر کے اس کی فرمانبرداری میں بڑھو۔ حلال روزی کماؤ۔ حرام خوری سے نیکی کی توفیق نہیں ملتی اور شاہ عبدالقادر صاحب اپنا جوتا مسجد کے باہر اتارا کرتے اور شاہ رفیع الدین صاحب اندر لے جاتے شاہ عبدالقادر صاحب نے بتایا کہ ہم باہر جوتا اتار کر یہ نیت کر لیتے ہیں کہ جو لے جائے اس کے لئے حلال۔ چونکہ چور کمبخت کے نصیب میں رزق حلال نہیں اس لئے اس کو اسے بہت [illegible] غرض اکل حلال نہایت ضروری ہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح - ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۹

مطبوعات پریس [illegible] روڈ لاہور میں باہتمام خالد [illegible] صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔
ایڈیٹر: غلام نبی مسلم
چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش

جلد ۶۱ | چہار شنبہ - ۱۳ شوال المکرم ۱۳۹۴ھ - ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۴۰

حضرت مجدد صد چہاردھم سلام اللہ علیہ

خدا کو پانے کے لئے عاجزی اور خلوص سے کام لیں

اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہریک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء ہریک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔

پھر بعد اس کے کوشش کرو اور نیز خدا تعالے سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے دلوں کے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں۔ تمہارے اعضا اور تمہارے تمام قویٰ کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں تا تمہاری نیکیاں کمال تک پہنچیں کیونکہ جو بات دل سے نکلے اور دل تک ہی محدود رہے وہ تمہیں کسی مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی، خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں اور اس نے تمہارے ہریک عضو اور ہریک قوت اور ہریک وضع اور ہریک حالت اور ہریک عمر اور ہریک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔

اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہوگا اور سرکش جہنم میں گرایا جائیگا پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائیگا، دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالیٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیال کے لئے گڑھا درپیش ہے بلکہ تم اس لئے اسکی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے چاہیئے پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جاوے اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جاوے کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے۔

(ازالہ اوہام - صفحہ ۸۲۷ — ۸۲۹)

محترم شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ

حضرت مرزا صاحبؑ کا مقام

آپ کے معتقدات میں ختم نبوت کی عظمت اور اس کی اہمیت

حضرت امام زمانؑ نے فرمایا ہے:—

"یقیناً یاد رکھو اور خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہو سکتا اور آنحضرت صلعم کا حقیقی متبع نہیں کہلا سکتا جب تک کہ آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے۔ ہمارا اصل مدعا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف اور صرف حضرت رسول کریمؐ کی ہی نبوت قائم کی جاوے جو ابدالآباد کے لئے خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے اور اس کے علاوہ تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جائے۔ یہ نہایت ظلم اور شرارت کی بات ہے کہ ختم نبوت سے خدا تعالیٰ کا صرف اتنا ہی منشا قرار دیا جائے کہ منہ سے خاتم النبیین مانو اور کرتوتیں وہی کرو جو تم خود پسند کرو۔ اور اپنی ایک الگ شریعت بنا لو۔ بغدادی نماز۔ معکوس نماز وغیرہ ایجاد کر رکھی ہیں۔ کیا حضرت نبی کریمؐ یا قرآن شریف میں ان نمازوں اور بدعات کا کہیں پتہ لگتا ہے۔ اسی طرح یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للّٰہ کہنا کیا اس کا ثبوت کہیں قرآن میں ملتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے وقت تو شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا وجود بھی نہ تھا پھر یہ وظیفہ کس نے بنایا تھا۔ کیا شریعت اسلام کی پابندی اور التزام اسی کا نام ہے۔ اصل اور سچی بات یہی ہے کہ اگر تم اپنی مساجد اور اپنے اعمال میں ایسی ایسی بدعات کو داخل نہ کرتے اور حضرت خاتم النبیین کی سچی نبوت پر ایمان لاکر آپ کے طرز عمل اور نقش قدم کو اپنا امام و رہبر بنا کر چلتے تو پھر میرے آنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ تمہاری ان بدعتوں اور نئی نبوتوں نے ہی خدا تعالیٰ کی غیرت کو تحریک دی۔ پس اسی کام کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔ خدا نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ ہیں۔ پس مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکالے"۔

لنی تہدی سے آپ فرماتے ہیں:—

"اے وہ تمام لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت دیتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا۔ [illegible] ہمیشہ کی روحانی زندگی والا اور جلال اور تقدس کے تخت پر [illegible] والا محمد مصطفیٰؐ جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں"

اور آپ نے فرمایا:—

"غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اس لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرتؐ کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کرے۔"

سو اے احباب جیسا کہ ہمارا پختہ عقیدہ اور ایمان ہے ختم نبوت پر ہم کسی وجہ سے بھی اپنے آپ کو اس مسلک سے الگ نہ کریں اور کسی تذبذب کا شکار نہ ہوں۔ یہی تعلیم ہمیں زمانہ کے امام نے دی اور اسی کی ہم اشاعت کرتے چلے آ رہے ہیں اور جن عقائد کو ہم اپنے اخبارات میں علی الاعلان بیان کرتے ہیں اور جلی حروف میں لکھتے ہیں کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور آنحضرت صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ یہ ہم نے آج تو لکھنا شروع نہیں کیا بلکہ ابتدا سے ہی دلی یقین سے یہی سمجھتے چلے آئے ہیں اور ایسا ماننا عین اسلام کے مطابق ہے۔ سو ہم بفضلہ تعالیٰ بلا خوف لومۃ لائم اسی پر قائم ہیں۔

ہاں ہم حضرت مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدد مانتے ہیں اور یہ عقیدہ ہمارا نبی کریمؐ کے فرمان کے مطابق ہے۔ اور یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں سابقہ مجددین نے بھی حدیث مجدد کے حوالے سے ہی اپنے آپ کو پیش کیا ہے اور اس صدی کے مجدد نے بھی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں جہاں سینکڑوں نشانات اپنی صداقت کے درج کئے ہیں سب سے پہلا نشان یہی لکھا ہے اور حدیث مجدد کا بھی حوالہ دیا ہے کہ خدا ہر ایک صدی کے سر پر امت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا۔ اور آپ نے فرمایا:—

"میں وہ ایک شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعوے کیا اور میں ہی وہ شخص ہوں جس کے دعوے پر پچیس برس گذر گئے اور اب تک زندہ ہوں اور میں ہی وہ ایک ہوں جس نے عیسائیوں اور دوسری قوموں کو خدا کے نشانوں سے ملزم کیا ہے۔ پس جب تک میرے اس دعویٰ کے مقابل پر انہی صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعویٰ ثابت ہے۔"

اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے:—

"اگر ماننے کے بعد تمہارے دلوں میں کدورت یا رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کی فکر کرو۔ میرے حکم اور فعل کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دو اور میرے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو تا تم حضرت رسول کریمؐ کی پاک باتوں کی عظمت کرنے والے ٹھہرو۔ تم لوگوں کے لئے رسول اللہؐ کی شہادت کافی ہے کیونکہ وہ تسلی دیتے ہیں کہ مسیح موعود تمہارا امام ہوگا اور حکم و عدل ہوگا (امامکم منکم) تو پھر میں اتنا حق مانگتا ہوں جو آنحضرت صلعم نے مجھے دیا ہے۔"

سو اے احباب جماعت اگر ہم باطن میں کافر نہیں ہیں اور ختم نبوت پر ہمارا دلی یقین ہے تو ہمارے لئے خدا اور خاتم الرسل کافی ہیں۔ ہمیں استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ ابتلائیں اور آزمائشیں آ جاتی ہیں۔ بڑی تکلیف دہ باتیں سننی پڑتی ہیں۔ ہم یہ سوچ کر صبر کریں اور ایسے اعمال بجا لائیں کہ غیب در غیب جاننے والے کے حضور ہماری عزت میں فرق نہ آئے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم صراط مستقیم اور ثابت قدمی کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے ثابت ہوں اور حضرت صاحب کے اس شعر کو پیش نظر رکھیں:—

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر در پیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اُس یار کے پانے کے دن

ہم اپنے بزرگوں کا نمونہ سامنے رکھیں۔ اس عالم اجل صاحبزادہ عبد اللطیف شہیدؒ کو سامنے رکھیں۔ وہ کسی سے کم رتبہ رکھنے والے تو نہ تھے۔ علم و فضل اور مرتبہ میں بہت بڑا مقام تھا اس رجل عظیم کا۔ بادشاہی دستاربندی کے اعزاز سے بھی وہ سرفراز تھا، کتنی بڑی قربانی دے گیا اس حق کی خاطر۔

کوئی غلط قدم اٹھانے سے پہلے ہم سوچیں کہ کیا ہمارا عمل ان بزرگوں کی روحوں کو تڑپا دینے والا تو نہیں جن کی قربانیوں اور پختہ ایمانوں کی وجہ سے یہ سلسلہ اس سطح پر پہنچا۔ ان بزرگوں کی نگاہیں کتنی دور رس تھیں۔ مجھے امیر مرحوم حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ جملہ یاد آتا ہے جو انہوں نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بہت سے بزرگ تمہارے سامنے اس دنیا سے گذر جائیں گے اور تم ان کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرو گے لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ان کے ساتھ انکی روایات کو دفن نہ کر دینا...... ان کی قربانیاں تو رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ان کا اجر تو قائم و دائم ہے۔ البتہ ہمارے غلط [illegible] کی وجہ سے ہمارا کیا کرایا ضرور ملیامیٹ ہو جائیگا ہم اپنے ہاتھ سے ہی اپنے [illegible] کلہاڑی مارنے والے نہ ہوں تاکہ خسر الدنیا والآخرۃ کے وعید [illegible]

[illegible] کہ زیر سایہ او پر برآوردی
چوں بکشی رحمت از وے آشیاں برداشتن ننگ است

جس سلسلہ سے اتنا فیض حاصل کیا ہے۔ تربیت کے مواقع میسر آئے۔ محبوں کا گروہ ملا اموال میں برکت ہوئی اور جو آخرت کی سرفرازی کا بھی موجب ہے۔ اگر اس کی بہاریں دیکھی ہیں تو خزاں کا زمانہ بھی وفا سے گذاریں۔ اور یہ خزاں بھی نہیں۔ آپ کی جماعت ایک زندہ

(باقی بر صٓ کالم ۲)

استخلاص و اتحادِ عالم کا پہلا اور آخری پیامبر صلعم

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اپنی ہمہ گیری، کاملیت، آفاقیت اور اثرات کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ آپ نے اپنی مختصر سی زندگی میں انسانیت، اخلاق اور روحانیت کے میدان میں جو انقلاب برپا کیا۔ اور انسانی وحدت، حریت، اخوت، مساوات، استخلاص، استقلال کے میدان میں جو شمع روشن کی وہ وقت کے ساتھ تابانی اور لمعانی میں وسیع و روشن تر ہوتی جا رہی ہے آپ نے دنیا کو پہلی بار اتحادِ نسلِ انسانی کا جو سبق دیا تھا اس کی اہمیت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور اقوام عالم طوعاً و کرھاً اسی امر پر مجبور ہو رہی ہے کہ وہ اپنے باہمی اختلافات ختم کر کے سیاسی، معاشی، اخلاقی اور حیات انسانی کے مشترک امور میں زیادہ سے زیادہ تعاون سے کام لیں اور اس منزل کی نشاندہی اور اس کی طرف رہنمائی کا شرف حضرت خاتم الانبیاءؐ ہی کو حاصل ہے۔

آپؐ نے آج سے چودہ سو سال قبل نسل، رنگ، ملک اور منصب کے امتیازات میں گھری اور الجھی ہوئی انسانیت کو توحید کے پرچم تلے وحدت کا پیغام دے کر انسانی تعلقات میں ایک نئے اور ابدی باب کا اضافہ کیا۔ غلاموں کو شہنشاہوں کی مسندوں پر بٹھایا۔ حبشی غلام زادوں کو رؤسائے قریش کی قیادت بخشی، غرباء کو اہلِ ثروت کی امامت عطا کی۔ عربی عجمی اور حبشی کو ایک صف میں لا کھڑا کیا۔ اقوام و مذاہب عالم کے بانیوں اور بزرگوں کی تقدیس جزو ایمان ٹھہرائی، مذہبی صحیفوں کو احترام بخشا۔ علم و اخلاق حسنہ کے سامنے مادی عظمت کے وارثوں کے سر جھکا دیئے۔ نیکی و شرافت کو وقار و عزت سے ہمکنار کر دیا سلاطین و رؤسا کی گردنیں بوریہ نشین اہل التقویٰ کے سامنے نگوں کر دیں۔ اور اپنے پیچھے ایک ایسی انقلابی جماعت چھوڑ گئے جس نے ایک قلیل مدت میں مقہور، مظلوم، پسی ہوئی غلام دنیا کو ہر نوع کی غلامی سے نجات دلائی، شاہ و گدا کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔ عدل و انصاف کو قائم کیا، اور ہر طرف الملك لله الحكم لله کی صدا گونج اٹھی۔

لیکن زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ اس شمع کے گرد سیاسی، معاشی، مجلسی عدم مساوات کے جھکڑ چلنے لگے، نظریاتی اسلامی نظام کی جگہ قبائلانہ نسلی نظام نے لے لی، خدا کی بجائے خواہشات کے بت تراشے گئے اور اسلامی کی بجائے، اموی، عباسی، فاطمی، دیلمی، ترک سلجوق، خلجی، غوری، تغلق، مغل حکمرانوں نے لے لی، اور دنیا پرست علماء نے سلاطین وقت کے خوف یا لالچ یا ہر دو کے زیر اثر ان کی مرضی کو دین بنا لیا، عوام کی دولت، جان اور آبرو مٹھی بھر اہلِ قبیلہ اور ان کے حاشیہ برداروں کی گرفت میں چلی گئی، صدیوں تک اہلِ دانش ملوکیت پرستوں نے لوگوں کو تقدیر، روحانیت اور شرابِ الست کے چکر میں ڈالے رکھا اور یہ دنیا جو کافر کے لئے عذاب کا موجب ہونی چاہیئے تھی السجن المؤمن بن گئی، مؤمن حاکموں، دولت مندوں اور چالاک سیاستدانوں یا ملاؤں کی غذا ہو گیا۔ اس کا روزِ روشن زندگی کی شب تاریک میں بدل گیا اور اس نے اپنے ناخنِ تدبیر اور دستِ ہمت سے مشکلات کی عقدہ کشائی کرنے کی بجائے ملاؤں اور مذہبی شعبدہ بازوں کی ذہنی غلامی اختیار کر لی، جس نے اسے اسرائیلیات، لغویات، فضولیات، تعویذوں، وظیفوں، چلوں قبر پرستی، تعزیہ پرستی، کی لعنت میں گرفتار کر کے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مفلوج کر دیا۔ اور اسے زندگی کی نعمتوں سے محروم ہی نہیں متنفر کر کے تمام نعمتوں اور آسائشوں کا اجارہ دار بن بیٹھا۔ یا اسے دوسری اقوام کے استحصالی ہتھکنڈوں کا شکار بنا دیا۔

قرونِ وسطیٰ میں جب مغربی اقوام نے علم و سائنس اور اس کی بدولت ترقی، تہذیب، اور تسخیر کائنات کی شمع کو پایا تو اسے یہ احساس تک نہ ہوا کہ یہ شمع پیغمبر اسلامؐ کے فرزندوں کا ورثہ ہے اور جن مسلمانوں سے انہیں واسطہ پڑ رہا ہے وہ پیغمبرِ انقلاب کے حقیقی جانشین نہیں بلکہ ہر اس تاریکی کی پیداوار ہیں، جو اقوام عالم کے زوال کے وقت چھا جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمہ گیر پیام — آپ تاریخِ عالم پر نگاہ ڈالئے آپ کو یوں معلوم ہوگا کہ حیاتِ انسانی کے

خلافت راشدہ ایک روشنی کا مینار ہے جس نے ماضی کی ظلمتوں کو دور کیا اور مستقبل کی رہنمائی کا سامان بہم پہنچایا۔ اس کے پس منظر میں ایک طرف وہ نظریاتی آفاقی تعلیم تھی جو وحدت انسانی کے لئے آنحضرتؐ نے دنیا کے سامنے پیش کی تو دوسری طرف وہ عملی نمونہ تھا جو آپؐ نے خدمتِ خلق کے سلسلے میں پیش کر کے منزل مقصود کی طرف سفر آسان کر دیا۔

پیغمبر کائناتؐ — آپؐ کسی خاص قوم، علاقے اور طبقے کے ہادی نہ تھے۔ آپؐ ہر کس و ناکس کی طرف خدا کا پیغام لے کر مبعوث ہوئے۔ آپؐ آج بھی شرق و غرب، گورے اور کالے، امیر و غریب، ہر ملک، ہر قوم، ہر مذہب کے پیروکاروں کے پیغمبر ہیں۔ آپؐ کا اعلان ہے: یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اے نوع انسانی! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں۔ میرا مقصد بعثت وحدت اقوام عالم ہے۔ میں رحمة للعالمین ہوں۔ تمہارے لئے رحمت بن کر آیا ہوں۔ میں تمہارے قومی نبیوں پر ایمان لاتا ہوں، اور تمہاری مذہبی کتابوں کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں تمہیں ایک خدا کی طرف بلاتا ہوں اور نوع انسانی کے اتحاد و محبت کی اساس رب العالمین کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء اور کتب سماوی پر ایمان رکھتا ہوں اور تمہیں اسی طرف بلاتا ہوں۔ تمہاری باہمی عظمت اور بزرگی کی بنیاد نیکی اور اخلاقِ حسنہ پر ہے۔ رنگ نسل اور دولت کے امتیازات پر نہیں میں انہیں مٹانے آیا ہوں۔ خدا کی نظر میں بڑا وہی ہے جو پرہیزگار ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور اللہ متقیوں اور محسنوں کے ساتھ ہوتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون، اور اس کے ہاں عزت و ذلت کا معیار نیکی اور بدی ہی ہے ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم۔

انسانی فلاح و بہبود کی تڑپ — آپؐ نے انقلابی نقطۂ نظر ہی سے دنیا کی رہنمائی نہیں فرمائی بلکہ اپنے عمل سے فلاح و بہبود انسان کے لئے مثالی نمونہ قائم کیا جس میں رہنماؤں اور پیروکاروں ہر دو کے لئے سامانِ بصیرت ہے۔ اللہ تعالےٰ کی شہادت ہے کہ لو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولك۔ اے نبی! اگر تو سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے جاں نثار نہ بنتے بلکہ بھاگ جاتے۔ دنیا کے لیڈر ترش روئی اور سختی سے اپنا وقار قائم کرتے ہیں۔ لیکن یہاں محبت و شفقت کی غیر مرئی زنجیروں سے ایسا جکڑا ہے، کہ جان، مال، آبرو، سب کچھ قربان ہے مگر جانے کا نام نہیں لیتے۔

پھر یہ خاتم الانبیاء دشمنوں اور دوستوں سب پر شفیق و رحیم ہے۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم۔ یہ رسول جو تم میں سے ہے۔ اس پر تمہاری تکلیف شاق گذرتی ہے تمہاری بھلائی کا حریص ہے اور مؤمنوں پر رحیم و مہربان ہے۔ جانی دشمنوں کی تکلیفوں پر بے چین ہوتا اور ان کی خیر خواہی کا حریص ہوتا دنیا کی تاریخ کا بے نظیر واقعہ ہے۔ اور اس کا عملی نمونہ بھی دنیا نے دیکھا۔ فتح مکہ کے بعد قاتلوں کو معاف کر دیا اور جو بھی خون کا پیاسا رحم کا طلبگار ہوا، اسے آگے بڑھ کر سینے سے لگایا۔ طائف کے بازاروں میں پتھر پڑنے سے بے ہوش ہو گئے لیکن دعا یہی مانگی کہ خدا میری قوم کو ہدایت دے۔ یہی نظارہ دنیا نے جنگِ احد میں دشمنوں سے متعلق دیکھا کہ ان کے خلاف بھی بددعا نہیں کی بلکہ خدا سے ہدایت ہی چاہی۔

آپؐ کی ایک اور خصوصیت قرآن نے یہ بیان فرمائی ہے یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم کہ آپ لوگوں کے بوجھوں کو دور کرتے اور ان کے گلے کے طوقوں کو اتار پھینکتے ہیں۔ آپؐ کے زمانے میں برادرانِ نوع کن زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے؟ اہلِ عرب قبائلانہ قتل و غارت کا شکار تھے۔ جسے ختم کر کے آپؐ نے انہیں فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا مژدہ سنایا۔ ڈاکہ زنی اور لاقانونیت کا یہ عالم تھا کہ حرم کعبہ کے گرد و نواح میں لوگوں کو لوٹ لیا جاتا تھا۔ لیکن آپؐ کی برکت سے حضرموت (جنوبی عرب) سے ایک عورت تنہا سونا اچھالتی ہوئی حرم کعبہ تک سینکڑوں میل سفر کر کے آئی اور کسی نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ عرب کے باشندے، حبشی

کے ذرّوں کو یکجا کیا، انہیں سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار بنا دیا جس سے ٹکرا کر یہ سلطنتیں پاش پاش ہو گئیں۔ ان علاقوں کے کروڑوں غلاموں ہوں اور فاقہ کش لوگوں کو عزت و خوشحالی نصیب ہوئی اور اس طرح صدیوں تک لوگ استحصالی قوتوں سے آزاد ہو گئے۔ آپ کی نظرِ کرم سے غلامی ختم ہوئی اور ان کو معاشرے میں مساوی ترقی کے مواقع پھر نصیب ہوئے، عورت نے صدیوں کے بعد آزادی کا سانس لیا اور اُسے مردوں کے شانہ بشانہ چلنے اور بڑھنے کا موقعہ میسّر آیا۔ پھر آپ نے عجلسی اُونچ نیچ ختم کر کے تمام انسانوں کو خدا اور انسان کی نظروں ہی میں برابر نہیں کیا، بلکہ پہلی بار ایسا معاشی نظام قائم کیا جس میں دولت کو اغنیاء کی تجوریوں سے نکال کر دنیا بھر کے یتیموں، مسکینوں اور ناداروں کے قدموں میں ڈال دیا۔ (تؤخذ من اغنیاءھم و ترد الیٰ فقرائھم) اور ایسا نظام برپا کیا جس کا منشاء یہ تھا کہ معاشرے میں دولت ایک ہی گروہ میں جمع نہ ہوتی رہے (کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم) اور اپنی زندگی میں ان خطوط پر ایک مربوط و مرصوص معاشرہ قائم ہی نہیں کر دیا۔ بلکہ اپنے بعد دنیا میں اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو تاابد عام کرنے کے لئے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔ جو آپ کے بعد خیر امت ثابت ہوئی، جس کی غرض و غایت ایک طرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھی تو دوسری طرف (اُخرجت للنّاس) بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اس کا وظیفۂ حیات تھا، یہی وہ جماعت تھی جو حاملِ انسانیت تھی، اور اس کی سنّت کا احیاء انسانیت کے اتحاد، عروج اور بقاء کا ضامن ہے۔

ہماری ذمّہ داری } ہمارے آقا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و سنّت کے اثرات کبھی ختم نہیں ہوئے مگر اُمّت کے اکثر سیاسی و سماجی قائدین نے اسے اسلامی معاشرے سے نکال دیا، صرف ہر دور میں گنتی کے چند علمائے حق نے یہ شمع جلائے رکھی، جن کے زیرِ اثر ان تعلیمات کے اثرات ان اقوام نے قبول کئے جن میں زندگی کی رمق باقی تھی۔

آج چودہ سو سال گذرنے کے بعد حالات نے انسانیت کو ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ اقوام کی نجات انسانیت کے اس فرزندِ عظیمؐ کے پیغام کے سوا کسی دوسری تعلیم میں نہیں ملتی اور علوم کے پھیلنے، وسائل آمد و رفت کی فراوانی اور نشر و اشاعت کی سہولتوں کی موجودگی میں اس پیغام کا اقوامِ عالم تک پہنچانا آسان تر ہو گیا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق اس دور میں محمد مصطفےٰ صلعم کے ایک غلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو بھیجا، آپ ہی نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کے عالمگیر پیغام اور مقام کو واضح کیا، اور دلائل و براہین کے ذریعے دنیا کو آنحضرت صلعم کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے اس جماعت کی بنیاد رکھی، یاد رکھیئے کہ موجودہ دور کا مسلمان اپنی موجودہ صورت میں پیغامِ محمدؐ کی نشر و اشاعت کی راہ میں عملاً اور قولاً سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ آپؐ کا پیغام دنیا کی متحرک، زندہ اور ترقی پسند اقوام تک پہنچایا جائے۔ جس کی دو ہی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر حضور اکرم صلعم کے پیغام کے چلتے پھرتے نمونے بن جائیں اور دوسرے آپؐ کے اتحاد پرور اور نافع الناس پیغام کو عام کر دیں۔ اسی میں ہماری فلاح ہے۔ اسی میں انسانیت کی بھلائی ہے یہی دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضامن ہے یہی ہمارے امام کا مشن ہے۔ اور اسی کی کامیابی کا ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کے الفاظ میں اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ آیئے ہم اپنی قوتوں کو مجتمع کریں صلاحیتوں کا جائزہ لیں۔ اور جس مقام سے ہم اس مقصدِ عظیم سے قدرے ہٹے یا کاہل ہوئے اسی مقام سے انوارِ محمدیؐ کو لے کر پھر جادۂ منزل کی طرف رواں دواں ہو کر حسناتِ دُنیا و آخرت سے بہرہ ور ہوں۔ وما توفیقنا الا باللہ العظیم

جماعت

ابو ارشد

ندائے فتحِ نمایاں، نشانِ عظمت ہیں — ترے جہاں میں، ہمارے قدم غنیمت ہیں
سلام جس کو کہا تھا نبیِ اکرمؐ نے — اُسی "امامِ زمانہ" کی ہم جماعت ہیں

تعزیتی قرارداد

مؤرخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۴ء کو مسجد مبارک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور شاخ راولپنڈی میں بعد از نماز جمعہ محترم میاں شریف احمد صاحب کی زیر صدارت ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی گئی ہے۔

"یہ اجلاس محترم کرنل سعید احمد صاحب کی ناگہانی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہے کہ وہ ہمارے مرحوم بھائی کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلےٰ مقام عطا فرمائے اور اُن پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ اور ان کے اعزہ و اقارب کو یہ نقصانِ عظیم برداشت کرنے اور صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

یہ اجلاس ان کی بیگم صاحبہ، صاحبزادوں اور صاحبزادیوں اور ان کے بھائیوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان کے لئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کو کرنل صاحب مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

کرنل صاحب مرحوم عالم تھے اور سلسلہ کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے تھے حضرت مسیح موعودؑ کے عاشق تھے اپنے اخلاقِ حمیدہ اور حُسنِ سلوک سے ہر دلعزیز تھے۔ کرنل صاحب صاف گوئی سے کام لیتے تھے۔ حضرت صاحب کی کُتب پر کافی عبور تھا۔ ان کی زندگی تقوےٰ اور اخلاص سے معمور تھی اور وہ خدمتِ دین کا بے پایاں جذبہ رکھتے تھے وہ انجمن کے لئے ایک سرکردہ رکن کی حیثیت سے ہمیشہ تقویت کا موجب تھے۔ ان کی وفات انجمن اور جماعت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہے۔

قرار پایا کہ اس کی نقول :—

۱۔ بیگم صاحبہ کرنل سعید احمد مرحوم گلبرگ لاہور
۲۔ ڈاکٹر وحید احمد صاحب گلبرگ لاہور
۳۔ ایڈیٹر صاحب پیغامِ صلح برائے اشاعت لاہور بھیجی جائیں۔

خاکسار: خواجہ نصیر اللہ۔ آنریری سیکرٹری
جماعت راولپنڈی۔ ۲۴۔۳۴۳ مکھا سنگھ اسٹیٹ چک لالہ روڈ راولپنڈی

ایک خوشخبری } "تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں، وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا۔ وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا۔ اور بدبختی اسے جہنّم تک پہنچا دیگی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجے سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔" (الوصیت)

قرآن حکیم، حدیث پاک، سیرت النبیؐ اور سیرت صحابہ کا مطالعہ قربِ الٰہی کا وسیلہ ہے
اولیاء و مجددینِ اُمت کی تحریرات خداشناسی کی کلید ہیں

خطبہ جمعہ: ۱۱؍ اکتوبر ۱۹۷۴ء ۔ فرمودہ مولینا عبدالمنان عمر صاحب ۔ جامع احمدیہ لاہور

(مرتبہ عبدالرؤف کھوکھر)

۱۱؍ اکتوبر کو حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت کچھ ناساز تھی اس لئے حضور کی اجازت سے صاحبزادہ صاحب نے خطبہ عید دیا ۔

کونوا مع الصادقین ۔ قرآن کریم کے الفاظ پڑھ کر فرمایا: جس آیت کے آخری حصہ کو میں نے تلاوت کیا ہے ۔ اس کے معانی پر غور کریں تو جینے کے ایسے قرینے ہاتھ آتے ہیں کہ ہم یقیناً کامیاب ہو سکتے ہیں ۔ مذکورہ جملہ کے صرف تین الفاظ ہیں کونوا ۔ مع ۔ الصادقین جس کے معنی ہیں کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ ۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ ہم دن کا ایک حصہ خدا کے ساتھ گذاریں ۔ اس کی بہت سی شکلیں ہیں ۔ سب سے موثر شکل اس کی نماز ہے ۔ جو معیتِ الٰہی کا اہم ذریعہ ہے نماز کی ادائیگی کے طریقہ کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو یوں سمجھو کانک تراہ ۔ گویا کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو ۔ اگر یہ نہ ہو سکے ۔ تو فرمایا تو یوں سمجھو فانہ یراک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے ۔ اس سے نماز میں خشیتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے اور اللہ پاک کا قرب حاصل ہوتا ہے ۔ نماز کے جملہ ارکان کو سنوار کر ادا کرنا چاہیئے ۔ رمضان شریف کے روزے بھی معیتِ الٰہی کا ایک اہم وسیلہ ہیں ۔ روزے رکھنے کا حکم ہے ۔ اور اس سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے ۔ حدیث میں آتا ہے ۔ کہ جو انسان محض میری رضا جوئی اور تعمیل حکم میں روزہ رکھتا ہے ۔ اس کا اجر میرے ذمہ ہے ۔ کیونکہ وہ محض میری خاطر دن بھر بھوکا پیاسا رہتا ہے ۔

(۲) معیتِ الٰہی کا دوسرا ذریعہ قرآن کریم کا روزانہ پڑھنا ہے ۔ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ اللہ تعالےٰ کا ہے جو ملاوٹ اور تحریف و زیادتی سے بالکل منزہ اور پاک ہے ۔ یہ بسم اللہ کی باء سے لے کر والناس کی س تک خدا کا کلام ہے اور خدا خود اس کا محافظ ہے ۔ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ۔ اس کلام کو ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔

تلاوت قرآن مجید پر مداومت اختیار کرنے سے معیت الٰہی میسر آتی ہے تلاوت کے متعلق حضور صلعم کا اپنا طریق کار یہ تھا ۔ کہ روزانہ اس کا ایک حصہ تلاوت فرماتے ۔ ایک بار صحابہ کرام حضور سے ملنے آئے ۔ تو آپ اس وقت تلاوت میں مشغول تھے ۔ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو صحابہؓ سے معذرت کی ۔ اور دیر کی وجہ بھی بتائی ۔ اس میں ہمارے لئے ایک عظیم سبق ہے ۔ کہ اپنی لیڈری اور پیغمبری کا گھمنڈ نہیں کیا بلکہ دیر کی وجہ بتانے کے ساتھ ساتھ معذرت بھی کی ۔

آج باقاعدگی سے قرآن کریم پڑھنے والے ہم میں کم ہیں ۔ حضور صلعم تلاوت کے وقت قرآن کریم کھول کر حروف پر ساتھ ساتھ اُنگلی بھی رکھتے جاتے تھے ۔ آنکھ کے دیکھنے زبان کے پڑھنے اور حروف کو اُنگلی سے مَس کرنے میں ایک خاص روحانی کیفیت پیدا ہوتی ہے ۔ آج کل کے زمانہ میں شاید اس بلند روحانیت کا احساس و ادراک نہ ہو سکے مگر اس کی صداقت پر لاکھوں صالحین کی گواہی موجود ہے ۔ مادی وجوہات سے بھی انسان میں تغیر آتا ہے ۔

علامہ ابن قیمؒ اپنے ذکر میں لکھا ہے ۔ کہ میں مکہ میں تھا ۔ اور بعض امراض کی مجبوریوں کے باعث پڑھ نہ سکتا تھا ۔ اس مشکل میں سورت فاتحہ کو پڑھ کر اپنے جسم پر پھونکتا تھا سو اللہ تعالےٰ نے فضل کر دیا اور شفا ہو گئی ۔

حضرت حکیم الاُمت مولانا نورالدینؒ کے پاس بڑی بڑی پیچیدہ مرضوں کے مریض آتے تھے ۔ جن کے بارہ میں طب خاموش ہوتی تھی ۔ ایسی مشکل حالت و کیفیت میں میں قرآن کریم کو کھول لیتا اور مشکل حل ہو جاتی ۔ خیر یہ تو مادی فوائد کی بات تھی ۔ تلاوت قرآن کریم کی بے انتہا برکات ہیں ۔ خود پڑھیے ۔ بچوں سے پڑھوایئے اور اس پر مداومت اختیار کیجئے ۔ کوشش کریں کہ تم میں سے ہر ایک شخص قرآن حکیم کے معانی و مطالب کو سمجھتا ہو ۔ کونوا مع الصادقین کا یہ بھی ایک پہلو ہے ۔ نمازِ فجر کے بعد تلاوت کا بڑا اثر ہے ۔ نماز تہجد بھی تنویرِ قلب کا یقینی اہم اور کارگر ذریعہ ہے اس سے قلوب کو جلا ملتی ہے ۔ اسی طرح بعض دوستوں کو الہام و کشوف اور رویائے صادقہ بھی ہوتے ہیں ۔ یہ قربِ الٰہی کی علامت ضرور ہیں ۔ مگر عام شخص کو انہیں بیان نہیں کرنا چاہیئے ۔ صحابہ کرامؓ قربِ الٰہی میں ممتاز مقام رکھتے تھے ۔ مگر وہ اپنے کشوف و رویاء عموماً نہیں بتاتے تھے ۔ یہ انسان کی اپنی قلبی کیفیات ہیں ۔ صرف مامور اپنے الہامات کو ظاہر کرنے کے مکلف ہوتے ہیں ۔ دیگر لوگ نہیں ۔

(۳) معیت کا تیسرا ذریعہ ۔ احادیث کا مطالعہ ہے ۔ ہمیں اتنی عربی ضرور آنی چاہیئے کہ احادیث کو بغیر اعراب کے پڑھ اور سمجھ سکیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بات کی شدید خواہش رکھتے تھے کہ ہر احمدی کو عربی آتی ہو کیونکہ قرآن اور احادیث کا ذخیرہ عربی میں ہے ۔ اور عربی نہ جاننے کے باعث

زبانِ یارِ من تُرکی و من ترکی نمی دانم

والا معاملہ پیش آتا ہے ۔ جب تک اتنی عربی نہ آئے ۔ اُردو میں احادیث کے ترجمے موجود ہیں ۔ وہ پڑھیں ۔

(۴) چوتھا ذریعہ سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ ہے ۔ اس سے بھی قربِ نبویؐ اور نتیجۃً قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے ۔ رسول صلعم نے فرمایا ہے علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل ۔ میری اُمت کے صالحین بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں روحانی انسانوں کے منہ سے کئی دفعہ "منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبےٰ باشد" کے الفاظ بھی نکلے ہیں ۔ یہ فنافی الرسول کا مقام ہے اور صاحب تجربہ لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں ۔ یہ لوگ اپنے رسول کے تتبع میں ویزکیھم ۔ انسانی نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے محمد صلعم کی برکت اور فیض سے امامِ وقت حضرت مرزا صاحب کو مبعوث کیا ۔ جس کے ساتھ قلبی تعلق خدا تعالےٰ کے نزدیک کر دیتا ہے ۔ اس کی کتب کا مطالعہ کرو کہ وہ بھی دنیا کی محبت سرد کرتی اور اس طرح خدا کے قریب کرتی ہیں ۔ جملہ اولیاء و صلحاءِ اُمت اور مجددین کرام کی کتب و سیر کا مطالعہ بھی انسان کو خدا کے نزدیک لے جاتا ہے ایک بڑے آدمی ...... کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا اکثر وقت کتب و سیرت نبویؐ و صحابہ کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا ۔ ان کی بیوی نے اس پر احتجاج کیا کہ گھر کے لئے بھی کچھ وقت نکالا کریں ۔ اس بزرگ نے اپنی بیوی کو جواب دیا کہ ایک طرف صحبت نبویؐ، صحابہؓ اور اولیاء کرام ہے اور دوسری جانب گھر کے جھمیلے ہیں ۔ ان کی بیوی یہ سُن کر خاموش ہو گئی ۔ غرضیکہ صادقین کی معیت بڑی برکات کا موجب ہے ۔ سائیکالوجی کا مسئلہ ہے کہ اگر ایک دہریہ سائنس پر بھی کتاب لکھ رہا ہے تو بھی اس کی دہریت کا اثر اس کی کتاب میں نمایاں ہوگا ۔ اور اس کا پرتو اس کتاب کے مطالعہ کنندہ پر ضرور پڑے گا ۔ لہذا ہمیں اپنی اولادوں کی فکر کرنی چاہیئے اور انہیں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی ضرور دینی چاہیئے ۔

اس زمانہ میں ایک مامور آیا ۔ اللہ تعالےٰ نے اسے قبول کرنے کی ہمیں توفیق بخشی ۔ یہ اس کی رحمت ہے ہماری اس مامور سے وابستگی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کونوا مع الصادقین کی تعمیل ہے ۔ اس مامور من اللہ حضرت میرزا غلام احمدؐ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں ۔ ان کا ہمیں مطالعہ کرنا چاہیئے ۔ آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ کم از کم قرآن کریم و حدیث و سیرت نبویؐ کے مطالعہ کے بعد حضور کی کتب کا بھی بکثرت مطالعہ کریں جو مسائل حاضرہ اور فلسفہ جدیدہ کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے لکھی گئی ہیں ۔ خصوصاً کشتی نوح ۔ تذکرۃ الشہادتین کا مطالعہ کریں ۔ آپ کچھ مدت کے بعد اس مطالعہ کی عمدہ تاثیرات پائیں گے ۔ دل میں تبدیلی دیکھیں گے ۔

محترم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مدرسہ عربیہ دیوبند

تکفیرِ مُسلم کی حیثیت

سب سے پہلے اس مسئلہ پر غور کرنا ضروری ہے کہ ایک ایسے شخص یا گروہ کو جو اپنے آپ کو "مسلم" کہتا ہو کافر کہنے کے لئے کیا کسی احتیاط کی ضرورت ہے یا نہیں اور شریعت اسلامیہ نے اس بارے میں جو ہدایات دی ہیں وہ کیا ہیں؟

سب سے پہلے قرآن مجید سے ہمیں اس سوال کا جواب ملتا ہے :۔

لاتقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومناً تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذالک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ان اللہ کان بما تعملون خبیراً۔
(سورۃ النساء)

اور ایسے شخص کو جو تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے۔ "دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش میں" یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے تم پر احسان کیا۔ سو غور (تحقیق) کرو بے شک اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں
(ترجمہ مولانا تھانوی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

لا یرمی رجلٌ رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک (بخاری)

کوئی شخص دوسرے کو فاسق اور کافر نہ کہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ ہوا۔ تو اس الزام کفر و فسق کا وبال کہنے والے پر لوٹے گا۔

ان آیات و احادیث کی روشنی میں فقہاء اسلام نے جو مسلک اختیار کیا۔ اسے حسب ذیل اقوال سے معلوم کیا جاسکتا ہے:۔

مُلّا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں :۔

وقد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لھا تسعۃ وتسعون احتمالاً للکفر واحتمال واحد فی نفیہ فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی۔

صاحبین نے بیان کیا ہے کہ کفر کے متعلق سوال میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر کسی بات میں ۹۹ وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ احتمال باقی ہو جس سے کفر کی نفی کی جاسکے تو مفتی اور قاضی کے لئے بہتر یہی ہے کہ اس احتمال پر عمل پیرا ہو۔ جس سے کفر کے فتوے کی نفی ہوتی ہے اس اصول کی دلیل جو انہوں نے بیان کی وہ اس سے بھی زیادہ توجہ کی مستحق ہے۔ فرماتے ہیں :۔

لان الخطاء فی ابقاء الف کافر اھون من الخطاء فی افناء مسلم واحد (شرح فقہ اکبر ص۱۹۹)

اگر غلطی سے ایک ہزار کافر کو چھوڑ دیا جائے تو یہ اس سے بدرجہا آسان امر ہے کہ غلطی سے ایک مسلمان کو ختم کر دیا جائے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں :۔

واعلموا انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذالک روایۃ ضعیفۃ۔ (شامی ص۲۸۵)

معلوم رہے کہ کسی ایسے مسلمان پر فتوے کفر صادر نہ کیا جائے جس کے کلام کو اچھے معنی پہنانے کی گنجائش موجود ہو۔ ایسے ہی اس شخص کو بھی کافر نہ قرار دیا جائے جس کے بارہ میں اختلاف ہو، اگرچہ یہ اختلاف کسی کمزور روایت پر مبنی ہو۔

یعنی اگر ایک شخص کے بارے میں مفتی کے سامنے اس کے ایسے افعال رکھے جائیں جن پر فتوئ کفر عائد کیا جاسکتا ہو لیکن اس کے ساتھ اس شخص کے متعلق ایسی معلومات بھی بہم پہنچا دی جائیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ شخص مذکور کا عقیدہ ان مبینہ وجوہ کفر کے خلاف ہے۔ تو خواہ یہ معلومات ضعیف روایت پر ہی مبنی ہوں مفتی کو چاہیئے کہ وہ ان پر اعتماد کرتا ہوا فتوئ کفر صادر کرنے سے گریز کرے۔

درمختار میں ہے :۔

قال العلامۃ الشامی لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نھایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نھایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لا نھایۃ (دُرِ مختار باب المُرتد)

علامہ شامی کہتے ہیں کہ جس عبارت کے دو احتمال ممکن ہوں اس پر فتوئ کفر نہ دیا جائے اس لئے کہ کفر آخری سزا ہے جو انتہائی جُرم پر ہی دی جاسکتی ہے اور جب احتمال پیدا ہو جائے کہ اس عبارت سے مراد صحیح اور غلط دونوں معنی ہوسکتے ہیں تو اسے انتہائی جُرم نہیں کہا جاسکتا۔ (انتہائی جرم تو یہ ہے کہ جُرم کھُلا ہو اور ناقابل تاویل ہو۔)

شامی میں اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے دین کو بُرا کہے اس کے اسلام کو گالی دے (مثلاً تیرے اسلام پر لعنت ہے یا تیرا دین تو بدترین دین ہے) تو کیا ایسا جملہ کہنے والے کو کافر کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس شخص کا دین اسلام ہی ہے اور اس نے یہ کہکر کہ تیرا دین ایسا ہے دراصل اسلام ہی کو بُرا کہا ہے۔ اس پر فرماتے ہیں :۔

لا یکفر بشتم دین مسلم ای لا یحکم بکفرہ لامکان التاویل ...... بان مرادہ اخلاقہ الردیۃ ومعاملۃ القبیحۃ لاحقیقۃ دین الاسلام فینبغی ان لا یکفر۔ (شامی)

اگر کوئی شخص دینِ مسلم کو گالی دے تو اسے کافر نہ کہا جائے اس لئے کہ اس کی تاویل یوں ممکن ہے کہ اس نے جس شخص کو یہ کہا کہ تیرا دین ایسا ہے ویسا ہے اس سے مراد مخاطب شخص کے رذیل اخلاق اور قبیح معاملات ہوسکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اس نے دینِ اسلام ہی کو بُرا کہا ہو۔ جب یہ احتمال ممکن ہے تو فتوئ کفر نہ دیا جانا چاہیئے۔

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ علماءِ سلف نے فتوئ کفر صادر کرنے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط برتی ہے اور جہاں کہیں بھی حسنِ ظن یا احتمال کا امکان ہُوا وہاں کسی شخص کے قول اور اس کی عبارت کو اس معنی پر محمول کیا گیا جس سے اسے کفر سے بچایا جاسکے۔

دراصل فتوئ کفر کی حیثیت دینی اعتبار سے وہی ہے۔ جو جسمانی نکتہ نگاہ سے قتل کی ہے۔ جس طرح ایک قاضی کسی مسلمان کو سزائے موت دیتے وقت ہزار بار سوچے گا۔ اور مقدمہ کے تمام پہلوؤں پر بار بار غور کرے گا اور جس قدر خوفِ خدا اس کے دل میں ہوگا اسی قدر وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہوا ہر ممکن طریقے سے اس انتہائی اور آخری سزا میں احتیاط برتے گا۔ اسی طرح ایک مفتی کسی مسلمان کی دینی موت کا فتوے صادر کرتے وقت اللہ تعالےٰ کے خوف سے دامن احتیاط کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دے گا اور حتی الامکان اس بات کی پُوری کوشش کرے گا کہ اپنی ملت کے اس عضو کو کاٹ پھینکنے کی بجائے اس کی اصلاح کرے۔ سلف کے قلوب میں اللہ تعالےٰ کے خوف اور ملت اسلامیہ کے ساتھ قلبی لگاؤ اور ان کی بے نفسی ان تینوں عناصر نے مل کر یہ کیفیت پیدا کر دی تھی کہ وہ حتی الامکان فتوئ کفر سے گریز کرتے اور جب بھی ان کے سامنے کسی شخص کے ایسے اقوال پیش کئے جاتے جن سے بظاہر اس کی بدعقیدگی اور کفر نمایاں ہوتا۔ وہ ان عبارتوں سے ایسی معانی مراد لینے کی کوشش کرتے ہیں جن سے یہ شخص الزام کفر سے بچ جائے یہ احساس اور احتیاط اس دور کے خشیت الٰہی رکھنے والے خداترس اہلِ علم کا بھی شیوہ رہا ہے۔ چنانچہ جب متحدہ ہندوستان میں احناف نے دیوبند میں علوم شرعیہ کی نشر و اشاعت کا مرکز قائم کیا تو جوانب و اطراف سے استفسارات بھی آنے لگے۔ اس پر وہاں کے ذبابِ علم نے علوم شرعیہ کے احترام کو سامنے رکھتے ہوئے طے کیا کہ فتوئ دینے کا کام ہر عالم اور مدرس کے سپرد نہ کیا جائے بلکہ جو اصحاب راسخ العلم اور خشیت و تقویٰ میں ممتاز ہوں۔ یہ کام اُنہی کے سپرد کیا جائے۔

چنانچہ اس دور میں جو فتاوےٰ دیئے گئے، وہ اسی احتیاط کے حامل تھے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقعہ پر ایک دو فتاوےٰ یہاں پر نقل کر دیں تاکہ یہ مسئلہ پوری طرح متحقق ہو جائے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج اوّل صفحہ پر ہے۔

فتویٰ تکفیر میں کامل احتیاط لازم ہے۔

سوال (۱) اگر کسی عورت سے ایسے افعال سرزد ہوں۔ جن کا کفر و ارتداد ہونا اتفاقی قطعی ہو جیسا کہ خدا کو ظالم کہنا یا نعوذ باللہ یہ کہنا کہ خدا ہماری طرف سے اندھا ہو گیا ہے یا یہ کہنا کہ خدا بھی اگر فلاں امر کی گواہی دے تو ہم سچ نہ جانیں گے۔ یا نماز و شرع و فتوے کی تحقیر قولاً یا فعلاً کرنا یا لڑکے کی چیچک نکلنے میں پرستش بت کرنا یا بھوانی وغیرہ سے صحت چاہنا و امثال ذالک اور ایسے اقوال و افعال صدور حالت رنج و غصہ میں یا محض شرارت نفس سے یا نومسلم ہونے کی وجہ باعث بقایا اثر کفر و قرب عہد بالکفر کے ہوا ہو۔ مقصود اس عورت کا فسخ نکاح یا شوہر سے علیحدہ ہونا وغیرہ نیات فاسدہ نہ ہوں مگر شوہر کسی ضرورت و مصلحت سے اس عورت کے طلاق دینے اور اس سے علیحدگی کے خیال میں پہلے سے ہو۔ لہذا افعال و اقوال مذکورہ بالا کو بحیثیت اتفاق عمدہ ذریعہ اپنی نیت و ارادہ کے پورا ہونے کا پاکر بفحوائے ارتداد احد هما فسخ عاجل کے عبارت متون کی اور قول عامۂ علماء کا ہے۔ موجب فسخ نکاح سمجھ لیوے اور بحالت موجودہ حالت تفریق کے خیال سے روایت مذکورہ پر عمل کرے تو ترک تقلید مذہب امام صاحب کا یا اور کوئی مخالفت شرع کا الزام تو شوہر مذکور پر نہ آئے گا؟

جواب: افعال مذکورہ فی السوال جو اس عورت سے صادر ہوئے۔ بعض ان میں سے شرک و کفر کے ہیں اور بعض اقوال قریب بکفر ہیں مگر مذہب اہل سنت والجماعت کا یہ ہے۔ کہ حتی الوسع تکفیر مسلم میں احتیاط لازم رکھی جاوے۔ اور جہاں تک ہو سکے تاویل کی جاوے۔ اگرچہ چند کلمہ جن کو وہ عورت استعمال کرتی ہے۔ ان پر اگر کفر کا فتوے دیا جاوے تو کوئی ہرج نہیں۔ مگر بفحوائے حدیث من صلی صلوٰتنا و استقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا بہت گنجائش ہے اور احتیاط لازم ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر ص ۱۹۹ میں فرماتے ہیں:۔

وقد ذكروا ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون احتمالا للكفر و احتمال واحد فى نفيه فالاولى للمفتى والقاضى ان يعمل بالاحتمال النافى لان الخطاء فى ابقاء الف كافر هون من الخطاء فى افناء مسلم واحد۔ الخ

غرض اہل قبلہ کی تکفیر میں بہت احتیاط لازم ہے۔

قال الملا على القارى وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا تكفر مالم يوجد شئ من امارات الكفر و علامات ولم يصدر عنه شئ من موجباته الخ

یہی مضمون ذرا بسط سے علامہ شامی نے باب المرتد ص ۲۸۵ میں ارقام فرمایا ہے:۔

غرض جب تک اقرار توحید و رسالت و دیگر احکام کا ہے مرتد نہ کہا جاویگا۔

قال فى الدر المختار والاقرار شرط لاجراء الاحكام الا ان ينويه الخ

وفيه ايضًا واعلم انه لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه محمل حسن او كان فى كفره خلاف ولو كان ذالك رواية ضعيفة۔ الخ۔ البتہ صورت مسئولہ میں حکم توبہ و استغفار کیا جاوے اور تجدید نکاح بھی کرنا چاہیئے۔

قال فى الدر المختار وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح الخ۔ قال الشامى فى شرحه وظاهره انه لا يحكم القاضى الفرقة بينهما وتقدم ان المراد بالاختلاف ولو رواية ضعيفة ولو فى غير المذهب (شامی باب المرتد) اور اگر شوہر کو ان کا رکھنا ہی منظور نہیں ہے یا وہ ان افعال کو باوجود فہمائش و ممانعت ترک نہیں کرتی تو طلاق دیدے۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ رشید احمد عفی عنہ

"جب تک کوئی امر قطعی موجب کفر و ارتداد سرزد نہ ہو حکم ارتداد و فسخ نکاح نہ کرنا چاہیئے۔ احتمال تاویل باب واسع ہے تا امکان تاویل و عدم قطع جانب تکفیر سوئے اسلام لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ"

(بحوالہ "کیا جماعت اسلامی حق پر ہے" صفحہ ۶۹ - ۷۷)

حضرت مرزا صاحبؒ کا مقام

(بسلسلہ صفحہ ۲۷)

فعال جماعت ہے۔ اس کی تاریخ ہے۔ شاندار کام ہے جو اب بھی جاری ہے۔ جب ہمارے عقائد میں قرآن اور حدیث کے مطابق ہیں اور ہم مکمل طور پر غیر مشروط ختم نبوت کے قائل ہیں اور ہمارے ضمیر ہمیں ملامت نہیں کرتے تو مایوسی اور ندامت کی کوئی وجہ نہیں۔ پت جھڑ ایک عارضی عمل ہے۔ شاخیں پھر سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں۔

حضرت صاحب کی تحریریں اس سلسلہ کی ترقی اور غلبہ کے متعلق بڑی حوصلہ افزاء ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ:۔

"صادق مر کر بھی زندہ ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالےٰ کے فضل کا ہاتھ ان پر ہوتا ہے اور سچائی کی روح ان کے اندر ہوتی ہے اگر وہ آزمائشوں سے کچلے جائیں اور پیسے جائیں اور خاک کے ساتھ ملا دیئے جائیں اور چاروں طرف سے ان پر لعن طعن کی بارش ہو تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے۔ کیوں نہیں ہوتے اس سچے پیوند کی برکت سے جو ان کو محبوب حقیقی کے ساتھ ہوتا ہے۔ خدا ان پر سب سے زیادہ مصیبتیں نازل کرتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ تباہ ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ پھل اور پھول میں ترقی کریں۔ پھر ایک قابل جوہر کے لئے یہی قانون قدرت ہے کہ اول صدمات کا تختہ مشق ہوتا ہے۔"

اور آپ نے ایک کشف کا ذکر فرمایا ہے:۔ کہ

"ایک فرشتہ آپ کے سامنے آیا اور اس نے کہا کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں آپ اس کو ایک طرف خلوت میں لے گئے اور کہا لوگ پھرتے جاتے ہیں کیا تم بھی پھر گئے؟ تو اس نے کہا ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ اور آپ نے لکھا ہے یہ سب امور درمیانی ہیں اور جو خاتمہ امر پر مقدر ہو چکا ہے وہ یہی ہے کہ بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزارہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خدا تعالےٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ میں آخر کار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کر دوں گا۔ تجھے غلبہ ہوگا اور میں زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کر دوں گا۔"

اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے:۔

"یاد رہے کہ یہ الہامات اس واسطے نہیں لکھے گئے کہ ابھی کوئی ان کو قبول کر لے بلکہ اس واسطے ہیں کہ ہر ایک چیز کے لئے ایک موسم اور وقت ہے۔ پس جب ان الہامات کے ظہور کا وقت آئے گا اس وقت یہ تحریر مستعد دلوں کے لئے زیادہ تر ایمان تسلی اور یقین کا موجب ہوگی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔"

اللہ تعالےٰ ہمیں حق پر ثابت قدم رکھے اور اپنے خاص فضل سے آزمائشوں اور ابتلاؤں سے محفوظ رکھے اور ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا ہمیں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کی اور زیادہ توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔ وما توفیقی الا باللہ۔

ان گذارشات کو میں حضرت امام الزمان کی ایک اور تحریر پر ختم کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:۔

"ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں۔ اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ فیض و برکات پاتے ہیں اور قرآن کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب یہ ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہی ... خدا تعالےٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا۔"

اِیمان کا غلط مفہوم

جس شئے کا نام عیسائی یا کسی اور مذہب میں ایمان ہے اُسے قرآنی ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ وہاں چند چیزوں کا مان لینا کسی کے ایمان کے لئے کافی ہے۔ یہاں تکمیل ایمان کے لئے عمل لازمی ہے۔ حُسنِ عمل حُسنِ عقیدہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن کسی کی بدعقیدگی کسی کے عمل صحیح کو ضائع نہیں کر دیتی۔ ایک دہریہ بھی صادق القول کے ثمرات اُٹھا سکتا ہے اور ایک خدا کی ہستی کا قائل اور قرآن کو منجانب اللہ جاننے والا کذب و افترا کے بعد طوقِ لعنت سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ (جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے پالے گا اور جو ذرہ بھر بدی کرے گا وہ اسے پالے گا) کا سچا اور اٹل اُصول کسی شرط استثنا کے ساتھ قرآن نے مربوط نہیں کیا۔ وہ لوگ غلطی پر ہیں جو حُسنِ اعتقاد کو اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ یہ دراصل عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ نجات کے لئے ایمان ہی کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن میں کفّار کے حبطِ اعمال کا ذکر آیا ہے لیکن عدمِ تدبّر نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ایک کافر کا عمل خدا کی جناب میں قبول نہیں۔ کیوں ان آیات کو ہی نہیں دیکھ لیا جاتا جہاں حبطِ اعمال کا ذکر ہے۔ وہاں صاف صاف اُن اعمال کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جن کا حبط ہونا خدا فرماتا ہے۔ مثلاً اسلام کی ترقی یا اشاعت کے خلاف یا اسلام کے مٹانے کے خلاف جس قدر وہ لوگ کوشش کر رہے تھے قرآن بطور پیشگوئی کہتا ہے۔ کہ ان کے یہ سب اعمال ضائع ہوں گے۔ الغرض ان آیات میں کفّار کے جن اعمال نے حبط ہونا ہے ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ نہ یہ کہ انکا ہر ایک عمل۔

اسی غلطی سے وابستہ ایک اور غلطی ہے۔ وہ دین اور دُنیا کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیتا ہے۔ مثلاً عیسائی سرکل میں چند ایمانیات اور اس کے ساتھ چند مذہبی رسوم ہیں جیسے گرجے جانا۔ یا عشاءِ ربانی وغیرہ میں حصّہ لینا ان کے نزدیک ان پر مذہب ختم ہو جاتا ہے۔ پھر جو ان کی دنیا ہے اس کے لئے وہ ہر طرح کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی حال ایک حد تک ہندوؤں میں بھی ہے۔ جب تک عیسائی مذہب کے جان دادہ رہے تمدّن سے بے بہرہ رہے۔ چنانچہ ایامِ وسطیٰ کے یورپ کو ہم مذہب میں تو بڑا سرگرم پاتے ہیں لیکن تمدّن اسباب راحت و ثروت سے اسے خالی دیکھتے ہیں۔ یورپ نے آہستہ آہستہ مذہب کو جواب دینا شروع کیا اور تمدّن کی راہیں مسلمانوں سے لے کر موجودہ حالت کو پہنچ گیا۔ عیسائیوں میں اگر مذہب کے چرچے اس وقت ہیں تو ساتھ ہی یہ امر بھی ان کے سامنے بطور دستور العمل ہے کہ فلاح دنیوی و اُخروی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ چنانچہ ان کا ایمان ہے کہ اگر وہ چند شعار مذہبی ادا کر لیں تو وہ ان کی نجات اُخروی کے لئے کافی ہیں۔ لیکن دنیوی فلاح کے لئے انہیں اُصول پر جد و جہد کرنی ہوگی۔ ان کے نزدیک اس میں مذہب کو کوئی دخل نہیں۔ وہ دنیا کمانے میں جو راہ اچھی یا بُری مفید دیکھیں اختیار کر لیں۔ مذہب کو اس میں دخل نہیں۔ یہ عمل ان کے طریق عمل سے پایا جاتا ہے۔ اس اُصول سے جس قدر اتلافِ حقوق وغیرہ ہوگا یا جس قدر ظلم و استبداد ہوگا وہ تو ظاہر ہے مگر دنیا کمانے کے لئے قوتِ عمل پر مذہب کوئی اثر نہیں ڈالے گا۔ دراصل عیسائی مذہب کے اصول ہی ایسے تھے جو عمل کو مسلوب کر کے انسان کے تمدّن کو روکتے تھے۔ یورپ اپنے مذہبی دور میں تہذیب و ترقی سے خالی رہا اسے اسباب آسائش اس وقت ہی میسر آئے جب اہل مغرب نے اپنے مذہبی معتقدات کو کسب دنیا سے الگ کر دیا۔ اسلام نے اس غلطی کو نکالا۔ اس نے جہاں مذہب کو ہر ایک بات پر مقدم کیا۔ وہاں بہترین تمدّن۔ اعلیٰ سے اعلیٰ تہذیب عمدہ سے عمدہ معاشرت کا حصول ان سب کو اجزائے مذہب ٹھہرا دیا تاکہ ایک طرف مسلمان افلاس و فلاکت کا شکار نہ ہوں۔ دوسری طرف حصول دنیا میں اتلافِ حقوق و ظلم سے بچ جائیں لیکن مرورِ ایام نے اصل حقیقت چھپا دی۔ ہم نے اوروں کی طرح دین دنیا دو الگ الگ چیزیں قرار دیں۔ مگر دین کی تقدیم ہمارے سر میں قائم رہی۔ ہم گھر کے رہے نہ گھاٹ کے

کی یہی حقیقت تھی تو بہتر ہوتا کہ ہندو اور عیسائیوں کی طرح ہم میں بھی یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ حصول دنیا میں دین کو کوئی تعلق نہیں۔ یہاں کی دنیوی زندگی عقبیٰ پر اثر نہیں ڈالتی وہاں کی بہتری یا بُرائی کا تعلق چند معتقدات یا چند شعار کے ہونے یا نہ ہونے پر ہے پھر ہم یقیناً دنیا میں کسی قوم سے پیچھے نہ ہوتے۔ اخلاق فاضلہ تو ہم میں نہ ہوتے۔ اور وہ تو اب بھی نہیں۔ لیکن افلاس بھی نہ ہوتا۔ اسلام تو دنیا کو یہ سکھلانے آیا تھا کہ دنیا اور عقبیٰ کوئی ایسی دو جداگانہ چیزیں نہیں۔ کہ ان کے حصول کے طریق جداگانہ ہوں۔ بلکہ دنیا تو مزرعۂ آخرت ہے۔

اگر عقائد اور ایمان بلا عمل ہی ہمارے لئے کافی ہوتا تو پھر جناب فاطمہ رضؓ کو عمل کا حکم نہ ہوتا۔ کیا آنحضرت صلعم سے ہمارا ایمان زیادہ مضبوط ہے؟ پھر ان سے بڑھ کر عمل کی عزت کرنے والا دنیا میں کون پیدا ہوا۔ آپؐ کی زندگی اور آپؐ کی کامیابی دنیا کے لئے ایک سبق ہے۔ ایک ذات مقدس جو پیدائش سے اخیر تک منشاء ایزدی کے مطابق چلے جسے اوّل المسلمین کی سرٹیفکیٹ ملے۔ ایک خدا کا محبوب جسے آغاز ماموریت میں ہی ہر قسم کی فتح و نصرت کا وعدہ دے دیا جاوے۔ پھر وعدۂ فتح و نصرت دینے والا بھی وہ قادرِ مطلق خدا ہے جس کی شان لایخلف المیعاد ہے۔ وہ قدیر علیم خدا اسے ابتدائے زندگی میں کہتا ہے۔ ورفعنا لك ذكرك۔ یعنی یہ نہیں کہ تیرا ذکر ہم بلند کر دیں گے۔ بلکہ ہم نے کر دیا ہے۔ صیغۂ ماضی ایسے موقعوں پر کامل یقین دلانے کے لئے بجائے مستقبل کے بولا جاتا ہے۔ اُسے کہا جاتا ہے۔ کہ تیرے دشمن ہلاک ہوں گے تیرا دین دنیا میں پھیل جائے گا۔ تیرے نام لیوا دنیا کے چار گوشوں میں ہوں گے۔ الغرض خدا کی طرف سے ہر ایک خیر و برکت کا وعدہ اسے مکی زندگی میں ہی مل جاتا ہے۔ پھر ایسے شخص کو کسی کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب اسے سیھزم الجمع ویولون الدبر (دشمنوں کے سردار پیٹھ دکھیں گے اور تیرے مقابل والوں کو ہزیمت ہوگی) کا وعدہ مل چکا ہے تو پھر دشمن کے آجانے پر میدان میں وہ کیوں نکلتا ہے اس کے لئے تو یہ ہی بہتر تھا کہ وہ اس وعدہ کی تبلیغ خود بھی کرتا اور اپنی جماعت سے بھی کراتا۔ لیکن وہ تو زمین کو اپنے ساتھیوں کے خون سے تربتر کرا دیتا ہے۔ فتح جنگ کے لئے ہر قسم کی تیاری کرتا ہے۔ اسے تو خداوند کی طرف سے (واللہ یعصمك من الناس) حفاظت جان کا حتمی وعدہ مل چکا ہے۔ وہ کیوں جنگ میں جانے سے پہلے زرہ پہنتا ہے۔ سلاح سے آراستہ ہوتا ہے فوج کا میمنہ اور میسرہ درست کرتا ہے۔ جنگوں کے علاوہ اس کی زندگی کا کونسا حصّہ ہے جس میں ابتدا ہی سے اُسے کامیابی کا وعدہ خدا سے نہیں مل چکا۔ پھر تم اُن وعدہ شدہ کامیابیوں میں مجھے ایک بات نہیں دکھلا سکتے۔ جس کے حصول میں اس نے قوت عمل کا کوئی دقیقہ چھوڑا ہو۔ اگر صاحب لولاکؐ کی یہ حالت ہے تو ہم آج کل کے مسلمان جن کا نہ دین نہ ایمان درست ہے خدا کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ خیمیت مآبؐ نے اس طریق سے ہم پر یہ ثابت کیا۔ کہ تم خدا کی وعدہ کردہ کامیابی کے حصول میں بھی خدا پر یہ ثابت کر دو کہ تم نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ اس شرط پر ہی تم کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہو۔ پیشگوئیاں ازدیادِ ایمان کر کے قوتِ عمل کو مضبوط کر دیتی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ارضِ مقدس کا وعدہ دیا گیا۔ لیکن ارض موعود اس خدا کے پیارے کو دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ اس کی نسل کے لوگ وادی عرب میں تباہ ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہی تھی کہ انہوں نے بھی آج کل کے مسلمانوں کی طرح عمل سے جان چرائی۔ جب اُن کی راہ میں مصائب آئے تو اذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون کہہ دیا۔ موسیٰ صاحب آپ اور آپ کا خدا جائے ہم تو یہاں بیٹھتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہہ کر عمل کو چھوڑا خدائے تعالےٰ نے ایفائے وعدہ کو چالیس برس پیچھے ڈال دیا جب یوشعؑ کے ہمراہ ایمان کو عمل کا لباس دینے والی قوم پیدا ہوئی۔ تو پھر بیت المقدس کا ملنا تو ایک وعدہ شدہ امر تھا۔ مثیل موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی موسیٰؑ سے کہیں بڑھ کر کامیابیوں کے وعدے دیئے گئے تھے۔ اگر موسیٰ کے رفقاء کا رنگ رفقائے مُصطفوی میں بھی ہوتا۔ تو پھر اسلام کی ابتدائی تاریخ کا رنگ ہمارا آجکل کا موجودہ رنگ ہوتا۔ نہیں انہوں نے تو اپنے مقتدا سید العرب والعجم کو عرض کیا۔ کہ ہم موسیٰؑ کے ساتھی نہیں ہیں۔ کہ آپؐ کو اذھب انت وربك کہیں۔ ہم تو تیرے آگے پیچھے۔ اِدھر اُدھر جان تک لڑا دیں گے۔ یہ

(باقی بر صہ ۱۲ کالم ۱)

آفتابِ رسالت کا طلوع

تافت اوّل بر دیارِ تازیاں - تا زیانش را بود درماں گرے

حضورؐ کی مکّی زندگی

جبریلؑ کا ظہور اور منصبِ نبوّت } حضورؐ اپنی عمر کی چالیس منزلیں طے کر چکے تھے کہ دفعۃً غارِ حرا میں جبریلِ امین حضورؐ پر ظاہر ہوئے اور بتایا کہ خالقِ ارض و سما نے آپؐ کو منصبِ نبوّت پر سرفراز فرمایا ہے اس عظیم الشان منصب کی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے حضورؐ پر کپکپی طاری ہوئی۔ گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا زملونی زملونی۔ مجھے کپڑا اوڑھادو، مجھے کپڑا اوڑھادو۔ تھوڑی دیر کے بعد جب طبیعت میں کچھ سکون آیا تو حضورؐ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ بی بی نے کہا: اے ابو القاسم کچھ فکر نہ کیجئے۔ خدا تمہارے جیسے موتی کو ضائع نہیں کرے گا۔ وہ تجھ سے بہترین سلوک کرے گا۔

آپؐ کے خصائل حضرت خدیجہؓ کی زبان سے } کیونکہ تو مہمانوں کی عزت کرتا ہے۔ تو صلہ رحمی کرتا ہے۔ تو بیوگان اور یتامیٰ کی خدمت کرتا ہے۔ تو مصیبت زدوں اور مظلوموں کے کام آتا ہے تو برائی کے بدلے میں بھلائی کرتا ہے۔ تو امین اور صادق ہے۔ تو پاک زندگی بسر کرتا ہے اور ایک خدا کے سامنے جھکتا ہے۔ یہ بیوی کی شہادت ہے۔ بیوی سے بڑھ کر خاوند کے حالات خاوند کے کیرکٹر کا کون زیادہ واقف ہو سکتا ہے۔ بیوی کی اس شہادت نے ثابت کر دیا کہ حضورؐ صلعم بہت بلند اخلاق کے مالک ہیں۔ اور خواتین میں سے سب سے پہلے جو حضورؐ پر ایمان لائیں وہ حضورؐ کی بیوی ہی تھیں۔ اعزہ و اقربا میں سے حضورؐ کے بھائی حضرت علیؓ اور حلقۂ احباب میں سے حضرت ابوبکرؓ جو آپؐ کے گہرے دوست تھے سب سے پہلے حضورؐ پر ایمان لائے۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضورؐ کے حالات سے کما حقہٗ واقف تھے

سب سے پہلے ایمان لانے والے } اگر یہ لوگ آپؐ میں ذرہ بھر بھی دنیاداری دیکھ لیتے تو کبھی بھی آپؐ پر ایمان نہ لاتے۔ ان لوگوں کا ایمان لانا ہی حضورؐ کے اعلیٰ کیرکٹر اور حضورؐ کے دعوے کی صداقت کی ایک نہایت روشن دلیل ہے۔

قریبیوں کو دعوتِ حق } جب حضورؐ کو ارشاد ہوا کہ اپنے قریبیوں کو دعوتِ حق دیں تو حضورؐ نے قریش کے تمام قبائل کو کوہ صفا پر جمع کیا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے آلِ غالب! تم مجھے صادق سمجھتے ہو یا کاذب ان سب نے متفق اللسان ہو کر

کہا تیری ہر بات کا ہمیں یقین ہے کہ بچپن سے صادق ہے تو امین ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ سب آپؐ پر ایمان نہیں لائے۔ یہ سارے اہلِ قریش کی شہادت ہے کہ حضورؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا یہ بات ظاہر ہے کہ اہلِ مکّہ نے کبھی آپؐ پر کذب یا افترا کا الزام نہیں لگایا۔ کیونکہ یہ دو برائیاں کبھی آپؐ میں پائی نہیں گئی تھیں۔ انہوں نے کہا تو یہی کہا کہ نعوذ باللہ آپؐ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یا بعض کا یہ خیال تھا کہ آپؐ شاعر ہیں۔

عام انذار اور لوگوں کی مخالفت کا طوفان } جب خدا کی طرف سے یا ایّھا المدثر قم فانذر۔ کا حکم ملا تو آپؐ نے تبلیغ کا کام لوگوں میں شروع کر دیا اس پر مخالفت کا ایک طوفانِ بے تمیزی کھڑا ہو گیا۔ قریش نے حضورؐ کو ہر طرح سے ستانا شروع کر دیا۔ حضورؐ جس طرف تشریف لے جاتے شریر لوگ آپؐ کے پیچھے جاتے۔ دیوانہ دیوانہ پکارتے۔ تالیاں بجاتے اور پھبتیاں اڑاتے۔ لیکن حضرت ان تمام ایذاؤں پر صبر کرتے اور اپنے فرضِ منصبی کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ فرماتے۔ حضورؐ کو تنگ کرنے کے نئے نئے طریقے

مارے جاتے۔ کوئی تلوار لے کر چڑھ آتا۔ غرضیکہ جو کچھ کسی سے بن پڑتا کرتا۔ اور مکّہ کی عورتوں کے دل میں اس قدر کینہ تھا کہ گھر کا کوڑا کرکٹ حضورؐ پر پھینک دیتیں۔ ابو لہب کی بیوی امِ جمیل حضورؐ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں پیش پیش رہتی۔ وہ رات کے وقت حضورؐ کے رستہ میں کانٹے بچھا دیتی جس سے حضورؐ کے پاؤں زخمی ہو جاتے۔ ایک دن ایک شخص عقبہ نامی نے حضورؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس قدر زور سے مروڑا کہ قریب تھا کہ حضورؐ کا دم نکل جاتا۔ اتنے میں آپؐ کے رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لے آئے۔ انہوں نے اس ظالم کے پنجے سے حضورؐ کو رہائی دلائی۔ ایک دن جبکہ حضورؐ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے کسی ظالم نے حضورؐ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی جس کے نیچے آپ دب گئے۔

حضورؐ کا بے نظیر عزم و استقلال } غرضیکہ حضورؐ کے خلاف مخالفت کے تمام حربے استعمال کئے گئے لیکن ان باتوں سے حضورؐ کے عزم و استقلال میں ذرا فرق نہ آیا۔ اور آپؐ بدستور اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف رہے۔ کئی دفعہ حضورؐ کی جان لینے کی کوشش کی گئی، لیکن حضورؐ کے بے نظیر استقلال نے ہمیشہ ان دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ دشمنوں نے ساری طاقتیں حضورؐ کے خلاف استعمال کیں لیکن حضورؐ کے پائے استقامت میں ذرا لغزش واقع نہ ہوئی، اور آپؐ پہاڑ کی طرح مضبوط اپنی جگہ قائم رہے۔

صحابہؓ پر ظلم و ستم } جو بات حضورؐ کے لئے زیادہ تکلیف دہ تھی وہ حضورؐ کے صحابہ کی تکالیف تھیں۔ ان بیچاروں پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ ان کو قید و بند کی مصائب میں ڈالا گیا۔ ان کا روٹی پانی بند کیا گیا۔ اور جب یہ لوگ بھوک کے مارے بے ہوش ہو جاتے تو ان کے سامنے بت پرستی یا موت دو ہی صورتیں پیش کی جاتیں۔ مگر یہ لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے شاگرد تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو عزم و استقلال کی صفاتِ جمیلہ سے متصف کیا تھا۔

صبر و تحمل کی تلقین } ایک دفعہ صحابہ تنگ آکر مقابلہ کے لئے ٹھان بیٹھے۔ حضورؐ نے ان کو قرآن مجید کی آیات سنا کر صبر و تحمل کی تلقین کی

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لھم کانھم یوم یرون ما یوعدون۔ لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار۔ بلاغ فھل یھلک الا القوم الفاسقون۔

یعنے اے محمدؐ! اولوا العزم انبیاء کی طرح صبر کرو اور ان کے لئے جلدی نہ کرو۔ جو وعدہ ہے یعنے عذاب کا ان کا ٹھہراؤ گھڑی بھر کا ہے۔ پیچھا دور فاسق لوگ ہی ہلاک کئے جائیں گے۔

نومسلم غلاموں پر ظلم و ستم کی انتہا اور ان کا صبر و استقلال } الغرض نومسلموں میں سے بلالؓ۔ عمارؓ۔ یاسرؓ۔ صہیبؓ۔ عامرہؓ۔ فہیرہؓ غلام ہونے کی وجہ سے مشرکوں کے قابو میں تھے۔ ان پر اس قدر ظلم روا رکھے جاتے کہ خدا کی پناہ۔ کبھی دوپہر کی جلتی ریت پر منہ کے بل ان کو لٹایا جاتا۔ کبھی ننگے بدن پر اس قدر کوڑے مارے جاتے کہ بیچاروں کی کھال اکھڑ جاتی۔ کبھی آگ میں لوہے کو سرخ کرکے ان کا بدن داغا جاتا۔ کبھی اونٹ کی ٹانگ سے باندھ دیئے جاتے۔ کبھی چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں چھوڑا جاتا۔ کبھی برچھیاں مار مار کر ادھ موا کر دیا جاتا۔ کبھی دو اونٹوں کے ساتھ ساتھ کھڑا کرکے غریب مسلمانوں کو ان پر سوار کرکے اس کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری دوسرے اونٹ سے باندھ دی جاتی اور دونوں اونٹوں کو علیحدہ علیحدہ سمتوں میں دوڑا دیا جاتا۔ چنانچہ بیچارے عمار اور یاسر تو اسی عذاب سے شہید ہو گئے۔ لیکن اللہ رے محمد رسول اللہ صلعم کے صحابہ کا عزم و استقلال سب قسم کی مصیبتیں جھیلیں۔ ہر قسم کا دکھ اٹھایا مگر اپنے آقا کا دامن نہ چھوڑا۔ ان کے اندر ان کے ہادی و مرشد کے عزم و استقلال کی روح کام کر رہی تھی۔ حضورؐ نے آخر ان جاں نثاروں کو ارشاد فرمایا کہ وہ ارضِ حجاز چھوڑ کر حبشہ ایک عیسائی بادشاہ کے ملک میں چلے جائیں۔

کفار کی طرف سے دنیوی نعماء کا لالچ } جب قریش نے دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ

آپ نے صحابہ پر ظلم و ستم کا چکر اُنہیں تو انہوں نے ایک اور ترکیب سوچی اور وہ یہ تھی کہ حضورؐ کو دنیوی نعماء کا لالچ دیا جائے۔ اس غرض کے ماتحت عتبہ بن ربیعہ کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا گیا اس نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا :-

" اے میرے بھائی کے بیٹے ! تو اپنی صفات حسنہ کی وجہ سے مشہور و معروف ہے اور خاندان کے اعتبار سے بھی نہایت ممتاز ہے۔ لیکن تو نے ہم لوگوں میں جدائی ڈال رکھی ہے۔ اور مختلف خاندانوں میں تنازعات برپا کرا دیئے ہیں۔ تو علانیہ طور پر ہمارے بتوں اور دیوتاؤں کی مذمت کرتا رہتا ہے۔ ہم تیرے سامنے ایک تجویز پیش کرتے ہیں۔ اگر پسند آئے تو قبول کر لے۔"

حضورؐ نے فرمایا: " اے ابو ولید ! جو تجھے کہنا ہے شوق سے کہ "

اس پر عتبہ نے کہا :-

" اے محمد ! اگر تجھے دولت کی خواہش ہے تو ہم تیرے لئے اس قدر دولت جمع کر سکتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کے پاس نہ ہوگی۔ اگر تجھے عزت اور مرتبہ درکار ہے تو ہم تجھ کو اپنا سردار تسلیم کر لیں گے۔ اگر حکومت چاہتا ہے تو ہم تجھ کو اپنا بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہیں۔ اور کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے تو ہم قابل اطبا کو بلا کر تیرا علاج کرا سکتے ہیں"

حضورؐ کا جواب } حضور صلعم نے نہایت متانت سے اس کا جواب دیا کہ سنو ! :- " جو کچھ میں کہتا ہوں وہ خدا کی وحی سے کہتا ہوں کہ تمہارا خدا ایک ہے قیامت برحق ہے۔ تم خدائے واحد پر ایمان لاؤ۔ جو لوگ خدا پر ایمان لائیں گے وہ بہترین لوگ ہیں۔ میرا کام صرف یہی ہے کہ میں ایک خدا کی طرف تم کو بلاؤں۔ اور میں تم سے صرف یہی چاہتا ہوں نہ جاہ نہ منصب۔ اب چاہو تو تم میری بات مانو اور چاہو تو رد کر دو۔ جو لوگ مشرک ہیں خدا [illegible] ر دے گا اور جو ایمان لائیں گے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ اجر پائیں گے "

یہ برجستہ جواب سُن کر عتبہ اپنا سا منہ لے کر واپس چلا گیا۔ یہ امتحان تھا۔ ایک آزمائش تھی۔ اگر حضورؐ نفس کے بندے ہوتے تو اپنی ہوا و ہوس پورا کرنے کا یہ بہترین موقعہ تھا۔ مگر حضورؐ نے ان تمام چیزوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

قریش کا وفد ابوطالب کے پاس } اس کے بعد قریش کی ایک کثیر جماعت جناب ابوطالب کے پاس گئی اور ان سے جا کر کہا کہ ہم آپ کا احترام کرتے ہیں لیکن بہرحال اس کی کوئی حد ہے۔ اب ہم میں آپ کے بھتیجے سے اپنے دیوتاؤں کی مذمت سننے کی تاب نہیں۔ آپ اس کی زبان بند کیجئے۔ ہاں اگر آپ کا بھتیجا دولت چاہتا ہے تو جس قدر دولت چاہے ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر کسی حسین بیوی کی خواہش ہے تو اس کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کو چاہیئے کہ ہمارے بتوں کے خلاف لب کشائی نہ کرے

ابوطالب کو حضورؐ کا جواب اور آپؐ کے اخلاص کا اثر } ان الفاظ کا جناب ابوطالب پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے حضورؐ کو بلوا بھیجا اور کہا کہ تبلیغ اسلام کا کام چھوڑ دو۔ ان الفاظ سے یہ ترشح ہوتا تھا کہ ابوطالب آئندہ آپؐ کی حمایت کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن حضورؐ نے نہایت متانت سے جواب دیا :-

" اے عم محترم ! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور میرے بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو بھی میں اس کام سے رک نہیں سکتا جو خدا نے میرے سپرد کیا ہے۔"

جناب ابوطالب حضورؐ کے اس جواب کو سُن کر اور حضورؐ کے اخلاص کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور آپ نے فرمایا :-

" اے میرے پیارے بیٹے جو تیری مرضی ہے کر میں بہرحال تیرا حامی ہوں"۔

ابوطالب کا قصیدہ کفار کی انجمن میں } ازاں بعد ابوطالب نے قبائل کے تمام شرفاء کو حرم کعبہ میں بلا کر انجمن کی اور اس انجمن میں ۸۰ شعروں کا ایک فصیح و بلیغ قصیدہ حضور صلعم کی شان میں پڑھا۔ اس کے دو تین شعر ہم ذیل میں درج کرتے ہیں جن سے حضور پُر نور کے اخلاق کریمانہ پر روشنی پڑتی ہے :-

وابيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للارامل

وہ گورے چہرے والا جس کی طفیل ہم خدا سے بارش مانگتے ہیں یتیموں کی جائے پناہ اور راندوں کا محافظ ہے

حليم رشيد عادل غير طائش
يوالى الهاً ليس عنه بغافل

بردبار راستباز عادل [illegible] - خدا کا دوست وہ اس سے ذرا بھی غافل نہیں [illegible]

فاصبح فينا احمد فى ارومة
تقصر عنها سورة المتطاول

احمد ہم میں سے ایک مضبوط چٹان پر قائم ہے۔ اور اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔

(خطبات نبوی مصنفہ مولانا محمد عبد اللہ خان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا مقاطعہ } اب اہل مکہ نے ایک اور حربہ استعمال کیا۔ ایک مجلس منعقد کر کے فیصلہ کیا کہ حضورؐ کو مجبور کرنے کے لئے ان کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے یعنے ان سے بات چیت۔ لین دین۔ شادی بیاہ۔ رسم و راہ۔ سلام پیام۔ غرضیکہ ہر بات ترک کر دی جائے۔ اس کے متعلق ایک عہدنامہ تحریر کر کے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔ یہ مقاطعہ تین سال کے لئے تجویز ہوا۔ اور تمام مشرکین نہایت سختی سے اس پر کاربند ہو گئے۔ اس عہدنامہ کی رُو سے خاندان ہاشم کے تمام تعلقات مکہ کے لوگوں سے منقطع ہو گئے۔ بچارے کسی سے بات کرنے کے مجاز نہ تھے۔ نہ کسی سے کھانے پینے کی چیزیں خرید سکتے تھے۔ آخر مجبور ہو کر ابوطالب اپنے بھتیجے حضور صلعم کی جان بچانے کے لئے اپنے خاندان کے لوگوں کو لیکر پہاڑ کی ایک گھاٹی میں محصور ہو گئے جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہے۔ اس کھوہ کے اندر حضور صلعم اور آپ کے ساتھی بھوک اور پیاس کی سختیاں جھیلتے۔ ماؤں کی چھاتیاں خشک ہونے کی وجہ سے شیر خوار بچے چلاتے۔ بوڑھے ضعف و نقاہت سے کراہتے۔ جوان بھوک سے تڑپتے۔ دشمن گھاٹی سے باہر کان لگا کر بھوکے بچوں کی آہ و زاری سنتے اور بجائے رحم کھانے کے خوش ہوتے۔ ان رُوح فرسا مصائب کا سلسلہ تین سال کے بعد ختم ہوا۔ کفار کا خیال تھا کہ اس ترکیب سے محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو تبلیغ اسلام کے کام سے روک سکیں گے۔ لیکن ان نادانوں کو کیا معلوم کہ عشاقِ خدا کے لئے یہ قید و بند کی مصائب کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

صادق آں باشد کہ ایام بلا — میگذارد با محبت با وفا
گر قضا را عاشقے گردد اسیر — بوسد آں زنجیر را کز آشنا

خدیجہ اور ابوطالب کی وفات } اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد حضورؐ کو دو سخت صدمے برداشت کرنے پڑے۔ یعنے حضورؐ کی وفادار اور جاں نثار بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضورؐ کے چچا جناب ابوطالب یکے بعد دیگرے خدا کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

طائف میں تبلیغ اور ان سے اذیت } اب قریش مکہ نے حضورؐ کو پہلے سے بھی زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا، حضورؐ نے یہ دیکھ کر اپنی تبلیغ کا میدان بدل دیا اور حضورؐ طائف تشریف لے گئے کہ وہاں کے لوگوں کو نورِ توحید سے منور کریں گے مگر طائف والے مکہ والوں سے بھی زیادہ شقی القلب ثابت ہوئے شہر کے بدمعاشوں کو حضورؐ کے پیچھے ڈال دیا۔ انہوں نے حضورؐ پر پتھروں کی اس قدر بارش کی کہ حضورؐ کی پنڈلیاں لہو لہان ہو گئیں۔ بھوک پیاس اور ناکامی سے حضورؐ سخت نڈھال ہو گئے مگر اللہ رے ہمت و استقلال ذرا نہیں گھبرائے۔

انسانوں کے لئے رحم و کرم } پتھر پہ پتھر برس رہے ہیں اور آپؐ فرما رہے ہیں :- رب اغفر لقومی انھم لا یعلمون

اے میرے خدا میری قوم کو معاف فرما۔ ان کو اپنے افعال کے نتائج کا علم نہیں۔ دشمنوں کا یہ سلوک اور حضورؐ کا یہ رحم ؎

آں ترحم ہا کہ خلق از وے بدید — کس ندیدہ در جہاں از مادرے

طائف سے واپسی پر دُعا } طائف سے واپسی پر آتے ہوئے راستہ میں ایک جگہ بیٹھ گئے اور اپنے خدا سے یوں ہمنوا ہوئے :-

" اے میرے خدا ! میں تیرے حضور اپنی تکلیفیں پیش کرتا ہوں۔ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے لوگوں میں ذلیل ہوں، اے رحمٰن ! کمزوروں کے آقا ! مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ مجھے اغیار اور دشمنوں کے ہاتھ سے ذلیل ہونے سے بچا لے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہ ہو تو کوئی شخص مجھے گزند نہیں پہنچا سکتا۔ میں تیرے چہرے کے نُور کی پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے نور سے ہی اس دنیا اور آخرت میں بیڑا پار ہوگا۔ میری مشکلات کو جس طرح مرضی ہو حل فرما۔ ان لوگوں کو سیدھی راہ دکھا کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں۔"

(باقی — باقی)

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

کیا مکالمۂ الٰہیہ کا دعویٰ ختم نبوت کے عقیدہ کے منافی اور اس کے نقیض ہے؟

(۱)

عقیدہ ختم نبوت اور مکالمہ الٰہیہ کے دعویٰ میں باہم کیا تعلق ہے، اور کیا دعویٰ مکالمہ سے ختم نبوت کے عقیدہ کی نفی ہو جاتی ہے؟ عوام بلکہ خواص کے ذہنوں میں بھی الجھن ہے کہ یہ دونوں امور ایک دوسرے کے باہم متضاد و مخالف ہیں جہاں ختم نبوت پر ایمان ہوگا وہاں مکالمہ الٰہیہ کے دعوے کو تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور جہاں مکالمہ الٰہی مانا جائے وہاں لازماً ختم نبوت پر ایمان نہ ہوگا۔

آئین پاکستان میں احمدیہ جماعتوں کے بارہ میں موجودہ ترامیم کو پڑھ کر بھی یہی تاثر پیدا ہوتا ہے کیونکہ جہاں مدعی نبوت اور اس کے دعوے نبوت کو تسلیم کرنے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ وہاں اس کے ساتھ ہی اس جماعت کو بھی اسلام کی رکنیت سے خارج قرار دیا گیا ہے جو کسی کو مصلح تسلیم کرتی ہو۔ جماعت احمدیہ لاہور کا محکم عقیدہ نہ آج سے بلکہ ۱۹۱۴ء سے جب جماعت احمدیہ دو علیحدہ گروہوں میں تقسیم ہوئی یہی ہے کہ نہ صرف حضرت خاتم النبیین آخری نبی ہیں جن کے بعد سلسلہ نبوت بھی ختم ہو گیا ہے خواہ وہ کسی پرانے نبی کے نزول کی صورت میں ہو یا کسی نئے نبی کی آمد کی شکل میں ہو بلکہ جماعت لاہور کا یہ دعوے ہے کہ خود حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ کا دامن دعویٰ نبوت سے بکلی پاک و مبرا ہے۔ اپنے ان عقائد کی تائید و ثبوت میں جماعت لاہور گذشتہ اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں بے نظیر علم کلام شائع کر چکی ہے۔ بلکہ یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں کہ جس قدر لٹریچر ختم نبوت کے عقیدہ کی تائید میں اس جماعت کی طرف سے شائع ہوا اور کسی اور جماعت کی طرف سے نہیں ہوا، شدید مخالفین کو بھی اس امر کا اعتراف کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ واقعی تحفظ ختم نبوت کا جو قلمی جہاد جماعت لاہور نے کیا ہے اس کی دوسری مثال نہیں، اس کے ساتھ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کا دلی و یقینی اعتقاد محکم ہے کہ خود بانی سلسلہ حضرت مرزا غلام احمدؒ نے بھی دعوئے نبوت نہیں کیا بلکہ آپ نے ملہم من اللہ اور مجدد صد چہاردہم ہونے کا دعوے کیا جیسے اس حقیقت کو آپ نے اپنے اس شعر میں بھی مختصراً ادا کر دیا ہے ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

جماعت احمدیہ لاہور ببانگ دہل اس امر کا اعلان و اشتہار گذشتہ ساٹھ سال سے دیتی چلی آرہی ہے کہ بانی سلسلہؒ ختم نبوت کے عقیدہ پر اپنی آخری زندگی تک نہایت مضبوطی سے قائم رہے یہاں تک کہ آپ نزول مسیح ناصری کے قائلین کو اسی محکم عقیدہ ختم نبوت کی بناء پر ملزم قرار دیتے رہے اور کہتے رہے کہ جب تم لوگ ختم نبوت کے عقیدہ کے قائل ہو تو اس کے باوجود حضرت مسیح ناصری کا نزول بعد رسول اللہ صلعم کیسے گوارا کر سکتے ہو۔ آپ نے تو یہاں تک تحدی کی کہ مسیح ناصری اگر دوبارہ نازل ہوں اور اگر ان پر صرف اس قدر وحی ہو جائے کہ وہ قرآن و سنت کی پیروی کریں تو صرف یہی جملہ بھی ختم نبوت کی مہر توڑنے کے لئے کافی ہے، چہ جائیکہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر سے جاری ہو۔ وحی نبوت بعد رسول اللہ صلعم تاقیامت بند ہو چکی ہے پھر وہ کیسے جاری مانی جا سکتی ہے چاہے ایک فقرہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ وحی نبوت پر تو اس وقت سے بند ہونے کی مہر لگا دی گئی جس روز آیت الیوم اکملت لکم دینکم قرآن میں نازل ہوئی۔ جو انسان دوسروں کو ختم نبوت کے عقیدہ کے بارہ میں اس طرح ملزم کرتا ہو کیا کوئی ہوشمند انسان یہ مان سکتا ہے کہ وہ خود مدعی نبوت ہے؟ پھر کیا حضرت مرزا صاحبؒ نے مساجد میں قسمیں کھا کھا کر یہ اعلان نہیں فرمایا کہ آپ بعد رسول اللہ صلعم کسی مدعی نبوت کو کاذب و لعنتی اور کافر و دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں؟ کیا بعد ایسے اعلانوں کے یہ قابل تسلیم ہے کہ اب آپ خود ہی وحی نبوت کے نزول اور اجرائے نبوت کے مدعی بن کر کھڑے ہو گئے ہیں؟ خود آپ کے یہ اشعار پکار پکار کر اس حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں ؎

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال

لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہست او خیر الرسل خیر الانام — مہر نبوت را بر او شد اختتام

پھر کیا جماعت احمدیہ لاہور اجراء و ادعائے نبوت کے الزامات کی تردید میں ببانگ دہل جماعت ربوہ کو غلطی اور غلو کا مرتکب قرار نہیں دیتی رہی؟ کیا یہ سب حقائق دنیا سے اب تک مخفی ہیں؟

لیکن تاہم زمانہ کی بوالعجبی ملاحظہ ہو کہ بانی سلسلہ کی طرف غلط طور پر دعویٰ نبوت منسوب کرنے والے اور اس کی اعلانیہ تردید کرنے والے دونوں گروہوں کو ایک ہی فتوے کا مستحق سمجھا گیا ہے۔ یہ کونسا انصاف اور کونسی عقل سلیم کا تقاضا ہے؟ اگر ختم نبوت کے عقیدہ کو نہ ماننا اور بعد رسول اللہ صلعم نبوت کو جاری ماننا جرم و گناہ ہے تو اس کے مرتکبین تو وہی لوگ قرار دیئے جانا صحیح ہوں گے جو آنحضرتؐ کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے قائل ہوں، نہ وہ جماعت جس نے ایسے غلط عقائد کی تردید میں نصف صدی سے اوپر اپنی جد و جہد کا بیشتر حصہ وقف کر دیا ہو!

ہم نے جب پہلی مرتبہ قائلین اجرائے نبوت اور ان کی تردید کرنے والوں دونوں کو ایک ہی جرم کا مرتکب آئین پاکستان کی موجودہ ترامیم میں پایا تو بلاشک و شبہ یہ نتیجہ نکالا کہ یہ سیاست کی ادنیٰ کھیل ہے جسے دین حق اور انصاف سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں اور ہمیں یہ شبہ ہوا کہ اگر بانیٔ سلسلہ کی طرف نبوت کا دعوے منسوب کرنے والی جماعت اور اس کے برخلاف دوسری جماعت جو ان کے رد میں اپنا خون پسینہ ایک کر چکی ہو۔ (مگر بانی سلسلہ کو مصلح و مجدد مانتی ہو) دونوں ایک ہی صف یعنی منکرین ختم نبوت میں شمار کی جا سکتی ہیں تو اس کا مطلب تو یہ نکلا کہ نہ صرف دعوئے نبوت جرم ہے بلکہ مجوزین ترامیم کے نزدیک مجددیت و مصلحیت کا دعوے کرنا بھی عقیدہ ختم نبوت کے منافی و نقیض بڑا اور جرم ہے۔

ہماری حیرت کی انتہاء نہ رہی جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کا متذکرہ بالا مفروضہ ہمارا محض منطقی استدلال ہی نہیں۔ بلکہ اب جماعت احمدیہ لاہور کی مخالفت کرنے والوں نے عین یہی موقف اختیار کر لیا ہوا ہے۔ ان اصحاب کے نزدیک نہ صرف مدعی نبوت اور اس کی نبوت پر ایمان لانے والے، ختم نبوت کے منکر اور اس لئے کافر ہیں بلکہ کسی شخص کے دعوئے ملہمیت اور مجددیت کو ماننا بھی عقیدۂ ختم نبوت کے منافی و نقیض ہے اس لئے ایسی جماعت کو جو کسی شخص کے دعوئے مصلحیت و مجددیت پر ایمان لاتی ہے کو بھی ان کے نزدیک عقیدۂ ختم نبوت کا منکر قرار دے کر خارج از اسلام کرنا درست و صحیح ہے۔ چنانچہ جماعت اسلامی کا ہفت روزہ اخبار "ایشیا" اپنے شمارہ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۴ء میں یوں رقمطراز ہے:—

"وہ (لاہوری احمدی) تقریباً پچاس برس سے قادیانیوں سے نبرد آزما رہے ہیں اس بات پر کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوے نہیں کیا بلکہ صرف مجددیت کا دعوے کیا ہے ہم نے ان کو بار بار سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ مسئلہ ختم نبوت، مجددیت یا محدثیت یا اسی قسم کی دوسری اصطلاحوں کا نہیں اصل مسئلہ دعوے کا ہے۔ دعوے کے بعد مدعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر نبوت کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور نبوت کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کا فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے یہ ہے کہ جو شخص اس دروازے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا، ہم اس کی آنکھ پھوڑ دیں گے اور جو شخص باب ختم نبوت کو ہاتھ لگائے گا ہاتھ کاٹ دیں گے۔"

ہم تو اب تک یہی سمجھتے رہے کہ امت مسلمہ میں مصلحین ربانی اور مجددین خدائی کا آنا ایک محکم و مسلم عقیدہ ہے جس کا انکار کسی مسلم یا اہل علم جماعت نے کبھی نہیں کیا لیکن ہفت روزہ "ایشیا" کی اس تحریر کا کیا مطلب سمجھیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ:—

حضرت مجدد صدی چہاردہم سلام اللہ علیہ

مجھے مسیح موعود مان لینے میں فائدہ ہی فائدہ ہے

واضح ہو کہ یہ بات نہایت صاف اور روشن ہے کہ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے وہ لوگ ہر یک خطرہ کی حالت سے محفوظ اور معصوم ہیں اور کئی طرح کے ثواب اور اجر اور قوت ایمانی کے وہ مستحق ٹھہر گئے ہیں۔ **اوّل** یہ کہ انہوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا ہے اور اس کو مفتری یا کذاب نہیں ٹھہرایا اور اسکی نسبت کسی طرح کے شکوک فاسدہ کو دل میں جگہ نہیں دی۔ اس وجہ سے اس ثواب کا انہیں استحقاق حاصل ہوا کہ جو بھائی پر نیک ظن رکھنے کی حالت میں ملتا ہے۔ **دوسری** یہ کہ وہ حق کے قبول کرنے کے وقت کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرے اور نہ نفسانی جذبات ان پر غالب ہو سکے اس وجہ سے وہ ثواب کے مستحق ٹھہر گئے کہ انہوں نے دعوت حق کو پا کر اور ایک ربانی منادی کی آواز سُنکر پیغام کو قبول کر لیا اور کسی طرح کی روک سے نہیں رُک سکے۔ **تیسری** یہ کہ پیشگوئی کے مصداق پر ایمان لانے کی وجہ سے وہ ان تمام وساوس سے مخلصی پا گئے کہ جو انتظار کرتے کرتے ایک دن پیدا ہو جاتے ہیں اور آخر یاس کی حالت میں ایمان دور ہو جانے کا موجب ٹھہرتے ہیں اور ان سعید لوگوں نے نہ صرف خطرات مذکورہ بالا سے مخلصی پائی بلکہ خدائے تعالیٰ کا ایک نشان اور اس کے نبی کی پیشگوئی اپنی زندگی میں پوری ہوتی دیکھ کر ایمانی قوت میں بہت ترقی کر گئے اور انکے سماعی ایمان پر ایک معرفت کا رنگ آگیا۔ اب وہ ان تمام حیرتوں سے چھوٹ گئے جو ان پیشگوئیوں کے بارہ میں دلوں میں پیدا ہوا کرتی ہیں جو پوری ہونے میں نہیں آتیں **چوتھی** یہ کہ وہ خدائے تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لا کر اس سخط اور غضب الٰہی سے بچ گئے جو اُن نافرمانوں پر ہوتا ہے کہ جن کے حصہ میں بجز تکذیب و انکار کے کچھ نہیں۔ **پانچویں** یہ کہ وہ ان فیوض و برکات کے مستحق ٹھہر گئے جو ان مخلص لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جو حسن ظن سے اس شخص کو قبول کر لیتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ یہ تو وہ فوائد ہیں کہ جو انشاء اللہ الکریم ان سعید لوگوں کو بفضلہ تعالیٰ ملیں گے جنہوں نے اس عاجز کو قبول کر لیا ہے لیکن جو لوگ قبول نہیں کرتے وہ ان تمام سعادتوں سے محروم ہیں اور ان کا یہ وہم بھی لغو ہے کہ قبول کرنے کی حالت میں نقصان دین کا اندیشہ ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ نقصان دین کس وجہ سے ہو سکتا ہے نقصان تو اس صورت میں ہوتا کہ اگر یہ عاجز برخلاف تعلیم اسلام کے کسی اور نئی تعلیم پر چلنے کیلئے انہیں مجبور کرتا مثلاً کسی حلال چیز کو حرام یا حرام کو حلال بتلاتا یا اُن ایمانی عقائد میں جو نجات کیلئے ضروری ہیں کچھ فرق ڈالتا یا یہ کہ صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ وغیرہ اعمال شرعیہ میں کچھ بڑھاتا یا گھٹا دیتا مثلاً پانچ وقت کی نماز کی جگہ دس وقت کی نماز کر دیتا یا دو وقت ہی رہنے دیتا یا ایک مہینہ کی جگہ دو مہینے کے روزے فرض کر دیتا یا اس سے کم کی طرف توجہ دلاتا تو بیشک سراسر نقصان بلکہ کفر و خسران تھا لیکن جس حالت میں یہ عاجز بار بار یہی کہتا ہے کہ اے بھائیو میں کوئی نیا دین یا نئی تعلیم لیکر نہیں آیا بلکہ میں بھی تم میں سے اور تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں اور ہم مسلمانوں کے لئے بجز قرآن شریف اور کوئی دوسری کتاب نہیں جس پر عمل کریں یا عمل کرنے کے لئے دوسروں کو ہدایت دیں اور بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلعم کے اور کوئی ہمارے لئے ہادی اور مقتدا نہیں جس کی پیروی ہم کریں یا دوسروں سے کرانا چاہیں تو پھر ایک متدین مسلمان کے لئے میرے اس دعویٰ پر ایمان لانا جس کی الہام الٰہی پر بناء ہے کونسی اندیشہ کی جگہ ہے؟ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۲)

احباب ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی ضرور پڑھا کریں

تسبیح و تحمید کے ساتھ اپنے اندر صفاتِ الٰہی کا رنگ پیدا کرو

خطبہ جمعہ: ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۴ء - فرمودہ محترم میرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے - جامع احمدیہ، لاہور

اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ - یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم —— (البقرۃ - ۲۵۵) ——

(مرتبہ: عبدالرؤف کھوکھر)

فرمایا: یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے - آیت الکرسی کے نام سے معروف ہے - آیت الکرسی کے بیشمار فضائل احادیث میں بیان ہوئے ہیں - ابتلاؤں اور مصیبتوں سے بچنے کے لئے اسے پڑھا جاتا ہے، ہماری والدہ مرحومہ فرمایا کرتی تھیں کہ اس کو پڑھ کر سونے سے ڈراؤنے خواب نہیں آتے - اور اس کی برکت سے بُرے خوابوں سے انسان کی حفاظت ہوتی ہے - ڈر اور خوف کے وقت پڑھ کر اپنے جسم پر اسے پھونکا جاتا ہے - میں ان باتوں کی تردید و تغلیط نہیں کرتا - لوگ اپنی بیماریوں کا علاج بھی اس سے کرتے ہیں - لیکن میں اس بات سے متنبہ کرنا چاہتا ہوں - وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کوئی جنتر منتر کی کتاب نہیں ہے - بلکہ یہ عمل کے لئے ہے یہ قوانینِ الٰہیہ کا مجموعہ ہے - جن پر عمل کے بغیر ہم دنیا میں کامیاب زندگی نہیں گذار سکتے - اس میں انسانی زندگی کے لئے قابلِ عمل قوانین موجود ہیں - آیت الکرسی کی مانند آیت کریمہ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین، کو کثرت سے ورد کیا جاتا اور دفع مصائب کے لئے اس کو لاکھ لاکھ مرتبہ پڑھا جاتا ہے - یہ ایک نبی حضرت یونس علیہ السلام کی دُعا ہے جس کی برکت سے آپ کو ایک بہت بڑے غم سے نجات ملی تھی۔

لوگ تسبیح یا چنے کے دانوں سے اس کا شمار کرتے ہیں - مرنے والے شخص کو سورۃ یٰسین ...... اس کی جان آسانی سے نکلنے کے لئے بھی سنائی جاتی ہے - ایسا ہوگا - مگر قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد دنیا میں کامیاب و کامران زندگی گذارنا اور خدا کی خوشنودی کی راہیں انسان کو بتانا ہے - ان راستوں پر چلنے سے انسان کی دنیا اور دین دونوں سنورتے ہیں فرمایا: اللہ لا الٰہ الا ھو - اللہ وہ ہے - کہ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں - الحیّ القیوم - خود زندہ (اور) زندگی بخشنے والا - لا تاخذہ سنۃ ولا نوم - جسے نہ اُونگھ آتی ہے - نہ نیند - یعنی جو اپنی کائنات سے پل بھر کے لئے بھی غافل نہیں ہوتا - اور نہ تھکتا ہے - لہ ما فی السموات وما فی الارض - اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ - کون ہے - جو اس کی اجازت اور اذن کے بغیر اس کے ہاں کسی کی سفارش کر سکے - اس جگہ مجھے ایک واقعہ یاد آگیا - نواب محمد علی مرحوم کا لڑکا سخت بیمار ہوگیا اور مایوسی کی حالت پیدا ہوگئی - نواب صاحب مرحوم نے حضرت صاحب سے دعا کی درخواست کی - حضور نے دُعا فرمائی کہ اگر صحت اس بچّہ کے مقدر میں نہیں ہے تو میں اس کی سفارش کرتا ہوں کہ اس پر رحم فرمایا جائے - تو آپ کو بڑے رُعب ناک انداز سے یہی آیت الہام ہوئی جس سے حضور کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی - اور حضور نے استغفار فرمائی - پھر الہام ہُوا - انک انت المجاز یعنی اب آپ سفارش کر سکتے ہیں - چنانچہ وہ لڑکا بعد میں تندرست ہوگیا - حضرت صاحب نے تسبیح و تحمید پر بڑا زور دیا ہے - اور فرمایا ہے - کہ بکثرت تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنا چاہیئے - مگر اس کا فائدہ جب ہی ہے - کہ آپ جب زبان سے خدا کو سبحان قرار دیں تو اس کا اثر اپنے دل پر بھی وارد کریں کہ اس صفتِ الٰہی کا پرتو کچھ آپ میں بھی نظر آئے تسبیح کیا ہے اس بات کا اقرار کہ اللہ پاک ہے - اور جب انسان تسبیح کر رہا ہو تو اس کا مفہوم اس کے دل پر وارد ہو - اور اسے یہ احساس ہو کہ اس صفتِ الٰہی میں مجھے بھی شریک ہونا چاہیئے اگر میں اللہ کو بے عیب قرار دوں تو مجھ میں بھی اسی اقرار کی کچھ برکت نظر آئے - سو ہمیں تسبیح و تحمید اور درود شریف کی برکات کو حاصل کرنے کی ... کوشش کرنی چاہیئے - آیت الکرسی کی افادیت میں بڑی برکت و عظمت بیان کی گئی ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد اسے ضرور پڑھنا چاہیئے - اس آیت میں خدا تعالیٰ کی عظیم صفات کا ذکر کیا گیا ہے - ہر ہر لفظ اور سطر میں اللہ تعالیٰ کی صفت بیان ہوئی ہے - قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے ننانویں 99 نام بیان ہوئے ہیں - اور ہر نام اپنے اندر ایک الگ تاثیر رکھتا ہے - وہ حیّ و قیّوم ہے - اس دُعا: یا حیّ یا قیّوم برحمتک استغیث میں انہی دو ناموں حیّ اور قیّوم کو واسطہ بنایا جاتا ہے - یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم - اور جو کچھ انسانوں کے آگے پیچھے ہے اسے وہ خوب جانتا ہے - ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء اور کوئی اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا مگر جتنے پر وہ کسی کو آگاہ کرنا چاہے - آگے فرماتا ہے وسع کرسیہ السموات والارض - اس کی حکومت زمین و آسمان پر محیط ہے - بظاہر بیٹھنے کی چیز کو کرسی کہتے ہیں - مگر قرآن کریم میں اس سے مراد خدا تعالیٰ کا علم اور اس کی سلطنت ہے - یعنے اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کا اختیار ساری کائنات پر حاوی ہے - ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم - وہ ان سب کی حفاظت کرتا ہے - اور یہ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں - وہ بڑا عالیشان اور عظمت والا ہے - خدا کی علو مرتبت کا یہاں ذکر ہے - علی العظیم - دو صفات الٰہی ہیں - یہ مختصراً اس آیت کی تفسیر ہے - میں چاہتا ہوں کہ احباب آجکل دعاؤں پر خاص زور دیں، اور خصوصیت سے سنّت رسولؐ پر عمل کریں - ہم اس وقت ایک گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں - لہذا پُورے زور سے خدا تعالیٰ کے حضور گرگڑا کر عاجزی اور الحاح سے دُعا کریں کہ اللہ پاک ان مصائب سے نجات دے - دوست ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی ضرور پڑھا کریں - یہ عمل کا وقت ہے - تخلقوا باخلاق اللہ کا نمونہ پیش کریں - اور ارشاد ربانی صبغۃ اللہ، ومن احسن من اللہ صبغۃ کی کیفیت میں رنگے جائیں اور رجوع الی اللہ کریں - تاکہ آپ کے قلوب میں پاک تبدیلی پیدا ہو - نیز حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کے لئے بھی دُعا کریں ؛

انجمن خواتین احمدیہ کا سالانہ انتخاب

انجمن خواتین احمدیہ لاہور شاخ کا آئندہ اجلاس بتاریخ ۶ نومبر ۱۹۷۴ء بروز بدھ بوقت تین بجے بعد دوپہر بیگم صاحبہ بشیر احمد صاحب کی کوٹھی واقع 89 - سی بلاک - ماڈل ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوگا اس میں آئندہ سال کے لئے تنظیم خواتین کے عہدیداران کا انتخاب بھی ہوگا - جملہ ممبران سے شرکت کی درخواست ہے -

ایجنڈا

(۱) تلاوت قرآن پاک

(۲) تعزیتی قرارداد بر وفات کرنل سعید احمد صاحب

(۳) توثیق کاروائی گذشتہ اجلاس

(۴) منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۵) سالانہ رپورٹ

(۶) انتخاب عہدیداران برائے آئندہ سال

نوٹ: براہ مہربانی وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں۔

نسرین گل محمد - سیکرٹری انجمن خواتین احمدیہ لاہور شاخ لاہور

ہماری دینی ذمّہ داریوں میں اضافہ

آج سے کوئی سو سال قبل اسلام اور داعیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کفر کی یلغار اور مقابلے میں مسلمانوں کی سیاسی، مجلسی، علمی اور اخلاقی پستی و بے بسی سے مضطرب ہو کر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سلام اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر دشمن کے مقابلے پر کمر ہمت و عزیمت باندھی۔ دلائل و براہین نیرہ سے قرآن حکیم اور سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت کرنے کے لئے "براہین احمدیہ" ایسی بے نظیر کتاب تصنیف کی، لیکن اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ حکم الٰہی سے تائید و فتح اسلام کے لئے علمی، قلمی، مالی، لسانی جہاد کے لئے ایک جماعت کی تشکیل کی، تاکہ آپ کی نگرانی میں جہاں باعمل مسلمانوں کا ایک کتاب و سنّت کا متبع گروہ تیار ہو کر مسلمانوں میں قومی ہستی و عظمت کا شعور پیدا کرے اور اپنے نمونے اور تعلق باللہ سے ادیان عالم پر اسلام کی روحانی تاثیرات کا ثبوت بہم پہنچا دے وہاں وہ سب باتوں سے منہ موڑ کر اپنی تمام مادی قوتیں اور ذہنی صلاحیتیں دنیا میں نشر و اشاعت قرآن و سنّت پر صرف کر دے۔ آپ نے جس تڑپ، جذبے، خلوص استقامت اور تبتل الی اللہ کے ساتھ یہ فریضہ انجام دیا، آپ کے دم واپسیں پر آپ کے اشد مخالفین نے بھی اس کی کامیابی کا اعتراف کیا۔

اس کے باوجود ظواہر پرست کج بینوں کا ایک گروہ آپ کی مخالفت پر تلا رہا، اور سیاسی مفادات اور مصلحتوں کے زیر اثر یہ مخالفت اہل دین کے ہاتھوں سے نکل کر سیاسی اقتدار کے پرستاروں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ مختلف پارٹیوں نے تحریک احمدیت کی معاندت اور دشمنی کی آڑ میں ایک دوسرے کو پچھاڑ کر اقتدار حکومت ہاتھ میں لینے کو مقصود بنا لیا، اور اس طرح جو جماعتیں قیام پاکستان کی مخالفت میں بدنام ہو چکی تھیں، انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کے ذریعے چور دروازے سے قوم میں مقبولیت حاصل کرنے اور ایک دوسرے کو شکست دینے کی سعی کی اور چونکہ انہیں دینی بہبود اور اتحاد قوم سے چنداں غرض نہ تھی اس لئے انہوں نے اسلام کے انتہائی خدمت شعار، دیندار، خدا پرست اور مخلص گروہ کو پاکستان میں (جس نے قیام پاکستان میں بہت زیادہ قربانی دی تھی) آئینی طور پر مسلمانوں سے الگ کر دیا۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ } آٹھ ستمبر کی صبح کو ان سیاسی طالع آزماؤں کے اخبارات اور رسالے جَاءَ الْحَقُّ ـــــ کی شہ سرخیوں سے مزین ہو گئے۔ حق کی اس فتح کے پس منظر میں جہاد کے ان چار ماہ کی غبار آلود مدت بھی ہے۔ جس میں "غلبۂ حق" کے لئے مساجد کو جلایا گیا قرآن حکیم، کتب احادیث اور اسلامی کتابوں کو نذر آتش کیا گیا، بے کس و کمزور مسلمانوں کے مکانوں کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ بیسیوں مردوں عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور زندہ جلا دیا گیا۔ کروڑوں روپے کا سامان لوٹا گیا، عورتوں، بچوں، ضعیفوں پر پانی، دودھ اور اشیائے ضروریات کے دروازے بند کر دیئے گئے اور خنجر کی نوک اور بندوق کی گولی کی دلیل و حجت قاطعہ سے بیسیوں انسانوں کو قائل کیا گیا کہ "اسلام دین برحق ہے" ـــ

جَاءَ الْحَق ـــــ اب حق آگیا ہے اس لئے ہمارے مخالفوں کی مساجد چھین لو، انہیں اذان دینے کا کوئی حق نہیں، یہ روزے کیوں رکھیں، ان کی مساجد میں تراویح کی نماز کیوں ہو، ان کے درس قرآن بند کرو، ان کی جائدادیں ضبط کر لو، انہیں ملازمتوں سے نکال دو، اور انہیں ملک سے بھاگنے پر مجبور کر دو، انہیں دوبارہ مسلمان بنا لو ـــــ یا انہیں ـــــ، کیوں؟ **اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ** ـ

بڑے بنے تھے مبلغین اسلام! ان کو اپنی دینداری، دیانت، شرافت، ایثار اور قربانی کا کتنا زعم تھا اور آئے دن ہمارے کان کھا لئے تھے کہ ہم نے قرآن کریم کے تراجم دنیا میں پھیلائے ہیں، ہم نے یورپ کے تثلیث کدوں میں مساجد تعمیر کی ہیں، ہم نے لاکھوں اور کروڑوں غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچایا ہے، ہمارے گھروں میں صوم و صلوٰۃ کی پابندی ہے اور ہمارے اراکین احمدیت ـ جوان، بچے، بوڑھے، زن و مرد ـــــ اسلامی شرافت، نیکی اور پرہیزگاری کا نمونہ ہیں ـــــ **جہاد** ـــــ کی اس مہم میں سب شریک تھے ـ مولوی، پیر، عوام، دہریئے، سوشلسٹ، کمیونسٹ، مودودی، پرویزی، منکرین حدیث، اخلاق و شرافت و انسانیت کے علمبردار ـــــ "قیام حق" کی اس مہم میں انسانیت لٹتی رہی ـ مذہب کا منہ چڑایا جاتا رہا، رقص ابلیس ہوتا رہا، شیطنت دنیا سر پیٹتی رہی، ادب و تہذیب ماتم کناں رہے ـ لیکن بڑے بڑے عالم، ڈاکٹر، فلسفی، پروفیسر، علامۃ الدہر، معلمین اخلاق، سیاست دان، مظلوموں کے غم میں ہلاک ہونے والے مدیر ـــــ سب کی زبانوں پر تالے لگ گئے، قلم ٹوٹ گئے، ہاتھ شل ہو گئے، بزدل؟ انسانیت سے عاری؟ انسانی خون کے پیاسے؟ ابلیس **منکم رجل رشید!**

کیا ان ہی پرستاران حق } کی تعریف میں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے نہیں لکھا تھا: ـــ

"یہاں جس قوم کا نام مسلمان ہے، وہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگوں سے بھری ہوئی ہے ـ کیرکٹر کے اعتبار سے جتنے ٹائپ کافر قوموں میں پائے جاتے ہیں اتنے ہی اس قوم میں بھی موجود ہیں ـ عدالتوں میں جھوٹی گواہیاں دینے والے جس قدر کافر قومیں فراہم کرتی ہیں ـ غالباً اسی تناسب سے یہ بھی فراہم کرتی ہیں، رشوت، چوری، زنا، جھوٹ اور دوسرے ذمائم اخلاق میں یہ کسی سے کم نہیں" (سیاسی کشمکش حصہ سوم)

اور جناب امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

"اس وقت کے مسلمانوں کا جائزہ لیجئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ان کی اقسام بے شمار ہیں ـ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں سانپوں کی قسمیں گن سکتے ہیں ـ مگر مسلمانوں کی اقسام شمار نہیں کی جا سکتیں"۔ (دعوت اسلامی)

(یہ دونو حوالے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تصنیف "تحریک جماعت اسلامی" صفحہ ۴۸ سے ماخوذ ہیں)

ہماری تبلیغی مشکلات } مذکورہ بالا سطور کے مخاطب ہمارے مخالف نہیں ہیں ـ بلکہ خود جماعت کے احباب ہیں اور ہم جماعت کے بچے بچے سے توقع، امید بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہماری معروضات کو توجہ سے پڑھیں گے ـ آج ۱۹۷۴ء میں ہمارے سامنے اشاعت دین کی راہ میں جو پہاڑ ہیں، ان کی موجودگی اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم حالات کے مالہ و ماعلیہ کا گہرا اور ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں، اس سے پہلے ہمارے سامنے صرف یہ کام تھا کہ ہم قرآن و سنت کی تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کریں اور لوگوں کو ہمنوا بنا لیں، لیکن آج اسلام کے مدعی مسلمان نے اس ملک میں حکومت اور ہیئت اجتماعیہ کے سائے میں جس کردار کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے دشمنوں کے ان دعاوی کو تقویت ملی ہے کہ مسلمان لٹیرے تھے، اور انہوں نے تلوار کے ذریعے دنیا میں اسلام کو پھیلایا تھا ـ پاکستان میں گذشتہ چار ماہ میں جو کچھ اسلام کے نام پر ہوا، اسے کبھی دینی سطح پر یہ کہہ کر درست نہیں قرار دیا جا سکتا کہ دنیا کے دوسرے ممالک میں اس سے زیادہ مظالم ہوتے ہیں ـ کیونکہ ایک بدی کو کسی دوسرے ملک کی بدی سے درست ثابت نہیں کیا جا سکتا، بالخصوص جب کہ بہت سے دوسرے ممالک میں مذہب کے نام پر جور و ستم کو صدیوں پہلے ختم کر دیا گیا ـ پھر گذشتہ چار ماہ میں مسلمانوں کا طرز عمل اسلام کی مقدس و بلند پایہ تعلیم اور حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے بالکل خلاف ہے اور اس سلسلے میں اگر ہمیں ایک طرف ان مسلمانوں کو ہلاکت سے بچا کر تعلیمات اسلام پر قائم کرنا ہے تو دوسری طرف ان افعال قبیح سے بچا کر غیر مسلم دنیا کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنا ہے ـ

اِسلئے کیا اب ہمارا غلبۂ اسلام کا مشن پہلے سے زیادہ مشکلات میں گھر نہیں گیا؟ یقیناً گھر گیا ہے ـ ہماری تبلیغی مساعی کے لئے مشکلات پیدا ہو چکی ہیں مسلمان اپنی عملی زندگی، اسلام سے بے خبری اور عدم یقین کے زیر اثر غیر شعوری طور پر ہماری راہ میں رکاوٹ ہے، اعلیٰ سطح پر پروپیگنڈہ ترویج اسلام کی راہ میں دیواریں استوار کر رہا ہے خارجی طاقتیں داخلی انتشار کو ہوا دے کر اسلام کے متعلق نفرت کو ابھار رہی ہیں ـ پس ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم خود اپنی زندگیاں کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھال لیں، ہمارا کوئی بھی انفرادی یا اجتماعی قدم قرآن و سنت سے باہر نہ اٹھے اور اس مقصد کے لئے کسی کی محبت یا دشمنی ہمیں جادۂ ہدایت و استقامت سے نہ ہٹائے ـ اگر ہم نے یہ نہ کیا اور

دہریت، تشکیک اور عدم یقین کی
ہم سے زیادہ بدقسمت کون ہوگا؟
ہیں۔ کہ ہمیں خدا، رسول، اور تعلیمات
وقت ممکن ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ
ہوجائیں اور ہم علیٰ وجہ البصیرت
کرسکیں اور پھر دین کو دنیا پر مقدم

روشنی کا مینار ثابت نہ ہوسکے تو
خود یقین و عمل اس بات کا تقاضا کرتے
زیادہ سے زیادہ معرفت حاصل ہو اور یہ اسی
اس قدر زیادہ مطالعہ کریں کہ ہم قنافی الکتاب
، ہر قوم، ہر مذہب کے مقابل اسے پیش
نے اپنی تمام صلاحیتیں اور استعدادیں
غلبۂ اسلام کے لئے وقف کردیں۔

مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے امام کا ارشاد ہے

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہدار — آخر کنند دعوئ حُبِّ پیمبرم

وہ دین سے بے خبر ضرور ہیں۔ دین کے دشمن نہیں۔ دین کے فدائی ہیں۔ لیکن انہیں بے علم رکھا جاتا ہے، گمراہ کیا جاتا ہے اور دین کے ساتھ ان کی محبت کا استحصال کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ ہماری انتہائی محبت، ایثار اور خدمت کے مستحق ہیں تاکہ وہ اسلام کی اقدار حیات و اخلاق پر کاربند ہو کر دنیا و آخرت میں نعمائے الٰہی سے بہرہ ور ہوں اور اقوام عالم میں اپنے پاکیزہ نمونہ سے اسلام کی تبلیغ و صداقت پر نشان بن جائیں۔

اس سلسلہ میں اپنے دلوں میں ان کے لئے وہ تڑپ پیدا کیجئے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مطہر میں اپنی قوم کے لئے تھی۔ جس کے تصدیق میں خدا نے فرمایا: "کیا آپ ان کی ہدایت کے لئے اپنے آپ کو ہلاک کرلیں گے" (الشعراء) "آپ ان کی ہدایت کی خاطر افسوس کرتے کرتے جان کو خطرے میں نہ ڈالئے" (فاطر) "یہ آپ کی بات نہیں مانتے تو رنجیدہ نہ ہوئیے" (لقمان) جب تک ہمارے قلوب میں اپنے بھائیوں کے لئے سوز و گداز نہیں ہوگا، اور ہم ان کے بے رخی سے بے نیاز ہوکر ہر قیمت پر ہمدردی، ایثار، خدمت اور قربانی نہیں دیں گے۔ ان کے دکھ درد میں شریک نہیں ہوں گے، ہم اسوۂ حسنہ سے دور رہوں گے، پس ہمیں چاہیئے کہ اپنی زندگیوں کا از سرِ نو جائزہ لیں اور تلخی ایام کو آبِ حیات سمجھ کر نوشِ جاں کریں، اور محض رضائے الٰہی کی خاطر قدم آگے سے آگے بڑھائیں۔ فان نصر اللہ قریبا۔

اخبار و افکار

(محترم مولانا دوست محمد صاحب)

مودودی پروفیسر کا کذب صریح

مودودی اخبار ایشیا (مؤرخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۴ء) میں قومی اسمبلی میں مودودی جماعت کے نمائندہ پروفیسر غفور احمد کے ایک لیکچر کی رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں ربواہی خلیفہ مرزا ناصر احمد صاحب کے ساتھ ممبران قومی اسمبلی کے سوالات و جوابات کی روئداد نہایت غیر معقول پیرایہ میں دینے کے لئے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ

"یہی معاملہ لاہوری گروہ کے سربراہ صدرالدین کے ساتھ پیش آیا ان صاحب نے بھی الٹ پھیر کے بعد ...... یہ تسلیم کرلیا کہ جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد و مصلح نہیں مانتے وہ حقیقی مسلمان نہیں ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ ماننے والے حقیقی مسلمان نہیں ہیں تو پھر کیا ہیں یہ صاحب بھی اپنے فن کے بادشاہ نکلے فوراً کہنے لگے کہ وہ لوگ سیاسی مسلمان ہیں"

یا کذب تیرا آسرا، معلوم ہوتا ہے پروفیسر...... غفور احمد نے اس بیان میں مودودی شریعت کے اس فرمان کی تعمیل کی ہے کہ

"عملی زندگی کی بعض ضرورتیں ایسی ہیں جن کی خاطر جھوٹ کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ بعض حالات میں اس کے وجوب تک کا فتویٰ دیا گیا ہے"

(ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۸ء)

اسی کذب بیانی کے وجوب کی وضاحت پروفیسر غفور احمد نے مندرجہ بالا بیان میں نہایت شاطرانہ طریق سے کی ہے ورنہ اگر اس میں ذرا بھی صداقت ہے تو ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ پروفیسر صاحب قومی اسمبلی کے ٹیپ ریکارڈ سے سپیکر اسمبلی کی تصدیق کے ساتھ اپنے اس بیان کی صداقت ثابت کریں ورنہ قرآن کا فتویٰ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے سوائے اور کیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم حکومت سے یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ جس حالت میں قومی اسمبلی میں جماعت احمدیہ کے بیانات کو خفیہ رکھنا ضروری قرار دیا گیا تھا۔ پروفیسر غفور احمد کو ایسے جھوٹے بیانات دینے کی چھٹی کیسے مل گئی اور مودودی اخبار ایشیا کو ان کذب بیانیوں کی تشہیر کا حق کس طرح حاصل ہوگیا؟

قادیانیت کا ہوّا

کچھ دنوں سے قادیانیت مولانا مودودی اور ان کے پیروؤں کو مختلف قسم کی مہیب شکلوں میں خواب کر دکھائی دے رہی ہے جس سے ان کے دل و دماغ ترساں و لرزاں ہو رہے ہیں، کبھی انہیں قادیانیت ایک زخم خوردہ سانپ کی صورت میں نظر آتی ہے جس کے ڈسنے کے خوف سے لرزہ براندام ہوکر وہ حکومت سے فریاد کرتے ہیں کہ للہ اس سانپ کے ڈسنے سے انہیں بچایا جائے، کبھی پاکستان کی کلیدی اسامیوں پر کسی قادیانی کا تقرر انہیں خوف زدہ کر دیتا ہے کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو شاید یہ المناک موقعہ پیش آجائے کہ ہم ایک رات سوئیں مسلمان ریاست میں اور اٹھیں تو وہ قادیانی ریاست میں بدل چکی ہو"۔ کبھی بیرون ملک قادیانیت کے اثر و نفوذ کو دیکھ کر انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ پاکستان میں اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد دوسرے ممالک میں اس کی مقبولیت زیادہ ہوجائیگی جس کو مٹانے کے لئے مولانا کا تقدس وہاں کے مسلمانوں کو یہ فریب دینے کی سفارش کرتا ہے کہ یہ "مذہبی گروہ نہیں بلکہ ایک سیاسی گروہ ہے اور ایک زمانے میں انگریزوں کے لئے جاسوسی کرتا رہا ہے"۔ کبھی انہیں فکر ہوتا ہے کہ غیر ممالک میں قادیانی لوگوں کو صرف اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ ان کے اندر "مفروضہ نبی نبوت" کا زہر پھیلا کر انہیں اسلام سے منحرف کرنے کی کوشش کریں گے لیکن مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پرانا نبی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے آنے سے اسلام کو جو نقصان پہنچ سکتا ہے اس کی پروا مولانا کو نہیں)۔ اس کے ساتھ یہ خوف بھی انہیں کھائے

جارہا ہے کہ قادیانی اقلیت کو حکومت نے جو نام نہاد تحفظ دے دیا ہے، اس سے فائدہ اٹھا کر وہ امریکہ کے یہودیوں کی طرح اکثریت پر تسلط حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، اس لئے ان کی خواہش ہے کہ حکومت اس کی جڑیں کاٹنے میں تساہل نہ کرے۔

غرض مولانا کو قادیانیت طرح طرح کی مہیب شکلوں میں دکھائی دے رہی ہے، جن سے خوف زدہ ہو کر وہ حکومت سے فریاد کر رہے ہیں کہ اس اقلیت کو صفحہ ہستی سے مٹا کر انہیں اس کی ہیبت سے نجات دلائی جائے یہ سب خوف و ہراس کی باتیں مولانا نے وکلا کی ایک مجلس میں بیان کی ہیں جو ۱۲ اکتوبر کو ان کی قیام گاہ میں منعقد ہوئی اور ۲۰ اکتوبر کے اخبار میں اس کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔

مولانا کے اس خوف و ہراس میں ہمیں ان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ لاکھ جتن کریں اور حکومت کے ساتھ مل کر مامور الٰہی کے قائم کردہ اس سلسلہ کو نیست و نابود کرنے کی پوری کوشش کریں جو کچھ عرصہ کے لئے کامیاب بھی ہوجائے۔ تاہم وقت آئے گا کہ ان کی پیدا کردہ غلط فہمیاں ختم ہو کر یہ سلسلہ پوری آب و تاب کے ساتھ پھولتا پھلتا نظر آئے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مامور کے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ لا نبقی لک من المخزیات ذکراً۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی صداقت ثابت کر دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مولانا کو سوچنا چاہیئے کہ کہیں یہ زور آور حملے ان کی امنگوں کے خلاف خود ان کی جماعت اسلامی کو ختم کرنے کا موجب نہ ہوں۔

محترم مولانا دوست محمد صاحب

اُمّتی نبی ــــــ آخری نبی

قادیانی ہفت روزہ "لاہور" مؤرخہ ۱۲/ اکتوبر ۱۹۷۴ء میں ایک مضمون بعنوان "اختلاف صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں ہے" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس میں ختم نبوت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"جماعت احمدیہ کے مخالف علماء کے نزدیک خاتم النبیین کے صرف یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، جماعت احمدیہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی یقین کرتی ہے۔"

یہ الفاظ پڑھ کر ہمیں خوشی ہوئی، لیکن اس کے ساتھ ہی آخری نبی کی یہ تشریح دیکھ کر افسوس ہوا کہ :-

"انہی معنوں میں خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں فرمایا ہے انی اٰخر الانبیاء و انّ مسجدی اٰخر المساجد۔ یعنی میرے بعد میری طرح کوئی شارع اور مستقل) نبی آسکتا ہے اور نہ میری مسجد کے بعد کوئی مسجد بنانا جائز ہے جو عبادت کے کسی نئے طریقے کو جاری کرنے کے لئے بنائی جائے، البتہ جس طرح مسجد نبوی کی ظلیت میں اس کے تابع مساجد کا بنانا جائز ہے اور ایسی مساجد کا بنانا مسجد نبوی کے آخری مسجد ہونے میں مانع نہیں ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اُمّتی نبی کا آنا آپؐ کے آخری نبی ہونے میں روک نہیں کیونکہ اُمّتی نبی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہی آخری سند ہوں گے جس طرح پاکستان کے سپریم کورٹ کا فیصلہ اس کے ماتحت ہائی کورٹوں اور کچہریوں کے لئے آخری سند ہے اور یہ سپریم کورٹ اور کچہریاں سپریم کورٹ کے تابع ہونے کی وجہ سے اس کے آخری عدالت ہونے میں مانع نہیں۔"

بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہونے کی وجہ سے سپریم کورٹ کی ماتحت کچہریوں کی طرح اُمّتی نبی یعنے چھوٹے نبی ہیں۔

آگے چل کر اسی مضمون میں مُلّا علی قاری کا ایک بیان بھی نقل کیا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے :-

"موعود عیسٰے علیہ السلام کے نبی ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوکر آپ کی شریعت کے احکام بیان کرتے اور آپ کی راہ کو پختہ کرنے میں کوئی تضاد موجود نہیں خواہ وہ یہ کام اپنی اس وحی سے کریں جو ان کی طرف نازل ہو جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ــــ اگر موسٰے علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا یعنے اپنی نبوّت اور رسالت کے ساتھ زندہ ہوتے ورنہ مسلوب النبوۃ والرسالۃ ہوکر ان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہونے میں آپ کی فضیلت میں کچھ زیادتی پیدا نہیں ہوتی۔"

پس موعود عیسٰی علیہ السلام اُمّت کے علماء کے نزدیک بعد از نزول مستقل نبی نہیں ہونگے اور ان کے اس حیثیت میں آنے میں تمام مکاتب فکر حنفی۔ شافعی۔ مالکی حنبلی شیعہ اور اہل حدیث میں کوئی اختلاف نہیں۔

ان تشریحات کے ساتھ آخر میں لکھا ہے :-

"جماعت احمدیہ بھی موعود عیسٰے کے صرف اُمّتی نبی کی حیثیت سے آنے کی قائل ہے اور وہ حضرت مرزا غلام احمد کو ان کے اس دعوٰے میں صادق جانتی ہے کہ پیشگوئیوں میں موعود عیسٰے آپ ہی ہیں اور آپ صرف نبی نہیں کہلا سکتے، جس کے لئے شارع یا مستقل نبی ہونا ضروری ہوتا ہے بلکہ اپنے بار بار کے اعلان کے مطابق آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور دوسرے پہلو سے اُمّتی بھی ہیں اور ایسے اُمّتی نبی کے ظہور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوّت یا آخری نبی ہونے کا انکار لازم نہیں آتا۔"

جہاں تک حضرت مسیح موعودؑ کے "اُمّتی نبی" ہونے کا تعلق ہے ہم مضمون نگار کے ساتھ متفق ہیں کہ بے شک حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو اُمّتی نبی کہا ہے، لیکن کیا سپریم کورٹ کی ماتحت کچہریوں کی طرح اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایک نبی ہی گو چھوٹے نبی ہیں؟ کیا آپ اُمّتی نبی ان معنوں میں ہیں جن معنوں میں ملا علی قاری نے اور دیگر مکاتب فکر نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کا بعد از نزول اُمّتی ہونا بیان کیا ہے؟ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ہمیں حضرت مسیح موعود کے اپنے بیانات کو دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"تو یہ بات کہ اسکو (مسیح موعود کو۔ ناقل) اُمّتی بھی کہا اور نبی بھی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں اُمّتیت اور نبوّت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدّث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوّت تامہ تو صرف ایک شانِ نبوّت ہی رکھتا ہے، غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام اُمّتی بھی رکھا اور نبی بھی۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳)

اس کی مزید وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے :-

"جس حالت میں ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمّتی ہوگا تو پھر وہ باوجود اُمّتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اور نبی کا مفہوم متبائن ہے اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ محمدی سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوّت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدّث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۵۷۹)

ایسا ہی ملّا علی قاری اور دیگر مکاتب فکر کے خیالات کے خلاف حضور... لکھتے ہیں :-

"اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدّت العمر کے لئے منقطع ہو جائے گی اور کبھی جبرائیل ان پر نازل نہیں ہوں گے بلکہ وہ مسلوب (النبوّت) ہوکر اُمّتیوں کی طرح بن جائیں گے تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لادیں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوّت کا منافی ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۵۷۷)

اب فرمایئے "اُمّتی نبی" کے وہ معنے صحیح ہیں جن کے رُو سے سپریم کورٹ کے ماتحت کچہریوں کی طرح اسے چھوٹا نبی سمجھنا چاہیئے اور ملّا علی قاری اور دیگر مکاتب فکر کے عقائد کے مطابق ایک ماتحت نبی سمجھا جانا چاہیئے یا حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے مطابق آپ اُمّتی نبی بمعنے محدّث ہیں جیسا کہ بقول حضرت مجدّد الف ثانی۔ "جو شخص کثرت سے شرفِ ہمکلامی پاتا ہے اسکو محدّث بولتے ہیں۔" یہ تو ہیں اُمّتی نبی کے معنے۔ احباب ربوہ کو ...... اُمّتی نبی کے الفاظ اسی مفہوم کے ساتھ استعمال کرنے چاہئیں، بلکہ ہم کہیں گے کہ جس حالت میں اس قسم کے الفاظ عوام میں غلط فہمی پیدا کرنے کا موجب ہیں اور اسی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مناظرہ میں صفائی کے ساتھ لکھ دیا کہ اگر اس قسم کے الفاظ مسلمانوں کو شاق گذرتے ہیں تو ان کو کاٹا ہوا سمجھ کر ان کی بجائے محدّث سمجھا جائے اور جماعت کو یہ تلقین کی کہ :-

"چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس سے نتیجہ بد نکلتا ہے (چنانچہ یہ بد نتیجہ ہم نے دیکھ لیا۔ ناقل) اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔" تو پھر کیوں وہ اب تک ایسے متشابہ الفاظ لکھنے سے باز نہیں آتے۔ افسوس ہے کہ جماعت ربوہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی اس نصیحت کو مدنظر نہ رکھا اور رات دن "نبی نبی" یا اُمّتی نبی کے الفاظ بمعنے ماتحت نبی استعمال کرکے وہ فتنہ پیدا کر دیا، جس کا ...... سخت بد نتیجہ آج ہمیں دیکھنا پڑا ہے افسوس ہے کہ اب بھی اپنی اسی روش پر ...

حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ
محترم فخرالدین احمد صاحب

تذکرۂ انبیاء ــــ حضرت موسیٰ علیہ السلام

قرآن کریم میں جن انبیاء کرام کے حالات بیان کئے گئے ان میں حضرت موسیٰؑ کا ذکر بار بار آتا ہے۔ اور دیگر انبیاء کی نسبت ان کے حالات بھی زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ نیز جملہ انبیاء میں سب سے پہلے آپؑ کا ہی ذکر آتا ہے۔ چنانچہ.... سورۃ المزمل میں جو تاریخ نزول کے لحاظ سے تیسری سورت ہے آپ کا ذکر موجود ہے۔ آپؑ کے تذکرے کو اہمیت دیئے جانے کی وجہ بھی سورۃ المزمل میں بیان کی گئی ہے:۔

"ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے (جو) تم پر گواہ ہے۔ جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا" (۷۳: ۱۵)

یہ آیت حضرت موسیٰ سے آنحضرت صلعم کی مماثلت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جس طرف خود حضرت موسیٰؑ کے کلام میں اشارہ پایا جاتا ہے:

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا .... میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔" (استثناء ۱۸: ۱۵-۱۸)

یہاں دو دفعہ کہا گیا ہے کہ نبی موعود جو مثیل موسیٰ ہے ان کے بھائیوں میں سے برپا ہوگا اب یہاں مخاطب بنی اسرائیل ہیں اس لئے ان کے بھائیوں سے مراد بنی اسمٰعیل ہی ہو سکتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کسی اسرائیلی نبی نے مثیل موسیٰ ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح کے زمانے تک بنی اسرائیل اس مثیل موسیٰ اور موعودؑ نبی کے منتظر چلے آتے تھے۔ کیونکہ یوحنا بپتسمہ دینے والے سے یہودیوں نے پہلا سوال یہی کیا تھا کہ کیا تو مسیح ہے یا ایلیاہ ہے یا وہ نبی ہے۔ انجیل نویس نے متن کے حاشیہ میں وہ کا حوالہ دیتے وقت توریت کی پانچویں کتاب استثناء کے باب ۱۸ کی اٹھارھویں آیت .... کی طرف اشارہ کیا ہے۔ خود حضرت مسیح نے بھی کہیں مثیل موسیٰ ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا بلکہ ان کے حواری واقعہ صلیب کے بعد بھی اس مثیل موسیٰ والی پیشگوئی کے پورا ہونے کے منتظر رہے جیسا کہ انجیل میں آتا ہے:

"چنانچہ موسیٰ نے کہا خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔" (اعمال ۳: ۲۲)

مگر مثیل موسیٰ کے باب میں استثناء (توریت) کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے اور موعود مثیل موسیٰ کے مبعوث ہونے کی شہادت آنحضرت صلعم کی بہت ابتدائی زمانہ کی وحی میں ہی ملتی ہے جہاں آپ کو مثیل موسیٰ کہا گیا ہے اس مماثلت کی صداقت کو بعد کی وحی نے اور بھی واضح کر دیا ہے:۔

"کیا تم دیکھتے ہو اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کرتے ہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اپنے مثیل (کے آنے) کی گواہی دی تھی" (۴۶: ۱۰)

حضرت موسیٰؑ کے تذکرے کا آغاز آپ کی والدہ کی طرف وحی کئے جانے سے ہوتا ہے جب انہیں کہا گیا کہ اس بچے کو دریا میں بہا دیا جائے۔ بہتا ہوا یہ بچہ فرعون کے لوگوں کے ہاتھ لگتا ہے (۲۰: ۳۸-۳۹) (۲۸: ۷-۸) فرعون کے ہاں ہی آپ پرورش پاتے ہیں (۲۶: ۱۸) جب آپ بلوغت کو پہنچ گئے تو ایک دن کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مصری اسرائیلی پر دست ظلم دراز کر رہا ہے۔ اسرائیلی کو بچانے کے لئے آپ اس مصری سے الجھ پڑتے ہیں۔ آپ کے ایک گھونسے سے اس مصری کی اتفاقیہ موت واقع ہو گئی۔ یہ جانتے ہوئے کہ قومی تعصب کی وجہ سے مصریوں سے انصاف کی توقع رکھنا عبث ہے۔ آپ مدائن کی طرف نکل جاتے ہیں (۲۸: ۱۴-۲۱) یہاں ان کی ملاقات حضرت شعیب سے ہوتی ہے (جنہیں بائبل میں یترو کہا گیا ہے) حضرت شعیب کی لڑکی سے آپ شادی کر لیتے ہیں اور دس سال کے بعد مصر کو واپس لوٹتے ہیں (۲۸: ۲۲-۲۹) مصر کو واپس آتے ہوئے راستے میں آپ خلعت رسالت پاتے ہیں (۱۹: ۵۲) (۲۰: ۱۱-۱۴، ۲۷: ۸-۹، ۲۸: ۳۰-۳۰) (۷۹: ۱۵-۱۰) اور وحی کی حالت میں اپنے عصا کو اژدہا اور ہاتھ کو سفید دیکھتے ہیں (۲۰: ۱۷-۲۳) (۲۷: ۱۰-۱۲) (۲۸: ۳۱-۳۲) آپؑ کو فرعون کے پاس جانے اور بنی اسرائیل کو اس کی غلامی سے رہائی دلانے کا حکم دیا جاتا ہے (۷: ۱۰۳-۱۰۵) (۲۰: ۴۷-۴۸) (۲۶: ۱۵-۱۷) (۴۴: ۱۸) آپ اس کام کے لئے اپنے بھائی ہارون کے مددگار بنائے جانے کی درخواست کرتے ہیں (۲۰: ۲۵-۳۵) (۲۶: ۱۲-۱۴) (۲۸: ۳۳-۳۴) حضرت موسیٰ فرعون کو تبلیغ حق کرتے ہیں (۲۰: ۴۷-۵۵) (۲۶: ۱۸-۳۱) فرعون کے لوگوں میں سے ایک مرد مومن حضرت موسیٰؑ کے دلائل کی تائید کرتا ہے (۴۰: ۲۸-۴۵) فرعون نشان طلب کرتا ہے اور اسے عصا اور ید بیضا کے نشان دکھائے جاتے ہیں (۷: ۱۰۷) (۲۶: ۳۲-۳۳) (۲۰: ۶۹) فرعون موسیٰؑ کے مقابلے کے لئے جادوگروں کو بلاتا ہے مگر ان کی شعبدہ بازیاں آپؑ کے مقابلے میں بے اثر ثابت ہوئیں (۷: ۱۱۳-۱۲۶) (۱۰: ۸۰-۸۲) (۲۰: ۶-۷۳) (۲۶: ۳۸-۵۱) اور وہ اللہ پر ایمان لے آتے ہیں (۷: ۱۲۰-۱۲۱) (۲۰: ۷۰) (۲۶: ۴۶-۴۸) موسیٰؑ پھر مزید نشان دکھاتے ہیں (۷: ۱۳۰-۱۳۳) جن کی تعداد ۹ تک پہنچ جاتی ہے (۱۷: ۱۰۱) جب بھی عذاب نازل ہوتا ہے تو فرعون حضرت موسیٰؑ سے عذاب دور کئے جانے کے لئے استدعا کرتا ہے اور عذاب دور ہونے پر ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے مگر جب عذاب دور ہو جاتا ہے تو وہ اپنے عہد سے پھر جاتا ہے (۷: ۱۳۴-۱۳۵) (۴۳: ۴۹-۵۰) آپ بنی اسرائیل کو صبر اور صلوٰۃ کی تلقین کرتے ہیں (۷: ۱۲۸) (۱۰: ۸۴) بالآخر آپؑ کو مصر سے نکل جانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آپ کی معیت میں بنی اسرائیل تو دریا سے گذر جاتے ہیں۔ مگر تعاقب کرنے والا فرعون اور اس کے لشکری دریا میں غرق کئے جاتے ہیں (۲: ۵۰) (۷: ۱۳۸) (۱۰: ۹۰) (۲۰: ۷۸) (۲۶: ۵۳-۶۶) احکام شریعت پانے کے لئے آپ چالیس دن کوہ طور پر رہتے ہیں۔ (۲: ۵۱) (۷: ۱۴۲-۱۴۵) (۲۰: ۸۳-۸۴) بنی اسرائیل کے منتخب ستر آدمی جو آپؑ کے ساتھ کوہ طور پر گئے تھے خدا کو کھلا کھلا دیکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں (۲: ۵۵) حضرت موسیٰ یہ درخواست اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کرتے ہیں (۷: ۱۴۳) اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی کا ایک زبردست نمونہ دکھایا جس سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور سائلین بیہوش ہو گئے (۷: ۱۴۳-۱۵۵) جب موسیٰ ہوش میں آتے ہیں تو اپنے ساتھیوں کے لئے استغفار کرتے ہیں (۷: ۱۵۵) ان کو ہوش و حواس اور نور ایمان دیا جاتا ہے (۲: ۵۵-۵۶) آپؑ کو توریت دی جاتی ہے (۷: ۱۴۴-۱۴۵) جو آپؑ پر بذریعہ وحی نازل ہوئی (۴: ۱۶۳) (۶: ۹۲) جیسے کہ دوسرے نبیوں پر کتابیں نازل ہوتی رہیں۔ کوہ طور سے واپس آکر آپ دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے بچھڑا پرستی اختیار کر لی ہے اور یہ بچھڑا قوم نے آپؑ کی غیر حاضری میں سامری کی ہدایت میں بنایا تھا (۲: ۵۱) (۷: ۱۵۰) (۲۰: ۸۶-۹۰) آپؑ کے واپس آنے سے پہلے حضرت ہارون نے بھی بنی اسرائیل کو اس غلط روی سے آگاہ کیا تھا مگر وہ باز نہ آئے (۲۰: ۹۰-۹۱) وہ مجسمہ جلا دیا جاتا ہے اور اس کی راکھ دریا میں بہا دی جاتی ہے (۲۰: ۹۷) حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ آمادہ نہیں ہوتے اور لیت و لعل کرتے ہیں۔ آخر بڑی حیص بیص کے بعد وہ آپؑ کا حکم مانتے ہیں (۲: ۶۷-۷۱) بنی اسرائیل آپ کے خلاف بے بنیاد الزام تراشتے ہیں اور آپؑ کی ایذا رسانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (۳۳: ۶۹) (۶۱: ۵) آپ بنی اسرائیل کو ارض مقدس میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہونے کو کہتے ہیں مگر وہ انکار کرتے ہیں اور چالیس سال تک ویرانہ میں سرگرداں پھرتے رہے جو ان کے لئے اس حکم عدولی کی سزا تھی۔ (۵: ۲۱-۲۶)

ان اوراق میں حضرت موسیٰؑ کی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ قرآن شریف نے اور حالات بھی بیان کئے ہیں جو قارئین کرام خود ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ اس تذکرے میں بھی بعض اہم واقعات بیان کرتے وقت قرآن کریم نے بائبل سے اختلاف کیا ہے۔ مثلاً موسیٰ کو مصری کے قتل کا مرتکب نہیں گردانا گیا۔ بلکہ اس مصری کی موت کا اتفاقیہ واقع ہونا بیان کیا گیا ہے۔ پھر ہارون کو بچھڑا بنانے یا اس میں اعانت کرنے کا ملزم نہیں ٹھہرایا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کے حالات کو اس لئے بھی اہمیت حاصل ہے کہ ان سے آنحضرت صلعم کو ایک مماثلت ہے۔ حضرت موسیٰؑ صاحب شریعت بھی تھے اور قوم کے معمار بھی اور یہی خصوصیات ہمارے آقائے نامدارؐ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور کسی دوسرے

اسرائیلی نبی کو حاصل نہیں - حضرت موسٰے کے جو حالات اوپر بیان لئے گئے ہیں اور جو دوسرے واقعات قرآن کریم میں موجود ہیں کا نظرِ غائر سے مطالعہ بتاتا ہے کہ ان حالات کا ان دونوں خصوصیات میں سے کسی نہ کسی کے ساتھ ضرور تعلق ہے خاص کر قوم سازی کی خصوصیت سے -

جب ہم ایک معلم کتاب اور مزکّی کی حیثیت سے حضرت موسٰے اور آنحضرت صلعم کے کام کا موازنہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ رسول عربی صلعم نے حضرت موسٰے سے کہیں بڑھ کر بہتر بالشان کام کیا ہے - حضرت موسٰے کی شریعت مختص القوم ہونے کے علاوہ آپ کے بعد بھی اسرائیلی نبی آتے رہے جو ضروریاتِ زمانہ کے مطابق موسوی شریعت میں مناسب ردّ و بدل اور ترمیم و تنسیخ کرتے رہے مگر شریعتِ محمدیہ تمام قوموں اور زمانوں کے لئے مکمل اور نہ بدلنے والی شریعت تھی اور پھر آپ ختم المرسلین اور خاتم النبیین تھے جن کے بعد کوئی نبی نہیں آتا - اس نمایاں فرق کو قرآن کریم نے کئی موقعوں پر بیان کیا ہے - مثلاً :-

" اور ہم نے موسٰے کو کتاب دی سو تو اس کے ملنے سے شک میں نہ رہ - اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا" (۳۲ : ۲۳)

" وہ (ذات) بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام جہان کے لئے ڈرانے والا ہو" (۲۵ : ۱)

" اور وہ جہانوں کے لئے شرف ہے" (۶۸ : ۵۲)

" آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا" (۵ : ۳)

اگرچہ قرآن کریم نے شریعت کو مکمل کر دیا ہے اور آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا مگر اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے تا کہ نئے تقاضوں سے عہدہ برآ ہو سکے اور نئے پیدا ہونے والے مسائل حل کرنے کے لئے قرآن پاک کے احکام اور بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں آنے والی نسلیں صحیح راستہ متعین کر سکیں - بنی اسرائیل کی اصلاح نہ صرف حضرت موسٰے کی اپنی زندگی بلکہ تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے - چنانچہ سب سے پہلا حکم آپ کو یہی ملا :-

" سو فرعون کے پاس دونوں جاؤ اور کہو ہم جہانوں کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے" (۲۶ : ۱۶-۱۷)

شریعت تو آپ کو یہ حکم ملنے کے بہت بعد ملی - بنی اسرائیل قریباً چار سو سال سے فراعنہ مصر کی غلامی میں پل رہے تھے - اس لئے ایسی قوم کی اصلاح اور ان میں اخلاق فاضلہ کا پیدا کرنا آسان کام نہ تھا - اس اہم اور مشکل کام کے لئے جو شریعت حضرت موسٰے کو ملی وہ بمقابلہ قرآن کریم کے ناقص اور محدود الزمن ہے - آنحضرت صلعم کے ذمہ نئی اقدار پر ایک ایسی قوم کا پیدا کرنا تھا جس میں اگرچہ رنگ و نسل، ملک و ملت میں سے کوئی چیز بھی مشترک نہ تھی - مگر توحید باری تعالٰے اور اس کی کامل ربوبیت پر ایمان کی نئی بنیادوں پر ایک عظیم روحانی اور اخلاقی وحدت میں منسلک تھی - اس قوم میں عربی اور عجمی - گورے اور کالے - آزاد اور سامی سب برابر تھے - ساری دنیا ایک وطن اور نسلِ انسانی ایک کنبہ تھا - جس نے عالمی قوم کا تخیل دنیا کو دیا - اس مشکل ترین کام کے لئے آنحضرت صلعم تنہا مبعوث ہوتے ہیں - نامساعد حالات اور پیش آنے والی مشکلات کے باوجود آپ نے ملک عرب کی کایا پلٹ دی اور بیس سال کے قلیل عرصہ میں اس نئی قوم کو مضبوط اور غیر متزلزل بنیادوں پر کھڑا کر دیا - تاریخِ عالم آنحضرت صلعم کے پیدا کردہ عالمگیر انقلاب کی مثال پیدا کرنے سے قاصر ہے ۔

رابطہ میٹنگ مقامی جماعت احمدیہ لاہور

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے پروگرام رابطہ جات کے تحت موجودہ سال کا پہلا اجلاس رابطہ ۱۶ نومبر بروز ہفتہ بوقت پانچ بجے محترم جناب میاں فضل احمد صاحب کی کوٹھی نمبر E I ___ 12/1 - گلبرگ III لاہور میں منعقد ہو گا - تمام ممبران سے درخواست ہے کہ وہ موجودہ بدلے ہوئے حالات کے پیشِ نظر اس اہم رابطہ اجلاس میں ضرور شرکت کریں -

مہتمم برادر : نذر رب ایم اے سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور -

---

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام فیجی کے سالانہ انتخابات

مکرم و محترم جناب جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کی اطلاع کے لئے تحریر کیا جاتا ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی فیجی شاخ کے اراکین کا سالانہ اجتماع ۱۸ اگست ۱۹۷۴ء بروز اتوار ..... ہوا - جس میں صوا، لٹوکا، نادی اور دیگر مقامات سے تین صد کے قریب احباب جماعت نے شرکت کی اور غور و خوض کے بعد نئے سال کے لئے مندرجہ ذیل عہدہ دار منتخب ہوئے :-

پریزیڈنٹ : جناب جی - این - ڈین صاحب (صووا)

وائس پریزیڈنٹ : جناب اے - ڈبلیو خان و تعظیم رضا بخش (صووا)

سیکرٹری : جناب شوکت اے - ڈین (داؤان) ___ نادی ایرپورٹ)

خزانچی : جناب ایم - عزیز طیب خان (نادی)

ممبران : جناب ایم ایچ اشرف خان و جناب اے حمید خان (صووا) جناب ایم حفیظ خان (نادی) جناب ایم شفیق طاہر خان (لٹوکا) جناب اے ایچ ساہو خان (با) مولانا حافظ شیر محمد صاحب -

آڈیٹر : جناب ڈاکٹر اے ایچ ساہو خان (نادی)

انتخابات کے بعد شرکائے مجلس کو دعوت طعام دی گئی -

دعوت کے بعد مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے ایک پُر مغز تقریر کی جس کے بعد آپ نے جماعت کی طرف سے نئی تعمیر کردہ مسجد کا افتتاح فرمایا اور ظہر کی نماز تمام احباب نے با جماعت ادا کی جس میں اس مبارک کام کی تکمیل پر اللہ تعالٰے کے افضال و اکرام کا شکریہ ادا کیا گیا -

آپ کو یاد ہو گا کہ فیجی میں ہماری انجمن کی تعمیر کردہ یہ اوّلین مسجد ہے - اور اس کی تعمیر سے ہمارے احباب کے ولولوں کو نئی زندگی ملی ہے -

اس مسجد کی تعمیر میں کوئی چھ ہزار (فیجی) ڈالر صرف ہوئے ہیں جو 6500 امریکن ڈالروں کے برابر ہیں - اس مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں جناب مولوی نذیر خان (لٹوکا) نے ¾ ایکڑ زمین کا عطیہ انجمن کو عطا فرمایا (جزاہ اللہ احسن الجزاء)

انجمن کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے فیصلہ کیا ہے کہ اس مسجد کا نام انجمن کے بانی حضرت مولانا محمد علیؒ کے اعزاز میں

محمد علی مسجد

رکھا جائے - اب ہم لٹوکا میں زمین کے متلاشی ہیں اور اگر ہمیں موزوں زمین کا ٹکڑا دستیاب ہو گیا تو ہمارا ارادہ ایک ہائی سکول کی تعمیر کا بھی ہے -

میں فیجی کے اراکین جماعت کا ایک رجسٹر بھی تیار کر رہا ہوں - اس سے پہلے اس پہلو کو نظر انداز کیا جاتا رہا، خدا کے فضل سے ہماری تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے - ہماری ان تمام کامیابیوں کا سہرا مولانا حافظ شیر محمد صاحب کی انتھک مخلصانہ مساعی کے سر پر ہے جب سے وہ ایک سال قبل ہمارے درمیان آئے ہیں - انہوں نے انتہائی قیمتی کام انجام دیا ہے - میں سال ۷۴ ___ ۱۹۷۳ء کی سالانہ رپورٹ ٹائپ کر کے اولین فرصت میں بھیج رہا ہوں، پاکستان میں حالات کیسے ہیں ؟ کچھ عرصہ سے ہمیں اطلاع نہیں ملی - امید ہے کہ جماعت کے جملہ احباب بخیر و عافیت ہوں گے - خدا حافظ

آپ کا اسلامی بھائی - شوکت - اے - علی (سیکرٹری)

"پیغامِ صلح" خود پڑھیں اور دیگر دوستوں تک اسے پہنچائیں ___

مولانا مرتضیٰ خاں حسن مرحوم

حضورؐ کی مکی زندگی

(۴)

دشمنوں کے لئے بددُعا نہیں کی اس دُعا کے ایک ایک لفظ پر غور کرو ۔ کیا کوئی بے صبری کیا کوئی ناشکر گذاری کا کلمہ زبان سے نکلتا ہے کیا کسی مایوسی کا اظہار کر رہے ہیں ۔ کیا کسی دشمن کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں ۔ کیا کسی کے حق میں بددُعا کے کلمات زبان سے نکل رہے ہیں؟ ہرگز نہیں ۔ اپنی کمزوری اپنے ضعف کو بار بار خدا کے حضور پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے باری تعالےٰ تیرے تو دست ہی میرا بیڑا پار ہو گا ۔ سبحان اللہ کس قدر تعلق ہے خدا سے ۔ دشمنوں کے متعلق اگر کچھ فرمایا ہے تو یہ کہ ان کو اے خدا سیدھی راہ دکھا کیونکہ یہ جانتے نہیں ، یہ سمجھتے نہیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں ۔ یہ کس قدر رحم و کرم کا جذبہ ہے جس کا اظہار حضور فرما رہے ہیں ۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ و بارک وسلّم ۔

اہل مدینہ کا قبولِ اسلام طائف سے حضورؐ واپس تشریف لے آئے ۔ مدینہ سے کچھ لوگ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے حضورؐ نے ان کو تبلیغ کی وہ ایمان لے آئے ۔ دوسرے سال کچھ اور لوگ آئے وہ حضورؐ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے ۔ تیسرے سال مدینہ والے لوگ ۷۵ آدمیوں کو اپنے ساتھ لائے ۔ جنہوں نے اسلام قبول کیا ۔ اس طرح سے اسلام پھیلنا شروع ہو گیا ۔

مدینہ جانے کی دعوت مدینہ کے لوگوں نے حضورؐ سے استدعا کی کہ حضور مدینہ تشریف لے چلیں اور وہیں قیام فرمائیں ۔ حضورؐ نے جواب فرمایا کہ اسلام قبول کر کے تم لوگوں نے اپنی ذمہ داریاں بڑھا لی ہیں اور اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال لیا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے سوچ سمجھ کر کیا ہے ۔ ہم نے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی ہے آپ جو کچھ حکم کریں گے ہم بسر و چشم اس پر عمل کریں گے لیکن ایک ہماری عرض ہے کہ ایسا نہ ہو کہ جب خدا حضور کو اقبال دے اور آپ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ مکہ میں واپس تشریف لے آئیں ۔ آخر عمر تک حضور کو وہیں ہمارے اندر ہی رہنا ہو گا ۔ حضورؐ نے فرمایا ایسا ہی ہو گا ۔ میں تمہارا ہوں ، اور تم میرے ہو ۔ حضورؐ نے اس وعدہ کو پورا ایفا کیا ۔ مدینہ میں ہی ساری عمر قیام فرمایا اور اسی کو اپنی آخری آرامگاہ بنایا ۔

صحابہ کو ہجرت کا حکم قریش کو بھی اس تجویز کا علم ہو گیا اور اب انہوں نے مسلمانوں کو تنگ کرنے میں زیادہ شدت کر دی ۔ آپ کے رفقاء کی زندگیاں خطرے میں تھیں اور گمان غالب تھا کہ قتل عام ہو جائے گا ۔ لہذا حضورؐ نے اپنے صحابہ کو دو دو تین تین کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا ۔ اب مسلمان مدینہ کی طرف منتقل ہونے لگے ۔ جب تک سارے مسلمان مدینہ نہ پہنچ گئے ، حضورؐ اپنی جگہ سے نہ ہلے ۔

قریش کا ارادہ قتل اور حضورؐ کی ہجرت غرضیکہ سوائے حضور کے اور حضرت علی اور حضرت ابوبکرؓ کے سب مسلمان مدینہ پہنچ گئے ۔ قریش نے ایک مجلس مشاورت قائم کر کے حضورؐ کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور قرار پایا کہ مختلف قبائل میں سے ایک ایک شخص منتخب کر لیا جائے جو یک لخت محمدؐ پر وار کر کے ان کا کام تمام کر دے تاکہ قتل کا الزام کسی ایک قبیلہ پر نہ لگے ۔ انہوں نے حضور کے مکان کے گرد گھیرا ڈال لیا کہ جس وقت بیدار ہوں ان کو قتل کر دیا جائے ۔ مگر دشمنوں کے نرغے میں سے حضورؐ وجعلنا من بین ایدیھم سدًّا و من خلفھم سدًّا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون فرماتے ہوئے نکل گئے ۔

قریش کا تعاقب حضرت علیؓ آپؐ کے بستر پر لیٹے رہے ۔ خود حضرتؐ ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے باہر تشریف لے گئے اور تین دن تک غار ثور میں قیام پذیر رہے ۔ قریش کو جب معلوم ہوا کہ محمد ان کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں ان کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی ۔ انہوں نے آپؐ کا سر لانے کے لئے ایک بھاری انعام مقرر کیا ۔ تیز رفتار گھوڑ سوار پیچھے بھاگے اور غار کے قریب پہنچ گئے ۔

ایمان باللہ اور طمانیت قلب جب حضرت ابوبکرؓ نے ان کے پاؤں کی آہٹ سُنی تو حضور کی وجہ سے فکرمند ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ! ہم تو صرف دو ہی ہیں اور دشمن زیادہ ۔ حضورؐ نے نہایت اطمینان اور سکون سے فرمایا :

لا تحزن انّ اللہ معنا

اے ابوبکر فکر نہ کیجئے ۔ ہم دو نہیں ۔ ہمارے ساتھ خدا ہے ۔

اس جواب سے حضورؐ کے طمانیت قلب ۔ حضورؐ کے ایمان باللہ اور حضورؐ کی صداقت کا پتہ چلتا ہے ۔ سبحان اللہ ! آپؐ نے کس وثوق کس اطمینان سے حضرت ابوبکرؓ کو تسلی دی کہ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے ۔ خدا دارم چہ غم دارم

مکی زندگی پر ایک نظر یہ تیرہ سالہ مکی زندگی کے حالات ہیں جو اخلاق فاضلہ حضورؐ سے اس زمانہ میں ظہور پذیر ہوئے وہ ایک مبصر کی نگاہ سے اوجھل نہیں رہ سکتے ۔ منجملہ دیگر اخلاق کے ایک نہایت نمایاں اور ممتاز خلق جو حضور سے ظاہر ہوا وہ استقامت کا عظیم الشان خلق ہے جس میں عزم و استقلال ۔ علو ہمت ۔ صبر ۔ جرأت ۔ ثبات قدم ۔ عمل ۔ تحمل ۔ بُردباری سب صفات حسنہ آجاتی ہیں ۔

حضور پُرنور پر مصائب پر مصائب آئے ۔ تکلیفوں پر تکلیفیں وارد ہوئیں لیکن حضورؐ کے عزم و استقلال میں ذرہ فرق نہ آیا ۔ مخالفت اور دشمنی کے مہیب طوفان اُٹھے ۔ مگر حضورؐ کے پائے ثبات میں ذرہ بھی لغزش نہ آئی ۔ آپؐ ایک پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے ، اور تمام مصائب اور مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے مقصد کی اشاعت میں ہمہ تن کوشاں رہے مکہ میں حضور کا سخت ترین زمانہ گذرا مگر اس سے حضورؐ کا ذاتی جوہر من کل الوجوہ ظاہر ہو گیا ۔ آپؐ کے کیرکٹر کی عظمت ۔ آپؐ کے صبر و استقلال ۔ آپؐ کے عزم بالجزم ۔ آپؐ کی زبردست قوت ارادی کی وجہ سے سر ولیم میور جیسے مخالف اسلام کو بھی آپؐ کی عظمت علو مرتبت اور بے نظیر شخصیت کا اعتراف کرنا پڑا :

سر ولیم میور کا اعترافِ حق " محمد صلعم نے اپنے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا ۔ انہیں مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ دن رات اپنی کامیابی کا انتظار رہتا ۔ بظاہر بالکل غیر محفوظ بلکہ ایسا کہیئے کہ شیر کے منہ میں رہ کر یہ ہمت اور استقلال دکھایا ...... الخ " (لائف آف محمد ۔ جلد دوم)

تمام انبیاء کی اذیتیں آپ نے اٹھائیں حضورؐ ایک امر حق لے کر کھڑے ہوئے اور اس امر حق کے لئے آپؐ نے اپنی تمام آسائشوں کو قربان کر دیا ۔ اس امر حق کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے حضورؐ نے اپنی جان کو طرح طرح کی اذیتوں میں ڈالا ۔ مالی اور جانی تکلیفیں اُٹھائیں ، ہر اذیت اور ہر دکھ کا جوانمردی سے مقابلہ کیا ۔ حالانکہ اس امر حقہ کو ترک کر دینے کے لئے حضورؐ کو مختلف قسم کے دنیوی لالچ دیئے گئے ۔ حکومت اور بادشاہت تک آپؐ کو پیش کی گئیں ۔ مگر حضورؐ نے بکمال استغناء ان سب کو ٹھکرا دیا ۔ کیا محمدؐ کے بے نفس ہونے میں اب بھی کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے ۔ جب دیکھا کہ دشمن اب جان لئے بغیر نہیں چھوڑیں گے تو اپنی مساعی کا مرکز بدل لیا ۔ مگر امر حق کو نہ چھوڑا ۔ یہ استقامت فوق الکرامت اپنی نظیر آپ ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ تبلیغ امر حق میں سب انبیاء کو مشکلات پیش آئیں مگر مقابلۃً کہیں دنیا کی تاریخ میں ایک بھی انسان ایسا نظر نہیں آتا جس کی راہ میں اس قدر مصائب مختلف شکلوں اور صورتوں میں پیدا کئے گئے ہوں اور پھر وہ ان سب کا مقابلہ کرتا ہوا امر حقہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑے "

محمدؐ ہست امام و چراغ ہر دو جہاں — محمدؐ ہست فروزندہ زمین و زماں
خدا نہ گویمش از ترس حق مگر بخدا — خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

سید امیر علی مرحوم کا تبصرہ حضورؐ کی مکی زندگی پر سید امیر علی مرحوم آپ کی مکی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

" آپ نے تمام دنیا کی اصلاح اور بہبود کا بیڑا اٹھایا تھا ۔ اور اس عظیم الشان کام میں صرف ایک ہستی آپؐ کی ہمدرد اور غمگسار تھی یعنے آپ کی زوجہ محترمہؓ ۔ حضورؐ کو پے در پے ناکامیوں سے سابقہ ہوا ۔ مگر اللہ رے عزم و استقلال آپ کبھی بددل نہ ہوئے ۔ فسخ عزائم سے دوچار ہوئے مگر کبھی ہمت نہ ہاری ۔ بلکہ غیر معمولی جرأت اور ہمت سے مردانہ وار قدم آگے بڑھایا ۔ آپ کی پاکیزگی طینت ۔ آپ کی علو ہمت اور اللہ تعالےٰ کی رحمت پر اعتماد کی وجہ سے بہت سے نیک دل مخلص آپؐ کے گرد پروانہ وار جمع ہو گئے ۔ جب نازک وقت آیا تو ایک فرض شناس ناخدا کی طرح آپ نہایت مضبوطی کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہے تا وقتیکہ آپ کے تمام ساتھی خطرہ کی زد سے باہر ہو گئے "

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

احمدیت خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے

سلسلۂ احمدیہ کا واحد مقصد اشاعت و غلبۂ اسلام ہے

سیاسیات میں الجھنا بانیٔ سلسلہ کی ہدایات و اقدامات کے خلاف ہے

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے جب اپنی شہرۂ آفاق کتاب "براہین احمدیہ" تصنیف فرمائی تو یہ ایسی مقبول اور مشہور ہوئی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس عظیم کتاب پر اپنے طویل ریویو میں یہ ریمارکس بھی دیئے ؛ ۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امرا ۔

اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے"

(رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۶)

ان الفاظ میں نہ صرف حضرت اقدسؑ کی کتاب کی بے مثل خدمت اسلام ہونے کی صحیح صحیح تعریف کی گئی ہے بلکہ اس کے ساتھ خود حضرت اقدسؑ کے مالی و جانی اور حالی نصرت کا بھی کھلے طور پر اعتراف کیا گیا ہے ۔

ان الفاظ سے بڑھ کر اور کیا عظیم تعریف کسی شخص یا اس کے کارنامہ کی کی جا سکنی ممکن ہے پھر اسی ریویو میں مولوی محمد حسین نے یہ بھی تحریر کیا کہ :

"حضرت مرزا صاحب ہمارے ہموطن و ہم مکتب ہیں ، ہم اُن سے بخوبی واقف ہیں اور اس ذاتی واقفیت کی بناء پر ہم یہ جانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب مادر زاد ولی اللہ ہیں "

ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کسی کی تعریف نہیں کی جا سکتی ۔ اگر حضرت اقدسؑ کے کسی گوشہ قلب میں شہرت یا عزّت کی کوئی ادنیٰ سی آرزو بھی چٹکیاں لیتی ، تو وہ آپ کو "براہین احمدیہ" کی تصنیف سے حاصل ہو گئی تھی ، پھر اگر اقتدار کا شوق دامنگیر ہوتا تو حصولِ لیڈری کا بھی یہی طریق کارگر تھا ۔ لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد جب حضرت مولانا نور الدین رحؒ نے دوران ملاقات یہ عرض کی کہ میری بیعت لے لیں تو فرمایا کہ مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے ایسا کوئی حکم نہیں ملا ۔

خدائی حکم کے ماتحت خدمتِ اسلام کے لئے جماعت احمدیہ کی تشکیل غور کرو ! اس واقعہ سے کیا ثبوت ملتا ہے ؟ کیا حضرت اقدسؑ کے دل میں کوئی خواہش و آرزو اس امر کی چٹکیاں لے رہی تھی کہ میں مسلمانوں کا امام بن جاؤں ؟ اگر یہ بات ہوتی تو آپ ایسے نادر موقعہ پر بیعت لینے سے انکار کیوں کرتے ؟ اس واقعہ سے یہ امر روز روشن کی مانند ثابت ہو گیا کہ آپ اپنی مرضی و منشاء سے ہرگز کچھ بننا نہ چاہتے تھے ۔ گوشۂ تنہائی میں یادِ خدا اور قرآن کریم کا وِرد حضرت اقدسؑ کی جبلت و سرشت کا خاصہ تھا ۔ چنانچہ تو اتی ہیں جب کوئی شخص آپ کی ملاقات کے لئے آتا تو آپ کے والد محترم اسے یہ کہہ دیتے کہ مسجد کے کسی کونہ میں تلاش کرو ۔ مگر جب خدا کا حکم آیا کہ واصنع الفلك باعيننا ووحينا کہ ہمارے حکم اور وحی اور ہماری نگرانی کے تحت ایک صالح جماعت کی کشتی تیار کرو تو اس کے لئے آپ فوراً مستعد و تیار کھڑے ہو گئے ۔ جب حضرت اقدسؑ کو حکم ربّی ہوا کہ مسیح ناصریؑ تو فوت ہو چکے ہیں نیز آنے والے موعود مسیح کے نزول کا مطلب یہ ہے کہ اسی اُمّت محمدیہ کا ایک مجدد و ملہم ہی مسیح سے اپنی خُو و خصلت میں اشد مشابہت کے باعث مسیح موعود کے خطاب کا مستحق ہے اور وہ موعود انسان آپ ہی ہیں ، تو آپ نے اس الٰہی ارشاد کی تعمیل و اشاعت میں ذرّہ بھر پس وپیش نہ کیا ۔ بیانگ دہل یہ اعلان دنیا میں شائع کر دیا کہ حضرت مسیح ناصریؑ کی آمد کی توقع فضول ہے ۔ اے مسلمانو ! اسے یکلخت ترک کر دو !

کیونکہ ایک تو کسی نبی کی آمد کا انتظار بعد خاتم الرّسل صلعم ، خلاف عقیدہ ختم نبوت ہے اور دوئم یہ کہ اس میں آنجنابؐ کی بہت بڑی ہتک و بے عزّتی ہے ، کیونکہ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ آنحضورؐ کی قوتِ قدسی اور آنجنابؐ کی کامل پیروی سے تو کوئی شخص مصلحِ اُمّت نہیں بن سکتا ۔ لیکن ایک ایسے شخص کو جو حضرت موسٰےؑ کی شریعت کا پیرو ہے یہ عظیم رتبہ عطا ہو سکتا ہے ۔ پس ایسے غلط اور خطرناک عقائد جن سے عیسائیت کو پوری قوت و تائید ملتی ہو اور اسلام کو شکست ہوتی ہو ، اے مسلمانو ! ایسے غلط عقائد کو تم کیوں قبول کرتے ہو ؟ غرضیکہ جونہی حکم ربّی ، حضرت اقدسؑ کو ایک جماعت کی تشکیل و تعمیر کا ہوا ، آپ نے بلا تاخیر یہ اعلان فرما دیا کہ بھائیو ! اس میں میرے نفس کی کوئی عزّت و بلندی نہیں کہ میں مثیل مسیح ہو کر آیا ہوں بلکہ اس کا سارا باعث تو اس خاتم الانبیاءؐ کا وجود مبارک و مقدس ہے جس کی پیروی و غلامی کا ہر وقت دم بھرنے سے میں جیتا ہوں ۔

حضرت مریم صدیقہ کے فرزند جس مقام و مرتبہ کو حاصل کر سکتے ہیں یقیناً اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فرزند اس جیسا مرتبہ حاصل کر سکیں تو یہ تمہاری نظروں میں کیوں عجیب و انہونی بات ہے ۔ کیا تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی عظمت و شان کو اب تک پہچان نہیں سکے جنہوں نے یہ فرمایا تھا لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعهما الا اتباعی یعنی اگر ایسے جلیل القدر و عظیم نبی جیسے حضرت موسےٰ اور حضرت عیسیٰؑ بھی میرے زمانہ میں ہوں تو انہیں میری اطاعت و پیروی کے بجز اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا ؟ کیا اس حدیث شریف کا صاف صاف یہ منشاء نہیں کہ میری کامل اطاعت سے میرے خادم اور پیرو حضرت موسےٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے برابر بھی ہو سکتے ہیں ؟

پھر کیا آنحضورؐ نے حضرت علیؓ کے بارہ میں یہ نہیں فرمایا کہ انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی ۔ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسٰےؑ کے ساتھ حاصل تھی ۔ البتہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ۔ غور کرو ! کیا آنجنابؐ صلعم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو انبیاء سابقین کے ساتھ تشبیہ نہیں دی ؟ آنجنابؐ کی خدمت و غلامی کا دم بھرنے والے اگر انبیاء سابقہ سے مماثلت دکھلائیں تو کیا یہی امر آنحضرت صلعم کی عظمت و خاتمیت کی دلیل نہیں ؟

پھر غور کرو ! کیا حضرت سرورِ کائنات کا یہ صریح ارشاد نہیں علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل ۔ میری اُمّت میں سے حقیقی علم و معرفت کے مالک ، بنی اسرائیل کے انبیاءؑ کے مشابہ ہیں ۔ کیا اس تشبیہ میں کوئی حقیقت ہے یا یہ محض لفظی بات ہے ؟ کیا حقیقی مشابہت کا تقاضا یہی نہیں کہ جس طرح سابق انبیاء خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہوا کرتے تھے اسی طرح میرے خادم بھی خدا سے ہمکلامی کے شرف سے مشرف ہوں گے ؟ اسی کے مطابق پھر کیا مزید تشریح کے لئے آنجنابؐ نے یہ نہیں فرمایا رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر ۔ دیکھو مجھ سے قبل بھی ایسے لوگ ہوا کرتے تھے جن سے خدا ہم کلام ہوا کرتا تھا حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے ۔ اگر میری اُمّت میں سے کوئی شخص خدا سے ہمکلامی کا شرف ہے تو وہ عمرؓ ہے ۔

حضرت اقدسؑ نے بار بار ان امور کو دہرایا ہے اور مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ ان احادیث نبوی کے علاوہ کیا خود قرآن کریم نے کامل مؤمنین کو خدائی ہمکلامی کے شرف کا مستحق قرار نہیں دیا حالانکہ وہ نبی نہ تھے ؟ ۔ دیکھو کیا حضرت موسٰےؑ اور حضرت عیسےٰؑ کی محترمہ والدہ صاحبات کو خدائی بشارتیں دینے کا ذکر قرآن کریم نے نہیں کیا ؟ یہاں تک کہ حضرت عیسےٰؑ کے حواریوں کے بارہ میں بھی کلام پاک نے یہی الفاظ وحی کے استعمال فرمائے : اذ اوحیت الی الحواریین ۔ جب میں نے حواریوں کو وحی کی ۔ کیا غیر عام لوگوں کو خدائی بشارات کے ملنے کا ذکر بھی قرآن کریم میں موجود نہیں ؟ حضرت یوسفؑ کے بیان میں کیا بادشاہ مصر اور حضرت یوسفؑ کے دو ہم زندان کو رؤیا و منام

کا ذکر موجود نہیں ؟

دعاوی کے ساتھ فتویٔ کُفر کی پیشگوئی

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے جب پہلی مرتبہ وفاتِ مسیح ناصریؑ اور اپنے مثیلِ مسیح ہونے کا اعلان اپنی کتاب "فتح اسلام" میں فرمایا تو کیا اس وقت آپ کو اس کا احساس تھا کہ یہ ایسے عقائد ہیں جن سے علماء و عامۃ الناس ناراض و برافروختہ ہو کر آپؑ کے شدید مخالف ہو جائیں گے ؟ یا کیا آپ ایسی شدید مخالفت سے بے خبر تھے ؟ اگر آپ مخالفت سے بے خبر تھے تو ایک محقق یہ کہنے میں حق بجانب ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے مسلمانوں کا عظیم امام بننے کی امید میں یہ کوشش کی کیونکہ آپ کو کہاں علم تھا کہ ان سے آپ کی ایسی اشد مخالفت ہوگی ؟ لیکن کیا عجیب بات ہے کہ اسی کتاب "فتح اسلام" میں جہاں پہلی مرتبہ موعود مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ کیا، وہیں یہ بھی فرماتے ہیں کہ :-

" اب بہتیرے تم میں سے کُفر کا فتوے لکھیں گے اور اگر ممکن ہوتا تو قتل کر دیتے"

(فتح اسلام حاشیہ صد ۲۳)

اس اقتباس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ کرنا پھولوں کی سیج نہیں بلکہ سر پر کانٹوں کا تاج پہننا اور تختۂ دار پر لٹکائے جانے کے لئے تیار رہنے کے برابر اقدام ہے۔

حضرت اقدس کا دعوے کوئی درست جانے یا نہ مگر اسے ان واقعات کو تسلیم کرنے کے بجز کوئی چارہ کار نہیں کہ دعوے کے ساتھ کفر کے فتوے کی پیشگوئی کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ اس بناء پر مسلمانوں کی مخالفت سے بخوبی آگاہ تھے۔ اس لئے ایسے دعاوی کرنے کی غرض شہرت، جاہ پسندی، امامت و لیڈری ہرگز نہیں ہو سکتے بلکہ کوئی دنیاوی دانشمند اپنا یہ حشر جانتے ہوئے ہرگز قدم نہ اُٹھاتا، کیونکہ نہ صرف اپنی قوم اشد ترین مخالفت و عداوت پر آمادہ ہو گئی بلکہ پہلی بنی بنائی شہرت و عزت بھی تمام خاک میں مل گئی۔

غور کرو! جو اشخاص جاہ طلب، شہرت پسند اور لیڈری کے خواہشمند ہوا کرتے ہیں کیا وہ کبھی ایسے اقدام کے لئے بھی تیار ہوتے ہیں کہ جو ساری قوم کو یکسر ناراض کر کے دشمن بنا دے یا وہ ایسے زیرک و ہوشیار اور پیش بین ہوتے ہیں کہ ایسے معاملات میں پھونک پھونک کر قدم اُٹھاتے اور ڈر ڈر کر آگے بڑھا کرتے ہیں ؟

مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ حکمتِ عملی سے نہیں بلکہ خدائی حکم کے تحت کیا

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مولوی محمد حسین نے جب مثیلِ مسیح کے دعوے کا پڑھا تو کہا :-

" افسوس مرزا صاحب کو چاہیئے تھا کہ کم از کم اس بارہ میں ہم سے مشورہ کر لیتے"

بے شک اگر اس دعوے کی بنا کسی حکمتِ عملی اور خود غرضی پر ہوتی تو مولوی صاحب کی بات صحیح تھی کہ دوسرے دوستوں سے مشورہ مفید ہوتا - پھر مولوی صاحب نے یہ بھی کہا :-

" ہم نے ہی مرزا کو آسمان پر چڑھایا تھا اور اب ہم ہی اُسے نیچے گرائیں گے"۔

اس کا مطلب گویا یہ ہوا کہ اگر حضرت مرزا صاحبؑ اپنے مسیحیت کے دعوے میں ہم سے مشورہ کر کے ہمیں شریکِ کار بنا لیتے ، تو ہم انہیں مثل سابق مسلمان قوم میں مقبول و معزز بنانے کی کوشش کرتے لیکن بلا ہمارے تعاون و نصرت ہم دیکھیں گے وہ کیسے کامیاب ہوتے ہیں ؟ اپنے اس عزم کو پورا کرنے کی بہترین ترکیب مولوی محمد حسین کو یہ نظر آئی کہ حضرت اقدسؑ پر دعویٰ نبوت کا الزام لگا کر آپ کو خارج از اسلام قرار دیدیں تا کہ حضرت اقدسؑ کے پاس کوئی شخص پھٹکنے نہ پائے۔

دعوئے نبوت کا الزام محض ایک بہانہ تھا جو مولوی صاحب نے وضع کیا تھا کیونکہ اس عذر کی آڑ میں حضرت اقدسؑ اور آپؑ کی جماعت کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج، نیز آپؑ کا مقاطعہ کرانے میں بآسانی وہ کامیاب ہو سکتا تھا، چنانچہ یہ واقعات ہیں کہ دشمنی و عداوت کی ایسی لہر مسلمانوں میں اُٹھی جو آج تک دلوں میں راسخ ہو چکی ہے۔ دعوئے نبوت کا غلط الزام و بہتان بدنام کرنے اور تنفر و عداوت کو بھڑکانے کے لئے لگایا گیا ورنہ یہ خوب معلوم تھا کہ حضرت اقدسؑ نے تو دعویٰ محدثیت و ملہمیت کا ہی کیا ہے، چنانچہ مولوی صاحب نے دعویٰ نبوت کا اتہام لگاتے وقت یہ تحریر کیا

کہ اگرچہ قادیانی نے یہ کہا ہے وہ نبوت کا مدعی نہیں بلکہ محدثیت کا مدعی ہے تاہم اس نے محدثیت کی تعریف ایسی کی ہے جس سے حقیقتاً دعویٰ نبوت ہی لازم آتا ہے - مولوی صاحب کی اس دلیل کا مطلب صاف الفاظ میں یہ نکلتا ہے کہ یا تو حضرت اقدسؑ ان دو دعووں کا یعنی نبوت اور محدثیت کا فرق نہیں جانتے یا پھر یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت اقدسؑ عمداً دھوکہ دہی کے مرتکب ہو رہے ہیں ؟ یہ بھی ممکن ہے کہ مولوی صاحب نے یہ خیال کیا ہو کہ حضرت اقدسؑ کے دعویٰ الہام کو تو وہ درست و صحیح تسلیم کر چکا ہے جب اس نے "براہین احمدیہ" پر ریویو کیا اور یہ لکھا کہ جس غیر مسلم کو الہام میں شک ہو، مرزا صاحب نے اس کے ثبوت میں نہ صرف اپنے الہامات کو پیش کیا ہے بلکہ غیر اقوام کو ان الہامات کی صداقت کا مزہ بھی چکھا دیا ہے اور اس نے یہ بھی سوچا ہو کہ وحی ولایت اور دعویٰ مجددیت کے تو بیشتر مسلمان قائل ہیں اور ایسے مدعی اُمتِ مسلمہ میں ہوتے چلے آئے ہیں، اس لئے دعویٰ الہام و ملہمیت کے الزامات سے شدید مخالفت و عداوت کا طوفان کھڑا نہیں کیا جا سکتا- لہذا حضرت اقدسؑ نے مقامِ ولایت کو جو ظلی و بروزی اور نبوت ناقصہ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے، اس سے عوام میں ہم یہ غلط فہمی پھیلانے میں کما حقہٗ کامیاب ہو سکتے ہیں کہ دیکھو اگرچہ مرزا صاحب اپنے آپ کو مقامِ ولایت و مجددیت پر فائز ہی قرار دیتے ہیں تاہم وہ نہیں جانتے کہ وہ مثیلِ مسیح کا دعویٰ کر کے حقیقتاً دعویٰ نبوت ہی کر رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے مولوی محمد حسین کے اس الزام دعویٰ نبوت کی جس قدر پر زور تردید کی اور اسے اپنے اُوپر بہتان و اتہام قرار دیا نیز مساجد میں حلف اُٹھا اُٹھا کر فرمایا کہ حاشا و کلا! میرا ایسا کوئی دعوے نہیں کیونکہ میں تو اسلام کے بنیادی عقیدہ ختمِ نبوت پر ایسا محکم ایمان رکھتا ہوں کہ میرے نزدیک مدعی نبوت کافر و خارج از اسلام اور لعنتی و کاذب شخص ہوتا ہے ایسی مدلل و معقولؔ تردید کی کوئی اور مثال ملنی مشکل ہے - چند ایک حوالہ جات بطور نمونہ پھر سے دوہرائے جاتے ہیں !-

دعویٔ نبوت کے اتہام کی پُرزور تردید

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

ہاں ملہم استم وز خداوند منذرم (حضرت مسیح موعودؑ)

(۱) " خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہلِ سنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں " (آسمانی فیصلہ)

(۲) " غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ اُمور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان و زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑ کر افترا کرتا ہے -" (اعلان حضرت مرزا صاحبؑ مندرجہ رسالہ دین الحق صد ۱)

(۳) " افتراء کے طور پر یہ تہمت لگاتے ہیں - کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں - لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افتراء ہیں ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہلِ سُنت کے قائل ہیں -" (کتاب البریہ صد ۱۸۲)

(۴) " میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی نیا نہ کوئی پرانا -" (انجام آتھم حاشیہ صد ۲۸)

(۵) " کیا نہیں جانتے کہ خدائے رحیم و کریم نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلعم نے بطور تفسیر آیہ مذکورہ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم اپنے نبی صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوتؐ

کا دروازہ کھول دیا۔ حالانکہ یہ بند ہو چکا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے نبی صلعم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے جبکہ ان کی **وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔**" (حمامۃ البشریٰ ص۲۰)

(۶) "ہمیں **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں" (حمامۃ البشریٰ ص۹۴)

(۷) "خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس اُمت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسرِ شان اپنے ہی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول بھیج کر جس کے ساتھ جبرائیل کا آنا ضروری امر ہے اسلام کا تختہ الٹ دے۔" (ازالہ اوہام ص۵۸۰)

(۸) "قرآن کریم بعد خاتم النبیین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ رسول ہو یا پرانا۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب [illegible] جبرئیل بہ پیرایہ **وحی رسالت** مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔" (ازالہ اوہام ص۷۶۱)

(۹) "ظاہر ہے اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک فقرہ حضرت جبرائیل لائیں اور پھر چپ ہو جائیں۔ یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ہر ایک دانا **سمجھ** سکتا ہے اگر خدا صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلعم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔" (ازالہ اوہام ص۵۷۷)

(۱۰) "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتا ہوں اور وحی نبوت نہیں **بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوتِ محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب اولیاء کو** ملتی ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے **غرض نبوت کا دعوےٰ اس طرف** سے بھی نہیں **صرف ولایت اور مجددیت کا دعوےٰ ہے۔**"

(مجموعہ اشتہارات حصہ دوم ص۱۰۲)

(۱۱) "دیکھو میں اپنے الہاموں میں سے کسی الہام کی تصدیق نہیں کرتا مگر بعد اس کے کہ ان کو کتاب اللہ پر پیش کر لوں اور میں جانتا ہوں کہ ہر وہ چیز جو مخالف ہے قرآن کے وہ **کذب اور الحاد اور زندقہ** ہے پھر میں کس طرح نبوت کا دعویٰ کر دوں جبکہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (حمامۃ البشریٰ ص۷۹)

(۱۲) "نہ مجھے دعوےٰ نبوت و خروج از اُمت اور نہ میں منکر معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت صلعم کے **خاتم النبیین** ہونے کا [illegible] اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا ۔۔۔۔ ہاں محدث آئیں گے۔" (نشانِ آسمانی ص۲۸)

(۱۳) "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۴۲۱)

"وہ مجدد جو اس چودھویں صدی کے سر پر بموجب حدیث نبوی آیا ہے یہی راقم ہے۔"

(تریاق القلوب ص۲۸۲)

(۱۴) "لست بنبی ولکن محدث اللہ وکلیم اللہ لاجدد دین المصطفیٰ وقد بعثنی علیٰ رأس المائۃ" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۸۳)

(۱۵) "قال رسول اللہ صلعم ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب اس صدی کا چوبیسواں سال جاتا ہے ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلعم کے فرمودہ میں تخلف ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ حدیث علماء اُمت میں مسلم چلی آئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعض اکابر محدثین نے اپنے اپنے زمانہ میں خود مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس اُمت کا **مسیح موعود ہے** ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں ہی وہ ایک **شخص** ہوں جس کے دعوے پر چھبیس برس گذر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۰۷ء)

(۱۶) "الاستفتاء حقیقۃ الوحی: **ذکرت غیر مرۃ ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ فالنزاع لیس الا نزاعاً لفظیاً۔**"

(حقیقۃ الوحی الاستفتاء ص۱۶ ۱۹۰۷ء)

(۱۷) "وما عنی اللّٰہ من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ ولعنۃ اللہ علیٰ من اراد فوق ذالک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وان رسولنا خاتم النبیین علیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وسمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لاعلیٰ وجہ الحقیقۃ"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴ - ۶۵)

(۱۸) "یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود کا دعوےٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوے سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ **اصلی فضیلت ملہم من اللہ اور مکلم** من اللہ ہونے میں ہے نام میں **فضیلت نہیں**" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۱)

—— (باقی ـــ باقی) ——

خواتین سلسلہ!

تشکیل و تعمیر ملت خواتین کی توجہ، محنت اور مسلسل سعی کی محتاج ہے۔ **جب** خواتین میں ملت کی ترقی اور استحکام کا جذبہ کام کرنے لگتا ہے **تو دنیا کی کوئی طاقت** اس قوم کی ترقی کو روک نہیں سکتی۔ کیا ہماری **خواتین اپنی اہمیت کا ثبوت دیں گی پیغام صلح** خواتین کے افکار سے محروم چلا آ رہا ہے۔ ہمارا یہ نصف **اولیٰ کب بیدار ہوگا؟** ہماری خواتین خدا کے فضل سے زندہ ہیں!

کم کوشش تو ہے لیکن بے ذوق نہیں راہی

کیا ہماری اہل علم و عزم با ہمت بہنیں **پیغام صلح** کے لئے **باقاعدہ اور متواتر مضامین** لکھ کر خواتین کی تنظیم و اصلاح کا فریضہ انجام دیں گی؟ **اور اس تشنگی کو دور فرمائیں گی** جو سلسلہ کی دیگر بہنیں ایک عرصہ سے محسوس کر رہی ہیں۔ (مدیر)

"باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں" (اقبال)

اور مولانا مودودی کا سرٹیفکیٹ } "ہمارے لئے عید کی خوشی اس بناء پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس سے زیادہ ہمارے لئے خوشی کا کوئی موقع نہیں۔ آخر ہم کس بات کی خوشی منائیں جبکہ **ہماری آنکھوں کے سامنے** جرائم، ظلم و ستم، لوٹ کھسوٹ، بداعمالی و بدکرداری اور **فسق و فجور کا طوفان برپا** ہے، اخلاق کی دھجیاں اُڑ رہی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ **مسلمان کے ایمان کی قیمت ایک ٹیڈی پیسے کے برابر بھی نہیں رہی ہے۔**"

(ہفت روزہ "ایشیا" لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۴ء ص۹)

قابلِ توجہ } مشرقی پاکستان میں جماعت اسلامی کے کام پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا مودودی صاحب نے فرمایا: "وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لئے براہ راست کوئی ذریعہ نہیں ہے مختلف طریقوں سے کچھ اطلاعات ملی ہیں۔ ہمارے کارکنوں کی اکثریت بفضل تعالیٰ محفوظ ہے۔ ان میں جماعت اسلامی کے کارکن بھی ہیں اور اسلامی جمعیت طلباء کے بھی۔ وہ از سرِ نو منظم ہو چکے ہیں اور اور اپنی لگن اور تندہی سے کام کر رہے ہیں کہ چاہے پہلنے اور دکھانے کو نصیب نہ ہو اپنا کام کرتے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں جماعت اسلامی ممنوع ہے۔ **اسلئے وہ دوسرے مختلف ناموں سے کام کر رہے ہیں۔ جمعیت بھی اپنے نام سے کام نہیں کر رہی بلکہ کسی اور نام سے کام کر رہی ہے** تحریکِ اسلامی سے وابستہ جتنے بھی لوگ تھے وہ سبھی کام کر رہے ہیں۔ **کوئی بھی ان میں سے پیچھے** نہیں ہٹا وہ اپنے عزم اور مقصد پر قائم ہیں، **مشکلات و مصائب نے ان کے عزم و ہمت** [illegible]

نئے حالات میں شبان الاحمدیہ کا کردار

موجودہ ابتلاء میں شبان الاحمدیہ نے اس بات کو بڑی شدت سے محسوس کیا کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خیالات کو تحریری شکل میں اور جلسوں کے ذریعہ احباب جماعت تک پہنچایا جائے۔ کیونکہ مامور وقت کے کلام میں بڑی برکت اور عظمت ہوتی ہے۔ اسی خیال کے تحت شبان الاحمدیہ نے اس پروگرام کو مقدور بھر عملی صورت دینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ۴ر اکتوبر ۱۹۷۴ء کو احمدیہ بلڈنگس جامع مسجد میں بعد از نماز جمعہ ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس کی صدارت حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب نے فرمائی۔

جناب سلیم مرزا کی تلاوت قرآن پاک کے ساتھ جلسہ شروع ہوا، جس کے بعد مدیحہ رسول نے ایک نظم پیش کی اور جناب زاہد جنجوعہ نے ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ پڑھ کر سنائے۔

جلسہ کے پہلے مقرر جناب کرنل سعید احمد صاحب (مرحوم) نے "احمدیت عین اسلام ہے" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ احمدیت یقیناً وہ رسمی اسلام نہیں جو عام مولوی پیش کرتے ہیں۔ بلکہ احمدیت نے یہ تصور پیش کیا ہے کہ ہر کام کا ایک نتیجہ ہوتا ہے اور اگر مقصد سامنے نہ رکھا جائے تو عبادات عبث ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے یہی لگن اور یہی جذبہ اپنی جماعت میں پیدا کرنے پر زور دیا۔

"خونی مہدی" کی آمد کے متعلق عوام الناس کے تصور کا ذکر کرتے ہوئے کرنل صاحب نے فرمایا:—

"یہی تو ہمارا اور ان کا بنیادی فرق ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آنے والا مہدی ڈنڈے کے زور سے اسلام پھیلائے گا جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے وعظ و حکمت کے ذریعے اسلام کی تبلیغ کا حکم دیا ہے اور اس کا عملی ثبوت خود ہی پیش بھی کیا ہے اور بزور قلم کسر صلیب کا شاندار کارنامہ انجام دیا ہے اور یہی ان کی آمد کا اصل مقصد تھا تا واضح کیا جائے کہ اگر صحیح اسلام کو پیش کیا جائے تو سعید فطرت اسے ضرور قبول کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے جماعت کا نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" رکھنے کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا:—

"ہمارا یہ ایمان ہے کہ یہ دور حضرت رسول اکرم کی جمالی تجلیات کا دور ہے البتہ احمدیت نے ان بدعات اور غلط باتوں کا جو کہ دین میں بعد میں شامل کر لی گئی تھیں خاتمہ کر دیا ہے اور صحیح معنوں میں اسلام کو ایک زندہ مذہب کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور ایسا کام..... صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں.......... جو مسلمان ہوں، لہذا ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور بفضل خدا مسلمان مریں گے۔"

اس موقعہ پر جناب مولانا عبدالمنان صاحب عمر نے "ابتلاء میں قوموں کا کردار" کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ:—

"یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص جس نے حضرت رسول کرم سے بے پناہ محبت کی اور اسلام کی وہ خدمت کی جو کسی اور سے نہ ہو سکی اور جس نے اشاعت اسلام کے صحیح مفہوم کو واضح کیا ہے اس کو آج کافر کہا جا رہا ہے۔ اگر اس بات کا ہم ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں کہ ایسا کیوں ہوا تو نظر آئے گا کہ اس سلسلہ میں یقیناً ہم سے بھی کوتاہی ہوئی ہے کیونکہ ہم نے حضرت صاحب کو لوگوں کے سامنے صحیح طور پر پیش کرنے کا حق ادا نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ کر ہم نہ ہی زندہ اسلام پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان خیالات کو رد کر سکتے ہیں جو مخالفین اسلام کے متعلق رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا نے کہا:

"ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم حضرت صاحب کی تحریرات کا بھی بلا واسطہ بغور اور کثرت سے مطالعہ کریں کیونکہ مامور کے کلام میں بڑی عظمت اور برکت ہے، لیکن افسوس ہے کہ ہم نے مامور وقت کے کلام کو چھوڑ کر خود کو ان برکتوں سے محروم کر لیا ہے۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ موجودہ ابتلا کو ہم نے اپنی ان ہی کوتاہیوں کی وجہ سے خود ہی دعوت دی ہے"

موجودہ ابتلاء میں ثابت قدم رہنے پر زور دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:—

"جہاں ۷ر ستمبر کے فیصلے کے پیش نظر ہمارے لئے مشکلات بھی پیدا ہوئی ہیں وہاں ہمیں حضرت صاحب کے اس فرمان کو نہیں بھولنا چاہیئے کہ ہر قوم پر ایسی ابتلاؤں اور آزمائش کا دور گذرا ہے تاکہ اس کی تمیز ہو سکے کہ کون اپنے دعوے میں سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ جماعت خدا کے حکم سے ایک مامور کے ہاتھوں قائم کی گئی ہے۔ افراد ختم ہو سکتے ہیں لیکن یہ سلسلہ انشاء اللہ پھلتا پھولتا رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو مٹا نہیں سکتی۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال ہے کہ یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا تو یہ اس کی محض خام خیالی ہے۔

موجودہ حالات میں استحکام جماعت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے حضرت مولانا نے کہا:—

"ہمیں چاہیئے کہ ہم صحیح معنوں میں اسلام اور حضرت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور پہلے سے بھی بہتر طور پر دوسروں کے لئے صحیح اسلامی اقدار کا نمونہ پیش کریں تاکہ ہمارے مخالفین کو خود ہی اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ اصل مسلمان تو یہی ہیں —— لیکن اس کے لئے اللہ کا فضل اور استقامت شرط اول ہے"

جلسہ کے آخر میں صاحب صدر حضرت امیر قوم نے دعا سے اس کی کارروائی کا اختتام کیا۔

شاہد جاوید جنجوعہ — سیکرٹری شبان الاحمدیہ لاہور

عطیہ بر ولادت باسعادت

جماعت کی نہایت ہی محترم خاتون عطیہ مجید صاحبہ جو کہ چوہدری محمد لطیف مرحوم ایڈوکیٹ لائلپور کی صاحبزادی ہیں کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے۔ اس ولادت کی خوشی میں محترمہ عطیہ کی بڑی بہن محترمہ عفیفہ مشتاق صاحبہ نے یکصد روپیہ عطیہ برائے اشاعت اسلام اور صدقہ جاریہ فنڈ میں بھجوائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و تندرستی اور عمر دراز عطا فرمائے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ آمین۔

احباب جماعت بھی بچے کی نیک بختی اور درازی عمر کے لئے دعا فرمادیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور - ۶ر نومبر ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۰

عرفات پریس تھارنٹن روڈ لاہور میں باہتمام خالد عمر صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش
ایڈیٹر: غلام نبی مسلم - ایم اے

جلد ۶۱ | چہار شنبہ ۲۸ شوال المکرم ۱۳۹۴ھ - ۱۳ نومبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۴۲

حضرت مجدد صد چہاردہم سلام اللہ علیہ

بیعت کی غرض اور اسلامی برکات پھیلانے کی تڑپ

یہ سلسلۂ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آ سکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کیلئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہرا وے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور ان کے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیقہ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا، بلکہ انکی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے۔ ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہو گا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آب پاشی کرے گا اور اس کو نشو و نما دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی، اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔

فالحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً اسلمنا
لہ ہو مولٰنا فی الدنیا والآخرۃ نعم المولٰی و نعم النصیر

(ازالہ اوہام - صفحہ نمبر ۸۴۹ — ۸۵۲)

مصطفٰے پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت - اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جان محمد سے میری جاں کو مدام - دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں - لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
(مسیح موعود)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کی خدمت کو عبادت قرار دیا ہے

رحمت دو عالمؐ کے شاگرد رشید حضرت میرزا صاحبؑ نے بہتوں کو روحانیت سے مالامال کر دیا

خطبہ جمعہ: مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۷۴ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ۔ جامع احمدیہ لاہور

وقضیٰ ربك الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندك الكبر احدھما او كلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا كریما........ وقل رب ارحمھما كما ربیٰنی صغیرا: (بنی اسرائیل ۲۳-۲۴)

(مرتبہ عبدالرؤف کھوکھر)

فرمایا: اور تیرے پروردگار کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کی جائے اور ماں باپ کے ساتھ احسان کا برتاؤ کیا جائے اما یبلغن عندك الكبر احدھما او كلاھما اور ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں فلا تقل لھما اف تو ان کے سامنے اف تک نہ کیجیو ولا تنھرھما۔ اور نہ ان کو سخت، درشت بات کہیو۔ وقل لھما قولا كریما۔ اور ان سے بڑی شائستگی، ملائمی، نرمی اور ادب سے مخاطب ہونا۔ پھر آگے آتا ہے واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ، اور بڑی شفقت و محبت اور رحمت و اُلفت اور خاکساری کے ساتھ اپنے کندھوں کو ان کے سامنے جھکائیو۔ اور دعا یہ کیجیو کہ رب ارحمھما كما ربیٰنی صغیرا۔ اے پروردگار تو ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحم کر کے مجھے بچپن سے جوانی تک پالا ہے۔ یہ سورت بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کی دو آیات ہیں جن میں پہلا حکم اللہ کی عبادت کا اور دوسرا حکم والدین کی خدمت گذاری اور فرمانبرداری اور اطاعت کا ہے۔ یہاں یہ دو حکم جمع کرنے اور اپنے بعد والدین کی اطاعت کا حکم دینے سے دنیا میں وہ مثالی معاشرہ پیدا کرنا مقصود ہے جس میں یہی دنیا جنت کا نقشہ پیش کرنے لگتی ہے مزید براں والدین کی عظمت قائم کرنا مقصود ہے۔ اپنی توحید کے ساتھ ماں باپ کی خدمت و نگہداشت اور ان کے ادب و احترام کا حکم جمع کرنے کا ایک اہم مقصد مخلوق کی خدمت کا سبق اپنے گھر سے دینا بھی مطلوب ہے۔ ان دو حکموں کا ایک آیت میں اجتماع ان کی اہمیت و عظمت پر شاہد ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک ماں باپ کی خدمت بھی ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ والدین کی خدمت.. کو اپنی سعادت مندی یقین کرے۔ اور یہ سمجھے۔ کہ یہ میرے ماں باپ ہیں۔ ان کی اعلےٰ درجہ کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ اللہ تعالےٰ انسان کے اندر یہی نیک جذبہ اُبھارنا چاہتا ہے۔ اس سے معاشرہ میں بہتری، امن اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ یہ قوم کے بزرگوں کی تعظیم کا حکم ہے۔ جس ملک۔ شہر اور محلہ میں اس الٰہی حکم کی تعمیل ہوگی۔ وہاں پر اللہ تعالےٰ کی رحمت برسے گی۔ اس کے دیگر رشتہ داروں چچا۔ تایا۔ پھوپھا اور پھوپھی کی تعظیم و خدمت کا بھی اسی طرح حکم ہے۔ اپنے گھر کی چار دیواری کے ذریعہ خدا نے اپنی مخلوق کی خدمت عام کا حکم بھی دیا ہے۔ غرباء قوم کی مدد بھی ضروری ہے۔ جماعتیں بنانے سے بھی یہی غرض ہے تاکہ اجتماعی رنگ میں الٰہی رنگ کے تحت باعزت طریق سے محتاجوں مسکینوں اور غریبوں کی کفالت اور خدمت کی جائے۔ قرآن کریم میں متموّل افراد کو تاکید ہے کہ وہ اپنی دولت میں غرباء اور ضرورت مندوں کو بھی شریک کریں۔ جو بھی شخص اپنے مال کو صرف اپنی ذات پر صرف کرتا اور اسے عیش و عشرت کا ذریعہ بناتا ہے۔ اس کو اپنے انجام اور عاقبت سے ڈرنا چاہیئے۔ اس کے بالمقابل جو آدمی اپنی دولت غرباء پر خرچ کرتا ہے۔ اسے دنیا ہی میں سکون آرام اور اطمینان مل جانے کے علاوہ اس کی آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ حضور صلعم نے بیواؤں۔ یتیموں اور مساکین پر توجہ دینے کو عبادت کا حصہ قرار دیا ہے۔ ہم نے اس زمانہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان کے اعمال میں خدا کے احکام کی تعمیل نظر آتی تھی۔ آپ کے روحانی اثر نے بڑے بڑے لوگ پیدا کیئے۔ جنہوں نے اسلام کا بہترین عملی نمونہ پیش کیا جن میں سے کچھ لوگ تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ کچھ باقی ہیں... ان سے ہمیں برکت حاصل کرنی چاہیئے اس زمانہ میں حضرت مجدد صد چہاردہم نے غرباء کی مدد کی طرف خاص طور پر قوم کو توجہ دلائی۔ اور اس کے لئے ایک بیت المال بنایا جس میں قوم کے چندوں۔ صدقات۔ اور زکوٰۃ سے جو مال جمع ہوتا ہے۔ اس سے غرباء و مساکین کی پرورش کی جاتی ہے۔ دعا کرنی چاہیئے۔ کہ ہم اس پر عمل پیرا رہیں نیز یہ ایک ہی جماعت ہے۔ جو اپنے مالوں سے کتابوں اور رسالوں کے ذریعہ اشاعت اسلام کرتی ہے۔ رحمۃ للعالمین کے ایک شاگرد حضرت میرزا صاحب کا یہ کارنامہ ہے۔ جنہوں نے بہتوں کو روحانیت سے مالا مال کر دیا جو لوگ بھی اُن کے پاس بیٹھے۔ اسلام کا عملی نمونہ بن گئے حضرت مولانا نور الدینؓ مولانا عبدالکریمؓ۔ اور مولانا محمد احسن امروہیؒ ایسے بابرکت لوگوں میں سے تھے جن کی موجودگی سے قادیان دینی علوم کا مرکز بن گیا تھا۔ وہاں اللہ کے ایسے مقبول بندے پیدا ہوئے۔ جنہیں دیکھ کر لوگوں نے ہدایت پائی۔ کچھ لوگ اب بھی ایسے جماعت میں موجود ہیں جن سے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں جو اسلام کا عملی نمونہ ہیں اور جو روحانیت کا چراغ ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں زندگی عطا فرمائے تاکہ ان کے مبارک وجود سے ہمارے نوجوان زیادہ سے زیادہ علمی و روحانی فیض حاصل کر سکیں، یہ لوگ آہستہ آہستہ کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اور ان کی جگہ لینے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ ہمارے نوجوانوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر اشاعت اسلام کے کاموں میں تقویت کا موجب بنیں۔

ہمارا جلسۂ سالانہ ۱۹۷۴ء

۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار) کو منعقد ہوگا

خواتین کا جلسہ ۲۷ دسمبر جمعہ کے دن صبح کے وقت منعقد کیا جائیگا

اور مردانہ جلسہ نماز جمعہ کے بعد شروع ہوگا۔ تفصیلی پروگرام آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔

نمائش دستکاری

حسب معمول منعقد ہوگی۔ خواتین دستکاری کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں، اور اپنی اشیاء ساتھ لادیں۔

چوہدری عبدالحق۔ مہتمم جلسہ سالانہ ۱۹۷۴ء

نخلِ تناور

(ابوارشد)

عباس کو پکاریں کہ کرنل سعید کو
آنکھیں ترس کے رہ گئیں کس کس کی دید کو

دیں کے چمن میں نخلِ تناور ہیں خال خال
برداشت کس طرح کریں قطع و برید کو

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— ۱۳ر نومبر ۱۹۷۴ء

شاید مجھے نکال کے ....

مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر نے مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی سلام اللہ علیہ کے متعلق لکھا کہ "سرہند میں ایک فریب کار پیدا ہوا، جو ولایت کا دعوے کرتا تھا، کرامت کا مدعی تھا۔ اور اس نے سادہ لوح لوگوں کو پھنسانے کے لئے دامِ تزویر پھیلایا چنانچہ میں نے اس کے دماغ کو درست کرنے اور اس کے خلاف عوام کے شور و شر کو روکنے کے لئے اسے گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا" یہ فیصلہ تھا اس زمانے میں عامۃ المسلمین علمائے کرام اور دین و ملت کے جاں نثاروں کا۔

حضرت مجدد الف ثانی کے نقشِ قدم پر چل کر احیائے دین و سنت کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ سلام اللہ علیہ نے بلند پایہ دینی تصانیف کے ذریعہ ملک میں احیائے دین اور خلفائے راشدین کے نظام و سنت کی تجدید کی کوشش کی، مگر آپ کی تکفیر کی گئی اور اس زمانے کے ارباب اقتدار نے حفاظت اسلام کے جذبے سے مغلوب ہو کر آپ کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹوا دیئے تاکہ آپ آئندہ کوئی دینی کتاب نہ لکھ سکیں۔

حضرت سید احمد بریلوئیؒ اور آپ کے جاں نثار رفیق حضرت سید اسمٰعیل شہیدؒ نے اس ملک میں غلبۂ اسلام اور احیائے سنت کے لئے جہاد کرتے ہوئے اپنی گردنیں کٹوا دیں اور اس ملک کے مسلمانوں کا ایک کثیر گروہ آج بھی انہیں دشمنِ رسولؐ جان کر گردن زدنی قرار دیتا ہے۔

مگر کون نہیں جانتا کہ یہ لوگ محض خادمانِ اسلام تھے، جن کی اپنی زندگیاں اتباع کتاب و سنت کا گراں قدر نمونہ تھیں۔ انہوں نے اپنے زمانے میں کفر و فسق کی بجائے خدا پرستی، نیکی، پاکیزگی اور اسوۂ رسولؐ کی پیروی کی تبلیغ و تلقین کی۔ پھر ان اہل اللہ کے حلقۂ عقیدت میں جو شخص آیا بندۂ خدا بن گیا۔ آج ان کے انہی افکار و عقائد کی موجودگی میں عالمِ اسلام انہیں مجدد و عاشقِ اسلام یقین کرتا ہے۔ جن کی وجہ سے ان کے ہمعصر انہیں دشمنانِ دین سمجھتے اور ان کی تکفیر و تفسیق کرتے تھے۔ یہیں سے دوسرا پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ ان بزرگوں کے مخالف مسلمان بالخصوص علماء، سجادہ نشین، امراء اور سلاطین حق و صداقت سے بہت دور تھے۔

آج ہمارے زمانے میں پھر اربابِ حکومت، علماء، اور عوام نے اس زمانے کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ اور آپ کے خدا پرست نام لیواؤں کی تکفیر کی ہے حالانکہ حضرت مرزا صاحب کی ذاتی زندگی خدا پرستی، تقوے، نیکی اور شرافت کی انتہائی بلندیوں پر تھی۔ آپ کی دینی خدمات کے دشمن بھی معترف رہے ہیں، اور پھر آپ کی صحبت اختیار کرنے والے انتہائی نیک اور اسلام کے خادم بن گئے۔ اور ایک احمدی مسلمان آج بھی اپنے ایمان، عمل، اتباعِ سنت اور دینداری کی وجہ سے ممتاز نظر آئے گا ——

لیکن آج پھر تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا ہے۔ اور آج بھی اسی قسم کے حکمرانوں، علماء اور عوام نے اسلام کے ایک ممتاز دینی گروہ کی تکفیر کی ہے تاکہ جماعت احمدیہ نے خدماتِ اسلام اور نیکی کا جو معیار قائم کیا ہے اس کی موجودگی میں انہیں اپنے خلاف اسلام اعمال سے ندامت نہ ہو۔ جن لوگوں (اہلِ اقتدار اور عوام) نے حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی تکفیر کی ان کے لئے رئیس المکفرین مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کا تازہ سرٹیفکیٹ ہدیہ قارئین کرام ہے:۔

"ملک میں فسق و فجور کا دور دورہ ہے۔ عوام کو روٹی کپڑے اور مکان کی سہولتیں فراہم ہونے کی بجائے انہیں پہلے سے بھی زیادہ دشواریوں کا سامنا ہے۔ اور اسلام کی خدمت کا دعوے کرنے والے، دین اور اہلِ دین دونوں کی جڑیں کاٹ رہے ہیں ..... جس ملک کی جڑوں ۔ ۔ ۔ اخلاق نکل چکا ہو، قانون کی پابندی اور دیانت نکل چکی ہو وہ ملک نہیں رہ سکتا.......... ہمارے لئے عید کی خوشی صرف اس بناء پر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں روزے رکھنے کی توفیق دی ...... اس سے زیادہ ہمارے لئے خوشی کا کوئی موقع نہیں، آخر ہم کس بات کی خوشی منائیں۔ جبکہ ہماری آنکھوں کے سامنے جرائم، ظلم و ستم لوٹ کھسوٹ، بداعمالی و بدکرداری اور فسق و فجور کا طوفان برپا ہے۔ اخلاق کی دھجیاں اڑ رہی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کے ایمان کی قیمت ایک پھوٹی پیسے کے برابر نہیں رہی.......... تیسری طرف ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ روزانہ ہمارے دین اس کے تصورات، اس کے اصولوں اور اس کی اقدار کی جڑیں کاٹی جا رہی ہیں۔ نام یہ لیا جا رہا ہے۔ کہ ہم اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور اسلام ہی پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ دین اور اہلِ دین دونوں کی بیخ کنی کی جا رہی ہے ان حالات میں ہمارے لئے کونسا خوشی کا موقع ہے"۔

(ہفت روزہ ایشیا مؤرخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۹)

یہ ہے وہ دین کا شیدائی، محافظ ختم نبوت بر سر اقتدار طبقہ اور عامۃ المسلمین، جن کی تائید سے جماعتِ اسلامی نے اسلام کی متبع اور محافظ جماعت کو کافر ٹھہرایا ہے ہم مولانا مودودی سے ایک سوال کرتے ہیں کہ جن لوگوں کا دینی اخلاقی حدود اربعہ آپ نے محولہ بالا سطور میں دیا ہے کیا یہ لوگ اسلام کی طرف سے ترجمانی کا حق رکھتے ہیں۔ کیا انہیں دوسرے کلمہ گوؤں کے ایمان کا محاسب بنایا جا سکتا ہے۔ کیا ان میں خدا دشمن سوشلسٹ اور کمیونسٹ نہیں تھے، کیا ان میں اکثریت ان لوگوں کی نہ تھی جن کی آپ اور دیگر سو سے زیادہ علماء نے تکفیر کی تھی اور بقول آپ کے آج اس ملک میں اسلامی فکر و اخلاق کے بقیہ آثار کو ڈھا رہے ہیں۔

آپ نے جماعتِ احمدیہ کو اقلیت قرار دے کر اسلام کے حصار میں شگاف کر دیا ہے اور کفر و باطل کے مقابل اس بند کو توڑ دیا ہے جو جماعت احمدیہ ... میں اپنے زندگی بھر کے اسلامی مقاصد کو قربان کر دیا اور حصول اقتدار کے لئے بدی کی قوتوں سے تعاون کیا، اور اس میدان میں آپ نے جو شکست کھائی ہے اس سے آپ کی تحریک آپ کے ہاتھوں دفن ہو رہی ہے اور اسی صورت میں آپ کی فکری موت ٹل سکتی ہے کہ آپ تعاونوا علی البر و التقویٰ کے پیش نظر جماعتِ احمدیہ کی روح سے استفادہ کریں۔

جن مسلمانوں کے بل بوتے پر آپ نے مسند اقتدار پر قبضہ کی ٹھانی ان کی اکثریت اپنے افکار، عمل، اتباعِ قرآن، بلکہ انسانیت کی پست ترین سطح پر ہے اب اس ملک میں دین تو درکنار انسانیت کی بقا بھی خطرے میں ہے۔ اور اس سلسلے میں اسلام کی بقاء کے لئے حقیقی خلوص، تڑپ، ایثار آپ کو جماعتِ احمدیہ ہی سے مل سکتا ہے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ آپ نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر جو اس ملک سے ہر اسلامی قدر کو مٹانے میں مصروف ہیں۔ اس جماعت کی تخریب پر کمر باندھ لی جو کسی نہ کسی رنگ میں دنیا بھر میں قرآن کا پیغام پہنچانے میں ساعی ہے کیا اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے کسی چراغ کی ضرورت ہے۔ بالخصوص جبکہ جماعتِ احمدیہ لاہور کی تکفیر کے لئے آپ کے پاس کوئی معقول دلیل نہیں، سوائے اس کے کہ آپ کے دل سے خدا کا خوف نکل گیا۔ اور علمی غرور نے آپ کو مسحور کر دیا۔

مولانا اسلام زندہ رہے گا اور ہر ادیانِ باطل پر غالب آئے گا۔ لیکن آپ جس حقیقی ناکامی سے دوچار ہو رہے ہیں۔ وہ دنیا کے عیش پرست عرب اور غیر عرب حکمرانوں اور دولت مندوں کے سہاروں سے دُور نہیں ہوگی۔ اس میں حقیقی امداد جماعت احمدیہ لاہور سے ہی ملے گی، سوچئے، خوب سوچئے۔ آپ نے سیاست میں غلبہ کے لئے "اسلام پسندوں" کی جو کھیپ تیار کی ہے۔ وہ سیاسی غلبہ کے لئے تو شاید قربانی دیدے، لیکن محض رضائے الٰہی اور اسلامی تعلیمات کی برتری کے لئے سرفروش جماعت احمدیہ ہی سے ملیں گے۔ اس لئے چند لمحوں کے لئے سوچئے۔ اور ہماری طرف دست تعاون بڑھائیے۔ اسی میں اس ملک کے معاشرے کی بہتری ہے۔ اسی میں اسلام کی بہتری ہے، اسی میں پاکستان اور ملتِ پاکستان کی سربلندی کا راز پوشیدہ ہے۔ اور یقیناً جماعت احمدیہ لاہور کے فدائیانِ اسلام ہی اس خلا کو پُر کر سکتے ہیں۔

—— محفل میں اس خیال سے پھر آ گیا ہوں میں۔

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بر وشد اختتام (حضرت مجدد اعظمؑ)

محترم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب ایم اے

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک شعر

ایں آتشے کہ دامن آخر زماں بسوخت
از بہرِ چارہ اش بخدا نہر کوثرم

احمد فراز ادبی حلقوں کے جانے پہچانے آدمی ہیں۔ انہوں نے حلقۂ اربابِ ذوق کی ایک محفل میں اپنی نظم سنائی جس کا ایک شعر ہے ؎

اب رسولوں کی کتابیں طاق پر رکھ دو فراز
نفرتوں کے یہ صحیفے عمر بھر دیکھے گا کون

اس شعر پر مذہبی حلقوں میں بڑی لے دے ہوئی۔ "نوائے وقت" نے ایک اداریہ لکھا۔ کچھ ادھر ادھر سے احتجاج بھی ہوا اور فراز کو اپنے اس جرم کی پاداش میں ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑے۔ ایک "اسلامی ملک" میں رسولوں کی کتابوں کو نفرتوں کے صحیفے کہنا واقعی کفر۔ الحاد اور دین سے ناقابل برداشت دشمنی ہے۔ ایسے نظریات کی اشاعت پر جرأت کے لئے یہ ضروری تھا کہ دین کی حفاظت کے لئے رب العلمین کے ایک گم کردہ راہ اور بھٹکے ہوئے انسان سے اس کی روزی چھین لی جاتی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ان کروڑوں انسانوں کو جو دن رات اس کی ہستی کا تمسخر اور مذاق اڑاتے ہیں ایسی نعماء غیر مترقبہ سے نوازتا رہتا ہے جو اس کے نام لیواؤں کو کبھی خواب میں بھی نصیب نہیں ہوئیں۔ لیکن جو ملک اس کے دین کے نام پر معرضِ وجود میں آیا ہو، اس کے وسائل پر چوروں۔ ڈاکوؤں، سمگلروں۔ ذخیرہ اندوزوں، جوار یوں، قاتلوں، رشوت خوروں۔ جیب کتروں، دھوکہ بازوں، بردہ فروشوں اور دختِ رز کے متوالوں کا ہی حق ہے۔ وہ کچھ بھی کریں آخر مسلمان ہیں اور جنت الفردوس کے وارث

رات بھر پیتے رہے، صبح کو توبہ کرلی — رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

سیدھا سادہ احمد فراز اپنی سادگی میں مارا گیا۔ وہ اس منافقت سے آشنا نہیں ورنہ اپنے دل کی بات کبھی زبان پر لانے کا حوصلہ نہ کرتا۔ اُسے کون روک سکتا تھا کہ وہ سوچے کچھ۔ کرے کچھ اور کہے کچھ۔ اگر کوئی درد آشنا اور محرم راز ہوتا تو وہ اپنے رستے ہوئے ناسُور دکھانے کے لئے اپنے دل کے دریچے اس کے لئے وا کر دیتا۔ اس سے گلہ و شکوہ ناانصافی ہے اور اسے اس کے حق زیست سے محروم کر دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔

پر کسی نے یہ نہ سوچا کہ احمد فراز اور اس جیسے سینکڑوں بدنصیب انسانوں نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی اور نشوونما پائی اس میں انہیں تنی ہوئی گردنوں، شکن آلود جبینوں، خود غرضی۔ نفس پرستی۔ منافقت اور نفرت و حقارت۔ کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ انہوں نے راستی اور پیار و محبت کی جستجو میں ہر دروازے پر دستک دی مگر مایوس..... لوٹے ان بستیوں کے رہنے والے کسی نہ کسی آسمانی صحیفے کو اپنے سینوں سے چمٹا کر رکھنے والے تھے لیکن وہ احمد فراز اور اس کے ہم مشربوں کو ان کی منزل کا پتہ نہ بتا سکے۔

احمد فراز ایک پڑھے لکھے ذہین اور باشعور طبقے کا نمائندہ ہے۔ دنیا کی تاریخ اس کے سامنے ہے۔ تاریخ اسلام میں اسے شہادتِ حضرت عثمانؓ۔ جنگِ جمل۔ شہادت حضرت علیؓ، شہادت حضرت امام حسینؓ۔ امویوں، عباسیوں۔ علویوں اور عثمانیوں میں اقتدار کی جنگ اور قتل و خرابہ۔ سپین اور بغداد کی تباہی۔ خود اس برصغیر میں سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان کے انجام۔ مشرقی پاکستان میں بھائی کے ہاتھوں بھائی کا گلا کٹنے کے نشان ملتے ہیں۔ کیا ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے والے یہ سب ایک خدا ایک رسول اور ایک قرآن کے ماننے والے نہ تھے۔ کیا آج بھی راولپنڈی اور لاہور سے بیرونی ممالک کے لئے جاسوسی کرنے والے گروہ کے پکڑے جانے والے افراد مسلمان نہیں۔ اور اس بات کا دعوے نہیں کرتے کہ وہ دینِ اسلام اور تحفظ ختم نبوت کی خاطر جانیں قربان کر دیں گے۔ کہیں انہی کے ہاتھوں پاکستان میں شورش برپا کروانے کے لئے غیر ملکی روپیہ تو تقسیم نہیں کیا گیا ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے غم میں دن رات گھلنے والے ناشتے کے ٹن اور ٹنڈی کا کے فلیش ایبل ہوٹلوں میں پندرہ پندرہ بیس بیس کے گروہوں میں بھونے ہوئے مرغ مسلّم

پلاؤ اور زردہ سے پیٹ کی آگ بجھانے پر مجبور ہو جائیں۔ قرآن کریم بھی کیا عظیم اور روشن کتاب ہے۔ فرماتا ہے:

"یاایھا الذین اٰمنوا ان کثیرًا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللّٰہ"

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو یقیناً بہت سے علماء اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں"

ایک نامی گرامی صحافی نے جو تحریکِ ختم نبوت کے صف اول کے رہنما متصور ہوتے ہیں ایک مرتبہ ایک پیر صاحب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ انہوں نے ایک موقعہ پر ان کے کنبہ والوں کو بیس ہزار روپیہ اور دوسرے موقعہ پر دس ہزار روپیہ عطا فرمایا۔ اگر کوئی تاجر یا صنعتکار اتنی بڑی رقم دے دیتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا لیکن ایک درویش کے ہاں اتنی بڑی رقم کہاں سے آئی جس کا دعوے یہ ہو کہ اس نے رسولؐ کے قدم بہ قدم چلنا ہوتا ہے اور رسول کا نمونہ یہ ہے کبھی ایک کھجور مل جاتی ہے کبھی کچھ ستو مل جاتے ہیں اور کبھی دنوں گھر میں آگ نہیں جلتی اور جب آنکھ بند ہوتی ہے تو گھر میں جو ایک درم ہے وہ بھی تقسیم کروا دیتا ہے۔ کیا قول و فعل کے اس تضاد نے فراز جیسے حساس انسانوں کے آبگینۂ دل کو ٹھیس نہیں لگنی چاہیئے۔

انجیل کے پرستاروں نے ہیروشیما، ناگاساکی اور ویٹ نام میں کیا کیا ستم ڈھائے حضرت عیسٰیؑ اور انجیل کی تعلیم تو یہ ہرگز نہیں۔ وہاں تو یہ ہے کہ تمہارے ایک گال پر کوئی تھپڑ مارے تو تم دوسرا بھی آگے کر دو اور اگر تم سے کوئی ایک چیز چھینے تو دوسری بھی اس کے حوالے کر دو۔ تورات کے ماننے والوں نے مسجد اقصٰے نذر آتش کرنے سے دریغ نہ کیا۔ سب تو ہیں مسلمان۔ عیسائی اور یہودی آسمانی صحیفوں کو ماننے والے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہیں۔ انسانیت کیوں بٹی ہوئی ہے۔ کیوں آپس میں دست و گریبان ہے۔ ایک باشعور اور ذہین انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اگر وہ اس راز سے آشنا نہ ہوا اور آسمانی تعلیم کی حقیقت بھی اس پر کسی نے منکشف نہ کی ہو تو وہ یہی نتیجہ اخذ کرے گا جو فراز نے کیا ہے اور لاکھوں دوسرے نوجوان کر رہے ہیں۔

یہ لوگ ایسا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ان صحیفوں کی نظریاتی تعلیم اور اس پر عمل کے تضاد سے مضطرب اور پریشان ہیں۔ انہیں اس پر یقین ہے کہ نظریاتی طور پر کسی بھی آسمانی کتاب نے انسان کو انسان سے نفرت کا سبق ہرگز نہیں دیا ہوگا۔ لیکن اپنے ماحول میں اس کے منشا اور مقصد کے خلاف پاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ان لوگوں کے عمل کو بھی اس کے عین متضاد پاتے ہیں جو اپنے آپ کو کسی آسمانی کتاب کا عالم سمجھتے ہیں خواہ عیسائی پادری ہوں۔ یہودی راہب یا مسلمان علماء۔ مسلمان ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین مانتے ہیں۔ اور دوسری طرف "تحفظ ختم نبوت" کی آڑ میں سیاسی انتقام کے طور پر بے گناہ اور معصوم لوگوں کی مسجدوں، دکانوں اور گھروں کو آگ لگاتے ہیں، ان کی جان لیتے ہیں اور سماجی بائیکاٹ کرتے ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث اور اسوۂ رسول میں تو ایسی بات کہیں نظر نہیں آتی۔ ایک فرقے کا آدمی دوسرے فرقے کی مسجد میں نماز ادا نہیں کر سکتا جبکہ اس کے بالکل برعکس خود خاتم النبیین عیسائیوں کو مسجد نبوی میں اتوار کے دن عبادت کی اجازت دیتے ہیں۔ ناجائز کمائی سے حج کیا جا رہا ہے جبکہ اس کے لئے تقوےٰ اولین شرط ہے۔ نماز اور تسبیح کے ساتھ رشوت۔ چور بازاری اور سمگلنگ کو جائز تصور کیا جاتا ہے۔ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ اور چیزیں کم تولنا تو کوئی جرم ہی خیال نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ نماز کی تعریف یہ ہے کہ فحش ناپسندیدہ اور سرکشی کے افعال سے روکتی ہے۔ اگر اس سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا تو وہ نماز نہیں۔ جب قول و فعل کا یہ تفاوت یہ تناقض اور تعلد آنکھوں کے سامنے ہو، محسوس کیا جا رہا ہو، تجربے میں آچکا ہو تو کون اس مذہب کو اپنانے کی طرف متوجہ ہوگا جو انسان کو گناہ سے نجات نہیں دلا سکتا اور انسان کے ہاتھوں انسان کا استحصال ختم نہیں کر سکتا چاہے اس کی نظریاتی تعلیم کتنی ہی ارفع اعلےٰ۔ پاکیزہ اور ہمہ گیر کیوں نہ ہو، اس کا عملی پہلو اپنے اندر کشش اور جاذبیت نہیں رکھتا۔

حقیقت تو یہی ہے کہ جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں وہ نظریاتی اور عملی طور

پر انسان کا تعلق خدا سے پیدا کرنے۔ اسے گناہوں سے نجات دلانے۔ اور انسان کو انسان سے پیار سکھانے کے لئے آئی ہیں۔ خدا کسی ایک فرقے۔ قوم یا مذہب والوں کا خدا نہیں۔ وہ ربّ العالمین ہے۔ وہ ایک خورد بینی جراثیم سے لیکر انسان تک سب کا خالق۔ مالک۔ رازق اور ربّ ہے۔ سب انسانوں کو اس نے ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے۔ اس لئے وہ کیسے اس بات سے غافل رہ سکتا تھا کہ دنیا کی ہر قوم کے اندر اپنا ایک ہادی اور مرسل اس کی رہنمائی کے لئے بھیجے۔ ہر ہادی نے اپنے زمانہ کے استحصالی اور استبدادی نظام کے خلاف آواز بلند کی اور قرآن کریم خود اس حقیقت پر شاہد ہے کہ اس قوم کے صاحب اثر اور ذی ثروت لوگوں نے ہی اس کی مخالفت کی اور اگر ساتھ دیا تو چند غربا اور مساکین نے اور آخر کار یہی لوگ کامیاب ہوئے۔ آنحضرت اور آپ کے اپنے صحابہ کرامؓ کے واقعات اس کے گواہ ہیں لیکن کہاں ہے آپ کے زمانے کا اسلام اور اسے کیا نسبت ہے آج کے اسلام سے جو لوگوں کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ لوگ تو یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ تو آج سے چودہ سو سال پہلے کی بات ہے۔ وہ واقعات تاریخ میں ضرور ہیں لیکن ہم ان اصولوں پر عمل اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ہی یقین کر سکتے ہیں کہ یہ واقعی آج بھی اسی طرح قابل عمل اور قابل نفاذ ہیں جیسے پہلے تھے۔ اس کا کیا جواب ہے آپ کے پاس جب بقول شاعرِ مشرق :

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

حالت یہاں تک پہنچ جائے تو پھر فراز اور اس کی طرح کے سادہ دل لوگ صداقت کی تلاش میں کہاں جائیں۔

کسی صحیفے کی صداقت کا معیار اس کے ماننے والوں کا کردار اور عمل ہی ہوتا ہے۔ اور دوسروں پر اس کی سچائی ثابت کرنے کی ذمّہ داری سب سے زیادہ ان پر عائد ہوتی ہے جو بزعم خویش اپنے آپ کو اس کا عالم اور محافظ قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہاں معاملہ قطعاً مختلف ہے جب ان صحیفوں کی تعلیم بطور وراثت ایک خاص طبقہ کے ہاتھ آگئی اس نے اپنے آپ کو خدا کا نائب۔ مذہب کا واحد علمبردار اور اجارہ دار سمجھ کر اس معصوم تعلیم کو توڑ مروڑ کر اپنے مخصوص اغراض و مقاصد اور مفاد کے لئے یوں استعمال کرنا شروع کر دیا کہ مذہب انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کا ذریعہ بن گیا اور ناواقف عوام کے اعتماد کو بھی پارہ پارہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب کے خلاف ایک دبی دبی سی آگ سینوں میں سلگتی رہی اور جونہی فضا سازگار ہوئی اس نے نفرت۔ حقارت اور بغاوت کے شعلوں کا روپ دھار کر اس خود ساختہ اور مسخ شدہ مذہب کو بھسم کر ڈالا اور انسانیت سلگتی رہ گئی۔ روس سے عیسائیت کا دیس نکالا ایک عبرت آموز مثال ہے۔

اپنے آپ کو اسلام کا محافظ بتلانے والے بھی اسی روش پر چل نکلے ہیں۔ جس اسلام کو وہ محراب و منبر سے پیش کر رہے ہیں اُسے قرآن اور حدیث سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اگر ایسا نہیں تو کیوں بعض علماء اور مسلمانوں کی سیاسی جماعتوں نے ان کی اکثر انگریس کانگرس کے ساتھ مل کر پاکستان کی مخالفت کی حالانکہ قرآن کریم واضح الفاظ میں مشرکوں اور کافروں کی دوستی سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو اُن سے دوستی رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔ (عوام کو اس کی کیا خبر) کیوں بعض مذہب کے لبادہ میں سیاسی جماعتوں کے سربراہوں نے کشمیر کی جنگِ آزادی کو جہاد نہ قرار دیا اور قائد اعظم کو نعوذ باللہ "کافرِ اعظم" کہا۔ جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ ملک کی جد و جہد میں دن رات ایک کر رہے تھے اور انہیں لندن سے خود مسلمانوں کے ہی بعض سرکردہ رہنماؤں نے بڑی منت و سماجت سے اس مقصد کے لئے بلایا تھا۔ ان علماء کرام نے مسلمانوں کے مذہبی رہنما ہو کر قرآن کی تعلیم کے عین برعکس مسلمانوں کی تحریک آزادی کے خلاف مشرک اور کافر ہندو کا ساتھ دیا اور یہ تک کہنے میں کہ مسلمان اور ہندو ایک قوم ہیں ضمیر کی کوئی خلش محسوس نہ کی اور علامہ اقبال مرحوم کو بڑے درد کے ساتھ ایک رباعی میں یہ کہنا پڑا کہ "چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی ست"۔ اور آج یہی صاحبان اسلام اور پاکستان کے سب سے بڑے اور سچے بہی خواہوں کا لباس پہن کر سادہ لوح اور ناواقف انسانوں کو مذہب کی آڑ میں بہکانے اور بھڑکانے کے لئے باہر نکل آئے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے دوسرے کے خلاف کفر کا فتوے صادر نہ فرمایا ہو۔ بتایئے یہاں مسلمان کون رہ جاتا ہے۔

ان میں سے کوئی بھی بڑے سے بڑا عالم میدان میں آ کر خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے شب و روز قرآن اور حدیث کے اصولوں کے مطابق بسر ہوتے ہیں۔ اور جب سے ہوش سنبھالا ہے کوئی گناہ کبیرہ مجھ سے سرزد نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر اس وقت کوئی ایک بھی ایسا مردِ خدا ہوتا تو وہ کفر و الحاد کی اس یورش کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا اور کہتا کہ آؤ میرے پاس میں تمہیں خدا دکھا دوں گا۔ وہ اپنے علم لدنی سے۔ عمل سے۔ قول و فعل کے تطابق سے منزل سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست دکھاتا۔ آج فیض احمد فیض۔ جوش۔ فراز اور مشتاق ایسے شعر کہنے کی جرأت ہرگز نہ کرتے جن میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کو استہزاء اور تمسخر کا نشانہ بنایا گیا ہو۔ لیکن وہ بھی بدقسمتی سے اس راز درون سے محروم ہیں کہ ان منہ سے اللہ اللہ کرنے والوں کے دامن عمل سے خالی ہیں۔ وہ منہ میں رام رام اور بغل میں چھری لئے پھرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں حرص و ہوا کے بت سجائے رکھے ہیں جن کی پرستش میں ان کے شب و روز بسر ہوتے ہیں۔ خوشنودیٔ نفس کے لئے قرآن بھی بدلنا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تھوڑا ہی کوئی عوام میں قرآن کی سوجھ بوجھ رکھنے والا ہے جو اعتراض کرے گا۔

اس ضمن میں اگر یہ ذکر کرتا چلوں تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا کہ ایک بہت بڑے مفسّرِ قرآن اور عالم دین کے بارے میں ریڈیو پاکستان نے کہیں غلطی سے یا صحیح طور پر یہ کہہ دیا کہ انہوں نے سماجی بائیکاٹ کو خلافِ اسلام قرار دیا ہے۔ انہیں بڑی مشکل آن پڑی اس کی تردید اور سماجی بائیکاٹ کی تائید میں انہیں قرآن کریم اور احادیث کا سہارا لینا پڑا اور اس کے جواز اور عین اسلامی فعل ہونے کے لئے سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۸ سے استدلال کیا اور اپنا موقف واضح کرنے کی سعی کی حالانکہ وہاں بیان کردہ حالات و واقعات کا موجودہ سماجی بائیکاٹ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ البتہ اس کی مثال اسلامی تاریخ میں شعب ابی طالب کے مظلوموں کے بائیکاٹ اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے بائیکاٹ سے ضرور ملتی ہے۔ لیکن کون یہ تکلیف گوارا کرے گا کہ قرآن کریم اور احادیث کو کھول کر متعلقہ مقامات پر غور کرے۔ بس اتنا کافی ہے کہ ایک عالم نے کہہ دیا ہے وہ ٹھیک ہی کہتا ہوگا۔

میں تو جو کچھ اس سے سمجھتا ہوں وہ یہ ہے: یہ واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے۔ اس غزوہ کی مشکلات کے مدِ نظر منافقین نے جو ہمیشہ جنگ سے کتراتے اور پہلو بچاتے رہے عذر پیش کر کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی۔ آپؐ نے اپنی طبعی حیا کی وجہ سے ان کو اجازت دے دی حالانکہ آپ ان کی حالت سے پوری طرح باخبر تھے۔ اس اجازت پر ہی اللہ تعالے سورۃ توبہ کی آیت ۴۳ میں فرماتا ہے:-

"اللہ تجھے معاف کرے تو نے ان کو کیوں اجازت دی یہاں تک کہ جو سچے تھے وہ تیرے لئے الگ ہو جاتے اور تو جھوٹوں کو بھی جان لیتا؟"

یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزوہ صادقوں اور کاذبوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کے لئے ایک امتحان تھا۔ اجازت لینے والوں کے علاوہ ایسے منافقین بھی تھے جنہوں نے اجازت تو نہ لی مگر پیچھے رہ گئے۔ تین صحابہ کرام بھی جن میں حضرت کعب بن مالکؓ۔ مرارۃ بن الربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ شامل تھے اپنا ارادہ ایک دن سے دوسرے دن کے لئے ملتوی ... کرتے کرتے پیچھے رہ گئے۔ کیونکہ فوج بہت آگے نکل چکی تھی اور ان کا خیال تھا کہ ہم پہنچ نہیں سکیں گے۔ قرآن کریم کے الفاظ ہیں "خُلِّفُوا" پیچھے رکھے گئے۔ کس نے پیچھے رکھا اور کیوں پیچھے رکھے گئے یہ اللہ تعالے بہتر جانتا ہے لیکن بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ ان کے اپنے مقابلتاً بہتر مادی سامان جنگ پر جس میں ان کی تیز سواریاں بھی شامل تھیں بھروسے نے ان کے نفس کو دھوکا دیا جو اللہ تعالے کو پسند نہ آیا۔

اب جن لوگوں نے تمام مشکلات کے باوجود آنحضرتؐ کا ساتھ دیا ان کا صدق تو ظاہر ہو گیا۔ جنہیں اجازت مل گئی ان کے حالات بھی آپؐ پر منکشف تھے۔ جو پیچھے بغیر اجازت رہ گئے ہیں ان میں منافقین بھی شامل ہیں اور یہ تین جلیل القدر صحابہ کرام بھی جن میں سے مؤخر الذکر دو صحابہ بدری ہیں۔ ان کا مقام ظاہر ہے۔ حضرت کعب بن مالک بدر میں شامل نہیں تھے۔ اب اللہ تعالے کو ان تینوں کو منافقین سے علیحدہ کرنا ہے وہ ان کے دل کا مالک ہے۔ ان کے صدق و صفا کو جانتا ہے اور ان میں معمولی سے کمزوری

کو بھی باہر نکال پھینکنا چاہتا ہے۔

آنحضرت صلعم سب کو اپنی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ انہیں اپنے قصور کے لئے صفائی کا موقعہ دیتے ہیں۔ منافقین جھوٹے عذر پیش کرکے بچ جاتے ہیں۔ یہ تینوں سچ کہہ دیتے ہیں۔ ان کا کوئی عذر نہیں۔ اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جھوٹوں سے علیحدہ کرنے۔ ان کی ثابت قدمی۔ استقامت۔ استقلال۔ حوصلہ۔ ہمت۔ سچائی اور وفا کو ظاہر کرنے کے لئے ایک اور امتحان اور آزمائش میں ڈالتا ہے۔ ورنہ اگر آنحضرت جھوٹے عذر کرنے والوں کو چھوڑ سکتے تھے تو ان سچ بولنے والوں کو بھی معاف فرما سکتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر سب کا ہی بائیکاٹ ہوتا کیونکہ قصور سب کا ایک جیسا تھا۔ مگر نہیں، یہاں مقام کا فرق ہے۔ اور وفا کی آزمائش ہے یہ منشاء الٰہی کے بغیر ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول کریمؐ کے متعلق قرآن حکیم خود فرماتا ہے "وما ینطق عن الھویٰ"۔ جو وہ بولتا ہے اس میں اس کی خواہش نفس کو ہرگز کوئی دخل نہیں ہوتا۔ قطع تعلق کا حکم دیتے وقت ساتھ ہی یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ان کے بارے میں نازل نہ ہو اس وقت تک یہ جاری رہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلے کے حکم کا انتظار ہے تو قطع تعلق بھی اسی کے حکم کے ماتحت ہونا چاہیئے۔

اس امتحان میں ۵۰ دن تک ثابت قدمی۔ صدق وصفا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے وفا اور پیار کا جو نمونہ انہوں نے دکھایا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کو کھینچ لایا۔ اور یہ واقعہ قیامت تک کے لئے قرآن کریم میں محفوظ ہو گیا۔ اور ان کا ذکر بھی مہاجرین اور انصار کے گروہ کے ساتھ ہوا کہ جس طرح ان پر رجوع بہ رحمت ہوا اسی طرح ان تینوں پر بھی۔ یہ بھی یاد رکھئے جب یہ آیت نازل ہوئی تو اپنے بیگانے سب ان کو خوشخبری سنانے اور گلے لگانے دوڑ پڑے۔ ذرا انصاف سے کہہ دیجئے کیا مماثلت ہے اُس بائیکاٹ میں اور اس بائیکاٹ میں:

۱۔ کیا آج کل بھی وہی حالات ہیں جو غزوہ تبوک کے وقت تھے؟

۲۔ کیا اس بائیکاٹ کا حکم صادر کرتے وقت آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ آپ اپنے آپکو اسی مقام پر سمجھیں جو آنحضرت کا مقام تھا اور اس میں آپ کی خواہشات نفسانی بغض۔ حسد۔ بخل۔ کینہ اور دشمنی کو کوئی دخل نہیں؟

۳۔ کیا آپ بھی اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑنے کو تیار ہیں۔ آپ نے تو فیصلہ اکثریت عوام اور قومی اسمبلی کے ممبروں سے چاہا ہے

۴۔ وہاں ۵۰ دن تک بائیکاٹ رہا کسی نے ان پر ضروریات زندگی بند نہ کیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اتنے دن ہرگز ہرگز زندہ نہ رہ سکتے تھے۔

۵۔ کیا خدا کی کتاب کی آیات کو اپنے مقصد کے لئے توڑ موڑ کر پیش کرنا تحریف اور الحاد نہیں؟ جس کا الزام آپ دوسروں کو دیتے ہیں۔ اسی لئے تو قرآن حکیم کو بار بار یہ یاد دلانا پڑا کہ "میری آیتوں کو تھوڑے مول کے عوض بیچ ڈالتے ہیں"

خدا کی ہستی سے انکار کرنے والوں کو قائل کرنے کے لئے خود اس کی طرف سے عطا کردہ علم وعرفان اور عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ علم ایسا کہ دلائل سے منوانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور عمل ایسا کہ اپنے وجود کو خدا کی ہستی پر بطور دلیل پیش کر سکے اور ببانگ دہل اعلان کرے کہ میں نے تم میں اپنی عمر کا ایک خاصہ حصہ گذارا ہے پھر تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے۔ لیکن یہاں تو نہ علم ہے نہ عمل اور نہ ہی عقل۔ اگر کچھ باقی ہے تو فتوئے کفر۔ نوکری سے نکال دینے اور کتابیں ضبط کرنے کے لئے جلسے۔ جلوس اور قرار دادیں۔ انہی وجوہات کی بناء پر مخالفین یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اسلام دلائل اور براہین کی قوت سے محروم ہو چکا ہے اور اس میں جو ایک قوت اتصالی تھی وہ بھی ختم ہو چکی ہے کیونکہ مسلمان خود آپس میں بٹے ہوئے ہیں۔ اس "قسم" کے اسلام کے لئے آپ جتنی بھی چیخ وپکار کرتے رہیں یہ محض نقار خانے میں طوطی کی آواز ہوگی۔ اور نہ ہی ایسا "اسلام" کوئی قبول کرنے کو تیار ہوگا۔

مسلمانوں میں ہر جگہ اشتراکی نظریات کیوں گھر کرتے جا رہے ہیں۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ اپنے آپ کو محراب ومنبر کا وارث کہلانے والوں نے دنیا میں بدلتے ہوئے حالات ورجحانات کے مطابق اسلامی نظریات معیشت کی وہ حقیقی تصویر اور تفسیر پیش نہیں کی جو انہیں ان دو نظاموں کے تقابلی جائزہ کے بعد کسی صحیح فیصلہ پر پہنچنے کے لئے رہنمائی کرتی اور یہ فیصلہ

بلا شک اسلامی نظام کے حق میں ہوتا۔ اسلام سے برگشتہ ہونے اور ملحدانہ خیالات کے پھیلاؤ کی ذمہ داری یقیناً ان خود ساختہ مذہبی رہنماؤں کے سر ہے۔ خدا ان سے ہرگز یہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے کتنوں کو اسلام سے خارج کرایا بلکہ انہیں یہ جواب دینا ہوگا کہ جب تم نے خود اپنے سر یہ ذمہ داری لے لی تھی تو کتنوں کو کفر سے بچایا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ فیض جوش اور احمد فراز جیسے نئی روشنی کے مفکرین کو خدا کی طرف بلانے کے لئے بجائے اخبارات میں ان کے خلاف لکھوانے اور پروپیگنڈا کرنے کے ان کے سامنے دلائل رکھتے اور اس وقت تک اس جد وجہد میں مصروف رہتے۔ جب تک وہ خدا کے وجود۔ رسولوں کی صداقت اور صحیفوں کی ضرورت کے قائل نہ ہو جاتے۔ وہ ایسے لوگ نہیں کہ حقائق کو تسلیم کرنے سے پہلو تہی کرتے۔

مگر یہ توفیق صرف انہی کو ملتی ہے جنہیں خود خدا ایسے امور کے لئے منتخب کر لیتا ہے وہ اپنے آپ کو خدا کی ہستی پہ بطور شہادت پیش کرتے ہیں اور چیلنج کرتے ہیں کہ میری زندگی ...... تمہارے سامنے گذری ہے کیا تم میرے قول وفعل میں کسی کمزوری کی نشاندہی کرنے کی جرأت کر سکتے ہو۔ ان کے شب وروز۔ جلوت وخلوت خدا کے در رحمت پر جبہ سائی میں گذرتے ہیں۔ ان کی زبان ان کے دل کا ساتھ دیتی ہے وہ اپنے نفس پہ یوں سوار ہوتے ہیں جیسے ایک مست گھوڑے پہ ایک تجربہ کار شہسوار۔ وہ حرص وہوا کی بجائے عباد الرحمٰن ہوتے ہیں جن کی زندگی کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے بندوں کی خیر خواہی ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا نما کہلاتے ہیں۔ وہ اپنے ماحول میں نور کی ایک شمع روشن کرتے ہیں۔ جس سے دوسرے چراغ روشنی لیتے ہیں۔ وہ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ لوگ انہیں قریب سے دیکھیں تاکہ دھوکا نہ کھا جائیں۔ ان کی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہوتی ہے۔ جو چاہے بین السطور بھی پڑھ لے۔ ان کا قرب گناہوں اور ان کی گفتگو معاصی کے لئے تریاق کا اثر لئے ہوتی ہے۔ جب وہ چلتے ہیں تو ان کا نور ان کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے چلتا ہے جس سے تاریکیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور ایک نیا عزم۔ نیا ولولہ اور نیا جذبہ لے کر ایک نئی صبح نمودار ہوتی ہے جو روحانی انقلاب کا پیغام لے کر آتی ہے۔ اور زمینی انسانوں کو آسمانی انسان بنا دیتی ہے۔

ایسا ہی ایک محیر العقول اور معجز نما انقلاب موجودہ بھارت کے ضلع گورداسپور کے ایک چھوٹے سے غیر معروف قصبہ قادیان کے رئیس گھرانے میں پیدا ہونے والا مرزا غلام احمدؒ انیسویں صدی کے آخر میں لایا اور ۱۹۰۸ء تک مذہبی دنیا میں ایک زلزلہ برپا کئے رکھا۔ اس دور میں اس کی قائم کردہ جماعت کی مخالفت کی یہ شدت اس کے مشن کی عظمت اور رفعت کی گواہ ہے۔ اس کی حقانیت کا جو چراغ اس نے کفر والحاد کی آندھیوں اور طوفانوں میں اپنی منزل سے بھٹکے ہوئے بدنصیب لوگوں کو راہ دکھانے کے لئے روشن کیا اسے اسلام اور ختم نبوت کے مدعی ہی آج اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور پھر پوچھتے ہیں کہ فیض، جوش اور فراز کیوں پیدا ہو رہے ہیں۔ جب آپ خود ہی اپنے دامن کو آگ دکھائیں تو اسے بجھائے گا کون۔

تاریخ اس حقیقت سے آنکھ بند نہیں کر سکتی کہ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمان ان برصغیر میں اپنی عظمت اور شان وشوکت سے محروم ہو چکے تھے۔ مغربی فلسفہ اور سائنس نے مذہب کے بنیادی تصورات کو ان کی بنیادوں تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔ دوسری طرف عیسائی پادریوں نے اپنے لاتعداد رسائل اور کتب کے ذریعہ چھوٹے بڑے لاکھوں مسلمانوں اور بعض بڑے بڑے علماء تک کو عیسائیت کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ پادری عبدالحق، عماد الدین، سراج الدین، اور عبداللہ آتھم انہی میں سے تھے۔ لیکن بڑے بڑے علماء۔ مفتی۔ قاضی۔ شمس العلماء اور نہ جانے کیا کیا اس یلغار کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ لا کر کونے کھدروں میں اپنی تمام علمی فضیلتوں کے باوصف منہ چھپائے دبکے بیٹھے تھے۔ اور عیسائی پادری اور مبلغین گھر گھر دندناتے پھرتے تھے کہ ہے کوئی تم میں جو عیسیٰؑ پر محمدؐ کی برتری اور فضیلت ثابت کرنے کے لئے میدان میں آئے۔ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں حوالے بھی آپ ہی کی تفسیروں اور احادیث سے دیتے تھے۔ کیا آپ کے پاس کوئی ایسی دستاویز ہے جو یہ ثابت کر سکے کہ آپ کے اس زمانے کے علماء نے عیسائیوں کے مقابلے میں فلاں میدان مارا لیکن ایسا ہرگز نہیں۔

آج آپ مرتد کی سزا قتل قرار دیتے ہیں۔ کیا اس وقت یہی قرآن۔ یہی احادیث اور

یہی اجماع اُمت کے اُصول موجود تھے تو پھر کیوں ان لاکھوں مرتدین کے لئے جو اسلام کو ترک کے عیسائی ہو گئے تھے علماءِ وقت نے قتل کی سزا تجویز نہ کی۔ کیا اس لئے کہ انہوں نے حکومتِ وقت کا مذہب قبول کر لیا تھا یا اس لئے کہ حکومت کی خوشنودی کی خاطر ایسا مسئلہ ڈھونڈ نکالا تھا کہ وہ مرتد کے فتوے کے نیچے نہیں آتے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ملک دار الحرب ہو۔ مداخلت فی الدین ہو رہی ہو۔ مسلمان دھڑا دھڑ عیسائی ہو رہے ہوں اور علماء منقار زیرِ پر کئے خاموش بیٹھے ہوں۔ جہاد کا فتویٰ صادر نہ فرمادیں بلکہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ بازی میں سرگرم ہوں۔ اور اپنے آپ کو علم و فضیلت کے پہاڑ تصور کرنے والے صاحب بہادر کے درِ دولت پہ سر نیاز جھکانا فخر سمجھتے ہوں۔ لیکن جب ایک آواز حکومتِ وقت کے مذہب کے تار و پود بکھیرنے کے لئے بلند ہو تو اس کے خلاف ایک طوفان برپا کر دیا جائے اور کہا جائے کہ انگریز کا لگایا ہوا پودا ہے۔ اس عقل کا ماتم کیجئے جو یہ گوہر افشانی کرے کہ عیسائیت کے خدا کو مارنے والا انسان خود عیسائی حکومت کا لگایا ہوا پودا ہے۔ ایں عقل و دانش بباید گریست۔ خدا کو پانا اور دکھانا حرص و ہوا کے بندوں اور دنیا پہ مرنے والوں کے بس کی بات نہیں۔

آیئے میں آپ کو اس کوچہ میں لے چلوں جہاں کے ہر ذرّے کو اپنی قسمت پہ ناز ہے یہ ایک سادا سا گھر ہے۔ اس کے دروازے پہ دستک دو۔ جواب ملے کا مسجد کا رُخ کیجئے۔ مسجد میں دیکھیں وہاں تمہاری نگاہ کوتاہ بیں بین "کافر ملحد اور دجال"۔ قبلہ رُو بچھے فرش پر سجدہ ریز ہے۔ اس کے جسم کی تھرتھراہٹ اور دبی دبی سی سسکیاں اس کے دلی کرب و اضطراب اور تڑپ کی شہادت دیتی ہیں۔ اس کی رُوح آستانہ الٰہی پر پگھل کر آنکھوں کی راہ زمین میں جذب ہو رہی ہے۔ قریب جاؤ۔ کان لگاؤ اور سنو یہ کیوں روتا ہے تڑپتا ہے۔ چیختا اور چلاتا ہے۔ کیا اسے دنیا کے مال و دولت، جاہ و رتبہ اور عیش و عشرت کی زندگی کی تمنا ہے جو اسے اس قدر بے قرار کر رہی ہے۔ نہیں۔ اس کی رُوح کی پکار یہ ہے کہ

مجھ کو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں بے قرار

وہ کونسا دین ہے جس کی بہار دیکھنے کی تمنّا اسے مضطرب کئے دیتی ہے۔ وہ بھی سن لو:

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے

آپ کہتے ہیں اس نے نبوّت کا دعویٰ کیا۔ یہ منکرِ ختم نبوّت ہے۔ عجیب نبی اور عجیب منکرِ ختم نبوّت ہے۔ اپنے دین کے پھلنے پھولنے اور اپنی شریعت کے اجراء کے لئے دعائیں نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے لئے کوئی کوشش کرتا ہے۔ اگر چاہتا ہے تو یہ کہ محمدؐ کے دین کی بہار دیکھے۔ بھلا ایک دوسرے اور اپنے سے پہلے گذرے ہوئے نبی کے دین کا احیاء اور اس کا پھلنا پھولنا اسے کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ کیا حضرت عیسےٰؑ نے یہ چاہا کہ حضرت موسےٰؑ کا دین ترقی کرے یا آنحضرتؐ نے یہ چاہا کہ حضرت عیسےٰؑ کا دین زندہ ہو مگر اس دشمنی کو کیا کہیئے جو آنکھوں کی روشنی تو نہیں دل کی روشنی ضرور چھین لیتی ہے۔

"یہ منکرِ ختم نبوت"۔ محمدؐ کے دین کے چمن میں بہار دیکھنے کا تمنائی ہے اسکی آبیاری اور اسے مفاسد سے پاک کر کے دنیا کے سامنے ایک خوبصورت ترین "ہرا بُستان" بنا کر پیش کرنے کے لئے اپنے پاس ساز و سامان کیا رکھتا ہے صرف خدا اور اس کے محمدؐ کا عشق

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یہی اس کا ہتھیار ہے۔ وہ خدا اور اس کے رسُول کی مے عشق سے مخمور اور اسی میں مست اور مدہوش ہے۔ اس کی یہ مدہوشی جنون کی حدوں کو چھوتی ہے۔ یہی جنون اسے ہوش سے ہمکنار کرتا ہے اور وہ عقل و خرد کی حدود پھاند کر نظارہ جمالِ خداوندی کرتا اور محمد کے سایۂ عاطفت میں آجاتا ہے۔ اُسے کوئی کافر کہے۔ ملحد یا دجّال سمجھے وہ صرف اپنے محبوب اور مطلوب کو مخاطب کر کے یوں گویا ہوتا ہے:

تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے

اس محبوب کے پانے کی لگن میں دُنیا اسے جو بھی ایذا دے وہ اس میں ایک گونہ لذّت اور راحت پاتا ہے۔ آیئے دیکھیں اُسے اس عشق کی منزل کا نشاں کس نے دیا۔۔۔

وہ کہتا ہے: جمالِ و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

وہ قرآن کے جمال کی شمع لے کر اپنے آئیڈیل کی تلاش میں نکلا ہے۔ قرآن کے جمال میں خدائے لم یزل کا نور۔ جس کے ہاتھ میں قرآن ہو، دل میں اللہ کا نور اور محمدؐ کا عشق اسے اور کن دنیوی سامانوں اور سہاروں کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ یہی اس کے وہ ہتھیار ہیں جن سے وہ اسلام کے خزاں دیدہ چمن میں بہار لانے کے لئے سینہ سپر ہے اور ہر طرف چھائی ہوئی مایوسی کو امید میں بدلنے کے لئے کوشاں ہے۔ کیا اس کے مقابلے میں آکر کسی نے یہ یہ کہنے کی ہمت کی کہ ہمارے پاس بھی یہی اثاثہ ہے جس کے بل بوتے پر ہم مخالف قوتوں کے خلاف صف آراء ہو سکتے ہیں۔ ڈھونڈے سے کوئی ایسی مثال نہیں ملے گی کیونکہ اس کے مقابلے میں یہاں الفاظ کا نرا خشک چھلکا تھا۔ جو حلق سے نیچے نہ اُتر سکا۔ جس کا کسی کوچہ سے گذر ہی نہ ہوا ہو وہ اسکی طرف دوسروں کی کیا رہنمائی کرے گا۔ جو خود خدا آشنا نہیں وہ اوروں کو کیسے دکھائے گا۔

خدا۔ اس کے رسول مقبول صلعم اور قرآن کریم کی محبت میں غرق ہو کر اس نے علوم کے وہ دریا بہائے۔ پیاسی اور مایوس دنیا کو وہ چشمۂ علمِ کلام دیا کہ موافق و مخالف، دوست و دشمن سبھی اس سے سیراب ہونے لگے۔ اسے اپنے اس علم پہ کوئی فخر و گھمنڈ نہیں۔ اس کے قلم اور زبان سے جو کچھ نکلا ہے اسے بھی اپنے محبوب کے کمال کا ہی کرشمہ جانتا ہے اور اس کا اعتراف کرتا ہے:۔

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

کیونکہ وہی اس کا رہنما۔ ہادی اور استاد ہے:۔

دگر استاد را نامے نہ دانم
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

ذرا تعصب کی عینک اُتار کر دیکھو جو اپنے علم کو حضرت نبی کریم صلعم کے کمال کے سمندر کا ایک قطرہ قرار دینے والا۔ انہیں اپنا اُستاد تسلیم کرنے والا ہو وہ اتنا گستاخ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرے اور آپؐ کو خاتم الانبیاء اور خاتم الرسل نہ مانے۔ اس کی کتابیں اقرارِ ختم نبوّت اور انکار دعویٰ نبوّت سے بھری پڑی ہیں۔ اس دن سے بچا کر جس دن حکومت۔ سیاسی دھڑے بندی، دولت اور سفارش کچھ کسی کے کام نہیں آئے گا اور نہ کوئی دوسرے کا بوجھ اُٹھا سکے گا۔ لیکن دوسروں سے عدل صرف وہی کر سکتے ہیں جن کے دل میں خدا کا خوف اور قیامت کے روز اس کے سامنے اعمال کی جوابدہی کے لئے کھڑا ہونے پر یقین ہو۔ جن کی دولت ایمان دولت دنیا کے عوض چھن گئی ہو انہیں کیا پڑی ہے کہ اس پر سوچیں۔

وہ آپ کو امن و سلامتی کی راہوں پر چلانے اور گناہ کی زندگی سے نجات دلا کر خدا سے ملانے کے لئے آیا۔ مگر آپ نے اس کے خلاف آپ دن۔ عیسائیوں اور دوسری اسلام دشمن طاقتوں کا ساتھ دیا اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی۔ وہ آپ کو پستیوں سے نکال کر بلندیوں پر لے جانے آیا۔ آپ نے اسے کافر۔ ملحد۔ دجّال اور نہ جانے کن کن ناموں سے یاد کیا۔ اسے کوئی دُکھ پہنچا تو صرف اتنا کہا:۔

جانم گداخت از غمِ ایمانت اے عزیز
ویں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم

روزانہ بے شمار گالیوں سے بھرے ہوئے خط وصول کرنے کے بعد بھی اس کی زبان سے یہی ادا ہوا:۔

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگہدار
کاخر کنند دعوئے حبِّ پیمبرم

دیکھو وہ کتنے پیار سے آنحضرت صلعم کو اپنا پیغمبر کہتا ہے اور آپؐ کے ساتھ نسبت کی وجہ سے آپؐ کی عزت اور احترام کرتا ہے۔ لیکن بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی آپ کی نظر میں وہ اتنا بُرا انسان ہے کہ اس کے ماننے والوں پر بھی عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ کیا یہی اسلام ہے اور یہی اس کی تعلیم ہے اگر اس کو ماننے والے بُرے ہیں۔ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ غلطی پر ہیں تو

اپنے ہر قسم کے اعمال کے لئے وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔ وہی ان کے گمراہ اور ہدایت پر ہونے کا علم رکھتا ہے اور وہی ان کے دلوں کا مالک ہے۔ مگر جن کی ناموس کے تحفظ کے لئے آپ مسجدوں میں محراب و منبر کو استعمال کر کے بجائے اللہ کی طرف بلانے کے لوگوں کو فتنہ و فساد اور لوٹ مار کے لئے اکساتے ہیں اُن پر اترے ہوئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔

اور ایک دوسرے مقام میں ارشاد ہوا ہے کہ اگر تم سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے قریب آنے کی بجائے دُور بھاگتے ..... ذرا اس آئینہ میں اپنے اعمال اور کردار کی تصویر کا بغور جائزہ لیں اور خدا لگتی کہیں کہ کیا آپ کا قدم رسول کریم صلعم کے نقش قدم پر ہے اور کیا انہی ذرائع سے آپ دوسروں کو خدا۔ رسول اور قرآن کا قائل کر سکتے ہیں۔ میاں .... عیسائیت کی آغوش میں پناہ لے رہے تھے۔ جب ڈوئی نے امریکہ میں نبی اور مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا۔ جب آریوں نے آنحضرت صلعم کی شان میں دریدہ دہنی شروع کی اور انہوں نے اور عیسائی پادریوں نے اسلام اور آنحضرتؐ کے خلاف ایسی ایسی کتابیں لکھیں جنہیں پڑھ کر شیطان بھی شرم سے سر جھکا لے۔ جب لیکھرام پشاوری نے آپؐ کی شان میں گستاخیاں کیں اور جب شدھی کی تحریک مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ کہاں تھے محمد حسین بٹالوی۔ ثناء اللہ امرتسری اور نذیر حسین دہلوی۔ کیوں نہ سر پر کفن باندھ کر ناموس رسول اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے میدان میں کود پڑے کیا آپ کے پاس کوئی ایسی شہادت ہے جو ان کے حق میں آپ پیش کر سکتے ہیں۔

ایک ہی دل تھا جو زخمی ہوا اور تڑپا۔ مضطرب ہوا۔ دُکھا۔ چیخا اور چلایا۔ سب کو مقابل پہ بلایا۔ کوئی بھی آزمائش کے لئے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ "تیغ بُران محمدؐ" سے سب کے سر قلم کر کے رکھ دیئے۔

؎ الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بُرانِ محمدؐ

کون تھا وہ! یہی مرزا غلام احمدؐ قادیانی۔ آپ کے علماء نے اس کے خلاف آریوں اور عیسائیوں کا ساتھ دیا۔ اس کے خلاف عدالتوں میں دائر کردہ مقدمات اور ان میں پیش ہونے والی شہادتیں اس کی گواہ ہیں۔ اسلام کو آریوں، دہریوں اور پادریوں کی یورش سے بچانے والا اور مسلمانوں کو مرتد ہونے سے محفوظ رکھنے والا صرف وہی ایک مرد میدان اور اس کے چند ایک ساتھی تھے۔ العجب آج اس کے اپنے پیروؤں پر مرتد ہونے کا فتوےٰ لگایا جا رہا ہے۔ جو عیسائی۔ آریہ۔ دہریہ وغیرہ ہو جائے وہ مرتد نہیں مگر جو آنحضرت کے بعد مجددین اور محدثین کے سلسلہ کا قائل ہو وہ مرتد ہے چاہے وہ خدا کو ایک مانتا ہو، آنحضرت کو آخری نبی اور قرآن کریم کو آخری کتاب تسلیم کرتا ہو۔ کلمۂ توحید پڑھتا ہو۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کا قائل ہو اور ادا کرتا ہو۔ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا ہو۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاتا۔ اور ان کے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہو اور السلام علیکم بھی کہتا ہو جو ایک مسلمان کے لئے قرآن کی تعریف ہے۔ یہ فلسفہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

آپ میں آج بھی اتنی ہمت نہیں کہ عیسائیوں، آریوں اور دہریوں کے اعتراضات کا جواب دے سکے۔ جب کوئی ایسا موقعہ آتا بھی ہے تو آپ کی بغل میں احمدیت کا پیدا کردہ لٹریچر ہوتا ہے۔ جس کے اُوپر کے اوراق اس لئے پھاڑ دیئے جاتے ہیں کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے اور سر بازار رُسوا نہ ہونا پڑے۔ لیکن اس سمیع و بصیر سے تو آپ کچھ نہیں پوشیدہ رکھ سکے۔ جاننے والے انسان بھی جان لیتے ہیں کہ جوابات کہاں سے اُڑائے گئے ہیں۔

یہی وہ نہر کوثر ہے جو اس نے آ کر بہائی۔ اور اس سے اپنے پرائے سیراب ہو رہے ہیں۔ اسی کے پانی سے وہ آگ بجھائی جا سکتی ہے جس کے شعلے اسلام کے دامن تک پہنچتے رہے اور پہنچ رہے ہیں۔ "براہین احمدیہ" اسی کے پاس ہے جو خدا کی ہستی اور آنحضرتؐ کے نبی برحق ہونے پر اپنے اندر ایسی براہین ساطعہ اور قاطعہ اپنے اندر رکھتی ہے کہ جن کا کوئی جواب نہیں۔ اس کے مقابلے میں .... کوئی کتاب لا سکتے ہو میدان میں؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو اسی سے ہوگا جو اسی کی شاخ ہے اور اسی میں داخل ہے۔ واقعات بھی اس پہ شاہد ہیں۔ انگلستان۔ جرمنی۔ امریکہ۔ ہالینڈ اور افریقہ کے کفرستانوں میں اللہ اور رسول کا نام بلند کرنے والا کون ہے۔ اور کس نے یہ آواز بلند کرنے کی اس زمانہ میں جرأت کی جب خود اس ملک میں انگریز کا طوطی بولتا تھا اور اس کے مبلغ گھر گھر دستک دیتے پھرتے تھے۔

آپ انصاف نہیں کر سکے۔ ہمیں کوئی گلہ اور شکوہ نہیں ایسا ہوتا ہی آیا ہے آپ کے بھی کچھ ULTERIOR MOTIVES ہیں بلکہ ہمیں افسوس ہے کہ آپ [illegible] ہم سے ہی چھپانے۔

؎ امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم
اے آنکہ سُوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

کرنل سعید احمد صاحب کی بے وقت اور اچانک وفات حسرت آیات

اخبار پیغام صلح میں کرنل سعید احمد صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ کر دل کو سخت دھچکا لگا ہے۔ غالباً ۱۹۶۵ء کا واقعہ ہے کہ جب صاحب ممدوح کھاد فیکٹری ملتان میں بحیثیت منیجر متعین تھے۔ میں ان دنوں گاڑی لے کر خانپور سے ہر اتوار ملتان جایا کرتا تھا اور خان عبدالعزیز خان صاحب مرحوم و مغفور کے ہاں عزیز ہوٹل میں میرا قیام ہوا کرتا تھا۔ رات کو قاری و حفاظ صاحبان جو غیر احمدی ہوتے ان کو خانصاحب مرحوم بلا لیتے۔ ایک محفل قرآن خوانی منعقد ہوتی جس میں خانصاحب مرحوم کے صاحبزادگان محمد شریف خانصاحب وغیرہ اور ان کے چھوٹے بھائی حاجی عبدالرشید خانصاحب مولوی محمد علی صاحب مبلغ ملتان اور یہ خاکسار شریک محفل ہوتے۔ قرأت اور قرآن خوانی کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور سلسلہ کے اخبارات میں سے بھی چیدہ چیدہ اقتباسات پڑھ کر سنائے جاتے مرحوم کرنل سعید احمد صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اپنی شرکت سے اس محفل روحانی کو چار چاند لگائے۔ اسلام اور سلسلہ کے متعلق معلومات افزا باتیں سننے میں آتیں۔ یہ سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا۔

رات کے دو بھی بج جاتے پھر کہیں جا کر بادلِ نخواستہ یہ محفل اختتام پذیر ہوتی۔ اس میں کرنل سعید احمد مرحوم و مغفور سے قرآن حکیم کے حقائق و معارف سننے میں آتے۔ قرآن پاک کا یہ سچا عاشق شراب طہور کے جام کے جام لنڈھاتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات سے ان کو دلی عقیدت تھی، اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتابوں کا بھی وسیع مطالعہ تھا۔ محبتِ اسلام کی جو آگ ان کے نہان خانہ قلب میں روشن تھی، اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کے قلوب کو اس سے گرماتے تھے۔ لیکن ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
رُوئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

اللہ تعالےٰ کرنل صاحب مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں بلند مقامات سے نوازے۔ اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور خود ان کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام۔

خاکسار: عبدالعزیز۔ ریٹائرڈ گارڈ۔ بہاولپور

جماعتِ احمدیہ خدا تعالےٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

غلبہ و فتحِ اسلام کے مقاصد کیونکر اس جماعت کے ذریعہ ہی تکمیل پا سکتے ہیں

(۲)

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

اس امر کا کسی قدر بیان ہو چکا کہ تحریک احمدیت جس کا اعلےٰ ترین مقصد محض غلبہ و فتح اسلام کو اس زمانہ میں لانا ہے، کوئی انسانی تحریک نہیں بلکہ بانیٔ سلسلہؑ نے جب تلک خدا تعالےٰ سے حکم نہ پایا تب تلک بیعت لینے اور جماعت بنانے سے انکار کیا اس کے ثبوت میں ایک اور واقعہ بھی پیش کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے ایک صاحب ملاقات کرنے آئے مگر مطالبہ کیا کہ بات آپ خلیہ میں کرنا منظور فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بے شک مجلس میں ہی بات بیان کر دے۔ مگر اس صاحب کا اصرار ہوا کہ خلوت میں گفتگو ہو۔ چنانچہ اس کے اصرار کو دیکھ کر، آپ مسجد سے ملحقہ کمرہ میں اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ تو اس نے اس طرح گفتگو شروع کی کہ آپ نے جو یہ دعوےٰ مسیح موعودؑ ہونے کا کیا ہے تو یہ امر عین تقاضۂ وقت کے مطابق ہے، اس لئے کہ مسلمان تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے آسمان سے مسیح کے نزول کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے انہیں ایک عالی مقصد یعنی تبلیغ اسلام کے جہاد میں لگا دیا ہے پھر یہ امر بھی عین حکمت و تقاضۂ وقت کی ضرورت کے مطابق ہے کہ آپ نے حضرت مسیح ناصریؑ کی ان خصوصیات و معجزات کی تاویل کی جن سے عیسائیت کی تائید و تقویت ہوتی اور اسلام کو زک پہنچتی ہے۔

جواب میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ہمیں تو خدا تعالےٰ نے حکم دیا کہ ہم یہ طریقِ کار اختیار کریں اگر خدا ہمیں حکم نہ دیتا تو ہم اپنی رائے اور عقل سے تو ایسا کبھی نہ کرتے۔

آپ نے اپنے جواب میں آواز کو اتنا بلند کیا کہ کمرہ سے باہر مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگ سُن رہے تھے اور وہ تخلیہ سب کا سب ختم ہو گیا۔

اب یہ واقعہ غور کے قابل ہے، بالفرض اگر حضرت اقدسؑ نے اپنی عقل سے اشاعت اسلام کی تحریک جاری کی تھی تو آپ کے لئے اس شخص کے جواب میں اس امر کے ماننے میں کوئی قباحت نہ تھی، آپ یہ فرما سکتے تھے کہ بے شک خدا نے ہی میرے خیالات کو ضروریات زمانہ کی جانب منعطف کیا تو میں نے اسلام کی خدمت کا یہی طریقِ کار صحیح سمجھا اور دعوےٰ کر دیا لیکن آپ کا جواب یہ نہیں، بلکہ یہ ہے کہ یہ سلسلہ اور کاروبار میں نے اپنی مرضی و رائے اور عقل و تجویز سے قائم نہیں کیا یہ سوچ کر کہ مقتضائے وقت یہی ہے بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ خدائی منشاء اور تحریک اور خدائی حکم سے میں نے کیا ہے۔ اگر خدا حکم نہ کرتا تو میں اپنی جانب سے یہ تحریک نہ کرتا اگرچہ یہ مناسب و صحیح بھی ہوتی۔

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ "براہین احمدیہ" ایسی عظیم و بے مثال کتاب شائع کرنے پر جس میں آپ نے نہ صرف دعوےٰ الہام فرمایا بلکہ دعوےٰ مجددِ صد چہاردہم بھی کیا، جب لوگ آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ بیعت لیں تو آپ انکار میں جواب دیتے ہیں۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ "براہین احمدیہ" میں تحریر کر چکے ہیں کہ مسیح ناصریؑ نازل ہونگے اور اب کتاب "فتح اسلام" میں اس عقیدہ کو غلط قرار دیتے ہیں۔ جائے غور ہے کہ جیسے مخالفوں کا کہنا ہے کہ نعوذ باللہ اگر یہ حضرت اقدسؑ کی ایک ...... اور چال تھی کہ ابتداء میں دعویٰ الہامؑ مجددیت ہو پھر ترقی کر کے دعوےٰ مسیح موعود کیا جائے اور آخر میں دعویٰ نبوت کر دیں گے۔ اگر یہ صحیح مانا جائے تو پھر آپ کو "براہین احمدیہ" میں حضرت مسیح ناصریؑ کو ہرگز زندہ تسلیم نہ کرنا چاہیئے تھا، اس لئے کہ آپ کا تو یہ منصوبہ تھا کہ میں نے خود وفات مسیح مان کر مسیح ہونے کا دعوےٰ کرنا ہے۔

اگر بالفرض سہواً نزولِ مسیح کو مان چکے تھے اور اس کا اعلان و اشتہار دے چکے تھے تو پھر آپ یہ سوچتے کہ مجھے اب خود اپنے تسلیم شدہ عقیدہ کو غلط قرار دینا تو کسی طرح میرے وقار کے مطابق نہ ہوگا۔ اس لئے مجھے اب اپنے تحریر شدہ عقیدہ کے برخلاف کہہ کر اپنی پوزیشن کو مخدوش کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

گذشتہ بیان میں میں نے آپ کی کتاب "فتح اسلام" سے یہ اقتباس دیا ہے کہ اس کتاب کو تحریر کرنے کے وقت آپ کو نہ صرف یہ علم تھا کہ میرے دعویٰ مسیحیت کی مخالفت کی جائے گی بلکہ آپ نے تو اس کتاب میں جو دعویٰ مسیحیت پر پہلی کتاب ہے تکفیر کی پیشگوئی بھی کر دی تھی۔ اب سوچنے کے لائق بات ہے کہ کوئی شخص اپنی تجویز اور رائے اور اپنی عقل و علم پر کیسے یہ اقدام روا رکھے گا کہ اپنے ہی پہلے مسلّمات کے برخلاف ایسا دعویٰ کرے جس کے کرنے پر اس کی شدید سے شدید مخالفت کا طوفان اس کے برخلاف کھڑا ہو جائے اور جس کا اسے خوب علم ہو یہاں تک کہ وہ دعوےٰ کرتے وقت ہی تکفیر اور مخالفت کی پیشگوئی بھی کر دے۔ صاحب علم و حکمت اور زیرک و دانشمند منصوبہ باز لوگ کیا کبھی ایسے اقدامات کرنے کے روادار ہوتے ہیں جن سے ان کی نہ صرف عزت و وقار میں اضافہ نہ ہو بلکہ پہلی بنی بنائی عظمت بھی خاک میں مل جائے؟

بالفرض اگر ہم یہ مان ہی لیں کہ یہ ایک منصوبہ اور چال تھی تو ہمیں یہ معمہ حل کرنا ہوگا۔ کہ کیا ایک منصوبہ باز انسان ہزارہا لوگوں کو ایسا دھوکہ دینے میں کامیاب ہو سکتا ہے کہ ان کے دلوں میں اپنے دعوے کے بارہ میں ایسا محکم یقین پیدا کر دے کہ وہ اس کے جھوٹے دعوے کو مان کر اس کی خاطر نہ صرف اپنا مال و عزت قربان کر دیں بلکہ اپنی جان تک دینے سے دریغ نہ کریں جیسے کابل کے شہزادہ عبداللطیف کی مثال سے ثابت ہے، وہ ایک اہل علم و معرفت شخص تھا۔ پھر اسے خوب معلوم تھا کہ کابل کی حکومت علماء کے فتوؤں کے تحت اسے شہید کر دے گی، اسے یہ سب کچھ جب کابل جانے سے پہلے بتلایا گیا تو اس نے بجائے وہاں جانے کا ارادہ ترک کرنے کے یہ کہا کہ افغانستان کی زمین میرے ...... خون کی شہادت کی طالب ہے، میں اپنے خون سے ایسی شہادت اہل حق کی حمایت میں دوں گا جسے میں نے بچشم خود دیکھ لیا ہے۔ اب جائے غور ہے کہ کون غیر ملک کا باشندہ کسی منصوبہ باز یا جھوٹے شخص کے دعوے کی خاطر ایسی عظیم قربانی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے؟

پھر سب سے بڑا تعجب تو یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی زندہ قادر و توانا ہستی کو کیسے یہ بات گوارا ہوئی کہ ایک جھوٹے منصوبہ باز شخص جو اس کی طرف افتراء منسوب کرتا تھا ایسا فروغ دے کہ اس کی جاری کردہ تحریک کو چار دانگ عالم میں مقبولیت حاصل ہو جائے کیا اسلام کا خدا زندہ خدا نہیں؟ کیا قدرت و توانائی اس کی بنیادی صفات نہیں؟ کیا اس نے اپنے کلام پاک میں یہ قانون نہیں بیان کیا فمن اظلم ممن افترٰی علی اللّٰہ کذباً۔ اس سے زیادہ ظالم اور کون شخص ہوگا جو خدا پر افتراء کرے اور پھر کیا ایسے عظیم افتراء کی سزا قرآن کریم میں یہ نہیں بیان کی گئی ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ یعنی یہ کہ ہمارا یہ قانون ہے کہ ہم مفتری علی اللہ کو ہرگز نہیں چھوڑتے، ہم اس کی شہ رگ کو کاٹ دیتے ہیں۔

اب پھر غور کرو! اگر تحریک احمدیت خدائی تحریک نہ ہوتی تو کیا لوگوں کی متفقہ مخالفت اسے مٹانے کے لئے کافی نہ تھی؟ اگر تحریک احمدیہ انسانی تحریک ہوتی تو ایسی عالمگیر مقبولیت اسے کیسے نصیب ہو جاتی۔ کیا خدا زندہ اور قادر و توانا خدا اسے عالمگیر فروغ و قبولیت حاصل ہونے دیتا؟

آئندہ بیان میں اس امر پر کچھ عرض کیا جائے گا کہ احمدیہ تحریک کی قبولیت کن وجوہ سے ہوئی اور اس کی موجودہ مخالفت کے اسباب کیا ہوئے۔

وباللہ التوفیق۔ (باقی باقی)

تبلیغی جماعت انشاء اللہ العزیز تبلیغی جماعت کا اجراء دسمبر کے ابتدائی ایام میں دارالسلام نزد یونیورسٹی کیمپس لاہور میں ہوگا۔ اس میں ابھی دو طالبعلموں کی گنجائش ہے۔ ہم اشاعت اسلام سے رغبت رکھنے والے میٹرک پاس نوجوان اپنی درخواستیں اولین فرصت میں ایڈیٹر

مولانا مرتضیٰ خان حسن مرحوم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی

پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل — بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
تیر او تیزی بہ ہر میداں نمود — تیغ او بنمودہ ہر جا جوہرے
خواجہ و مرعاجزاں را بندۂ — بادشاہ و بے کساں را چاکرے
ناتواناں را برحمت دستگیر — خستہ جاناں را برحمت غم خورے
آں ترحم ہا کہ خلق از وے بدید — کس ندیدہ در جہاں از مادرے

مکّی زندگی کا دور ختم ہوا۔ اب مدنی زندگی کا دور شروع ہوتا ہے۔ مظلومیت کے دن گذر گئے اب غلبہ اور اقتدار کے دن آتے ہیں۔ دکھ سہتے سہتے مدتیں گذر گئیں تیرہ سال کا عرصہ کچھ کم عرصہ نہیں ہوتا، کب تک خدائے غیور اپنے پیارے بندے کو دشمنوں کے ظلم و ستم کا ہدف بنائے رکھتا۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا کے سچے وعدے کے مطابق اب خدائے بزرگ و برتر کی نصرت اور تائید کے دن آتے ہیں۔ اب خدا کے ملائکہ محمد رسول اللہ کی مدد کے لئے آسمان سے اتر آتے ہیں اب دشمن خائب و خاسر ہوں گے اور خدا کا برگزیدہ نبیؐ اس عظیم الشان کامیابی کا مالک ہوگا کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملے گی۔

مدنی زندگی میں اخلاقِ فاضلہ کا مظاہرہ } صبر۔ ثباتِ قدم اور بردباری دنیا استقامت۔ عزم و استقلال کے جوہر ذاتِ بابرکات میں دیکھ چکی۔ اب ان والاصفات میں۔ شجاعت اور مردانگی جرأت و ہمت۔ بذل و سخاوت۔ رحمت و رافت عفو و کرم۔ لطف و رحم۔ درگذر چشم پوشی۔ مغلوب دشمن سے حسنِ سلوک زیر دستوں پر رحم و کرم کے جوہر بھی دیکھ لے تاکہ اس کو علم ہو جائے کہ محمد رسول اللہ ہر صفت میں کامل اور ہر وصف میں یکتا ہے۔

ہر صفت میں کامل اور ہر وصف میں یکتا } اور خدا نے جو فرمایا ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ وہ حرف بحرف سچ ہے اور حضورؐ خوب نکھر کر پہچانے جائیں کہ بنی نوعِ انسان کے لئے آپ اور صرف آپ ہی نمونہ ہیں ولا غیر۔

جب حضورؐ کا نزولِ اجلال مدینہ میں ہوا۔ لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اوس اور خزرج کے بڑے بڑے سرداروں کی آنکھیں فرشِ راہ بنی ہوئی تھیں۔ ہر زبان پر جاری تھا ؎

اے ماہِ منور بسم اللہ
اے بادیٔ اکبر بسم اللہ

کسی کی دل شکنی منظور نہ تھی } ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حضور ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ حضور کو کسی کی دل شکنی منظور نہ تھی۔ فرمایا جہاں میری ناقہ ٹھہر جائے گی وہیں میں ٹھہر جاؤں گا۔

زمین کی قیمت ادا کی } ناقہ حضرت ایوب انصاریؓ کے مکان کے قریب ایک ناہموار قطعہ زمین پر جو سہل اور سہیل دو یتیموں کی ملکیت تھا ٹھہری تھی۔ انہوں نے زمین بلا معاوضہ حضور کی نذر کی مگر حضورؐ نے بلا معاوضہ لینا پسند نہ فرمایا۔ قیمت ادا کی گئی اور وہاں مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ اس تعمیر میں حضور بہ نفسِ نفیس مزدوروں کی طرح کام کرتے نظر آتے ہیں۔

مساوات } یہ مساوات کا سبق ہے جو حضورؐ دے رہے ہیں۔

اوس اور خزرج میں صلح } مدینہ کے دو بڑے خاندانوں اوس اور خزرج میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی۔ حضور نے ان میں صلح کرا دی۔

عقد مواخاۃ } حضور نے مہاجرین اور انصار میں عقد مواخاۃ قائم کیا اور انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ ان میں ایسی محبت پیدا ہو گئی کہ ماں جائے بھائیوں میں نہیں ہوتی۔

حضور ایک سیاسی مدبّر کی حیثیت میں } ایک مصلح، سیاسی مدبّر ایک سیاسی مدبّر کی حیثیت سے حضور نے مدینہ کے یہودی خاندانوں سے معاہدات کئے۔ ان معاہدات میں مرقوم تھا کہ مدینہ کے اندر رہنے والی تمام یہودی قوموں کو ایک نظر سے دیکھا جائے گا انہیں اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے کی پوری پوری آزادی ہوگی۔ جو لوگ یہود کی پناہ میں اور ان کے حلیف ہوں گے ان کی حفاظت کی جائے گی۔ اور انہیں بھی آزادی ہوگی۔ مجرم خواہ یہودی ہو یا مسلمان یکساں سزا کا مستوجب ہوگا۔ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو یہود اور مسلمان دونوں اس کا دفاع کریں گے۔ مجرم پر کسی کی رعایت نہیں کی جائے گی عام اس سے کہ وہ سردار ہو یا عام شخص اور نہ کوئی مجرم کی بے جا طرفداری کرے گا خواہ وہ اس کا کوئی قریبی رشتہ دار ہو۔ تمام گذشتہ جھگڑے اب ختم ہو جائیں گے۔

پاکیزہ سیاست } آئندہ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ آپس میں ہر ایک گروہ متحد اور متفق ہو۔ معاہدہ کی تحریر جس پاکیزہ سیاست۔ مصالح ملکی میں جس دور اندیشی۔ بالغ نظری۔ اور جس عدل و انصاف اور رواداری کا پتہ دیتی ہے

انصاف اور رواداری } وہ اہلِ دانش و بینش پر مخفی نہیں۔ مہاجرین اور انصار میں عقد مواخات قائم کر کے اوس اور خزرج میں صلح کرا کے اور یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کر کے حضور نے مدینہ کے اندر ایک نئی قومیت کی بنیاد رکھ دی۔

کفارِ مکہ اب مدینہ پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ادھر خدا نے بھی حضورؐ کو تلوار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی اجازت دے دی اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔ ایک محتاط سپہ سالار کی طرح حضور کفارِ مکہ کی حرکات و سکنات کا جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ ایسے آدمی متعین ہیں جو کفار کی ریشہ دوانیوں اور ان کے ناپاک ارادوں سے حضور کو مطلع کرتے رہتے ہیں۔

حزم و احتیاط } ان تمام واقعات کا بیان کرنا یہاں ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ اگر حضورؐ اس وقت، حزم و احتیاط سے اور تدبّر سے کام نہ لیتے تو غریب مسلمان کفار کے ایک ہی حملہ سے تباہ و برباد ہو جاتے۔

غزوہ بدر } آخر مکہ والوں نے ایک ہزار کی مسلح جمعیت سے حملہ کر دیا۔ حضور نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا۔ یہ جمہوریت کی بنیاد ہے جو حضور نے دنیا میں رکھی۔ سب نے کہا کہ ہم دل و جان سے مقابلے پر تیار ہیں ہم جنگ میں اپنی جانیں لڑا دیں گے۔

مساوات } ایک ہزار کی مسلح افواج کے مقابلہ میں حضورؐ صرف ۳۱۳ آدمی لے کر مدینہ سے باہر نکلے جن میں سے دو کے پاس تو گھوڑے تھے اور کسی قدر اونٹ تھے جن پر تین تین چار چار آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ چنانچہ خود حضرت سرورِ کائناتؐ کے پاس جو اونٹ تھا اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ آپؐ کے شریک تھے اور تینوں باری باری سوار ہوتے تھے۔ صحابہ نے عرض ... بھی کی کہ حضورؐ ہی اونٹ پر سوار رہیں ہم پیدل چلیں گے مگر حضورؐ نے گوارا نہ فرمایا کہ اپنے آپ کو دوسروں پر تفوق دیں یا امتیاز قائم کریں۔
دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کو وہ عظیم الشان فتح عنایت کی کہ دنیا کے مؤرخین حیران ہیں یہ کیونکر ہو گیا کہ ۳۱۳ کی بے سر و سامان فوج ایک ہزار بہادر اور مسلح جنگجوؤں پر غالب آ گئی۔ یہ خدا کی نصرت و تائید تھی اور خدا کا وعدہ تھا کہ وہ حضورؐ کو باوجود بے سر و سامانی کے فتح عظیم دے گا ؎

بزد دو کوشش افواج ہیچ حاجت نیست
ترا کہ فتح مبین شد بلاغِ قرآنی

اسیرانِ جنگ کے ساتھ حسنِ سلوک } قریش کے ۷۰ آدمی مارے گئے اور اسی قدر اسیر ہوئے۔ حضورؐ نے اسیرانِ جنگ کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی۔ ان اسیرانِ جنگ میں سے ایک کا بیان ہے کہ خدا مدینہ والوں کا بھلا کرے کہ ان جوانمردوں نے ہمیں اپنے اونٹوں پر سوار کیا اور خود پیدل چلے۔ ہمیں گیہوں کی روٹی دی اور خود چند کھجوریں کھا کر گذارہ کیا۔

(باقی — باقی)

حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ

غور کرو تائید الٰہی کس کے ساتھ ہے

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ
اما بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔

جب میں بچہ تھا میں نے اپنے شہر میں اس آیت کریمہ کا وعظ سنا تھا تین چار مہینے اس کا وعظ ہوتا رہا۔ انّ اللہ مع الذین اتقوا۔ متقیوں کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ کسی کے ساتھ کسی کا باپ ہے کسی کے ساتھ باپ اور ماں دونوں ہیں۔ کسی کے ساتھ اس کے بھائی ہیں کسی کے ساتھ اس کے دوست ہیں۔ کسی کو اپنے بچے پرناز ہے۔ غرض معیت کے سوا انسان کبھی خوشحال نہیں ہو سکتا۔ میں نے دیکھا ہے بیوی ہو تب انسان خوش ہوتا ہے۔ حاکم ہو، فوج ہو، مال و اسباب ہو جب جا کر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ معیت کا انسان متوالا ہے۔ میری طبیعت میں محبت کا مادہ ہے میں نے دیکھا ہے محبت بھی معیت کو چاہتی ہے۔ بطّال لوگوں میں محبت کا مادہ ہو تو وہ بھی معیت کے متوالے ہوتے ہیں۔ صوفیوں میں ان بطال لوگوں کے متعلق بحث بھی ہے مگر اس سے انکار نہیں کہ معیت کی تڑپ سب میں ہے۔ انسان جب سرد ملکوں میں جاوے تو گرم کپڑوں کی معیت ریل کا سفر کرے تو پیسوں کی معیت چاہیئے۔

غرض انسان معیت کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ مگر خدا کی معیت سے بڑھ کر بھی کوئی معیت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت موجود ہے۔ سوتے جاگتے۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری معیت چاہتے ہو تو تقوےٰ اختیار کرو، تقوےٰ میں تمام عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ آجاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی محسنون۔ فرمایا۔ اور احسان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایسی عبادت کرنا کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو یا کم از کم یہ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

میں اس وقت بڑی مشکل سے یہاں آیا ہوں۔ میرے سر میں ایسا درد ہے جیسا کوئی سر پر کلہاڑا چلا رہا ہے۔ میں نے اس مرض میں اپنی اور تمہاری حالت کا بہت مطالعہ کیا ہے۔ بعض اوقات مجھ کو اپنی آنکھوں کا بھی ڈر ہوا ہے۔ بعض اوقات العین حق کا بھی خیال آیا ہے۔ غرض عجیب عجیب خیالات گذرے ہیں۔ ان میں سے ایک بات تمہیں سناتا ہوں، میرا ارادہ تھا کہ میں صرف عربی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ کر بیٹھ جاؤں مگر قدرت ہے جو مجھ کو بلاتی ہے۔ اس واسطے یوں ہی سمجھ لو کہ یہ میرا آخری کلمہ ہے۔ یوں بھی سمجھ لو کہ یہ آخری دن ہے۔ تم لوگ بھی یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ گرو کل۔ انجمن حمایت اسلام علیگڑھ والے بھی اکٹھے ہوئے تھے۔ وہاں بھی رپورٹیں پڑھی گئی ہیں۔ یہاں بھی۔ ہمارے رپورٹر نے بھی رپورٹ پڑھ دی کہ اتنا روپیہ آیا، اتنا خرچ ہوا، پر میں سوچتا ہوں کہ یہ لوگ یہاں کیوں آئے۔ یہ روپیہ تو بذریعہ منی آرڈر بھی بھیج سکتے تھے اور رپورٹ چھپ کر ان کے پاس پہنچ سکتی تھی۔ میرے اندازہ میں جو آدمی یہاں آئے تین ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ پھر جو لوگ عمائد تھے وہ اگر مجھ سے علیحدہ ملتے تو میں ان کے لئے دعائیں کرتا۔ انہیں کچھ نصیحتیں دیتا۔ لیکن افسوس کہ اکثر لوگ اس وقت آئے کہ لو جی السلام علیکم کہہ تیار ہے۔ تم یاد رکھو میں ایسے میلوں سے سخت متنفر ہوں۔ ایسے مجمعوں کو جن میں روحانی تذکرہ نہ ہو، حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ یہ روپیہ تو وہ منی آرڈر کر کے بھیج سکتے تھے بلکہ اسی طرح بہت سا خرچ جو مہمانداری پر ہوا وہ بھی محفوظ رہتا یہاں کے دکانداروں نے بھی افسوس دنیا کی طرف توجہ کی اور کہا کہ جلسہ باہر نہ ہو شہر میں ہو۔ ہماری چیزیں بک جاویں۔ میں ایسے اجتماع اور ایسے روپے کو جو دنیا کے لئے ہو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں جوش رہا ہے وہ یاد رکھے اور دوسروں تک۔ یہ بات پہنچا دے میں اسی غم میں پگھل کر بیمار بھی ہو گیا ہوں۔ کیا اچھا ہوتا کہ تم میں سے جو تمہاری باہر کی جماعتوں کے سیکرٹری و عمائد آئے تھے وہ مجھ سے علیحدہ ملتے میں ان کو بڑی نیکیاں سکھاتا اور بڑی اچھی باتیں بتاتا لیکن افسوس کہ ہماری صدر انجمن نے بھی ان کو یہ بات نہ بتائی۔ اس لئے مجھ کو ان سے بھی رنج ہے کیا آیا کتنے روپے جمع ہوئے ہم کو اس سے کچھ بھی غرض نہیں۔

ہم کو تو صرف خدا چاہیئے } مجھ کو نہیں معلوم کہ کیا جمع ہوا۔ کیا آیا مجھ کو اس کی مطلق پرواہ

ص۱۴

بھارت سے ایک غیر از جماعت دوست کا گرامی نامہ

محترمی سلام علیکم۔
آج ۱۵ ار اکتوبر ہے جو کہ پاکستان ڈاک بھیجنے کا پہلا دن ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ ساعت سعید میسر ہوئی۔ سب سے پہلا خط آپ ہی کو لکھ رہا ہوں جبکہ میرے بہت سے قریبی عزیز وہاں موجود ہیں جن کی کوئی خبر اس وقت سے نہیں ملی ہے جب سے کہ سلسلہ مراسلت مسدود تھا۔

آپ یقین فرمائیں کہ حقیقتاً مجھے اس اثناء میں کوئی دن ایسا نہیں گذرا جبکہ آپ حضرات کی اور اخبار پیغام صلح ہفتہ وار کی یاد نہ آیا کرتی ہو، مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی مدظلہ کی پیرانہ سالی کو مدنظر رکھتے ہوئے خصوصاً تشویش رہا کرتی تھی ایسی گراں مایہ ہستی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکتا تھا۔ براہ کرم بواپسی ان کی کیفیت و جدید تصنیفات سے ضرور روشناس فرمائیں۔ عیسائی مشنریوں کی دلی مراد بر آنے کا حال اخبارات میں پڑھ کر بہت سخت صدمہ پہنچا۔ خداوند کریم آپ حضرات پر رحم فرمادے مخفی نہ رہے کہ میں احمدی یا قادیانی نہیں ہوں حنفی مسلمان ہوں اور ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ آپ کی احمدی تحریک نے جو آریہ سماجیوں اور عیسائیوں کو زک پہنچائی ہے وہ ہر مسلمان کی نظر میں قابل قدر ہے میں بھی اس سے بہت متاثر ہوں عرصہ دراز تک آپ کا اخبار پیغام صلح و دیگر لٹریچر میری لائبریری میں آتا رہا ہے جو کہ اس قرب و جوار کے ہزاروں مسلم و غیر مسلم حضرات کی نظر نواز ہوتے رہنے کے باعث اس کے قدردان ہیں۔ اس کے ٹھوس پُرمغز اور سائنٹیفک علمی مذہبی مضامین سے چشم پوشی کوئی کور نظر ہی کر سکتا ہے۔ مقام افسوس ہے کہ اس پُرآشوب دور میں جبکہ آگ پانی، بھیڑیا اور بکری، روس اور امریکہ ایک ہو رہے ہیں اور زمین و آسمان کے قلابے مل رہے ہیں ہم مسلمان پارہ پارہ تو تھے ہی اب اس کے اور مزید ٹکڑے کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو اس طرح کافر کہنے پر مصر و بضد ہے کہ گویا اس نقطہ نظر سے سب مسلمان کافر ہیں اور مسلمانوں کی تعداد کروڑوں سے گھٹ کر صفر ہو گئی ہے۔ اس لحاظ سے تو اب قیامت آجانی چاہیئے۔ مگر اس کا نہ آنا اس بات کا صحیح ثبوت ہے کہ اُوپر والی بات غلط ہے۔

پیغام صلح کی تازہ اشاعت کے علاوہ دوران مسدودی ڈاک کے جس قدر پرچے آپ ارسال فرما سکیں اتنا ہی کرم ہوگا کیونکہ اس سے آنسو کچھ پونچھ جائیں گے اور قیامت صغریٰ کے کچھ نمونے نظر کے سامنے آجانے کے باعث درس عبرت و سبق آموز ثابت ہوں گے۔ دریں اثنا جدید لٹریچر جو شائع ہوئے ہوں اسے بھی ارسال فرمادیں تو کرم در کرم ہوگا۔ خدا کرے آپ کے سب ہی متعلقین و متوسلین بخیر و عافیت ہوں۔

جواب آسنے پر پاکستان میں احمدیوں کے خارج از اسلام قرار دیئے جانے پر ہندوستان میں اس کے عمل و ردّ عمل کے بارے میں مفصل تحریر کروں گا اگر آپ چاہیں تو آپ اسے اپنے مؤقر جریدہ میں شائع فرما سکتے ہیں۔ والسلام مع الاکرام۔ منتظر جواب:۔
خادم خلائق مخدوم زادہ ڈاکٹر قمرالدین احمد کولوی مقام سہجنا گنج ضلع فیض آباد۔ یو۔پی (انڈیا) مرسلہ ۱۵ ار اکتوبر ۱۹۷۴ء

> **لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔**
> **لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"** (الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

۱۴

ہمیں پھر میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو مقدم کرو۔ ہماری کوششیں اللہ کے لئے ہوں۔ اگر یہ نہ ہو تو ہائی سکول کیا حقیقت رکھتا ہے اور اس کی عمارتیں کیا حقیقت رکھتی ہیں ہمیں تو ہمارا مولا چاہیئے اپنے احباب کو خط لکھو اور ان کو تنبیہ کرو۔ میں تو لاہور اور امرتسر کے لوگوں کا بھی منتظر رہا کہ وہ مجھ سے کیا سیکھتے ہیں۔ لیکن ان میں سے بھی کوئی نہ آیا۔ میں چاہتا تھا کہ لوگ میری زندگی میں متقی اور پرہیزگار بنیں اور دنیا اور اس کی رسموں کی طرف کم توجہ کریں ۞

مکتوبِ انگلستان ——— محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ اسلام

لندن میں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کا مرکز

۱۹ر اکتوبر کا دن ہمارے لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس روز ہم نے اپنے لندن کے گھر ۱۵ لونگ لے روڈ لندن۔ ایس ڈبلیو۔ ۱۷ میں عید الفطر ملن پارٹی کا انتظام کیا۔ یہ گھر ایک خطیر رقم سے خرید اگیا ہے جو بیشتر ہماری بیرونی جماعتوں نے فراہم کی اور نصف سے زیادہ رقم ہمارے ترنی ڈاڈ۔ گیانا اور سرینام کے دوستوں نے اکٹھی کرکے دی ہے۔ اس گھر میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ویسٹرن ہیمسفیر کا دفتر ہے اور یہاں سے مغربی دنیا میں اشاعت اسلام کا کام جاری رہے گا۔ جو کام ووکنگ مسجد کے ہاتھ سے نکل جانے سے رُک گیا تھا۔ اس کی تلافی انشاء اللہ اس نئے مرکز سے ہوگی۔ اس گھر کا قبضہ ۳۰ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ملا تھا۔ لیکن جائیداد کی حالت بہت اصلاح طلب تھی اس لئے اُمید نہ تھی کہ ہم بیس پچیس دنوں کے بعد پہلا اپنا کوئی فنکشن کر سکیں گے۔ خیال تھا کہ قریبی ہال کرایہ پر لے کر وہاں عید منائی جائے اور بعد میں احباب کو اس گھر میں تھوڑی دیر کے لئے بلایا جائے۔ لیکن کوئی ہال کرایہ پر دستیاب نہ ہو سکا اور ایک ہفتہ قبل یہی فیصلہ کیا گیا کہ اسی گھر میں پارٹی کی جائے۔ میں نے کچھ اوزار خرید کر نیچے کے دو کمروں کی درمیانی دیوار کا کچھ حصہ توڑ کر ان کو آپس میں ملا دیا۔ میری فیملی کے ممبروں نے گھر کی صفائی میں مدد دی۔ میرے بڑے لڑکے بشارت احمد نے باغ کے جھاڑ جھنکاڑ کو ٹھیک کیا۔ خالد اقبال، ظفر مسعود نے دوسرے کاموں میں مدد پہنچائی۔ ترنی ڈاڈ کے دوستوں نے آکر مختلف کام انجام دیئے اور جو کمرے استعمال ہونے والے تھے انہیں جلدی جلدی سجا دیا۔ جگہ کی قلت کے باعث سو کے قریب لوگوں کو بلایا گیا تھا۔ ان کے لئے دوپہر کے کھانے کا انتظام اس طرح کیا کہ پاکستان، ٹرنی ڈاڈ اور گیانا کے دوستوں نے مختلف چیزیں پکوا کر ..... منگوالیں اور سب نے مل کر کھالیں۔ چائے۔ کیک۔ بسکٹ۔ سویاں۔ کباب۔ دال پوری سب چیزیں میسر تھیں۔

ایک بجے ظہر کی نماز ادا کی۔ اس مرکز میں یہ پہلی باجماعت نماز تھی۔ اس مقام کو بابرکت بنانے کی دعائیں مانگیں اور خدا کا شکر ادا کیا گیا کہ اس نے اس نازک وقت اور بے سروسامانی کی حالت میں اتنی توفیق بخشی کہ ہم اس کام کو شروع کر سکے۔

نماز کے بعد خواتین اور دیگر رضاکاروں نے کھانا تقسیم کیا۔ جب یہ سلسلہ ختم ہو گیا تو تلاوت قرآن کے بعد مسز ہارون نے دُعا سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ اس کے بعد مسز عمر علی۔ مسز نسیم شیخ، مسز رخشی جیلن۔ مس ہارون محمد نے نعتیہ اور حمدیہ کلام سنایا خاکسار نے اختصار سے اس مرکز کے قیام کے اغراض و مقاصد بتائے۔ اس کے علاوہ مسز جمیلہ خان (ٹرنی ڈاڈ) نے اس مرکز کو چلانے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کی اور حاضرین سے تعاون کی درخواست کی۔ دوستوں نے ہر قسم کی مدد کا یقین دلایا۔ اس روز مسٹر رحیم محمد نے ایک تیل کا چولہا ہیٹنگ کے لئے دیا اور مسٹر عمر علی نے دو بجلی کے ہیٹر لا کر دیئے۔ اس سردموسم میں انہی اشیاء کی زیادہ ضرورت تھی۔ مسز جمیلہ خان نے ایک میز عنایت کی۔ یوں اس طرح سے اس نئے آشیانہ کے لئے تنکے چننے کا کام شروع ہوا۔ ابھی اس سلسلے میں بہت کام کرنا ہے۔ ہم نے صرف بنیاد رکھی ہے ابھی اس عمارت کی تشکیل کے لئے بہت ہمت اور قربانیوں کی ضرورت ہے۔

مغربی کرۂ ارض کی ساتویں احمدیہ کنونشن } اس جلسہ میں موجود احباب کو میں نے یہ بھی خبر سنائی کہ آئندہ سال اگست ۱۹۷۵ء میں لندن میں ساتویں احمدیہ کنونشن منعقد ہوگی جس کا انتظام ہمیں کرنا ہوگا۔ اور اس کے لئے ہمیں ابھی سے تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ اس کنونشن کے لئے ٹرنی ڈاڈ۔ گیانا۔ سرینام۔ کینیڈا اور پاکستان سے قریباً دو سو احباب شرکت کے لئے آئیں گے۔ انکو ایک عشرہ کے لئے انگلستان میں ٹھہرانا ہوگا اور اس دوران میں اسلام کی دعوت کو موثر طریق پر نشر کرنے کے لئے تجاویز سوچی جائیں گی اور نئے مرکز کھولنے کے پروگرام بنائے جائیں گے۔ احباب اپنی دعاؤں میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اس نئے مرکز کو یاد رکھیں۔

شیخ عبید اللہ مرحوم کی یاد میں

۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ کہ میں وزیر آباد ریلوے اسٹیشن پر بطور ٹکٹ کلکٹر کام کرتا تھا۔ دوران ملازمت میں جہاں کہیں بھی رہا جماعت سے رابطہ قائم کرتا۔ تاکہ نماز باجماعت ادا کی جا سکے۔ وزیر آباد میں دوست حضرت شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم کی مسجد میں اکٹھے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ بالخصوص جمعہ کے روز کافی رونق ہو جایا کرتی تھی۔ اسی سلسلہ میں شیخ عبید اللہ صاحب مرحوم سے ملاقات ہوتی تو بہت تپاک اور محبت سے ملتے۔ پھر میرا معمول ہو گیا کہ دو تین نمازیں ہم باجماعت مسجد میں اکٹھے ادا کرتے اور یوں ہر روز ملاقات بھی ہو جاتی اور تبادلہ خیالات بھی ہوتا رہتا۔ زندگی بھر بطور سیکرٹری جماعت احمدیہ وزیر آباد خدمات انجام دیتے رہے۔ مئی ۱۹۷۴ء کا واقعہ ہے کہ میں اپنے چھوٹے بھائی الحاج عبد الغنی سابق ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی کی معیت میں اپنے تبلیغی دورے کے سلسلے میں پشاور راولپنڈی اور گجرات سے واپسی پر وزیر آباد پہنچا۔ تو شیخ عبید اللہ مرحوم و مغفور ہمیں مل کر بہت خوش ہوئے۔ میں جامعہ احمدیہ دار السلام کے لئے چندہ بھی جمع کر رہا تھا۔ ہمارے ساتھ جاکر تمام جماعت کے چیدہ چیدہ دوستوں سے ملاقات کرائی اور اس سلسلے میں اپنی راہنمائی سے نوازا۔ فرمانے لگے کہ وہ تو پہلے ہی اس کار خیر میں بمعہ اہل و عیال حصہ لے چکے ہیں۔ تاہم میری اپیل پر دوبارہ اپنی طرف سے۔ اپنی بیگم کا۔ بچوں کا اور داماد کی طرف سے عطیہ جات عطا فرمائے اور میرا شکریہ ادا کیا کہ میں نے دوبارہ انہیں ثواب حاصل کرنے کا موقعہ دیا۔ زندگی بھر انہوں نے اسلام اور سلسلہ کی خدمت اپنی زندگی کا شعار بنایا۔ اللہ تعالیٰ ..... بہشت بریں میں انہیں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

خاکسار: عبد العزیز۔ ریٹائرڈ ریلوے گارڈ۔ بہاولپور

درخواستِ دُعا } گوجرانوالہ سے ہمارے محترم بھائی میجر محمد سعید صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ سے ان کی اہلیہ محترمہ بیمار چلی آرہی ہے اس لئے حضرت امیر ایدہ اللہ اور برادران سلسلہ سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ان کی اہلیہ کی صحتیابی کے لئے خلوص دل سے دُعا کریں۔

ادارہ پیغامِ صلح کی احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں اپنی محترمہ بہن کی شفائے عاجل کے لئے دعا کریں اور ساتھ ہی یہ بھی دُعا کریں کہ وہ اس مخلص خاندان کو اپنی برکات سے نواز کر خدمتِ اسلام کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا کرے۔

رابطہ میٹنگ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا التواء

تمام ممبرانِ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے پروگرام رابطہ جات کے تحت پہلا اجلاس رابطہ جو مؤرخہ ۱۶ر نومبر ۱۹۷۴ء کو میاں فضل احمد صاحب کے مکان واقع I-E-12/1 گلبرگ III لاہور پر منعقد ہونا تھا وہ میاں صاحب، موصوف کی بعض ناگزیر مجبوری کے تحت منسوخ کیا جاتا ہے۔

اس بارہ میں ہم احباب جماعت سے معذرت خواہ ہیں۔ اجلاس رابطہ کے بارہ میں آئندہ تاریخ سے احباب کو بروقت مطلع کر دیا جائے گا۔

سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ۔ لاہور

عرفات پریس نقادتین روڈ لاہور میں باہتمام خالد عمر صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا
چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش
ایڈیٹر: غلام نبی مسلم۔ ایم اے

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ ۱۳ر نومبر ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۔ شمارہ ۴۲

جلد ۶۱ | چہارشنبہ ۵ ذیقعد ۱۳۹۴ھ ۔ ۲۰ نومبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۴۳

حضرت خواجہ غلام فرید سلام اللہ علیہ کی طرف سے حضرت مرزا غلام احمد سلام اللہ علیہ کی تصدیق

خواجہ غلام فرید صاحب نے جو نواب بہاولپور کے پیر تھے میری تصدیق کے لئے ایک خواب دیکھا جس کی بناء پر میری محبت خدا تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈال دی اور اسی بناء پر کتاب اشاراتِ فریدی ہیں جو خواجہ صاحب موصوف کے ملفوظات ہیں جابجا خواجہ صاحب موصوف میری تصدیق فرماتے ہیں اہلِ فقر کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ظاہری جھگڑوں میں بہت کم پڑتے ہیں اور جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو بذریعہ خواب یا کشف یا الہام پتہ ملتا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں ۔ پس چونکہ خواجہ غلام فرید صاحب پیر صاحب العلم کی طرح پاک باطن تھے اس لئے خدا نے ان پر میری سچائی کی حقیقت کھول دی اور کئی مولوی جیسے مولوی غلام دستگیر خواجہ صاحب کو میرا مکذب بنانے کے لئے آپ کے گاؤں میں پہنچے جیسا کہ کتاب اشاراتِ فریدی میں خواجہ صاحب نے خود یہ حالات بیان کئے ہیں اور بعض غزنویوں کا بھی خواجہ صاحب موصوف کے پاس خط پہنچا مگر آپ نے کسی کی بھی پرواہ نہیں کی اور ان خشک مُلّاؤں کو ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ وہ ساکت ہوگئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کا خاتمہ مصدق ہونے کی حالت میں ہوا ۔ چنانچہ وہ خطوط جو آپ نے میری طرف لکھے ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے کس قدر میری محبت ان کے دل میں ڈال دی تھی اور کس قدر اپنے فضل سے میرے بارہ میں انکو معرفت بخش دی تھی ۔ خواجہ صاحب نے اپنی کتاب اشاراتِ فریدی میں مخالفوں کے حملوں کا جابجا جواب دیا ہے جیسا کہ ایک جگہ اشاراتِ فریدی میں لکھا ہے کہ کسی نے خواجہ صاحب موصوف کی خدمت میں عرض کی کہ آتھم میعاد کے بعد مرا ۔ انہوں نے میرا نام لیکر فرمایا کہ اس بات کی کیا پرواہ ہے میں جانتا ہوں کہ آتھم انہیں کے نفس سے مرا ہے ۔ یعنی انہیں کی توجہ اور عقد ہمت نے آتھم کا خاتمہ کر دیا ۔ اور کسی نے میری نسبت آپکو کہا کہ ہم انکو مہدی معہود کیونکر مان لیں کیونکہ مہدی موعود کی ساری علامتیں جو حدیثوں میں لکھی ہیں ان میں پائی نہیں جاتیں تب خواجہ صاحب اس کلمہ پر ناراض ہوئے اور فرمایا یہ تو کہو کہ تمام قرار دادہ نشان جو لوگوں نے پہلے سے سمجھ رکھے تھے کس نبی یا رسول میں سب کے سب پائے گئے اگر ایسا وقوع میں آتا تو کیوں بعض کافر رہتے اور بعض ایمان لاتے یہی سنۃ اللہ ہے کہ جو جو علامتیں پیشگوئیوں میں کسی آنے والے نبی کے بارہ میں لکھی جاتی ہیں وہ تمام باتیں اپنے ظاہری الفاظ کے ساتھ ہرگز پوری نہیں ہوتیں بعض جگہ استعارات ہوتے ہیں بعض جگہ خود اپنی سمجھ میں فرق پڑ جاتا ہے ۔ اور بعض جگہ پرانی باتوں میں کچھ تحریف ہو جاتی ہے اسلئے تقویٰ کا طریق یہ ہے کہ جو باتیں پوری ہو جائیں ان سے فائدہ اٹھائیں اور وقت اور ضرورت کو مدنظر رکھیں اور اگر تمام مقررکردہ علامتوں کو اپنی سمجھ کے مطابق کرنا ضروری ہوتا تو تمام نبیوں سے دستبردار ہونا پڑتا اور انجام اس کا بجز محرومی اور بے ایمانی کے کچھ نہ ہوتا ۔ کیونکہ کوئی بھی ایسا نبی نہیں گذرا جس پر تمام قرار دادہ علامتیں ظاہری طور پر صادق آگئی ہوں ۔ کوئی نہ کوئی کسر رہ گئی ہے ۔ یہودی پہلے مسیح کی نسبت یعنی حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کہتے تھے کہ وہ اس وقت آئیگا کہ جب پہلے اس سے الیاس نبی دوبارہ زمین پر آجائیگا ۔ پس کیا الیاس آگیا ؟ ایسا ہی یہودیوں کا اس بات پر اصرار تھا کہ آنیوالا خاتم الانبیاء بنی اسرائیل میں سے ہوگا ۔ پس کیا وہ بنی اسرائیل میں ظاہر ہوا ؟ پھر جبکہ یہودیوں کے خیال کے موافق جس پر اُن کے تمام نبیوں کا اتفاق تھا خاتم الانبیاء بنی اسرائیل میں سے نہیں آیا ، پھر اگر مہدی موعود فاطمی یا عباسی خاندان سے ظاہر نہ ہوا تو اس میں کونسی تعجب کی جگہ ہے ۔ خدا کی پیشگوئی میں کئی اسرار مخفی ہوتے ہیں اور امتحان بھی منظور ہوتا ہے ۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۶ ــ ۲۰۸)

غلام نبی مسلم

مجدد صدی چہار دہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چشتی علیہ الرحمۃ چاچڑاں شریف کے خطوط و ارشادات

پاکستان کے اکثر خواص و عوام حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم و دین اور عشق نبیؐ کے گرویدہ و معتقد ہیں اور آپ کے مناقب کا اظہارات در ریڈیو پر تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔ آپ مجدد زمان کے ہمعصر تھے۔ وقت کے مولویوں اور سجادہ نشینوں کے برعکس آپ نے امام وقت کی ولایت اور روحانی مرتبے کی تصدیق کی۔ حضرت مرزا صاحب کے نام خطوں میں آپ کی عظمت کا اعتراف ہی نہیں کیا بلکہ وقتاً فوقتاً اپنی مجالس میں مولویوں کی تردید فرمائی بدگو لوگوں کی زبان بندی اور احادیث و اقوال بزرگان سے آپ کے دعوے کی صداقت پر اتمام حجت کیا۔

ذیل میں آپ کے وہ خطوط اور ملفوظات درج کئے جاتے ہیں جو حضرت مجدد زمان اور حضرت خواجہ صاحبؒ نے ایک دوسرے کو لکھے۔ نیز وہ ارشادات بھی پیش قارئین ہیں جو آپؒ نے حضرت مرزا صاحبؒ کے متعلق اپنی مجالس میں بیان کئے، جن سے ایک طرف حضرت مولانا سے خواجہ صاحبؒ کی عقیدت اور وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور دوسرے حضرت صاحب کے صحیح مقام اور دعوے پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا دعوے کیا اور اس وقت کے خدا رسیدہ بزرگوں نے کیا سمجھا، مگر مسیح اول کی طرح مثیل مسیحؑ کے بعض غالی معتقدوں اور دشمنوں نے کیا کچھ بنا دیا۔

حضرت خواجہ صاحب موصوف کا پہلا محبت نامہ ملنے پر حضرت مسیح موعودؑ کو انتہائی مسرت ہوئی۔ چنانچہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲۹ پر تحریر فرماتے ہیں:—

"خدا کی شان ہے کہ ان ہزاروں دکافر اور دجال کہنے والے مولویوں (ناقل) میں سے یہ میاں غلام فرید صاحب چاچڑاں والوں نے پرہیزگاری کا نور دکھایا وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ خدا ان کو اجر بخشے اور عافیت نصیب کرے، اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں موجود رہیں گی، میاں صاحب کا ذکر خیر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا۔ یہ زمانہ گذر جائے گا اور دوسرا زمانہ آئے گا اور خدا اس زمانہ کے لوگوں کو آنکھیں دے گا، اور وہ ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر کریں گے جنہوں نے مجھے پاکر میرا ساتھ دیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ وقت گذر جائے گا اور ہر ایک غافل اور منکر اور مکذب وہ حسرتیں ساتھ لے جائے گا جس کا تدارک پھر اس کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔"

خط وکتابت کو شائع کرتے ہوئے حضرت امام وقتؑ نے فرمایا:—

"اس عرصہ میں جو کچھ مکرمی خواجہ غلام فرید صاحب چشتی پیر صاحب نواب بہاول پور سے اس عاجز کی خط وکتابت ہوئی محض بہ نیت افادہ عام وہ تمام خطوط جانبین چھاپ دیئے جاتے ہیں شاید کسی بندۂ خدا کو اس سے فائدہ پہنچے۔ الاعمال بالنیات۔"

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف کا پہلا خط (بزبان عربی):

"من فقیر باب اللہ غلام فرید سجادہ نشین الی جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب الارباب والسلام علی رسول الشفیع بیوم الحساب، وعلی آلہ والاصحاب۔ والسلام علیکم وعلی من اجتھد فی الصواب۔ اما بعد، قد ارسلت الی الکتاب وبہ دعوت الی المباھلۃ وطالبت بالجواب، وانی وان کنت عدیم الفرصۃ ولکن رایت من حسن الخطاب وسوق العتاب۔ اعلم بانی من الاحباب۔ انی من بدو حالک واقف علی مقام تعظیمک لنیل الثواب وما جرت علی لسانی کلمۃ فی حقک الا بالتبجیل ورعایۃ الآداب۔ والآن اطلع لک بانی معترف بصلاح حالک بلا ارتیاب وموقن بانک من عباد اللہ الصالحین وفی سعیک المشکور مثاب۔ وقد اوتیت الفضل من الملک الوھاب۔ ولک ان تسئل من اللہ تعالیٰ خیر عاقبتی وادعو لکم حسن ماٰب۔ ولولا خوف الاطناب لازددت فی الخطاب۔ والسلام علی من سلک سبیل الصواب۔ فقط

۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ

مہر (فقیر غلام فرید خادم الفقراء)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو رب الارباب ہے۔ اور درود اس رسول صلعم پر جو یوم الحساب کا شفیع ہے۔ نیز اس کے آل و اصحاب پر اور تم پر سلام اور ہر ایک پر جو راہ ثواب میں کوشش کرنے والا ہو۔ اس کے بعد واضح ہو، کہ مجھے آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لئے جواب طلب کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا۔ تاہم میں نے اس کتاب کے ایک جز کو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھی، پڑھا، سو اے ہر ایک حبیب سے عزیز تر تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لئے تعظیم کے مقام پر کھڑا ہوں تا مجھے ثواب حاصل ہو۔ اور کبھی میرے زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے بارے میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا اور اب میں تجھے مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے۔ اور تیری سعی عند اللہ مشکور ہے۔ جس کا اجر ملے گا، اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کیجئے۔ اور میں آپ کے لئے انجام بخیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔ اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں زیادہ لکھتا۔ والسلام علی من سلک سبیل الصواب۔"

اشارات فریدی جلد سوم صفحہ ۴۲ پر جہاں یہ مکتوب گرامی درج ہے۔ ایک بیان یہ بھی مذکور ہے:—

"بعد ازاں درباب مرزا صاحب فرمود۔ کہ مرزا صاحب مردے نیک و صالح است و نزد من کتابی از الہامات خود فرستادہ است کمال او ازاں کتاب ظاہر است، ازیں اثناء بعضے از علماء ظواہر کہ حاضر خدمت حضور خواجہ ابقاء اللہ تعالیٰ نشستہ بود نسبت مرزا زبان طعن کشادہ رد و انکار کرد حضور خواجہ ابقاء اللہ تعالیٰ در جوابش فرمودند نے نے وی مردے صادق است۔ مفتری و کاذب نیست، ایں معاملہ جعلی و خود ساختہ او نیست۔ غایت مافی الباب آنکہ اورا اندک خطا در اجتہاد و خطا درگشت است بعد ازاں فرمودند کہ مولوی نور الدین حکیم کہ از مریدان صادق الارادت و راسخ العقیدت او ست وقتے در بہاولپور نزد من آمدہ بود گفت من مرید مرزا صاحب شدہ ام۔ دیگر از کرامات وغیرہ از و شان ہیچ ندیدہ ام، محض سہ امر دیدہ مرید او شاں گردیدہ ام یکے آنکہ مرزا صاحب۔ علم ظاہری از صرف نحو تا شرح ملا خواندہ اند۔ و آن نیز بوقت ملازمت انگریزاں شغل دیگراں فراموش کردہ بودند، اکنون آں چناں متبحر عالم ہستند کہ قصائد عربی و فارسی و اُردو بکمال فصاحت و بلاغت چہل چہل بیت بہ یکدفعہ بلا تامل انشاء مینمایند و رموزات معانی قرآن شریف کہ ما مردم را معلوم میشوند از کتب صوفیاء کرام معلوم میگردند، علی الخصوص از فصوص الحکم و فتوحات مکی، شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مگر آنچہ اسرار و رموزات معانی قرآن شریف از زبان مرزا صاحب شنیدہ ایم در ہیچ کتاب ندیدہ ایم و از ہیچ کس بجز مرزا صاحب نہ شنیدہ ایم۔ دوم اینکہ روز و شب مرزا صاحب را در عبادت خدا عزّ و جلّ مصروف و مشغول دیدہ ایم

سوم اینکہ در اشاعتِ دین چناں کمر ہمت بستہ اند کہ بے خوف و بے ہراس شدہ سلاطین ہر دیار و امصار را دعوتِ اسلام کردہ اند، و بادشاہ لندن را برائے شکستن شوکتِ صلیبی و کفارہ و عقیدہ تثلیث امر کردہ بدینِ اسلام خواندہ اند، و بادشاہ جرمن و فرانس و روس و غیرہ را دعوت کردہ فرمودہ اند کہ عقائد باطلہ خود را گذاشتہ باسلام گرائید۔ و سلطان روم و امیر عبدالرحمٰن بادشاہِ کابل وغیرہم را نیز دعوت نمودہ کہ حمایتِ اسلام کنید و ہرگز خوف و ہراس در دل شان راہ نیافتہ بعد ازاں فرمودند، کہ مرزا صاحب موت آتھم پادری پیشین گوئی کردہ بود کہ وے اندر عرصہ یک سال خواہد مرد، قضاءً خلافِ آں بوقوع آمد یعنی آتھم پادری بعد انقضائے آں سال موعود در دیگر سال بمرد بعد ازاں فرمودند کہ چوں ایں حکایت پیش مولوی نور الدین کہ مرید مرزا صاحب ہست بیان کردہ شد وے گفت کہ اعتقادِ ما مردم در حق مرزا صاحب بدیں گونہ نیست کہ بسبب نمردن آتھم پادری دراں سال کہ مرزا صاحب وعدہ کردہ بود تزلزل بذیرد، و گذشتہ شود زیرا آنکہ ایں چنیں خلافِ وعدہ ہا از پیغمبرانِ نیک واقع شدہ است، بسبب مصلحتے کہ عند اللہ است، چنانکہ در واقعہ حدیبیہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم با صحابہ، خود فرمودہ بودند کہ امسال طوافِ بیت اللہ خواہیم کرد، و حج خواہیم گذارد و فتح مکہ نیز خواہیم نمود، و حال آنکہ ہر سہ امر میسر نہ شدند ہمچناں از حدیبیہ بہ کفارِ مکہ صلح کردہ باز گردیدند۔ بعد ازاں حضور خواجہ ابقاءِ اللہ تعالیٰ فرمودند کہ ایں مولوی ہم بلائیست کہ در ہندوستان اورا علّامہ میگویند۔ بعد ازاں فرمودند کہ بسیار مرداں ایں نوع دعوے مہدویت کردہ اند۔ چنانچہ سید محمد مہدی صاحب کہ خود را مہدی موعود میگفت۔ پس علماء وقت بر وے خروج کردند، و جنگہا دادند، تا آنکہ سید محمد مہدی صاحب در جنگ برفت، و معہذا مشائخ کرام اورا در فقر مسلّم داشتہ اند۔ و شیخ عبدالحق دہلوی باآنکہ بہ پیروی شیخ علی متقی با سید محمد مہدی مناظرہ و مباحثہ می داشت و خود ہم عالم و محدث مشہور و بہ تشرع معروف بودہ است بر فقر ایشاں اقرار میدارد اگرچہ ذکر سید محمد مہدی را در کتاب خود مثل اخبار الاخیار نیاوردہ اما بعضے از مریداں و خلفاء اوشاں را ذکر کردہ است نسبت ارادت فلاں شیخ بہ سید محمد مہدی می پیوندد۔" (اشاراتِ فریدی جلد سوم صفحہ ۴۰ تا ۴۴)

ترجمہ: اس کے بعد مرزا صاحب کے متعلق فرمایا کہ مرزا صاحب نیک اور صالح انسان ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنے الہامات سے متعلق ایک کتاب بھیجی ہے۔ آپ کا کمال اس کتاب سے ظاہر ہے (اس دوران حاضرِ مجلس ظاہر بین علماء میں سے ایک نے مرزا صاحب کے خلاف زبانِ طعن کھولی اور رد و انکار کیا، حضور خواجہ ابقاءِ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا نہیں! نہیں! وہ راستباز ہیں۔ مفتری اور کاذب نہیں ہیں انہوں نے یہ بات اپنی طرف سے اختراع نہیں کی، اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہیں اجتہاد اور کشف میں معمولی غلطی لگی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوگوں نے تو انا الحق تک کہا ہے گو انہوں نے اپنے آپ کو مجدد اور عیسےٰ قرار دیا ہے تاہم عبدیت کے دائرے سے باہر نہیں نکلے، بعد ازاں فرمایا کہ مولوی حکیم نور الدین جو ان کے صادق الارادت اور راسخ العقیدت مرید ہیں، ایک دفعہ میرے پاس بہاولپور آئے تھے اور کہا کہ میں مرزا صاحب کا مرید ہو گیا ہوں۔ میں نے ان سے کرامات وغیرہ نہیں دیکھی ہیں محض تین باتوں کی وجہ سے ان کا مرید ہو گیا ہوں۔ اوّل یہ کہ مرزا صاحب نے ظاہری علم صرف و نحو سے شروح ملّا تک پڑھا ہے اور وہ انگریزی ملازمت میں دوسروں کی طرح بھلا چکے تھے، اب اس قدر متبحر عالم ہیں، کہ عربی، فارسی، اردو میں چالیس چالیس ابیات کے فصیح و بلیغ قصائد ایک ہی نشست میں بلا تامل لکھ جاتے ہیں۔ اور قرآن کے اسرار و رموز جو ہمیں معلوم ہوتے ہیں وہ کتب صوفیہ بالخصوص فصوص الحکم و فتوحات مکیہ مصنفہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم کے جو اسرار و رموز ہم نے مرزا صاحب کی زبان سے سنے ہیں، کسی کتاب میں نہیں دیکھے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم نے مرزا صاحب کو شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف دیکھا ہے۔ تیسرے یہ کہ دین اسلام کی اشاعت پر اس طرح کمر بستہ ہیں کہ ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہو کر تمام ممالک کے سلاطین کو اسلام کی دعوت دی ہے چنانچہ لندن کی ملکہ معظمہ کو صلیبی شوکت کفارہ اور تثلیث کی بیخ کنی کی تلقین کر کے اسلام قبول کرنے کو کہا ہے، اور جرمنی، فرانس اور روس وغیرہم کے بادشاہوں کو دعوت دی کہ اپنے باطل عقائد کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیں اور سلطان روم اور امیر عبدالرحمٰن والئے کابل وغیرہ کو بھی دعوت دی ہے کہ اسلام کی حمایت کریں۔ اور ان کے دل میں کسی قسم کا خوف و ہراس پیدا نہیں ہوا۔ بعد ازاں فرمایا کہ مرزا صاحب نے آتھم کی موت کی پیشگوئی کی تھی کہ وہ ایک سال میں مر جائے گا۔ قضائے الٰہی سے ایسا نہ ہوا، یعنی آتھم سال گذرنے کے بعد دوسرے سال مرا، اس کے بعد فرمایا کہ جب یہ بات مولوی نور الدین حکیم کے سامنے بیان کی گئی۔ تو انہوں نے کہا ہم لوگوں کا عقیدہ مرزا صاحب کے متعلق ایسا نہیں، کہ اس سال آتھم کے نہ مرنے سے جس کا مرزا صاحب نے وعدہ کیا تھا اس میں فرق آ جائے۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات انبیاء کو بھی پیش آتے ہیں۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیبیہ کا واقع ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد مصطفےٰ، احمد مجتبےٰ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا تھا کہ ہم اس سال بیت اللہ شریف کا طواف کریں گے۔ فریضہ حج ادا کریں گے اور مکہ کو بھی فتح کر لیں گے، اور حقیقت یہ ہے کہ تینوں باتیں اس وقت پوری نہ ہوئیں اور ویسے ہی حدیبیہ کے مقام سے کفارِ مکہ سے صلح کر کے لوٹ آئے۔ اس کے بعد حضور خواجہ ابقاءِ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مولوی بھی ایک بلا ہے کہ ہندوستان میں اسے علّامہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا۔ بہت سے لوگوں نے اس طرح مہدویت کا دعوےٰ کیا ہے۔ جیسا کہ سید محمد مہدی صاحب نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ پس علمائے وقت نے ان کی مخالفت کی، ان سے مجادلہ کیا، حتیٰ کہ سید محمد مہدی کو ان سے مجادلہ کرنا پڑا، اس کے باوجود مشائخ کرام نے ان کے مقام فقر کو تسلیم کیا ہے۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی ان کے فقر کا اقرار کیا ہے، حالانکہ ان کے مرشد شیخ علی متقی نے سید محمد مہدی سے مناظرہ و مباحثہ کیا، اور وہ خود بھی مشہور عالم و محدث اور شرع کے پابند تھے، اگرچہ انہوں نے کتاب "اخبار الاخیار" میں سید مہدی کا ذکر تو نہیں کیا، لیکن ان کے مریدوں اور خلفاء کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ فلاں شیخ کو سید محمد مہدی سے ارادت تھی۔

عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی کی تصدیق

عبداللہ آتھم کے متعلق حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی یہ تھی کہ چونکہ وہ امام الانبیاء حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدزبانی سے کام لیتا ہے۔ اس لئے توبہ نہ کرنے کی صورت میں ایک سال کے اندر اندر مر جائے گا۔ عبداللہ آتھم نے اسی وقت ... ... کو ہاتھ لگایا اور زبان باہر نکال کر ایک گونہ توبہ کی۔ پھر سال بھر اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خاموشی اختیار کی اور مرنے سے بچ گیا۔ لیکن اس نے اپنی توبہ کے متعلق انکار یا اقرار سے گریز کیا، جس پر حضرت صاحب نے پھر متنبہ کیا کہ اگر اس نے اظہار حق نہ کیا تو نہیں بچے گا، چنانچہ چند ہی ماہ بعد وہ مر گیا۔ اس بات کا چرچا حضرت خواجہ صاحب کی مجلس میں ہوا اور حضرت خواجہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر گواہی دی۔ اشاراتِ فریدی میں مرقوم ہے :—

"......... بعد ازاں سخنے ذکر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی و عبداللہ آتھم پادری کہ معاند وے بود افتادہ۔ حضور خواجہ ابقاءِ اللہ تعالیٰ بمقابۂ فرمودند کہ اگرچہ عبداللہ آتھم پادری از حد اندازہ مدت پیشگوئی مرزا غلام احمد قادیانی کہ نسبت موت وی کردہ بود بیروں افتادہ است، چنانچہ بعد میعاد پیشگوئی فوت شدہ مگر بنفس مرزا صاحب مردہ است۔" (ایضاً ص ۱۴-۱۵)

ترجمہ: .... اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اور آپ کے دشمن عبداللہ آتھم کا مختصر سا ذکر ہوا۔ حضور خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ پادری عبداللہ آتھم مرزا صاحب کی مدت پیشگوئی کی مدت سے باہر نکل گیا ہے جو آپ نے اس کی موت کے بارے میں کی تھی جیسا کہ وہ پیشگوئی کی مدت کے بعد مرا لیکن مرزا صاحب کے دم سے مرا ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کے نام حضرت مجدد زمانؒ کا مکتوب و کتاب ضمیمہ انجام آتھم

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا محبت بھرا خط جب حضرت مرزا صاحب کو ملا تو ان کی خوشی کی انتہاء نہ رہی اور جواب میں مندرجہ ذیل الفت آمیز خط عربی زبان میں تحریر کیا۔ جس سے ان کی باہمی محبت اور روحانی مقام پر روشنی پڑتی ہے۔

مکتوب :— بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

"من عبد اللہ الاحد غلام احمد عافاہ اللہ وایّد الی الشیخ

الکریم السعید حبی فی اللہ غلام فرید۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امّا بعد فاعلم ایّھا العبد الصالح قد بلغنی منک مکتوب ضُمِّخ بعطر الاخلاص والمحبۃ وکتب بانامل الحبّ والالفۃ جزاک اللہ خیر الجزاء وحفظک من کل انواع البلاء انی وجدت ریح التقوی فی کلمتک فما اضوع ریاک وما احسن نموذج نفحاتک وقد اخبر النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم فی امری واثنی وعلی احبابی وزمرتی وقال لا یصدقہ الّا الصالح ولا یکذب بہ الّا الفاسق فبشرٰی لک ببشارۃ المصطفٰی وواھا لک من الرب الاعلیٰ ومن تواضع للہ فقد رفع ومن استکبر فرد ودفع وانّی مازلت مذ رئیت کتبک وآنست اخلاقک وادابک ادعوا لک فی الحضرۃ واسئل اللہ ان یتوب علیک بانواع الرحمۃ وقد سرنی حسن صفاتک وعلمت انّک خلقت من طینۃ الحریۃ واعطیت مکارم السجیۃ واحن الٰی لقائک بھوی الجنان ان کان قدّر الرحمٰن وقد سمعت بعض خصائص نباھتک وماثر وجاھتک من مخلصی الحکیم المولوی نورالدین فالآن زاد مکتوبک یقینًا علی الیقین وصار الخبر عیانا والظن برھانًا فادعوا اللہ سبحانہ ان یبقی مجدک وبنیانہ ویحیط علیک رحمۃ وغفرانہ وکنت قلت للناس انک لاتلوی عذارک ولا تظھر انکارک فابشرت بان کلمتی قد تمت وان فراستی ما اخطأت ورغبنی ذلک فی ان احذر یمراک واسرّ بلقیاک فارجوا ان تسرّنی بالمکتوب حتی تجئی من اللہ وقت الملاقات والآن ارسل الیک مع المکتوب ھذا ضمیمۃ کتابی کما ارسلتہ الی احبابی وفیھا ذکرک وذکر مکتوبک وارجوا ان تقرءھا ولو کان فی بعض خطوبک والسلام علیک وعلی اعزتک وشعوبک فقط من قادیان۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔ خدا کے واحد کے بندہ غلام احمد عافاہ اللہ وایّد کی طرف سے الشیخ الکریم السعید حبی فی اللہ غلام فرید کے نام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اے عبد صالح جان لے کہ آپ کا عطرِ خلوص اور محبت سے بھرا ہوا خط ملا۔ جو آپ نے محبت اور اُلفت کی انگلیوں سے تحریر کیا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کو ہر قسم کے مصائب سے محفوظ رکھے۔ میں نے آپ کی باتوں سے تقویٰ کی خوشبو پائی ہے۔ پس کیا ہی عمدہ ہے آپ کی خوشبو، اور آپ کے انفاس کی بُو کیا ہی فرحت بخش ہے اور تحقیق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے میرے متعلق خبر دی ہے۔ اور میرے احباب اور جماعت کی تعریف کی ہے اور فرمایا کہ اس کی تصدیق صرف نیک لوگ کریں گے اور فاسق لوگ تکذیب کریں گے۔ پس آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بشارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحمت کی، اور جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ اور متکبّر کو ردّ اور دفع کیا جاتا ہے میں اس وقت سے جب سے آپ کا مکتوب دیکھا ہے۔ اور آپ کے اخلاق اور آداب پر اطلاع پائی ہے۔ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا چلا آیا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے آپ پر گوناگوں رحمتوں کا سوال کرتا ہوں اور مجھے آپ کی صفاتِ عالیہ اور اعلیٰ خصائل نے مسرور کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی تخلیق شریف مٹی سے ہوئی ہے اور آپ کو پسندیدہ خصائل دیئے گئے ہیں۔ اور میں آپ کی ملاقات کا متمنّی ہوں اور اگر اللہ کو منظور ہوا تو دل جھک جائیں گے، اور مجھے آپ کے بعض اوصاف اور حسن صفات کا مخلصی حکیم نورالدین صاحب سے پتہ چلا ہے سو اب آپ کے مکتوب نے یقین بڑھایا ہے اور خبر اب عیاں ہوگئی ہے۔ اور گمان بیّن دلیل بن گیا ہے۔ پس میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی بزرگی اور اساس کو باقی رکھے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت آپ کے شاملِ حال ہو، اور میں لوگوں سے کہتا رہتا تھا آپ منہ نہیں موڑیں گے، اور نہ انکار کا اظہار کریں گے، پس میں نے بشارت دی کہ میری بات سچی نکلی، اور میری فراست نے دھوکا نہیں کھایا اور آپ سے توقع ہے کہ آپ ملاقات کا موقع دیں گے، اور امیدوار ہوں کہ آپ اس وقت تک مکتوبات سے مسرت بخشتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ملاقات کا وقت لے آئے۔ اس وقت میں خط کے ساتھ اپنی کتاب کا ضمیمہ بھیج رہا ہوں۔ جیسے کہ اپنے احباب کو بھیجا اور اس میں آپ کا اور آپ کے مکتوبات کا ذکر ہے۔ اور اُمید ہے کہ آپ اسے پڑھیں گے، گو آپ مصروف ہی ہوں، آپ پر آپ کے عزیزوں اور آپ کے قبیلہ پر سلام ہو۔‘‘

حضرت مرزا صاحب کی خدماتِ اسلام اور صحتِ اعتقاد کی تائید { حضرت خواجہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جب کبھی کوئی مخالف حضرت مرزا صاحبؒ کے خلاف زبان کھولتا تو حضرت موصوف نہ صرف جہلا کی مذمّت فرماتے بلکہ حضرت مرزا صاحب کے موقف کی تائید و تصدیق کرتے چنانچہ ایسی ہی ایک مجلس میں:

’’سخن در ذکر مرزا غلام احمد قادیانی، و در بیان رد و قدح و ذم منکرین اُفتادہ بود۔ دانشمندے حاضر بود وے صفت و ثناء مرزا صاحب کرد، حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالےٰ ببقائہٗ بدرجہ غایت مسرور شدند، بعد ازاں فرمودند کہ ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادت خدا عزّ وجل میگذرند یا نماز میخواندیا تلاوت قرآن شریف میکندیا دیگر اشغال میںہما اند، و برحمایت اسلام ودین چنیں کمربستہ کہ ملکۂ زمان لندن را نیز دعوت دین محمّد کردہ است و بادشاہ روس و فرانس وغیرہما را ہم دعوتِ اسلام نمودہ است وہم سعی و کوشش او در اینست کہ عقیدہ تثلیث وصلیب را کہ سراسر کفر است بگذارند، و توحید خداوند تعالےٰ بگیرند وعلمائے وقت را ببینید کہ دیگر گروہ مذاہب باطلہ را گذاشتہ صرف در پے این چنیں نیک مرد کہ از اہل سنت وجماعت است و بر صراط مستقیم است و راہ ہدایت می نماید اُفتادہ اند بروے حکم تکفیر میسازند۔ کلام عربی او ببینید کہ از طاقت بشریہ خارج است وتمام کلام مملو از معارف وحقائق وہدایت است واز عقائد اہل سنت وجماعت وضروریات دین ہرگز منکر نیست۔ بعد ازاں فرمودند کہ مرزا صاحب بر مہدویت خود بسیار علامات بیان کردہ مگر از انمیاں دو علامات کہ در کتاب خود درج ساختہ بیان نمودہ است بہتر وبدرجہ غایت بر دعوئے مہدویت او گواہ اند، یکے اینکہ او گفتہ کہ در حدیث شریف آمدہ است کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلّم یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا کدعۃ ویصدقہ اللہ تعالیٰ ویجمع اصحابہ من اقصی البلاد علی عدۃ اہل بدر بثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر رجلًا ومعہ صحیفۃ مختومۃ (ای مطبوعۃ) فیہا اعداد اصحابہ باسماءھم وبلادھم وخلالھم۔ یعنی فرمودند نبی صلی اللہ علیہ وسلّم بیرون آید مہدی از دہی کہ گفتہ شد او را کدعہ در اصل معرب کادیاں است، .... دوم این است کہ میگوید کہ در دار قطنی .... این حدیث از امام محمد باقر رضی اللہ عنہ روایت کردہ است کہ ان لمہدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض ینکسف القمر لاوّل لیلۃ من رمضان تنکسف الشمس فی النصف منہ ہر گاہ خسوف قمر وکسوف شمس بتاریخ ششم از ماہ اپریل ۱۸۹۴ء ہژدہ صد ونود وچہار واقع شد پس مرزا صاحب برائے اتمام حجت خود را در اطراف واکنافِ عالم اشتہار این معنی ارسال کرد کہ این پیشین گوئی کہ حضرت رسول اللہ برائے ظہور مہدی فرمودہ بودند اکنوں تمام شدہ است بر ہمہ واجب کہ مہدویت من اعتراف کنید و اقرار نمائید پس مولویان وقت طفلانہ سوال کردند کہ از حدیث شریف این معنی بر می آید کہ از اوّل شب رمضان خسوف قمر شود ودر نیم رمضان کسوف شمس گردد و این خسوف بتاریخ سیزدہم از رمضان واقع گشتہ وکسوف بتاریخ بست وہشتم رمضان بوقوع آمد و این خلاف منطوق حدیث است۔ آں خسوف وکسوف دیگر خواہد بود کہ در زمانِ مہدی برحق وقوع یابد بعد ازاں حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالےٰ ببقائہٗ فرمودند سبحان اللہ بشنو آنچہ مرزا صاحب معنی حدیث شریف مذکور بیان نمودہ ومولویاں منکراں را جواب دادہ است مرزا صاحب گفتہ کہ معنی حدیث شریف این است ...... کہ برائے تصدیق وتائید مہدی ما دو نشان مقرر اند از اں مدت کہ آسماں ہا وزمین پیدا شدہ اند آں دو نشاں در وقت کسے مدعی بظہور نیامدہ وآں دو نشاں این است کہ در وقت ادعا مہدی موعود خسوف قمر در اوّل شب خواہد بود کہ آں شب از سہ شب خسوف اوّل است یعنی بیست وہشتم (از رمضان۔ بعد ازاں حضور فرمودند کہ بے شک معنی حدیث این چنیں است کہ مرزا صاحب بیان کردہ چہ خسوف قمر ہمیشہ بتاریخ سیزدہم یا چہاردہم یا پانزدہم ماہ واقع می شود وکسوف شمس، ہمیشہ در تاریخ بیست وہفتم یا بیست وہشتم یا بیست ونہم ماہ بوقوع می آید۔ پس خسوف قمر کہ بتاریخ ششم

نمائش دستکاری

ہر سال کی طرح اس سال بھی جلسۂ سالانہ کے موقعہ پر خواتین کی طرف سے دستکاری کی نمائش کا اہتمام ہوگا۔ بہنوں سے التماس ہے کہ اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنی تیار کردہ دستکاری ۔۔۔۔ تک ۔۔۔۔ ارسال کر دیں۔

بیرونی مقامات سے خواتین اپنا دستکاری بذریعہ پارسل بھجوا دیں۔

دستکاری مندرجہ ذیل پتوں میں سے کسی ایک پتہ پر پہنچا دیں:۔

(۱) بیگم احمد جاوید۔ ۴۵ - احمد پارک۔ ڈاکخانہ فیروز پور روڈ۔ لاہور

(۲) بیگم [illegible] نصر احمد ۔۔۔۔ بلڈنگس ۔۔۔۔ روڈ۔ لاہور

نوٹ: ۱۔ جو بہنیں کسی وجہ سے دستکاری خود نہ بنا سکیں وہ نقد عطیہ ارسال فرما دیں۔

۲۔ دستکاری کی اصلی لاگت ضرور لکھی جائے تاکہ قیمت لگانے میں آسانی ہو سکے۔

از ماہ اپریل ۱۸۹۴ء ہژدہ صد و نود و چہارم واقع شدہ است وآں بتاریخ سیزدہم رمضان کہ اوّل شب از شبہائے خسوف است بوقوع آمدہ وکسوف درمیانہ روز از روز ہائے کسوف شمس واقع گشتہ" (ایضاً ص ۶۹-۷۰)

...... سخن در حال مرزا صاحب قادیانی افتادہ بود شخصے گفت کہ مرزا صاحب عزم کسر عقیدہ تثلیث نصاریٰ داشتہ است وعلمائے زماں او ستاں را مخالف شدہ بودے حکم تکفیر دادہ اند وقصد جدال دارند، حضور خواجہ ابقاء اللہ تعالےٰ لنا ببقائہ ونفعنا وایاکم بلقائہ فرمودند کہ حق غالب است طرف حق غالب است" ......

ترجمہ: مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اور ان کے مخالفوں او ...... کی تردید کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک دانشمند وہاں موجود تھا اس نے مرزا صاحب کی صفت وثنا کی۔ حضور خواجہ ابقاء اللہ تعالےٰ ببقائہ نہایت خوش وسرور ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا مرزا صاحب کا تمام وقت یادِ الٰہی میں گذرتا ہے یا نماز پڑھتے ہیں یا قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ یا دوسرے اشغال بجالاتے ہیں اور دینِ اسلام کی حمایت میں اس طرح کمربستہ ہیں کہ ملکۂ انگلستان کو بھی اسلام کی دعوت دی ہے، اور روس وفرانس وغیرہم سلاطین کو بھی قبول اسلام کے لئے لکھا ہے، اور ان کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ تثلیث اور صلیب کے کافرانہ عقائد ترک کر دیں اور خدا کی توحید پر قائم ہو جائیں۔ اور علمائے وقت کو دیکھئے کہ دیگر باطل گروہوں کو چھوڑ کر اس نیک مرد کے پیچھے پڑ گئے اور اس کی تکفیر کر رہے ہیں جو اہلِ سنت میں سے ہے۔ صراطِ مستقیم پر قائم ہے، اور لوگوں کو سیدھی راہ دکھا رہا ہے، اس کے عربی کلام کو دیکھئے کہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اور اس کا تمام کلام معارف وحقائق اور ہدایت سے پُر ہے اور اہلِ سنت کے عقائد اور ضروریاتِ دین کا منکر نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مرزا صاحب نے اپنی مہدویت کی بہت سی نشانیاں بیان کی ہیں۔ لیکن ان میں سے وہ علامات جو انہوں نے اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ اعلیٰ اور ان کے دعویٰ مہدویت پر گواہ ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے کہا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی ایک گاؤں میں پیدا ہوگا جس کا نام کدعہ ہوگا اور کدعہ قادیان کا معرب ہے۔ دوسرے وہ کہتے ہیں کہ دارقطنی میں یہ حدیث امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے مہدی کے یہ دو نشان ہیں جو زمین وآسمان کی پیدائش سے لے کر اب تک نہیں دیکھے گئے کہ رمضان کی پہلی رات کو خسوف قمر (چاند گرہن) اور اس کے درمیانی دن کو کسوف شمس (سورج گرہن) ہوگا۔ پس خسوف قمر وکسوف شمس ۱۸ر اپریل ۱۸۹۴ء کو واقع ہوا، مرزا صاحب نے اپنی صداقت پر دلیل کے طور پر اس کے متعلق دنیا بھر میں اشتہار دیا ...... پیشگوئی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہورِ مہدی موعود کے سلسلے میں کی تھی اب پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ پس ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ میری مہدویت کا اقرار کرے۔ پس مولویوں نے بچوں ایسا سوال کیا۔ کہ حدیث شریف سے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور وسط میں سورج گرہن ہوگا، اور یہ چاند گرہن تو رمضان کی تیرہ اور سورج گرہن ۲۸ر تاریخ کو ہوا ہے۔ اور یہ حدیث کے منشاء کے خلاف ہے اس لئے جو خسوف کسوف مہدی کے زمانے میں ہوگا وہ کوئی دوسرا ہوگا بعد ازاں حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا سبحان اللہ مرزا صاحب نے حدیث مذکور کے کیا عمدہ معنے بیان کئے ہیں اور منکروں کو کیا ہی اچھا جواب دیا ہے۔ فرمایا کہ اس حدیث شریف کے معنے یہ ہیں کہ ہمارے مہدی کی تائید و تصدیق کے لئے دو نشان مقرر ہیں۔ جب سے زمین وآسمان بنے ہیں یہ دو نشان کسی مدعی کے زمانے میں ظاہر نہیں ہوئے اور وہ دو نشان یہ ہیں کہ مہدی موعود کے دعوے کے وقت خسوف قمر اس پہلی رات کو ہوگا جو راتِ خسوف کی تین راتوں میں سے اوّل ہے۔ یعنی رمضان کی تیرھویں رات کو، اور کسوف شمس اس دن ہوگا جو کسوف کے دنوں میں سے درمیانی دن ہے یعنی رمضان کی ۲۸ر تاریخ کو، اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ بے شک حدیث کے وہی معنے ہیں جو مرزا صاحب نے بیان کئے کیونکہ خسوف قمر ہمیشہ مہینے کی تیرہ، چودہ یا پندرہ تاریخ کو ہوتا ہے۔ اور کسوف شمس مہینے کی ستائیس، اٹھائیس یا انتیس کو ہوتا ہے۔ پس جو خسوف قمر ۶ر اپریل ۱۸۹۴ء کو ہوا۔ وہ تیرہ رمضان کو ہوا جو خسوف کی راتوں میں سے پہلی رات ہے۔ اور کسوف شمس کسوف کے دنوں میں درمیانی دن ہوا (جو رمضان کی ۲۸ر تاریخ ہے)"

...... مرزا صاحب کے حالات کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی، ایک شخص نے کہا کہ مرزا صاحب کا ارادہ نصرانیوں کے عقیدہ تثلیث کو مٹانے کا ہے اور زمانے کے علماء ان کے مخالف ہو چکے ہیں۔ اور ان پر کفر کا فتوے لگایا، اور جدال کا ارادہ کر رکھا ہے حضور خواجہ نے فرمایا حق غالب ہے۔ حق کی طرف غالب ہے۔"

جلسہ مذاہب میں اسلام کی فتح پر مکاتیب کا تبادلہ

۱۸۹۶ء میں لاہور کے مقام پر مختلف مذاہب کی تعلیمات پر مقالات پڑھے گئے۔ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی نمائندگی کی۔ آپ نے جلسہ سے ایک دن قبل ہی اعلان کر دیا کہ میرا مضمون بالا رہا"...... دوسرے دن جب مضامین پڑھے گئے تو ججوں اور سامعین نے متفقہ طور پر آپ کے مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" کو بہترین قرار دیا اور تیرہ سو سال کے بعد ایک بار پھر دنیا نے ...... لیظھرہ علی الدین کلہ کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُن لیا۔ یہ خبر حضرت خواجہ صاحبؒ کو بھی ملی، ان کے پاس حضرت امامِ وقت کا مذکورہ بالا مکتوب پہنچ چکا تھا۔ آپ نے موقع کو غنیمت جانا اور خط کا جواب دیتے ہوئے مضمون کا بھی مطالبہ کر دیا۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا دوسرا مکتوب

"بخدمت جناب میرزا صاحب عالی مراتب مجموعہ محاسن بیکراں مستجمع اوصاف بے پایاں مکرم معظم برگزیدہ خدائے احد جناب میرزا غلام احمد صاحب متع اللہ الناس ببقائہ وسرنی بلقائہ انعمہ بآلائہ۔ پس از سلام ...... دلہ الاسلام وشوق تمام ودعائے اختلائے تام وارتقائے مقام واضح ولائح باد۔ نامہ خیبت ختامہ الفت شمامہ مشحون مہربانی ہائے تامہ معہ کتاب مرسلہ رسیدہ چہرہ کشائے مسرت تازہ وفرحت بے اندازہ گشت، مخفی مباد کہ ایں فقیر از بدو حال بتقاضائے فطرت در عربدہ ہا افتادن وبے ضرورت قدم در معارک مناقشات نہادن پسندیدہ ندارد، چندانکہ می تواند از مداخل طوفان نزاع بے معنی برمی آرد وچوں اکثر مردم را موافقت ہوا از طلب حق باز داشتہ وتعصب مجاری تحقیق را بخاک جہل فرا انباشتہ بنا برآں بکنہ گفتار ہا نارسیدہ وغایت کار ہا نادیدہ غوغائے برمی انگیزند وہماں غبار جہالت کہ بہوائے عناد برداشتہ بسر خویشتن می بیزند، ورنہ ثمرہ کارہا بر نیت صحیح است، ودلالت کنایات ابلغ از تصریح پوشیدہ نماند کہ دریں جزو زماں کسانے از علمائے وقت از فقیر مطالبہ جواب کردہ اند کہ ہیچو کسے را (یعنی آں صاحب را) کہ باتفاق علماء چنیں وچناں ثابت شدہ است چرا نیک مرد پنداشتہ اند وازچہ رو درو ے حسنِ ظن داشتہ چوں تحریر ایشاں مملو بود از کمال جوش وترکیب الفاظ ایشاں با برق طیشہا ہم آغوش نظر برآنکہ مضامین شاں بر غلیاں دلہا گواہ است، ودلے بر نیت ہرکس خدائے دانا تر آگاہ۔ بہیچ کس گماں بردن شیوۂ اہلِ صفائیت وبے تحقیق کسے را منافق ومطیع نفس دانستن روا نہ فقیر را در کار شاں ہم گماں بدگراں می نمود زیرا کہ اگر نیت صادق داشتہ باشند، غلط شاں بمثابہ خطائی الاجتہاد خواہد بود ورنہ گوش محبت نیوشش برقدد کہ از غایت کار آں مکرم ذخیرہ آگاہی اینا شتت دال الفت شامل زیادہ ازاں در اخلاص افزود کہ داشت دعا ست کہ از عنایات حق بسبب بہتر پیدا آید وساعتے نیکو رو ے نماید کہ حجاب مباعدت جسمانی ودر نقاب مسافت طولانی از میاں برخیزد واگر بار سالِ مضمونیکہ در جلسۂ مذاہب پیش کردہ اند مسرور فرمایند منت باشد۔ والسلام مع الاکرام فضائل وکمالات مرتبت مولوی نور الدین صاحب سلام شوق مطالعہ فرمایند وصاحبزادہ محمد سراج الحق صاحب نیز (الراقم فقیر غلام فرید الچشتی النظامی بمقام چاچڑاں شریف ۲۷ر ماہ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ ہجریہ نبویہ۔

ترجمہ:۔ بخدمت جناب عالی مراتب، مجموعہ محاسن بے کراں مستجمع اوصاف بے پایاں، مکرم معظم برگزیدہ خدائے احد، جناب میرزا غلام احمد صاحب، اللہ تعالےٰ ان کی حیات سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ اور مجھے ان کی ملاقات سے مسرور کرے اور میں ان کی نوازشات سے فائدہ اُٹھاؤں۔ پس سلام مسنون، کامل اشتیاق اور کامل پناہ الٰہی اور بلندیٔ مقام کی دُعا کے بعد واضح ہو، کہ محبت بھرا، الفت کی خوشبو والا، کامل مہربانیوں سے لبریز مکتوب کتاب کے ساتھ ملا اور تازہ خوشی اور بے اندازہ راحت کا موجب ہوا مخفی نہ رہے کہ یہ فقیر شروع ہی سے طبعی طور پر جھگڑوں میں پڑنے اور بلا ضرورت تنازعات کے میدان میں کودنے کو ناپسند کرتا چلا آیا ہے۔ اور جہاں تک ہو سکتا ہے اپنے آپ کو فضول اختلافات کے طوفان سے باہر نکال لیتا ہے، اور چونکہ اکثر لوگوں کو خواہشات نفسانی طلب حق سے روک لیتی ہے اور تعصب نے تحقیق حق کے چشموں کو جہالت کی مٹی سے ڈھانپ رکھا ہے۔ اس لئے

گفتار کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے، اور بات کی انتہا کو نہ جانتے ہوئے شور و غوغا کرتے ہیں۔ اور دشمنی کے جذبہ سے جہالت کی گرد اپنے سروں پر ڈالتے ہیں۔ ورنہ کام کا پھل صحیح نیت سے وابستہ ہے۔ اور یہ عیاں امر پوشیدہ نہ رہے، کہ اس وقت چند علماء نے اس فقیر سے پوچھا ہے کہ ایک شخص (یعنی مرزا صاحب) جو علماء کی اتفاق رائے سے ایسا ویسا ثابت ہو چکا ہے، اس کو آپ نے کیوں نیک شخص سمجھا ہے، اس کے متعلق کیوں تحسین لکھے ہیں۔ ان کی تحریر انتہائی جوش سے جاری ہوئی تھی، اور ان کے الفاظ میں جلی لی سی گرمی تھی، اس خیال سے کہ ان کا مضمون دل کی تپش دگرمی پر گواہ ہے۔ اور ہر ایک کی نیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور کسی کے متعلق بدگمانی کرنا اہل صفا کا طریق نہیں، اور کسی کو بلا تحقیق منافق یا مطیع نفس سمجھنا جائز نہیں فقیر نے ان کے متعلق بھی دوسروں کا سا گمان رکھا، کیونکہ اگر یہ درست ہوئی، تو ان کی خطا بھی اجتہادی غلطی کے مشابہ ہوگی۔ ورنہ گزشتن محبت نیوش جس قدر آپ کے مقصد کے متعلق سنتا ہے اسی قدر آپ کے متعلق اخلاص میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہوتا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کوئی سبب پیدا ہو اور وہ مبارک گھڑی آئے کہ جسمانی دوری کا پردہ اور طویل سفر کا نقاب درمیان سے اٹھ جائے اگر آپ وہ مضمون ارسال کر کے جو آپ نے جلسہ مذاہب میں پیش کیا تھا مسرور فرمائیں گے تو احسان ہوگا، والسلام مع الاکرام۔ فضائل اور کمالات کے مرتبے والے مولوی نورالدین صاحب، نیز صاحبزادہ محمد سراج الحق صاحب کو سلام شوق پہنچا دیجئے۔ (الراقم فقیر غلام فرید چشتی النظامی متمقام چاچڑاں شریف، ۲۷ر ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۱۴ھ ہجریہ نبویہ)

مذکورہ سطور سے عیاں ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے دل میں حضرت مرزا صاحبؒ کی محبت اور عظمت کا نقش گہرا ہوتا جا رہا تھا اور آپ نے علماء کی شدید مخالفت کے برعکس حضرت مرزا صاحب کو محبت اور عقیدت کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ آپ کی تحریرات میں گہری دلچسپی لی، اس کے ساتھ حضرت مولانا نورالدین اعظم کی شخصیت اور علم نے بھی آپ کو متاثر کیا جس کا اظہار آپ نے اپنے زیر نظر مکتوب میں کیا ہے:

اسلامی اصول کی فلاسفی کا مطالعہ اور جوش مسرت

حضرت مرزا صاحبؒ نے حضور خواجہ صاحب کے ارشاد کے پیش نظر جلسہ مذاہب کے موقعہ پر لکھے ہوئے مضمون کے چند اوراق خدمت میں ارسال کئے۔ اس کی کیفیت ارشادات فریدی کے الفاظ میں پڑھیے:

"........ حضار مجلس حلقہ بستہ اند، اندریں اثنا از طرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یک خط مع چند اوراق در مضامین فتح اسلام جلسہ اعظم مذاہب لاہور بجناب اقدس حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہ دارد گردیدہ اندکے ازاں خود بدولت ہم دیدند آنگاہ اخوی صاحب مولوی غلام احمد را باز دادند و فرمودند کہ بخواں وی اول مضامین فتح اسلام جلسہ را بخواندند در وے عجیب اسرار از معانی قرآن شریف درج بودند کہ عقل حیران شدہ و حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ بکمال توجہ آں را استماع می فرمودند دلبسوئے حضرت قطب الموحدین صاحبزادہ صاحب ادامہ اللہ تعالیٰ بدوامہ نظر تیمن اثر کردہ تبسم می نمودند و گاہ گاہ بطرف آں دانشمند کہ نسبت بمرزا صاحب گونہ انکار داشت تیز تیز نظر فرمودہ نیز متبسم می گردند گویا اشارہ می نمودند کہ بشنو چگونہ کلامیست پُر تاثیر و چگونہ فصاحت و بلاغت ہست و از اسرار و معانی قرآں چہ قدر دُرّ سفتہ است۔

ایں ازاں فرمودہ خط را بخواں۔ پس مولوی موصوف آں خط را بخواند حضور بغایت درجہ مسرور و خورسند شدند و بر چہرہ مبارک حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ از حد زیادہ آثار بشاشت و مسرت نمایاں بودند آں خط بعینہ ایجا نقل کردہ شد و آں خط این است" (ایضاً ص۹۱-۹۲)

ترجمہ:- .... حاضرین مجلس حلقہ بنا کر بیٹھے ہیں۔ اسی اثنا میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف سے ایک خط اس مضمون کے چند اوراق کے ساتھ جو آپ نے اسلام کی حمایت پر جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں پڑھا، حضرت اقدس حضور خواجہ صاحبؒ کو ملا، آپ نے اس میں سے کسی قدر خود دیکھا۔ اس کے بعد میرے بھائی مولوی غلام احمد کو دیا اور فرمایا کہ پڑھو۔ اس نے پہلے فتح اسلام کا مضمون پڑھا، اس میں معارف قرآن کے اس قدر عجیب اسرار درج تھے کہ عقل حیران ہوتی تھی اور حضور خواجہ صاحبؒ اس کو کمال توجہ سے سن رہے تھے، اور حضرت صاحبزادہ قطب الموحدین ادامہ اللہ تعالیٰ بدوامہ نظر تیمن اثر ڈال کر مسکراتے تھے۔ پھر اس دانا شخص کی طرف جو مرزا صاحب کا منکر تھا تیز نگاہ ڈال کر مسکراتے تھے، اور اشارہ کرتے۔ دیکھو کہ کس قدر پُر تاثیر کلام ہے، کس قدر فصاحت و بلاغت ہے اور قرآن کے معانی اور اسرار کے کس قدر موتی پروئے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ خط کو پڑھو، پس مولوی صاحب نے خط پڑھا۔ حضور حد درجہ خوش و خرم ہوئے۔ اور حضور خواجہ صاحبؒ کے چہرہ مبارک پر حد درجہ مسرت و خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے یہ خط ہو بہو یہاں نقل کیا گیا ہے۔" (ایضاً ص۹۱-۹۲)

مولٰنا ابوالکلام آزاد

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص دماغی عجائبات کا مجموعہ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی، جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں، وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ .... مرزا غلام احمد قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لئے امتداد زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھاتے ہیں ....

مرزا صاحب اس پہلی صف عشاق میں نمودار ہوئے تھے جس نے اسلام کے لئے یہ ایثار گوارا کیا کہ ساعت عہد سے لے کر بہار و خزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر ایک شاہد رعنا کے پیمان وفا پر قربان کر دئے سید احمد، غلام احمد، رحمت اللہ، آل حسن، وزیر خان، ابو منصور یہ السابقون الاولون کے زمرہ کے لوگ تھے جنہوں نے باب مدافعت کا افتتاح کیا اور آخر وقت تک مصروف سعی رہے .... مرزا صاحب کی یہ خدمت آنیوالی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں کھڑے ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے گا قائم رہے گا .... اس میں کلام نہیں کہ ان مخالف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی۔ آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔"

(اخبار وکیل امرتسر سنہ ۱۹۰۸ء)

مکتوب حضرت مجدد زمان بخدمت حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بخدمت حضرت مخدوم و مکرم الشیخ الجلیل الشریف السعید حبی فی اللہ غلام فرید صاحب کان اللہ معہ و رضی عنہ و ارضاہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اما بعد نامہ نامی و صحیفہ گرامی افتخار نزول فرمودہ باعث گوناگوں مسرت ہا گردید و بمقتضائے آیہ کریمہ انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون از چندیں ہزار علماء و صلحاء بوئے آشنائی از کلمات طیبات آں مخدوم شمیم شکر خدا کہ ایں سر زمین از مردان حق خالی نیست کہ در اظہار حق از لوم ہیچ لائمے نمی ترسند و نورے دارند از جناب احدیت و فراستے دارند از حضرت عزت پس فطرت صحیحہ مطہرہ ایشاں شہود حق ایشاں را می کشد و در اتفاق روح القدس تائید شاں می فرماید فالحمد للہ ثم الحمد للہ کہ مصداق ایں امور مخدوم زمانیم۔ اے برادر کرم رجوع مشائخ وقت سوئے ایں عاجز بسیار کم است و فتنہ ہا از ہر سو پیدا۔ پیش ازیں حبی فی اللہ حاجی منشی احمد جان صاحب لدھیانوی مؤلف کتاب طب روحانی نیز بودند بکمال محبت و اخلاص بایں عاجز ارادتے پیدا کردند و بعض مریدان نااہل در ایشاں چیزہا گفتند کہ بدیں مشیخت و شہرت کجا افتاد، چوں ایشاں را ازاں کلمات اطلاع شد معتقدان خود را در مجلسے خود را جمع کردند و گفتند کہ حقیقت این است .... کہ ما چیزے دیدیم کہ شما نمی بینید پس اگر از من قطع تعلق میخواہید بسیار خوب است مرا خود پروائے ایں تعلق ہا نماندہ ازیں سخن شاں بعض مریداں اہل دل بگریستند۔ و اخلاصے پیدا کردند کہ پیش ازاں نیز نمی داشتند، و مرا وقت ملاقات گفتند کہ عجیب کاریست کہ مرا افتادہ کہ من قصد مصمم کردہ بودم کہ مرا می گذارند لیکن امر برعکس آں پدید آمد و قسم خوانم کہ اکنوں بآں خدمتہا پیش آیند

کہ قبل ازیں ازاں اتفاقے نہ بود - ایں بزرگ مرحوم چوں بعد از مراجعت حج وفات کردند اعزہ وابستگانِ خود را بار بار ہمیں نصیحت نمود کہ بدیں عاجز تعلقہائے ارادت داشتہ باشید و وقت عزیمت حج مر بنوشتند کہ مرا حسرتہا است کہ من زمانِ شمارا البسیار کمتر یافتیم و عمر گرد ایں وآں برباد رفت و فرزنداں وہمہ مردماں و زناں کہ اعزہ شاں بودند بوصیت شاں عمل کردند و خود را در سلکِ بیعت ایں عاجز را کشیدند چنانچہ از روزگارے در از فرزنداں آں بزرگ سکونت لدھیانہ ترک کردہ اند و مع عیال خود نزدِ من در قادیان می مانند۔

و شیخ دیگر پیر صاحب العلم است کہ برائے من خواب دیدند و در بارۂ من از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مجلسے عظیم شہادتے دادند و سوئے من آں مکتوبے نوشتند کہ در ضمیمہ انجام آتھم از نظر آں کریم گذشتہ باشد۔

اما ہنوز جماعت ایں عاجز بداں تعداد نہ رسیدہ کہ بر من از خدائے من عدد آں کشوف کردہ بود و میدانم کہ اکنوں جماعت من از ہزار دوسہ کم یا زیادہ بود۔

اے مخدوم و مکرم ایں سلسلہ سلسلۂ خدا است از دستِ قادرے کہ ہمیشہ کارہائے عجائب می نماید و از کار و بار خود پرسیدہ نمی شود کہ چرا چنیں کردی - مالک است ہرچہ خواہد کند از خود ہر او آسمان و زمین جنبند - واز ہیبت او ملائک می لرزند، مرا او در الہام خود آدم نام نہاد وگفت: اردت ان استخلف فخلقت ادم ط پس آگہ دانست کہ من نیز مورد اعتراض اتجعل فیھا من یفسد فیھا خواہم گردید پس ہرکہ مرا می پذیرد فرشتہ است نہ انسان - و ہرکہ سر می پیچد ابلیس است نہ آدمی - ایں قول خدا گفتہ نہ من فطوبی للذین احبونی وما عادونی وما فیني وما اذونی وقبلونی وما ردونی اولئک علیھم صلوٰۃ اللہ واولئک ھم المھتدون۔ آنچہ آں مخدوم نقل مضمون جلسہ مذاہب طلب کردہ بودند پس بسبب توقف ایں شد کہ من منتظر بودم کہ جزوے از مضمون مطبوع نزدم رسد تا بخدمت تفرستم چنانچہ امروز یک حصہ از آں رسید کہ بخدمت روانہ می کنم ہمچنیں آئندہ نیز بطور یکہ وقتاً فوقتاً می رسد انشاء اللہ تعالیٰ بخدمت روانہ خواہیم کرد و قبولیت ایں مضمون از یں امر است کہ اخبارہائے سرکاری کہ بہرے خبرے سروکارے ندارند و صرف آں اخبار را نویسند کہ عظمتے داشتہ باشند تعریف آں مضمون کردہ اند کہ تاحد اعجاز رسانیدہ اند چنانچہ سول ملٹری می نویسد کہ چوں ایں مضمون خواندہ شد بر ہمہ مردم عالم محویت طاری شدہ بود و بالاتفاق نوشتند کہ بر ہمہ مضامین ہمیں غالب آمد بلکہ نوشتند کہ دیگر مضامینے بہ نسبت آں چیزے نبود و ند - پس ایں فضل خدا است - پیش ازیں واقعہ از الہام و کلام خود مرا اطلاعے نیز داد و من نیز پیش از وقت آں اعلام الٰہی را بذریعہ اشتہار مشتہر کردم پس عظمت ایں واقعہ نور علیٰ نور شد فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

وآنچہ مکرم درباره شک و شکایت ارقام فرمودہ اند - دریں باب چہ گویم و چہ نویسیم **مقدمہ من وایشاں بر آسمان است** - پس اگر من کاذبم و در علم حضرت باری تعالیٰ عز اسمہ مفتری و دعوئے من کذبے و خیانتے و دجلے است - دریں صورت از مداہنت تو در حق من کسے نیست - و جلد تر مرا از بیخ خواہد برکند - و جماعت مرا متفرق خواہد ساخت - زیرا کہ او مفتری را بحالت امن نمی گذارد - لیکن اگر من از و و از طرف او ہستم و بحکم او آمدہ ام و ہیچ خیانتے درکار و بار خود ندارم پس شک نیست کہ او از ان تائید من خواہد کرد - کہ از قدیم در تائیدِ صادقاں سنت او رفتہ است و از لعنت ایں مردم نمی ترسم لعنت آں است کہ از آسماں ببارد و چوں از آسمان لعنت نیست پس لعنت خلق امریست سہل، و ہیچ راستبازے ازاں محفوظ نماندہ - لیکن برائے آں مخدوم بحضرت عزت دعا کنم کہ محض از سعادت فطرت خود ذب مخالفاں ایں عاجز کردہ اند - پس اے عزیز خدا یار تو باشد و عاقبت تو محمود باد - جزاک اللہ خیر الجزاء واحسن الیک فی الدنیا والعقبیٰ وکان معک اینما کنت وادخلک اللہ فی عباد المحبوبین آمین۔ (یہاں آپ نے ایک مثنوی بھی لکھ کر بھیجی جس کے چیدہ اشعار درج ذیل ہیں — ناقل)

مثنوی

اے فریدِ وقت در صدق و صفا — با تو باد آں رو کہ نامِ او خدا

بر تو بارد رحمت یارِ ازل — بر تو تابد نورِ دلدارِ ازل

از تو جانِ من خوش است ایں خوش خصال — دیدمت مردے دریں قحط الرجال

اے مرا بوئے محبت سوئے تو — بوئے انس آید مرا از کوئے تو

ہر زماں با لعنتے یادم کنند — خستہ دل از جور و بیدادم کنند

کس نہ بخشے یار صدیقے نہ شد

تا نہ بخشم غیر زندیقے نہ شد

کافرم گفتند و دجال و لعین

بہر قتلم ہر لئیمے در کمیں

مومنے را کافرے دادن قرار

کار جاں بازیست نزدِ ہوشیار

تا مرا از قوم خود ببریدہ اند

بہر تکفیرم چہا کوشیدہ اند

ذرۂ ما فتنہ ہا انگیختند

کافرم خواندند از جہل و عناد

ایں چنیں کوری بدنیا کس مباد

ما مسلمانیم از فضل خدا

مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بر و شد اختتام

اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم

آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام

مہر او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن

ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابی کہ ہست

آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما از و یابیم ہر نور و کمال — وصلِ دلدار ازل بے او محال

اقتدائے قول او در جان ماست — ہرچہ ز و ثابت شود ایمانِ ماست

از ملائک و از خبرہائے معاد — ہرچہ گفت آں مرسل ربّ العباد

آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است

معجزات او ہمہ حق اند و راست — منکر آں مورد لعن خدا ست

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست — بادۂ عرفانِ ما از جام اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

لیک دوناں را بمغزش راہ نیست — ہر دلے از سر آں آگاہ نیست

تا نباشد طالب پاک اندروں — تا نہ جوشد عشق یار بے چگوں

راز قرآں را کجا فہمد کسے — بہر نورے نور می باید بسے

نور را داند کسے کو نور شد — وز حجاب سرکشی ہا دور شد

ایں نہ من قرآں ہمیں فرمودہ است — اندرو شرطِ تطہر بودہ است

الغرض فرقاں مدار دینِ ماست — او انیس خاطر غمگین ماست

ما چسان بندیم زاں دلبر نظر — ہیچ روئے او کجا روئے دگر

مولوی سراج الدین صاحب والد ماجد مولوی ظفر علیخان صاحب

”مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے - اس وقت آپ کی عمر ۲۲-۲۳ سال کی ہوگی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے - کاروبار ملازمت کے بعد ان کا وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا عوام سے کم ملتے تھے ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے مسیح موعود یا کرشن کا اوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعویٰ انا الحق تھا گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی و الہامات کے قائل و معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے ہیں“ (اخبار زمیندار ۸ رجون ۱۹۰۸ء)

ہمچنیں عشقم بروئے مصطفیٰ — دل پرد چوں مرغ سوئے مصطفیٰ
تا مرا دادند از حسنش خبر — شد دلم از عشق او زیر و زبر
من کہ می بینم رخ آں دلبرے — جاں فشانم گر دہد دل دیگرے
ساقی من ہست آں جاں پرورے — ہر زماں مستم کند از ساغرے
بسکہ من در عشق او ہستم نہاں — من ہمانم من ہمانم من ہماں
آں منم کاندر رہ آں سرورے — درمیاں خاک و خوں بینی سرے

ایں ہمہ کہ از نامہ عاجز بیروں آمد از حال است نہ از قال۔ و از جوشیدن است نہ از تکلفات کوشیدن۔ اکنوں آں بہ کہ تخفیف تصدیع کنم آنچہ در دل ماست خدا در دل شما الہام کند، و دل را بدل راہ دہد۔ از مکرمی مولوی حکیم نور الدین صاحب۔ السلام علیکم۔ ایشاں بذکر خیر آں مکرم رطب اللسان می مانند۔ عجب کہ ایشاں در اندک صحبتے دلی محبت و خلاص باں مکرم پیدا کردند چند بار ایں خارق راز ایں مخدوم ذکر کردہ اند کہ مرا یک درود شریف برائے خواندن ارشاد فرمودند۔ کہ ازیں زیارت حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خواہد شد۔ چنانچہ بہ شب مشرف بزیارت شدم والسلام۔

(الراقم خاکسار غلام احمد از قادیاں۔ ۱۱ر رمضان ریف ۱۳۱۴ھ ہجری المعلیٰ یوم یکشنبہ)"

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بخدمت حضرت مخدوم و مکرم الشیخ الجلیل الشریف، والسعید باقی اللہ غلام فرید صاحب کان اللہ معہ ورضی عنہ وارضاہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد نامہ نامی صحیفہ گرامی دستیاب ہوا، اور گوناگوں خوشیوں کا موجب ہوا۔ اور بمقتضائے آیت "مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے خواہ تم مجھے دیوانہ ہی سمجھو"۔ میں نے ہزاروں علماء اور صلحاء میں سے آپ مخدوم کے پاکیزہ کلمات سے آشنائی کی بو سونگھی ہے۔ خدا کا شکر ہے یہ سرزمین ان بندگان حق سے خالی نہیں جو اعلائے کلمۃ الحق میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ان کے پاس خدا کی طرف سے نور ہے رب العزت کی طرف سے فراست عطا ہوئی ہے۔ میں ان کی درست پاک فطرت انہیں اسی کی طرف کھینچتی ہے۔ اور سچائی کی شناخت میں روح القدس سے انہیں مدد ملتی ہے۔ الحمد للہ کہ ہم نے مخدوم کو ان امور کا مصداق پایا۔ اے برادر مکرم! اس دور کے مشائخ کی اس طرف بہت کم توجہ ہے۔ اور فتنے ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی منشی احمد جان صاحب لدھیانوی نے جو کتاب طب روحانی کے مؤلف بھی ہیں۔ اس عاجز سے محبت اور خلوص سے عقیدت کا اظہار کیا، تو نااہل مریدوں نے اس کے متعلق باتیں بنائیں کہ بزرگی اور شہرت کے بعد کہاں گر رہے ہیں، جب انہیں ان باتوں کا علم ہوا تو اپنے مریدوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے جو چیز دیکھی ہے تم نے نہیں دیکھی، پس اگر مجھ سے تعلق توڑنا چاہتے ہو تو بہت خوب ہے۔ مجھے خود اس تعلق کی پرواہ نہیں رہی۔ ان کی اس بات سے بعض اہل دل مرید رو پڑے اور ایسا اخلاص پیدا کیا کہ اس سے پہلے نہیں رکھتے تھے۔ اور ملاقات کے وقت مجھے بتایا کہ مجھے عجیب معاملہ پیش آیا ہے کہ انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ دیں۔ لیکن اس کے الٹ ہوا۔ اور قسم کھائی کہ آپ نے ایسی قدرت کہتے کہ اس سے پہلے اس کا نشان نہ تھا۔ اس مرحوم بزرگ نے جب حج کے بعد وفات پائی اپنے بیٹوں اور وابستگان کو بار بار یہی نصیحت کرتے تھے کہ مرزا صاحب سے ارادت کا تعلق رکھنا اور حج کا ارادہ کرتے وقت مجھے لکھا کہ مجھے حسرت ہے کہ آپ کا بہت تھوڑا زمانہ۔ اور میری عمر ایسے ویسے لوگوں کے گرد گذر گئی۔ اور ان کے بیٹوں اور خاندان کے تمام مردوں اور عورتوں نے ان کی وصیت پر عمل کیا، اور اس عاجز کی بیعت کر لی، چنانچہ ایک بیٹے کے فرزند لدھیانہ سے سکونت ترک کے بال بچوں سمیت قادیان میں میرے پاس رہ رہے ہیں۔

اور دوسرے صاحب علم (المعروف پیر جھنڈے والے سندھی۔ ناقل) بزرگ ہیں جنہوں نے میرے متعلق خواب دیکھا۔ اور میرے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بڑی مجلس میں شہادت دی اور میری طرف وہ خط لکھا جو ضمیمہ انجام آتھم میں آپ کی نظر سے گذرا ہوگا۔ لیکن ابھی میری جماعت کی تعداد اتنی نہیں ہوئی تھی کہ خدا نے مجھے ظاہر کی ہے اور مجھے معلوم ہے کہ ابھی میری جماعت کی تعداد ایک ہزار سے دو چار کم یا زیادہ ہوگی۔

اے مخدوم و مکرم! یہ سلسلہ خدا کا سلسلہ ہے۔ یہ اس قادر کا کام ہے جو ہمیشہ عجیب و غریب کام دکھاتا ہے اس کے کاروبار کے متعلق باز پرس نہیں ہو سکتی، کہ تو نے ایسا کیوں کیا وہ مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے خوف سے زمین و آسمان کانپتے ہیں، اس کی ہیبت سے فرشتے لرزتے ہیں۔ اس نے الہام میں میرا نام آدم رکھا اور فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ خلیفہ بناؤں میں نے آدم پیدا کیا۔ چونکہ وہ جانتا تھا کہ مجھ پر بھی یہ اعتراض وارد ہوگا کیا تو اس کو خلیفہ بنا رہا ہے جو زمین میں فساد کرے گا۔ پس جو مجھے قبول کرتا ہے وہ فرشتہ ہے نہ کہ انسان، اور جو کوئی روگردانی کرتا ہے، ابلیس ہے نہ کہ آدمی۔ یہ بات خدا نے کہی ہے نہ کہ میں نے، پس مبارک ہے وہ شخص جو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور میرا دشمن نہیں ہے، اور مجھ سے صفائی قلب رکھتا ہے، اور مجھے دکھ نہیں دیتا۔ اور مجھے قبول کرتا ہے اور رد نہیں کرتا۔ ایسے لوگوں پر خدا کی رحمت ہے۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ اور جناب مخدوم نے جو جلسہ مذاہب کے مضمون کی نقل طلب فرمائی ہے پس دیر کی وجہ یہ ہوئی کہ منتظر تھا کہ کچھ مضمون چھپ کر میرے پاس آجائے تاکہ خدمت میں ارسال کر دوں۔ چنانچہ آج اس کا ایک حصہ آیا جو ارسال خدمت ہے اسی طرح آئندہ بھی جوں جوں آتا جائے گا۔ انشاء اللہ آپ کی خدمت میں بھیجا جائے گا۔ اس مضمون کی قبولیت اس بات سے ظاہر ہے کہ سرکاری اخباروں نے جو کہ ہر ایک مذہب سے واسطہ نہیں رکھتے اور صرف عظیم خبر کو شائع کرتے ہیں، اس مضمون کی تعریف کی ہے، کہ یہ امتیاز کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ چنانچہ سول ملٹری لکھتا ہے کہ جب یہ مضمون پڑھا گیا، تو تمام لوگوں پر خوشی کا عالم طاری تھا۔ اور بالاتفاق لکھا کہ تمام مضامین کے مقابل یہی غالب رہا بلکہ لکھا کہ اس کے مقابلے میں دوسرے مضامین کوئی چیز ہی نہ تھے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ اس واقعہ سے پہلے ہی اس نے مجھے اپنے الہام اور کلام سے اطلاع بھی دے دی اور میں نے بھی وقت سے پہلے اس خدائی نشان کا اشتہار کے ذریعہ اعلان کر دیا پس اس واقعہ کی عظمت نور علیٰ نور ہو گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

مولوی بشیر الدین صاحب مدیر صادق الاخبار ریواڑی

"چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پُرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دیکر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کما حقہٗ ادا کرکے خدمت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامیٔ اسلام اور معین المسلمین، فاضل اجل، عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے"۔ (اخبار صادق الاخبار۔ مئی ۱۹۰۸ء)

اور مکرم نے جو کچھ شکوہ شکایت کے متعلق لکھا ہے۔ اس بارے میں کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں، میرا اور ان کا مقدمہ آسمان پر ہے۔ پس اگر میں حضرت باری عزاسمہ کے علم میں کاذب اور مفتری ہوں اور میرا دعوے کذب، خیانت اور دجل پر مبنی ہے۔ اس صورت میں میرا اس سے بڑھ کر دشمن کون ہے، اور وہ جلدی میری جڑھ اکھاڑ دے گا اور میری جماعت کو منتشر کر دے گا۔ کیونکہ وہ مفتری کو ہرگز اس کی حالت میں نہیں چھوڑتا لیکن اگر میں اس کی طرف سے ہوں، اور اس کے حکم سے آیا ہوں، اور اپنے کاروبار میں نیاز سے کار بند ہوں تو یقیناً وہ اس کام میں میری تائید کرے گا۔ کیونکہ صادقوں کی تائید اس کی قدیم سنت ہے، اور میں ان لوگوں کی لعنت سے نہیں ڈرتا، لعنت وہ ہے جو آسمان سے برسے، اور جب آسمان سے لعنت نہیں پس مخلوقات کی لعنت آسان کام ہے۔ اور کوئی راستباز اس سے نہیں بچا۔ لیکن آں جناب مخدوم کے لئے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرتا ہوں جنہوں نے فطری سعادت کی وجہ سے اس عاجز کے مخالفوں کی تردید فرمائی ہے۔ پس اے عزیز! خدا آپ کا حامی ہو، اور آپ کی عاقبت بخیر ہو۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، اور دنیا دین میں آپ سے بھلائی کرے، ہر جگہ آپ کے ساتھ ہو، اور آپ کو اپنے محبوب بندوں میں شامل کرے۔ آمین۔

(اس جگہ مثنوی کے فارسی اشعار درج تھے)

یہ جو کچھ اس عاجز کے قلم سے لکھا گیا ہے، حال سے ہے قال سے نہیں، اور دلی جوش سے ہے نہ کہ ذہنی کاوش سے۔ اب بہتر ہے کہ میں درد سر کو ختم کر دوں، جو کچھ میرے دل میں ہے خدا آپ کے دل میں ڈالے، اور دل کو دل میں راہ دے۔ مکرمی حکیم مولوی نور الدین صاحب کی طرف سے السلام علیکم۔ وہ آپ کے ذکر میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ انہوں

نے آں جناب سے تھوڑی صحبت میں دلی خلوص پیدا کر لیا ہے، اور آپ کا یہ خارق عادت امر بیان کیا ہے کہ مجھے ایک درود شریف پڑھنے کا ارشاد کیا کہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی، چنانچہ میں اسی رات زیارت سے مشرف ہوگیا۔ والسلام

(الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان)

حضرت خواجہ صاحبؒ کا جوابی مکتوبِ مودّت

{ حضرت مجدد زمان کے مکتوب نے حضرت خواجہ صاحب کے

قلب پر خاص اثر کیا اور انہوں نے ذیل کا خلوص آمیز خط لکھا:-

" بخدمت جناب معانی آگاہ معارف پناہ حقائق نگاہ شریعت انتباہ المستظہر بانوار المعز ماسواہ المؤید من اللہ الصمد جناب مرزا غلام احمد صاحب مکارم لاتعد سلمہ اللہ الاحد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد شوق اشتیاق ہم چوں مکارم اخلاق آں سلالہ انفس و آفاق از حد بیرون است و محبت بآں مجاہد فی سبیل اللہ روز افزوں۔ منت جواد منت کہ ازذات ایں فقیر را بعنایت بیغایت۔ بر مجاری تائیدات ظاہری و باطنی جاری فرمودہ و تائید آں مرضیۃ الشمائل محمودۃ الخصائل از جناب عزت خطاب مسئول و مقصود و سلک لآلی آبدار محبت و وداد و عقد جواہر آبدار صداقت و اتحاد یعنی نامۂ اخلاص ختامہ مملو بمواد خلوص و صفا و مشتمل بر خاطر خلت اصطفا و رود کرم آمود نمودہ مسرور نا محصور فرمود فقیر از الفاظ الفت آمیز و معانی انبساط خیز و معارف حیرت انگیز آں غواص بحار معالم ذخیرۂ احتظاظ قلب فراہم نمود۔ و ورود مضمون جلسۃ المذاہب مرسلہ آں صاحب کہ بوجود آوردۂ حقائق گراں بہا جودت اوراشتمل بود۔ دل از مستمعان در ربود ہموارہ بایں مجاہدات رفیع الغایات بعنایات غیبیہ و تفضلات لاریبیہ مورد و مکرم باشند و فقیر را مستبشر حالات مسرت سمات دانستہ بارسال فضائل رسائل و ارقام کرائم رقائم مبتہج می فرمودہ باشند۔"

(دبیرہ غلام فرید خادم الفقراء) مہر۔ سجادہ نشین چاچڑاں شریف (۴ر شوال ۱۳۱۴ھ)

ترجمہ: بخدمت معانی آگاہ۔ معارف پناہ۔ حقائق نگاہ، شریعت انتباہ اللہ سے مدد دیئے گئے۔ غیر اللہ سے منہ موڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید کئے گئے جناب مرزا غلام احمد، بے شمار اوصاف کے مالک، سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ انفس و آفاق کے اس خلاصہ (مرزا صاحب۔ ناقل) کے بلند اوصاف کی طرح محبت و شوق کا جوش بھی حد سے باہر ہے اور اس مجاہد فی سبیل اللہ کی محبت دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ نخل سے تعالیٰ بخی کا احسان جو انہوں نے اپنی بے اندازہ عنایات سے ظاہری و باطنی عافیت کے چشموں پر جاری کیا، صاحب پسندیدہ شمائل اور قابلِ تعریف خصائل، صاحب عزت مسئول و مقصود کی طرف سے محبت و الفت کے آبدار موتیوں اور صداقت و اتحاد کے درخشاں جواہر کا ہار یعنی اخلاص کی مہر والا، خلوص و صفا کے مواد سے لبریز اور محبت اور پاکیزگی کے ذخائر سے پُر نامۂ مبارک باعث تزئین و راحت قلب ہوا اور حد سے زیادہ خوشی بخشی، فقیر نے ان الفت بھرے الفاظ اور مسرت بخش معانی، اور حیرت انگیز معارف اور علوم کے سمندروں کے اسرار و رموز سے دلی لذت کا ذخیرہ جمع کیا اور جلسۃ المذاہب کے مضمون نے جس میں آپ نے نئے نئے حقائق کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے سننے والوں کے دلوں کو چھین لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بلند جہاد میں غیبی عنایات اور پاکیزہ اقبال سے آپ کا حامی اور ناصر ہو، فقیر کو ان مسرت بخش حالات سے، اپنے بلند پایہ رسائل اور اعلیٰ تحریرات سے مستفید اور مسرور فرماتے رہیئے۔"

(فقیر غلام فرید خادم الفقراء)

حضرت منشی احمد جان رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر

{ حضرت مجدد زمان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت منشی احمد جان کے خلوص کی طرف اپنے مکتوب میں اشارہ کیا تھا، چنانچہ حضرت مرزا صاحبؒ کا نامہ مبارک پڑھنے کے بعد فرمایا جس کے ترجمے پر اکتفا کیا جاتا ہے:-

" منشی احمد جان صاحب مرحوم لدھیانوی حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے۔ لیکن حضرت کی انہوں نے محض بیعت کی تھی اور فقر کا معاملہ حضرت امام علی شاہ صاحب نقشبندی ساکنہ رتڑ چھتڑ واقعہ پنجاب سے تھا، جو نہایت صاحب کمال تھے

پیر بھی آپ کو پہچانتا تھا۔ اور خود کو نقشبندی کہتے تھے، اور یہ منشی احمد جان صاحب علم توجہ کے ماہر تھے، بلکہ اس بارے میں بہت اجتہاد کیا ہوا تھا۔ ابتداء میں ان کی یہ حالت تھی کہ اگر راستے میں چلتے اور منہ پھیر کر پیچھے دیکھتے تو ان کی توجہ سے تین تین چار چار اشخاص گر کر تڑپنے لگتے اور بیماری دور کرنے اور مشائخ کی زیارت کرانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے توجہ کے طریق بتائے ہوئے تھے۔ بعد ازاں فرمایا۔ مجھے کہا کرتے تھے کہ توجہ کا یہ طریقہ کچھ نہیں، لیکن ایک دوسرا طریق بھی ہے کہ وہ خدا سے ملا دیتا ہے۔ اگر اس قسم کی توجہ کی جائے تو بہتر ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ منشی احمد جان لدھیانوی مرزا صاحب کے حد درجہ معتقد تھے۔ حتیٰ کہ ان کے تمام بیٹے، مرد، خواتین اور اعزہ مرزا صاحب کے مرید ہو چکے تھے، جیسا کہ مرزا صاحب نے اس خط میں لکھا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۱۰۴-۱۰۵)

<table><tr><td>شمس العلماء مولانا ممتاز علی صاحب</td></tr><tr><td>"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی ہے وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے ہم انہیں منصباً تو مسیح موعود نہیں مانتے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ہدایت و رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی کا کام کرتی تھی۔" (اخبار تہذیب النسواں)</td></tr></table>

حضرت مجددِ زمانؒ کے لئے غیرت کا اظہار

{ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی نیکی تقویٰ، تبحر علمی، جذبۂ دینی اور للہیت نقش ہو چکی تھی اور حضرت مرزا صاحب معارف دینی کے اظہار اور باطل کی قوتوں کے خلاف جہاد کا جو جذبہ دکھا رہے تھے، اور آپ کی وجہ سے دین اسلام کو جو فتح نصیب ہو رہا تھا حضرت خواجہ صاحب اس کے گرویدہ ہو چکے تھے اور حضرت مجدد زمانؒ کے دعاوی کی صداقت آپ پر آشکارا ہو چکی تھی، اس لئے آپ کی مجلس میں اگر کوئی نادان حضرت مرزا صاحب کے خلاف زبان کھولتا تو اس کا نہ صرف جواب دیتے بلکہ بدزبانی کی صورت میں اسے ڈانٹ پلاتے۔ اسی تہ غیرت کا ایک واقعہ "اشاراتِ فریدی" جلد سوم میں صفحہ ۱۲۳ پر بالفاظ ذیل درج ہے:-

" دریں اثنا حافظ گوں سکنہ حدود گھڑی اختیار خاں بہ نسبت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سقط و ناسزا گفتن آغاز کرد، ہمیکہ چہرہ انور حضور خواجہ القاء اللہ تعالیٰ ببقائہٗ متغیر گردید بر آں حافظ بانگ زد۔ و زجر نمودند وے عرض کرد کہ قبلہ چوں حالات و صفات حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام و اوصاف مہدی موعود در مرزا صاحب یافتہ نمی شوند۔ چگونہ اعتبار کنیم کہ او ست عیسیٰ و مہدی۔ حضور خواجہ القاء اللہ تعالیٰ فرمودند کہ اوصاف مہدی پوشیدہ و پنہاں ہستند۔ آنچناں نیستند کہ در دلہائے مردم نشستہ اند۔ چہ عجب کہ ہمی مرزا صاحب غلام احمد قادیانی مہدی باشند۔ چہ در حدیث شریف آمدہ کہ دوازدہ دجال اند۔ پس چنداں مہدی اند، و در حدیثی وارد شدہ است کہ عیسیٰ و مہدی یکے است۔ بعد ازاں فرمودند کہ شرط نیست کہ ہم علامات مہدی موافق خیال و فہم مردم کہ در دلہائے خود پنداشتہ اند۔ ظاہر شوند، بلکہ حافظا امر دیگر گوں است، اگر چنیں بودے کہ مردم خیال میکنند، پس او را ہمہ خلق مہدی برحق دانستہ بادا ایمان آوردی چنانکہ پیغمبران کہ امت ہر نبی چند گروہ شدے بر بعضے کساں کہ حال آں پیغمبر مکشوف شدے پس آنہا ایمان می آوردند، و بر بعضے حال آں پیغمبر مشتبہ می شد و بر بعضے کساں ہرگز حال آں پیغمبر مکشوف نہ گشت ازیں سبب ہمیں گروہ انکار آوردہ کافر شدند۔ اگر بر تمام امت ہر پیغمبر حال آں مکشوف شدے ہمہ مسلماناں بودندے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ اوصاف و علامات آنحضرت صلعم در کتب سماویہ مکتوب و مرقوم بودند وچوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر شدند و مبعوث گردیدند بعض علامات را مطابق پندار و فہم و وہم خودہا نیافتند۔ پس بر آں کساں کہ امر آنحضرت مکشوف شد ایشاں ایمان آوردند و بر آں گروہ کہ مکشوف نشد انکار کردند، ہم چنیں است حال مہدی پس اگر مرزا صاحب باشد کدام امر مانع است۔"

ترجمہ: اس دوران میں حافظ گوں سکنہ گھڑی اختیار خاں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلاف بُرے اور نازیبا الفاظ کہنے شروع کئے۔ اسی وقت حضرت خواجہ القاء اللہ تعالیٰ ببقائہٗ کا پُر نور چہرہ متغیر ہو گیا۔ حافظ کو کڑک کر روکا اور جھڑکا۔ اس نے عرض کی کہ قبلہ جب مرزا صاحب میں حضرت عیسیٰ بن مریم اور مہدی موعود کے اوصاف نہیں پائے جاتے تو ہم کیسے اعتبار کریں کہ وہ عیسیٰ اور مہدی ہیں۔ حضور خواجہ القاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مہدی کے اوصاف پوشیدہ اور خفیہ ہیں۔ اس طرح نہیں کہ جس طرح لوگوں کے دل میں ہیں۔ کیا عجب کہ یہی مرزا غلام احمد قادیانی مہدی ہوں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے بارہ دجال ہیں

یں اسی قدر مہدی ہیں - اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیسٰے اور مہدی ایک ہی ہیں - بعد ازاں فرمایا کہ ضروری نہیں کہ مہدی کے تمام نشانات لوگوں کے اس گمان و وہم کے مطابق ہوں جو وہ دل میں بجھے بیٹھے ہوں - اے حافظ! بلکہ باعث مختلف ہے - اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں - تو تمام لوگ اسے مہدی برحق جان کر اس پر ایمان لے آتے جیسا کہ ہر نبی کی اُمت - کے کچھ گروہ ہو گئے - جن لوگوں پر اس پیغمبر کا حال کھل گیا وہ ایمان لے آئے - اور بعض پر اس پیغمبر کا حال مشتبہ ہو جاتا تھا اور بعض لوگوں پر اس پیغمبر کا حال ہرگز منکشف نہیں ہوتا تھا اور اسی وجہ سے یہ گروہ انکار کر کے کافر ہو جاتا تھا - اگر کسی نبی کی تمام اُمت پر اس کا حال عیاں ہو جاتا تو تمام مسلمان ہو جاتے - چنانچہ آنحضرت کے اوصاف و علامات تمام آسمانی کتابوں میں درج تھے - پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث و ظاہر ہوئے تو لوگوں نے اپنے گمان اور وہم کے مطابق کچھ علامات آپ میں نہ دیکھیں - پس جن لوگوں پر آنحضرتؐ کی حقیقت واضح ہو گئی وہ ایمان لے آئے اور جس گروہ پر نہ کھلی انہوں نے انکار کر دیا، یہی مہدی کا حال ہے - پس اگر مرزا صاحب مہدی ہوں تو کونسی رکاوٹ ہے؟"

حضرت صاحب کے دعوائے مسیحیت اور مہدیت پر اس سے زیادہ مدلل واضح اور موثر تبصرہ ممکن نہیں اور اس قسم کے حقائق بیان کرنا آپ ہی کا حصہ تھا - کیونکہ آپ ہی اس محیط معرفت کے شناور علوم قرآنی اور رموز و اسرار کے عالم متبحر تھے اور خدا رسیدہ ہونے کی وجہ سے زمانے کی کجروی اور شدید مخالفت کے باوجود آپ ہی کلمۂ حق کہہ سکتے تھے -

مولوی غلام دستگیر قصوری مکفر کا جواب

حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مجدد مسیح موعود اور مہدی مسعود کے بعد ظاہر پرست مولویوں نے آپ کی تکفیر و تفسیق کو مقصد حیات بنا لیا اور بجائے اس کے کہ وہ اسلام کے غیر مسلم بالخصوص آریہ اور عیسائی دشمنوں کا مقابلہ کرتے انہوں نے حضرت امام وقت کی مخالفت اختیار کی اور آپ کو کسر صلیب اور اسلام دشمن طاقتوں کے مقابلے سے روکنے لگے -

اسی سلسلے میں مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی عبدالحق غزنوی، اور مولوی غلام دستگیر قصوری نے کوشش کی کہ حضور خواجہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مرزا صاحب کو مسلمان نہ کہیں بلکہ علماء سوء کے ہم خیال ہو کر ان کے خلاف فتویٰ کفر دیں، چنانچہ اس غرض کے پیش نظر مولوی غلام دستگیر قصوری آپ کی خدمت میں چاچڑاں شریف حاضر ہوا، اس سلسلے میں آپ نے جو کچھ فرمایا - اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :- ترجمہ :-

"اس کے بعد مولوی غلام دستگیر قصوری، جو مرزا غلام احمد قادیانی کے شدید مخالف تھے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ بھی لکھا تھا - آئے - آداب بجا لا کر بیٹھے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی چند کتابیں بغل سے نکال کر سامنے رکھیں، اور ہر ایک کتاب میں سے وہ مقامات حضرت خواجہ صاحب کے سامنے باری باری پڑھے جہاں نشانات لگائے ہوئے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھئے یہاں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی توہین کی ہے، اور یہاں دوسرے انبیاء علیہ السلام کی - اور حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب نے نصاریٰ اور یہود کی تردید کے لئے انجیل و توریت کی وہ تعلیمات اپنی کتابوں میں درج کی تھیں جن سے اس قسم کی توہین و مذمت ظاہر ہوتی تھی - مگر مولوی مذکور کو اس حقیقت کا علم نہیں ہوا ہے - اس لئے حضرت صاحب کے سامنے مرزا صاحب کی برائی بیان کی - لیکن حضور خواجہ صاحب ابقاء اللہ تعالےٰ نے سب کچھ سنا اور کوئی جواب نہ دیا - اس کے بعد مولوی غلام احمد اختر نے عرض کی، کہ قبلہ جو کچھ مرزا صاحب نے لکھا ہے، وہ نصاریٰ کو کہتے ہیں - جو محرف و مبدل توریت و انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے - اور وہ میں سے تثلیث اور کفارہ کو مانتے ہو - اور جو دوسری برائیاں توریت اور انجیل سے مسیح یا دیگر انبیاء کی ثابت ہوتی ہیں یہ بالکل بہتان ہے - اور ایسا مسیح بھی فرضی ہے - اور وہ عیسٰے علیہ السلام جس کی نبوت، اوصاف اور معجزات کی خبر قرآن شریف دیتا ہے وہ اللہ کا نبی، خدا کا بندہ اور وہ ہماری آنکھ کا نور ہے - پس مناسب ہے کہ اس یسوع کے دین کو جس کا تم دل سے اقرار کرتے ہو ترک کر دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدگوئی سے کام نہ لو اور دین اسلام کو قبول کرو، ورنہ میں تمہارے اس فرضی مسیح کی زیادہ مذمت کروں گا - حضور خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے - اس کے بعد مولوی غلام دستگیر قصوری نے کہا کہ حضور نے جو خط مرزا صاحب کو لکھا ہے وہ خط مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں چھپوا دیا ہے اور اخبارات میں بھی طبع کیا گیا ہے - اور دنیا بھر میں اس کی تشہیر کی گئی ہے - اس نے حضور کے خط کو اپنی سچائی اور علماء کے خلاف حجت کے طور پر پیش کیا ہے، اور کہتا ہے کہ دیکھو! اتقاد شیخ الکبیر نے جو مقتدائے عالم ہے، میری سچائی پر گواہی دی ہے اور مجھے خدا کے صالح بندوں میں شامل کیا ہے - پس حضور کو چاہیئے کہ اس سے واسطہ نہ رکھیں، اور علمائے جہاں کی اس طرح حمایت کریں کہ جس طرح ہم نے اس کی تکفیر پر فتویٰ دیا ہے حضور بھی اپنی طرف سے کفر کا فتویٰ دیں - حضورؒ نے فرمایا کہ عبدالجبار اور عبدالحق نے جنہیں لوگ وہابی کہتے ہیں - میرے پاس خط بھیجے تھے کہ آپ نے مرزا صاحب کو کیوں من عباد اللہ الصالحین لکھا ہے - پس میں نے جواب میں لکھا تھا، میں جس طرح مرزا صاحب کو من عباد اللہ الصالحین سمجھتا ہوں آپ کو بھی من عباد اللہ الصالحین جانتا ہوں - حالانکہ لوگ آپ کو وہابی کہتے ہیں - اس کے بعد نماز عصر جماعت کے ساتھ ادا کی، مولوی غلام دستگیر اٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا، اس وقت حضور خواجہ ابقاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مولوی غلام دستگیر و دوسرے علماء اور مولوی بھی سچے ہیں کیونکہ یہ بھی دین اور شریعت کے لئے جوش دکھاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں - اور یہی علماء تھے کہ انہوں نے اسی طرح شیخ منصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھانسی پر لٹکایا - پھر فرمایا - مرزا غلام احمد قادیانی بھی برحق ہیں اور اپنے معاملے میں راستباز اور صادق ہیں اور آٹھوں پہر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مگن رہتے ہیں اور اسلام کی ترقی اور دین کے امر کی بلندی کے لئے جان کی بازی لگا رکھی ہے - میں ان میں کوئی بات بُری اور خرابی نہیں دیکھتا - اگر انہوں نے مہدیت اور عیسویت کا دعویٰ کیا ہے - تو یہ بھی ان امور میں سے ہے جو جائز ہیں" (ایضاً صفحہ ۱۷۷ تا ۱۷۹)

اہل حق کے لئے مقام فکر

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم - مذکورہ اقتباسات میں حضرت مجدد زمان علیہ الرحمۃ کے متعلق پاکستان کے اولیاء اللہ میں سے ایک حق بین، حق آگاہ اور حق گو بندہ کے تاثرات پیش کئے گئے ہیں جہاں صحن یار سے دور قشریوں کی نگاہیں معذور ہیں وہاں "درون خانہ" کے ہنگاموں سے باخبر نظر اس نور کو پہچان گئی جو حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بام و در سے پھیل رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ خط و کتابت سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں حضرت صاحب کا دعوے نبوت کا نہ تھا، بلکہ مسیح اور مہدی موعود کا تھا - اور ان کی نظر میں یہ دعویٰ خلاف اسلام نہ تھا - پہلے بھی بزرگوں نے ایسے دعوے کئے تھے - اور ان کی مخالفت حق پر مبنی نہ تھی - حضرت خواجہ صاحب کو حضرت مرزا صاحب سے گہری عقیدت اور محبت تھی - جیسا کہ خطوط سے عیاں ہے - لیکن حضرت صاحب نے انہیں بیعت کے لئے کہا اور نہ عدم بیعت کی صورت میں انہیں کافر قرار دیا اور نہ ہی ان کے سامنے دعویٰ نبوت پیش کیا بلکہ انہیں مخدومی کے لفظ سے مخاطب کیا اور "فرید وقت در صدق و صفا" کے الفاظ سے یاد فرمایا - حضرت خواجہ صاحب اور حضرت مولانا نورالدینؒ کی گفتگو سے بھی واضح ہے کہ دو نو بزرگوں کے مابین حضرت صاحب کی نبوت کا ذکر تک نہ آیا بلکہ قرآن دانی اور معارف قرآن کا ذکر ہی ہوا - حضرت صاحب نے خود بھی جہاں "مہر نبوت را بر دشد اختتام" کے الفاظ میں ختم نبوت پر شہادت دی وہاں شکایت کی کہ اہل سنت و جماعت کے ان عقائد کی موجودگی میں ہمیں علماء کافر کہتے ہیں، اس لئے حدیث کی رو سے یہ کفر اُلٹ کر ان پر پڑتا ہے یہ نہیں فرمایا کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے یہ لوگ دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں، انسان کی بدقسمتی دیکھئے کہ اس نے کبھی بھی مردان حق کو وقت پر شناخت نہیں کیا، اپنی جہالت، دنیاوی اقتدار اور رعب دبدبے کے نشے میں حق کے مقابل ڈٹ گئے اور بندۂ حق کو وقت گذرنے پر قبولیت عام حاصل ہوئی تو پھر اس کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور **السابقون الاولون** کے ثواب سے محروم رہ گئے کیا آج اس قوم میں حق گو سعید روحیں نہیں - جو حضرت خواجہ غلام فرید جیسے اہل اللہ کی تصدیق کریں اور کم از کم حضرت مرزا صاحب کو بھی شریفانہ الفاظ سے یاد کریں -

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

"مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے اب ہم اس پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے" (رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۶)

عرفات پریس تھانوں روڈ لاہور میں باہتمام خالد عمر صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی سے انسان خدا سے ہم کلام ہو گیا

اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کے متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی ان کو نجاست سے اٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا۔ اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی امت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس [illegible] از ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو **تمام انبیاء اور تمام اولین آخرین** پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعوےٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ **ذریت شیطان** ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے، ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ **اسی بزرگ نبی کے ذریعہ** سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۱۵-۱۱۶)

شعبہ جات جلسہ سالانہ ۱۹۷۴ء

بتاریخ ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۷۴ء (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

۔ نشر و اشاعت ۔ ا ۔ انچارج ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ۔ غلام نبی مسلم صاحب ۔ محمد اعظم علوی صاحب ۔
ب ۔ سٹیج سیکرٹری : پروفیسر خلیل الرحمان صاحب
ج ۔ آرائش جلسہ گاہ : ماسٹر محمد حسین صاحب

۱ ۔ خورد و نوش ۔ ا ۔ انچارج : ڈاکٹر وحید احمد صاحب ۔ خواجہ نصیر اللہ صاحب ۔ محمد رفیق لاہو ۔
ب ۔ سٹور : جمیل الرحمان ۔ ضیاء الرحمان صاحبان

۲ ۔ رہائش و قیام ۔ ا ۔ چوہدری فضل حق صاحب ۔ معاونین ماسٹر اصغر علی صاحب ۔ فیض الرحمان صاحب ۔
ب ۔ طبی امداد : ڈاکٹر عبداللہ ایاس سوڈانی ۔ ڈاکٹر شیخ محمد حسین صاحب ڈاکٹر محبوب اشرف صاحب ۔
ج ۔ روشنی، صفائی، چارپائی : چوہدری محمد حیات صاحب ۔ چوہدری غلام حیدر صاحب
د ۔ رہائش احمدیہ بلڈنگس، انچارج : صابر پرویز صاحب ۔ تاج نظامی صاحب

۔ استقبال ۔ شیخ محمد حسین صاحب ۔ فضل الرحمان صاحب ۔ معاون رشید علی صاحب
۔ ٹرانسپورٹ ۔ چوہدری عفور احمد صاحب ملتی
۔ نمائش کتب ۔ ناصر احمد صاحب معہ عملہ
۔ نمائش لٹریچر ۔ محمد سلطان نظامی صاحب
۸ ۔ دستکاری ۔ وانتظام جلسہ مستورات : بیگم ذکیہ شیخ صاحبہ ۔ نسرین گل صاحبہ ۔ رضیہ مدد علی صاحبہ ۔

خاکسار

چوہدری عبدالحق ۔ مہتمم جلسہ سالانہ

سیکرٹری صاحبان مہربانی فرما کر مطلع فرما دیں :۔

۔ آپ کی جماعت سے کتنی تعداد میں دوست شمولیت جلسہ کے لئے تشریف لا رہے ہیں زیادہ زیادہ تعداد میں انہیں اپنے ساتھ لائیں ۔ اطلاع ۱۵ دسمبر تک ارسال فرماویں ۔

۔ جس ذریعہ سے آپ آ رہے ہیں (ریل، بس، ویگن، موٹر کار وغیرہ) اس کے متعلق تفصیل تحریر کریں تاکہ استقبال کے لئے اس کے مطابق بندوبست ہو سکے ۔

۔ اپنے ساتھ چند رضا کار ضرور لائیں تاکہ آپ کی جماعت کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری ان کو سونپی جا سکے اور ان رضا کاروں کو اپنی ضروریات سے باخبر کر دیجئے ۔

۔ رہائش اور خورد و نوش کا تمام انتظام دارالسلام میں ہوگا ۔

۔ احمدیہ بلڈنگس میں قیام پذیر افراد کو لے جانے اور واپس لانے کے لئے سواری کا بندوبست حسب معمول کیا جائے گا ۔

کھانے کے اوقات: دوپہر : ۱ بجے سے ۲ بجے تک ۔ رات ۱ بجے سے ۷ بجے تک

چائے : حسب معمول بعد نماز فجر و درس قرآن کریم مسجد میں پلائی جائے گی ۔

عیدالاضحیٰ } پر قربانی کے لئے جلسہ سالانہ کی "تاریخوں" سے استفادہ فرماویں اور "قربانی دارالسلام" میں دیکر زیادہ سے زیادہ ثواب و حسنات کے وارث بنیں ۔ لاہور کے دوستوں کی اطلاع کے لئے پیران کے جانور ہمارا کارکن قبل از وقت لے آئیگا ۔ جس کی دیکھ بھال انجمن کی نگرانی میں ہوگی بیرون لاہور کے دوست جو قربانی دینا چاہیں ۔ ۱۵۰ روپے فی جانور کے حساب سے رقم بھجوا دیں ان کے لئے یکجائی طور پر جانور خرید کر لئے جائیں گے ۔ ذبح کرنے وغیرہ کی ذمہ داری ان پر ہوگی ۔ حسب ضرورت گوشت قربانی دینے والے کے گھر بھی بھجوا دیا جائے گا ۔ والسلام

خاکسار : چوہدری عبدالحق ۔ مہتمم جلسہ سالانہ

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کی صحت

آج سے دس روز قبل حضرت امیر مولانا صدر الدین ایدہ اللہ بنصرہ آنکھ کے اپریشن کے لئے گنگا رام ہسپتال لاہور میں داخل ہوئے جہاں آپ کی آنکھ کا کامیاب آپریشن ہوا ۔ لیکن حضرت موصوف چونکہ اپنے متعلق تشہیر کو ناپسند فرماتے ہیں ۔ اور اس اپریشن میں چونکہ خاموشی اور تنہائی کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اس لئے اخبار میں اطلاع نہ دی گئی ۔ اب آپ گھر تشریف لے آئے ہیں ۔ خدا کے فضل سے آپ کی صحت بہت اچھی ہے ۔ تاہم ڈاکٹر نے کامل آرام اور خاموشی کی تاکید فرمائی ہے ۔ اس لئے آپ دفتر میں تشریف نہیں لا سکیں گے ۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ حضرت امیر کی کامل شفا کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعائیں کرتے رہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس قیمتی وجود کو نافع اور بابرکت زندگی عطا کرے ۔

آہ ہمارے بھائی عبدالرحمان غوری بھی چل بسے

ڈیرہ غازی خاں سے ہمارے محترم بھائی عبدالرحمان صاحب الجریوین نے یہ المناک خبر ارسال کی ہے کہ جماعت کے انتہائی مخلص، صالح اور پرجوش بزرگ محترم عبدالرحمن صاحب غوری ۱۹ نومبر کو خدا سے جا ملے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اس ایثار پیشہ برادر سلسلہ کی معصومانہ شکل آنکھوں کے سامنے ہے، دوران ملازمت جامع احمدیہ لاہور میں انتہائی پابندی کے ساتھ نماز جمعہ میں شرکت کرتے رہے، اور انہیں دیکھ کر کسی کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ شخص سیکرٹریٹ میں سیکشن آفیسر ہے ۔ پھر اپنی شرافت، امانت دیانت، خلوص، ہمدردی، اور احساس فرض کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے ۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے وطن مالوف ڈیرہ غازی خان تشریف لے گئے، اور جس قدر رقم ملی تھی اس کا کثیر حصہ مسجد و لائبریری پر صرف کر دیا،

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

ہمیں آپ کے متعلقین اور احباب ڈیرہ غازی خاں سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کے اعزہ و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ آمین

مرکز میں مرحوم کا جنازہ غائبانہ گذشتہ جمعہ کو ادا کیا گیا ۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ بھی اپنے اس مرحوم بھائی کی مغفرت کے لئے دعا کریں ۔

عطیہ بر ولادت

چوہدری محمد علی صاحب خلف چوہدری محمد لطیف مرحوم ساہیوال کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے اس ولادت کی خوشی میں بچے کی پھوپھی عطیہ چوہدری نے انجمن کو ۲۰/- روپے بطور عطیہ اشاعت اسلام کے لئے دیئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نو مولود کو صحت و تندرستی کیساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کرے ۔ آمین ۔ احباب جماعت بچہ کی درازی عمر تندرستی اور نیک بختی کے لئے دعا فرمائیں ۔

بقیہ صفحہ ۸ :

بدلی ہوئی اور تبدیل ہو کر پھر وہ گالے بجانے والے خطیبوں کی باتیں سننے سے از خود پریشان ہوں گے اور جو جھگڑے کی بات کرتے والے ہیں ان کے متعلق لوگ خود محسوس کرلیں گے، کہ یہ چلن بگاڑ کر رہیں گے، سر پھٹول کرانا چاہتے ہیں ۔ بھائیوں کو بھائیوں سے لڑا دینا چاہتے ہیں ۔ وہ خود محسوس کرلیں گے ۔" (ایضاً صفحہ)

ہم مسلمانوں کو مولانا کی قلب ماہیت پر مبارکباد دیتے ہیں، صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا ہوا نہ سمجھنا چاہیئے لیکن ہمیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس وعظ حسنہ کا مقصد بھی مسلمانوں کی خرابیوں کا شمار مولویوں کی مذمت اور ان کے فتنے سے مسلمانوں کو متنفر کر کے اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرنا ہے ۔ اور اپنی ہوس قیادت کی تسکین کا سامان بہم پہنچانا ہے ۔ جس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ :

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا

بعثتِ مجدّدین اور حق و باطل کی آویزش

باطل کی قوتیں ہر دَور میں حق کے مخالف صف آرا رہی ہیں۔ لیکن انہوں نے ہمیشہ محافظِ دین کا لبادہ اوڑھا ہے۔ اور اُمتِ مُسلمہ میں جب کوئی بندۂ حق غلبۂ اسلام کے لئے میدان میں آیا ہے مذہبی اجارہ داروں نے اپنی دکان کی رونق خطرے میں دیکھ کر اس کی شدید مخالفت کی ہے اور اس کو شکست دینے کے لئے کبھی مسلماتِ قرآنی کا انکار کیا، تو کبھی احادیثِ نبویؐ کی تکذیب کے ذریعہ اپنے مقاصدِ مشئومہ کی تکمیل کی کوشش کی ہے۔

اُمتِ محمّدیہ میں ہر دَور میں ایسے اولیاء اللہ ہوتے چلے آئے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتا چلا آیا ہے۔ اور جن میں سے بعض کو اس نے اصلاحِ اُمت، احیائے اعمال، شریعت و حکمتِ قرآن کی ترویج کے لئے مجدّد مبعوث فرمایا۔ مگر عُلماءِ سُوء نے جب دیکھا کہ ایسے بندگانِ خدا کا مقابلہ محال ہے اور صلحائے اُمت ان کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے سرے سے مسلماتِ دین ہی کا انکار کر دیا۔ ان میں سے کسی نے یہ کہا کہ اس اُمت میں مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ تا قیامت بند ہے۔ کیونکہ نبوت کے بعد خدا کسی ولی، محدّث، مجدّد سے ہم کلام نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کو وحی و الہام سے نوازتا ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ اس اُمت میں مجدّدین کا مبعوث ہونا ختمِ نبوت کے خلاف ہے، اور جو شخص مجدّد ہونے یا خدا سے ہمکلامی کا "دعویٰ" کرتا ہے۔ وہ منکرِ ختمِ نبوّت اور کافر ہے۔ کسی نے یہ کہا کہ احادیث میں نزولِ مسیح کا جو تذکرہ ہے وہ مجوسی خیال ہے اور اس طرح ان عُلمائے ظواہر نے اُمت کے مجدّدین، محدّثینؒ عالمانِ حدیث اور کروڑ در کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جو علماء یہ مانتے ہیں کہ اس اُمت میں مجدّد آتے رہے ہیں، اللہ تعالےٰ اس اُمت کے اولیاء سے ہم کلام ہوتا آیا ہے۔ اور اس اُمت میں نزولِ مسیح کا عقیدہ مسلماتِ ملت میں سے ہے وہ اپنے زمانے کے مجدّد اور محدّث کی دشمنی کی وجہ سے اولیاء اور مجدّدین کے منکرین کے باطل عقیدہ کے باوجود خاموشی اختیار کر لیتے ہیں ان کی تردید نہیں کرتے۔ اور اس طرح امت کے مجدّدین، محدّثین اور علمائے حدیث کو اسلام دشمن، جاہل اور کافر قرار دیتے ہیں۔

دراصل اُمت میں مکالمہ و مخاطبہ اور بعثتِ مجدّدین کا انکار سلسلۂ رشد و ہدایت کا انکار ہے۔ انسان کی فطرت اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کی مسلسل اور مستقل ہدایت کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے قبل شریعت انقلابی دور سے گذر رہی تھی۔ نیز اس کی حفاظت کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ اس لئے جب کبھی کسی قوم میں دینی انحطاط اور بگاڑ آتا تھا تو اللہ تعالےٰ اصلاحِ خلق کے لئے کسی نبی کو مبعوث فرماتا تھا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے دَور میں دین کی تکمیل ہو گئی، اس کی حفاظت کا مستقل انتظام ہو گیا۔ اور ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ دُنیا کو ایک عالمگیر پیغامِ رسالت کے گرد جمع کر کے وحدتِ نسلِ انسانی کا سامان کر دیا جائے۔

لیکن عقل کے اندھوں نے اس ابتداء کو انتہاء سمجھ لیا، یہ درست ہے کہ دین مکمل ہو گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت دنیا بھر کے لئے اسوۂ کامل قرار پائی۔ لیکن انسانی فطرت نہیں بدل گئی تھی۔ اور مختلف اقوام اور گروہ جس طرح پہلے عروج و زوال کے ادوار میں سے گزرتے تھے۔ اسی طرح اُمتِ محمّدیہ اس سے مستثنیٰ نہ تھی، اور ضروری تھا کہ تکمیل انسانیت اور وحدتِ افکار و اقوام کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے اس اُمت میں دین کے ایسے خادم پیدا ہوتے رہیں، جن کا خدا سے بھی تعلق ہو، جن کو وہ بصیرت حاصل ہو جس سے وہ قرآن و سُنّت کا حسنِ باطن دنیا کو دکھا سکیں اور اطاعتِ خدا و رسُول کا کامل نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کر کے اور تعلق باللہ کے نشانات دکھا کر خدا کے وجود، وحی کی صداقت اور دین کے قابلِ عمل ہونے پر مُہر ثبت کر دیں۔

مجدّدین دین میں کمی بیشی نہیں کرتے۔ دین کی عمارت مکمل ہوتی ہے۔ لیکن غرض پرستوں اور دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کے زیرِ اثر اس پر غبار گرد و غبار کی تہ جم جاتی ہے جس سے حقیقت نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ اور یہ مجدّدین گرد و غبار دُور کر دیتے ہیں۔

ایک عام مگر غلط خیال یہ پایا جاتا ہے کہ عوامی علماء ہی دین کے محافظ ہیں۔ اگر یہی علماء ظواہر دین کے محافظ ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے تو پھر اُمت کے بہتّر فرقے کہاں سے آ گئے۔ ہر مولوی دوسرے کی تکفیر کے درپے کیوں ہے، قدم قدم پر مخالفانہ مساجد اور درسگاہیں کیوں ہیں، اگر یہی علماء دین کے محافظ تھے تو پھر انہوں نے ہر دَور میں اولیاء اللہ اور مجدّدین کی تکفیر و تذلیل پر کیوں کمر باندھی۔ کیا اپنے زمانے میں ایک ابو حنیفہ، ایک احمد بن حنبل، ایک مالک، ایک ابن تیمیہ، ایک غزالی ایک مجدّد الف ثانی، ایک شاہ ولی اللہ، (رضی اللہ عنہم) سچے اور دین کا حقیقی مصلح اور خادم تھا یا اس کے اپنے زمانے کے ہزاروں علماء کی کھیپ؟ کیا یہ حقیقت اس امر کی عکاس نہیں کہ ہر دَور میں ہزارہا علماء کی موجودگی کے باوجود اللہ تعالےٰ کسی بندے کو اِصلاح و تجدیدِ دین کے لئے بھیجتا چلا آیا ہے۔ جس نے اپنے زمانے میں علماء کے اباطیل کا توڑ کر کے دین کو از سرِ نو غل و غش سے صاف کیا اور اُمت کو راہ صدق و حق دکھائی۔

پس وحدتِ نسلِ انسانی، شریعت کے احیاء اور غلبۂ دین کے لئے اس اُمت میں مجدّدین کا سلسلہ ماضی کے انبیاء کے سلسلہ کا قائم مقام ہے اور اگر یہ سلسلہ جاری نہ ہوتا، تو ماضی کے انبیاء کی صداقت مخدوش ہو جاتی۔ وحی الٰہی کی صداقت کا کوئی ثبوت باقی نہ رہتا۔ دنیا پرست سلاطین، امراء اور ہوس کار علماء کے ہاتھوں دین بازیچۂ اطفال بن جاتا۔ حق و باطل کا امتیاز ختم ہو جاتا۔ لیکن وحدتِ نسلِ انسانی کے خدائی مقصد کے پیشِ نظر اب انبیاء کی ضرورت نہ تھی کیونکہ انبیاء نئی شریعت و کتاب کے حامل ہوتے ہیں، اور خود مطاع ہوتے ہیں، اور ان کا انکار نظریۂ وحدت کو پارہ پارہ کرنے والا ہے۔ اس لئے مجدّدین آتے ہیں۔ جو خود پیغمبرِ وحدت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے کروڑوں غلاموں میں سے دین کے خادم ہوتے ہیں۔ ان کی دعوت آنحضرت صلعم کی رسالت پر ایمان لانے کے لئے ہوتی ہے خود ان پر ایمان لانا تکمیلِ دین کے لئے ضروری نہیں ہوتا۔ ہاں ان کی شناخت اور معیت کے بغیر قوم ان فیوض و برکات اور روشنی سے محروم رہتی ہے۔ جو تکمیلِ ایمان اور غلبۂ دین کے لئے ضروری ہے۔ اور یہی رجال فرزندانِ تاریکی کے طلسمِ ہوس و ریا کو توڑتے ہیں۔

آج ہمارے زمانے میں علماءِ سُوء کی سرکردگی میں تاریکی کی تمام قوتیں صداقت کے خلاف کمربستہ ہو چکی ہیں اور ولایت، مکالمۂ الٰہی، اور مجدّدیت کے انوار و برکات کے وجود ہی سے انکار کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو اس احمقانہ تصوّر پر اکٹھا کیا جا رہا ہے کہ اسلام کا مقصد وحید دنیا میں سیاسی غلبہ اور مادی سلطنتوں کا حصول ہے۔ اور اس کے بغیر دین قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ حالانکہ ہماری چودہ سو سالہ تاریخ ایک طرف سلاطین اور ان کے حاشیہ بردار علماء اور دوسری طرف اہلِ حق اولیائے اُمت کی باہم آویزش سے عبارت ہے۔ اور جہاں ان سلاطین نے اپنوں اور بیگانوں کا بیدریغ خون بہایا اور ان میں سے اکثر فساد فی الارض کا موجب ہوئے وہاں اہلِ اللہ نے اسلامی اخلاق و انوار اور روحانیت کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچا اور سرکارِ دو عالمؐ کے قدموں میں لا ڈالا۔ آج جہاں دنیا پرست، ہوسِ اقتدار اور زر کے پجاری علما اپنے مذموم مقاصد کے لئے اہل اللہ کے مسلک کے خلاف صف آرا ہیں وہاں ہماری جماعت اہل اللہ سے محبت اور اتباع کو سعادتِ دارین کا وسیلہ سمجھتی ہے۔ یہ فرض اب ہم پر آن پڑا ہے کہ ہم اولیاء اللہ کی عزت و عظمت کی حفاظت کریں، ان کی تعلیمات اور سیرتوں کو دنیا کے سامنے پیش کریں اور دنیا کو اس گڑھے میں گرنے سے بچانے میں لگ جائیں جو دنیا پرست حاکموں اور ان کے حاشیہ بردار ہم مسلک مولویوں نے اُمت کے لئے کھود رکھا ہے۔ ہمارا سالانہ اجتماع ہمارے اسی عزم کا آئینہ دار ہے۔ اسی مقصد کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہمارے امام کو اس صدی میں مجدّد بنا کر بھیجا۔ جن کے ہاتھ پر ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی بیعت کی۔ آئیے ہم سب اس اجتماع میں شریک ہو کر تجدیدِ عہد کریں۔

محترم چوہدری شکر اللہ خاں منصور

آئینِ پاکستان میں نئی ترمیم کا مفہوم قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہو سکتا

عوام الناس کے مطالبہ اور متشدد انہ ایجی ٹیشن کے باعث نیشنل اسمبلی نے آئینِ پاکستان میں ترمیم کرکے احمدیوں کی دو جماعتوں یعنے جماعت احمدیہ ربوہ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو آئین اور قانون کے مقاصد کے لئے "غیر مسلم اقلیت" قرار دے دیا ہے تاکہ ایجی ٹیشن ختم ہو کر امن و امان بحال ہو۔ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے آئین میں ایک "متعلقہ تعریفی شق" کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جو بالفاظ مختصر یہ ہے کہ:

"جو شخص آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا یا آپ کے بعد کسی قسم کا یا کسی مفہوم میں خود نبی ہونے کا دعوٰے کرتا ہے یا ایسے مدعی کو نبی یا "دینی مصلح" مانتا ہے وہ آئین و قانون کی اغراض کے لئے مسلم نہیں ہے۔"

ان جماعتوں کا غیر مسلم اقلیت قرار پانا اگر ان ناموں کی وجہ سے ہو تو یہ جماعتیں اپنے نام بدل کر اس سے خارج بھی ہو سکتی ہیں مگر آئین بنانے والوں کا یہ مقصد معلوم نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد ایسے عقائد سے ہے جو کسی کو قرآن و سنت کی رو سے آئینی یا قانونی کوئی بھی ... ایسی نہیں بنائی جا سکتی جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ اس لئے

۱۔ نبوت کے قطعی اور غیر مشروط ختم ہونے پر ایمان رکھنے سے مراد ایسی نبوت ہے جو قرآن و حدیث کے مفہوم میں نبوت ہو۔ اور

۲۔ کسی قسم کا یا کسی بھی مفہوم میں نبی ہونے سے بھی ایسی ہی قسم مراد ہے اور جو قرآن و حدیث کے رُو سے نبی کا ہوتا ہے۔

ورنہ عربی زبان سے یہ لفظ اُڑایا نہیں گیا اور نہ آئین کے الفاظ کا یہ مفہوم و مطلب ہے۔ اس امر کی وضاحت دو مثالوں سے پورے طور پر ہو جائے گی۔

اوّل: ایک دفعہ پنڈت جواہر لال نہرو سعودی عرب گئے تو ان کا استقبال "رسول السلام" کے خطاب سے کیا گیا۔ یعنے امن کا رسول یعنے پیغامبر۔ گویا عربی زبان نے ایک ہندو پر رسول کا لفظ چسپاں کر دیا۔

دوم: ایک دفعہ انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں مولانا حالیؔ کا کلام سنایا جانا تھا جو بوجہ ضعف بلند آواز سے نہ سنا سکتے تھے۔ چنانچہ ان کا یہ کلام سنانے کے لئے علامہ اقبالؔ سے فرمائش کی گئی۔ علامہ صاحب نے مولانا موصوف کا کلام سنانے سے پہلے اپنی مندرجہ ذیل رباعی پڑھی ؎

مشہور زمانے میں ہے نام حالیؔ
معمور مئے حق سے ہے جام حالیؔ
میں کشورِ شعر کا نبی ہوں گویا
نازل ہے میرے لب پہ کلام حالیؔ

گویا زبانِ عربی نے اجازت دی کہ علامہ صاحب موصوف اپنے اوپر نبی کا لفظ چسپاں کریں۔

مگر کوئی شخص ان کو نہ دعوٰے نبوت کرے گا اور نہ ختم نبوت سے انکار۔ پس آئین کے الفاظ قرآن و حدیث کے معنی و مفہوم کے علاوہ عربی زبان کے رُو سے کسی اور لغوی یا مجازی معنوں میں اس لفظ کا استعمال ممنوع نہیں کرتے ... جیسا کہ سعودی عرب والوں نے پنڈت نہرو پر کیا اور علامہ اقبال صاحب نے اپنے اوپر کیا۔ پس آئین کے الفاظ کا اس کے علاوہ کوئی اور مفہوم و مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ علٰے ہٰذالقیاس آئین میں مذکورہ "دینی مصلح" کے الفاظ کا مفہوم بھی سمجھنے کی ضرورت ہے

"دینی مصلح" سے مراد ایسا شخص ہے جو دین کی یا دین میں اصلاح کرنے والا ہو۔ یعنے دین میں کوئی کمی یا بیشی کرے یا اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرے۔ جو ایسا نہیں کرتا اس کو کسی اور نام سے جس کا جی چاہے نامزد کرے مگر بالفاظ آئین "دینی مصلح" اس کو نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ ان معنی و مفہوم میں وہ دینی مصلح ہے۔ اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ ربوہ کا موقف تو ان لوگوں کو معلوم ہو لیکن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو غیر مسلم اقلیت میں شامل کرنے کے لئے عمداً بڑے تکلف سے کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ انجمن عام مشہور مفہوم میں کوئی جماعت یا پارٹی نہیں جس کا ملکی سیاسیات سے کسی طرح کا کوئی واسطہ ہو۔ بلکہ یہ ایک ادارہ ہے جس کی تمام تر غرض و غایت اور سارا کاروبار از ابتداء تا ایندم "تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن" ہے۔ اس ادارہ کے اراکین مخلص ترین پاکستانی اور وطن عزیز کے کامل وفادار ہیں۔ اپنے عقائد کی رُو سے راقم الحروف کے علم کے مطابق یہ لوگ آئین میں مندرجہ غیر مسلم کی تعریفی شق کی ذیل میں نہیں آتے۔ مثال کے طور پر راقم الحروف کا اس ادارہ کا رُکن ہونا بغرض "تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن" ہے۔ اور یہ امر حسب آئین اس کے غیر مسلم ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ علاوہ ازیں راقم الحروف:

(اوّل) حضرت مرزا صاحب کو بروئے قرآن و حدیث یعنے شرع اسلام کسی بھی قسم کی نبوت کا مدعی نہیں سمجھتا۔ اور

۲۔ نہ دینِ اسلام یا قرآن و حدیث کے رُو سے کسی بھی قسم کا یا کسی معنی و مفہوم میں نبی مانتا ہے۔ اور

۳۔ نہ آپ کو بالفاظ آئین دین کی یا دین میں اصلاح کرنے والا یعنے دینی مصلح مانتا ہے۔

بلکہ صرف یہ مانتا ہے کہ آپ:

۱۔ دینِ اسلام کے خادم۔ مصدق اور مؤید تھے۔ اور

۲۔ دینِ اسلام کو صادق اور ادیان غیر الاسلام کو باطل ثابت کرنے والے تھے۔

غلطیوں کی اصلاح کرنا امر دیگر ہے۔ چنانچہ راقم الحروف اس بارے میں وہی عقیدہ رکھتا ہے جو اوپر درج ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں مانتا۔ حتیٰ کہ اس کے نزدیک کسی شخص کا آپ کو نہ ماننا اس کے مسلمان ہونے میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتا۔ نیز بعض امور میں تفسیر و تعبیر آیاتِ قرآنیہ و حدیثیہ میں آپ سے اختلاف راقم الحروف جائز سمجھتا ہے کیونکہ ہمارے لئے اصل مطاع صرف حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو بانیٔ اسلام ہیں۔ جیسا کہ اپنے الہامات تک کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے:

۱۔ "جو کچھ مجھے قرآن کی مشکلات کا فہم دیا گیا اور اللہ رحمان سے الہام کیا گیا۔ میں نے اس کو صحت اور صواب کی شرط پر قبول کیا ہے۔ اور مجھ پر کھولا گیا ہے وہ صحیح خالص ہے شریعت کے موافق ہے اور اگر فرض محال کے طور پر معاملہ اس کے خلاف ہو تو ہم اس سب کو (یعنے اپنے الہامات کو) اپنے ہاتھوں سے ردی چیز کی طرح اور کھانسی کے مادہ کی طرح پھینک دیں گے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۱)

۲۔ "میں تو اپنے الہاموں کو جب تک کتاب اللہ پر عرض نہیں کر لیتا میں ان کو سچا نہیں سمجھتا اور میں جانتا ہوں کہ جب کبھی الہام قرآن کریم کے مخالف ہو تو وہ جھوٹ اور الحاد اور زندقہ ہے۔"

(حمامۃ البشریٰ۔ صفحہ ۷۹)

اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ اور اعتقادات رکھتے ہوئے راقم الحروف کے غیر مسلم ہونے کی حسبِ آئین کوئی وجہ نہیں ہے۔

(دوم) ان تمام عقائد میں جن کا تعلق ایمانیات سے ہے۔ راقم الحروف کا عقیدہ بعینہ وہی ہے جو تمام دیگر اولیاء، صوفیاء اور اکابرینِ اسلام کا ہے جس کے ثبوت کے لئے ذیل کا بیان ملاحظہ ہو۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ا۔ عقائد اہلِ سنّت والجماعت

"جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن کریم کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض یا اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض تمام امور جن پر سلف صالح کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنّت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چیر کر دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا اِنّ لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین" (ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷)

"خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ مَیں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنّت والجماعت مانتے ہیں" (آسمانی فیصلہ)

"ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ... تمام عقائد اہلِ سنت والجماعت کے قائل ہیں" (کتاب البریہ)

"میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث سے مسلم الثبوت ہیں اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم اول الشاہدین ہے" (تبلیغ رسالت جلد دوم)

پس حسب اقوال و اقرارات منقولہ بالا راقم الحروف اپنے عقیدہ کی رُو سے اہل سنت والجماعت ہے۔ اگر کوئی امر ان اقوال منقولہ کے خلاف ہو یا کوئی قول اِن منقولہ تحریرات کے منشاء و مفہوم کے خلاف ہو تو وہ غلط ہوگا اور راقم الحروف اسکو ماننے سے انکاری ہے۔

(ب) اقرارِ ختمِ نبوّت

راقم الحروف خاتم النبیّین کے معنے آخری نبی یقین کرتا ہے اور مانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی اب نہیں آسکتا۔ اس کے اس عقیدہ میں کسی قسم کا شک یا اشتباہ یا ابہام نہیں ہے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات ذیل میں ہے:۔

۱۔ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدّعی نبوّت و رسالت کو کاذب و کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ... اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے" (اشتہار ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

۲۔ مَیں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوّت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوّت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (اشتہار مذکور)

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیّین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پُرانا ہو اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا" (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

۴۔ اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا" (انجام آتھم صفحہ ۲۷)

۵۔ "میں بڑے یقین اور دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ... پر کمالاتِ نبوّت ختم ہو گئے ہیں میں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپ کی ختم نبوّت کو توڑتا ہے" (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۵ء)

۶۔ دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیّین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے" (خط اخبار الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

۷۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی تمام نبوّتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لئے کہ اسکو چھوڑ کر کوئی اور دین بنادیں" (حوالہ مذکورہ بالا)

۸۔ ہم خادم دینِ اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علّتِ غائی ہے ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے، سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعوےٰ بالمقابل نہیں ہے اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابلِ مواخذہ ہے" (حوالہ مذکور)

۹۔ "میں ربّ عظیم کو شاہد ٹھہراتا ہوں اور اللہ کریم کی حلف اٹھاتا ہوں کہ مَیں مومن مسلم مؤحد ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے خاتم ہیں سوائے مصطفےٰ کے ہمارا کوئی نبی نہیں ... ہمارے رسُول آدم کی اولاد کے سردار ہیں اور رسولوں کے سردار ہیں اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱)

۱۰۔ واوحیٰ الیّ انّ الدین ھو الاسلام وانّ الرسول ھو المصطفےٰ السید الامام رسولٌ اُمّی آمین فکما انّ احدٌ لیستحق العبادۃ وحدہٗ فکذالک رسولنا المطاع واحد لا نبی بعدہٗ ولا شریک معہٗ و انّہٗ خاتم النبیّین" (منن الرحمان صفحہ ۱۹-۲۰)

پس ختم نبوّت کے متعلق راقم الحروف کا مذہب اور عقیدہ وہی ہے جو اقوال و تحریرات امام مندرجہ بالا میں بیان ہوا ہے۔ اس سے بڑھکر پختہ۔ زبردست اور کامل عقیدہ اس سلسلہ میں کسی مسلمان کا ہونا ممکن نہیں۔ اگر کوئی اور قول یا تحریر اقوال و تحریرات امام منقولہ کے خلاف ہو یا اس کے مفہوم و منشاء کے [illegible]

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

جماعت احمدیہ خدا تعالےٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے

جماعت کی مخالفت اور اسکے بعد اس کی مقبولیت کی پیشگوئیاں

وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علےٰ بشرٍ من شیءٍ ۔ (سورۃ الانعام - ۹۲)

(۳)

"اللہ جل شانہ کی وحی و الہام سے میں نے مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۔ ....

"تو مغلوب ہو کر یعنی بظاہر مغلوبوں کی طرح حقیر ہو کر پھر آخر غالب ہو جائے گا ....

"میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا اور تیری محبت دلوں میں ڈالوں گا ۔ جعلناک المسیح ابن مریم ۔ ان کو کہدے کہ میں عیسیٰؑ کے قدم پر آیا ہوں"

(ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۲ — ۶۳۵)

اسلام میں جب بھی خدائی وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (یقیناً ہم نے ہی اس کلام پاک کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں) نیز بموجب وعدہ آیتِ استخلاف وعد اللہ الذین امنوا منکم ...... لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم، مومنین کاملین کے ساتھ ہمارا وعدہ ہے کہ ہم انہیں زمین میں اسی طرح خلافت عطا کریں گے جیسے ان سے قبل لوگوں کو دی تھی ۔ کوئی تحریک تجدید و اصلاحِ دین، خدا کی جانب سے قائم کی گئی ہمیشہ سے علماءِ ظاہر و عوام نے اس کی مخالفت کی، ربانی مصلحین کو اسلام کے نام لیواؤں نے ہی سب سے بڑی عظیم اذیتیں دیں، انہیں اور ان کی تحریکوں کو کچلنے کے لئے اپنے تمام زور صرف کر دیئے ۔ لیکن چونکہ ایسی تمام تحریکیں خدا کی جانب سے وجود میں آئی تھیں مخالفین کی تمام کوششیں اکارت و ناکام ہوئیں جو اس امر کا قطعی ثبوت ہیں کہ ان کی پشت پناہ انسانی طاقت نہیں بلکہ خدائے قادر و توانا ہی ان کا نگہبان و نگران ہے ۔ دینِ اسلام کی عظمت و سربلندی اور اصول حقہ اسلامیہ کے سچے احیاء و تجدید کے لئے جو ربانی تحریک چودھویں صدی میں جماعت احمدیہ کی شکل میں اس کے مقدس بانیؒ نے شروع کی اس کی مخالفت سب سے بڑھ کر کی گئی ۔ چنانچہ اب تک کہ قریباً ایک صدی اس خدائی تحریک کے قیام پر گذر چکی ہے، مخالفت کا جوش بشدت جاری ہے ۔

دیگر عظیم ربانی تحریکوں کی مانند، جماعت احمدیہ کی تحریک بھی اس کے بانی نے اپنی رائے اور عقل کی بنا پر قائم نہیں کی بلکہ جیسے کہ مندرجہ بالا حضرت اقدس کے اقتباسات سے عیاں ہے، حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے تجدید دین کے لئے جو جماعت تیار کی وہ خدا کی وحی اور حکم کے [illegible] کی، کسی مصلحتِ وقتی کے تحت نہیں کی اور اس لئے خدا کی زبردست و زندہ ہستی اس کی پشت پناہ اور محافظ ہے ۔ یہ امر تو بالکل صحیح ہے کہ اس زمانہ کا تقاضہ ہے کہ احیاءِ دینِ اسلام کے لئے ایک جماعت احمدیہ ایسی تحریک ہی اُٹھے، پھر یہ امر بھی واقعاتی ہے کہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہی دینِ اسلام کی تجدید اور اس کا احیاء اس زمانہ میں ہوا جس کا اعتراف موافق و مخالف کو یکساں طور پر ہے، وہ کونسے عناصر تھے جن کی وجہ سے جماعت احمدیہ نے گذشتہ صدی کے اندر اندر دینِ اسلام کی صداقت کو دنیا پر ثابت کر کے اس دین کی جڑیں ایسی مضبوطی سے قلوب میں قائم کر دیں؟ قبل اس کے کہ ان عناصر کا بیان ہو، یہ بات بخضور دل یقین سے تسلیم کرنی چاہیئے کہ جماعت احمدیہ کی تحریک انسانی قیاس و علم اور انسانی منصوبہ و رائے سے عمل میں ہرگز نہیں آئی اور نہ ہی انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں کوئی مسلمان اس قسم کی کوئی تحریک جاری کرنے کا خیال تک بھی دل میں لا سکتا تھا جیسا کہ یہ امر زیادہ وضاحت کے ساتھ بعد میں ذکر کیا جائے گا ۔

ربانی اور انسانی تحریکوں کا مابہ الامتیاز

بعض مخالفین، ربانی تحریکوں کے بارہ میں یہ رائے زنی کرتے ہیں کہ ان کے بانیوں نے اپنی ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے انہیں رائج کیا لیکن جب واقعات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا جاتا ہے کہ بانی سلسلہ الٰہیہ کی کوئی نفسانی غرض اس کی وجہ بنا تسلیم نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس تحریک کے باعث تو اسے سراسر نقصان اٹھانا پڑا اور اس امر کا جانتے ہوئے کہ اس تحریک سے اس کی شدید مخالفت کا ایک طوفان بپا ہوگا، بانیٔ سلسلہ نے باوجود ایسا یقینی [illegible] ہونے کے پھر اس جماعتی تحریک کو قائم کیا اور قائم کرنے میں اُسے کامیابی ہوئی [illegible] تو ہم سے نکتہ چین اصحاب یہ کہدیتے ہیں کہ بے شک بانیٔ سلسلہ [illegible] اس میں کوئی مقصود نہ تھی ۔ لیکن اُس نے اپنے فہم و عقل کی بناء پر یہ [illegible] تھا کہ کسی ایسی ہی تحریک کی ضرورتِ زمانہ کو لاحق ہے اس لئے [illegible] ضرورت کا اعتراض تو بانیٔ سلسلہ پر لگانا صحیح نہیں لیکن یہ امر تو بہرحال [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے علم و عقل کی بناء پر اپنی جماعتی تحریک کی تشکیل کی [illegible] بجز اس کے ہم اس کی نسبت اور کیا رائے قائم کر سکتے ہیں؟ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا اپنی تحریک کو خدائی دعوت کہنا صرف انہی معنوں سے درست ہے کہ ایسا دعوے کر کے آپ کا لوگوں کو یہ یقین دلانا مقصود تھا، کہ ایک نیک مقصد اور بے لوث مشن کو اگر خدا کی طرف نسبت دے دی جائے تو اس میں کونسی قباحت لازم آ جاتی ہے؟ گذشتہ بیانوں میں یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ تحریکِ احمدیت کے مقدس بانیؒ کا دامن اگر اس امر سے قطعاً بری ہے کہ آپ کی کوئی ذاتی و نفسانی غرض اس جماعت کی تشکیل سے تھی تو اس کے ماننے کی بھی ہرگز کوئی گنجائش نہیں کہ دینِ اسلام کے دوبارہ احیاء و تجدید کا کامیاب راستہ کسی شخص کو انیسویں صدی کے آخر میں اس طریقِ کار میں دکھائی دے جن پر جماعت احمدیہ کی تحریک کی بنیادیں قائم کی گئیں ۔

دراصل مرض یہ ہے کہ جن اصحاب کو خدا تعالےٰ کی زندہ و مدبّر بالارادہ ہستی کے وجود اور اس کے انسان سے ہم کلامی کے سلسلہ کو تسلیم کرنے کا یقین نہیں ہوتا انہیں اپنے ایسے ذہنی انکار کی روشنی میں کسی خدائی تحریک کی بابت کوئی رائے زنی کرنا ہو تو ان کے لئے سوائے اس کے اور کوئی طریق موجود نہیں ہوتا کہ یا تو وہ یہ کہیں کہ بانیٔ سلسلہ کا مقصد اس سے کسی ذاتی خواہش کا حصول تھا، لیکن جب انہیں واقعات کی روشنی میں اپنا یہ موقف ثابت ہوتا نظر نہیں آتا تو پھر وہ ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ بلاشبہ تحریک تو نیک ہے لیکن ہے یہ انسانی عقل و علم کے نتیجہ میں ۔ بہرحال خدائی اور ربانی ندا یہ نہیں، ظاہر ہے کہ جب ان کا ذہن نہ خدا کی زندہ و قادر اور مدبّر بالارادہ ہستی کو تسلیم کرتا ہو اور نہ ہی بندہ سے اس کے خارجی کلام کا وہ قائل ہو تو اس صورت میں وہ اور کچھ کہہ ہی کیا سکتے ہیں؟

ان لوگوں کی ذہنی کیفیت کو خدا تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علیٰ بشرٍ من شیءٍ ۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو نہ تو خدا کی ذات و صفات کا قدر و یقین ہے اور نہ ہی اس کے سلسلہ تکلم بندہ پر ایمان ہے ۔

ان اصحاب کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ایسی سلسلے اور ربانی تحریکیں کو چاہیئے وہ اسلام کے اندر ہوں کی تو غرض و غایت ہی خدا کی زندہ ہستی اور اس کی ہم کلامی پر یقین پیدا کرنا ہوا کرتا ہے ۔ انہیں غور کرنا چاہیئے کہ ان کی دراصل باطنی مرض خدا کی زندہ ہستی اور اس کی ہمکلامی کا انکار ہے جس کے علاج کے لئے یہ ربانی تحریک قائم کی گئی ہے کیونکہ دین اور بالخصوص دینِ اسلام کی ساری عمارت تو انہی دو بنیادوں پر استوار ہے کہ خدا کی زندہ ہستی جس کا تعلق اپنے کامل بندوں سے بصورت خارجی الہام ہوتا ہے موجود ہے، انسانی عقل و قیاس تو یہی کہتے ہیں کہ نظام کائنات سلسلہ اسباب اور ذرائع اور قوانینِ قدرت تک محدود و مقید ہے لیکن دینی موقف ان تمام کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے پھر ایک وراء الوراء اور نہاں در نہاں بالاتر قادر و توانا زندہ و حکمران ہستی کو منواتا

جاتا ہے، ایسی ہستی کا وجود ہمارے ظاہری حواس تو کر نہیں سکتے کیونکہ ہمارے حواس خمسہ ایسے ادراک و فہم و عقل و علم سے عاری ہیں جو ہمیں یقینِ تام کی حد تک ایسی زندہ ہستی کے وجود کا پتہ بتلا سکیں، تو پھر جس بنیاد پر دین کی عمارت قائم ہے جب وہی محض عقل و علم کی بناء پر قطعی ثابت نہ ہو، تو کسی دینِ حقہ جیسے کہ اسلام ہے کا احیاء و تجدید حقیقی معنوں میں کیونکر ہو سکنا ممکن ہے؟

اس زمانہ کے بیشتر مسلمان سلسلہ کلامِ الٰہی کے منکر ہیں

جب زندہ ہستی باری تعالیٰ اور اس سے ہم کلامی کے انکار کی حد یہاں تک پہنچ جائے کہ خود الہامی کتاب کے ماننے والے یعنی قرآن کریم کو خدا کا کلام ... وہ بھی ہمکلامی کی یہ تاویل کرتے ہوں کہ یہ خدا کی ... اس ... میں کہ جس ... پر یہ کلام نازل ہوا اس سے خارجی طور پر ... کہ ... تو بات ہی سرے سے باطل ہے کہ خدا اپنے بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے بلکہ اس کا مطلب تو صرف یہی ہے کہ یہ کلام ایک نیک ... نفس انسان کا اپنا کلام ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ کسی نیک انسان کے دل میں ایسے خیالات پیدا ہوئے اور اس نے اپنی طرف سے موزوں و مناسب کلام میں انہیں ادا کیا، جب خدا کی ہمکلامی کا انکار اس حد تک بڑھ جائے تو اب بتلایا جائے کہ خدائی سلسلہ خارجی ہمکلامی کا ثبوت کیونکر دیا جا سکتا ہے؟ جنہوں نے دوسروں کو قرآن کریم کے خارجی الہام ہونے کا یقین دلانا تھا وہ تو خود کسی خارجی ہمکلامی کے سلسلہ سے انکاری یا شکوک میں مبتلا ہیں وہ کیسے اور کیونکر قرآن کی خارجی وحی کا یقین دوسروں کو دلا سکنے کے قابل ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ ضروری نہ تھا کہ مسلمانوں کی ایسی بے یقینی و شکوک کی حالت میں خدا اپنے خارجی تکلم کا ثبوت مہیا کرے؟ پس یہ تو نہ صرف اس زمانہ کے دہریوں، نیچریوں، ملحدوں اور مادہ پرستوں کا مطالبہ ہے کہ خدا کی زندہ ہستی اور ہمکلامی کا کوئی قطعی ثبوت پیش کرو بلکہ یہ تو خود اس زمانہ کے بیشتر مسلمانوں کا بھی حالی مطالبہ ہے تو ایسی صورت میں کوئی شخص اپنے فہم و عقل کی بناء پر تجدید و احیاءِ اسلام کرنے کا بیڑا اُٹھاتا تو وہ خدا کی زندہ ہستی اور اس کی ہمکلامی کا یقین پیدا کرانے میں کس طرح کامیاب ہو سکتا تھا؟ تکلمِ الٰہی کا حقیقی ثبوت تو خود سلسلہ تکلمِ الٰہیہ کا ہونا ہی ہے نہ کچھ اور۔ پھر اس زمانہ کی سائنسی و علمی فضا یہ مطالبہ کرتی ہے کہ خدا سے ہمکلامی کا ثبوت اس زمانہ کے اپنے مشاہدہ و تجربہ سے دیا جائے نہ کہ محض گزشتہ کا حوالہ دیا جائے۔

الغرض جماعت احمدیہ کا خدائی تحریک ہونا جہاں اس امر سے بکلی ثابت ہے کہ بانیٔ سلسلہ کی کوئی ذاتی و نفسانی غرض اس میں نہ تھی، اس لئے کہ آپ نے اس تحریک کو اُٹھا کر مخالفت کے طوفان کو دعوت دی، اپنی پہلی بنی بنائی عزت، شہرت اور لیڈری کو برباد اور کالعدم کرکے رکھ دیا وہاں یہ بات اس سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے اپنی ... کی کامیابی کا طریق کار اس قسم کا نہیں بتلایا جیسے وہ شخص بتلائے گا جو اپنی عقل و رائے سے ایک تحریک کو قائم کرنے کی ذمہ داری لیتا ہو۔ جو شخص اپنی عقل و رائے سے کوئی تحریک اُٹھاتا ہے تو حکمتِ عملی اور دانشمندی کا یہی طریقِ کار وہ بہتر یقین کیا کرتا ہے کہ اپنے ماننے والوں کے قلوب میں تحریک کی کامیابی کا بڑھ چڑھ کر جذبہ بلا کسی استثناء کے پیدا کرے، اپنی عقل و رائے سے کسی تحریک کو اُٹھانے والا کوئی شخص کبھی اپنے مریدوں کو یہ نہیں کہے گا کہ میری تحریک پر زبردست امتحان و ابتلاء بھی آنے والے ہیں۔ ایسی عظیم مخالفتیں بھی تمہیں میرے بعد سہنی پڑیں گی کہ تمہاری سادی عزت و آبرو جاتی رہے گی اور جان و مال کی قربانیاں تمہیں دینا پڑیں گی اور تم سے بہتیروں کو میری صداقت اور منجانب اللہ مامور ہونے کا انکار بھی کرنا پڑ جائے گا۔ اپنے ہی معتقدین اور جاں نثاروں کو کوئی بانیٔ تحریک کیوں خوف دلائے گا؟ کیا وہ اپنی تحریک کی کامیابی کا خواہاں نہیں؟ پھر کونسی دانشمندی و حکمت کا تقاضہ اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کو ڈر و خوف سے متنبہ کرکے اپنی تحریک سے دُور کرے؟

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کی چونکہ حقیقی و اصل پوزیشن یہ تھی کہ آپ نے خدائی حکم کے ماتحت تحریکِ احمدیت کی بناء ڈالی تھی نہ کسی اپنی خواہش کے ماتحت، نہ ہی اپنی رائے کی بناء پر۔ نیز چونکہ خدا تعالےٰ واقعی آپ سے یقینی طور پر ہم کلام ہوا اور یہ وحی ولایت کی ہم کلامی خارجی و خدائی ایسی ہی حیثیت رکھتی ہے جیسے پہلے اولیاء اللہ اور خلفاءِ رسولِ پاک صلعم کی تھی اس لئے آپ نے خدا سے قطعی خبر بذریعہ وحی پا کر اپنے بعد آنے والی مخالفتوں کے بارہ میں بھی اپنے پیروؤں کو تنبیہ کر دی تھی۔ چنانچہ نہ صرف ازالہ اوہام میں جو دعویٰ کے بعد ابتدائی کُتب میں سے ہے، جس کی عبارت اوپر کی عنوانِ مضمون پر نقل کی گئی ہے یہ ربانی اعلان فرمایا کہ بے شک تجھے مغلوبیت کے ادوار و امتحانوں سے بھی گزرنا ہوگا مگر بالآخر دنیا کے کناروں تک تیری عزت و محبت دلوں میں قائم ہو کر رہے گی بلکہ اس قسم کی وضاحت آپ نے اپنی وفات کے قریب ۱۹۰۵ء میں رسالہ الوصیت میں بھی خوب کر دی ہے:-

الوصیت میں ابتلاؤں اور آئندہ مخالفتوں نیز جماعت احمدیہ کے ساتھ خدائی قدرت و نصرت کی پیشگوئیاں

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولیگا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اسے جہنم تک پہنچا دے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے۔ کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"

خدائی نصرت اور تائید کے جو وعدے جماعتِ احمدیہ کے ساتھ متذکرہ بالا عبارت میں کئے گئے ہیں باوجودیکہ ابتلاء اور امتحان کے دَور میں سے بھی جماعت کو گذرنا پڑے گا۔ ان نصرت کے وعدوں کے ہم اسی وقت تک مستحق بن سکتے ہیں جب ہم ان شرائط کو بھی کما حقہٗ پوری کر دیں جن کے ساتھ یہ وعدے کئے گئے ہیں یعنی یہ کہ:-

"میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق و بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"

مجلسِ مذاکرہ

بدلے ہوئے حالات میں بزرگانِ جماعت اور نونہالانِ قوم کا ایک مشترکہ اجلاس بروز اتوار مورخہ ۸ر دسمبر ۱۹۷۴ء صبح دس بجے "دارالسلام" میں منعقد ہوگا۔ جس میں نوجوانانِ جماعت اور بزرگانِ جماعت "تعمیرِ نو" کے بارہ میں اپنا نقطۂ نظر پیش کریں گے۔

آپ سے استدعا ہے کہ اس اہم اجلاس میں ... پیش کرنا چاہیں تو وہ تحریری طور پر ۳ر دسمبر تک صدر / سیکرٹری مقامی جماعت لاہور کو بھجوا دیں جو ۵ر دسمبر تک انہیں دفتر صدر انجمن میں بھیج دیں گے۔ ۳ر دسمبر ۱۹۷۴ء کے بعد کوئی سوال یا قرارداد وصول نہیں کی جائیگی۔ والسلام

مسعود بیگ۔ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ایک قاری کے قلم سے

ناوکِ صید ــــــ جہانِ صالحین

۱- اسلام دشمنی کی سند

"ہم نے عوامی دورِ حکومت کا جب بھی غیر جانبداری کے ساتھ تجزیہ کیا ہے ہمیں یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی ہے۔ کہ منتخب حکومت کے قیام کے بعد یہاں معاشرے کی دینی اخلاقی اور جمہوری ...... قدروں کو جس طرح فروغ ہونا چاہیئے تھا افسوس کہ نہیں ہوا، اگر ۱۹۷۱ء سے قبل کے ادوار کا بعد کے دور سے مقابلہ کیا جائے تو اسے تنزل کا نام دیئے بغیر چارہ نہیں تھا اگرچہ عوامی حکومت کے نقیبوں کی جانب سے اسلامی خدمات کا بڑے زور و شور سے دعوے کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی معاشرے کا رُخ دین سے مڑ کر لادینیت کی جانب ہو گیا ہے۔ شرم و حیا، دیانت، سچائی اور اخلاق فاضلہ کا ہر نشان بتدریج دھندلا ہو رہا ہے، اسلامی معاشرے میں پردہ ایک امتیازی وصف تھا۔ لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا پردہ کو کلیتہً رخصت کر دیا گیا ہے۔ اسلام نے مخلوط مجلسوں کو کبھی پسند نہیں کیا، لیکن اب اسلامیہ جمہوریہ پاکستان میں مخلوط تعلیم طرۂ امتیاز بن رہی ہے"۔

(ہفت روزہ ایشیا - ۱۰ر نومبر ۱۹۷۴ء)

استفسار: اس حکومت اور معاشرے کے خلاف اقلیت قرار دینے کی مہم کا آغاز کب ہوگا؟ ایسا نہ ہو کہ کسی ہنگامے کی عدم موجودگی میں صالحین جماعت کی خوئے ہنگامہ آرائی زنگ آلود ہو جائے، اور اسلام خطرے میں پڑ جائے۔

۲- مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی صحت

"افسوس ہے کہ امریکہ سے واپس آنے کے بعد میرے جوڑوں کی تکلیف پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ حتیٰ کہ اب میں نماز میں سجدہ کرنے اور تشہد میں بیٹھنے کے قابل نہیں رہا ہوں میرے لئے چلنا، پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ اس لئے مجھے مجبوراً بادلِ نخواستہ اس اجتماع میں شرکت سے معذرت کرنی پڑی"۔ (ایضاً صلا)

ہمارا مخلصانہ مشورہ تو یہی ہے کہ ملت پر اب رحم کیجئے اور بقیہ زندگی توبہ و استغفار میں گذار دیجئے۔

۳- پاکستانی حکمران اور مسلمان مولانا مودودی کی عینک سے

"(اسلام کے عروج کے بعد) زمانے نے پھر پلٹی کھائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے عین مطابق اسلام دنیا میں ویسا ہی اجنبی و بیگانہ ہو گیا، جیسا کہ وہ اپنے آغاز میں تھا۔ اور وہ زمانہ وہی ہے جس سے آج ہم اور آپ گذر رہے ہیں۔ اب علم وہ ہے جو مغربی دنیا سے آئے۔ تہذیب و ثقافت وہ ہے جو وہاں سے درآمد ہو۔ وہاں کی اخلاق باختگی ہمارے لئے عین اخلاق ہے۔ وہاں کے فواحش ہمارے لئے شیر مادر کی طرح خوشگوار ہیں۔ آپس کی بات چیت اور مراسلت تک میں ہم ان کی زبان استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہی اب پڑھا لکھا آدمی ہونے کی علامت ہے۔ ان کے ملحدانہ اور مادہ پرستانہ افکار کو وحی خداوندی کی طرح قبول کیا جا رہا ہے، اور ان کی پیروی ہمارے لئے روشن خیالی اور ترقی پسندی بن گئی ہے، ہم زندگی کے ہر مسئلہ کا حل ان کی ہدایت اور رہنمائی میں تلاش کرتے ہیں۔ ہم رہن سہن اور لباس اور کھانے پینے تک میں حتی الامکان ان کی تقلید کر رہے ہیں کیونکہ اس کے بغیر ہم مہذب قرار نہیں پا سکتے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے ہم شرماتے ہیں، مسلمان بن کر رہتے ہوئے شرماتے ہیں، اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے شرماتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں کہ ہم اسلامی احکام کے قائل و معتقد ہیں، ہم میں سے کوئی اسلام اور اسلامی طرز فکر و عمل کو علانیہ رجعت پسندی کہتا اور سمجھتا ہے، اور زندگی کے ہر معاملے میں اس کو بے دخل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کوئی اسلام کو مغربی افکار و اعمال کے مطابق ڈھال کر ترقی پسند بنانے کی سعی نامبارک کر رہا ہے۔ بہرحال اصلی اور حقیقی اسلام کم از کم ان لوگوں کے لئے مرغوب و مطلوب نہیں رہا ہے، جو ہمارے معاشرے میں کار فرمائی کے مقام پر فائز ہیں، اور باقی ساری قوم کو وہ اپنے مذاق کے مطابق تبدیل کرنے کے لئے وہ تمام ذرائع استعمال کر رہے ہیں جو ان کے قبضہ و تصرف میں ہیں"

(ایضاً صتا کالم ۲، ۳)

حضرت! کہیں ان متجددین نے جو مغرب کے ملحدانہ اور مادہ پرستانہ افکار کو وحی خداوندی کی طرح قبول کرتے ہیں، آپ کی آڑ میں احمدی مسلمانوں کو اقلیت قرار دے کر اسلام سے دشمنی تو نہیں کی اور ملت میں انتشار کو ہوا دے کر آپ کو سیاسی میدان میں پچھنی تو نہیں دے دی اور آپ ان کے ہاتھ میں کھیل کر خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق بن گئے ہوں۔ کیونکہ جس معاشرے کا آپ نے اوپر نقشہ کھینچا ہے وہ تو آپ کی تائید میں تمام صالحین کے اجتماع کے باوجود آپ کے "اسلامی نظام" کو لانے سے رہا۔ اور آپ کا ماضی کی ناکامیوں پر مبنی طویل تجربہ اس پر شاہد ہے۔

۴- جماعتِ اسلامی کے مخالف کافر؟

"ابھی ذکر آیا کہ پھر سے مخالفتیں شروع ہو گئیں مجھے لفظ "پھر سے" اختلاف ہے، یہ "پھر سے" نہیں بلکہ جس وقت سے کام شروع کیا گیا اس وقت سے مخالفتوں کا سلسلہ جاری ہے، جس سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ آواز اُٹھتے ہی سب سے پہلے ساتھ دیں گے۔ مگر معاملہ پیش آیا کہ ولا تکونوا اوّل کافر بہ، سب سے پہلے انہوں نے اس کی مخالفت کی، اور وہ مخالفت جو اس کام کے شروع ہونے کے وقت سے شروع ہوئی ہے، وہ اب تک جوں کی توں چل رہی ہے۔ بلکہ جتنے آپ کے اثرات بڑھ رہے ہیں۔ اتنی اس مخالفت میں شدت پیدا ہو رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی وقت مصلحتاً زبانیں خاموش رہیں۔ اور صرف نجی مجلسوں میں اس فتنے کو پھیلایا جاتا رہے اور کبھی ضبط کرنا مشکل ہو جائے۔ اور وہ جلسہ عام میں زبانوں پر آجائے۔ لیکن یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ وہ دلوں سے نکل گئی تھیں" ۔ (ایضاً ص۸ کالم ۲)

دین پناہ! کہیں یہ "از ماست کہ بر ماست" کا معاملہ تو نہیں۔ حضور نے کب کسی کو اچھے الفاظ سے یاد کیا تھا کہ دوسروں سے اس کی توقع کی جاتی، اور مسلمان قوم کے قائدین اور عوام تو اب بھی آپ کی نگاہ میں اپنے غیر اسلامی اعمال کی وجہ سے کشتنی اور گردن زدنی، "کافر و فاسق" ہیں۔ آپ اپنے دہن کی خبر لیجئے۔ عمر کے ساتھ ساتھ یہ تلخی لہجہ تلخیٔ دوراں نہ بن جائے۔

مساجد نہیں دوکانیں

"آج ایک صاحب نے کہا کہ مساجد کی تحریک اقامتِ دین کا مرکز ہونا چاہیئے، تو میں نے ان سے کہا کہ ویسے تو مساجد اللہ کا گھر ہیں، اللہ کی عبادت کے لئے ہیں، لیکن ایک اچھے خاصے گروہ نے ان مساجد کو دکانوں اور اڈوں میں تبدیل کر دیا ہے، اگر آپ کو ان میں پیغام حق سنانے کا موقعہ میسر نہ آسکے، تو آپ کو خدا کی زمین پر بہت سی جگہیں مل سکتی ہیں"۔ (ایضاً ص۸ کالم ۳)

امیر صالحین! آپ نے مخالفین کی مساجد کو دکانیں اور اڈے فرمایا ہے این کار از تو آید، تو اب مخالفین کو منافق اور مرتد قرار دے کر ان کی مساجد جلا دیجئے، مکانوں اور دکانوں کو نذر آتش کیجئے ہو سکے تو قتل کروا دیجئے اور جہاد کے لئے ان صالحین کی خدمات سے استفادہ کیجئے۔ جنہیں آپ نے گذشتہ چند سالوں میں صالحانہ کاموں میں مشاق بنا رکھا ہے۔ اور ان کے دم قدم سے یونیورسٹیوں، کالجوں، سکولوں، بازاروں اور مارکیٹوں میں خاک اُڑ رہی ہے اور یہ ملک و قوم کسی موہوم روشن صبح کی اُمید پر آپ کے اشارے پر اخلاقی علمی اور مجلسی انتشار اور فساد کا شکار ہو چکا ہے۔

۵- کی مرے قتل کے بعد ....

"آپ کی تقریریں ان جھگڑوں سے بالکل پاک ہونی ...... چاہئیں، جن جھگڑوں سے ہماری مسجدیں بھری ہوتی ہیں۔ آپ مسلمانوں کو لڑانے کا کام نہ کریں، آپ مسلمانوں کو خدا کے کلمے پر، اس کے رسول کے کلمے پر جمع کرنے والے بنیں، آپ مسلمانوں کے ذہن سے ان چیزوں کی اہمیت نکال دیں جن کی وجہ سے مسجدیں الگ الگ ہو گئی ہیں، نمازیں الگ الگ ہو گئیں آپ انہیں بتائیں کہ اصل چیزیں جن کی جوابدہی ہمیں خدا کے سامنے کرنی ہے کیا ہیں، یہ چیزیں لوگوں کے ذہنوں میں بٹھائیں۔ اس سے آپ دیکھیں گے، کہ رفتہ رفتہ لوگوں کا مذاق

مکتوبِ انگلستان

تبلیغی مرکز لنڈن کے اجلاس کی کارروائی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ویسٹرن ہیمسفیر کی اوّلین میٹنگ اور استقبالیہ کا انعقاد بروز ہفتہ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۸۱ء کو جماعت کے مرکز ۵۶، لونگلے روڈ لنڈن ایس۔ ڈبلیو۔ ۱۷ میں ہوا۔

اس اجتماع میں ستر سے زیادہ احباب نے شرکت فرمائی اور حاضرین کی اس کثیر تعداد میں موجودگی کو لنڈن میں تحریکِ احمدیت کے لئے ایک نیک فال تصور کیا گیا۔

جلسے کی کارروائی صلوٰۃ ظہر کے بعد شروع ہوئی۔ اس کے بعد سادہ چائے کا اہتمام کیا گیا اور اس طرح احباب کو گھل مل کر تبادلۂ خیال اور ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملا۔

پروگرام تلاوتِ قرآن، دعا اور اسلامی گیتوں سے شروع ہوا۔ اس موقع پر مولانا محمد طفیل ایم اے۔ مبلغ اسلام نے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا، اور لنڈن میں تحریکِ احمدیت کے استحکام و اتحاد کی اہمیت پر زور دیا۔ آپ نے اس بات کی وضاحت کی کہ آج مغربی نصف کرہ خدمتِ دین کے سلسلے میں مردوں اور خواتین میں مشرق کے مقابلے میں زیادہ بیداری اور زندگی کی لہر دوڑ رہی ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے لونگلے روڈ کے تبلیغی مرکز کے توسیعی منصوبے اور یورپ میں تبلیغی مساعی تیز تر کرنے کے پروگرام پر روشنی ڈالی۔ اس سلسلے میں آپ نے مرکز کی آرائش و زیبائش کرکے اسے صحیح معنوں میں اسلامی مرکز بنانے کے لئے فراہمی سرمایہ کی اپیل کی، اس ضمن میں عملی اور مادی امداد کا کام منظم کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل کی گئی۔ یہ بھی طے پایا کہ یہی کمیٹی اگست ۱۹۸۵ء میں لنڈن میں ہونے والی انٹرنیشنل احمدیہ کنونشن کا منصوبہ بھی تیار کرے۔

اس اوّلین تقریب کے سرگرم منتظمین میں سے محترمہ جمیلہ خان نے اس ضرورت پر زور دیا کہ ہم یہاں بھی وہی رُوح برقرار رکھیں جو ووکنگ میں کار فرما تھی۔ انھوں نے سرمایہ کی فراہمی اور تحریک کے مقاصد کی ترویج و ترقی کے لئے تجاویز طلب کیں۔ چنانچہ کمیٹی کے سامنے اشیاء کی فروخت کے سلسلہ میں کچھ تجاویز رکھی گئیں۔ ورکنگ کمیٹی ایسی تمام تجاویز کو ملحوظ رکھے گی۔

آخر میں مولانا محمد طفیل صاحب نے تمام شرکاء کی تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا اور جن خواتین و حضرات نے ماکولات و مشروبات کا انتظام کیا تھا، ان کے ایثار اور جذبۂ خدمت پر بالخصوص اظہارِ تشکر کیا۔

محترم کرنل سعید احمد مرحوم کی وفات پر تعزیتی ریزولیوشن

مقامی جماعت احمدیہ کی تنظیم خواتین کا یہ اجلاس جناب کرنل سعید احمد صاحب مرحوم و مغفور کی بے وقت اور اچانک وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم جماعت احمدیہ کا ایک قیمتی سرمایہ تھے۔ اور ان کی وفات سے جماعت احمدیہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی رُوح پر اپنے انعامات نازل فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ اجلاس ان کے اہل و عیال اور جملہ لواحقین سے گہرے تاسف کا اظہار کرتا ہے۔ اس صدمہ میں ہم سب ان کے ساتھ شامل ہیں۔ اور دست بدعا ...

- -

ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس صدمہ کے برداشت کرنے کی توفیق دے۔ اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

نیز اس ... قرار داد کی ایک کاپی بیگم صاحبہ کرنل سعید احمد صاحب مرحوم کو روانہ کی جائے اور ایک کاپی اخبار پیغام صلح میں برائے اشاعت بھیجی جائے۔ (دعائے فاتحہ)

سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

اعلان نکاح } میری دختر مسرت چودھری اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر برائے فزیکل ایجوکیشن جہلم کا نکاح چودھری اسحاق احمد صاحب ولد چودھری محمد دین صاحب کے ساتھ حافظ محمد ادریس صاحب نے ۷ ہزار روپیہ حق مہر پر مورخہ ۱۰ر نومبر بروز اتوار پڑھا۔ حرفین نے ۲۰-۲۰ روپے اشاعت قرآن کریم کے لئے دیئے۔ یہ تقریب نہایت سادگی اور اسلامی طریقہ سے ... انجام پائی۔ ۴۴ (خاکسار فضل داد پنشنر مکان 2/253 محلہ مسلم آباد گجرات) ۴۴ - اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کے لئے مبارک کرے۔ (ادارہ)

مکتوبِ جرمنی ـــــــــ محترم محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ اسلام

جرمنی میں ہماری تبلیغی مساعی

ہمارے ہاں خدا کے فضل سے عیدالفطر کا اجتماع حسب سابق جوش و خروش سے ہوا۔ مختلف اسلامی ممالک سے آئے ہوئے احباب مسجد میں جمع ہوئے۔ نمازِ عید کے بعد خطبہ ہوا۔ حاضرین کو چائے پیش کی گئی، بعدہٗ ۳۵ کے قریب احباب کو دوپہر کا کھانا کھلایا گیا۔ پھر نمازِ جمعہ ادا کی گئی۔ الحمد للہ۔ یہ دن بخیر و خوبی و بصد خوشی ہمارے ہاں گذرا۔

ماہ لیلۃ القدر کو بھی اجتماع ہوا تھا۔ افطاری ہوئی کھانا پیش کیا گیا۔ تلاوتِ قرآن کریم کے بعد درود شریف پڑھا گیا۔ تقریر ہوئی۔ بفضلہ تعالیٰ یہ اجتماع بھی بخیر و خوبی گذرا۔ ماہ رمضان کے دوران نماز تراویح مسجد میں پڑھی جاتی رہی۔

گذشتہ دنوں بان سے دعوت آنے پر مغربی جرمنی چلا گیا۔ وہاں سے ہالینڈ گیا۔ دی ہیگ۔ روٹرڈم میں اپنے احمدی بھائیوں سے ملاقات کی۔

خلیفہ صاحب، ... صاحب اور نجیب صاحب بھی ملے۔ ان کے ہاں دعوت بھی ہوئی کمیٹی کے دیگر احباب سے بھی ملاقات ہوئی۔ نہایت مخلص اور پُر جوش احباب ہیں ان کے سامنے ایک پروگرام ہے جس کے لئے وہ کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب فرمائے۔ میں نے مسجد برلین زشن سے ان کو متعارف کرایا۔ مالی مشکلات کا ذکر کیا۔ نجیب صاحب نے ہیگ کی جماعت کی طرف سے پانچ سو گلڈرز دینے کا وعدہ کیا۔ جگو صاحب نے اسی وقت میں پانچ صد گلڈرز نقد دے دیئے۔ .... ۱۷ر نومبر کو میری ایک تقریر ریڈیو RIAS پر نشر ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کویت کے ایک عربی روزنامہ میں ہمارے مشن کی تبلیغی مساعی کا ذکر تین تصاویر کے ساتھ شائع ہوا ہے اور بڑے تعریفی الفاظ لکھے گئے ہیں۔ الحمد للہ۔

بیاد ملک عبدالرحمان مرحوم } ملک عبدالرحمان مرحوم مالک سنٹرل فلور ملز قصور جناب ملک غلام محمد صاحب مرحوم رئیس لاہور کے فرزند اور جناب ملک بستو صاحب کے پوتے تھے یہ خاندان حضرت مسیح موعود کا فدائی تھا۔ جب کبھی حضرت مسیح موعودؑ لاہور تشریف لاتے تو ملک بستو مرحوم سے ملاقات ہوتی اور اکثر ملک بستو کی بگھی پر ہی سفر کرتے۔

ملک عبدالرحمٰن انتہائی مخلص اور سلسلہ کے شیدائی تھے۔ مالی قربانی میں پیش پیش رہتے آپ کا تعلق کچھ عرصہ تک جماعت ربوہ سے رہا، لیکن اپنی وفات سے چند سال پیشتر جماعت احمدیہ لاہور سے منسلک ہو گئے تھے۔ ان کی تبلیغی مساعی میں دلچسپی لیتے اور دُور رہنے کے باوجود جمعہ کی نماز میں نہایت پابندی سے شرکت فرماتے۔ حضرت مولانا صدرالدین ایدہ اللہ بھی ان سے نہایت شفقت سے پیش آتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلی رفیقہ حیات سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا کیں۔ دوسری اہلیہ محترمہ سے آپ کو دو بیٹے اور تین بیٹیاں عنایت فرمائیں۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کو آپ سے حد درجہ لگاؤ تھا۔ بالخصوص مرحوم کی بیماری کے ایام میں محترمہ نے دلسوزی سے خدمت کی ایک لمحہ کے لئے بھی آپ سے الگ نہ ہوئیں۔ اور ایک وفا شعار رفیقہ حیات کی طرح محبت، ایثار اور خدمت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

آپ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ کی چھوٹی ہمشیرہ میری اہلیہ ضیاء القمر صاحبہ انتقال کر گئی تھیں، جس کا مرحوم کو بہت صدمہ تھا۔ کیونکہ مرحومہ ایک محبت شعار بہن اور اپنے رفیق حیات کی محبت کیش، وفا شعار اور خدمت گذار ہم سفر تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ہمیں ان کے اعلیٰ خصائل پر چلنے کی توفیق بخشے۔ غم نصیب۔ ملک ناصرالدین خان۔ محمد نگر لاہور

تنظیم خواتین احمدیہ کا ماہانہ اجلاس } تنظیم خواتین احمدیہ مقامی جماعت لاہور کا ماہانہ اجلاس مورخہ ۴ر دسمبر بروز بدھ شام تین بجے بیگم ڈاکٹر وحید احمد صاحبہ کی کوٹھی 2/3-C سی۔ I۔ ... نزد نیا علیگڑھ پبلک سکول، گلبرگ میں منعقد ہوگا۔ جس میں امسال ہونے والے سالانہ جلسہ کے لئے اہم تجاویز پر غور ہوگا۔ لاہور میں مقیم تمام بہنوں سے شمولیت کی درخواست ہے۔ کہ وہ شریک ہو کر اپنی قیمتی رائے سے مستفید فرمائیں۔ سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

متفرقات

وہ تو میرزائی تھا!

تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک مولانا نے حکایت بیان کی۔ فرمایا۔ "حضرت موسٰیؑ کا معمول تھا۔ کہ وہ روزانہ رات کے وقت کوہِ طور پر اللہ میاں سے ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے اور روزانہ محب و محبوب میں راز و نیاز کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ موسٰیؑ کی طرف سے مسلسل دو دن کی غیر حاضری ہوگئی۔ تیسرے دن حاضری ہوئی۔ تو اللہ میاں نے دریافت فرمایا۔ موسٰیؑ! میرے بندے! پچھلے دو دن کہاں رہے؟ .... موسٰیؑ نے بڑے ادب اور خوف سے عرض کیا۔ میرے مولا۔ مجھ سے ایک شخص قتل ہوگیا تھا۔ پس اپنے اسی ظالمانہ فعل کی ندامت کے باعث حاضری میں کوتاہی ہوئی ——— وہ کون شخص تھا موسٰیؑ؟ اللہ عزّوجل نے پوچھا جس کے جواب میں حضرت موسٰیؑ نے اس کا حسب و نسب اور اتہ پتہ بتایا۔ جس پر اللہ میاں نے فرمایا:

موسٰیؑ کچھ غم نہ کر۔ یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ ہم تمہارے اس فعل سے بہت خوش ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ "میرزائی" تھا۔" (ہفت روزہ "لاہور")

مصلحین کم اور مفسدین زیادہ

"اگر ہم صدقِ دل سے اپنے قومی کردار کا جائزہ لیں تو لامحالہ اس نتیجہ پر پہنچیں گے۔ کہ ہم من حیث القوم مصلحین کم اور مفسد زیادہ ہیں۔ اللہ تعالٰی نے ہمیں غلامی سے نجات دی۔ اور ایک وسیع و عریض آزاد مملکت عطا کی۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ ہم اس نعمتِ غیر مترقبہ پر اللہ تعالٰی کا شکر بجا لاتے مصلحین بنتے۔ لیکن ہمارے دلوں میں چونکہ نفاق کا مرض تھا۔ اس لئے ہم مفسدین بن گئے۔ دنیا میں شاید ہمارے معاشرے جیسا کوئی دوسرا معاشرہ نہ ہوگا۔ جہاں اشیائے خوردنی تک خالص نہ ملتی ہوں۔ جہاں اشیائے خوردنی تو کجا زہر تک خالص نہیں ملتا۔ یہاں جو چیز ملتی ہے ناخالص ملتی ہے۔ یہاں ہر جنس، جنس کاسد ہے۔ بچوں کو خالص دودھ نہیں ملتا۔ بیماروں کو خالص دوا نہیں ملتی، جوانوں کو خالص غذا میسر نہیں آتی۔ پھر بھی ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں"۔ (روزنامہ امروز ۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۲ء جمعہ ایڈیشن)

مراسلہ

تحریکِ تکمیلِ پاکستان

برادرانِ اسلام - قائدِ اعظم نے ایک ایسے پاکستان کا تصور پیش کیا تھا جو برِّصغیر کی تمام مسلم آبادی پر مشتمل ہو۔ قائدِ اعظم نے ہی کسی کے حساب سے رقبہ زمین اور مغربی سے مشرقی تک راستہ (CORRIDOR) کا مطالبہ کیا تھا۔ اس وقت بھارت میں مسلمانوں کی آبادی سترہ کروڑ ہے۔ (بحوالہ روزنامہ مشرق ۲۱-۱۱-۷۲) اور بنگلہ دیش کی سات کروڑ

کُل چوبیس کروڑ

بھارت اور بنگلہ دیش کی کُل آبادی ساٹھ کروڑ ہے۔ اس تناسب سے مسلمانوں کی آبادی کا چالیس فی صد ہیں۔ اور اس بنا پر کُل رقبہ میں سے چالیس فیصد رقبہ زمین پر مسلمانوں کا حق ہے۔ موجودہ پاکستان کی آبادی چھ کروڑ ہے۔ ابھی ابھی صرف بیس فیصد پاکستان وجود میں آیا ہے۔ اور اسّی فیصد کام باقی ہے۔

یہ مسئلہ نہایت سنجیدہ غور و فکر اور گہری توجہ کا مستحق ہے۔

درخواست دُعا

جھنگ سے محترم میاں غلام حیدر تمیم صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ان کے برادر محترم میاں غلام شبیر صاحب ایک عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں۔ کافی کمزور ہو چکے ہیں اور ہم سب ان کے بارے میں فکرمند ہیں۔ احباب بالخصوص بزرگانِ سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ ان کی صحتیابی کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔ ادارہ پیغامِ صلح میاں صاحب موصوف کی ہم نوائی میں برادرانِ جماعت سے عرض گذار ہے کہ وہ اپنے محترم بھائی کی شفائے کامل کے لئے دعا کریں۔ تاکہ وہ دینِ اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔

ارشاداتِ حضرتِ امام سلام اللہ علیہ

۱۔ مجددینِ اُمت کا کام

"اندھیریاں چلیں۔ اور بادِ تند چلی ہوا۔ اور اس گھر کی نقش و نگار پر گرد و غبار بیٹھ جائے۔ اور ان کی خوبصورتی چھپ جائے۔ اور کوئی اس کا کوئی وارث اس گھر کو صاف اور سفید کرنا چاہے مگر اس کو منع کر دیا جائے۔ کہ گھر تو مکمل ہو چکا ہے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ منع کرنا سراسر حماقت ہے۔ افسوس کہ ایسے اعتراضات کرنے والے یہ نہیں سوچتے۔ کہ تکمیل شئے دیگر ہے اور وقتاً فوقتاً ایک مکمل عمارت کی صفائی کرنا یہ اور بات ہے۔ یہ یاد رہے کہ مجدد لوگ دین میں کچھ کمی بیشی نہیں کرتے۔ ہاں گمشدہ دین کو پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں"۔

۲۔ میں سچ کہتا ہُوں

اور میں خدا تعالٰی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح ایک سچے مسلمان کو لانا چاہیئے۔ میں ایک ذرّہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں اور میرا یہی مذہب ہے، کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے۔ اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ آپ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔"

۳۔ ہمارا مذہب اور عقیدہ

"آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی، جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ جو اس کو چھوڑے گا۔ وہ جہنم میں جائے گا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔"

۴۔ خُدا کا دیا ہُوا علم

"بار بار کہتا ہوں کہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ ایسے ہی وہ نبی کہ کے پکارا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔"

بیداری کی نئی لہر

چک نمبر ۸۱ جنوبی (سرگودھا) سے برادر محترم چوہدری نور محمد صاحب کے مکتوب کا ملخص ہدیۂ احباب ہے:-

"۷ر ستمبر کے اعلان کے بعد مقامی جماعت میں بیداری کی نئی لہر دوڑ گئی ہے۔ اللہ تعالٰی کے فضل و کرم کی بارش نے ابتلاء کی دہشت انگیزی کو اس طرح دھو ڈالا ہے، جس طرح بارش سے پتوں کا گرد و غبار دھل جاتا ہے۔ جماعتی اور ایمانی روح جو ۷ر ستمبر سے قبل مضمحل ہو چکی تھی اُبھر رہی ہے۔ دنیاداری طوفان کے جو زنگ دلوں پر مسلط تھے، قضا و قدر کی حکمت نے انہیں کھرچ کھرچ کر علیحدہ کر دیا ہے۔ خدا کی یاد نے دلوں کو پھر گرما دیا ہے اور ہمیں اپنے اغراض و مقاصد بارونق مستقبل پھر سے نظر آ گیا ہے۔ غرضیکہ حقیت اور صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق جماعت کا ذہن صاف ہو کر مستحکم ہو گیا ہے۔ آج جماعت کا ہر ممبر پھر سے مبلغ بن گیا ہے اور تبلیغ کر رہا ہے اور ہم پورے وثوق اور یقین کے ساتھ صراطِ مستقیم پر جادہ پیما ہیں۔ اب باجماعت نماز کی حاضری ۵۰ فیصد بڑھ گئی ہے۔ بتوزیع و فنوع میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اور آج ہم راہِ حق میں زیادہ سے زیادہ دنیاوی نقصان اور تکالیف خوشی خوشی برداشت کرنے پر آمادہ ہیں ہمیں یقین ہے کہ دوسری جماعتوں اور خود مرکز میں یہی تڑپ جاری و ساری ہے۔ ھذا من فضل اللہ تعالٰی۔

حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُسوۂ کامل

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ

مشکلات و مصائب کی بھٹی میں پڑ کر فطرت انسانی کا کچا لوہا، دمکتا ہوا سونا بن جاتا ہے انسان کی خوبیاں جوہر ذاتی غرضیکہ جو کچھ اس میں قابل تعریف مضمر ہو۔ وہ مصائب اور تکالیف کے موقعہ پر ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر اس میں کوئی خوبی ہے۔ تو وہ انسان شہرت ابدی حاصل کر لیتا ہے، ورنہ قعر گمنامی میں گر جاتا ہے۔ پس ان لوگوں کو جو کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں، مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

جب غارِ حرا میں آپؐ کو منصب نبوت پر سرفراز کیا گیا تو معاً آپ پر ذمہ داری کا وہ پہاڑ ٹوٹ پڑا جس کے بوجھ سے آپؐ کے بدن میں کپکپاہٹ پیدا ہو گئی۔ آپؐ بعجلت تمام دولت کدہ واپس آئے۔ اور حرم محترمہ سے فرمایا "مجھے چادر اوڑھا دو" جب ذرا افاقہ ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا "اے خدیجہ میں جس کے متعلق کوئی بھی یقین نہ کرے گا۔ یا تو "نبی" کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہوں۔ یا مجھ پر کسی مخفی طاقت کا تسلط ہو گیا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ ("اعوذ باللہ!) اے ابوالقاسم، خدا کبھی آپؐ پر کسی شیطانی طاقت کو مسلط نہ ہونے دے گا۔ کیونکہ آپؐ صادق القول ہیں۔ برائی کا بدلہ برائی نہیں کرتے۔ خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ پاک زندگی بسر کرتے ہیں۔ احباء اور اقرباء پر کرم فرماتے ہیں۔ اور دکھیا و بازار میں کبھی یا وہ گوئی نہیں کی۔ پھر کہنے آپؐ نے کوئی نئی بات کیا واقعہ گذرا؟ کوئی خوفناک بات آپ نے دیکھی؟ آپ نے مفصل حالات سے اطلاع دی، اس پر انہوں نے کہا، اے محترم شوہر! تسلی رکھئے، جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے وہ میرا گواہ ہے۔ آپؐ ضرور قوم کے لئے نبی کئے جائیں گے۔ اگر نبی کریم صلعم (نعوذ باللہ) اپنے دعوے میں مفتری ہوتے۔ تو کیا آپ ایسی حالت پریشانی میں اپنے گھر جاتے اور اپنی بیوی سے جو تمام رازوں سے واقف تھیں، جملہ باتیں بیان کرتے؟ اور کیا کبھی خدیجہ اُن سے اس طرح خطاب کرتیں۔ اگر فی الواقع آپؐ کا کیریکٹر ستر اور درجہ نبوت نہ ہوتا؟ یسوع صاحب تو اپنے اقرباء اعزہ کو بھی دائرۂ ارادت میں شامل نہ کر سکے۔ اور تو اور اُن کے بھائی ان پر ایمان نہ لائے۔ بلکہ انہیں مخبوط الحواس سمجھتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے تو اپنا راز دل ان سے کہا جو آپؐ سے خوب واقف تھے یعنی زوجہ بھائی اور احباب جنہوں نے آپؐ کے ساتھ برسوں ہم نوالگی میں گذارے تھے، اور آپؐ کی حرکات و سکنات تک سے واقف تھے۔ اگر وہ لوگ آپؐ میں شمہ بھر بھی ریاکاری، دنیاداری، بے ایمانی دیکھ لیتے تو وہ لوگ کبھی ہرگز آپؐ کی دعوی پر ایمان نہ لاتے۔ اُن لوگوں کا آپؐ پر ایمان لے آنا ہی آپؐ کے چال چلن کی عمدگی اور دعوے کی صداقت کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ آپ کے چچا ابو طالب نے یہ کہدیا تھا۔ کہ میں اپنے آباو اجداد کے مسلک کو ترک نہیں کر سکتا لیکن جب انہوں نے اپنے بیٹے علی کے قبول اسلام کا ذکر سنا تو انہیں بلا کر کہا "مجھے یقین ہے کہ میرا بھتیجا محمدؐ (صلعم) سوائے نیکی کے اور کسی طرف نہیں بلائے گا۔ پس تم بخوشی خاطر اس کی اتباع کرو۔

جب آپؐ نے نبوت کا دعوے کیا تو اہل مکّہ نے کہا کہ آپؐ پر کذب اور افتراء کا الزام تو عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ دونوں برائیاں آپؐ میں کبھی پائی ہی نہیں گئیں۔ پس لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ (معاذاللہ) آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے بعضوں نے خیال کیا کہ آپ مبالغہ پسند شاعر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اُن لوگوں کے خیالات کی طرف بایں الفاظ اشارہ کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محمدؐ مخبوط الحواس ہے، یا شاعر ہے یا مسحور و مجنون ہے وغیرہ۔" بہرحال انہوں نے آپؐ کو "کاذب" کبھی نہیں کہا ایک مرتبہ عمائدین قریش سرگرم گفتگو تھے بسبیل تذکرہ آپؐ کا ذکر آ گیا جس پر قریش میں سے ایک تجربہ کار شخص موسوم بہ نظر حارث نے کہا۔ "اے اہلِ قریش! تم لوگ ابھی تک اس مشکل کو نہیں ٹال سکے، جو تم لوگوں کے سر دن پر آئی ہوئی ہے۔" آخر محمدؐ تمہارے سامنے بچہ سے جوان ہوئے۔ اور تم خوب جانتے ہو کہ انہوں نے مدت العمر جھوٹ نہیں بولا۔ بلکہ وہ تمہارے نزدیک سب سے زیادہ ایماندار، صادق اور ہر دلعزیز قرار دیئے جا سکتے ہیں، تو جب ان کے بال سفید ہونے آئے تو تم کو ان کے دعاوی پر یہ کہنے کی جرأت کرتے ہو کہ وہ پاگل ہیں، جادوگر ہیں، کاہن ہیں، شاعر ہیں وغیرہ وغیرہ۔ خدا کی قسم میں نے کئی مرتبہ محمدؐ کو تقریر کرتے ہوئے سُنا ہے۔ وہ نہ شاعر ہیں نہ پاگل، نہ جادوگر، نہ کاہن۔ مجھے یقین ہے۔ کہ انکار حق کی پاداش میں تم پر ضرور کوئی نہ کوئی آفت نازل ہوگی۔"

ابوجہل جو آپؐ کا اشد مخالف تھا، کہا کرتا تھا۔ کہ "محمدؐ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ تم کاذب ہو، مگر جو کچھ تم لوگوں کو تلقین کرتے ہو وہ ضرور غلط ہے۔ اور میں اسے دروغ جانتا ہوں۔

زمانِ بعثت سے تین سال تک آپ خاموشی کے ساتھ لوگوں کو بت پرستی کے ترک کر دینے کی ترغیب دیتے رہے۔ لیکن قدیم عقائد مضبوطی کے ساتھ ان کے دلوں میں گھر کر چکے تھے۔ علاوہ ازیں ان عقائد کے قیام سے آپ کی قوم کے لوگوں کی ذاتی اغراض بھی وابستہ تھیں۔ بلکہ ان کا اقتدار قومی اور بسراوقات دونوں اسی مذہب قدیم پر منحصر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے آپ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا۔ پہلے تین سال تک موت و زیست والا معاملہ رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے معدودے چند لوگوں کو راہِ راست دکھائی۔ لیکن آپؐ نے ہمت نہ ہاری۔ آپ خاموشی کے ساتھ تبلیغ میں مصروف رہے۔

مکہ کے لوگ اگرچہ آپؐ کو مجنون یا آسیب زدہ سمجھتے تھے۔ لیکن شروع شروع میں انہوں نے زیادہ مخالفت نہ کی۔ لیکن جب دوبارہ حکم الٰہی ان الفاظ میں نازل ہوا :۔

"اے چادر میں لپٹے ہوئے اُٹھ! اور ڈرا لوگوں کو، اور اپنے ربّ کی بڑائی کر۔ اپنے کو پاک کر اور ناپاکی سے احتراز کر" تو آپؐ نے مستقل کام کرنے کا تہیّہ فرمالیا یہ پیغام دراصل دوسروں کے لئے تھا کہ لوگوں کو چاہیئے کہ بری باتیں چھوڑ دیں۔ اور ناپاک خیالات کو ترک کریں۔ اپنے روحانی پارچات کو پلیدی سے پاک کریں جن میں وہ اپنے اعمال بد اور اعتقاد فاسد کے سبب ملبّس تھے۔ اس پیغام الٰہی پر آپؐ نے ارادہ کر لیا کہ وہ قریش کو بت پرستی چھوڑنے کی تبلیغ کریں۔ پس ایک دن آپ نے جملہ اعیانِ قریش کو کوہ صفا پر جمع کیا۔ اور یوں خطاب کیا۔ "یا معشر القریش۔ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک فوج عظیم تم پر حملہ آور ہونے کے لئے پوشیدہ ہے۔ تو کیا تم اس پر یقین کرو گے؟" سب نے کہا۔ "بے شک، بے شک۔ کیونکہ جہاں تک ہمارا علم گواہی دیتا ہے۔ تو نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔" تب آپؐ نے کہا۔ کہ "خدا تم سے ناراض ہے۔ کیونکہ تم نے اُسے چھوڑ کر بت پرستی اختیار کی۔ اور جن لوگوں نے خدا کے احکام سے سرتابی کی ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔ پس گناہوں سے توبہ کرو اور راہِ راست پر آجاؤ۔" یہ سُن کر لوگوں نے آپؐ پر آوازے پھبتیاں کسے اور منتشر ہو گئے۔ ان لوگوں سے ناامید ہو کر آپؐ نے ان لوگوں کو تلقین فرمانی شروع کی، جو باہر سے بغرض تجارت مکہ میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس پر قریش نے مزاحمت شروع کی۔ اکثر اوقات آپؐ کے دشمن گلی کوچوں میں کھڑے ہو کر اجنبی لوگوں کو آپؐ کے ساتھ بات کرنے سے روکتے تھے۔ اور یہ کہکر ڈرا دیتے تھے کہ اس سے بات نہ کرنا یہ جادوگر ہے۔ عیب جوئی، ازالہ حیثیت عرفی، اور دشنام طرازی غرضیکہ آپؐ کے خلاف سارے حربے استعمال کئے گئے لیکن آپ خاموشی سے اپنا کام کرتے رہے۔ تبلیغ اسلام کے متعلق جس قدر مستعدی آپؐ کی طرف سے ظاہر ہوتی تھی، اسی قدر مخالفت میں شدت ہوتی جاتی تھی۔ دشمنوں نے آپؐ کو خانہ کعبہ میں نماز سے روک دیا اور آپؐ کی حرکات و سکنات پر پہرے لگا دیئے۔ لیکن ان باتوں سے آپؐ کی ہمت میں کوئی فرق نہ آیا۔ کئی دفعہ آپ کی جان لینے کی کوشش کی گئی لیکن آپ کے بے نظیر استقلال اور ہمت نے ہمیشہ ان منصوبوں کو خاک ہی میں ملا دیا۔ اور نہ ان باتوں سے آپ کے مشاغل تبلیغی میں کوئی فرق پڑا، جس قدر وہ مخالفت کرتے تھے۔ اسی قدر آپ جوش تبلیغ دکھاتے تھے۔ دشمنوں نے اپنی ساری طاقتیں آپؐ کے خلاف استعمال کرنی شروع کر دیں۔ لیکن آپ نے صرف اتنا ہی کہا کہ قدیم زمانہ میں جب کبھی لوگوں نے انبیاء کی مخالفت کی، تو اس کا انجام یہی ہوا۔ کہ وہ لوگ خائب و خاسر ہوئے۔ اور ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ اسی طرح تم لوگ

جلد ۶۱ | چہارشنبہ - ۱۹ ذیقعد ۱۳۹۴ھ - ۴ دسمبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۴۵

(حضرت مجدد صد چہاردہم سلام اللہ علیہ)

سلسلہ احمدیہ کے ذریعے سچائی پھیلے گی اور پاک تبدیلی ہوگی

میں خدا تعالےٰ پر ایسا ایمان پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالےٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے اور اس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے اس پر موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اُس کو ملے۔ گناہ سے لذت پانے کی بجائے اس کے دل میں نفرت پیدا ہو۔ جس کی یہ صورت ہو جاوے وہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانہ میں یہی حالت ہو رہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی۔ کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو اس منزل پر انسان کو پہنچاوے اور یہ فطرت اس میں پیدا کرے۔ ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کر سکتے۔ یہ بلا عام ہو رہی ہے۔ اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے مَیں سچ کہتا ہوں خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے بلکہ ملائکہ کا مسجود ہوتا ہے نورانی ہو جاتا ہے۔ غرض جب اس قسم کا زمانہ دنیا پر آتا ہے کہ خدا کی معرفت باقی نہیں رہتی اور نیکوکاری اور ہر قسم کی بدکاریاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں۔ خدا کا خوف اُٹھ جاتا ہے۔ اور خدا کے حقوق بندوں کو دئیے جاتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ اسی حالت میں ایک انسان کو اپنی معرفت کا نور دیکر مامور فرماتا ہے۔ اس پر لعن طعن ہوتا ہے اور ہر طرح سے اس کو ستایا جاتا اور دُکھ دیا جاتا ہے۔ لیکن آخر وہ خدا کا مامور کامیاب ہو جاتا اور دنیا میں سچائی کا نور پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور مجھے بخشا ....

مَیں سچ کہتا ہوں کہ اس وقت آسمان باتیں کر رہا ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ زمین کے رہنے والوں میں ایک پاک تبدیلی ہو جس طرح سے ہر ایک بادشاہ طبعاً چاہتا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ اسی طرح منشاء الٰہی اس وقت یوں ہی ہو رہا ہے کہ اس کی عظمت و جبروت کا اہل دنیا کو علم ہو۔ اور وہ خدا جو پوشیدہ ہو رہا ہے۔ دنیا پر اپنا ظہور دکھائے۔ اس لئے اس نے اپنا ایک مامور بھیجا تاکہ دنیا کا نظام جاتا رہے ....

.... لوگ آکر ہمارے پاس گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ ان میں انکسار فروتنی پیدا ہوتی ہے۔ اور رذائل دور ہو کر اخلاقِ فاضلہ آنے لگتے ہیں۔ اور سبزہ کی طرح آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں۔ اور اپنے اخلاق اور عادات میں ترقی کرنے لگتے ہیں۔ انسان ایک دم میں ہی ترقی نہیں کر لیتا۔ بلکہ دنیا میں قانونِ قدرت یہی ہے۔ کہ ہر شئے تدریجی طور پر ترقی کرتی ہے۔ اس سلسلہ سے باہر کوئی شئے ہو نہیں سکتی۔ ہاں ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ **آخر سچائی پھیلے گی اور پاک تبدیلی ہوگی**۔ یہ میرا کام نہیں ہے۔ بلکہ خدا کا کام ہے۔ اس نے ارادہ کیا ہے کہ پاکیزگی پھیلے۔ دنیا کی حالت مسخ ہو چکی ہے۔ اور اسے ایک کیڑا لگا ہوا ہے پوست ہی پوست باقی ہے مغز نہیں رہا۔ مگر خدا نے چاہا ہے کہ انسان پاک ہو جاوے۔ اور اس پر کوئی داغ نہ رہے۔ اسی واسطے اس نے محض اپنے فضل سے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ (ملفوظات احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۲۸۶-۲۸۷)

پروگرام

ساٹھواں جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بتاریخ ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۷۴ء (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام مسجد احمدیہ "دار السلام" (نزد یونیورسٹی کیمپس)

۵ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

۲۷ دسمبر ۱۹۷۴ء۔ بروز جمعۃ المبارک

صبح ۹ بجے سے ½۱۲ بجے دوپہر تک خواتین کا جلسہ ہوگا جس کا پروگرام الگ شائع کیا گیا ہے۔

۲ بجے سے پانچ بجے تک

پہلا اجلاس: زیر صدارت الحاج جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی

خطبہ جمعہ و نماز جمعہ : حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز: ۲ بجے سے ۳ بجے تک

تلاوت قرآن مجید و نظم ۔۔ : مرزا محمد سلیم صاحب و محمد اعظم علوی صاحب ۔۔ : ۳ بجے ۲۰۔۳ تک

ملفوظات حضرت مسیح موعود : مولانا دوست محمد صاحب ۔۔ : ۲۰۔۳ سے ۴۰۔۳ تک

انسانیت کا معراج ۔۔ : مرزا محمد لطیف صاحب مولوی فاضل شاہد : ۴۰۔۳ سے ۴ تک

"احمدیت کی نئی نسل اور جماعتی مقاصد" کی طرف ۔ پروفیسر خلیل الرحمان صاحب ایم اے ۔۔۔ : ۴ سے ۲۰۔۴ تک

تقریر ۔۔ : حضرت مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی : ۲۰۔۴ سے ۵ تک

رات کو ۷ بجے سے ۹ بجے تک شبان الاحمدیہ کا اجلاس ہوگا۔

۲۸ دسمبر ۱۹۷۴ء۔ بروز ہفتہ

(نماز فجر اور درس قرآن کریم کے بعد احمدیہ کانفرنس منعقد ہوگی)

پہلا اجلاس: ۹ بجے صبح سے ½۱۲ بجے تک

زیر صدارت: جناب شیخ نثار احمد صاحب

تلاوت قرآن مجید و نظم : مولوی عبد الرحمان صاحب (مصری) مرزا محمد سلیم صاحب : ۹ بجے سے ۳۰۔۹ تک

تقریر ۔۔ : میاں بشیر احمد صاحب منٹو۔ ایم۔ اے : ½۹ بجے سے ۱۰ تک

مغرب سے طلوع آفتاب { ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بی ایس سی۔ ایم۔ بی بی ایس، ڈی پی ایچ (لندن) ریٹائرڈ کیمیکل اگزامینر } ۱۰ بجے سے ۴۵۔۱۰ تک

رپورٹ سالانہ { سیکرٹری جنرل مرزا مسعود بیگ صاحب۔ ایم اے بی ٹی۔ ڈی پی ای ایس ریٹائرڈ } ۴۵۔۱۰ سے ½۱۱ بجے تک

"آنکھ کے پانی سے پاک دیکھ کر دہ اس کا علاج" { الحاج ڈاکٹر سعید احمد صاحب (ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائرکٹر ہیلتھ) } ½۱۱ سے ۱۲ بجے تک

اپیل ۔۔ : حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز : ۱۲ بجے سے ½۱۲ بجے تک

دوسرا اجلاس: زیر صدارت جناب میاں غلام حید صاحب تمیم (ریٹائرڈ انسپکٹر جنرل پولیس)

½۲ بجے بعد دوپہر سے ۵ بجے شام تک

تلاوت قرآن مجید و نظم : حافظ شبیر محمد صاحب۔ عبد العلی صاحب : ½۲ بجے سے ۳ تک

تقریر ۔۔ : مولانا عبد المنان عمر صاحب ایم اے ۔۔ : ۳ بجے سے ½۳ تک

تقریر ۔۔ : چوہدری محمد عزیز صاحب ایڈوکیٹ : ½۳ بجے سے ۴ بجے تک

جماعتی مقاصد میں نئی نسل کا مقام: جناب کیپٹن عبد الواجد صاحب ۔ : ۴ بجے سے ½۴ تک

تقریر ۔۔ : مسعود اختر صاحب ایڈوکیٹ : ½۴ بجے سے ۵ بجے تک

رات کو ۷ بجے مجلس معتمدین (جنرل کونسل) کا اجلاس ہوگا۔

۲۹ دسمبر ۱۹۷۴ء۔ بروز اتوار

زیر صدارت ۔۔ الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے

۹ بجے صبح سے ۱ بجے تک

تلاوت قرآن مجید و نظم : ڈاکٹر سعید احمد صاحب، بشیر احمد صاحب لائلپوری : ۹ بجے سے ½۹ بجے تک

تقریر ۔۔ : بشارت احمد صاحب بقا۔ بی اے ۔۔۔ : ½۹ سے ۱۰ بجے تک

تقریر ۔۔ : { جناب نصیر احمد صاحب فاروقی (ریٹائرڈ ممبر چیف الکشن کمشنر پاکستان) } ۱۰ بجے سے ½۱۰ بجے تک

خاتم النبیین ۔۔ : حافظ بشیر محمد صاحب خوشابی مقیم جزائر فیجی : ½۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک

تقریر ۔۔ : الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان و امریکہ : ۱۱ بجے سے ½۱۱ تک

استقامت ۔۔ : جناب شیخ نثار احمد صاحب ۔۔ : ½۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک

تقریر ۔۔ : { جناب شیخ عبد الرحمان صاحب مصری بی اے (فاضل جامعہ الازہر مصر) } ۱۲ بجے سے ½۱۲ تک

اختتامی تقریر : حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز : ½۱۲ بجے سے ۱ بجے تک

ضروری اطلاعات و ہدایات

۱۔ موسم کے لحاظ سے گرم بستر اپنے ہمراہ ضرور لائیں۔

۲۔ شمولیت جلسہ کے لئے ۱۵ دسمبر سے قبل مرکز کو اطلاع دیں تاکہ آپ کی رہائش کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔

۳۔ یہ بھی اطلاع دیں کہ آپ ریل۔ ویگن یا بس کے ذریعہ آرہے ہیں، تاکہ اس کے مطابق آپ کے استقبال کا انتظام کیا جائے۔

۴۔ ہر جماعت اپنے ہمراہ چند رضاکار ضرور لائے جو اپنی جماعت کی ضروریات پوری کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔ ان رضاکاروں کو اپنی ضروریات سے باخبر کریں۔

۵۔ قیام و رہائش اور خورد و نوش کا جملہ انتظام دار السلام میں ہی ہوگا۔

۶۔ احمدیہ بلڈنگس میں قیام پذیر افراد اور ایسے احباب جو بروقت احمدیہ بلڈنگس میں آجائیں کے دار السلام پہنچانے کا بندوبست حسب معمول کیا گیا ہے۔ اس غرض سے صبح ½۷ بجے سے ½۸ بجے تک سواری کا انتظام ہوگا۔

(اوقات نماز)

نماز فجر: ۶ بجے صبح۔ نماز ظہر و عصر: ۲ بجے بعد دوپہر۔ نماز مغرب و عشاء ½۵ بجے

نماز فجر کے بعد روزانہ درس قرآن ہوگا اور درس کے بعد چائے حسب معمول مسجد میں ہی پلائی جائے گی۔

اوقات طعام: دوپہر ایک بجے سے دو بجے تک۔ شام ۶ بجے سے ۷ بجے تک

خاکسار: عبد الحق۔ بی ایس سی، بی ٹی، ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر۔ مہتمم جلسہ سالانہ ۱۹۷۴ء

یوم احترامِ انسانیت

تنظیم اقوام متحدہ بلا امتیاز رنگ، نسل، ملک، عقیدہ، دنیا کے ہر انسان کی غربت، جہالت اور ذلت کی زنجیریں توڑنے کے لئے زندگی کے مختلف میدانوں میں کام کر رہی ہے اور اس کوشش میں ہے کہ تمام اقوام امتیازات اور اختلافات کو دُور کرکے باہمی تعاون سے اس سطح ارضی پر انسان کو امن، انصاف اور خوشحالی عطا کریں، اس سلسلے میں مناسب ہوگا کہ عصر حاضر میں اس ضمن میں جو نشیب و فراز آئے ان کا جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ نسلِ انسان صدیوں کے انتشار، جدال و قتال اور باہمی استحصال کے بعد کس طرح اس جنت میں داخل ہو سکتی ہے۔ جہاں سے نکلنے پر مجبور ہوئی تھی۔

اس سلسلے میں ہمیں قرونِ اوسط میں جانا ہوگا۔ گیارہویں، بارہویں اور تیرھویں صدی عیسوی میں اس زمانے کی آباد دنیا نے صدیوں تک دنیا کی وہ خوفناک خونریزی دیکھی جسے تاریخ میں حروب صلیبیہ یا عیسائیوں اور مسلمانوں کی مذہبی جنگ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس لڑائی کے اسباب (جہالت، توہم پرستی اور وحشت) کے سوا کچھ نہ تھے، لیکن اس کے زیر اثر تین صدیوں تک یورپ، مصر، شام اور فلسطین کے علاقے ہولناک بربادی کی بھینٹ چڑھتے رہے لیکن اس کے دُور رس نتائج بالخصوص یورپ میں ظاہر ہوئے، اکثر جاگیردار ہلاک و پراگندہ حال ہو گئے، تجارت نے ترقی کی، مسلمانوں کے ساتھ میل جول سے یورپ کے عوام کو مسلمانوں کے مذہب، اخلاق اور ترقی کا درست اندازہ ہوا، تو اس کے ساتھ ساتھ اہلِ یورپ میں علم اور تحقیق کی تڑپ پیدا ہوئی اور اسی تڑپ نے تحریک احیائے علوم کی شکل اختیار کر لی۔

تحریک احیائے علوم کی توسیع کے ساتھ ساتھ اہلِ یورپ نے جہاں سائنسی اور طبعی علوم کو ترقی دی، وہاں فلسفہ، تاریخ، منطق وغیرہ نے ذہنوں کو جلا بخشی، لوگوں پر اہلِ مذہب کی توہم پرستی اور مذہبی نظریات کی فرسودگی کو نمایاں کیا۔ اور جدید تحقیقات نے پادریوں کی معلومات کا طلسم توڑ دیا۔ جہالت اور تقلید حقیقت کو آسانی سے قبول نہیں کرتی پس مذہبی اجارہ داروں نے ہر نئی دریافت کو خلافِ مذہب قرار دے کر اہلِ علم کو کافر اور دشمنِ دین ٹھہرایا۔ اس طرح اہلِ علم اور اہلِ کلیسا میں ٹھن گئی۔ تحریک اصلاح کلیسا کا آغاز ہوا۔ یورپ بھر میں عوام دو فرقوں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں بٹ گئے، اور داخلی دینی لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ جس سے آہستہ آہستہ لوگوں کی مذہب سے دلچسپی کم ہوتی گئی۔ لوگ مذہبی عقائد سے متنفر ہوتے گئے حتیٰ کہ "انسان دوست" علماء کا ایک بڑا طبقہ ابھر آیا۔ جس نے مذہبی، سیاسی، اور معاشی مظالم کے خلاف آواز بلند کی، اہلِ مذہب کی تنگ نظری، سیاسی تشدد و بے انصافی اور معاشی اونچ نیچ کے خلاف ہر ملک میں صدائیں بلند ہونے لگیں تاہم اہلِ کلیسا، جاگیر داروں اور سلاطین نے ہتھیار نہ ڈالے اور علاقائی اور نسلی تعصبات کو ہوا دے کر یورپ کو متحارب مُلکوں میں بانٹ دیا مگر انسان دوست اہلِ نظر نے ہمت نہ ہاری۔ حتیٰ کہ ایک طرف انہوں نے مذہبی راہنماؤں کے اختیارات کو ختم کیا، دوسری طرف جمہوریت کے فروغ کی ہوا چلائی اور سلاطین کی گدیاں خطرے میں پڑ گئیں۔ صنعتی ترقی نے مزدور طبقہ پیدا کیا جسے منظم کرکے معاشی لوٹ کھسوٹ کے خلاف ضرب لگائی گئی۔ اس طرح دنیا بھر میں نفرت کی فضا صاف ہونے لگی، اور باہمی تعاون ترقی اور اعلےٰ انسانی قدروں کو فروغ ہونے لگا۔

لیکن انتشار پسند خود غرض لوگوں کی ہمتیں پست نہ ہوئیں۔ معاشی لوٹ کھسوٹ کے لئے قومی دھڑوں نے جنگوں، منافرت، استحصال اور ناانصافیوں کو ختم نہ ہونے دیا۔ اس کے خلاف اٹھارویں اور انیسویں صدی میں کئی انسان دوست تحریکیں جاری ہوئیں جنہوں نے انسانوں کو متحد کرنے، استحصال کو ختم کرنے اور تمام اقوام کو انسانیت کے علم تلے متحد کرنے کی سعی جاری رکھی۔ ان کا اوّلین مرکز تو فرانس تھا۔ جہاں سب سے پہلے "آزادی، مساوات اور اخوت" کا نعرہ لگایا گیا، جس نے بادشاہت، جاگیرداری اور مذہبیت کا خاتمہ کرکے دنیا کو علم و دانش کا گرویدہ بنا دیا۔ فرانسیسی فلاسفہ کی انسان دوست تعلیمات نے امریکہ میں آزادی کی لہر دوڑائی۔ اس ملک میں بلا امتیاز تمام انسانوں کو احترام بخشا اور جب امریکی حبشیوں پر مظالم حد سے بڑھے تو اہلِ دانش امریکیوں نے غلامی کے خلاف آواز اٹھائی۔ حتیٰ کہ حبشیوں کو آزادی بخشنے کے سلسلے میں امریکہ کے یورپی باشندوں کے درمیان خانہ جنگی ہوئی۔ بیسویں صدی کے ربع اوّل میں روس میں کمیونسٹوں نے کامیاب بغاوت کی اور اس طرح دنیا کی اوّلین اشتراکی حکومت منصۂ شہود پر آئی۔

اب دنیا دو متحارب حلقوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ ایک طرف امریکہ اور یورپ کی استعماری طاقتیں تھیں، جنہیں وسعت دے کر اکثر کمزور اقوام کو محکوم بنا لیا گیا۔ اور دوسری طرف ایشیا، افریقہ، جنوبی امریکہ اور مشرقی یورپ کی کمزور اقوام تھیں۔ پہلی عالمی جنگ نے جو ہلاکت پھیلائی، اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے استعماری قوتوں نے امن قائم کرنے کی آڑ میں لیگ آف نیشنز بنائی۔ تاکہ وہ مل کر دُنیا کو غلام بنائے رکھیں اور استحصال سے محروم نہ ہو جائیں، لیکن انسان کا ضمیر بیدار ہو چکا تھا۔ اس نے اس اجتماعی دھاندلی کے خلاف خونریز احتجاج کیا اور جب دوسری عالمی جنگ قیامت خیز تباہی کے ساتھ ہوئی تو یہ استعماری قوتیں مضمحل ہو چکی تھیں۔ دنیا کی اکثر پسماندہ اقوام آزاد ہو گئیں اور بقائے نسلِ آدم کے لئے ایسے ادارے کا قیام ضروری محسوس کیا گیا جو حقیقی معنوں میں نوآبادیاتی نظام کو ختم کر دے۔ پسماندہ اقوام کو ابھارے۔ ان کی پسماندگی، جہالت اور استحصال کو دُور کرے اور بقائے عالم کے اصول پر تمام اقوام عالمگیر امن، سلامتی، ترقی اور وحدت کے لئے کام کریں۔ اور اس مقصد کے لئے یو۔ این۔ او کی عالمی تنظیم عالم وجود میں آئی۔ گو یہ ادارہ ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا، اور اب بھی اکثر اقوام ایک دوسرے کو مشکوک نظروں سے دیکھتی ہیں۔ تاہم اگر احترامِ انسان نہیں تو کم از کم بقائے انسان کا جذبہ بھی دنیا کو ہلاکت و بربادی سے بہت حد تک بچا سکتا ہے۔

اتحادِ عالم کا نقیبِ اعظم

تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ ماضی میں ہر قوم میں ایسے مصلحین موجود رہے جو انسانوں کو متحد کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ انہوں نے لوگوں کو ایک خدا، ایک انسانیت اور ایک ہدایت نامہ کی طرف دعوت دی، اور اقوامِ عالم کو ایک ایسی جمعیت مہیا کئے رکھی جو کسی وقت انہیں اعلےٰ اقدارِ حیات پر متحد کر دے اور انسان بلا خوف و خطر باہمی ایثار، خلوص، اتحاد اور یک جہتی کے ساتھ اس دنیا کو جنت میں تبدیل کر دے اور ایک وقت آیا کہ تمام اقوام اور انسانوں کو متحد، منظم اور رشتۂ اخوت میں منسلک کرنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں انسانیت کا محسن اعظم پیدا ہوا، جس نے دنیا کو توحید کی طرف دعوت دی، اور ہر قسم کے امتیازات کو ختم کرکے دنیا کو احترامِ انسان کے اُصول پر متحد ہونے کی دعوت دی اور آپ کی مختصر سی زندگی اور اس کے بعد آپ کے جاں نثاروں نے چند ہی سالوں میں یہ پیغام ربع مسکوں میں پھیلا دیا۔ اور اقوام عالم کے ادارے کی اساس رکھ دی۔

آپ ہی پہلے واحد ہادیٔ عالم ہیں جنہوں نے ما کان الناس الا امۃ واحدۃ (کہ تمام انسان واحد اُمت ہیں) کا اعلان فرمایا اور اپنے متعلق فرمایا یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اے اولاد آدم میں تم سب کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کے لئے آیا۔ میں تمام نسل آدم کے لئے رحمت ہوں۔ میرا پیغام تمام اقوامِ عالم کے لئے ہے۔ میں دنیا بھر کے مسکینوں، یتیموں، بیواؤں، غریبوں کے بوجھ کو اتارنے کے لئے، ان کی زنجیریں کاٹنے اور انہیں اخوت، مساوات، عدل و امن کا پیغام دینے آیا ہوں۔ ولقد کرمنا بنی آدم، تم میں سے ایک ایک بشر بلا امتیاز ملک و نسب مکرم و محترم ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں بہترین تخلیق بخشی ہے۔ سخر لکم ما فی السموات والارض۔ تمہاری نشو و نما اور اجتماعی بقا کے لئے ہر ضروری شئے مہیا کر دی۔ تاکہ تم اشتراک عمل سے ان خزانوں سے استفادہ کرو اور متوازن ترقی اور اتحادِ عمل سے رضائے الٰہی کے باغات میں پہنچ جاؤ۔ تمہارے درمیان ملک، دولت، نسل، رنگ کے امتیازات باہمی نفرت اور فساد کا موجب نہ ہوں۔ تم تو ایک آدم کی اولاد ہو۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم بڑائی

کی بات تو تمہاری پرہیزگاری اور نیکی ہے اس لئے استبقوا الخیرات - برادران نوعِ انسان کی بھلائی ۔ مشکل کشائی، خدمت اور ترقی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے اتحاد عالم کی بنیاد مستحکم کرنے کے لئے تمام اقوام، ان کے مذاہب، ان کے نبیوں، ان کی دینی کتابوں کی تکریم اور تصدیق کا حکم دیا۔ اور خود بھی تصدیق و تائید فرمائی ۔ پھر دنیا میں پہلی بار تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے لئے جنگ کی اجازت دی۔ اور اس کے ساتھ لا اکراہ فی الدین کا اعلان کر کے جبرِ عقائد کو ختم کیا۔ آزادیِ فکر و نظر کی بے نظیر مثال قائم کی، اور دنیا سے رخصت ہونے سے قبل آخری حج کے موقع پر اعلان فرمایا کہ اے دُنیا بھر کے انسانو! انسان کی جان، مال اور آبرو تم پر اسی طرح قابلِ احترام ہے جس طرح اللہ تعالےٰ کا گھر خانہ کعبہ ہے۔ نیز خون و نسب و ملک و رنگ کی بناء پر کسی شخص کو دوسرے پر فضیلت نہیں فضیلت صرف تقوےٰ اور اعمالِ صالحہ کی بدولت ہے۔

اتحاد - احترام اور خدمتِ نوعِ انسان کا یہ عظیم اور اساسی پیغام آپ نے دیا۔ جس کی مثال آپ سے پہلے یا بعد میں کہیں نہیں ملتی۔ آپ نے اپنی حیات میں اس نہج پر ایک معاشرہ استوار کیا ایک نافع الناس اُمت اپنی تعلیمات کی اشاعت و حفاظت کے لئے تیار کی، جس نے شرق و غرب میں عدل و احسان پھیلایا اور اس طرح آپ انسانی فکر و نظر کا یہ پیغام دنیا بھر میں پھیلانے کا علمی اور روحانی نظام قائم کر گئے۔ لیکن زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا، کہ اسلامی معاشرے میں نسلی اور علاقائی تعصبات سرایت کر گئے، اور مسلمان ہونے کے باوجود انہوں نے اسلام کو اپنی خواہشات کے ماتحت کر لیا۔ اور اس کے بعد اقوامِ ماضیہ کی طرح اُمت مسلمہ بھی اندرونی جنگوں، منافقتات اور خلفشار کا شکار ہو گئی، اور گو مسلمان کی انفرادی زندگی نے اقوام عالم کو متاثر کیا۔ لیکن ان کی فتوحات و غیر اقوام پر تسلط نے ماتحت اقوام میں نفرت کا بیج بویا اور جہاں انہوں نے مسلمانوں کے علوم اور اچھے اعمال کو اختیار کر لیا وہاں اپنے حکمرانوں کے خلاف انتقام پر تل گئے اور مسلمان بہ حیثیت قوم جہالت اور ذلت کی گہرائیوں میں اُتر گئے۔

لیکن اللہ تعالےٰ کو اسلام کی بقا اور غلبہ منظور ہے اس لئے اس نے اُمت کی اصلاح اور قرآنی تعلیمات کو خود غرض مدعیانِ دین کے مقاصد سے محفوظ رکھنے کے لئے ہر صدی میں علمائے حق اور مجددین بھیجے۔ ان قائدین نے اپنے علم، اپنے تقوے اور اپنے نمونے سے ہر بار دلوں میں ایمان کی شمع روشن رکھی۔ حتیٰ کہ اسلام دشمن قوتوں نے عالم اسلام پر سیاسی اقتدار حاصل کر لیا۔ علمی سائنسی ترقی سے مسلمانوں کے قلوب کو مسخر و مسحور کیا، اور اقوامِ اسلام سیاسی علمی، اخلاقی اور معاشرت کے میدان میں ان کی راہ پر چل نکلیں۔ اسلام کے متعلق بے یقینی میں اضافہ ہوا اور گذشتہ صدی میں بالخصوص یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کا اقتدار ختم ہوا چاہتا ہے اور اتحاد و وحدت نسل انسانی کا وہ خواب پریشان ہونے کو ہے جو دنیا نے تیرہ سو سال قبل اسلام کی شکل میں دیکھا تھا۔

غلبۂ اسلام کا دورِ ثانی لیکن اسلام ایک ابدی سچائی ہے۔ جس کے ذریعے ہی اتحادِ عالم و احترام نسل آدم مقدر ہے اور اللہ تعالےٰ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دین کو مادی سہاروں کی بجائے محض حق و صداقت براہینِ نیرہ، واضح بلند تعلیمات اور مسلمانوں کے اسلامی کردار کے ذریعے غالب کرنا چاہتا ہے اور اسی طرح اس نے انیسویں صدی عیسوی میں تمام مادی سہارے ختم کر دیئے تھے۔ ان حالات میں عالم اسلام بالخصوص سب سے زیادہ مسلم آبادی والے ملک ہندوستان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند روحانی حضرت مرزا غلام احمد سلام اللہ علیہ کو اس کام کے لئے مبعوث کیا گیا تاکہ دنیا کو دلائل و براہین سے مسخر کر کے اسلام کی روحانی قوت کا مظاہرہ کیا جائے۔

~~ہمارے مبعوث ... حضرت مولانا صاحب اپنے زمانے میں واحد شخص نظر آتے ہیں جنہوں نے دنیا میں غلبۂ اسلام کے لئے تحریک~~

جاری کی ہے اور قرآن حکیم، سیرت نبویؐ اور وحی الٰہی کی صداقت کے لئے دلائل و براہین تحدی کے ساتھ پیش کئے، اس ضمن میں غیر مذاہب کو چیلنج دیا کہ اگر تمہارے ادیان سچے ہیں تو ان کی صداقت کے دلائل بھی اپنی مذہبی کتب سے پیش کرو۔ پھر آپ نے خالص دینی غلبہ کے لئے اس بات پر زور دیا کہ دینِ اسلام غالب آئے گا لیکن وہ اپنی کامیابی کے لئے تلوار اور سیاسی تسلط کا محتاج نہیں۔ اس لئے نہ تو مجھے سیاست سے تعلق ہے اور نہ ہی میری تحریک میں اس جہاد بالسیف کا کوئی مقام نہیں جو اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں مسلمان سلاطین سے منسوب کیا جاتا رہا ہے اور دین کو مزید نمایاں کرنے کے لئے قدرت نے خود مسلمانوں سے سیاسی غلبہ چھین لیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اسلامی سیرت میں ڈھالنے کے لئے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ تاکہ ایک طرف وہ دین پر کاربند ہو کر اسلامی سیرت کا نمونہ پیش کریں اور دوسری طرف اپنی زبان، قلم، دولت سے اپنی قوتوں کو مرکوز کر کے اسلام کا پیغام دنیا بھر میں پہنچائیں۔ پھر آپ نے مبشرات کے ذریعے غیر مذاہب کے لوگوں پر اسلام کی برکات ثابت کیں، گذشتہ اولیاء، انبیاء اور خود قرآن کی صداقت کے لئے اپنے الہامات کو بطور دلیل پیش کیا۔ اور اُمت پر عیاں کیا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اس لئے غلبۂ اسلام کے لئے میرا ساتھ دو۔

وحدت نسل آدم کا منشائے ایزدی پورا کرنے کے لئے آپ نے اسلام کی عالمگیر تعلیمات پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم تمام اقوام کے نبی ہیں۔ دنیا کی ہر قوم میں مختلف ادوار میں انبیاء آتے رہے اس لئے تمام اقوام کے مذہبی رہنماؤں کا احترام ضروری ہے۔ ہم ان کی مذہبی کتب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے نبی اکرمؐ، قرآن اور وحدہٗ لاشریک خدا پر ایمان لائیں، تاکہ دنیا میں حقیقی اتحاد و محبت پھیلے اور یہی امر دنیا کو متحد کرنے کا واحد ضامن ہے۔

آپ کی یہ آواز مختصر سی مدت میں ہندوستان اور عالم اسلام میں پھیلی اور آپ کے وابستگانِ دامن جہاں جہاں گئے انہوں نے اسلام کا غلبہ دیگر ادیان بالخصوص عیسائیت پر ثابت کیا، انہوں نے اسلامی تاریخ میں پہلی بار یورپ اور امریکہ میں مساجد تعمیر کیں، تبلیغی مراکز قائم کئے، اور اسلام پر گرانقدر لٹریچر پیدا کر کے دنیا کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ اور ساتھ ہی اس لٹریچر سے مسلمانانِ عالم کا یقین اسلام کی صداقت پر قائم و از سرِ نو مضبوط کیا۔ اس ضمن میں حضرت مولانا محمد علیؒ کی تصانیف شہرت دوام اور اعلےٰ مقبولیت حاصل کر چکی ہیں دنیا بھی اسلام کی اس صورت کو پسند کر رہی ہے، اور اگر یہ سلسلہ قائم رہا تو اسلام کا غلبہ دور کی بات نہیں۔

غرضیکہ حضرت مرزا صاحب نے از سرِ نو اسلام کے پیغامِ وحدت کو زندہ کیا اور آج بھی اتحادِ عالم کی راہ وہی ہے جو آپ نے تعلیماتِ اسلام کے مطابق دنیا کو دکھائی، پس ہمارا فرض ہے کہ اسلام کی حیاتِ نو اور دنیا کے اتحاد کے اس جہاد میں دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ یہ کام اس زمانے کے امام اور ان کے وابستگانِ دامن کے لئے مقدر ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم از سرِ نو کمرِ ہمت باندھیں اپنے ماضی اور حال کا جائزہ لیں اور نسلِ انسانی کو فساد و جدال سے بچا کر محبت، عدل اور احسان کی زنجیروں سے جکڑ دیں۔

دُعائے صحت

ہمارے نہایت محترم دوست ماسٹر اصغر علی صاحب کے صاحبزادہ کو بس کے ایک حادثہ میں شدید چوٹیں آئی ہیں۔ دو جگہ سے بازو ٹوٹ گئے ہیں۔ ٹخنہ کی ہڈی بھی شکستہ ہو گئی ہے۔

ماسٹر صاحب موصوف محض حق کی خاطر دکھ اٹھا کر یہاں پہنچے ہیں احباب بچہ کی جلد شفایابی کی خاطر دردِ دل سے دعائیں فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

اپنی ربوبیت کرنے والے کی احسان شناسی اور اطاعت انسانیت کا تقاضا ہے

ہمارے زمانے کے مجدد نے اسلام کے منکروں اور دہریوں کو چیلنج کیا

خطبہ جمعہ: مؤرخہ ۸ر نومبر ۱۹۷۴ء - فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - بمقام جامع احمدیہ لاہور

(مرتبہ: عبدالرؤف کھوکھر)

یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون - الذی جعل لکم الارض فراشاً والسماء بناءً وانزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون - (سورۃ البقرۃ - آیت ۲۱/۲۲)

فرمایا: اے لوگو - اپنے اس پروردگار کی بندگی کرو جس نے تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں، پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار اور متقی بنو - ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ اپنے اس رب کی فرمانبرداری کرو - جس نے تمہیں پیدا کرنے سے بھی پیشتر تمہاری ربوبیت اور پرورش کے سامان فراہم فرماتے ہیں زمین و آسمان پیدا کئے - پھر ان کو ربط و تعاون کے ایک رشتے میں باندھ دیا - کہ آسمان مینہہ برساتا اور زمین اس کے نتیجہ میں کھیتی اور تمہارے لئے غلّہ - پھل - پھول ترکاریاں اور میوہ جات اُگاتی ہے - یعنی دونوں کو تمہاری ربوبیت کا ذریعہ بنایا ہے - انسان کی فطرت میں اُنس اور احسان شناسی کا مادہ ہے - وہ اپنے محسن کے آگے جھکتا ہے اس کو اپنے خالق سے بھی اُنس ہے - اور مخلوق خدا سے بھی پیار اور لگاؤ ہے - اسی لئے فرمایا - یاایھا الناس اعبدوا ربکم - اے انسانو - صرف اپنے رب یعنی ربوبیت کرنے والے کی عبادت کرو تمہیں چاہیئے کہ اس کے آگے جھکو اور اس کے تمام احکامات کو دلی جوش کے ساتھ بخوشی بجا لاؤ - اپنے محسن کے آگے جھکنا تمہاری فطرت میں ہے - پس اس بادشاہوں کے بادشاہ کے آگے جھکو جس نے یہ تمام کائنات پیدا کی - پھر اس کو تمہاری خدمت میں لگا دیا اس لئے اے انسانو - تم کو بھی چاہیئے کہ - اپنے اللہ کا شریک کسی اور کو مت بناؤ - جسمانی ربوبیت کے سامان مہیا فرمانے کے بعد یہ ناممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی روحانی ربوبیت نہ فرماتا - چنانچہ انسانوں کی رہنمائی اور مقصدِ حیات حاصل کرنے میں مدد دینے کے لئے اس نے اپنے رسول بھیجے - جو وقتاً فوقتاً اپنے اپنے علاقوں میں انسانوں کی روحانی تربیت کرتے رہے -

سب سے آخر میں ساری دنیا کی رہنمائی کی خاطر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو مبعوث فرمایا - اور انپر قرآن جیسی عظیم الشان کتاب نازل فرمائی - جس میں ہر قسم کے اور ہر زمانہ میں پیش آنے والے مسائل کا حل موجود ہے - اور جس کی تعلیم پر عمل کرنے اور اس کی برکت سے اس اُمّت میں اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہے - جن میں سے بعض مقامِ مجددیت پر بھی فائز ہوئے - جنہوں نے دین کی خدمت کے علاوہ مسلمانوں کی رُوحانی تربیت بھی کی - ہمارے زمانے میں بھی ایک عظیم الشان مجدد پیدا ہوا جس نے دہریوں اور خدا کے دیگر منکر فرقوں کو چیلنج کیا کہ اسلام کا خدا زندہ ہے - اس کا رسول اور اس کی کتاب زندہ ہے - اور اب بھی اسی طرح اس سے بولتا ہے جس سے وہ پیار کرتا ہے - آپ نے بڑی تحدی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ثبوت میں اپنے آپ کو پیش کیا - آپ نے اس فلسفہ جدیدہ کے دَور میں علمی اور حالی رنگ میں خدا کے وجود پر حجت قائم کی - حضرت مرزا صاحب مجدد صد چہاردہم کے وجود سے خدا نظر آتا تھا - حضرت کے سامنے جو بھی گستاخی سے آیا - فنا ہو کر رہ گیا مفلوج ہوگیا - اس کا نام و نشان مٹ گیا وہ دنیا میں عبرت کا نشان بن کر رہ گیا - اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اس غلام کو اس لئے اس زمانہ میں بھیجا تاکہ روشنی اور سائنسی علوم کی ترقی کے اس دَور میں اسلام کی بالادستی علم کے لحاظ سے قائم کی جائے - ہندو - سکھ - عیسائی فضلاء کے دَور میں آپ کا مبعوث ہونا اور پھر کامیاب ہونا ایک معجزہ ہے -

زندگی خدا کا سب سے بڑا انعام ہے - اس کی قدر کرو اور اپنے اوقات کو خدا تعالیٰ کی تابعداری میں گذارو - اس نے تمہیں عقل و فہم عطا کیا - سامانِ زندگی کا مہیا کرنا بھی بہت بڑا احسان ہے - ان انعامات اور احسانات کو دیکھ کر بے اختیار انسان خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور اس کے آگے جھکتا ہے - حیوان بھی اپنے مالک کی شناخت کرتا ہے اور اس سے پیار کرتا ہے - ان کے اندر بھی اپنے محسن کی شناخت ہے -

پس اللہ کی ان عنایات کی شکر گذاری کرو - من الثمرات رزقاً لکم زمین کے ثمرات یعنی غلّہ - پھل - پھول اور میوہ جات پیدا کئے - ان الٰہی افضال اور سامانوں کے ہوتے ہوئے انسانوں کو خدا کو نہیں بھولنا چاہیئے - جس کی قدرت اور نوازش سے انہیں یہ سب کچھ دیا -

پس تم ان نعماء سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس محسن کو یاد کرو - جس کے لاانتہا احسانات سے تمہیں یہ سب کچھ میسّر آیا ہے - خدا تعالیٰ کے سوا اور کس میں یہ قدرت ہے جو تمہارے لئے سامانِ زیست پیدا کرے - آدمی کا بچہ زمین کی ایک بوٹی بھی پیدا نہیں کر سکتا وہ مکھی اور مچھر کا ایک پَر اور پھول کی ایک پنکھڑی نہیں بنا سکتا - پھر غیر اللہ کو تم کیوں معبود بناتے ہو -

یہ تو جسمانی ربوبیت کا معاملہ تھا - اس الرحمٰن نے انسانوں کی روحانی پرورش کا سامان بھی ایک اور آسمانی پانی وحی کی شکل میں اتارا ہے جس کا نام قرآن ہے - اس سے فائدہ اُٹھاؤ - اس کے احکامات کی صدق دل سے پیروی کرو - خدا کا ایک ضروری حکم یہ بھی ہے کہ اپنے مال کا ایک حصّہ کمزور اور غریب انسانوں پر خرچ کرو - اپنے عہدہ، اختیارات اور دولت سے انسانوں کو فائدہ پہنچاؤ - تمہاری تمام طاقتیں اسی راہ میں لگی رہیں - تمہاری بناوٹ تمہارا دماغ، اور جسم کا سارا نظام ایسا ہے - کہ انسان خدا تعالیٰ کا خلیفہ اور نمائندہ بننے کا اہل ہے - لہذا الٰہی رنگ اختیار کرو - خدا کی صفات میں رنگین ہو جاؤ - خدا تو غنی ہے - اس کو تو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں خود انسان کو اس کی ضرورت ہے - تاکہ اس کی روحانی ترقی اور مقصد حیات کی تکمیل ہو سکے - نماز - روزہ - حج اور زکوٰۃ وغیرہ فرائض کی ادائیگی بھی اسی لئے ضروری ہے - رحمۃ للعالمین نے ان سب احکام پر عمل کرکے دکھایا ہے - اور قرآن کریم کے ایک ایک حکم کی تعمیل کا عملی نمونہ دیا ہے - تم بھی تخلقوا باخلاق اللہ کی تعمیل کرکے دکھاؤ - الٰہی اخلاق اپنے اندر پیدا کرو - دوسرے مذاہب مثلاً ہندو کہتا ہے - کہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو مانے بغیر نجات نہیں ہو سکتی - اور عیسائی کہتا ہے کہ یسوع مسیح کے مصلوب ہونے پر جب تک ایمان نہ لایا جائے نجات نہیں مل سکتی - بھلا غور کیجئے ان اعتقادات کا انسانی کردار سے کیا تعلق ہے - اور ان عقائد کا ہمارے اخلاق و کردار پر کیا خوشگوار اثر پڑ سکتا ہے - ہمارے رسول صلعم نے فرمایا کہ نماز کو اس طرح ادا کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو - اگر یہ نہ ہو سکے - تو یہ سمجھو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے - اب غور کرو جو مسلمان اس طرح نماز ادا کریگا وہ گناہ کی زندگی سے کتنا دُور اور اخلاق کے بلند درجوں کے کتنا نزدیک پہنچ جائے گا - نماز میں تضرع - ابتہال - اخلاص اور خدا کو خوش کرنے کی تڑپ ہونی چاہیئے - مؤمن کے سامنے ایک ہی مقام ہے رضائے الٰہی کا حصول اور اس کے لئے تڑپ دل میں ہو - اس سے بڑا کوئی مقام نہیں - صحابہ کرامؓ کے حق

(باقی ص ۱۲ کالم ۱ کے نیچے)

محترم میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب

للہ اسے پڑھیں اور انصاف کریں

(اپیل بنام مسلمانانِ پاکستان و مسلمانانِ بیرونی ممالک)

[illegible]
(سورۃ النساء - آیت ۵۹)

ترجمہ:- اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحبانِ امر (وقتی اسلامی حکومت) کی اطاعت کرو۔ پھر اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ یہ بہتر اور انجام کار اچھا ہے۔

۲۔ انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔ (سورۃ الحجرات۔ آیت نمبر ۱۰)

ترجمہ: مومن بھائی بھائی ہیں۔ سو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ کا تقویٰ کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

عرضِ حال

مئی ۱۹۷۴ء میں ریلوے اسٹیشن ربوہ (پاکستان) پر میڈیکل کالج ملتان کے چند طلباء جو ریل سے سفر کر رہے تھے ان کے اور مقامی جماعت احمدیہ ربوہ کے چند اشخاص کے درمیان جو جھگڑا ہو گیا تھا اس کے نتیجے میں سارے ملک میں جا بجا مظاہرے اور فسادات بپا ہو گئے تھے اور اکثر اور بیشتر جماعت احمدیہ کے لوگوں کو مالی و جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ عوام الناس کا غصہ تو جماعت احمدیہ ربوہ کے برخلاف تھا۔ مگر بدقسمتی سے عام لوگ ان میں اور جماعت احمدیہ لاہوری گروپ کا ربوی جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ وہ ان فسادات میں شریک تھے اور بالکل بیگناہ تھے۔ مگر اس کے ممبروں کو بھی مالی و جانی نقصان برداشت کرنا پڑا اور ان کی لائبریریاں اور مسجدیں بھی نقصان سے نہ بچ سکیں۔ بعض پولیٹیکل لیڈروں نے اس واقعہ کو تحفظ ختم نبوت کا رنگ دے دیا اور یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے کیونکہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں اور ان کے مذہبی پیشوا بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحبؒ نے بقول مخالفین نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور چونکہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس لئے مرزا غلام احمدؒ بقول مخالفین کافر اور کاذب تھے۔ گورنمنٹ پاکستان نے اس سلسلہ میں جہاں سانحۂ ربوہ کی تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر کیا۔ وہاں نیشنل اسمبلی پاکستان کی ایک اسپیشل کمیٹی مقرر کی جو کہ احمدیہ جماعت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد صاحبؒ کے عقائد کا جائزہ لے اور فیصلہ کرے اور مناسب تدابیر اختیار کرے۔

۲۔ صمدانی کمیشن کی رپورٹ تو گورنمنٹ پاکستان کو مل چکی ہے۔ دوسری طرف نیشنل اسمبلی کی اسپیشل کمیٹی کے روبرو جماعت احمدیہ ربوہ اور جماعت احمدیہ لاہور کو اپنے اپنے عقائد کے سلسلہ میں وضاحتی بیان داخل کرنے کو کہا گیا۔ جو کہ ان جماعتوں کے قائدین نے داخل کئے اور ان پر جرح اور سوالات کا بھی بعد میں جواب دیا۔

ہمیں اس جگہ صرف جماعت احمدیہ لاہوری گروپ یا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے وضاحتی بیان سے غرض ہے اور اسی کی بناء پر یہ سب کچھ لکھا جا رہا ہے۔ یہ وضاحتی بیانات اب گورنمنٹ پاکستان کی پراپرٹی ہے اور وہ کانفیڈنشل تصور کئے جاتے ہیں۔ مگر جو عقائد اس میں احمدیہ گروپ لاہور کی طرف سے بیان کئے گئے وہ عقائد وہ پچھلے ساٹھ سال سے تمام دنیا میں مشتہر کر رہے ہیں۔ اور وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے ان کو مختصراً بیان کرنا قارئین کرام کی یاد دہانی کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے بھی کہ ہماری اپیل برادران اسلام سے اس فیصلے کے متعلق ہے جو نیشنل اسمبلی پاکستان نے ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کے بعد [illegible]

[illegible] سے پیروی ہیں۔ اور جو حقوق قانون کے ماتحت ایک مسلمان کو ہی حاصل ہوں وہ ان سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ اور احمدیہ جماعت ربوہ۔ اور احمدیہ جماعت لاہور کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔

(۳) اس فیصلہ پر احمدیہ گروپ لاہور (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور) کو سخت صدمہ ہوا۔ خصوصاً اس لئے کہ انہوں نے اپنے وضاحتی بیان میں یہ امور واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ مندرجہ ذیل باتوں پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔

(الف) مرزا غلام احمد صاحب نے چودھویں صدی ہجری کا مجدد دین اسلام ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ چونکہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری اور کامل نبی ہیں اور ان کے بعد تا قیامت کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ مگر مرور زمانہ سے لوگوں کے دلوں پر سختی آ جاتی ہے اور اس پر ایک قسم کا زنگ چڑھ جاتا ہے اور مذہب اسلام کے احکامات کے بجا لانے میں لوگوں میں سستی آ جاتی ہے اور ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔ اس لئے تائید حق اور دین کی تجدید کے لئے اللہ تعالےٰ نے اُمتِ محمدیہ میں مجددین کی بعثت وقتاً فوقتاً ضروری سمجھی۔ چنانچہ سُننِ ابو داؤد (جو صحاح ستہ کی ایک کتاب ہے) میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ یعنی اللہ تعالےٰ اس اُمت کے لئے ہر صدی (ہجری) کے سر (شروع) میں ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہیگا جو اس کے دین کی اس کے لئے تجدید کرے۔

(ب) حضرت امام سیوطیؒ اپنی کتاب مرقاۃ الصعود میں لکھتے ہیں اتفق الحفاظ علیٰ تصحیحہ (حدیث کے حفاظ اس کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں) اس حدیث سے ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی) اور شاہ ولی اللہ محدث نے اس حدیث کے ماتحت مجددِ وقت ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور اپنی اپنی کتب میں اس حدیث کی تصدیق کی تھی۔ اور بڑے بڑے آئمہ دین نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کو پہلی صدی کا اور امام شافعیؒ کو دوسری صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح امام سیوطیؒ نے پہلی نو صدیوں کے مجددین کو تسلیم کیا ہے اور خود امام سیوطیؒ نویں صدی ہجری کے مجدد ہونے کے مُدعی تھے۔ اسی حدیث کے ماتحت امام غزالیؒ نے چھٹی صدی ہجری کے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا تھا۔ اور امام ابن تیمیہؒ نے بھی دعوےٰ مجددیت کیا تھا۔

(۴) اس اُمتِ مسلمہ میں محدثین (جن کے ساتھ خدا مکالمہ مخاطبہ کرے۔ کیونکہ زبانِ نبوی کے مطابق لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ یعنی نبوت میں سے صرف مبشرات (رویائے صالحہ اور الہامات کا باقی رہنا ثابت ہے) کے وجود پر اُمت کا اجماع ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے متعلق صحیح بخاری میں حدیث صحیحہ درج ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ ان لوگوں میں سے جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں سے تھے ایسے لوگ تھے کہ ان سے کلام (خدا کی طرف سے) کی جاتی تھی۔ حالانکہ وہ نبی نہ ہوتے تھے۔ ایسے لوگوں میں سے اگر کوئی انسان میری

اُمت میں ہے تو عُرفہ ہے۔ اور اسی سلسلہ میں دوسری حدیث میں فرمانِ نبوی ہے کہ رجالٌ یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاءَ۔ اس سے ظاہر ہے کہ انبیاء کے علاوہ ایسے اولیاء اللہ بھی ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ مبشرات کی صورت میں مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے۔ آخر یہ کہ غیر انبیاء یعنی اولیاء اللہ سے وحی الٰہی قرآن کریم سے ثابت ہے۔ حضرت موسٰےؑ کی والدہ۔ حضرت مریمؑ کو حضرت عیسٰےؑ کے حواریین سے بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ کلام کیا۔ اور اس قسم کے کلام میں اطلاع علی الغیب بھی دی جاتی رہی ہے۔"

دعوئے مجددیت

(۵) مگر مجددِ دین جو ہر صدی ہجری کے شروع میں اُمتِ مسلمہ میں بھیجا جاتا ہے وہ مامور من اللہ ہوتا ہے۔ اور ایک طرح حضرت نبی کریم صلعم کا خلیفہ ہوتا ہے اس لئے اس کو اپنے آپ لوگوں پر ظاہر کرنا ضروری ہوتا ہے تا کہ ان کو اطلاع ہو سکے اور ایمان والوں کو جو حکم قرآنی کونوا مع الصادقین (یعنی صادق لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرو) دیا گیا ہے۔ اس کے ماتحت وہ مجدد ان کو دعوت دیتا ہے کہ مسلمان اس کی تائید کریں اور تصدیق کریں۔ اس حکم کے ماتحت حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "براہین احمدیہ" جس میں اسلام کی صداقت اور اس پر عیسائیوں آریوں۔ اور دیگر غیر مذاہب اور فرقوں کے اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے۔ اور دس ہزار روپیہ انعام کا اشتہار بھی ساتھ ہی دیا کہ جو آپ کی بیان کردہ دلیلوں کو غلط ثابت کردے انعام پائے۔ اس وقت کے یعنی ۱۸۸۲ء کے قریب۔ مسلمان علماء نے اس کتاب اور خود حضرت مرزا صاحبؒ نے اپنے مجدد ہونے کا ذکر کیا ہے جس کا اعلان خاص ایک اشتہار کے ذریعہ ۱۸۸۵ء میں کیا۔ اور بیعت ۱۸۸۹ء میں لینا شروع کی جبکہ حکم الٰہی کے ماتحت آپ نے ایک جماعت برائے خدمتِ دین اور اشاعت اسلام قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ حکم قرآنی ہے:

"اور چاہیئے کہ تم میں ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔"

(سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۰۴)

بعد میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے لئے آپ نے اپنی جماعت کا نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" رکھا۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب کا کام دلائل حقہ اور براہین احمدیہ صحیحہ اسلام کی سچائی اور دوسرے مذاہب پر غلبہ ثابت کرنا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلعم کے جمالی نام احمد کی نسبت سے "احمدیہ" کا لقب اختیار کیا۔ اپنے متعلق تو وہ خود ہی فرماتے ہیں ؎

"برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے"

(اپنے نام غلام احمد کی طرف اشارہ ہے)

دعوئے مسیح موعودؑ

(۶) ۱۸۹۱ء میں حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر یہ اعلان کیا کہ حضرت عیسٰےؑ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے وہ دیگر انبیاء کی طرح فوت ہو چکے ہیں اور جس طرح مسیح موعود کے آنے کا اُمتِ محمدیہ کو وعدہ دیا گیا تھا وہ آپ خود ہی ہیں۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ "رسول اللہ نے فرمایا۔ تمہاری کیا حالت ہوگی جب نازل ہوگا تم میں ابنِ مریم اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ اور صحیح مسلم میں اس حدیث اِمّکم منکم (اور تم میں سے تمہاری امامت کریگا) کے الفاظ ہیں۔ یعنی وہ صفات میں تو عیسٰےؑ ابنِ مریم سے مشابہ ہوگا۔ مگر ہوگا اُمتِ محمدیہ میں سے ہی۔ صحیح بخاری میں آنے والے مسیح اور مسیح ناصری (اسرائیلی) کے الگ حلیئے دیئے گئے ہیں۔ وہ دو الگ الگ شخص ہیں۔ پھر سورۃ المائدہ آیت ۱۱۶ سے ۱۱۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور جب اللہ نے کہا۔ اے عیسٰےؑ ابنِ مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا (کہ) مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنالو۔ (عیسٰےؑ نے کہا

تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا ربّ اور تمہارا ربّ ہے۔ اور میں ان پر گواہ تھا جب تک اُن میں تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔"

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ یہ گفتگو حضرت عیسٰےؑ کی وفات کے بعد عالم برزخ میں ہوئی۔ اس آیت سے بھی واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ طبعی موت مرے اور آسمان پر جسم عنصری کے ساتھ نہیں گئے جیسا کہ عیسائی اور اکثر غلطی خوردہ مسلمانوں کا خیال ہے۔ کیونکہ حضرت عیسٰےؑ کہتے ہیں کہ جب تک وہ اپنے پیروؤں کے درمیان دنیا میں موجود تھے وہ ان کے عقیدوں پر گواہ رہے۔ اور اس وقت وہ حضرت عیسٰےؑ کو خدا نہیں مانتے تھے۔ سو اس کا عقلی اور واضح نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح کی خدائی کا عقیدہ عیسائیت میں مسیح کی وفات کے بعد داخل ہوا۔ مذکورہ آیات قرآنی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گفتگو نزول قرآن سے پہلے ہی عالم برزخ میں ہو چکی تھی اور اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اوّل تو خدائی قانون کے ماتحت قدرتی موت مرنے کے بعد کوئی انسان پھر زندہ ہو کر اس دنیا میں دوبارہ نہیں آ سکتا (دیکھو قرآن مجید۔ سورۃ الانبیاء۔ ۹۵۔ اور سورۃ المؤمنون۔ آیت ۱۰۰) پھر (سورۃ الزمر۔ آیت ۴۲) میں لکھا ہے کہ:۔

"اللہ رُوحوں کو قبض کرتا ہے اور ان کی موت کے وقت۔ اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں۔ پھر روک رکھتا ہے جن پر موت کا حکم ہو چکا ہے اور دوسروں کو ایک مقررہ وقت تک بھیج دیتا ہے۔ اور انسانوں کے لئے قانونِ خداوندی ہے "اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ اور سامان ہے کہا تم اسی میں تم جیوگے۔ اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے (سورۃ الاعراف۔ ۲۴۔ ۲۵)

(۷) ہمارے اکثر علماءِ دین یہ بات بھول جاتے ہیں یا نظر انداز کر دیتے ہیں کہ آیاتِ قرآنی۔ اَللّٰہُ اعلم حیث یجعل رسالتہٗ اور وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے علم اور پہچان سے کسی کو نبی بناتا ہے اور یہ ایسا عہدہ ہے کہ نبی اس کے ہر طرح لائق ہوتا ہے اور عہدہ اور اعزاز نبی کی حیات میں اس کے ساتھ رہتا ہے اور بعد میں بھی وہ اسی اعزاز سے پکارا جاتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ ہر نبی اللہ تعالیٰ سے براہِ راست حکم پاتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے انبیاء کی بنیادی تعلیم کا مصدق ہوتا ہے۔ اب اگر حضرت عیسٰےؑ فوت نہیں ہوئے اور آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور وہ پھر دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجے جائیں گے تو وہ اپنے عہدۂ نبوت سے مستعفی تو نہیں ہو جائیں گے۔ ان کا عہدۂ نبوت بحال رہے گا۔ اور یہ امر واضح ہے کہ ایک نبی کسی اور نبی کا اُمتی ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ خدا سے براہ راست ہدایات حاصل کرتا ہے۔ پس اگر حضرت عیسٰےؑ دوبارہ اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے آئے تو وہ حقیقی تشریعی نبی ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کو توڑ دیں گے۔ جو کہ اُمتِ محمدیہ کے صریح عقیدہ اور حکم قرآنی کے برخلاف جاتا ہے۔ اس لئے حضرت عیسٰیؑ بذاتہ کبھی دوبارہ اُمتِ محمدیہ میں نہیں بھیجے جا سکتے۔

مرزا صاحب کی مخالفت

(۸) چونکہ تمام مسلمانوں میں حضرت عیسٰےؑ کو زندہ آسمان پر دو ہزار سال سے حوائج بشریہ کے ہوتے ہوئے بیٹھے ہونے کا عقیدہ پھیلایا گیا ہے اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہی حضرت عیسٰےؑ دوبارہ پھر اس دنیا میں اُمت محمدیہ کی اصلاح کے لئے بھیجے جائیں گے۔ اس لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے

کہنے سے کہ حضرت عیسےٰ وفات پا گئے اور اب دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئیں گے اور آنے والا مسیح موعود اُمت محمدیہ میں سے ہی کسی مجدد کو بتایا جاتا تھا۔ اور وہ مسیح موعود۔ بحکم الہٰی میں ہوں۔ اس سے علماء نے ان کے برخلاف سخت طوفان برپا کیا۔ کہ یہ نعوذباللہ ہے۔ اور چونکہ حضرت مرزا صاحب نے اپنا بعض تحریروں میں مجازی نبی یا جزوی نبی یا ظلی نبی لکھا ہے (جو کہ لغوی معنوں میں [illegible] استعمال ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ برگزیدہ شخص جس سے اللہ تعالےٰ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہو اور غیب کی خبروں سے اسے آگاہ کرتا ہو۔) اور یہ اسلامی اصطلاح کے ماتحت نبی ہرگز نہیں ہوتا۔ مگر پھر بھی علماء نے ان پر نبی کا دعوےٰ کرنے کا الزام لگایا اور یہ کہ انہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے صریحاً لکھا ہے:—

(الف) "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" اور [illegible] میں لکھتے ہیں [illegible] نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الہٰی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور مکالمۂ الہیہ سے سرفراز ہوں۔ اُن کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا"

(تریاق القلوب ص ۱۳۰ مطبوعہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

(ب) حضرت مرزا صاحب خود فرماتے ہیں:—

۱۔ برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

(اپنے نام غلام احمد کی طرف اشارہ ہے)

۲۔ حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف کے سجادہ نشین کو ایک منظوم خط میں علاوہ اور باتوں کے یہ بھی لکھتے ہیں:

آں رسولے کش محمدؐ ہست نام — دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
ہست او خیرالرسل خیرالانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

یہی وجہ تھی کہ خواجہ غلام فریدؒ نے حضرت مرزا صاحب کے متعلق فرمایا:
"کہ وہ نیک اور صالح انسان ہے .... وہ صادق آدمی ہے اور مفتری اور کاذب نہیں .... اہل سنت والجماعت کے عقائد دینِ محمدی کی ضروریات سے ہرگز منکر و انکاری نہیں...؟"

(ارشاداتِ فریدی)

(۹) جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی جماعت کا مذہب۔ ان کی حیات میں۔ اور ان کے خلیفۂ اوّل حکیم مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کے زمانے تک تھا اور جس پر جماعت احمدیہ لاہور (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام) بڑی ثابت قدمی سے اور علی الاعلان پچھلے ساٹھ سال (یعنی وفات مولانا نورالدین صاحب ۱۹۱۴ء) سے قائم ہے۔ اس کے متعلق مسلم اکابرین کی آراء [illegible] درج ذیل ہیں:—

(الف) جامعہ الازہر مصر کے علامہ شیخ محمد [illegible]: "احمدی ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ وہ اسی [illegible] ایمان رکھتے اور اعتقاد رکھتے ہیں جس پر ہمارا اعتقاد اور ایمان ہے"

(اخبار ایسٹ افریقن ٹائمز۔ یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء)

(ب) مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا:—
"وہ (احمدی) یقیناً مسلمان ہیں اور اُمت اسلامیہ میں داخل ہیں اور تمام حقوق رکھتے ہیں جو کسی مسلمان فرد یا جماعت کو حاصل ہیں۔ جو شخص انہیں کافر کہتا ہے وہ [illegible] غلطی کا مرتکب ہوتا ہے"

(ج) علامہ سر محمدؐ اقبال (دسترِ مشرق) [illegible] ہیں کہ:—
"موجودہ ہندی مسلمانوں میں مرزا غلام احمد قادیانی سب سے بڑے دینی مفکر ہیں" (انڈین اینٹی کویری ستمبر ۱۹۰۰ء)

اسی طرح علی گڑھ کے ایک لیکچر میں علامہ اقبال نے احمدیت کو اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ بتایا — (کتاب ملّتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر ص ۱۸ مطبوعہ [illegible] مرغوب ایجنسی)

(د) مولانا محمد علی جوہرؔ فرماتے ہیں:—
"احمدیوں کو کافر اور مرتد کہنا ظلم اور نا انصافی ہے۔"

(روز نامہ ہمدرد ۱۹۲۴ء)

(ر) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ایک خط میں لکھتے ہیں:—
"......... مرزا غلام احمد کے متبعین میں سے احمدی گروہ (لاہوری گروپ) کا شمار فرق اسلامیہ میں ہی ہے۔"

(اقتباس از مکتوب مورخہ ۲۳ر محرم ۱۳۵۸ھ ہجری)

(س) فیصلہ مدراس ہائیکورٹ:—
"احمدی اسلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور حضرت محمدؐ اور آپ کی رسالت اور قرآن کریم کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں یقیناً یہی ضروری شرائط کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ اور یہ شرائط احمدیوں میں پائی جاتی ہیں"

(مطبوعہ ۱۹۷۱ء۔ انڈین کیسیز۔ صفحہ ۶۵)

جماعت احمدیہ میں دو جماعتیں۔

(۱۰) حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اقوال اور افعال میں تمثیلات اکثر پائی جاتی ہیں اور جس طرح بنی اسرائیل کے کئی ایک پہلے نبیوں نے اللہ تعالیٰ کو روحانی باپ اور خود کو اس کا روحانی بیٹا کہا۔ اسی طرح حضرت عیسٰیؑ نے بھی۔ بحوالہ بائبل اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا اور خدا کو باپ کے نام سے یاد کیا۔ مگر ساتھ ہی وہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت پر بھی زور دیتے تھے۔ مگر ان کے بعد پولوس (St: PAUL) نے ان کے لفظی بیانات کو اصلی شکل دے کر حضرت عیسٰیؑ کو واقعی خدا کا بیٹا بنا دیا حالانکہ وہ ایک انسان اور خدا کے نبی تھے۔ مگر آج اکثر عیسائی دنیا تثلیث (خدا۔ بیٹا اور روح القدس) کی قائل ہے۔ اسی طرح محمدی مسیح (مرزا غلام احمد صاحب) نے اگر کہیں اپنے آپ کو "نبی" کہا جس کا دوسرا نام محدّث ہے (اور لغوی معنوں میں اس کو کہا جاتا ہے جس سے اللہ تعالےٰ مکالمہ مخاطبہ کرے اور اس کو امور غیبیہ کی خبر دے) مولانا نورالدین صاحبؒ خلیفہ جماعت احمدیہ کی وفات کے بعد حضرت مرزا صاحب کے لڑکے مرزا بشیرالدین محمود نے جو کہ اپنی انصاراللہ پارٹی کی سازش اور کوششوں سے خلیفۂ ثانی بنا۔ اور جس نے اپنی گدی اور خلافت کو مضبوط کرنے کے لئے یہ عقیدہ تراشا کہ جو کوئی مسلمان خدا کے مامور (اس جگہ مرزا غلام احمد صاحب جن کو محمود احمد صاحب ایک حقیقی مگر غیر تشریعی نبی کا درجہ دے رہے تھے۔) کو نہ مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جماعت کے اکثر حصے نے ان کی بیعت پہلے سے ہی کر لی تھی۔ مگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے کئی ایک اکابر اور صحیح العقائد مریدین جن میں مولانا محمد علی صاحب (ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی) سابق سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ اور مترجم اور مفسر قرآن کریم۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل جو مسلم ووکنگ مشن انگلستان کے بانی تھے۔ اور دیگر ممتاز احمدی اشخاص شامل تھے۔ وہ مرزا محمود احمد کو غلطی پر سمجھ کر قادیان سے لاہور آ گئے۔ اور یہاں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور کی بنیاد رکھی۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں کہلا سکتا۔ اور حضرت مرزا غلام احمد نے ہرگز حقیقی نبی ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا اور ان کے انکار سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہو جاتا۔ اور ختم نبوت اور ردِ تکفیر اہل قبلہ اور مذہب اسلام اور حیات نبی کریم صلعم پر نہایت مدلل اور قیمتی لٹریچر پیدا کیا۔ اور بدستور خدمتِ دین اور اشاعت اسلام کے کام میں لگے رہے۔ اور متعدد بیرونی ممالک میں مسلم مشن (جن میں صحیح اسلام کی تبلیغ ہوتی تھی) قائم کئے۔ اور ہمیشہ آنحضرت صلعم

کی ختم نبوت پر زور دیتے رہے۔

(۱۱)۔ مرزا محمود احمد صاحب جماعت احمدیہ قادیان کے خلیفہ اور مطاعِ کل بنے رہے اور ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے پر قادیان سے ہجرت کرکے پاکستان آ گئے اور ربوہ شہر کی بنیاد رکھی۔ احمدیہ لاہوری جماعت کا ربوہ والوں سے کوئی اشتراک عمل و عقائد نہ تھا۔ اور نہ اب ہے۔ یہ بات کہ مرزا محمود احمد صاحب نے صرف اپنی خلافت اور خاندانی گدّی قائم کرنے کے لئے یہ ڈھونگ رچایا تھا۔ اس امر سے ثابت ہے کہ جب ۱۹۵۲ء د ۱۹۵۳ء میں احراریوں کی شہ پر فرقہ احمدیہ کے بر خلاف (تحفظ ختم نبوت کے نام سے) ایجی ٹیشن شروع کی گئی اور فسادات ہوئے اور لاہور میں مارشل لاء بھی لگایا گیا۔ تو اس کے بعد گورنمنٹ نے ایک انکوائری کمیشن۔ جسٹس محمد منیر کی صدارت میں مقرر کی۔ اس میں جہاں اور لوگوں کے بیانات لئے گئے۔ وہاں مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ جماعت احمدیہ ربوہ سے بھی سوالات کئے گئے۔ وہ رپورٹ طبع شدہ ہے۔ اس میں مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو صرف اسی قسم کا نبی قرار دیا ہے جس کے انکار سے کوئی مسلمان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اور آنحضرت صلعم کو اسلامی اصطلاح کے مطابق خاتم النّبیّین ہی تسلیم کیا ہے۔

واضح ہو کہ لاہوری جماعت احمدیہ شروع سے ہی صحیح عقائد پر قائم تھی اور قائم رہی۔ مگر بدقسمتی سے عوام الناس دونوں احمدیہ جماعتوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے یا ان کو ان کو اتنا علم نہیں کہ وہ فرق جان سکیں۔ پھر کچھ علمائے اسلام ایسے بھی ہیں جو کہ جان بوجھ کر دونوں جماعتوں کے خلاف ہیں اور احمدیت کے پیش کردہ طریق تبلیغ اسلام سے ان کو چڑ اور حسد ہے۔ وہ سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔

(۱۲)۔ اور تماشہ دیکھئے۔ اس وقت پاکستان میں ایسے مسلمان کہلانے والے کئی ایک اور فرقے موجود ہیں۔ جن کی نمازیں بھی شرعی طریقہ نماز سے مختلف ہیں۔ اور وہ اپنے مذہبی لیڈروں کو نبیوں سے بڑھ کر درجہ اور اختیارات دیتے ہیں۔ اور ان کے اعتقادات بھی کئی امور میں عام مسلمانوں سے مختلف ہیں۔ مگر چونکہ وہ منظم اور صاحب حیثیت و ثروت جماعتیں ہیں اور اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے معاشرتی اور مذہبی طور پر الگ رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ محفوظ ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں۔ مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کو جو کہ ایک کلمہ گو۔ ارکانِ اسلام پر عامل ختم نبوت کی قائل (نہ نیا نبی نہ پرانا نبی کوئی نہیں آ سکتا) اور خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کرنے والی جماعت ہے۔ اس کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ جماعت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو صرف ایک مجدّد اور محدّث مانتی ہے۔ اور اگر بالفرض مرزا غلام احمد صاحب نے اسلامی اصطلاح میں نبی ہونے کا دعوٰے کیا ہوتا تو وہ ان کو کبھی نہ مانتے اور خود بقول حضرت مرزا صاحب ایسے مدعی نبوت کو جھوٹا۔ لعنتی اور دائرہِ اسلام سے خارج سمجھتے۔ کتاب الصلوٰۃ صحیح بخاری میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلم ہے جس کے لئے اللہ کا عہد اور رسول اللہ کا عہد ہے پس اللہ کے عہد کو نہ توڑو"۔

پھر متفق علیہ حدیث ہے کہ:

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے وہ کفر دونوں میں سے ایک پر پڑتا ہے یعنی کہنے والے پر ہی لوٹتا ہے"۔

پھر سورۃ النساء آیت ۹۴ میں آتا ہے:

"اور جو تمہیں السلامُ علیکم کہے اسے نہ کہو کہ تو مومن نہیں"۔

حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں ایک واقعہ میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے مقابلہ ہو گیا جس کو وہ مسلمان کافر سمجھتا تھا۔ مگر اس دوسرے شخص نے السلام علیکم کہا اور اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا۔ مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ اس نے ڈر کر فریب سے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا ہے اور حقیقتاً مسلمان نہیں ہے اس کو قتل کر دیا گیا۔ اور بعد میں نبی کریم صلعم نے یہ معلوم ہونے پر فرمایا۔ هَلَّا شَقَقْتَ قَلْبَهُ (کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟) مگر بدقسمتی سے آج کل علماء کی یہ حالت ہے کہ ایک شخص کے اقوال کو لے کر بال کی کھال اتارتے ہیں اور تب صبر کرتے ہیں جب اس کو کافر بنا لیتے ہیں۔ شبلی مرحوم نے صحیح اس کا نقشہ کھینچا تھا ~~

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

ایسے کفر ساز مُلّا لوگوں کے متعلق ہی علامہ اقبالؔ نے کہا تھا:

"کارِ ملّا فی سبیل اللہ فساد"

آخری گذارش

حضرت قائدِ اعظم بانیٔ پاکستان نے بھی اعلان کیا تھا کہ:۔

"اب آپ آزاد ہو۔ تم سب کو پوری آزادی ہے کہ اپنے مندروں۔ مسجدوں اور عبادت گاہوں میں جاؤ۔ تمہارا تعلق کسی فرقہ اور عقیدہ سے کیوں نہ ہو۔ حکومت کو اس سے سروکار نہیں"

پس ہماری اپنے مسلمان بھائیوں سے گذارش ہے کہ اللہ اور اس کے فرمان کے بموجب کسی کے اسلام اور کفر کا فیصلہ ظاہری نشانوں سے کیا جا سکتا ہے۔ دل کا حال اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کا دعوےٰ ہے کہ جماعت احمدیہ کے قیام سے عموماً اور پچھلے ساٹھ سال سے خصوصاً (جبکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور قائم ہوئی) ایک خدا (اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک) کی عبادت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری اور واحد نبی مانتی ہے اور احکام اسلام اور احکام نبویؐ پر ہمیشہ سے قائم ہے اور ساتھ ہی خدمتِ دین اور اشاعت اسلام اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جوابات دیتی رہی ہے۔ مگر اس کو پالیٹکس کی ضروریات یا جس کو انگریزی میں Political expediency کہا جاتا ہے کے ماتحت۔ بعض غلطی خوردہ علماء اسلام اور ان کے بہکائے ہوئے لوگوں کے شور اور ایجی ٹیشن سے مرعوب ہو کر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ہمارے اسلامی حقوق سے محرومی اور دیگر مسلمانوں سے معاشرتی اور مذہبی تعلقات اور رشتے ناطے۔ وراثت اور حج بیت اللہ سے روک دینے کس قدر ظلم کیا گیا ہے ہم افراد مظلوموں کی اللہ تعالےٰ سے ہی گذارش اور دعائیں ہے کہ وہ پاکستان کے مسلمان عوام اور عوامی حکومت کو حق اور انصاف کی طرف رہنمائی کرے۔ آمین۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم توبہ کرکے مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ مگر ہم تو ہمیشہ سے کلمہ گو اور ختم نبوت کے قائل ہیں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ کو صرف مجدّدِ وقت فی الاسلام ہی مانا ہے اور ان کے فرمان کے بموجب "دین کو دنیا پر مقدم کرتے" کا عہد کیا ہے۔ کیا ابھی اور مسلمان ہونا باقی ہے؟۔ لِلّٰہ انصاف کریں! دُعا ہے کہ حق کا بول بالا ہو۔ آمین

فیجی سے محترم حافظ شیر محمد صاحب کی واپسی

احباب یہ جان کر خوش ہوں گے کہ محترم حافظ شیر محمد صاحب ڈیڑھ سال قیام کے بعد تین ماہ کی رخصت پر فیجی سے تشریف لے آئے ہیں۔ حافظ صاحب کی موجودگی سے وہاں جماعت کو مزید تقویت پہنچی ہے۔ وہاں انہوں نے ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ اور مزید مساجد اور درسگاہوں کا پروگرام تیار ہو چکا ہے۔ مقامی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ شروع ہو چکا ہے اور اسی کے لئے ضروری رقم بھی فراہم ہو چکی ہے۔ آپ کے کام سے خوش ہو کر حکومت نے مزید قیام کی اجازت دے دی ہے۔

حافظ صاحب موصوف انجمن کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے بعد واپس تشریف لے جائیں گے۔ احباب حافظ صاحب کی صحت، بہتری اور کامیابی کے لئے پُرخلوص دعائیں کریں۔

محترم چوہدری شکر اللہ خاں مرحوم

آئین پاکستان میں نئی ترمیم کا مفہوم قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہو سکتا

(۲)

ج۔ انکار دعوئے نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت میں ہونے والا ہر صاحب کمال شخص صرف خادم اسلام ہے۔ اور جو شخص آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرتا ہے راقم الحروف کے نزدیک وہ خادم اسلام نہیں بلکہ دشمنِ اسلام ہے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب خود لکھتے ہیں :۔

۱۔ "میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (آسمانی فیصلہ)

۲۔ "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں" (اشتہار ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

۳۔ "ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں" (مجموعہ اشتہارات حصہ سوم)

۴۔ "میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی" (حمامۃ البشریٰ ص۸۹)

۵۔ "یہ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں دعویٰ نبوت کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں" (حوالہ مذکور)

۶۔ "افتراء کے طور پر ہم پر تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے" (کتاب البریہ ص۱۸۳)

۷۔ "ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں اور نہ اس کا کوئی اصل ہے" (حمامۃ البشریٰ ص۸۱)

۸۔ "کیا ایسا بدبخت مفتری جو نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت" ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں" (انجام آتھم ص۲۷)

۹۔ "اللہ تعالیٰ کی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں مومن اور مسلمان ہوں۔ اور ان لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے" (حمامۃ البشریٰ ص۸)

۱۰۔ "وواللہ انی لا ادعی النبوۃ۔ (ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں" (سر الخلافۃ ص۸۷)

۱۱۔ "آج کل اکثر لوگوں کی آنکھوں پر جس قدر تاریکی و بدظنی و گمانی چھا گئی ہے اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس کا باعث بجز ترک تقوےٰ اور کوئی چیز نہیں حضرت عیسیٰؑ نے کسی کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تھا اس کو کہا کیا چوری کرتا ہے اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں چوری نہیں کرتا۔ تب حضرت عیسےٰ نے فرمایا میں نے اپنی آنکھوں کو جھٹلایا اور تیری تصدیق کی۔ سو انہوں نے چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھ کر پھر صرف اس کے قسم کھانے پر اس کو کیوں عملِ مرقہ سے بری قرار دیا۔ اس کا یہی سبب تھا کہ اس نبی معصوم کی آنکھیں تقوےٰ کے کحل الجواہر سے مکحل تھیں۔ پھر انہوں نے نہ چاہا کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے دیکھ کر پھر اس قسم کو ذلت اور خواری کی طرف سے دیکھے۔ لیکن اس جگہ اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے بالمقابل کئی مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے۔ افسوس کہ یہ علماء میرے تمام بیانات سُن کر صرف یہی ایک جواب دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں تو کُفر ہے اور زبان پر ایمان گویا انہوں نے دل کو چیر کر دیکھ لیا ہے"۔

(خط بنام مولوی احمد اللہ امرتسری۔ اخبار الحکم مورخہ ۲۴ر جنوری ۱۹۰۴ء)

الغرض تحریرات و اقوال منقولہ بالا کے مطابق راقم الحروف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے ہر شخص کو کاذب۔ کافر۔ مفتری۔ لعنتی اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہے۔ نیز حضرت مرزا صاحب کی مذکورہ بالا قسموں کو سچا یقین کرتے ہوئے آپ کو نبوت کا مدعی قرار نہیں دیتا اور نہیں مانتا۔ اور اگر کسی طرف سے کوئی امر۔ قول یا تحریر منقولہ بالا اقرارات۔ تحریرات و اقوال کے متضاد مفہوم کے خلاف پیش ہو تو راقم الحروف کو اس کی صحت اور قبولیت سے صریح انکار ہے۔ انہی منقولہ بالا تحریرات کے مطابق راقم الحروف کا پختہ عقیدہ یہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبوت کے مدعی نہیں اور کہ نبوت کا ہر مدعی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاذب۔ کافر۔ مفتری۔ لعنتی اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ اقوال و اقرارات مندرجہ بالا میں بیان کیا گیا ہے۔ حاصل کلام مضمون ماقبل سے ثابت ہے کہ راقم الحروف اپنے مذہب اور عقیدہ کے لحاظ سے:

۱۔ اہل سنت والجماعت ہے

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر کامل ایمان رکھتا ہے۔

۳۔ آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب کافر۔ خارج از اسلام یقین کرتا ہے۔

۴۔ حضرت مرزا صاحب کو آئین کے مفہوم میں "دینی مصلح" نہیں مانتا۔

اندریں صورت راقم الحروف آئین کی رُو سے کسی طرح غیر مسلم قرار نہیں پاتا اور آئین کی یہ ترمیمی تعریفی شق بلحاظ عقیدہ و مذہب اس پر حاوی نہیں ہوتی۔

د۔ لفظ نبوت بمعنی مبشرات یا محدثیت

اُمتِ محمدیہ میں جمہور اُمت اور تمام صوفیاء کرام میں دو باتیں مسلم الثبوت چلی آئی ہیں اور آئمہ سلف میں متفق علیہ رہی ہیں۔ جو تمام اُمت کا اجماعی عقیدہ رہا ہے اور اس پر ایمان واجب ہے وہ یہ کہ:

(اوّل) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی اب دنیا میں نہیں آ سکتا۔

یہ امر اب آئین پاکستان میں بھی درج کر لیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اکثر علماءِ اُمت یہ عقیدہ بھی رکھتے چلے آئے ہیں کہ حضرت عیسےٰ بن مریم نبی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں ضرور آئیں گے۔ اس بارے میں آئین میں کچھ نہیں کہا گیا کہ یہ عقیدہ آئین کی مذکورہ پرویژن کے منافی ہے یا مطابق ہے۔

(دوم): دوسری بات جو آئمہ سلف اور علمائے اُمت مانتے اور لکھتے چلے آئے ہیں وہ یہ ہے کہ بعد ختم نبوت کمالاتِ نبوت و اجزائے نبوت یعنی الہامات۔ کشوف۔ رؤیائے صادقہ اور کرامات باقی ہیں اس لئے ان کے نزدیک مبشرات۔ ولایت اور محدثیت کو اگر نبوت غیر تشریعی۔ نبوتِ مطلق۔ نبوت عامہ۔ نبوت مجازیہ کے ناموں سے موسوم کیا جائے تو اس سے ختم نبوت کا انکار یا دعویٰ نبوت لازم نہیں آتا اور نہ کسی کو نبی ماننا مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ موسوم کرنا بمعنی لغوی ہے نہ حقیقی طور پر۔ ان اصطلاحات سے مراد بقول ان کے درحقیقت شرعی معنوں میں نبوت نہیں بلکہ غیر نبوت مراد ہے۔ کیونکہ ان اصطلاحات میں لفظ نبوت کا استعمال صرف اخبار غیبیہ اور علوم غیبیہ کے معنوں میں ہے۔ جیسا کہ اقوال و تحریرات مندرجہ ذیل میں بیان ہے :۔

(۱) جناب مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں :—

(ا) "رسالت اور نبوت یعنے نبوت تشریع اور رسالت تشریع تو منقطع ہو جاتی ہے اور ولایت کبھی منقطع نہیں ہوتی اس کے بعض شعب کو بعض نبوت تعریفی کہتے ہوں جیسے ارشاد ہوا ہے [illegible] تعالیٰ و اوحی ربک الی النحل و قولہ تعالیٰ اذ اوحینا الی امك ما یوحی - چنانچہ اگر مطلق نبوت وحی نبوت کی دلیل ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بالاجماع نبی ہوتیں - پس منکرین نبوتِ ام موسے وحی کی تعبیر الہام ہی سے کرتے ہیں - اسی طرح جس نبوت یا رسالت کو عام کہتے ہیں وہ بھی بمعنی لغوی ہے یعنی اخبار و تبلیغ نہ بمعنی حقیقی جس کو نبوت تشریعی سے تعبیر کرتے ہیں " (ص۹۹)

(ج) "دیکھئے اس عبارت میں مطلق تبلیغ کو رسالت فرما دیا جیسا کہ بناء بر لغت بعض تفاسیر پر ملائکہ کو جن فرما دیا گیا .... دیکھئے اس قول میں نبوت کو تمام مخلوقات کے لئے کیسے ثابت فرما دیا ہے اور ساتھ ہی اس کی تفسیر بتلا دی کہ اخبار عن الشیئ - یہی میں نے عرض کیا تھا اور یہ جو اس قول میں فرمایا کہ غیر انبیاء و رسل بالمعنی الشرعی پر باوجود ثبوت معنی عام نبوت و رسالت مجازیہ کے نبی و رسول کا اطلاق نہ کیا جاوے گا - وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سے ایہام معنی حقیقی اصطلاحی شرعی کا ہوتا ہے اور یہ سخت بے ادبی ہے" (ص۱۰۱)

(د) "دیکھئے نبوت عام مجازیہ کے ساتھ جن کو موصوف کیا گیا ہے ان کو جو وحی ہوتی ہے - اور وہ بھی خاص معارف ہیں نہ کہ تشریع میں اور علماء مجتہدین کا اجتہاد اُنکے تشریع میں دوسروں پر حجت ہوتا ہے تو ان انبیاء الاولیاء کا درجہ مجتہدین سے بھی گھٹا ہوا ہے اس سے نبوت مجازیہ کا اندازہ کر لیا جائے" (ص۱۰۴)

(و) "جس طرح جن پر ملائکہ کا اطلاق اور ملائکہ پر جن کا اطلاق ہوتا ہے - اسی طرح [illegible] اپنی اصطلاح میں جو اس سے قریب ہے نبوت اور رسالت اور وحی کو معنی عام پر اطلاق کرتے ہیں - پس جیسے اس عبارت میں عبد کے لئے الٰہیت کا حکم کر دیا بناءً علی الاصطلاح الخاص اسی طرح [illegible] کے لئے نبوت کا حکم کر دیا بناء علی الاصطلاح الخاص " (صفحہ ۱۰۵ - ۱۰۶)

(ک) "الا ان اللہ لطیف لعبادہ فابقیٰ بھم النبوۃ العامۃ التی لا تشریع فیھا - اس عبارت میں نبوت کے بقا کا حکم کر دیا - جواب یہ ہے کہ شیخ اپنی اصطلاح میں مطلق اخبار عن العلوم کو نبوت عامہ کہتے ہیں اور اس نبوت کے احکام مثل نبوت مشہودہ کے نہیں حتیٰ کہ اس کے علوم بھی قطعی نہیں ہوتے "

(الحل الحقیم لعقدہ فصوص الحکم)

۲- جناب مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صدر جمعیۃ العلماءِ ہند دہلی -

یہ مولانا دسویں صدی کی ایک کتاب مجالس الابرار کے حاشیہ پر حسب ذیل نوٹ دیتے ہیں :—

" محدثین دال کی زبر سے محدث کی جمع ہے - محدث اسے کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام خاص الہام کے ذریعہ سے آئے - یہ لوگ بعض علماء کے نزدیک ادنیٰ درجہ کے نبی اور بعض کے نزدیک اعلیٰ درجہ کے ولی ہوتے ہیں "

(مجالس الابرار حاشیہ)

۳- حضرت احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ -

آپ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی مکتوب پنجاہ و یکم میں کلام الٰہی کے متعلق فرماتے ہیں :—

" [illegible] نبی تو نہیں مگر نبیوں کے مشابہ ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں اور یہ مکالمہ الٰہی از قسم الہام نہیں اور یہ القاء فی الروع بھی نہیں اور نہ اس قسم کا کلام ہے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا ہے"

(مکتوبات جلد ثانی مکتوب پنجاہ و یکم)

۴- شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانی -

مولانا محمد ادریس صاحب، کاندھلوی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد لاہور جناب شیخ الاسلام صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں :

" حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہٗ الشہاب ص۸ میں فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر نے اپنی خاص اصطلاح میں ولایت اور محدثیت کو نبوت غیر تشریعی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے "

(ٹریکٹ موسومہ : حضرات صوفیاء کرام و مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرہٗ کے خلاف مرزائیوں کا بہتان و افتراء)

۵- حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے اپنی مثنوی جس کے متعلق کہا گیا ہے ؎

مثنوی مولوی معنوی — ہست قرآں در زبان پہلوی

میں حسب ذیل اشعار لکھے ہیں ؎

چوں بدادی دست خود در دست پیر — بہر حکمت کو علیم است و خبیر
او نبی وقت خویش است اے مرید — زانکہ زو نور نبی آید پدید
مکر کن در کار نیکو خدمتے — تا نبوت یابی اندر امتے

ان اشعار کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے صاحب "بحر العلوم" لکھتے ہیں :—

" از مکر مراد تدبیر است و مراد از نبوت مرتبۂ ارشاد است و بایں نبوت اولیاء مے رسند - ایشان را الانبیاء الاولیاء مے گویند و ایں الانبیاء الاولیاء را لازم است کہ تابع نبی متبوع باشند و ایں مقام را نبوت مطلق گویند ایں معنے قول تا نبوت یابی اندر امتے آنست کہ تا مقام نبوت مطلق در امت مے شود و باوجود بودن او از امت و باوجود بودن او تابع رسول و شرع محمد او را انباء از حق مے رسند "

(بحر العلوم دفتر پنجم)

(باقی - باقی)

سوامی فیض احمد فیض

تاثرات

کس کے سینے میں ترے عشق کا ناسور نہیں؟ — کونسا قلب تری یاد سے معمور نہیں
تیری قدرت کے تو جلوے ہیں نمایاں ہر جا — کونسا دل ہے کہ جو جلوہ گہ طور نہیں
شوق دیدار میں ہے موت گوارا مجھ کو — اور جینے کی ہوس اے دل رنجور نہیں
جو تمنا تھی کہ جنت میں خدا دیکھیں گے — وہ نہ بر آئی تو جنت بھی مجھے منظور نہیں
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے — ٹھیک ہوگا - مگر انسان بھی مجبور نہیں
خود غرض دنیا میں ہے ظلم تراشی کا رواج — پر ترے رحم و کرم کا تو یہ دستور نہیں
نعمتیں تیری تو ہیں ہر کس و ناکس کے لئے — کونسا فرد ترے فیض کا مشکور نہیں

مطبع محنت شکر گڑھ ادبیا [illegible]

پروگرام

جلسہ سالانہ خواتین، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بمقام مسجد احمدیہ دار السلام (نزد یونیورسٹی کیمپس)

۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

بتاریخ ۲۷ دسمبر بروز جمعۃ المبارک ۱۹۷۴ء

زیر صدارت

بیگم صاحبہ الحاج نصیر احمد صاحب فاروقی

سٹیج سیکرٹری: ———— رضیہ مدد علی صاحبہ

تلاوت قرآن مجید معہ ترجمہ : بیگم خورشید انور صاحبہ و زاہدہ پروین صاحبہ } ۹ بجے سے ۹½ بجے تک
نعت - - - : کمسن بچیاں

تقریر استقبالیہ - - : بیگم زکیہ شیخ و... (صدر تنظیم خواتین) - - صبح ۹½ تا ۴۵—۹
ارشادات حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - - ۴۵—۹ تا ..—۱۰
تقریر - - : بیگم زمرد فاضل رمضان صاحبہ : ..—۱۰ تا ۱۰—۱۰
تقریر - - : بیگم بشارت نذر صاحبہ - - ۱۰—۱۰ تا ۲۰—۱۰
نظم - - : فریدہ رحمان صاحبہ - - ۲۰—۱۰ تا ۲۵—۱۰
تقریر - - : بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد صاحب : ۲۵—۱۰ تا ۳۵—۱۰
تقریر - - : بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ - - ۳۵—۱۰ تا ۴۵—۱۰
نظم - - : بیگم خورشید راجہ انور صاحبہ - - ۴۵—۱۰ تا ۵۰—۱۰
تقریر : بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ - - ۵۰—۱۰ تا ..—۱۱
اختتامی تقریر - - : بیگم صاحبہ نصیر احمد صاحب فاروقی : ..—۱۱ تا ۱۰—۱۱
دعا - - : بیگم صاحبہ میاں شریف احمد صاحب : ۱۰—۱۱ تا ۱۵—۱۱

نمائش دستکاری

۱۵—۱۱ تا ۳۰—۱۲

الـــــــمعـــــلن

صدر و ممبران تنظیم خواتین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

خطبہ جمعہ ———— بسلسلہ صفحہ ۵

میں خدا تعالیٰ کی سند موجود ہے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہو گئے .... تمام ادیان و مذاہب میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس پر چل کر انسان خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ رسول کا نمونہ تمہارے لئے اسوہ ہے۔ حضورؐ نے غریبی، تنگی اور بے کسی میں بھی بلند اخلاق کا مظاہرہ کیا اور بادشاہ بن جانے کے بعد بھی اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ جب مکہ میں فاتح بن کر داخل ہوئے۔ تو لا تثریب علیکم الیوم کا اعلان فرما دیا۔ کیا کسی مذہب کسی قوم میں ایسا اعلیٰ نمونہ موجود ہے کہ اپنے پر ظلم کرنے والوں کو یوں معاف کر دیا جائے۔ اللھم صل علی محمد و علیٰ آل محمد، صحابہ کرام حضورؐ پر جان چھڑکتے تھے۔ جنگ احد میں تیر اندازوں کی غلطی نے جب فتح کو شکست میں بدل دیا۔ اور کفار نے حضورؐ پر ۔۔۔ پشت سے حملہ کیا۔ تو صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کو ۔۔۔

اہل علم و قلم احباب!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عظیم الشان روحانی خزائن سے ہمیں مالا مال کیا ہے لیکن ان کی کماحقہ تقسیم کا ہم ابھی تک انتظام نہیں کر سکے۔

اب آپ کے معتمدین نے متفقہ رائے سے فیصلہ کیا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے مختلف عنوانات کے ماتحت اقتباسات لے کر مستقل رسائل کی شکل میں وسیع پیمانے پر ان کی اشاعت کی جائے۔ مثلاً دعا، وحی و الہام، ضرورت مذہب وغیرہ مسائل پر حضرت اقدس نے اپنی متعدد کتب میں نہایت لطیف بحثیں کی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان جواہر پاروں کو ایک لڑی میں پرو لیا جائے اور ہر موضوع پر تمام کتب سے اقتباسات لے کر مستقل رسائل ترتیب دیئے جائیں۔

اسی طرح مختلف زبانوں میں تراجم کا کام ہے۔ جو دوست اس کار ثواب میں شرکت فرمانا پسند فرمائیں وہ خاکسار سے رابطہ قائم فرمائیں۔ پھر جس نوعیت کا کام وہ اپنے لئے پسند فرمائیں اس کا مناسب انتظام کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

خاکسار۔ عبد المنان عمر۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

احباب کرام توجہ فرمائیں

سلسلہ کی ضروریات کے لئے اخبار بدر، اخبار الحکم اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی کے مندرجہ ذیل فائلوں کی ضرورت ہے جو صاحب یہ مہیا کر سکیں خاکسار سے رابطہ قائم فرمائیں۔

اخبار بدر	اخبار الحکم	ریویو آف ریلیجنز انگریزی
۱۹۰۲ء	۱۹۰۹ء	۱۹۰۳ء
۱۹۰۳ء	۱۹۱۱ء	۱۹۰۴ء
۱۹۰۴ء	۱۹۱۲ء	۱۹۰۷ء
۱۹۱۴ء	۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۴ء	

خاکسار۔ عبد المنان عمر۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

ان پیشن خبروں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو

خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کریگا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولیگا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دیگا اور اپنے وعدہ کو پورا کریگا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو۔ ان باتوں کو یاد رکھو۔ اور ان پیشن خبروں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو۔"

(تجلیات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۱)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ ۴ر دسمبر ۱۹۷۴ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۸

عرفات پریس تھارنٹن روڈ لاہور میں باہتمام خالد عمر صاحب پرنٹر چھپا اور رحمانی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر غلام نبی مسلم ایم اے

جلد ۶۱ | چہار شنبہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ - ۱۱ دسمبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۴۶

ہمارا انجام کیا ہوگا

(حضرت مجدد صد چہاردہم سلام اللہ علیہ)

بجز خدا کے انجام کون بتلا سکتا ہے اور بجز اس غیب دان کے آخری دنوں کی کس کو خبر ہے۔ دشمن کہتا ہے کہ بہتر ہو کہ یہ شخص ذلت کے ساتھ ہلاک ہو جائے اور حاسد کی تمنا ہے کہ اس پر کوئی ایسا عذاب پڑے کہ اس کا کچھ بھی باقی نہ رہے۔ لیکن یہ سب لوگ اندھے ہیں اور عنقریب ہے کہ ان کے بد خیالات اور بد ارادے انہیں پر پڑیں۔ اس میں شک نہیں کہ مفتری بہت جلد تباہ ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص کہے کہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوں اور اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہوں۔ حالانکہ نہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے نہ اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہے وہ بہت بُری موت سے مرتا ہے اور اس کا انجام نہایت ہی بد اور قابلِ عبرت ہوتا ہے لیکن جو صادق اور اس کی طرف سے ہیں وہ مرکر بھی زندہ ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالےٰ کے فضل کا ہاتھ ان پر ہوتا ہے اور سچائی کی رُوح ان کے اندر ہوتی ہے۔ اگر وہ آزمائشوں سے کچلے جائیں اور پیسے جائیں اور خاک کے ساتھ ملائے جائیں اور چاروں طرفوں سے ان پر لعن طعن کی بارشیں ہوں اور ان کے تباہ کرنے کے لئے سارا زمانہ منصوبے کرے تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے۔ کیوں نہیں ہوتے؟ اس سچے پیوند کی برکت سے جو ان کو محبوب حقیقی کے ساتھ ہوتا ہے خدا ان پر سب سے زیادہ مصیبتیں نازل کرتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ تباہ ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پھل اور پھول میں ترقی کریں۔ ہر یک جوہر قابل کے لئے یہی قانون قدرت ہے کہ اوّل صدمات کا تختہ مشق ہوتا ہے۔ مثلاً اس زمین کو دیکھو جب کسان کئی مہینہ تک اپنی قلبہ رانی کا تختہ مشق رکھتا ہے اور ہل چلانے سے اس کا جگر پھاڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین جو پتھر کی طرح سخت اور درشت معلوم ہوتی تھی سُرمہ کی طرح پس جاتی ہے اور ہوا اس کو ادھر اُدھر اڑاتی ہے اور پریشان کرتی رہتی ہے اور وہ بہت ہی خستہ شکستہ اور کمزور معلوم ہوتی ہے اور ایک انجان سمجھتا ہے کہ کسان نے چنگی بھلی زمین کو خراب کر دیا اور بیٹھنے اور لیٹنے کے لائق نہ رہی۔ لیکن اس دانا کسان کا فعل عبث نہیں ہوتا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اس زمین کا اعلیٰ جوہر بجز اس درجہ کے کوفت کے نمودار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کسان اس زمین میں بہت عمدہ قسم کے دانے تخم ریزی کے وقت بکھیر دیتا ہے اور وہ دانے خاک میں مل کر اپنی شکل اور حالت میں قریب قریب مٹی کے ہو جاتے ہیں اور ان کا وہ رنگ روپ سب جاتا رہتا ہے۔ لیکن وہ دانا کسان اس لئے ان کو مٹی میں نہیں پھینکتا کہ وہ اس کی نظر میں ذلیل ہیں۔ نہیں بلکہ دانے اس کی نظر میں نہایت ہی بیش قیمت ہیں۔ بلکہ وہ اس لئے ان کو مٹی میں پھینکتا ہے کہ تا ایک ایک دانہ ہزار ہزار دانہ ہو کر نکلے۔ اور وہ بڑھیں اور پھولیں اور ان میں برکت پیدا ہو اور خدا کے بندوں کو نفع پہنچے۔ پس اسی طرح وہ حقیقی کسان کبھی اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پھینک دیتا ہے اور لوگ ان کے اوپر چلتے ہیں اور پیروں کے نیچے کچلتے ہیں اور ہر یک طرح سے ان کی ذلت ظاہر ہوتی ہے۔ تب تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانے سبزہ کی شکل پر ہو کر نکلتے ہیں اور ایک عجیب رنگ اور آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں جو ایک دیکھنے والا تعجب کرتا ہے۔ یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سنت اللہ ہے کہ وہ ورطہ عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ لیکن غرق کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ ان موتیوں کے وارث ہوں کہ جو دریائے وحدت کے نیچے ہیں۔ اور وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ لیکن اس لئے نہیں کہ جلائے جائیں بلکہ اس لئے کہ تا خدا تعالےٰ کی قدرتیں ظاہر ہوں۔ اور ان سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور لعنت کی جاتی ہے۔ اور وہ ہر طرح سے ستائے جاتے ہیں اور دُکھ دیئے جاتے اور طرح طرح کی بولیاں ان کی نسبت بولی جاتی ہیں اور بد ظنیاں بڑھ جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ بہتوں کے خیال و گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ سچے ہیں بلکہ جو شخص ان کو دُکھ دیتا اور لعنتیں بھیجتا ہے وہ اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ بہت ہی ثواب کا کام کر رہا ہے۔ پس ایک مدت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے۔ اور اگر اس برگزیدہ پر بشریت کے تقاضا سے کچھ قبض طاری ہو تو خدا تعالےٰ اس کو ان الفاظ سے تسلی دیتا ہے کہ صبر کر جیسا کہ پہلوں نے صبر کیا اور فرماتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ پس وہ صبر کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ امر مقدر اپنے مدت مقررہ تک پہنچ جاتا ہے۔ تب غیرت الٰہی اس غریب کے لئے جوش مارتی ہے اور ایک ہی تجلی میں اعداء کو پاش پاش کر دیتی ہے۔ سو اوّل نوبت دشمنوں کی ہوتی ہے اور اخیر میں اس کی نوبت آتی ہے۔ اسی طرح خداوند کریم نے بارہا مجھے سمجھایا کہ ہنسی ہوگی اور ٹھٹھا ہوگا۔ اور لعنتیں کریں گے اور بہت ستائینگے لیکن آخر نصرت الٰہی تیرے شامل حال ہوگی۔ اور خدا دشمنوں کو مغلوب اور شرمندہ کریگا چنانچہ براہین احمدیہ میں بھی بہت سا حصہ الہامات کا انہی پیشگوئیوں کو بتلا رہا ہے۔ اور مکاشفات بھی بتلا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک کشف میں مَیں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور وہ کہتا ہے کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں۔ تب میں نے اس کو کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو تو اس نے عربی زبان میں جواب دیا اور کہا کہ جئتُ من حضرۃ الوتر۔ یعنی میں اس کی طرف سے آیا ہوں جو اکیلا ہے تب میں اس کو ایک طرف خلوت

خواجہ کمال حسین

"گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم"

مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوّت سے "ایک دردمندانہ گذارش"

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

سیدنا حضرت مرزا غلام احمدؒ کا قصور صرف اتنا ہے کہ انہوں نے از روئے حدیث رسولؐ چودھویں صدی کے مجدّد ہونے کا دعوےٰ کیا اور اپنے آپ کو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ حاصل ہونے پر "مقامِ محدّثیت" پر فائز ظاہر کیا اور فرمایا:—

"نبوّت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدّثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔
(ازالہ اوہام صـ ۴۲)

محدّث کی تعریف فتح الباری شرح صحیح بخاری میں شارح طیبی نے یوں بیان کی ہے:—

"المراد بالمحدث الملهم البالغ فی ذالك مبلغ النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم"

یعنی محدث سے وہ مُلہم مراد ہے جو اپنے الہامات کے صدق میں نبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا ہو"

حدیث میں یوں بھی وارد ہوا ہے:—

"لم یبق من النّبوة الا المبشرات"

نبوّت میں سے بجز مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا۔

وہ "انوارِ نبوّت" جن کا افراد اُمت کو دیئے جانے کا وعدہ تھا، اُمتِ مسلمہ کے ہزارہا افراد کو حق تعالےٰ کی طرف سے عطا کئے جاتے رہے جیسے حضرت مرزا صاحب نے یوں بیان فرمایا ہے:—

"آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ہزاروں بزرگ نبوّت کے نور سے منوّر تھے اور ہزاروں کو انوارِ نبوّت کا حصّہ حاصل ہوتا رہا اور اب بھی ہوتا ہے"
(الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء)

ذیل میں دو مجدّدین کرام کے مشہور حوالے، جو بہت کم دیکھنے میں آئے ہیں مگر علماءِ کرام کی نظروں سے ضرور گذرے ہوں گے پیش کر کے مجلسِ عمل تحفظ ختم نبوّت کے بانیانِ کرام سے یہ دریافت کرنے کی جسارت کی جاتی ہے کہ جس طرح اس جرم کی پاداش میں آپ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ اور ان کو محدث ماننے والوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دلوایا ہے کیا اس طرح آپ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللّٰہ علیہ اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللّٰہ علیہ اور ان کے ماننے والوں کو بھی اس سلوک کا مستحق سمجھتے ہیں اور کیا ان کے مندرجہ ذیل اقوال بھی آپ کے نزدیک کُفر کی زد میں آتے ہیں (نعوذ باللہ)

(۱) وَلی اللہ کو کمالاتِ نبوّت سے حظِّ وافر حاصل ہوتا ہے

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں:—

"یہ بزرگوار جن کو مقربین کہتے ہیں حظوظِ نفس کے طوقِ غلامی سے رہائی پا چکے ہیں اور ان کا ظاہر و باطن خالص اپنے مولائے پاک جلّ وعلا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقف ہے (اسی وجہ سے ان کو کلام پاک میں مختلف موقعوں پر عباد اللّٰہ المخلصین سے تعبیر فرمایا گیا ہے)۔ یہ رتبہ جس میں فنائے تام کے بعد بقائے دوام حاصل ہوتی ہے۔ مراتب مقربین میں بھی ایک اعلےٰ ترین مقام ہے اس مرتبہ عالیہ پر جو سعادت مند فائز ہوا اس کو علاوہ اس کے کہ ولایت خاصہ کے شرف سے بہرہ ور ہوا اس کو کمالاتِ نبوّت سے بھی حظِّ وافر حاصل ہوتا ہے"

(مجدّد الف ثانی مع مکتوبات امام ربّانی اردو بالتشریح اصلاحات مترجمہ پروفیسر مولانا عبدالرحیم صاحب کلاچوی مرحوم مولوی فاضل پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور اسسٹنٹ ایڈیٹر اخبار وکیل، پبلشر بیگم ہمایوں ٹرسٹ رجسٹرڈ لاہور۔ صفحہ ۵۶–۵۷)

(۲) عہدۂ قضا مقامِ نبوّت، اور منصبِ مصطفیٰ ہے۔

حضرت امام غزالیؒ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:—

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ مجلس عالی مراد، کامرانی سے آراستہ ہو تاکہ دنیوی اشتغال و شغف کے درمیان اپنا حصّہ فراموش نہ کرے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولا تنس نصیبك من الدنیا۔ اور تو دنیا سے اپنا حصّہ فراموش نہ کر۔ ہر شخص کا دنیا سے حصّہ یہ ہے کہ وہ آخرت کا زادِ راہ فراہم کرے کیونکہ بارگاہ خداوندی میں تمام مخلوق مسافر ہے، دنیا ایسی منزل ہے جس کی رہگذر میں وادیٔ خارزار ہے۔ زادِ راہ تیار نہ کئے ہوئے غافلوں کی مثال ان حاجیوں کی مانند ہے جو بغداد میں پہنچ کر لہو و لعب میں مشغول ہو جائیں۔ اگر کوئی شخص بے زادِ اشتر جنگل میں قدم دھرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کعبہ کی طرف جا رہا ہے تو اس کا یہ سمجھنا غلط ہے، کیونکہ وہ تو اپنی ہلاکت کا رُخ کر رہا ہے، زادِ آخرت تقوےٰ ہے اور تقوےٰ کی اساس دو چیزوں پر ہے:

۱۔ امرِ الٰہی کی تعظیم

۲۔ خلقِ خدا پر شفقت

اگر کوئی بادشاہ حکومت، وزارت یا احتساب کا کام کسی نالائق کے حوالے کر دے تو اس میں چنداں خطرہ نہ ہوگا بخلاف اس کے کہ عہدہ قضا پر کسی ناشائستہ و نااہل کو مامور کر دے، تو یہ خطرناک چیز ہوگی۔ کیونکہ حکومت یا وزارت دنیوی چیزیں ہیں۔ اگر یہ دنیا داروں کے سپرد کی جائیں تو سزاوار ہوگی لیکن **عہدۂ قضا مقامِ نبوّت، اور منصبِ مصطفےٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہے**"

(مکاتیب امام غزالیؒ ترجمہ عبدالوہاب ظہوری مرتبہ امام احمد غزالی مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی جنوری ۱۹۵۵ء طبع سوم صفحہ ۱۰۲–۱۰۴)

مندرجہ بالا حوالہ جات کی باقاعدہ تصدیق کرنے کے بعد علماءِ کرام ارشاد فرمائیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں بیچ اس مسئلہ کے کہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللّٰہ علیہ اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے خلاف تحریک ختم نبوّت چلانے کی ضرورت کس مصلحت کی بنا پر پیش نہیں آتی۔ اور کیا یہ ہر دو بزرگ بھی اسی زمرہ میں آتے ہیں جس میں حضرت مرزا غلام احمدؑ کو لایا جا رہا ہے؟ اور اگر یہ اقوال کفر ہیں تو بقول حضرت مرزا صاحب

ع گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

غلام حسین صاحب بھٹی

شانِ احمدی

بزمِ جہاں میں شمعِ فروزاں ہے احمدی ÷ بحرِ یقیں کا گوہرِ تاباں ہے احمدی

شبنم کبھی، کبھی یہ نسیمِ سحر کی موج ÷ دیں کے چمن میں جانِ بہاراں ہے احمدی

اے درد و یاس و حسرت و حرماں کے پاسبو ÷ اس کربِ لاعلاج کا درماں ہے احمدی

شاید تری نظر نہ وہاں تک پہنچ سکے ÷ نورِ محمدی کا نگہباں ہے احمدی

ہے انجمن مسیحِ زمانہ کی جانشیں ÷ یہ دور وہ ہے نقشِ سلیماں ہے احمدی

تبلیغ اور اشاعتِ قرآں کے واسطے ÷ دنیا کے کونے کونے میں کوشاں ہے احمدی

اے بے خبر یہ دور، مسیحا کا دور ہے
نورِ خدا کا عکسِ خراماں ہے احمدی

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۱۱ر دسمبر ۱۹۷۴ء

پکارنے والے کی پکار

تیرہ سو سال کی جاں گسل و زہرہ گداز آزمائشوں اور عقوبتوں کے بعد خدا کی زمین میں خدا کے مدانُ نام لیواؤں کا ایک مختصر سا گروہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مدینہ میں وارد ہوا بے سرو سامانی اور بے چارگی کے اس عالم میں، فرعونانِ مکہ اپنی پوری وحشیانہ شوکت و عظمت کے ساتھ ان پر اُمڈ پڑے، اور بدر کے میدان میں اللہ تعالےٰ نے حق کو پہلی بار غلبہ عطا فرما کر اِن تنصروا اللہ ینصرکم (اگر دینِ حق کی نصرت کرو گے تو خدا تمہاری مدد کو آئے گا) کے وعدہ کی تصدیق فرمائی۔

لیکن اللہ تعالےٰ چاہتا تھا کہ ابتلا کی کٹھالی میں ڈال کر اس سونے کو کندن بنائے اور دنیا میں "اپنے بندوں" کو آئندہ نسلوں کے لئے اسوہ حسنہ بنا دے، ایمان کی کڑی آزمائش جنگِ اُحد میں ہوئی۔ بدر کی جنگ کے زخم چاٹتے ہوئے قریش مکہ سینوں میں آتش بغض و غضب لئے۔ بلا روک مدینہ تک آ گئے۔ عرب کے قبائل حیرت و خوف سے اس نظارہ کو دیکھ رہے تھے۔ یہود مدینہ اور قرب و نواح کے حلیف قبائل دلی عناد اور خوف کے زیرِ اثر لشکرِ اسلام سے پیچھے ہٹ گئے۔ مدینہ کے منافق ساتھ چھوڑ گئے۔ اہلِ ایمان کارزار میں اترے اور دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ کہ بعض کوتاہ بینوں کی کوتاہی سے دشمن پلٹ پڑا، اب اہلِ ایمان کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ خود امیر عسکرؐ زخمی ہو کر گر گئے اکثر اہلِ ایمان شہید، زخمی یا منتشر ہو گئے۔ اور بادی النظر میں ایسا لگتا تھا کہ اسلام ہمیشہ کے لئے دب گیا اور اہلِ ایمان کبھی سر نہیں اُٹھا سکیں گے۔ لیکن خدا کا منشاء پورا ہو گیا دنیاوی سہارے جاتے رہے، غیر اللہ پر اعتماد اور تکیہ کا طلسم اور بُت ٹوٹ گیا۔ اور بصیرت و استقامت کی گہرائیوں سے ایک آواز فضا میں گونج اُٹھی۔

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فامنا الخ۔ (آل عمران) اے ہماری ربوبیت کرنے والے ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سُنا ہے جو ایمان کے لئے بلاتا ہے۔ کہ اپنے ربّ پر ایمان لاؤ۔ پس ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے ربّ تو (کارزار حیات میں) ہماری عملی لغزشوں کو ڈھانپ اور ہمارے اعمال کے بُرے نتائج سے ہمیں محفوظ کر دے اور ہمیں نیکو کاروں کے ساتھ دُنیا سے اُٹھا۔ اے ہمارے ربّ تو اپنے رسولوں سے کئے گئے وعدوں کو ہمارے ساتھ پُورے کر۔ ہمیں قیامت کے دن (اپنے بندوں کے درمیان) رسوا نہ کر۔ تو وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔"

اپنے ذنوب اور سیئات پر نظر کے ساتھ اس بات کا اعلان کہ "ہم آسمانی منادی کی ندائے حق" پر ایمان لائے۔ "تجدید عہد" کی بے نظیر مثال ہے۔ جنگ نے ان صاحبانِ استقلال و عزیمت کے حوصلوں کو پست نہیں کیا۔ ما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا و ما استکانوا اللہ کی راہ میں مصائب نے ان کی ہمت کو پست نہیں کیا۔ نہ کمزوری کا احساس ہوا اور نہ ہی ان کے حوصلے پست ہوئے۔ انہیں فکر ہے تو اپنے ایمان کی، اپنی کوتاہیوں کی، کمزوریوں کی، اور اگر اپنے لئے راستہ اختیار کیا ہے تو بھگوڑوں، منافقوں، عہد شکنوں کا نہیں بلکہ ان لوگوں کا جو نیکوکار راستباز اور حق شعار ہیں، اور جو ان کی آنکھوں کے سامنے راہ حق میں جان قربان کر کے ابرار کا مقام پا گئے۔

اجابت دُعا } جنگِ اُحد کے بعد یہ مختصر مگر خالص مؤمنوں کا گروہ تھا۔ ان کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دُعا قبول ہوئی۔

فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عامل منکم۔ الخ

پس ان کی ربوبیت کرنے والے (ربّ) نے ان کی دُعا کو قبول فرمایا کہ میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا۔ تم ایک دوسرے سے ہو، پس جنہوں نے میرے دین کے لئے گھر بار چھوڑا، اور اپنے گھروں سے نکالے گئے، اور ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے، ان کے بُرے کاموں کے اثرات ان سے دُور کر دوں گا، اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کے ہاں ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔ اور اللہ ہی کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔ جن لوگوں نے حق کا انکار کر دیا ہے۔ ان کا شہروں میں پھرنا تمہیں مغالطے میں نہ ڈالے یہ تو مختصر سی کامیابی ہے۔"

جنگِ اُحد کے بعد اس قبولیت کے اثرات دنیا نے دیکھ لئے۔ اس کے بعد یہ پرکھے ہوئے بندگانِ حق ہمیشہ کامیاب رہے، خدا کا وعدہ تابانی کے ساتھ پورا ہوا اور آئندہ کامرانیوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے حکم دیتے ہوئے فرمایا:

یا ایھا الذین امنوا اصبروا و صابروا ورابطوا لعلکم ترحمون۔ (۳-۲۰۰) اے پکارنے والے کی پکار پر ایمان لانے والو! حق کی خاطر مصائب پر صبر و استقامت دکھاؤ۔ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہو، اور ربط و ضبط قائم رکھ کر دشمن سے اپنی حفاظت کرتے رہو تا کہ کامیابی تمہارے قدم چومتی رہے۔"

برادرانِ سلسلہ! } ہمارے زمانے میں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے محب صادق، حضرت مرزا غلام احمد سلام اللہ علیہ نے مسلمانوں کو از سرِ نو زندگی بخشنے کے لئے اس منادِ اعظمؐ کے ساتھ تجدید ایمان کی دعوت دی، اور ایک مختصر سے گروہ نے دنیا کی شوکت، زمانے کی واہ واہ اور باطل کے خوف سے بے نیاز ہو کر اس دَور کے مجدد اسلام کی صدا پر لبیک کہا، اور دنیا بھر میں غلبۂ اسلام کے لئے جان و مال، وقت، عزت وغیرہ کسی قربانی سے دریغ نہ کیا، اور کسی کی ملامت، مخالفت، ایذا رسانی، آپ کو جادۂ حق و استقامت سے نہ ہٹا سکی، حتیٰ کہ اسلام کی صداقت کے لئے دلائل اور ایثار کے میدان میں کوئی مقابلہ پر نہ ٹھہر سکا، لیکن کیفیت مکی دَور اور جنگِ بدر کے مشابہ تھی، جس کے زیر اثر دلوں میں کسی قدر تساہل، تفاخر اور کامیابی پر غرور و کبر نے جگہ کر لی، خدا کو آپ سے عظیم کام لینا منظور تھا۔ اس لئے آخری بار اُحد کی سی فضا پیدا ہوئی۔ تمام فرقہ پرست، دہریئے سوشلسٹ، کمیونسٹ، بے دین، منافق، ہمدردی کا جھوٹا دم بھرنے والے "ملتِ واحدہ" بن کر مقابل پر آ گئے۔ ان کے قلوب میں آپ کے خلاف عقیدہ کی ہم آہنگی نہ تھی۔ ایک ہی بات ان میں مشترک تھی۔ کہ آپ کی جماعت دنیا میں ثابت قدمی سے اسلام کے پیغام کو دنیا میں آگے ہی آگے کیوں پہنچا رہی ہے۔ ورنہ ایک دہریہ، ایک کمیونسٹ، ایک بے دین کو ختم نبوت سے کیا غرض، وہ تو نہ نبوت کو جانتا ہے۔ اور نہ ہی ختم نبوت کے مفہوم سے آشنا ہے۔ انہی لوگوں کے متعلق جناب پرویز صاحب طلوع اسلام میں رقمطراز ہیں:۔

"نہ ارباب اقتدار کا ذہن اس باب میں صاف ہے کہ اسلام کے تقاضے کیا ہیں اور اسلامی نظام کسے کہتے ہیں اور نہ ہی مذہبی رہنماؤں کا اندازِ نگاہ اسلامی ہے۔ حتیٰ کہ ان میں یہ سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں، کہ اسلامی نظام ہوتا کیا ہے۔ ان دونوں کی نگاہ غیر اسلامی ہے۔ اور انداز فکر سیکولر۔ ہمارے اس دعوے پر بہت سے ذہنوں میں اختلاف کی لہریں اُبھریں گی۔ بالخصوص مذہب پرست طبقے کے ذہن میں۔" (شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء صـ۲)

"ہم ملک کے اربابِ دانش سے پوچھتے ہیں کہ کیا اس کے بعد بھی آپ اس سے متفق نہیں ہوں گے کہ اربابِ اقتدار ہوں یا مذہبی پیشوائیت، یہاں سب کا اندازِ فکر سیکولر (غیر اسلامی۔ ناقل) ہے۔ اسلامی نگاہ کسی کی بھی نہیں"۔ (صـ)

ان الفاظ پر غور کیجئے، "اسلامی تقاضوں" سے بے خبر "اسلامی نظام" سے جاہل۔ "اندازِ نگاہ غیر اسلامی" ہونا، علماء میں "اسلامی نظام کے سمجھنے" کی عدم صلاحیت علماء اور سیاسی لیڈروں کے مسلمان ہونے کی سند ہے یا کسی اور بات کی؟ اور یہ "اندازِ فکر سیکولر" کافرانہ اندازِ فکر کی شکر میں لپٹی ہوئی صورت ہے کہ نہیں؟ اس امر کو کسی دوسری فرصت کے لئے اُٹھا رکھتے ہیں۔ صرف بتانا یہ ہے کہ احمدیت کے مخالف کون ہیں؟

آپ کے مخالفین کی صف میں ایسے لیڈروں اور علماء کی موجودگی اس بات کی شہادت ہے کہ آپ کی مخالفت باطل کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اس معرکے

جانی اور مالی قربانیاں دی ہیں۔ آپ کو گھروں سے نکالا گیا ۔ آپ کی ضروریات زندگی پر بندش لگائی گئی۔ آپ کی مساجد کو جلایا گیا، قرآن اور دیگر دینی کتابوں کی بے حرمتی کی گئی، اس سرزمین میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی سہارا نہ رہا [illegible] اس معاشرہ پر جس میں فرد اپنی انفرادیت سے محروم اور آدم شرف آدمیت سے محروم ہو جائے۔ اور ہر شخص سہمے سہمے زندگی بسر کرے۔

"علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین"

(ایضاً صفحہ ۳۲)

غلبۂ اسلام کے ہراول دستہ کے مجاہدو اور جاں نثارو! آپ کے امام نے حکم الٰہی کے مطابق غلبۂ اسلام کے لئے پکارا تا کہ آپ خدا کا پیغام برحق دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں اور بھولی بھٹکی ہوئی انسانیت کی زنجیریں توڑیں، اسلام کا غلبہ مقدر ہے۔ اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم خدا کے پیغام، قرآن کی تعلیمات کو دلائل و براہین کے ذریعے پھیلائیں۔ ہمارے امام نے زندگی بھر محض قرآن حکیم پر مبنی عقائد اور دلائل کے انوار سے دشمن کو شکست دی اور روایات کا سہارا شاذ و نادر ہی مخالف کے الزامات کی تردید کے لئے اختیار کیا، اس پر آپ کی قریب قریب تمام کتب بالخصوص "براہین احمدیہ" اور "اسلامی اصول کی فلاسفی" زندہ، پائندہ اور تابندہ شہادت ہیں۔ اسی پر آپ کی جماعت گذشتہ ساٹھ سال سے کاربند ہے۔ اور غلبۂ اسلام کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ کیونکہ جب تک دلوں میں نور نہ بھرے اور دل قرآن کی صداقت پر قائل نہ ہو جائے۔ کوئی قانون، کوئی حکومت، کوئی تعزیر اور کوئی لالچ اسلام کو دنیا میں قائم نہیں کر سکتا۔ اور اس دور میں جبکہ امت کے علما مادی غلبہ سے مرعوب اور متاثر ہیں اور "سیاسی اقتدار" کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ آپ کی واحد جماعت ہے جو حقیقی اسلام کی راہ دکھا سکتی ہے، اور آج تک سیاسی، مادی، فرقہ وارانہ رجحانات سے الگ تھلگ تبلیغ اسلام میں مصروف ہے۔

پھر آپ کے امام ہی نے یہ سبق دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہو چکی ہے اور جو شخص کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہے اور اختلاف عقیدہ کی بنا پر اسے کافر قرار نہیں دیا جا سکتا اور یہی وحدت امت کا ذریعہ ہے۔ پھر آپ ہی نے قرآن کو اولین مقام دے کر اسے احادیث و اقوال علماء کی صحت پر حکم ٹھہرایا۔ اور ساتھ ہی تمام فرقوں کے بزرگوں اور آئمہ کو قابل احترام ٹھہرا کر اتحاد عالم اسلام کی بنیاد رکھی۔

اسی طرح آپ نے ہر ملک کے مذہبی رہنماؤں اور بزرگوں کی تکریم پر زور دیکر دنیا میں باہمی اتحاد، امن اور محبت کی اساس رکھی اور اس مقصد کے لئے ایک جماعت تشکیل کی، جو اپنے عمل، تعلیم و ایثار و قربانی سے دنیا کو اسلام کے جھنڈا تلے یکجا کرنے کے لئے جدوجہد کرے، حتیٰ یکون الدین کلہ للّٰہ۔

پس اس امام کی آواز پر لبیک کہو، ان مقاصد کی تکمیل اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے آپ کا سالانہ دینی اجتماع دسمبر کے آخری ایام میں دارالسلام لاہور میں ہو رہا ہے۔ خدا کی رحمت کے خزانوں سے حصہ لینے کے لئے آگے بڑھیئے، دنیا اس وقت ہلاکت کے گڑھے پر کھڑی ہے۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا ہے۔ عالم اسلام ایک بار پھر دین سے لاپرواہی کے ساتھ ساتھ مادی تہذیب کی تباہیوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ غلبۂ اسلام کا خدائی کام تو ہونے والا ہے اور ہو کر رہے گا۔ اس سعادت سے حصہ لینے کے لئے بڑھیئے خدا کی رحمتیں آپ کے در و دیوار پر ہوں گی۔

شعبہ جات جلسہ سالانہ ۱۹۷۴ء

[illegible] صاحب ـ [illegible] صاحب ـ

ب ـ سٹیج سیکرٹری: پروفیسر خلیل الرحمان صاحب

ج ـ آرائش جلسہ گاہ: ماسٹر محمد حسین صاحب

۲ ـ خورد و نوش ـ ا ـ انچارج: ڈاکٹر وحید احمد صاحب ـ خواجہ نصیر اللہ صاحب ـ محمد رفیق لاہوری ـ

ب ـ سٹور: جمیل الرحمان ـ ضیاء الرحمان صاحبان

۳ ـ رہائش و قیام ـ ا ـ چوہدری فضل حق صاحب ـ معاونین ماسٹر اصغر علی صاحب ـ فیض الرحمان صاحب ـ

ب ـ طبی امداد: ڈاکٹر عبداللہ ایاس سوڈانی ـ ڈاکٹر شیخ محمد حسین صاحب ڈاکٹر محبوب اشرف صاحب ـ

ج ـ روشنی، صفائی، چارپائی: چوہدری محمد حیات صاحب ـ چوہدری غلام حیدر صاحب

د ـ رہائش احمدیہ بلڈنگس، انچارج: صابر پرویز صاحب ـ تاج نظامی صاحب

۴ ـ استقبال ـ شیخ محمد حسین صاحب ـ فضل الرحمان صاحب ـ معاون رشید علی صاحب

۵ ـ ٹرانسپورٹ ـ چوہدری غفور احمد صاحب ملّی

۶ ـ نمائش کتب ـ ناصر احمد صاحب معہ عملہ

۷ ـ نمائش لٹریچر ـ محمد سلطان نظامی صاحب

۸ ـ دستکاری ـ و انتظام جلسہ مستورات: بیگم زکیہ شیخ صاحبہ ـ نسرین گل صاحبہ ـ رضیہ مدد علی صاحبہ ـ

خاکسار

چوہدری عبدالحق ـ مہتمم جلسہ سالانہ

سیکرٹری صاحبان مہربانی فرما کر مطلع فرماویں:ـــ

۱ـ آپ کی جماعت سے کتنی تعداد میں دوست شمولیت جلسہ کے لئے تشریف لا رہے ہیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں انہیں اپنے ساتھ لائیں ـ اطلاع ۱۵ر دسمبر تک ارسال فرماویں ـ

۲ـ کس ذریعہ سے آپ آ رہے ہیں (ریل، بس، ویگن، موٹر کار وغیرہ) اس کے متعلق تفصیل تحریر کریں تا کہ استقبال کے لئے اس کے مطابق بندوبست ہو سکے ـ

۳ـ اپنے ساتھ چند رضاکار ضرور لائیں تا کہ آپ کی جماعت کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری ان کو سونپی جا سکے اور ان رضاکاروں کو اپنی ضروریات سے باخبر کر دیجئے ـ

۴ـ رہائش اور خورد و نوش کا تمام انتظام دارالسلام میں ہوگا ـ

۵ـ احمدیہ بلڈنگس میں قیام پذیر افراد کو لے جانے اور واپس لانے کے لئے سواری کا بندوبست حسب معمول کیا جائے گا ـ

کھانے کے اوقات: دوپہر: ۱ بجے سے ۲ بجے تک ـ رات ۶ بجے سے ۷ بجے تک

چائے: حسب معمول بعد نماز تہجد و درس قرآن کریم مسجد میں پلائی جائے گی ـ

عید الاضحیٰ قربانی کے لئے جلسہ سالانہ کی "تاریخوں" سے استفادہ فرماویں اور "قربانی" دارالسلام میں دیکر زیادہ سے زیادہ ثواب و حسنات کے وارث بنیں ـ لاہور کے دوستوں کی اطلاع کے لئے قربانی کے جانور ہمارا کارکن قبل از وقت لے آئیگا جس کی دیکھ بھال انجمن کی نگرانی میں ہوگی بیرون لاہور کے دوست جو قربانی دینا چاہیں ۱۵۰ روپے فی جانور کے حساب سے رقم بھجوا دیں ان کے لئے بھائی طور پر جانور خرید کر لئے جائیں گے ـ ذبح کرنے وغیرہ کی ذمہ داری انجمن پر ہوگی حسب ضرورت گوشت قربانی دینے والے کے گھر بھی بھجوا دیا جائے گا ـ والسلام

خاکسار: چوہدری عبدالحق ـ مہتمم جلسہ سالانہ

محترم چوہدری شکراللہ خان منصور ایڈووکیٹ

آئینِ پاکستان میں نئی ترمیم کا مفہوم قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہو سکتا

(۳)

۶۔ مولانا محمد شفیع صاحب مفتیٔ دیوبند

آپ لکھتے ہیں:

"شیخ (محی الدین ابن عربی) نے ان دونوں عبارتوں میں ٹھیک اس عقیدہ کا اظہار فرمایا ہے جو جمہورِ امت اور تمام طائفہ صوفیاء کرام کی زبانی آپ سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا عہدۂ جلیلہ کسی کو عطا نہیں ہو سکتا بلکہ جس چیز کا نام عرفِ شرع میں نبوت ہے وہ بکلی منقطع ہو چکی ہے۔ البتہ کمالاتِ نبوت آپ کی امت کے افراد میں بہ نسبت اُممِ سابقہ کے بھی زیادہ موجود ہیں اس کا انکار نہ علماءِ ظاہر کرتے ہیں نہ صوفیاء کرام۔ نیز ان عبارتوں سے شیخ کے اس کلام کی مراد بھی حل ہو گئی جو فتوحات کے بعض دوسرے مقامات میں درج ہے کہ نبوت بغیر تشریع کے باقی ہے کیونکہ اس کلام کو ان عبارتوں کے ساتھ ملانے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے کمالاتِ نبوت اور مبشرات اور ولایت کو نبوت بغیر تشریع فرمایا ہے۔ ان عبارتوں میں صاف اعلان کر دیا کہ جو نبوت بغیر تشریع ہو وہ نبوت نہیں کہلاتی بلکہ نبوت کا اطلاق اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب تمام اجزائے نبوت جن میں تشریع بھی داخل ہے مکمل موجود ہوں۔ اس لئے اس عبارت کا حال تقریباً وہی ہوا جو کہ ایک حدیث کا مضمون ہے۔ جس میں ارشاد ہے کہ سچا خواب اجزائے نبوت میں سے ہے مگر کسی کے نزدیک اس کو نبوت نہیں کہتے اسی طرح شیخ کے کلام میں جب ایک طرف یہ تصریح موجود ہے کہ تشریع اجزائے نبوت میں سے ہے اور دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ نبوت بغیر تشریع باقی ہے تو اس کا حاصل سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ حاملِ نبوت باقی نہیں بلکہ اجزائے نبوت باقی ہیں جن کو نہ شرعاً نبوت کہا جا سکتا ہے اور نہ عرفاً۔ اور نہ خود شیخ اکبر کی اصطلاح میں۔ کیونکہ وہ خود فرما چکے ہیں کہ جب تک جزوِ تشریع ساتھ نہ ہو اس وقت تک نبوت کا اطلاق جائز نہیں۔ یہاں سے مرزائیوں کے اس فریب کی بھی قلعی کھل گئی جو انہوں نے شیخ اکبر کے کلام کی آڑ لے کر مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ شیخ اکبر غیر تشریعی نبوت کی بقاء کے قائل ہیں کیونکہ ابھی خود شیخ کی زبانی معلوم کر چکے ہیں کہ غیر تشریعی نبوت نبوت نہیں بلکہ بعض اجزائے نبوت ہیں۔ الغرض جس کی بقاء کے وہ قائل ہیں وہ نبوت نہیں اور جو نبوت ہے اس کی بقاء کے وہ قائل نہیں اور یہی تمام امت کا اجماعی عقیدہ ہے اور اسی پر ایمان واجب ہے۔"[1]

۷۔ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

صدرالمدرسین جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور لکھتے ہیں:

"۱۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی یہی مراد ہے کہ نبوت ختم ہو گئی ہے اور نبوت کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشرات باقی ہیں۔ شیخ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ختم ہو گئی البتہ اس کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشرات باقی ہیں جیسا کہ ذهبت النبوة و بقيت المبشرات سے ظاہر ہے اور نبی اور نبوت کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ نبوت کے اجزاء جن میں تشریعی احکام بوحی ملکی بھی داخل ہے علیٰ وجہ الکمال والتمام متحقق نہ ہوں اور تشریعی احکام بوحی ملکی نبی اور مقامِ نبوت کے لئے لازم ہے۔ بغیر تشریع کے نبوت متحقق نہیں ہو سکتی۔ نبوت کا اصل دار و مدار تشریع پر ہے۔ جب تشریع نہ ہو تو نبوت بھی نہیں۔ معلوم ہوا کہ شیخ کے نزدیک غیر تشریعی نبوت نبوت ہی نہیں بلکہ وہ اجزائے نبوت ہیں جن کو اصطلاح صوفیاء میں ولایت کہا جاتا ہے لہٰذا شیخ اکبر کی طرف یہ نسبت کرنا کہ وہ غیر تشریعی نبوت کی بقاء کے قائل ہیں بالکل غلط ہے۔ ان کے نزدیک تشریع نبوت کا جزوِ لاینفک ہے بغیر تشریع کے ان کے نزدیک نبوت ہی متحقق نہیں ہو سکتی۔"

(مسک الختام فی ختم نبوت صفحہ ۹۱-۹۲)

"۲۔ ولایت اور شریعت دونوں نبوت اور رسالت کے دو شعبے ہیں۔ اسی لئے شیخ اکبر نے شعبۂ ولایت کو غیر تشریعی نبوت کے عنوان سے اور شعبۂ شریعت کو تشریعی نبوت کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔ اولیاءِ امت پر نبوت کے شعبۂ ولایت کا انعکاس ہوا جس کو شیخ اکبر نبوت غیر تشریعی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔"

(کتابِ مذکور صفحہ ۷۹)

"۳۔ یہی شیخ محی الدین ابن عربی کا مذہب ہے کہ نبوت و رسالت بالکل ختم ہو چکی ہے البتہ نبوت و رسالت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں کہ جو اولیائے امت کو عطا کئے جاتے ہیں مثلاً کشف الہام اور رویائے صادقہ اور کرامتیں اس قسم کے کمالات نبوت کے اجزاء ہیں وہ ہنوز باقی ہیں۔" (کتاب مذکور)

خلاصۃ المقال:

۱۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ

۲۔ حضرت احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ

۳۔ حضرت مولانا روم رحمہ

۴۔ جناب مولانا اشرف علی تھانوی صاحب

۵۔ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ۔ صدر جمعیۃ العلماءِ ہند

۶۔ جناب شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانی

۷۔ صاحب بحرالعلوم

۸۔ جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی دیو بند۔

۹۔ جناب مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی صدرالمدرسین جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور کی تحریرات و اقوال منقولہ بالا میں جو کچھ لکھا گیا مانا گیا اور بیان کیا گیا ہے لفظاً و معناً بعینہٖ وہی عقیدہ راقم الحروف رکھتا ہے۔ اس سے نہ ایک ذرہ کم کرتا ہے اور نہ ایک ذرہ زیادہ۔ اور یقیناً آئین بنانے والوں کے نزدیک اولیاء۔ صوفیا اور علماءِ دین مذکورہ بالا مسلم ہیں اور یقیناً آئین بنانے والوں کا منشاء اور مفہوم اس ترمیم متعلق سے حضرات موصوفہ بالا کے اقوال اور تحریرات منقولہ کو غلط اور خلافِ اسلام قرار دینا نہیں ہوگا اور نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اسلام کے مسلّمہ اولیاء۔ صوفیا اور علماء ہیں اور آئین بنانے والوں کے متعلق لکھا ہے:۔

"بڑی مدت کے بعد یہ حدیث غریب اور قصۂ عجیب سامنے آیا ہے کہ تائیدِ اسلام ایک ایسے شخص کے ہاتھوں ہو گئی جو ایک دنیا دار آدمی ہے۔ مذہبی تعلیم کم ہے۔ جسے اسلامی فقہ کی باریکیوں کو سمجھنے کے لئے نہ تیار کیا گیا اور نہ کسی نے اس مقصد کے لئے اسے پڑھایا جس کی تربیت بھی ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جس کا ماحول سیاسی زیادہ اور دینی کم۔ اور جس کے ساتھ جو لوگ بھی لگے ہوئے تھے وہ بھی کچھ دینی تعلیم کے ماہر نہیں ہیں۔ بوالعجبی ہے کہ ہماری اسلامی تاریخ کا ایک بہت بڑا کام اس سے کیسے ہو گیا۔ قادیانی مسئلہ جس قدر

---

[1] یہی حضرت مرزا صاحب اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا مذہب ہے کہ غیر تشریعی نبوت نبوت نہیں بلکہ بعض اجزائے نبوت ہیں۔ ملاحظہ ہوں حسبِ ذیل الفاظ: "اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزوی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے نام سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتداء سے ملتی ہے جو مجمع جمیع کمالاتِ نبوت تامہ ہے یعنی ذاتِ ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(توضیح مرام صفحہ ۱۰)

اہم تھا اسی قدر نازک بھی تھا۔ سابقہ حکومتوں میں کسی کو ہمت نہ پڑتی تھی کہ اس پر حکم لگائیں سابقہ حکومتوں کو جیّد علماء کی صلاح کاری بھی اب سے زیادہ میسّر تھی لیکن وہ جرأت سے کام نہ لے سکے کہ حکومت کی سطح پر اس کا کوئی حل کریں اور یہ بڑی ذمّہ داری کا کام تھا۔ یہ لوگ ذمہ داری نہ لے سکے۔ لیکن یہ کام ظلوم و جہول پیپلز پارٹی کی قیادت کو نصیب ہو گیا۔ اللہ جس سے چاہتا ہے کوئی کام لے لیتا ہے۔ یہ پیپلز پارٹی کے اتنے شلنگ لوگ یہ دُنیا دار اور نیم دراز مُو اور منہ پھٹ۔ منہ دراز لڑکے جو مساجد میں صرف عید کے روز جاتے ہیں اور نماز صرف اپنے ماں باپ کے جنازوں کی پڑھتے ہیں۔ یہ نیم اشتراکی۔ نیم سرمایہ دار۔ نیم کمیونسٹ۔ نیم مسلمان کم عُمر چھوکرے جو مُلک کی سیاست میں دخیل ہیں خواہ کسی نیّت ہی سے سہی وہ کام کر گئے ہیں جو کسی بڑے سے بڑے عالم۔ فقیہہ اور کسی مطلق العنان سلطان سے بھی نہ ہو سکا۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۷۴ء)

بلا شک یہ کام ایسے ہی لوگوں سے ممکن تھا کسی بڑے عالمِ دین یا فقیہہ کی یہ جرات اور ہمت نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن ان لوگوں کے بنائے ہوئے آئین کا یہ مطلب اور مقصد منشاء اور مفہوم تو نہیں ہے اور نہیں ہو سکتا کہ موصوفہ بالا اولیاء۔ صوفیاء اور علماء اسلام کے منقولہ بالا اقوال و تحریرات غلط اور باطل ہیں اور پاکستان کا یہ آئین انکے منافی اور متضاد ہے۔ یقیناً حسبِ آئین وہ سب بزرگ راسخ العقیدہ اور پکے مسلمان ہیں۔ اسی طرح پر وہ شخص بھی حسب آئین مسلم ہے جو بعینہٖ وہی عقیدہ اور مذہب رکھتا ہے جیساکہ راقم الحروف کو اقرار ہے۔ راقم الحروف کے علم میں حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنی کتُب و تحریرات میں وہی کچھ لکھا ہے جو اُن بزرگانِ موصوفہ بالا نے اپنے اپنے اقوال و تحریرات میں بیان کیا ہے۔ جیساکہ لکھتے ہیں:

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں باقی رہیں نبوت سے مگر مبشرات یعنے نبوت کے انواع میں سے صرف ایک نوع باقی رہ گئی ہے اور وہ مبشرات ہیں از قسم رؤیاء صادقہ اور صحیح مکاشفات اور وحی جو خواص اولیاء پر اُترتی ہے۔ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ نبوت تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہوتی تھی وہ منقطع ہو چکی ہے لیکن وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہیں وہ کبھی بھی منقطع نہیں ہوگی اور تو نے جانا ہے اور حدیث کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ رؤیاءِ صالحہ ایک جزو ہے نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے یعنے نبوت تامہ کے اجزاء میں سے۔

سو جان اللہ تعالےٰ تجھے مدد دے کہ ہماری کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوت جزوی کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھلے ہیں اور اس نوع میں کچھ نہیں سوائے مبشرات کے اور منذرات کے جو غیبی امور میں ہوں یا قرآنی لطائف کے اور لدنی علوم کے اور وہ نبوت جو تامہ کاملہ ہے جو اپنے اندر رکھتی ہے سارے کمالات وحی کو سو ہم اس کے منقطع ہونے پر ایمان لا چکے اس دن سے جب یہ اُترا ما کان محمد ابا احد من رجالکم رسول اللہ و خاتم النبیین ۔"

(توضیح مرام صفحہ ۱۵ ۔ ۱۸۹۱ء)

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آگیا؟"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱ ۔ ۱۸۹۱ء)

"میں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ میری نبوت سے اللہ تعالےٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ اہلِ سنت کے اکابر کے نزدیک مسلم ہے پس صرف لفظی نزاع ہے۔ پس اسے عقلمندو اور داناؤ جلدی نہ کرو اور اللہ تعالےٰ کی لعنت اس شخص پر ہو جو اس کے خلاف ذرہ بھر دعوےٰ کرے اور ساتھ ہی تمام لوگوں اور تمام فرشتوں کی لعنت اس پر ہو۔"

(حقیقۃ الوحی ضمیمہ الاستفتاء صفحہ ۶۴ ۔ ۱۹۰۷ء ۔ ترجمہ از عربی)

"نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گئی اور قرآن شریف کے پیچھے جو سب صحیفوں سے بہتر ہے اور کوئی کتاب نہیں اور شریعت محمدیہ کے پیچھے اور کوئی شریعت نہیں اور میری نبوت سے اللہ تعالےٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور اللہ تعالےٰ کی لعنت اس شخص پر ہو جو اس امر سے اُوپر کچھ ارادہ کرے یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے یا اپنی گردن کو اس نبی کی اطاعت سے باہر نکالے اور تحقیق ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ان کے بعد سوائے کثرت مکالمہ کے اور کچھ باقی نہیں۔"

(حوالہ مذکور)

"ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے حالانکہ نبوت صرف آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی و الہام ہو۔ اور ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئی ہے۔ صرف مبشرات یعنے پیشگوئیاں باقی ہیں۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۱۸۱ ۔ ۱۹۰۸ء)

ان حوالجات میں کوئی نئی بات نہیں کہی گئی بلکہ انہی مطالب۔ مضامین اور الفاظ کو دہرایا گیا ہے جو مسلّمہ اولیاء صوفیا اور علمائے اسلام کے اقوال و تحریرات میں بیان ہوئے ہیں جیسا کہ ان کے حوالہ جات اُوپر درج ہیں۔ ان اولیاء صوفیاء اور عُلماء نے مبشرات اور مکالمۂ الٰہیہ کو اپنی اصطلاحات میں اجزائے نبوت۔ غیر تشریعی نبوت۔ عام نبوت۔ نبوت مطلقہ۔ تعریفی نبوت۔ ادنےٰ درجہ کی نبوت۔ نبوت بمعنیٰ لغوی اور نبوت مجازیہ وغیرہ سے موسوم کیا اور لکھا کہ اس سے ختم نبوت کا انکار یا دعویٰ نبوت لازم نہیں آتا کیونکہ یہ درحقیقت نبوت نہیں بلکہ غیر نبوت یعنے محدثیت اور ولایت ہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنی خاص اصطلاحات میں انہی بزرگوں کی پیروی اور متابعت میں محدثیت اور مبشرات یا مکالمہ مخاطبہ کو جزوی نبوت ناقص نبوت اور ایک معنی میں نبوت کے ناموں سے موسوم کیا اور بذریعہ ایک اشتہار عام واضح فرمایا:—

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوتِ ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رُو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا و کلّا مجھے نبوتِ حقیقی کا ہرگز دعوےٰ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوھام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلّم مراد لئے ہیں یعنے محدثوں کی نسبت فرمایا ہے:

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال النبی صلی الله علیه وسلم قد كان فیمن قبلكم من بنی اسرائیل رجالٌ یكلّمون من غیر ان یكونوا انبیاء فان یك فی اُمتی منهم احد فعمر رضی الله عنه"

تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنے لفظ نبی کو کاٹا ہوا

خیال فرمائیں۔" (اشتہار ۱۲ر فروری ۱۸۹۲ء)

اور یہ مفہوم آپ کی متعدد اصطلاحات ظلی و بروزی کا ہے۔ کیونکہ یہ تمام اصطلاحات مخصوصہ ہیں۔ قرآن و احادیث میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کے اقوال منقولہ بالا کے مطابق راقم الحروف کا مذہب اور عقیدہ ان امور میں لفظاً و معناً بعینہٖ وہی ہے جو ان بزرگانِ اسلام کے اقوال و تحریرات میں درج ہے جن کا اُوپر ذکر ہے۔ اور یہی عقیدہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے تمام اراکین کا ہے۔ اس وقت دنیا میں صرف احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ایسی جماعت ہے جو ختم نبوت پر کامل یقین رکھتی ہے۔ اس انجمن کو "غیر مسلم اقلیت" میں شامل کرنا ناقابلِ فہم بھی ہے اور انصاف سے بعید بھی ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ آئین کی اس نئی ترمیم سے نوّے سالہ پرانا مسئلہ حل کر دیا گیا ہے مگر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو آئین کے شیڈول میں رکھ کر اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کو اس لپیٹ میں لے لیا گیا ہے اور اس مسئلہ کو ایسا اُلجھایا گیا ہے کہ جس کے آئندہ نتائج کا اندازہ مشکل ہے۔ مثلاً غور کا مقام ہے۔

اوّل: اراکین احمدیہ انجمن مذکور حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر تمام دیگر مسلمانوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر یقین رکھتے ہیں۔ جرم ان کا صرف یہ ہے کہ وہ حسب احادیث رسول اکرم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات و ذھبت النبوۃ و بقیۃ المبشرات۔ مبشرات کا بصورت الہام۔ کشوف۔ رویائے صادقہ وغیرہ باقی رہ کر اولیاء و محدثینِ اُمّت کو ان کا حاصل ہونا مانتے ہیں۔ اور انہی اجزائے نبوت کے باعث ولایت و محدثیت کو "اخبار غیبیہ" کے مفہوم میں جزوی نبوت۔ مجازی نبوت۔ ناقص نبوت وغیرہ ناموں سے موسوم کرنا بمعنی لغوی جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن آئین کی ترمیم میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ "کسی بھی قسم کا یا کسی بھی مفہوم میں نبی ہونا یا سمجھنا یا اس کو دینی مصلح ماننا" کا مطلب اگر اس کے خلاف ہے۔ اور ایسا جواز ختم نبوت سے انکار کے مترادف ہے اور اس وجہ سے راقم الحروف بحیثیت رُکن احمدیہ انجمن مذکور غیر مُسلم قرار پاتا ہے تو پھر چودہ سو سال میں ظاہر ہونے والے اولیا۔ صوفیاء و علمائے اسلام اور ان کے لاتعداد معتقدین کا بھی حسب آئین "غیر مسلم" ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ وہ سب حضرات بھی اس جواز کے قائل رہے ہیں جیسا کہ مضمون بالا سے ثابت ہے۔

پس اب سوال یہ ہے کہ کیا علماء کے مذکورہ سب اقوال بھی حسب آئین مطلق اور غیر مشروط ختمِ نبوت کو توڑتے ہیں یا نہیں توڑتے؟ اگر توڑتے ہیں تو آئین کی یہ ترمیم اسلام کی تاریخ کے چودہ سو سال پر حاوی ہو کر ان تمام اولیاء۔ صوفیاء اور علماءِ اسلام کو غیر مسلم قرار دے دیتی ہے جن کے وہ اقوال ہیں اور جو ان اقوال کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اور اگر یہ اقوال آئین میں مندرجہ مطلق اور غیر مشروط ختم نبوت کے منافی نہیں ہیں اور ان اقوال کے باوجود وہ سب بزرگ مسلم ہیں تو پھر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اراکین بھی مُسلم ہیں اور آئین کے شیڈول میں اس انجمن کو غیر مسلم اقلیت شمار کرنا غلط ہے۔ کیونکہ اس انجمن کے اراکین کے لفظاً و معناً بالکل وہی عقائد ہیں جو ان اقوال میں بیان کئے گئے ہیں۔

دوم: حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مطلق اور غیر مشروط ہے۔ اور آپ کے بعد کسی بھی قسم کا اور کسی بھی مفہوم میں کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور نہ آ سکتا ہے۔ یہ آئین کی ترمیم کا فیصلہ ہے۔ لیکن واضعین ترمیم کو یہ بھی بتانا چاہیئے کہ خود حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا کیا حکم ہے جنہوں نے بروایت صحیح مسلم نزول مسیح کا ذکر کرتے ہوئے ان کو نبی اللہ کے لفظ سے یاد فرمایا ہے اور پھر اُمّت کے اس سواد اعظم کے متعلق کیا فیصلہ ہے جو مطلق اور غیر مشروط ختم نبوت کے بعد عیسٰے بن مریم نبی اللہ کے آنے کے قائل ہیں اور رہے ہیں۔ کیا یہ سب لوگ جو چودہ سو سال میں گذرے اور اب بھی موجود ہیں حسب آئین "غیر مسلم" نہیں ٹھہرتے؟ اگر نہیں ٹھہرتے تو کیوں نہیں ٹھہرتے؟ یہ عذر بے معنی ہوگا کہ وہ نبی ہو کر نہیں بلکہ اُمّتی ہو کر آئیں گے اس لئے کہ (اوّل) یہ خیال خود ساختہ اور بے سند ہے (دوم) خدا کے علم اور خدا کے نزدیک وہ نبی ہیں جس سے وہ معزول نہیں ہو سکتے (سوم) خود بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اُمّتی نہیں بلکہ نبی اللہ کہا ہے۔ یہ عذر بھی بالکل غلط اور غیر معقول ہوگا کہ کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کی ممانعت ہے۔ پرانے نبیوں کے آجانے کی ممانعت نہیں کیونکہ یہ بات مطلق اور غیر مشروط ختم نبوت کے سراسر منافی ہے۔ اور کیونکہ اس طرح خاتم النبیین یعنی آخری نبی وہ پرانا آنے والا بنے گا نہ کہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوم: مضمون ماسبق سے ثابت ہے کہ نبوت اور ختم نبوت کے متعلق بحیثیت رکن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راقم الحروف کے لفظاً و معناً بعینہٖ وہی عقائد ہیں جو اُمّت کے دیگر تمام اولیاء صوفیا اور علماء کے ہیں۔ اس بارے میں راقم الحروف اور ان بزرگوں کے عقائد میں سرِ مُو فرق نہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ راقم الحروف احمدیہ انجمن مذکور کا رُکن ہے مگر وہ بزرگ نہیں ہیں۔ اس بناء پر جو شخص ان بزرگوں کو مُسلم اور راقم الحروف کو غیر مُسلم قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک گویا غیر مسلم اور مسلم میں تمیز و تفریق کے لئے عقائد کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ نہ اعمال کے کوئی معنے ہیں اور نہ تقاضائے احکامِ قرآن و سُنّت پر غور کی کوئی ضرورت ہے بلکہ ان کے نزدیک مسلم اور غیر مسلم میں ما بہ الامتیاز صرف یہ بات ہے کہ کوئی شخص احمدیہ انجمن مذکور کا رُکن ہے یا نہیں ہے؟ اگر رُکن ہے تو غیر مُسلم ہے گو وہ تمام عقائد اہل سنّت والجماعت کا قائل ہو۔ تمام ارکانِ اسلام کا پابند ہو۔ کلمہ گو اہلِ قبلہ ہو۔ قرآن و سُنّت کے تمام اوامر و نواہی پر عامل ہو۔ شب و روز تبلیغِ اسلام اور اشاعت قرآن میں مصروف ہو۔ اور اگر اس انجمن کا رکن نہیں ہے تو مسلم ہے گو دیندار کم اور دنیادار زیادہ ہو۔ دینی تعلیم سے ناواقف صرف سیاست جانتا ہو۔ بے نماز ہو۔ نیم اشتراکی۔ نیم کمیونسٹ۔ نیم مسلمان ہو۔ احکامِ قرآن و سنّت کو نہ جانتا ہو نہ اُن پر عامل ہو۔ شرابی و زانی ہو۔ چور اور ڈاکو ہو اور کلمہ طیبہ تک پڑھنا نہ جانتا ہو العجب۔ خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیئے گویا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو ہمیشہ سے غیر مسلمانوں کو مسلم بناتا رہا ہے اس کی افادیت اب ختم ہے۔ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان جو مسلم اور غیر مسلم ہونے کی ہمیشہ سے بناء و بنیاد ہے اب فائدہ مند نہیں۔ جناب غلام احمد پرویز صاحب کا کہنا تو آج کل یہ ہے کہ آئین میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ناکافی ہے اس سے مسلم اور غیر مسلم ہونے کے بارے میں ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ ان کے نزدیک مسلم اور غیر مسلم میں ما بہ الامتیاز صرف مرزا غلام احمد کی ذات کو قرار دینا چاہیئے جو اُن کو مسلمان سمجھتا ہے وہ مسلم قرار دیا جائے۔ اللہ اکبر۔ جب زمانہ بدل گیا تو قرآن و حدیث کے احکام کیوں نہ بدلیں۔

چہارم: آئین میں اس ترمیم پر بڑی دیگیں پکائی گئیں۔ خوشیاں منائی گئیں۔ شادیانے بجائے گئے۔ شکرانے ادا کئے گئے۔ مبارک بادیاں دی گئیں اور لی گئیں۔ اور اس کو تاریخ اسلام کا کارنامۂ عظیم قرار دیا گیا۔ علماء حضرات کی یہ خوشیاں ناقابلِ فہم ہیں کیونکہ ارشادِ خداوندی فی القرآن ہے:۔

"الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون۔ والذین یؤمنون بما اُنزل الیک و ما انزل من قبلک و بالاٰخرۃ ھم یوقنون۔ اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون۔"

ترجمہ: جو لوگ ایمان لاتے ہیں غیب پر (اللہ پر) نماز قائم کرتے ہیں جو اللہ نے رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تجھ پر اُتارا (قرآن) اور جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا (انبیاء کی وحی) اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور فلاح پانے والے ہیں۔

مگر حسب آئین ترمیم یہ حکم الٰہی اب کافی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ اب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا رُکن نہ ہونا ضروری ہو گیا ہے۔ یہ قرآن کریم میں تبدیلی کے مترادف ہے۔ اور پھر ارشادِ خداوندی ہے: ——————

"لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا"
جو شخص تمہیں السلام علیکم سے خطاب کرے اسے
مت کہو کہ تو غیر مسلم ہے۔

مگر آئین کی یہ ترمیم خدا تعالےٰ کے اس حکم کو توڑ رہی ہے اور تبدیل کر رہی ہے۔
پھر حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مقدسہ ہے :۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علےٰ خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج و صوم رمضان۔
(بخاری۔ کتاب الایمان)

ترجمہ: ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ گواہی دینا کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔
اور پھر یہ ارشاد ہے :۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی صلوٰتنا و استقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی له ذمة اللہ و ذمة رسوله فلا تخفروا اللہ فی ذمته۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ:۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبح کردہ کھاتا ہے وہ شخص مسلم ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اور رسول اللہ کا ذمہ ہے۔ پس اللہ کا عہد نہ توڑو۔

مقام غور ہے کہ آئین کی یہ تازہ ترمیم خدا اور رسول کی ان ذمہ داریوں کو توڑنے اور قرآن و حدیث کے احکام میں تبدیلی کے مترادف نہیں؟ جناب غلام احمد پرویز صاحب کے لئے تو یہ امر یقیناً باعث خوشی ہے مگر ان حضرات کے لئے جو قرآن و حدیث کے احکام کو تاقیامت غیر متبدل مانتے ہیں ضرور باعث افسوس ہے۔ آئین کی یہ ترمیم قابلِ ترمیم ہے چاہیئے کہ نیشنل اسمبلی اس ترمیم پر از سرِ نو غور کرے۔ غیر مسلم اور مسلم ہونے کا معیار خدا اور رسول کے ارشاداتِ منقولہ بالا کو قرار دے۔ آئین میں جو لکھا گیا ہے ٹھیک ہے لیکن کسی کے ایمان اور عقیدہ پر یہ حاوی نہیں ہو سکتا۔ گو قانون حکومتی جو حد چاہے لگائے کلمہ گوہوں اہلِ قبلہ کے متعلق اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ کون مسلم ہے اور کون مسلم نہیں ہے۔ راقم الحروف احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا رکن ہوتے ہوئے اپنے عقائد کی رُو سے حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مقدسہ کے مطابق اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے ذمہ کے ساتھ مسلم ہے۔ جناب غلام احمد پرویز صاحب اپنی تمام طلوع اسلامی کنونشنوں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنی تمام تحریروں اور دیگر مولانا حضرات اپنے تمام بیانوں اور حکومتِ وقت اپنے قانونوں کے علی الرغم حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مقدسہ کو توڑ نہیں سکتے۔ اور نہ ان پر خط تنسیخ کھینچ سکتے ہیں۔ یہ ایمان کا معاملہ ہے جس کا تعلق اللہ تعالےٰ کی ذات سے ہے جو لوگوں اور حکومتوں کے احاطہ اختیار سے باہر ہے۔ ہاں حکومتِ وقت کو اختیار ہے جو چاہے اور جس طرح چاہے سلوک کرے۔

حکومتوں کے قانون ہمیشہ سے ادلتے اور بدلتے چلے آئے ہیں۔ مگر خالق کائنات حاکم حقیقی کے قوانین کبھی نہیں بدلتے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی فی القرآن ہے :۔ — ولن تجد لسنة اللہ تبدیلا۔

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ٭ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ٭ ہر نبوت را برو شد اختتام
(حضرت مسیح موعودؑ)

جماعتی سرگرمیاں — (نامہ نگار)

احباب جماعت سے ایک ملاقات

محترم جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب کا دورہ سیالکوٹ

احباب کو معلوم ہے کہ مکرمی ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے اپنی زندگی جماعتی امور کے لئے وقف کر دی ہے۔ اس سلسلہ میں جماعتوں سے رابطہ کا پروگرام بنایا گیا ہے اس پروگرام کے تحت ۲۹ر نومبر بروز جمعۃ المبارک ڈاکٹر صاحب موصوف سیالکوٹ کے احباب سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ جمعہ کے خطبہ میں احباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ فرداً فرداً بھی بعض احباب سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ خطبہ میں ڈاکٹر صاحب نے جماعت کو اس ابتلاء اور امتحان کے دور میں ثابت قدم رہنے اور صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھلانے کی تلقین کی اور سورہ عنکبوت کی ابتدائی آیات تلاوت فرما کر واضح کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی قوم خدا تعالےٰ کے فضلوں کی وارث بننا چاہے اور کسی قسم کے امتحان میں نہ ڈالی جائے۔ آپ نے جماعت کو نصیحت کی وہ اپنے اندر ایک نیک اور پاک تبدیلی پیدا کریں تاکہ مجدد الزمانؑ کی بعثت کا مقصد پورا ہو سکے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آنے کا یہی مقصد بیان فرمایا ہے کہ ایک متقیوں کا گروہ پیدا کیا جائے۔ آپ کے پُر معارف خطبہ نے احباب کو بہت متاثر کیا۔ نماز جمعہ کے بعد احباب کو حضرت صاحب کے ملفوظات سنائے گئے جس میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالےٰ اپنی جماعتوں کو اور نیک بندوں کو ہمیشہ امتحانوں سے گذارتا ہے تاکہ وہ صیقل ہو جاویں اور خدا تعالےٰ کے افضال کی بارش ان پر ہو۔ اور وہ خدا تعالےٰ کے وعدوں کو پورا کرنے والے بن سکیں۔

جمعہ کے روز شام کو واپس لاہور کے لئے روانہ ہونے سے قبل شیخ نثار احمد صاحب نے تمام احباب سمیت ڈاکٹر صاحب کے اعزاز میں دعوتِ عصرانہ دی۔ اس دورہ میں جناب شیخ عبدالحمید صاحب۔ شیخ برکت اللہ صاحب شیخ نثار احمد صاحب اور جناب فاضل رمضان صاحب کو ڈاکٹر صاحب کی ضیافت کا شرف حاصل رہا۔

سیالکوٹ کے اس دورہ میں محمد صالح نور محترم ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ رہے۔

ہمارا انجام کیا ہوگا

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

میں لے گیا اور میں نے کہا کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں مگر کیا تم بھی پھر گئے تو اس نے کہا کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں تب میں اس حالت سے منتقل ہو گیا۔ لیکن یہ سب امور درمیانی ہیں اور جو خاتمہ امر پر مقدر ہو چکا ہے وہ یہی ہے کہ بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزارہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خدا تعالےٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ میں آخر کار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کر دوں گا اور تجھے غلبہ ہوگا اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب رہے گی۔ اور فرمایا کہ میں زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کروں گا۔ اور یاد رہے کہ یہ الہامات اس واسطے نہیں لکھے گئے کہ ابھی کوئی ان کو قبول کر لے بلکہ اس واسطے کہ ہر یک چیز کے لئے ایک وقت اور موسم ہے۔ پس جب ان الہامات کے ظہور کا وقت آئے گا تو اس وقت یہ تحریر مستعد دلوں کے لئے زیادہ تر ایمان اور تسلی اور یقین کا موجب ہوگی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(انوار الاسلام۔ صفحہ نمبر ۵۰ — ۵۲)

جلسہ سالانہ کی تاریخیں

۲۷، ۲۸، ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۴ء۔ جمعہ، ہفتہ، اتوار

یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہم نے
کرتا ہے معجزوں سے وہ یارِ دیں کو تازہ
اسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے
(حضرت مسیح موعودؑ)

زندہ خدا سے زندہ تعلق کا ثبوت اس زمانہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب کے ربانی نشانات و خدائی معجزات پیش کرتے ہیں

(۴)

سائنس و علوم کے فروغ کے اس زمانہ میں خدا کی زندہ ہستی کے ثبوت کا زبردست مطالبہ ہے۔ دہریت و الحاد اور نیچریت و عقلیت کا خاتمہ اور دینِ اسلام کے سچے معنوں میں احیاء و تجدید کا تقاضا ہے کہ کوئی شخص اس دور میں اپنے ذاتی مشاہدہ و تجربہ سے حقائق دینیہ کی صداقت کا شاہد و بینا ہو کر اپنی شہادت دنیا کو دے۔
خود دین کے میدان میں بھی ایسی ہی زبردست شہادت کی ضرورت ہے ورنہ دین کا سلسلہ صرف ظاہرا ارکان کی بطور رسم و رواج کی پابندی اور پیروؤں کے تعصب کی داستانِ پارینہ بن کر رہ جاتی ہے جس میں دینِ اسلام کی اصل روح اور اس غالی دین کے تحرکات کی حقیقی جان باقی رہ نہیں جاتی۔ عنقریب دنیا عام طور پر اور مسلمان قوم خاص طور پر حضرت مجددِ اعظمؑ کی حقیقی خدماتِ دینِ اسلام کی جانب توجہ مبذول کرنے والے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے برخلاف موجودہ طوفانِ مخالفت کے کون سے اسباب محرک ہوئے؟

حیرت و تعجب کا مقام ہے کہ اس مخالفت میں دینی اور دنیوی دونوں عناصر باہم متحد ہو گئے ہیں۔ اگر ذرہ غور کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ در اصل یہ دونوں عناصر اگرچہ ایک دوسرے کے مخالف و متضاد ہیں تاہم ایک بنیادی امر میں باہم مشترک ہیں اور وہ امر ہے وحیِ الٰہی کے بند ماننے پر ان کا اتفاق۔ پس یہ وجہ ہے کہ پاکستان اسمبلی کے دونوں قسم کے عناصر نے جماعتِ احمدیہ کے برخلاف متحدہ محاذ بنایا جو مسلمانوں میں اس وقت واحد جماعت ہے جس کا ایمان و یقین ہے کہ وحیِ الٰہی ایک خارجی حقیقت ہے اور یہ سلسلہ ختمِ نبوت و تکمیلِ دینؐ بند نہیں ہوا بلکہ اب بھی اُمتِ مسلمہ میں جاری ہے، یہ درست ہے کہ جماعتِ احمدیہ لاہور کے نزدیک وحیِ نبوت بعد رسول اللہ صلعم بند ہو گئی کیونکہ دینِ اسلام مکمل شکل میں ہمیشہ کے لئے محفوظ موجود ہے اور اس لئے نیا دین اب آ نہیں سکتا۔ ایک طرف ہدایتِ ربانی، قرآن کریم کے مقدس صفحات میں محفوظ ہے تو دوسری طرف عملی زندگی کی صورت میں حضرت خاتم المرسلینؐ کے پاک نمونہ میں اپنے کمال سے جلوہ گر ہو کر اوراقِ تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر دی گئی ہے۔

اس کے برعکس جماعتِ ربوہ کا عقیدہ ہے کہ بابِ نبوت بند نہیں ہوا بلکہ بدستور جاری و ساری ہے۔ اور اس زمانہ کے حقیقی نبی و رسول حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب ہیں جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص دائرہِ اسلام میں آ نہیں سکتا۔ باوجود اس بنیادی و عظیم اختلاف کے دونوں احمدیہ جماعتیں اس امر پر متفق ہیں کہ سلسلہِ تکلمِ الٰہیہ ایک خارجی حقیقت ہے اور خدا سے اپنے کامل بندوں کا زندہ تعلق اب بھی جاری ہے، خدا تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کے منتخب افراد کے ساتھ اب بھی کلام کرتا، انہیں غیب کی خبریں عطا فرماتا ان کے ہاتھ پر خوارق و معجزات دکھلاتا، ان کی تضرعانہ دعاؤں کو قبول فرمایا، ان کی پیش آمدہ مصائب میں ان کی راہنمائی فرماتا، نیز دنیا کے بدلتے ہوئے تقاضوں میں دین کی فتح و کامیابی کے طریقِ کار سے ان کو آگاہ کرتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں چودھویں صدی کا چونکہ سب سے بڑا مطالبہ کلامِ الٰہی پر ذاتی شہادت کا ہے۔ نیز دینِ اسلام جن مشکلات میں گھر چکا ہے اور سائنس و علم کے فروغ کے باوجود دین کی کامیابی کا انحصار انسان اپنے علم و عقل کی بنا پر تجویز کرنے سے قاصر ہے۔ اس لئے اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق چودھویں صدی کے مجدد اسلام کو تکلمِ الٰہیہ کی نعمتِ عظمیٰ وافر طور پر عطا کی گئی ہے تا زمانہ کی امراض کا مکمل علاج ہو سکے۔

اب جاننے غور ہے کہ جہاں تک وحیِ الٰہی کے خارجی حقیقت ہونے اور اس کے جاری و ساری رہنے کا سوال ہے دونوں احمدیہ جماعتیں اس امر پر متحد و متفق ہیں، ادھر ان کے برخلاف دونوں قسم کے دینی و لادینی عناصر نے اس لئے اتفاق کر لیا ہے کہ ان کے نزدیک یا تو وحیِ الٰہی کی خارجی حقیقت کا نام و نشان نہیں بلکہ یہ صرف انسانوں کے اپنے خیال و جذبات ہیں جن کو خدا کی جانب منسوب کر دیا گیا ہے اور یا یہ کہ یہ خارجی حقیقت قلبِ انسانی پر اب وارد نہیں کی جاتی۔ اسے دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلے خدا سنتا اور بولتا تھا مگر اب اس کی یہ صفاتِ عالیہ معطل ہو چکی ہیں ان کے نزدیک خدا پہلے زمانوں میں تو انسان کی عاجزانہ دعاؤں کو سن کر ان کو نہ صرف نجات دیتا تھا بلکہ ان کو ایسی نجات کی خوشخبری بھی قبل از وقت از غیب عطا کرتا تھا۔ علمِ غیب کے ایسے ایسے امور سے اپنے خاص بندوں کو مطلع کرتا اور نصرت و تائید کے ایسے ایسے راستوں سے ان کی مخلصی کے سامان فرماتا کہ جو انسانی عقل و علم کے احاطہ میں کبھی آنے ممکن نہیں اور جن کے واجب ہونے پر ماحول قطعاً تیار نہ تھا۔ غرضیکہ [illegible] کے عین برخلاف اور انسانی علم و عقل کے عین مخالف، خدا [illegible] زندہ و [illegible] ہستی کے قطعی ثبوت پہلے زمانوں میں مہیا کیا کرتا اور اپنے حقیقی محبوں کو اپنی زندگی بخش روحانی ملاقات کا شرف بخشا تھا لیکن یہ سب کچھ اب واقع نہیں ہوتا۔ اب وہ خدا الگ تھلگ اور علیحدہ ہو کر بیٹھ گیا ہے کیونکہ اب اس نے دین کو کامل اور نبوت کو ختم کر دیا ہے۔ دینی خدمت اب صرف شریعت کے ظاہرا ارکان کی بجا آوری اور انسانی علم و عقل کی راہنمائی تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔

ظاہر پرستی و عقلیت کا اتحاد

اس وقت دین کا عام طور پر جو انکار اور اس سے بیزاری ہے۔ اس کا تمام تر باعث دین کی اس اساس کا انکار ہے۔ خدا سے زندہ تعلق کو جو حقیقتاً دین کے لئے بطور ایک بنیاد کے ہے نہ تو لادینی نظریہ کے اصحاب مانتے ہیں اور نہ ہی بعض دینی نظریہ کے حاملین اسے حقیقتاً تسلیم کرتے ہیں۔ لادینی اصحاب اگر خدا کی ہستی کے قائل ہیں تو صرف اسے ایک علت العلل سبب کے طور سے مانتے ہیں مگر اب اس کارخانہ کے معاملات میں دخل اندازی سے بالاتر اور اس کی نگرانی و نگہبانی کے منکر ہیں، اس طرح ان کا سارا دار و مدار نظامِ کائنات میں ظاہرا اسباب و عناصر اور قوانینِ قدرت پر منحصر ہو چکا ہے۔ انسانی علم و عقل سے ماوراء اور مادی اسباب و ذرائع کے بجز اور کوئی الٰہی طاقت قادر و توانا ہستی، عالم الغیب اور مدبر بالارادہ ذات موجود نہیں، اس لئے ان اصحاب کے نزدیک دین کی تو کوئی بنیاد ہی موجود نہیں پھر یہ لوگ دین کی طرف توجہ کیوں کریں! لیکن ان لادینی اصحاب پر ہمیں اس قدر تعجب نہیں جس قدر حیرت ان علمبرداران دین پر ہے جو وہ بھی دین کو محض ظاہر پرستی کے رنگ تک محدود کر چکے ہیں، دین کی اصل روح جس کا خلاصہ خدا سے زندہ و حقیقی تعلق اور اعمالِ حسنہ کے نتائج پر حتمی یقین ہے وہ یہاں بھی در اصل مفقود ہے الا ماشاء اللہ یہ علمبردارانِ مذہب، دین کو محض چند ظاہری ارکان کی ادائیگی تک محدود اور خدا کی عبادت خدا سے دعا اور تعلق کو بے نتیجہ و بے ثمر قرار دے رہے ہیں۔ اس طرح جہاں لادینی اصحاب روح کے منکر اور ظاہر پرستی کے شکار ہو چکے ہیں وہاں ایسے علماءِ دین کی ذہنی کیفیت بھی دین کے ظاہری ارکان کی

پابندی تک محدود اور خدا سے زندہ تعلق کے انکار پر قائم ہے۔ ایک لا دینی شخص جب جملہ دنیوی اسباب و ذرائع کو اپنے علم و عقل کے تحت استعمال کر لیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اب اس کے سوا اس کے پاس اور کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا، اُسے اب ......

...... ایاک نستعین کی دعا کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ ایسا ہی جو دینی لوگ اور جماعتیں خدا کے بندہ کے ساتھ زندہ تعلق سے منکر اور الہام الٰہی کو اب بند و ختم سمجھتے ہیں ان کی بھی یہی کیفیت رہتی ہے کہ انہوں نے سچے دین کی حقیقت کو چند ظاہر ارکانِ دین کی ادائیگی پر ختم اور صرف اپنے علم و عقل کے تحت قرآن کی تعبیر و تفسیر اور نئے پیش آمدہ حالات میں دین کی حقیقی خدمت کا مفہوم اپنے علم و عقل کو قرار دے لیا ہے جو ان کے نزدیک آخری حرف ہے، خدا تعالیٰ کی راہنمائی، دین کی فتح کے لئے خدائی آواز کی تائید و حمایت اور طریق کار کے انکشاف کے وہ قطعاً قائل نہیں رہے۔ دینی اور لادینی عناصر کا یہ اشتراک و اتفاق ہے جو جماعت احمدیہ کے بر خلاف محاذ بن کر ظاہر ہوا ہے۔

خدائی معجزہ کی اصل حقیقت

در اصل تکلم الٰہی کے انکار میں یہ دونو متفق ہیں۔ مگر ان کے بر خلاف، جماعت احمدیہ کا یہ ایمان و یقین ہے کہ کلام الٰہی ایک خارجی حقیقت ہے جسے ملہم کے اپنے ذاتی و انسانی افکار و خیالات سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ خارج سے خدا تعالیٰ کی جانب سے ایسی کیفیت ملہم کے قلب پر وارد ہوتی ہے اور یہ امر بلا ثبوت نہیں بلکہ اس کی تائید و شہادت اس سے ملتی ہے کہ کامل ملہم من اللہ پر اظہار علی الغیب ہوتا ہے، اور قبل از وقت ایسے انکشافات اس پر کئے جاتے ہیں جن کا بتلانا انسانی بس کی بات قطعاً نہیں۔ اس کے علاوہ خاص خدائی تصرفات و تائیدات جو انسانی دسترس سے قطعاً بالا تر ہوتی ہیں جن کو مشاہدہ کر کے ایک منصف مزاج و حقیقت جو انسان کی عقل حیران و دنگ رہ جاتی اور وہ اپنے عجز کا اعتراف کر کے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ بے شک ایسے نا مساعد و مخالف حالات میں اس قسم کی عظیم غیب کی خبریں دینا کسی انسان کی طاقت و علم کی بات قطعاً ہو نہیں سکتی۔ پس انسانی فہم لاچار و عاجز آ کر یہ ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ بے شک یہ انکشافات عالم الغیب ہستی کی طرف سے اور یہ نصرت و تائید ربانی جانب سے ہی ہیں۔ اس طرح خدا تعالےٰ کی زندہ ہستی، اس کی زندہ صفات کلام و قدرت اور تائید پر لوگوں کا یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک سلسلہ تکلم الٰہی صرف انبیاء سے ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ غیر انبیاء اور بالخصوص نائب و خلیفہ رسول صلعم سے بھی اس اُمتِ مسلمہ میں جاری و ساری ہے۔ چونکہ کسی سچے دین کی بنیادیں خدا کی زندہ ہستی، اس کی صفات قدرت و علم غیب، اس کے بندوں کی عاجزانہ دعاؤں کی قبولیت اور عالم معاد پر ایمان و یقین پر منحصر ہیں۔ اس لئے کسی دین کی تازگی، سرسبزی، احیاء و تجدید دین کا مقدم تقاضا یہ ہے کہ اس دین کے کامل پیرو تکلم الٰہی کی خارجی حقیقت کے بینا و شاہد ہیں۔ دین کی بنیادی حقیقتیں، انسانی حواس اور عقل سے ما وراء ہیں، ان پر حتمی یقینِ تکلم کے سلسلہ کی تازہ تجلی پر ہی منحصر ہے ورنہ ان حقائق پر سے یقین ختم ہو جاتا ہے۔

موجودہ دور میں دینی اور عقلی تحریکیں

اس زمانہ فروغ علم و سائنس میں زیادہ تر تحریکیں لا دینی موقف پر استوار ہیں جو خدا اور آخرت سے بے نیاز و منکر ہو کر انسانی علم و قیاس پر قائم اور اس کی صرف جسمانی و اقتصادی زندگی سے متعلق ہیں، ان اصحاب کو تو خدا اور دین سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں۔ پھر یہ الہام و وحی الٰہی کو کیوں تسلیم کریں گے۔ یہ لوگ فرائیڈ FREUD کی پیروی میں اس یقین پر قائم ہیں کہ انسان کے ظاہری حواس کے بجز اس میں کوئی باطنی صلاحیتیں موجود نہیں۔ ان کے نزدیک ہر خواب انکشافات یا بشارت محض خلل دماغ یا چھپی ہوئی انسانی خواہشات کے تقاضہ سے ہے۔ تکلم الٰہی اور بندہ سے خدا کے زندہ تعلق سے نہ صرف وہ قطعی لا علم و بے خبر پڑے ہیں بلکہ ہر ایسی بات پر استہزا و تمسخر سے کام لیتے ہیں۔ ان دہریہ منش لوگوں کے ما سوا جو دینی عناصر ہیں وہ بھی کم و بیش الحاد و انکار کے کسی نہ کسی رنگ میں ملوث ہے۔

کسی کا اعتقاد ہے کہ اب چونکہ دین کی تکمیل اور شریعت کا خاتمہ ہو گیا ہے اس لئے اب خدا تعالےٰ کا کسی بشر سے کلام کرنا حرام ہو چکا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک تکلم الٰہی صرف انبیاء علیہم السلام سے مخصوص تھا اور اب وہ ختم ہو چکا ہے، نہ خدا اب کسی بندہ سے ہمکلام ہوتا ہے، نہ اس کی دعاؤں کا کوئی جواب دیتا ہے۔ نہ بندہ کی عاجزانہ تضرعات کو سنتا اور اس کی مصائب کو اپنی قدرت سے دُور کرتا ہے۔ اب وہ بندوں سے الگ تھلگ اور بے تعلق ہو بیٹھا ہے، اس کی صفات تکلم و قدرت سب اب معطّل ہو چکی ہیں۔ اب صرف ظاہرا شریعت پر عمل اور ارکانِ دین کی پابندی رہ گئی ہے۔

بے تعلق اور مُردہ خُدا کی پرستش

لا دینی عنصر تو کسی ذات باری تعالےٰ کے ماننے سے عام طور پر علانیہ انکاری ہو رہا ہے۔ یا کم از کم وہ یہ سمجھتا ہے کہ خدا کو بندہ سے اب کوئی بھی سروکار نہیں، اس نے انسان کو عقل عطا کر کے اور قوانین قدرت کے ماتحت رکھ کر اب آزاد و بے تعلق چھوڑ دیا ہے۔ اب نہ کسی عبادت و تعظیم لامراللہ کی حاجت باقی ہے نہ ہی دعا اور اس کی قبولیت کی ضرورت ہے، اپنی عقل سے قوانین قدرت کے تحت وہ اپنی زندگی کا لائحہ عمل تیار کر کے خوشحالی اور جنت کا وارث بن سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ دین کے وہ علما و فضلاء جو دین کو محض ظاہرا شریعت کی پابندی تک محصور رکھتے اور اب بندہ کے خدا سے الہامی تعلق سے انکار کرتے ہیں، ان کی ذہنی کیفیت بھی اسی قسم کی آئینہ دار ہے کہ بندوں کا زندہ تعلق زندہ خدا سے اب ختم ہو چکا ہے۔ یہ اصحاب اب غور کریں کہ سلسلہ وحی و الہام سے انکار کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ختم نبوت کے کیا واقعی یہی معنے ہیں کہ خاتم النبیینؐ کے کامل پیرو بھی خدا کی ہمکلامی سے محروم رہیں گے؟ دینِ اسلام اور شریعت کی تکمیل و حفاظت کا کیا درحقیقت یہی مطلب ہے کہ آئندہ آنحضرت صلعم کے حقیقی و کامل پیرو کبھی خدا سے بذریعہ اس کے قطعی کلام کے نہ ہونے کے دینی حقائق پر محض تسنید کا ایمان رکھیں گے، دیدار الٰہی اور یار حقیقی سے کلام ان کے نصیب میں کبھی نہ ہوگا؟ اگر فی الواقعہ یہ درست ہے تو کیا دین اسلام دیگر ادیان کی مانند بھی مردہ و بے حقیقت بن کر نہیں رہ جائے گا؟ قرآن کریم کے کلام پاک میں تو معبودانِ باطل کی یہ علامت آئی ہے کہ نہ وہ کسی کی بات سنتے اور نہ جواب دیتے ہیں اور نہ ہی بندہ کے نفع و نقصان میں کوئی دخل دے سکنے کے قابل ہیں لم تعبد ما لا یسمع و لا یبصر و لا یغنی عنک شیئاً اگر تکلم الٰہی کا سلسلہ کامل پیروانِ حضرت خاتم المرسلینؐ پر بھی بند ہو چکا ہے تو کیا اسکا مفہوم یہی کچھ نہیں رہ جاتا کہ اسلام کا خدا بھی اب اپنی زندگی کا کوئی ثبوت اپنے کلام سے دینے سے قاصر ہے۔ نہ وہ اپنے حقیقی عاشقوں کی سنتا ہے نہ انہیں جواب دیتا ..... اور نہ ہی ان کے مخلصانہ تڑپ و درد کو دیکھ کر ان کی قادرانہ نصرت و حمایت کرتا ہے، اس صورت میں دینِ اسلام کی وہ افضلیت اور آنحضرت صلعم کی وہ عالی عظمت کہاں باقی رہ جاتی ہے؟ کیا قرآن میں یہ مرقوم نہیں افمن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء۔ کون ذات ہے جو وایں مضطر بندوں کی دعا کو سُن کر ان کو جواب دیتا ہے اور ان کے دُکھوں و مصائب کو دُور کرتا ہے۔ پھر مومنین کاملین کے لئے قرآن کریم نے بشارتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یعنے قدم استقامت رکھنے والے مومنوں پر خدا کے فرشتے نازل ہوتے اور ان کو خوشخبریاں عطا کرتے ہیں، یہ سب خدائی وعدے آخر کیا معنی رکھتے ہیں؟

اجرائے وحیِ ولایت، ختم نبوت کا تقاضا ہے

اجرائے نبوت کا عقیدہ بلا شبہ ختم نبوت کے اساسی عقیدۂ اسلام کے مخالف واقع ہوا ہے۔ اس لئے اگر بالفرض بعض علماء کے نزدیک کسی شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہو تو بلا شبہ وہ اسے اور اس کے پیرو...

کو خارج از اسلام قرار دینے میں حق بجانب سمجھے جا سکتے ہیں ۔ مگر جو جماعت جیسے جماعت احمدیہ لاہور ہے جو ختمِ نبوت کے عقیدہ پر نہ صرف محکم ایمان کا اعلان آج کرتی ہے بلکہ ساٹھ سال سے وہ اجراءِ نبوت کا عقیدہ رکھنے والوں سے جہاد کرتی چلی آ رہی ہے نیز اس جماعت کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ خود بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بھی کبھی نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا بلکہ اس کے برخلاف نہایت واضح الفاظ میں اسے اپنے پر اتہام و بہتان قرار دیا ہے کا ایسی جماعت پر بھی کفر کا فتوے لگانا اور اسے خارج از اسلام قرار دینا کہاں کا انصاف و تقوے ہے؟ اس اخبار کی گذشتہ اشاعتوں میں جماعت اسلامی کے اخبار "ایشیا" سے اقتباس نقل کیا جا چکا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ سوال دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ کوئی بھی دعوے خواہ وہ ملہمیت یا مجددیت کا ہو کیوں کیا گیا اور اس قسم کے دعوے کرنا اور ان پر ایمان لانا ہی کفر ہے ۔ اس پر ہماری طرف سے یہ سوال کیا جا چکا ہے کہ پھر بتلایا جائے کہ کیا جماعت اسلامی کے نزدیک واقعی ہر ملہم و مجدد کافر اور دائرہِ اسلام سے خارج ہے؟ الہام اور مجددیت کے صریح و صاف دعاوی تو اُمت مسلمہ کے متعدد اولیاء نے کئے ہیں جن کی مثالیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی اور دیگر اولیائے اُمت کی تحریروں سے ہم پیش کر چکے ہیں ۔

کیا تمام مدعی ملہمین و مجددین اُمت کافر و خارج از اسلام ہیں؟

پس انصاف اور حق پرستی کا تقاضہ تو یہی ہے کہ یا تو ان تمام اولیاء کو جنہوں نے ملہمیت یا مجددیت کے دعاوی کئے ہیں کافر و خارج از اسلام قرار دیا جائے یا پھر اس عقیدہ سے رجوع کیا جائے کہ ملہمیت و مجددیت کے دعاوی باعث کفر و خروج از اسلام ہیں ۔

ہمیں ابھی تک اس امر کا انتظار ہے اور رہے گا جب تک اس معاملہ میں جماعت اسلامی اپنے حتمی فیصلے کا اعلان نہیں کرتی ۔ جبکہ اس کے نزدیک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رح نے ملہمیت و مجددیت کا دعوے کیا ہے تو پھر اسی بناء پر دیگر اولیاء اُمت کے بارہ میں بھی کوئی واضح و واشگاف فیصلہ کرنا کیا اس پر فرض نہیں؟ آخر حق گوئی اور انصاف پرستی میں یہ لیت و لعل اور گریز کیوں اختیار کیا جاتا ہے؟ اس وقت ہمارے بتلانے کا مقصد یہ ہے کہ الہامِ الٰہی کے خارجی حقیقت ماننے کے لحاظ سے یہ کس قسم کا زمانہ آگیا جب نہ صرف عام مسلمان بلکہ وہ جماعت جو اپنے زعم میں مسلمان قوم کی اصلاح کے لئے کھڑی ہے اس کے علماء تک بھی الہام کے منکر ہو رہے ہیں بلکہ الہام کے مدعیان ان کے نزدیک کافر و خارج از اسلام ہیں!!

الہامِ الٰہی پر دین کی بنیادیں استوار ہیں

اگر مادی علوم نے الہام کو خارجی حقیقت ماننے سے انکار کر دیا ہے حتیٰ کہ قرآن پاک کے کلامِ الٰہی ہونے کی بھی خود بعض مسلمان علماء اور لیڈروں نے یہ تاویل پیش کی ہے کہ قرآن کے الفاظ خارج سے نازل نہیں ہوئے تھے بلکہ یا تو ان کے معنی حضرت محمد مصطفٰے کے قلب میں ڈالے گئے جنہیں آپؐ نے اپنے الفاظ میں ادا کیا اور یا اس سے جو لوگ ایک قدم اور آگے چلے گئے انہوں نے یہ کہا کہ اس دنیا میں جو کچھ ظہور پذیر ہوتا ہے وہ تمام تر خدا کی طرف سے ہی ہوتا ہے اس لئے الہام کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ کسی نیک دل انسان کے نیک و عمدہ خیالات ہوتے ہیں جنہیں وہ خدا کی جانب منسوب کر دیتے ہیں تاکہ ان کے پیرو انہیں واقعی منجانب اللہ سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہو جائیں ۔ مگر ظاہر ہے کہ مکالمہ الٰہیہ کی اس قسم کی تاویلیں کرنا کہاں تک حق و صداقت سے مطابقت رکھتا ہے؟ اگر یہی اصل حقیقت تکلمِ الٰہی کی مانی جائے تو پھر دین کی تو بنیادیں ہی گر جاتی ہیں اس لئے اگر خدا کے بولنے سے مراد، انسان کے نیک خیالات لئے جائیں، تو ایسے کلام کا بے خطا ہونا کیونکر مانا جا سکتا، اور جب کلام میں غلطی و خطا کا امکان مان لیا جائے جیسا کہ ہر انسان کے اپنے کلام کے بارہ میں ایسا ماننا لازم آتا ہے تو پھر اس کی صداقت پر یقین اور پیروی کے لئے ترغیب کی تحریک کہاں تک پیدا ہونی ممکن ہے؟ دین کی ساری بنیادیں تو اس امر پر موقوف ہیں کہ اس کے بیان کردہ اصول کہاں تک سچے و صحیح ہیں اور کہاں تک ان کی صداقت و حقانیت کے بارہ میں قلوب میں حتمی یقین و ایمان جاگزیں ہو چکا ہے ۔ اب ظاہر ہے کہ اگر الہام کا مطلب صرف انسان کے اپنے خیالات ہی ہوں تو نہ تو ان کے حتمی طور پر درست و صحیح ہونے کا یقین دل میں پیدا ہونا ممکن ہے اور نہ ہی نفسانی لذات کے مقابل ان پر عمل پیرا ہونا ممکن ہے ۔

سائنسی علوم کے فروغ اور مادی تحریکات کے زمانہ میں جب سے الہام کا ہر طرف انکار ہو رہا ہو، دین کی بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کیا یہ ضروری نہ تھا کہ خدا تعالےٰ اپنے کسی منتخب بندہ پر اپنا سچا کلام وافر مقدار میں نازل کرتا، تاکہ کلامِ الٰہی کے خارجی حقیقت ہونے پر وہ ثبوت ہوتا؟

مکفّر مُلّا کی پکار

ابن امام

صبحدم اُٹھ کے جو دیتا ہے اذاں، کافر ہے
گرچہ ماتھے پہ ہیں سجدے کے نشاں، کافر ہے

جس کے کردار میں ہے خُلقِ پیمبر کی جھلک
ہے جو باطل کے لئے برقِ تپاں، کافر ہے

میرے ایمان پہ شاہد ہے زمانے کا ضمیر
تو یہ کہتا ہے کہ یہ جانِ جہاں، کافر ہے

مفتیٔ شہر کو اب تک نہ سلیقہ آیا
دل ہو کس طرح مسلماں جو زباں کافر ہے

سرنگوں سامنے ہیں جس کے کلیسا کے چراغ
تو سمجھتا ہے کہ وہ ماہِ جواں کافر ہے

قریہ قریہ جو گیا ختمِ نبوّت کے لئے
تیری نظروں میں وہی سوختہ جاں کافر ہے

تجھ کو قرآں کی اشاعت نہ میسّر آئی
مشغلہ تیرا یہی ہے کہ فلاں کافر ہے

تیرا دامن ہے جو تحقیق و تجسّس سے تہی
تیری کم کوش نگاہوں کا گماں کافر ہے

روز و شب جس کو نہیں حُبِّ پیمبر سے فراغ
گر یہی کُفر ہے، کافر ہے وہ، ہاں! کافر ہے

اللہ! اللہ! یہ ناموسِ رسالت کے امیں!
جن کی نظروں میں ہر اک رشکِ جناں کافر ہے

کلمہ پڑھ کر جو مسلماں نہیں ہوتا کوئی
پھر تو اسلام کا ہر پیر و جواں کافر ہے

ایسے تقدیس و تقدس سے بھلا کیا حاصل
جس میں "اخلاق و مروّت کا نشاں" کافر ہے

"اس دور کے مُلّا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی" (اقبال)

محترم محمد سلیم اختر

گنجینۂ علم و حکمت

گیسوئے اُردو کی شانہ گری میں اگرچہ بہت سے بزرگوں نے اپنے خون جگر سے صفحۂ قرطاس پر گل بُوٹے کھلائے ہیں اور ہماری نگاہ میں ان کی بہت قدر و منزلت ہے مگر سلطان القلم حضرت مرزا صاحب نے اُردو ادب کے دامن کو جس طرح مالا مال کیا ہے اس کی مثال کم ہی ملے گی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ الفاظ کے تلبیع اور ترتیب کے تیکھا پن میں مضمون کی بلندی کو خبط کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات جو لاہوت سے لے کر ناسُوت کی وسعتوں تک پھیلی ہوئی ہیں کیا مجال جو کسی جگہ اشہب قلم نے لغزش کھائی ہو بلکہ ایسے مضامین جن پر پوری کتاب میں سیر حاصل بحث سے بھی انسان مطمئن نہیں ہوتا آپ نے ایک فقرہ میں دقیق سے دقیق مضمون کو یوں ادا کیا ہے جیسے سمندر کوزے میں بند کر دیا گیا ہو۔ یہ جواہر پارے الٰہیات، تکوین، معاد، ایمان، اعمال، تزکیۂ نفس، اخلاق، تصوف رُوح، نجات، بہشت و دوزخ غرض ایسے بے شمار موضوعات پر مشتمل ہیں کہ بسا اوقات زبان کی تنگ دامانی آڑے آتی ہے مگر حضرت مرزا صاحب نے ان علوم کو اردو زبان میں نہایت فصاحت و بلاغت سے سمو کر ایک بیش بہاء خدمت سرانجام دی ہے۔ زبان اُردو ہمیشہ اس بات پر نازاں و مفتخر رہے گی کہ اسے ایسا قلمکار ملا جس نے اسے ثریٰ سے اٹھا کر ثریا تک پہنچا دیا ہم نے ارادہ کیا ہے کہ وقتاً فوقتاً علم و حکمت کے یہ موتی احباب کی خدمت میں رُوحانی مائدہ کے طور پر پیش کرتے رہیں جس سے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مرزا صاحب نے کس قدر بیش بہا علوم سے اُردو ادب کے دامن کو بھر دیا ہے۔ و باللہ التوفیق۔

——مبارک وہ جو اپنی کمزوریوں کا اقرار کرکے خدا سے رحم چاہتا ہے۔

——نہایت شوخ اور شریر اور بدبخت وہ شخص ہے جو اپنے اعمال کو اپنی طاقتوں کا ثمرہ سمجھ کر خدا سے انصاف چاہتا ہے۔

——خواب کا عالم موت کے عالم کی کیفیت سمجھنے کے لئے ایک آئینہ کے حکم میں ہے۔

——کوئی کیمیا ایسی نہیں جیسا کہ خدا کی محبت۔

——توبہ اور مغفرت سے انکار کرنا درحقیقت انسانی ترقیات کے دروازہ کو بند کرنا ہے۔

——انسان کی عملی حالت سے بڑھ کر کوئی امر اس کے خالص ایمان پر گواہ نہیں ہو سکتا

——عرش کوئی مخلوق چیز نہیں بلکہ محض وراء الورا مقام کا نام عرش ہے جس سے مخلوق کو کوئی اشتراک نہیں۔

——باوجودیکہ ہزارہا قرن اس دنیا پر گذر چکے ہیں پھر بھی انسان نے صرف اس قدر خدا کی حکمتوں پر اطلاع پائی ہے جیسا کہ ایک عالمگیر بارش میں سے صرف اس قدر تری جو ایک بال کی نوک کو بمشکل تر کر سکے۔

——اپنی حکمت اور دانائی کا دم مارنا جھوٹی شیخی اور حماقت ہے۔

——انسانی عقل اور معرفت کا سرچشمہ دل ہے

——دنیا کو خدا نے شیش محل سے مثال دی ہے جاہل انسان ان شیشوں کی پرستش کرتے ہیں اور دانا اس پوشیدہ طاقت کے پرستار ہیں۔

——محبت نجات کی جڑ ہے اور یہی وہ بہشت ہے جس میں داخل ہونے کے بعد تمام کوفت اور تلخی اور رنج و عذاب دُور ہو جاتا ہے۔

——گناہ کی رغبت کا جذام نہایت خطرناک جذام ہے اور یہ جذام کسی طرح دُور ہی نہیں ہو سکتا جب تک خدا کی زندہ معرفت کی تجلیات اور اس کی ہیبت اور قدرت کے نشان بارش کی طرح وارد نہ ہوں۔

——انسان اپنی لذات کو ظنی خیالات سے چھوڑ نہیں سکتا ہاں ایک یقین دوسرے یقینی امر سے دست بردار کرا سکتا ہے۔

——یقین ہی کے پاک چشمہ سے نیک اعمال نشو و نما پاتے ہیں۔

——اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے زندہ نشانوں کی چھری سے دہریت کے کلبوت کو ذبح کرتا ہے اور تاریک مت کی ہیکل کو توڑتا ہے۔

——حدیث النفس کا کلام آہستہ آہستہ ہوتا ہے جیسا کہ ایک مخنث یا بیمار بولتا ہے مگر خدا کا کلام پُر شوکت ہوتا ہے۔

——وہ تقویٰ و طہارت سے ایسے الگ ہیں جیسے اندھیری رات روشنی سے الگ ہوتی ہے۔

——انسانی نفس تزکیہ کے بعد ایک آئینہ کا حکم رکھتا ہے جس میں ربوبیت الٰہیہ کا چہرہ منعکس ہوتا ہے۔

——جس سے خدا زیادہ پیار کرتا ہے اور جس کو زیادہ اپنے جلال اور بزرگی سے حصہ بخشتا ہے اسی سے یہ اندھی دنیا زیادہ دشمنی کرتی ہے۔

——اگر منافقانہ طور پر محبت ہو تو وہ محبت نہیں ہے بلکہ وہ ایک زہریلا تخم ہے جو بعد میں اپنا مہلک پھل دکھلائے گا۔

——بد زبانی اور صلحکاری دونوں ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔

——پاک زبان لوگ اپنی پاک کلام کی برکت سے انجام کار دلوں کو فتح کر لیتے ہیں۔

——صرف اپنے اعمال سے کوئی نجات نہیں پا سکتا محض فضل سے نجات ملتی ہے۔

——انسان کو حقیقی طور پر اس وقت نجات یافتہ کہہ سکتے ہیں جب اس کے تمام نفسانی جذبات جل جائیں اور اس کی رضا خدا کی رضا ہو جائے۔

——کیا تم اپنے ایک بچے کو جس سے تم بہت ہی محبت رکھتے ہو دانستہ آگ میں ڈال سکتے ہو پھر خدا جو سراسر محبت ہے ان لوگوں کو جو اس سے پیار کرتے ہیں اور ذرہ ذرہ ان کا اس کی محبت میں مستغرق ہے کیونکر آگ میں ڈالے گا۔

——گناہ سے بے خوف ہونے کی یہی وجہ ہے کہ غافل انسان کو نہ خدا پر یقینی ایمان ہے نہ اس کی سزا پر۔

——محبت اور ادب پیدا ہونے کے لئے معرفت ضروری ہے۔

——رُوح اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہے کہ اس راز کو کھولنا انسان کا کام نہیں۔

——رُوح ایک ایسا لطیف نور ہے جو اسی جسم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے۔

——مجرد اخلاق کا حاصل کرنا انسان کو روحانی زندگی نہیں بخشتا۔

——دنیا میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جو طبعی قوت اور خلق میں فرق کر سکتے ہیں۔

——حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں یہ فرق ہے کہ خلق ہمیشہ محل اور موقعہ کی پابندی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور طبعی قوت بے محل بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

——حقیقی شجاعت کی جڑ صبر اور ثابت قدمی ہے۔

——انکار وجود باری صرف سفلی زندگی تک ہے ورنہ اصل فطرت میں اقرار بھرا ہوا ہے۔

——اعلےٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ آرام پا جائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اس کی خدا میں ہی ہو جائے یہی وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں بہشتی زندگی کہا جاتا ہے۔

——انسان کو سچی طہارت اور پاکیزگی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جبتک آسمانی مدد اس کے شامل حال نہ ہو۔

——(نفسِ مطمئنہ کی صورت میں) سچائی کی فوج سب کی سب دل کے شہرستان میں آ جاتی ہے اور فطرت کے تمام بُرجوں پر راستبازی کا قبضہ ہو جاتا ہے۔

——انسان باعتبار اپنے اندرونی قوے کے ایک جماعت اور اُمت ہے اور اس طرح پر تمام قوے کا خدا کا سجدہ کرنا یہی وہ حالت ہے جس کو اسلام کہتے ہیں۔

——کامل استقامت سے مراد ایک ایسی حالت صدق و وفا ہے جس کو کوئی امتحان ضرر نہ پہنچا سکے یعنی ایسا پیوند ہو جس کو نہ تلوار کاٹ سکے نہ آگ جلا سکے۔

——جو لوگ خدا کی مرضی چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں بدکار ہیں وہ ضرور ہلاک ہوں گے کیونکہ انہوں نے غیر کو خدا پر مقدم کر رکھا ہے۔

(باقی —— باقی)

عرفات پریس تھارنٹن روڈ لاہور میں باہتمام خالد محمود صاحب پرنٹر پبلشر ... [illegible]

جلد ۶۱ | چہار شنبہ ۳ و ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ - ۱۸ و ۲۵ دسمبر ۱۹۷۴ء | نمبر ۴۷-۴۸

حضرت مجدد صد چہاردہم سلام اللہ علیہ

ہمارا مذہب

زعشاقِ فرقان و پیغمبریم — بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا ہے۔ اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی ہے۔ جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماویہ ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکامِ فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کو تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراطِ مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ راہِ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔

میں ابتداء سے بیان کرتا آیا ہوں کہ میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ذرا ادھر اُدھر ہونا بے ایمانی سمجھتا ہوں۔ میرا عقیدہ یہی ہے کہ جو اس کو ذرا بھی چھوڑے گا وہ جہنمی ہے۔ پھر اسی عقیدہ کو میں نے نہ صرف تقریروں میں بلکہ ساٹھ کے قریب اپنی تصنیفات میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے اور دن رات مجھے یہی فکر اور خیال رہتا ہے۔ پھر اگر یہ مخالف خدا سے ڈرتے تو کیا ان کا فرض نہ تھا کہ وہ مجھ سے پوچھتے کہ فلاں بات تمہاری از اسلام ہے اس کی کیا وجہ ہے یا اس کا تم کیا جواب دیتے ہو؟ مگر نہیں اس کی ذرا بھی پروا نہیں کی سنتا اور کافر کہہ دیا۔ میں نہایت تعجب سے ان کی اس حرکت کو دیکھتا ہوں کیونکہ اوّل تو حیات و وفات مسیحؑ کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو اسلام میں داخل ہونے کے لئے شرط ہو۔ یہاں بھی ہندو یا عیسائی مسلمان ہوتے ہیں مگر بتاؤ کہ ان سے بھی اقرار لیتے ہو؟ بجز اس کے کہ اٰمنت باللہ و ملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔ پس جبکہ یہ مسئلہ اسلام کا جزو نہیں پھر مجھ پر وفاتِ مسیح کے اعلان سے اس قدر تشدد کیوں کیا گیا کہ یہ کافر ہیں دجال ہیں۔ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے ان کے مال لوٹ لینے جائز ہیں اور ان کی عورتوں کو بغیر نکاح گھر میں رکھ لینا درست ہے ان کو قتل کر دینا ثواب کا کام ہے۔ وغیرہ وغیرہ ایک تو وہ زمانہ تھا کہ یہی مولوی شور مچاتے تھے اگر ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تب بھی کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیئے اس کو مسلمان ہی کہو۔ مگر اب کیا ہو گیا۔ کیا میں اس سے بھی گیا گزرا ہو گیا۔ کیا میری جماعت اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ نہیں پڑھتی؟ کیا میں نمازیں نہیں پڑھتا یا میرے مرید نہیں پڑھتے کیا ہم رمضان کے روزے نہیں رکھتے؟ اور کیا ہم ان تمام عقائد کے پابند نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی صورت میں تلقین کئے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں اور خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح ایک سچے مسلمان کو لانا چاہیئے میں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ورنہ نہیں، آپ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب۔ اب کوئی کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اسکو چھوڑیگا وہ جہنم میں جائیگا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۱۳۷)

اسلام کی فتح اور اقبال کے دن قریب ہیں

مجدّدِ وقت کا ارشادِ گرامی

"اس زمانہ میں مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اسکو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بیدل نہیں ہونا چاہئے کہ اب کیا کریں یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی رُوحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا۔ اور

اِسلام فتح پائے گا

حال کے علُوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکرِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رُو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفۂ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علومِ مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دیگا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔ جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں، اسکے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں یہ اقبال رُوحانی ہے اور فتح بھی رُوحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۵۴)

تقویٰ اختیار کرو تمہاری موت فرمانبرداروں کی موت ہو

مسلمانوں کا سب سے بڑا مرض تفرقہ ہے

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تفرقہ ڈالنے اور تفرقہ بڑھانے والی باتیں چھوڑ دو

حضرت مولانا نور الدین رحؓ کے ارشادات

تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کی راہوں پر چلتے چلتے اس حد تک پہنچ جاؤ گے کہ تمہاری موت ایک فرمانبرداروں کی موت ہو اور یہ حالت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ انسان پہلے ہی تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرے۔ اس وقت سب سے بڑا مرض جو اسلامیوں میں ہے وہ باہمی تفرقہ ہے۔ ہماری آوازیں مختلف ہیں، لباس مختلف، کام مختلف، کھانا پینا مختلف، باوجود اس اختلاف کے ہم میں وحدت کی ایک بات ہے اور وہ یہ کہ ہم سب مل کر خدا کی خادم جماعت بن جائیں۔ لوگوں کا تو اس طرف کچھ خیال نہیں اور بے ہودہ بحثیں لے بیٹھے ہیں جن سے سوائے اس کے کچھ فائدہ نہیں کہ تفرقہ بڑھے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تفرقہ ڈالنے اور تفرقہ بڑھانے والی باتیں چھوڑ دیں۔ ایسی لغو بحثوں سے جن سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا۔ منہ موڑ لو اور سب مل کر

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً

حبل اللہ قرآن مجید کو محکم پکڑ دو۔

نیز سُن رکھو اسلام میں بہت توسیع ہے۔ صحابہ کرامؓ آمین بالجہر بھی کہہ لیتے، آمین بالاخفاء بھی کہہ لیتے، سینہ پر بھی ہاتھ باندھتے اور ناف کے نیچے بھی بسم اللّٰہ جہراً بھی پڑھتے اور سراً اور بعض تابعین ہاتھ چھوڑ کر بھی نماز پڑھتے رہے ایسے اختلافات پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف ان مباحث سے بیہودہ تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ دل اللہ سے ڈرنے والا مانگو۔ بہت بولنے کی عادت کم کرو۔ بہت بولنے سے دل مر جاتا ہے اور سب کے سب مل کر اتحاد اتفاق سے کام کرو۔ خدا کا شکر کرو۔ کہ ایک اللہ کا بندہ آیا اور

اس نے مختلف مذاہب والوں کو اختلاف
کی آگ سے نکال کر بھائی بھائی بنا دیا۔

(بدر۔ ۲۹ جون ۱۹۱۱ء جلد ۱۰ نمبر ۳۵)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۱۸-۲۵ دسمبر ۱۹۷۴ء

"ختمِ نبوت اور تحریکِ احمدیت" کا سرسری جائزہ

"طلوعِ اسلام" کو حکیم مشرق علامہ اقبال مرحوم سے چونکہ نسبت تھی، اس لئے میں اسے کالج ہی کے زمانہ سے قدر و منزلت سے دیکھتا چلا آیا تھا اور علامہ مرحوم کے مداح کی حیثیت سے پرویز صاحب بھی میرے لئے محترم تھے۔ لیکن کچھ عرصہ سے میں "طلوع اسلام" کا بالالتزام مطالعہ کر رہا ہوں، اور میں نے محسوس کیا کہ پرویز صاحب کی قرآن فہمی کا دعوے پادر ہوا ہے۔ ان میں علمی بے مائگی کے ساتھ ساتھ تعلّی، بے جا علمی غرور اور علمائے ملت سے نفرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنی علمی فرمائگی کو چھپانے اور لوگوں میں اپنی عقیدت کے لئے اس دور کے ہر دلعزیز مفکرِ ملت علامہ اقبال مرحوم کی آڑ لے رکھی ہے جا و بے جا ان کے اشعار نقل کرتے ہیں، اور اس طرح دنیا کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ میں حکیم مشرق کا شارح اور ترجمان ہوں۔ اور بالخصوص جماعت اسلامی، جماعتِ احمدیہ اور اہلِ اسلام کی دیگر فعال تنظیموں کو ہدفِ تنقید بنا کر ملک میں ہر اسلامی تحریک و جمعیت کو کمزور اور ان برسر اقتدار اشتراکیوں کی خوشنودی حاصل کر رہے ہیں جو اس ملک سے اسلام کو ختم کر کے لا دینی نظام سیاست و اخلاق رائج کرنے کے خواہاں ہیں۔

۱۹۷۴ء کے "طلوعِ اسلام" کے بعض شماروں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ پرویز صاحب جنہیں ان کے حلقہ بگوش "مفکرِ قرآن" کہتے نہیں تھکتے نہ صرف غور و فکر کی صلاحیتوں سے عاری۔ بلکہ دیانت و علمی ذوق سے بھی بے بہرہ ہیں۔ اور ان میں اخلاقی جرأت کا بھی فقدان ہے جس کی تازہ دو مثالیں پیش کرنے کے بعد اصل مقصد کی طرف آؤں گا۔

شروع سال میں پرویز صاحب نے لکھا کہ حضرت مرزا صاحب نے قرآن میں تحریف کی ہے۔ جس کا جواب محترم مولانا دوست محمدؐ صاحب مدیر "پیغام صلح" نے دیا۔ مگر پرویز صاحب مطمئن نہ ہوئے اور ایک مکتوب کے ذریعے عدم اطمینان کا اظہار کر کے فرمایا کہ میرا مکتوب اور اس کا جواب پیغام صلح میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ ان کے کہنے کے مطابق راقم الحروف نے ۲۲ رمئی کے "پیغامِ صلح" میں پرویز صاحب کا مکتوب مع جواب شائع کیا اور درخواست کی کہ پرویز صاحب اسے طلوع اسلام میں شائع فرمائیں تاکہ طلوعِ اسلام کے قارئین کے سامنے بھی تصویر کے دونوں رُخ آ جائیں۔ لیکن انہیں اس امر کی اخلاقی جرأت نہ ہوئی، حالانکہ جب شیعہ ماہنامہ "معارفِ اسلام" نے پرویز صاحب کی تحریر کا جواب لکھا تو اس کا اقتباس ستمبر کے شمارہ میں شائع کر دیا۔

پھر ۳ ر جولائی کے "نوائے وقت" میں پرویز صاحب کے نام سے ایک مضمون "ایک پُر فریب نعرہ" کے عنوان سے چھپا جس میں بانی سلسلہ احمدیہؑ کی طرف دو باتیں منسوب تھیں (۱) "حقیقۃ الوحی" میں مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ ختم نبوت کے معنے تیلیوں کی مہر کے ہیں جس کے لگنے سے اس اُمت میں نبی بنتے رہیں گے۔ (۲) مرزا صاحب نے "کشتی نوح" میں اپنے آپ کو حضرت عیسےٰؑ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صف میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ اسی ماہ پیغام صلح میں اس کا جواب "پرویز صاحب کے ایک پُر فریب نعرہ کی حقیقت" کے عنوان سے شائع کیا گیا، پرویز صاحب نے اسے پڑھا لیکن ہماری درخواست کے باوجود اسے "طلوعِ اسلام" میں شائع نہ کیا، یہ وہ دیانت دار، با اخلاق تحقیق دوست شخص ہے۔ جس کا تعارف آج ہم کرانے لگے ہیں۔

جناب پرویز صاحب نے حال ہی میں ایک کتاب "ختم نبوت اور تحریک احمدیت" کے نام سے شائع فرمائی ہے۔ اس کتاب کے سرسری مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا مصنف حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے جاہل ہے۔ اس نے مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ نہیں کیا، اور اپنے پیشروؤں کی اندھی تقلید میں غلط باتیں مرزا صاحب سے منسوب کر کے حق و صداقت کا منہ چڑایا ہے۔ اور ہر قسم کی شرافت اور شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ دیا ہے ذیل میں ہم اس کتاب کے پس منظر تک تبصرہ کو محدود کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اس کتاب کے مصنف کی ندرت نگاہی اور علمی تحقیق کا حدود اربعہ کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"مسئلہ قادیانیت سے میری دلچسپی شروع سے چلی آتی ہے اس زمانے میں مَیں نے مرزا صاحب کی قریب قریب تمام تصانیف کا مطالعہ کیا تھا۔ اور (اپنے معمول کے مطابق) ان سے اہم مقامات سے نوٹ لے لیا کرتا تھا۔ یہی نوٹ بعد میں میری تحریروں میں اقتباسات کی صورت میں آ جاتے تھے۔ زیرِ نظر کتاب کی تالیف کے وقت مجھے مرزا صاحب کی اکثر کتابیں میسّر نہیں آ سکیں، اس لئے مَیں نے اقتباسات کے لئے زیادہ تر اپنے نوٹس پر انحصار کیا ہے، لیکن انکے حوالوں کو الیاس برنی (مرحوم) کی کتاب "قادیانی مذہب" سے چیک کر لیا ہے" (صفحہ ۲۹)

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے
خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیئے

یہ ہے وہ معیارِ تحقیق جس کی بناء پر ایک فرد ہی نہیں اہلِ توحید کے ایک عظیم گروہ کی تکفیر کی اساس رکھی گئی ہے۔ پرویز صاحب ۱۹۰۳ء میں بٹالہ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۴ء کے قریب میٹرک کر کے لاہور چلے آئے۔ گویا کہ سکول میں تعلیم کے دوران آپ نے "مرزا صاحب کی قریب قریب تمام تصانیف کا مطالعہ کیا" اور اس "پختہ" عمر میں مرزا صاحب کی کُتب کے حوالہ جات "ڈائری" میں لکھ لئے اور آج پچاس کے بعد ۱۹۷۴ء میں جب مرزا صاحب کے خلاف کتاب لکھنے بیٹھے تو ان نوٹس پر انحصار کیا۔ ہمارا دعوےٰ ہے کہ مرزا صاحب کی تمام تصانیف پڑھنے کا دعوےٰ ہی غلط ہے پرویز صاحب نے اس زمانے میں مخالفین کے اخبارات سے کچھ حوالے نوٹ کئے جو سیاق و سباق سے محروم کئے جا چکے تھے، چنانچہ انہوں نے جو حوالے درج کئے ہیں ان سے وہی "تحقیق" جھلکتی ہے جو الیاس برنی یا ابوالحسن علی ندوی وغیرہ کی تحریرات کی خصوصیت ہے۔ حالانکہ دیانت کا تقاضا یہ تھا۔ کہ پرویز صاحب موجودہ کتاب لکھنے سے پہلے مرزا صاحب کی کتب کو دیکھ جاتے ورنہ الیاس کی تحریرات کا سہارا لینا ایسا ہی ہے جیسے اسلام کی تعلیمات کے لئے دیانند کی ستیارتھ پرکاش یا کسی پادری کی کتاب کو سامنے رکھا جائے پھر غیر محققانہ حرکت یہ کی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کی تائید میں جناب مرزا محمود احمد صاحب اور اخبار "الفضل" کے حوالے قدم قدم پر درج کئے ہیں۔ اگر پرویز صاحب کے نزدیک مفسرین کی تفسیریں، احادیث یا کسی مسلمان عالم کی تحریر ان کے نزدیک حجت نہیں تو پھر مرزا صاحب کے دعاوی پرکھنے کے لئے ان کی کتب کو نظر انداز کر کے کسی دوسرے شخص کی تحریر کا سہارا لینا کونسا معیارِ تحقیق ہے۔ پھر اگر آپ "تصریفِ آیات" کو قرآن فہمی کی کسوٹی قرار دیتے ہیں تو پھر جس شخص نے اسّی کے لگ بھگ اُردو، عربی، اور فارسی میں کُتب لکھی ہیں، اس کے عقیدے پر فتوےٰ دینے کے لئے کسی ایک عبارت کو سیاق و سباق سے جُدا کرنا کہاں تک درست ہے، لیکن جناب نے تکفیر المسلمین کے فتنہ میں نام وری کی خاطر وہ سب کچھ کیا ہے۔ جو ایک پست فطرت اور سستی شہرت کا بھوکا انسان کر سکتا ہے۔ اس سے آپ چند روپے تو کما لیں گے، لیکن آپ نے اسلام اور انسانیت کی کوئی خدمت نہیں کی،

کذبِ صریح } اصل کتاب میں آپ نے جو کذب بیانیاں کی ہیں، ان کا ذکر تو بعد میں ہوگا، اس پس منظر میں آپ نے بد باطنی سے عریاں جھوٹ بولا ہے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں:

"مرزائی حضرات اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں، لیکن میں ان کی اس نسبت کو صحیح نہیں سمجھتا۔ کیونکہ احمدؐ حضور نبی اکرمؐ کا اسم گرامی تھا، اور یہ حضرات رسول اللہ کی محبت سے اپنے آپ کو احمدی نہیں کہتے بلکہ مرزا غلام احمد صاحب کی نسبت سے ایسا کہتے ہیں۔ بایں ہمہ مَیں انہیں "احمدی" کہہ کر پکاروں گا کیونکہ یہ مرزائی کہلانے سے گریز کرتے ہیں۔ میں ان الفاظ کے استعمال میں اس قدر احتیاط اسلئے ضروری سمجھتا ہوں کہ ان حضرات میں شاید کوئی سعید روحیں ہوں جو نیک نیتی سے حق کی متلاشی ہوں تو وہ میری معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔" (صفحہ ۲۸-۲۹)

پرویز صاحب نے احمدی، نام کے سلسلہ میں زہر چکانی کی ہے۔ اور اگر کذب و افتراء سے کام نہیں لیا تو پھر جہالت کا ثبوت دیا ہے چونکہ انہیں ہر ممکن جھوٹ بول کر اسلام

کی قوتوں کو منتشر کرنا اور اشتراکیت و اشتمالیت کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔ اس لئے انہوں نے والدین کے مقرر کردہ نام غلام احمد (غالباً قادیان سے قرب اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی شہرت نیکی اور عظمت کی وجہ سے بالخصوص عالم و فاضل دادا نے یہ نام رکھا ہوگا) کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بدترین دشمن، شاہِ ایران، خسرو پرویز، کا نام اختیار کیا اور بتدریج "غلام احمد" کا حصہ ترک کرکے "پرویز" کا اسم ہی مخصوص کر لیا۔ اور آج اکثر تحریرات میں "پرویز" کا ہی نام لکھا جاتا ہے۔ اور یہ پرویز وہ ملعون تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو چاک کر دیا۔ آپ کے قاصد کو ذلیل کرکے دربار سے نکال دیا۔ اور حضور صلعم کی گرفتاری کے لئے حاکم یمن کو حکم دیا۔ اور اسی بدبخت کے متعلق آپؐ نے فرمایا کہ اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

پرویز صاحب! حضرت مرزا صاحب نے جماعت کا نام احمدی رکھتے وقت "تریاق القلوب" میں لکھا:۔

۱۔ "اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا **احمد** صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ پیشگوئی مخفی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا لیکن اسم احمدؐ جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے"

(صفحہ ۳۳۹ - ۳۴۰)

۲۔ "لوگوں نے جو اپنے نام حنفی شافعی وغیرہ رکھے ہیں یہ سب بدعت ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہی نام تھے محمدؐ اور احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرتؐ کا اسم اعظم محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم **اللہ** ہے .... حضرت رسول کریم کا **احمد** نام وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے کیا یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئے گا یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت موسٰے نے یہ الفاظ نہیں کہے، بلکہ انہوں نے محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار الخ میں حضرت رسول کریم کی زندگی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب بہت سے مومنین کی معیت ہوئی جنہوں نے کفار کے ساتھ جنگ کئے۔ حضرت موسٰے نے آنحضرتؐ کا نام محمدؐ بتلایا صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ حضرت موسٰے خود بھی جلالی رنگ میں تھے اور حضرت عیسٰےؑ نے آپ کا نام **احمد** بتلایا۔ کیونکہ وہ خود بھی جمالی رنگ میں تھے۔ اب چونکہ ہمارا سلسلہ بھی جمالی رنگ میں ہے۔ اس واسطے نام احمدی ہوا۔" (الحکم ۳۱ر جنوری ۱۹۰۱ء)

کیا آپ نے "تریاق القلوب" نہیں پڑھی تھی، یقیناً پڑھی تھی کیونکہ آپ کی کتاب میں اس کا حوالہ ہے تو کیا یہ عبارت نظر نہیں آئی تھی اور اگر آئی تھی تو اس کی موجودگی میں آپ کی مذکورہ تحریر کذب و افتراء اور بد دیانتی ہے یا تحقیق انیق اور "فکر قرآن" کا نچوڑ ہے۔ اگر جناب کی دیانت یہی ہے تو پھر رذالت و دنائت کس جانور کا نام ہے۔ جس طرح دنیا کے ہر انسان کا حق ہے کہ وہ اپنے لئے جو راہ چاہے اختیار کرے اور انسانیت اور اخلاق کا یہ تقاضا ہے کہ آپ اسے اس کے اختیار کردہ نام سے پکاریں، آپ نے بڑا احسان کیا ہے کہ سعید روحوں کی خاطر احمدیوں کو اس نام سے محروم نہیں کیا۔ لیکن مفسر قرآن صاحب! آپ کو نہ قرآن آتا ہے اور نہ آپ کے دل میں قرآن کا احترام ورنہ اسی کلام پاک میں ولا تنابزوا بالالقاب کا ارشاد خداوندی بھی تھا۔ اور آپ کو اگر آپ کے دل میں شرافت ہے تو آپ نہ تو احمدیوں کے لئے مرزائی کا لفظ استعمال کریں گے، نہ اس نام کی غلط نسبت کا ذکر کریں گے اور نہ ہی خدا کے ارشاد کی نافرمانی کرکے اپنی عاقبت برباد کریں گے اور اس بازاری سطح سے اُٹھنے کی سعی کریں گے۔

کتمانِ حق یا تعلّی جو لوگ آپ کے علمی حدود اربعہ سے باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ آپ کس قدر قرآن جانتے ہیں۔ آپ نے علمی میدان میں جن "تحقیقات" کا دعوٰے کر رکھا ہے وہ کس حد تک پیشرؤوں کی زلّہ ربائی اور سرقہ ہے، اور جو کچھ آپ نے "ذاتی تحقیق" کے طور پر پیش کیا ہے وہ کس حد تک تحریفات کا مجموعہ ہے۔ آپ کی لغات القرآن میں کتنا حصہ جناب عبدالرحمان طاہر سورتی کا ہے آپ نے کس قدر جناب محمد عمر ایڈوکیٹ گجراتی سے استفادہ کیا اور انہی مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن اور دیگر کُتب سے کس قدر جواہر پارے سمیٹے ہیں۔ جنہیں آپ کافر ٹھہرا کر بغلیں بجا رہے ہیں، آپ نے شیخی بگھاری ہے کہ:۔

"چونکہ میں اس مسئلہ پر قرآن خالص کی روشنی میں گفتگو کرتا ہوں، روایات میں نہیں اُلجھتا اس لئے فریق مقابل کے پاس میرے دلائل کا جواب نہیں ہوتا۔" (ص ۱۵)

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ مقدمہ بہاولپور میں میری اس ایک تحریر پر جج صاحب نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا۔ جس میں جناب نے لکھا تھا کہ قرآن کی رُو سے ہر نبی صاحب کتاب ہوتا ہے وغیرہ، لیکن اس میں آپ کی خوبی کیا تھی، ابھی جناب بارہ سالہ تھے کہ مولانا محمد علیؒ کی منفرد کتاب "النبوّت فی الاسلام" (۱۹۱۵ء میں) چھپ چکی تھی جسمیں موصوف نے عقل، قرآن، حدیث، اجماع اُمّت اور خود حضرت مرزا صاحب کی تحریر سے ثابت کیا تھا کہ تمام انبیاءؑ صاحب کتاب تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی رُو سے خاتم الانبیاء ہیں اور ختم نبوت کے شواہد بھی پیش کئے اس بات کی مزید وضاحت مرحوم نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" مطبوعہ ۱۹۲۳ء اور انگریزی تفسیر مطبوعہ ۱۹۱۷ء میں کی۔ اب آپ بتایئے کہ آپ نے اس پر کیا اضافہ کیا ہے۔

اسی طرح ولادت مسیح، وفات مسیح، ناسخ منسوخ، پوتے کی وراثت وغیرہ مسائل مولانا کی تفسیر میں موجود ہیں، جس کا آپ انکار نہیں کر سکتے، اور انبیاء کا صاحب کتاب ہونا مولانا مرحوم کا ہی نہیں حضرت مسیح موعود کا بھی عقیدہ تھا جسے آپ نے ختم نبوت کے سلسلے میں بار ہا پیش کیا۔ ذرا پڑھئے:۔

"انبیاء کا گیارہواں امتیاز: قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کتاب لاتا ہے جیسا کہ سورہ حدید (آیت ۲۵) میں ہے لقد ارسلنا رسلنا بالبیّنات و انزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔ ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔"

یہ آیت اس بات پر قطعی شہادت ہے کہ ہر رسول کے ساتھ کتاب اتاری گئی ہے۔ پھر حضرت مرزا صاحب کا ارشاد ہے:۔

"اور ہم ان کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو دنیا کے کل نبیوں کو ان کے ربّ کی طرف سے دی گئی تھیں" (چشمہ معرفت حصہ دوم ص ۵)

"یاد کرو جب خدا نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا۔ جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا، تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا، اور تمہیں اس کی مدد کرنی ہوگی۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۳۰)

دوسری کذب بیانی یا کتمانِ حق اگر آپ کا معیار تحقیق یہی ہے جس کا آپ نے پسِ منظر میں ذکر کیا ہے تو پھر آپ کے پیروکاروں کا خدا ہی حافظ ہے۔ آپ کم از کم ان پر تو رحم کھایئے۔ کہ وہ آپ کے مغالطوں یا جہالتوں پر مبنی دلائل پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں آپ ذرا آگے چلئے اور وہ ہے مقام حدیث اور الہام کے متعلق آپ کا موقف۔ اس ضمن میں جہاں تک سید ابوالاعلیٰ مودودی کا تعلق ہے وہ تو "بغض معاویہ" کا مظاہرہ ہے۔ چنانچہ حسد و عداوت نے آپ کو مجبور کر دیا ہے کہ آپ جس قدر گالیاں ہو سکیں جماعت اسلامی اور اس سے بڑھ کر اس کے بانی کو دیں، اور اس طرح لوگوں کی توجہ اپنی طرف جذب کریں، بمصداق:

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

اور حضرت مرزا صاحب اور آپکی جماعت کی تکفیر تو آپ کی شہرت کا آسان ترین ذریعہ ہے

اور ان گمراہیوں کے چھپانے کا واسطہ جو آپ قرآن کریم کی آڑ میں اشتراکیت اور "ماؤزے تنگیت" عام کرنے کے لئے پھیلا رہے ہیں۔ گو ہمارے نزدیک جماعت احمدیہ لاہور کی حد تک مولانا مودودی بھی اسی کشتی میں سوار ہیں جس میں آپ ہیں تاہم فہم حدیث کی حد تک حضرت مرزا صاحب کے خلاف الزام کی وضاحت کرنے سے قبل مولانا مودودی صاحب سے متعلق آپ کے باطن کی نقاب کشائی ضروری ہے کیونکہ اس سے ایک اصولی امر کی وضاحت ہوتی ہے۔ جناب نے لکھا ہے:۔

"احادیث کی صحت و سقم کے متعلق مرزا صاحب کا معیار یہ ہے کہ جو حدیث ان کی وحی کے مطابق ہے وہ صحیح ہے۔ جو اس کے خلاف ہے وہ ردی کی طرح پھینک دینے کے قابل۔ دوسری طرف مودودی صاحب کا معیار بھی ایسا ہی ہے مرزا صاحب اپنی وحی کو معیار قرار دیتے ہیں مودودی صاحب مزاج شناس رسول .... کی نگہ بصیرت کو معیار ٹھہراتے ہیں"

یہ ہرچہ خواہی گو کا معاملہ ہے، ان سطور میں جو فریب آرائی ہے اس کا ذکر کرنے سے پہلے پرویز صاحب کے اپنے معیارِ صحت حدیث پر نظر ڈالنا ضروری ہے:

"میرے نزدیک دین میں سند اور حجت خدائی کتاب (قرآن کریم) ہے اور احادیث کے پرکھنے کا معیار یہ کہ جو حدیث قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف نہیں جاتی اسے حضور کا ارشاد تسلیم کیا جا سکتا ہے اور جو حدیث اس کے خلاف جاتی ہو اس کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ رسول کا قول نہیں ہو سکتی" ص۳۶

کیا ہی تحقیق اور علمیت ہے، پرویز صاحب حضرت مرزا صاحب اور مولانا مودودی کی طرف جو خامی یا گناہ منسوب کر رہے ہیں۔ ان سے بڑھ کر خود ان کے اپنے معیار میں ہے مولانا مودودی اور حضرت مرزا صاحب قرآن ہی کو صحت حدیث کی کسوٹی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مودودی صاحب کا حوالہ وہ خود دیتے ہیں جیسا کہ "فریق مخالف" کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

"آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کے لئے لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔" ص۲۲

آپ کے اور مولانا مودودی صاحب کے معیاروں کو سامنے رکھنے سے عیاں ہے کہ مولانا قرآن کو حجت قرار دیتے ہیں اور حدیث کو یہ مقام نہیں دیتے۔ لیکن وہ آپ کے برعکس روایت کو نظر انداز نہیں کرتے اور ان محدثین، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کو رد نہیں کرتے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال کی روایت کی انہیں ضابطۂ تحریر میں لائے، اور گو قلمی تحریروں میں تلبیس کی گنجائش ممکن تھی تاہم روایت کو رد نہیں کیا گیا۔ مگر جناب کے ابلیس نے آپ کے کان میں "انا ولا غیری" کا افسون پھونکا جس کے زیر اثر آپ نے لکھا:۔

"یہ حقیقت ہے کہ نبی اکرمؐ نے اپنی احادیث کا کوئی مجموعہ مرتب کرا کر اپنی تصدیق کے ساتھ اُمّت کو نہیں دیا۔ حضورؐ کی وفات کے دو اڑھائی سو سال بعد بعض حضرات نے انفرادی طور پر ان اقوال کو جمع اور مرتب کیا جنہیں حضورؐ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور وہ بھی کسی سابقہ تحریری ریکارڈ سے نہیں بلکہ زبانی روایات کی بناء پر، اسی طرح احادیث کے مختلف مجموعے وجود میں آ گئے۔ ان مجموعوں میں جو روایات درج ہیں۔ ان میں صحیح بھی ہیں اور غلط بھی۔" ص۲۱

ان الفاظ میں احادیث کی صحت کے خلاف کس قدر زہر بھرا ہوا ہے۔ پرویز صاحب نے فرض کر لیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے وصال کے ساتھ ہی تمام صحابہ دنیا سے رُوپوش ہو گئے۔ یا انہوں نے احکام رسول کو ترک کر دیا اور آنحضرت صلعم کے اقوال کو فراموش کر دیا، حتیٰ کہ اڑھائی سو سال بعد چند ایک محدثین نے سُنی سنائی باتوں کو احادیث کا نام دے دیا۔ ان میں کچھ باتیں اتفاقاً سچی تھیں اور کچھ اباطیل کا مجموعہ، اس لئے اب پرویز صاحب کو یہ تکلیف کرنا پڑی کہ وہ واحد "مفکرِ قرآن" بن کر جس حدیث کو موافق قرآن سمجھیں قبول کریں اور باقی کو رد کر دیں، کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ آپ کی قرآن دانی کی صحت پر کونسی سند ہے؟

پرویز صاحب کے بئس القرین نے انہیں فراموش کرا دیا کہ آنحضرتؐ کے وصال کے وقت تمام مسلمان فدا کارانہ آپ کی تعلیمات پر کاربند تھے، آپؐ کے اقوال کو ایک دوسرے سے پوچھتے تھے۔ خود خلفاء امورِ سلطنت میں ارشاداتِ نبوی دریافت کرتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے، تمام حاکم اور عسکری ان پر عمل پیرا تھے، عدالتوں میں ان کی روشنی میں فیصلے ہوتے تھے بعض صحابہؓ نے اقوالِ نبوی لکھ رکھے تھے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہم کے متعلق تواریخ شاہد ہیں۔ پھر یہ صحابہ ملک کے مختلف حصوں میں پھیل گئے اور آنحضرت صلعم کی احادیث و سنّت کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے حلقۂ درس میں ہزاروں بلند پایہ عُلماء شریک ہوتے تھے۔ اور وہ ان احادیث کو اپنی اور قوم کی رہنمائی کے لئے لکھ لیتے تھے۔ محدثین نے صرف یہ کیا کہ روایات کی چھان پھٹک کی، ان کی صحت کے اصول مرتب کئے اور اس طرح آنحضرتؐ کے اقوال، سیرت اور صحابہؓ کے کارنامے درج کر لئے اور انہی حدیثوں کی بناء پر فقہ کی تدوین کر کے بہت سے فتنوں کا سدِ باب کر دیا۔ مگر یہ بات اس نابغۂ روزگار مفکرِ قرآن کی نظر میں نہیں جچی، کیا قرین صحت یہ بات ہے کہ احادیث کو پرکھنے کے لئے روایات کو بھی ملحوظ رکھا جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ کسی حدیث کے سلسلے میں قرآن کریم کے فہم میں ہی غلطی سرزد ہو جائے۔ مولانا مودودی نے اس امکان کو ملحوظ رکھا ہے، لیکن انا خیرٌ منہ کے زیر اثر پرویز صاحب کو یہ منظور نہیں۔

مزاج شناس رسول کی پھبتی

پرویز صاحب کی عجمیت نے انہیں تدبر سے محروم کر رکھا ہے اس میں کیا استحالہ عقلی ہے کہ جب ایک شخص کثرت سے قرآن کا مطالعہ کرتا ہے تو اس میں ایک صلاحیت اور قوتِ فیصلہ پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر خارج از قرآن بات کے متعلق اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ قرآن کے مطابق ہے کہ نہیں۔ رسول تو الگ خدا کے متعلق بھی ہم دن رات اندازہ لگاتے رہتے ہیں ہم تو جب کسی دیرینہ دوست کے متعلق سنتے ہیں کہ اس نے فلاں حرکت کی ہے تو ہم کہہ اٹھتے ہیں کہ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ خود پرویز صاحب جب کسی حدیث کو بلا تامل غلط یا صحیح قرار دیتے ہیں۔ تو اس کی وجہ ان کا وہ مطالعہ قرآن ہی ہو سکتا ہے جس کی صحت پر انہیں یقین ہے اور یہ "مزاج شناسی" کے سوا اور کیا ہے؟ یہ کیا منطق ہے کہ جس بات کو اپنی خوبی قرار دیا ہے اسے دوسروں کے لئے عیب گردانا ہے۔

حضرت مرزا صاحب

حضرت مرزا صاحب کے متعلق ازراہِ بد دیانتی یا جہالت سے ایک بات کہدی ہے کہ انہوں نے اپنی وحی کو صحت و عدم صحت حدیث کا معیار ٹھہرایا ہے۔ ہم ذیل میں "مباحثہ لدھیانہ" سے حضورؑ کے وہ الفاظ نقل کرتے ہیں جو آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے مقابلہ میں لکھے:۔

"کتاب و سنت کے حجج شرعیہ ہونے پر میرا مذہب یہ ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے جس امر میں احادیث نبویہ کے معانی جو کئے جاتے ہیں۔ کتاب اللہ کے مخالف واقع نہ ہوں تو وہ معانی بطور حجتِ شرعیہ کے قبول کئے جائیں گے، لیکن جو معانی نصوصِ بینہ قرآنیہ سے مخالف واقع ہوں گے۔ ان معنوں کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہوگا ہم اس حدیث کے ایسے معنی کریں گے جو کتاب اللہ کی نصِّ بیّن سے موافق و مطابق ہوں اور اگر ہم کوئی ایسی حدیث پائیں گے جو مخالف نصّ قرآن کریم ہوگی۔ اور کسی صورت میں ہم اس کی تاویل پر قادر نہ ہونگے تو ایسی حدیث موضوع قرار دیں گے .... جو امر قول یا فعل یا تقریر کے طور پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احادیث میں بیان کیا گیا ہے ہم اس کو بھی اسی محک سے آزمائیں گے اور دیکھیں گے کہ حسب آیہ شریفہ فبای حدیث بعدہ یؤمنون وہ حدیث قولی یا فعلی قرآن کریم کی کسی صریح اور بیّن آیت سے مخالف تو نہیں۔ اگر مخالف نہیں ہوگی، تو ہم بسر و چشم اس کو قبول کریں گے۔ اور اگر بظاہر مخالف نظر آئے گی تو حتی الوسع اس کی تطبیق اور توفیق کے لئے کوشش کریں گے، اور اگر ہم باوجود پوری کوشش کے اس امرِ تطبیق میں ناکام رہیں گے اور صاف صاف کھلے طور پر ہمیں مخالف معلوم ہوگی تو ہم افسوس کے ساتھ اس حدیث کو ترک کر دیں گے۔" (ص۱۰)

پرویز صاحب! اپنی غلط بیانی پر ندامت محسوس ہوتی ہے کہ نہیں - جن لوگوں کے دل میں خوف خدا ہے - جن کے دلوں میں صحابہ کرام، تابعین اور ان کے ہم جلیسوں کی دینداری، رسول دوستی اور خدا ترسی کا احترام ہے، وہ اپنی رائے پر احادیث کو ترجیح دیتے ہیں - اور جو قول آنحضرت صلعم کی طرف منسوب ہوں حتی الوسع اس کو قرآن سے تطبیق دیتے ہیں اور اسے رد کرنے سے پہلے بار ہا غور کرتے ہیں، یہ تھا مسلک حضرت مرزا صاحب کا اس سے آپ کو کیا شکایت ہے؟

رہا کسی ولی اللہ کی وحی و الہام، اوّل تو حضرت مرزا صاحب نے اپنی وحی کو صرف اسی صورت میں قبول کیا ہے جب کہ وہ قرآن کریم کے مطابق ہے - بصورت دیگر اسے مردود ٹھہرایا ہے جیسا کہ فرمایا:-

"اور دیکھو میں اپنے الہاموں میں سے کسی الہام کی تصدیق نہیں کرتا - مگر بعد اس کے کہ کتاب اللہ پر پیش کروں، اور میں جانتا ہوں کہ ہر وہ چیز جو مخالف قرآن ہے وہ کذب اور الحاد اور زندقہ ہے" (حمامۃ البشریٰ ص۷۹)

اب جو شخص حدیث کو بھی قرآن کی کسوٹی پر پرکھتا ہے اور اپنے الہام کو قرآن کی روشنی میں دیکھتا ہے اس کے متعلق یہ اتہام کہ وہ آنحضرتؐ سے احادیث کی صحت کروا لیتے ہیں یہ تعجب کی بات نہیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "فیوض الحرمین" میں لکھا ہے کہ میں خود بعض احادیث کی صحت اور عدم صحت رسول اللہ صلعم سے دریافت کر لیتا ہوں - اسی طرح اگر حضرت مرزا صاحب کو بھی الہاماً کسی حدیث کی اصلیت کا علم ہو جائے تو حیرت کیوں؟

یہ حیرت قلت فہم کا نتیجہ ہے - اگر ایک شخص کثرت انہماک و مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچ جائے کہ فلاں حدیث قرآن کریم کے مطابق ہے یا نہیں - تو جن بندگان حق نے محض مطالعہ قرآن و حدیث، تزکیہ نفس اور اتباع قرآن و سنت کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہو وہ ابراہیم خلیل اللہ کی اتباع میں ابتلاء کی منازل طے کر کے بشارات آسمانی سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں - ان پر قرآن پاک کے وہ اسرار کھلتے ہیں جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتے - اور وہ آنحضرت صلعم سے وہ باتیں معلوم کرتے ہیں جن تک دوسروں کی رسائی نہیں اور محض کسی کے انکار سے اس قول کی صحت مشکوک نہیں ٹھہرتی -

اقلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر اُٹھتے ہیں حجاب آخر

یہ ہے "پس منظر" کی حقیقت، اس کے دوسرے اشارات کو ہم ترک کرتے ہیں ان کا جواب بعد کے اعتراضات پر روشنی میں آ جائے گا - قارئین کرام ان سطور سے اندازہ لگالیں کہ احمدیت کا مخالف کس علمی پائے کا حامل ہے پس منظر کے بعد حضرت صاحب کی طرف دعوئے نبوت منسوب کر کے جو بودے دلائل اور حوالہ جات پیش کئے ہیں - وہ کسی جاہل یا بد دیانت ذہن کی پیداوار ہے اور جماعت احمدیہ لاہور کے خلاف جو کیچڑ اچھالا گیا ہے وہ پرویز صاحب کی تمام زندگی پر پھیلی ہوئی کجروی کا عکاس ہے جس کی وضاحت آئندہ سطور میں ہوگی -

وما توفیقی الا باللہ العظیم

عہدیداران جماعت لائل پور کا انتخاب

۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء بعد نماز جمعہ زیر صدارت جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع جماعت لائلپور کا ایک اجلاس ہوا جس میں جماعت لائلپور کے نئے عہدداروں کا انتخاب متفقہ طریق پر ہوا:-

۱- سرپرست و مشیر اعلیٰ: ـــــــ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع
۲- صدر: ـــــــ جناب میاں رشید احمد صاحب مسرت
۳- نائب صدر: ـــــــ جناب میاں مسعود احمد صاحب
۴- جنرل سیکرٹری: ـــــــ جناب میاں حمید احمد صاحب ذوالفقار
۵- سیکرٹری: ـــــــ مرزا غازی محمود بیگ
۶- ملک نذر حسین صاحب کی جگہ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو مجلس معتمدین کا ممبر بالاتفاق چنا گیا
۷- باقی ممبر صاحبان وہی ہیں جو پہلے تھے (مرزا غازی محمود بیگ سیکرٹری بی اے۔ بی کام جماعت لائلپور -)

محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب کا دار السلام میں قیام

الحمد للہ کہ محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب دار السلام میں قیام پذیر ہو گئے ہیں - انہوں نے مقامی مسجد میں درس و تدریس کا مبارک سلسلہ شروع کر دیا ہے - آپ ہر روز نماز مغرب کے بعد پہلے قرآن کریم اور حدیث شریف کا درس دیتے ہیں اور پھر ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ سنائے جاتے ہیں -

ہر سوموار و جمعرات کو مسلم ٹاؤن کی مسجد میں درس ہونے کی وجہ سے دار السلام میں مذکورہ دنوں میں درس نہیں ہوگا -

قرب و جوار کے احباب سے گذارش ہے کہ وہ تشریف لا کر محترم ڈاکٹر صاحب کے پر معارف اور ایمان افروز درس سے مستفید ہوں - (نامہ نگار)

شمولیت سلسلہ

کسمبر دہاڑی سے محترم چوہدری محمد حنیف صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے والد محترم چوہدری جلال دین صاحب نے انشراح صدر سے جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت کا اعلان کیا ہے - اللہ تعالےٰ چوہدری صاحب موصوف کو استقامت بخشے اور دین اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق دے - (ادارہ)

ہدیہ تشکر ـــــ مبارکباد ـــــ خوش آمدید

پیغام صلح کی خدمت کا ایک مزید سال بہ خیر گذر گیا - اس سال جماعت شدید ابتلاء سے گذری اور پیغام صلح نے مقدور بھر سلسلہ کی ترجمانی کی - جس پر ہمارے محترم قارئین نے فراخدلی سے ہماری حوصلہ افزائی کی - جس پر ہم ان کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں - اس دوران میں ہمارے مضمون نگار مخلصین نے ہمارا ہاتھ بٹایا - خدا تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور کرے -

احباب سلسلہ دینی اجتماع میں شمولیت کے لئے رخت سفر باندھ رہے ہوں گے، اھلاً و سھلاً مرحبا ہم برادران سلسلہ کو خوش آمدید کہتے ہیں خدا اس اجتماع کو اسلام، انسانیت، سلسلہ اور احباب کے لئے مبارک کرے - وما توفیقنا الا باللہ العظیم - (مدیر)

جلسہ سالانہ میں شریک ہونے والوں کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں

ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں - خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے - اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے - اور ان کے ہم و غم دور فرمادے - اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے - اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے - اور روز آخرت میں اپنے ان نیک بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے - جن پر اس کا فضل و رحم ہے - اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو - اے خدا، اے ذو المجد والعطا اور رحیم و مشکل کشا ہماری تمام دعائیں قبول کر - اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے

آمین ثم آمین

اعلائے کلمۃ اللہ کے جہاد میں جماعت کا ہر متنفس شامل ہو

اشاعتِ قرآن کا جہادِ کبیر آپ سے قربانی کا طالب ہے

آپ ہلکے ہوں یا بوجھل قومی اجتماع میں ضرور شامل ہوں۔

خطبہ جمعہ۔ مؤرخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۷۴ء۔ فرمودہ مرزا مسعود بیگ صاحب بمقام جامع احمدیہ لاہور

انفروا خفافًا و ثقالًا و جاھدوا باموالکم و انفسکم فی سبیل اللہ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ——— (سورۃ التوبہ آیت ۴۱)

(مرتبہ: مولانا دوست محمد صاحب)

سورت توبہ جس میں سے یہ ایک آیت میں نے پڑھی ہے، زیادہ تر کفار اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کے مقابلہ میں اسلام کی مدافعت سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ تھا کہ اپنی طرف سے کفار پر حملہ کرنے میں سبقت نہیں کرتے تھے۔ لیکن ہر حالت میں دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کے متعلق چوکس رہتے تھے، اور جہاں کسی طرف سے نقصان پہنچنے کا خطرہ لاحق ہوا، اس کا دفاع ضروری سمجھتے تھے، یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے ایک ایسے ہی موقعہ سے تعلق رکھتی ہے، روم کی عیسائی سلطنت کے متعلق آپ کو متواتر خبریں آ رہی تھیں کہ وہ عرب پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ وہ حملہ آور ہوں آپ صلعم نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کا اندفاع کیا جائے، اس لئے آپ نے مسلمانوں کو تبوک پر جو سلطنت روم کا سرحدی شہر تھا، چڑھائی کا حکم دیا اور خود بھی اس مہم میں شمولیت ضروری سمجھی۔ اسی لئے اس مہم کا نام غزوہ تبوک ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس جنگ میں خود شامل ہوتے تھے اس کو غزوہ کہا جاتا تھا۔ اور باقی جنگوں کو جو مسلمانوں کو پیش آئیں، محض حرب کہا گیا۔

اس مہم کے لئے جس وقت مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا گیا، انہیں بہت سی مشکلات کا سامنا تھا۔ پہلی اور سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ فصلیں پکنے کو تیار تھیں۔ ایسی حالت میں جب فصل پکنے والی ہو، زمیندار اسے کاٹنے کے لئے سب کاموں کو چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ یہ ایک بہت لمبا سفر تھا، اور رستہ میں پانی اور رسد کی بہت قلت تھی۔ تیسرے یہ کہ موسم گرمی کا تھا، چوتھے خود ملک عرب میں قحط پڑا ہوا تھا، اور پانچویں مشکل یہ تھی کہ مقابلہ عرب کی کسی قوم سے نہ تھا بلکہ ایک بہت بڑی منظم سلطنت پر چڑھائی کی جا رہی تھی جو باقاعدہ تربیت یافتہ فوجوں اور ہر قسم کے سامانِ حرب سے آراستہ تھی۔

ان حالات کے ہوتے ہوئے یہ حکم دیا گیا کہ انفروا خفافًا و ثقالًا و جاھدوا باموالکم و انفسکم فی سبیل اللہ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ تم ہلکے ہو یا بوجھل ہو خدا کے رستہ میں نکل پڑو اور اپنی جانوں اور اموال سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ خفافًا کا مطلب ہے وہ جن پر کوئی بوجھ نہ ہو، اور وہ آسانی سے اس جہاد میں شامل ہو سکتے ہوں اور ثقالًا وہ جو بوجھل ہیں یعنے وہ لوگ جنہیں مشکلات در پیش ہیں، ان پر ذمہ داریاں ہیں، اور اس جہاد میں شامل ہونا ان کے لئے آسان نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نبی کریم صلعم کی آواز پر۔ ان تمام مشکلات کے باوجود تین ہزار مسلمان اس مہم میں شمولیت کے لئے تیار ہو گئے۔ اور ان میں سے کسی نے بھی ان مشکلات کی پروا نہ کی، سوائے ان لوگوں کے جو تنگ دستی کی وجہ سے سواری وغیرہ کا انتظام نہیں کر سکتے تھے، وہ روتے ہوئے پیچھے رہ گئے، اور کچھ لوگ جو منافق طبع تھے، انہوں نے طرح طرح کے عذر کر کے چھٹکارا حاصل کر لیا۔

ان کے علاوہ تین اصحاب ایسے تھے جو متمول اور صاحب حیثیت ہونے کے علاوہ بڑے مخلص اور پکے مسلمان تھے۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ کچھ ضروری کاموں اور انتظامات سے فراغت حاصل کر کے جلد ہی پیچھے سے اس لشکر کے ساتھ جا ملیں گے وہ آجکل آجکل کرتے ہوئے اپنے مشاغل سے جلد فراغت نہ پا سکے اور زیادہ دن گذر جانے کے بعد انہوں نے سمجھ لیا کہ اب جانا بیکار ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مل نہیں سکتے اور جب تک وہاں پہنچیں گے، یہ لشکر واپس آ رہا ہوگا، یہ تین اصحاب کعب بن مالک، مرارۃ بن الربیع اور ہلال بن امیہ تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہم سے واپس تشریف لائے، تو یہ تینوں اصحاب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس موقعہ پر بہت سے منافقین نے حضورؐ کے آگے عذر پیش کئے، جس پر آپ خاموش ہو گئے۔ لیکن ان تینوں اصحاب نے تمام حالات سچ سچ بیان کر دیئے۔ حضور صلعم نے اس پر فرمایا کہ جب تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی حکم ان کے بارے میں نازل نہ ہو مسلمان ان سے مقاطعہ کر لیں۔ چنانچہ پچاس دنوں تک ان کی یہ حالت رہی کہ مسجد نبویؐ میں باقاعدہ حاضر ہوتے اور مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے لیکن کوئی شخص ان سے کلام نہ کرتا تھا۔ پچاس دن کے بعد اللہ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی وعلى الثلاثة الذين خلفوا حتى ضاقت عليهم الارض بما رحبت وضاقت عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجا من الله الا اليه ثم تاب عليهم ليتوبوا ان الله هو التواب الرحيم یعنے ان تین آدمیوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے یہاں تک کہ زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی اور وہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے، اور یقین کر لیا کہ اللہ کے سوائے ان کے لئے کوئی پناہ نہیں تب اللہ تعالےٰ ان پر مہربان ہوا تاکہ وہ لوٹ آئیں اللہ تعالےٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

آج ہمیں بھی ایک جہاد درپیش ہے، یہ جہاد تلوار کا نہیں بلکہ اشاعتِ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کا جہاد ہے، جو تلوار کے جہاد سے زیادہ مشکل ہے، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اس کا نام جہادِ کبیر رکھا ہے:—

وجاهدهم به جهادًا كبيرًا

یعنے اس قرآن کے ساتھ ان سے جہاد کرو جو بہت بڑا جہاد ہے۔

اس جہاد کی تیاری اور اس کے لئے تدابیر سوچنے کے لئے مسیح موعودؑ کے حکم سے ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۷۴ء کو جلسہ سالانہ منعقد ہونے والا ہے جس میں ہر فرد جماعت کی شمولیت ضروری ہے اور میں تمام احباب جماعت کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ:———

انفروا خفافًا و ثقالًا و جاھدوا باموالکم و انفسکم فی سبیل اللہ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔

آپ ہلکے ہیں یا بوجھل، جس حالت میں بھی ہیں اس جلسہ میں ضرور شمولیت اختیار کریں یہی آپ کے لئے بہتر ہے۔ اس وقت حالات اس قسم کے ہیں کہ آپ کے لئے **اس قومی اجتماع میں شامل ہونا زیادہ ضروری ہے۔** اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ تمام دوست خدا کے مسیح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس اجتماع میں ضرور شامل ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو، اور اس جہاد میں شمولیت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

محترم فضل الرحمٰن کارکن انجمن

یہ اضطراب کیسا؟ ——— روزنامہ نوائے وقت کے نام

معاصر نوائے وقت لاہور نے اپنے اداریہ مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۷۴ء میں بارش نہ ہونے پر نوٹ لکھتے ہوئے تحریر فرمایا :۔

" اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے وقت، ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ امساکِ باراں کہیں اس لئے تو نہیں کہ مشیتِ ایزدی ہماری بد اعمالیوں، گناہوں اور کرتوتوں کے باعث ہم سے ناراض تو نہیں ہو گئی۔ کہیں اللہ تعالےٰ نے اس لئے تو ہم سے منہ نہیں پھیر لیا کہ ہم اس کی بتائی ہوئی راہ سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیئے کہ بقول مولینا روم ہماری نافرمانیوں اور رو گردانیوں اور بد عنوانیوں کی تو ہمیں سزا نہیں مل رہی۔"

ابر نا اید از پئے منع زکوٰت
وز زنا افتد وبا اندر جہات

مدیر نوائے وقت نے خوب سمجھا ہے اور شائد وہ اپنی اور اپنی قوم کی بد اعمالیوں، رو گردانیوں اور بد عنوانیوں کو جانتے ہوئے بھی ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ میں بتاتا ہوں کہ وہ بد اعمالیاں بدعنوانیاں اور رُو گردانیاں کون سی ہیں جن کی سزا کبھی سیلابوں کی شکل میں کبھی وبا کی صورت میں اور کبھی خشک سالی اور قحط کی صورت میں وارد ہوتی رہتی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام کی ابتداء ہی اس طرح کی ہے :۔

ترجمہ: "میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں۔ یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں۔ متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو کچھ ہم نے ان کو دیا۔ اور وہ لوگ جو اس کلام پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر اُتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا۔ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں" (البقرہ)

محترم مدیر صاحب نوائے وقت بتلائیں کہ گذشتہ ڈیڑھ دو سال سے جو طوفانِ بد تمیزی احمدیوں کے خلاف آپ نے اور آپ کے گروہ نے روا رکھا کہاں تک خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق تھا۔ کیا احمدی قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتے کیا وہ تمام پہلی کتب پر ایمان نہیں رکھتے کیا وہ نماز ادا نہیں کرتے کیا وہ خرچ نہیں کرتے اپنی حلال کمائی؟ آپ کو علم ہے اور ہونا چاہیئے کہ پاکستان میں خدا اور رسول کی سچی پیروی کرنے والی کوئی جماعت ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ ہے یہ جماعت پاکستان کی سچی خیر خواہ ہے۔ احکامِ خداوندی پر چلنے کی شہادتیں اس جماعت کے بارے میں غیروں نے دیں۔ علامہ اقبال نے یہاں تک کہہ دیا کہ اسلام کا ٹھیٹھ نمونہ دیکھنا ہے تو قادیان میں جا کر دیکھ لو۔

احمدیت اصطلاحی معنوں میں کوئی مذہب نہیں اسلام کی اشاعت کے لئے اکٹھے ہونے والے لوگوں کا ایک گروہ ہے اور یہ جماعت بندی اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے :

ترجمہ: " اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں"

(آلِ عمران)

اس حکم کے تحت کسی نہ کسی گروہ کا ہونا ضروری ٹھہرتا ہے اور اس گروہ کا کوئی نہ کوئی نام ہونا بھی ضروری تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم مہدی موعود و مسیح موعود نے بھی اپنی جماعت کے لئے یہ فریضہ ضروری ٹھہرایا کہ وہ تبلیغ دینِ اسلام کریں، دین کو دنیا پر مقدم کریں اور اس گناہوں سے پُر دنیا کو راہِ ہدایت پر چلانے کی سعی کریں۔ جب اس کام کو کرنے کے لئے ایک جماعت لوگوں کی اکٹھی ہو گئی تو ضروری تھا کہ اس گروہ کا کوئی نام بھی ہوتا۔ اس کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایسے حالات پیدا کئے۔ مردم شماری کے موقعہ پر فرقہ کا نام اپنے نام کے ساتھ لکھانا پڑتا تھا۔ احباب جماعت نے حضرت مرزا صاحب سے استفسار کیا کہ وہ کونسا فرقہ لکھوائیں۔ اس پر حضور نے اجازت فرمائی کہ اپنے نام کے ساتھ مسلمان فرقہ احمدیہ لکھایا جائے۔ اس جگہ معترض یہ کہتے ہیں کہ احمدی ہی نام کیوں نہ رکھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے وہ اس لئے کہ اس وقت انگریز مسلمانوں کو محمڈن کہتے تھے اور مسلمان اپنے لئے یہ نام پسند نہ کرتے تھے۔ چونکہ ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد صلعم دو ناموں **محمدؐ** اور **احمدؐ** سے معروف ہیں اس لئے حضرت مرزا صاحب نے **احمدؐ** نام کی نسبت سے احمدی نام تجویز فرمایا۔

ہاں تو میں تذکرہ کر رہا تھا کہ آپ نے کونسی بد اعمالیاں کی ہیں۔ آپ نے اس جماعت کو جس کا ذکر میں اُوپر کر آیا ہوں غیر مسلم قرار دینے کے لئے دن رات ایک کر دیئے فضا کو جتنا مقدر آپ نے اپنے اخبار کے ذریعہ کیا شاید ہی کسی غیر مسلم نے اسلام کے بارے میں اتنی دیدہ دلیری کی ہو۔

آپ نے لوگوں کو بُرے راستے پر لگایا قتل و غارت گری کرائی۔ مساجد کو شہید کرایا۔ کلامِ پاک کو نذرِ آتش کرایا۔ پھر سات ستمبر کو ایک ایسا کام حکومت کو مجبور کر کے کرایا جسے خدا ہرگز پسند نہیں کرتا۔ آپ نے اور آپ کی قوم نے خدا کے ارشادات کے خلاف فتویٰ دے کر خدا کے خلاف بغاوت کی ہے جس کی سزا ملنا ضروری ہے۔ ہمارا تو شیوہ ہی یہی ہے :

گالیاں سُن کے دُعا دو۔ پا کے دُکھ آرام دو

یہ چند سطور بھی آپ کے اضطراب کو دیکھ کر لکھ رہا ہوں ورنہ خاموشی ہی ہمارا شیوہ ہونا چاہیئے کیونکہ حکم ہے کہ جاہلوں کے پاس سے سلام کرتے ہوئے گذر جاؤ۔

پھر آپ نے اسی اداریہ میں آگے چل کر تحریر فرمایا ہے :۔

" پاکستان اسلام اور شریعت کی سر بلندی کے لئے معرض وجود میں آیا تھا۔ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ہیں اور یہی وہ ستون ہیں جن پر اسلامی عدل۔ انصاف۔ انسانی مساوات اور اعلےٰ اخلاقی اوصاف و کردار سے مزین اسلامی معاشرہ کی بلند اور ارفع عمارت استوار ہوتی ہے۔ انہی اصولوں سے حقوق العباد کا وہ دلآویز نظام اُبھرتا ہے۔ جس کا کوئی ضابطہ حیات (یا ازم) ہمسری نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہمیں بھی کبھی کبھی اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے۔"

ضرور محاسبہ کیجئے اور اپنی غلطیوں کا ازالہ کریں جو غلط کام آپ کے زورِ قلم سے ہوئے ہوئے ہیں انہیں کالعدم کرا دیجئے تا خدا کی ذات با برکات آپ سے خوش ہو جائے اور آپ کو معاف فرما دے۔ اور آپ پر اور ساری پاکستانی قوم پر نازل شدہ مصائب کا مداوا ہو جائے۔ آپ نے ان پانچ بنیادی ستونوں پر قائم عمارت کے ایک حصہ کو گرا دیا ہے۔ ان پانچ ستونوں میں ختمِ نبوت کا ستون آپ کو نظر نہیں آیا معلوم ہوا کہ یہ ستون سرے سے ہے ہی نہیں یہ ایک فیصلہ ہے کہ حضور صلعم کے بعد نبوت ختم ہو گئی۔ یہ دین کا ستون نہیں۔ مگر احمدی تو مرزا صاحب کو مجدد۔ مہدی اور مسیح موعود مانتے ہیں مُہرِ نبوت کو نہیں توڑتے پھر کیونکر آپ پر لازم ہوا کہ ان کو خارج از اسلام قرار دیں۔ آپ نے خدا کا مقابلہ کیا ہے اپنا محاسبہ کریں اور اپنا اور اپنی قوم کا فیصلہ بدلوا دیں۔ اکثریت کے فیصلے دین کے لئے اچھے نہیں ہوتے۔ اکثریت ہمیشہ دین کی مخالفت رہی ہے۔ واقعہ کربلا ہی کو دیکھ لیجئے۔ ایک طرف مسلمانوں کی اکثریت تھی اور دوسری طرف صرف بہتّر نفوس اور جو فیصلہ اکثریت نے کیا تھا وہ غلط تھا۔

وما علینا الا البلاغ

قراردادِ تعزیت

چوہدری فضل داد صاحب گجرات کے مکان پر جناب کرنل سعید احمد صاحب مرحوم و مغفور کی نماز جنازہ پڑھ کر دُعائے مغفرت کی گئی۔ کرنل صاحب موصوف بڑے نیک ملنسار، متقی، پرہیزگار اور ایک خوبصورت جوان تھے۔ جماعت احمدیہ اور ان کے خاندان کو بڑا صدمہ ہوا ہے، خداوند کریم کرنل سعید احمد صاحب کو غریق رحمت اور جنت الفردوس میں علیین میں جگہ دے۔ اور پس ماندگان اور ان کے اقربا ان کی بیگم صاحبہ اور ان کے بھائی صاحبان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

اِسلام کا فتح نصیب جرنیل - - - -

جماعتِ احمدیہ کی کامیابی کیوں مُقدّر ہو چکی ہے؟

مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السّماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربّھا۔ (سورۃ ابراھیم آیت ۲۴)

ترجمہ: ایک پاک کلمہ کی مثال ایک عمدہ درخت کی ہے جس کی جڑیں (زمین میں) مضبوطی سے قائم ہوں اور جس کی بلند شاخیں آسمانوں میں پھیل رہی ہوں اور جو ہمیشہ ہر دم اپنے ربّ کے اذن سے (شیریں) پھل دیتا ہو۔

صادقم وز طرف مولیٰ بانشانہا آمدم
صد در علم وہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند
گلے کہ روئے خزاں را گہے نخواہد دید
بباغِ ماست اگر قسمتت رسا باشد

(حضرت مسیح موعودؑ)

جماعت احمدیہ پر موجودہ دور ایک امتحان و ابتلاء کا زمانہ ہے، بظاہر معلوم دیتا ہے کہ جب خود مسلمان قوم کی طرف سے احمدیت کے وطن میں اس کی ایسی شدید مخالفت ہو تو اس تحریک کا مستقبل کیا ہوگا؟

اس بارہ میں پہلی یہ بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ یہ جماعت کوئی انسانی تحریک نہیں جسے کسی انسان نے اپنے دماغ کی تجویز اور علم کی بناء پر جاری کیا ہو بلکہ یہ وہ عظیم و اعلیٰ دینی اقدام ہے جو خود خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں دینِ اسلام کی حقیقی تجدید و احیاء اور اصلاح المسلمین کے لئے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے، مخالفین یہ کہتے ہیں کہ یہ پودا انگریز کا خود کاشتہ ہے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ پودا خود خدا کے اپنے ہاتھوں کا لگایا ہوا ہے۔ زمانہ ثبوت دے گا کہ ان میں سے کونسا قول صحیح و راست ہے۔ وہی خدا جس نے ہمیشہ سے اپنی رحمت و فضل کے صدقے قوموں کے رُوحانی احیاء کے لئے اپنی جانب سے مامور و مرسل بھیجے، اسی نے اس زمانہ کی مصائب مشکلات کو دیکھ کر اپنے کامل و آخری دین اسلام کی حقیقی حفاظت و فروغ کے لئے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اُمّت میں سے آپ کے ایک حقیقی خادم و سچے محبّ رسولؐ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو چودھویں صدی کا مجدّد و مامور کرکے مبعوث فرمایا ہے۔ جبکہ ہمارا یہ دلی اور پختہ ایمان ہے تو پھر ہمیں بجز اس امر کو تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں کہ احمدیہ تحریک جس کی پشت پناہ خود خدا تعالیٰ کی ذات قادر و توانا ہے کیسے اور کیونکر نابود کی جا سکتی ہے؟ سارے جہان اگر خدا تعالےٰ کی منشاء و مرضی کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوں تو کیا وہ مشیّتِ ایزدی و ارادہ الٰہی کے برخلاف کبھی کامیاب ہو سکتے ہیں؟ یا غلبہ و فتح آخر کار خدائی منصوبہ کو ہی ہوگی؟ یہ امر ناممکن اور ایسا ہونا سنّتِ الٰہیہ کے عین برعکس ہے

ع جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے
قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ نے جب پہلی بار اپنا دعویٰ مجددیت و مسیحیت ببانگِ دہل پیش فرمایا اور جس اہم ضرورتِ وقت اور تقاضہ زمان کی طرف توجہ دلائی وہ ان کے اپنے الفاظ میں پڑھیئے آپ فتح اسلام میں فرماتے ہیں:۔

"یہ کرسچن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک ان کے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالےٰ وہ پُرزور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس طلسم سحر کو پاش پاش نہ کرے۔ تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔ سو خدا تعالےٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کرکے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرہ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے جو سحرِ فرنگ نے تیار کیا ہے۔ سو اے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اُٹھانے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے کیا ضرور نہیں تھا کہ سحر کے مقابل پر معجزہ بھی دنیا میں آتا۔ کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے کہ خدا تعالےٰ نہایت درجہ کے مکروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمکار دکھاوے جو معجزہ کا اثر رکھتی ہو۔

"اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالےٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کرکے بغرضِ اعلاء کلمۂ اسلام و اشاعت نورِ حضرت خیرالانامؐ اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا تعجب تو اس بات میں ہوتا کہ وہ خدا جو حامیِ دینِ اسلام ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان رہوں گا اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دوں گا وہ اس تاریکی کو دیکھ کر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چپ رہتا اور اپنے اس وعدہ کو یاد نہ کرتا جس کو اپنے پاک کلام میں مؤکد طور پر بیان کر چکا تھا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر تعجب کی جگہ تھی تو یہ تھی کہ اُس پاک رسول کی یہ صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالےٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا کہ جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ سو یہ تعجب کا مقام نہیں بلکہ ہزار در ہزار شکر کا مقام اور ایمان اور یقین کے بڑھانے کا وقت ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کو پُورا کر دیا اور اپنے رسول کی پیشگوئی میں ایک منٹ کا بھی فرق پڑنے نہیں دیا اور نہ صرف اس پیشگوئی کو پورا کرکے دکھلایا بلکہ آئندہ کے لئے بھی ہزاروں پیشگوئیوں اور خوارق کا دروازہ کھول دیا۔ اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجا لاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گذر گئے۔ اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پا لیا اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اُٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رُک نہیں سکتا کہ مَیں وہی ہوں جو وقت پر اصلاحِ خلق کے لئے بھیجا گیا۔"

بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ابتدائے دعوےٰ سے ہی یہ امر دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ تحریک احمدیہ آپ کے اپنے ذہن کے کسی منصوبہ پر بناء نہیں بلکہ حقیقتاً ان عظیم و عظیم الشان دینی تحریکوں میں سے ایک تحریک ہے جو خود خدا تعالیٰ کی زندہ و قادر ہستی کے زبردست ہاتھ سے قائم کی جایا کرتی ہیں۔

اس بات کے جواز میں کہ تحریک احمدیہ کے قائم کرنے کی ضرورت خود خدا تعالےٰ کو کیوں پیش آئی حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ سحرِ فرنگ نے اپنے سنہری طلسم سے دنیا کو مرعوب و مسحور کر رکھا ہے یہ ایک ایسا عظیم دجل اور فتنہ کبیر ہے کہ جب تک خدا تعالےٰ کا اپنا زبردست ہاتھ اس موم کے بُت کو نہ توڑے کوئی انسانی ہاتھ اِسے شکست نہیں دے سکتا چنانچہ ایک دنیا شاہد ہے کہ کس

طرح مسلمانوں کو اس سحر سے تحریک احمدیہ نے نجات دلائی یہاں تک کہ حضرت اقدسؑ کی زندگی میں ہی پادری حضرات یہ ہدایت جاری کرنے پر مجبور ہو گئے کہ کسی احمدی سے بحث نہ کی جائے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے، تحریک احمدیہ نے حضرت عیسٰیؑ کو دوسرے انبیاء کے مطابق فوت شدہ ثابت کر کے اولاً آپ کے معجزات کو مثل دوسرے انبیاء کے مطابق تسلیم کر کے نیز آپ کی آمد ثانی کو حضرت خاتم الانبیاء صلعم کے ایک غلام و فادم کی بعثت منجانب اللہ پورا کر کے، خدائی ابنیت اور کفارہ کے کلیسائی معتقدات کو ختم کر دیا ہے۔

مباحثہ امرتسر میں عیسائی نمائندہ آتھم کا آنحضرت صلعم کو دجال کہنے سے علی الاعلان توبہ کرنا، پادری لیفرائے آف لاہور کا حضرت اقدسؑ سے مباحثہ سے گریز و فرار، امریکہ کے جھوٹے مدعی مسیحیت ڈوئی کی شکست و موت کے بارہ میں نمایاں خدائی نشانات جو بانی سلسلہ کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے۔ پھر کیا دنیا اس واقعہ کی گواہ نہیں کہ کس طرح جملہ اقوام نے متحد ہو کر حضرت اقدسؑ کو مجرم ثابت کرا کے قید و قتل کرانے کی کوششیں کیں مگر وہ تمام سعی ناکام و اکارت گئیں۔ اسلام کی فتح اور تمام ادیانِ باطلہ کی ایسی معقول اور مدلل تردید آپ کے علم کلام سے کی گئی کہ غیر از جماعت اصحاب یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یقیناً حضرت اقدسؑ اسلام کے **فتح نصیب جرنیل** ہیں کہ جس نے تمام اصولہائے ادیانِ باطلہ کے پرخچے اڑا دیئے ہیں۔ اسلام کی تائید و حمایت کا یہ پہلوان اگر ایسے نازک وقت میں خدا کی طرف سے مبعوث ہوا ہوتا تو اس میں ذرہ بھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ تعلیم یافتہ مسلمان اب تک عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے ہوتے، اس آسمانی امام وقت نے جب اپنی زندگی میں اپنوں اور غیروں سے اسلام کا **فتح نصیب پہلوان** خطاب پایا تو ظاہر ہے اس نے اپنی جماعت کے بارہ میں جو پیشگوئی فرمائی کہ آخر اس کی جماعت ہی غالب و منصور ہو کر رہے گی۔ تو کیا یہ خدائی وعدے پورے ہو کر نہ رہیں گے؟

نہ صرف اپنے وطن شرق میں حضرت اقدسؑ نے عیسائیت اور دیگر باطل ادیان کو شکست فاش دے کر ان تمام کو اصولِ اسلام کے مقابل بھاگنے پر مجبور کر دیا بلکہ عین خدائی منشاء کے مطابق دجال کو اس کے اپنے گھر مغرب میں جا کر ایسی **عظیم** ہزیمت دی کہ وہ دجال جو مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہا تھا اسلام کے قدموں پر آ گرا عیسائیت جس کی تائید میں جملہ عیسائی طاقتوں کی دولت و ثروت اور شان و شوکت، سائنسی علوم میں برتری و فوقیت کی مرعوبیت اور پادری حضرات کی کثیر افواج اور پروپیگنڈا کی طاقت موجود تھی، سب پر تعلیم اسلام کو غالب و فائق ثابت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لے آیا! کیا یہ انسانی بس کی بات تھی کہ ایسا **عظیم معجزہ** رونما کر سکے؟ آفتابِ اسلام کا مغربی دنیا سے طلوع کرنا کیا انسانی بس کی بات ہو سکتی ہے غور کرو! ایک گاؤں کے رہنے والے، مغربی علوم و تہذیب سے بے خبر، جملہ دنیاوی ذرائع و اسباب سے تہیدست ایک انسان کی طاقت میں کیا یہ امر تھا کہ مغربی طلسم کی مرعوبیت سے مسلمانوں کو نجات دلا کر ان کو مغرب کا فاتح بنا دے؟

حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ نے مغربی تعلیم پائی تھی، مسلمانوں کے اپنے دین سے مایوسی کے وقت آپ کے قلب و روح کو کس شخص نے مسخر کر کے آپ سے ایسا ترجمہ قرآن انگریزی میں کرا دیا، جس کی مقبولیت عام و شہرت دوام کی یہ حالت ہے کہ حافظ غلام سرور صاحب نے بھی اپنے دیباچہ ترجمۃ القرآن انگریزی میں لکھ دیا ہے کہ مولانا محمد علی صاحب نے یہ ترجمہ کر کے اپنے آپ کو زندہ جاوید کر لیا ہے۔ نیز یہ کہ انگریزی زبان میں کوئی ترجمہ قرآن و تفسیر مولانا محمد علی کے ترجمہ و تفسیر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ علوم متاخرین و مفکرین جدید کا یہ نادر مجموعہ تفسیر کیا خدائی تائید و نصرت کے بغیر ظہور پذیر ہو گیا جس کی قبولیت کی نسبت الہام الٰہی نے بھی اس وقت گواہی دے دی تھی؟ کیا اسی ترجمۃ القرآن کی بابت مسٹر محمد اکرام صاحب نے اپنی کتاب "موج کوثر" میں یہ الفاظ نہیں لکھے کہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کو اس وقت جو کچھ دلچسپی قرآن کریم سے پیدا ہوئی ہے اس کا موجب حضرت مولانا محمد علی کا ترجمہ ہی ہوا ہے جسے شرف اولیت حاصل ہے؟

حضرت خواجہ کمال الدینؒ اس زمانہ میں پہلے مبلغِ اسلام ہوئے ہیں جنہوں نے مغربی دنیا میں نہایت مہتم بالشان کامیابی سے تبلیغ اسلام کا علم بلند کیا لیکن جب آپ وہاں گئے تو خود مسلمانوں نے خواجہ صاحبؒ کے اس اقدام کو ناکام جانا بلکہ ایک مجنون کی کارروائی خیال کیا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ اپنی تحریر کے مطابق ایف سی کالج میں جب طالب علم تھے تو عیسائی بننے کو تیار ہو چکے تھے۔ کہ الٰہی خوش نصیبی نے آپ کا ساتھ دیا اور آپ کو حضرت اقدسؑ کے فیض سے انوارِ اسلام کا ایسا خارق عادت یقین دل میں جاگزین ہوا کہ حضرت اقدسؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق کہ عنقریب انگریزی سلطنت نمائندین اسلام قبول کرنے والے ہیں، خواجہ صاحب ۱۹۱۲ء میں انگلستان میں علم اسلام بلند کرنے عیسائیوں کو آغوش اسلام میں لانے کا موجب ہوئے۔ اس طرح عیسائیت کا شکار عیسائیت کا فاتح اور اس کا شکار کرنے والا بن گیا۔ یوں مغربی دنیا سے اسلام کی صداقت کا آفتاب طلوع ہو گیا جس سے مسلمانوں کے **پست حوصلے اور شکست خوردہ** ذہنیت مبدل بہ یقین و فتح ہو گئی۔ اب سوچو! کہ مغربی دنیا کا یہ عظیم انقلاب کیا کسی انسان کے بس کی بات ہے؟ کیا مغرب سے طلوعِ آفتاب خدائی منشاء و ارادہ کا پتہ نہیں دیتا؟ کیا اس الٰہی مشیئت کو کوئی انسان یا قوم روک سکتی ہے؟

یہ تو ہم نے گذشتہ واقعات کا بیان کیا لیکن ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ آئندہ کے لئے تمہاری توقعات محض خوش فہمی پر مبنی ہیں۔ کونسے وجوہ ہیں جن سے یہ ایمان قائم رہے کہ "فتح نصیب جرنیل" کی پیرو جماعت آئندہ بھی کامیاب ہو گی؟ ہم اس بارہ میں اس لئے حتمی یقین پر قائم ہیں کہ خود زمانہ کے متقاضیات ہی یہی کہتے ہیں۔

جماعت احمدیہ جن اصولِ اسلام کی تبلیغ کرتی ہے وہی زمانہ کا آج تقاضا و طلب ہیں۔ ہم مختصراً ان اصولہائے عالی قرآنِ عظیم کو دہراتے ہیں، جن کے باعث تبلیغ اسلام قطعی طور پر ایک غالب و فاتح تحریک مقدر ہو چکی ہے اور جو اصول صرف جماعت احمدیہ کی خوش نصیبی کا حصہ بن چکے ہیں، چنانچہ ایک غیر مسلم عیسائی بھی اس امر کے اعتراف پر مجبور ہے۔ مسٹر فری لینڈ ایبٹ اپنی کتاب "اسلام اور پاکستان" میں تحریر فرماتے ہیں:-

"جماعت احمدیہ نے دیگر ادیان کے بارہ میں جس قدر دلائل پیش کئے ہیں، زمانہ گذرنے کے ساتھ، اس سلسلہ کے شدید ترین مخالفوں نے بھی انہیں قبول کر لیا ہے، اپنے تبلیغی جوش اور عیسائیت کے برخلاف پے درپے کثیر الاشاعت حملوں سے اس جماعت نے مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں میں مضبوط ایمان پیدا کر دیا ہے اگرچہ یہ امر درست ہے کہ مرزا غلام احمدؒ کے ذاتی دعاوی نے مقبولیت حاصل نہیں کی اور آپ کی تحریر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تاہم اس تحریک نے مسلمانوں کے قلوب میں یہ ایمان پیدا کر دیا ہے کہ یورپ کی موجودہ ترقی و قوت کا سرچشمہ عیسائیت نہیں اور دنیا کا سچا دین صرف اسلام ہی ہے یہ اس تحریک کی بنیادی خصوصیت ہے مگر یہ امر کس قدر تعجب انگیز ہے کہ جس تحریک کی ہر دو شاخوں نے دوسرے مذاہب کے مقابل دینِ اسلام کی حفاظت و توسیع کے میدان میں سب سے زیادہ کام کیا ہے پاک و ہند کے مسلمان سب سے زیادہ اسی جماعت کے خلاف صف آراء ہیں"

عظیم اصولِ اسلام جو احمدیت کا طرۂ امتیاز ہیں اور جن سے اس زمانہ میں دینِ اسلام کی کامیابی مقدر ہو چکی ہے کم و بیش مفصلہ ذیل ہیں:-

۱۔ دینِ اسلام ایک عالمگیر دین ہے، جملہ ادیانِ الٰہی تحریکوں کی بناء پر قائم ہوئے مگر وہ مختص حالات کے لئے تھے، پھر ان میں انسانوں نے تحریف کر دی۔ مگر دینِ اسلام ایک مکمل و محفوظ ضابطۂ حیات ہمیشہ کے لئے موجود ہے۔

۲۔ انسانی نجات و فلاح کا راستہ نظام مادیت کا طریق کار اختیار کرنے میں نہیں جس میں اس وقت انسان پھنس کر گمراہ ہو چکا ہے بلکہ زندہ دینِ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ سے وابستہ ہے، اس وقت منشاءِ خداوندی یہی ہو چکا ہے کہ مادی تہذیب کے ہوش ربا طلسم کی دجالیت کو دنیا پر واضح کر کے، زندہ خدا سے انسان کا حقیقی تعلق قائم ہو تا انسانی اور قومی حقوق از روئے انصاف و مساوات قائم کئے جا سکیں۔

۳۔ اسلام در اصل محبت، امن و صلح اور آشتی و روا داری کا عظیم پیغام ہے۔ مگر اپنوں اور غیروں نے اسے مادیت، طاقت، شان و شوکت اور جبر و

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

غلام نبی مسلم

پیکرِ تسلیم و عزیمت

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الٰہ میں ہے

مشرقِ اوسط میں حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کی قومیں عذاب خداوندی کی نذر ہو گئیں اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ شرک، بدکرداری، اخلاقی پستی اور ذلت کا شکار ہو گئے۔ حتّٰی کہ انسانی تذلیل و ذہنی غلامی سے متاثر ہو کر ایک دردمند دل بے چین ہو گیا، وہ تن تنہا اپنی بے بضاعتی اور کمزوری کے باوجود باطل کی قوتوں کے مقابل ڈٹ گیا اور اپنے عزمِ بلند اور عدیم النظیر جرأت سے تاریخ کا رُخ موڑ گیا

ع کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

یہ ابو الانبیاء، امام الناس، معمارِ حرمِ کعبہ، سرخیلِ موحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جس زمانے میں آپ عراق کی سرزمین میں جلوہ افروز ہوئے اور ماحول پر نظر ڈالی تو یہ دیکھا کہ انسان خدائے واحد کو ترک کر کے چاند، سورج اور ستاروں کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ بت شکنوں کے فرزند بت تراشی اور صنم پرستی کا شکار ہو چکے ہیں، اور مُلک کا حاکم نمرود الوہیت کا مدّعی بن کر انسان کا مسجود بن بیٹھا ہے۔ ان حالات میں آپ کا دنیا کی تمام مذہبی، مادی، اور سیاسی قوتوں کے مقابل کھڑے ہو جانا بڑے عزم اور قوتِ ایمانی کا مظہر تھا۔

انسان نے روزِ ازل الست بربکم کے استفسار خداوندی پر بلیٰ کا اعلان تو کر دیا لیکن اس عہد کو نبھا نہ سکا۔ مگر جب ابراہیمؑ کو اللہ تعالےٰ نے اَسْلِمْ (میری رضا کے آگے گردن جھکا دے) کے پُر وقار الفاظ سے یاد کیا تو آپؑ نے دنیا سے منہ موڑ کر نہ صرف اسلمت لرب العالمین (میں نے جہانوں کے پالنہار کی اطاعت اختیار کی) کا اقرار کیا بلکہ اس عہد کو جس عزم، ایثار، جرأت اور استقامت سے پورا کیا دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، یہ تو شہادت گہِ اُلفت میں اوّلین قدم تھا، اور عشق کی ابتداء تھی، صنم کدہ جہاں میں آپ نے جبر و قہر کے بتوں کے مقابل جو ٹکّر لی اور ان بتوں کو پاش پاش کیا اس کی داستان ایمان افروز اور جرأت افزا بھی ہے اور حیرت انگیز، سبق آموز اور رُوح پرور بھی۔

انسان اور عناصر کا پرستار، اپنے ربّ کا باغی؟ اشرف المخلوقات اور اپنے ہاتھ سے ساختہ اور تراشیدہ مورتیوں کے سامنے سرنگوں؟ خلیفۃ اللہ اور ایک آنی و فانی انسان کے حضور سجدہ ریز، ابراہیمؑ ہم جنسوں کی یہ ذلت و رسوائی برداشت نہ کر سکے، اور ان باطل گونگے، اندھے، بے حس، بے بس معبودوں کی مذمت شروع کر دی۔ جرأت اور دلائل نیرّہ کے ساتھ، ستارہ چمکا اور ڈوب گیا، چاند نکلا اور فلک کی پہنائیوں میں گم ہو گیا، سورج نے حدّت اور تابانی کا مظاہرہ کیا۔ مگر اسے اُفق کی چادر نے تاریک کر دیا؟ یہ خدا ہیں؟ انی لا احب الآفلین۔ جو نکلتے مگر غروب ہو جاتے ہیں۔ یہ کیسے معبود ہیں۔ میں انہیں خدا نہیں مان سکتا۔ انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا و ما انا من المشرکین۔ میں نے اپنی توجّہ کا مرکز اس ذاتِ عالی کو بنا لیا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

(۱) دلائل و براہین کے ساتھ مجادلہ

انسانی تاریخ میں حضرت ابراہیم پہلے خدا پرست و داعی الی الحق ہیں جنہوں نے باطل معبودوں کی عاجزی دلائل و شواہد سے ثابت کی، اور اس کی ابتداء گھر ہی سے کی، باپ یا چچا آزر بت تراش اور بت پرست ہے، اور اسے نوحؑ، ہودؑ اور صالحؑ (علیہم السلام) کا دین سمجھ کر اس پر جان دینے اور بیٹے کو چھوڑنے پر آمادہ ہے۔ لیکن ابراہیمؑ کے دل میں تو توحید کی تڑپ اور انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ باپ کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں :-

"اے میرے باپ! تو کیوں اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ تیرے کچھ کام آ سکتا ہے.........اے میرے باپ شیطان کی عبادت نہ کر"۔ (مریم)

۲ - باپ اور قوم دونوں سے مجادلہ

آپ نے صرف باپ ہی کو دعوتِ توحید دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی تمام قوم کو بھی شریک کر لیا، اور ان کو نہ صرف زبانی اور دلائل ہی سے لاجواب کیا بلکہ عملاً بھی ان بتوں کی بے بسی کا ثبوت پیش کیا :

"(ابراہیمؑ نے) اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ مورتیں کیا ہیں جن کی تم تعظیم میں لگے ہو........ اور اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کو تکلیف پہنچاؤں گا جب کہ تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے، سو اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر ان کے بڑے کو رہنے دیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ کہنے لگے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے، یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے لوگوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سُنا تھا، جسے ابراہیمؑ کہا جاتا ہے۔ کہنے لگے اسے لوگوں کے سامنے لاؤ۔ تاکہ وہ گواہی دیں، کہا۔ اے ابراہیمؑ کیا تو نے ہمارے معبودوں سے یہ کام کیا ہے؟ اس نے کہا بلکہ یہ کیا جس نے کیا، ان کا یہ بڑا بت ہے، ان سے پوچھو اگر یہ بولتے ہیں، سو انہوں نے اپنے آپ کی طرف رجوع کیا اور کہنے لگے تم خود ہی ظالم ہو، پھر اپنے سر ڈال کر اوندھے گر گئے اور بولے تو جانتا ہے کہ یہ بات نہیں کرتے۔ کہا تو کیا اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو، جو تمہیں کچھ نفع نہیں دیتا اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تُف ہے تم پر اور اس پر جس کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟" (الانبیاء)

"جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا، تم کس کو پوجتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم بتوں کو پوجتے ہیں، اور انہی کی عبادت میں لگے رہیں گے۔ کہا، کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو، یا تمہیں فائدہ دیتے ہیں یا نقصان پہنچا سکتے ہیں"؟ (الشعراء)

"کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود گھڑتے ہو؟ حالانکہ اللہ ہی نے تمہیں اور تمہارے کام کو پیدا کیا" (صافات)

مدعی الوہیت بادشاہ سے مجادلہ

جب باپ اور قوم پر حجت کر چکے تو خود بادشاہ وقت کے دربار میں پہنچ گئے اور اس مدعی اُلوہیت کو بھی دلائل سے باطل پر ثابت کیا۔

"ابراہیمؑ نے بادشاہ سے کہا میرا ربّ وہ ہے جو زندگی بخشتا اور مارتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں بھی زندگی دیتا اور مارتا ہوں، اور ابراہیمؑ نے کہا کہ اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے۔ تو تو اسے مغرب سے نکال۔ پھر وہ جو کافر تھا حیران رہ گیا" (البقرہ)

مصائب و آلام

تاریخ و تجربہ شاہد ہیں کہ باطل پرست دلائل کے میدان میں عاجز آ جاتے ہیں تو ہر قسم کے انسانیت سوز اور ظالمانہ افعال پر اُتر آتے ہیں۔ لیکن حق و صداقت کے پرستار کے پاؤں میں لغزش نہیں آتی اور بالآخر باطل بھاگ جاتا ہے اور حق غالب آتا ہے۔ چنانچہ باپ جب بے بس ہو گیا تو دھمکی دی لارجمنك، میں تمہیں سنگسار کر دوں گا، اور حاکمِ وقت نے تو فیصلہ دے دیا کہ اپنے معبودوں کی نصرت و غلبہ کا طریق یہی ہے کہ "حرقوہ" اسے جلا دو۔ (الانبیاء) "اس کے لئے ایک عمارت بناؤ پھر اسے شعلے مارتی ہوئی آگ میں ڈال دو" (صافات) مگر اللہ کے بندے تو لا یخشون الا اللہ، خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اس لئے دشمن کو مخاطب کر کے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا:

"میں ان سے نہیں ڈرتا جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے خدا کے شریک بنا رکھے ہیں۔ جن کے حق میں تمہارے

پاس کوئی دلیل نہیں" (الانعام)

ہمدردی اور کرم گستری } مخالفین میں سے کسی نے آپ کی بات قبول نہیں کی، اس کے برعکس انہوں نے بڑا سے بڑا ستم روا رکھا۔ لیکن سچے داعی الی اللہ کا دل تو رحمتوں اور نوازشوں کا خزینہ ہوتا ہے۔ باپ نے انکار کیا۔ تو یہی فرمایا کہ میں آپ کے حق میں دعائے مغفرت کرتا رہوں گا، دربارِ شاہی میں گئے تو دلائل میں غلبہ کے باوجود بادشاہ کو ذلیل نہیں کیا، جب دیکھا کہ وہ پہلی دلیل سے غلط راہ پر پڑ گیا ہے تو اس پر اصرار نہیں کیا اور دوسری دلیل پیش کر دی اور جب وہ عاجز آ گیا تو آپ نے اسے بھرے دربار میں گرانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ بندگانِ حق تو رحیم و پردہ پوش ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ان کے یہ الفاظ ہیں:۔

"خداوندا! جو میری اطاعت کرتا ہے۔ وہ میرا ہے۔ اور جو نافرمانی کرتا ہے۔ تو تیری ذات پردہ پوش اور بخشنہار ہے۔" (ابراھیم)

مزید آزمائش } اللہ تعالے کو منظور تھا کہ ابراہیمؑ کو نوعِ انسانی کے لئے امام اور اسوۂ حسنہ بنایا جائے۔ اور آپ کو ایسا موحد بنا کر پیش کیا جائے کہ آپ تا ابد مینارِ رشد و ہدایت ثابت ہوں، چنانچہ بادشاہ قوم اور خاندان کے مظالم سے تنگ آ کر گھر بار چھوڑا جلا وطن ہوئے اور عراق سے مغرب کی جانب کنعان کی سرزمین میں پناہ لی، ترکِ وطن، ترکِ قوم، ترکِ اقارب، کوئی معمولی آزمائش نہ تھی، کہ بڑھاپے میں خدا نے ایک بیٹا عطا کیا۔ اور حکمِ خداوندی ہوا کہ نوزائیدہ فرزند اور اس کی والدہ کو عرب کے بے آب و گیاہ ریگستان میں چھوڑ آؤ۔ یہاں تو اسلمت لرب العالمین کا عہد تھا سرِ تسلیم خم کیا اور چند دنوں کے بچے اور اس کی والدہ ہاجرہ کو مکہ کے بیابان میں خدا کے سہارے چھوڑ آئے۔ اس نظارے پر فلک کانپ اٹھا ہوگا۔ لیکن کسی قلب سے اُف کی آواز نہیں نکلی۔ یہ ابراہیمؑ کا قلبِ حنیف تھا، لیکن قدرت کو تو ابراہیمؑ کے ساتھ ساتھ ہاجرہ اور فرزند اسمٰعیل (علیہم السلام) کا تزکیہ و ترفع مقصود تھا۔ مکہ کی سرزمین میں تمام نعمتیں مہیا کر دیں۔ جب یہ بچہ والدین کی نگاہوں کے سامنے جوان ہو کر بڑھاپے کا عصا بنا تو حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ بیٹے کو میری راہ میں ذبح کرو، ابراہیمؑ —— سراپا نیاز —— بلا تامل اس اکلوتے، جوان سعادت مند بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے۔ تو ارشادِ ربانی ہوا: "اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔" اور آج ہم نے تجھے اپنا خلیل بنایا۔ اور تم تینوں کی یاد ہمیشہ کے لئے دنیا میں قائم کر دی۔

دورِ بشارات و نوازشات } آخر ابتلاء کا دور ختم ہوا۔ جب خدا نے ابراہیمؑ کو آزما دیکھا تو برکات و نوازشات کے دروازے کھول دیئے۔ اور اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ آج سے ابراہیم ہمارا دوست ہے اور ابراہیمؑ کو مخاطب کر کے فرمایا اے ابراہیمؑ تو آزمائش کی کٹھن منزلوں میں ثابت قدم اور کامیاب رہا ہے انی جاعلک للناس اماما۔ ہم تجھے نوعِ انسان کا امام ٹھہراتے ہیں اور یہ امامت تیری نسل میں تاقیامت جاری رہے گی، اور تیرا اسوہ حسنہ اور نیز تیری زوجہ ہاجرہ اور فرزند اسماعیل کی سنت اور میری رضا کی راہ میں قربانی ہمیشہ دنیا میں شمعِ رشد و ہدایت بنی رہے گی کذالک نجزی المحسنین۔ تو مکہ کی سرزمین میں ایک توحید کدہ تعمیر کر، اور لوگوں میں اعلان کر کہ وہ یہاں حج کے لئے آئیں، بیت اللہ کا طواف کریں۔ ہاجرہ کی سنت کو تازہ کرنے کے لئے صفا و مروہ کے درمیان سعی کریں، اسمٰعیل کی قربانی کی یاد تازہ کرنے کے لئے دور و نزدیک، پیدل و سوار پہنچ کر قربانی دیا کریں اور مقامِ ابراہیم پر نماز ادا کر کے ابراہیم کے مسلک پر تجدیدِ ایمان اور اقرارِ تسلیم و رضا کیا کریں۔ اور اس مقام کو تا ابد جائے پناہ اور امن سمجھ کر کسی کا یہاں خون نہ بہائیں۔ اور اس طرح منشائے الٰہی کا اظہار کرتے رہیں۔ وترکنا علیہ فی الاخرین۔

بشارات } جب مولا کریمؑ اپنے بندے سے خوش ہو جاتا ہے۔ جب بندہ اسوۂ ابراہیمیؑ پر عمل پیرا ہو کہ "بندہ مولا صفات" بن جاتا ہے۔ تو پھر اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ اور اس کا تیر، تیرِ حق بن جاتا ہے۔ سنتِ ابراہیمی کی اتباع کی یہی روح ہے۔ یہ نہیں کہ بندہ سنتِ ابراہیمی پر قائم ہو جائے اور اس کے در و دیوار پر نزولِ برکات نہ ہو، ابراہیمؑ نے جب فرزند کو قربانگاہِ عشق پر پیش کیا تو رحمتِ الٰہی نے بشارت دی۔ انا نبشرک بغلام حلیم۔ میں تجھے ایک صاحبِ علم لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں" (الحجر) اور ہم نے اسے اسحٰق کی بشارت دی، ایک نبی کی جو نیکو کاروں میں سے تھا۔" (صافات)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں } اللہ تعالے تو اپنے ہر بندے کی دعا سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اور جب بندہ اسی کا ہو رہتا ہے تو پھر "خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے" کی نوبت آ جاتی ہے۔ یہی حال ابراہیمؑ خلیل اللہ کا ہوا، رحمت کی گھٹاؤں کو امڈا ہوا دیکھا تو ابراہیمؑ نے دستِ انابت دراز کیا اور عرض کی:۔

۱۔ "ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرع۔ الخ (ابراھیم)
اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس اس وادی میں بسایا ہے۔ جہاں کھیتی نہیں، ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، سو تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے رزق دے۔ تاکہ وہ شکر کریں۔"

۲۔ "ربنا وابعث فیھم رسولا۔ الخ (البقرہ) اے ہمارے رب! اور ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات پڑھے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے تو غالب حکمت والا ہے۔"

۳۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک الخ (البقرہ) اے ہمارے رب! اور ہم کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک گروہ اپنا فرمانبردار بنائیو، اور ہمیں ہمارے حج کے مناسک بتائیو، اور ہم پر رحمت سے توجہ فرما۔"

حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعائیں قبول ہوئیں پانچ ہزار سال سے دنیا جہان کی نعمتیں اس ..... ریگزار میں پہنچ رہی ہیں۔ تاکہ ان کی اولاد دنیا کی نظروں میں مفلسی و فاقہ کشی سے ذلیل نہ ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں موعود نبی کو مبعوث کیا تاکہ اس کی اولاد ہدایتِ آسمانی سے محروم نہ رہے اور ان میں خدا کے فرمانبردار بندوں کا گروہ ان کی سنت کو زندہ رکھنے کے لئے ہمیشہ موجود رہے۔

لیکن خدا کی یہ سنت نہیں کہ اقوامِ عالم محض دعاؤں سے روحانی منازل طے کریں، اور اس ضمن میں کتاب کی پیروی، اتباعِ سنتِ انبیاء اور اعمالِ صالحہ نہ کریں۔ اس لئے جب ابراہیمؑ نے خدا سے بشارت پائی کہ ہم تجھے امام الناس بنائیں گے، تو طبعاً آپ کو اولاد کا خیال آیا اور عرض کی ومن ذریتی، اے خدا میری ذریت کے متعلق کیا ارشاد ہے فرمایا لا ینال عھدی الظالمین امامت اعمالِ حسنہ، افعالِ صالحہ اور اتباعِ حق کا ثمر ہے۔ یہ تیری اولاد میں سے عہد شکنوں اور کتاب اللہ کے مخالفوں کو نہیں ملے گی اس طرح جب آپ نے دعا کی، رب اجعلنی مقیم الصلٰوۃ الخ (ابراھیم) اے میرے مولا مجھے اور میری اولاد کو نماز پر قائم رکھ تو اولاد کے حق میں یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ کیونکہ قیامِ صلوٰۃ کے لئے ایمان، تقوے اور اتباعِ کتاب و سنت اٹل ہے اور آپ کی اولاد کی غالب اکثریت اس راہ سے دور رہ کر محروم ہو گئی۔ اور دعاؤں کے متعلق یہ سنت اللہ ان اہلِ مذاہب کی آنکھیں کھول لینے کے لئے کافی ہے۔ جو اپنی بد اعمالیوں اور سیہ کاریوں کے باوجود محض زبانی اقرارِ ایمان، یا انبیاء اور اہل اللہ سے نسلی رشتہ پر اتراتے ہیں اور روحانی برکات و فیوضات کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے وہی وعید کافی ہے۔ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو سنائی گئی کہ لا ینال عھدی الظالمین۔

متلاشیانِ برکاتِ سماوی } سے گذارش ہے کہ رضائے دوست کی راہ شہادت گہِ الفت سے ہو کر گزرتی

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

احمدیت نے طلوع الشمس من مغربہا کا خارق عادت معجزہ اسلام کے احیاء و تجدید کے بارہ میں کر دکھلایا ہے

عیسائیت اور دہریت کے مراکز انگلستان، جرمنی اور ہالینڈ میں اسلامی تبلیغی مشنوں اور مساجد کا قیام اور قرآن کریم کے تراجم کی اشاعت

(حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

یورپ میں تبلیغ اسلام کی ابتداء تبلیغ اسلام میں سب سے پہلے احمدیت کا رخ یورپ کی طرف ہوا اور یہ کسی خاص تیار کردہ سکیم کے ماتحت نہیں ہوا۔ بلکہ جیسا کہ گذشتہ صفحات سے ظاہر ہے بانی سلسلہ احمدیہ کے دل میں شروع سے ہی یہ خیال منجانب اللہ ڈالا گیا تھا۔ کہ یورپ تبلیغ اسلام کے لئے ایک نہایت عمدہ میدان ہے اور آپ کو اس بارے میں کشوف بھی ہوئے اور خوابیں بھی آئیں کہ یورپ کے بڑے بڑے لوگ اسلام میں داخل ہوں گے آپ کے دل میں یہ جوش بھی شروع سے ہی تھا کہ قرآن کریم کا ترجمہ انگریزی زبان میں کر کے اسے انگلستان وغیرہ ممالک میں بھجوایا جائے ۱۹۰۲ء کی ابتداء سے رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی زبان میں اسی غرض کے لئے نکالا گیا کہ انگریزی جاننے والے ممالک میں تبلیغ اسلام ہو۔ یہ گویا لٹریچر کے ذریعہ سے تبلیغ اسلام کی بنیاد تھی۔ اسی سلسلہ میں ۱۹۰۹ء میں آپ کی وفات کے بعد انگریزی میں ترجمہ قرآن شروع کیا گیا اور کتاب ٹیچنگز آف اسلام جو بانی سلسلہ کے ایک مشہور و معروف لیکچر کا ترجمہ تھا جو دسمبر ۱۸۹۶ء میں بمقام لاہور جلسہ مذاہب میں پڑھا گیا تھا یورپ میں تقسیم کے لئے چھپوائی گئی۔ مگر یورپ میں تبلیغ اسلام کی اصلی بنیاد ووکنگ مشن کی صورت میں ۱۹۱۲ء میں رکھی گئی۔ ووکنگ مشن بھی کسی تیار کردہ سکیم کا نتیجہ نہ تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کو ایک مقدمہ میں وکالت کا کام سرانجام دینے کے لئے انگلستان جانا پڑا مگر اصل میں وہ دین کے مقدمہ کے لئے جا رہے تھے۔ کام کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈالا کہ تبلیغ اسلام کا کام یہاں شروع ہونا چاہئے۔ احمدی جماعت نے ان کی آواز پر اس قدر جوش سے لبیک کہا کہ جو کچھ کسی کو انہوں نے لکھا اس نے وہی حاضر کر دیا۔ اور لنڈن میں تبلیغ اسلام کے کام کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اس غرض کے لئے فروری ۱۹۱۳ء میں ایک رسالہ بنام اسلامک ریویو شائع ہونا شروع ہو گیا۔ لنڈن سے کوئی پچیس میل کے فاصلہ پر پروفیسر لائٹنر (سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور) نے ایک مسجد بیگم صاحبہ بھوپال کے خرچ سے بنوائی تھی گو یہ جب سے بنی تھی مقفل پڑی تھی۔ خواجہ صاحب نے کوشش کر کے اس مسجد کو کھلوایا اور ٹرسٹیانِ مسجد کی اجازت سے نومبر ۱۹۱۳ء میں مشن کو لنڈن سے یہاں منتقل کیا۔ انہی ایام میں ۱۸ نومبر ۱۹۱۳ء کو لارڈ ہیڈلے کی شہرت کا انسان اسلام میں داخل ہو گیا۔ جس سے مشن کی شہرت انگلستان اور ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں پھیل گئی۔ تاریخ اسلام میں یورپ میں تبلیغ اسلام کا یہ پہلا باقاعدہ مشن تھا جس طرح ریویو آف ریلیجنز مجریہ ۱۹۰۲ء پہلا انگریزی رسالہ تھا جس کے ساتھ یورپ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد بذریعہ لٹریچر رکھی گئی اور یہ احمدیت کا طغرائے امتیاز تھا کہ اس نے اس کام کی طرف توجہ کی جس سے اس وقت تک مسلمان باوجود اس امر کے کہ وہ مدت تک یورپ میں حکومت کرتے رہے، غافل رہے تھے۔ اس سے پیشتر انگلستان اور یورپ میں صدیوں سے اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی تصویر نہایت بدنما کھینچی جاتی تھی۔ اور اسے ایک وحشت اور خونخواری کا مذہب سمجھا جاتا تھا اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اسلام جہاں کہیں پھیلا تلوار کے ذریعہ سے ہی پھیلا۔ مسیحی پادریوں نے بالخصوص تمام یوروپین قوموں کو اسلام سے سخت متنفر کر رکھا تھا۔ اب جو انہوں نے اپنے اندر ایک اسلامی مبلغ کو دیکھا تو ان کی آنکھیں کھلیں۔ اوپر کے اور درمیانہ طبقہ کے لوگ ایک ایک دو دو کر کے اعلان اسلام کرنے لگے۔ ووکنگ کی بجائے اب جماعت احمدیہ لاہور کا مشن لندن میں بمقام ویسٹرن ہمسفیٹر مشن قائم ہو چکا ہے جہاں ویسٹرن ہمسفیٹر کی احمدیہ جماعتوں کے تعاون سے ایک مکان بطور مرکز خرید کر لیا گیا ہے جس کے انچارج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے ہیں۔

جرمن مشن و برلن مسجد انگلستان میں تبلیغ اسلام کا یہ قدم جہاں ایک بڑی بھاری اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ کچھ سہولتیں بھی تھیں۔ مثلاً یہ کہ وہاں ایک بنی بنائی مسجد مل گئی۔ پھر سب سے بڑی سہولت زبان کے معاملہ میں تھی۔ انگریزی زبان ہندوستان میں عام ہے۔ برطانیہ کے علاوہ کئی اور ممالک میں مادری زبان کے طور پر بولی جاتی ہے۔ اور بہت سے مسلمان اور غیر مسلم ملکوں میں جہاں انگریزی حکومت کا اقتدار ہے یہ زبان مروج ہو چکی ہے۔ پس انگریزی زبان میں تبلیغ نسبتاً ایک سہل بات تھی۔ انگریزی خواں مبلغ بھی نسبتاً زیادہ سہولت سے مل سکتے یا تیار ہو سکتے تھے۔ انگریزی لٹریچر ہندوستان اور دیگر ممالک میں پھیل کر مشن کی قوت کا باعث ہو سکتا تھا۔ مگر تبلیغ اسلام میں مشکلات کے ساتھ ٹکر لگانا احمدیت کے جوش کا خاص امتیاز ہے۔ ۱۹۲۲ء میں یعنی انگلستان میں مشن کی بنیاد رکھا جانے کے پورے دس سال بعد جرمنی میں ایک مشن کی بنیاد رکھی گئی اور اس کے ساتھ برلن دارالخلافہ جرمنی میں ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد ڈال دی گئی۔ جرمنی یورپ کا مرکز ہے اور جو تحریک یہاں قائم ہو وہ سارے یورپ پر اثر ڈال سکتی ہے۔ مگر یہاں زبان کی مشکلات بہت زیادہ تھیں۔ اس مشن کے لئے مبلغوں کا حاصل کرنا اور تیار کرنا بہت مشکلات رکھتا ہے۔ جرمن زبان یورپ کی سب زبانوں سے زیادہ مشکل ہے اور اس کے حاصل کرنے میں دیگر زبانوں کے حاصل کرنے سے بہت زیادہ وقت لگتا ہے مگر ان تمام مشکلات کی پروا نہ کرتے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور نے وہاں ایک مسجد اور مشن کی بنیاد رکھی۔ اسی سال فریق قادیان نے بھی برلن میں ہی ایک مسجد اور مشن کی بنیاد رکھی مگر وہاں کی مشکلات کا مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے انہیں مشن وہاں سے اٹھانا پڑا۔ فریق لاہور کا مشن اب تک وہاں قائم ہے اور قریباً ایک سو اچھے طبقہ کے جرمن اسلام میں داخل ہو چکے ہیں جن میں ڈاکٹر مارقوس خاص قابلیت کے انسان ہیں اور اشاعت اسلام کا خاص درد رکھتے ہیں۔ ایک عظیم الشان مسجد ۴۶ فٹ لمبی ۴۶ فٹ چوڑی بن چکی ہے۔ کئی ایک ٹریکٹ جرمن میں چھپ کر تقسیم ہو چکے ہیں اور قرآن شریف کا ترجمہ جرمن زبان میں شائع ہو چکا ہے۔

یورپ میں تبلیغ اسلام پر اعتراضات جہاں یورپ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھا جانے سے مسلمانوں نے اسلام میں ایک زندگی اور قوت محسوس کی۔ دو قسم کے اعتراضات بھی ان مشنوں پر ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ یورپ میں عام طور پر دہریت پھیلی ہوئی ہے اور وہاں تبلیغ اسلام کی کوشش ایک بیسود کوشش ہے۔ دوم یہ کہ ان مشنوں پر اخراجات بہت ہوتے ہیں۔ ان کی جگہ اگر ہندوستان میں مشن قائم کئے جائیں۔ تو وہ زیادہ مفید ہو سکتے ہیں۔ سب سے پہلے میں اس بات کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ احمدیت کا مقصد یہ نہیں کہ صرف یورپ یا مغربی ممالک میں ہی تبلیغ اسلام کے مشن قائم ہوں بلکہ اس کے سامنے کل دنیا میں تبلیغ اسلام کا کام ہے۔ اور علاوہ یورپ کے ایشیا اور افریقہ کے ممالک میں اور خود ہندوستان میں متعدد مشن

تبلیغ اسلام کے قائم ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ احمدیت کا پہلا رُخ تبلیغ اسلام میں یُورپ کی طرف ہوا اور جو کوئی بھی تبلیغ اسلام کی تحریک صحیح اصول پر قائم ہوتی ضروری تھا کہ سب سے پہلے اس کا رُخ یورپ کی طرف ہوتا کیونکہ یورپ کی طرف سے ہی سب سے زبردست حملہ اسلام پر تھا۔ اور یہ حملہ دونوں رنگوں میں تھا۔ ایک یورپ کی مادی تعلیم کے اثر سے دہریت کے رنگ میں دوسرے انکے مذہبی تعلیم کے اثر سے عیسائیت کے رنگ میں یہ دونوں حملے اس قدر وسیع اور عام تھے کہ تبلیغ اسلام کی کوئی تحریک کامیاب نہ ہو سکتی تھی۔ جب تک کہ ان حملوں کے علاج کا پہلے فکر نہ کر لیتی۔ یورپ میں تبلیغ اسلام سے فی الحقیقت دو کام ایک وقت میں ہوتے ہیں۔ ایک خود مسلمان دہریت اور عیسائیت کے جو یورپ سے نکل کر دوش بدوش چل رہی ہیں۔ زہریلے اثر سے بچتے ہیں اور دوسرے اسلام کی سب سے بڑی مخالفت کے مرکز میں نومسلموں کی ایک جماعت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک تیسرا کام یہ ہوتا ہے کہ یورپ کے خیالات کا اثر چونکہ ساری دنیا پر ہے۔ اس لئے جو تبدیلی یہاں ہوتی ہے اس کا اثر بھی ساری دنیا پر ہوتا ہے اور گو مذہب کی تبدیلی بھی وہاں ایک مختصر پیمانے پر ہو مگر خیالات کی تبدیلی ایک وسیع پیمانے پر ہو رہی ہے کیونکہ اسلام کے متعلق غلط فہمیاں رفع ہو رہی ہیں۔ اور اس کی تعلیم کے وہ پہلو جو فطرت انسانی اور عقلِ انسانی کو اپیل کرتے ہیں اپنا اثر ڈال رہے ہیں اور اسی کے مطابق کل دنیا کے خیالات پر اثر پڑنا ایک لازمی امر ہے۔

یہ خیال کہ یورپ میں دہریت ہے اور تبلیغ اسلام وہاں بے سُود ہے۔ ایک غلطی پر مبنی ہے۔ اوّل تو اسلام میں خود دہریت کا علاج بھی ہے۔ اگرچہ دہریت دنیا میں ہمیشہ رہی ہے مگر اس میں شک نہیں کہ اس وقت یورپ کے مادہ پرستی پر جُھک جانے سے دہریت زیادہ غالب ہو گئی ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے۔ کہ دنیا کی تہذیب دہریت پر قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر انسان نے اپنے تمدن اور تہذیب کے ساتھ دنیا میں زندہ رہنا ہے تو یقیناً اس تہذیب اور تمدن کی بنیاد دہریت پر نہیں رکھی جا سکتی۔ کبھی ایک ملک میں جس کے پورے حالات ابھی اختفا میں ہیں۔ اگر دہریت نے چند روزہ غلبہ حاصل کر لیا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ اس کی تہذیب کی بنیاد اب دہریت پر ہے۔ تہذیب ان اخلاق انسانی پر مبنی ہے جو مذہب نے پیدا کئے ہیں۔ دہریت سے جو نتائج پیدا ہوں گے ان کا ظہور ایک مدت کے بعد ہوگا۔ جب پہلے اخلاق آہستہ آہستہ دہریت کی وجہ سے بالکل مفقود ہو جائیں۔ دوسرے یہ دہریت فی الحقیقت عیسائیت کی اس غلط تعلیم کا نتیجہ ہے جس نے خدا کو ایک ایسے رنگ میں پیدا کیا ہے جسے عقلِ انسانی قبول نہ کر سکتی تھی۔ جب تک جہالت کا دور دورہ رہا۔ وہ غلط خیال دلوں میں جاگزیں رہا۔ لیکن جب انسان نے علم میں ترقی کی تو خدا کے متعلق وہ خیال جو عیسائیت نے پیش کیا تھا اس قدر غیر معقول معلوم ہوا اور عیسائیت کی مقدس کتاب میں اس قدر غیر معقول باتیں نظر آئیں کہ جن لوگوں نے اپنے مذہبی اعتقادات کو علمی رنگ میں پرکھنا چاہا وہ عیسائیت کو چھوڑ کر دہریہ ہو گئے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا گروہ محققین کا بھی ہے جنہوں نے اگر عیسائیت کے مذہبی خیالات کو ناقابلِ قبول پایا تو خود بخود قریباً اس تعلیم کی طرف آ گئے جو اسلام دیتا ہے۔ اور بہت سے لوگ اندر ہی اندر اسلامی اعتقادات پر قائم ہو چکے ہیں گو وہ نہیں جانتے کہ یہ اسلام ہے۔ اور درحقیقت یورپ کا کرہ ہوائیہ اسلام کی تعلیم کے متعلق صدیوں کی غلط تعلیم اور غلط خیالات سے اس قدر مسموم ہو چکا تھا کہ اگر قدرت نے اندر ہی اندر یہ تبدیلی قلوب میں پیدا نہ کر دی ہوتی تو ابھی ایک مدت دلوں کو صرف ان مسموم خیالات سے پاک کرنے کے لئے درکار تھی پس یہ دہریت ایک رنگ میں کہ ان لوگوں کے قلوب کی تختی سے غلط خیالات دھل چکے ہیں۔ اسلام کی قبولیت کا یہ ایک پیش خیمہ بھی ہے۔ تیسرے یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ باوجود دہریت کے یورپ میں اب تک مذہبیت غالب ہے۔ خواہ عیسائیت کے پُرانے اعتقاد کے رنگ میں ہو اور خواہ ان میں گونہ تبدیلی آ چکی ہو۔ اگر دہریت یورپ کے سارے ممالک میں غالب ہوتی تو یہ جو عیسائی مشنوں کیلئے کروڑ در کروڑ روپیہ یورپ سے آ رہا ہے اس کے دینے والے کہاں ہوتے یورپ کی مذہبیت نے ابھی تک تو عیسائیت کا جال ساری دنیا پر پھیلایا ہوا ہے۔ ایک ایک ملک میں سینکڑوں مشن قائم ہیں۔ ہزارہا آدمی کام کرنے والے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں انجیلیں اور کروڑوں کی تعداد میں ٹریکٹ مفت تقسیم ہوتے ہیں کروڑہا روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے اور ہمارے بعض بھولے بھالے بھائی یہ خیال کر رہے ہیں کہ یورپ میں مذہب مٹ چکا ہے گرجا گھروں میں جانے والے اگر کم ہو گئے ہیں تو اس کا مطلب تو صرف یہی ہے کہ یہ طرز عبادت ان کو اپیل نہیں کرتی نہ یہ کہ مذہبیت ان کے دل سے نکل گئی ہے۔

یورپ کے مشنوں پر خرچ بے شک زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر زیادہ خرچ سے نتائج بھی اہم پیدا ہوں تو اس کو زیادہ خرچ نہ کہنا چاہیئے۔ مذہب قبول کرنے والوں کی محض تعداد کوئی شئے نہیں اصل چیز ان قبول کرنے والوں کی شخصیت کا اثر ہے کیونکہ وہ دنیا میں کام بھی بہت بڑا کر سکتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کو اپنی تبلیغ میں اثر والے لوگوں کو ہی مدّنظر رکھنا چاہیئے۔ نہیں دونوں قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ با اثر لوگوں کو اسلام میں لانے کی ضرورت بھی ہے۔ اور ان غریب اچھوتوں کی دستگیری کی بھی ضرورت ہے۔ جن کے ساتھ ہمارے برادرانِ وطن حیوانوں کا سا سلوک کرتے ہیں۔ ان سب کی اہمیت اپنے اپنے رنگ میں ہے۔

دیگر ممالک میں مشن جس سال جرمنی میں مشن کی بنیاد رکھی گئی اس کے دو سال بعد جاوا میں بھی جہاں ساڑھے پانچ کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ لاہور کے احمدی فریق نے ایک مشن کی بنیاد رکھی۔ یہاں عیسائیت اگر ایک طرف وہاں کے بُت پرستوں کو اپنے اندر لے رہی تھی تو دوسری طرف اسلام پر بھی اس کا حملہ بڑے زوروں پر تھا کیونکہ یہاں بہت بڑی اکثریت مسلمانوں کی آبادی کی ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ۱۹۲۴ء میں جاوا مشن کی بنیاد رکھی جس نے خدمت اسلام کا عظیم الشان کام کیا ہے اور مسلمانوں کے اندر ایسی بیداری پیدا کی ہے جو انہیں عیسائیت سے بچانے میں بڑی معاون ہوئی ہے۔ اور بہت سا لٹریچر نہ صرف جاوا کی زبان میں بلکہ اس کے علاوہ وہاں کی سرکاری زبان میں یعنی ڈچ میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ خود قرآن شریف کا ترجمہ بھی ڈچ زبان میں مکمل ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ ایک اسلامی مشن ایمسٹرڈم میں کام کر رہا ہے۔ اب وہاں مسجد کی تعمیر کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں ؛

پیکر تسلیم و عزیمت

بسلسلہ صفحہ ۱۲

ہے لیکن یہ راہ سب کے لئے کھلی ہے۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا — آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

قرآن حکیم نے خلیل اللہ کے واقعات بطور کہانی بیان نہیں کئے۔ بلکہ ان کے اسوۂ حسنہ کو رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا کذالك نجزی المحسنین، اور اس نے قرآن حکیم میں بارہا واللہ یحب المحسنین، واللہ مع المتقین، واللہ مع المحسنین کی بشارات سنائی ہیں۔ اور انبیاء اور صلحاء کے اسوۂ حسنہ کی اتباع سے اگر کوئی مؤمن اور اطاعت شعار ان کے کمالات اور فیوضات سے بہرہ ور نہیں ہوتا تو پھر آسمانی ہدایت کا نظام بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ انبیاء کی بشارات ان کی ولایت کا حصہ ہیں، اور ان کا ہر سچا متبع بشارات، قبولیت دُعا اور ان کی سکینت کی دولت میں شریک ہے،

اس اُمت میں لاکھوں ایسے صاحبانِ ایمان ہو گذرے ہیں، جو کامل اتباع سے ان کے رنگ میں رنگین ہوئے۔ اور فیوضات و برکات سے بہرہ یاب ہوئے جو خدا کے ان برگزیدوں نے اٰمنوا و اسلموا پر عمل پیرا ہو کر حاصل کی تھیں

محترم شیخ نثار احمد ـ سیالکوٹ چھاؤنی

جلسہ سالانہ ـــــ ایمانی قوتوں کا سرچشمہ

ہمارا یہ روحانی اجتماع قریب آ رہا ہے اور یہ از بس ضروری ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اسکو با رونق بنائیں۔ اس کی بنیاد خود مامور زماں حضرت مرزا صاحب نے رکھی اور یہ آپ کے زمانہ سے مسلسل جاری و ساری ہے۔ آپ نے اس کی اغراض میں سے بڑی غرض یہ بیان فرمائی ہے کہ ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے۔ معلومات وسیع ہوں۔ اور معرفت ترقی پذیر ہو اور ضمناً ملاقات سے بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے آپ کی نظر کتنی وسیع تھی فرمایا اس جلسہ میں یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ ان میں سے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ آج سے کم و بیش ۸۰ سال پہلے کون خیال کر سکتا تھا کہ ان کوششوں سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں گے۔ آپ نے کتنے وثوق سے فرمایا: "یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔۔ سچائی کی برکت ان کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے۔ کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے" چنانچہ اس تحریک نے اپنا رنگ دکھایا۔ آج امریکہ میں قرآن کریم کی تفسیر کی کتنی مانگ پیدا ہو چکی ہے اور اس کو پھیلانے والے بھی مل گئے۔

آپ کی ہمدردی اور خیر خواہی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ نے ایک موقع پر یوں مخاطب کیا:- "اے تمام دنیا کے رہنے والو"۔۔۔۔۔۔۔ اللہ اللہ کیا خیر خواہی ہے ــ ورنہ عمومی حالت تو یہ ہے: ہر کسے در کار خود با دینِ احمدؐ کار نیست۔ لیکن اسلام کے اس شیدائی کو ساری دنیا کی فکر ہے آپ کا واحد مقصد حیات یہ تھا کہ سلسلہ احمدیہ تقویٰ شعار لوگوں کی ایک جماعت جمع کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے آپ کی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف تھی اس حد تک کہ آپ نے لکھا ہے "اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ کہدیا جائے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں بلکہ تکلیف اور دکھ ہے تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رُک نہیں سکتا۔ اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات سمجھا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار رہے کہ وہ سنے یا نہ سنے" آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حیات طیّبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور اس فکر میں لگ جائے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں میری نمازیں اللہ کے لئے ہی ہیں اور حضرت ابراھیم کی طرح اس کی رُوح بول اُٹھے اسلمت لرب العالمین ـ بزرگانِ سلسلہ نے اس پر عمل کیا۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ نے کیا خوب فرمایا تھا۔ یہ وہ کام ہے جس کے لئے آنحضرت صلعم نے بعثت فرمائی یہ وہ فرض ہے جس کے لئے سیّد العرب والعجم نے ہر قسم کے دُکھ اُٹھائے، صحابہ کی عزیز جانیں اس راہ میں قربان ہوئیں۔ یہ وہ درخت ہے جسے آپ کے بزرگوں نے اپنے خون سے سینچا۔ یاد رکھو تمہاری قومی اہمیت تمہاری طاقت تمہاری فلاح و عزت صرف اسی ایک کام سے تمامتر وابستہ ہے۔ جس طرف میں گیا ہوں خواہ تم مانو یا نہ مانو۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے فرمایا ہماری آوازیں مختلف ہیں لباس مختلف، کھانا پینا مختلف۔ باوجود اس اختلاف کے ہم میں وحدت کی ایک بات ہے اور وہ یہ کہ ہم سب مل کر خدا کی خادم جماعت بن جائیں" کتنا بلند مقصد ہے۔ ہم اگر اپنی زندگیاں کلیتہً وقف نہیں کر سکتے تو کم از کم اس نیک اجتماع میں شریک ہو کر استفادہ تو کر سکتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اس میں شریک ہونے والوں اور ان کے اہل و عیال کے لئے بالخصوص دعائیں کی ہیں۔ ان کی مالی حالی اور روحانی برکات کے لئے بڑی پُرسوز دعائیں کی ہیں۔ ہم ان دعاؤں سے تو اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں۔ بلکہ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اور لوگوں کو بھی اس ثواب میں شریک کریں۔ یہ ایک نہایت غنیمت موقعہ ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ ہرج کرکے بھی اس کار خیر میں شامل ہوں کہ یہ ایک ریفریشر کورس ۔۔۔

۴۴

۴۴ ۔۔۔۔۔۔۔۔ بھی ہے۔ اسلام کی صداقت پر وافر دلائل و براہین سننے کا موقعہ ملتا ہے۔ علمی مذاکرے ہوتے ہیں۔

آخر میں حضرت صاحب کا ایک شعر پیش خدمت ہے اس توقع کے ساتھ کہ ہم لبیک کہنے والوں میں سے ہوں ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

الحاج میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب اسلام آباد

حضرت مسیح موعودؑ کے بعض رویاء و کشوف

حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی جماعت کے متعلق اور آئندہ آنے والے واقعات کے متعلق متعدد بار رویاء و کشوف میں جماعت احمدیہ میں تفرقہ پڑنے اور مخالفین سلسلہ کی معاندانہ کوششوں۔ اور جماعت احمدیہ پر ابتلاء اور مصائب آنے کا نظارہ اور نتیجہ بتلایا گیا تھا۔ اور حضور نے خاص طور پر اپنی جماعت کو ان ابتلاؤں میں ثابت قدم رہنے اور صبر کرنے اور بالآخر ان تکالیف سے خدا کی طرف سے بچائے جانے کی خوش خبری دی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"۔ پھر فرمانِ الٰہی ہے:- "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" پھر فرمانِ الٰہی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کو بتلایا گیا کہ "میں (خدا) تیرے سچے تبعوں کو تیرے مخالفین پر تا قیامت غلبہ دیتا رہوں گا"۔ اور شعر ہے

وانّی انا الرحمان ناصر حزبہٖ
ومن کان من حزبی فیعلو وینصر

اس کا پہلا مصرعہ الہامی ہے۔ مراد ہے کہ میں ہی ہوں رحمان اپنی جماعت کی مدد کرنے والا۔ اور جو شخص میرے گروہ میں سے ہو اسے غلبہ اور نصرت دی جائے گی۔

ـــــ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو مخاطب کرکے فرمایا:-

"۔۔۔۔۔۔ اس جگہ فتنہ ہے۔ سو اولوالعزم لوگوں کی طرح صبر کر۔۔۔۔۔ ابتلاء کا وقت ہے اور اصطفا کا وقت ہے۔ اور عذاب کا وقت مجرموں کے سر پر سے کبھی نہیں ٹل سکتا۔ اور اے اس مامور (حضرت مسیح موعود) کی جماعت سُست مت ہو جانا اور غم میں نہ پڑ جانا۔ اور بالآخر غلبہ تمہیں کو ہے۔ اگر تم ایمان پر ثابت قدم رہو گے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم چاہو۔ اور وہ درحقیقت تمہارے لئے اچھی نہ ہو۔ ایک چیز سے تم نفرت کرو وہ در اصل تمہارے لئے اچھی ہو۔ اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔۔۔۔۔" (تذکرہ سوم ایڈیشن صفحہ ۲۸۵)

ـــــ پھر حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بتلایا گیا:-

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جاوے نظیف مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں رہے گا۔ مگر مٹی رہے گی۔ سلسلہ قبول الہامات میں سب کچا مولوی تھا ــ سب مولوی تنگ ہو جائیں گے۔ انا اللہ ذوالمنن۔ انی معالرسول اقوم"۔ (یعنی میں اللہ ہوں بہت احسان کرنے والا۔ میں یقیناً اپنے رسول کی مدد کے لئے کھڑا ہوں گا۔) (تذکرہ صفحہ ۷۰۹)

ـــــ سو اے احباب سلسلۂ احمدیہ (لاہور جماعت) ماموروں کی جماعت پر ابتلاء اور تکالیف اور مصائب اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کے طور پر آتے رہے ہیں۔ مُبارک ہیں وہ جو ایسے نازک وقت میں ثابت قدم رہیں۔ اور حق کے راستے سے بھٹک نہ جائیں۔ کہ متیٰ نصراللہ کے جواب میں یاد رکھو کہ انّ نصراللہ قریب ہے۔ حضرت مسیح موعود کو بتلایا گیا (۱) انی مھین من اراد اھانتک (جو تیری اہانت کریگا۔ میں اسے ذلیل کرونگا) (۲) انی معین من اراد اعانتک (جو تیری مدد کا ارادہ کریگا میں اسکا مددگار ہو جاؤں گا) (۳) انی مع الافواج اٰتیک بغتةً (میں اپنی فوجوں سمیت تیرے پاس اچانک آ جاؤں گا)

پھر دعائیہ الہام ہوا: (۱) ربّ اجعلنی غالباً علیٰ غیری (اے میرے رب مجھے میرے غیر پر غالب کر) (۲) "میری فتح" (تذکرہ سوم ایڈیشن صفحہ ۲۵)

ـــــ سو اے احباب جماعت اس ساٹھ سالہ جلسۂ سالانہ پر ہمّت کرکے ضرور تشریف لادیں کہ آپ کا شمار سلسلۂ احمدیہ کی اعانت کرنے والوں میں ہو۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے جاذب بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

ناوک وصید ——— ایک قادری کے قلم سے

ڈاکٹر اسرار احمد ——— بہ نظر صالحین

جب سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جماعت اسلامی سے الگ ہوئے ہیں۔ انہوں نے "جماعتِ صالحین" کی دقت بے وقت تنقید بلکہ تنقیص کو ذریعہ حیات قرار دے رکھا ہے، اور ان کی اپنی تحریر و تقریر میں اب بھی وہی صالحانہ تعلی و تلخی دشنی و شوخی باقی بلکہ ترقی پذیر ہے جو انہوں نے جماعتِ صالحین سے ورثہ میں پائی جس کا اظہار ان کی تحریرات سے ہوتا رہتا ہے۔ اس وقت ہم صالحین کے ناقوس خصوصی ہفت روزہ "ایشیا" سے ڈاکٹر صاحب کی شان میں چند اقتباسات ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ تا کہ صالحین کے "درونِ خانہ" ہنگاموں کا اندازہ ہوتا رہے، کہ اس آتش فشاں پہاڑ کا لاوا جو کبھی پھٹ کر مساجد، قرآن، حدیث، رہائشی مکانوں اور دوکانوں کو جلا اور لوٹ کر اپنی صلاحیت کار کو آزماتا ہے تو امن کے ایام میں اس کی تہ میں کیسا مواد کھولتا رہتا ہے۔

۱۔ ڈاکٹر اسرار احمد شعبدہ باز اور ادبی خائن۔

"ڈاکٹر اسرار کی کتاب "تحریکِ جماعتِ اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ" پر ماہ اگست ۱۹۶۶ء کے فاران میں راقم الحروف نے جو مفصل تبصرہ کیا تھا۔ اس کے چند تعریفی جملوں کا اقتباس (میثاق ستمبر ۱۹۷۴ء میں۔ ناقل) میں درج کیا گیا ہے جسے پڑھ کر لوگ یہی سمجھیں گے کہ ماہر القادری ڈاکٹر اسرار احمد کی اس کتاب کا بڑا مداح ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے کم از کم اس شعبدہ بازی کی توقع نہ تھی یہ ادبی خیانت ہے۔ راقم الحروف کے مدح آمیز تبصرے کا اقتباس نقل کرنے سے پہلے یا بعد میں ڈاکٹر صاحب کم از کم ایک جملہ ہی لکھ دیتے کہ ماہر القادری نے میری کتاب پر نقد و جرح بھی کی ہے" (ہفت روزہ ایشیا ۱۰ نومبر ۱۹۷۴ء صلا)

پ ص: یہی وہ اسلام پسند ہیں جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو سیاق و سباق سے جدا کر کے تکفیر المسلمین کے لئے راہ نکالی اور ایک حاملِ اسلام جماعت کو کافر ٹھہرایا۔

۲۔ کج بینی اور عناد کا شکوہ

"اس کتاب کو پڑھ کر جماعت اسلامی کے ارکان اقامتِ دین کی تحریک سے علیحدگی اختیار نہیں کر سکتے .... ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر دو چار ارکان جماعتِ اسلامی سے علیحدگی اختیار کر لیں مگر انشاء اللہ العزیز ان کی اور دوسرے ناصحین کی یہ تمنا پوری نہیں ہو سکتی کہ اس قسم کی کتابوں کا مطالعہ جماعت اسلامی کی صفوں میں عام انتشار پیدا کر دے گا حیرت ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو مولانا کی تحریروں میں لفظی تضاد تو نظر آ گیا، مگر جماعت اسلامی کی اتنی نمایاں خوبیاں اور اچھائیاں انہیں دکھائی نہ دیں جب کسی فرد اور جماعت سے کسی کو کد ہو جاتی ہے تو پھر دل و نگاہ عیب جو اور عیب بیں بن جاتے ہیں محاسن اور خوبیوں سے صرفِ نظر اور کمزوریوں کی تلاش و جستجو ہوتی ہے۔" (ایضاً)

پ ص: حضور کلیہ درست ہے لیکن گستاخی معاف! احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی دینی خدمت کا یقیناً آپ کو انکار نہیں ہوگا۔ لیکن اس جماعت سے اجرائے نبوت کا عقیدہ، جس کی یہ ساٹھ سال سے تردید و مخالفت کرتی آئی ہے، منسوب کر کے کہیں آپ نے کج نگاہی اور حق بشمی کا ثبوت تو نہیں دیا اور اگر ایسا ہی ہے تو کیا "صالحین امت" تلافی مافات کر کے اپنے خدا کو راضی نہیں کریں گے؟

۳۔ نفس کی شرارت، خبث باطن اور آبرو باختگی

"ڈاکٹر اسرار صاحب نے جماعت اسلامی کے قائد کی شخصیت کی پردہ دری لکھ کر اپنے نفس کی شرارت اور خبث باطن کا ثبوت دیا ہے۔ مولانا مودودی کی زندگی ہمیشہ سے کھلی کتاب رہی ہے۔ اس میں کوئی راز نہیں پردہ نہیں، کچھ لوگ ان پر تہمتیں جوڑ کر اس کا نام پردہ دری رکھ لیں تو ایسے آبرو باختہ لوگوں سے اللہ ہی انتقام لے سکتا ہے۔"

(ہفت روزہ "ایشیا" ۱۰ نومبر ۱۹۷۴ء صلا)

پ ص:۔ کیسی کوثر میں دھلی ہوئی زبان ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو جماعت صالحین کی یہ سندات مبارک ہوں۔ ہمارا انہیں مشورہ یہی ہے کہ اگر وہ خدمت قرآن کرنا چاہتے ہیں تو دوسروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں، ورنہ ان کی صالحیت اور ہوس لیڈری کی گاڑی پٹڑی سے اُتر جائے گی اور ایشیا یہ لکھنے میں حق بجانب ہوگا۔

"خدمت قرآن کے ساتھ ساتھ جماعتِ اسلامی کی مخالفت کا جو فرض کفایہ ڈاکٹر صاحب ادا کر رہے ہیں یہ ان کی سیرت و کردار اور فکر و نظر کا تاریک رخ ہے۔" (ایضاً صلا)

۴۔ صالحین! کہیں یہ درست ہی نہ ہو

"مصنف (ڈاکٹر اسرار احمد۔ ناقل) نے جماعت اسلامی کے بارے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس میں ہرگز کوئی خوبی نہیں، یہ اپنے سابقہ نظریات سے جو عین حق و صواب ہیں، منحرف ہو گئے ہیں۔ انہوں نے خدا پرستی اور اصول دوستی کی بجائے عوام پرستی اور قوم پرستی اختیار کر لی ہے۔ اور اقامتِ دین کے نصب العین کو چھوڑ کر انقلاب قیادت جیسے مقصد کے پیچھے پڑ گئے ہیں"

(ہفت روزہ "ایشیا" ۱۰ نومبر ۱۹۷۴ء صلا)

پ ص:۔ جماعتِ اسلامی کی روش میں دوسری تبدیلیوں پر تو مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا عبدالجبار غازی، مولانا عبدالرحیم اشرف وغیرہم سابق اراکین جماعت ہی روشنی ڈال سکتے ہیں۔ لیکن ایک تبدیلی اور نمایاں خدمت کے ہم شاہد ہیں کہ جس طرح اس اسلامی ملک میں سوشلسٹوں، کمیونسٹوں، دہریوں اور متجددین نے اسلام کی آڑ میں اس ملک سے اسلام کا جنازہ نکال دیا ہے اسی طرح جماعتِ اسلامی نے مسابقت کے جذبے سے مغلوب ہو کر اس بد نصیب ملک کے تعلیمی اداروں کی خاک اُڑا دی ہے تعلیم ختم، اساتذہ کا احترام ختم، اساتذہ میں خدمت کا جذبہ ختم اور اس کے ساتھ ساتھ دین کی آڑ میں اہلِ اسلام کو کافر ٹھہرایا، مساجد کو جلایا، قرآن پاک کی بے حرمتی کی، اہلِ توحید کا ناحق خون بہایا، بے گناہ انسانوں کو قتل کیا، اور امن و انصاف کو برباد کر کے ملک کو غنڈوں اور فتنہ پروروں کے رحم و کرم پر ڈال دیا۔ اور اسلام کو دنیا بھر کی نظروں سے گرا دیا ہے۔

پروگرام اجلاس شبان الاحمدیہ

۲۷ دسمبر ۱۹۷۴ء بوقت ۷ بجے رات

صدارت: محترم کرنل حنیف اختر صاحب ہاشمی

تلاوت و ملفوظات ——— محترم مرزا سلیم اختر صاحب
منظوم کلام حضرت صاحب ——— محترم چوہدری محمد حیات صاحب
احمدیت عین اسلام ہے۔ تقریر ——— محترم شیخ حفیظ الرحمان صاحب
نظم ——— محترم اعظم علوی صاحب
صداقت مسیح موعودؑ۔ تقریر ——— محترم زاہد جنجوعہ صاحب
حضرت مسیح موعود کا مشن اور اسکے تقاضے۔ تقریر ——— محترم خالد عمر صاحب
نظم: ——— محترم مرزا سلیم اختر صاحب
اختتامی کلمات: ——— صاحب صدر

منجانب: سیکرٹری شبان الاحمدیہ

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمانِ تُست ۔ دل چو دادی یوسفے را راہِ کنعاں ہم بگیر (مسیح موعودؑ)

مولانا محمد عثمان فارقلیط سابق مدیر "الجمعیت" دہلی

اگر علمائے اہلِ سنّت قادیانیوں کی جڑ کاٹنا چاہتے ہیں تو انہیں سب سے پہلے اپنے نظریات کی جڑ کاٹنی چاہیئے

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے وابستگان دامن کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر اکثر انصاف پسند علمائے حق کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ ذیل میں ہم روزنامہ "الجمعیت دہلی" اور "زمزم" لاہور کے سابق ایڈیٹر مولانا محمد عثمان فارقلیط کا مضمون ہدیہ قارئین کر رہے ہیں جو موصوف نے آئینِ پاکستان میں ترمیم سے متاثر ہو کر دہلی کے ماہنامہ "شبستان" کے ماہ نومبر میں شائع کیا۔ کاش پاکستان کے علماء اسے بغور پڑھیں اور ان خطرات کو ملحوظ رکھ کر جو اسلام اور اُمتِ مسلمہ کو درپیش ہیں۔ اپنی روش پر نظر ثانی کریں۔ ہمارے نزدیک نبوت کی ایک ہی قسم ہے۔ ہر نبی صاحب کتاب ہوتا ہے۔ قرآن حکیم مکمل کتاب ہے۔ ظلّی بروزی، مجازی، ناقص نبوت، ولایت اور محدثیت کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے حضرت محمد صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ (مدیر)

آج کل حربِ عقائد کا فتنہ ہر چہار سُو بپا ہے۔ تکفیر کی توپیں بڑی آزادی سے داغی جا رہی ہیں۔ توپچیوں کو مطلق پروا نہیں کہ کون کون ان کا نشانہ بن رہا ہے۔ قادیانیت کا فتنہ کھینچ کر پاکستان سے ہندوستان لایا گیا ہے۔ اور بے بصیرت لوگ بالواسطہ اس کی اشاعت میں مدد دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کا دانشور طبقہ قادیانیت اور اہلِ سُنّت کے عقائد و نظریات کی چھان بین میں لگ گیا ہے۔ اور قادیانیت کے لٹریچر سے اس کے ذہن میں تبدیلی آنے لگی ہے۔ راقم نے اس طبقہ کے خیالات اور اس کے مطالعہ کے اثرات کو مرتب کر لیا ہے اور انہیں اس غرض سے اشاعت کے لئے دے رہا ہے۔ کہ علمائے اہلِ سُنّت ان پر غور فرمائیں اور محققانہ انداز میں ان کا ایسا جواب دیں کہ ان کی تشکیک اور ذہنی تبدیلی کا ازالہ ہو جائے۔

اس بارے میں راقم کے خیالات اور فیصلہ کو محفوظ سمجھنا چاہیئے۔ راقم نے جن دانشوروں کے خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ ان میں کچھ ایسے دلائل کا اضافہ بھی کر دیا ہے۔ جو منطقی ترتیب کے لحاظ سے ضروری معلوم ہوئے۔ (فارقلیط)

خلافت کے دَور میں جب یہ سوال اُٹھا کہ مسلمان کس کو کہنا اور سمجھنا چاہیئے۔ یا ایک مسلمان کی تعریف (ڈیفی نیشن) کیا ہے تو بڑی بحثوں کے بعد طے پایا کہ مسلمان وہ ہے۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور سمجھتا ہے۔ اس بات پر اکثر علماء نے اتفاق کیا۔ (حضرت مولانا عبدالماجد ایڈیٹر صدقِ جدید لکھنؤ سے اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔) اگر یہ نہ مانا جائے کہ مسلمان وہ ہے جو اپنے آپ کو مسلمان قرار دے۔ تو پھر کوئی بھی فرقہ اور اس کے ماننے والے مسلمان نہیں رہ سکتے کیونکہ ہر فرقہ دوسرے تمام فرقوں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیتا ہے۔ مجدد بریلوی نے کسی مسلمان کو کافر اور اکفر بنائے بغیر نہیں چھوڑا ——— سلامتی اسی میں ہے کہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہے اسے مسلمان سمجھا جائے۔ اور اس کی تکفیر سے احتراز کیا جائے۔ ورنہ کفر کا فتوے لگانے والے خود ہی دوسروں کے نزدیک کافر قرار پائیں گے (کُفر ساز مشین دیکھنی ہو تو مجدد بریلوی کی کتاب حسام الحرمین کا مطالعہ فرمایئے۔)

ایک بنیادی اُصول جس پر سب کا اتفاق ہے یہ ہے کہ اگر قائل کے قول میں اُلجھن ہو تو اس کے قول کا مطلب اسی سے دریافت کیا جائے۔ اگر وہ اپنے قول کی ایسی تشریح کر دے جس میں کسی کو اختلاف نہ ہو تو معاملہ ختم کر دیا جائے۔ اگر اس کی تشریح میں اختلاف ہو تو پھر دلائل کے ساتھ احسن طریق پر اس سے گفتگو کر لی جائے۔ ایسا بات نہ ہو کہ ہم دوسروں پر غلط الزام اور اتہام لگائیں اور پھر شور بلند کر دیں کہ وہ اپنے خیال اور عقیدہ کی رُو سے کافر ہے۔ مثلاً بریلوی حضرات، حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کی کتاب تحذیرالناس سے ایسی عبارت نکالتے ہیں جس سے ختم نبوت سے انکار لازم آتا ہے۔ تو بجائے ان کو ختم نبوت کا منکر قرار دینے اور کافر بنانے کے یہ بہتر ہوگا کہ خود اکابر دیوبند سے اصل عبارت کا مفہوم سمجھ لیا جائے۔ حضرت مُرشد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب سے بریلوی حضرات نے یہ نتیجہ نکالا کہ انہوں نے پیغمبر خداؐ کی توہین کی ہے۔ لہذا وہ کافر ہیں۔ حضرتِ مرشد نے خود ہی اپنی زندگی میں عبارت کا اصل مطلب سمجھایا۔ اور پھر اس عبارت کو حذف بھی کر دیا۔ مگر بریلوی حضرات نہیں مانتے۔ اور ان کو کافر قرار دیتے چلے جاتے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ کسی کی بات کی ایسی توجیہہ کرنا جو قائل کو منظور نہ ہو۔ باطل ہے:

توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہٗ باطل

پس قادیانی حضرات سے بھی پوچھو۔ کہ مرزا صاحب نے خاتم النبیین کی کیا تشریح کی ہے۔ ان پر دعویٰ نبوت کا الزام لگانا اور ان کی تکفیر کرنا ایک ایسا طریقہ ہے جو تمام مسلمانوں کو کافر بناتا ہے۔ قائل کو یہ حق دینا چاہیئے۔ کہ وہ خود اپنے قول کے معنی اور اس کی تشریح بتائے۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام صرف بنی اسرائیل (یہود) کی طرف رسُول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ورسولاً الی بنی اسرائیل۔ دوسری جگہ بھی قرآن کریم نے حضرت عیسٰے کا یہ قول نقل کیا ہے:

یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم

اے بنی اسرائیل میں صرف تمہاری طرف رسُول بنا کر بھیجا گیا ہوں

موجودہ انجیلوں سے بھی قرآن کریم کی تصدیق ہوتی ہے۔ متی کی انجیل میں ہے:

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں" (باب ۲۵- آیت ۲۴)

اسی انجیل میں دوسری جگہ حضرت مسیح کی یہ ہدایت لکھی ہے۔ جو انہوں نے حواریوں کو دی:

"غیر قوموں (غیر اسرائیلیوں) کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا" (انجیل متی۔ باب ۱۰ آیت ۵-۶)

گویا قرآن کریم کی آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دعوت ہمارے لئے نہ تھی۔ صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ وہ ہمارے رسول ہیں۔ مگر ان کی ہدایت اور تعلیم ہمارے لئے نہ تھی۔ پھر نہ معلوم یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ ایک اسرائیلی نبی حضور ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کا سارا کار و بار سنبھالیں گے اور اُمتِ محمدیہ کا کوئی فرد اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ حضرت عیسٰےؑ کی جگہ وہ کام انجام دے۔ جس سے حضورؐ کی شان بڑھے۔ اور ایک اسرائیلی نبی، نبیٔ آخر الزمان پر فوقیت نہ لے جائے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی جگہ وہ کام انجام دے جس سے حضورؐ کی شان بڑھے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنی دوبارہ آمد کے بعد جو سب سے بڑا کارنامہ انجام دیں گے۔ وہ صلیبوں کا توڑنا اور خنزیروں کا قتل کرنا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ عیسائیت کو باطل کریں گے کیا یہ کام خاتم المرسلین کے غلاموں سے انجام نہیں دیا جا سکتا؟ کہ ایک حقیقی نبی کو ختمِ نبوت توڑنے کے لئے دوبارہ لایا جائے؟

اس بات کو سب مانتے ہیں کہ آخری نبی اور خاتم النبیین وہ ہے جو تمام انبیاء اور تمام رسُولوں کے بعد آئے اور اس پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہو۔ اور اس کے بعد کوئی نبی اور رسول نہ آئے۔ پیغمبر خدا صلعم کا ارشاد ہے لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ و انا اٰخر الانبیاء (اور مَیں تمام انبیاء کے آخر میں آیا ہوں) حضرت مسیح علیہ السلام نے (جن کو ہمارے علماء آنحضرت صلعم کے بعد لا کر خاتم النبیین بنانا چاہتے ہیں) قرآن کریم کی زبان میں فرمایا:

ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد

(میں اس رسول کی بشارت دینے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام نامی احمد ہوگا۔)

یعنی حضرت عیسٰے علیہ السلام کو پیغمبر اسلامؐ کو اپنے بعد آنے والا خاتم النبیین مانتے ہیں۔ یہ قرآن کی نص قطعی ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام پہلے گذر چکے ہیں اور ان کے بعد سب سے آخر میں اسلام کے پیغمبر آئیں گے۔ اگر بقول علماء اہلِ سنت حضرت عیسٰے حضورؐ کے بعد آئے تو خاتم النبیین کا تاج انکے سر پر رکھا جائے گا۔ اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کا عقیدہ غلط ہو جائے گا۔ پس جو شخص بھی حضرت مسیح کو آنحضرتؐ کے بعد لاتا ہے وہ ختم نبوت کا منکر ہے اگر قادیانی اس لئے کافر ہیں۔ کہ وہ آنحضرتؐ کے بعد مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود اور نبی مانتے ہیں تو ہمارے علماء بھی کافر قرار پائے کیونکہ وہ بھی حضرت عیسیٰؑ کو لا کر ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ علماء حضرت مسیح کو لا کر انہیں نبی بھی مانتے ہیں۔ اور ان کو صاحب وحی بھی مانتے ہیں اور حضرت جبرئیل کو وحی لانے والا بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان علماء نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک حقیقی نبی کو واپس لا کر نبوت کا سارا کار و بار جاری کر دیا۔ پھر بھی وہ ختم نبوت کے منکر نہیں اور قادیانی ختم نبوت کے منکر قرار پائے۔

علماء کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آنحضرتؐ کے بعد اس لئے آ سکتے ہیں کہ وہ نئے نبی نہیں بلکہ پرانے نبی ہیں اور ان کے آنے سے ختم نبوت باطل نہیں ہوتی۔ مگر یہ تاویل قرآن کریم کی نص قطعی کے خلاف ہے۔ خاتم النبیین میں الف لام استغراق کا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت ختمی مآب پر ختم ہو گئی۔

آپؐ کے بعد کوئی بھی نبی خواہ نیا ہو یا پُرانا
حقیقی ہو یا مجازی
ظلی ہو یا بروزی
تشریعی ہو یا غیر تشریعی
اسرائیلی یا محمّدی

نہیں آئے گا۔ جو بزرگ کسی پرانے یا نئے نبی کو لاتے ہیں۔ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور اپنے ہی فتوے کی رُو سے کافر ہیں۔ یعنے قادیانی اور علما اہلِ سنت ختم نبوت توڑنے میں شریک ہیں۔ اور دونوں کا درجہ ایک ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰے کی دوبارہ آمد کے بارے میں بخاری اور مسلم میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ ان کا کیا کیا جائے گا؟ جواب صاف ہے کہ جو حدیث بھی قرآن کریم کے خلاف ہوگی۔ اسے راویوں کا جھوٹ سمجھا جائے گا۔ اور ایسی حدیثوں کو رَدّ کر دینا قرآن کی عظمت کے لئے ضروری ہوگا۔ خود محدثین نے یہ اصول تسلیم کیا ہے۔ کہ قرآن کے خلاف جو بھی حدیث ہوگی۔ وہ رد کر دی جائے گی۔ اس کی مثال میں بخاری کی اس حدیث کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ حضرت ابراهیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے۔ حالانکہ قرآن کریم اعلان کرتا ہے انه كان صديقًا نبيًا (حضرت ابراہیم سچے نبی تھے) حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے بارے میں مذکور ہے۔ کہ آپ نے حدیث کو رَدّ کرکے قرآن کے اعلان کو تسلیم کیا۔ اور فرمایا کہ بخاری کی حدیث میں جو راوی ہیں اگر ان کے جھوٹے ہونے سے خدا کے مقدس نبی حضرت ابراهیمؑ سچے ثابت ہوں۔ تو راویوں کو جھوٹا قرار دینا ضروری ہے۔ کیوں کہ مسلمان ایک نبی کی سچائی کو ماننے کے لئے ہزار راویوں کو جھوٹا قرار دے سکتے ہیں۔ نبی کو جھوٹا کہنا ایمان کے منافی ہے مگر راویوں کو جھوٹا قرار دینا ایمان میں کوئی ضعف پیدا نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح جب قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ تو اس کے خلاف بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو رَدّ کر دینا ہی قرآن کی خاطر ضروری ٹھہرے گا۔

اگر اسلام کی رُو سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی دوبارہ آمد ایمانیات میں داخل ہوتی اور اسے مدارِ نجات قرار دیا جاتا۔ تو قرآن کریم ضرور اس عقیدہ کا ذکر صراحت کے ساتھ کرتا کیوں کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہدایت کی تمام باتیں اس میں آ گئی ہیں۔ ان علينا للهدى (ہدایت کا راستہ بتانا صرف ہمارا کام ہے) مگر قرآن کریم میں حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کا کہیں ذکر نہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا درست ہوگا کہ کسی نبی کا دوبارہ آنا اور وہ بھی ختم المرسلین کے بعد قطعًا غیر قرآنی ہے۔ قرآن کریم کی بعض آیات سے کھینچ تان کر

کچھ نکالنا، ایمان اور عقیدہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ اُوپر بتایا جا چکا ہے۔ کہ قرآن کریم نے خاتم النبیین کہہ کر الف لام کے ساتھ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ نیز حضرت مسیحؑ کا یہ ارشاد کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بعد آئیں گے وہ خود احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتے۔

قرآن کے بعد احادیث کا جو سب سے پہلا مجموعہ عہد اول کے مسلمانوں کے سامنے آیا۔ وہ موطا امام مالکؒ کی شکل میں آج بھی موجود ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس موطا امام مالکؒ کو بخاری پر ترجیح دی ہے لیکن اس مجموعہ احادیث میں موعود مسیح اور نزول مسیح اور دجال کے بارے میں ایک بھی حدیث منقول نہیں حضرت امام مالکؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرب زمانی حاصل ہے۔ اگر ان کو حضرت مسیح کی آمد ثانی کے بارے میں کوئی ایک حدیث بھی نہ مل سکی تو بخاری اور مسلم کو تین سو سال کے بعد وہ حدیثیں کہاں سے مل گئیں۔ - - - - - - - -

. . . .

- - - - - - - - - - - جن میں مفتی صاحب کی حدیث لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کو غلط ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسٰے کی آمد ثانی اور ان کی نبوت کا ذکر ہے۔ اگر حضرت مسیح کی آمد ثانی سے متعلق ایک حدیث بھی مروی ہوتی تو کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسے اپنے مجموعہ میں درج نہ کرتے۔ انہیں تو کوئی ایسی حدیث نہیں پہنچی۔ اور بخاری اور مسلم کو ڈھائی تین سو سال بعد ایسی حدیثوں کا انبار مل گیا۔

مسیحؑ کی دوبارہ آمد کا عقیدہ عیسائیوں کے یہاں مسلّم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "خداوند یسوع مسیح" دوبارہ دنیا میں آ کر نیکوں اور بدوں کا فیصلہ کریں گے"۔ ابتداء اسلام میں عیسائیوں نے اسلام کے خلاف سازشیں کیں۔ اور انہوں نے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر محدثین کو دھوکا دیا تا کہ اسلام کی شان گھٹے اور عیسائی مذہب اور ان کے خداوند کی شان بڑھے۔ ایسی گھڑی ہوئی حدیثوں کو محدثین نے "اسرائیلیات" کا نام دیا۔ اور جو حدیثیں زیادہ چھان بین سے رہ گئیں۔ ان سے محدثین دھوکے میں پڑ گئے۔ اس سازش کے دو مقصد تھے۔

(۱) اوّل یہ کہ جب مسلمانوں میں حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کا عقیدہ پھیل جائے گا تو پیغمبر اسلام (فداہ ارواحنا) کا خاتم النبیین ہونا مشتبہ ہو جائے گا اور چونکہ حضرت مسیحؑ آنحضرت صلعم کے بعد آئیں گے۔ اس لئے وہی خاتم النبیین قرار پائیں گے اس طرح عیسائیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر کاری ضرب لگا دی۔

(۲) دوسرا مقصد مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ جو کام حضرت مسیح آ کر کریں گے اس کو کرنے کی توفیق حضورؐ کے متبعین اور جاں نثاروں کو کبھی نہیں ہوگی۔ گویا قیامت سے پہلے جو کام حضرت مسیح کو کرنا ہوگا وہ حضور کے غلاموں کے بس کا روگ نہیں۔ اہل اسلام اور مسلمان حضرت مسیحؑ کے محتاج ٹھہرے۔ اور عیسائی کہہ سکیں گے کہ جب آنحضرتؐ کا کوئی متبع وہ کام نہ کر سکے گا جو حضرت مسیحؑ کے سپرد کیا گیا ہے۔ تو آنحضرت صلعم کا وجود بے اثر ثابت ہوا اور یہ خیال بھی غلط ٹھہرا کہ آنحضرتؐ کی پیروی میں نجات ہے۔ افسوس ہے کہ عیسائیوں کا یہ حربہ کارگر ثابت ہوا۔ اور یہ خیال بھی غلط ٹھہرا کہ آنحضرتؐ کی پیروی میں نجات ہے۔ افسوس ہے کہ عیسائیوں کا یہ حربہ کارگر ثابت ہوا اور مسلمان حضرت مسیح کو لا کر حضورؐ کے آخری نبی ہونے کا انکار کر بیٹھے۔

ہم نے اُوپر کہا ہے کہ عیسائیوں نے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر محدثین کو دھوکا دیا۔ اس کی شہادت میں ہم حضرت امام فخرالدین رازی صاحب تفسیر کبیر کا قول پیش کریں گے۔ وہ فرماتے ہیں :-

انه اشتهر فيما بين الامة ان جماعة من الملاحدة وضعوا اخباراً منكرة و احتالوا فى ترويجها على المحدثين والمحدثون لسلامة قلوبهم ماعرفوها بل قبلوها۔ (اساس التقدیس امام رازی ص۲۸)

" یہ اُمت کو معلوم ہے کہ ملحدوں نے غلط حدیثیں گھڑیں اور محدثین کو دھوکا دیا اور محدثین نے سادگی سے اس چال کو نہ پہچانا اور وہ ایسی حدیثوں کو قبول کر بیٹھے"

اہلِ سنت کے عُلما قادیانیوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ان کا جرم یہ ہے کہ وہ

نبوت کے منکر ہیں۔ (حالانکہ یہ علماء خود ختم نبوت کے منکر ہیں کیونکہ حضرت عیسےٰؑ کو حضورؐ کے بعد لاتے ہیں اور ان کو آخری نبی مانتے ہیں) لیکن ان علماءِ اہل سنت کو سب سے پہلے مجدد بریلویؒ کی بارگاہ سے اپنے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہیئے۔ اگر وہ اس بارگاہ سے مسلمان ثابت نہ ہوسکے تو ان کو قادیانیوں کو غیر مسلم ٹھہرانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور یہ معلوم ہے کہ حضرت مجدد بریلویؒ نے اپنی کتاب "حسام الحرمین" میں دیوبندی اور اہلِ حدیث علماء اور ان کے تمام ہم خیالوں کو کافر، اکفر، ابوجہل سے بدتر اور جہنمی قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ جو مسلمان ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ بریلوی خیال کے مسلمان اکثریت میں ہیں اور دوسرے مسلمان اقلیت میں اور جب یہ سب غیر بریلوی علماء اور ان کے ہم خیال کافر اور اکفر ٹھہرے تو انہیں دوسروں کو کافر اور غیر مسلم قرار دینے کا حق کہاں سے حاصل ہوا؟۔ مجدد بریلویؒ نے بھی علماءِ اہلِ سنت کی کتابوں سے وہی باتیں نکالی ہیں جو یہ باتیں علماء مرزا قادیانی کی کتابوں سے نکال کر دکھاتے اور ان پر کفر کا فتوےٰ لگاتے ہیں۔ مثلاً علماء کے نزدیک قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اب یہی الزام مجدد بریلویؒ نے علماءِ دیو بند پر لگا کر ان کو کافر اکفر قرار دیا ہے۔ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیو بند کی اس عبارت کو تکفیر کا مدار قرار دیا گیا ہے:۔

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہیں آئے گا۔ (رسالہ تحذیر الناس۔ از مولانا محمد قاسمؒ بانی دارالعلوم دیو بند)

یعنی آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی آ جائے تو آپؐ کی نبوت پر حرف نہیں آئے گا۔ اگرچہ مرحوم ختم نبوت کے منکر نہیں لیکن مخالفوں نے رائی کا پہاڑ بنا کر اور ان کو ختم نبوت کا منکر قرار دے کر کافر ٹھہرا دیا۔ یہی حال علماء کا ہے کہ مرزا قادیانی کی کتابوں سے اسی قسم کی عبارتیں نقل کرتے ہیں اور پھر انہیں غیر مسلم قرار دینے کی خطرناک تحریک چلاتے ہیں۔ اب اگر بریلوی مسلمان اور ان کے علماء جن کی ملک میں اکثریت ہے۔ یہ مطالبہ کر بیٹھے کہ چونکہ غیر بریلوی مسلمان کافر اور اکفر ہیں اس لئے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے تو علماء کے پاس اس کا توڑ کیا ہوگا۔

لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی تو اپنے آپ کو محمدی مسیح کہیں اور اپنی نبوت کو مجازی قرار دیں اور حقیقی نبوت کے منکر ہوں وہ تو کافر ٹھہریں جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے۔ سمیت نبیاً علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ (میں مجازی طور پر نبی ہوں نہ کہ حقیقی طور پر) لیکن ہمارے علماء اسرائیلی اور حقیقی نبی کو حضورؐ اکرم کے بعد دنیا میں لائیں۔ وہ کافر قرار نہ پا سکیں بلکہ پکے مسلمان اور مکفر ٹھہریں۔

اے علماءِ کرام! اگر آپ قادیانی فتنہ کی جڑ کاٹنا چاہتے ہیں تو پہلے اپنی جڑ کاٹیں۔ پہلے اپنے عقیدہ کی اصلاح کرو۔ پھر دوسروں کی خبر لو۔ ختم نبوت کا عقیدہ قرآنی ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے اعلان کرو کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ نیا نہ پرانا۔ اگر آئے گا تو اسی کو خاتم النبیین کہا جائے گا۔ یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ قادیانیوں کے اُستاد یہی علماءِ اہل سنت ہیں جو ان کی تکفیر کرتے ہیں۔ اگر علماء غلط حدیثوں کا سہارا لے کر حضرت مسیح کو آنحضرتؐ کے بعد لانا چاہتے ہیں تو قادیانی بھی ان کی شاگردی میں یہی کہتے ہیں۔ کہ جس مسیحؑ کو علماء دوبارہ لانا چاہتے ہیں۔ وہ آ چکا اور ہم نے ان کا انتظار ختم کیا۔ اصل مجرم یہی علماءِ اہلِ سنت ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عیسےٰؑ کو دوبارہ لاتے ہیں اور خاتم النبیین کا تاج ان کے سر پر رکھتے ہیں۔ بیج بویا علماء نے اور جب وہ تناور درخت بن گیا۔ تو اس کا پھل کھایا مرزا غلام احمد قادیانی نے۔

ہمارا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے کہ علماءِ اہل سنت اور قادیانی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ اگر مندرجہ ذیل تحریر پر علماءِ اہلِ سُنت اور قادیانیوں نے دستخط کر دیئے تو فتنۂ انکار نبوت سے دونوں کو نجات مل جائے گی۔ اگر علماء نے دستخط کر دیئے اور قادیانیوں نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ تو علماء کا دامن صاف ہو جائے گا۔ اور قادیانی ختم نبوت کے منکر ٹھہریں گے۔ اگر دونوں نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا تو دونوں ہی ختم نبوت کے منکر قرار پائیں گے اور دونوں ہی اپنے فتووں کی بناء پر کافر قرار پائیں گے۔ تحریر یہ ہے:۔

"پیغمبر اسلام محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہوا آپ کے بعد نہ کوئی پُرانا نبی آئے گا، نہ نیا نبی، نہ ظلی اور نہ بروزی نبی آئے گا۔ نہ اسرائیلی اور محمدی نبی۔ نہ تشریعی نبی آئے گا نہ غیر تشریعی نبی نہ حقیقی نبی آئے گا۔ نہ مجازی نبی۔ مسیح کی آمد کا عقیدہ نبوت کے منافی ہے اور اس سے نبی آخرالزمان کی شان گھٹتی ہے۔ علماءِ کرام کسی تاویل کے بغیر اعلان کریں کہ مسیحؑ آمد ثانی کا مسئلہ غیر قرآنی ہے۔ اور خود حضورؐ کے اس ارشاد کے منافی کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بعد آئیں گے

یأتی من بعدی اسمہٗ احمد

خدا دونوں کو اس تحریر پر دستخط کرنے اور اسے مسلمانوں سے منوانے کی توفیق عطا فرمائے اور جو فتنہ علماء دیو بند اور قادیانیوں نے برپا کیا ہے۔ اس کا خاتمہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو جائے۔

خاتمہ کلام کے طور پر ہم حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نصیحت بھی درج کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت امام کفر و اسلام کی بحث کرنے کے بعد کہتے ہیں:

"اما الوصیۃ فان تکف لسانک عن اھل القبلۃ ما امکنک ماداموا قائلین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ غیر مناقضین لھا۔ والمناقضۃ تجویزھم الکذب علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعذر او غیر عذر فان التکفیر فیہ خطر والسکوت لا خطر فیہ۔"

(التفرقہ بین الاسلام والزندقہ ص۵۶)

میری وصیت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اہلِ قبلہ کی تکفیر سے زبان بند رکھو۔ جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہوں۔ بشرطیکہ وہ اس کلمہ کی مخالفت نہ کریں۔ اور مخالفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی عذر یا بغیر عذر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی تکفیر خطرہ سے خالی نہیں۔ اگر سکوت اختیار کر لیا جائے۔ تو پھر کوئی خطرہ نہیں۔

مسلمانوں کے حق میں جن دانشور افراد نے مندرجہ بالا خیالات ظاہر کئے۔ ان سے کہا گیا کہ اب تو پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی قادیانی احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے۔ اس بارے میں بھی آپ اپنے تاثرات قلم بند کر دیجئے۔ انہوں نے [illegible] مطالبہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے مندرجہ ذیل سطور کا اضافہ کرکے ہمارے [illegible] کر دیا۔ جن سے ان کے خیالات کی تکمیل میں مدد ملی۔ (فارقلیط)

پاکستان کی قومی اسمبلی نے پاکستان کے چالیس لاکھ احمدیوں کو نماز پڑھتے ہوئے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے غیر مسلم قرار دے دیا۔ اس پر ہماری آنکھیں [illegible] ہیں۔ خواجہ ناظم الدین کے زمانہ میں تحریک ختمِ نبوت پر بھی احمدیوں کے خلاف [illegible] بڑا ہنگامہ ہو چکا ہے۔ اس وقت اس فتنہ کو دبانے کے لئے ایک [illegible] جاری کیا گیا۔ دوسرے جسٹس منیر کی صدارت میں ایک تحقیقاتی کمیشن بھی مقرر [illegible] جس نے احمدی اور غیر قادیانی علماء کی شہادتیں قلم بند کی تھیں۔ جسٹس منیر [illegible] طویل فیصلہ میں صاف طور پر لکھا۔ کہ مختلف شہادتوں کی سماعت کے بعد [illegible] اس نتیجہ پر پہنچی ہے۔ کہ اگر مسلمان کی وہ تعریف (ڈیفی نیشن) مان لی جائے [illegible] نے پیش کی ہے تو پھر مسلمانوں کے تمام فرقے کافر اور خارج از اسلام قرار پا [illegible] اگر جسٹس منیر کے فیصلہ ہی کو ناطق سمجھا جاتا تو پاکستان کی قومی اسمبلی کو [illegible] نہ کرنا پڑتا۔ جس نے ضمیر کی آزادی کو کچل کر اسلام پر عدم رواداری کا [illegible] ہے۔ کہاں یہ بات کہ دوسروں کو حلقہ بگوش اسلام کیا جائے۔ اور کہاں [illegible] کہ چالیس لاکھ مسلمانوں کو جو علی الاعلان اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں [illegible] دو گوش اسلام کے دائرہ سے نکال کر کفر کی تاریکی میں دھکیل دیا جائے [illegible] حرکت کو قابلِ فخر بھی سمجھا جائے۔

ہم پاکستان کے مقابلہ میں ہندوستان کے آئین کو سراہا [illegible] کہ اس میں تمام ہندو فرقوں کو ہندو قرار دے کر ہر قسم کی بحث [illegible] کر دیئے، آئین کی رُو سے نہ صرف سناتن دھرمی اور آریہ سماجی ہندو بلکہ بدھسٹ، جینی اور سکھ بھی ہندوؤں میں شامل کر لئے گئے ہیں

(باقی ص ۲۲ کالم ۱)

تبلیغِ اسلام کے جہادِ زمانہ کیلئے حضرت مجدد زمان مسیحِ دوران علیہ السلام سے بیعت اور جماعت احمدیہ میں شمولیت کی اہمیت و ضرورت

مسلمانوں کو اسلام کے مفاد اور ترقی و فروغِ دین کی تحریک کی طرف توجہ کرنا لازم ہے

(حضرت مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ)

جہاد کے لئے جماعت اور بیعت کی ضرورت چونکہ حضرت مرزا صاحب کے سامنے ایک عظیم الشان جہاد کا کام تھا اس لئے آپ کو ایک جماعت بنانے کی ضرورت پیش آئی اگر احمدیت کی غرض صرف چند اصلاحی امور تک محدود ہوتی تو یہ غرض بذریعہ تحریرات بھی حاصل ہو سکتی تھی جو آہستہ آہستہ مسلمانوں کے خیالات میں اور ان کی ذہنیت میں تبدیلی پیدا کر دیتیں مگر امر واقع یہ ہے کہ یہ اصلاحات محض ایک بلند تر غرض کو حاصل کرنے کا ذریعہ تھیں۔ اور یہ بلند تر غرض تبلیغ اسلام یا جہاد بالقرآن تھی۔ اب کوئی جہاد کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک با قاعدہ جماعت نہ ہو جس کے افراد ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور خطرناک سے خطرناک مشکلات کے وقت ثابت قدم رہیں۔ اس کے لئے بیعت یا حلفِ وفا داری کی ضرورت تھی۔ جس طرح جہاد بالسیف ایک وفادار فوج کو چاہتا ہے۔ اسی طرح جہاد بالقرآن بھی ایک وفادار جماعت کو چاہتا ہے۔ اور جس طرح جہاد بالسیف میں حلفِ وفاداری کی ضرورت ہے اسی طرح جہاد بالقرآن میں حلف وفا داری کی ضرورت ہے۔ یہی وہ بیعت ہے جو اس جماعت میں شمولیت کے لئے اکثر لوگوں کے لئے روک کا موجب ہے۔ مگر جس کے بغیر جماعت میں وہ وفا داری پیدا نہ ہو سکتی تھی جس کی ضرورت ایک جہاد کے لئے ہے۔ خود نبی کریم صلعم نے اپنی زندگی میں کئی نازک موقعوں پر اپنے اصحاب سے بیعت لی۔ مثلاً وہ بیعت جو انصار مدینہ سے لی کہ وہ لوگ آپ کی حفاظت کے لئے اسی طرح مال اور جان دیں گے جس طرح اپنی اولاد اور اپنی قوم کی حفاظت کے لئے۔ یا وہ بیعت جو حدیبیہ کے موقعہ پر لی گئی جو بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ جس کا نتیجہ یوں مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس بیعت کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں سکینت نازل کی یعنے ان کے دل مضبوط ہو گئے۔ اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے کوئی گھبراہٹ ان کے دلوں میں پیدا نہ ہوئی۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کو ایک جماعت بنا کر ان سے بیعت یا حلفِ وفا داری لینے کی ضرورت پیش آئی۔ انسان جب ایک کام کے لئے اقرار کر لیتا ہے تو یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ بڑی سے بڑی مشکلات کے سامنے گھبراتا نہیں۔ اقرار انسان کے اندر ایک عزم پیدا کرتا ہے اور انسان کا عزم وہ طاقت ہے جس کے سامنے پہاڑ بھی کھڑے نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ گو احمدیت کا مقابلہ ایک ہی وقت میں اسلام کے بہت سے اعداء سے تھا بلکہ خود مسلمانوں نے بھی اس کی پورے زور سے مخالفت کی مگر اس کا قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔ اور وہ اقرار جو اس بیعت میں لیا جاتا ہے بالکل اس غرض کے مطابق ہے جو اس جہاد میں مدِنظر ہے۔ "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"۔ یعنے اپنے مال و جان کی پرواہ نہ کرتا ہوا دین کے لئے ہر ایک خدمت بجا لانے اور ہر قسم کی قربانی کر دینے کے لئے تیار رہوں گا۔ پس ایک جماعت بنانا اور اس جماعت سے حلفِ وفا داری یا بیعت لینا اسی جہاد بالقرآن کی سب سے بڑی ضرورت تھی جس کو احمدیت نے دنیا میں قائم کرنا تھا۔ [illegible] کا بھولا ہوا سبق تھا جسے احمدیت نے تازہ کیا۔ اسی جہاد بالقرآن میں مسلمان [illegible] زندگی اور طاقت کا مژدہ ہے۔

مُسلمانوں کی مخالفت جن اصلاحی امور کا اوپر ذکر ہوا اور جو [illegible] پتھر ہیں۔ ان کے بغیر تبلیغ اسلام کی [illegible] اور ادھوری کوشش ہوتی۔ اور گو عوام الناس اس کے ساتھ زیادہ تعداد میں شامل ہو [illegible] ہیں مگر اس کا کوئی دیرپا نتیجہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔ احمدیت نے تبلیغ اسلام کا [illegible] اٹھایا تو سب سے پہلی یہ ضرورت سمجھی کہ اسلام کے چہرہ پر جس قدر بد نما داغ اور دھبے ہیں جن کے لگانے والے خواہ غیر مسلم ہوں خواہ وہ مسلمانوں کی اپنی غلطی ہو۔ ان کو دُور کر کے اسلام کی اصلی سادہ اور دلکش تصویر دنیا میں پیش کی جائے۔ مگر ظاہر ہے کہ جو تحریک اصلاحی امور کو لے کر اٹھے گی وہ مخالفت کا طوفان بھی اپنے خلاف اُٹھا لے گی۔ اسلام میں گو وقتاً فوقتاً اصلاحی تحریکات ہوتی رہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں ان کی مخالفت بھی ہوتی رہی لیکن اصلاح کی تحریک احمدیت کے وسیع پیمانے پر نہیں ہوئی اور اس لئے احمدیت کی مخالفت بھی بہت بڑھ کر ہوئی۔ مگر اس کا مطمح نظر نسبتاً محدود۔ صرف مسلمانوں سے تقلید اور اس کے لازمی نتیجہ جمود کا دُور کرنا تھا اور اس کے ساتھ چند معمولی فقہی مسائل تھے۔ مگر بالآخر انہی فقہی مسائل پر اس تحریک کا زیادہ زور صرف ہو گیا بلکہ اس تحریک کی ساری قوت کو آمین اور رفع یدین کے نہایت ہی غیر ضروری مسائل نے کھینچ لیا۔ احمدیت نے اگر تبلیغِ اسلام کے لئے چند اہم اصلاحی امور کو اپنے سامنے رکھا تو اس کے ساتھ ہی ایک طرف فقہی مسائل میں اُلجھنے سے انکار کیا اور دوسری طرف تبلیغ اسلام کے کام کو عملی رنگ میں شروع کر کے اس پر اپنی پوری قوت لگا دی تاکہ اصل کام ان جھگڑوں میں جو مخالفت کے ساتھ لازماً پیش آ جاتے ہیں نظر انداز ہو جائے [illegible] سجادہ نشین اور علماء جن کی مذہبی اجارہ داری کو نقصان پہنچتا تھا یا جن کی پرانی ذہنیت ان پر اس قدر غالب تھی کہ اصلاحی امور کو وہ قبول نہ کر سکتے تھے انہوں نے احمدیت کے خلاف ہر قسم کی غلط بیانیاں کر کے یا غلط فہمیوں میں مبتلا ہو کر پورے زور سے اس کی مخالفت کی۔ اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنے کی پوری کوشش کی۔ اصل کام کو دیکھنے کی [illegible] اور اس بات کو سوچنے کی بجائے کہ احمدیت کے وجود سے اسلام کو نفع پہنچ [illegible] یا نقصان۔ اپنا سارا زور چھوٹی چھوٹی نکتہ چینیوں اور اعتراضات پر صرف کر دیا اور وہی ہتھیار استعمال کئے جو غیر مسلم اسلام سے [illegible] پیدا کرنے کے لئے کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر لوگوں [illegible] غلط خیالات سے متاثر ہو کر احمدیت کو ایک ہوا سمجھا۔ طرح طرح کے [illegible] دل میں بٹھا لئے اور اس عظیم الشان کام کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا جو [illegible] کر رہی تھی۔ اور صرف یہی نہیں کہ لوگوں کو اس جماعت میں شامل ہونے [illegible] خدمت اسلام کے اس کام میں بھی ہر طرح سے روڑے اٹکانے کی کوشش [illegible] احمدی کر رہے تھے حالانکہ وہ کام یقیناً اسلام کے نفع کا تھا۔ یہ تعجب [illegible] ہے مگر مسلمانوں کی اپنی مخالفت کے باوجود احمدیت نے اپنا تبلیغ اسلام کا کام غیر مسلم دنیا میں جاری رکھا۔ (تحریکِ احمدیت)

آمدہ کتب برائے تبصرہ پیغام صلح کو حسب ذیل کتب برائے تبصرہ ملی ہیں:— (۱) کرائسٹ ان کشمیر (انگریزی) (۲) الاحمدیت (انگریزی) [illegible] نماز مترجم بطرز جدید (۴) عکسی قرآن مجید مترجم بطرز جدید۔

ان کتب پر تبصرہ انشاء اللہ آئندہ ہوگا۔ آخری تین کتب جلسہ سالانہ [illegible] پر دار الکتب اسلامیہ کے بک سٹال سے مل سکیں گی۔ (مدیر)

محترم مرزا مظفر بیگ ساطع مبلغ اسلام

پیدائش بشر

موقر جریدہ "امروز" لاہور میں زیر عنوان "ایڈیٹر کی ڈاک" لائل پور کے ایک فاضل کا مضمون میری نظر سے بھی گذرا۔ اس مضمون میں پیدائش بشر پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اس نظریہ کی تردید کی گئی ہے کہ ابتداء میں آدمؑ اور حوّا صرف ایک جوڑا تھا۔ جس سے باقی سارے بشر پیدا ہوئے۔

یہاں قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آدمؑ اور حوّا کے بیٹوں اور بیٹیوں کی آپس میں شادی ہوئی حالانکہ وہ بہن بھائی تھے اور بہن بھائی کی شادی ناجائز ہے۔ ہمارے علماء اس سوال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مجبوری کے باعث ایسا ہوتا رہا۔ یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مجبوری آدمؑ اور حوّا کے بیٹوں اور بیٹیوں کو تھی یا خود خدا کو بھی۔ ظاہر ہے کہ خدا کو کوئی مجبوری نہیں۔ جہاں وہ ایک جوڑا پیدا کر سکتا ہے وہاں وہ دو تین جوڑے بھی پیدا کر سکتا ہے۔ ان کی بچے آپس میں شادیاں کر کے بہن بھائی کی شادی کی گندگی سے بچ سکتے تھے۔

قرآن مجید کے پہلے پارہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم۔ ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون .... و اذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ (سورۃ البقرہ ۲۸/۲۵)

"تم سب اللہ کا انکار کس طرح کر سکتے ہو۔ تم سب نیست و نابود تھے۔ پس میں نے تم کو زندہ کیا پھر تم کو وفات دوں گا پھر تم کو زندہ کروں گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے .... اور جب فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے یقیناً میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک خلیفہ"

گویا ابتداء میں بہت سارے انسان بغیر ماں باپ کے پیدا کئے گئے۔ ان میں سے ایک آدم بھی تھا۔ حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم چھٹے آدم کے دور میں پیدا کئے گئے ہیں۔

ایک اور مقام پر قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:-

لقد خلقنکم ثم صورنکم ثم قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۱)

"پھر تمہاری صورتیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کے اعزاز میں سجدہ کرو۔"

یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فرشتوں نے آدم کے بُت کو اسی طرح سجدہ کیا جس طرح ہم خدا کو سجدہ کرتے ہیں اور سجدہ میں تین بار تسبیح "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھتے ہیں؟

فرشتوں نے اپنے سجدہ میں اگر تسبیح "سبحان ربی الآدمؑ" پڑھی تو سجدہ آدم کو کیا گیا۔ اور اگر تسبیح "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھی تو سجدہ خدا کو ہوا۔

نیوزی لینڈ اور جنوبی امریکہ کے درمیان جزائر فجی واقع ہیں۔ وہاں کے عیسائی پادریوں اور آریہ پنڈتوں نے مسلمانوں کو مناظرے کے چیلنج دیئے تو مسلم لیگ فجی نے میری خدمات حاصل کیں اور میں بیگم اور دو بچوں سمیت ۱۹۳۲ء میں وہاں پہنچ گیا۔ میں چار سال وہاں رہا۔ گرجوں اور مندروں میں دشمن کو للکارا اور پادریوں اور پنڈتوں کو ذلت آمیز شکستیں دیں۔ آریہ پنڈتوں نے دعوےٰ کیا کہ: قرآن نے ایک آدم اور ایک حوّا سے انسانوں کی پیدائش کا گندہ نظریہ پیش کر کے بہن بھائیوں کی شادی کرائی۔ ہمارے ویدوں نے:

رشیشچئے تنتو منشیہ اجائیت

ابتداء میں بہت سے انسان پیدا کئے گئے، فرما کر اس گندگی سے انسانوں کو بچا لیا

اس پر ہم نے آریہ پنڈتوں کو چیلنج کیا کہ مبینہ وید منتر اپنے چاروں ویدوں سے نکال کر دکھائیں ہمارا دعوےٰ ہے کہ یہ منتر ویدوں میں نہیں۔ ویدوں میں تو یہ گندی کہانی ہے کہ یَم یَمی دو جڑواں بہن بھائی تھے۔ یَمی نے اپنے بھائی یَم سے کہا کہ جس طرح ہم اپنی ماں کے پیٹ میں اکٹھے تھے اسی طرح ہم اس دنیا میں بھی آپس میں شادی کر کے اکٹھے رہیں گے اور دیکھو جس طرح بیل درخت کی جڑ سے پیدا ہو کر اس کے ساتھ لپٹ جاتی ہے اسی طرح میں بھی تمہارے ساتھ لپٹوں گی۔

آریہ پنڈتوں نے یَم یَمی کی گندگی کا تو کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اعلان کیا کہ فلاں تاریخ صبح اتنے بجے مرزا مظفر بیگ تین سو پاؤنڈ لے کر آئیں۔ ہم مبینہ منتر ویدوں سے پیش کریں گے۔ ہم نے آریہ پنڈتوں کی دعوت کو قبول کر لیا اور اخبارات میں اس کا اعلان ہو گیا لوگ مقررہ تاریخ کو دُور دُور کے شہروں سے بھی کثرت کے ساتھ آئے آریہ مندر کے اندر اور باہر ہزاروں انسان موجود تھے۔

ہم ایک بڑے لفافے میں تین سو پاؤنڈ لے کر آریہ مندر میں داخل ہوئے تکبیر کے نعروں سے مندر گونج رہا تھا۔ آریہ پنڈت اپنی اپنی کرسیوں پر لکڑی کے بُت بنے بیٹھے تھے۔ آریہ پنڈت مطلوبہ منتر پیش نہ کر سکے اور اس طرح اسلام کو نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک

پروگرام اجلاس بنات الاحمدیہ بر موقعہ جلسہ سالانہ

۲۷ر دسمبر ۱۹۷۴ء بوقت ۹ بجے صبح

زیر صدارت:- محترمہ بیگم کمانڈر مرغوب عالم صاحبہ

تلاوت		آنسہ طاہرہ پروین
ملفوظات		" زاہدہ رؤف
منظوم کلام		" طاہرہ پروین
تقاریر	سیرت مسیح موعودؑ	" زاہدہ شاہین
	" "	" ساجدہ رؤف
	" "	" یاسمین مجید
	" "	" فرحت شاہین
	" "	" نجم الاسلام
اختتامی تقریر		محترمہ بیگم عبدالمنان عمر صاحبہ

جسارت خانم - کنوینر بنات الاحمدیہ

اخبار احمدیہ

انتقالِ پُرملال محترم قاسم خاں صاحب آف چنبہ جو انجمن کے بہت پرانے رکن تھے مختصر سی علالت کے بعد بتاریخ ۱۰ر دسمبر ۱۹۷۴ء وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم جماعت چنبہ کے فعال رکن تھے۔ چنبہ میں بالخصوص آپ نے اسلام کی خاطر بہت تکالیف اٹھائیں اور آخر دم تک جماعت سے وابستہ رہے اور اس بڑھاپے اور کمزوری کی حالت میں بھی احمدیہ بلڈنگس جمعہ کے لئے آتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ احباب سے ان کے لئے دعائے مغفرت (نماز جنازہ غائبانہ) کی درخواست ہے۔

ایک اور افسوسناک موت احباب کو یہ سُن کر رنج و ملال ہوگا کہ سلسلہ کے ایک نہایت مخلص فرزند جناب منشی نواب دین صاحب ... سالہ انتقال فرما گئے ہیں۔ آپ شیخ محمد نصیب مرحوم کے بھانجے تھے، اور تقسیم ملک کے بعد وزیر آباد میں جناب شیخ نیاز احمد مرحوم کے کارخانے میں کام کرتے رہے سلسلہ سے مخلصانہ تعلق رکھتے تھے، ایک ماہ قبل دفتر میں آئے اور چندہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور اعزہ و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ... میں جناب مرزا مسعود بیگ صاحب جنرل سیکرٹری نے دونوں بھائیوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ احباب ...

مولانا مرتضیٰ خاں حسن مرحوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی

(۳)

میدانِ جنگ چھوڑنے سے پہلے کفار نے مسلمان شہداء کی نعشوں سے بہت بُرا سلوک کیا۔ اُن کے ناک اور کان کاٹ لئے۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے تو ظلم میں کمال کر دیا۔ حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبا گئی۔ شہداء کے کان اور ناک کاٹ کر اپنے گلے کا ہار بنایا۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایسے ظالم دشمنوں سے ہمارے حضورؐ کیا سلوک کیا کرتے ہیں۔ اس کا بیان تو آگے آئے گا مگر حضور کی شان عفو کے متعلق ایک دو واقعات کا یہاں بیان کر دینا بے محل نہ ہوگا۔

عفو کی ایک اور مثال } جنگ بدر سے چند روز کا ذکر ہے کہ صفوان بن اُمیہ (جس کا باپ بدر میں قتل ہوا تھا) اور عمیر بن وھب (جس کا بیٹا ہنوز مسلمانوں کے ہاتھ میں قید تھا) مکہ سے باہر سنسان جگہ میں جمع ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ عمیر بولا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا۔ جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور اگر مجھے کنبہ کے بے کس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں خود مدینہ جاتا اور محمد کو قتل ہی کر کے آتا۔ صفوان بولا۔ تیرا قرض میں چکا دوں گا۔ اور تیرے کنبے کا خرچ جب تک میں زندہ ہوں میرے ذمہ ہوگا۔ عمیر بولا۔ بہتر۔ یہ راز کسی پر نہ کھلے۔" پھر عمیر نے اپنی تلوار کی دھار کو تیز کرایا اور زہر میں اسے بجھوایا اور مکے سے روانہ ہو گیا۔ عمیر مدینے پہنچکر مسجد نبویؐ کے سامنے اپنا اونٹ بٹھلا رہا تھا۔ کہ اونٹ بول پڑا۔ عمر فاروق نے اسے دیکھا اور پہچانا اور سمجھ گئے کہ یہ شیطان مفسد ارادہ سے آیا ہے۔ اس لئے آگے جا کر نبی صلعم سے عرض کی کہ عمیر بن وہب مسلح چلا آ رہا ہے۔ حضور نے فرمایا اسے میرے پاس آنے دو۔ عمر فاروق نے اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا۔ اس کی گردن پکڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے گئے۔ نبی صلعم نے دیکھا تو فرمایا: عمر اسے چھوڑ دو۔ عمیر تم میرے پاس آجاؤ۔ عمیر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہو کس طرح آئے ہو۔ کہا اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تلوار کیسی ہے؟ عمیر بولا یہ کیا تلوار ہے اور ہماری تلواروں نے پہلے بھی آپ کا کیا کر لیا ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا تم سچ سچ بتا دو۔ عمیر نے پھر اسی جواب کو دہرایا۔ حضور نے فرمایا دیکھو۔ تو اور صفوان مکہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے۔ صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبے کا خرچ اپنے ذمہ لے لیا اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا اور اسی ارادہ سے یہاں آیا ہے۔ عمیر! تو یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ خدا ہے۔ عمیر یہ سن کر حیران ہو گیا۔ بولا اب میرا دل مان گیا کہ آپ ضرور اللہ کے نبی اور رسول ہیں سماوی خبروں اور وحی کی بابت ہم آپ کو جھٹلاتے رہے۔ لیکن اب میں اس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں جس کی خبر میرے اور صفوان کے سوا تیسرے کو نہیں خدا کا شکر ہے جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنا دیا۔ (رحمۃ للعالمین)

۶۰۰ اسیرانِ جنگ کو بلا معاوضہ رہا کر دیا } ۵ھ میں غزوہ بنی مصطلق وقوع میں آیا۔ مسلمانوں نے دفعۃً ایک ساتھ حملہ کیا۔ دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ۱۰ آدمی مارے گئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔ جن کی تعداد تقریباً ۶۰۰ تھی۔ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں لڑائی میں جو گرفتار ہوئے ان میں حضرت جویریہ بھی تھیں۔ وہ اپنی رضا و رغبت سے حضورؐ کے ازواج میں شامل ہوئیں اور تمام قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا۔ اس طرح سے ایک دشمن قبیلہ کو دوست بنا لیا۔

حضورؐ کی ایک دوسری مثال } ایک دفعہ حدیبیہ کے میدان میں حضور صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ ستر اسّی آدمی چپکے سے کوہ تنعیم سے اُتر کر آ گئے تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں۔ یہ سب گرفتار ہو گئے۔ حضور صلعم کے پیش ہوئے۔ حضورؐ نے بلا کسی فدیہ یا سزا کے معاف فرما دیا۔

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

اسلام کا فتح نصیب جرنیل۔ بقیہ صفحہ ۱۰

بقیہ صفحہ ۱۰

اکراہ کا نشان بنا کر اسے دنیا میں بدنما کر کے پیش کیا ہے۔

۴۔ یہ زمانہ چونکہ بالخصوص علم و آزادی کا دور ہے۔ جہالت، عجوبہ پرستی، توہم پرستی اور جبری تقلید سے نفرت اور فطرتی تقاضوں کی تکمیل کا اولین مطالبہ ہے اس لئے صداقتِ دین اسلام کو علمی و عقلی معیاروں پر پیش کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

۵۔ دینِ اسلام کی اساس الہام کو خارجی حقیقت تسلیم کرنے میں مضمر ہے۔ قرآن کریم کے خارجی کلامِ الٰہی ہونے کے بیشتر مسلمان اب قائل نہیں رہے۔ ان کی اعتقادی اصلاح کے لئے لازم ہے کہ انہیں دین کی اس بنیادی حقیقت کا یقین پیدا کرایا جائے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کی ربانی و تجرباتی شہادت حضرت اقدسؑ کے نشانات و کرامات پیش کرتے ہیں۔

۶۔ دین اسلام خالصتاً ایک قلبی و روحانی تحریک ہے جس کا دارومدار ایمانی و اخلاقی عناصر کے امتزاج سے مترتب ہوتا ہے جس کا منبع و مخرج قرآن و سنت رسولؐ ہیں، سیاسی، ملکی، وطنی قومی اور مادی عناصر ایمانی و اخلاقی تقاضوں کے بعد اور اس کے تحت آتے ہیں اور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ مسلمان اقوام کی سچی تنظیم اس نظریہ کی بناء پر کرنا اور مسلم معاشرہ کی اعتقادی اور سب سے بڑھ کر اس کی عملی اصلاح یعنی سیرت و کردار کے بلند کرنے میں مضمر سمجھتا ہے جس کے اجزا صبر و حوصلہ، تحمل و برداشت رواداری و نفسانی جذبات سے آزادی اور ہوائے حرص و آز سے دستبرداری کو چاہتے ہیں۔

۷۔ دینِ اسلام دنیا میں آزادیٔ فکر و عمل کا داعی اور انصاف و عدل کا قیام چاہتا ہے۔ فی زمانہ یہ مقاصد مسلمانوں کی باطنی اصلاح، ان کی سچی تنظیم اور عالم میں تبلیغِ اسلام کے ذریعہ حاصل ہوں گے۔ (ا۔ ب)

بقیہ مولانا محمد عثمان فارقلیط از صفحہ ۱۹

از صفحہ ۱۹

سکھ ویدوں اور شاستروں کے قائل ہیں نہ بدھسٹ اور جینی ہندوؤں کی کسی کتاب کے۔ آخر الذکر دونوں طبقے تو خدایا ایشور تک کے قائل نہیں مگر ہندوستان کے آئین نے ان سب کو اتحاد کی ایک لڑی میں منسلک کر دیا اور حریت عقائد کی صحت پلیٹ کر دکھ دی۔ جن لوگوں نے کلیسا کی تاریخ پڑھی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں میں کس قدر خونریزی ہو چکی ہے۔ لیکن اب روم کے پاپائے اعظم نے عیسائیوں کے تمام فرقوں کو ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کر دیا ہے ہندوستان میں عیسائیوں کے درجنوں فرقے اپنے طور پر دینِ عیسوی کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر ان میں تصادم اور تکفیر بازی کی نوبت کبھی نہیں آئی۔ فرانس کا مذہب کیتھولک ہے مگر وہاں انہوں نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ پروٹسٹنٹ عیسائیوں کو غیر عیسائی اقلیت قرار دے جائے۔ اسپین کی ایک ایک اینٹ پر پوپ کی مہر ثبت ہے لیکن پروٹسٹنٹ عیسائیوں کو وہاں کوئی بھی ٹیڑھی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ پاکستان کی قومی اسمبلی نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر دیو بند اور اہلِ حدیث مسلک کے علماء اور عوام کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اگر بریلوی خیال کے علماء نے پاکستان پر زور ڈالا کہ غیر بریلویوں کو اس اصول پر غیر مسلم اقلیت قرار دے جس اصول پر احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے تو مکفرین کے طائفہ پر زمین تنگ ہو جائے گی۔ اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے اس عقیدے کو اچھالا جائے گا کہ "اگر آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آ جائے تو پھر بھی ختم نبوت نہیں ٹوٹے گی۔" (بشکریہ اخبار روشنی سرینگر)

یا رب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لئے
لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں

قرآن کریم کامیابی کا موجب ہے

حضرت مولینا محمد علی صاحب کا بیان

"ہم قرآن کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے اُٹھے ہیں۔ اور میں آپ کو سب سے پہلے یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ قرآن کا پیغام لیکر کوئی شخص دنیا میں نہیں اُٹھا جسے اللہ تعالیٰ نے کامیاب نہ کیا ہو، اور یہ شاید اس عظیم الشان بشارت کا ہی ایک رنگ ہے جو خود مہبطِ وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے دی تھی

مآ انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ ۔

قرآن کریم جس قلب مطہر پر پہلے نازل ہوا اس کی کامیابی کو سخت ترین دشمنوں نے تسلیم کیا ہے اور اس بات کا صاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلعم) دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں۔ مسلمان بھی جب تک اس کے حامل رہے۔ اور یہ ان کا رہنما رہا ان کا قدم آگے بڑھتا چلا گیا اور آنحضرت صلعم کے صحابہؓ دنیا کی سب سے بڑی کامیاب قوم ہے۔

قرآن ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے

قرآن کریم جیسا کہ تاریخ اس پر شاہد ہے وہ کتاب ہے جس نے "دنیا میں ایک ایسا انقلابِ عظیم پیدا کیا جسکی دوسری نظیر دنیا میں نہیں ملتی مگر اس سے بڑھ کر اسکا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ آج بھی دنیا میں وہی انقلاب پیدا کر سکتی ہے۔

فی الحقیقت قرآن ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے اور وہ امن اور صلح جس کے بغیر تہذیب انسانی زندہ نہیں رہ سکتی صرف قرآن ہی دنیا میں پیدا کر سکتا ہے۔

(پیغام صلح ۲۸ فروری ۱۹۵۱ء صہ ۵)

نوعِ انسانی کے محسن اور ہمدرد

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کا

انگلستان میں پہلا پیغامبر

خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام

"دوستو۔ اُٹھو۔ جاگو غفلت کو چھوڑو۔ میرے ساتھ ہو جاؤ میں آپ کو اس کام کی طرف بُلاتا ہوں جو آپ کا فرضِ اولین ہے۔ یہ وہ کام ہے جس کے لئے قرآن دنیا میں آیا۔ یہ وہ کام ہے جس کے لئے آنحضرت صلعم نے بعثت فرمائی۔ یہ وہ فرض ہے جس کے لئے سید العرب والعجم نے ہر قسم کے دُکھ اُٹھائے۔ صحابہ رضؓ کی عزیز جانیں اسی راہ میں قربان ہوئیں۔ یہ وہ درخت ہے جسے آپ کے بزرگوں کے خون نے سینچا۔ دیکھو آپ کے کل قومی کام ایک طرف اور انگلستان میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام اپنی اہمیت اور نتائج کے لحاظ سے ایک طرف۔

آہ میں کہاں سے وہ طاقت لاؤں جو آپ کو آپ کے اس فرضِ اوّلین کی طرف لے آوے۔ وہ کونسا منتر پڑھوں جس سے آپ اس کام کی طرف متوجہ ہو جاویں۔

یاد رکھو، تمہاری قومی اہمیت تمہاری طاقت تمہاری فلاح و عزت صرف اس ایک کام سے حاصل و وابستہ ہے جس طرف میں گیا ہوں۔ خواہ تم مانو یا نہ مانو"

{خواجہ کمال الدین۔ اگست ۱۹۱۵ء}

پروگرام

ساٹھواں جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بتاریخ ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۷۴ء (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام مسجد احمدیہ "دار السلام" (نزد یونیورسٹی کیمپس)

۵ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

۲۷ دسمبر ۱۹۷۴ء۔ بروز جمعۃ المبارک

اجلاس خواتین ——— زیر صدارت

بیگم صاحبہ الحاج نصیر احمد فاروقی صاحب

۹ بجے صبح تا ½۱۲ بجے دوپہر

سٹیج سیکرٹری: ——— رفیعہ مدد علی صاحبہ

تلاوت قرآن مجید معہ ترجمہ: بیگم خورشید انور صاحبہ و زاہدہ پروین صاحبہ }
نعت: کم سن بچیاں } ۹ بجے سے ½۹ بجے تک

تقریر استقبالیہ: بیگم ذکیہ شیخ صاحبہ (صدر تنظیم خواتین): صبح ½۹ تا ۹-۴۵

ارشادات حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز: ۹-۴۵ تا ۱۰-۰۰

تقریر: بیگم زمرد فاضل رمضان صاحبہ: ۱۰-۰۰ تا ۱۰-۱۰

تقریر: بیگم بشارت نذر صاحبہ: ۱۰-۱۰ تا ۱۰-۲۰

نظم: فریدہ رحمان صاحبہ: ۱۰-۲۰ تا ۱۰-۲۵

تقریر: بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد صاحب: ۱۰-۲۵ تا ۱۰-۳۵

تقریر: بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ: ۱۰-۳۵ تا ۱۰-۴۵

نظم: بیگم خورشید باجیہ انور صاحبہ: ۱۰-۴۵ تا ۱۰-۵۰

تقریر: بیگم رفیعہ مدد علی صاحبہ: ۱۰-۵۰ تا ۱۱-۰۰

اختتامی تقریر: بیگم صاحبہ نصیر احمد: ۱۱-۰۰ تا ۱۱-۱۰

دعا: بیگم صاحبہ میاں شریف احمد صاحب: ۱۱-۱۰ تا ۱۱-۱۵

(بعد ازاں دستکاری کی نمائش ہوگی)

مردانہ اجلاس: ۲ بجے سے پانچ بجے تک

پہلا اجلاس: زیر صدارت الحاج جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب

خطبہ جمعہ و نماز جمعہ: حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز: ۱ بجے سے ۲ بجے تک

تلاوت قرآن مجید و نظم: مرزا محمد سلیم صاحب و محمد اعظم علوی صاحب: ۲ بجے سے ۲-۲۰ تک

ملفوظات حضرت مسیح موعود: مولانا دوست محمد صاحب: ۲-۲۰ سے ۲-۳۰ تک

انسانیت کا معراج: مرزا محمد لطیف صاحب مولوی فاضل شاہد: ۲-۳۰ سے ۳-۰۰ تک

"احمدیت کی نئی نسل اور جماعتی مقاصد کی خاطر": پروفیسر خلیل الرحمان صاحب ایم اے: ۳-۰۰ سے ۳-۳۰ تک

تقریر: حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی: ۳-۳۰ سے ۵-۰۰ تک

رات کو ۷ بجے سے ۹ بجے تک شبان الاحمدیہ کا اجلاس ہوگا۔

۲۸ دسمبر ۱۹۷۴ء۔ بروز ہفتہ

(نماز فجر اور درس قرآن کریم کے بعد احمدیہ کانفرنس منعقد ہوگی)

پہلا اجلاس: ۹ بجے صبح سے ½۱۲ بجے تک

زیر صدارت: جناب شیخ نثار احمد صاحب

تلاوت قرآن مجید و نظم: مولوی عبدالرحمان صاحب (مصری)، مرزا محمد سلیم صاحب: ۹ بجے سے ۹-۲۰ تک

تقریر: میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم-اے: ½۹ بجے سے ۱۰-۰۰ تک

مغرب سے طلوع آفتاب: ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بی ایس سی-ایم-بی بی ایس، ڈی پی ایچ (لندن) ریٹائرڈ کیمیکل اگزامینر: ۱۰ بجے سے ۱۰-۴۵ تک

رپورٹ سالانہ: سیکرٹری جنرل مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے بی ٹی - ڈی ای ایس (ریٹائرڈ): ۱۰-۴۵ تا ½۱۱ بجے تک

"آنکھ کے پانی سے پاک دو کچھ کرو اس کا علاج": الحاج ڈاکٹر سعید احمد صاحب (ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائرکٹر ہیلتھ): ½۱۱ سے ۱۲ بجے تک

اپیل: حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز: ۱۲ بجے سے ½۱۲ بجے تک

دوسرا اجلاس: زیر صدارت جناب میاں غلام حیدر صاحب ٹمیم

½۲ بجے بعد دوپہر سے ۵ بجے شام تک

تلاوت قرآن مجید و نظم: حافظ شیر محمد صاحب - عبدالعلی صاحب: ½۲ بجے سے ۳ تک

تقریر: مولانا عبدالمنان عمر صاحب ایم اے: ۳ بجے سے ½۳ تک

تقریر: چوہدری فتح محمد عزیز صاحب ایڈوکیٹ: ½۳ بجے سے ۴ بجے تک

جماعتی مقاصد میں نئی نسل کا مقام: جناب کیپٹن عبدالواجد صاحب: ۴ بجے سے ½۴ تک

تقریر: مسعود اختر صاحب ایڈوکیٹ: ½۴ بجے سے ۵ بجے تک

رات کو ۷ بجے مجلس معتمدین (جنرل کونسل) کا اجلاس ہوگا۔

۲۹ دسمبر ۱۹۷۴ء۔ بروز اتوار

زیر صدارت: الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے

۹ بجے صبح سے ۱ بجے تک

تلاوت قرآن مجید و نظم: ڈاکٹر سعید احمد صاحب، مبشر احمد صاحب لائلپوری: ۹ بجے سے ½۹ بجے تک

تقریر: بشارت احمد صاحب بقا- بی اے: ½۹ سے ۱۰ بجے تک

تقریر: جناب نصیر احمد فاروقی صاحب: ۱۰ بجے سے ½۱۰ بجے تک

خاتم النبیین: حافظ شیر محمد صاحب خوشابی مبلغ جزائر فجی: ½۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک

تقریر: الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان و امریکہ: ۱۱ بجے سے ½۱۱ تک

استقامت: جناب شیخ نثار احمد صاحب: ½۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک

تقریر: جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری بی اے (فاضل جامعہ الازہر مصر): ۱۲ بجے سے ½۱۲ تک

اختتامی تقریر: حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز: ½۱۲ بجے سے ۱ بجے تک

خاکسار: چوہدری عبدالحق۔ بی ایس سی، بی ٹی، ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر۔ مہتمم جلسہ سالانہ ۱۹۷۴ء

عرفات پریس تھارٹن روڈ لاہور میں باہتمام خالد عمر صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ سے شائع کیا۔

پروگرام

ساٹھواں جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بتاریخ ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۷۴ء (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام مسجد احمدیہ دارالسلام (نزد یونیورسٹی کیمپس)

۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

۲۷ دسمبر ۱۹۷۴ء بروز جمعۃ المبارک

اجلاس خواتین ——— زیر صدارت

بیگم صاحبہ الحاج نصیر احمد فاروقی صاحب

۹ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر

سٹیج سیکرٹری: ——— رضیہ مدد علی صاحبہ

تلاوت قرآن مجید معہ ترجمہ: بیگم خورشید انور صاحبہ و زاہدہ پروین صاحبہ } ۹ بجے سے ½۹ بجے تک
نعت - - - : کم سن بچیاں

تقریر استقبالیہ - - : بیگم ذکیہ شیخ صاحبہ (صدر تنظیم خواتین) ... صبح ½۹ تا ۴۵-۹

ارشادات حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - - : ۴۵-۹ تا ۰۰-۱۰

تقریر - - : بیگم زہرہ فاضل رمضان صاحبہ : ۰۰-۱۰ تا ۱۰-۱۰

تقریر - - : بیگم بشارت نذر صاحبہ - - - : ۱۰-۱۰ تا ۲۰-۱۰

نظم - - - : فریدہ رحمان صاحبہ - - : ۲۰-۱۰ تا ۲۵-۱۰

تقریر - - : بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد صاحب : ۲۵-۱۰ تا ۳۵-۱۰

تقریر - - : بیگم زبیدہ محمود احمد صاحبہ - : ۳۵-۱۰ تا ۴۵-۱۰

نظم - - - : بیگم خورشید باجہ انور صاحبہ - - : ۴۵-۱۰ تا ۵۰-۱۰

تقریر : بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ - - : ۵۰-۱۰ تا ۰۰-۱۱

اختتامی تقریر - - : بیگم صاحبہ نصیر احمد : ۰۰-۱۱ تا ۱۰-۱۱

دعا - - - : بیگم صاحبہ میاں شریف احمد صاحب : ۱۰-۱۱ تا ۱۵-۱۱

(بعد ازاں دستکاری کی نمائش ہوگی)

مردانہ اجلاس: ۲ بجے سے پانچ بجے تک

پہلا اجلاس: زیر صدارت الحاج جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب

خطبہ جمعہ و نماز جمعہ : حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز : ۱ بجے سے ۲ بجے تک

تلاوت قرآن مجید و نظم - - : مرزا محمد سلیم صاحب و محمد اعظم علوی صاحب - - : ۲ بجے - ۲۰-۲ تک

ملفوظات حضرت مسیح موعود : مولانا دوست محمد صاحب - - : ۲۰-۲ سے ۳۰-۲ تک

انسانیت کا معراج - - : مرزا محمد لطیف صاحب مولوی فاضل شاہد : ۳۰-۲ سے ۰۰-۳ تک

احمدیہ جماعت کی نئی نسل اور جماعتی مقاصد کی طرف رہنمائی : پروفیسر خلیل الرحمان صاحب ایم اے - - - : ۰۰-۳ سے ۳۰-۳ تک

تقریر - - : حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی : ۳۰-۳ سے ۰۰-۵ تک

رات کو ۷ بجے سے ۹ بجے تک شبان الاحمدیہ کا اجلاس ہوگا۔

---

۲۸ دسمبر ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ

(نماز فجر اور درس قرآن کریم کے بعد احمدیہ کانفرنس منعقد ہوگی)

پہلا اجلاس: ۹ بجے صبح سے ½۱۲ بجے تک

زیر صدارت: جناب شیخ نثار احمد صاحب

تلاوت قرآن مجید و نظم : مولوی عبدالرحمان صاحب مصری، مرزا محمد سلیم صاحب : ۹ بجے سے ۳۰-۹ تک

تقریر - - : میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم - اے : ½۹ بجے سے ۱۰ تک

[illegible] } ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بی ایس سی - ایم - بی بی ایس، ڈی پی ایچ (لندن) ریٹائرڈ کیمیکل اگزامینر } ۱۰ بجے سے ۴۵-۱۰ تک

[illegible] } سیکرٹری جنرل مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے بی ٹی - ڈی پی ای ایس ریٹائرڈ } ۴۵-۱۰ تا ½۱۱ بجے تک

[illegible] } الحاج ڈاکٹر سعید احمد صاحب (ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائرکٹر ہیلتھ) } ½۱۱ سے ۱۲ بجے تک

اپیل - - : حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز : ۱۲ بجے سے ½۱۲ بجے تک

دوسرا اجلاس: زیر صدارت جناب میاں غلام حمید صاحب مقیم

½۲ بجے بعد دوپہر سے ۵ بجے شام تک

تلاوت قرآن مجید و نظم : حافظ شیر محمد صاحب - عبدالعلی صاحب : ½۲ بجے سے ۳ تک

تقریر - - - : مولانا عبدالمنان عمر صاحب ایم اے - - : ۳ بجے سے ½۳ تک

تقریر - - - : چوہدری فتح محمد عزیز صاحب ایڈوکیٹ : ½۳ بجے سے ۴ بجے تک

جماعتی مقاصد میں نئی نسل کا مقام: جناب کیپٹن عبدالواجد صاحب - : ۴ بجے سے ½۴ تک

تقریر - - - : مسعود اختر صاحب ایڈوکیٹ : ½۴ بجے سے ۵ بجے تک

رات کو ۷ بجے مجلس معتمدین (جنرل کونسل) کا اجلاس ہوگا۔

---

۲۹ دسمبر ۱۹۷۴ء بروز اتوار

زیر صدارت: الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے

۹ بجے صبح سے ۱ بجے تک

تلاوت قرآن مجید و نظم : ڈاکٹر سعید احمد صاحب، بشیر احمد صاحب لائلپور : ۹ بجے سے ½۹ بجے تک

تقریر - - : بشارت احمد صاحب بقا - بی اے ... : ½۹ سے ۱۰ بجے تک

تقریر - - } جناب نصیر احمد فاروقی صاحب } ۱۰ بجے سے ½۱۰ بجے تک

خاتم النبیین - - : حافظ شیر محمد صاحب خوشابی مبلغ جزائر غربی : ½۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک

تقریر - - : الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ امریکہ : ۱۱ بجے سے ½۱۱ تک

استقامت - - : جناب شیخ نثار احمد صاحب - - : ½۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک

تقریر - - } جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری بی اے (فاضل جامعۃ الازہر مصر) } ۱۲ بجے سے ½۱۲ تک

اختتامی تقریر : حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز : ½۱۲ بجے سے ۱ بجے تک

خاکسار: چوہدری عبدالحق بی ایس سی، بی ٹی، ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر۔ مہتمم جلسہ سالانہ ۱۹۷۴ء

عرفات پریس ... روڈ لاہور میں باہتمام خالد عمر صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔